فہرست جلد چہارم غایۃ الاوطار ترجمہ در المختار

کتاب الاجارۃ . یہہ کتاب ہے اجارہ کے احکام مین **مترجم** کہتا ہے اہل ہند اجارہ کو ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ بولتے ہین قدّم الھبۃ لکونھا تملیک عینٍ وھذہ تملیک منفعۃٍ مصنف نے ہبہ کو مقدم کیا اجارہ پر اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک عین سے اور اجارہ عبارت ہے تملیک منفعت سے بلا تملیک عین یعنی اور اعیان وجود مین مقدم ہین منافع پر لہذا تملیک عین کی تقدیم تملیک منافع سے ذکر مین مناسب ہوئی ھی لغۃً اسمٌ للاُجرۃ وھی ما یستحق علی عملِ الخیر ولذا یُدعٰی بہ یُقال اعظم اللہ اجرک اجارہ لغت مین اسم ہے اجرت کا اور اجرت وہ جو نیک کام پر مستحق ہو ولہذا بلفظ اجر دعا کیجاتی ہے یون دعا دیتے ہین کہ خدا تجکو اجر عظیم دے ثم اجرت لغت مین کرایہ ہے مزدور کا اور اجر اور اجارہ کام کی جزا ہے خواہ کام نیک ہو یا بد قال فی القاموس الاجر الجزاء علی العمل کالاجارۃ والاجرۃ الکراء طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت مین خلل ہے چنانچہ عینی کی شرح کنز اوسپر دلالت کرتی ہے انتہی یعنی عینی نے اجرت کی تفسیر کرا اجیر اور اجر کی تفسیر ما یستحق علی عمل الخیر کی ہے وشرعاً تملیک نفعٍ مقصودٍ من العین بعوضٍ حتی لو استاجر ثیاباً او اوانی لیتجمل بھا

ہوسکتی بھی صلاحیت رکھتی ہے اسواسطے کہ اجرت ثمن ہے منفعت کا ھم ثمن دین بھی ہوتا ہے اور عین بھی اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین عین بدل واقع ہوتا ہے تو عین اجرت
ہونیکی بھی صلاحیت رکھتا ہے ولا ينعكس كلياً فلا يقال ما لا يجوز ثمناً لا يجوز اجرةً لجواز اجارة المنفعة بالمنفعة اذا اختلفا كما سيجيء
اور قول مذکور منعکس بعکس کلی نہیں ہوتا تو یون نہ بولین سگے کہ جسکا ثمن ہونا جائز نہیں اسکا اجرت ہونا جائز نہیں بسبب جائز ہونے اجارۂ منفعت کے
بعوض منفعت کے جب کہ دونون منفعتین مختلف الجنس ہون چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ھم اختلاف جنس منفعت جیسے سکونت دار کا اجارہ زراعت
ارض سے کے یہہ صحیح ہے اور بیع منفعت کا ثمن ہونا صحیح نہیں عکس کلی سے یہان عکس لغوی مراد ہے نہ عکس منطقی وتنعقد باعرتك هذه الدار
شهراً بكذا لان العارية بعوض اجارة بخلاف العكس اور منعقد ہوتا ہے اجارہ اس قول سے کہ مین نے تجکو یہہ گھر عاریت دیا ایک مہینے بھر
بعوض اتنے کے اسواسطے کہ عاریت بشرط عوض کے اجارہ ہے برخلاف عکس یعنی عاریت بلفظ اجارہ منعقد نہین ہوتی تو اگر یون کہے کہ یہہ گھر مین نے
تجکو اجارہ دیا بلا عوض تو یہہ اجارہ فاسدہ ہوگا نہ عاریت کذا فی الدرر او وهبتك او اجرتك منافعها شهراً بكذا یا منعقد ہوتا ہے اجارہ
اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو ہبہ کیے ایک مہینہ بھر بعوض اتنے کے یا اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو اجارہ دئے ایک مہینہ بھر
بعوض اسقدر کے افاد ان ركنها الايجاب والقبول مصنف رنے فائدہ ظاہر کیا کہ اجارہ کا رکن ایجاب و قبول ہے ھم طحطاوی نے کہا
شاید کہ یہہ افادہ مصنف کے اس قول سے ہوتا ہے کہ (ہی تملیک نفع بعوض) اسواسطے کہ یہہ نہیں ہوسکتا بدون ایجاب و قبول کے انتہی مین کہتا ہون اور شاید کہ
رکنیت ایجاب و قبول کی تنعقد کے لفظ سے نکلتی ہے اسواسطے کہ عقد حاصل ہوتا ہے ایجاب و قبول کے ربط سے وشرطها كون الاجرة والمنفعة معلومتين لان
جهالتهما تفضي الى المنازعة اور اجارہ کی شرط معلوم اور معین ہونا ہے اجرت و منفعت کا اسواسطے کہ دونون کا غیر معلوم ہونا منازعت کیطرف پہنچاتا ہے
وحكمها وقوع الملك في البدلين ساعة فساعة اور حکم یعنی اثر مترتب اجارہ کا واقع ہونا ملک کا ہے دونون عوضون یعنی منفعت اور اجرت مین ساعت اور
گھڑی گھڑی ھم وجہ اسکی یہہ ہے کہ اجارہ عقد معاوضہ ہے اور احد العوضین منفعت ہے کہ اندک اندک معدوم ہوا پیدا ہوتی جاتی ہے اور معاوضہ مقتضی ہے مساوات کا
تو بالضرورت تراخی فی المنفعہ موجب ہے تراخی فی البدل کا ہان اگر تعجیل اجرت عقد مین شرط ہو گئی ہے تو بدل کا دینا پہلے واجب ہوگا کذا فی الدرر وهل تنعقد
بالتعاطي ظاهر الخلاصة نعم ان علمت المدة وفي البزازية ان قصرت نعم والا لا اور کیا اجارہ منعقد ہو جاتا ہے تعاطی سے بلا ایجاب
قبول لفظی ظاہر خلاصہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہان تعاطی سے اجارہ منعقد ہوتا ہے اگر مدت اجارہ کی معلوم ہوا اور بزازیہ مین ہے کہ اگر مدت اجارہ کی
کمتر ہو تو منعقد ہوتا ہے اور اگر کمتر نہو تو منعقد نہیں ہوتا ھم امام محمد نے اصل مین ذکر کیا کہ ایک مرد نے دوسرے شخص سے بلا تعیین دیگین اجارہ لین تو جائز
نہیں اسواسطے کہ دیگین مختلف المقدار ہوتی ہین تو اگر وہ شخص دیگین لایا اور مستاجر نے قبول کرلین پہلے کرایہ پر تو جائز ہے اور یہہ اجارہ جدید ہوگا تعاطی سے
اور منیہ مین ہے کہ مین نے ابو یوسف سے سوال کیا کہ کوئی مرد داخل ہوتا ہے نہانے مین یا حجامت کرواتا ہے یا دہند لیتا ہے یا حمام مین جاتا ہے یا سقے سے
پانی پیتا ہے پھر اجرت اور پانی کا ثمن دیتا ہے ابو یوسف نے جواب دیا کہ یہہ اجارہ جائز ہے بطور استحسان کے اور پہلے سے عقد کی کچھ حاجت نہیں کذا
فی الطحطاوی عن العالمگیریہ عن التاتارخانیہ وتعلم المنفعة ببيان المدة كالسكنى والزراعة مدة كذا اي مدة كانت وان طالت ولو مضافة
كآجرتكها غداً وللموجر بيعها وتبطل الاجارة به يفتى خانيه اور منفعت معلوم ہو جاتی ہے مدت اجارہ کے بیان کرنے سے چنانچہ سکونت دار
اور زراعت ارض اسقدر مدت تک کوئی مدت ہو اگرچہ مدت معینہ دراز ہو گو کہ مدت مضاف بزمان مستقبل ہو چنانچہ یون کہا کہ مین نے تجکو گھر اجارہ دیا کل کے
دن اور موجر کو اوس دار مستاجرہ کا آج کلکے دن بیچ ڈالنا جائز ہے اور اس بیع سے اجارہ باطل ہو جائیگا اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ ھم مدت
طویلہ کا اجارہ جائز ہے اگرچہ موجر اور مستاجر اوس مدت تک زندہ رہین یہی قول خصاف کا مختار ہے اور بعضون نے کہا کہ مدت طویلہ بمنزلہ تابید کے ہے
اور تابید مبطل اجارہ ہے یہہ قول ہے ابو عاصم عامری کا کذا فی الطحطاوی ولم تزد في الاوقاف على ثلث سنين في الضياع وعلى سنة في
غيرها كما مر في بابه اور وقف کی چیزون مین تین برس کی مدت سے زیادہ جائز نہوگی اراضی مین اور ایک برس سے زیادہ جائز نہیں غیر اراضی مین

چنانچہ گھر اور دکان میں جسطرح باب الوقف میں اسکا بیان گذر گیا والحیلۃ ان یعقد عقوداً متفرقۃ کل عقد سنۃ بکذا فیلزم العقد الاول
لانہ ناجز لا الباقی لانہ مضاف فللمتولی فسخہ خانیۃ اور اگر متولی وقف اجارہ طویلہ کا محتاج ہو تو اجارہ طویلہ کا یہہ حیلہ ہے کہ اجارہ چند عقود
مختلف منعقد کرے ہر عقد ایک برس کی ہو بعوض معین تو پہلا عقد لازم ہوگا اسواسطے کہ وقت حاضر کا عقد ہے بلا اضافت اور باقی عقد لازم نہونگے کہ وہ مضاف
بزمان مستقبل ہیں تو متولی کو اوسکا فسخ کرڈالنا جائز ہے کذا فی الخانیہ وفیہا لو شرط الواقف مدۃ یتبع الا اذا کانت اجارتہا اکثر نفعاً
فیؤجرہا القاضی لا المتولی لان ولایتہ عامۃ اور خانیہ میں ہے کہ اگر وقف کا کرنیوالا اجارہ وقف کی مدت شرط کرے تو اوس شرط کی پیروی لازم ہے
مگر جب کہ اوسکے اجارہ میں نفع کثیر ہو تو قاضی اوسکو اجارہ دے نہ متولی اسواسطے کہ قاضی کی ولایت عام ہے یعنی قاضی کا حکم مستحقین وقف اور بیت
سب پر نافذ ہے قلت وقدمنا فی الوقف ان الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود وسیجیٔ متنا فلیراجع ولیحفظ میں کہتا ہون
اور ہم مقدم بیان کر چکے ہیں کتاب الوقف میں کہ ابطال اجارہ طویلہ پر فتوی ہے اگرچہ بعقود جداگانہ ہو اور اسکا ذکر متن میں عنقریب آویگا تو اوسکی طرف رجوع کرنا
چاہیے اور اسکو یاد رکھنا چاہیے فلو اجرہا المتولی اکثر لم یصح الاجارۃ اور اگر اوقاف کو متولی نے تین برس سے زیادہ اجارہ دیا تو اجارہ
صحیح نہوگا وتفسخ فی کل المدۃ لان العقد اذا فسد فی بعضہ فسد فی کلہ فتاوی قاری الہدایۃ ورجحہ المصنف علی ما فی نفع
الوسائل اور عقد اجارہ طویلہ فسخ ہوگا کل مدت میں یعنی نہ تین سال میں صحیح رہیگا نہ زیادہ میں اسواسطے کہ عقد واحد جب بعض میں فاسد ہوا تو
کل میں فاسد ہوگا کذا فی فتاوی قاری الہدایہ اور مصنف نے اپنی شرح میں فساد کلی کو ترجیح دی ہے انفع الوسائل کے قول پر ھم انفع الوسائل
میں مذکور ہے کہ اجارہ طویلہ اگر اراضی میں ہے تو تین برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان میں ہے تو ایک برس میں صحیح ہوگا
اور باقی میں باطل وافاد فساد ما یقع کثیراً من اخذ کرم الوقف او الیتیم مساقاۃ فیستاجر ارضہ الخالیۃ من الاشجار بمبلغ کثیر ویساقی
علی اشجارہا بسہم من الف سہم اور مصنف نے اپنی شرح میں اوس امر کے فساد کا افادہ کیا ہے جو اکثر واقع ہوتا ہے وقف یا یتیم کے باغ لینے سے
بطور مساقاۃ کے یعنی شخص مساقی اجارہ لیتا ہے اوس باغ کی زمین کو جو خالی ہے اشجار سے بعوض مبلغ کثیر اور معاملہ مساقاۃ کا کرتا ہے وقف یا یتیم کے اشجار کے
بمقابلہ ایک سہم کے ہزار سہم سے ھم یعنی ایک سہم یتیم یا وقف کیواسطے مقرر کرتا ہے اور باقی اپنے واسطے مساقی معین کرتا ہے کذا فی الطحطاوی
فالحظ ظاہر فی الاجارۃ لا فی المساقاۃ تو حظ یعنی فساد کا نصیب ظاہر ہے اجارہ میں نہ مساقاۃ میں یعنی فساد اجارہ کا طول مدت سے
تو خود ظاہر ہے لیکن مساقات کا فساد ظاہر نہیں اسواسطے کہ مساقاۃ عبارت ہے درختون کے سینچنے اور گوڑنے سے بعوض بعض ثمر معین خواہ بعض
قلیل ہون یا کثیر فمفادہ فساد المساقاۃ بالاولی لان کلا منہما عقد جدید تو مفاد اوسکا یعنی منح الغفار مصنف کی شرح کا مستفاد
بطریق اولی فساد ہے مساقاۃ کا اسواسطے کہ ہر ایک اون دونون میں سے یعنی ہر ایک اجارہ اور مساقاۃ سے عقد جدید یعنی عقد مستقل ہے ھم منح الغفار
میں خانیہ سے مذکور ہے کہ جب وصی ارض یتیم کا یا متولی ارض وقف کا اجارہ طویلہ کرے تین برس کا تو جائز نہیں اسواسطے کہ اجارہ طویلہ کی رسم یہہ ہے کہ
پہلے برسون کے مقابلہ میں تھوڑا مال ہوتا ہے اور پچھلے سال کے مقابلہ میں اکثر مال ہوتا ہے پھر جب پہلے برسون کا اجارہ اجرت مثل سے کمتر ہوا تو صحیح
نہوگا انتہی وجہ اولویت کی یہہ ہے کہ عقد مذکور یتیم اور وقف کیواسطے خیر اور شر دونون ہے اور باوجود اسکے فاسد ہے تو جو عقد سراسر اور بالکل شر ہو
چنانچہ مساقات مذکورہ تو اوسکا فاسد ہونا بطریق اولی ہے ضمیر مفادہ کی اوسکی طرف راجع ہے جو اوسکے کلام سے مستفاد ہے کذا فی الطحطاوی
قلت وقیدوا سرایۃ الفساد فی باب البیع الفاسد بالفساد القوی المجمع علیہ فیسری کجمع بین حر وعبد بخلاف الضعیف المختلف فیہ فیقتصر علی محلہ ولا یتعدی
کجمع بین عبد ومدبر فتدبر میں کہتا ہون کہ بیع فاسد کے باب میں فقہا نے سرایت فساد کو مقید بفساد قوی متفق علیہ کیا ہے تو کل عقد میں فساد پھیلیگا
جیسے جمع کرنا آزاد اور غلام کا عقد واحد میں بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کہ وہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہیگا اور وہان سے تجاوز نکریگا جیسے جمع کرنا غلام اور مدبر کا
عقد واحد میں تو اسکو تامل کرو ھم یہ شارح نے انفع الوسائل کی تائید شروع کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ وقف مختلف فیہ ہے تو

ٹھہرا رہیگا اور اصل تک نہ پہنچیگا کذا فی الطحطاوی وَجَعَلُوهُ اَیضًا مِنَ الفَسَادِ الطَّارِی فَتَنَبَّهْ اور یہ بھی ہے کہ فقیہون نے طول اجارہ کو فساد طاری قرار دیا ہے
تو آگاہ رہو ھم یہ دوسری تانیہ ہے یعنی جب کہ فساد طاری ہو تو کل عقد مین ساری نہوگا طحطاوی نے کہا کہ اسکے طاری ہونے مین تامل ہے یعنی اسواسطے کہ
سبب عقد مین داخل ہے اور طاری وہ ہے جو بعد عقد کے لاحق ہو وَمِن حَوَادِثِ الرُّومِ وَصِیُّ زَیدٍ بَاعَ ضَیعَةً مِن تَرِکَتِهٖ لِدَینٍ عَلَی اَنَّهَا مِلکُهٗ ثُمَّ ظَهَرَ اَنَّ
بَعضَهَا وَقفُ مَسجِدٍ هَل یَصِحُّ البَیعُ فِی البَاقِی اَجَابَ فَرِیقٌ نَعَم وَفَرِیقٌ بِلَا وَاَلَّفَ بَعضُهُم رِسَالَةً مُلَخَّصُهَا تَرجِیحُ الاَوَّلِ فَتَأَمَّلْ اور ملک
روم کے حوادث سے یہ مسئلہ ہے کہ زید کے وصی نے اوسکے ترکہ سے قطعہ زمین کا بیچا ادا دین کیواسطے اس شرط پر کہ وہ قطعہ زید کی ملک ہے پھر ظاہر ہوا
کہ بعض قطعہ مسجد پر وقف ہے کیا باقی زمین مین بیع صحیح ہوگی یا نہیں علما کے ایک فریق نے جواب دیا کہ ہان باقی [illegible] مین بیع صحیح ہے اور دوسرے فریق نے جواب دیا
کہ نہین باقی مین بھی بیع صحیح نہوگی اور بعضے علما نے اسمین رسالہ لکھا خلاصہ مضمون رسالہ جواب اول کی ترجیح ہے تو اسکو تامل کرو ھم شارح نے امر بالتامل سے
انفع الوسائل کی تقویت کیطرف اشارہ کیا حموی نے کہا ایسا نہین ہے تاکہ عقد واحد مین بعض [illegible] عالمگیری اسپر دلالت کرتا ہے کہ
عقد جب ایک ہو تو فساد متعدی ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وَفِی جَوَاهِرِ الفَتَاوَی اَجَرَ ضَیعَةً وَقفًا ثَلٰثَ سِنِینَ وَکَتَبَ فِی الصَّکِّ اَنَّهٗ اَجَرَ ثَلٰثِینَ
عَقدًا کُلَّ عَقدٍ عَقِیبَ الاٰخَرِ لَا تَصِحُّ الاِجَارَةُ وَهُوَ الصَّحِیحُ وَعَلَیهِ الفَتوٰی صِیَانَةً لِلاَوقَافِ ثُمَّ قَالَ وَلَو قَضٰی قَاضٍ بِصِحَّتِهَا تَجُوزُ وَیَرتَفِعُ
الخِلَافُ انتهی اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ وقف کی زمین تین سال کو اجارہ دی اور دستاویز مین لکھا کہ اوسنے تیس عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے
کے بعد یعنی عقود مذکورہ سے ہر عقد تین برس کی تو اجارہ مذکور صحیح نہوگا اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اوقاف کی حفاظت کیواسطے یعنی تاکہ اتنی مدت کے تصرف
سے مستاجر وقف کی ملکیت کا دعوی نکرے پھر جواہر الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکورہ کی صحت کا حکم دے تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہو جائیگا انتہی
ھم رفع خلاف اوسوقت ہوگا جب کہ قاضی حادثہ شرعیہ مین حکم کرے اسطرح پر کہ دو مدعی ہون ایک صحت کا مدعی اور دوسرا بطلان کا مدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے
کذا فی الطحطاوی قُلتُ وَسَیَجِیءُ اَنَّ المُتَوَلِّیَ وَالوَصِیَّ لَو اَجَرَا بِدُونِ اَجرِ المِثلِ یَلزَمُ المُستَاجِرَ تَمَامُ اَجرِ المِثلِ فَاِنَّهٗ یَعمَلُ بِالاَنفَعِ لِلوَقفِ مِن
لتبا ہون اور آگے آویگا کہ متولی اور وصی اگر اجارہ دین کمتر اجرت مثل سے تو مستاجر پر پورا اجر مثل لازم ہوگا اور یہ کہا دینا اسپر عمل ہوگا جو زیادہ تر نافع ہے وقف کیواسطے
وَفِی صُلحِ الخَانِیَّةِ مَتٰی فَسَدَ العَقدُ فِی البَعضِ بِمُفسِدٍ مُقَارِنٍ یَفسُدُ فِی الکُلِّ اور صلح خانیہ مین ہے کہ جب عقد بعض مین فاسد ہو بسبب اوس مفسد کے
جو مقارن ہے عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا ھم مصنف اپنی شرح مین اس قول کو لایا ہے قارئ ہدایہ کے فتوی کی تقویت کیواسطے وَیُعلَمُ النَّفعُ اَیضًا
بِبَیَانِ العَمَلِ کَالصِّیَاغَةِ وَالصَّبغِ وَالخِیَاطَةِ بِمَا یَرفَعُ الجَهَالَةَ اور بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ زرگری اور رنگسازی
اور درخت اسطرح کا بیان جو جہالت کو دور کردے ھم عمل زرگری مین ایسا بیان مفصل چاہیے کہ رافع نزاع ہو اور رنگ مین کپڑے کا بیان اور جنس رنگ کہ
سرخ یا زرد یا سبز اور یہ کہ ہلکا رنگ ہو یا گہرا ضرور ہے اور درخت مین جنس جہالت اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور شوب مین کپڑے کا معین ہونا ضرور ہے
واہذا محیط مین ہے کہ اگر بن دیکھے دس کپڑون کے شوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہے اگرچہ کپڑے کی جنس کا بیان ہو چکا ہو اسواسطے کہ کپڑا غلظت
اور رقت مین مختلف ہوتا ہے انتہی فَیُشتَرَطُ فِی استِیجَارِ الدَّابَّةِ لِلرُّکُوبِ بَیَانُ الوَقتِ اَوِ المَوضِعِ فَلَو خَلَا عَنهُمَا فَهِیَ فَاسِدَةٌ بَزَّازِیَّہ
تو سواری کیواسطے جانور کے کرایہ لینے مین بیان وقت یا مکان رکوب شرط ہے تو اگر اجارہ دونون کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البزازیہ یعنی اسواسطے کہ
بیان نکرو رافع جہالت نہین وَیُعلَمُ اَیضًا بِالاِشَارَةِ کَنَقلِ هٰذَا الطَّعَامِ اِلٰی کَذَا اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے چنانچہ پہنچا اس طعام کا
فلانے مکان تک ھم ہر چند منفعت مشار الیہ نہین ہے لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فعل مخصوص مراد ہے کذا فی الدرر وَاعلَم اَنَّ الاَجرَ
لَا یَلزَمُ بِالعَقدِ فَلَا یَجِبُ تَسلِیمُهٗ بِهٖ بَل بِتَعجِیلِهٖ اَو شَرطِهٖ فِی الاِجَارَةِ المُنَجَّزَةِ اور معلوم کر کہ اجر اور مزدوری لازم نہین عقد سے
تو واجب نہین اوسکی تسلیم یعنی اوسکا ادا کرنا عقد سے بلکہ مستاجر کی تعجیل سے یا اجارہ حاضرہ مین تعجیل کے مشروط ہونے سے لازم التسلیم ہوتی ہے ھم اور جب
کہ مستاجر نے اوس مزدوری ادا کردی تو اب اوسکو نہین پھیر لیسکتا کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیہ اَمَّا المُضَافَةُ فَلَا تُملَکُ فِیهَا الاُجرَةُ بِشَرطِ التَّعجِیلِ اِجمَاعًا

اور اجارۂ مضافہ یعنی وقت غیر موجود کے اجارہ مین اجرت مالک نہین ہوتی تعجیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق وقیل تجعل عقودا فی کل الاحکام فیفتی بروایۃ
تملکھا بشرط التعجیل للحاجۃ شرح وھبانیہ للشرنبلالی اور بعضون نے کہا کہ اجارۂ مضافہ جمیع احکام مین عقود ٹھہرایا جاے پھر اجرت کے مالک ہونیکا
فتوی دیا جاے بشرط التعجیل بسبب حاجت کے کذا فی شرح الوہبانیہ للشرنبلالی ھم شارح سے یہان اختصار مخل واقع ہوا بلا تفصیل مطلب ظاہر ہوگا اجارۂ مذکورہ
ہمارا مین متعارف ہی صورت اوسکی یہ ہے کہ گھر یا زمین کا اجارہ کرتے ہین متواتر تیس برس کا لیکن تین دن ہر سال سے نکال ڈالتے ہین اجارہ سے تا اتصال سنوات
باقی نہ رہے اور ہر سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہین اور پچھلے سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہین علما اسکے جواز اور عدم جواز مین مختلف ہین بعضے مجوز ہین اس اجارہ کو
عقود مختلفہ قرار دیتے ہین اور بعضے ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہین اسواسطے کہ اگر عقود اعتبار کیجیے تو سواے عقد اول کے باقی عقود مضاف ٹھہرینگے اور اجارۂ مضافہ مین
اجرت مملوک نہین ہوتی نہ تعجیل سے نہ شرط تعجیل سے اور غرض اس اجارہ سے تملک اجرت ہی صدر الاسلام شہید نے کہا میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ درحق سایر احکام عقود معتبر کیجیے
اور درحق تملک اجرت تعجیل یا اشتراط التعجیل ہے ایک ہی عقد اعتبار کیجیے انتہی تو موضوع کلام شارح کا یہ مسئلہ ہی اور اگر یون کہیے کہ مین اپنا گھر تجھکو اجارہ دیا کل اسی
اجرت پر تو مقدم مذکور ہو چکا کہ یہین اشتراط التعجیل باطل ہی اور بالفعل اوسپر اجرت لازم نہوگی چنانچہ زیلعی نے بیان کیا ہی ولہذا حلبی نے کہا کہ اس تحریر سے سمجھا
معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شرنبلالی کے مانند محرر اور منقح نہین ہے اور اگر شارح یون کہتا (وقیل تجعل عقدا واحدا فیفتی بروایۃ تملکھا بشرط التعجیل اہ علی ہذا
القول) تو بہتر اور واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی او الاستیفاء للمنفعۃ یا اجرت لازم ہوتی ہی منفعت کے حاصل کرچکنے سے او تمکنہ منہ الا
فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ یا اجرت لازم ہوتی ہی استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر ان تین صورتون مین باوجود قدرت لازم نہین ہوتی جو اشباہ مین مذکور ہین ھم جب
موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کرکے دیوے اور اوسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کیطرف سے کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اور اسوقت مین اگر مستاجر
استیفاء منفعت کو ترک کریگا تعطیل لزوم اجرت کی مانع نہوگی تو اگر موجر کیطرف سے تسلیم واقع ہوئی یا وہ چیز اوسکے اسباب سے فارغ نہین یا فارغ تسلیم کی مدت
کے غیر مین یا مدت مین تسلیم کی لیکن اوسکو غیر محل اجارہ مین حبس کر رکھا یا اوسکو محل اجارہ مین رکھا اور اوسمین کوئی عذر ہی مانع یا موجر کیطرف سے کوئی عذر نہین
لیکن حاکم یا غاصب نے اوسکو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسدہ تھا تو اجرت ان صورتون مین لازم نہین کذا فی الحموی اشباہ کی مستثنی صورتون تین سے پہلی صورت یہ ہے
کہ قدرت علی الاستیفا اجارہ فاسدہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ مثلا جانور خارج شہر کی سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اوسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اوسپر سوار نہوا تیسری صورت
یہ کہ کپڑا کرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کرکے پھر اوسکو چند سال رکھ چھوڑا اور نہ پہنے تو اجرت لازم نہوگی اوس مدت کے بعد کہ اگر اوسکو پہنتا تو کپڑا پھٹ
جاتا یعنی وہان تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اوسکو پہنے جاتا تو کپڑا نہ پھٹتا پھر اوس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی ہذا
بقولہ فیجب الاجر لدار قبضت ولم تسکن لوجود التمکن من الانتفاع پھر مصنف نے اسپر یعنی قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی
تو اجرت واجب ہوگی اوس گھر کی جو مقبوض ہوا اور ہنوز اوسمین مستاجر نہین رہا واجب ہونا اجرت کا بسبب پاے جانے قدرت انتفاع کے ہی وھذا اذا کانت
الاجارۃ صحیحۃ واما فی الفاسدۃ فلا یجب الاجر الا بحقیقۃ الانتفاع کما بسط فی العمادیۃ اور یہ یعنی وجوب اجرت بقدرت انتفاع اوسوقت ہے
جب کہ صحیح اجارہ ہو اور اجارۂ فاسدہ مین تو اجرت واجب نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع نہ فقط قدرت سے چنانچہ اسکو عمادیہ مین بشرح بیان کیا ہی وظاہر ما فی
الاسعاف فی اخراج الموقف فتجب اجرتہ فی الفاسد بالتمکن کذا فی الاشباہ اور ظاہر قول اسعاف کا نکال ڈالنا ہی وقف تو وقف کی اجرت
فاسد اجارہ مین واجب ہوگی قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ ھم خلاصہ عبارت اسعاف یہ ہی کہ وقف کے اجارۂ فاسدہ مین اگر زراعت اور سکونت نہو تو اجرت لازم نہین
متقدمین کے قول پر انتہی تو صاحب اشباہ سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہی حالانکہ متاخرین کا خلاف ہمین نظر نہین آیا اور اجناس مین جو مصرح ہی کہ وقف کی اجرت
اجارۂ فاسدہ مین لازم نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتہی اور یہ نص صریح ہی عدم وجوب مین پھر جب وقف کا حکم معلوم ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم
ہوگیا جسمین شارح اپنا تردد بیان کریگا کذا فی الطحطاوی ملخصا. قلت وھل مال الیتیم والمعد للاستغلال والمستاجر فی البیع وفا علی
ما افتی بہ علماء الروم کذلک محل تردد فلیراجع مین کہتا ہون اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ پر دینے کیواسطے مہیا ہی اور بیع الوفا کے

اجارہ والی چیز بموجب فتواے علماے روم کے بھی اسیطرح بیع کے مانند ہو تردد کا مقام ہو تو مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کرنا چاہیے ھ کچھہ تردد کا مقام نہین چنانچہ ہم مذکور کرچکے اسواسطے
کہ اگر اجارہ صحیح ہو تو قدرت انتفاع ہمین کافی ہو اور اگر اجارہ فاسد ہو تو اوسکے حکم مین کچھہ تغیر نہین پہنچا بیع الوفا کی یہ صورت ہو کہ بیع الوفا کے بائع نے اجارہ لیا مشتری سے
اوس چیز کا جو بطریق بیع الوفا کے بیچے اور یہ اجارہ بعد قبض مشتری کے واقع ہوا تو مدت اجارہ مین اجارہ صحیح ہو پھر اگر مدت اجارہ گذر گئی اور وہ چیز اوسکے ہاتھہ مین باقی رہی تو
علماے روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا اور اسکا نام بیع الاستغلال کہا ہمین یہ خلل ہو کہ بعد انقضاے مدت اجارہ پہلا اجارہ نہین کذا فی الطحطاوی ۞ وبقولہ
ویسقط الاجر بالغصب ای بالحیلولۃ بین المستاجر والعین لان حقیقۃ الغصب لا تجری فی العقار اور مصنف نے قدرت
انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی اور ساقط ہوتی ہے اجرت غصب سے یعنی مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان حائل ہونے سے اسواسطے کہ حقیقت غصب کی جاری
نہین ہوتی زمین مین یعنی جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہوگئی وہل تنفسخ بالغصب قال فی الھدایۃ
نعم خلافا لقاضی خان اور کیا اجارہ فسخ ہوجاتا ہے غصب سے ہدایہ مین کہا کہ ہان فسخ ہوجاتا ہے برخلاف قاضی خان کے ولو غصب فی بعض
المدۃ فبحسابہ اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ مین تو بحساب اوسکی اجرت ساقط ہوگی الا اذا امکن اخراج الغاصب من الدار مثلا
بشفاعۃ او حمایۃ اشباہ مگر جب کہ نکالنا غاصب کا مثلا گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگارون کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقط نہوگی کذا فی الاشباہ ھ
اگر باوجود امکان اخراج کے مستاجر اوسکو نہ خارج کریگا تو قصور مستاجر کا ہے اجرت اوسپر لازم ہوگی اور اگر بدون خرچ مال کے اوسکا اخراج ممکن نہو تو قنیہ مین ہے کہ اجرت ساقط ہوگی
ولو انکر ذلک ای الغصب الموجر وادعاہ المستاجر ولا بینۃ لہ یحکم الحال کمسئلۃ الطاحونۃ اور اگر موجر یعنی اجارہ دینے والا اس غصب کا منکر ہو
اور مستاجر یعنی اجارہ لینے والا اسکا مدعی ہو اور مستاجر کے گواہ نہون تو ظاہر حال حکم کریگا پن چکی کے مسئلہ کے مانند ھ یعنی اگر مستاجر گھر مین رہتا ہو تو نزاع کے
حال مین تو موجر کا قول مقبول ہے اور اگر اوسمین غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اوسپر کرایہ نہوگا کذا فی البحر اور اگر پن چکی کی مستاجر
اور موجر مین اختلاف واقع ہو بعد انقضاے مدت اجارہ کے پانی کے جاری ہونے اور انقطاع مین تو ظاہر حال پر حکم ہوگا یعنی اگر پانی جاری ہو جھگڑے کے وقت تو
موجر کا قول مقبول ہوگا اور نہین تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الحلبی ولا یقبل قول الساکن لانہ فرد ذخیرۃ اور گھر کے رہنے والے کا قول
مقبول نہوگا اسواسطے کہ وہ تنہا شخص ہے کذا فی الذخیرۃ یعنی مسئلہ غصب مین ساکن دار کا قول معتبر نہین اور اگر گھر مین کوئی ساکن نہین تو مستاجر پر اجرت لازم
ہوگی کذا فی العالمگیریہ وبقولہ ولا یعتق قریب الموجر لو کان اجرۃ لانہ لم یملکہ بالعقد اور عدم لزوم اجرت بالعقد پر مصنف نے اپنے اس قول
سے تفریع کی اور آزاد نہوگا قرابتدار موجر کا اگر قرابتدار اجرت مقرر رہا ہو اجارہ مین اسواسطے کہ موجر اوسکا مالک نہین ہوگیا فقط عقد اجارہ سے ھ صورت اوسکی
یہ ہے کہ زید کا غلام خالد ہے محمود کا بھائی سو زید نے محمود کی زمین اجارہ لی اور خالد کو اوسکی اجرت مقرر کی تو خالد مجرد عقد کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا
کہ فقط عقد سے اجرت لازم نہین ہوتی یعنی موجر کی ملک نہین ہو جاتی والمراد من تمکنہ من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر بحیث لا مانع
من الانتفاع اور قدرت استیفاء منفعت سے مراد تسلیم محل کی ہے مستاجر کی طرف اسطرح پر کہ کوئی مانع نہو منفعت کے لینے سے فلو سلمہ العین
الموجرۃ بعد مضی بعض المدۃ الموجرۃ فلیس لاحدھما الامتناع عن التسلیم والتسلم فی باقی المدۃ اذا لم یکن فی مدۃ الاجارۃ
وقت مرغب فیہ لاجلہ تو اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گذر جانے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونون مین سے کسیکو باقی مدت مین دینے اور لینے سے انکار
جائز نہین بشرطیکہ اجارہ کی مدت مین ایسا کوئی وقت مخصوص نہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنی تمام مدت یکسان ہو تب انتفاع دینے
اور لینے سے جائز نہین فان کان فیھا ای فی العین الموجرۃ وقت کذلک کبیوت مکۃ ومنی وحوانیتھما زمن الموسم فانہ
لا یرغب فیھا بعد الموسم فلو لم یسلم فی الوقت الذی یرغب لاجلہ خیر فی قبض الباقی کما فی البیع کذا فی البحر اور اگر اجارہ
کی چیز مین ایسا وقت ہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو جیسا کہ مکہ معظمہ اور منا کے گھر اور دوکانین موسم حج کے زمانے
مین اسواسطے کہ بعد موسم حج اونکی خواہش نہین رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اوس وقت مین تسلیم نکرے جسکی خواہش تھی تو مستاجر کو اختیار ہوگا

باقی مدت کے قبض مین چاہے چاہیے تو لے چنانچہ بیع مین کذا فی البحر ھم یعنی اگر بیوعت مکہ معظمہ خریدے قبل موسم حج کے سو تسلیم واقع ہوئی مگر بعد گذر جانے
موسم کے تو مشتری کو خریدار و عدم خرید مین اختیار ہوگا ولو سلمہ المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضیاع ان امکنہ الفتح بلا کلفۃ وجب الاجر
والا لا اشباہ اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کنجی دی سو مستاجر اوسکے کھولنے پر قادر نہوا بسبب گم ہو جانے کنجی کے تو اگر اوسکو کھولنا بلا کلفت
اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہین تو واجب نہین کذا فی الاشباہ ھم اور اگر مالک نے کہا یہ مکان لے اور اسمین رہ مگر اوس نے دروازہ کھول دیا
اور مستاجر نے مدت کے بعد کہا مین اوسمین نہین رہا تو اگر مستاجر بلا مشقت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہین تو نہین اور موجر کو یون حجت کرنا جائز
نہین کہ تو نے کیون نہ قفل توڑ ڈالا اور کیون نہ اوسمین داخل ہوا کذا فی عالمگیریہ قلت وکذا لو عجز المستاجر عن الفتح بھذا المفتاح لم یکن تسلیما لان التخلیۃ
لم تصح صاحب فیہ مین کہتا ہون اور اسیطرح اگر مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کنجی یعنی موجر کی دی کنجی سے تو تسلیم نہوگی اسواسطے کہ تخلیہ صحیح
ہوا کذا فی التغییر فیہ ولو اختلفا یحکم الحال اور اگر دونون مین اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کریگا یعنی بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور حالانکہ کنجی مستاجر کے پاس
ہو مستاجر کہتا ہے کہ مین قفل کھولنے پر قادر نہوا اور موجر کہتا ہے کہ تو قادر ہوا اور دونون کے گواہ نہین ہین تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال سے مراد یہ ہے کہ
مستاجر سے کہا جائیگا کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر کھول سکے تو موجر کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی ولو برھنا فبینۃ
الموجر ذخیرہ اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الذخیرہ وکذا البیع اور اسیطرح بیع کا حکم ہے یہ تشبیہ ہے عجز مستاجر کی
ساتھہ منح الغفار مین کہا گھر خریدا اور کنجی اوسکی لی اور گھر کیطرف نہین گیا تو اگر کنجی ایسی ہو کہ بلا کلفت کھل سکے تو قابض ٹھہریگا اور نہین تو نہین
کذا فی المنح وقیل ان قال لہ اقبض المفتاح وافتح الباب فھو تسلیم والا لا کما بسطہ المصنف اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر موجر نے
مستاجر سے کہا کہ کنجی لے اور دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہے اور اگر کنجی دی اور قول مذکور نہ کہا تو تسلیم نہوگی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین بیان کیا ہے
وللموجر طلب الاجر للدار والارض کل یوم وللدابۃ کل مرحلۃ اذا اطلقہ ولو بین تعین اور موجر کو جائز ہے گھر اور زمین کا
کرایہ مانگنا ہر روز اور جانور کا کرایہ ہر منزل مین جب کہ کرایہ مطلق مقرر ہو بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہوگیا ہو تو وہی متعین ہوگا
شرط کے موافق وللخیاطۃ ونحوھا من الصنائع اذا فرغ وسلم فھلکہ قبل تسلیمہ یسقط الاجر اور سینے اور مانند اسکے اور
پیشون کی مزدوری مانگنا جائز ہے جب کہ اوس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنی انمین مزدوری کا مطالبہ قبل فراغ نہین
بلکہ کام کر چکنے اور پہونچا دینے کے بعد ہے تو اوس چیز کا تلف ہو جانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کر دیتا ہے ھم کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور
اوسکی بلا تعدی جل گیا تو مزدوری ساقط ہوگئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہوگا کیونکہ وہ بلا تعدی امین ہے وکذا کل
من لعملہ اثر اور اسیطرح ہر ایک وس پیشہ ور کا حکم ہے جسکے عمل کا اثر موجود ہو چنانچہ بڑھی اور لوہار اور معمار اور جولاہا اور سنار کہ انکے عمل کا
اثر لکڑی اور لوہے اور مکان اور کپڑے اور زیور مین موجود رہتا ہے تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہوگا وما لا اثر لہ کحمال لہ الاجر
کما فرغ وان لم یسلم اور جسکے عمل کا اثر نہین ہے جیسا حمال تو اوسکو مزدوری مانگنا بمجرد فراغت کے جائز ہے اگرچہ تسلیم واقع ہو ھم تو بعد فراغت کے
تلف ہو جانے سے مزدوری ساقط نہوگی کذا فی البحر وان وصلیۃ عمل فی بیت المستاجر درزی وغیرہ کی مزدوری لازم نہین بعد فراغت
اور تسلیم کے اگرچہ درزی وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر مین کیا ہو ھم مصنف کا یہ قول اسکو مقتضی ہے کہ مستاجر کے گھر مین عمل سے فارغ ہونا تسلیم نہین
حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ زیلعی نے کہا ہے کہ خیاطت وغیرہ مین مستاجر کے گھر مین تسلیم حاصل ہوتی ہے بمجرد فعل کے اسواسطے کہ وہ مستاجر کے قبضہ
ہے اور گھر اوسکے قبضے مین ہے تو اسمین تسلیم حقیقی کی حاجت نہین تو اجرت واجب ہوگی بمجرد عمل کے انتہی تو موجب اسکے اگر کپڑا وغیرہ تلف ہوگا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم
حقیقی کے تو اجرت واجب ہوگی بسبب تسلیم حکمی کے اور صاحب ہدایہ نے اگرچہ یہ تعمیم مذکور کی ہے لیکن تسلیم کا بیان نہین کی ہدایہ مین یون ہے کہ دھوبی اور درزی کو مطالبہ
اجرت کا نہین تا وقتیکہ عمل سے فراغ نہو اسواسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہین تو بعض عمل سے مستوجب اجرت کا نہوگا اور اسیطرح اگر مستاجر کے گھر مین عمل کرے جب

اجرت نہوگا قبل فراغ کے کذافی الطحطاوی اور صدر الشریعہ مین ہے کہ جب مستاجر کے گھر مین بعض ثوب کی دوخت کرے پھر اوسکی چوری ہوجاے تو بقدر دوخت اوسکی اجرت ثابت
ہوتی دلیل ہے کہ اجرت بقدر عمل واجب ہوتی ہے انتہی اور یہ مین ہے کہ بموجب ہدایہ و تجرید کے مستاجر کے گھر مین عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہین اور مبسوط
اور فوائد ظہیریہ و ذخیرہ اور شرح جامع صغیر مین مذکور ہے کہ جب بعض دوخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بقدر اوسکے حساب کے اجرت واجب ہے تو اگر کپڑا چوری ہوجاے
کچھ سینے کے بعد تو اوسکے حساب کے موافق استحقاق اجرت کا ہوگا انتہی ثم لو سُرق بعد ما خاط بعضه او انهدم بعد ما بناه فله الاجر
بحسابه على المذهب شرح ابن کمال ہان اگر کپڑا چوری ہوجاے بعد اسکے کہ درزی نے اوسکو کچھ سیا یا کچھ دیوار گر پڑی بعد بنانے کے تو اوسکا اجر
ثابت ہوگا اوسکے حساب کے موافق بنا بر مذہب صحیح کی کذافی البحر و ابن کمال هم یہ استدراک بلاوجہ ہے اسواسطے کہ اگر خیاطت مستاجر کے گھر مین ہے تو اجر
واجب ہے خواہ سب دوخت ہوئی ہو یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر مین ہے تو کل یا بعض کچھ اجر نہین بدون تسلیم کے اور دیوار اوٹھانا تو نہین ہوتا
مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق مین ہے کہ مسئلہ بنا خواص مین متعدد ہے کہ بعض محل سے اجر اوسکی واجب ہوتی ہے بسبب تسلیم کے اور کرخی نے اسکو ہمارے اصحاب سے
نقل کیا ہے اور اسی پر یقین کیا ہے غایۃ البیان مین ہدایہ پر رد کرکے تو یہی مذہب ٹھہرا و لہذا مصنف یعنی صاحب کنز نے مستصفی مین اسکو پسند کیا ہے اگرچہ
اوسکی عبارت کنز مین مطلق ہے کذافی الطحطاوی ثوبٌ خاطه الخياط باجرٍ ففتقه رجلٌ قبل ان يقبضه ربُّ الثوب فلا اجر له بل له تضمين
الفاتق کپڑا ہے جسکو درزی نے سیا مزدوری پر سو سیون اودھیڑ ڈالی کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اوسکے واسطے مزدوری نہین بلکہ درزی کو سیون
اودھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہے ولا يجبر على الاعادة وان کان الخياط هو الفاتق فعليه الاعادة کانه لم يعمل بخلاف
فاتق اجنبي اور درزی پر اعادہ دوخت کا جبر نہوگا اور اگر درزی ہی سیونکا اودھیڑنیوالا ہو تو اوسپر دوبارہ سینا واجب ہے گویا اوسنے نہ سیا تھا بخلاف
جبکہ ہیئے اجنبی شخص کے اودھیڑنے سے درزی پر اعادہ دوخت لازم نہین وهل للخياط اجر التفصيل بلا خياطة الاصح لا اشباه لکن في
حاشيتها معزيًا للمضمرات المفتى به نعم وقال المصنف ينبغي ان يحكم العرف انتهى ثم رايت في التاتارخانية معزيًا للكبرى
ان الفتوى على الاول فتامل اور کیا خیاط کیواسطے کپڑا بیونتنے سے بدون دوخت کے مزدوری ہے یا نہین قول اصح یہ ہے کہ قطع کرنے سے بدون سینے کے
مزدوری نہین کذافی الاشباہ لیکن اشباہ کے حاشیہ مضمرات سے منقول ہے کہ قول مفتی بہ یہ ہے کہ ہان اجر ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین کہا جواب لائق یہ ہے
کہ رواج پر حکم ہو انتہی پھر مین نے تاتارخانیہ مین فتاوی کبری سے منقول دیکھا کہ قول اول پر فتوی ہے تو تامل کر ہم صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب کہ کپڑا درزی کو سینے
کے واسطے دیا سو اوسنے قطع کیا اور مرگیا بدون سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کروانا مقصود ہو تو بلاشک اجرت واجب ہوگی اسواسطے کہ عمل مقصود ہے
تاتارخانیہ سے نقل کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ صاحب مضمرات اور صاحب کبری دونون نے ذکر کیا ہے کہ وجوب اجرت پر فتوی ہے اور شارح کی ظاہر عبارت
سے نکلتا ہے کہ عدم لزوم پر فتوی ہے اور حالانکہ ایسا نہین ہے فتامل کذافی الطحطاوی وللخباز طلب الاجر للخبز في بيت المستاجر بعد اخراجه
من التنور لان تمامه بذلك وباخراج بعضه بحسابه جوہرہ اور روٹی پکانے والیکو روٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہے مستاجر کے گھر
مین تنور سے نکالنے کے بعد اسواسطے کہ پختگی کی تمامی اسیطرح نکالنے کے بعد ہے اور بعض روٹیون کے نکالنے سے اوسکے حساب کے موافق اجر
لازم ہوگی کذافی الجوہرة فان احترق بعده اي بعد اخراجه بغير فعله فله الاجر لتسليمه بالوضع في بيته ولا غرم لعدم
التعدي وقالا يغرم مثل دقيقه ولا اجر او ان شاء ضمنه الخبز واعطا الاجر سو اگر تنور سے نکالنے کے بعد بلا فعل طباخ
روٹی جل جاے تو اوسکا اجر ثابت ہے بسبب تسلیم کردینے طباخ کے مستاجر کے گھر مین رکھدینے سے اور جل جانے سے طباخ پر تاوان نہین بسبب اوسکی
بے قصوری کے اور صاحبین نے کہا کہ طباخ تاوان دیوے اوسکے آٹے کی برابر اور اوسکی مزدوری نہین اور اگر مستاجر چاہے تو طباخ سے پختہ روٹی کا تاوان
لے اور اوسکو روٹی پکانے کی مزدوری دے ولو احترق قبله لا اجر له ويغرم اتفاقًا لتقصيره درر و بحر اور اگر روٹی جل گئی تنور
سے نکالنے سے پہلے تو اوسکی مزدوری نہین اور دے تاوان روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اوسکی تقصیر کے کذافی الدرر و البحر و ابن کمال

الخبز فیہ ای فی بیت المستاجر سواء کان فی بیتہ الخباز او لا فاحترق او سرق فلا اجر لہ لعدم التسلیم حقیقۃ ولا ضمان
لو سرق لانہ فی یدہ امانۃ خلافا لھما وھی مسئلۃ الاجیر المشترک جوہرۃ اور اگر مستاجر کے گھر میں روٹی پکوائی اور نان پکے گھر میں
پکائیں اور پھر جل جاوے یا چوری جائے تو اوسکے واسطے مزدوری نہیں بسبب نہ ہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اوس پر تاوان نہیں اگر چوری جاوے اسواسطے کہ اوسکے پاس امانت
ہے برخلاف صاحبین کہ اونکے نزدیک تاوان ہے اور یہ مسئلہ ہے اجیر مشترک کا کذا فی الجوہرۃ ہم امام کے نزدیک اجیر مشترک کے پاس متاع امانت ہوتی ہے تو ضمان نہیں بخلاف
صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی وان احترق الخبز او سقط من یدہ قبل الاخراج فعلیہ الضمان ثم المالک
بالخیار فان ضمنہ قیمتہ مخبوزا فلہ الاجر وان ضمنہ قیمتہ دقیقا فلا اجر لہ للھلاک قبل التسلیم ولا یضمن الحطب
والملح اور اگر روٹی جل گئی یا اوسکے ہاتھ سے گر پڑی تنور سے نکالنے سے پہلے تو نان پز پر ضمان ہے پھر مالک کو اختیار ہے کہ اگر اوس سے پکی روٹی کا تاوان
لے تو اوسکی مزدوری ثابت ہے اور اگر آٹے کا تاوان ملے تو مزدوری نہیں بسبب ضائع ہو جانے کے قبل تسلیم کے اور اوس پر لکڑی اور نمک کا تاوان نہیں وللطبخ بعد
الغرف الا اذا کان لاھل بیتہ جوہرۃ والاصل فی ذلک العرف اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے
کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالوں اور رکابیوں میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا مگر جب کہ بغیر مستاجر کے گھر والوں کیواسطے ہو تو اہل بیت
کے واسطے تو نکالنا لازم نہیں کذا فی الجوہرۃ اور قاعدہ کلیہ اسمیں رواج ہے یعنی اگر یہ رواج ہو کہ نکالنا باورچی کے ذمہ پر ہوتا ہو تو نکالنے کے بعد مزدوری لازم ہوگی
اور نہیں تو فقط پکا دینے کے بعد ہم زیلعی نے کہا کہ جس محل میں نص نہیں ہے عادت کا اعتبار ہے فان افسدہ ای الطعام الطباخ او احرقہ
او لم ینضجہ فھو ضامن للطعام پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا
اوس پر تاوان لازم ہوگا ولو دخل بنار لیخبز او لیطبخ بہا فوقعت منہ شرارۃ فاحترق البیت لم یضمن للاذن ولا یضمن صاحب
الدار لو احترق شئ من المساکنین لعدم التعدی جوہرۃ اور اگر مستاجر کے گھر میں باورچی آگ لیگیا روٹی یا ہانڈی پکانے کیواسطے اور اوس میں سے
ایک چنگاری گھر میں پڑی اور گھر جل گیا تو اوس پر تاوان نہیں بحیثیت اذن مالک اور صاحب خانہ بھی تاوان دیگا اگر کچھ جل جاوے رہنے والوں کا بواسطہ عدم تقصیر ہم طحطاوی نے کہا
یہ مسئلہ مخصوص باجیر طبخ نہیں بلکہ کرایہ دار اور مستعیر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہے ولضرب اللبن بعد الاقامۃ وقالا بعد تشریجہ ای جعل بعضہ علی
بعض وبقولہما یفتی ابن کمال معزیا للعیون اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری کا مطالبہ اینٹ کھڑی کر دینے کے بعد ہے اور صاحبین نے کہا کہ تشریج کے بعد
یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین کے قول پر فتویٰ نقل کیا ہے ابن کمال نے عیون سے وھذا اذا ضربہ فی بیت
المستاجر فلو فی غیر ملکہ فلا اجر حتی یعدہ منصوبا عندہ ومشرجا عندھا زیلعی اور یہ اوس صورت میں ہے جبکہ مستاجر کے گھر میں اینٹ پاتھی ہو اور اگر مستاجر کی غیر ملک میں اینٹ پاتھی ہو تو
اجر واجب نہیں جبتک شمار نکر دے کھڑی کرکے امام کے نزدیک اور ڈھیر لگا کر کے صاحبین کے نزدیک کذا فی الزیلعی ہم مستصفی میں تسلیم شرط کی ہے نہ شمار اور شتراط تسلیم اسواسطے
ہے کہ اگر تسلیم ہو بدون شمار کے تو اجر ثابت ہوگی کذا فی البحر فروع مسائل ملحقہ شارح کے اللبن علی اللبان والتراب علی المستاجر وادخال الحمل
المنزل علی الحمال لا صبہ فی الجوالق او صعودہ للغرفۃ الا بشرط اینٹ پاتھنے کا سانچا اینٹ پاتھنے والے کے ذمہ پر ہے اور مٹی اینٹ بنوانے
والا مستاجر پر اور بوجھ کا مکان کے اندر رکھنا بوجھ اوٹھانے والے پر نہ اوسکا ڈالنا اور بھر نا بوریوں میں یا اوسکا چڑھا لیجانا چھت پر مگر شرط کر لینے سے
وایکاف دابۃ للحمل علی المکاری وکذا الحبال والجوالق اور بوجھ لادنے کیواسطے پالان جانور پر باندھنا مکاری یعنی کرایہ والے پر ہے
اور اسیطرح رسیاں اور گونیں مکاری پر ہیں والحبر علی الکاتب واشتراط الورق علیہ یفسدہا ظہیریۃ اور روشنائی لکھنے
والے کے ذمہ پر ہے اور کاغذ کا شرط کرنا کاتب پر اجارہ کتابت کا مفسد ہے کذا فی الظہیریۃ ومن کان لعملہ اثر فی العین کالصباغ والقصار حبسہا
لاجل الاجر اور جس اجیر کے عمل اور کام کا اثر ہو جو ہو چیز میں چنانچہ رنگریز اور دھوبی کا تو وہ اوس چیز کو روک رکھے اسواسطے کہ مستاجر کو دیدے اپنی مزدوری
لینے کیواسطے ہم دھوبی وہ دھوبی مراد ہے جو کپڑا دھوتی نشاستہ وغیرہ کا کلپ لگا کر نہ فقط غاسل ثوب و بعد جبس کرے گا مقصود تفصیلہ وفیہ یحوجبین

ثابت ہوتی ہے جس سے اجیر کا عمل ثابت ہوا چنانچہ بیع میں کذا فی الدرر وَھَل المراد بالاثر عین مملوکۃ للعامل کالنشاء والغراء او مجرد ما یعاین ویریٰ
قولان اصحّهما الثانی فغاسل الثوب وکاسر الفستق والحطب والطحّان والخیاط والخفاف وحالق راس العبد لهم حبس
العین بالاجر علی الاصح مجتبی اور آیا اثر سے کام کرنیوالے کی کوئی چیز مملوک مراد ہی چنانچہ نشاستہ اور صابون یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے
اور دکھائی دے اسمیں دو قول ہیں یعنی ایک قول یہ کہ چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ کہ جو نظر آوے خواہ عین مملوک ہو یا نہو دونوں قولوں میں سے
صحیح تر دوسرا قول ہی تو کپڑا دھونیوالا اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ان سب کو روک رکھنا
چیز کا اجرت لینے کیواسطے جائز ہی بموجب قول اصح کذا فی المجتبی ھم بحر الرائق میں ہے کہ مستصفی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ مجرد ما یعاین میں حق حبس نہیں یا
تو تصحیح مختلف ٹھہری اور یہی قول لائق ترجیح کے ہے اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو حمل کے مانند ٹھہرایا ہے کذا فی الطحطاوی درر میں نہایہ سے اور قاضیخان سے
مذکور ہے کہ جب دھوبی کے عمل کا اثر بجز سوا اسیل چھوڑنے کے نہیں اختلاف ہے صحیح تر قول یہ ہے کہ اسکو حق حبس ثابت ہے ہر حال میں اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو ظاہر ہوئی
دھوبی کے عمل سے تو گویا اسنے اوس سفیدی کو ایجاد کر دی ظاہر کر دینے سے وھذا اذا کان حالا امّا اذا کان الاجر مؤجلا فلا یملک حبسها کعمله فی
بیت المستاجر للتسلیم حکما اور یہ یعنی حق حبس اوسوقت ہے جب کہ اجرت کی مدت نہ مقرر ہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہو گئی ہو تو اجیر اوسکے حبس کر رکھنیکا مالک
نہیں جیسے مستاجر کے گھر عمل کرنے میں حبس کا اختیار نہیں بسبب تسلیم حکمی کے۔ ویضمن بالتعدی ولو فی بیت المستاجر فانه اور اجیر پر تاوان لازم ہوگا
تعدی سے اگرچہ تعدی مستاجر کے گھر میں واقع ہو کذا فی الغایۃ فان حبس فضاع فلا اجر ولا ضمان لعدم التعدی سو اگر اجیر نے چیز روک
رکھی اور وہ تلف ہو گئی تو اوسکی مزدوری نہیں اور تاوان بھی نہیں بواسطہ عدم تعدی کے ومن لا اثر لعمله کالحمّال علی ظهره او دابته والملاح وغاسل
الثوب ای لتطهیره لا لتحسینه مجتبی فانه لا یحبس العین للاجرۃ اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہو عین میں چنانچہ اپنی پیٹھ پر یا جانور پر بوجھ لادنیوالا
اور ملاح اور کپڑا دھونیوالا چیز کو نہ روک رکھے مزدوری لینے کیواسطے غاسل ثوب سے وہ کپڑا دھونیوالا مراد ہی جو کپڑا دھووے اوسکے طاہر کرنے کیواسطے
نہ تحسین کیواسطے کذا فی المجتبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم تحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہے اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اوسکے فعل سے ظاہر ہو گئی تو گویا اوس
سفیدی کو اوسنے ایجاد کیا تو محسن ثوب حبس کا مالک ہوگا نہ مطہر ثوب درر میں کہا مگر غلام گریختہ کے پکڑ لانیوالے کو حق حبس ثابت ہے اگرچہ اوسکے عمل کا اثر نہیں فلو حبس
ضمن ضمان الغصب وسیجیء فی بابه پس اگر اجیر مذکور حبس کرے تو غصب کا تاوان دے اور ضمان غصب آگے آویگا غصب کے باب میں ھم یعنی اگر حبس میں
وہ چیز تلف ہو جاوے تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مثلی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو وصاحبها بالخیار ان شاء ضمّنه قیمتها ای بدلها
شرعا محمولۃ وله الاجر وان شاء غیر محمولۃ ولا اجر جوهرہ اور محمول چیز کا مالک مختار ہے اگر چاہے حمال سے اوسکو محمول اعتبار کر کے
اوسکی قیمت یعنی اوسکا عوض شرعی کا تاوان لے اور حمال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی الجوهرہ واذا شرط عمله بنفسه بان یقول له
اعمل بنفسک او بیدک لا یستعمل غیرہ الا الظئر فلها استعمال غیرها بشرط وغیرہ خلاصه اور اگر مستاجر اجیر کا عمل ذاتی شرط کرے
معلوم کہ اوس سے کہے کہ تو خود اپنی ذات سے یا اپنے ہاتھ سے کام کرنا تو اجیر اپنے سوا اور شخص سے کام نلے مگر دایہ کہ اوسکو غیر سے دودھ پلوا دینا جائز ہے شرط اور بلاشرط ہر طرح کذا فی الخلاصہ
فائدہ یمن سے ہے کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا سی دے یا دھوبی سے کہا کہ تو خود دھو دے پھر اوسنے اپنے غلام یا شاگرد سے کام کروا دیا تو اجرت دینا واجب نہوگا کذا فی الطحطاوی
وان اطلق کان له ای للاجیر ان یستاجر غیرہ افاد بالاستیجار انه لو دفع لاجنبی یضمن الاوّل لا الثانی وبه صرح فی الخلاصة
اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہے کہ اپنے غیر سے مزدوری کراوے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ کر دیا ہے کہ اگر اجنبی کو اجیر دیگا بلا استیجار
تو اول شخص تاوان دیگا بصورت تلف ہونیکے نہ شخص ثانی اور خلاصہ میں اسکو صریح بیان کیا ہے وقیّد بشرط العمل لانه لو شرطه الیوم او غدا فلم
یفعل وطالبه مرارا ففرط حتی سرق لا یضمن واجاب شمس الائمة بالضمان کذا فی الخلاصة اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی ہے اسواسطے
کہ اگر مستاجر نے آج یا کل کے دن کی شرط کی سوا اسنے اوس دن کام نکیا اور مستاجر نے اجیر سے چند بار مطالبہ کیا اور اسنے کوتاہی کی یہانتک کہ وہ چیز چوری ہو گئی

تو تاوان اجیر پر لازم نہوگا اور شمس الائمہ نے وجوب ضمان کا جواب دیا ہے کذا فی الخلاصہ وقوله على ان تعمل اطلاق لا تقييد مستصفى فله ان يستاجر غيره
اور مستاجر کو یہ نہ کہنا کہ تو ہی یہ عمل کر یہ اطلاق ہے نہ قید کا لگانا کذا فی المستصفی تو اجیر کو جائز ہے کہ غیر شخص سے مزدوری کروا دے استاجره لياتي بعياله فمات بعضهم فجاء
بمن بقي فله اجره بحسابه لانه اوفى بعض المعقود عليه مستاجر نے ٹھیکا کیا کہ اجیر اوسکے اہل و عیال کو لے آوے سو اونمین کوئی شخص مرگیا اور باقی لوگوں کو لے آیا تو اوسکی
مزدوری ثابت ہوگی اوسکے حساب سے وافی اسواسطے کہ اوسنے بعض معقود علیہ کو پورا کیا یعنی عقد اجارہ تمام عیال کے لانے پر منعقد ہوا تھا اور وہ سب کو نہ لایا تو کل مزدوری کا مستحق نہوگا
پھر اگر جنکو لایا نصف عیال ہیں تو نصف اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہیں تو ثلث اجرت کا مستحق ہوگا وقيد بقوله لو كانوا اي عياله معلومين اي للعاقدين فلذا
ليكون الاجر مقابلا بجملتهم اور مصنف نے اس قول سے قید لگائی کہ اگر اوسکے اہل و عیال معلوم ہوں یعنی عاقدین اونکو جانتے ہوں تب بقدر حساب بعض عیال بعض
اجر کا مستحق ہوگا تاکہ اجرت سب کے مقابلہ میں پڑی والا اي ان لم يكونوا معلومين فكله اي له كل الاجر ونقل ابن الكمال ان كانت المؤنة تقل
بنقصان عددهم فبحسابه والا فكله اور اگر عیال غیر معلوم ہوں تو اجیر کیواسطے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن کمال نے نقل کیا یعنی امام ہندوانی سے کہ
اگر لانے کی مشقت کم ہو جاتی ہو بوجہ عیال کے کم ہونے سے تو بقدر اوسکے حساب کے اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم نہو جاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی استاجره
لايصال قط اي كتاب وزاد الى زيد ان رده اي المكتوب والزاد لموته اي زيد او غيبته لا شيء له لانه نقضه بعوده
كالخياط اذا خاط ثم فتق ٹھیکا مقرر کیا ایک فرد خط یا توشہ پہنچا دینے کا مثلاً زید پاس اگر اجیر خط اور توشہ پھیر لایا زید کی موت یا غائب ہونے سے تو اوسکے
واسطے کچھ مزدوری نہیں اسواسطے کہ اوسنے معقود علیہ یعنی ایصال مکتوب یا زاد کو باطل کر دیا اوسکے پھیر لانے سے جسطرح درزی نے جب کہ سیا پھر اوسکو اودھیڑ ڈالا
ھم مصنف کو لازم تھا کہ خط پہنچانا اور جواب لانا دونوں ذکر کرتا اسواسطے کہ اگر جواب لانا ذکر نہو گا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع مین
مصرح ہے اور امام محمد کے جامع صغیر مین خط لیجانا اور جواب لانا دونوں مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا وفي الخانية استاجر ليذهب لموضع كذا و
يدعو فلانا باجر مسمى فذهب للموضع فلم يجد فلانا وجب الاجر اور خانیہ میں ہے کہ اجارہ کیا تاکہ فلانے کیطرف جاوے اور فلانے شخص کو بلا لاوے
معین مزدوری پر پھر اوس جگہ گیا اور اوسنے اوس شخص کو نہ پایا تو مزدوری واجب ہوگی ھم خانیہ مین تبلیغ رسالت مذکور ہے نہ بلا لانا اور شارح نے رسالت اور بلا لانے کو
یکسان قرار دیا کذا فی الطحطاوی فان دفع القط الى ورثته في صورة الموت او من يسلم اليه اذا حضر في صورة غيبته وجب الاجر
بالذهاب وهو نصف الاجر المسمى كذا في الدرر والغرر وتبعه المصنف ولكن تعقبه المحشون وعولوا على لزوم
كل الاجر لكن في القهستاني عن النهاية انه ان شرط المجيء بالجواب فنصفه والا فكله فليكن التوفيق پس مسئلہ ایصال
مکتوب مین اگر اجیر نے خط دیا زید کے وارثوں کو درصورت موت زید کے یا اوس شخص کو دیا جو زید کو پہنچا دے جب کہ وہ آوے درصورت غائب ہونے زید کے تو جانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف
اجرت معینہ ہے کذا فی الدرر والغرر اور مصنف نے پیروی صاحب درر کی ولیکن درمختار کے محشیوں نے اعتراض کیا ہے اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہے لیکن قہستانی میں نہایہ سے منقول ہے کہ اگر جواب لانا
شرط کیا ہو تو نصف اجرت لازم ہے اور نہیں تو تمام اجرت لازم ہے تو توفیق بین القولین ہوگئی یعنی صاحب درر اور مصنف کا کلام اشتراط جواب پر محمول ہے اور محشیوں کا قول عدم اشتراط پر محمول ہے
وان وجده ولم يوصله اليه لم يجب له شيء لانتفاء المعقود عليه وهو الايصال اور اگر اجیر نے زید کو پایا اور خط اور توشہ اوسکو نہ پہنچایا تو کچھ مزدوری
اوسکی واجب نہوگی بسبب نہونے معقود علیہ کے یعنی ایصال خط کہ اجارہ ہوا تھا سو پایا نگیا واختلف فيما لو مزقه اور اسمین اختلاف ہے اگر اجیر نے خط کو پھاڑ ڈالا یعنی بعضوں کے نزدیک
اسمین مزدوری واجب ہے اور بعضوں کے نزدیک واجب نہیں ھم ولمتولي ارض الوقف اجارها بغير اجر المثل يلزم مستاجرها اي مستاجر ارض الوقف لا المتولي
كما غلط فيه بعضهم تمام اجر المثل على المفتى به كما في البحر عن التلخيص وغيره متولی ارض وقف نے زمین وقف کو بغیر اجرت مثل یعنی کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو
ارض وقف کو اوپر ہی اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنا بر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق میں ہے تلخیص وغیرہ سے اور متولی پر اجرت مثل لازم نہوگی چنانچہ بعض علما غلط سمجھے ہیں وكذا الحكم في الاب كما في مجمع
الفتاوى اور اسیطرح کا حکم ہے وصی اور باپ کا چنانچہ مجمع الفتاوی میں ہے یعنی اگر وصی یا باپ صغیر کی زمین کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی ويفتى بالضمان
في غصب عقار الوقف وغصب منافعه وكذا يفتى بكل ما هو انفع للوقف فيما اختلف فيه العلماء حتى نقضوا الاجارة عند الزيادة الفاحشة نظرا للوقف وصيانة

الحق اللہ تعالیٰ حاوی القدسی فتویٰ دیا گیا غاصب کے تاوان زمین یا اسکا نقصان کہ بعد مدت کے غصب کے کیونکہ زمین یا اسکا وقف کے غصب کئے گئے ہیں اور مستاجر کی طرف کی اس چیز کا فتوے ہے جو وقف کے
واسطے نافع ہے جسمیں علما کا اختلاف واقع ہو اور ہو تو اس اجارہ کا حکم کیا ہو سکتا ہے زیادہ نفع سے کہ زمین یا اسکا وقف کو حق ملنے کے واسطے کذا فی حاوی القدسی ہم زیادہ سے مراد
فی نفسہ اجر کا زیادہ ہو جانا ہے لا لتعنت چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا مات الآجر وعلیہ دیون حتی فسخ العقد بعد تعجیل البدل فالمستاجر احق بالعین فی یدہ ولو بعقد فاسد
اشباہ احق بالمستاجر من غرمائہ حتی یستوفی الاجرۃ المعجلۃ مرگیا مالک اجارہ کا دینے والا اور اسپر لوگوں کے دین ہیں یہانتک کہ عقد اجارہ فسخ ہو گیا بدل اجارہ کی تعجیل کے بعد
تو مستاجر زیادہ تر حقدار ہے اجارہ کی چیز کا اوسکے اور قرضخواہوں سے یہانتک کہ مستاجر پیشگی اجرت کو حاصل کرے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضہ میں ہو اگرچہ بعقد فاسد ہو اوسکے تصرف میں کذا فی الاشباہ
ہم یعنی جب کہ موجر مر گیا اور اوسپر مستاجر کے دین ہیں پھر اجارہ کی چیز بیچی گئی تو مستاجر احق بالثمن ہے باقی قرضخواہوں سے کذا فی الطحطاوی یعنی پہلے مستاجر اوس ثمن سے اپنی پیشگی دی ہوئی اجرت لیگا
بعد اوسکے اگر کچھ ثمن باقی رہیگا تو اور قرضخواہ پاوینگے الا انہ لا یسقط الدین بہلاکہ ای بہلاک هذا المستاجر لانہ لیس برهن من کل وجہ مگر یہ کہ دین
مستاجر کا ساقط نہوگا اس اجارہ کی چیز کے تلف ہو جانے سے اسواسطے کہ یہ چیز ہر جہت سے رہن نہیں ہے جو مسقط دین ہے بخلاف الرهن فانہ مضمون بالاقل من قیمتہ ومن الدین کما سیجیٔ فی
بابہ مجمع الفتاوی بخلاف مرہون کے ہلاک ہو جانے کے اسواسطے کہ مرہون کی ہلاکی میں تاوان مرتہن پر آتا ہے کمتر کا مرہون کی قیمت سے اور دین سے چنانچہ باب الرہن میں آویگا کذا فی مجمع الفتاوی ہم قولہ بالاقل
من قیمتہ ومن الدین پر ترکیب فاسد ہی اسواسطے کہ اوس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو چیز قیمت اور دین سے کمتر ہو وہ تاوان ہوا اور حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ قیمت اور دین کو دیکھا جاوے جو دونوں میں سے جو اقل ہو
وہ تاوان واقع ہو تو ترکیب صواب یوں ہے بالاقل من قیمتہ ومن الدین تو اس صورت میں من بیانیہ ہوگا تفصیلہ کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے الزیادۃ فی الاجر من
المستاجر تصح فی المدۃ وبعدها زیادہ کردینا اجرت کا مستاجر کی جانب سے صحیح ہی اجارہ کی مدت میں اور بعد مدت کے ہم طحطاوی نے کہا صحت زیادت بعد مدت اشباہ و سمح العقد
کے مخالف ہے واما الزیادۃ علی المستاجر فان فی الملک لم تقبل وان لیتیم او وقف تقبل کما لو رخصت اور مستاجر پر اجرت کا زیادہ ہو جانا سو اگر زیادتی آدمی کی ملک میں ہو اگرچہ
یتیم کی ملک ہو تو مقبول نہیں چنانچہ اگر اجرت ارزاں ہو جاوے تو معتبر نہیں ہم یعنی بعد اجرت معین ہو چکنے کے اجرت کا نرخ گراں ہو گیا یا ارزاں تو غیر وقف میں اوسکا اعتبار نہیں مستاجر
پر فقط اجرت معینہ لازم ہوگی وان فی الوقف فان الاجارۃ فاسدۃ لو اجرها الناظر بلا عرض علی الاول لکن الاصح صحتہا باجر المثل ولو ادعی رجل
انها بغبن فاحش اور اگر زیادت مذکورہ وقف میں ہو تو اگر اجارہ فاسدہ ہو تو وقف کا ناظر اوسکو دوسرے مستاجر کو اجارہ پر دیدے بدون پوچھنے مستاجر اول کے لیکن قول
اصح صحت اجارہ مذکورہ ہی بعوض اجرت مثل کے اگرچہ مرد دعوے کرے کہ اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہوا ہم اشباہ میں لکن الاصح مقام پر لکن الاصل وقوعہا صحیحۃ باجر المثل واقع ہے
فان اخبر القاضی ذو خبرۃ انہا کذلک فسخہا پھر اگر قاضی کو ہوشیار وقف کار خبر کرے کہ اجارہ اوسیطرح بموجب ادعا مدعی غبن فاحش کے ساتھ تھا تو قاضی اجارہ
کو فسخ کردالے ہم شارح کو یوں کہنا کہ خوب واضح تر تھا کہ اگر مرد دعوے کرے کہ اجارہ بغبن فاحش تھا تو صحت اجارہ باجر مثل اصل ہے مگر جبکہ قاضی کو خبردار شخص خبر کرے یعنی مجرد دعوی
مذکورہ عدم صحت کا قاضی حکم نکرے بلحاظ اصل مذکور بلکہ اہل بصیرت اور صاحب امانت کے قول کیطرف رجوع کرے وتقبل الزیادۃ وان شہدوا وقت العقد انہا باجر
المثل اور زیادت مقبول ہوگی اگرچہ گواہوں نے گواہی دی ہو وقت عقد کے کہ اجارہ باجرت مثل ہوا والا فان کانت اضرارا وتعنتا لم تقبل اور اگر قاضی کو خبردار شخص
خبر نکرے کہ اجارہ بغبن فاحش ہوا تھا تو اگر زیادت مستاجر کی ضرر رسانی اور تذلیل کیواسطے ہو تو مقبول نہوگی ہم اضرار اور تذلیل کی زیادت وہ ہے جسکو قبول نکرے مگر ایک شخص یا
دو شخص بنا بریں یہ ہے کہ کسی شخص نے اجارہ کی اجرت زیادہ کی تو اوسکی طرف التفات نہوگا شاید کہ وہ شخص متعنت اور ضرر رساں ہو کذا فی الطحطاوی وان کانت الزیادۃ اجر المثل
فالمختار قبولہا فیفسخہا المتولی فان امتنع فالقاضی ثم یؤجرها ممن زاد اور اگر زیادت اجر مثل ہو اور اوسکو قبول کرلینا قول مختار ہے تو متولی اجارہ فسخ
کردالے سو اگر وہ فسخ نکرے تو قاضی فسخ کرے پھر اوسکو اجارہ دے اوس شخص سے جو زیادہ اجرت دے ہم زیادت اجر مثل ہو مراد اوس سے یہ ہے کہ فی نفسہا اجرت زیادہ ہو جاوے
سب شخصوں کے نزدیک بسبب گراں ہو جانے نرخ کے اور اگر اجرت زیادہ ہو جاوے لوگوں کی رغبت کے سبب سے کسی چیز کے اجارہ لینے میں تو یہ زیادتی اجرت مثل نہیں کذا فی الطحطاوی
عن شرح المجمع للعینی فان کانت دارا او حانوتا او ارضا فارغۃ عرضها علی المستاجر فان قبلہا فهو احق بہا ولزمہ الزیادۃ من وقت قبولہا فقط
بعد اگر اجارہ کی چیز گھر ہو یا دکان یا خالی زمین ہو تو اوسکو مستاجر اول پر پیش کرے سو اگر مستاجر زیادت مذکورہ کو قبول کرے تو وہی اوسکا زیادہ تر حقدار ہے اور اوسپر زیادت
لازم ہو گیا ہو ملک کر لینے کے وقت سے فقط یعنی زمانہ قبول کے پہلے اجرت معینہ سابقہ لازم ہوگی اور بعد قبول کے زیادت مذکورہ لازم ہوگی وان انکر زیادۃ اجر المثل

وادّعی انہا اضرارٌ فلا یُلتفت الی البرهان علیہ اور اگر مستاجر اجرت مثل کی زیادہ ہونیکا انکار کرے اور دعوی کرے کہ زیادت ضرر رسانی ہے تو ضرور ہے اوس پر
گواہ قائم کرنا یعنی زیادت کا مدعی گواہ لاوے منکر پر وان لم یقبلها اجرها المتولی اور اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے تو متولی دوسرے شخص کو اجارہ دیدے
ھم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو شارح انکار زیادت پر مقدم کرتا وان کانت مزروعۃ لم تصح اجارتها لغیر صاحب الزرع لکن تضم علیه
الزیادۃ من وقتها اور اگر زمین مزروع ہو تو اوسکا اجارہ دینا سوا کشتکار کے جائز نہیں لیکن اجرت سابقہ سے زیادت ملائی جاوے مستاجر پر زیادہ ہونے کے
وقت سے وان کان بنی او غرس فانه کان استاجرها مشاهرۃ فانها تؤجر لغیرہ اذا فرغ الشهر ان لم یقبلها لانعقادها عند راس
کل شهر اور اگر مستاجر نے زمین میں عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہوں تو اگر ماہواری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر کو اجارہ دی جاوے جب کہ مہینہ ہو چکے
اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے بسبب منعقد ہونے اجارہ ماہوار کے ہر مہینے کے سر پر ھم محیط میں ہے کہ غیر کو اوس صورت میں اجارہ دیا جاوے جب کہ رفع عمارت کے بعد
اجرت زیادہ ہو جاوے اور اگر بعد دور ہو جانے عمارت کے اجرت سابقہ سے زیادتی نہو تو اوسے اجرت سابقہ کے ساتھ مستاجر کے پاس باقی رکھی جاوے کذا فی الطحطاوی
والبناء یتملکه الناظر بقیمته مستحق القلع للوقف اور عمارت کا ناظر مالک ہوگا وقف کیواسطے عمارت مستحق القلع کی قیمت دیکر او یصبر حتی تخلص بناؤہ
یا مستاجر صبر کرے یہانتک کہ اوسکی عمارت خالی ہو جاوے یعنی انہدام کے بعد اپنی اینٹ اور لکڑی پر تصرف کرے وان کانت المدۃ باقیۃ لم تؤجر لغیرہ وانما [illegible]
علیه الزیادۃ کالزیادۃ ولهذا [illegible] اور اگر اجارہ کی مدت باقی ہو تو غیر مستاجر کو زمین کا اجارہ نہ دیا جاوے اور اسکے سوا کچھ نہیں کہ مستاجر پر اجرت مثل کی زیادت
ملائی جاوی جیسے زراعت والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاحق کیجاتی ہے واما اذا ازداد اجر المثل فی نفسه من غیر ان یزید احد فللمتولی
فسخها وعلیه الفتوی اور جب کہ اجر مثل فی نفسه زیادہ ہو جاوے بدون اسکے کہ کوئی شخص بڑھاوے تو متولی کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے اور اسی پر فتوی ہے
وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی اشباہ معزیا للصغری اور جب تک متولی اجارہ کو فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ واجب ہوگی چنانچہ
اشباہ میں فتاوی صغری سے منقول ہے فائدہ وظاهر قوله والبناء یتملکه الناظر الخ انه یتملکه لجهۃ الوقف قهرا علی صاحبه وهذا
لو الارض تنقص بالقلع والا تشترط رضاه کما فی عامۃ الشروح منها البحر والمنح فیعول علیها لانها الموضوعۃ لنقل المذهب بخلاف
نقول الفتاوی میں کہتا ہوں اور اوسکا قول والبناء یتملکه الناظر الی آخرہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ ناظر عمارت کا مالک ہو جاتا ہے بجہت وقف کے صاحب عمارت
پر جبرا اور زبردستی کرکے اور یہ یعنی زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اوس صورت میں ہے کہ زمین ناقص ہو جاوے عمارت کے کھودنے سے اور اگر ناقص نہو تو قیمت دیکر مالک ہونے
میں صاحب عمارت کی رضامندی شرط ہے چنانچہ اکثر شروح میں مصرح ہے از انجملہ بحر الرائق اور منح الغفار ہے تو شروح کی روایت پر اعتماد کیا جاوے اسواسطے کہ نقل مذہب
کے واسطے شروح ہی موضوع اور مقرر ہیں برخلاف نقول فتاوی یعنی اگر فتاوی کی نقول شروح کے مخالف ہوں تو اعتماد کے لائق نہیں ھم منجملہ فتاوی کے
فتاوی مؤید زادہ ہے جسکی عبارت شارح اسکے بعد ذکر کریگا اور تجنیس اور خانیہ ہے اونمیں منقول ہے کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہوگا کذا فی الطحطاوی بتغییر
وفی فتاوی مؤید زادہ من الوقف معزیا للفصولین حانوت وقف بنی فیه ساکنه بلا اذن متولیه ان لم یضر رفعه رفعه وان ضر
فهو المضیع ماله فلیتربص الی ان یتخلص ماله من تحت البناء ثم یاخذہ اور مؤید زادہ کے فتاوی میں کتاب الوقف سے منسوب بفصولین کر لایا گیا
ہے کہ دکان وقف کی جسمیں اوسکے رہنے والے نے کچھ عمارت بنائی بلا اذن متولی وقف کے اگر عمارت کا کھودنا ضرر نکرے تو اوسکو کھود ڈالے اور اگر ضرر کرتا ہو تو بنانے والا
خود ضائع کرنیوالا اپنے مال کا تو چاہیے کہ یہانتک انتظار کرے کہ اوسکا مال تحت عمارت سے خلاص ہو پھر اوسکو لے ولا یکون بناؤہ مانعا من
الاجارۃ لغیرہ اذ لا ید له علی ذلک البناء حیث لا یملک رفعه اور عمارت اوس شخص کی غیر شخص کے اجارہ دینے کی مانع نہوگی اسواسطے کہ اوسکا قبضہ
اور قبضہ نہیں اوس عمارت پر اسواسطے کہ وہ اوسکو منہدم نہیں کرسکتا ولو اصطلحا ان یجعل ذلک للوقف بثمن لا یجاوز اقل القیمتین منزوعا
ومبنیا فیه صح اور اگر اسپر اتفاق کریں کہ اوس عمارت کو وقف کے تحت میں کر دیں بعوض ایسی قیمت کے جو اقل القیمتین سے تجاوز نکرے یعنی منہدم عمارت
کی قیمت اور قائم عمارت کی قیمت میں سے جسکی قیمت کمتر ہو اوس سے اوسکا ثمن زیادہ نہو تو صحیح ہے [illegible] القاضی [illegible]

انعقد لیس للاجیر ان یفسخ بنفسہ وعلیہ الفتوی اور اگر موجر کو دین لاحق ہو تو قاضی بالشرکت تاکہ قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر ڈالے اور اجارہ دینے والے
کو جائز نہیں کہ خود اجارہ کو فسخ کرے اور اسی پر فتوی ہے ھ یہ اوس صورت میں ہے جب کہ ادائے دین کا کوئی طریقہ باقی نہ رہے تب قاضی سے فسخ اجارہ کرکے اوس چیز کو بیچ
دین ادا کرے ویجوز بمثل الاجر او باکثر او باقل مما یتغابن فیہ الناس لا بما لا یتغابن فیکون فاسدۃ فیؤجرہ اجارۃ صحیحۃ اما من الاول
او من غیرہ با جر المثل او بزیادۃ بقدر ما یرضی بہ المستاجر انتہی اور اجارہ جائز ہے اجر مثل سے یا زیادہ تر اجر مثل سے یا کمتر اجر مثل سے اوسقدر کمتر یا اقل جسقدر
ان لوگوں کو تغابن ہوا اوسقدر میں جسمیں تغابن واقع نہیں ہوتا تو اب اجارہ فاسد ہوجائیگا تو موجر اوسکا اجارہ صحیحہ منعقد کرے خواہ مستاجر اول سے یا اوسکے سوا
اور شخص سے اجر مثل مقرر کرکے یا زیادہ اجر مثل سے جسقدر کہ مستاجر راضی ہوا انتہی با فی فتاوی مؤید زادہ وفی فتاوی الحانوتی بینۃ الاثبات
مقدمۃ وھی التی شہدت بان الاجرۃ اولا اجرۃ المثل وقد اتصل بھا القضاء فلا تنقض قال وبہ اجاب بقیۃ المذاھب
فلیحفظ اور فتاوی حانوتی میں ہے کہ اثبات کے گواہ مقدم ہیں اور گواہ اثبات وہ ہیں کہ یہ گواہی دیں کہ اجرت پہلی اجر مثل ہی تھی اور گواہی سے
قاضی کا حکم بھی متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہوگا حانوتی نے کہا اور یہی جواب یا ہی بقیہ اہل مذاہب نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ حانوتی کی عبارت
یہ ہے کہ نور الدین علی طرابلسی سے یہ سوال ہوا کہ حاکم نے صحت اجارہ وقف کا اور اسکا کہ اجرت پہلی اجر مثل تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجر مثل تھی
پھر اور گواہ ہوئے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجر مثل سے تو عمل بطلان اجارہ پر ہوگا یا نہیں جواب یا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہے اور حکم حاکم بھی اوس سے
متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہوگا کذا فی الطحطاوی **بَابُ مَا یَجُوزُ مِنَ الْاِجَارَۃِ وَمَا یَکُونُ خِلَافًا فِیْھَا** ای فی الاجارۃ
یہ باب ہے اوس اجارہ کا جو جائز ہے اور جس اجارہ میں اختلاف ہے ھ طحطاوی نے کہا یوں کہنا واضح تر تھا باب ما یجوز من الافعال فی الاجارۃ یہ باب ہے
اون افعال کا جو اجارہ میں جائز ہیں تصح اجارۃ حانوت ای دکان ودار بلا بیان ما یعمل فیھما لصرفہ للمتعارف صحیح ہے اجارہ حانوت
یعنی دکان کا اور گھر کا بلا بیان اوس فعل کے جو اوس میں کیا جاوے بسبب پھیرنے فعل اور عمل کے متعارف اور مروج کی طرف ھ بحر الرائق میں کہا ہے اسلیے کہ عمل متعارف
اوسمیں سکونت ہے تو وہی مراد ہوگی اور سکونت متفاوت چیز نہیں ولا بیان من یسکنھا فلہ ان یسکنھا غیرہ باجارۃ وغیرھا کما سیجیئ اور اجارہ صحیح
بدون اس بیان کے کہ گھر میں کون شخص رہیگا تو مستاجر کو جائز ہے کہ غیر شخص کو رکھے باجارہ یا بغیر اجارہ جیسا کہ آگے مذکور ہوگا ھ غیر کا رکھنا جائز ہے اگرچہ فقط مستاجر کا رہنا
شرط ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی ولہ ان یعمل فیھما ای الحانوت والدار کل ما اراد فیتد ویربط دوابہ ویکسر حطبہ ویستنجی بجدارہ
ویتخذ بالوعۃ ان لم تضر ویطحن برحی الید وان ضر بہ یفتی قنیہ اور مستاجر کو جائز ہے کہ دوکان اور گھر میں جو چاہے سو کام کرے تو میخ گاڑے اور اپنے
جانوروں کو وہیں باندھے اور لکڑیاں توڑے اور اوسکی دیوار سے استنجا کرے اور نجاست کا چہ بچہ بنادے اگر ضرر نہو اور ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسے اگرچہ گھر کو ضرر ہو اسی کا فتوی
ہے کذا فی القنیہ ھ جانور باندھنا اوسوقت جائز ہے جب کہ جانوروں کے واسطے کوئی مکان گھر میں مقرر ہو اور اگر ایسا نہو تو گھر کو اصطبل بناوے اور چکی کے مسئلہ میں
شارح تابع ہوا مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے اوستاد صاحب بحر کا پیرو ہے حالانکہ بحر الرائق میں خلاصہ کی نقل عبارت ہے وہ لفظ ساقط ہو گیا ہے
جس سے حکم نکلتا ہے یعنی منع کا وعبارۃ الخلاصۃ کما فی الرمز ولا یمنع من رحی الید ان کان لا یضر وعلیہ الفتوی یعنی ہاتھ کی چکی منع نہیں اور
اگر ضرر ہوتا ہو تو منع ہے اور اسی پر فتوی ہے حموی نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو سست یا کم زور کر ڈالے وہ مطلق عقد سے مستحق نہیں مگر یہ کہ
اوسکی شرط ہو گئی ہو یا مالک اوس فعل سے راضی ہو جاوے اور جو فعل کم زور نکرے وہ مطلق عقد سے مستحق ہے کذا فی الطحطاوی عبارتہ لا یمکن
بالبناء للفاعل والمفعول حدادا او قصارا او طحانا من غیر رضی المالک او اشتراطہ ذلک فی عقد الاجارۃ لانہ یوھن البناء
فیتوقف علی الرضا کرایہ دار کو ہر عمل گھر میں درست ہے سوا اسکے کہ گھر میں لوہار یا دھوبی یا چکی پیسنے والے کو نہ رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اوسکے
شرط ہو جانے سے عقد اجارہ میں اسواسطے کہ لوہار وغیرہ کا رہنا عمارت کو کم زور کر ڈالتا ہے تو مالک خانہ کی رضامندی کا امر موقوف ہوگا شارح نے کہا یسکن معروف
یا مجہول کا صیغہ ہے ھ شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ یسکن ثلاثی مجرد یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہے چنانچہ منح الغفار میں ہے تو پہلی صورت میں حداد کا منصوب

ہونا باعتبار حال ہونے کے ہی اور دوسری صورت مین باعتبار مقبول ہونے کے ولو اختلفا فی الاشتراط فالقول للموجر کما لو انکر اصل العقد او
اگر مستاجر اور موجر مشروط ہونے مین مختلف ہون تو موجر کا قول مقبول ہی چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اوسی کا قول مقبول ہوگا وان اقاما
البینۃ فالبینۃ بینۃ للمستاجر لاثباتہا الزیادۃ خلاصہ اور اگر دونون گواہ لاوین تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ مین کیونکہ اثبات زیادت
کرتے ہین خلاصہ دفیہا استاجر للقصارۃ فلہ الحدادۃ ان اتحد ضررہما اور خلاصہ مین ہے کہ گھر اجارہ لیا کا زری کیواسطے تو اوسکو اوسمین آہنگری
درست ہے اگر گازری اور آہنگری کا ضرر یکسان ہو ولو فعل ما لیس لہ لزمہ الاجر وان انہدم بہ البناء ضمنہ ولا اجر لانہما لا یجتمعان
اور اگر مستاجر وہ کام کرے جو اوسکو درست نہین ہے تو اوسپر کرایہ دینا لازم ہوگا اور اگر اوس کام سے عمارت منہدم ہوجاے تو اوسکا تاوان دیگا اور اس صورت مین
کرایہ نہین ہے اسواسطے کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہین ہوتے ولہ السکنی بنفسہ واسکان غیرہ باجارۃ وغیرہا وکذا کل ما لا یختلف بالمستعمل
التقیید لانہ غیر مفید اور مستاجر کو جائز ہے آپ رہنا اور غیر کو رکھنا کرایہ لیکر اور بدون کرایہ کے اور اسیطرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہین ہوتا استعمال کرنے
والے کے اختلاف سے اوسمین استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہی اسواسطے کہ تقیید مذکور مفید نہین یعنی بسبب عدم تفاوت کے بخلاف ما یختلف بہ کما سیجی
ہر خلاف اوس عمل کے جو متفاوت ہوجاتا ہے استعمال کرنیوالے کے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ھم چنانچہ رکوب اور کپڑا پہنا کہ انمین تفاوت ہوتا ہے باعتبار اختلاف مستعمل
تو تاوان لازم ہوگا درصورت مخالفت شرط کے ولو آجرہا باکثر تصدق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو اجارہ دے اکثر اجرت مقرر کرکے تو زیادتی کو خیرات
کرے ھم یعنی اگر چار روپیہ کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپیہ پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات کرے اپنے صرف مین لاوے الا فی مسئلتین
اذا آجرہا بخلاف الجنس او اصلح فیہا شیئا مگر دو صورت مین مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہے جب کہ گھر کو کرایہ دے مخالف جنس پر یا گھر
مین کچھ درستی کردی ہو ھم خلاف جنس یہ کہ روپیون کا کرایہ دیتا ہو اور اشرفی یا پیسون یا اناج کا کرایہ لیتا ہو اور صلاح اور درستی کی صورت یہ کہ مثلاً
گھر مین چونہ کاری کردی یا چھت پر دے لگائے حموی نے کہا جھاڑو دینا صلاح مین داخل نہین ولو آجرہا من الموجر لا تصح وتنفسخ الاجارۃ
فی الاصح بحر معزیا للجوہرۃ وسیجی تصحیح خلافہ فتنبہ اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک موجر کو تو اجارہ صحیح نہین اور اجارہ فسخ ہوگا قول
اصح مین چنانچہ بحر الرائق مین جوہرہ سے منقول ہی اور آگے اسکے مخالف قول کی تصحیح آویگی تو خبردار رہو یعنی متفرقات اجارہ مین عدم فسخ کو شارح
وہبانیہ وغیرہ سے نقل کریگا وتصح اجارۃ ارض للزراعۃ مع بیان ما یزرع فیہا او قال علی ان ازرع فیہا ما اشاء کیلا تقع المنازعۃ والا
فہی فاسدۃ للجہالۃ وتنقلب صحیحۃ بزرعہا ویجب المسمی اور صحیح ہی اجارہ زمین کا زراعت کیواسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اوسمین بوئی جاوے گی
یا مستاجر یون کہے کہ اجارہ لیتا ہون اس شرط پر کہ زمین مین زراعت کرونگا جو چیز کہ چاہونگا بیان مزروع یا عموم مزروع اسواسطے شرط ہوا تاکہ آیندہ جھگڑا نہو اور
اگر بیان مزروع یا عموم مزروع نہو تو اجارہ فاسد ہے اور اجارہ فاسدہ پلٹ کر صحیح ہوجائیگا اوسکے زراعت کرنے سے اور اجرت معینہ واجب ہوگی ھم چونکہ زمین
باعتبار نفع اور ضرر کے متفاوت ہوتا ہے تو دفع نزاع کیواسطے بیان کرنا ضرور ہوا اور نزاع دفع ہوجاتا ہی مستاجر کو اختیار دینے سے اور درصورت عدم بیان زراعت
کرنے سے اسواسطے اجارہ صحیح ہوگیا کہ معقود علیہ استعمال سے معلوم ہوگیا او کہا پس گویا بسبب الاستعمال مزروع کے تو جب کہ جہالت دفع ہوگئی زراعت کرنے سے
تو گویا جہالت اول ہی سے نہ تھی وللمستاجر الشرب والطریق اور مستاجر کیواسطے ثابت ہے اجارہ مین پانی لینے کی باری اور راہ ھم اجارہ مین
پانی کی باری اور راہ بدون شرط کے بھی داخل ہی اور زمین کی خرید مین بلا ذکر حقوق وغیرہ داخل نہین ہی اسواسطے کہ اجارہ ہوتا ہی انتفاع کیواسطے اور بدون
دونون چیزون کے زمین سے فائدہ لینا نہین ہوسکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہے نہ انتفاع علی الفور ولہذا شور زمین کی بیع جائز ہے اور اوسکا اجارہ زراعت
کیواسطے جائز نہین کذا فی الطحطاوی ویزرع زرعین ربیعا وخریفا اور مستاجر دو بار زراعت کرے ربیع اور خریف مین ھم ہدایہ مین یہ صورت مذکور ہے
جب کہ سال بھر کا اجارہ ہو کما ہو مصرح فی القنیۃ ولو لم یمکنہ الزراعۃ للحال لاحتیاجہا لسقی او کری فان امکنہ الزراعۃ فی
مدۃ العقد جاز والا لا وتمامہ فی القنیۃ اور اگر مستاجر کو فی الحال زراعت ممکن نہو سینچنے کی حاجت سے یا جوتنے کی حاجت سے

تو اگر زراعت ممکن ہو عقد اجارہ کی مدت مین تو اجارہ جائز ہی اور اگر اوس مدت مین ممکن نہو تو اجارہ جائز نہین اور پورا اسکا بیان قنیہ مین ہے اجرها وهی مشغولة بزرع
غیره ان کان الزرع بحق لا یجوز الاجارة لکن لو حصده و سلمها انقلبت جائزة زمین اجارہ دی ایک مستاجر کو اور حال آنکہ وہ زمین
غیر شخص کی زراعت سے مشغول ہی تو اگر زراعت ازراہ حق ہو یعنی مزارع بطریق اجارہ یا عاریت کے زراعت کی ہو تو اجارہ جائز نہین لیکن اگر کھیت کاٹے
اور زمین مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدل کر جائز ہو جائیگا ما لم یستحصد الزرع فیجوز و یؤمر بالحصاد و التسلیم به یفتی بزازیہ زراعت
والی زمین کا اجارہ جائز نہین جب تک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا اسیکا فتوی ہے کذا فی البزازیہ الا ان یوجرها
مضافة الی المستقبل فیجوز مطلقا مگر جب کہ زراعت والی زمین کو زمان مستقبل کیطرف منسوب کرکے اجارہ دے تو مطلقا اجارہ جائز ہے خواہ زراعت
واجبی ہو یا غیر واجبی هم بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جاوے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی الطحطاوی وان کان الزرع بغیر حق صحت لامکان
التسلیم بجبره علی قلعه اذ رتہ اولا فتاوی قاری الهدایة اور اگر زراعت غیر واجبی ہو یعنی بطور غصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ
صحیح ہو بسبب ممکن ہونے تسلیم کے زبردستی کھیت اوکھاڑ کر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتاوی قاری الهدایة و فی الوهبانیة تصح اجارة
الدار المشغولة یعنی و یؤمر بالتفریغ و ابتداء المدة من حین تسلیمها اور وہبانیہ مین ہے کہ دار مشغولہ یعنی جس گھر مین جر وغیرہ کا اسباب
ہو تو اوسکا اجارہ جائز ہے یعنی اور موجر کو حکم ہوگا اوسکے خالی کر دینے کا اور ابتدای مدت اجارہ اوسکی تسلیم کے وقت سے ہوگی و فی الاشباه استاجرها
مشغولة و فارغا صح فی الفارغ فقط و سیجیء فی المتفرقات اور اشباہ مین ہے کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز مین اجارہ صحیح ہوگا
اور اسکا ذکر باب المتفرقات مین آگے آویگا و تصح اجارة ارض للبناء و الغرس و سائر الانتفاعات کطبخ آجر و خزف و مقیلا و مراحا
حتی تلزم الاجرة بالتسلیم امکن زرعها ام لا بحر اور صحیح ہی اجارہ زمین کا مکان بنانے اور درخت لگانے کیواسطے اور باقی فوائد کیواسطے
جیسا کہ پختہ اینٹ اور مٹی کے برتن وغیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانوروں کے رہنے کیواسطے نصف روز اور رات کیوقت تو تسلیم سے اجرت
لازم ہوگی خواہ اوس زمین کی زراعت ممکن ہو یا نہو کذا فی البحر هم یہ اجارہ زراعت کیواسطے نہین ہے تا عدم امکان زراعت سے اجارہ فسخ ہو کذا
فی البحر فان مضت المدة قلعهما و سلمها فارغة لعدم نهایتهما اور اگر اجارہ کی مدت گذر جاوے تو مستاجر مکان اور درخت کو کھودے اور زمین خالی
موجر کو تسلیم کرے بسبب نہونے دونون کی نہایت کے هم حموی سے انکا اوسکے بعد کھودنے کے زمین کا برابر کر دینا مستاجر کے ذمہ پر ہے اسواسطے کہ اوسنے زمین کو خراب کر ڈالا
الا ان یغرم له الموجر قیمته ای البناء او الغرس مقلوعا بان تقوم الارض بهما و بدونهما فیضمن ما بینهما اختیار مستاجر
زمین خالی کر دینا لازم ہے مگر جبکہ موجر مستاجر کو کھدے مکان یا درخت کی قیمت کا تاوان دے اسطرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت
فقط خالی زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو موجر تاوان دے ما بین قیمتین کا کذا فی الاختیار و یتملکه بالنصب عطف علی یغرم لان فیه نظرا لهما اور قیمت
دیکر موجر مکان اور درخت کا مالک ہوا اسواسطے کہ اسمین مستاجر اور موجر دونون کیواسطے رعایت منظور ہی شارح نے کہا یتملکه کا لفظ منصوب ہی یغرم پر عطف ہے
قال فی البحر و هذا استثناء من لزوم القلع علی المستاجر فافاد انه لا یلزمه القلع لو رضی الموجر بدفع القیمة لکن ان کانت
تنقص یتملکها جبرا علی المستاجر و الا فبرضاه بحر الرائق مین کہا اور یہ استثنا یعنی الا ان یغرم کا استثنا لزوم قلع علی المستاجر ہی تو مصنف
نے فائدہ جتایا استثنا سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہین اگر موجر قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہو جاتی ہو کھودنے سے تو مستاجر پر
جبر کرکے زبردستی مالک ہو اور اگر ناقص نہوتی ہو تو اوسکی رضامندی سے مالک ہو یعنی بعد ادای قیمت او یرضی الموجر عطف علی یغرم بترکه ای
البناء او الغرس فیکون البناء و الغرس لهذا و الارض لهذا یا کہ موجر مکان یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اسکا ہوگا
[illegible] اور زمین اسکی [illegible] شارح نے کہا یرضی عطف ہے یغرم پر [illegible] الترک [illegible] اجارة [illegible] فلهما ان یوجراها
[illegible] قیمة البناء [illegible] اور [illegible] درخت کا [illegible]

باقی رکھنا بحال اپنی بہتر ہے جب تک کہ مدت اجارہ باقی ہے اور بعد تمام ہونے مدت کے تو اجر مثل لازم ہوگی ویلحق بالمستاجر المستعیر فیترك الی ادراکه باجر المثل
اور مستاجر سے مستعیر ملحق ہے تو تعرض نکیا جاے کھیت سے اور سکے پکنے تک یعنی ایک شخص نے دوسرے سے زمین عاریت لی زراعت کیواسطے پھر مالک نے چاہا کہ زمین اپنی زمین پھیر
لون اور حالانکہ ہنوز کھیت نہیں پکا تو مستعیر کے ہاتھ میں زمین چھوڑی جاویگی اجر مثل لیکر کھیت کٹنے تک اور ظاہر ایسا ہی حکم ہے عاریت کی زمین میں مکان بنانے
اور درخت لگانے کا واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی واما الغاصب فیؤمر بالقلع مطلقاً لظلمہ اور غاصب کو کھیت اوکھاڑ ڈالنے کا حکم ہوگا
ہرطرح اگرچہ کھیت کچا ہو اوسکے ظلم کے سبب سے یعنی ظلم واجب العدم ہے نہ واجب الاثبات ثم المراد بقولهم يترك الزرع باجر المثل بقضاء او بعقد
هما حتى لا يجب الاجر الا بعدهما كما في القنية فليحفظ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ فقہا کے اس قول سے کہ کھیت سے تعرض نکیا جاے اجرت
لیکر مراد یہ ہے کہ قاضی کے حکم سے یا موجر اور مستاجر کے عقد جدید کرنے سے اجرت واجب ہوگی تو اجرت واجب ہوگی مگر قضا یا عقد کے بعد ہے چنانچہ قنیہ میں ہے
تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی البحر وتصح اجارة الدابة للركوب والحمل والثوب للبس اور صحیح ہے کرایہ جانور کا سواری اور بوجھا
لادنے کیواسطے اور کپڑے کا کرایہ پہننے کیواسطے ہم اگر لادنے کیواسطے کرایہ کیا تو سوار ہونا درست ہے اور اگر سواری کیواسطے کرایہ کیا تو اوسپر لادنا درست نہیں کذا فی الخلاصہ
ودر رکافی سے منقول ہے کہ اگر بیان نکیا کہ کونسا شخص جانور پر سوار ہوگا یا کیا چیز لادی جاویگی یا کونسا شخص کپڑا پہنیگا تو اجارہ فاسد ہے لا تصح اجارة الدابة ليجنبها
اي لاجل ان يجعلها جنيبة بين يديه ولا يركبها اور صحیح نہیں کرایہ جانور کا تاکہ اوسکو خالی لیچلے یعنی اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اوسکو کوتل کر
لیچلے اپنے سامنے اور اوسپر سوار نہو ولا تصح اجارتها ايضا لاجل ان يربطها على باب داره ليراها الناس فيقال له فرس او دابة
کا کرایہ اسواسطے بھی صحیح نہیں کہ اوسکو باندھ رکھے اپنے دروازہ پر تا آدمی اوسکو دیکھیں تو یوں کہیں کہ یہ گھوڑا مثلاً صاحب خانہ کا ہے او لاجل ان يزين بيته او
حانوته بالثوب لما قدمنا ان هذه منفعة غير مقصودة من العين یا اسواسطے کرایہ جائز نہیں کہ اپنے گھر یا دوکان کو آراستہ کرے کپڑے
سے اجارات ثلثہ مذکورہ اوس دلیل سے جائز نہیں جسکو ہم اول باب میں ذکر کر چکے کہ جانور کا کوتل لیچلنا یا دروازے پر باندھ رکھنا یا گھر اور دوکان کو کپڑے سے آراستہ
کرنا منفعت غیر مقصود ہے گھوڑے یا کپڑے سے ہم اور اسیطرح اگر شطرنجیان اور چاندنیاں کرایہ لے تا اپنے گھر میں اونکا فرش کرے اور اون پر نہ بیٹھے اور نہ سوے
تو جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ واذا فسدت فلا اجر اور جب کہ اجارہ مذکورہ فاسد ٹھہرا تو اوسکی کچھ اجرت نہیں کرایہ لینے والے پر کذا فی
استاجر بیتا لیصلی فیه او طیبا لیشمه او کتابا ولو شعرا لیقرأه او مصحفا شرح وهبانیه اور اسیطرح جائز نہیں اگر گھر کرایہ لیا
تاکہ اوسمیں نماز پڑھے یا خوشبودار چیز کرایہ لے سونگھنے کیواسطے یا کتاب اگرچہ اشعار کی کتاب ہو پڑھنے کیواسطے کرایہ لے یا قرآن کرایہ لیا کذا فی شرح الوہبانیہ
ہم مصنف وہبانیہ نے کہا کہ کافر کا کرایہ لینا نماز کیواسطے صحیح نہیں علامہ عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ کافر کی قید کچھ ضرور نہیں اسمیں کافر اور مسلمان برابر ہے
اسواسطے کہ فساد اجارہ منفعت کی جہت سے ہے تو اگر مدت معین ہو جاے تو اجارہ صحیح ہے اسمیں مسلم اور کافر دونوں برابر ہیں اور اگر علت فساد منفعت غیر مقصودہ
کو قرار دیجیے تو بھی اسیطرح کا حکم ہے کذا فی الطحطاوی فان لم یعین من یرکب ویلبس ارکب والبس من شاء اور اگر مستاجر نے جانور اور کپڑے کے کرایہ میں کسی سوار
اور کسی پہننے والے کی قید نلگائی تو مستاجر جسکو چاہے سوار کرے اور جسکو چاہے پہنا دے ہم عدم تقیید سے مراد اسطرح کی تعمیم ہے کہ مستاجر کہے موجر سے کہ سوار کرونگا
یا پہنا دونگا جسکو میرا جی چاہیگا کذا فی الحموی اور یہہ مراد نہیں ہے کہ رکوب مطلق کیواسطے کرایہ لے اسواسطے کہ وہ اجارہ فاسد ہے چنانچہ شارح ذکر کریگا وتعین
اول راکب ولابس اور متعین ہو جائیگا پہلا سوار ہونے والا اور پہلا پہننے والا ہم یعنی جو شخص اول سوار ہوگا تو معلوم ہو جاویگا کہ یہی شخص اصل سے مراد تھا
تو اب دوسرے شخص کو اوسپر سوار ہونا جائز نہوگا کذا فی الزیلعی عن الکافی وان لم یبین من یرکبها فسدت للجہالة اور اگر مستاجر نے بیان نکیا کہ
کون اوسپر سوار ہوگا تو اجارہ فاسد ہوگا جہالت کے سبب سے ہم شارح کو یون کہنا صواب تھا (ولو استاجرها للرکوب مطلقا) یعنی اگر جانور کرایہ لیا مطلق سواری
کیواسطے تو اجارہ فاسد ہے اور مطلق رکوب کی یہہ صورت ہے کہ مستاجر فقط رکوب ذکر کرے اور زیادہ نکہے کذا فی الطحطاوی وتنقلب صحيحة بركوبها
اور اجارہ فاسدہ مذکورہ پلٹ کر صحیح ہو جاویگا جانور پر سوار ہونے سے ہم خواہ مستاجر آپ سوار ہو یا غیر کو سوار کرے از راہ استحسان لان المفسد وجب

ہوگی وجہ استحسان یہ ہے کہ فساد کا سبب جہالت راکب تھی سو ایک شخص کے سوار ہونے سے زائل ہوگئی تو فساد بھی زائل ہوگیا اسواسطے کہ ہم انتہا کی تعیین کو ابتدا کی
تعیین کے مانند قرار دیتے ہیں اور جو سوار ہوا تاوان لازم ہوگا جانور کے ہلاک ہونے سے اسواسطے کہ وہ متعدی نہیں بسبب عدم مخالفت کذا فی الزیلعی وان قید براکب
او لابس فخالف ضمن اذا عطبت ولا اجر علیه وان سلم اور اگر مستاجر یا موجر سوار یا پہننے والے کی قید لگا دے سو مستاجر اوسکے مخالف کیا تو اوسپر تاوان
لازم ہوگا جب کہ جانور ہلاک ہوجاوے اور اوسپر اجرت نہیں اگرچہ اوسنے تسلیم کی ہو ہم مخالفت سے تاوان اسواسطے لازم ہوا کہ آدمی سواری کی دانست میں متفاوت
ہوتے ہیں اسواسطے کہ اکثر دبلے اور ہلکے ہیں کہ اونکا سوار ہونا جانور کو بہت ضرر کرتا ہے بسبب ناواقفیت کے اور بہت موٹے تازے ہیں جنکی سواری سے جانور کو ضرر
نہیں ہوتا کیونکہ سواری سے واقف ہوتے ہیں بخلاف حانوت اقعد فیه حدادا مثلا حیث یجب الاجر اذا سلم لانه لما سلم تبین انه لم یخالف
وانه مما لا یوهن الدار کما فی الغایة برخلاف اوس دوکان کے جسمیں مستاجر نے مثلا لوہار کو بٹھلایا ہو اسواسطے کہ اسمیں اجرت واجب ہوگی جب کہ موجر کیطرف سے
تسلیم دوکان واقع ہو اسواسطے کہ جب اوسنے دوکان تسلیم کی تو ظاہر ہوگیا کہ مستاجر نے موجر کی مخالفت نہیں کی اور معلوم ہوگیا کہ حدادی گھر کو کمزور نہیں کرتی
کذا فی الغایة ہم طحطاوی نے کہا اسمیں گفتگو ہے اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا کہ حدادی عمارت کو ضعیف کر ڈالتی ہے لانه مع الضمان ممتنع اسواسطے کہ اجرت اور تاوان کے
ساتھ جمع نہیں ہوتی ہم یہ تعلیل ہے مصنف کے اس قول کی ولا اجر له کذا فی الحلبی ومثله فی الحکم کل ما یختلف بالمستعمل کالفسطاط او جانور
کی سواری کے مانند ہے حکم میں ہر چیز مختلف اور متفاوت ہوتی ہو بسبب اختلاف استعمال کرنیوالے کے چنانچہ خیمہ ہم شیخین کے نزدیک خیمہ در حکم جانور ہے اسواسطے کہ آدمی خیمہ
کھڑے کرنے میں اور مکان نصب کر تجویز کرنے میں اور اوسکی میخیں گاڑنے میں متفاوت ہوتے ہیں بعضے باسلیقہ ایسے کہ خیمہ کو محفوظ رکھتے ہیں اور بعضے بے سلیقہ ایسے
کہ ضائع کر ڈالتے ہیں اور محمد کے نزدیک خیمہ گھر کے مانند ہے حکم میں مراد یہ تفرقہ ہے کہ خیمہ کی میخیں مستاجر کے ذمہ پر ہیں اور رسیاں موجر پر وفیما لا یختلف فیه
بطل تقیید لا به کما لو شرط سکنی واحد له ان یسکن غیره لما مر ان التقیید غیر مفید اور جس چیز میں تفاوت نہیں باوجود اختلاف
مستعمل کے تو اوسکی تقیید اور تخصیص باطل ہے چنانچہ اگر گھر کے اجارہ میں ایک شخص کا رہنا شرط ہوا تو مستاجر کو جائز ہے کہ اوسکے غیر کو اوسمیں رکھے اسواسطے کہ
مذکور ہوچکا کہ یہاں قید لگانا مفید نہیں فان سمی نوعا وقدرا ککر بر له حمل مثله واخف لا اضر کالملح اور اگر نام رکھا محمول کے نوع
اور مقدار کا چنانچہ گیہوں بقدر ایک کر تو مستاجر کو اوسکے مانند اور اوس سے ہلکے کا لادنا جائز ہے نہ لادنا زیادہ تر ضرر والی چیز کا چنانچہ نمک کا ہم کر بضم کاف
پیمانہ ہے جسمیں بارہ صاع غلہ سماتا ہے اور اس ملک کے بوزن کے موافق تخمینا اٹھائیس سیر ہوتا ہے مانند کی مثال جیسے معین گیہوں کی برابر اور گیہوں اوسکے وزن
کی برابر لادنا اور خفیف تر کی مثال جیسے گیہوں کے عوض جو لادنا اور برعکس یا لوہا لادنا گیہوں کے عوض جائز نہیں والاصل ان من استحق منفعة
مقدرة بالعقد فاستوفاها او مثلها او دونها جاز ولو اکثر لم یجز اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص منفعت معینہ کا مستحق ہوا ہو
عقد سے پھر اوسنے منفعت کو پایا اوسکی برابر یا اوس سے کمتر کو حاصل کری تو جائز ہے اور اگر زیادہ تر کو حاصل کرے تو جائز نہیں ومنه تحمیل قدر وزن البر قطنا
لا شعیرا فی الاصح اور منجملہ غیر جائز کے ہے لادنا روئی کا برابر گیہوں کے وزن کے نہ لادنا جو کا قول صحیح میں ہم یعنی اگر میں من گیہوں لادنے کو کرایہ ٹھہرا
ہو مستاجر نے میں من روئی جانور پر لادی تو جائز نہیں اسواسطے کہ روئی پیٹھ پر گیہوں سے زیادہ پھیلتی ہے اور اوسمیں گرمی بھی زیادہ ہے تو اوسکا ضرر زیادہ
ٹھہرا گیہوں سے اور گیہوں کی عوض اگر جو اوسیقدر لادا اور جانور مرگیا تو تاوان نہیں بقول صحیح اسواسطے کہ جبکہ جو اور گیہوں وزن میں برابر ہوں تو جو کا قدر جانور
کی پیٹھ پر کمتر ہوتا ہے بسبب پھیل جانے کے یہی فتوی ہے صدر شہید کا الحاصل اگر مسمی محمول ہو پھر اوسنے اور چیز لادی اور وزن دونوں کا برابر ہے مگر محمول کم پھیلتا ہے
جانور کی پیٹھ پر مسمی سے تو در صورت ہلاک کے تاوان لازم ہوگا بسبب مضرت کے چنانچہ گیہوں کے وزن کے برابر پتھر یا لوہا لادنا اور اگر محمول اور زیادہ پھیلتا ہو لادنے کے مقام
مسمی سے تو تاوان نہیں چنانچہ گیہوں کے عوض جو لادنا اسواسطے کہ یہ آسان تر ہے تو خلاف کرنے سے تاوان لازم نہ آویگا مگر جب کہ موضع حمل سے زیادہ تر تجاوز ہو جیسا کہ روئی عوض
گیہوں کے کذا فی الطحطاوی ولو اردف من یستمسك بنفسه وعطبت الدابة ضمن النصف اور اگر مستاجر جانور پر اپنے پیچھے ایسے شخص کو سوار
کرلیا جو بالذات خود بلا اعانت جانور پر بیٹھ سکتا ہے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دیگا ہم اور اگر مستاجر کے پیچھے بیٹھا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا

الحمل معًا و وضعاه علیها وجب النصف علی المستاجر بفعله وهدر فعل ربها مجتبیٰ اور اگر مستاجر اور مالک
جانور نے بوجھ ساتھ ہی اوٹھایا اور جانور پر دونوں نے رکھا تو نصف قیمت کا تاوان اجر پر واجب ہوگا اوسکے فعل کے سبب سے اور اوسکے مالک کا
فعل باطل یعنی ہدر ہوگا کذا فی المجتبیٰ ولو کان البر مثلاً فی جوالقین فحمل کل واحد منهما جوالقا ای وعاء کعدل مثلاً
وحده ووضعاه علیها معًا او متعاقبا لا ضمان علی المستاجر ویجعل حمل المستاجر کان مستحقا بالعقد غایۃ
اور اگر مثلاً گیہوں ہو دو گون میں اور مستاجر اور مالک ہر ایک نے ایک ایک گون تنہا اوٹھائی اور دونوں نے جانور پر ساتھ یا آگے پیچھے رکھی تو مستاجر پر تاوان
نہیں یعنی درصورت ہلاکت اور مستاجر کا اوٹھانا اور لادنا مستحق بعقد اجارہ ٹھہرایا جاویگا کذا فی الغایۃ شارح نے کہا جوالق یعنی ایک طرف گیہوں کے مانند مثلاً
ومفاده انه لا ضمان علی المستاجر سواء تقدم او تأخر وهو الوجه ومن ثم عولنا علیه علی خلاف ما فی الخلاصۃ کذا فی شرح المنظومۃ وفی التعمیر
تعلیل سے مستفاد ہوا کہ مستاجر پر تاوان نہیں خواہ وہ گون کو پہلے رکھے یا پیچھے اور یہی وجہ قوی ہے اسی سبب سے ہمنے اوسپر اعتماد کیا خلاصہ کے برخلاف ایسا مذکور
ہے مصنف کی شرح میں قلت وما فی الخلاصۃ هو ما یوجد فی بعض نسخ المتن من قوله وکذا لا ضمان لو حمل المستاجر اولا ثم
ربها الدابۃ وان حملها ربها اولا ثم المستاجر ضمن نصف القیمۃ انتهی فتنبه میں کہتا ہوں اور جو خلاصہ میں ہے وہ اوس متن کے بعضے نسخوں
میں موجود ہے مصنف کا یہ قول اور اسیطرح تاوان نہیں اگر مستاجر پہلی گون لادے پھر جانور کا مالک لادے اور اگر اوسکے مالک نے اول لادی پھر مستاجر نے تو مستاجر
نصف قیمت کا تاوان دے انتهی ما فی الخلاصہ تو خبردار رہو اس قول غیر معتمد سے وهذا ای ما مر من الحکم اذا کانت الدابۃ المستاجرۃ تطیق
مثله اور یہ یعنی مثلاً اولی میں جو حکم گذر گیا تاوان اس قدر زیادت کا ہے جب کہ کرایہ کا جانور ایسے بوجھ کی طاقت رکھتا ہو اما اذا کانت لا تطیق
فجمیع القیمۃ لازم علی المستاجر زیلعی ویجب علیه کل الاجر للحمل مع الضمان للزیادۃ غایۃ اور جب کہ جانور اوتنے بوجھ اوٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو
جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی مستاجر پر کذا فی الزیلعی اور مستاجر پر تمام اجرت واجب ہوگی اجرت واجب ہوگی لادنے کے سبب سے اور تاوان لازم ہوا زیادہ لادنے کی جہت سے
کذا فی غایۃ التحقیق هم شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ یہاں اجرت اور ضمان کا کیونکر اجتماع ہوا حالانکہ پہلے یہ مذکور ہو چکا کہ دونوں مجتمع نہیں ہوتے خلاصہ
جواب یہ ہے کہ لزوم تاوان کی جہت دوسری اور وجوب اجرت کی اور ہے اور منع وہ اجتماع ہے جو ایک ہی وجہ سے ہو وافاد بالزیادۃ انها من جنس المسمی فلو من غیره
ضمن الکل کما لو حمل المسمی وحده ثم حمل علیها الزیادۃ وحدها بحر اور مصنف نے لفظ زیادت سے فائدہ ظاہر کر دیا کہ زیادت حمل معین کی
جنس سے ہو تو اگر زیادتی اوسکے مغایر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا چنانچہ اس صورت میں تمام تاوان لازم ہے کہ اگر فقط حمل معین بلا خلط زیادت
لادا پھر جانور پر فقط زیادت لادی کذا فی البحر قال ولم یتعرضوا للاجر اذا سلمت لظهور وجوب المسمی فقط وان حملها المستاجر لان
منافع الغصب لا تضمن عندنا صاحب بحر نے کہا اور مصنفین نے تعرض نکیا اجرت کے بیان کا جب کہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے
اگرچہ زیادت کو فقط مستاجر نے لادا ہو اسواسطے کہ زیادہ لادنا غصب ہے اور غصب کے منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہیں ومنه علم حکم المکاری فی طریق مکۃ
اور ظہور وجوب مسمی سے معلوم ہو گیا کہ مکہ معظمہ کی راہ میں کرایہ دار کا حکم یعنی جب کہ حمل معین پر کچھ بوجھ زیادہ لادا اور جانور سلامت پہنچا تو زیادہ
لادنے سے کسی چیز کا استحقاق ثابت نہوگا فقط اجرت مقررہ لازم ہوگی لیکن زیادہ لادنا حلال نہیں کذا فی الطحطاوی وضمن بضربها وکبحها بلجامها
لتقیید الاذن بالسلامۃ اور مستاجر تاوان دے درصورت ہلاکت جانور مارنے سے اور اوسکی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کے سلامتی
ساتھ یعنی ہر چند مارنا اور لگام کھینچنا کھڑا کرنے کے واسطے مالک کے اذن سے ثابت ہے لیکن یہ اذن اوس وقت تک ہے جب تک کہ جانور تلف نہو جاوے حتی لو هلک
الصغیر بضرب الاب والوصی للتادیب ضمن لوقوعه بزجره وتعریکه تو اگر صغیر باپ یا وصی کے ادب دینے کی مار سے مرجاے تو تاوان یعنی دیت لازم
ہوگی بسبب واقع ہونے تادیب کے جھڑکنے اور کان مروڑنے سے وقالا لا یضمنان بالمتعارف اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پر تاوان نہیں ضرب
متعارف یعنی مروج سے اور اسیطرح مستاجر پر تاوان نہیں جانور کے مارنے اور لگام کھینچنے سے بشرط ضرب متعارف کذا فی الطحطاوی وفی الغایۃ عن التتمۃ

لا یضمن لسبق قولهما الاصح رجوع الامام لقولهما اور غایة التحقیق مین بھی مذکور ہے کہ امام کا رجوع کرنا صاحبین کے قول کیطرف صحیح تر قول ہے
اتفاقاً مستاجر پر تاوان نہین جانور کے ہانکنے سے باتفاق امام و صاحبین وظاهر الهداية ان للمستاجر الضرب بلا اذن العرفي اور
ہدایہ کا ظاہر قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے ہم شارح نے ہدایہ کا قول اسواسطے ذکر کیا کہ اباحت ضرب بعادت
معلوم ہو بشرط سلامت واما ضربه لدابة نفسه فقال في القنية عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى لا يضربها اصلا ويخاصم فيما
زاد على التاديب اور مالک کا مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ مین ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی سے ہے کہ اوسکو بالکل نہ مارے اور اوس سے مواخذہ ہوگا اوس ضرب
مین جو تادیب سے زیادہ ہے ہم یعنی ہر شخص کو منع کرنا جائز ہے علی الخصوص جب کہ مالک جانور کے منہ پر مارے وضمن بنزع السرج ووضع الايكاف
سواء اوكف بمثله ام لا اور تاوان دے زین کے اوتار لینے اور پالان باندھنے سے خواہ ویسا پالان اوس پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو طحطاوی نے کہا شاید کہ
شارح پر ایکاف مشتبہ ہوا اکاف کے ساتھ اسواسطے کہ ایکاف مصدر ہے بمعنی پالان باندھنا اور اکاف بکسر اول بمعنی پالان ہے ولهذا لفظ وضع کو شارح نے
زیادہ کیا حالانکہ اسکی حاجت نہ تھی اسواسطے کہ ایکاف خود بمعنی وضع اکاف ہے وبالاسراج بما لا يسرج هذا الحمار بمثله جميع قيمته اور
اوسیطرح سے زین باندھنے سے کہ ویسا زین اس گدھے پر نہین باندھا جاتا اوسکی تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا ہم صاحبین کے نزدیک پالان اور زین
باندھنے سے تو تاوان لازم نہین مگر در صورت زیادتی وزن حقائق مین عیون سے منقول ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ولو بمثله او اسرجها
مكان الايكاف لا يضمن الا اذا زاد وزنا فيضمن بحسابه ابن كمال اور اگر ایسا زین باندھا جیسا زین اوس پر باندھا جاتا ہے یا بجای پالان کے
زین باندھا تو تاوان لازم نہوگا مگر جب کہ تول مین زین پالان سے زیادہ ہو تو اوسکے حساب کے موافق تاوان لازم ہوگا کذا ذکره ابن کمال ہم یعنی
اگر پالان ہو دو سیر کا اور زین چار سیر کا تو نصف قیمت کا تاوان لازم آویگا کما يضمن لو استاجرها بغير لجام فالجمها بلجام لا يلجم بمثله حینئذ مستاجر
تاوان دیگا در صورت ہلاکت اگر جانور کرایہ لیا بدون لگام کے پھر اوسکے منہ مین ایسی لگام لگائی کہ ویسی لگام اوسکے لگائی نہین جاتی وكذا لو ابدله
لان الحمار لا يختلف باللجام وغيره غاية اور اسیطرح تاوان لازم ہوگا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدل کر لگائی جیسی لگام اوسکے نہین لگائی جاتی
اسواسطے کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہین جاتا کذا فی غایة التحقیق ہم طحطاوی نے کہا کہ تاوان کی یہ تعلیل مناسب تر تھی کہ لگام غیر مماثل سے مستاجر
متعدی ٹھہرا او سلك طريقا غير ما عينه المالك وتفاوتا بعدا او وعرا او خوفا بحيث لا يسلكه الناس ابن كمال یا مستاجر وہ راہ
چلا جو سوا اوس راہ کے تھی جسکو مالک نے مقرر کردی تھی اور دونون راہین متفاوت تھین دوری یا سخت ہونے یا خوف مین اسطرح کہ لوگ اوس
راہ مین نہ چلتے ہون کذا ذکره ابن کمال او حمله في البحر اذا قيد بالبر مطلقا سلكه الناس او لا لخطر البحر فلو لم يقيد بالبر لا ضمان یا حمال
مستاجر کا اسباب لاد لیگیا دریا مین جب کہ مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی مین لیجانیکی تو مطلقا تاوان لازم آویگا خواہ لوگ دریا کی راہ چلتے ہون یا نہ
چلتے ہون بسبب مخطور ہونے دریا کے تو اگر خشکی کی قید نہ لگائی ہو تو تاوان لازم نہوگا یعنی تلف ہو جانے سے وان بلغ المنزل فله الاجر لحصول المقصود
اور اگر حمال نے مستاجر کا اسباب منزل پر پہنچا دیا دریا کی راہ سے تو اوسکی اجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے یعنی تو گویا اوس سے مخالفت متحقق
نہوئی وضمن بزرع رطبة وقد امر بالبر ما نقص من الارض لان الرطبة اضر من البر رطبہ بونے سے حالانکہ مالک نے گیہون بونے کا امر کیا تھا
تاوان لازم ہوگا بقدر نقصان ہو جانے زمین کے اسواسطے کہ رطبہ زمین کے حق مین زیادہ تر مضر ہے گیہون سے یعنی اسواسطے کہ رطبہ کی جڑین بکثرت ہوتی ہین اور دور تک
پھیلتی ہین ولا اجر لانه غاصب الا فيما استثني كما سيجيء اور صورت مذکورہ مین اجرت نہین اسواسطے کہ رطبہ بونے والا غاصب ٹھہرا
اور غاصب پر تاوان ہے اجرت نہین مگر چند مسائل مستثنی مین اجرت ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا قيد بزرع الاضر لانه بالاقل ضررا لا يضمن
ويجب الاجر مصنف نے تاوان مین مضر تر کے بونے کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر کم ضرر والی کے بونے سے تاوان لازم نہوگا اجرت واجب ہوگی ہم اقل ضرر
کی صورت یہ ہے کہ رطبہ بونے کیواسطے زمین اجارہ لی اور گیہون بویا وضمن الخياط قباء وامر بقميص قيمة ثوبه اور قبا کے سینے سے حالانکہ درزی کو

قمیص سینے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اوسکے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ھم قبا اوسکو کہتے ہیں جسکا آگا کھلا ہوا اور قمیص وہ ہے جسکا آگا اور پیچھا
دونوں سیا ہو ولہ ان یضمن صاحب الثوب اخذ القباء و دفع اجر مثلہ لا یجاوز المسمی کما ہو حکم الاجارۃ الفاسدۃ اور اوسکو
یعنی کپڑے کے مالک کو جائز ہے قبا کا لینا اور قبا کی سلائی کی ایسی اجرت یعنی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہو چنانچہ اجارۂ فاسدہ کا حکم ہے یعنی اجارۂ فاسدہ میں
اجرت مثل لازم ہوتی ہے جو مسمی سے زیادہ نہو وکذا اذا خاطہ سراویل وقد امر بالقباء فان الحکم کذلک فی الاصح فتقیید الدرر بالقباء اتفاقی اور اسیطرح جب
درزی نے پاجامہ سیا اور حالانکہ کپڑے والے نے قبا سینے کا امر کیا تھا تو اسیطرح کا حکم ہے اصح قول میں یعنی مستاجر مختار ہے چاہے کپڑے کا تاوان لے چاہے پاجامہ
اور اوسکی مزدوری دے تو درر میں قبا کی قید لگانا اتفاقی ہے ھم درر میں تخییر کا حکم درصورت قمیص اور قبا کے مذکور ہے مصنف نے بلفظ سراویل اشارہ کیا
کہ ذکر قبا اتفاقی ہے مخالفت کا یہی حکم ہے وضمن بصبغہ اصفر وقد امر باحمر قیمۃ ثوب ابیض وان شاء المالک اخذہ واعطاہ ما زاد المصبغ فیہ ولا اجر
اور رنگریز سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے گا اگر زرد رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زرد رنگین کو لے اور رنگریز کو
اوتنا دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زرد رنگنے سے زیادہ ہوگئی اور رنگریز کے واسطے اجرت نہیں یعنی سرخی کی ولو صبغہ ردیا ان لم یکن الصبغ فاحشا لا یضمن الصباغ
وان کان فاحشا عند اہل فنہ ضمن قیمۃ ثوب ابیض خلاصہ اور اگر رنگریز نے ناقص رنگ دیا تو اگر رنگ نہایت ناقص نہو تو رنگریز پر تاوان نہیں اور اگر نہایت ناقص ہو
رنگریزی کے پیشے والوں کے نزدیک تو سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے کذا فی الخلاصۃ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال للخیاط اقطعہ طولہ وعرضہ وکمہ
کذا فجاء ناقصا ان قدر اصبع ونحوہ عفو وان اکثر ضمنہ درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول اور عرض اور آستین اسقدر ہو سو وہ کم ہوا اسقدر کہ ایک انگل
سو اگر بقدر انگلی یا اوسکے مانند کم ہو تو معاف ہے اور اگر زیادہ ہو تو اوسکا تاوان دے قال ان کفانی قمیصا فاقطعہ بدرہم وخِطہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک ضمن
مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص کے واسطے کفایت کرتا ہو تو اوسکو قطع ایک درم کی مزدوری پر اور اوسکو سی سو درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا
تیرے قمیص کے واسطے کافی نہیں ہوا تو سیا تو تاوان لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ اوسنے دھوکا دیا ولو قال ایکفینی قمیصا فقال نعم فقال اقطعہ فقطعہ ثم قال
لا یکفیک لا یضمن اور اگر مالک نے کہا درزی سے کہ یہ کپڑا کیا میرے قمیص کو کافی ہے اور درزی نے کہا کہ ہاں مالک نے کہا اوسکو قطع کر اور اوسنے قطع کیا پھر درزی
بولا کہ یہ کفایت نہیں کرتا تو اوسپر تاوان لازم نہیں ہے اسواسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق اخبار ہے حکم کذا فی الطحطاوی نزل الحمال فی
مفازۃ ولم یرتحل حتی فسد المال بسرقۃ او مطر ضمن ان السرقۃ والمطر غالبا خلاصہ ساربان اترا میدان میں اور وہاں سے کوچ نکیا یہانتک کہ مال فاسد ہوگیا
چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش وہاں اکثر ہوا کرتی ہو تو تاوان دیگا لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ متحقق الوقوع کے ہے تو وہ متعدی
ٹھہرا اور وہاں ٹھہر نے سے اور اگر غالب الوقوع نہو تو تاوان نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ استعان برجل فی السوق لیبیع متاعہ فطلب منہ اجرا فالعبرۃ
لعادتھم اور اشباہ میں ہے مدد گار کیا ایک مرد کو بازار میں اوسکا مال بیچنے کو سوا اوسنے مزدوری مانگی تو اونکی عادت کا اعتبار ہے یعنی بلا تقرر اجرت
اوسنے مال بیچ دیا پھر مزدوری مانگی تو اہل بازار کی عادت کا اعتبار ہے کہ اگر اجرت لیکر بیچ دیتے ہیں تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہیں تو
اجرت لازم نہیں وکذا لو ادخل رجلا فی حانوتہ لیعمل لہ اور اسیطرح کا حکم ہے اگر اپنی دکان میں کسی مرد کو داخل کیا اپنے کام کرنے کے واسطے یعنی عادت کا اعتبار ہوگا
وجوب اور عدم وجوب اجرت میں وفی الدرر دفع غلامہ او ابنہ لحائک مدۃ کذا لیعلمہ النسج وشرط علیہ کل شہر کذا جاز ولو لم یشترط فبعد التعلیم طلب کل من
المعلم والمولی اجرا من الآخر اعتبر عرف البلدۃ فی ذلک العمل اور درر میں ہے کہ مولی نے اپنا غلام یا بیٹا جولاہے کو سپرد کیا مدت معینہ تک تاکہ وہ اوسکو کپڑا بننا سکھا دے اور اوسنے
اوستاد پر ہر مہینے میں کچھہ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہے اور اگر اجرت شرط نکی اور تعلیم کے بعد ہر ایک معلم اور مولی سے اجرت طلب کرے دوسرے سے تو رواج شہر کا اوس
کام میں معتبر ہوگا ھم یعنی اگر عرف شہر استاد کا شاہد ہو تو اس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاد کو دلائی جاوے اور اگر عرف مولی کے واسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت مثل
استاد پر لازم ہوگی کذا فی الدرر عن قاضی خان وفیہا استاجر دابۃ الی موضع فجاوزہا الی آخر ثم عاد الی الاول فعطبت ضمن مطلقا فی الاصح کما فی العاریۃ وتو
تو لہما ماہ الیہ کنعم الامام کما فی مجمع الفتاوی اور درر میں ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور وہاں سے بڑھا کر دوسرے مکان تک لگیا بعد اسکے اول مکان

کیطرف پھیر آیا اور جانور ہلاک ہوگیا تو مستاجر پر مطلقاً تاوان لازم ہوگا امام قول میں یہ ہے کہ عاریت میں تاوان لازم آتا ہے مطلقاً او یہ صاحبین کا قول ہے اور اسی قول کیطرف
امام نے رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاوے ھ مطلقاً یعنی خواہ مدت و دونوں کیواسطے کرایہ ہو خواہ فقط جانے کیواسطے ہر صورت تاوان لازم ہے اور یہی حکم ہر عاریت کا ہے ایسا
کرتا تاوان لازم آویگا مطلقاً مکان معہود سے تجاوز کرنے سے وفیہ خوّفوا المکاری فرجع ورامۃ الحمل المحلہ الاوّل لا اجر لہ وینبغی ان یجبر علی الاعادۃ لوگوں نے مکاری
یعنی جانور کے کرایہ دینے والیکو خوف دلایا سو وہ پھیر آیا او سکا اول کیطرف بوجھا پھیر لایا تو اوسکی مزدوری نہیں اور لائق ہے کہ اوسپر زبردستی کیجاے دوبارہ
لیجانے پر کذا فی مجمع الفتاوے وفیہ دفع ابریسماً الی صباغ لیصبغہ بکذا ثم قال لا تصبغہ وردہ علی فلم یردہ ثم ھلک لا ضمان او مجمع الفتاوے میں ہے کہ ریشم
دیا رنگریز کو تا اوسکو رنگے اسقدر اجرت پر پھر مالک نے کہا کہ اوسکو مت رنگنا اور مجکو پھیر دے سو اوس نے پھیر دیا پھر کپڑا تلف ہوگیا تو رنگریز پر تاوان نہیں وفیہ سئل ظہیر الدین
عمن استاجر رجلاً لیعمل فی الضیعۃ فلما خرج نزل المطر وامتنع بسببہ ھل لہ الاجر قال لا اور مجمع الفتاوے میں ہے کہ ظہیر الدین سے اوس شخص کے حکم کا سوال ہوا
جسنے ایک مرد کو مزدور کیا تا کہ اوسکا کام کرے زمین میں جب کہ مزدور کام کیواسطے نکلا مینہہ برسنے لگا اور وہ کام سے باز رہا اوسکے سبب سے کیا اوسکی
اجرت لازم ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہیں یعنی اسواسطے کہ معقود علیہ واقع نہوا بلا منع مستاجر استاجر دابۃ لیحملھا کذا فمرضت فحملھا دونھا ھل لہ حق
الرجوع بحصتہ قال لا لانہ رضی بذلک جانور کرایہ لیا تا اوسپر اتنا بوجھہ لادے سو جانور بیمار ہوگیا تو حمل معین سے کمتر لادا تو کیا مستاجر کو کمی کے حصہ کے
موافق کرایہ پھیر لینا جائز ہے ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہیں اسواسطے کہ مستاجر اسیقدر کے لادنے پر راضی ہوگیا استاجر رحیً فمنعہ الجیران عن الطحن
لتوھین البناء وحکم القاضی بمنعہ ھل تسقط حصۃ مدۃ المنع قال لا مالم یمنع حسًّا من الطحن مستاجر نے چکی کرایہ لی سو اوسکے پڑوسیون نے
پیسنے سے منع کیا بسبب کمزور ہوجانے مکان کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کیا ساقط ہوگا ظہیر الدین نے جواب دیا کہ ساقط
نہوگا جب تک ظاہر میں پیسنے سے منع نکیا جائیگا ھ مراد یہ ہے واللہ اعلم کہ لوگ اوسکو چکی نہ پیسنے دین یا چکی کے گھمانے والے جانور کو کھول دین
کذا فی الطحطاوے استاجر حماماً سنۃ فغرق مدۃ ھل یجب کل الاجر قال انما یجب بقدر ما کان منتفعاً ایک برس کو حمام کرایہ لیا سو ایک مدت تک پانی
میں ڈوبا رہا تو کیا تمام اجرت واجب ہوگی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہوگی وفی الوھبانیۃ ویسقط فی وقت العمارۃ مثل ما
لو انھدم بعض الدار لعدم تحرز ۰ اور وھبانیہ میں ہے اور ساقط ہوتا ہے اجرت عمارت کے وقت میں مانند اوس سقوط کے کہ گھر کا بعض مکان منہدم ہوجائے
تو انہدام تخمین کیاجاے ھ یعنی مقدار انہدام تخمین کرکے بقدر اوسکی اجرت ساقط کیجائے اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ گھر کے بعض مکان کے
گر جانے سے کرایہ ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوے عن شرح الوھبانیۃ لعبد البر خالفت فی قدر العمارۃ آجراً بہ یقدم فیھا قولہ لا المعمر ۰ اور عمارت کی
مالک اور کرنیوالے اسنے مستاجر کی عمارت کی مقدار میں تو ہمیں مالک کا قول مقدم ہوگا نہ مستاجر عمارت کے بنانیوالے کا ھ صورت مسئلہ یہ ہے کہ مالک خانہ نے مستاجر کو امر کیا
عمارت بنانیکا اور کرایہ میں مجرا کر لینے کا تو عمارت میں دونوں نے اتفاق کیا اور مقدار خرچ میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ مستاجر کے مسموع
ہونگے کذا فی الطحطاوے عن خزانۃ الاکمل قلت ومفادہ رجوع المستاجر بما انفق علی الموجر بمجرد الامر یعنی الا فی تنور وبالوعۃ فلابد من شرط الرجوع علیہ
مین کہتا ہون اور مفاد قول سابق پھیر لینا ہی مستاجر کا اوس چیز کو جو موجر پر ثابت ہو بمجرد امر کرنے کے یعنی بغیر تنور اور بدرو کے جو کچھ بنانے میں رجوع
بمجرد امر نہین ہو ضرور ہے اشتراط رجوع موجر پر ھ الطحطاوی نے کہا شارح کا قول مسئلہ نظم سے مرتبط نہین بلکہ قنیہ کی عبارت سے مرتبط جو شرح وہبانیہ
میں مذکور ہے اس طرح کہ نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر مین عمارات بناوے مالک کے امر سے تو جسقدر اوسکا صرف ہوا ہے پھیر لے اگرچہ
رجوع صریحاً شرط نہو پھر قاضی خان سے نقل کیا کہ تنور اور چہ بچہ میں رجوع بمجرد اذن بلا شرط صحیح نہین انتہی فی القنیہ تو معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا
وہ قنیہ کا صریح مفاد ہے ولو خرب بیت الدار سقط کل الاجر ولا تنفسخ بہ مالم یفسخھا المستاجر بحضرۃ الموجر ھو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر ویران
ہوگیا تو تمام کرایہ ساقط ہوگا اور اجارہ ویرانی سے فسخ نہین ہوجاتا جبتک اوسکو موجر کے سامنے فسخ نکرے یہی قول اصح ہے ھ اگر بعض مکان گھر کا منہدم
ہوگیا اور مالک خانہ نے اوسکو بنا دیا یا جاری کی ... قاضی کی مجلس میں حاضر نہیں ہوتا تو اجارہ فسخ نہوگا او رقاضی اوسکی طرف سے وکیل قائم کریگا وہ فسخ

کرے گا کذا فی المحیط وعن القنیۃ واذا بنیت کلا خیار لہ اور جب کہ گھر بنا یا جاتا ہو بعد انہدام کے تو مستاجر کو اختیار نہیں یعنی اسواسطے کہ انہدام قبل الفسخ سے انفساخ
نہیں ہوتا وفی شکنیۃ عوضہا لاحب الاجرۃ قال ابن الشحنۃ قلت وفی نفیہ نظر ولعلہ اراد المسمی اما اجرۃ المثل او حصۃ المدۃ السابقۃ فلا مانع من لزومہا فتامل
وسیجئ فی فسخہا ما یفیدہ فتنبہ اور خانہ منہدم کے پیش دروازہ کے میدان کی سکونت میں اجرت واجب نہیں یہ کہا ہے ابن شحنہ نے میں کہتا ہوں کہ اوسکی نفی میں
اعتراض ہے اور شاید کہ نفی اجرت سے یعنی گھر کی مراد ہے لیکن مثل اوس میدان کے کرایہ یا حصہ میدان کے کرایہ کے لازم ہونے کا کوئی مانع نہیں اور فسخ اجارہ کے
باب میں وہ قول آویگا جو لزوم اجرت کا مفید ہے گا سو خبردار رہنا ہم باب الفسخ کا قول ذکر کرینگے زیلعی سے کہ اگر پن چکی کا پانی منقطع ہو گیا اور وہ مکان
سونے پینے کے لائق انتفاع ہے تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی بسبب باقی رہنے معقود علیہ کے تو اگر منفعت لیگا تو بقدر اوسکے حصہ کے اجرت لازم ہوگی انتہی اور فتاوی عالمگیری
میں مذکور ہے اگر سبب گھر منہدم ہو جانے کے تو اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ پیش دروازہ سے انتفاع ممکن ہے کذا فی المحیط واستاجر حماما وشرط حط اجرۃ شہرین للعطلۃ
فان شرط حط قدر العطلۃ یجوز اذا زبہ حمام اجارہ لیا اور دو مہینے کی اجرت کی کمی بسبب معطل رہنے کے شرط کر لی تو اگر اجرت کا کم کرنا بقدر تعطل شرط کیا
تو صحیح ہے کذا فی البزازیہ ہم یعنی اگر تعطل سے مدت زیادہ ہوگی یا مدت مجہول ہوگی تو اجارہ فاسد ہوگا کذا فی المحیط واجرۃ السجن والسجان فی زماننا یجب ان یکون
علی رب الدین خزانۃ الفتاوی کرایہ قید خانہ کا اور اجرت قید خانہ کے نگہبان کی ہمارے زمانہ میں واجب ہے کہ صاحب دین پر ہو کذا فی خزانۃ الفتاوی یعنی اسواسطے کہ اوسی کیواسطے
تو زندان متعین ہوا ہے انقضت مدۃ الاجارۃ ورب الدار غائب فسکن المستاجر بعد ذلک سنۃ لا یلزمہ الکراء لہذہ السنۃ لانہ لم یسکنہا علی وجہ الاجارۃ
وکذلک لو انقضت المدۃ والمستاجر غائب والدار فی ید امرأتہ لان المرأۃ لم تسکن باجارۃ مدت اجارہ کی منقضی ہو گئی اور صاحب خانہ غائب ہے سو مستاجر ایک
سال اوسمیں رہا تو اوسپر کرایہ لازم نہوگا اوس سال کا اسواسطے کہ وہ بطریق اجارہ کے نہیں رہا اسیطرح اگر مدت اجارہ ہو جائے اور مستاجر غائب ہو اور گھر مستاجر کی عورت
کے تصرف میں ہو تو کرایہ نہیں اسواسطے کہ عورت اوسمیں بعوض اجرت نہیں رہی آجر دارہ کل شہر بکذا فلکل الفسخ عند تمام الشہر فلو غاب المستاجر قبل تمام الشہر وترک زوجتہ
ومتاعہ فیہا لم یکن للآجر الفسخ مع المرأۃ لانہا لیست بخصم والحیلۃ ان یوجرہا لآخر قبل تمام الشہر فاذا تم تنفسخ الاولی فتنعقد الثانیۃ فتخرج منہا المرأۃ
کذا فی خانیہ اپنا گھر اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو مستاجر اور موجر ہر ایک کو فسخ اجارہ جائز ہے مہینہ تمام ہونے کے وقت تو اگر مستاجر غائب ہو مہینہ تمام ہونے سے
پہلے اور اپنی زوجہ اور اسباب گھر میں چھوڑ گیا تو موجر کو اوسکی عورت کے ساتھ اجارہ فسخ کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ وہ مستاجر کی خصم نہیں اور مستاجر کی عورت
فسخ اجارہ کا حیلہ یہ ہے کہ گھر دوسرے شخص کو کرایہ پہ مہینہ تمام ہونے سے پہلے پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو پہلا اجارہ فسخ ہوگا اور دوسرا اجارہ منعقد ہوگا اور مستاجر کی
عورت اوسمیں سے نکلے گی اور دوسرے مستاجر کو گھر تسلیم کیا جائیگا کذا فی الخانیہ

باب الاجارۃ الفاسدۃ

یہ باب ہے اجارہ فاسدہ کے احکام میں الفاسد من العقود ما کان مشروعا باصلہ دون وصفہ عقدوں میں عقد فاسد وہ ہے جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اوسکا ہم عدم مشروعیت
وصف جہالت سے یا اوس شرط کی اشتراط سے عارض ہوتی ہے جسکو عقد مقتضی نہیں والباطل ما لیس مشروعا اصلا لا باصلہ ولا بوصفہ اور عقد باطل
وہ ہے جو کسیطرح مشروع نہو اوسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اوسکا ہم اجارہ باطل چنانچہ اجارہ لینا بعوض مردار اور خون کے یابت تراشی یا تصویر بنانے
کیواسطے کسی کو نوکر رکھنا وحکم الاول وھو الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال لو المسمی معلوما ابن کمال اور اول یعنی اجارہ فاسد کا حکم
واجب ہونا ہے اجرت مثل کا استعمال کرنے سے اگر اجرت معینہ معلوم ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم اجرت مثل سے مراد اوس شخص کی اجرت ہے جو اجیر کا مماثل ہو
اوس عمل میں یعنی جو ایسا کام کرتا ہو اوس زمان و مکان میں اور اجرت دراہم اور دنانیر کی جنس سے ہوگی نہ مسمی کی جنس سے اور اگر اجرت مثل مختلف ہو
لوگوں میں تو متوسط کا اعتبار ہوگا اور اجرت اجارہ فاسدہ کی حلال ہے اگرچہ اوسکا سبب حرام ہے قنیہ یعنی حلوانی کا اور حاکم کے نزدیک اجرت مذکورہ حلال
نہیں یہی قول صحیح ہے اور اجرت مثل بیان علی الاطلاق معتبر ہے جہاں اجرت مسمی نہو اور در صورت تسمیہ اجرت مثل اجرت مسمی سے زیادہ نہو گی اور ظاہر کلام شارح اس پر دلالت کرتا ہے
کہ درصورت تسمیہ اجرت مثل واجب ہے اور رحا الاکثر ایسا نہیں ہے کذا فی المحیط بخلاف الثانی وھو الباطل فانہ لا اجر فیہ بالاستعمال حقائق بخلاف ثانی
یعنی اجارہ باطل میں اجرت نہیں ہے استعمال کرنے سے کذا فی الحقائق ولا تملک المنافع فی الاجارۃ الفاسدۃ بالقبض بخلاف البیع الفاسد فان المبیع تملک

باب الاجارۃ الفاسدۃ

فیہ بالقبض ہو یا اجارہ فاسدہ میں منافع مستاجر کی ملک میں نہیں آتے قبض کرنے سے برخلاف بیع فاسد کے اسواسطے کہ بیع فاسد میں مبیع مملوک ہو جاتی ہے مشتری کی
قبض کرنے سے بخلاف فاسد الاجارۃ حتی لو قبضہا المستاجر لیس لہ ان یوجرہا برخلاف اجارہ فاسدہ کے کہ اوسمیں منافع مملوک نہیں ہوتے تو اگر مستاجر نے
عین مستاجرہ پر قبضہ کیا تو اوسکو جائز نہیں کہ اور شخص کو اجارہ میں دے ولو آجرہا وجب اجر المثل لا یکون غاصبا وللاول نقض الثانیۃ بحر معزیا للخلاصۃ
الا اگر مستاجر مذکور اوسکو اجارہ دیگا تو مستاجر اول پر اجر مثل واجب ہوگی اور اس فعل سے وہ غاصب نہوگا اور اول یعنی مالک کو جائز ہے کہ اجارہ ثانیہ کا
توڑ ڈالنا جائز ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے خلاصہ سے منقول وفی الاشباہ المستاجر فاسدا لو آجر صحیحا جاز سیجئ اور اشباہ میں ہے کہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر
اگر اوسکو اجارہ صحیح دے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا ھم معلوم ہوا کہ اجارہ مذکورہ کے عدم جواز اور جواز میں دو قول ہیں اور دونوں کی تصحیح واقع ہوئی ہے کذا فی الطحطاوی
تفسد الاجارۃ بالشروط المخالفۃ لمقتضی العقد اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہیں وہ شرطیں جو بمقتضاے عقد کے مخالف ہیں ھم چنانچہ پن چکی کے اجارہ میں یہ شرط
ہوئی کہ اگر پانی منقطع ہو جاوے تو بھی مستاجر پر اجرت لازم ہوگی اسواسطے کہ موجب عقد یہ ہے کہ اجرت واجب نہو بلا قدرت حصول منفعت فکل ما افسد البیع
مما مر یفسدہا کجہالۃ ماجور او اجرۃ او مدۃ او عمل وکشرط طعام عبد وعلف دابۃ ومرمۃ الدار ومغارمہا وعشر وخراج ومؤنۃ رد اشباہ سو جو
چیزیں بیع کی مفسد ہیں چنانچہ کتاب البیع میں مذکور ہو چکی ہیں جو اجارہ کو فاسد کر ڈالتی ہیں چنانچہ ماجور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور جیسے اجارہ کے
غلام کا کھانا اور کرایہ کے جانور کا چارہ اور کرایہ کے گھر کی مرمت اور اوسکے مصارف اور زراعت کی زمین کا عشر یا خراج اور اجارہ کی چیز پہنچا دینے کا
خرچ مشروط ہونا مستاجر پر کذا فی الاشباہ ھم وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ اعمال مذکورہ منجملہ اجرت کے قرار دئے گئے اور وہ مجہول غیر معلوم ہیں اور جہالت
بعض اجر موجب ہے باقی اجرت کے جہالت کی کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعود وتفسد ایضا بالشیوع بان یوجر نصیبا من دارہ او نصیبہ من دار مشترکۃ
من غیر شریکہ او من احد شریکیہ انفع المسائل وعمادیہ من الفصل الثلثین اور شیوع یعنی عدم امتیاز سے بھی اجارہ فاسد ہو جاتا ہے اسطرح کہ اپنے گھر سے حصہ غیر معین
اجارہ دے یا مشترک گھر سے اپنا حصہ اپنے شریک کے سوا کسی اور شخص کو اجارہ دے یا دو شریکوں میں سے ایک شریک کو اجارہ دے چنانچہ انفع المسائل اور عمادیہ
کی تیسویں فصل سے ھم فصولین میں ہے کہ ایک زمین مشترک ہے چند شخصوں میں تو اگر ایک شریک سب شریکوں کو اجارہ دے تو صحیح ہے اور اگر ایک شریک کو دے تو
جائز نہیں واحترز بالاصلی عن الطاری فلا یفسدہا علی الظاہر کان آجر الکل ثم فسخ فی البعض او آجر الواحد فمات احدہما او بالعکس اور مصنف نے
احتراز کیا شیوع اصلی کی قید لگا کر شیوع طاری سے تو شیوع طاری اجارہ کا مفسد نہیں ہوتا بموجب ظاہر الروایۃ کے چنانچہ تمام گھر یا تمام زمین اجارہ دی
پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالا یا دو شریکوں نے ایک شخص کو مشترک چیز اجارہ دی پھر ایک موجر مر گیا یا اوسکے بالعکس یعنی ایک نے دو شخصوں کو اجارہ دیا
پھر ایک مستاجر مر گیا ھم صورتین اخیرتین میں میت کے حصہ میں اجارہ فسخ ہوگا اور زندہ کے حصہ میں اجارہ قائم رہیگا باوجود شیوع کے اسواسطے کہ یہ شیوع
طاری ہے نہ اصلی وہی الحیلۃ فی اجارۃ المشاع کان یقضی بجوازہ اور وہ یعنی تمام چیز میں اجارہ کرنا پھر بعض میں فسخ کر دینا حیلہ ہے جواز مشاع
اجارہ میں چنانچہ جواز اجارہ مشاع پر قاضی کا حکم ہو جانا ھم یعنی جو چاہے کہ مشاع چیز کو اجارہ دے تو اوسکی دو تدبیریں ہیں ایک یہ کہ کل چیز کو اجارہ
دے پھر بعض میں اجارہ فسخ کر ڈالے دوسری تدبیر یہ ہے کہ اوس قاضی کے پاس مرافعہ کرے جسکے مذہب میں مشاع کا اجارہ جائز ہے سو وہ اوسکے جائز ہونیکا حکم دیدے
الا اذا آجر کل نصیبہ او بعضہ من شریکہ فیجوز شیوع اصلی مفسد اجارہ ہے مگر جب کہ ایک شریک اپنا تمام حصہ یا بعض حصہ اپنے دوسرے شریک کو اجارہ دے
تو جائز ہے وجوزاہ بکل حال وعلیہ الفتوی زیلعی وبحر معزیا للمغنی لکن رد العلامۃ قاسم فی تصحیحہ بان ما فی المغنی شاذ مجہول القائل فلا یعول علیہ
اور صاحبین نے اجارہ مشاع کو جائز کہا ہے ہر حال میں یعنی خواہ اجارہ شریک سے ہو یا غیر شریک سے خواہ محتمل القسمۃ ہو یا غیر محتمل ہو اور اسی قول پر فتوی ہے
کذا فی الزیلعی اور بحر الرائق میں یہ فتوی مغنی سے منقول ہے لیکن اس فتوی کو علامہ قاسم نے اپنی تصحیح میں رد کر ڈالا اسطرح کہ جو فتوی مغنی میں ہے ایسا شاذ ہے
جسکا قائل معلوم نہیں تو وہ اعتماد کے لائق نہیں ھم طحطاوی نے کہا اور قول معتمد علیہ وہ ہے جو فتاوی [illegible] فخر الدین نے ذکر کیا ہے کہ فتوی امام کے قول پر ہے اور اسی پر
اعتماد کیا ہے ارباب شروح اور متون نے تو یہی مذہب ٹھہرا قلت وفی البدائع لو آجر مشاعا یحتمل القسمۃ فقسم وسلم جاز لزوال المانع ولو آجر لہما

ثم قسم و سلم لم یجز میں کہتا ہوں اور بدائع میں ہے اور اگر اوس شاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہے پھر اوسکی قسمت کی اور تسلیم کی تو اجارہ جائز ہو
بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنی شیوع کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کر دیا پھر اوسکی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہیں و تکفی بجواز
بوالبناء لو جا بعد المعرصۃ لاجرفصولین من الفصل الحادی والعشرین یعنی الوسط منہ اور فتوی دیا جائے اجارہ کے جواز کا اگر عمارت ایک مرد کی ہو اور
زمین اوسکی دوسرے شخص کی چنانچہ فصولین میں ہے الکیسوین فصل ہے یعنی اوس فصل کے درمیان میں یہ مسئلہ مذکور ہے یعنی اگر صاحب عمارت اوسکو اجارہ دیدے
صاحب زمین یا اوسکے غیر کو تو جائز ہی اور اوس زمین کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الجامع و تفسد بجہالۃ المسمی کلہ او بعضہ
کتسمیۃ ثوب او دابۃ او مائۃ درہم علی ان یرمہا المستاجر لصیرورۃ المرمۃ من الاجرۃ فیصیر الاجر مجہولا اور اجارہ فاسد ہو جاتا ہے اجر مسمی کی
جہالت سے تمام اجر مجہول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا سو درم کا اس شرط پر کہ مستاجر گھر کی مرمت کرے بسبب ہو جانے مرمت کے
اجرت میں سے یعنی خرچ مرمت کا اجرت میں داخل ہو گیا تو اجرت مجہول ہو گئی اسواسطے کہ معلوم نہیں کہ کتنا مرمت میں صرف ہوگا پس کپڑا اور جانور
تمام اجر کے مجہول ہونے کی مثال ہے اسواسطے کہ معلوم نہیں کہ کون کپڑا اور کون جانور اور سو درم اور مرمت جہالت بعض کی مثال ہے و تفسد بعدم التسمیۃ
اصلا او بتسمیۃ خمر او خنزیر اور اجارہ فاسد ہوتا ہے اجرت کے مطلق نہ نام لینے سے یا شراب یا سوئر کے نام لینے سے ہے عدم التسمیہ کی یہ صورت ہے
کہ موجر نے مستاجر سے کہا کہ میں نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجھکو اجارہ دیا اور یہ نہ کہا کہ اتنے کرایہ پر کذا فی المنح فان فسدت بالاخیرین
بجہالۃ المسمی و عدم التسمیۃ وجب اجر المثل یعنی الوسط منہ و لا ینقص عن المسمی سو اگر اجارہ فاسد ہو گیا پچھلے دو سبب سے یعنی مسمی کی جہالت
اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہو گی یعنی مجہولی اجرت نہ اکثر نہ اقل اور اجرت کم نہو گی مسمی سے یہ شارح کے اس قول لا ینقص عن المسمی میں
خلل ہی اسواسطے کہ دونوں صورتوں میں تسمیہ نہیں اسواسطے کہ عدم التسمیہ میں تو ظاہر ہی اور جہالت مسمی تو در حکم عدم ہے کذا فی الطحطاوی لا بالتمکین
بل باستیفاء المنفعۃ حقیقۃ کما مر بالغا ما بلغ لعدم ما یرجع الیہ اجارہ فاسدہ میں اجرت فقط تمکین یعنی موجر کے قادر کر دینے سے واجب نہو گی
بلکہ فی الحقیقت منفعت کے حاصل کرنے سے اجرت واجب ہو گی چنانچہ مذکور ہو چکا اجرت مثل واجب ہو گی کتنی کیوں نہو بسبب نہونے اوس چیز کے جسکی طرف رجوع
کیجائے ولا ینقص عن المسمی اور اجرت مثل کم نہو مسمی سے ہے اس قول کا خلل مذکور ہو چکا علاوہ اوسکے عدم مرجع الیہ اسکے منافی ہی و ان فسدت بجہالۃ
بالشرط او الشیوع مع العلم بالمسمی لم یزد اجر المثل علی المسمی لرضاہما بہ اور اگر اجارہ امرین مذکورین سے فاسد نہو بلکہ شرط مخالف عقد یا شیوع اصلی
فاسد ہو با وجود معلوم ہونے اجر مسمی کے تو اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہو گی بسبب راضی ہو جانے موجر اور مستاجر کے مسمی سے یعنی دونوں اسقاط زائد عن المسمی پر راضی
ہو گئے ہیں جہالت مسمی اور عدم تسمیہ میں اجرت مثل جسقدر کہ ہو اور انکے سوا میں عدم زیادت علی المسمی اسواسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت
ہمارے نزدیک نہیں ہے بلکہ اونکی قیمت عقد یا شبہہ عقد سے ٹھہرتی ہی پھر جب کہ منافع کی قیمت نہوئی تو رجوع واجب ہوا عقد کی قیمت کیطرف اور زیادت علی المسمی
ساقط ہو گئی اسواسطے کہ عاقدین اوسکے اسقاط پر راضی ہو گئے اور جب کہ اجر مسمی مجہول اور معدوم ہوا تو مرجع منتفی ہوا تو موجب اصلی واجب ہوا یعنی جو
قیمت جسقدر کہ ہو تقریر اس کلام کی اسیطرح لائق ہے اسواسطے کہ عبارات قوم اس مقام میں مضطرب ہیں کذا فی الدرر و ینقص عنہ لفساد التسمیۃ
اور اجرت مثل مسمی سے کم ہو بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ کے و استثنی الزیلعی ما لو استاجر دارا علی ان یسکنہا فسدت و یجب ان سکنہا اجر المثل بالغا ما بلغ در زیلعی نے
قاعدہ مذکورہ سے وہ صورت مستثنی کی کہ ایک گھر اجارہ لیا اس شرط پر کہ مستاجر اوس میں سکونت نکرے یعنی باوجود تسمیہ تو اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر اوس میں سکونت
کریگا تو اجرت مثل واجب ہو گی جسقدر کہ ہو یہ ہم نے اجارہ و شرط مخالف عقد سے ہوا تو لازم تھا کہ اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہوتی پھر جب زیادہ ہوئی تو یہ صورت
قاعدہ مذکورہ سے مستثنی ٹھہری وحملہ فی البحر علی ما اذا جہل المسمی اور بحر الرائق میں اس صورت کو جہالت مسمی پر محمول کیا ہی یعنی مسئلہ مذکورہ میں اجر مسمی مجہول ہے
تو اجرت مثل واجب ہو گی تو در حقیقت قاعدہ مذکورہ سے استثنا نہ ٹھہرا لکن ارجعہ قاضی خان فی شرح الجامع الی جہالۃ المسمی فافہم و علیہ فلا استثناء
لیکن قاضیخان نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت مسمی کیطرف پھیرا ہے تو اسکو سمجھ لے اور ہر تقدیر پر استثنا تو نہیں ہے تو آگاہ رہو ہم طحطاوی نے کہا سطلب بحر الرائق اور

ہوا تو نقصان کا ایک حصہ ہے تو جسقدر کہ بلا وجہ ہے اور بہر تقدیر کہنا بھی بلا وجہ ہے ہو اسواسطے کہ جو سمجھ الاتی و جاننا جہان میں نہ کو رہیں وہ ایک ہی چیز ہے قلت و یدفع استثناء
الوقف لان الواجب فیہ اجر المثل بالغا ما بلغ فتامل میں کہتا ہوں اور وقف کا استثنا کرنا قاعدہ مذکورہ سے لائق ہے اسواسطے کہ وقف میں باوجود تسمیہ اجرت
مثل واجب ہے جسقدر کہ اجر مثل ہو سو غور کر فان آجر دارہ بعینہا الی المسمی بعبد مجہول فسکن مدۃ ولم یتفق فعلیہ للمدۃ اجر المثل بالغا ما بلغ
وتفسخ فی الباقی من المدۃ سو اگر اپنا گھر کرایہ دیا بعوض مجہول غلام کے پھر مستاجر گھر میں ایک مدت تک رہا اور غلام اوسکو دیا تو مستاجر پر اوس مدت کیواسطے اجرت
مثل واجب ہوگی جسقدر کہ ہو اور باقی مدت میں اجارہ فسخ ہوگا شارح نے کہا یہ مسئلہ جہالت مسمی پر متفرع ہے آجر حانوتا کل شہر بکذا صح فی واحد فقط وفسد فی الباقی
لجہالتہا دوکان کرایہ دی ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ میں اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے
یا دس والاصل انہ متی دخل کل فیما لا یعرف منتہاہ تعین ادناہ فاذا تم الشہر فلکل منہما نقضہا بشرط حضور الآخر لانتہاء العقد الصحیح اور قاعدہ کلیہ اسکا
یہ ہے کہ جب کل کا لفظ داخل ہوا ہو ایسی چیز میں جسکی نہایت معلوم نہیں جیسے ایام اور شہر تو اوسکا کمتر متعین ہوگا یعنی ایک دن یا ایک مہینہ پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو موجر
اور مستاجر ہر ایک کو اجارہ فسخ کردینا جائز ہوگا بشرط حاضر ہونے دوسرے شخص کے بسبب ہو چکنے عقد صحیح کے وفی کل شہر سکن فی اولہ ہو اللیلۃ الاولی ویوم
یومہا عرفا وبہ یفتی صح العقد فیہ ایضا اور جس مہینے کے اول میں مستاجر رہیگا دوکان یا گھر میں تو اوس مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہوگا اول ماہ سے مراد پہلی
رات یعنی چاند رات اور اوسکا دن ہے عرف میں اور اسی کا فتوی ہے ھم یعنی بلا تعلیق شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا اجارہ صحیح ہوگا لیکن اگر
مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور دن میں وہاں سکونت کریگا تو دوسرے مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہو جائیگا یہ قول ہے بعض متاخرین کا اور ظاہر الروایۃ یہ ہے
کہ اول ماہ ثانی میں دونوں کو فسخ اجارہ کا اختیار ہے ہر چند اول ماہ رؤیت ہلال سے ہے لیکن چونکہ اوسکے اعتبار میں حرج تھا لہذا چاند رات اور اوسکا دن معتبر ہوا
ہکذا فی الدرر وشرح الوقایۃ ولیس للموجر اخراجہ حتی ینقضی الا بعذر کما لو عجل اجرۃ شہرین فاکثر لکنہ کالمسمی زیلعی اور بعد سکونت اول ماہ
موجر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی میں اختیار نہیں جب تک کہ وہ مہینہ آخر ہو جاے مگر عذر سے اخراج جائز ہے چنانچہ اس صورت میں اخراج جائز نہیں اگر مستاجر
دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دے اسواسطے کہ پیشگی دینا اجرت کا مسمی کے مانند ہے کذا فی الزیلعی الا ان یسمی الکل ای جملۃ شہور معلومۃ فیصح لزوال
المانع ہر مہینے کے اجارہ میں فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہے مگر یہ کہ تمام یعنی سب شہور معلومہ کا نام لے تو اجارہ سب میں صحیح ہوگا زوال مانع کے سبب سے
ھم یعنی موجر یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر چھ مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ اتنا کذا فی المنح واذا آجرہا سنۃ بکذا صح وان لم یسم اجر کل شہر وتقسم
اور جب کہ گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہے اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت مذکور نہ ہوا ور سال کا کرایہ ہر مہینہ پر برابر تقسیم ہوگا واول المدۃ ما سمی ان سمی
اور ابتداء مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہو اگر نام لیا ہو یعنی یوں مذکور ہو کہ اس سال کے رجب یا رمضان سے اجارہ ہوا والا فوقت العقد ہو اولہا اور اگر ابتداء
مدت مذکور نہوئی ہو تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے فان کان العقد حین یہل بضم ففتح ای یبصر الہلال والمراد الیوم الاول من الشہر شمنی
اعتبر بالاہلۃ سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اوس وقت جب کہ چاند دیکھا گیا تو مہینوں کا شمار چاند دیکھنے سے معتبر ہوگا شارح نے کہا یہل بضم یا اور فتح ہا
یعنی دیدہ شود ہلال اور مراد اوس سے مہینہ کا پہلا دن ہے کذا فی الشمنی والا فالایام کل شہر ثلثون اور اگر اجارہ چاند دیکھنے کے وقت نہوا ہو تو مہینوں
کے شمار کیواسطے دن معتبر ہونگے ہر مہینہ تیس ٣٠ دن کا وقالا یتم الاول بالایام والباقی بالاہلۃ اور صاحبین نے کہا کہ پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جائیگا
اور باقی مہینے چاند سے معتبر ہونگے ھم یعنی اگر ذیحجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ ہوا تو امام کے نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا
تو ایک سال تین سو ساٹھ ٣٦٠ دن کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذیحجہ اگر تیس ٣٠ دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کے ذیحجہ کی دسویں تاریخ اور اگر ذیحجہ انتیس ٢٩
دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارہویں تاریخ کذا فی شرح الوقایۃ استاجر عبدا باجر معلوم وبطعامہ لم یجز لجہالۃ بعض الاجرۃ نوکر رکھا کسی
غلام کو اجرت معین اور اوسکی خوراک پر تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے بعض اجرت کے چنانچہ مذکور ہوگا ھم یعنی اگر مثلا دو روپیہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجرت یعنی
خوراک مجہول ہے یعنی معلوم نہیں کہ خوراک کسقدر آدھ سیر یا سیر بھر اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہے مبسوط میں ہے کہ جس اجارہ میں تقرر کیا جائے جانور کا شرط

وہ اجارہ فاسد ہے مگر دایہ کا اجارہ کھانے اور کپڑے پر درست ہے انتہی فتاوی عالمگیری مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ جانور کے اجارہ مین
جارہ کے ساتھ ہم متقدمین کے قول پر عمل کرتے ہین یعنی عدم جواز پر اور ہمارے زمانے مین تو غلام کھانا ہے مستاجر کے مال سے بنا بر رواج اور عادت کے کذا فی الطحطاوی
وَجَازَ اِجَارَۃُ الْحَمَّامِ لِاَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ دَخَلَ حَمَّامَ الْجُحْفَۃِ وَلِتَعَارُفِ النَّاسِ اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت
علیہ الصلوۃ والسلام جحفہ کے حمام مین تشریف لیگئے تھے اور بسبب رواج لوگون کے ہم اتقانی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ تمام شہرون مین لوگ حمام کی اجرت دیتے
ہین اگرچہ استعمال کے پانی کی اور وہان کے ٹھہرنے کی مقدار مجہول غیر معین ہے تو مسلمین کا اجماع اسکے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہے اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہین
ہوتا مواہب لدنیہ مین ہے کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہے کذا فی الطحطاوی وَقَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَا رَاٰہُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ
اللّٰہِ حَسَنٌ قُلْتُ وَالْمَعْرُوْفُ وَقْفُہٗ عَلَی ابْنِ مَسْعُوْدٍ کَمَا ذَکَرَہُ ابْنُ حَجَرٍ اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانین تو
وہ چیز خدا کے نزدیک نیک ہی مین کہتا ہون اور اہل حدیث کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ حدیث عبد اللہ بن مسعود پر موقوف ہے یعنی یہ قول صحابی کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
چنانچہ ابن حجر نے اسکو بیان کیا ہے ہم مقاصد حسنہ مین ہے کہ مسند احمد مین عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہے کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالی نے بندون کے دل
دیکھے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے صحاب پسند کیے اور انکو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا سو جسکو مسلمین نیک جانین وہ عند اللہ نیک
ہے اور جسکو مسلمین بد جانین وہ عند اللہ بد ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے اور اسیطرح بزار اور طیالسی اور طبرانی نے ابن مسعود کے ترجمہ مین ذکر کیا ہے کذا
فی الطحطاوی یہ حدیث حجیت اجماع کی دلیل ہے وَجَازَ بِنَاؤُہٗ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ ھُوَ الصَّحِیْحُ لِلْحَاجَۃِ بَلْ حَاجَتُھُنَّ اَکْثَرُ لِکَثْرَۃِ اَسْبَابِ اِغْتِسَالِھِنَّ اور
حمام کا بنانا مردون اور عورتون کے نہانے کیواسطے جائز ہے یہی قول صحیح ہے بسبب حاجت غسل کے بلکہ عورتون کی حاجت حمام کیطرف زیادہ تر ہے اسواسطے کہ
عورتون کے نہانے کے اسباب بہت ہین وَکَرَاھَۃُ عُثْمَانَ مَحْمُوْلٌ عَلٰی مَا فِیْہِ کَشْفُ عَوْرَۃٍ زیلعی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کہنا حمام کو محمول ہے
اوس حمام پر جسمین کشف عورت اور بے پردگی ہو کذا فی الزیلعی وفی اَحْکَامَاتِ الْاَشْبَاہِ وَیُکْرَہُ لَھَا دُخُوْلُ الْحَمَّامِ فِیْ قَوْلٍ وَقِیْلَ اِلَّا لِمَرِیْضَۃٍ وَنُفَسَاءَ
وَالْمُعْتَمَدُ اَنْ لَا کَرَاھَۃَ مُطْلَقًا قُلْتُ وَفِیْ زَمَانِنَا لَا شَکَّ فِی الْکَرَاھَۃِ لِتَحَقُّقِ کَشْفِ الْعَوْرَۃِ وَقَدْ مَرَّ فِی النَّفَقَۃِ اور اشباہ کے احکامات مین ہے اور مکروہ ہے
عورت کیواسطے حمام مین جانا ایک قول مین اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت بیمار اور نفاس والی کو جائز ہے اور قول معتمد یہ ہے کہ مطلقًا کراہت نہین مین کہتا ہون اور ہمارے
زمانے مین مکروہ ہونے مین کچھ شک نہین ہے بے پردگی کے ثبوت سے اور النفقہ مین اسکا ذکر کتاب النفقہ مین مذکور ہو چکا وَالْحَجَّامِ لِاَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَاَعْطَی اَجْرَہٗ وَ
حَدِیْثُ النَّھْیِ عَنْ کَسْبِہٖ مَنْسُوْخٌ اور حجام یعنی پچھنے لگانیوالے کا اجارہ جائز ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خون نکلوایا پچھنے سے اور اوسکی مزدوری
دی اور کسب حجام کی حدیث نہی منسوخ ہے وَالظِّئْرِ بِکَسْرِ فَھَمْزٍ اَلْمُرْضِعَۃُ بِاَجْرٍ مُعَیَّنٍ لِتَعَامُلِ النَّاسِ بِخِلَافِ بَقِیَّۃِ الْحَیْوَانَاتِ لِعَدَمِ التَّعَارُفِ اور دایہ کا اجارہ
اجر معین پر جائز ہے بسبب رواج لوگون کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنی شیر نوشی کیواسطے گائے بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہین عدم رواج کے سبب سے شارح نے کہا
ظئر بکسر ظاء معجمہ و سکون ہمزہ دودھ پلانے والی عورت ہے وَکَذَا بِطَعَامِھَا وَکِسْوَتِھَا وَلَھَا الْوَسَطُ وَھٰذَا عِنْدَ الْاِمَامِ لِجَرَیَانِ الْعَادَۃِ بِالتَّوْسِعَۃِ عَلَی الظِّئْرِ
شَفَقَۃً عَلَی الْوَلَدِ اور اسیطرح دایہ کو نوکر رکھنا اوسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے اور اوسکے واسطے متوسط خوراک اور پوشاک یعنی نہ عمدہ نہ ناقص ہوگی
اور یہ جواز امام کے نزدیک ہے اسواسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کشائش کی عادت جاری ہے بچے کی محبت اور شفقت سے ہم فتاوی کبری مین ہے کہ
دایہ کے اجارہ مین تاقیت یعنی دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے انتہی اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک خوراک اور پوشاک پر اجارہ جائز نہین
اور یہی قیاس ہے اسواسطے کہ اجرت مجہول ہے امام کیطرف سے جواب یہ ہے کہ جب جہالت نزاع کی سبب نہو تو صحت کی مانع نہین ہے وَلِلزَّوْجِ اَنْ یَطَاَھَا لَا فِیْ
مِلْکِ اور دایہ کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہے برخلاف امام مالک کے کہ اونکے نزدیک جائز نہین لَا فِیْ بَیْتِ الْمُسْتَاْجِرِ لِاَنَّہٗ مِلْکُہٗ فَلَا یَدْخُلُ اِلَّا
بِاِذْنِہٖ دایہ کا شوہر قربت نکرے اوس سے مستاجر کے گھر مین اسواسطے کہ گھر مستاجر کا مملوک ہے تو اوس مین داخل نہو مگر اوسکے اذن سے وَالزَّوْجُ لَہٗ فِیْ
نِکَاحٍ ظَاھِرٍ اَیْ مَعْلُوْمٍ بِغَیْرِ الْاِقْرَارِ فَسْخُھَا مُطْلَقًا شَانَہٗ اِجَارَتُھَا اَوْ لَا فِی الْاَصَحِّ اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنی اوس نکاح مین جو معلوم ہے

حدیث ما راٰہ المومنون حسنا موقوف حسن

بدن اور زوجین کے بھی فسخ اجارہ جائز ہے قول اصح مین ہر طرح خواہ اجارہ زوجہ نے دیا ہے اوسکو عیب لگتا ہو یا نہو اوسکی شخصیت کے باعث لگتا ہو ولو غیر ظاہر بان
علم باقرارھما لان تعنتھما لان قولھما لا یقبل فی حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہو اسطرح کہ نکاح معلوم ہوا ہو دونون کے اقرار سے تو زوج اجارہ فسخ نہین کر سکیگا
اسواسطے کہ دونون کا قول مستاجر کے حق مین مقبول نہین وللمستاجر فسخھا بحبلھا ومرضھا وبفجورھا بان تفجر بیّناً وبفجور ذلک من الاعذار اور اسیطرح
کو دایہ کا فسخ اجارہ جائز ہے دایہ کے حاملہ ہوجانے سے اور اوسکی بیماری اور اوسکی ظاہر زناکاری اور مانند اسکے اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہے منجملہ عذرات کے
یہ ہے کہ لڑکا اوسکے دودھ کو قے کر ڈالتا ہو یا دایہ سارقہ ہو یا لڑکا اوسکا دودھ نہ پیتا ہو الحاصل جو امر صغیر کو مضر ہو تو اوسکا منع مستاجر کو پہنچتا ہے چنانچہ زمان
طویل دایہ کا غائب رہنا اور جو مضر نہو اوسکا منع جائز نہین اور اوسقدر اجارہ سے مستثنی ہوگا نماز کے اوقات کے مانند کذا فی الطحطاوی لا بکفرھا لانہ لا یضر
بالصبی اور فسخ اجارہ جائز نہین دایہ کے کفر سے اسواسطے کہ کفر اوسکا صغیر کو ضرر نہین کرتا ولو ماتت الصبی والظئر انتقضت الاجارۃ اور اگر لڑکا
مرگیا یا دایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا ولو ماتت ابوہ لا اور اگر صغیر کا باپ مرگیا تو اجارہ نہین ٹوٹتا ہم اسواسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہے اور اوسکے باپ کیواسطے
خواہ صغیر کا مال ہو یا نہو اور بعضون نے کہا بشرط مال صبی اجارہ باطل نہوگا وعلیھا غسل الصبی وثیابہ واصلاح طعامہ ودھنہ بفتح الدال ای طلیہ بالدھن
وھو معتبر فیما لا نص فیہ اور دایہ پر لازم ہے صغیر اور اوسکے کپڑون کا دھونا اور اوسکا کھانا درست کرنا اور اوسکے بدن مین تیل لگانا بسبب
رواج کے اور رواج کا اعتبار وہان ہے جہان نص شرع نہین شارح نے کہا دہن بفتح دال عبارت ہے تیل لگانے سے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کسی کام پر
اجارہ ہوا تو جو چیز اوس کام کی توابع سے ہو اور اجیر پر اوسکی شرط نہوئی ہو اجارہ مین تو اوسمین رواج کا اعتبار ہے کفایہ مین ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ صغیر کے
کپڑے کا گوہ پیشاب سے دھونا دایہ پر ہے اور میلے کپڑون کا دھونا اوسپر نہین اور جواہر الفتاوی مین اس قول کو صحیح تر کہا ہے اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہے
کہ دایہ طعام کو چبا کر صغیر کو دے اور ایسی چیز نکھائے جس سے دودھ فاسد ہوجائے اور اوسپر صغیر کا کھانا پکانا بھی لازم ہے کذا فی الطحطاوی لا یلزمھا ثمن
شئی من ذلک وما ذکر محمد من ان الدھن والریحان علیھا فعادۃ اھل الکوفۃ اور دایہ پر لازم نہین ان چیزون کا ثمن یعنی تیل وغیرہ کا اور یہ جو محمد
نے ذکر کیا ہے کہ تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہے سو اہل کوفہ کی عادت تھی وھو ای ثمنہ واجرۃ عملھا علی ابیہ ان لم یکن لہ للصغیر مال والا ففی مالہ
لانہ کالنفقۃ اور وہ یعنی تیل وغیرہ کا ثمن اور اوسکے دودھ پلانے کی اجرت اوسکے باپ پر ہے اگر صغیر کا مال نہو اور اگر اوسکا مال ہو میراث یا ہبہ سے تو اوسکا
ثمن صغیر کے مال مین ہوگا اسواسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہے فاذا ارضعتہ بلبن شاۃ او غذتہ بطعام ومضت المدۃ لا اجر لھا سو جب کہ دایہ نے
لڑکے کو بکری کا دودھ پلایا یا اوسکو کھانے کی غذا دی اور مدت گذر گئی تو اوسکی اجرت نہین لان الصحیح ان المعقود علیہ ھو الارضاع والتربیۃ لا اللبن
والتغذیۃ عنایہ اسواسطے اجرت نہین کہ قول صحیح یہ ہے کہ جسپر عقد اجارہ واقع ہوا ہے وہ آدمی کا دودھ پلانا ہے اور پرورش مطلق دودھ اور غذا دینا
کذا فی العنایۃ بخلاف ما لو دفعتہ الی خادمتھا حتی ارضعتہ او استاجرت من ارضعتہ حیث تستحق الاجرۃ الا اذا اشترط ارضاعھا علی
الاصح شرنبلالیہ عن الذخیرۃ برخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو اپنی خادم لونڈی کو دیا اوسنے اوسکو دودھ پلایا یا دایہ نے اوس عورت کو جاکر
رکھا جسنے صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی مگر جب کہ خود دایہ کا دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ مین تو غیر کے دودھ پلوا دینے سے مستحق اجرت
کی نہوگی بقول اصح کذا فی الشرنبلالیہ عن الذخیرۃ ہم فتاوی عالمگیری مین ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہے یہ اصح پھر فتاوی صغری سے منقول ہے کہ قول اوجہ
یہ ہے کہ مستحق اجرت ہوگی انتہی جب کہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھکے دودھ پلوادے تو دایہ پوری اجرت پاویگی اور دوسری عورت کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی
کذا فی الطحطاوی ولو آجرت نفسھا لذلک لقوم آخرین لم یعلم الاولون فارضعتھما وفرغت اثمت ولھا الاجر کاملا علی الفریقین لشبھھا بالاجیر
الخاص والمشترک وتمامہ فی العنایۃ اور اگر دایہ نے اوسواسطے یعنی دودھ پلانے کیواسطے اپنی ذات اجارہ دی دوسری قوم کو اور پہلے مستاجرون کو اجارہ ثانیہ
معلوم نہین ہوا اوسنے دونون لڑکون کو دودھ پلایا اور فارغ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گنہگار رہوگی اور اوسکی پوری اجرت لازم ہوگی دونون فریق پر بسبب
مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص اور اجیر مشترک سے اور پورا اسکا بیان عنایہ مین ہے ہم اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہہ کی نوکری معلوم ہوئی تو دایہ گنہگار نہوگی

اجیر مشترک کے ساتھ تشابہ کی یہ وجہ ہے کہ دایہ کو ایفاء عمل دونوں جگہ ممکن ہے خیاط کے مانند اور صحیح قول شرح اسبیجابی میں یون مذکور ہے کہ اگر دایہ کے گھر مین صغیر کو دودھ پلائے تو دایہ اجیر مشترک ہے اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر مین رکھا تو وہ اجیر خاص ہے کذا فی الطحطاوی لا تصح الاجارۃ لعسب التیس وھو نزوہ علی الاناث صحیح نہین اجارہ بکرے کی جفتی کا یعنی نر بکرے کے دام لینے کا مادہ پر گابھن کرنے کیواسطے ھم بعضے لوگ پانچ یا دس روپے دیکر عمدہ گھوڑے کو گھوڑیون پر چھوڑتے ہین بچہ لینے کیواسطے سو جائز نہین حدیث شریف مین اس اجرت کو اور قحبہ کی خرچی کو حرام فرمایا ہے اور اسواسطے کہ گابھن کرنے پر قدرت حاصل نہین تو اوسپر اجرت لینا جائز نہوگا حاشیہ چلپی مین ہے اور اگر یہ فعل بطریق عاریت کے ہو تو مستحب ہے چنانچہ حدیث مین وارد ہے ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاھی لو اخذ بلا شرط یباح اور نہ اجارہ صحیح ہے گناہون کیواسطے چنانچہ راگ اور نوحہ گری اور باجون کیواسطے اور اگر بلا شرط اجرت لے تو مباح ہے ھم نوحہ گری یہ کہ میت پر رو دے اور اوسکی خوبیان بیان کرے اور ملاہی سے مراد باجے ہین چنانچہ مزامیر اور طبل وغیرہا یعنی لہو ولعب کا طبل اور اگر غازیون کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہے اور اسی طرح طبل قافلہ درست ہے منتقی مین ہے کہ مال کسب کیا نوحہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اوسکے مالکون کو پھیرے اگر وہ لوگ معلوم ہون اور نہین تو اوسکو خیرات کرے اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہے امام ہندوانی نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہین اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے انتہی اور ہمارے زمانے مین یہی قول بالیقین ماخوذ ہے اسواسطے کہ یہ خوب معلوم ہے کہ گانیوالے اور بجانیوالے بدون اجرت کے نہین جاتے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ ویفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قبل فیجب المسمی بعقد واجر المثل اذا لم یذکر مدۃ شرح وھبانیۃ من الشرکۃ ویحبس بہ بہ یفتی اور نہ اجارہ صحیح ہے طاعتون کیواسطے مانند اذان اور حج اور امامت اور تعلیم قرآن اور تعلیم فقہ کے اور آج یعنی اس زمانے مین فتوی دیا گیا صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان کیواسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی اوس مال کے دینے پر جو اوسنے قبول کیا ہے تعلیم قرآن وغیرہ کے واسطے تو اجرت معین عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جب کہ مدت اجارہ مذکور نہوئی ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ من کتاب الشرکۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے نہ دینے سے قید کیا جائے اسی قول کا فتوی ہے ھم اصل یہ ہے کہ عبادات پر اجارہ جائز نہین لیکن متاخرین مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر نوکری کرنیکا فتوی دیا ہے اس دلیل سے کہ زمانہ سابق مین اہل علم کی معاش بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اس وقت مین اسلام ضعیف ہوگیا امور مذکورہ سب برہم ہوگئے اور اہل علم تحصیل معاش مین مشغول ہوئے اور وہ لوگ دیندار کم ہو گئے جو للہ تعلیم کرین تو اگر تعلیم بالاجر کی فتح باب نہو تو قرآن اور فقہ مفقود ہو جاتین لہذا جواز اجارہ مذکورہ کا فتوی ہوا اور مشائخ مذکورین نے فرمایا کہ احکام مختلف ہوجاتے ہین زمانے کے اختلاف سے کذا فی المنح وغیرہ تو زمانہ سابق مین اجارہ مذکورہ بدلیل مسطور جائز نہ تھا اور اس زمانے مین جائز ہے بوجہ مذکور واللہ اعلم اور تعلیم کتابت وطب اور تعبیر کی نوکری بالاتفاق جائز ہے ویجبر علی دفع الحلوۃ المرسومۃ ھی ما یھدی للمعلم علی رأس بعض سور القرآن سمیت بہا لان العادۃ اھداء الحلاوی اور معلم قرآن کے نوکر رکھنے والے پر شیرینی مرسوم کے دینے پر زبردستی ہوگی شیرینی سے مراد وہ چیز ہے جو معلم کو دیجاتی ہے قرآن شریف کی بعضی سورتون کے شروع کرنے پر چنانچہ سورۂ تبارک اور فتح اور یس پر نام اسکا شیرینی رکھا اسواسطے ہوا کہ شیرینی ہدیہ دینے کی عادت ہے ھم طحطاوی نے کہا شاید کہ سابق یہ عادت تھی اور اب متروک ہے یا بعضے بلاد مین ہے ولو دفع غزلا لآخر لینسجہ لہ بنصفہ ای بنصف الغزل او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثورا لیطحن برہ ببعض دقیقہ فسدت فی الکل لانہ استاجرہ بجزء من عملہ والاصل فی ذلک نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قفیز الطحان وقدمناہ فی بیع الوفاء اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تاکہ اسکو بن دے اوسکی نصف پر یعنی اسی نصف سوت کی مزدوری پر یا خچر کرایہ کو لیا تاکہ اوسکا اناج لادے بعض اناج مذکور کے کرایہ پر یا بیل کرایہ لیا تا اوسکے گیہون پیس دے بعض اوسکے آٹے کی مزدوری پر تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض عمل سے یعنی بنا کپڑا اور طعام محمول اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اوسی سے اوسکی مزدوری ٹھہری اور یہ جائز نہین اور اصل اس باب مین قفیز طحان کی حدیث ہے اور اسکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین بیع الوفا کے باب مین ھم وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پر قادر ہو اور ان صورتون مین قادر نہین بلکہ عاجز ہے یعنی بعض منسوج یا محمول یا مطحون کی تسلیم سے عاجز ہے اسواسطے کہ حصول اسکا اجیر کے فعل پر ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے قادر نہین شمار ہوتا

ہدایہ میں کہا ہے کہ یہ اصل کبیر ہے یعنی قاعدہ کلیہ کثیر الفروع ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ میں بھر تیل پیلنے کا اجارہ کیا سیر بھر تیل کی مزدوری پر یا زمین دی
تا دوسرا شخص اوسمیں درخت لگاوے اس شرط پر کہ زمین اور درخت موجر اور مستاجر میں نصفا نصف ہو تو اجارہ جائز نہیں درخت صاحب زمین کا ہوگا اور اوسپر قیمت درخت
کی لازم ہوگی اور اجرت اوسکے عمل کی اور اسیطرح روئی کا کتوانا کچھ سوت پر اور کپاس نکالنا کپاس کے کھیت سے نصف کپاس یا کم و بیش پر اور جوار یا جو ریکا مانڈنا یعنی
بالیون سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گیہون کا کھیت پختہ کاٹنا نصف پر اور مانند اسکے اور اجارات جائز نہیں ہیں کذا فی المحیط و عن المشایخ قفیز طحان کی صورت
یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بیل اجارہ لے گیہون کے پیسنے کیواسطے اس شرط پر کہ بیل کے مالک کی مزدوری ایک قفیز آٹا ہی اوسی گیہون سے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا
اونٹ اور کپھال اجارہ لی پانی لانے کیواسطے اس شرط پر کہ جسقدر اسمین اللہ تعالی روزی دے وہ دونون مین نصفا نصف ہی تو اجارہ فاسد ہی پھر اگر کپھال مین پانی
اونٹ پر لادا دیگا اور بیچیگا تو تمام ثمن عامل کا ہوگا اور عامل پر اونٹ اور کپھال کی اجرت مثل لازم ہوگی اور اسیطرح اگر جال لیا شکار کرنے کیواسطے اس شرط پر کہ جسقدر
شکار حاصل ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہے تو جسقدر شکار ملیگا وہ شکار کرنیوالیکا ہی اور جال کی اجرت مثل اوسپر واجب ہوگی اور اگر گائی یا مرغیا دوسرے
شخص کو چرانے کیواسطے دین اس شرط پر کہ جسقدر دودہ اور انڈے ہون وہ دونون مین نصفا نصف ہی تو اجارہ فاسد ہے دودہ اور انڈے مالک کے ہین اور چرانے والے کو چرائی کی
اجرت مثل ملیگی اور اگر اوسنے اپنا چارہ دیا تو اوسکی قیمت پاویگا اور نصفا نصف ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ نصف گائون اور مرغیون کو اوسکے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کردے تو اب جو
پیدا ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا ایک شخص کا مدیون ہے دوسرے شہر مین ہوا اوسنے مزدور سے کہا کہ اوسکے پاس جا اور میرا مال حاصل کر پھر جب تو مال مذکور لاویگا تو تجکو
دس درہم دونگا اوسی مال سے پھر وہ گیا اور مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درم کا اشتراط مال مقبوض سے شرط فاسد ہے اسواسطے کہ بمعنی قفیز طحان کے ہے
کذا فی العالمگیریہ ہم جمیع مسائل مذکورہ قفیز طحان مین داخل ہین والحیلۃ ان یفرز له الاجر اولا او یسمی قفیزا بلا تعیین ثم یعطیه قفیزا منه فیجوز اور
مسائل مثنی مین جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اوسکی اجرت پہلے سے جدا کردی یعنی جائک کو سوت اور حمال کو طعام قبل از تنسیج و حمل دے یا قفیز طحان کی صورت مین ایک قفیز
آٹا اجرت مقرر کرے بلاتعیین یعنی یون نکہے کہ اس گیہون کا آٹا پھر اوسکو ایک قفیز آٹا اوسکے پیسے آٹے سے دے ہم اسواسطے کہ جب آٹا معین گیہون کیطرف منسوب
نہوا تو مستاجر کے ذمہ دین واجب ہوا اور اجرت کا جسطرح مشار الیہ ہونا جائز ہے اوسیطرح اوسکا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہے پھر جب کہ یہ جائز ہوا تو مستاجر
کو اختیار ہے کہ اوسی گیہون کے آٹے سے اجرت مذکورہ دے کذا فی العالمگیریہ عن المحیط ولو استاجرہ لیحمل له نصف ہذا الطعام بنصفہ الآخر لا اجر له
اصلا لصیرورتہ شریکا اور ایک شخص سے اجارہ کیا اسکا کہ مالک کا یہ نصف غلہ لادے بعوض نصف ثانی کے تو اجیر کیواسطے اصلا اجرت نہین یعنی نہ اجر
مسمی نہ اجر مثل بسبب ہوجانے اجیر کے شریک ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ مثلا زید کا من بھر یعنی چالیس سیر غلہ ہے اوسنے خالد سے کہا کہ بیس سیر لادلیچل اور بیس سیر باقی
اپنی اجرت مین لے سو اوسنے فوراً اسی لا ڈالا تو اوسکی کچھہ مزدوری ثابت نہوگی کیونکہ خالد زید کا شریک ہوگیا زیلعی نے کہا اور جو شخص اوس غلہ کو لادے جو اوسمین اور اوسکے غیر مین
مشترک ہو وہ مستحق اجرت نہین ہوتا ہے اسواسطے کہ جو عمل اپنے شریک کیواسطے کریگا تو بعض عمل اپنی ذات کیواسطے بھی واقع ہوگا لہذا مستحق اجرت نہوگا وما استشکلہ
الزیلعی اجاب عنه المصنف اور جو زیلعی نے مسئلہ مذکورہ مین اشکال بیان کیا ہی مصنف نے اوسکا جواب دیا ہے یعنی اپنی شرح مین ہم زیلعی نے اس مسئلہ مین دو اشکال
ذکر کئے ہین اشکال اول یہ کہ یہ اجارہ تو فاسد ہے اور حالانکہ اجارہ صحیحہ مین اجرت فقط عقد سے مملوک نہین ہوتی تو یہان بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکر اجیر مالک ہوگا
یعنی جب اجیر مالک ٹھہرا تو شریک کیونکر ہوگا اشکال ثانی یہ ہے کہ عدم استحقاق اجرت اور ملک مین منافات ہے پھر جب اجیر مستحق اجرت نہوا تو کون سبب سے مالک ہوگا مصنف نے
اول اشکال کا جواب یون دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت مین مفروض ہے اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہے جیسے اشتراط تعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہے اور اشکال ثانی کا
یون جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق مین منافات نہین اسواسطے کہ ملک فی الحال کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا مین اجیر اجرت کا مالک ٹھہرتا ہے بموجب عقد اور تسلیم اجرت
کے اور عدم استحقاق کا مطلب یہ کہ اجرت کا مستحق نہین ہے بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل باوجود مالک ہوجانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ شریک ہوگیا مالک کا غلہ
مین قبل ایفا معقود علیہ کے تو دونون مطلبون مین منافی نہوئی بلکہ اول مؤدی ہے ثانی کیطرف انتہی لیکن اس جواب مین خلل یہ ہے کہ یہ عقد فاسد ہے اور فاسد مین بدون عمل کے
اجرت واجب نہین ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہین ہوا اور یہ بھی ہے کہ تعجیل نہین ہوسکتی بدون جدا کر دینے اجرت کے اور حالانکہ یہ واقع نہین ہی لہذا البعض فضلا نے کہا

سکہ تلک فی المحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہے تو تقدیر کلام یون ہے کہ اگر صورت مفروضہ مین اجرت واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوتا اجرت کا فی المحال تعجیل کے
کذا فی الطحطاوی مختصرا قال وصححوا بان دلالۃ النص لا عموم لها فلا یخصص عنها شیئ بالعرف کما زعمہ مشایخ بلخ مصنف نے اپنی شرح مین کہا ہے
علمانے تصریح کی ہے کہ دلالۃ النص مین عموم نہین ہے تو دلالۃ النص سے کسی چیز کی تخصیص نہوگی جیسا کہ مشائخ بلخ نے گمان کیا ہے ہم زیلعی مین ہے کہ مشائخ بلخ اور نسفی نے
حمل طعام کو بعض محمول اور نسج ثوب کو بعض منسوج کی اجرت پر جائز رکھا ہے اپنے اہل بلاد کے تعامل اور رواج کے سبب سے اور جو اسکو جائز نہین جانتا وہ اسکو
بقفیز طحان پر محمول کرتا ہے حالانکہ قیاس متروک ہوجاتا ہے تعامل سے اور اگر یون کہیے کہ عدم جواز بطریق قیاس کے نہین بلکہ قفیز طحان کے نص اوسکو شامل ہے باعتبار دلالت
کے تو نص مخصوص ہوجاتی ہے تعامل اور عرف سے کیا تو نہین جانتا کہ استصناع مین قیاس متروک ہے اور قول عدم شرعیہ ہے اوسکی تخصیص ہوگئی ہے تعامل کے سبب سے
اور ہمارے مشائخ اس تخصیص کو جائز نہین رکھتے ہین اسواسطے کہ یہ ایک اہل شہر کا رواج ہے اور اس سے حدیث قفیز طحان کی مخصوص نہین ہوتی بخلاف استصناع کے
کہ اوسکا رواج جمیع بلاد مین ہوگیا ہے اور ایسے رواج سے البتہ قیاس متروک ہوجاتا ہے اور حدیث اور اثر مخصوص ہوتا ہے انتہی اور عنایہ مین ہے اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس
کو ترک نہین کرتے بلکہ دلالۃ النص سے بعض یا فی معنی قفیز الطحان کو تعامل اور رواج کے سبب سے مخصوص کرتے ہین چنانچہ مشائخ بلخ نے کیا ہے ہین تخصیص
کی ہے اپنی شہر کے رواج سے مین کہتا ہون دلالۃ النص مین عموم ہی نہین کہ اوسکو مخصوص کیجیے کذا فی الطحطاوی او استاجر خبازا لیخبز له کذا قفیزا من دقیق
الیوم بدرهم فسدت عند الامام لجمعه بین العمل والوقت ولا ترجیح لاحدهما فیفضی الی المنازعۃ حتی لو قال فی الیوم او علی ان یفرغ منه الیوم
جازت اجماعا یا نان بائی سے اجارہ کیا کہ اوسکو اتنے آٹے مثلا ایک قفیز بھر آٹے کی آج روٹی پکادے ایک درم کی مزدوری پر تو اجارہ فاسد ہے امام کے نزدیک بسبب
ملا دینے مستاجر کے عمل اور وقت کو اور دونون مین ایک امر کو ترجیح نہین تو جھگڑا ہوگا تو اگر بجای الیوم کے فی الیوم کہے یا اس شرط پر اجارہ کرے کہ اجیر ان روٹی سے آج
فرغت پاوے تو اجارہ جائز ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے ہم جب عمل اور وقت مین اجتماع ہوا تو دونون اجارہ کی لیاقت رکھتے ہین اور کوئی اونمین سے اولی نہین تو جہالت
باعث نزاع مفسد عقد ہے اور اگر فی الیوم کہیگا تو وہ ظرف ہوگا اور مظروف ظرف کا مستغرق نہین ہوتا تو گویا یون کہا کہ اگر بعض یوم مین تو فرغت ہو سو یہ
قول تعجیل کا مقید ہے تو زیادتی ہی معقود علیہ ٹھہری بخلاف لفظ الیوم کذا فی العنایہ مختصرا او ارضا بشرط ان یثنیها ای یحرثها مرتین او یکری انهارها
العظام او یسرقنها لبقاء اثر هذه الافعال لرب الارض فلو لم یبق لم تفسد یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اوسکو دوبار جوتے
یا اس شرط پر کہ زمین کی بڑی نہرون کو کھودے اور صاف کر دے یا زمین مین مستاجر پانس ڈالے تو اجارہ فاسد ہے بسبب باقی رہنے ان کامون کے اثر کے مالک زمین کے
واسطے تو اگر انکا کچھ اثر باقی نرہے تو اجارہ فاسد نہوگا ہم دوبار جوتنے سے مراد یہ ہے کہ ایکبار مستاجر اپنی زراعت کیواسطے جوتے اور دوسری بار
مدت اجارہ کے بعد پھر جوت دے اور انہار عظام کی قید اسواسطے لگائی کہ جداول یعنی نالیونکو کھودنے کی شرط زراعت مستاجر کے نتیجے کیواسطے مفسد اجارہ
نہین اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر شرط اجارہ کی مناسب ہے وہ مفسد نہین اور اجارہ اراضی کا فقط مستاجر کے منفعت کیواسطے ہوتا تو جس فعل مین فقط مستاجر کا منفع
ہو چنانچہ جوتنا اور بونا اور سینچنا تو وہ مناسب عقد ہے اور جس فعل سے فقط موجر کو فائدہ ہو مستاجر کو وہ شرط منافی عقد ہے اور وہی مفسد اجارہ ہے چنانچہ نہر عظیم کا
کھودنا اور بعد مدت اجارہ پانس ڈالنا اور زمین کو جوت کر موجر کو دینا کذا فی الطحطاوی او بشرط ان یزرعها بزراعۃ ارض اخری لما بینا ان المجانس بانفرادہ یحرم
النساء یا اس شرط سے اجارہ لیا کہ مستاجر زمین مین زراعت کرے دوسری زمین کی زراعت کی اجرت پر یعنی اجرت زراعت یہ مقرر ہو کہ موجر مستاجر کی زمین مین زراعت
کرے تو اجارہ فاسد ہے اسواسطے کہ آگے مذکور ہوگا کہ فقط اتحاد جنس یعنی بلا تحقق مقدار ادھار کو حرام کر دیتا ہے ہم مراد یہ ہے کہ ایک نوع کا اجارہ دوسری ہمجنس نوع سے
چنانچہ اجارہ سکنی کا سکنی سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے اور شارح کی تعلیل مین اعتراض ہے کہ حرمت ادھار کی مقدرات مین ہے اور یہاں مقدرات مین گفتگو نہین تو
بہتر تعلیل یہ ہے کہ اجارہ خلاف قیاس جائز ہوا ہے حاجت کیواسطے اور متحد الجنس منفعت کے اجارہ مین کچھ حاجت نہین تو اپنی اصل پر ناجائز باقی رہا بخلاف
مختلف الجنس اور اتحاد جنس مین اگر استیفا منفعت ہوگا تو ظاہر الروایۃ مین اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الزیلعی بتصرف وقوله فسد جواب الشرط وهو
قوله ولو دفع الخ اور ماتن کا یہ قول یعنی فسد کا لفظ جواب ہے اس شرط کا یعنی ولو دفع غزلا الخ کا یعنی شرط مذکور اور اوسکے بیچ معترضہ کلام ہے

آداب کے احکام میں الاجیر علی ضربین مشترک و خاص مزدور دو قسم پر ہیں ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص فالاول من یعمل للعامۃ لا لواحد کالخیاط ونحوہ
تو اول یعنی اجیر مشترک وہ ہے جو سب کا کام کرے نہ فقط ایک شخص کا کرے جیسا کہ درزی اور مانند اسکے جیسا کہ رنگریز اور دھوبی کہ بہت شخصوں کے کپڑے دھوتا ہے نہ فقط ایک
شخص کے او یعمل لہ عملاً غیر موقت بان استاجرہ للخیاطۃ فی بیتہ غیر مقیدۃ بمدۃ کان اجیرا مشترکا وان لم یعمل لغیرہ یا اجیر مشترک وہ ہے جو ایک
شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت جیسا کہ مستاجر نے درزی کو سینے کے واسطے رکھا اپنے گھر میں بلا قید مدت تو اس صورت میں درزی اجیر مشترک ہوگا اگرچہ درزی
غیر مستاجر کا کام نہ کرے او موقتا بلا تخصیص کان استاجرہ لیرعی غنمہ شہرا بدرہم کان مشترکا الا ان یقول ولا ترعی غنم غیری وسیتضح یا اجیر مشترک
وہ ہے جو کام وقت بلا تخصیص کرے جیسا کہ ایک شخص کو اجارہ لیا اپنی بھیڑ بکریوں کے چرانے کے واسطے ایک مہینہ درم کی مزدوری پر تو عدم خصوصیت مستاجر وہ اجیر
مشترک ہوگیا مگر یہ کہ مستاجر نے کہا ہو کہ نہ چرانا میرے سوا اور شخص کی بکریوں کو اور آگے یہ ظاہر ہوگا وہی جو اہر الفتاوی استاجرہ لیکنس ثوبا
ثم اجرہا لکنایۃ نفسہ من آخر لا یصح کالا العقد بین لان المعقود علیہ العمل لا المنفعۃ اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ جولاہے کو اجارہ لیا تاکہ اپنے
گھر اوس جولاہے نے اپنی ذات کا دوسرے شخص سے اجارہ کیا تو دونوں عقدین صحیح ہیں اسواسطے کہ معقود علیہ عمل ہے نہ منفعت ولا یستحق المشترک الاجر حتی
یعمل کالقصار ونحوہ کالقتال والحمال والملاح والدلال اور اجیر مشترک اجرت کا مستحق نہ ہوگا جبتک عمل نہ کرے جیسا کہ دھوبی اور مانند اوسکے جیسا کہ رسی
بٹنے والا اور بوجھ لادنے والا اور ملاح اور دلال وله خیار الرؤیۃ فی کل عمل یختلف باختلاف المحل مجتبی اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد اختیار ہے
ہر ایک اوس عمل میں جو مختلف ہوجاتا ہے محل بدلنے سے کذا فی المجتبی ہم مجتبی میں ہے کہ دھوبی نے ثوب مرد کے دھونے کی شرط کی ایک درم کی اجرت پر اور
وہ راضی ہوگیا پھر جب ہرولی نے کپڑا دیکھا تو دلا میں راضی نہیں ہوں تو یہ اوسکو حاصل ہے اور اسیطرح درزی کا حکم ہے اور اصل یہ ہے کہ جو کام کہ مختلف ہوجاتا ہو
محل کے اختلاف سے اوسمیں خیار الرؤیت ہو محل کے دیکھنے کے بعد اور جو مختلف نہیں اوسمیں اجیر کو خیار نہیں جیسا کہ معین گیہوں کا کیل کرنا یا مستاجر کے غلام
کی حجامت کذا فی المنح ولا یضمن ما ہلک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان لان شرط الضمان فی الامانۃ باطل کالمودع وبہ یفتی کما فی عامۃ المعتبرات وبہ جزم
اصحاب المتون فکان ھو المذہب خلافا للاشباہ اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اوس چیز کا جو اوسکے پاس تلف ہوگا اگرچہ اوسپر تاوان دینے کی شرط
ہوگئی ہو اسواسطے کہ تاوان شرط کرنا امانت میں باطل ہے جیسے محافظ ودیعت پر شرط تاوان باطل ہے اور اسی قول کا فتوی ہے جیسا کہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے اور اسی قول پر
مصنفین متون نے یقین کیا ہے تو یہی مذہب ٹھہرا برخلاف اشباہ کے ہم اشباہ میں ہے کہ اگر تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر بالاجماع تاوان ہے انتہی امام کا یہی مذہب ہے کہ
اجیر مشترک پر ضمان نہیں خواہ ایسے سبب سے تلف ہوا ہو جس سے بچنا ممکن ہو جیسا کہ سرقہ یا ممکن نہو جیسا کہ آتش زدگی اور غارت گری اور یہ قول مروی ہے فاروق رض
اور مرتضی سے اور صاحبین نے کہا کہ اوسپر تاوان ہے مگر جس امر سے احتراز ممکن نہیں تو ہاں ضمان نہیں اور یہ قول بھی مروی ہے فاروق اور مرتضی رض سے زیلعی میں ہے کہ
صاحبین کے قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ پیشہ ور دغاباز ہو گئے ہیں اور لزوم تاوان سے لوگوں کے اموال محفوظ رہیں گے اور خانیہ اور محیط اور تتمہ میں ہے کہ امام کے قول پر
فتوی ہے تو اس مسئلہ میں فتوی مختلف ٹھہرا کذا فی الطحطاوی وافتی المتاخرون بالصلح علی نصف القیمۃ اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتوی دیا ہے ہم ظہیریہ
میں ہے کہ چونکہ ضمان اور عدم ضمان اجیر مشترک میں صحابہ مختلف ہیں لہذا متاخرین نے نصف قیمت کی صلح پر فتوی دیا انتہی بزازی نے کہا اور بعضوں نے زبردستی صلح پر فتوے
دیا ہے تا دونوں قولوں پر عمل ہو یعنی جب دس درم کی قیمت والی چیز کی پانچ درم پر صلح ہوئی تو ہر نصف میں ایک قول پر عمل ہوا اسواسطے کہ ایک نصف ساقط ہوا اور ایک
نصف واجب کذا فی الطحطاوی وقیل ان الاجیر مصلحا لا یضمن وان بخلافہ یضمن وان مستور الحال یؤمر بالصلح عمادیہ اور بعضوں نے کہا کہ اگر اجیر مشترک
دیندار نیکوکار ہو تو اوسپر تاوان نہیں اور اوسکے برخلاف ہو یعنی فاسق بے باک ہو تو تاوان اوسپر ہے اور اگر اوسکی نیکوکاری اور بدکاری کا حال مخفی ہو تو صلح کا
حکم ہو کذا فی العمادیہ قلت وھل یجبر علیہ حرر فی تنویر البصائر نعم کما تمت منہ فی وسط البحر اذا البحریۃ تبقی الاجارۃ بالجبر میں کہتا ہوں اور صلح
کیا زبردستی کیجاوے یا نہیں تنویر البصائر میں تحریر کی ہے کہ ہاں زبردستی ہوگی صلح پر مانند اوس شخص کے کہ اوسکی مدت اجارہ پوری ہوگئی سمندر کے درمیان یا جنگل کے
بیچ تو اجارہ باقی رکھا جاویگا زبردستی ہم طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار میں مذکور ہے کہ زبردستی صلح کے قائل یعنی ظہیر الدین نے اپنے اس قول کو ترک کیا ہے اور علمانے

سمرقند کا فتوی جواز صلح پر ہے بالاجر ویضمن ما ہلک بعملہ کتخریق الثوب من دقہ وزلق الحمال وغرق السفینۃ من مدہا جاوز المعتاد ام لا بخلاف الحجام
دیکھو کہا یاتی عمادیہ اور اجیر مشترک پر اوسکا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہوگیا اوسکے عمل سے جیسے پھاڑنا کپڑے کا دھوبی وغیرہ کے کوٹنے سے اور پانو
رپٹنا حمال کا اور ڈوبنا ناو کا ملاح کے کھینچنے سے خواہ مکان معتاد سے بڑھا ہو یا نہ بڑھا ہو بخلاف حجام وغیرہ کے چنانچہ آگے مذکور ہوگا کذا فی العمادیہ ھم غرق کشتی
میں کھینچنے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کشتی آندھی یا موج یا اوسپر کسی چیز کے گرنے یا پہاڑ کی ٹکر سے غرق ہوگی تو امام کے نزدیک تاوان نہ لازم ہوگا والفرق
بین الدرہ وغیرہا علی خلاف ما بحثہ صدر الشریعۃ فتامل اور دھوبی وغیرہ اور حجام وغیرہ کا فرق درر وغیرہا میں صدر الشریعہ پر خلاف بحث کے مذکور ہے
سو تامل کر ھم حاصل تقریر درر یہ ہے کہ کپڑے کی مضبوطی اور باریکی سے دھوبی اپنی انکل سے دریافت کرسکتا ہے کہ کپڑا متحمل کوٹنے کا ہے یا نہیں لہذا اوسکے فعل میں
سلامتی شرط ہوئی بخلاف فصد اور حجامت کے کہ وہ قوت طبیعت اور ضعف پر مبنی ہے تو حجام اور فصاد اوسکو دریافت نہیں کرسکتا لہذا اوسکے فعل میں سلامتی شرط
نہیں صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا یہ جو فقہا نے کہا ہے کہ جو اجیر فعل سے تلف ہو تو اوسپر تاوان ہے یہ کہنا ہو لائق یہ کہ اوسکے فعل سے وہ فعل مراد ہو جسمین مقدار
معتاد سے تجاوز واقع ہوگیا ہو چنانچہ حجام کے عمل میں عدم تاوان عدم تجاوز عن المعتاد مراد ہے لکن قوی القہستانی قول صدر الشریعۃ فتامل لیکن قہستانی نے
صدر الشریعۃ کے قول کی تقویت کی ہے محیط وغیرہ کا قول نقل کرکے تو خبردار رہنا ھم شارح نے اس تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور جو قہستانی
نے محیط وغیرہ سے منقول ہے وہ آسان تر اور لائق تر بشریعت ہے کذا فی الطحطاوی وفی المنیۃ ھذا اذا لم یکن رب المتاع او وکیلہ فی السفینۃ فان کان لا یضمن
اذا لم یجاوز المعتاد لان محل العمل غیر مسلم الیہ اور منیہ میں ہے کہ یہ یعنی کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اوسوقت ہے جب کہ اسباب کا مالک یا اوسکا
وکیل کشتی میں موجود نہو اور اگر موجود ہو تو ملاح پر ضمان نہو گا جب کہ وہ حد معتاد سے تجاوز نہو گیا ہو اسواسطے کہ عمل کا محل ملاح کیطرف غیر مسلم ہے یعنی فقط
اجیر ہی کا ان نہیں بلکہ صاحب متاع یا وکیل اوسکا بھی وہان ہے تو قصور فقط اوسیکی طرف منسوب نہو گا وفیہا حمل رب المتاع متاعہ علی الدابۃ ورکبہا فساقہا
المکاری فعطبت وفسد المتاع لا یضمن اجماعا اور منیہ میں ہے کہ اسباب کے مالک نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور اوسپر سوار رہا پھر اوسکو کرایہ والے نے ہانکا اور وہ
ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور اسباب تباہ ہوگیا تو اوسپر تاوان نہیں بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ محل عمل اوسی کیطرف مسلم نہیں قلت وقدمنا عن الاشباہ معزیا للزیلعی
ان الودیعۃ باجر مضمونۃ فلیحفظ میں کہتا ہون کہ ہمنے اشباہ سے نسبت بزیلعی مقدم مذکور کیا ہے کہ ودیعت بعوض اجرت کے لازم الضمان ہوجاتی ہے تو اسکو یاد رکھنا
چاہیے ھم طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کے مناسبت اس مقام میں مجکو معلوم نہیں ہوئی ولا یضمن بہ بنی ادم مطلقا ممن غرق فی السفینۃ او سقط عن الدابۃ
ان کان یستمسک او قودہ لان الادمی لا یضمن بالعقد بل بالجنایۃ ولا جنایۃ لاذنہ فیہ جو آدمی ناو میں ڈوب گئے اونکا تاوان یعنی دیت لازم نہیں ہے ملاح پر
ہر طرح خواہ آدمی صغیر ہو یا کبیر بقول صحیح کذا فی الزیلعی یا آدمی گر پڑا جانور سے تو تاوان نہیں اگرچہ مکاری کے جانور ہانکنے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اسواسطے کہ آدمی
کا خون بہا عقد سے لازم نہیں ہے تا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہے اور یہان جنایت نہیں اسواسطے کہ اوسکا اذن ہے اسمین یعنی کشتی چلانے اور جانور ہانکنے میں وان انکسر
فی الطریق ان شاء المالک ضمن الحمال قیمتہ فی مکان حملہ ولا اجر او فی موضع الکسر واجرہ بحسابہ اور اگر مٹکا راہ میں ٹوٹ گیا
کیا اگر مالک چاہے حمال سے تاوان لے اوس قیمت کا جو مٹکے کی تھی جس کے مکان میں اور اوسکو اجرت نہ دے یا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب
کے موافق اوسکی اجرت دے یعنی اگر نصف راہ چل گیا ہو تو نصف اجرت اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے وھذا لو انکسر بصنعہ ولا بان انہدم المنا
فانکسر فلا ضمان خلافا لہما اور یہ تاوان اوس صورت میں ہے اگر مٹکا اوسکے فعل اور کرتب سے ٹوٹا ہو اور اگر ایسا نہو یعنی لوگوں نے اوسپر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ
گیا ہو تو حمال پر تاوان نہیں بخلاف صاحبین ھم صاحبین نے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان واجب ہے اور اجرت اوسکی لازم ہے اور مالک کو اختیار مذکور نہیں ہے
کذا فی الطحطاوی ولا ضمان علی حجام وبزاغ ای بیطار وفصاد لم یجاوز الموضع المعتاد اور تاوان نہیں حجام پر یعنی پچھنے لگانیوالے پر اور سلوتری پر اور
ادمیون کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہیں کر گیا ھم یعنی جیسے موضع مقرر سے پچھنے لگانے اور نشتر زنی میں تجاوز نہیں کیا اور آدمی
یا جانور تلف ہوگیا تو حجام اور جراح پر تاوان نہیں فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا اذا لم یہلک المجنی علیہ پھر اگر جراح وغیرہ مکان معتاد

بڑھ گیا یعنی بے موقع اوسنے نشتر لگایا تو پوری زیادتی کا اوسپر تاوان لازم ہوگا جب کہ شخص زخمی ہلاک نہو گیا ہو ھم طحطاوی نے کہا تاوان زیادتی کا طریقہ بیان نکیا
اور شاید کہ بیطاری میں مراد ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کیجاے زخم ماذون کے ساتھ پھر اوسکی قیمت لیجاے زخم زائد کے ساتھ اور اسیطرح غلام کی فصد اور حجامت
میں دونوں طرح قیمت ٹھہرائی جاے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام ٹھہرایا جاے بکیفیت متقدمہ واللہ اعلم وان ھلک ضمن نصف دیة النفس لتلفھا بماذون فیہ وغیر ماذون
فیہ فیتنصف اور اگر زخمی مرگیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اوسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ جان کی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون دوسرا غیر ماذون تو تاوان نصف ہوگا
یعنی مالک کا اذن تھا کہ موضع معتاد میں مثلاً نشتر لگایا جاے پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہوگیا تو یہ غیر ماذون ہی پھر جب دونوں فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ ساقط ہوگیا
اور غیر ماذون کا تاوان لازم ہوا ثم فرع علیہ بقولہ فلو قطع الختان الحشفة وبرئ المقطوع تجب علیہ دیة کاملة لانہ لما برئ کان علیہ ضمان
الحشفة وھی عضو کامل کما فی اللسان پھر مصنف نے قول سابق پر تفریع اپنے اس قول سے کی تو اگر ختنہ کرنیوالے نے سپاری کاٹ ڈالی اور شخص مقطوع
چنگا ہوگیا تو جراح پر پوری دیت یعنی خون بہا پورا واجب ہے اسواسطے کہ جب وہ اچھا ہوگیا تو اوسپر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہے
زبان کے مانند ھم عضو کامل ہے یعنی عضو مقصود ہے جسکا ثانی نہیں نفس میں تو اوسکا بدل مقرر بدل النفس ہوگا جیسا کہ قطع لسان میں ہے راقم کہتا ہے عجیب
مسئلہ ہے کہ حصول صحت میں تو اکثر واجب ہوا اور ہلاکت میں اقل کذا فی الطحطاوی وان مات فالواجب علیہ نصفھا لحصول تلف النفس بفعلین احدھما
ماذون فیہ وھو قطع الجلدة والاخر غیر ماذون فیہ وھو قطع الحشفة فیضمن النصف اور اگر مختون مرگیا تو جراح پر نصف خون بہا واجب ہے
بسبب حاصل ہونے ہلاکی جان کے دو فعلون سے ایک فعل تو وہ ہے جسمین اذن تھا یعنی کھلڑی کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمین اذن نہین یعنی سپاری کاٹ ڈالنا تو
جراح پر اس سبب سے نصف تاوان یعنی نصف دیت لازم ہوگی ولو شرط علی الحجام ونحوہ العمل علی وجہ لا یسری لا یصح لانہ لیس فی وسعہ الا اذا فعل غیر المعتاد
فیضمن عادیہ اور اگر حجام وغیرہ سے اسطرح کا عمل مشروط ہوا جو تلف کیطرف نہ پہنچاوے تو یہ شرط صحیح نہین ہے اسواسطے کہ یہ بات اوسکے اختیار اور قابو میں نہین مگر جب کہ
فعل غیر معتاد کریگا تو تاوان دیگا کذا فی العمادیة وفیھا سئل صاحب المحیط عن فصاد قال لہ غلام او عبد افصدنی فقصدہ فصدا معتادا فمات بسببہ
قال تجب دیة الحر وقیمة العبد علی عاقلة الفصاد لانہ خطاء اور عمادیہ میں ہے کہ صاحب محیط سے اوس فصاد کا حکم پوچھا گیا جس سے نابالغ آزاد یا غلام نے
کہا کہ میری فصد کھول دو تو اوسنے فصد معتاد کھولی پھر اوسکے سبب سے وہ مرگیا صاحب محیط نے جواب دیا کہ آزاد کا خون بہا اور غلام کی قیمت فصاد کی حمایت والی برادری
پر واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ قتل خطا کی راہ سے ہے یعنی ہوا اسواسطے کہ اوسنے قتل کا قصد نہین کیا بسبب عدم مجاوزت از فعل معتاد وسئل عمن فصد نائما و
ترکہ حتی مات من السیلان قال یجب القصاص اور صاحب محیط سے اوس فصاد کے حکم کا سوال ہوا جسنے سوتے آدمی کی فصد کھولی اور اوسکو چھوڑا
بلا بندش زخم یہانتک کہ وہ مرگیا خون کے بہنے سے جواب دیا کہ فصاد پر قصاص واجب ہے یعنی ہوا اسواسطے کہ پھاڑنیوالی چیز سے اوسکو قتل کیا والثانی وھو الاجیر
الخاص ویسمی اجیر وحد ایضا اور مزدور کی دوسری قسم اجیر خاص ہے اور اوسکو اجیر وحد بھی کہتے ہین یعنی ایک شخص کا اجیر وھو من یعمل لواحد عملا موقتا
بالتخصیص اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک مستاجر کا عمل وقت معین کرے تخصیص کے ساتھ ھم مقدسی نے کہا کہ اگر چند شریکون نے اپنی مشترک مجموع بکریان چرانیکو اسواسطے
ایک شخص کو بعقد واحد مقرر کیا اس شرط پر کہ ہمارے سوا اور کسی کی بکریان نہ چراوے تو وہ بھی اجیر خاص ہے اور اسیطرح بزازیہ اور محیط مین ہے تو معلوم ہوا کہ
مستاجر واحد عام ہے حقیقی ہو یا حکمی اور عمل موقت کی قید ہوا اسواسطے لگائی تاوہ اجیر نکل جاوے جو ایک مستاجر کا کام کرے بلا توقیت چنانچہ خیاط جب کہ ایک شخص کا
کپڑا سیوے اور سینے کی مدت مذکور نہو اور تخصیص کی قید سے وہ اجیر خارج ہو گیا جو ایک شخص کا کام کرے مدت مقرر کرکے اور مستاجر نے اوس سے یہ شرط نکی ہو کہ میرے
سوا کسی اور کا کام نکرنا کذا فی الطحطاوی ویستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدة وان لم یعمل کمن استوجر شھرا للخدمة او شھرا لرعی الغنم المسمی باجر مسمی
اور اجیر خاص اجرت کا مستحق ہوتا ہے مدت کے اندر اپنی ذات کی تسلیم سے یعنی مدت میں حاضر رہنے سے اگرچہ حاضر رہکے کام نکرے مانند اوس شخص کے جو ایک مہینہ کی مزدوری پر
خدمت کیواسطے یا ایک مہینہ معین بکریان چرانیکیواسطے معین اجرت پر ھم خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اوسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت
معتاد کا وظیفہ صبح سے ہے تا وقتیکہ لوگ سوئین عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی بخلاف مالو اخر المدة بان استاجر للرعی شھرا حیث یکون مشترکا الا اذا

شرط ان لا یخدم غیرہ ولا یؤجر نفسہ لغیرہ فیکون خاصا وتحقیقہ فی الدرر برخلاف اوس صورت کے کہ مستاجر عمل کو اول ذکر کرے اور مدت کو پیچھے ذکر کرے
اسطرح کہ اجیر کو اجارہ لے چرانے کیواسطے ایک مہینہ تو اب وہ اجیر مشترک ہوگا مگر جب کہ مستاجر یہ شرط کرے کہ اجیر کسی کی خدمت نکرے سوا اوسکے اور کسیکی
بکریان چرادے سوا اوسکے تو اس تخصیص سے باوجود ذکر مدت اجیر خاص ٹھہریگا اور تحقیق اسکی درر میں ہے ھم درر مین یون مذکور ہے کہ خدمت اور چرانے کا ذکر اور سوا اجیر خاص
ہوتا ہے جب کہ عدم خدمت غیر مشروط ہو یا مدت اول مذکور ہو اور بھید اسکا یہ ہے کہ جب مدت پر اول کلام واقع ہوا تو منافع اوسکے مستاجر کیواسطے اس مدت مین مخصوص
ہو گئے اور غیر کیواسطے منافع کا ہونا بھی ممتنع ہوگیا اور بعد اسکے ذکر خدمت یا چرانے کا احتمال رکھتا ہے کہ عقد عمل کیواسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہو جاے اور یہ
بھی احتمال ہے کہ جو عمل اجیر خاص پر واجب ہے اوسکا بیان نوع مدت خاص مین منظور ہو اسواسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہین تو پہلا حکم یعنی
مدت کا احتمال سے متغیر نہین ہوسکتا تو وہ اجیر خاص ہی باقی رہیگا جب تک اوسکے خلاف کی تنصیص تعمیم عمل کی شرط سے نہو اب تعمیم سے اجیر مشترک ٹھہریگا
اور اگر مدت کو پیچھے ذکر کریگا تو اب اجیر مشترک ہوگا بدلیل مذکور انتہی مختصرا ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من اجرتہ بقدر ما عمل فتاوی النوازل
اور اجیر خاص کو غیر کیواسطے عمل کرنا جائز نہین اور اگر غیر کا کام کریگا تو اوسکی اجرت سے بقدر اوسکے عمل کے کم کر ڈالا جاے کذا فی فتاوی النوازل وان ھلک
فی المدۃ نصف الغنم او اکثر من نصفہ فلہ الاجرۃ کاملۃ ما دام یرعی منہا شیئا لما مر ان المعقود علیہ تسلیم نفسہ جوہرۃ وظاہر التعلیل بقاء الاجر
لو ھلکت کلہا وبہ صرح فی العمادیۃ اور اگر مدت اجارہ مین آدھی یا زیادہ بھیڑ بکریان ہلاک ہوگئین تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہے جب تک کہ بعض کو اونمین سے چرادے
اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہے نہ عمل کذا فی الجوہرہ اور ظاہر تعلیل یہ ہے کہ اجرت پوری باقی رہیگی اگرسب بکریان ہلاک ہو جائین اور اسی کی تصریح
کی ہے عمادیہ مین ھم یعنی جب معقود علیہ تسلیم نفس ہوا نہ عمل تو بعض یا بالکل کا ہلاک ہونا برابر ہے اور یہی قول شرنبلالی اور زیلعی کے سوا ہے تو یہ قول جوہرہ کی تقیید بالا
بعض پر مقدم ہے ولا یضمن ما ہلک فی یدہ او بعملہ کتخریق الثوب من دقہ الا اذا تعمد الفساد فیضمن کالمودع اور اجیر خاص تاوان اوسکا نہ دیگا جو اوسکے
ہاتھ مین یا اوسکے عمل سے تلف ہوگیا جیسے پھٹنا کپڑے کا اوسکے کوٹنے سے مگر جب کہ وہ قصدا بگاڑے تو تاوان دے امانت دار کے مانند در مختار تعدد
ھم عدم تاوان اوسوقت ہے جب کہ عمل متعاد ہو اور اگر بکری کو ایسا مارے کہ اوسکی کھوپری پھوٹ جاے یا پانون ٹوٹ جاے تو تاوان آویگا اسواسطے کہ ضرب چرانے
کی عقد مین داخل نہین اور چرانا تو للکارنے اور ضرب خفیف سے بھی ہوسکتا ہے ثم فرع علی ھذا الاصل بقولہ فلا ضمان علی ظئر فی صبی ضاع فی
یدہا او سرق ما علیہ من الحلی لکونہا اجیر وحد پھر مصنف نے اس قاعدہ پر تفریع کی ہے اپنے اس قول سے تو تاوان نہین دایہ پر اوس لڑکے مین جو اوسکے
پاس ضائع ہوگیا یا جو زیور اوسپر تھا وہ چوری گیا اسواسطے کہ دایہ اجیر خاص ہے ھم اجیر خاص اوسوقت ہے جب کہ مستاجر کے گھر رہتی ہو اور اگر اپنے گھر لڑکیکو
لیگئی ہو تو اجیر مشترک ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی الاتقانی وکذا لا ضمان علی حارس السوق وحافظ الخان اور اسیطرح تاوان نہین بازار کے چوکیدار
اور مسافرخانہ کی محافظت کرنیوالے پر ھم چوکیدار اور محافظ فقیہ ابوجعفر کے نزدیک اجیر خاص ہے اور صاحبین کے نزدیک اجیر مشترک ہو لیکن
ذخیرہ مین ہے کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی عن البرجندی وصح ترديد الاجر بالترديد في العمل كان خطہ فارسیا فبدرہم او رومیا فبدرہمین اور
اجرت کی تردید صحیح ہے عمل میں تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون کہنا کہ اگر تو قبا کو مثلا بطور فارسیون کے سیئے گا تو ایک درہم اجرت ہے اور اگر ترکیون
کے طرز پر سیئے گا تو دو درہم اجرت مین ھم تردید اسواسطے صحیح ہوئی کہ مستاجر نے عمل کی دو معین قسمون کو ذکر کیا اور ہر ایک کی اجرت علیحدہ بیان کر دی تو جہالت باقی نہ رہی
وزمانہ فی الاول کذا بخط المصنف ملحقا ولم یشرحہ وسنوضحہ اور زمان عمل کی تردید صحیح ہے اول مین اسیطرح ہے مصنف کے خط سے متن مین ملحق اور مصنف نے
اسکی شرح منح الغفار مین نہین کی اور تردید زمانی کا مطلب آگے واضح ہوگا یعنی قولہ والعمل کی شرح مین ھم یعنی قولہ وزمانہ فی الاول منح الغفار مین داخل نہین
لیکن نسخہ متن مین داخل ہے بخط مصنف قال شیخنا الرملی ومعناہ یجوز فی الیوم الاول دون الثانی کان خطہ الیوم فبدرہم او غدا فبنصفہ
ہمارے استاد رملی نے کہا کہ وزمانہ فی الاول کا مطلب یہ ہے کہ تردید جائز ہے پہلے دن مین نہ دوسرے دن مین چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون کہنا کہ اگر تو نے آج
دن قبا سی تو ایک درہم مزدوری ہے یا کل سیکے دن سی تو نصف درہم مزدوری ہے ومکانہ کان سکنت ھذہ فبدرہم او ھذہ فبدرہمین او دکان عطار

صحیح ہے چنانچہ موجر کا مستاجر سے یون کہنا کہ اگر اس گھر مین تو رہیگا تو ایک درم کرایہ ہے یا اس دوسرے گھر مین رہیگا تو دو درم کرایہ ہے والعامل کان سکنت عطارًا فبدرھم او حدادًا فبدرھمین اور تردید صحیح ہے عمل کرنیوالے مین چنانچہ موجر کا یون کہنا مستاجر سے کہ اگر تو اس گھر مین عطار کو رکھیگا تو ایک درم کرایہ ہے یا لوہار کو رکھیگا تو دو درم کرایہ ہے والمسافة کان ذھبت للکوفة فبدرھم او للبصرة فبدرھمین اور تردید صحیح ہے مسافت مین چنانچہ مسئلہ اجیر کا یون کہنا اجیر سے کہ اگر تو کوفہ تک گیا تو ایک درم اجرت ہے یا بصرہ تک گیا تو دو درم اجرت ہے والحمل کان حملت شعیرًا فبدرھم او برًّا فبدرھمین اور بوجھ لادنے مین تردید صحیح ہے چنانچہ یون کہنا حمال سے کہ اگر تو جو لادیگا تو ایک درم اجرت ہے یا گیہون لادیگا تو دو درم وکذا لو خیّرہ بین ثلثة اشیاء اور اسیطرح تردید صحیح ہے عمل اور زمان اور مکان عمل اور عامل اور مسافت اور حمل مین اگر اوسکو اختیار دے تین چیزون مین ولو بین اربعة لم یجز کما فی البیع اور اگر چار چیزون مین اختیار دے تردید کے تو جائز نہین جیسے بیع مین چار چیز کی تخییر صحیح نہین وتجب اجرة ما وجد الا فی تخییر الزمان فیجب بخیاطتہ فی الاول ما سمّی وفی الغد اجر المثل لا یزاد علی درھم ولو خاطہ بعد غد لا یزاد علی نصف درھم وفیہ خلاف لھما اور تردیدات مذکورہ مین سے جو چیز پائی جائیگی اوسکی اجرت واجب ہوگی سوائے تخییر زمانی کے سو پہلے دن کی درزت مین اجر مسمی واجب ہوگا اور دوسرے دن کی درزت مین وہ اجر مثل جو درم سے زیادہ نہو واجب ہوگی اور اگر تیسرے دن سیئیگا تو اوسکی اجرت مثل نصف درم سے زیادہ نہوگی اور تخییر زمانی مین صاحبین کا خلاف ہے ہم صاحبین کے نزدیک تخییر زمانی مین دونون شرطین صحیح ہین تو مثال مذکور مین اول دن کی درزت مین ایک درم اور دوسرے دن کی درزت مین نصف درم واجب ہوگا اور زفر کے نزدیک دونون شرطین صحیح نہین اور اقوال ثلثہ کی دلائل ہدایہ مین مذکور ہین بنی المستاجر تنورًا او دکانًا فاحترق الدار ای الدار المستاجرة واحترق بعض بیوت الجیران ای الدار لا ضمان علیہ مطلقًا سواء بنی باذن رب الدار ام لا اجارہ کے گھر مین مستاجر نے تنور یا دکان بنائی اور ہمسایون کے بعضے مکانات یا پورا گھر جل گیا تو مستاجر پر ہرطرح تاوان نہین خواہ اوسنے صاحب خانہ کے اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح نے کہا در کی عبارت مین دکان یعنی بھٹی بجائے دکان مذکور ہے ہم کا نون اوراحتراق کے مناسب ہے بخلاف دکان لیکن اگر دکان سے لوہار یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجیے تو مناسبت ممکن ہے الا ان یجاوز ما یصنعہ الناس فی وضعہ وایقاد نارلا یوقد مثلہا فی التنور والکانون مستاجر مذکور پر تاوان نہین مگر یہ کہ جسطرح لوگ تنور بناتے ہین اور رکھتے ہین اوس سے مستاجر زیادتی کرے اوسکی وضع مین اور آگ جلانے مین کہ ویسی آگ نہ جلائی جاتی ہو تنور اور بھٹی مین تو اب تاوان لازم ہوگا استاجر حمارًا فضل عن الطریق ان علم انہ لا یجدہ بعد الطلب لا یضمن کذا راع ندّ من قطیعہ شاة فخاف علی الباقی الہلاک ان تبعہا لانہ انما ترک الحفظ بعذر فلا یضمن کدفع الودیعة حال الغرق مثلاً گدھا کرایہ لیا سو وہ راہ سے گم ہوگیا اگر مستاجر جانے یعنی بظن غالب کہ اوسکو نہ پاویگا تلاش کرنے کے بعد تو اوسپر تاوان نہین اسیطرح وہ چرانیوالا اپنی ریوڑ سے مثلاً دنبہ نکل بھاگا سو چرانیوالا ڈرا کہ اگر اوسکا پیچھا کریگا تو باقی جانور تلف ہو جائینگے تو اوسپر تاوان نہین اسواسطے کہ اوسنے تو محافظت عذر سے چھوڑی جیسے ودیعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت ہم یعنی ہر چند مودع پر حفاظت ودیعت کی بذات خود لازم ہے لیکن بعذر غرق دوسرے کو دینا جائز ہے تو عذر سے ترک حفاظت موجب ضمان نہین وقالا ان کان الراعی مشترکًا ضمن اور صاحبین نے کہا کہ اگر چرانیوالا اجیر مشترک ہو تو تاوان دے ولو خلط الغنم ان امکنہ التمیز لا یضمن والقول لہ فی تعیین الدواب انہا لفلان اور اگر چرانیوالے نے لوگون کی بھیڑ بکریان ملا ڈالین اگر اوسکو جدا کر دینا اوسکا ممکن ہو تو اوسپر تاوان نہین اور جانورون کے معین کر دینے مین اوسیکا قول مقبول ہے کہ یہ جانور فلانے شخص کا ہے وان لم یمکنہ ضمن قیمتہا یوم الخلط والقول لہ فی قدر القیمة عادیہ اور اگر اوسکو جدا کر دینا ممکن نہو تو تاوان اوس قیمت کا جو ملانے کے دن اوس جانور کی قیمت ہو اور مقدار قیمت مین چرانیوالے کا قول مقبول ہوگا کذا فی العمادیة ولیس للراعی ان یکون شیئًا منہا بلا اذن ربہا فان فعل فعطبت ضمن وان نزی بلا فعلہ فلا ضمان جوہرہ اور چرانیوالے کو جائز نہین چڑھانا نر کا مادہ پر بدون اذن مالک کے پھر اگر ایسا کریگا اور جانور تلف ہوگا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر نر خود چڑھا مادہ پر بلا فعل راعی کے تو اوسپر ضمان نہین کذا فی الجوہرة یعنی سو اسطے کہ اسکی حراست راعی کو ممکن نہین کذا فی الطحطاوی ولا یسافر بعبد استاجرہ للخدمة بلا مشقتہ اور مستاجر سفر مین نہ لیجاوے اوس غلام کو

جسکو اوسنے خدمت کیواسطے چاکر رکھا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنی سفر کی خدمت زیادہ تر شاق ہے حضر کی خدمت سے الا بشرط لان الشرط املک
علیک ام لک مگر سفر مین لیجانیکی شرط ہے البتہ ساتھ لیجانا درست ہے اسواسطے کہ شرط تیری سفرت یا منفعت کیواسطے زیادہ تر مملوکیت یا مالکیت کا سبب ہے
یعنی شرط مشروع کی پورا کرنے مین آدمی کو چارہ نہین نفع ہو اوسمین یا نقصان وکذا لو عرفت بالسفر لان المعروف کالمشروط اور اسیطرح اگر مستاجر
کا سفر مین جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر مین لیجانا درست ہے اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہے معلوم ہونے کی صورت یہ ہے کہ اجارہ کے وقت وہ
شخص سفر کا سامان کرتا ہو کذا فی الزیلعی بخلاف العبد الموصی بخدمته فان له ان یسافر به مطلقا لان مؤنته علیه برخلاف اوس غلام کے
جسکی خدمت کرنیکی مولے نے موصی لہ کیواسطے وصیت کی ہو تو اوسکو غلام کا سفر مین لیجانا درست ہے ہرطرح خواہ سفر مین لیجانیکی شرط
ہوئی ہو یا نہوئی ہو اسواسطے کہ اوسکا خرچ موصی لہ پر ہے یعنی بخلاف غلام اجیر کہ اوسکا خرچ مولے پر ہے نہ مستاجر پر ولو سافر المستاجر به فهلك ضمن قيمته لانه
غاصب ولا اجر علیه وان سلم لان الاجر والضمان لا یجتمعان وعند الشافعی له اجر المثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر مین لیگیا پھر غلام مرگیا تو اوسکی قیمت کا
تاوان اوسپر لازم ہوگا اسواسطے کہ مستاجر بلا شرط لیجانے سے غاصب ہوگیا اور اوسپر اجرت واجب نہوگی باوجود تسلیم اسواسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع
نہین ہوتے اور امام شافعی کے نزدیک اوسکے واسطے اجرت مثل ہے ولا یسترد مستاجر من عبد او صبی محجور اجرا دفعه الیه لاجل عمله لعوذها بعد الفراغ
صحیحة استحسانا اور مستاجر غلام یا صغیر ممنوع التصرف سے وہ اجرت پھیر نہ لیگا جو اوسنے اوسکو دی اوسکے عمل کی جہت سے اسواسطے کہ
اجارہ فراغ عمل کے بعد صحیح ہوگیا بطور استحسان کے ہم وہ غلام اور صغیر مراد ہے جسنے بلا اذن مولے اور ولی کے آپ نوکری کی اور اجرت سے
اجرت مثل مراد ہے کذا فی الطحطاوی ولا یضمن غاصب عبد ما اکل الغاصب من اجرته الذی آجر العبد نفسه به لعدم تقومه عند ابی حنیفة اور
تاوان نہ دیگا وہ غاصب غلام کا جسنے اوس غلام مغصوب کی اجرت کھائی جسنے اپنی ذات کا اجارہ کیا اجرت ٹھہرا کر بسبب نہ متقوم ہونے اجرت کے امام اعظم کے
نزدیک ہم تاوان لازم آتا ہے مال محرز متقوم کے اتلاف سے اور یہ مال محرز نہین اسواسطے کہ غاصب نے مولے ہی غلام کا اور نہ اوسکا نائب اور غلام اپنے اختیار
مین نہین بلکہ وہ غاصب کے تصرف مین ہے تو وہ مال معصوم نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہے اسواسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزیلعی
کما لا یضمن اتفاقا لو آجره الغاصب لان الاجر له لا للمالک چنانچہ غاصب پر تاوان نہین باتفاق حنفیہ وائمہ ثلثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دے اسواسطے کہ
اب اجرت غاصب کی ہوگی نہ غلام کے مالک کی ہم اجرت سے غاصب لیگا اور غاصب پر مالک کیواسطے اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وجاز للعبد
قبضها لو آجر نفسه لا لو آجره المولی الا بوکالته لانه العاقد عنایه اور غلام کو اجرت کا قبض کرنا جائز ہے اگر اوسنے آپ اجارہ کیا ہو نہین جائز ہے
غلام کا قبض کرنا اگر مالک نے اوسکا اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبض جائز ہے اسواسطے کہ پہلی صورت مین عاقد غلام ہے اور دوسری مین
عاقد مولے ہی کذا فی العنایة فلو وجدها مولاه قائمة فی یده اخذها لبقاء ملکه کسرقة بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو
غاصب کے پاس موجود پاوے تو اوسکو لے بسبب باقی رہنے مالک کی ملک کے مال مسروقہ کے مانند قطع ید کے بعد ہم ہرچند وہ مال متقوم نہین لیکن مالک کی
ملک اوسمین ہنوز باقی ہے لہذا اوسکو مالک لیگا کذا فی الزیلعی استاجر عبدا شهرا باربعة وشهرا بخمسة صح علی الترتیب المذکور حتی لو
عمل فی الاول فقط فله اربعة وبعکسه خمسة دو مہینے کو اجارہ لیا غلام کا ایک مہینے کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم تو
صحیح ہے ترتیب مذکور پر تو اگر اول مہینے مین فقط عمل کریگا تو چار درم پاویگا اور دوسرے مہینے مین پانچ درم اختلفا الآجر والمستاجر فی اباق العبد
او مرضه او جریان ماء الرحی حکم الحال فیکون القول قول من شهد له الحال مع یمینه موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا اوسکی بیماری مین یا چکی
کو پانی جاری ہونے مین تو حال حکم اور بیچ فیصلہ کرنیوالا ہوگا یعنی قول اوسیکا معتبر ہوگا جسکے واسطے شاہد ظاہر حال ہوگا اوسکی قسم کے ساتھ کما یحکم الحال لو باع شجرا فیه
ثمر واختلفا فی بیعه ای الثمر معها ای الشجر فالقول قول من فی یده الثمر جس طرح حال حکم ہوتا ہے اگر درخت بیچا جسمین پھل لگے ہین
اور بائع اور مشتری پھل کی بیع مین مختلف ہین درخت کے ساتھ تو مقبول قول اوسکا قول ہے جسکے ہاتھ اور قبضہ مین پھل ہو دلالة حال ۔

ان القول لمن یشهد له الظاهر اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اوس شخص کا قول مقبول ہے جسکے واسطے ظاہر حال گواہی دے فی الخلاصۃ انقطع ماء الرحی سقط من
الاجر بحسابه ولو عاد عاد اور خلاصہ میں ہے کہ پن چکی کا پانی بند ہوگیا تو اوسکے حساب کے موافق اجر ساقط ہوگی اور اگر پانی پھر جاری ہوگا تو اجارہ پھر آویگا
ولو اختلفا فی قدر الانقطاع فالقول للمستاجر لو فی نفسه حکم الحال اور اگر دونون نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع میں تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر دونو
پانی میں اختلاف ہوا تو ظاہر حال حکم کریگا والقول قول رب الثوب بیمینه فی القمیص والقباء والحمرة والصفرة وکذا فی الاجر وعدمه اور کپڑے کے مالک کا قول
مقبول ہے قسم کے ساتھ قمیص اور قبا میں اور سرخی اور زردی میں اور اسیطرح اجرت اور عدم اجرت میں ہے یعنی مالک کہتا ہو کہ میں نے قمیص سلایا تھا اور
خیاط کہتا ہو کہ قبا سلایا تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ مسموع ہوگا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ رنگ کو میں نے کہا تھا اور رنگریز کہتا ہو کہ زرد کو کہا تھا
تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا اور اسیطرح اجر اور عدم اجر میں مالک ہی کی بات مسموع ہے وقال ابو یوسف ان کان الصانع معاملا له فله الاجر
والا لا اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کاریگر اور مالک ثوب سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہوا کرتا ہو تو اوسکی مزدوری ثابت ہوگی اور نہیں تو نہین یعنی اگر مفت اوسکو
سی دیتا ہو تو اجرت نہیں وقیل له ای وقال محمد ان کان الصانع معروفا بهذه الصنعة بالاجر قیام حاله بها ای بهذه الصنعة کان القول قوله
بشهادة الظاهر والا فلا وبه یفتی زیلعی اور بعضون نے کہا یعنی محمد نے کہا کہ اگر کاریگر اس پیشہ کے ساتھ مشہور ہو اجرت لینے میں اور اوسکا قیام معاش
اسی پیشہ سے ہو تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہو تو اوسکا قول مقبول نہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور اسی قول
محمد پر فتوے ہے کذا فی الزیلعی وهذا بعد العمل اما قبله فیتحالفان اختیار اور یہ یعنی حکم مذکور اوسوقت ہے جب کہ اختلاف ہوا عمل کے بعد یعنی سینے اور رنگنے کے
بعد مثلا اور اگر قبل عمل اختلاف ہوا ہو تو مالک اور پیشہ ور دونون قسمین کھائین کذا فی الاختیار فروع مسائل متفرقہ شارح کے فعل الاجیر فی کل
الصنائع یضاف للاستاذه فما اتلفه یضمنه الاستاذ اختیار سب پیشون مین مزدور کا کام اوسکے اوستاد کاریگر کیطرف منسوب ہوگا
سو جس چیز کو مزدور تلف کریگا تو اوسکا تاوان استاد دوکاندار دیگا کذا فی الاختیار یعنی ما لم یتعد فیضمنه هو عمادیه یعنی استاد اوسوقت تاوان دیگا جب تک
مزدور کیطرف سے زیادتی اور قصور نہوا ہو اور صورت قصور مزدور ہی تاوان دیگا کذا فی العمادیه هم استاد یعنی صاحب دوکان خیاط یا رنگریز اجیر مشترک ہی لہذا اوسپر
تاوان ہے اور مزدور اجیر خاص ہے دوکاندار کا لہذا اوسپر تاوان نہیں مگر صورت قصور مین فی الاشباه ادعى نازل الخان وداخل الحمام وساکن المعد
للاستغلال الغصب لم یصدق والاجر واجب قلت وکذا مال الیتیم علی المفتی به فتنبه اور اشباہ مین ہے کہ سرا کے اوترنے والے
اور حمام کے داخل ہونے والے اور جو مکان کہ کرایہ کیواسطے بنا اوسکے رہنے والے نے غصب کا دعوی کیا یعنی مین اس مکان مین بلا اذن مالک بطور
غصب کے رہا ہون مجھ پر کرایہ واجب نہین بواسطہ عدم اجارہ تو اوسکے قول کی تصدیق نہوگی اور کرایہ واجب ہے مین کہتا ہون اسیطرح مال یتیم کا
حکم ہے یعنی دعوی غصب سے اوسکی بھی اجرت ساقط نہیں بقول مفتی به تو آگاہ رہو وفیها الاجرة للارض کالخراج علی المعتمد فاذا استاجرها
للزراعة فاصطلم الزرع آفة وجب لما قبل الاصطلام وسقط ما بعده قلت وهو ما اعتمده فی الولوالجیة اور اشباہ مین ہے کہ زمین کی
اجرت خراج کے مانند ہے بنابر قول معتمد پھر جب کہ زمین اجارہ لی زراعت کیواسطے پھر آفت سماوی یا ارضی نے کھیت برباد کر دیا تو قبل از استیصال کے
اجرت واجب ہوگی اور بعد استیصال کے اجرت ساقط ہوگی مین کہتا ہون اور اسی قول کو معتمد کہا ہے ولوالجیہ مین ہم یہ قول ولوالجیہ کے مخالف ہے اسواسطے
کہ اوسمین خراج اور اجرت مین فرق بیان کیا ہے یعنی آفت رسیدگی سے خراج واجب نہیں ہوتا ہے یہی قول معتمد ہے انتهی اور یہ جو کہا کہ ما بعد استیصال
کے اجرت ساقط ہوتی ہے سو قول مفتی بہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ محیط مین ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جب زراعت تلف ہوجانے کے بعد اتنی مدت باقی نہ رہے
جسمین اعادہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہوگی اور اگر دوبارہ زراعت کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اوس سے کمتر تو اجرت واجب ہوگی اور یہی حکم
ہے منع غاصب کا کذا فی الطحطاوی لکن جزم فی الخانیه بروایة عدم سقوط شیء حیث قال اصاب الزرع آفة فهلک او غرق ولم
ینبت لزمه الاجر لانه قد زرع ولو غرقت قبل ان یزرع فلا اجر علیه انتهی لیکن فتاوی قاضیخان مین عدم سقوط اجرت کی روایت پر جزما

کیا ہی چنانچہ کہا کہ زراعت پر آفت پڑی سو وہ تلف ہوگئی یا ڈوب گئی اور نہ جمی تو اجرت لازم ہی ہو سبطے کہ مستاجر اوسکو بو چکا اور اگر زمین ڈوب گئی
بونے سے پہلے تو مستاجر پر اجرت نہیں انتہی ھم قول محیط کے قول مفتی بہ کے مخالف ہی چنانچہ مذکور ہو چکا واللہ اعلم

باب فسخ الاجارۃ

یہ باب ہی فسخ اجارہ کے احکام میں تفسخ بالقضاء والرضی بخیار شرط و رؤیۃ کالبیع خلافا للشافعی
اجارہ فسخ کیا جاتا ہی حاکم کے حکم یا رضا عاقدین سے بسبب خیار شرط اور خیار رؤیت بیع کے مانند برخلاف امام شافعی ھم یعنی چونکہ اجارہ
عبارت ہی شرا منافع سے لہذا وسمین بیع کے مانند خیار شرط ہی تین دن تک فسخ عقد کا اختیار ہے اور بے دیکھی چیز کا اجارہ اور بعد دیکھنے کے اوسکے
فسخ کر ڈالنے کا اختیار ہے لیکن امام شافعی کے نزدیک اجارہ میں خیار شرط صحیح نہیں اور نہ بے دیکھی چیز کا اجارہ درست ہے وبخیار عیب حاصل
قبل العقد او بعدہ بعد القبض او قبلہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا اوس عیب کے خیار العیب سے جو حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبض
کے پیچھے یا قبض کے پہلے یفوت النفع بہ صفۃ عیب کخراب الدار وانقطاع ماء الرحی وانقطاع ماء الارض حصول اوس عیب سے اجارہ
فسخ کیا جاتا ہی جسکے سبب سے منفعت فوت ہو جائے چنانچہ گھر کا ویران ہو جانا اور پن چکی کا پانی منقطع ہونا اور زمین مزروعہ کا پانی منقطع ہونا شارح نے
کہا یفوت النفع کا جملہ عیب کی صفت ہے وکذا لو کانت تسقی بماء السماء فانقطع المطر فلا اجر حانیہ ای وان لم تفسخ علی ما علیہ کما مر اور
اسیطرح اگر زمین سینچی جاتی ہو آسمان کے پانی سے سو مینہ منقطع ہوگیا تو اجرت نہیں کذا فی الخانیہ یعنی قطع بارش سے اجرت ساقط ہو جاتی اگرچہ بنابر قول
اصح اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا چنانچہ مذکور ہو چکا خلاصہ یہ ہے اس باب سے پہلے ھم خیار شرط اور خیار رؤیت اور خیار عیب سے اجارہ فسخ نہیں ہو جاتا
لیکن حق فسخ اسکے ثابت ہوتا ہے اور یہی قول اصح ہو اور غیر اصح قدوری اور صاحب تحفہ کا کلام ہو ولہذا مصنف نے تفسخ کہا ہی نہ تنفسخ وفی الجوہرۃ
لو جاء من الماء ما یزرع بعضها فالمستاجر بالخیار ان شاء فسخ الاجارۃ کلها او ترک ودفع بحساب ما روی منها اور جوہرہ میں ہے
کہ اگر اتنا پانی آیا جس سے بعض زمین کی زراعت ہو سکی تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے سب زمین کا اجارہ فسخ کر ڈالے یا چھوڑ دے وہ زمین جہاں پانی نہیں پہنچا
اور جسقدر زمین سیراب ہوئی ہو اوسکے حساب کے موافق اجرت دے وفی الولوالجیۃ لو استاجرها بغیر شربها فانقطع ماء الزرع علی وجه
لا یرجی فله الخیار وان انقطع قلیلا قلیلا ویرجی منه السقی فالاجر واجب اور ولوالجیہ میں ہے کہ زمین اجارہ لی بدون شرب یعنی اوس
زمین کی آب پاشی کی نوبت اجارہ میں داخل کی پھر کھیت کا پانی سطرح پر منقطع ہوگیا کہ اوسکی امید باقی نہیں ہی تو مستاجر کو فسخ اجارہ میں اختیار ہے
اور اگر تھوڑا تھوڑا پانی قطع ہوگیا اور اوسقدر سینچنے کی امید ہے تو اجرت واجب ہے وفی لسان الحکام استاجر حماما فی قریۃ فنفر الناس ووقع الجلاء سقط
الاجر عنه وان نفر بعض الناس لا یسقط الاجر اور لسان الحکام میں ہے کہ حمام اجارہ لیا ایک گانوں میں سو آدمی وہان کے رہنے سے
ڈر سے اور کوچ کر گئے تو مستاجر سے اجرت ساقط ہوگئی اور اگر گانوں کے بعضے آدمی کوچ کر گئے تو اجرت ساقط نہوگی اخل عطف علی یفوت
بہ ای بالنفع بحیث ینتفع به فی الجملۃ کمرض العبد ودبر الدابۃ ای قرحتها وسقوط حائط دار یا اجارہ فسخ کیا جاتا اوس
عیب سے جو منفعت میں خلل ڈالتا ہی اسطرح پر کہ اوس عیب کے ساتھ کچھ منفعت حاصل ہو سکتی ہی چنانچہ غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ
لگ جانی یعنی اوسمین زخم کا ہونا اور گھر کی ایک دیوار کا گر جانا وفی التبیین لو انقطع ماء الرحی والبیت مما ینتفع به لغیر الطحن فعلیه
من الاجر بحصته لبقاء بعض المعقود علیه فاذا استوفی فاله لزمه حصته اور تبیین میں ہے اگر پن چکی کا پانی منقطع ہوگیا اور پن چکی
کی کوٹھری ایسی ہے کہ آٹا پیسنے کے سوا اور نفع اوس سے حاصل ہو سکتا ہی تو مستاجر پر اجرت واجب ہے اوسکے حصہ کے موافق بسبب باقی رہنے بعض
معقود علیہ کے پھر جب وہان کی بود و باش وغیرہ سے مستاجر نفع حاصل کریگا تو اجرت بقدر اوسکے حصہ کے اوسپر لازم ہوگی فان لم یخل العیب به او ازاله
الموجر او انتفع بالمخل سقط خیاره لزوال السبب پھر اگر عیب منفعت کا خلل انداز نہو یا موجر اوس عیب کو زائل کر دے یا مستاجر خلل والی چیز
سے نفع حاصل کرے تو اوسکا اختیار فسخ ساقط ہو گا بسبب زائل ہو جانے سبب فسخ کے ھم عیب غیر مخل چنانچہ نوکر کا کانا ہو جانا یا اوسکے بال جھڑ جانا

اور ازالۂ عیب کی یہ صورت ہے کہ دار منہدمہ کو موجر جلد طیار کردے وعمارۃ الدار المستاجرۃ وتطیینہا واصلاح المیزاب وما کان
من البناء علی رب الدار وکذا کل ما یخل بالسکنی اور اجارہ کے گھر کی مرمت اور اوسکو مٹی لیسنا اور پرنالہ درست کرنا اور جو چیز من قبیل
تعمیر کے ہو گھر کے مالک پر ہے اور اسیطرح جو چیز سکونت مین خلل انداز ہو وہ صاحب خانہ کے ذمہ پر ہے م تطیین سے مراد وہ مٹی لیسنا ہی جسکا ترک
خلل انداز ہو اور بعضی کتابون مین چھت کی مٹی لیسنے کو ر ہی کذا فی الطحطاوی فان ابی صاحبہا ان یفعل کان للمستاجر ان یخرج منہا
الا ان یکون المستاجر استاجرہا وہی کذلک وقد راٰہا لرضاہ بالعیب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے انکار کرے نہ بناوے تو مستاجر کو اوس
گھر سے نکلنا درست ہے مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر دیکھکر اجارہ لیا ہو تو اب نکل جانا جائز نہین بسبب راضی ہوجانے مستاجر کے عیب پر واصلاح ماء البئر
والبالوعۃ والمخرج علی صاحب الدار لکن بلا جبر علیہ لانہ لا یجبر علی اصلاح ملکہ فان فعلہ المستاجر فہو متبرع ولہ ان یخرج
ان ابی ربہا خانیہ ای الا اذا راٰہا کما مر اور کوئین کے پانی اور نجس پانی کے چہ بچے اور بدررو کی اصلاح اور درستی گھر کی مالک کے ذمہ پر ہے
لیکن اوسپر بزبردستی نہین اسواسطے کہ مالک پر مملوک کے درست کرنے کو بزبردستی نہین کیجاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنالیا تو وہ محسن بلا عوض ہے اور
مستاجر کو اوس گھر سے نکل جانا جائز ہے اگر اوسکا مالک امور مذکورہ کی درستی سے انکار کرے کذا فی الخانیہ یعنی مگر اوس صورت مین نکلنا درست نہین جب کہ
اوسنے نادرست گھر دیکھکر اجارہ لیا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وفی المجتبی وکذا ان ینفرد بالفسخ بلا قضاء اور جوہرہ مین ہے کہ مستاجر کو
جائز ہے کہ تنہا اجارہ کو فسخ کردے بلا حکم حاکم ولو استاجر دارین فسقطت او تعیبت احداہما فلہ ترکہما لو عقد علیہما صفقۃ واحدۃ
اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہو گیا تو اوسکو دونون کا چھوڑ دینا جائز ہے اگر دونون پر اوسنے یکبارگی عقد کیا ہو یعنی اگر جدا جدا عقد ہوا ہو
تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہین چھوڑ سکتا قلت وفی حاشیۃ الاشباہ معزیا للنہایۃ ان العذر لو ظاہرا ینفرد وان مشتبہا
لا ینفرد وہو الاصح مین کہتا ہون اور حاشیۂ اشباہ مین نہایہ سے منقول ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کرسکتا ہے
اور اگر عذر مشتبہ ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہین کرسکتا اور یہی قول اصح ہے م اگر عذر سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ مین متفرد ہے
یا قضا یا رضا کی حاجت ہے اسمین روایات مختلف ہین اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر عذر ظاہر ہو تو متفرد ہے اور اگر مشتبہ ہو تو متفرد نہین کذا فی فتاوی
قاضیخان وبعذر عطف علی بخیار شرط لزوم ضرر لم یستحق بالعقد ان بقی العقد کما فی سکون ضرس استوجر لقلعہ ومو
عرس او اختلاعہا استوجر طباخ لطبخ ولیمتہا اور فسخ کیا جاتا ہے اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد کے عذر سے اگر عقد باقی رہے یعنی
اگر عقد اجارہ کو قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جسکا استحقاق عقد سے ثابت نہین چنانچہ اوس ڈاڑہ کے درد کا ساکن ہو جانا جسکے اوکھاڑنے
کے واسطے اجیر معین کیا یا اوس زوجہ کا مرجانا یا اوسکا خلع کرنا جسکی شادی کے کھانا پکانے کیواسطے باورچی اجر کیا ہم یعنی جب درد ٹھہر گیا
تو ڈاڑہ اوکھاڑنے مین صریحاً مستاجر کا ضرر ہے اسیطرح زوجہ مردہ یا مختلعہ کے ولیمہ کرنے مین سراسر مال کا ضائع کرنا ہی تو اس عذر سے فسخ
اجارہ درست ہے شارح نے کہا قولہ وبعذر خیار شرط پر عطف ہے کنز مین مذکور ہے کہ عذر سے مراد عاجز ہونا ہے احد العاقدین کا اجارہ قائم رکھنے مین مگر یہ کہ متحمل ضرر
زائد ہو جو عقد سے مستحق نہین وبعذر لزوم دین سواء کان ثابتا بعیان من الناس او ببیان ای بینۃ او اقرار والحال انہ لا مال لہ غیرہ
ای غیر المستاجر لانہ یحبس بہ فیتضرر الا اذا کانت الاجرۃ المعجلۃ تستغرق قیمتہا اشباہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے لزوم
دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگون کی دانست سے یا گواہون کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے اور حالانکہ اوسکا کچھ مال نہین ہے اجارہ والی چیز کے سوا
اسواسطے کہ اگر وہ چیز ادا دین کیواسطے نہ بیچی جا اجارہ کے سبب سے تو دین کے سبب سے موجر محبوس ہو گا تو اوسکو ضرر پہنچیگا مگر جب کہ پیشگی دی ہوئی اجرت اوس
چیز کی قیمت کی برابر ہو تو اب دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہوگا کذا فی الاشباہ م یعنی اگر قیمت گھر کی سو درم ہوا اور مستاجر نے اسیقدر اجرت موجر کو پیشگی
دی ہو تو لقضاء مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار کرے تو دین کے عذر سے اوس وقت اجارہ فسخ ہوگا جب کہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے وبعذر افلاس مستاجر

دکان لیتجر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اوس کرایہ دار کے مفلس ہوجانے سے جسنے دوکان اجارہ لی سوداگری کیواسطے یعنی اسواسطے کہ افلاس مین
تجارت ممکن نہین وبعذر افلاس خیاط یعمل بمالہ لا بابرتہ استأجر عبدا لیخیط فترک عملہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اوس خیاط
کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے کام نہین کرتا بلکہ اپنا مال خرچ کرکے اسطرح کام کرتا ہے کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہے
سو غلام نے اوس خیاط کا کام چھوڑ دیا اوسکے افلاس کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے کام کرتا ہو تو اوسکا افلاس
فسخ اجارہ مین عذر نہین ہے وبعذر بداء مکاری دابۃ من سفر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہے اس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا
دل ہٹ گیا سفر کرنے سے ھم اگر جانور کرایہ لیا بغداد تک پھر اوسکو سفر کرنا بہتر معلوم نہوا یا حج کیواسطے اونٹ کرایہ کیا پھر اوس سال حج کا ارادہ
موقوف رکھا یا وہ شخص بیمار ہوگیا یا سفر سے عاجز ہوگیا تو یہہ عذر ہے فسخ اجارہ کا کذا فی قاضی خان ولو فی نصف طریقہ فلہ نصف
الاجر ان استویا صعوبۃ وسہولۃ والا فبقدرہ شرح وھبانیۃ وخانیہ اور اگر نصف راہ مین دل ہٹا سفر سے تو جانور کے مالک کو
نصف کرایہ ملیگا اگر راہ کے دونون نصف سختی اور آسانی مین برابر ہون اور اگر برابر نہون تو بقدر اوسکی زیادتی یا کمی کے ملیگا کذا فی شرح الوہبانیۃ
والخانیۃ بخلاف بداء المکاری فانہ لیس بعذر اذ یمکنہ ارسال اجیرہ برخلاف دل ہٹجانے مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر نہین ہے
اسواسطے کہ مکاری یعنی جانور کے مالک کو اپنے مزدور کا بھیجنا جانور کے ساتھ ممکن ہے وفی الملتقی ولو مرض وہو عذر فی روایۃ الکرخی دون
روایۃ الاصل قلت وبالاولی یفتی اور ملتقی مین ہے اور اگر مکاری بیمار ہوا تو وہ عذر ہے کرخی کی روایت مین نہ مبسوط کی روایت مین مین کہتا ہون
اور پہلی روایت یعنی کرخی کی روایت پر فتوی ہے ثم قال ولو استأجر دکانا لعمل الخیاطۃ فترکہ لعمل اخر فعذر پھر صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دوکان
کرایہ کی درزی کے عمل کیواسطے پھر اوسنے درزی کو چھوڑا دوسرے عمل کے سبب سے تو یہہ فسخ اجارہ کا عذر ہے ھم یہہ قول تفصیل فتاوی کبری کے مخالف ہے
فتاوی عالمگیری مین کبری سے منقول ہے کہ اگر مستاجر دوسرے عمل کیواسطے دوکان مین مستعد ہوا تو اوسکو توڑنا اجارہ درست نہین اور نہین تو افضل بنا پر ہے
انتہی اور اسی کو شارح بعد اسکے ولوالجیہ سے نقل کریگا وکذا لو استأجر عقارا ثم اراد السفر انتہی اور اسیطرح کا عذر ہے اگر زمین کو اجارہ
لیا پھر سفر کا ارادہ کیا انتہی فی الملتقی وفی القہستانی سفر مستأجر دار للسکنی عذر دون سفر موجرھا اور قہستانی مین ہے سفر کرنا اوس مستاجر کا
جسنے گھر اجارہ لیا رہنے کیواسطے عذر ہے نہ اوسکے موجر کا سفر یعنی صاحب خانہ کا سفر فسخ اجارہ کا عذر نہین ولو اختلفا فالقول للمستأجر فیحلف بانہ
عزم علی السفر اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر اور عدم سفر مین اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہے تو وہ یون قسم کہائے کہ اوسنے سفر کا ارادہ کیا ہے
وفی الولوالجیۃ تحولہ عن صنعتہ الی غیرہا عذر وان لم یفلس حیث لم یمکنہ ان یتعاطاہما فیہ اور ولوالجیہ مین ہے پھرنا مستاجر کا اپنے پیشے سے
دوسرے پیشے کیطرف عذر ہے فسخ اجارہ دوکان کا اگرچہ وہ مفلس نہوگیا ہو جبکہ اوسکو اوس پیشے کا کرنا دوکان مین ممکن نہو یعنی اگر ممکن ہو تو عذر
نہین وفی الاشباہ لا یلزم المکاری الذہاب معہا ولا ارسال غلام وانما یجب الاجر بتخلیتہا اور اشباہ مین ہے کہ مکاری کو جانور کے
ساتھ جانا لازم نہین اور نہ بھیجنا غلام کا اجرت تو تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہے وبخلاف ترک خیاط مستأجر عبدا لیخیط لیعمل
بانرکہ فی الصرف لامکان الجمع برخلاف اوس خیاط کے جسنے غلام کو مزدوری لگایا دوختہ کیواسطے پہر دوختہ ترک کی تاکہ
غلام صرافی کرے تو یہہ عذر نہین فسخ کا اسواسطے کہ جمع بین العملین ممکن ہے یعنی دونون کام ہوسکتے ہین اسطرح کہ دوکان کی ایک طرف خیاطی کرے
اور دوسری طرف صرافی ھم طحطاوی نے کہا قولہ وبخلاف ترک خیاطۃ الخ ترکیب رکیک المعنی ہے باوجود تتابع اضافات کے تو اگر یون کہتا
(وبخلاف خیاط استأجر عبدا للخیاطۃ فترکہا لیعمل فی الصرف) تو واضح تر ہوتا وبخلاف بیع ما آجرہ فانہ ایضا لیس بعذر بلا
لحوق دین کما مر ویوقف بیعہ الی انقضاء مدتہا وہو المختار لکن لو قضی بجوازہ نفذ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور برخلاف بیچ ڈالنے
موجر کے اوس چیز کو جسکو اوسنے اجارہ دیا کہ وہ بھی عذر فسخ نہین بدون لاحق ہونے دین کے چنانچہ گذر گیا اور بیع اوسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ

منقضی ہونے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن اگر قاضی جواز بیع کا حکم دیگا تو نافذ ہوگا اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ مین ہے وفیہ معزیا للخانیۃ لو باع
الآجر ما استأجرہ فاذا المستاجر ان یفسخ بیعہ لا یملکہ ہو الصحیح ولو باع الراہن الرہن لیس للمرتہن فسخہ اور شرح وہبانیہ مین ہے خانیہ سے کہ اگر موجر
نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر نے چاہا کہ اوسکی بیع کو فسخ کرے تو وہ اوسپر قادر نہین اور اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرتہن کو اختیار نہ ہوگا کہ اوسکی بیع
فسخ کرے ھم لیکن عمادیہ مین فتاوی صغریٰ سے ہے کہ بیع مرہون کی راہن اور مرتہن کے حق مین نافذ ہے راہن اور مرتہن اوسکو فسخ نہین کرسکتے اجارہ
والی چیز کی بیع کے مانند کذا فی الطحطاوی وتنفسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لا بجنونہ مطبقا عقدہا لنفسہ
بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہوجاتا ہے احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک اور اسکے جنون مطبق ہوجانے سے تو وہ اجارہ فسخ ہوجاتا ہے جسکو
اپنی خاص ذات کیواسطے عقد کیا ہو الا لضرورۃ کموتہ فی طریق مکۃ ولا حاکم فی الطریق فیبقی الی مکۃ فیرفع الامر الی القاضی لیفعل
الاصلح فیوجرہا لو امینا او یبیعہا بالقیمۃ ویدفع لہ اجرۃ الایاب ان برہن علی دفعہا وتقبل البینۃ ہنا بلا خصم لانہ یرید
الاخذ من ثمن ما فی یدہ اشباہ احد العاقدین کی موت سے اجارہ فسخ ہوجاتا ہے لیکن ضرورت کے سبب سے فسخ نہین ہوتا چنانچہ موجر کا مرجانا
مکہ معظمہ کی راہ مین اور حال آنکہ راہ مین کوئی حاکم نہین تو اس ضرورت سے تا بلوغ مکہ اجارہ باقی رکھا جائیگا پھر یہ مقدمہ بابت کے قاضی کے
سامنے پیش کیا جائے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کرے اسطرح پر کہ جانور اجارہ مستاجر کو اگر وہ امانت دار ہو یا جانور کو بقیمت بیچ ڈالے اور مستاجر کو پھیرنے کی
اجرت دے اگر مستاجر آنے جانے کی اجرت دینے کو گواہون سے ثابت کردے اور اس مقام مین بدون مدعا علیہ کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ مدعی اوس چیز کی ثمن
سے لیا چاہتا ہے جو اوسکے قبضے مین ہے کذا فی الاشباہ وفی الخانیۃ استاجر دارا او حماما او ارضا شہرا فسکن شہرین ہل یلزمہ اجر الشہر الثانی
ان معدا للاستغلال نعم والا لا بہ یفتیٰ اور خانیہ مین ہے کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ کو اجارہ لی پھر مستاجر اوسمین دو مہینے سکونت کی
اوسپر دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہین اوسکا جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز فقط کرایہ کیواسطے مہیا کی ہو تو ہان دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر
کرایہ کیواسطے مہیا نہین ہے تو اجرت لازم نہین اسی قول کا فتویٰ ہے قلت فکذا الوقف ومال الیتیم وکذا لو تقاضاہ المالک وطالبہ بالاجر فسکن
یلزمہ الاجر بسکناہ بعدہ مین کہتا ہون اسیطرح مکان وقف اور مال یتیم مین دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسیطرح اگر موجر نے مستاجر سے
مہینہ ثانی مین تقاضا کیا اور اجرت مہینہ ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اوسپر اجرت لازم ہوگی اوسکی سکونت کرنے سے بعد اوس تقاضے کے ولو سکن المستاجر
بعد موت الموجر ہل یلزمہ اجر ذلک قیل نعم لمضیہ علی الاجارۃ وقیل ہو کالمسئلۃ الاولیٰ اور اگر مستاجر ساکن رہا بعد موت موجر کے کیا اوس کو
اسکی اجرت لازم ہوگی یا نہین بعضون نے کہا ہان اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر کے اجارہ سابقہ پر اور بعضون نے کہا کہ یہ مسئلہ پہلے مسئلہ یعنے سکونت شہر ثانی کی مانند
ھم یعنی اگر وہ مکان کرایہ کیواسطے بنا ہے یا موجر کے وارث نے شہر ثانی مین تقاضا اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہے اور نہین تو لازم نہین وینبغی ان لا یلزمہ
الا نفسا منہما ما لو طالبہ الوارث بالتفریغ او بالتزام اجر آخر ولو معدا للاستغلال لانہ فصل مجتہد فیہ وہل یلزمہ المسمی
او اجر المثل ظاہر القنیۃ الثانی وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور لائق بقواعد فقہ یہ ہے کہ یہان اجارہ فسخ ہوجانا ظاہر نہو جب تک وارث
موجر کا مکان خالی کرنیکا مطالبہ نکرے یا التزام اور اجرت کا نہو اگرچہ وہ مکان کرایہ لینے کیواسطے بنا ہو اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور کیا
اجرت معینہ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر قنیہ اجرت مثل پر دلالت کرتا ہے اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہے وفی المنیۃ مات احدہما
والزرع بقل یبقی العقد بالمسمی حتی یدرک وبعد المدۃ باجر المثل اور منیہ مین ہے کہ احد العاقدین مرگیا اور کھیت ساگ ہو یعنی ہنوز
کھیت خام ہو تو عقد اجارہ باقی رہیگا پختگی تک بعوض اجرت معینہ کے اور بعد انقضائے مدت کے اجرت مثل پر باقی رہیگا وفی جامع الفصولین لو
رضی الوارث وہو کبیر ببقاء الاجارۃ ورضی بہ المستاجر جاز انتہی ای فیجعل الرضی بالبقاء انشاء عقد ولحوقہا
بالتعاطی فتامّلہ اور جامع الفصولین مین ہے اور اگر موجر کا وارث بالغ بقاء اجارہ پر راضی ہوا اور مستاجر بھی اس پر راضی ہو تو جائز ہے انتہی

باقی الفضولین یعنی تو باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد قرار دیجائیگی یعنی جواز اجارہ کیواسطے رضامندی انشاء عقد ہوگی بواسطہ تعاطی کے
اسکو تامل کرو فی حاشیۃ الاشباہ المستاجر والمرتہن والمشتری احق بالعین من سائر الغرماء لو العقد صحیحا ولو فاسدا فاسوۃ
للغرماء فلیحفظ اور اشباہ کے حاشیہ میں ہے کہ مستاجر اور مرتہن اور مشتری زیادہ ترحقدار ہیں عین کے باقی دین والوں سے اگر عقد اجارہ ورہن
اور بیع صحیح ہوا ہو اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتہن اور مشتری برابر ہیں اور دین والوں کے اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر موجر مرگیا اور اوسپر
دیون ہیں تو اوروں سے مستاجر زیادہ ترحقدار رہا اور اسیطرح مرتہن احق ہے اور اگر چیز خرید کی اور ہنوز قبض میں نہیں آئی کہ بائع مرگیا اور اوسپر دیون
ہیں تو مشتری احق ہے یعنی اول مشتری اپنا حق لیگا پھر اگر کچھہ زیادہ باقی رہیگا تو اور ارباب دیون یا دین سگے فان عقدھا لغیرہ لا تنفسخ
کوکیل ای بالاجارۃ پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کیواسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ نہوگا چنانچہ اجارہ دینے کا وکیل یعنی مثلا زید نے
خالد سے کہا کہ میری یہ حویلی کسی کو اجارہ دیدے اور اوسنے محمود کو اجارہ دی تو خالد کے مرنے سے حویلی کا اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ اجارہ عاقد
کے واسطے نہ تھا واما الوکیل بالاستیجار اذا مات تبطل الاجارۃ لان التوکیل بالاستیجار توکیل بشراء المنافع فصار کالتوکیل
بشراء الاعیان فیصیر مستاجرا لنفسہ ثم یصیر موجرا للموکل فھو معنی قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلۃ المالک کذا
نقلہ المصنف عن الذخیرۃ قلت ومثلہ فی شرح المجمع والبزازیۃ والعمادیۃ اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مرجائیگا تو اجارہ باطل ہوگا
اسواسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہے تو یہ شراء اعیان کی توکیل کے مانند ہے تو وکیل مستاجر ٹھہریگا اپنی ذات کیواسطے
پھر موجر ٹھہر جائیگا اپنے موکل کیواسطے سو یہی مطلب ہے ہمارے اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلہ مالک کے ہے ایسا نقل کیا ہے مصنف نے ذخیرہ
میں کہتا ہوں اور اسی کے مانند شرح مجمع اور بزازیہ اور عمادیہ میں ہے ثم قال المصنف قلت ھذا مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی من ان الملک
یثبت للوکیل ثم ینتقل الی الموکل واما علی ما قالہ ابو طاہر من انہ یثبت للموکل ابتداء وبہ جزم فی الکنز وھو الاصح
کما فی البحر فلا یستقیم واللہ اعلم انتہی پھر مصنف نے اپنی شرح میں کہا میں کہتا ہوں یہ یعنی مستاجر وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہونا مستقیم ہے
کرخی کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کے واسطے ثابت ہوتی ہے پھر موکل کیطرف منتقل ہوتی ہے اور وہ جو ابو طاہر نے کہا ہے کہ ملک موکل کیواسطے ابتدا
ثابت ہوتی ہے اور اسی قول پر یقین کیا ہے کنز میں اور یہی صحیح تر قول ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے تو بطلان اجارہ مستقیم نہیں واللہ اعلم انتہی قول المصنف
قلت وتعقبہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی ایضا لاتفاقھم علی عدم عتق قریب الوکیل لان ملکہ غیر مستقر
والموجب للعتق والفساد الملک المستقر شارح کہا میں کہتا ہوں اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد نے اعتراض کیا ہے اسطرح کہ بطلان
اجارہ بموجب اوس قول کے بھی جسکو کرخی نے ذکر کیا ہے غیر مستقیم ہے بسبب متفق ہونے فقہا کے قرابت دار وکیل کی عدم آزادی پر اسواسطے کہ وکیل
کی ملک مستقر اور قائم نہیں اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہے نہ غیر مستقر ھم فساد سے مراد فساد نکاح ہے جب کہ وکیل اپنی زوجہ لونڈی کو
اوسکے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کیواسطے کذا فی الحلبی ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارۃ لا تنفسخ بموت المستاجر والنقل
بہ مستفیض انتہی واللہ اعلم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اجارہ فسخ نہیں ہوجاتا اجارہ لینے والے کی موت سے
اور اس قول کی نقل فقہا میں مشہور اور معروف ہے انتہی قولہ واللہ اعلم ووصی واب وجد وقاض ومتولی الوقف لبقاء المستحق علیہ والمستحق
حتی لو مات المعقود لہ بطلت در اور چنانچہ وصی یتیم اور باپ اور دادا اور قاضی اور وقف کے متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا بسبب
باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مرگیا جسکے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ باطل ہوگا اوسکی موت سے کذا فی الدرر ھم مستحق علیہ
مراد موجر ہے اور مستحق سے مراد وہ ہے جسکے نفع کیواسطے اشخاص مذکورین نے اجارہ لیا چنانچہ موکل اور یتیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحطاوی
مع التوضیح الا اذا کان معقودا لہ ونفعہ خاص بہ وجمیع غلتہ لہ کما فی وقف الاشباہ معزیا للوھبانیۃ قال والاطلاق المتون

بخلافه قلت و باطلاق المتون افتی قاری الهدایة فکان هو المذهب المعتمد کما قاله المصنف فی حاشیته علی الاشباه متولی وقف کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوتا مگر جب کبھی ایسا متولی ہو کہ وقف اوسیکی ذات کیواسطے خاص ہوا اور سبب غلہ وقف کا اوسیکی ذات کیواسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ فسخ ہوگا کذا فی وقف الاشباہ عن الوہبانیہ صاحب اشباہ نے کہا اور متون فقہ کا اطلاق اس استثنا کے مخالف ہے مین کہتا ہون اور اطلاق متون کا فتوی دیا ہے قاری ہدایہ نے تو وہی اطلاق مذہب معتمد ٹھہر گیا ایسا کہہ مصنف نے کہا ہے اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہے وکذا قال فی الاشباہ بعد اربع اوراق لا تنفسخ الاجارة بموت موجر الوقف الا فی مسئلتین اذا آجرها الواقف ثم ارتد ثم مات لبطلان الوقف بردته وفیما اذا آجر ارضه ثم وقفها علی معین ثم مات تنفسخ اور اسیواسطے اشباہ مین کہا ہے چار ورق کے بعد کہ اجارہ فسخ نہین ہوجاتا موجر وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلون مین ایک مسئلہ یہ ہے جبکہ زمین کو اجارہ دیا وقف کے کرنیوالے نے پہر وہ مرتد ہوگیا پہر مر گیا بسبب باطل ہوجانے وقف کے واقف کی ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے جبکہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پہر وہ زمین وقف کردی ایک شخص معین پر پہر واقف مر گیا تو اجارہ فسخ ہوگا یعنی اسواسطے کہ ابتداء عقد اپنی ذات کیواسطے تہی اور پہلی صورت مین وقف میراث ہوجائیگا وفی وقف فتاوی ابن نجیم سئل اذا آجر الناظر ثم مات فاجاب لا تنفسخ الاجارة فی الوقف بموت الموجر والمستاجر کذا رایته فی عدة نسخ لکنه مخالف لما فی اجارة فتاوی قاری الهدایة فتنبه اور فتاوی ابن نجیم کی کتاب الوقف مین مذکور ہے کہ ابن نجیم سے یہہ سوال ہوا کہ جب ناظر وقف نے اجارہ دیا پہر وہ مر گیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف مین موجر اور مستاجر کی موت سے فسخ نہین ہوجاتا اسیطرح مین نے دیکہا ہے فتاوی مذکور کے کئی نسخون مین لیکن وہ مخالف ہے فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الاجارہ کے تو آگاہ رہو ہم مخالف فقط یہی ہے کہ اوسمین لفظ مستاجر زیادہ ہے کذا فی الحلبی وفیها ایضا لا تنفسخ بموت المتولی ولو الغلة له کیف وہ فتنبه اور اوسی فتاوی مین یہہ بہی ہے کہ متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوجاتا اگرچہ وقف کا غلہ فقط متولی کیواسطے ہو سو خبردار رہنا ہم شارح نے خبرداری سے اشارہ کیا وہ مذکور کیطرف یعنی وہبانیہ کا قول جو اشباہ مین مذکور ہے وہ اس قول سے بہی رد ہوگیا وفی الفیض الواقف لو آجر الوقف بنفسه ثم مات ففی الاستحسان لا تبطل لانه آجر لغیره انتہی ومثله فی البزازیة اور فیض مین ہے کہ وقف کرنیوالا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پہر مر جاے تو استحسان مین اجارہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ اوسنے غیرون کیواسطے اجارہ دیا یعنی جنکے مصارف موقوف علیہم ہین نہ واقف اور اسیطرح بزازیہ مین ہے وفی السراجیة وحکم عزل القاضی والمتولی کالموت فلا تنفسخ اور سراجیہ مین ہے اور قاضی اور متولی کی معزولی کا حکم موت کی برابر ہے تو اونکے عزل سے اجارہ فسخ نہو گا وتنفسخ ایضا بموت احد مستاجرین او موجرین فی حصته ای حصة المیت لو عقدها لنفسه فقط وبقیت فی حصة الحی اور دو مستاجرون یا دو موجرون مین سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے سے بہی اجارہ فسخ ہوجاتا ہے فقط اوسکے حصہ مین یعنی میت کے حصہ مین فسخ ہوتا ہے اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہوا اور باقی رہیگا اجارہ زندہ مستاجر یا موجر کے حصہ مین فرع مسئلہ متفرقہ شارح کا فی وقف الاشباہ تخلیة البعید باطلة فلو استاجر قریة وهو بالمصر لم تصح تخلیتها علی الاصح فینبغی للمتولی ان یذهب للقریة مع المستاجر او غیره فیخلی بینه وبینها او یرسل وکیله او رسوله احیاء لمال الوقف فلیحفظ قلت لکن نقل محشیها ابن المصنف فی زواهر الجواهر عن بیوع فتاوی قاری الهدایة انه متی مضی مدة یتمکن من الذهاب الیها والدخول فیها کان قابضا والا فلا فتنبه انتہی اور اشباہ کی کتاب الوقف مین مذکور ہے کہ مکان بعید کا تخلیہ یعنی اجارہ کی زمین کو مستاجر کے قبض و تصرف مین کردینا باطل ہے تو اگر گانون اجارہ لیا اور حالانکہ مستاجر شہر مین ہے تو اسکا تخلیہ صحیح نہین بنابر قول صحیح تر کی تو متولی وقف کو لائق ہے کہ گانون مین جاے مستاجر کے ساتھہ یا غیر مستاجر کے ساتھہ یعنی اوسکے وکیل کے ساتھہ پہر تخلیہ کردے درمیان مستاجر اور درمیان گانون کے یعنی بلا مزاحمت اوسکے تصرف مین کردے یا متولی اپنے وکیل یا پیغام رسان کو اوسکے ساتھہ بہیجے مال وقف کے قائم رکہنے کیواسطے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے مین کہتا ہون لیکن اشباہ کے محشی مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر مین فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا ہے کہ جب اتنی مدت عقد اجارہ کے بعد گذر جاے کہ جسمین

مستاجر گانون کیطرف جائے اور اوسکے داخل ہونے مین قادر ہو تو وہ گانون کا قابض ٹھہریگا اور اگر اتنی مدت منقضی نہو تو فقط مستاجر کے اقرار سے
قابض نہ ٹھہریگا انتہی ما فی زواہر الجواہر هم ذخیرۃ الناظرین مین ہے کہ اگر گانون اجارہ لیا اور وہ شہر سے دور ہے اور مستاجر نے اوسکے قبضہ کا اقرار کیا تو بنا بر اصل
اور اقرار اوسکا باطل ہو تا وقتیکہ اتنی مدت نگذرے جسمین وہان جائے اور قبض کرے یا اسقدر مدت گذرنے کے بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر نے وکیل یا رسول
بھیجین کذا فی الطحطاوی

مسائل شتے یہ چند مسائل متفرقہ ہین احرق حصائد ای بقایا اصول قصب محصود فی ارض مستأجرۃ
او مستعارۃ یعنی جلائین باقی جڑین قصب مقطوع کی جو اجارہ یا عاریت کی زمین کے اندر واقع ہین هم قصب یعنی بانس اور نرکل بطریق مثال کے ہے
اسکی خصوصیت نہین بلکہ گھاس اور ہر قسم کے کھیت کی ٹھوٹھیون کے جلانیکا یہی حکم ہے کذا فی شرح الحموی ومثلہ ارض بیت المال المعدۃ
لحط القوافل والاحمال ومرعی الدواب وطرح الحصائد قلت وحاصلہ ان لم یکن لہ حق الانتفاع فی الارض تضمن ما احترق من
مکانہ بنفس الوضع لا ما نقلتہ الریح علی ما علیہ الفتوی قالہ شیخنا اور اجارہ اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہے جو
قافلون اور بھاری اسباب کے اوتارنے کیواسطے اور جانورون کی چراگاہ اور کھلیانون کے ڈالنے کیواسطے مقرر ہے مین کہتا ہون اور خلاصہ یہ ہے کہ
اگر جلانیوالے شخص کیواسطے حق انتفاع نہو زمین مین تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اوس چیز کا جسکو آگ نے جلا دیا اوسی مکان مین بمجرد رکھنے آگ کے
نہ اوس چیز کا تاوان جسکو ہوا نے جلایا آگ اوڑا کر بنا بر قول مفتی بہ ایسا کچھہ کہا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے فاحترق شئی من ارض غیرہ
لم یضمن لانہ تسبب لا مباشرۃ اجارہ یا عاریت کی زمین مین کھیت کی ٹھوٹھیان جلائین تو غیر شخص کی زمین سے کوئی چیز جل گئی تو جلانے
والے پر تاوان نہین اسواسطے کہ احراق مذکور سبب ہے احراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہے نہ تسبب ان لم تضطرب الریاح فلو
کانت مضطربۃ ضمن لانہ یعلم انہا لا تستقر ارضہ فیکون مباشرا عدم تاوان اس شرط پر ہے کہ ہوا مین زور نہ چلتی ہو اور اگر ہوا تیز ہو
تو جلانیوالا تاوان دیگا اسواسطے کہ وہ جانتا ہے کہ ہوا کی تیزی سے آگ اوسکی زمین مین ٹھہری نہ رہیگی تو وہی شخص احراق کا مباشر یعنی
جلانیوالا ٹھہرا وکذا کل موضع کان للواضع حق الوضع فیہ انہی فی ذلک الموضع لا یضمن علی کل حال اذا اتلف بذلک الموضوع
شئی سواء اتلف بہ وہو فی مکانہ او بعد ما زال عنہ اور اسیطرح جس موضع مین رکھنے والیکو رکھنے کا حق ہو تو تاوان نہین ہر حال
مین جب کہ اوس رکھی چیز سے کوئی اور چیز تلف ہو جائے خواہ چیز تلف ہو اس حال مین کہ شے موضوع اپنے مکان مین ٹھہری ہو یا تلف ہو اپنے مکان سے
ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذا لم یکن للواضع فیہ حق الوضع حیث یضمن الواضع اذا اتلف بہ شئی وہو فی مکانہ وکذا بعد ما زال
لا بمزیل کوضع جرۃ فی الطریق ثم آخر اخری فتدحرجتا فانکسرتا ضمن کل جرۃ صاحبہ وان زال بمزیل کریح وسیل لا یضمن الواضع
هذا ہو الاصل فی هذہ المسائل کما حققہ فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہے جب کہ رکھنے والیکو اوس مکان مین رکھنے کا حق
نہو تو اسواسطے کہ رکھنیوالا تاوان دیگا جب کہ کوئی چیز اوس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہو گئی اور حالانکہ شے موضوع اپنے مکان مین ہے اور اسیطرح
تاوان لازم ہوگا شے موضوع کے خود ٹل جانے کے بعد بدون ٹالنے والیکے چنانچہ گھڑا رکھنا راہ مین پھر دوسرے شخص نے دوسرا گھڑا اوسی مین رکھا پھر
دونون گھڑے ڈھلکے اور ٹکر کھا کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گھڑے کا تاوان دے اور اگر شے موضوع ٹل گئی کسی چیز کے ٹالنے سے جیسے
ہوا یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہین یہی قاعدہ کلیہ ہے ان مسئلون مین چنانچہ اسکی تحقیق خانیہ مین کی ہے ثم فرع علیہ بقولہ فلو وضع
جمرۃ فی الطریق فاحترقت بذلک شئی ضمن لتعدیہ بالوضع پھر مصنف نے اپنے قول پر تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ
مین اور اوسکے سبب سے کوئی چیز جل گئی تو تاوان دیگا بسبب اپنی تقصیر آگ رکھنے سے هم اسواسطے کہ راہ مین چلنے کا حق ہے نہ آگ رکھنے کا وکذا
یضمن لو کان موضع لیس فیہ حق المرور اور اسیطرح تاوان دیگا ہر ایک اوس موضع مین جہان چلنے کا حق ثابت نہین هم حق مرور خانیہ مین کو بلا بیع
حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہے اور مرور اور عدم مرور کے حق کو صاحب خلاصہ نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی

الا اذا ذهبت به ای بالموضوع الریح فلا ضمان لتسبیبها فعلہ وکذا لو خرج السیل المجری بسقی خانیۃ مگر جب کہ رکھی ہوئی چیز
کو وہان سے ہوا اوڑا لیجاے تو اب تلف ہونے سے تاوان نہین اسواسطے کہ ہوانے رکھنے والیکا فعل مٹا دیا یعنی اب احراق ہواکیطرف منسوب ہوگا نہ رکھنے
والے کیطرف اور اسیطرح اگر سیلاب نے پتھر ڈھلکا یا اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو رکھنے والے پر تاوان نہین اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الخانیۃ ولو اخرج
الحداد الحدید من الکیر فی دکانہ فوضعہ علی العلاۃ ثم ضربہ بمطرقۃ فخرج الشرار الی الطریق واحرق شیئا ضمن ولو لم یضربہ واخرجہ الریح لا ضمان علیہ
اور اگر لوہارنے لوہا نکالا بھٹی سے اپنی دوکان مین پھر اوسپر ہتھوڑا مارا سو راہ کیطرف چنگاری نکل گئی اور اوسنے کوئی چیز جلا دی تو لوہار تاوان
دیگا اور اگر اوسپر ہتھوڑا نہین مارا اور چنگاری ہوانے نکالی تو اب جلنے سے تاوان لوہار پر نہین کذا فی الزیلعی سقی ارضہ سقیا لا تحتمل فتعدی
الماء الی ارض جارہ فافسدها ضمن لانہ مباشر لا متسبب ایک شخص نے اپنی زمین اسقدر بکثرت سینچی کہ زمین اوسکو نہ تھام سکی سو
پانی ابل کر اوسکے ہمسایہ کی زمین کیطرف بہا اور اوسکو خراب کر دیا تو سینچنے والے پر تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ مباشر ہی فساد کا
نہ مسبب انگیز اتخذ خیاط او صباغ فی حانوتہ من یطرح علیہ العمل بالنصف سواء اتحد العمل ام اختلف کخیاط مع قصار صح
استحسانا لانہ شرکۃ الصنائع فهذا بوجاهتہ یتقبل وهذا بحذاقتہ یعمل خیاط یا رنگریز نے اوس شخص کو اپنی دکان پر بٹھایا جو دوکاندار
کو سینے یا رنگنے کا کام لیکر دے نصفا نصف اجرت پر خواہ دونون کا عمل ایک ہی ہو یعنی دونون خیاط ہون یا دونون رنگریز یا عمل مختلف ہو جیسے
خیاط دھوبی کے ساتھہ تو یہ درست ہی باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ یہ شرکت ہی صنائع کی نہ شرکت وجوہ جیساکہ صاحب ہدایہ سمجھا ہے
تو یہ شخص بسبب اپنی وجاہت اور دداری کے کام لیتا ہی اور یہ یعنی دوکاندار اپنی کاریگری کے سبب سے کام کرتا ہی کما استاجر جملا لیحمل
علیہ محملا وراکبین الی مکۃ ولہ المحمل المعتاد ورؤیتہ احب وکذا اذا لم یر الوطاء واللحاف جیسے صحیح ہی کرایہ لینا کسی
اونٹ کا تا اوسپر محمل لادا جاے اور دو سوار اوسپر سوار ہون مکہ معظمہ تک اور حالانکہ محمل رواج کے موافق ہے اور دیکھہ لینا محمل کا مستحب ہے یعنی
قطع نزاع کیواسطے اور اسیطرح اجارہ جائز ہے جب کہ بچھونا اور اوڑھنا نہ دیکھا ہو شامل مین مذکور کہ دو اونٹ مکہ معظمہ تک کرایہ سے لے کر تا
ایک اونٹ پر محمل کسے اور دو شخص اوسپر سوار ہون اپنا اوڑھنا بچھونا لیکر سو مکاری نے سوار ہونے والون کو دیکھا اور اونکا اسباب مذکور نہین دیکھا
اور دوسرے اونٹ پر کچھ من ستو اور پانی اور سرکہ اور تیل وغیرہ لادے اور اوسکی مقدار بیان کی یا یہ شرط کی کہ مکہ معظمہ سے ملنے کے وقت
تک الف لا دلا دینگا جسقدر لوگ لا دلاتے ہین تو یہ اجارہ فاسد ہے قیاس مین بسبب غیر معین ہونے بوجھہ کے اور باعتبار استحسان کے جائز ہے
اسواسطے کہ اسکا رواج جاری ہے انتہی زیلعی کما وجہ استحسان یہ ہے کہ معقود علیہ راکب ہی سو معلوم ہے اور محمل تابع ہی اور اوسکی جہالت اسطرح بیشتر
زائل ہو جاتی ہے اور اسیطرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت دور ہو جاتی ہے کذا فی المحیط وفی الولوالجیۃ ولو تکاری الی مکۃ ابلا مسماۃ بغیر
اعیانها جاز ویجعل المعقود علیہ حملا فی ذمۃ المکاری والابل آلۃ وجهالتها لا تفسد قلت فما یفعلہ الحجاج من الاجارۃ للحمل او
الرکوب الی مکۃ بلا تعیین الابل صحیح واللہ اعلم اور ولوالجیہ مین ہے اور اگر چار یا دس اونٹ بلا تعیین کرایہ لئے مکہ معظمہ تک تو جائز ہے اور
معقود علیہ بوجھا قرار دیا جاتا ہی مکاری کے ذمہ پر اور اونٹ بوجھہ لادنے کے آلات ہین اور اونکی جہالت اجارہ مذکور کی مفسد نہین ہے مین کہتا ہون
کہ وہ جو حاجی لوگ اجارہ کرتے ہین بوجھہ لادنے اور سواری کیواسطے مکہ معظمہ تک بلا تعیین اونٹون کے تو صحیح ہی واللہ اعلم وجہ جواز یہ ہے کہ مطلق
متعارف کیطرف منصرف ہی استاجر جملا لیحمل علیہ مقدارا من الزاد فاکل منہ فی الطریق رد عوض ما اکل یعنی ایک شخص نے ایک اونٹ کرایہ لیا توشہ کی مقدار معین
کے لادنے کیواسطے سو توشہ مین سے کچھ کھایا گیا تو اوسکی عوض توشہ یا مانند اوسکی اور چیز پھر اوسپر لاد دیگا قال لغاصب اسکن داری هذہ فرغها والا فاجرتها
کل شهر بکذا فلم یفرغ وجب علی الغاصب المسمی لان سکوتہ رضی صاحب خانہ نے گھر کے غصب کرنیوالے سے کہا کہ گھر خالی کر دے اور نہین تو
کرایہ اوسکا ہر ماہ اتنا دینا ہوگا سو غاصب نے گھر خالی نہ کیا تو غاصب پر کرایہ مذکور واجب ہوگا اسواسطے کہ اوسکا سکوت رضامندی ہے اجارہ کی

الا اذا انکر الغاصب ملکه وان اثبته ببینة لانه اذا انکره لم یکن راضیا بالاجارة مگر اوس صورت مین کرایہ واجب نہوگا جب کہ غاصب
صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ اپنی ملک گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہوا تو اجارہ پر راضی نٹھہرا ای اقر
عطف علی انکر بانه ای بالملک ولکن لم یرض بالاجر لانه صرح بعدم الرضی یا غاصب نے اوسکی ملک کا اقرار کیا ولیکن اجرت پر راضی نہوا تو بھی
اجرت واجب نہوگی اسواسطے کہ اوسنے عدم رضا کی تصریح کردی فی الاشباه السکوت فی الاجارة رضی وقبول فلو قال للساکن اسکن بکذا
والا فانتقل او قال الراعی لا ارضی بالمسمی بل بکذا فسکت لزم ما سمی اور اشباہ مین ہے کہ چپ رہنا اجارہ مین رضا اور قبول ہے اگر کرایہ
کے گھر یا دوکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اسقدر کرایہ کے سکونت کر اور نہین تو نکل جا یا چرواہے نے کہا کہ مین اجرت سابقہ پر راضی نہین بلکہ
اسقدر اجرت لونگا پھر اوسنے سکوت کیا تو اوسقدر اجرت لازم ہوگی جتنی اوسنے معین کی بقی لو سکت ثم لما طالبه قال لم اسمع کلامک هل
یصدق قال ان به صمم نعم والا لا عملا بالظاهر باقی رہی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے سکوت کیا پھر جب مالک نے کرایہ مانگا تو بولا کہ مین نے تیرا
کلام نہ سنا تھا تو اوسکی تصدیق ہوگی یا نہین جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص بہرا ہی تو ہان تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرا نہو تو تصدیق نہوگی بنا بر عمل
بظاہر حال للمستاجر ان یوجر الموجر بعد قبضه قیل وقبله من غیر موجره واما من موجره فلا یجوز وان تخلل ثالث به یفتی للزوم
تملیک المالک مستاجر کو جائز ہے کہ اجارہ والی چیز بعد اوسکے قبضہ کرنے کے اوسکے مالک کے سوا اور شخص کو اجارہ دے بعضون نے کہا قبل از قبض
بھی اجارہ دینا جائز ہے اور اوسکے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہین اگرچہ تیسرا شخص درمیان مین واقع ہو اسطرح کہ مستاجر اول مستاجر
ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی موجر کو اجارہ دے اسی قول پر فتوی ہے بسبب لازم ہونے تملیک مالک کے هم یعنی عین کا مالک منافع کا بھی مالک ہے
اور مستاجر اوسکے قائم مقام ہی کذا فی الخطاب وهل تبطل الاولی بالاجارة للمالک الصحیح لا وهبانیة تلک وصححه قاضیخان وغیره وفی
المضمرات وعلیه الفتوی اور کیا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہوجاتا ہے یا نہین جواب یہ ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ باطل نہین ہوتا مین
کہتا ہون اور عدم بطلان کو صحیح کہا ہی قاضیخان وغیرہ نے اور مضمرات مین ہے اور اسی قول پر فتوی ہی وقدمنا عن البحر معزیا للجوهرة الاصح نعم واقره
المصنف ثمه ونقل هنا عن الخلاصة ما یفید انه ان قبضه منه بعد ما استاجر بطلت والا لا فلیکن التوفیق فتامل اور بیشک
بحر الرائق سے بنسبت جوہرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ ہان اجارہ باطل ہوجاتا ہے مالک کو اجارہ دینے سے اور ثابت رکھا اس قول
کو مصنف نے وہان اور اپنی شرح مین یہان خلاصہ سے وہ نقل کیا ہی جو اسکا مفید ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے اجارہ کی چیز قبض کی بعد اوسکے اجارہ لینے کے
تو پہلا اجارہ باطل ہوگا اور نہین تو باطل نہوگا تو اب تو دونون قولون مین اختلاف رفع ہوگیا اتفاق ہوگیا سو اسکو غور کرلے هم یعنی بطلان
اجارہ اولی کا قول عدم قبض موجر پر محمول ہی اور بطلان کا قول قبض موجر پر محمول ہی محیط مین ہے کہ موجر نے مستاجر سے لیکر قبض نہین کیا تو مستاجر
اول پر اجرت لازم ہے وهل تسقط الاجرة ما دام فی ید الموجر خلاف مبسوط فی شرح الوهبانیة اور کیا اجرت ساقط ہوگی جب تک
اجارہ کی چیز موجر کے قبض مین ہی اسمین اختلاف ہے جو شرح وہبانیہ مین مشرح مذکور ہی وکله باستیجار عقار ففعل الوکیل وقبض ولم
یسلمها ای لم یسلم الوکیل العقار المؤجر الیه الی الموکل حتی مضت المدة فالاجر علی الوکیل لانه اصیل فی الحقوق
ورجع الوکیل بالاجر علی الامر لنیابته عنه فی القبض فصار قابضا حکما ایک شخص نے دوسرے کو غیر منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا
سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اوسپر قبضہ کیا اور وکیل نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم نکی یہان تک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی تو اجرت وکیل پر
ہی اسواسطے کہ وہ اصیل ہی عقد کے حقوق مین اور وکیل اجرت بھر لے موکل امر کرنیوالے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبض کرنے
مین تو موکل حکماً قابض ٹھہر گیا هم وکیل موکل سے اجرت بھر لے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے باز رکھا ہو یا نہ رکھا ہو کذا فی الدرر الا
اذا حکم انه شرط الوکیل تعجیل الاجرة وقبض الدار ومضت المدة ولم یطلب الامر الدار منه فانه یرجع ایضا لصیرورة الامر قابضا

یتمخض ما لم یظہر المنع اور اسیطرح حکم ہے اگر وکیل نے پیشگی اجرت دینا شرط کیا اور وکیل سے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گذر گئی اور امر کرنیوالے نے
اوس سے گھر نہ مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے پاس سے موجر کو اجرت دیگا اور موکل سے اجرت مذکورہ لیگا بسبب ہو جانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے
جب تک کہ وکیل کی جانب سے منع ظاہر نہو یعنی تا وقتیکہ موکل کو تصرف سے باز نہ رکھے وان طلب الآمر الدار منہ وابی الوکیل لتعجیل الاجرۃ
لا تصیر حبسہ لانما حبس الدار بحق لہ فبقی یدہ ید نیابۃ فلم یصیر الموکل قابضا حکما فلا یکون علیہ الاجر اور موکل نے وکیل سے گھر مانگا
اور وکیل نے نہ دیا تعجیل اجرت کے سبب سے تو اب اجرت فقط وکیل پر پڑیگی اور وکیل موکل سے رجوع نکر سکیگا اسواسطے کہ جب اوسنے گھر کو بسبب حق کے روک رکھا تو وکیل
کا قبض نیابت کا قبض باقی نرہا تو موکل حکما قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم نہوگی یستحق القاضی الاجر علی کتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر
ما یجوز لغیرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہے دستاویز اور محضرون اور سجلون کے لکھنے پر جسقدر غیر قاضی کو اجرت لینی جائز ہے ھ قاضی پر حکم کرنا واجب ہے
نہ لکھدینا لہذا لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہین کہ جسقدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ جتنی اجرت اور شخص اوسقدر لکھنے پر لیتے ہون اوسیقدر
قاضی بھی اجرت لے اپنے علو منصب سے زیادہ طلبی نکرے کالمفتی فانہ یستحق اجر المثل علی کتابۃ الفتوی لان الواجب علیہ الجواب باللسان
دون الکتابۃ بالبنان ومع ہذا الکف اولی احترازا عن القیل والقال وصیانۃ لماء الوجہ عن الابتذال بزازیہ وتمامہ
فی قضاء الوہبانیۃ چنانچہ فتوی دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہے فتوی لکھدینے پر اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب
ہے نہ اونگلیون سے لکھدینا اور باوجود اسکے اجرت نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل و قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی البزازیہ اور پورا بیان
اسکا وہبانیہ کی کتاب القضا مین ہے وفی الصیرفیۃ حکم وطلب اجرۃ لیکتب شہادتہ جاز وکذا المفتی لو فی البلد غیرہ وقیل
مطلقا لان کتابتہ لیست بواجبۃ علیہ اور صیرفیہ مین ہے کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھدے تو جائز ہے اور یہی حکم ہے
مفتی کا اگر اوس شہر مین اوسکے سوا اور کوئی بھی فتوی دینے والا ہو اور بعضون نے کہا خواہ ہو یا نہو مطلقا طلب اجرت تحریر شہادت پر جائز ہے
اسواسطے کہ لکھنا واجب نہین مفتی پر ھ طحطاوی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہے جو دستاویز پر لکھا جاتا ہے یعنی قاضی کے
دستخط یا مہر والا بیان توگفتگو قاضی مین ہے نہ شاہد مین اور فراموش نکیجیو جو مذکور ہو چکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہے نہ زیادہ وفیہا
استاجرہ لیکتب لہ تعویذا لاجل السحر جاز ان بین لہ قدر الکاغذ والخط والمکتوب اور صیرفیہ مین ہے ایک شخص نے اجارہ مقرر کیا
تاکہ وہ اوسکے واسطے دفع سحر کا تعویذ لکھدے تو جائز ہے اگر اوس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کردے ھ اسواسطے کہ کاغذ کی مقدار ذکر ہونیکی
تو معلوم ہوگیا کہ کسقدر سطور کی اوسمین گنجائش ہے باعتبار عرض کے اور تفاوت بعض کلمات کے زیادہ ہونیکا معاف ہے اور ظاہر اخط سے مراد عدد سطور ہے
اسواسطے کہ بیان بقدار کاغذ عدد سطور کا بیان لازم نہین تو اسصورت مین لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہین اور لفظ مکتوب منح الغفار مین صیرفیہ
کی نقل عبارت مین نہین ہے اور خط سے کاتب کا خط مراد نہین ہوسکتا اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ کاتب کا خط اول دیکھہ لیتے ہین کذا فی الطحطاوی
المستاجر لا یکون خصما لمدعی الاجارۃ والرہن والشراء لان الدعوی لا تکون الا علی مالک العین مستاجر مدعا علیہ نہین ہوتا
اجارہ اور رہن اور خرید کے مدعی کا اسواسطے کہ دعوی نہین ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک نہین ھ مثلا ایک گھر زید نے کرایہ لیا سو دوسرے شخص نے
دعوی کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ مین ہے یا میرے پاس گرو ہے یا مین نے اوسکو خرید کیا ہے تو اسکی جوابدہی مالک سے متعلق ہے نہ زید سے بخلاف المشتری والموہوب
لہ لملکہما العین برخلاف مشتری اور موہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونون کے یعنی مشتری اور موہوب لہ عین کے مالک ہین تو وہ مدعا علیہ ہوسکتے ہین
اجارہ اور رہن اور خرید کے دعوی مین فہل یشترط حضور الآجر مع المستاجر قولان اور کیا حاضر ہونا موجر کا مشتری کے ساتھ دعوی اجارہ مین
شرط ہے اسمین دو قول ہین ایک قول مین شرط ہے اور دوسرے قول مین نہین وتصح الاجارۃ وفسخہا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ
والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف مضافا کون کل واحد مما ذکرہ مضافا الی الزمان المستقبل

کان جنتک او فاسختک رأس الشهر صح بالاجماع اور صحیح ہو اجارہ اور اوسکا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور مضاربت اور وکالت اور
ضمانت اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کیواسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف جب کہ ہر ایک امور مذکورہ سے زمان مستقبل
کیطرف مضاف ہین چنانچہ مین نے تجکو اجارہ دیا ماہ آیندہ سے اجارہ فسخ کیا شروع ماہ مین تو صحیح ہی بالاتفاق ہم ایصا کی مثال یہ ہے کہ مین نے فلانے کو وصی کیا
اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہے کہ میرے مال سے سوم حصہ فلانے شخص کا ہی میری موت کے بعد قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا کہ عاریت اور اذن فی التجارۃ
بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہین کذا فی الطحطاوی لا یصح مضافا للاستقبال کل ما کان تملیکا للحال مثل البیع واجازتہ وفسخہ والقسمۃ
والشرکۃ والہبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال وابراء الدین وقد مر فی متفرقات البیوع صحیح نہین اضافت بزمان مستقبل جو کہ
فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اوسکی اجازت اور فسخ کی اور مانند قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء دین کے
اور یہ مذکور ہو چکا کتاب البیوع کے متفرقات مین ہم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فضولی نے غیر کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ مین نے اوس بیع کی اجازت دی
اور صلح مین داخل ہین کل صلح مگر مال کی قید سے عمومی صلح نکل گئی سو اسواسطے کہ اوسکی اضافت زمان مستقبل کیطرف صحیح ہی زاد اجر المثل فی نفسه من غیر ان یزید احد
فللمتولی فسخہا وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی بہ یفتی اجر مثل زیادہ ہوگئی خود بخود بدون اس بات کے کہ کوئی اوسکو بڑہاوے تو متولی کو
اجارہ وقف کا فسخ کرنا جائز ہی اور جب تک متولی فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ لازم ہوگی اسی طرح ل کا فتوی ہے تفسخ العقد بعد تعجیل البدل
فللمعجل حبس المبدل حتی یستوفی مال البدل صحیحا کان العقد او فاسدا لان العین فی ید المستاجر فلیحفظ جو عقد اجارہ فسخ
کیا اجرت پیشگی لینے کے بعد تو پیشگی دینے والے کو حبس مبدل یعنی اجارہ کی چیز کو روک رکھنا جائز ہی یہان تک کہ عوض کا مال لیوے خواہ عقد
صحیح ہو یا فاسد بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے ہاتہ مین ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے استاجر مشغولا لا فارغا صح فی الفارغ فقط الا ا
کما مر لکن حرر محشی الاشباہ ان الراجح صحۃ اجارۃ المشغول ویؤمر بالتفریغ والتسلیم ما لم یکن فیہ ضرر فلہ فسخہا
فتنبہ اجارہ لیا مشغول اور خالی چیز کا تو اجارہ صحیح ہی فقط خالی چیز مین نہ مشغول مین چنانچہ مذکور ہو چکا لیکن اشباہ کے محشی نے تحریر کی
ہی کہ قول راجح یہ ہی کہ اجارہ مشغول کا صحیح ہی اور موجر کو امر ہوگا مشغول چیز کے خالی کر دینے کا اور تسلیم کا جب کہ خالی کرنے مین ضرر نہو
تو اوسکو اوسکا اجارہ فسخ کر دینا جائز ہے سو خبردار رہنا استاجر شاۃ لارضاع ولدہ او جدیہ لم یجز لعدم العرف بکری اجارہ لی اپنے
لڑکے کے دودہ پلانیکو یا اپنی بکری کے بچے کے دودہ پلانے کو تو اجارہ جائز نہین بسبب عدم رواج کے المستاجر فاسدا اذا آجر صحیحا جازت
لو بعد قبضہ فی الاصح منیہ وقیل لا وتقدم الکل والکل فی الاشباہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر جب کہ اور شخص کو اجارہ صحیح
دے تو اجارہ جائز ہے اگر اجارہ دیا بعد اوسکے قبضہ کرنے کے قول اصح یہ ہے کذا فی المنیہ اور قول ضعیف مین اجارہ مذکورہ صحیح نہین اور
سب مسائل مذکورہ پہلے مذکور ہو چکے اور یہ سب مسائل اشباہ مین مذکور ہین **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے اعلم ان المقاطعۃ اذا
وقعت بشروط الاجارۃ فہی صحیحۃ لان العبرۃ للمعانی وقدمناہ فی الجہاد دریافت کر کہ مقاطعہ جب کہ اجارہ کی شرطون کے ساتہ واقع
ہو تو اجارہ صحیح ہی اسواسطے کہ اعتبار معانی کا ہی نہ فقط لفظ کا اور اسکو ہم مقدم کر چکے ہین کتاب الجہاد مین ہم مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو
زمین دیوے بطور مقاطعہ کے اسطرح کہ بادشاہ کہے کہ مین نے تجکو یہ زمین معاف کر دی ہر سال اسقدر اجرت پر تو یہ اجارہ ہی معنی کذا فی الطحطاوی صح استیجار قلم ببیان
الاجر والمدۃ صحیح ہی اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتہ استاجر شیئا لینتفع بہ خارج المصر فانتفع بہ فی المصر فان کان ثوبا
لزم الاجر وان کان دابۃ لا ایک چیز اجارہ لی تا اوس سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر جا کر پہر اوس سے شہر ہی مین فائدہ حاصل کیا تو اگر وہ چیز کپڑا
ہو تو اجرت لازم ہوگی اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہین ساقہا ولم یرکبہا لزم الاجر الا لعذر بہا مستاجر جانور کو ہانک لیگیا اور اوسپر سوار نہوا
تو اجرت لازم ہوگی لیکن اگر جانور مین کوئی عذر ہو مانع سواری کا مثلا اوسکی پیٹھ لگی ہو تو اجرت لازم نہین ہم یعنی سواری کیواسطے اجارہ لیا اور سوار

سہو ہوا تو اوسکا قصور ہے اخطأ الکاتب فی البعض ان الخطأ فی کل ورقۃ خیر ان شاء اخذہ واعطی اجر مثلہ او ترکہ علیہ واخذ منہ الفیۃ کاتب
چوک گیا بعض سطور میں اگر خطا ہر ورق میں ہو تو لکھانیوالا استاجر چاہے اوسکو لے اور اوسکی اجرت مثل دے بشرطیکہ اجرت معینہ زیادہ نہو یا اوسکو اوسپر چھوڑ دے اور کاتب سے
قیمت کاغذ اور روشنائی کی لے کذا فی الولوالجیہ وان فی البعض اعطاہ بحسابہ من المسمی اور اگر خطا بعضے ورقون میں ہو تو اوسکو اجرت معینہ دے اوسکے حساب کے
موافق ھم یعنی جسقدر ورق صحیح لکھے ہون اونکی اجرت ٹھہرانے کے موافق دے اور جتنے ورق غلط ہون اوسکے موافق اجرت مثل دے کذا فی الطحطاوی الصیرفی باجر
اذا ظہرت الزیافۃ فی الکل ابستردّ الاجرۃ وفی البعض بحسابہ صراف نے پرکھائی کی اجرت لی جب کہ کھوٹا ہونا سب دراہم یا دنانیر میں ظاہر ہوگا
تو اوس سے اجرت پھیر لیجائیگی اور بعض کے کھوٹے ہونے میں اوسکے حساب سے استرداد ہوگا ان دلّنی علی کذا فلہ کذا فدلّہ فلہ اجر مثلہ ان مشی معہ ولہ
اگر مجھکو فلانی چیز بتاوے تو اوسکے واسطے اجرت ہے سو اوسکو بتائی تو بتانیوالے کیواسطے اجرت مثل ثابت ہے اگر بتانیوالا ایک قدم چلا ہو بتانے کے واسطے من دلّنی علی
کذا فلہ کذا فھو باطل ولا اجر لمن دلّہ الا اذا عیّن الموضع جو شخص مجھکو فلانی چیز بتاوے تو اوسکے واسطے اتنی اجرت ہے تو یہ باطل ہے اور بتانیوالیکے واسطے
کچھ اجرت نہین مگر جب کہ موضع دلالت معین کرے ھم شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اجارہ مذکورہ بلفظ ان شرطیہ صحیح ہے اور بلفظ من شرطیہ صحیح
نہین حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ طحطاوی نے بزازیہ سے یون نقل کیا ہے کہ ایک شخص کی کوئی چیز گم ہو گئی سو اوسنے کہا کہ جو مجھکو دلالت کرے اوسکے
تو اوسکے واسطے اتنی اجرت ہے تو اوسکی دو صورتین ہین اگر اوسنے یہ کلام بسبیل عموم کے کہا اسطرح کہ من دلّنی یعنی جو شخص کہ مجھکو بتاوے تو اجرت باطل ہے
اسواسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا ایسا عمل نہین ہے جسکے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانیوالے کو اجرت نہ ملیگی اور اگر بسبیل خصوص کے کہا یعنی اسطرح ایک شخص معین
سے کہا کہ اگر تو مجھکو فلانی چیز بتاوے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہے تو اگر وہ شخص بتانے کیواسطے چلا اور اوسنے دلالت کی تو اوسکو اجرت مثل ملیگی بتانے کیواسطے
چلنے کے سبب سے اسواسطے کہ بتانا ایسا عمل ہے جسپر استحقاق اجرت ثابت ہوتا ہے بعقد اجارہ لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہین لہذا اجرت مثل واجب ہوگی نہ اجرت معینہ
اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم اور خصوص برابر ہوا انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارہ تعیین اور چلنے پر ہے نہ لفظ ان اور من کی تعبیر پر اور اشباہ کی
بھی عبارت بزازیہ کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی استاجر لحفر حوض عشرۃ فی عشرۃ وبیّن العمق فحفر خمسۃ فی خمسۃ کان لہ ربع الاجر الکل
من الاشباہ اجارہ لیا وہ دردہ حوض کے کھودنیکا اور اوسکا عمق بیان کر دیا مثلاً ہاتھ بھر کا گہرا اسمے مزدور نے پنج در پنج کھودا تو اوسکے واسطے چوتھائی مزدوری
ثابت ہوگی یہ سب مسائل اشباہ سے منقول ہین ھم چوتھائی مزدوری اسواسطے ہوئی کہ دہ دردہ یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کی سو ہاتھ
تکسیر ہوتی ہین تو پنج در پنج یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ تکسیر ہوئے اور پچیس چوتھائی ہے سو کی تو چوتھائی عمل سے چوتھائی اجرت
لازم ہوئی معلوم ہوا کہ اجسام مین ضرب معتبر ہے نہ مثل طلاق کے مین کذا فی الطحطاوی وفیہا جاز استیجار طریق للمرور ان بیّن المدۃ قلت و
حاشیتہا ھذا اقول بہا وھو المختار شرح مجمع اور اشباہ مین ہے کہ جائز ہے اجارہ لینا راہ کا چلنے کیواسطے اگر مدت مرور بیان کیجاوے مین کہتا ہون اور اشباہ مین
کہ صاحبین کا قول ہے اور وہی مختار ہے کذا فی شرح المجمع ھم جواز اجارہ طریق اوس صورت مین ہے جب کہ طریق ایک شخص کی ملک مین ہے کذا فی الطحطاوی وفی خلیار
من دلّنا علی کذا جاز لان الاجر یتعیّن بالدلالۃ اور اختیار مین ہے مستاجر نے کہا کہ جو شخص ہمکو فلانی چیز بتاوے اوسکا اتنا اجر ہے تو جائز ہے اسواسطے کہ اجرت معین ہو جاتا
اوسکے بتانے سے ھم اور اسیطرح سیر الکبیر مین ہے اور عنقریب اوسکو ہم ذکر کرینگے کہ مراد یہ ہے کہ اس کلام کا مخاطب معین ہے اور اوسکی جانب سے قبول پایا گیا ہو چنانچہ متعین ہونا
اجر کا اوسکی دلالت سے اس مراد پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اجرت سے مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ ابی السعود علی الاشباہ وفی الغایۃ دار لی لک اجارۃ
ہبۃ عقیب عیدالاضحیٰ فاحکل فسخہا ولو بعد القبض فلیحفظ اور اتقانی کی غایۃ البیان مین ہے کہ میرا گھر تیرے واسطے اجارہ ہبہ ہے تو اجارہ غیر لازم صحیح ہے
اور مستاجر یا ایک کو اوسکا فسخ کرنا جائز ہے اگرچہ فسخ بعد قبض مستاجر واقع ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم اور اسیطرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبہ اجارہ پر
مقدم کریگا کذا فی نہایۃ البیان ایضاً اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ اجارہ کے اور عدم لزوم عقد لازم لفظ ہبہ کے سبب سے ہے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا
فی الطحطاوی وفی لزوم الاجارۃ المضافۃ تصحیحان والفتویٰ علی عدم لزومہا بحر علیہ الفتویٰ اور اجارۂ مضافہ کے لزوم مین یعنی جو اجارہ کہ مستقبل زمانہ

مستقبل ہے اوسکے لزوم مین دو قول صحیح ہین اور عدم لزوم کے قول کی اسطرح تائید کی گئی ہو کہ عدم لزوم پر فتویٰ ہو وفی الخانیۃ ما لحکمۃ اجارۃ
البناء و عن محمد یجوز کو منقول ہے یہ کہیں اور مستصفے وایدیفتی اور مجتبیٰ مین ہے کہ اجارہ عمارت کا بدون زمین کے جائز نہین اور محمد سے ایک روایت مین اجارہ
مذکورہ جائز ہے اگر عمارت سے نفع حاصل ہو جیسا کہ دیوار اور چھت اور اسی قول پر فتویٰ ہو ہم خلاصہ مین ہے کہ ہمیشہ کا فتویٰ اسپر ہے کہ زمین کا اجارہ بدون عمارت اور عمارت کا اجارہ بدون زمین
صحیح ہو کذا فی الطحطاوی ومنه اجارة بناء مكة وكذا اجارة ارضها اور اسی قسم سے اجارہ مکہ معظمہ کی عمارت کا اور اوسکی زمین کا اجارہ مکروہ ہے
ہم مختارات النوازل مین ہے کہ بنا مکہ معظمہ کی بیع اور اجارہ مین کچھ مضائقہ نہین اور وہان کی زمین کی بیع امام کے نزدیک مکروہ ہو اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے
اور امام سے بھی اسکی ایک روایت ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ لعبد البر وفی الوہبانیہ وفی الکلب والبازی قولان والیها + کما فی القول
اذا ارضها الیس تؤجر + اور وہبانیہ مین ہے اور کتے اور باز کے اجارہ مین اختلاف ہے جیسے کہ مکہ معظمہ کی عمارت مین اختلاف ہے اسواسطے کہ وہان کی زمین کا
اجارہ نہین ہوتا ہم کتے اور باز مین اگر مدت مذکور ہو تو بعضون کے نزدیک اجارہ جائز ہے اور بلی کا اجارہ چوہا پکڑنے کیواسطے بالاتفاق جائز نہین کذا فی الطحطاوی
ولو دفع الدلال ثوبا للتاجر + یقلبه لو راح ليس يخسر + اور اگر دلال نے وہ کپڑا جسکو بیع کیواسطے لیے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کر جاوے تو دلال
پر تاوان نہین ومن قال قصدی ان اسافر فافسخن + فحلفه او فاسأل رفقا فالبذ کرنا + اور جس مستاجر نے موجر سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ سفر کرون سو اجارہ
فسخ کر تو اوسکو قسم دی یا اوسکے رفیقون سے سوال کر تا وہ بیان کر دین ہم یعنی اگر مستاجر سفر کرنیکا اظہار کرے اور فسخ اجارہ چاہے اور موجر کہے کہ یہ سفر نہین کریگا فسخ اجارہ
کیواسطے حیلہ انگیزی کرتا ہو تو قاضی مستاجر سے سفر جانے کی قسم لے یا اہل قافلہ سے پوچھے کہ تمہارے ساتھ مستاجر بھی مستعد سفر ہے یا نہین اگر وہ کہین کہ ہان تو عذر
فسخ ثابت ہوگا ویفسخ من ترك التجارة ما اكترى + ولو كان في بعض الطريق ومحوجر + لفسخها الهمات منها معين + واطلق یعقوب
وبالضعف يذكر + اور ترک تجارت سے فسخ ہوگا اجارہ اوس جانور کا جسکو سوداگر نے کرایہ لیا اگرچہ ترک تجارت کچھ راہ چلکر واقع ہو اور موجر
اجارہ فسخ کرنا جائز ہو اگر معین اونٹون سے کہ اجارہ مین ایک معین اونٹ مرجاوے اور ابو یوسف نے مطلق کہا ہو یعنی خواہ اونٹ معین ہون خواہ غیر معین بہر صورت
فسخ جائز ہے اور قول ابو یوسف کا ضعف کے ساتھ مذکور ہو یعنی قول ضعیف ہے لائق عمل کے نہین ہم یعنی اگر موجر نے معین اونٹون کا کرایہ کیا سواری اور بوجھ لادنے
کو پھر اونٹ مرگئے تو اجارہ فسخ ہوگیا اور اگر بلا تعین اونٹون کا اجارہ ہوا اور موجر نے مستاجر کو اونٹ تسلیم کیے تو اب مرجانے سے اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے
کہ عقد اجارہ خاص اونٹون پر واقع نہین ہوا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اور اونٹ لاوے اور یہ جو ناظم نے کہا کہ موجر کو فسخ کا اختیار ہے اسکی کچھ حاجت نہین
اسواسطے کہ اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہو تعین کی صورت مین کذا فی الطحطاوی وایجاره ذی ضعف من الکل جائز + ولو ان اجر المثل من ذلک اکثر + اور
اجارہ دینا بیمار کا تمام مال سے جائز ہو اگرچہ اجرت مثل اوسکے اجر معین سے زیادہ ہو ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا ہنگی مال مثلاً پانچ لاٹھ ہین اور وہ شخص بیمار
بمرض الموت ہے اور اوسکے پانچون بیٹے ہین اور اوسکے وارث ہین سو بیمار مذکور نے پانچون دکانات اجارہ دین اجر مثل سے کمتر کو تو اجارہ مذکورہ جائز ہے اسواسطے کہ بیمار کا وہ تصرف
جائز نہین جسمین ارباب دیون اور وارثون کا حق متعلق ہو اور اونکا حق تو اعیان سے متعلق ہے نہ منافع سے اسواسطے کہ منافع بعد موت کے باقی نہین رہتے تا تعلق حق متصور ہو
کذا فی الطحطاوی عن عبد البر بتصرف ومن مات مدیونا واجر عقارہ + فوفاء للمستاجر الحبس اجرہ + اور جو شخص مدیون مرگیا اور اوسنے اپنا مال غیر منقول
اجارہ دیا اور اوسکی اجرت پیشگی بھر لی تو مستاجر کو حبس لائق تر ہو ہم یعنی تا انقضاء مدت اجارہ مستاجر منافع کریگا بعد اوسکے ارباب دیون قرضہ
زمین وغیرہ مین اپنا قبضہ کرینگے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المکاتب

یہ کتاب ہے غلام مکاتب کے احکام مین مناسبتہ
بالاجارۃ ان فی کل منهما ملک الرقبة لشخص والمنفعة لغیرہ کتاب المکاتب کی مناسبت کتاب الاجارہ سے یہ ہے کہ دونون مین قیمت تو ایک
شخص کا مملوک ہے اور منفعت اوسکی غیر شخص کی ہوتی ہے ہم مکاتب کا رقبہ مولی کا مملوک ہے اور منفعت مکاتب کی اور اجارہ مین قیمت غیر کا مملوک ہے اور منفعت
مستاجر کی الکتابۃ لغۃ من الکتب وهی جمع الحروف سمی به لان فيه ضم حرية اليد الی حرية الرقبة كتابت لغت مين کتب سے مشتق ہے
اور کتب عبارت ہے حروف کے جمع کرنے سے غرض کتابت کو کتابت اسواسطے نام رکھا کہ اسمین حریت ید کو حریت رقبہ کے ساتھ ملا کر جمع کیا ہے تا کہ تمام

ارادی تصرف ۱۲ گردن ۱۲

کتاب المکاتب

یوں نہ کہا کہ کتب عبارت ہے جمع سے یعنی جمع حروف نہ کہنا اسواسطے کہ جمع حروف کتابت کی تفسیر ہے نہ کتب کی مصنف نے منح الغفار میں کہا کہ مکاتب اسم مفعول ہے
کاتب مکاتبۃ سے اور مولے مکاتب ہے بکسر تا اور اصل اوسکی کتب سے ہے اور کتب عبارت ہے جمع سے اور اوسیسے ہے کتیبہ یعنی طائفہ مجتمعہ لشکر کا اور اوسی سے
ہے کتاب اسواسطے کہ وہ جامع ہے ابواب و فصول کی اور اوسی سے ہے کتابت یعنی لکھنا اسواسطے کہ وہ جامع ہے حروف کی اور اس عقد کا کتابت او مکاتبہ اسواسطے
نام رکھا کہ اسمیں ملانا ہے حریت ید کا حریت رقبہ کیساتھ یا اسواسطے کہ اسمیں دو قسطیں یا زیادہ مجتمع ہوتی ہیں یا اسواسطے کہ غلام اور مولے دستاویز لکھدیتے ہیں
اور یہی وجہ اخیر ظاہر ہے انتہی و شرعًا تحریر المملوک یدًا ای من جہۃ الید حالًا و رقبۃ مآلًا یعنی عند اداء البدل حتی لو اداہ حالًا عتق
حالًا اور شرع میں کتابت عبارت ہے مملوک کو فی الحال آزاد کرنے سے باعتبار تصرف کے اور اوسکی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے یعنی بدل کتابت
کے ادا کرنے کے وقت تو اگر بعد عقد کتابت کے فی الحال بدل کتابت ادا کرے تو فورًا آزاد ہو جاتا ہے یعنی جب مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ
میں نے تجکو مکاتب کیا سو درہم پر مثلا یعنی اگر سو درہم کما لاوے تو تو آزاد ہو جاتا ہے تو بمجرد اس کلام کے غلام آزاد ہو گیا تصرف کی راہ سے یعنی جسطرح
آزاد لوگ خرید و فروخت اور نوکری چاکری میں بطور خود تصرف کرتے ہیں ویساہی غلام مکاتب بھی تصرف کریگا اسمیں مولے کے اذن کی حاجت نہیں
اور جب سو درہم ادا کریگا تو اوسکی ذات آزاد ہو جائیگی تو مکاتب عبد اور حر دونوں سے مشابہ ہے عبد سے اسواسطے مشابہ ہے کہ ہنوز اوسکی گردن آزاد نہیں تا
ادا بدل کتابت اور حر سے اسواسطے مشابہ ہے کہ آزاد کی طرح تصرف کرتا ہے اور اپنی کمائی کا مالک ہوتا ہے ورکنہا الایجاب و القبول بلفظ الکتابۃ او
ما یؤدی معناہ اور کتابت کا رکن ایجاب و قبول ہے بلفظ کتابت یا جو لفظ کہ موصل یعنی کتابت ہو جیسے مثلا مولی کہے غلام سے کہ میں نے تجکو مکاتب
کیا یا تیرے ساتھ عقد کتابت منعقد کی اور غلام اسکو قبول کرے اور ہم معنی کتابت کا یہ مثال ہے کہ مولے کہے کہ میں نے تجھ پر ہزار درہم مقرر کیے تو اوسکو ادا
کریا یوں کہے تجکو ہزار درہم ہر مہینے سو درہم کرکے ادا کر اور تو آزاد ہے ایجاب و قبول کی قید سے تعلیق عتق کتابت سے خارج ہو گئی اور لفظ کتابت کی قید سے
اعتاق علی المال خارج ہو گیا اور فرق معنوی یہ ہے کہ مکاتب عجز سے پھر رقیق ہو جاتا ہے نہ معتق علی المال و شرطہا کون البدل المذکور فیہا
معلومًا قدرہ و جنسہ و کون الرق فی المحل قائمًا اور کتابت کی شرط ہونا ہے اوس بدل کا جو کتابت میں مذکور ہو معلوم القدر و الجنس
اور ہونا رق کا محل میں یعنی ذات مملوک میں قائم ہے اور اگر بدل کی مقدار اور جنس معلوم نہو تو کتابت فاسد ہوا اسواسطے کہ جہالت باعث نزاع ہے
برابر ہے کہ بدل مال ہو یا منفعت کذا فی الدرر و کونہ منجمًا او مؤجلًا لصحتہا بالحال نہونا بدل کا منجم یا موجل بسبب صحیح ہونے کتابت کے فی الحال
کے ادا کرنے سے یعنی بدل کا منجم یا موجل ہونا کتابت کی شرط نہیں منجم اور موجل میں فرق یہ ہے کہ موجل وہ کہ تمام مال کی ایک مدت مقرر ہو
اور منجم وہ ہے جسکی کئی مدتیں ہوں مثلا ہزار درہم کی دس قسطیں ہر سو درہم کی مدت ایک مہینہ وحکمہا فی جانب العبد انتفاء الحجر فی الحال
و ثبوت الحریۃ فی حق الید لا الرقبۃ الا بالاداء اور کتابت کا حکم یعنی اثر مترتب غلام کی جانب میں دور ہونا عدم تصرف کا فی الحال اور
ثابت ہونا آزادی کا تصرف کرنے کے حق میں نہ گردن کے حق میں مگر ادای بدل کتابت سے و فی جانب المولی ثبوت ولایۃ مطالبۃ البدل
فی الحال ان کانت حالۃ والملک فی البدل اذا قبضہ و عود الملک اذا عجز اور اثر مترتب مولے کی جانب میں ثابت ہونا مطالبہ بدل کی
ولایت کا فی الحال اگر کتابت بلا مدت ہو اور مالک ہونا بدل کتابت کا جب کہ اوسپر مولے قبضہ کرے اور غلام کا پھر ناملک مولے کی طرف جب کہ وہ ادائے بدل
کتابت سے عاجز ہو کاتب قنہ ولو القن صغیرًا یعقل بمال حال ای نقد کلہ او مؤجل جملۃ او منجم ای مقسط علی اشہر معلومۃ او
قال جعلت علیک الفًا تؤدیہ نجومًا اولہا کذا و آخرہا کذا فان ادیتہ فانت حر وان عجزت فقن و قبل العبد ذلک صح و صار
مکاتبًا لا طلاق قولہ تعالی فکاتبوہم مکاتب کیا اپنے غلام کو اگرچہ وہ غلام ایسا صغیر ہو کہ خرید و فروخت کو سمجھتا ہو مکاتب کیا بعوض
مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال نقد ہو یا سب مال موجل ہو یا منجم ہو یعنی اوسکی قسطیں مقرر ہو گئی ہوں معلوم مہینوں پر یا مولے نے یوں کہا
کہ میں نے تجھ پر ہزار درہم مقرر کیے جنکو تو ادا کرے قسط بقسط اول قسط فلانا مہینہ ہے اور آخر قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کریگا تو تو آزاد ہے

اور اگر نواد اکرنے سے عاجز ہوگا تو تو غلام ہی اور اسکو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہے اور وہ غلام مکاتب ہو جائیگا بسبب مطلق ہونے حق تعالی کے اس
قول کے کہ فکاتبوهم یعنے غلامونکو مکاتب کرو ہم یعنی مرزائی غلام صغیر اور کبیر اور مال نقد اور موجل اور منجم سبکو شامل ہے والامر للندب علی الصحیح
اور امر کتابت کا استحباب کیواسطے ہے بنا بر قول صحیح کے نہ وجوب کیواسطے چنانچہ داؤد ظاہری کا مذہب ہی اور نہ اباحت کا چنانچہ بعض علماء حنفیہ سمجھے ہین
والمراد بالخیر ان لا یضر بالمسلمین بعد العتق اور خیر سے مراد یہہ ہی کہ مسلمانونکو غلام ضرر نہ پونچاوے آزاد ہونیکے بعد ہم یعنے یہہ جو قرآن شریف مین
وارد ہی کہ اگر تم غلامون مین خیر سمجھو تو انکو مکاتب کرو تو خیر سے مراد عدم مضرت مسلمین ہے فلو یضر فالافضل ترکہ تو اگر آزاد ہونیکے بعد مسلمانون کو
ضرر پونچاوے تو افضل یہہ ہے کہ اسکو مکاتب نکرے ولو فعل صح اور اگر با وجود اسکو مکاتب کریگا تو صحیح ہوگا ولو کاتب نصف عبده جاز ونصفه
الآخر ماذون له فی التجارة ولو اراد منعه لیس له ذلك کیلا یبطل العبد حق العتق وتمامه فی التتارخانیہ اور اگر اپنے نصف غلام کو مکاتب
کیا تو جائز ہے اور نصف باقی ماذون له فی التجارة ہوگا اور اگر مولے اسکو منع کرنا چاہے تو اسکو جائز نہیں تاکہ غلام کا حق عتق باطل نہو جائے اور
پورا بیان اسکا تاتارخانیہ مین ہے واذا صحت الکتابة خرج من ید ہ دون ملکه حتی یؤدی کل البدل لحدیث ابی داؤد المکاتب عبد ما بقی علیه درہم
اور جبکہ کتابت صحیح ہوگئی تو مکاتب نکل گیا مولے کے ہاتھ سے یعنی اسکے تصرف سے نہ اوسکی ملک سے یہانتک کہ تمام بدل کتابت ادا کرے بدلیل حدیث ابوداؤد
کہ مکاتب غلام ہے جبتک اوسپر ایکدرم باقی رہے ہم اور یہی مذہب ہے زید بن ثابت کا اور اسی پر عمل ہے علماء امصار کا ثم فرع علیه بقوله وغرم المولی
العقر ان وطی مکاتبته لحرمته علیه پھر مصنف نے خروج تصرف مولے پر تفریع کی اپنے اس قول سے اور تاوان دی مولے عقر قیمت کا اگر اپنی لونڈی
مکاتبہ سے وطی کرے بسبب حرام ہونے وطی مکاتبہ کے مولے پر ہم عقر آزاد عورت مین مہر مثل ہے اور لونڈی مین اوسکی قیمت کا دسوان حصہ اگر وہ باکرہ
ہو اور اگر ثیبہ ہو تو بیسوان حصہ قیمت کا کذا فی الطحطاوی عن السعود او جنی علیها فانه یغرم ارشها یا مولے مکاتبہ پر جنایت کرے یعنی اوسکو قتل کرے
تو اوسکی دیت کا تاوان دی او جنی علی ولدها یا مکاتبہ کے ولد کو مولے قتل کرے تو دیت دی او اتلف المولی مالها لانه بعقد الکتابة صار کل منهما
کالاجنبی نعم لا حد ولا قود علی المولی للشبهة شمنی یا مولی مکاتبہ کا مال تلف کرے تو تاوان دی اسواسطے کہ عقد کتابت کے سبب سے مولی اور مملوک ہر ایک
اجنبی کی مانند ہوگیا ہان یہہ البتہ ہے کہ مولی پر حد نہین وطی سے اور قصاص نہین قتل سے بسبب شبہہ ملک کے کذا فی الشمنی ولو اعتقه عتق مجانا لاسقاطه
حقه اور اگر مولے مکاتب کو آزاد کر دی تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب فدا کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ مولی کا حق ہے سو اوسکو اوسکی اسقاط مین
اختیار ہے بلا اخذ بدل وفسد ان کاتبه علی خمر او خنزیر لعدم مالیته فی حق المسلم فلو کانا ذمیین جاز اور فاسد ہوگی کتابت اگر مولی نے غلام کو مکاتب
کیا شراب یا سؤر پر اوسکے مال نہونے سے مسلمان کے حق مین تو اگر میان اور غلام دونو ذمی ہون تو کتابت مذکورہ جائز ہے ہم کتابت جائزہ اور فاسدہ مین
فرق یہہ ہے کہ فاسدہ مین مولے کو اختیار ہی کہ اسکو پھر غلام بنا دی اور کتابت کو فسخ کر دی بدون رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ مین بلا رضامندی غلام کے فسخ جائز
نہین اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونو مین بلا رضامندی مولے کے فسخ جائز ہے کذا فی غایة البیان او علی قیمته ای قیمة نفس العبد لجهالة
القدر یا کتابت فاسد ہی اوسکی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول ہونے اوسکی مقدار کے ہم یعنی قیمت کی مقدار مجہول ہی اسواسطے کہ تعیین قیمت
یعنے مالیت مین قیمت کرنیوالے مختلف ہوتے ہین او علی عین معینة لغیره لعجزه عن تسلیم ملك الغیر یا کتابت فاسد ہی غیر شخص کی معین چیز پر بسبب
عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ہم معین کی قید سی نقود خارج ہو گئے تو اگر غیر کے نقد پر کتابت ہو تو جائز ہے اسواسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ
مین نقود متعین نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی او علی مائة دینار لیرد سیده علیه وصیفا غیر معین لجهالة القدر یا کتابت فاسد ہی سو دینار پر تاکہ اوسکا
مولے اوسکو ایک غلام نابالغ غیر معین پھیر دی بسبب مجہول ہونے مقدار قیمت غلام کے یعنی اسواسطے کہ غلام مذکور کا استثنا دنانیر سے ممکن نہین مگر باعتبار
قیمت کے اور عدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہے اور اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی فهو ای عقد الکتابة فاسد فی الکل لما
ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سب صورتون مذکورہ مین فاسد ہی ان وجوہ کے سبب سی جنکو ہمنے ذکر کیا فان ادی المکاتب الخ عتق بالاداء

وکذا الخنزیر لمالیتہما فی الجملۃ ویسعی فی قیمتہ بالغۃ ما بلغت یعنی قبل ان یترافعا للقاضی ابن کمال پھر اگر پہلی صورت مین مکاتب شراب اور
اسیطرح سُؤر ادا کرے تو آزاد ہو جائیگا بسبب مال ہونے شراب اور سُؤر کے فی الجملہ یعنی اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک مال نہین لیکن کافرون کے نزدیک
مال ہے اور کوشش کرے مکاتب مذکور اپنی قیمت مین جسقدر کہ اوسکی قیمت ہو قبل اسبات کے کہ اسکا مرافعہ قاضی کے پاس ہوا ہو کذا ذکرہ ابن کمال
ہم یعنے قیمت ادا کرنے سے قبل ابطال قاضی آزاد ہوگا اسواسطے کہ قبل دفع عین قاضی کے ابطال سے عقد مذکور کالعدم ہے کذا فی الطحطاوی وحکمہ
انہ متی سعی ما لا وفسدت الکتابۃ بوجہ من الوجوہ لم ینقص من المسمی بل یزاد علیہ اور معلوم کر جبکہ مال مشخص ہوا اور کتابت فاسد ہو جا کسی وجہ سے
وجوہ مفسدہ سے تو مال مشخص سے نقصان نکیا جائیگا بلکہ اوسپر زیادہ کیا جائیگا ولو کاتبہ علی میتۃ ونحوہا کالدم بطل العقد لعدم مالیتہما اصلا
عند احد فلا یعتق بالاداء الا اذا علقہ بالشرط صریحا فیعتق للشرط لا للعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مردار پر اور مانند اوسکی چنانچہ خون پر
تو کتابت باطل ہوگی اسواسطے کہ مردار اور خون اصلا مال نہین کسیکے نزدیک تو مکاتب آزاد نہوگا مردار اور خون کے ادا کرنے سے مگر جبکہ مولی صریح شرط
کے ساتھ عتق کو معلق کرے تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے ہم یعنے اگر مولی نے یون کہا غلام سے کہ اگر تو مردار یا خون
مجکو دے تو تو مکاتب ہے پھر وہ مردار یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے وصح العقد علی حیوان بیّن جنسہ فقط
ای لا نوعہ وصفتہ ویؤدی الوسط او قیمتہ ویجبر علی قبولہا اور عقد کتابت صحیح ہے اوس جاندار پر جسکی فقط جنس بیان ہوئی نہ اوسکی نوع اور
صفت اور مکاتب اوس جنس کا متوسط حیوان یا اوسکی قیمت ادا کرے اور اگر مولے انکار کرے تو قبول قیمت پر اوسپر زبردستی ہوگی وصح ایضا من کافر
کاتب قنا کافرا مثلہ علی خمر لمالیتہ عندہم معلوم قدرہ ای مقدارہ لیعلم البدل اور صحیح ہے کتابت مالک کافر سے بھی جسنے اپنا سا کافر غلام مکاتب
کیا شراب معلوم الوزن اور اندازہ پر تاکہ بدل معلوم ہو جائے مجہول باقی نرہے شراب پر اسواسطے کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافرون کے نزدیک مال ہے
وای من المولی والعبد اسلم فلہ قیمۃ الخمر وعتق بقبضہا للتعلیق عتقہ باداء الخمر لکن مع ذلک یسعی فی قیمتہ کما مر اور مالک اور غلام سے جو شخص
اسلام قبول کریگا تو شراب کی قیمت دینی اوسکو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر
لیکن باوجود اسکے غلام کوشش کریگا اپنی قیمت کے دینے مین چنانچہ عنقریب گذر گیا وصح ایضا علی خدمتہ شہرا لہ ای للمولی او لغیرہ اور کتابت
صحیح ہی ایک مہینہ مولے کی خدمت یا غیر مولے کی خدمت پر بھی او حفر بئر او بناء دار اذا بین قدر المعمول والآجر بما یرفع النزاع لحصول الرکن
والشرط یا کتابت صحیح ہی کوئین کہودنے پر یا گھر کے بنانے پر جبکہ بنائی چیز اور اینٹون کی مقدار کا اسطرح بیان ہو جائے کہ نزاع کو رفع
کردے بسبب حاصل ہونے رکن اور شرط کتابت کے ہم رکن ایجاب اور قبول ہے اور شرط معلوم ہونا بدل کا ولا تفسد الکتابۃ بشرط لشبہہا
بالنکاح ابتداء لانہا مبادلۃ بغیر مال وہو التصرف کتابت فاسد نہین ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتدا
کے اسواسطے کہ کتابت مبادلہ ہے غیر مال سے اور غیر مال تصرف غلام ہے ہم اگر مولے نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر باین شرط کہ غلام شہر
باہر نجاے تو شرط باطل ہے اور عقد صحیح ہے اسواسطے کہ کتابت باعتبار ابتداء عقد کے نکاح سے مشابہ ہے یعنی جسطرح نکاح مین مبادلہ مال کا غیر مال
سے یعنی تمتع سے اسیطرح کتابت مین بھی مبادلہ غیر مال ہے یعنی آزادی کا ساتھ تصرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد نہین ہوتا شرط سے ویسے ہی کتابت بھی
فاسد نہین ہوتی الا ان یکون الشرط فی صلب العقد فتفسد لشبہہا بالبیع انتہاء لانہ فی البدل ہذا ہو الاصل مگر یہہ کہ شرط صلب عقد یعنی عقد
کتابت کے اندر واقع ہو تو کتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سے اسواسطے کہ فساد بدل مین واقع ہوا ہے یہی
قاعدہ کلیہ ہے ہم صلب عقد مین شرط ہونا چنانچہ خدمت مجہول غلام پر شرط ہو یا شراب یا سُؤر پر کتابت ہو کتابت بیع سے اسواسطے مشابہ ہے کہ
مبادلہ مال کا مال سے ہے انجام کار مین تو جیسے بیع فاسد ہو جاتی ہے شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جبکہ شرط صاحب عقد مین متمکن ہو

باب ما یجوز للمکاتب ان یفعلہ وما لا یجوز یہہ باب ہے اون افعال مین جنکا کرنا مکاتب کو جائز ہے اور جو افعال کہ جائز نہین للمکاتب البیع والشراء

نہوگی اونسکے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ ہوگا خرید کرنے سے اسواسطے کہ وہ اوسکا مالک نہیں ہوگیا تو مکاتب کو جائز ہی کہ ام ولد کی وطی
کرے لیکن نکاح سکے سبب سے نہ ملک یمین کے سبب سے وکذا المکاتبۃ اذا اشترت بعلھا اور اسیطرح لونڈی مکاتبہ کا نکاح فسخ نہوگا جبکہ وہ اپنے
شوہر کو خرید کرے تو اوسکے شوہر کو اوسکی وطی بملک نکاح جائز ہی غیران لھا بیعہ مطلقا لان الحریۃ لم تثبت من جہتہا مگر اتنا فرق ہی کہ مکاتبہ کو شوہر
مذکور کی بیع مطلقا جائز ہے اسواسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتبہ کی جہت سے ثابت نہیں ہوا ہم کہتے ہے برخلاف مکاتب کہ اگر وہ اپنی ام ولد کو خرید کریگا ولد کے
ساتھ تو آزادی یعنی حق آزادی کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقا سے ظاہرا یہہ مراد ہی کہ بیع شوہر کی جائز ہے اگرچہ مکاتبہ اپنی ولد کو شوہر کے ساتھ
خرید کرے کذا فی الطحطاوی ولو ملکھا بدونہ ای بدون الولد جاز لہ بیعھا خلافا لھما اور مکاتب اپنی ام ولد کا مالک ہوا بدون ولد کے تو اوسکو ام ولد
کا بیچنا جائز ہے برخلاف مذہب صاحبین وان ولد لہ من امتہ ولد فادعاہ فیکاتب علیہ تبعا لہ اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہوا اوسکی لونڈی سے
پھر اوسنے اوسکی فرزندی کا دعوی کیا تو فرزند بھی اوسکی کتابت میں داخل ہوگا باپ کی تبعیت سے ہم بعضون نے اعتراض کیا ہی کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے وطی کرنا جائز
نہیں اوسکا جواب یہہ ہے کہ نسب علت پر موقوف نہیں چنانچہ اپنے فرزند کی لونڈی کی وطی میں یا مشترک لونڈی کی وطی میں در صورت ادعا نسب ثابت ہوتا ہی
حالانکہ وطی حلال نہیں وکان کسبہ لہ لانہ کسب کسبہ اور مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اسواسطے کہ مکاتب کے کسب کا کسب ہے یعنی فرزند کسب
ہے باپ کا تو فرزند کی کمائی کسب الکسب ہوئی زوج المکاتب امتہ من عبدہ فکاتبہما فولدت دخل فی کتابتہا وکسبہ وقیمتہ لو قتل لھا لان تبعیتہا
انسب مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح کر دیا اپنے غلام سے پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر مکاتبہ لڑکا جنی تو لڑکا مکاتبہ کی کتابت میں داخل ہوگا اور اوسکی
کمائی اور اوسکی قیمت اگر اوسکو کوئی قتل کرڈالے مکاتبہ کی ملک ہی اسواسطے کہ اوسکے لیے ماں کی تبعیت غالب تر ہی باپ کی تبعیت سے ہم وجہ رجحان یہہ
ہے کہ مولود میں وہ صفات شرعیہ جو ماں میں ثابت ہیں جیسا کہ تدبیر اور استیلاد اور حریت اور ملک سرایت کرجاتی ہیں کذا فی الطحطاوی مکاتب
او ماذون نکح امۃ زعمت انہا حرۃ باذن مولاہ فولدت منہ ثم استحقت فالولد رقیق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا لمحمد لانہ
ولد المغرور یعنی غلام مکاتب یا ماذون نے اپنی مولے کے اذن سے نکاح کیا اوس لونڈی سے جسنے اپکو آزاد ظاہر کیا پھر اوسکے لڑکا پیدا ہوا مکاتب یا ماذون
سے پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر نکلی تو لڑکا غلام ہی لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ماذون کو لڑکا لینا قیمت دیکر جائز نہیں بخلاف محمد اسواسطے کہ وہ مغرور یعنی
دہوکا کھانے والیکا فرزند ہے ہم محمد کا یہہ مذہب ہی کہ مکاتب یا ماذون قیمت دیکر اپنے فرزند کو لیگا اسواسطے کہ اوسکو دہوکا ہوا کہ لونڈی کو آزاد
سمجھا لیکن اونکے نزدیک قیمت دینا مکاتب یا ماذون کے آزاد ہونیکے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی العنایۃ وخص المغرور بالحر باجماع الصحابۃ
اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھ مخصوص کیا ہی صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دہوکا ہو جاوے تو وہ اپنے فرزند کو قیمت دیکر لیگا نہ مکاتب
یا ماذون واستشکلہ الزیلعی اور زیلعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہے ہم وجہ اشکال یہہ ہی کہ غلام پر جبکہ دین لازم ہوتا ہی مولے کے اذن کے سبب سے
تو وہ دین مولے پر لازم ہوتا ہے اور اوسی سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہی اور یہاں نکاح باذن مولے مفروض ہے تو چاہیئے کہ مولے پر فی الحال قیمت
لازم آوے نہ مکاتب پر اوسکے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہی اسکا جواب رازی نے یون دیا ہی کہ مولے نے تو نکاح کا اور اوسکے متعلقات
یعنی مہر اور نفقہ کا اذن دیا ہے نہ فریب کہانے کا تو مولے اس سے راضی نہوگا تو قیمت دینا موقوف رہیگا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطحطاوی
مختصرا ولو اشتری المکاتب امۃ شراء فاسدا فوطئہا ثم ردھا للفساد لشراھا صحیحا فاستحقت وجب علیہ العقر فی حالۃ الکتابۃ
قبل عتقہ لدخولہ فی کتابتہ لان الاذن بالشراء اذن بالوطی اور اگر مکاتب نے لونڈی مول لی خرید فاسد کر پھر اوس سے قربت کی پھر مالک کو پھیر دی بفساد بیع کے
سبب سے یا اوسکو بخرید صحیح مول لیا یعنی پھر وطی کی سو وہ مستحق ملک غیر نکلی تو مکاتب پر عقر قیمت واجب ہوگا کتابت کی حالت میں اوسکی آزاد ہونے سے
پہلے بسبب داخل ہونے خرید فروخت کے اوسکی عقد کتابت میں اسواسطے کہ خرید کرنیکا اذن وطی کرنیکا اذن ہے ہم لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہہ ہے
کہ کتابت موجب ہی خرید کی اور خرید موجب ہی سقوط حد کی اور سقوط حد موجب ہے عقر کی تو کتابت ہی موجب ٹھہری عقر کی اسواسطے خرید کا اذن وطی کا اذن

نہین اور وطی تجارت مین داخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو قبلہا بکاتبہ بلا اذن آخذ ابالمقدر ہند عتق ای بعد تنفد لعدم تحولہا فی کتابتہ
اور اگر مکاتب نے لونڈی مذکور سے قربت کی ہو بطور اوس نکاح کے جو اوسنے بلا اذن مولے کے کیا تہا تو مکاتب سے عقر لیا جائیگا شروع ہی سے یعنی مکاتب
کے آزاد ہونے کے بعد بسبب حصول ہونے نکاح کے کتابت مین چنانچہ اول باب مین مذکور ہو چکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولے جائز نہین والماذون
کالمکاتب فیہما ای فی الفصلان اور غلام ماذون مکاتب کی مانند ہے دونون فصلون مین یعنے لونڈی مذکورہ کی شراء فاسد اور صحیح مین اور نکاح کی صورت مین
واذا ولدت مکاتبۃ من سیدہا فلہا الخیار ان شاءت مضت علی کتابتہا وتأخذ العقر منہ وان شاءت عجزت نفسہا وہی ام ولد لہ
ویثبت نسبہ بلا تصدیقہا لانہ ملکہ رقبۃً اور جبکہ لونڈی مکاتبہ جنی اپنے مولے سے تو اوسکو اختیار ہے اگر چاہے چلی جاوے اپنی کتابت پر یعنی اپنی کتابت
کو قائم رکھے اور مولے سے عقر لے یا اگر چاہے اپنی ذات کو عاجز کرے یعنے اور ادائے بدل کتابت سے عاجزی کا اقرار کرے اور مولے کی ام ولد ہوا اور بچہ
کا نسب مکاتبہ سے بدون اوسکی تصدیق کے ثابت ہوگا اسواسطے کہ مکاتبہ مولے کی ملک ہے باعتبار گردن کے اگرچہ باعتبار تصرف کے ملک نہین ولو کاتب
شخص ام ولدہ او مدبرہ صح وعتقت ام الولد مجاناً بموتہ بالاستیلاد اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہے
اور ام ولد مفت آزاد ہو گی اوس شخص کی موت سے بسبب استیلاد کے بلا ادائے بدل کتابت وسعی المدبر فی ثلثی قیمتہ ان شاء او سعی فی کل البدل بموت
سیدہ فقیراً لم یترک غیرہ اور سعی کرے مدبر مذکور اپنی قیمت کے دو ثلث مین یا چاہے سعی کرے تمام بدل کتابت مین اپنی مالک کی محتاج ہو کر مرنے سے اسطرح
کہ اوسنے کچھ ترکہ نہین چھوڑا سوا اس مدبر کے ولو دبر مکاتبہ صح فان عجز بقی مدبراً والا سعی فی ثلثی قیمتہ ان شاء او فی ثلثی البدل بموت
المولی معسراً لم یترک غیرہ اور اگر اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے پہر اگر وہ ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو مدبر باقی رہیگا اور اگر عاجز نہوا اور کتابت
کو قائم رکہا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دو ثلث کے ادا کرنے مین اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دو ثلث مین اپنے مولے کے اسطرح محتاج ہوکر مرنے
سے کہ مولے نے کچھ متروکہ نہ چھوڑا ہو سوا اوس مدبر کے وان کان مات موسراً بحیث یخرج المدبر من الثلث عتق بالتدبیر وسقط عنہ بدل الکتابۃ
کما لو اعتق المولی مکاتبہ فانہ یعتق مجاناً لقیام ملکہ اور اگر مولے اسطرح مالدار ہو کر مر گیا ہو کہ مدبر ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہو تو وہ آزاد ہوگا تدبیر کے
سبب سے اور اوس سے ساقط ہوگا بدل الکتابت کا چنانچہ اگر مولے اپنے مکاتب کو آزاد کرے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک رقبہ کاتبہ علی الف
مؤجل ثم صالحہ علی نصفہ حالاً صح استحساناً مولے نے مکاتب کیا غلام کو ہزار مدت والے پر پہر مکاتب سے صلح کرلی اوسکی نصف یعنی پانسو نقد پر تو صحیح
ہے استحسان کی راہ سے طرفین کے نزدیک مریض کاتب عبدہ علی الفین الی سنۃ فمات المریض والحال ان قیمۃ المکاتب الف درہم فلم تجز
الورثۃ التاجیل ولم یترک غیرہ ادی المکاتب ثلثی البدل وعند محمد ثلثی القیمۃ حالاً والباقی الی اجلہ او یرد رقیقاً لقیام البدل مقام الرقبۃ
فتنفذ فی ثلثہ بیمار نے اپنے غلام کو مکاتب کیا دو ہزار پر ایک سال کی مدت مقرر کرکے پہر بیمار مر گیا اور حالانکہ مکاتب کی قیمت ایک ہزار درہم ہین اور
مولے کے وارثون نے تاجیل کو جائز نرکہا اور مولے نے سوائے اوس مکاتب کے اور مال نہین چھوڑا تو مکاتب بدل کتابت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور
محمد کے نزدیک قیمت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور باقی ثلث بدل یا قیمت کا مدت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا ادا نکرسکے تو پہر کر غلام بنایا جائیگا بدل کتابت کے
دو ثلث ادا کرنی بسبب قائم ہونے بدل کے رقبہ کے مقام پر تو محاباۃ تاجیل کے ثلث ہی نافذ ہوگی وان کاتبہ علی الف الی سنۃ والحال ان قیمتہ الفان
ولم یجیزوا ادی ثلثی القیمۃ حالاً وسقط الباقی او یرد رقیقاً اتفاقاً لوقوع المحاباۃ فی القدر والتاخیر فیعتبر بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا
ہزار پر سال بہر کی مدت مقرر کرکے اور حالانکہ اوسکی قیمت دو ہزار ہین اور حالانکہ وارثون نے کتابت مذکورہ جائز نرکہی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار کے دو
ثلث نقد ادا کرے اور ثلث باقی اوسپر سے ساقط ہوگا یا اگر ادا نکرے تو پہر کر غلام بنایا جاوے باتفاق شیخین اور محمد کے بسبب واقع ہونے محاباۃ کے مقدار
اور تاجیل مین تو محاباۃ تو مریض ثلث مین جاری ہوگی حر قال لمولی عبد کاتب عبدک فلاناً علی الف درہم علی انی ان ادیت الیک الفاً
فہو حر فکاتبہ المولی علی ہذا الشرط وقبل الحر ثم ادی الحر الفاً عتق العبد بحکم الشرط وکذا ان لم یقل ان ادیت وادی عتق استحساناً ولا شیء

تصرف الفضولی فی کل ما لیس بضرر ولا یرجع الحر علی العبد لانہ متبرع ایک شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے فلانے غائب غلام کو مکاتب کر ہزار درم پر اس شرط سے کہ اگر میں تجکو ہزار درم ادا کردون تو وہ غلام آزاد ہے سو مولے نے اس شرط پر اوسکو مکاتب کیا اور مولے نے قبول کیا پہر آزاد مذکور نے ہزار درم ادا کیئے تو غلام آزاد ہوگا بموجب شرط مذکور کے اور اسیطرح اگر اوس شخص نے اپنے ادا کرنیکو ذکر نکیا پہر اوسنے ہزار درم ادا کیئے تو غلام مذکور آزاد ہوگا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہو جانے تصرف فضولی کے ہر ایک اوس امر مین جو ضرر نہین اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار درم پہر نہ لیگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے معارض ہم قولہ قبل المولے شارح نے ضمیر کا مرجع مولے کو قرار دیا اور زیلعی اور شرح ملا مسکین مین قبل الرجل واقع ہے اور یہی بلا تکلف مناسب ہے واذا بلغ العبد ہذا الامر فقبل صار مکاتبا انما یحتاج لقبولہ لاجل لزوم البدل علیہ اور جبکہ غلام غائب کو اس امر کی خبر پہنچی یعنی قبل ادا کرنے حر مذکور کے سو غلام نے کتابت قبول کی تو وہ مکاتب ہو جائیگا قبول غلام کی حاجت تو فقط اسیواسطے ہے کہ بدل کتابت اوسپر لازم ہو جاوے یعنی صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہین بلکہ لزوم بدل قبول پر موقوف ہے قال عبد حاضر لسیدہ کاتبنی عن نفسی وعن فلان الغائب فکاتبہما فقبل العبد الحاضر صح العقد استحسانا فی الحاضر اصالۃ والغائب تبعا غلام حاضر نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھ عقد کتابت منعقد کر میری ذات کیطرف سے اور فلانے غلام غائب کیطرف سے سو مالک نے دونون غلامون کو مکاتب کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے غلام حاضر مین اصالتا صحیح ہے اور غائب غلام مین تبعا وایہما ادی بدل الکتابۃ عتقا جمیعا بلا رجوع ویجبر المولی علی القبول البدل من احدہما اور دونون مین سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا کریگا تو دونون غلام آزاد ہو جاوینگے بلا رجوع یعنی ادا کرنیوالا غلام دوسرے غلام سے بقدر اوسکے حصہ کے مطالبہ نکر سکیگا اور مالک پر زبردستی ہوگی قبول بدل کتابت پر ایک کیطرف سے یعنی دونون غلامونکا بدل کتابت اگر ایک غلام ادا کریگا تو مالک کو بجبر قبول کرنا ہوگا ولا یطالب العبد الغائب بشیء لعدم التزامہ اور غلام غائب سے کسی چیز کا مطالبہ اور مواخذہ نہوگا اوسکے عدم التزام کے سبب سے یعنی اوسنے عقد کتابت کو قبول نہین کیا کہ اوس سے کچہہ مطالبہ ہو وقبولہ الکتابۃ لغو کابطالہ کردہ ایاہا اور غلام غائب کا کتابت قبول کرنا لغو ہے یعنی معتبر نہین جیسے اوسکے رد کرنے کتابت کا اعتبار نہین ہم قبول اور عدم قبول غائب اسواسطے معتبر نہین اسواسطے کہ عقد کتابت بدون اوسکی قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہو چکی تو بعد اسکے قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار ہے ولو حرر لا سقط عن الحاضر حصتہ اور اگر مالک نے حاضر غلام کو آزاد کرہ یا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے اوسکا حصہ بدل کا ساقط ہوگا ہم اسواسطے کہ غائب عقد مین قصدا داخل ہے اگرچہ مقصود بالخطاب نہین تو بدل کتابت دونون پر منقسم ہوگیا اگرچہ اوس سے مطالبہ بدل کا نہین ولو حرر الحاضر او مات ادی الغائب حصتہ حالا والا رد قنا اور اگر غلام حاضر آزاد کیا گیا یا وہ مرگیا تو غلام غائب اپنا حصہ بدل کتابت سے نقدا ادا کرے اور نہین تو پہر غلام بنایا جاوے ولو ابرا الحاضر او وہبہ لہ عتقا جمیعا اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کر دیا یا تمام بدل کتابت اوسکو ہبہ کر دیا تو دونون غلام آزاد ہو جاوینگے مفت ہم اور اگر بعض بدل معاف کریگا تو باقی کا مطالبہ ہوگا حاضر سے نہ غائب سے کذا فی الطحطاوی وان کاتبت الامۃ عن نفسہا وعن ابنین صغیرین لہا وقبلت صح استحسانا لما مر اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد کیا اوسکی ذات سے اور اوسکے دو چہوٹے بیٹون سے اور لونڈی نے قبول کیا تو عقد صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدلیل گذشتہ یعنی اصالۃ لونڈی کیطرف سے اور تبعا اوسکی بیٹونکی طرف سے عقد کتابت صحیح ہے وای ادی منہم ذلک لم یرجع علی الاخر لانہ متبرع ویجبر علی القبول الی اخر ما مر اور اشخاص مذکورین مین سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کریگا وہ دوسرے سے رجوع نکریگا اسواسطے کہ وہ محسن ہے اور مولے پر ہر شخص کے ادای بدل کے قبول پر جبر ہوگا تا آخر احکام مذکورہ سابقہ ہم زیلعی مین ہے کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت مین معتبر نہین اور اگر مالک مان کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہیگا بقدر اونکے حصہ کے اوس کو نے الحال ادا کرین اور مولے مطالبہ بدل کا اونکی مان سے کر سکتا ہے کہ وہ اونسے اور اگر مولے اونکو آزاد کرے تو اونکی مان پر سے اونکا حصہ ساقط ہوگا اور اگر مالک اولاد کو دین معاف کرے یا اونکو ہبہ کرے تو [illegible] نہین اور اگر اونکی مان کو دین معاف کرے یا ہبہ کرے تو مان بہی آزاد ہوگی اور اوسکے

ساتھ اوسکی اولاد بھی انتھے تو یہہ مسئلہ مثلث ہے مسئلہ سابقہ کا جمیع احکام مین کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا مکاتب نصف عبدہ
فادّی الکتابۃ عتق نصفہ وسعی فی بقیۃ قیمتہ وقالا العبد کلہ مکاتب علی الف لمالک وبہ نأخذ حاوی القدسی مالک نے اپنا نصف غلام مکاتب
کیا سوا اوسنے بدل کتابت ادا کیا تو نصف غلام آزاد ہوگا اور کوشش کریگا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے مین اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے
تمام غلام مکاتب ہوگا اوسیقدر مال پر اور یہی قول صاحبین کو ہم لیتے ہین کذا فی حاوی القدسی

باب کتابۃ العبد المشترک

یہہ باب ہی عبد مشترک کی کتابت کے احکام مین عبدٌ لشریکین اذن احدہما لصاحبہ ان یکاتب حظہ بالف ویقبض بدل الکتابۃ فکاتب
الشریک المأذون لہ نفذ فی حظہ فقط عند الامام لتجزی الکتابۃ عندہ ولیس لشریکہ فسخہ لاذنہ ٭ غلام ہے دو شریکونکا ایک شریک
نے اپنے ساتھی دوسری شریک کو اسکا اذن دیا کہ وہ اپنے حصے کے ہزار درم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا
اوسنے غلام کو مکاتب کیا تو فقط اوسیکے حصہ مین کتابت نافذ ہوگی امام اعظم کے نزدیک بسبب تجزیہ پذیر ہونے کتابت کے اونکے نزدیک مانند اعتاق
کی اور اوسکے شریک کو فسخ کرنا کتابت کا جائز نہین اوسکے اذن کے سبب سے ھم اذن شریک کا فائدہ یہہ ہے کہ اوسکے واسطے حق فسخ باقی نرہی اور درصورت
عدم اذن اوسکو فسخ مین اختیار رہی اور اذن بالقبض کا فائدہ یہہ ہے کہ مال مقبوض سے اوسکا حق منقطع ہوجای تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا اسواسطے
کہ قبض کا اذن گویا غلام کو اسکا اذن ہے کہ مال کتابت کو حاصل کرکے شریک کو دیدی تو اوسنے اپنی حصہ کا احسان کیا غلام مکاتب پر ہان اگر قبل ادای
بدل وہ مکاتب کو منع کر دے تو بھی صحیح ہوگی اسواسطے کہ احسان ہنوز تمام نہین ہوا کذا فی الزیلعی ملخصا واذا قبض بعضہ بعض الالف فعجز فالمقبوض
کلہ للقابض لانہ اذنہ لہ بالقبض فیکون متبرعا ولو قبض الالف عتق حظ القابض اور جبکہ ہزار درم سے کچھہ درم قبض کئے پھر مکاتب ادای بدل
سے عاجز ہوگیا تو بالکل مال مقبوض قابض کا مملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اسواسطے کہ قبض کا اوسنے اذن دیا تو وہ محسن ٹھہرا غلام پر اپنے حصہ کی
بابت اور اگر ہزار درم قبض کریگا تو قابض کا حصہ آزاد ہو جائیگا ھم ہدایہ اور درر کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ احسان مذکور قابض پر ہے کذا
فی الطحطاوی امۃ بین شریکین کاتباھا فوطیھا احدھما فولدت فادعاہ الواطی ثم وطیھا الشریک الاخر فولدت فادعاہ الواطی الثانی
جعلت دعوتہ لقیام ملکہ ظاہرا فعلا فانہا ایک لونڈی مشترک ہی دو شریکونمین دونون نے اوسکو مکاتبہ کیا سو اوسی سے قربت کی ایک شریک
نے سو وہ جنی تو قربت کرنیوالے نے اوسکے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا پھر دوسرے شریک نے اوس سے قربت کی سو وہ دوسرا لڑکا جنی سو دوسرے
قربت کرنیوالے نے دوسرے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا تو اوسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ظاہرا اوسکی ملک ہنوز قائم ہے برخلاف مذہب صاحبین
ھم کہتا ہے صاحبین کے نزدیک مکاتبہ شریک اول کی ام ولد ہے بنظر تکمیل استیلاد تو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھہ واقع ہوئی تو
شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت نہوگا اور اوسپر تمام مہر یعنی عقر لازم ہوگا لیکن بشبہ ملک کے سبب سے اوسپر حد لازم نہوگی کذا فی الزیلعی فان
عجزت بعد ذلک جعلت الکتابۃ کان لم تکن وحینئذ فہی فی الحقیقۃ ام ولد للاول لزوال المانع من الانتقال پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوئی
ادای بدل کتابت سی بعد اسکے یعنی دونون وطی اور دونون دعوت کے بعد تو یون ٹھہرایا جائیگا کہ گویا کتابت کبھی نتھی اور اب تو مکاتبہ حقیقت مین
شریک اول کی ام ولد ہوگی بسبب دور ہوجانے اوس چیز کے جو مانع تھی انتقال ملک کی ھم یعنی زوال کتابت سی مکاتبہ شریک اول کی بالکل ام ولد ہوگئی
اسواسطے کہ مقتضی تملیک قائم ہے اور تکمیل ملک سی کتابت مانع تھی اسواسطے کہ کتابت انتقال ملک کو قبول نہین کرتی پھر جب کتابت زائل ہوگئی تو مقتضی
تملیک نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدر ملتقطا ووطیہ سابق اور شریک اول کے وطی سابق ہی شریک ثانی کی وطی سے ھم یہہ جواب ہی اس سوال
مقدر کا کہ دونو شریکون کی ملک مکاتبہ مین ثابت ہی اور ہر ایک نے وطی کی اور ہر ایک نے ولد کا دعوی کیا تو کیا وجہ ہے کہ مکاتبہ شریک اول کی
فقط ام ولد ہوگئی شارح نے جواب دیا کہ شریک اول کی وطی سابق ہے یہی وجہ ہے اختصاص کی وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف
عقرہا اور شریک اول اپنے شریک کو اوسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا ھم مراد قیمت مکاتبہ کی ہے اور مکاتبہ کی قیمت [illegible]

قیمت سے نصف ہوتی ہے کذا فی المحیط و عن الفتح وضمن شریکه عقرها کاملا لو تحمیلها ولد المنیر حقیقة اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقر کامل کا تاوان دیگا اسواسطے کہ اوسنے حقیقت مین غیر کی ام ولد سے وطی کی وقیمة الولد ایضا وهو ابنه لانه بمنزلة المغرور اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دیگا اور وہ ولد اوسکا بیٹا ہے اسواسطے کہ شریک ثانی بمنزلہ مغرور کے ہے ہم اسواسطے کہ اوسنے وطی کی مکاتبہ سے اپنی مملوکہ جانکر لیکن عجز اوسکا بطلان کتابت سے ظاہر ہوا کہ اوسکی ملک اوسمین نہین رہی اور مغرور کا ولد ثابت النسب ہوتا ہے اوس سے اور آزاد ہوتا ہے قیمت دیکر وای من الشریکین دفع العقر الی المکاتبة صح ای قبل العجز لاختصاصها بمنافعها فاذا عجزت ترد للمولی اور دونون شریکون مین سے جو عقر دیگا مکاتبہ کو تو صحیح ہے یعنی قبل از عجز دینا صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے مکاتبہ کے اپنے منافع سے پھر جب وہ عاجز ہوا ادای بدل کتابت سے تو عقر مولے کو پھیردے وان دبّرالثانی ولم یطأها فالمسألة بحالها فعجزت بطل التدبیر اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو مدبرہ کیا اور اوس سے وطی نکی اور یہہ مسئلہ بحال مسئلہ سابقہ ہے یعنے دونو شریکون نے لونڈی کو مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اوس سے وطی کی اور جنی اور شریک اول نے اوسکا دعوی کیا سو مکاتبہ عاجز ہوگئی اوای بدل کتابت سے تو تدبیر باطل ہوگئی یعنی اسواسطے کہ عجز سے ظاہر ہوا کہ وہ بالکل ام ولد ہے شریک اول کی تو اوسمین ملک باقی نرہی اور حالانکہ ملک شرط ہے صحت تدبیر کیواسطے وضمن الاول لشریکه نصف قیمتها ونصف عقرها والولد للاول وهی ام ولده اور شریک اول شریک ثانی کو اوسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا اور لڑکا شریک اول کا ہوگا اور وہ اوسکی ام ولد ہے وان کاتباها فحررها احدهما موسرا فعجزت ضمن المعتق لشریکه نصف قیمتها اور اگر دونون شریکون نے لونڈی کو مکاتب کیا پھر ایک شریک مقدور والے نے اوسکو آزاد کردیا پھر وہ عاجز ہوگئی تو آزاد کرنیوالا اپنے شریک کو اوسکی نصف قیمت کا تاوان دیگا وذکر الضامن به علیها لما تقرر ان المكاتبة اذ اضمن المعتق لا یرجع عند لا عندهما اور تاوان دینے والا شریک اوسکو مکاتبہ سے بعوض اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لیے آزاد کرنیوالے شریک سے تو اوسکو رجوع جائز ہے امام کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا عبدٌ لرجلین حلف کل واحد منهما حر الآخر غنیا او عکسا اعتق المدبر ان شاء او استسعی فی الصورتین او ضمن شریکه فلا ولی دو مرد ونکا ایک غلام ہے ایک نے اوسکو مدبر کیا پھر دوسرے نے اوسکو آزاد کیا حالانکہ وہ مقدور والا ہے یا دونونے اسکے بالعکس کیا یعنی اول اعتاق غنی واقع ہوا پھر تدبیر تو مدبر کرنیوالا چاہے مدبر کو آزاد کرے یا دونون صورتون مین غلام سے سعی کرادے یا فقط پہلی صورت مین یعنی جبکہ آزاد کرنیوالا مالدار ہو اپنے شریک سے تاوان لے

باب موت المکاتب وعجزه وموت المولی

یہہ باب ہے مکاتب کی موت اور اوسکے عاجز ہونے اور مالک کی موت کے احکام مین مکاتب عجز عن اداء نجم ان کان له مال سیصل الیه لم یعجّز الحاکم الی ثلاثة ایام لانها مدة ضربت لابلاء الاعذار ایک مکاتب ہے کہ عاجز ہوگیا ادا کرنے ایک قسط سے اگر اوسکا ایسا مال ہو کہ عنقریب اوسکو ملیگا چنانچہ اوسکا دین کسی پر قریب الوصول ہو یا اوسکو مال ملنے والا ہو بطریق ہبہ کے کذا فی المحیط تو حاکم اوسکو عاجز نہ ٹھہراوے تین دن تک اسواسطے کہ یہہ مدت ہے کہ اظہار عذرات کیواسطے مقرر کی گئی ہے ہم چنانچہ تین دن خیار کی مدت ہے اور مرتد کی مہلت دینے کی مدت اور مدعا علیہ کو مہلت دینے کی مدت دفع دعوی کیواسطے والا عجّزه الحاکم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول نہو تو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز ٹھہراوے وفسخها بطلب مولاه او فسخ مولاه برضاه اور حاکم بعد تعجیز کے کتابت کو فسخ کردے اوسکے مولے کی خواہش سے یا اوسکا مولی فسخ کرے مکاتب کی رضامندی سے ہم فسخ کو تعجیز کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ مجرد عجز سے کتابت منفسخ نہین ہوتی بدون فسخ کرنیکے ولو کانت الکتابة فاسدة فالمولی له الفسخ بغیر رضاه اور اگر کتابت فاسد ہو تو مولے کو فسخ کتابت کا اختیار ہے بدون رضامندی مکاتب کے ہم بلکہ مولے پر بصورت فساد کتابت فسخ واجب ہے گناہ سے بچنے کیواسطے و یملك المکاتب فسخها مطلقا ای الجائزة والفاسدة وان لم یرض المولی اور مکاتب فسخ کتابت کا مالک ہے ہر طرح کتابت جائزہ ہو یا فاسدہ ہو اگرچہ مولی راضی نہو وعاد رقا بفسخها اور اوسکی غلامی پھر آویگی دونون کے فسخ کرنے سے یعنی جیسے قبل کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوگا وما فی یده لمولاه اور جو مال کہ اوسکے پاس ہوگا وہ مولے کا مملوک ہے اگرچہ خیرات ہو اور

ہے یعنی یہی بقول صحیح کذا فی الطحاوی والمکاتب اذا مات وله مال یفی بالبدل لم تنفسخ وتؤدی کتابته من ماله اور اگر مکاتب مرجاوے
اور اوسکا اتنا مال ہو جو بدل کتابت کو بالکل کفایت کرے تو کتابت فسخ نہو گی اور بدل کتابت اوسکے مال سے ادا کیا جائیگا ہم بعد موت کے ہونا کتابت اور ادا
بدل کتابت سے فائدہ یہ ہے کہ [illegible] ہے کہ فرزند اوسکے آزاد ہوں اور اگر مال ادا کتابت سے بچے تو وہ اوسکے وارثوں کو ملے ویحکم بعتقه فی آخر جزء
من اجزاء حیاته اور حکم ہوگا اوسکی آزادگی کا اوسکے اجزاء حیات میں سے اخیر جزء میں ہم مذہب یہی جمہور کا اور بعضوں کے نزدیک بعد موت کے
آزاد ہوگا کما یحکم بعتق اولاده المولودین فی کتابته لا قبلها چنانچہ حکم ہوگا اوسکی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اوسکی کتابت کے زمانے میں
پیدا ہوئے نہ اونکا جو قبل کتابت کے پیدا ہوئے ہم اسکلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول اور فروع کو مکاتب نے حال کتابت میں خرید کیا وہ آزاد نہونگے حالانکہ اونکی
آزادی کا بھی حکم ہوگا تو یوں کہنا حق تہا کما یحکم بعتق من دخل فی کتابته یعنی چنانچہ ان شخصوں کی آزادی کا حکم ہوگا جو داخل ہوگئے اوسکی کتابت
مین کذا فی الحلبی والباقی من ماله میراث لورثته اور جو مکاتب مذکور کے مال میں سے ادا بدل کتابت سے باقی رہیگا وہ اوسکا وارثوں کی میراث ہے ہم
یعنے اگر قرابت والے ہوں مکاتب کے تو وہ اوسکے مال کی وارث ہونگے اور اگر اونمیں سے کوئی نہو تو مال باقی مولے کو ملیگا بطریق ارث کے کذا فی الحموی
ولو لم یترك مالا وترك ولدا ولد فی کتابته ولا وفاء ببقیة کتابته وسعی الابن فی کتابة ابیه علی نجومه المقسطة اور اگر مکاتب مر گیا
اور کچھ مال نہ چھوڑ گیا اور ایک اوسنے وہ بیٹا چھوڑا جو زمان کتابت میں پیدا ہوا اور ادا کتابت کیواسطے کچھ مال نہیں تو مکاتب کی کتابت باقی رہیگی اور بیٹا اپنے
باپکی کتابت مین کوشش کرے بموجب اوسکی اقساط معینہ کے فاذا ادی حکم بعتق ابیه قبل موته وبعتقه تبعا پہر جب اوسکا بیٹا بدل کتابت ادا کریگا
تو اوسکے باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپکی تبعیت سے ولو ترك ولدا اشتراه فی کتابته ادی البدل حالا او رد
الی حالة رقیقا وسویا بینهما اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جسکو اوسنے اپنی کتابت کی حالت میں مول لیا تہا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو فی الحال ادا کرے
یا اگر فی الحال نہ ادا کر سکے تو اپنی غلامی کیحالت کیطرف پھیرا جائے یعنی جسطرح کہ غلام تہا ویسا ہی غلام بنا رہیگا نہ وہ آزاد ہوگا نہ اوسکا باپ اور صاحبین
نے دونو بیٹونکو برابر رکھا ہے یعنی جو بیٹا کہ کتابت میں پیدا ہوا اور جو کہ خرید ہوا دونوں حکم میں برابر ہیں یعنے بموجب اقساط کے بدل کتابت ادا کرسکے آزاد ہونگے
واما الابوان فیردان للرق کما مات وقالا ان ادیا حالا والا لا اور مکاتب مذکور کے ماں باپ کا تو یہہ حال ہے کہ بمجرد موت مکاتب کے ملک کی
کیطرف پھیرے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونوں نے الحال بدل کتابت کو ادا کر دینگے تو آزاد ہونگے اور نہیں تو آزاد نہونگے ہم شرح مجمع اور
شرنبلالیہ مین مصرح ہے کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کی فروع کی مانند ہیں اداے بدل کتابت میں بموجب اقساط معینہ کے تو نظر کرنا چاہیئے کہ شارح نے
یہہ کلام کہاں سے لیا یعنی تفریق بین الاصول والفروع کذا فی الحلبی اشتری المکاتب ابنه فمات عن وفاء ورثه ابنه لموته حرا عن ابن حر
کما ہو مکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پہر وہ مرگیا اتنا مال چھوڑکر کہ ادائی بدل کتابت کیواسطے کافی ہو تو اوسکا بیٹا اوسکا وارث ہوگا اسواسطے کہ مکاتب آزاد ہوکر
مرگیا اپنی آزاد بیٹے کو چھوڑکر چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنے جب بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات میں مکاتب آزاد ٹھہریگا اور اوسکی سلامتی اوسیوقت اوسکا
بیٹا آزاد ہوگا تو دونوں آزاد ہوئے تو معلوم ہوگیا کہ باپ آزاد مرا آزاد بیٹا چھوڑکر کذا فی الزیلعی وکذا ورثه لو کان هو ای المکاتب وابنه الکبیر
مکاتبین کتابة واحدة لصیرورتهما کشخص واحد ضرورة اتحاد العقد اور اسیطرح مکاتب کا بیٹا اوسکا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اوسکا بالغ بیٹا
مکاتب ہوں ایک کتابت سے بسبب ہو جانے دونوں کے ایک شخص کی مانند اتحاد عقد کی ضرورت کی جہت سے ہم بالغ کی قید لگائی ہے علماء نے صریح ذکر کرنا اسکا ہے
حیث قال او لو کوتب ہو وابنه صغیرا او کبیرا معه کذا فی الحلبی الطحاوی نے کہا یوں جواب ہو سکتا ہے کہ کبیر کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ مبادا کوئی توہم کرے کہ بالغ
بسبب بلوغ کے مستقل ہو کتابت میں فان ترك المكاتب ولدا من حرة ای معتقة وترك دینا یفی ببدل الكتابة فجنی الولد فقضی به بما جنی
علی عاقلة امه [illegible] لان الاب لم یعتق بعد لم یکن ذلك القضاء تعجیزا لابیه لعدم المنافاة [illegible] پہر اگر مکاتب نے ولد چھوڑا حرہ سے یعنے
معتقہ سے اور مکاتب نے لوگوں پر اتنا دین چھوڑا جو بدل کتابت کیواسطے کافی ہو پہر ولد سے قتل خطا واقع ہوا سو قاضی نے فیصلہ کیا جنایت اوسکی [illegible]

ماں کے برادری پر دیت کا حکم کیا اس ضرورت سے کہ اوسکا باپ ہنوز آزاد نہیں ہوا عدم آداے بدل کتابت سے تو یہہ قاضی کا حکم کرنا اوسکی باپ کی عاجز
ٹھہرانا نہیں ہے بعلت عدم منافات یعنے حکم مذکور کتابت کے منافی نہیں کہ حکم تعجیز ہو مکاتب کا ھم حرہ کی تفسیر معتقہ اسواسطے کہ حرہ اصلی کے
ولد پر کسی شخص کا ولا نہیں اور جنایت سے جنایت خطا مراد ہے اسواسطے کہ جنایت عمد مین برادری پر دیت نہیں کذا فی الطحطاوی ولا یرجع اور رجوع نہیں
کرینگے یعنے ماں کی برادری باپ کی موالی سے دیت کو رجوع نہیں کرسکتی اسواسطے کہ جب اونہوں نے دیت دی تھی تو انکو واسطے حق ولا ثابت تھا اور باپ کے
موالی کو تو حق ولا مکاتب کے آزاد ہونیکے بعد ثابت ہوگا قیّد بالدین لان فی العین لا یتأتی القضاء بالالحاق بالام لامکان
الوفاء فی الحال مصنف نے دین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مکاتب کا ترکہ عین ہوگا تو ماں کی طرف ولد کے الحاق کا حکم نہیں حاصل ہوگا
بسبب ممکن ہونے اداے بدل کتابت کے نے الحال ولو قضی به بالولاء لقوم امه بعد خصومتهم مع قوم الاب فی ولائه فهو
القضاء بما ذکر تعجیز لانه فی فصل مجتهد فیه اور اگر قاضی نے اوسکی ماں کی قوم کیواسطے ولا کا حکم کیا اونکی خصومت کرنیکے بعد باپ کی
قوم کے ساتھ اوسکی ولا مین تو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہے مکاتب کا اسواسطے کہ قضا امر مختلف فیہ مین واقع ہوئی ھم یعنی جبکہ بیٹا مرگیا مکاتب مذکور
کی موت کے بعد سو جھگڑا ہوا باپ کی قوم اور ماں کی قوم کے درمیان اوسکی میراث مین سو قاضی نے ماں کی قوم کیواسطے ولا یعنے میراث کا حکم دیا تو یہ قضا
کتابت کا فسخ کرنا ہے اسواسطے کہ خصومت واقع ہوئی بقا اور عدم بقاے کتابت مین اور میراث کسبی قوم کیواسطے ثابت نہوگی بدون اسکی یعنی اگر کتابت
باقی ہوکر بدل کتابت ادا ہوگا اور باپ آزاد ٹھہریگا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کیواسطے ثابت ہوگی اور اگر کتابت باقی نرہیگی تو میراث ماں کی قوم کے
واسطے ہوگی اور صحابہ کرام کا اس مسئلہ مین اختلاف ہی بعضے صحابہ کا یہ مذہب ہی کہ جب مکاتب مرجاے بدل کتابت چھوڑکر تو وہ غلام مرگیا نہ آزاد ہوکر
اور بعض اصحاب کا یہ مذہب ہی کہ مکاتب مذکور آزاد مرگیا پہر جب قاضی نے میراث کا حکم ماں کی قوم کیواسطے کیا تو فصل مجتہد فیہ مین قضا واقع
ہوئی اور مختلف فیہ مین قاضی کا حکم بالاتفاق نافذ ہوجاتا ہے تو یہہ قضا تعجیز مکاتب ٹھہری کذا فی الطحطاوی مختصرا وطاب لسیده وان لم
یکن مصرفا للصدقة ما ادی الیه من الصدقات فعجز لتبدل الملك واصله حدیث بریرة هی لك صدقة ولنا هدیة اور جو صدقات
کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہوگیا اداے بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے مولے کو حلال ہے اگرچہ مولے خیرات کا مصرف نہو بسبب بدلجانے
ملک کے اور اصل اسکی بریرہ کی حدیث ہی کہ صدقہ تیری واسطے تو صدقہ ہی اور ہماری واسطے ہدیہ ہی ھم یعنے تبدل ملک تبدل عین کی مانند ہی تو
گویا وہ اور چیز ہوگئی اور اسیکی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کی حدیث مین اشارہ کیا کہ صدقہ بریرہ کے واسطے صدقہ ہے اور ہماری واسطے
ہدیہ ہی یہہ اوس وقت فرمایا جبکہ بریرہ نے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تھی اور بریرہ اوس وقت مین مکاتبہ تھین کذا فی الزیلعی قاری ہدایۃ
نے کہا بلکہ وہ حرہ تھین کذا فی الطحطاوی کما فی وارث شخص فقیر مات عن صدقة اخذها وارثه الغنی چنانچہ اوس شخص فقیر کے
وارث مین جو مرگیا صدقہ چھوڑکر تو اوس صدقہ کو اوسکا مالدار وارث لیگا یعنی ہرچند صدقہ مالدار پر حرام ہے لیکن جبکہ صدقہ کا مورث فقیر اول
مالک ہوا پہر اوسکے بعد اوسکا وارث غنی مالک ہوا بطریق میراث کے تو وہ صدقہ غنی کے حق مین حلال ہوگیا تبدل ملک کے سبب سے وکما فی ابن
سبیل اخذها ثم وصل الی ماله وهی فی یده ای الزکوة اور چنانچہ اوس مسافر مین جسنے زکوۃ کا مال لیا پہر مسافر پہنچ گیا اپنے مال کے پاس
اور حالانکہ مال زکوۃ اوسکے قبضہ مین ہے تو وہ اوسکو حلال ہے اسواسطے کہ جب اوسنے لیا تہا تب وہ محتاج تہا وکفقیر استغنی وهی فی یده
فانها تطیب له اور اوس محتاج کی مانند جو زکوۃ لیکر غنی ہوگیا اور حالانکہ زکوۃ اوسکے پاس ہے تو زکوۃ اوسکو حلال ہے ھم اسواسطے کہ
غنی پر ابتداءً اخذ زکوۃ حرام ہے کیونکہ اسمین ذلت ہی تو اوسکو لینا جائز نہیں بلا ضرورت اور یہان ضرورت پائی گئی پہر جب اوسنے محتاجی کی حالت
مین لیا تو بعد اسکے نہیں مگر استدامت تو حلال ہوگا کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونو مسئلو مین تبدل ملک حلت کی علت ہی اور پچہلے دو
مسئلون مین تبدل حال علت ہی بخلاف فقیر اباحه لغنی او هاشمی عین زکوة اخذها لا یحل لان الملك لم یتبدل برخلاف اوس محتاج کے جسنے

غنی یا ہاشمی کو عین مال زکوۃ جسکو فقیر نے لیا تہا مباح کر دیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہین ہو اسواسطے کہ ملک متبدل نہین ہوگئی ہے اسواسطے کہ اباحت سے
مباح کرنیوالے کی ملک زائل نہین ہو جاتی تو مباح لہ اوسکو تناول کرتا ہے مبیح کی ملک پر فان جنی عبدٌ وکاتبہ سیدہ جاھلا بجنایتہ
او جنی مکاتبٌ فلم یقض بہ بما جنی فعجز فان شاء المولی دفع العبد او فدی لزوال المانع بالعجز پہر اگر غلام نے کسیکو قتل کیا
اور او سکے مالک نے اوسکو مکاتب کیا نا دانستہ اوسکی جنایت سے یا مکاتب نے کسیکو قتل کیا سو اوسکی جنایت پر ہنوز کچہہ حکم نہوا پہر وہ بدل کتابت
سے عاجز ہوگیا تو اگر مولے چاہے اولیا ء مقتول کو غلام دیدے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہو جانے سے یعنی مانع دفع کتابت تہی سو عاجز
ہونے سے زائل ہوگئی تو اب مالک کو دفع اور فدیہ مین اختیار ہے وان قضی بہ علیہ حال کونہ مکاتبا فعجز بیع فیہ لانتقال الحق من
رقبتہ الی قیمتہ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہوگیا اوسپر حالت کتابت مین پہر وہ عاجز ہوگیا یعنی بدل کتابت سے تو بیچا جاویگا اوسمین سو اسطے
کہ حق اوسکی گردن سے اوسکی قیمت کیطرف منتقل ہوگیا قضا کے سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سے کذا فی الحلبی عن العنایۃ قید بالعجز لان جنایات المکاتب علیہ فی
کسبہ ویلزمہ الاقل من قیمتہ ومن الارش مصنف نے عجز مکاتب کی قید اسلئے لگائی کہ مکاتب کی جنایات خود مکاتب پر ہوتی ہین اوسکی کسب مین اور لازم ہوتا ہے
اوسپر جو کمتر ہو قیمت مین سے اور دیت مین سے یعنی اگر قیمت کمتر ہو دیت سے تو قیمت کا دینا اوسپر لازم ہوگا اور اگر دیت کمتر ہو قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہوگا وان تکررت قبل القضاء
فعلیہ قیمۃ واحدۃ ولو بعدہ فقیمۃ اور اگر قبل از قضا قاضی مکاتب سے چند بار جنایت مکرر واقع ہوئی تو اوسپر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضا چند بار جنایت
واقع ہوئی تو چند قیمتین اوسپر لازم ہونگی ہم یعنے اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا پہر دوسرے کو پہر تیسرے کو قبل از قضا ی قاضی تو ایک ہی قیمت اوسپر
واجب ہوگی اور اگر مکاتب سے ایکبار جنایت خطا واقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہوگیا موجب جنایت پر تو وہ سعی کریگا قیمت مین اگر وہ کمتر ہو دیت سے
پہر بعد اسکے اگر جنایت ثانیہ واقع ہوگی تو اوسپر قیمت ثانیہ لازم ہوگی وعلی ہذا القیاس قیمت متعدد ہوگی تعدد جنایت سے ولو اقر بجنایتہ خطاً
لزمتہ فی کسبہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتب نے اپنی جنایت خطا کا اقرار کیا تو اوسپر قیمت لازم ہوگی اوسکے کسب مین بعد اسکے کہ موجب جنایت پر قاضی
کا حکم ہوگیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی عجز بطلت اور اگر قاضی کا حکم اوسپر نہوا یہانتک کہ وہ عاجز ہوگیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہے کذا
فی الدر عن القاعدیۃ ہم یعنے درحق مولے جنایت باطل ہے اور اوسکا مواخذہ اور مطالبہ ہوگا آزاد ہونیکے بعد امام کے نزدیک خلافا للصاحبین فی الحال
مطالبہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ کالتدبیر وامومیۃ الولد وکاجل الدین اذا مات الطالب اور اگر مولے مرگیا
تو کتابت فسخ نہین ہو جاتی جیسے تدبیر اور ام ولد ہونا باطل نہین ہوتا اور جیسا کہ دین کی مدت باطل نہین ہوتی جبکہ طالب دین مرجاوے ویؤدی المال الی
ورثتہ علی نجومہ کاجل الدین اور ادا کیا جائیگا مال کتابت کا مولے کی موت کے بعد اوسکی وارثونکو اوسکی قسطون کے موافق دین کی مدت
کے مانند یعنی اگر وارث کبیر ہے تو اونکو مال دیا جاوے اور اگر صغیر ہو تو اوسکی وصی کو دیا جاوے کذا فی القہستانی بخلاف موت المطلوب لخراب ذمتہ برخلاف
موت مطلوب کے بسبب خرابی اوسکے ذمہ کے ہم یعنی اگر مدیون مرجاے تو مدت باطل ہوگی اسواسطے کہ اوسکا ذمہ خراب ہوگیا اور دین ترکہ کیطرف منتقل ہوا اور ترکہ
عین ہے نہ دین کذا فی الزیلعی ہذا اذا کاتبہ وھو صحیح ولو فی مرضہ لا یصح تاجیلہ الا من الثلث یہہ یعنی اوداء مال اقساط سابقہ کے بموجب
اوسوقت ہے جبکہ مولے نے اوسکو مکاتب کیا ہو اپنی صحت کیحالت مین اور اگر اوسنے بیماری مین مکاتب کیا ہو تو اوسکا مدت ٹہرانا باطل ہے مگر ثلث متروکہ سے
یعنی بدل کتابت کے دو ثلث فی الحال ادا کریگا اور ایک ثلث اقساط معینہ کے موافق کذا فی الشرنبلالیۃ وان حررہ ای کل الورثۃ فی مجلس واحد عتق
مجانا استحسانا وجعل ابراء اقتضاء اور اگر وارثون نے یعنی تمام وارثون نے مکاتب کو آزاد کردیا ایک ہی مجلس مین تو وہ مفت آزاد ہوجاویگا
استحسان کی راہ سے اور آزاد کرنا ابرا قرار دیا جاویگا بطریق اقتضا کے ہم قیاس یہہ ہے کہ مکاتب آزاد نہو وارثون کے آزاد کرنے سے اسواسطے کہ
آزاد وہ کرتا ہے جو مالک ہو اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہین اسواسطے کہ مکاتب مملوک نہین ہوتا کسی سبب ملک سے تو میراث سے بھی مملوک نہین ہوتا وجہہ
استحسان یہہ ہے کہ اعتاق ابرا قرار دیا جاے بدل کتابت سے اسواسطے کہ بدل کتابت وارثون کا حق ہے اور میراث اوسمین جاری ہے تو اعتاق بدل کتابت

کا معاف کر دینا ہو گیا بطریق اقتضا کے یا حصول بدل کتابت کا اقرار ہو گیا اونکی طرف سے تو مکاتب بری الذمہ ہوا تو آزاد ہو گیا کذا فی الطحطاوی فان
عتقہ بعضہم فی مجلس والآخر فی آخر لم ینفذ عتقہ علی الصحیح پھر اگر مکاتب کو بعض ورثہ نے ایک مجلس میں آزاد کیا اور دوسرے وارث نے
دوسری مجلس میں آزاد کیا تو اسکا عتق نافذ نہو گا بر مذہب صحیح اسواسطے کہ وارث اوسکا مالک نہیں ولو عجز بعد موت المولی عاد رقیقا اور اگر مکاتب
عاجز ہو گیا ادائے بدل کتابت سے بعد موت مولے کے تو اوسکی غلامی پہر اودیگی یعنے جیسا غلام مملوک قبل کتابت کے تہا ویسا ہی ہو جائیگا مکاتب تحتہ
امۃ طلقہا ثنتین فملکہا لا تحل لہ ان یطأہا حتی تنکح زوجا غیرہ مکاتب کے نیچے کسیکی لونڈی ہو بطریق نکاح کے اور اوسکو دیئے
دو بار طلاق دی پہر مکاتب اوسکا مالک ہوا تو اوسکو اوسکا وطی کرنا حلال نہیں یہانتک کہ وہ لونڈی سوا اوسکے اور شوہر سے
نکاح کرے کذا فی المحیط کالحر فی محلہ اور یہی حکم ہے آزاد کا چنانچہ ثابت ہو چکا اپنے مقام میں ہے یعنی اگر آزاد لونڈی منکوحہ کو دو طلاق دیوے پہر
اوسکو خرید کرے تو وہ حلال نہیں تاوقتیکہ اوسکی سوا اور شوہر سے نکاح نکرے اور مکاتب کی مانند ہیں اور مدبر اور ام ولد کا بیٹا اور غلام مستسعی ہے اسواسطے کہ
حد و طلقات میں عورت کا اعتبار ہے نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی ہو تو دو بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہو جاتی ہے خواہ اسکا شوہر غلام ہو خواہ آزاد اور اگر
عورت آزاد ہو تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوتی ہے خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد کاتبا عبدا کتابۃ واحدۃ ای بعقد واحد وعجز المکاتب
لا یعجزہ القاضی حتی یجتمعا لانہما کواحد بخلاف الورثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب احدہم مجتبیٰ دو مالکوں نے غلام کی ایک کتابت کی
یعنے دونوں نے غلام کو مکاتب بعقد واحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اوسکو عاجز نہ ٹھہراویگا تاوقتیکہ دونوں مالک طلب نکریں اسواسطے کہ دونوں ایک شخص کی مانند
ہیں بر خلاف وارثوں کے اسواسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہراویگا ایک وارث کی طلب سے کذا فی المجتبیٰ وفیہ کاتب عبدیہ معا فعجز احدہما فردہ المولی
فی الرق والقاضی لم یعلم بکتابۃ الآخر لم یصح فان غاب ہذا المردود وجاء الآخر فعجز فلیس للآخر ردہ فی الرق اور مجتبیٰ میں ہے کہ ایک مالک نے
اپنے دو غلاموں کو مکاتب کیا ایکبار یعنے بعقد واحد پہر ایک عاجز ہو گیا سو مولے نے اوسکو پہر غلام کر لیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام
کی کتابت معلوم نہیں تو یہ غلام کر لینا درست نہو گا پہر اگر یہ غلام مردود یعنی جو پہرا ہو تہا ہونیکے بعد پہر عبدیت کیطرف پہر گیا ہے غائب ہوا اور دوسرا غلام مکاتب آیا پہر وہ بہی عاجز ہو گیا ادا
بدل کتابت سے تو دوسرے کو اسکا پہیر دینا غلامی میں جائز نہیں ہے عالمگیریہ میں محیط سے یوں منقول ہے کہ جب دوسرا مکاتب آیا اور مولے نے اوس سے ایک
قسط یا دو قسط میں سعی کروائی پہر وہ عاجز ہوا سو مولے نے یا قاضی نے چاہا کہ اوسکو غلامی کیطرف پہیر دیں تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ تحفہ شاہجہ
لو اختلف المولی والمکاتب فی قدر البدل فالقول للمکاتب عندنا مولی اور مکاتب نے اختلاف کیا بدل کتابت کی مقدار میں تو مکاتب ہی کا مقبول ہے
ہم حنفیوں کے نزدیک اسواسطے کہ وہ منکر زیادت اور نافی ضمان ہے اپنی ذات پر سے ولا یحبس المکاتب فی دین مولاہ فی الکتابۃ وفیما
سوی دین الکتابۃ قولان بلا ترجیح اور محبوس ہو گا مکاتب اپنے مولے کے دین میں جو دین کہ حال کتابت میں مکاتب پر لازم ہوا اور ماسوی دین کتابت میں دو
قول ہیں حبس اور عدم حبس میں کذا فی السراجیۃ ہے سوائے دین کتابت چنانچہ دین استہلاک یا وہ دین جو اوسنے اپنے مولے سے لیا تہا قبل از کتابت جبکہ وہ
اذون فی التجارۃ تہا یا قرض لیا تہا یا اوسپر ثمن مبیع تہا قلت وفی عتاق الوہبانیۃ وفی غیر جنس الحق یحبس [illegible]
دین کہا ہے اور وہبانیہ کی کتاب العتاق میں یہ ہے اور غیر جنس حق میں مکاتب اپنے مالک کو حبس کریگا اور غلام قبول اور عدم قبول کتابت میں مختار ہے ہم
اس بیت میں تین مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر مولے نے مال جو بدل کتابت کی غیر جنس ہے یعنی مثلاً بدل کتابت دراہم ہیں اور مولے نے
مکاتب سے گہوڑا یا تہان چہین لیا تو مکاتب کو مولے سے مطالبہ جائز ہے اور حاکم مولے کو حبس کریگا دوسرا مسئلہ یہی بطریق مفہوم کے کہ اگر جنس بدل کتابت سے
مال [illegible] لی اوسکا بدل کتابت میں شمار کرے تو مکاتب مطالبہ نہیں کر سکتا تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قبول کتابت اور فسخ کتابت میں غلام کو اختیار ہے اگرچہ
مولی راضی نہو کذا فی شرح الوہبانیۃ [illegible] لمولی ابیہم لیس لمعتقہا اولاد زوجین معتقین کی میراث اونکے باپ کے
مولی کو ہے ماں کے مولی کو نہیں [illegible] یعنی اولاد مذکور کی ماں اور باپ دونوں کو ولاء عتاقت حاصل ہے لیکن باپ اصل ہے میراث میں نسب کی مانند

لہذا باپ کے موالی میراث اولاد کی پاوینگے نہ موالی ماں کرے ثُمَّ عَتَقَ وَمَا وَقَعَ فَأَمَّا الْمَيِّتُ مِنَ الْوَلَدِ بَعْدَ الْحَيِّ التَّسْعِيُّ وَتَخِيرُهُمْ مکاتب مرگیا اور اوسنے
بدل ادا نہیں کیا تو مکاتب کی اوس ام ولد کو جسکا بیٹا مرگیا ہے اختیار ل کتابت کے ادا کرنیکے واسطے اور ولد زندہ کی ماں سعی کریگا اور بدل کتابت کو حاضر
کریگی قسط بندی سے موافق ای وان لم یکن معہا ولد بیعت وان کان استسعت علی نجومہ صغیرا کان ولدھا او کبیرا وعند ھما تسعی
مطلقا یعنے اگر ام ولد مکاتب کے ساتھہ ولد نہو تو ام ولد بیچی جاے اور اگر ہو تو ام ولد سے سعی کروائی جاے مکاتب کی قسطوں پر ولد صغیر ہو یا کبیر
اور صاحبین کے نزدیک ام ولد سعی کرے مطلقا خواہ ولد زندہ ہو یا مردہ واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الولاء

یہہ کتاب ہے ولا کے احکام میں ہے کتاب الولاء کو مصنف کتاب المکاتب کے بعد اسواسطے لایا کہ ولا زوال ملک رقبہ کے آثار سے ہے کذا فی النہر ھو لغۃ
النصرۃ والمحبۃ مشتق من الولی وھو القرب والدنو بمعنی نصرت اور محبت کے ہے مشتق ہے ولی بفتح واو وسکون لام سے اور
ولی عبارت ہے قرب اور نزدیکی سے ہے اور قرب ولا مصطلح میں حاصل ہے اسواسطے کہ ولا کا حکم یعنے ارث قریب درحاصل ہو جاتی ہے بالفعل جبکہ اوسکی
شرط پائی جاے وشرعا عبارۃ عن التناصر بولاء العتاقۃ او بولاء الموالاۃ زیلعی اور شرع میں ولا عبارت ہو باہم کی مددگاری سے بسبب ولاء
عتاقت یا بسبب ولا موالات کے کذا فی الزیلعی ھم تناصر اعتاق سے حاصل ہوتا ہے ولہذا معتق کنبہ اوسکا مولی دیت دیتا ہے ملا علی قاری نے کہا ولاء
شرعی عبارت اوس قرابت سے ہو قرابت نسبی کے بعد ہے جس قرابت سے ہوے غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور اوسکی نکاح کرنے اور اوسپر نماز پڑھنے کی
ولایت اوسکو حاصل ہوتی ہے انتہے اور یہہ تعریف بہتر ہے مصنف کی تعریف سے اسواسطے کہ تناصر ولا کے آثار سے ہے اور اوسکی طرف شارح کا آیندہ یہہ قول
بل قرابۃ حکمیۃ راجع ہے کذا فی الطحطاوی تومن آثارہ الارث والعقل و ولایۃ الانکاح وبھذا علم ان الولاء لیس نفس المیراث بل قرابۃ حکمیۃ
تصلح سببا للارث اور ولا کے آثار سے ہے ارث اور دیت اور نکاح کر دینے کی ولایت ہوسکے کیواسطے اور مصنف کے کلام سے معلوم ہوگیا
کہ ولا نفس میراث نہیں ہے بلکہ ولا قرابت حکمی ہے جو میراث کے سبب ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے ھم یہہ تعریف ہے صدر الشریعۃ کیطرف کہ انہوں نے
ولا کی تفسیر میراث کی ہے قہستانی نے اسکا جواب دیا کہ یہہ تفسیر بالحکم ہے اور تفسیر بالحکم عزیز الوجود نہیں وسببہ العتق علی ملکہ لا الاعتاق
لان بالاستیلاد وارث القریب یحصل العتق بلا اعتاق اور ولا کا سبب آزاد ہو جانا ہے مولے کی ملک پر نہ فقط آزاد کرنا سبب ہے ولا کا اسلئے
کہ استیلاد یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت دار کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہو جاتی ہے بدون آزاد کرنے کے ھم ام ولد آزاد
ہو جاتی ہے مولی کی موت کے بعد بدون آزاد کرنیکے اور قرابت دار بمجرد میراث کے آزاد ہو جاتا ہے بلا اعتاق تو صحیح قول یہی ہے کہ سبب ولا عتق ہے علی
ملک المولے ہے نہ اعتاق فقط واما حدیث الولاء لمن اعتق فجری علی الغالب اور یہہ حدیث کہ ولا اوسکی واسطے ہے جو آزاد کرے سو جاری
ہے غالب حال پر ھم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنے اگر فقط اعتاق سبب ولا کا نہوتا تو میراث وغیرہ حدیث مذکور میں آزاد کرنیوالے کو مخصوص نہ ہوتی
شارح جواب دیا کہ یہہ خصوصیت بنا بر اکثریت کے ہے فمن عتق ای حصل لہ عتق باعتاق ولو من وصیۃ او بفرع لہ کتابۃ وتدبیر واستیلاد
او بملک قریب فولاءہ لا لسید جو شخص کہ آزاد ہوا یعنی اوسکو آزادی حاصل ہوئی مالک کے آزاد کر دینے سے اگرچہ اعتاق مالک کو وصی سے صادر
ہوا ہو یا آزادی حاصل ہوئی ہو اعتاق کی فرع سے چنانچہ کتابت اور تدبیر اور استیلاد سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت دار کے مالک ہونے سے تو اوس
آزاد ہو جانے والے کی ولا اوسکی مالک کیواسطے ہے ھم اعتاق وصی کی صورت یہہ ہے کہ موصی نے وصی کو اپنے غلام کے اعتاق کی وصیت کی سو وصی نے موصی
کی موت کے بعد اوسکو آزاد کر دیا تو اسکی ولا موصی کی ہے اسواسطے کہ وصی کا فعل موصی کیطرف نقل ہے کذا فی الطحطاوی یہاں اعتراض وارد ہے کہ تدبیر
اور استیلاد سے کسطرح مالک کو ولا حاصل ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولے کی موت کے بعد آزاد ہوتے ہیں اوسکا جواب یہہ ہے کہ صورت اوسکی یہہ ہے کہ مولی
مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں جا ملا تو اوسکے مدبر اور ام ولد کے عتق کا حکم ہوگا پھر مولے مسلمان ہوکر آیا سو اوسکی ام ولد اور مدبر مرگئی تو اب دونوں کی
ولا مولی کو حاصل ہوگی اور بہتر جواب یہہ ہے کہ یوں کہیں کہ مراد یہہ ہے کہ عصبہ مولی کیواسطے مدبر اور ام ولد کی ولا کا ثابت ہونا تو اسی سبب سے ہے کہ [illegible]

موالی کیواسطے ہوچکا ہے اسواسطے کہ ولا کا مستحق اول وہی ہے کیونکہ سبب عتق اوسی سے تو صادر ہوا ہے پہر ولا موالی کیطرف سے اوسکے عصبہ کو
پونہچتی ہے کذا فی الدرر ولو امرأۃ او ذمیا او میتا حتی تنفذ وصایاہ وتقضی دیونہ منہ ۸ ولا مالک کا حق ہے اگرچہ مالک عورت ہو یا
ذمی یا میت تو مالک میت کی وصیتین نافذ ہونگی غلام آزاد کے مال سے اور مالک کی دیون اوس سے ادا کیجا دینگے ہم عتق ولا موالی کا ہی اگرچہ
عتق کفارہ قتل اور کفارہ افطار اور کفارہ ظہار سے یا عتق نذر اور ایمان وغیرہ واجبات سے ہو کذا فی شرح الحموی ولو شرط عدمہ لمخالفتہ
للشرع فیبطل ولا حق مولی کا ہے اگرچہ عدم ولا موالی نے شرط ہو کیا ہو بسبب مخالف ہونے اس شرط کے شرع شریف سے تو شرط باطل ہوگی
و من اعتق امتہ و الحال ان زوجہا قن للغیر فولدت لاقل من نصف حول مذ عتقت لا ینتقل ولاء الحمل الموجود عند العتق عن
موالی الام ابدا ۱ اور جسنے کہ اپنی لونڈی آزاد کی اور حالانکہ اوسکا شوہر غیر کا غلام ہے پہر وہ جنی نصف سال سے کمتر مدت مین جب سے کہ وہ آزاد
ہوئی تو جو حمل کہ موجود تہا آزاد کرنے کیوقت اوسکا ولا منتقل نہوگا اوسکی مان کے موالی سے کبہی یعنی اگرچہ اوسکا باپ بعد اسکے آزاد بہی ہو ہم
جب لونڈی آزادی کے بعد چہ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تہا تو جب لونڈی آزاد ہوئی تو اوسکا حمل
بہی آزاد ہوگیا اسواسطے کہ حمل اسکا جزء تہا اور اعتاق واقع ہوا اوسکی تمام اجزا پر تو بچہ بہی قصدا آزاد ہوگیا تو اوسکا ولا آزاد کرنیوالے سے منتقل نہوگا
کذا لو ولدت ولدین احدہما لاقل من ستۃ اشہر والاخر لاکثر منہ وبینہما اقل من نصف حول ضرورۃ کونہما توامین اور اسیطرح موالی
ام سے انتقال ولا نہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی ایک لڑکا تو کمتر چہ مہینے سے جنی اور دوسرا لڑکا زیادہ چہ مہینے سے اور حالانکہ مابین ولادت دو لڑکون
نصف سال سے کمتر ہے اسواسطے کہ دونون لڑکے توام بالضرور ہین ہم پہلا لڑکا تو بالیقین عتق کیوقت موجود تہا پہر جب دونون توام ٹہہرے بسبب عدم تخلل مدت
حمل کے تو دونونکا علوق ساتہ ہی ثابت ہوا تو دونونکو اعتاق شامل ہوگیا بالضرور تو ولا معتق سے منتقل نہوگی فاذا ولدت بعد عتقہا لاکثر من نصف
حول فلو لا نہ لمولی الام ایضا لتعذر تبعیتہ للاب لرقہ پہر جب لونڈی اپنی آزاد ہونے کے بعد نصف سال سے اکثر مدت مین جنی تو اوسکی بہی
میراث موالی ام کیواسطے ہے اسواسطے کہ تابع ہونا والد کا باپ سے متعذر ہے اوسکی غلام ہونیکے سبب سے فان عتق القن وہو الاب قبل موت
الولد لا بعدہ جر ولاء ابنہ الی موالیہ لزوال المانع پہر اگر وہ غلام جو باپ ہے آزاد ہوگیا قبل از موت ولد نہ بعد موت تو وہ اپنے
ولد کی میراث اپنے مالکون کیطرف کہینچ لاویگا بسبب دور ہوجانے مانع کے ہم یعنی جب چہ مہینے سے زیادہ مدت مین لڑکا پیدا ہوا تو ماں کے مالکون کا
اعتاق ثابت نہوا بسبب حادث ہونے ولد کے بعد اعتاق کے اور مسئلہ سابقہ مین جو ماں کیطرف لڑکا منسوب ہوا تہا تو باپ کی طرف بسبب اوسکی غلامی کے
نسبت نہوسکتی تہی پہر جب اوسکا باپ آزاد ہوگیا تو اوسکی طرف نسبت ممکن ہوئی بزوال مانع کے سبب ہے اسواسطے کہ نسبت باپ کی مان کی نسبت سے
مقدم ہے کیونکہ ولا نسب کی مانند ہے اور نسب باپ کیطرف ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اور اگر والد بعد موت ولد کے آزاد ہوگا تو میراث ولد کی والد کے موالی کیطرف
منتقل نہوگی اسواسطے کہ والدہ کے موالی مستحق ولا ہوچکے تہے اوسکی مرنے کیوقت تو اب انتقال ولا نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا ہذا اذا لم یکن معتدۃ یعنی تقیید
ولادت کی نصف سال سے پہلے ابتدا اعتاق سے اوسوقت ہے جبکہ لونڈی عدت مین نہو فلو معتدۃ فولدت لاکثر من نصف حول من العتق ولدون
حولین من الفراق لا ینتقل للموالی الاب سو اگر لونڈی عدت کے اندر ہو پہر جنی نصف سال سے اکثر مدت مین آزاد ہونے سے اور دو سال سے
کمتر مدت مین فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ کے مالکون کیطرف نہوگا عجمی لہ مولی موالاۃ او لم یکن لہ ذلک وقید بالعجمی لان ولاء الموالاۃ
لا یکون فی العرب لقوۃ انسابہم نکح معتقۃ ولو لعربی فولدت منہ فولاء ولدہا لمولاہا اوس عجمی نے جسکا ایک شخص مولی ہے عقد موالات کا یا اوسکا ویسا
مولی نہو نکاح کیا اوسنے معتقہ سے اگرچہ وہ معتقہ عربی کی لونڈی ہو سو معتقہ اوس عجمی سے جنی تو معتقہ کی ولد کی میراث اوسکی مولی کی ہے عجمی کی قید اسواسطے لگائی
کہ موالات کی میراث عرب مین نہین ہوتی اونکی انساب کے قوی ہونے سے ہم عجمی کے موالی موالات ہونیکی یہہ صورت ہے کہ شخص غیر عربی کا باپ کافر تہا پہر وہ مسلمان
ہوا اسواسطے اوسنے معتقہ لونڈی سے نکاح کیا پہر اوسنے ایکمرد سے عقد موالات منعقد کی قولہ ولو لعربی صوابہ ولو لعجمی یعنی صواب یہہ تہا کہ شارح یون کہتے کہ

اگرچہ معتقہ عجمی شخص کی ہو اسواسطیکہ جب میراث عجمی مولے کیواسطے ثابت ہوئی تو عربی مولے کیواسطے بطریق اولے ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی لقوۃ ولاء العتاقۃ حتی اعتبر ت فیہ الکفاءۃ

لا فی العجم و ولاء الموالاۃ مولاۃ معتقہ کیواسطے اسواسطے میراث ولاکی ثابت ہوئی کہ ولاء عتاقت قوی چیز ہے یہانتک کہ اوسمین کفائت یعنی ہمسری معتبر ہی

نہ عجم اور ولاء موالات مین یعنی لوگ تفاخر کرتے ہین عتاقت سے اور اوسکو کفارت مین اعتبار کرتے ہین تو وضیع کا معتق کفو نہین ہے شریف کے معتقہ کا

اور عجم کے حق مین نسب ضعیف ہے اسواسطیکہ عجمیون نے اپنے نسب ضائع کرڈالے ولہذا کفارت اونمین معتبر نہین نسب کی راہ سے بلکہ افتخار عجم کا قبل از اسلام

مراتب دنیاوی سے تہا اور بعد اسلام کے دینداری سے برخلاف اسصورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اسواسطے کہ عرب کے نسب قوی ہین معتبر ہین حق نسب

اور خونبہا دینے مین اسواسطے کہ عرب باہم مددگاری نسب کے سبب سے ہی تو ولاء موالات کی کچھ حاجت باقی نرہی کذا فی الطحطاوی والمعتق مقدم علی الرد اور

آزاد کرنیوالا مولے مقدم ہے رد میراث پر یعنی جبکہ عصبات نہون اور متروکہ باقی رہی اصحاب الفروض کی میراث کے بعد تو بقدر حصص اصحاب الفروض کے پھر

اونکو دیا جاتا ہے اور اگر آزاد کرنیوالا ہو تو اصحاب الفروض پر رد میراث نہوگی آزاد کرنے والا اوسکو لیگا ومقدم علی ذوی الارحام اور آزاد کرنے والا

مقدم ہے ذوی الارحام پر یعنی نانا نہانی وغیرہ رشتہ داروں پر مؤخر عن العصبۃ النسبیۃ لانہ عصبۃ سببیۃ آزاد کرنیوالا موخر ہے معتق کے عصبات نسبی سے

اسواسطے کہ آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہے اور نسبی مقدم ہے عصبہ سببی پر فان مات المولی ثم المعتق ولا وارث لہ نسبی فمیراثہ لاقرب عصبۃ المولی

الذکور وسیحقق فی بابہ سو اگر مولے مرے پہر اوسکے بعد غلام آزاد مرے اور غلام آزاد کا کوئی وارث نسبی نہو تو میراث اوسکی مولے کی عصبات ذکور

مین سے اوس عصبہ کو ملیگی جو مولے سے زیادہ تر قریب ہو اور آگے ہم اسکو محقق بیان کرینگے اوسکے باب مین یعنی کتاب الفرائض مین میراث مذکور کی تفصیل

بتحقیق مذکور ہوگی ولیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن کما فی الحدیث المذکور فی السراجیۃ اور عورتون کیواسطے ولاء عتق مین کچھہ حق نہین مگر جس غلام

یا لونڈی کو عورتین خود آزاد کرین تو اونکی ولا پاوینگی چنانچہ اوس حدیث مین یہہ مصرح ہے جو درر وغیرہا مین مذکور ہے ہم لفظ حدیث یہہ ہے کہ لیس للنساء

من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقہن او معتق معتقہن قال العینی وغیرہ انہ حدیث

منکر لا اصل لہ وسیجئ الجواب فی الفرائض علامہ عینی وغیرہ نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہے کچھہ اوسکی اصل صحیح نہین اور اسکا جواب کتاب الفرائض مین

آویگا ہم جواب یہہ ہے کہ اگرچہ یہہ حدیث شاذ ہے لیکن صحابہ کبار کے کلام سے موکد ہے تو بمنزلہ حدیث مشہور کی ہوگئی علی مرتضی اور ابن مسعود اور زید بن ثابت

عورتون کو میراث نہ دیتے تہے مگر اونکو جنکو اونہون نے مکاتب کیا یا آزاد کیا ثم فرع علی الاصل المذکور بقولہ فلو مات المعتق ولم یترک الا ابنۃ معتقہ فلا

لہا ای لابنۃ المعتق و یوضع مالہ فی بیت المال پہر مصنف نے قاعدہ مذکورہ پر یہہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مرگیا اور اوسنے کوئی وارث

نچہوڑا سوا اپنے آزاد کرنیوالے کے بیٹی کے تو اوسکو واسطے غلام آزاد کی کچھہ میراث نہین اسلئے کہ وہ حق مرد کا ہے اور اوسکا مال بیت المال مین رکہا جائیگا ہذا ظاہر الروایۃ

وذکر الزیلعی معزیا للنہایۃ ان بنت المعتق ترث فی زماننا لفساد بیت المال وکذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ وکذا المال یکون للابن

والبنت رضاعا کذا فی فرائض الاشباہ واقرہ المصنف وغیرہ یہی قول عدم میراث کا ظاہر الروایۃ مین ہے اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کرکے

کہا ہے کہ آزاد کرنیوالے کی بیٹی ہمارے زمانے مین وارث ہوگی غلام آزاد کے مال کی بسبب بگڑ جانے بیت المال کے یعنی حکام بیت المال کے مال کو اہل استحقاق

کو نہین دیتے اپنی شہوات مین صرف کرتے ہین اور اسیطرح جو مال کہ فاضل باقی رہے زوجہ یا زوج کے حصہ سے وہ اوسیکو پہیر دیا جاوے اور اسیطرح فرزند رضاعی

یا دختر رضاعی کیواسطے مال ہوگا اور بیت المال مین نہ یا جاویگا کذا فی فرائض الاشباہ اور مصنف وغیرہ نے اس قول کو ثابت رکہا ہے رد نہین کیا واذا

ملک الذمی عبدا ولو مسلما و اعتقہ فولاءہ لہ لان الولاء کالنسب فیثبت بہ عند عدم الحاجب کالمسلمین فلو مسلما لا یرثہ ولا یعقل عنہ

وبہذا اتضح فساد القول بان الولاء والمیراث حق لا ینتہاہیہ اور جبکہ کافر ذمی غلام کا مالک ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہو اور وہ اوسکو آزاد کرے تو اوس

غلام آزاد کی ولا ذمی کیواسطے ہے اسواسطیکہ ولاء عتاقت نسب کی مانند سبب ہے میراث کا تو اہل ذمہ ولا کی جہت سے باہم وارث ہوتے ہین مسلمانون کی مانند

جبکہ کوئی میراث کا حاجب نہو تو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہو اور وہ اوسکو آزاد کرے تو ذمی اوسکی میراث نپاویگا اور نہ اوسکی طرفسے دیت دیگا اور اس

قول ہے یعنی ذمی مرتد ہوگیا کہ ولا حاصل ہوتی ہے نہ میراث اس قول کا فساد نہایت ظاہر ہے کہ وہ قسم سے واضح ہوگیا کہ ولا تو وہی میراث ہے ہم یعنی جب
ذمی کو ولا و عتیق مسلم ثابت ہوتی اور میراث اوسکی حاصل نہوتی تو صاف معلوم ہوگیا کہ ولا اور میراث متحد الحقیقۃ نہیں اور سابق مذکور ہو چکا کہ میراث ولا کا
حکم اور اثر ہے اور تعریف بالحکم جائز ہے۔ ذمی موسلے اپنے عتیق مسلم کا اسواسطے وارث نہوگا کہ ارث کی شرط حاصل نہیں یعنی اتحاد ملت وارث و مورث
تو اگر ذمی مسلمان ہوجاوے اور عتیق مسلم اوسکے بعد مرے تو اوسکو میراث اوسکی ملیگی کذا فی الطحطاوی ولو اعتق حربی فی دار الحرب عبداً حربیاً لا یعتق
عندہما الا ان یخلی سبیلہ فاذا خلاہ عتق حینئذ ولا ولاء لہ حتی لو خرجا الینا مسلمین لم یرثہ خلافاً للثانی اور اگر حربی دار الحرب
میں حربی غلام آزاد کیا تو بمجرد اعتاق بلا تخلیہ کے وہ آزاد نہوگا مگر یہہ کہ حربی غلام مذکور کو تخلی بالطبع کردے پھر جب اوسکو مطلق العنان کردے یعنی اپنے قبضہ و
تصرف سے نکالدے تو وہ اوسوقت میں آزاد ہوجائیگا اور اوسکی ولا اوسکو نملیگی تو اگر حربی اور اوسکا عتیق دونوں مسلمان ہوکر دار الاسلام میں آوینگے تو حربی
اوسکا وارث نہوگا برخلاف مذہب ابو یوسف کہ اونکے نزدیک میراث پاویگا وکان لہ ان یوالی من شاء لانہ لا ولاء لاحد علیہ اور حربی کے غلام آزاد
کو جائز ہے کہ جس سے چاہے عقد موالات منعقد کرے اسواسطے کہ کسیکی ولا اوسپر نہیں ہے جو عقد موالات دوسرے سے نکر سکے ولو دخل مسلم فی دار الحرب
فاشتری عبداً ثم اعتقہ بالقول عتق بلا تخلیۃ اور اگر مسلمان دار الحرب میں گیا سو وہاں سے غلام خرید کیا پھر اوسکو زبانی بلا تخلیہ آزاد کیا
یعنی دار الحرب میں تو وہ آزاد ہوجاویگا عندہم یہہ روایت شرح طحاوی کی اس روایت سے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دار الحرب میں آزاد کرے تو اوسکو
اوسکی ولا حاصل نہوگی امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اور ان منافات کا یون جواب ہوسکتا ہے کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہے نہ ولا اور شرح شلبی میں
نفی ولا مذکور ہے نہ نفی عتق کی اور سابق مذکور ہو چکا ہے کہ ولا اور میراث متحد الحقیقۃ نہیں واللہ اعلم ولو کان العبد مسلماً فاعتقہ مسلم او حربی
فی دار الاسلام فولاءہ لہ ای للمعتق اور اگر غلام مسلمان ہو سو اوسکو مسلمان یا حربی دار الاسلام میں آزاد کرے تو اوسکی ولا اوسکو ملیگی یعنے
اوسکے آزاد کرنیوالیکو فروع تم مسائل ملحقہ شارح کی ادعیا ولاء میت وبرہن کل انہ اعتقہ یقضی بالولاء والمیراث لہما دو شخصوں نے
میت کی ولا کا دعوی کیا اور ہر شخص اسکے گواہ لایا کہ اوسی نے اوسکو آزاد کیا ہے تو دونوں مدعیوں کیواسطے ولا اور میراث کا حکم ہوگا بسبب عدم ترجیح
المولی یستحق الولاء او کعتیق تنفذ منہ وصایاہ وتقضی دیونہ موسلے آزاد کرنیوالا مستحق ولا ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے موسلے
کی وصیتیں نافذ ہونگی اور اوسکے قرضے اوس سے ادا کیے جاوینگے اگرچہ عتق کتابت یا تدبیر یا استیلاد سبب ہو کذا فی الطحطاوی الکفاءۃ تعتبر فی ولاء
العتاقۃ فمعتق التاجر کفؤ لمعتق العطار دون الدباغ ہمسری نزدیک ولا عتاقت میں معتبر ہے تو آزاد غلام سوداگر کا برابر ہے عطر فروش کی آزاد
لونڈی سے نہ دباغت کرنیوالے کا غلام آزاد ہم تو اگر سوداگر کی معتقہ دباغ کی عتیق سے نکاح کرے تو اوسکے موسلے کو فسخ نکاح کا اختیار ہے تا وقتیکہ
ولادت یا حمل نہوا ہو کذا فی الطحطاوی اذا کانت حرۃ الاصل بمعنی عدم الرق فی اصلہا فلا ولاء علی ولدہا جبکہ عورت حرہ اصلی ہو یا بمعنی کہ جسکی
اصل میں کوئی لونڈی اور غلام نہوا ہو تو اوسکے فرزند پر ولا نہیں ہے اگرچہ اوسکا باپ غلام ہو اسواسطے کہ حریت اور رقیت میں لڑکا مان کا تابع ہوتا
ہے نہ باپ کا کذا فی الطحطاوی ہم حر اصلی فقہا کے نزدیک دو معنوں میں مستعمل ہے ایک یہ کہ جسکی ذات پر رق یعنی کسیکی ملک جاری ہوئی ہو بلکہ وہ
پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گذرنے چھ مہینے کے نکاح اور علوق کیوقت سے یا اوس شخص سے پیدا ہوا ہو جسکی اصل میں رقیق ہو اور دوسرا یہ کہ جسکی
اصل میں اصلا رقیق نہو کذا فی الدرر والاب اذا کان کذلک فلو عربیا لا ولاء علیہ مطلقاً اور باپ جبکہ اوسیطرح کا حر اصلی ہو تو اگر وہ عربی ہے
تو اوسکے ولد پر ولا نہیں مطلقاً یعنی نہ باپ کی قوم کیواسطے ولا ہے نہ مان کی قوم کیواسطے ولو عجمیا فالولاء علیہ لقوم الاب ویرثہ معتق الام و
عصبتہ خلافاً للثانی اور اگر باپ عجمی ہے تو اوسپر ولا نہیں باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاویگا مان کا آزاد کرنیوالا اور اوسکا عصبہ برخلاف
مذہب ابو یوسف ہم ابو یوسف کے نزدیک بیٹا تابع ہے باپ کا ولا میں چنانچہ شخص عربی میں تابع ہوتا ہے اسواسطے کہ نسب باپ کی طرف سے ہے اگرچہ
نسب ضعیف ہو اور طرفین کی دلیل یہہ ہے کہ ولا ثابت ہوتی ہے نصرت کے سبب سے اور ولد کیواسطے نصرت نہیں عجمی باپ کیطرف سے اسواسطے کہ عرب

فصل فی ولاء الموالاۃ

سے کے سوا عجم مین تناصر قبائل سے نہین ہے در بربین ہے الحاصل اگر والدین حر اصلی ہون یعنی مذکور تو ولد پر ولا نہین اور اگر دونو معتق ہون یا اونکی
اصل مین معتق ہو تو ولا باپ کی قوم کیواسطے ہے اور اگر ماں معتقہ ہو اور باپ حر اصلی یعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم مادر کی ولا نہین اور اگر باپ
غیر عربی ہو تو قوم مادر کیواسطے ولا ہے امام اور محمد کے نزدیک سوا ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

فصل فی ولاء الموالاۃ

یہہ فصل ہے ولاء موالاۃ کے احکام مین ہے موالاۃ لغت مین بمعنے متابعت ہے اور شرع مین چنانچہ اسبیجابی نے کافی حاکم کی شرح مین تصریح کی ہے
کہ موالاۃ یہہ ہے کہ مرد مسافر دوسرے شخص سے کہے کہ میری برادری نہین اور نہ کوئی مددگار سو مجکو تو اپنی طرف ملا لے اور اپنی قوم کیطرف تا مین
تیری جماعت مین گنا جاؤن سو تو میری [illegible] دیکھیو اور میرے اوپر سے نوائب اور مصائب دور کیجیو اور اگر مین مرجاؤن تو تو میرے مال کا وارث ہے
تو دونون شخصون مین عقد موالاۃ منعقد ہوگی یعنے بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولاء عتاقت کو ولاء موالاۃ پر اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہے
قابل انتقال نہین ہے جمیع احوال مین بخلاف ولاء موالاۃ کہ وہ نقل پذیر ہے قبل ازادا دیت اور ولاء عتاقت بالاتفاق سبب میراث ہے بخلاف ولاء موالاۃ
کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک اسکا کچھہ اعتبار نہین والدلائل فی المطولات کذا فی الطحطاوی اسلم رجل مکلف علی ید اٰخر ووالاہ او والی
غیرہ الشرط کون ذا عجمیا لا مسلما علی ان یرثہ اذا مات ویعقل عنہ اذا جنی صح ہذا العقد اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے
دوسرے شخص کے ہاتھہ پر اور اوسکا تابع ہوا یا اوسکے سوا اور شخص کا تابع ہوا اس شرط پر کہ متبوع اوسکا وارث ہو جبکہ تابع مرے اور شخص متبوع اوسکی
طرف سے دیت دے جبکہ تابع سے قتل خطا صادر ہو تو یہہ عقد موالاۃ صحیح ہے شارح نے کہا شرط موالاۃ کی عجمی ہونا ہے نہ مسلمان ہونا بنابر بیان گذشتہ
اور آگے پھر مذکور ہوگا حکم اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہے شرط نہین عاقل بالغ ہونیکی قید اسواسطے لگائی کہ عقد موالاۃ تصرف دائر ہے
نفع اور ضرر مین اسواسطے کہ اسمین ایجاب میراث اور التزام دیت ہے تو بدون عقل اور بلوغ کے صحیح ہوگا مگر باذن اور عجمی کے قید اسواسطے لگائی کہ تناصر
عرب کا قبائل سے ہے تو عقد موالاۃ کی عرب کو کچھہ حاجت نہین کذا فی الدرر وعقلہ علیہ وارثہ لہ اور دیت اسفل کی اعلے پر ہے اور میراث اسفل
کی اعلی کیواسطے ہے وکذا لو شرط الارث من الجانبین اور اسیطرح عقد موالاۃ صحیح ہے اگر میراث دونو جانبون سے مشروط ہو یعنی اگر اسفل مرے تو اعلے
میراث اوسکی لے اور اگر اعلے مرے تو اسفل اوسکی میراث لے ہم توارث من الجانبین اسیطرح اکثر کتابون مین بلا خلاف مذکور ہے لیکن علامہ مقدسی نے
ابن ضیا سے نقل کیا ہے کہ یہہ صاحبین کا قول ہے اور امام کے نزدیک ثانی مولی ہوگا اول کا اور اول کی ولا باطل ہو جائیگی اسواسطے کہ تابع متبوع
نہین ہوتا اور نہ متبوع تابع واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولو والی صبی عاقل باذن ابیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاۃ منعقد
کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اوسکے وصی کے اذن سے تو عقد صحیح ہے بسبب عدم مانع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ اٰخر فانہ یصح ویکون
وکیلا عن سیدہ بعقد الموالاۃ جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاۃ منعقد کرے تو صحیح ہے اور غلام وکیل ٹھہریگا اپنے
مالک کیطرف سے عقد موالاۃ کا ہم غلام وکیل ٹھہرا نہ اصیل اسواسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہین ہے بلکہ اہل کیا سبب سے وکیل ہے وأخر
ارثہ عن ذوی الرحم لضعفہ اور مولی موالاۃ کی ارث ناتہالی رشتہ دار سے موخر ہے اوسکی ضعف کے سبب سے ہم اسواسطے کہ موالاۃ عاقدین
کا عقد ہے تو اوسکے غیر پر وہ لازم نہوگی اور ناتہالی رشتہ دار وارث شرعی ہے تو عاقدین اوسکی ابطال کے مالک نہین ولہ النقل عنہ بمثلہ
الی غیرہ ان لم یعقل عنہ او عن ولدہ وان عقل عنہ او عن ولدہ لا ینتقل لتاکیدہ اور عاقد اسفل کو عقد موالاۃ کا نقل کرنا عاقد اعلی
کے سامنے اوسکی غیر کیطرف جائز ہے اگر عاقد اعلے نے اوسکی طرف سے یا اوسکے ولد کی طرف سے دیت نہ دی ہو اور اگر دیت دی ہو اوسکی طرف سے
یا اوسکی ولد کیطرف سے تو ولاء موالاۃ منتقل نہوگی اسواسطے کہ مولے نے اوسکو موکد اور مضبوط کر دیا دیت کے دینے سے ولا یوالی معتق
احدا لان ولاء العتاقۃ اقوی اور عقد موالاۃ منعقد نکرے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب لازم ہونے ولاء عتاقت کے امرأۃ والت ثم ولدت
[illegible] ولد النسب تبعہا المولود فیما صنعت ایک عورت نے مولاۃ منعقد کی پھر وہ ایک لڑکا (جسکا باپ معلوم نہین) جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کا تابع

عقد مذکور مین وکذا لو اقرت بعقد الموالاۃ او انشأته والولد معہا لانه نفع محض فی حق صغیر لم یدر له اب اور اسیطرح لڑکا مان کا
تابع ہوگا اگر اوسکی مان عقد موالاۃ کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حالانکہ بیٹا اوسکے ساتھہ موجود ہو تو مان کا تابع ہوگا عقد مین اسواسطے
کہ وہ نفع محض ہے اوس صغیر کے حق مین جسکا باپ معلوم نہین وعقد الموالاۃ شرطه ان یکون الاخر مجہول النسب بان لاینسب الی غیرہ اما
نسبته غیرہ الیه فغیر مانع عنایہ اور عقد موالاۃ کی شرط یہہ ہے کہ ماتحت اسفل ازاد مجہول النسب ہو یعنے اپنے سوا اور شخص کیطرف منسوب نہوا اور غیر شخص کا منسوب
ہونا اسکی طرف مجہولیت نسب کا مانع نہین کذا فی الغنایۃ ھم اور دوسرا قول عالمگیری مین محیط سے یہہ منقول ہے کہ مجہول النسب ہونا شرط نہین کذا فے
الطحطاوی والثانی ان لایکون عربیا اور دوسری شرط موالاۃ کی یہہ ہے کہ مولای اسفل عربی نہو والثالث ان لایکون له ولاء عتاقة ولا
موالاۃ مع احد وقد عقل عنه اور تیسری شرط یہہ ہے کہ اوسکی واسطے ولاء عتاقت نہوا اور نہ ولاء موالات کسی شخص کے ساتھہ اور حالانکہ وہ شخص
اوسکی طرف سے دیت دیچکا ہو والرابع ان لایکون عقل عنه بیت المال اور چوتھی شرط یہہ ہے کہ اوسکی طرف سے بیت المال سے دیت نہ دیگئی ہو
ھم تو اگر اوسکی دیت بیت المال سے دیگئی ہو تو اوسکی میراث جماعت مسلمین کیواسطے ہے شرح طحطاوی مین ہے کہ لقیط آزاد ہے اور جنایت اوسکی بیت المال
پر ہے اور اوسکی میراث بھی بیت المال یعنے اہل اسلام کیواسطے ہے پھر جب وہ جوان ہو تو اوسکو اختیار ہے جس سے چاہے موالاۃ کرے مگر جبکہ اوسکی
طرف سے دیت دیگئی ہو بیت المال سے تو اوسکو کسی کے ساتھہ موالاۃ کرنا درست نہین کذا فی الطحطاوی والخامس ان یشترط العقل والارث
اور پانچوین شرط یہہ ہے کہ دیت اور میراث مشروط ہو واما الاسلام فلیس بشرط فیجوز موالاۃ المسلم الذمی وعکسه والذمی الذمی وان اسلم الاسفل
لان الموالاۃ کالوصیۃ کما بسط فی البدائع اور اسلام عقد موالاۃ مین شرط نہین تو جائز ہے موالاۃ کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کو مسلمان سے
اور ذمی کو ذمی سے اگرچہ مولای اسفل اسلام قبول کرے اسواسطے کہ موالاۃ وصیت کی مانند ہے چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہے بدائع مین ھم یعنی جسطرح
وصیت صحیح ہے مسلم اور ذمی سے مسلم اور ذمی کیواسطے ویسی ہی موالاۃ بھی صحیح ہے لیکن دونون فرق یہہ ہے کہ موصی له وصیت کا مستحق ہوتا
ہے موصی کی موت کے بعد باوجود اختلاف دین کے اور موالاۃ کا مولی وارث نہین ہوتا اختلاف دین کے ساتھہ کذا فی الحلبی وفی الوہبانیۃ
ومعتق عبد عن ابیه ولاؤہ له وابوہ بالمشیۃ یوجر + اور وہبانیہ مین ہے اور غلام آزاد کرنے والیکو اپنے باپ کیطرف سے میراث غلام
کے آزاد کرنیوالیکے واسطے ہے اور اوسکا باپ بمشیت ربانی ماجور ہے یعنی اعتق عبدا عن ابیه المیت فالولاء له والاجر للاب ان شاء
اللہ تعالی من غیر ان ینقص من اجر الابن یعنی ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اپنی میت باپ کیطرف سے تو میراث غلام کے آزاد کرنیوالیکے واسطے
اور ثواب باپ کیواسطے ہے اگر اللہ تعالی چاہے بلا نقصان ثواب فرزند ھم یعنے ایسا کوئی نہ سمجھے کہ اعتاق کا ثواب کچھہ باپ کو ملیگا اور کچھہ فرزند
کو بلکہ دونوکو پورا ثواب اعتاق کا حاصل ہوگا ذلک فضل اللہ یوتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم شارح وہبانیہ علامہ عبد البر نے کہا
مشیت الہی کی قید ناظم نے اسواسطے لگائی کہ یہہ مسئلہ ثابت ہے خبر احاد سے اور اوس سے یقین حاصل نہین ہوتا وکذا الصدقات والدعوات
لابویه وکل مؤمن یکون الاجر لهم من غیر ان ینقص من اجر الابن ھم اور اسیطرح صدقات اور دعوات والدین کیواسطے اور ہر
ایماندار کیواسطے کرنے سے والدین اور مومنین کو ثواب ہوتا ہے بدون اسبات کے کہ فرزند اور فاعل کا کچھہ ثواب کم ہوجاوے کذا فی المضمرات ھم
علامہ عبد البر نے کہا کہ بنای مسئلہ اسپر ہے کہ زندون کے اعمال کا ثواب مردون کو پہونچتا ہے اور اسمین قاضی القضاۃ سروجی وغیرہ نے رسائل تصنیف
کئے ہین اور پچھلی تصنیف ہمارے استاد قاضی القضاۃ سعد الدین دیری کے ہے جسکا نام کواکب نیرات ہے خلاصہ تالیفات مذکورہ یہہ ہے کہ جمہور علما کا مذہب
صحیح ہے کہ اموات کو ثواب پہنچتا ہے یعنی صدقات اور دعوات کا کذا فے الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم +

کتاب الاکراہ

یہہ کتاب ہے اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام مین هو لغة حمل الانسان علی شیء یکرہه
اکراہ لغت عرب مین عبارت ہے انسان کو برانگیختہ کرنے سے اوس چیز پر جسکو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کروانا جو اوسکو برا لگتا ہے

خواہ کراہت طبعی ہو یا شرعی وشرعاً فعلٌ يُوجَدُ مِنَ المُكْرِهِ فَيُحْدِثُ فِي المَحَلِّ مَعْنًى يَصِيرُ بِهِ مَدْفُوعًا إِلَى الفِعْلِ الَّذِي طُلِبَ مِنْهُ اور شرع میں اکراہ
زبردستی کرنیوالے کی ایسے فعل خواہ دہمکانے کو کہتے ہیں جو طرف ثانی کے دل میں وہ اثر پیدا کردے کہ جس فعل کو اول شخص اوس سے چاہتا ہے اوسکو
بناچاری کرنا پڑے قلم فعل وہ شامل ہی فعل حقیقی اور حکمی کو اور عام ہی قول کو بھی چنانچہ زبانی دہمکی فعل حکمی کی یہہ صورت مذکور ہی قہستانی میں کہ
ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا امر کیا اور اوسکو کسی چیز سے تہدید نکی مگر مامور جانتا ہی دلالت حال سے کہ اگر اوسکو قتل نکریگا تو آمر اوسکو مار
ڈالیگا یا اوسکا کوئی عضو کاٹیگا تو یہہ بھی اکراہ ہی اور محل سے مراد مکرَہ بالفتح ہے یعنی جسپر اکراہ واقع ہوا اور معنی سے مراد خوف ہے کذا
فی الطحطاوی در درر غرر میں ہے کہ اکراہ شرعی غیر سے فعل کروانا بواسطہ اوس تہدید کے جو رضا غیر کو نیست ونابود کردیتی ہی اور اوسکی اختیار کو لیکن
تہدید کاہی اختیار کو فاسد کردیتی ہی اور کاہی نہیں الحاصل بعدم رضا معتبر ہی اکراہ کی سب صورتوں میں اور اصل اختیار ثابت ہی سب صورتوں میں لیکن
بعضی صورت میں اختیار فاسد ہوجاتا ہی اور بعضی صورت میں فاسد نہیں ہوتا انتہے اور تحقیق اوسکی شرح وقایہ میں یوں مذکور ہی کہ رضا کے مقابلہ
میں کراہت ہی اور اختیار کے مقابلہ میں جبر ہے حبس یا ضرب کے اکراہ میں بلاشک کراہت موجود ہی تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار ثابت ہے صحیح
وصفت السلامتہ اسواسطے کہ اختیار فاسد ہوجاتا ہے بمقابلہ تلف نفس یا تلف عضو کے تو جس امر میں جان یا عضو کی ہلاکی ہے تو امتناع اوس سے
جمیع حیوانات کی طبیعت میں پیدائشی ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ قوت واہمہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کسطرح روک رکھتی ہی اونچے مکان سے گرنے اور آگ
میں گھسنے سے در صورت گمان تلف تو اوس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہے لیکن ظاہر کا اختیار ہی جبر سے قریب ہی اسیطرح تلف جان یا عضو کی
وقت اختیار امتناع ہی لیکن خود اختیار فاسد ہی اسواسطے کہ انسان اوسی مخلوق ہی اس راہ سے کہ طبیعت اوسپر مجبول ہے باوجود اوسکی اہلیت خطاب شرع
باقی ہی اکراہ ملجی اور غیر ملجی میں بواسطہ تحقق عقل اور بلوغ کے وَهُوَ نَوْعَانِ تَامٌّ وَهُوَ المُلْجِئُ بِتَلَفِ النَّفْسِ أَوْ عُضْوٍ أَوْ ضَرْبٍ مُبَرِّحٍ وَإِلَّا فَنَاقِصٌ
هُوَ غَيْرُ المُلْجِئِ اور اکراہ دو قسم ہے کامل اور ناقص اکراہ کامل اور وہ اکراہ ملجی ہے یعنی جو مامور کو مضطر کردے جان یا عضو کے تلف ہوجانے سے
یا نہایت سخت مار سے اور اگر ایسا نہو تو وہ ناقص ہے اور وہی اکراہ غیر ملجی ہے ہم ضرب شدید سے مراد وہ ضرب ہے جو موجب ہو تلف نفس کی
کی چنانچہ بدائع میں ہی واسطے القانی نے کہا کہ اکراہ ملجی چنانچہ ڈرانا قتل نفس اور قطع عضو اور ضرب شدید متوالی سے جس سے تلف ہونیکا خوف ہو اور
غیر ملجی چنانچہ ڈرانا محبوس کرنے اور بیڑیاں یا نوت میں ڈالنے اور ضرب یسیر سے کذا فی الطحطاوی وشرطه أربعة أمور قدرة المكره على إيقاع
ما هدد به سلطانا أو لصا أو نحوه اور اکراہ کی شرطیں چار چیزیں ہیں ایک شرط قادر ہونا اکراہ کرنیوالے کا اوس چیز کے واقع کرنے پر جس
سے اوسنے تہدید اور تخویف کی ہے خواہ مکرہ بادشاہ ہو یا چور ڈاکو یا مانند اوسکی اور شخص جابر ہم مانند اوسکی زوجہ ہی اپنی زوج کے حق میں اوسپر
غیر متغلب مسلط سی اور مجنون مسلط سی اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروائے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہیں اور
نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہوگا اگر اوسکا وارث ہو اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی والثانی خوف المكره
بالفتح إيقاعه أي إيقاع ما هدد به في الحال بغلبة ظنه ليصير ملجأ اور دوسری شرط خوف ہی مکرہ بالفتح کا یعنی جسپر اکراہ اور زبردستی ہوئی
وہ اپنی ظن غالب سے ڈرتا ہو تہدید والی چیز کے واقع کردینے سے فی الحال تاکہ اس گمان سے وہ مضطرب اور مضطر ٹھہرجاوے ہم اور اگر ظن غالب ہو اوسکو
نہ واقع کرنیکا یا اکراہ کرنیوالا وہاں سے ٹل گیا تو اکراہ ثابت نہوگا والثالث كون الشيء المكره به متلفا نفسا أو عضوا أو موجبا غما يعدم
الرضى اور تیسری شرط یہہ ہی کہ جس چیز کے سبب سے اکراہ ہوا وہ چیز جان یا عضو کی تلف کرنیوالی ہو یا موجب ہو ایسے غم اور اندوہ کی جو رضامندی
کو نیست ونابود کردے ہم شرح وقایہ میں ہی کہ اکراہ دو قسم ہے ایک یہہ کہ رضامندی کو تلف کردے اور یہہ اکراہ حبس یا ضرب سے ہوتا ہی اور اکراہ
ثانی مفسد اختیار ہی وہ قتل اور قطع عضو کے خوف سے ہوتا ہی تو فوت رضامندی فساد اختیار سے عام ہی تو حبس یا ضرب میں رضا فوت ہی لیکن اختیار
صحیح باقی ہی اور قتل میں نہ رضامندی نہیں لیکن اوسکو اختیار غیر صحیح ہے بلکہ اختیار فاسد ہی انتہے اور موجب غم کا ہی حبس ہوتا ہی اور کاہی ضرب

اور اکراہ مین مقدار حبس یہہ ہی کہ حبس سے غم صریح حاصل اور ضرب کی مقدار یہہ ہی کہ جس سے درد شدید پیدا ہوا اور ان مین الیسی کوئی حد نہین جس سے
کمی اور زیادتی نہو سکے اسواسطے کہ نصب مقادیر رای سے ممتنع ہی بلکہ یہہ حاکم کی تجویز پر مفوض ہے کیونکہ مختلف باختلاف اشخاص ہی کذا فی الطحطاوی
عن الزیلعی وھذا اَدنیٰ مراتبہ وھو یختلف باختلاف الاشخاص فان الاشراف یغمون بکلام خشن والاراذل ربما لا یغمون الا بالضرب
المبرح ابن کمال اور یہہ یعنے موجب غم کمتر مرتبہ ہے اکراہ کا اور وہ مختلف باختلاف اشخاص ہی اسواسطے کہ اشراف تو غمگین ہو جاتے
ہین سخت بات سے اور کمینے اکثر آزردہ نہین ہوتے مگر ضرب شدید سے کذا ذکرہ ابن کمال والرابع کون المکرہ ممتنعا عما اکرہ علیہ
قبلہ اما لحقہ کبیع مالہ او لحق شخص آخر کاتلاف مال الغیر او لحق الشرع کشرب الخمر والزنا اور اکراہ کی چوتھی شرط ممتنع ہونا مکرہ
بالفتح کا قبل از اکراہ اوس فعل سے جسکے واسطے اوسپر زبردستی ہوئی یعنی اگر اوسپر اکراہ نہوتا تو وہ فعل ہرگز نکرتا یا تو اپنی حق کے سبب سے نکرتا چنانچہ اپنا مال بیچنا یا دوسرے
شخص کے حق کے سبب سے چنانچہ غیر کا مال تلف کرنا یا حق شرع کی جہت سے نکرتا چنانچہ شراب خواری اور زناکاری ھم اپنی مال کے بیع مین اکراہ غیر
ملجی ہے اور اتلاف مال غیر اور شراب خواری مین اکراہ ملجی ہے فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید متلف لا بسوط او سوطین الا علی المذاکیر
والعینین بزازیہ تو اگر ایک شخص پر اکراہ ہوا بسبب قتل یا ضرب شدید متلف کے نہ ایک دو کوڑے کی ضرب کہ وہ تلف کرنیوالی نہین مگر آلات تناسل
اور آنکھہ پر البتہ متلف ہی کذا فی البزازیہ ھم زیلعی سے مذکور ہو چکا کہ ضرب شدید حاکم کی رای پر مفوض ہی اوسکی کچھہ حد معین نہین اور تصرفات مذکور
متن کی اکراہ غیر ملجی سے ہوتے ہین اور ضرب متلف تو اکراہ ملجی مین داخل ہی کذا فی الطحطاوی یعنی شارح کو ضرب شدید مین متلف کی قید لگانے
کی کچھہ حاجت نہ تھی او حبس او قید مدیدین بخلاف حبس یوم او قید او ضرب غیر شدید الا لذی جاہ درمختار یا اکراہ ہوا حبس دراز یا قید
طویل سے برخلاف حبس یکروزہ یا قید یکروزہ یا ضرب خفیف کی کہ وہ اکراہ نہین ہی مگر عزت دار کے حق مین البتہ اکراہ ہی کذا فی الدرر ھم قید
سے مراد بیڑیان یا نوکین ڈالنا ہے نہ حبس چنانچہ مشہور ہی عوام مین حتی باع او اشتری او اقر او آجر فسخ ما عقد یعنی اگر ایک شخص
پر تہدید قتل یا ضرب شدید یا حبس مدید یا قید طویل سے اکراہ ہوا یہانتک کہ اوسنے اپنا مال بیچا یا خرید کیا یا کسیکے حق کا اقرار کیا یا اجارہ کیا تو وہ
شخص عقود مذکورہ کو فسخ کروا لے بعد زوال اکراہ ھم عقود مذکورہ سے مراد وہ عقود ہین جو قابل فسخ ہین چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور صلح اور
ابرا اور مدیون اور کفیل اور ہبہ کذا فی الدرر ولا یبطل حق الفسخ بموت احدہما اور حق فسخ کا باطل نہین ہوتا جابر یا مجبور کی موت سے ھم یعنے
مکرہ بالفتح کا وارث اپنی مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ مین اور مکرہ بالکسر کا وارث اپنی مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اوسکی ترکہ سے رجوع ہوگا
ولا بموت المشتری ولا بالزیادۃ المنفصلۃ اور نہ حق فسخ باطل ہوگا مشتری کی موت سے اور نہ زیادت منفصلہ سے ھم زیادت منفصلہ چنانچہ
بچہ اور پہل تو زیادت متصلہ سے بطریق اولی فسخ باطل نہوگا وتضمن بالتعدی اور زیادت منفصلہ کا تاوان لازم ہوگا مشتری پر اوسکی تعدی کرنے سے
وسیجئی انہ یسترد وان تداولتہ الایدی اور آگے آویگا کہ مبیع پھیر لیا جائیگا اگرچہ دست بدست چند بار اوسکی بیع ہو گئی ہو وفاقا منفی لان الاکراہ
الملجی وغیر الملجی یعدمان الرضی والرضی شرط لصحۃ ہذہ العقود وکذا لصحۃ الاقرار فلذا صار لہ حق الفسخ والامضاء مکرہ بالفتح چاہی تو عقود مذکورہ
جاری اور ثابت رکھے اسواسطے کہ اکراہ ملجی اور غیر ملجی رضامندی کو نیست اور نابود کر دیتی ہین اور حالانکہ رضامندی ان عقود کی صحت کی شرط ہی اور اسیطرح
اقرار صحیح ہونے کیواسطے رضامندی شرط ہی تو اسیواسطے اوسکا حق ہو گیا فسخ کروا لینی اور جاری رکھنے مین ثم ان تلک العقود نافذۃ عندنا پہر دریافت
کرنا چاہیئے کہ یہہ عقود مذکورہ نافذ ہین ہم حنفیون کے نزدیک ھم مراد یہہ ہی کہ مکرہ بالفتح کی عقود محتمل الفسخ اگرچہ فاسد ہین مگر قابل نفاذ مفید ملک
ہین مالک کے ثابت رکھنی سے نافذ سے لازم مراد نہین کیونکہ مکرہ فسخ اور امضا مین مختار ہے اور قہستانی کا یہہ قول کہ عقود مکرہ باطل نہین منافی نفاذ
عقود نہین اور صاحب ایضاح کے اس قول کا کہ عقود مذکورہ نافذ نہین مطلب یہہ ہے کہ مفید ملک نہین اعتبار مالک سے اور اگر یون تاویل نہ کیجیے تو یہہ کیونکر
ہوکہ باوجود انعدام شرط صحت کے عقود مذکورہ صحیح ہو جاوین جیسا مین مذکور ہے کہ تصرفات قولیہ مکرہ کے منعقد ہو جاتی ہین بیع فاسد کی مانند اور

فتاوی عالمگیری کی بہی عبارت فساد عقود مذکورہ کے مفید ہی ہان یہہ البتہ ہی کہ اور عقود فاسدہ سے یہہ عقود مخالف ہین چند احکام مین کذا فی الطحطاوی مختصراً بتصرف وحینئذٍ یملکہ المشتری ان قبض فیصح اعتاقہ اور اسوقت مین یعنی جبکہ ہمنے عقود مذکورہ پر نفاذ کا حکم کیا تو مشتری مالک ہوگا اگر اوسنے قبض کرلے تو مشتری کو غلام مبیع کا ازاد کرنا صحیح ہے وکذا کل تصرف لا یمکن نقضہ اور اعتاق کی مانند ہر ایک وہ تصرف ہی جسکا نقض ممکن نہین ہم چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور طلاق کذا فی القہستانی ولزمہ قیمتہ وقت الاعتاق ولو متعدد از اہلہ لا تلافہ بعقد فاسد اور مشتری کو قیمت اوسکی جو اعتاق کیوقت ہوگی لازم ہوگی اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا سے الزاہدی بسبب تلف کرنے مشتری کے عقد فاسد سے فان قبض ثمنہ او سلم المبیع طوعاً قید للمذکورین نفذ یعنی لزم لما مران عقود المکرہ نافذۃ عندنا والمعلق علی الرضی والاجازۃ لزومہ لا نفاذہ اذ اللزوم امر وراء النفاذ کما حققہ ابن کمال پہر جب اکراہ ہوا اگر ثمن اوسکا خوشی سے لے یا مبیع کو رضامندی سے مشتری کو تسلیم کرے تو بیع نافذ ہوگی یعنی لازم اسواسطے کہ گذر گیا کہ مکرہ بالفتح کی عقود ہمارے نزدیک نافذ ہین اور اوسکی رضامندی اور اجازت پر لزوم عقد معلق ہی نہ اوسکا نافذ ہونا اسواسطے کہ لزوم نفاذ کے سوا امر ہے چنانچہ ابن کمال نے ایضاح مین اسکو تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہی ہم بعد قبض اور تسلیم بیع لازم ہوگی یعنی فاسد منقلب بصحیح ہوکر لازم ہو جاویگی اسطرح کہ اب اوسکو فسخ کا اختیار باقی نرہیگا اور شارح نے جو نفاذ عقود کا آگے مذکور کیا اوسکی تاویل بہی مذکور ہو چکی اور ابن کمال نے شرح طحطاوی سے نقل کیا ہی کہ عقود مذکورہ نافذ ہین مگر اوسکو اختیار ہی فسخ کرنے کا انتہی کا نارضامندی کے سبب سے انتہی ظاہراً نفاذ سے مراد افادہ ملک ہی نہ یہہ کہ عقود صحیح ہین اسواسطے کہ خود ابن کمال نے تصریح کی ہی کہ تمامی بیع کی اوسکی منقلب ہوجانے سے صحیح ہوکر بائع کی رضا اور اجازت پر موقوف ہی تو اوسکا ثمن قبض کرنا اور مبیع تسلیم کردینا پلٹ کر بیع کو صحیح کردیتا ہی اسواسطے کہ قبض اور تسلیم رضا اور اجازت پر دلالت کرتا ہی اور بحر الرائق مین کتاب البیوع کے اندر شروط صحت بیع کے نزدیک مصرح ہے کہ منجملہ شروط صحت رضامندی ہے تو مکرہ بالفتح کی بیع اور شرا فاسد ہی اور منار اور اوسکی شرح مین مذکور ہے کہ مکرہ کی بیع فاسد ہی یعنی فاسد منعقد ہوتی ہی عدم رضا کے سبب سے جو نفاذ کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً قلت والضابط ان ما لا یصح مع الہزل ینعقد فاسدا فلہ ابطالہ بعد الامن کہتا ہون اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو عقد کہ صحیح نہین ہزل اور بیہودگی سے چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ تو وہ اکراہ سے فاسد منعقد ہوتی ہی تو مالک کو اوسکا باطل کردینا جائز ہے وما یصح یصح فیضمن الحامل کما سیجیء اور جو عقد کہ ہزل اور بیہودگی سے صحیح ہے چنانچہ عتق اور تدبیر اور طلاق وہ اکراہ سے بہی صحیح ہی تو تاوان لے مالک حامل یعنے اکراہ کرنیوالے سے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا وان قبض الثمن مکرہا لا یلزم اور اگر مالک نے ثمن اکراہ سے قبض کیا تو بیع لازم نہوگی وردہ ولم یضمن ان ہلک الثمن لانہ امانۃ در ان بقی فی یدہ لا لفساد لا ثمن پہیر دے اگر اوسکے ہاتہ مین باقی ہو کیونکہ عقد فاسد ہوگیا اور تاوان نہ دیگا اگر ثمن تلف ہوگیا ہو اسواسطے کہ وہ امانت ہی کذا فی الدرر ہم امانت اسواسطے تہا کہ اوسنے مشتری کی اجازت سے لیا تہا لا علی سبیل التملک تو تاوان اوسپر لازم نہوگا لکنہ یخالف البیع الفاسد فی اربع صور لیکن بیع مکرہ مخالف ہی بیع فاسد کے چار صور تو نمین یجوز بالاجازۃ القولیۃ والفعلیۃ پہلی صورت یہہ ہی کہ بیع مکرہ جائز ہو جاتی ہے اجازت قولی اور فعلی سے برخلاف اور بیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب بصحیح نہین ہوتی والثانی انہ ینتقض تصرف المشتری منہ وان تداولتہ الایدی اور دوسری صورت یہہ ہی کہ مشتری کا تصرف اوس سے توڑا جاتا ہی اگرچہ دست بدست چند بار اوسکی بیع ہوگئی ہو برخلاف اور بیوع فاسدہ کے اسواسطے کہ اور بیوع فاسدہ مین حق شرع کی جہت سے فساد ہی اور بیع مکرہ مین حق العبد کی جہت سے فساد اور حق العبد حق اللہ پر مقدم ہی کیونکہ عبد حاجتمند ہی اور حق تعالی غنی کذا فی الطحطاوی والثالث تعتبر القیمۃ وقت الاعتاق دون وقت القبض اور تیسری صورت یہہ ہی کہ بیع مکرہ مین وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہے نہ قبض کی وقت بخلاف اور بیوع فاسدہ کے کہ اونمین وقت قبض کے قیمت معتبر ہی نہ وقت اعتاق کے والرابع الثمن والمثمن امانۃ فی ید المکرہ لاخذہ باذن المشتری فلا ضمان بلا تعد بخلاف الفاسد الفا ہزازیہ اور چوتہی صورت یہہ ہی کہ ثمن اور مثمن یعنی مبیع امانت ہی مکرہ بالفتح کی ہاتہ مین بسبب لینے ثمن کے مشتری کے اذن سے یا بسبب لینے مبیع کے بائع کے اذن سے تو بدون

تعدی کے تاوان نہین برخلاف ان دونون ثمن اور مثمن کے بیع فاسد مین کہ امانت نہین ہوتی کذا فی البزازیہ ثمن اور مبیع اوسوقت امانت ہی جبکہ بائع پر ثمن لینے
کا اکراہ ہوا ہو اور مشتری پر مبیع لینے کا امر السلطان اکراہ وان لم یتوعد بادشاہ کا امر اکراہ ہی اگرچہ اوسنے قتل یا حبس کی وعید اور تہدید
نکی ہو هم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ بادشاہ نے ایک مرد سے کہا کہ یہہ شراب پی یا یہہ مردار کہا یا اس سور کا گوشت کہا اور نہین تو مین تجکو قتل
کرونگا تو اوسکو کہانا جائز ہے بلکہ فرض ہے جبکہ اوسکو گمان غالب ہو کہ اگر نکہاونگا تو مقتول ہونگا پہر اگر اوسنے نکہایا اور قتل ہوا تو گنہگار
ہوگا ظاہر الروایۃ مین اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ وہ گنہگار ہوگا اور اپنے خون مین ماخوذ ہوگا لیکن اگر حالت ضرورت کی اباحت سے جاہل ہوگا
اور نکہانے سے مقتول ہوگا تو امید ہی کہ ماخوذ نہوگا اور اگر مباح ہونیکا عالم ہوگا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اوسکو یہہ ظن غالب ہو کہ بادشاہ اوسکو نکہانے
سے قتل نکریگا خوش طبعی سے تہدید قتل کی کرتا ہے تو اوسکو کہانا درست نہین اور اگر بادشاہ ایک مرد پر اکراہ کرے کہ وہ اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے تو
اوسکو ہاتھ کاٹنا جائز ہے اگر وہ چاہے اور اگر بادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہین تو تجکو قتل کرونگا تو اوسکو اپنا قتل کرنا جائز
نہین انتہے مختصر اور ملتقی اور اوسکی شرح مین ہے اور اکراہ بتہدید قتل ہوا اسپر کہ پہاڑ پر سے گر پڑے یا آگ مین گہس جاوے یا اور مہلک چیز پر تو اوسکو
اختیار ہے امام کے نزدیک چاہے اقدام کرے چاہے صبر کرے اور صاحبین نے کہا کہ اوسپر صبر لازم ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا وامر غیرہ لا ان
لم یعلم المامور بدلالۃ الحال انہ لو لم یمتثل امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ ضربا یخاف علی نفسہ او تلف عضوہ منیۃ المفتی
وبہ یفتی اور بادشاہ کے سوا اور کسیکا امر اکراہ نہین بشرطیکہ مامور دلالت حال سے یہہ نجانتا ہو کہ اگر اوسکا کہنا نکریگا تو وہ اوسکو قتل کریگا یا
اوسکا ہاتھ کاٹ ڈالیگا یا اوسکو اسطرح ماریگا جس سے اوسکی جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہوگا کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتوے ہے
وفی البزازیۃ الزوج سلطان زوجتہ فیتحقق منہ الاکراہ اور بزازیہ مین ہے کہ شوہر بادشاہ ہی اپنی زوجہ کا تو اوس سے اکراہ ثابت ہی
هم تہدید زوج اوس صورتمین اکراہ ہے جبکہ وہ قادر ہو اوسکے کرنے پر اور یہہ دور وایتون مین سے ایک روایت ہی امام سے کذا فی الطحطاوی
اکرہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ماجورا عند اللہ تعالی اشباہ احرام باندہنے والے پر اکراہ ہوا شکار کے مارنیکا سو اوسنے
انکار کیا یہانتک کہ وہ مارا گیا تو وہ ثواب پاویگا حق تعالے کے نزدیک کذا فی الاشباہ هم پہر اگر محرم شکار ماریگا تو قیاس مین اوسپر کچہہ
نہین اور استحسان مین قاتل پر کفارہ ہی نہ اوسکے آمر پر اور اگر آمر اور مامور دونون محرم ہون تو دونوپر کفارہ ہی کذا فی الطحطاوی ولو اکرہ
البائع علی البیع لا المشتری وھلک المبیع فی یدہ ضمن قیمتہ للبائع لقبضہ بعقد فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر اکراہ ہوا نہ مشتری پر اور
مبیع تلف ہوگئی مشتری کے ہاتھ مین تو مشتری اوسکی قیمت کا بائع کو تاوان دے بسبب قبض کرنے مشتری کے مبیع کو عقد فاسد سے هم تاوان
قیمت کا مشتری پر لازم ہی اگرچہ بائع ثمن اوسکا لیچکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہہ ہے کہ اگر قیمت زیادہ ہو ثمن سے تو زائد کو بائع مشتری
سے لیلے اور اگر مشتری پر بھی اکراہ ہوا ہو اور مبیع اوسکے پاس تلف ہو جاوے بدون تعدی کے تو تاوان اوسپر نہین کیونکہ وہ اسصورت مین
اوسکے پاس امانت ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن العینی والبائع المکرہ لہ ان یضمن ایا شاء من المکرہ بالکسر والمشتری اور مکرہ بالفتح یعنی
بائع کو اختیار ہی کہ جس سے چاہے تاوان لے مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنیوالے سے اور مشتری سے فان ضمن المکرہ رجع علی المشتری بقیمتہ
پہر اگر مالک تاوان لے اکراہ کرنے والے سے تو وہ مشتری سے قیمت اوسکی پھیر لے یعنی اسواسطے کہ وہ ادا ضمان سے اوسکا مالک ہو گیا
وان ضمن المشتری نفذ ای بما فیما مر کل شراء بعدہ ولا ینفذ ما قبلہ لو ضمن المشتری الثانی مثلا لصیرورتہ ملکہ فیتعین ما بعدہ لا ما قبلہ
اور اگر مالک مکرہ نے مشتری سے مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بدلیل گذشتہ جائز ہو جاویگی ہر خرید کہ بعد تاوان کے واقع ہوئی اور نافذ نہوگی وہ
خرید جو تاوان سے پہلے واقع ہوئی اگر مثلا مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان دینے سے مشتری ثانی کی ملک ہوگئی تو اوسکی بعد
کی خریداری جائز ہوگی نہ قبل کی هم مصنف نے ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ کے ضمن مین بیان کر دیا پہلا مسئلہ یہہ ہی کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ

مشتری پر اور مبیع تلف ہو جاوے تو مالک چاہے اکراہ کرنیوالے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول
مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان
کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریان جائز ہو جاوینگی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ مصنف اس
مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اسواسطے کہ پہلا مسئلہ تداول ایدی مین مفروض ہے اور یہہ پہلا مسئلہ مشتری واحد مین مفروض ہے فَاِنْ ضَمِنَ المشتری الضامنُ بالثمن
علی بائعه تو تاوان دینے والا مشتری ثمن مبیع کا اپنے بائع سے پہیرے بخلاف ما اذا اجاز المالک احد البیاعات حیث یؤخذ الجمیع
الثمن من المشتری الاول لزوال المانع بالاجازة برخلاف سابق یہہ صورت ہے جبکہ مالک کسی بیع کو بیوع مذکورہ مین سے جائز رکہے اگرچہ عقد
اخیر مین اجازت واقع ہو کذا فی الطحطاوی تو سب اگلی اور پچھلی بیوع جائز ہو جاوینگی اور مالک مشتری اول سے ثمن لیگا وجہ جواز کل بیوع زوال
مانع ہے یعنی مانع صحت بیع نارضامندی تہی مالک کی سو اوسکی اجازت سے مانع رفع ہو گیا فَاِنْ اُکْرِہَ علی اکل میتة او دم او لحم خنزیر او
شرب خمر باکراہ غیر ملجیء بحبس او ضرب او قید لم یحل اذ لا ضرورة فی اکراه غیر ملجیء پہر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہوا مردار یا خون یا سور کے
گوشت کہانے پر یا شراب کے پینے پر بواسطے اکراہ غیر ملجی کے چنانچہ حبس یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کہانا حلال نہین اسواسطے کہ کوئی ضرورت نہین
اکراہ غیر ملجی مین یعنی محرمات مذکورہ تو بضرورت مباح ہو جاتے ہین چنانچہ مخمصہ مین اور جب جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف نہوا تو ضرورت ثابت
نہوئی کذا فی المنح نعم لا یحد للشرب للشبهة ہان یہہ البتہ ہے کہ اکراہ مذکور سے اگر شراب کوئی پیئے تو اوسپر حد نماری جاویگی شبہ اباحت کی
سبب سے وان اکره بملجیء بقتل او قطع عضو او ضرب مبرح ابن کمال حل الفعل بل فرض اور اکراہ ملجی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب
شدید متلف کے کذا صرح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہے بلکہ فرض ہے یعنی اسواسطے کہ محرمات مذکورہ عند الضرورة مباح ہین اور جان بچانے
سے زیادہ کون ضرورت ہے ف مسائل اکراہ کی تین قسم ہین ایک قسم یہہ ہے جسمین اقدام عزیمت ہے یعنی جسکے کرنے پر اکراہ واقع ہوا اوسکا کرنا
افضل ہے اور اگر نکریگا یہانتک کہ قتل ہوگا تو گنہگار ہوگا اور وہ شرب خمر اور تناول مردار اور مانند اوسکی ہے دوسری قسم مین عزیمت امتناع ہے
اور اقدام رخصت ہے اور وہ معاذ اللہ اجراء کلمہ کفر اور دشنام نبی علیہ الصلوة والسلام ہے اور چونکہ کفر ہے اور استخفاف دین کا سبب ہے تیسری
قسم مین امتناع عزیمت ہے اور اقدام مین رخصت نہین کسی حال مین اور وہ قتل نفس معصوم محترم ہے یا اوسکا قطع عضو کذا فی الاتقانی
فان صبر فقتل اثم الا اذا اراد مغایظة الکفار فلا باس به پہر اگر محرمات مذکورہ کی کہانے مین صبر کیا یہانتک کہ قتل ہو گیا تو گنہگار ہوگا
مگر جبکہ اس امتناع سے کفار کی غضبناکی اور کہجانیکا ارادہ کرے تو کچہہ مضائقہ نہین ف وجہ عصیان یہہ ہے کہ تناول محرمات اسی حال
مین مباح ہے اور جان یا عضو بچانے سے تلف کروانا حرام ہے کذا فی الزیلعی وکذا لو لم یعلم الاباحة بالاکراه لا یاثم لخفائه فیعذر
بالجهل کالجهل بالخطاب فی اول الاسلام او فی دار الحرب اور اسیطرح اگر صابر مقتول اباحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے نجانتا ہو
تو گنہگار نہوگا بسبب مخفی ہونے اباحت کے تو معذور ہوگا نادانستگی جیسی احکام شرعیہ کی نادانستگی ابتدای اسلام مین یا دار الحرب مین عذر ہے ف
اباحت محرمات عند الضرورة محل خفا ہے اور اوسمین اختلاف بہی علما کا اور صابر کے گمان امتناع معصیت احتراز ہے تو معذور ٹہہرا
کذا فی الزیلعی ابتداء اسلام مین مراد یہہ ہے کہ کافر مسلمان ہوا اور ہنوز احکام شرعی کے سیکہنے کی فرصت نہین پائی یا دار الحرب مین
مسلمان ہوا تو جہل سے معذور ہے کما فی المخمصة کما قدمناه فی الحجر جیسے شدت گرسنگی مین محرمات مذکورہ کے نکہانے اور
مرجانے سے گنہگار ہوگا چنانچہ ہمنے اسکو کتاب الحجر مین بیان کیا ہے وان اکره علی الکفر بالله او سب النبی صلی الله علیه وسلم
مجمع وقدوری بقطع او قتل رخص له ان یظهر ما امر به علی لسانه ویوری وقلبه مطمئن بالایمان اور اگر اکراہ ہوا خدا کے انکار کا
یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کا کذا فی المجمع والقدوری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا قتل سے تو اوسکو جائز ہے کہ زبان سے

ظاہر کرے جسکا اوسکو امر ہوا اور دل سے توریہ کرے دران حالیکہ اوسکا دل مطمئن ہے ایمان کے ساتھ یعنی ثابت ہے بلا تغیر عقیدہ ہ توریہ عبارت ہے اظہار غیر مراد اور خلاف مقصود سے ثم اِن وَرّٰی لا یکفُرُ و بانَت امرأتُہ قضاءً لا دیانۃً پہر اگر مکرہ بالفتح نے توریہ کیا اظہار کفر مین تو کافر نہوگا اور اوسکی عورت کا نکاح ٹوٹ جائیگا ظاہر حکم مین نہ عنداللہ ہ توریہ کی صورت یہہ کہ کفر بالقصد مین غیر کاذب کا قصد کرے اور انشاء کفر کا قصد نکرے کذا فی المحیط اور چنانچہ اوسکو کسی نبی کے دشنام کا امر ہوا اور اوسنے کہا کہ دشنام کیوقت مین نے محمد نصرانی کا ارادہ کیا تہا تو وہ قضاءً کافر ہوگا نہ دیانۃً کذا فی القہستانی قضاءً اسواسطے کافر ٹھہرا کہ کلمہ کفر اوسکی زبان پر گذرا اور دیانۃً اسواسطے کافر نہوا کہ کفر کا اوسنے ارادہ نہین کیا وان خطر ببالہ التوریۃ ولم یورّ کفر و بانت امرأتہ دیانۃً وقضاءً نوازل وجلالیہ اور اگر اوسکے دل مین توریہ مخطور ہوا اور اوسنے توریہ نکیا تو کافر ہوگیا اور اوسکی عورت کا نکاح ٹوٹ گیا ہر طرح دیانۃً بھی اور قضاءً بھی کذا فی النوازل والجلالیہ

ہ اسواسطے کہ جب دل مین توریہ کا خطرہ آیا تو کفر سے بچ رہنا ممکن ہوا اور اظہار کفر کی ضرورت منعدم ہوگئی تو وہ راضی ٹھہرا کفر سے باقی رہی تیسری صورت وہ یہہ ہے کہ مکرہ کہے کہ میرے دل مین توریہ مخطور نہوا و لیکن مین نے اظہار کفر کیا اور حالانکہ میرا دل مطمئن بالایمان تھا تو اوسکی عورت جدا نہوگی استحسان مین اسواسطے کہ جب اوسکے دل مین سوا اوسکے کچہہ مخطور نہوا تو ضرورت متحقق ہوگئی اور ضرورت مین اظہار کفر کی رخصت ہے اور اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ توریہ اوس حالت مین لازم ہے جبکہ اوسکے دل مین توریہ مخطور ہو جائے کذا فی الطحطاوی ویوجر لو صبر لترکہ الاجراء المحرم اور ثواب پاویگا اگر صبر کریگا بسبب ترک کرنے اجراء محرم کے ہ عمار یاسر اور خبیب رضی اللہ عنہما اسمین مبتلا ہوئے تھے عمار نے رخصت پر عمل کیا اور خبیب نے صبر کیا یہانتک کہ سولی دیگئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو سید الشہداء فرمایا کذا فی الدرر ومثلہ سائر حقوقہ تعالی کافساد صوم وصلوۃ وقتل صید حرم او فی حرم وکلما ثبت فرضیتہ بالکتاب اختیار اور اکراہ علی الکفر کی مانند ہین رخصت اور صبر مین باقی حقوق حق تعالی کے جیسے صوم اور صلوۃ کا فاسد کر دینا اور حرم کا شکار مارنا یا حالت احرام مین شکار کرنا اور جس چیز کی فرضیت قران مجید سے ثابت ہوئی کذا فی الاختیار ہ زیلعی مین ہے اور اسیطرح جس فعل کی کہ حرمت ثابت ہے تو اکراہ کامل یعنی اکراہ ملجی کے نزدیک اوسکے کرنے مین رخصت ہے اور وہ چنانچہ اتلاف مال غیر اور افساد صوم اور صلوۃ اور جنایت احرام اسواسطے کہ کفر کی حرمت محتمل سقوط نہین تو اوسمین اصلا اباحت متصور نہین اور سوای کفر کے اگرچہ عقلا محتمل ہے لیکن موجود نہین تو وہ ملحق ہوگیا غیر محتمل السقوط کے ساتھہ تو اکراہ ملجی سے اوسکی رخصت ثابت ہے نہ اباحت مطلقا اور غیر ملجی سے چنانچہ ضرب اور حبس سے رخصت ثابت نہوگی ولم یرخص الاجراء بغیرھا بغیر القطع والقتل یعنی بغیر الملجی ابن کمال اذ التکلم بکلمۃ الکفر لایحل ابدا اور اجراء کلمہ کفر مرخص نہین بغیر قطع اور قتل کے یعنے بغیر اکراہ ملجی کے اسواسطے کہ کلمہ کفر کا بولنا کبھی حلال نہین ہ غیر قطع اور غیر قتل کی تفسیر شارح نے غیر ملجی اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ اکراہ ملجی قتل اور قطع مین منحصر نہین بلکہ جو چیز نہایت مضطر کر دے وہ بھی قتل اور قطع کے حکم مین ہے چنانچہ آنکھہ پر اور آلات تناسل پر مارنا اور عدم علت اجراء کلمہ کفر قول سابق یعنی ترکہ اجراء محرم کی علت ہوسکتی ہے تو اوسکے پاس ذکر کرنا بہتر تھا کذا فی الطحطاوی ورخص لہ اتلاف مال مسلم او ذمی اختیار بقتل او قطع ویوجر لو صبر ابن ملک اور مکرہ بالفتح کو رخصت دیگئی ہے مال مسلم یا ذمی کے تلف کر ڈالنے مین تہدید قتل یا قطع سے کذا فی الاختیار اور اوسکو ثواب ہوگا اگر وہ صبر کریگا کذا صرح ابن ملک وضمن رب المال المکرہ بالکسر لان المکرہ بالفتح کالآلۃ اور صاحب مال اکراہ کرنیوالے سے تاوان لے اسواسطے کہ جس شخص پر کہ اکراہ ہوا وہ ہتہیار کی مانند ہے ہ افعال دو قسم ہین ایک فعل وہ ہے جسمین مکرہ بالفتح صلاحیت اسکی رکہتا کہ اوس فعل مین مکرہ بالکسر کا آلہ یعنی ہتہیار ہو تو یہان اکراہ کرنیوالے کیطرف فعل منقول ہوگا تو گویا اوسنے بذات خود وہ فعل کیا تو تاوان اوسی پر لازم ہوگا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمین وہ آلہ نہین ہوسکتا تو وہان فعل اکراہ کرنیوالے کیطرف منقول نہوگا چنانچہ اکل اور وطی اور تکلم اسواسطے کہ آدمی غیر کے منہہ سے نہین کہا سکتا اور نہ دوسرے کے آلہ سے وطی کرسکتا ہے

اور نہ غیر کی زبان سے بول سکتا ہے اور اتلاف مال پہلی قسم سے ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ ایک آدمی دوسرے کو پکڑ کے مال پر گرا دیوا ور مال تلف
ہو جاوے کذا فے الطحطاوی لایرخص قتلہ اوسبہ او قطع عضوہ وما لا یستباح بحال اختیارا اور رخصت نہین اکراہ سے مسلمان کے قتل کی یا اوسکو
گالی دینے یا اوسکے ہاتھ کاٹنے کی اور اوس فعل کی جو کسی حالت مین مباح نہین کذا فے الاختیار ھم لیکن قہستانی مین مضمرات سے منقول ہے کہ
مسلم کو دشنام دینا اکراہ ملجی سے مرخص ہے انتھی اور فعل غیر مباح کی مثال چنانچہ گلا داب کر مار ڈالنا اور جان کا جلانا اور پانی مین گرا کر ڈبونا
اور زنا کرنا کذا فے الطحطاوی ویقاد فی القتل العمد المکرِہ بالکسر لو مکلفا علی ما فے المبسوط خلافا لما فی النہایۃ فقط لان القاتل
کالآلۃ اور قتل عمد مین فقط مکرِہ بالکسر یعنے اکراہ کرنیوالے سے قصاص لیا جاویگا اگر وہ عاقل اور بالغ ہو کذا فی المبسوط برخلاف اوس قول کے
جو نہایہ مین ہے فقط مکرِہ بالکسر اسواسطے قصاص ہے کہ مکرَہ بالفتح یعنی قاتل ہتھیار کی مانند ہی ھم منح الغفار مین ہے کہ عنایہ مین نہایہ سے منقول
ہے کہ قصاص آمر پر ہے خواہ وہ بالغ ہو یا غیر بالغ خواہ عاقل ہو یا معتوہ انتھی امام اور محمد کی دلیل یہ ہے کہ قاتل مذکور کا قتل بمقتضای
اوسکی طبیعت کے ہی اپنی جان بچانے کیواسطے تو وہ آلہ ٹھہر گیا اوس فعل مین جسمین وہ آلہ ہو سکتا ہی یعنی اتلاف مین نہ گناہ مین اور یہہ اسواسطے ہی کہ
ہتھیار وہ ہے جو بمقتضای اپنی طبیعت کے عمل کرے چنانچہ تلوار کہ قطع کرنا اوسکی طبیعت ہی جبکہ وہ مستعمل ہو محل قطع مین اور چنانچہ آگ کہ
اوسکی طبیعت جلا دینا ہے اور چنانچہ پانی کہ اوسکی طبیعت ڈبو دینا ہے اور آلہ کے استعمال کرنے سے استعمال کرنیوالے پر قصاص واجب ہوتا ہے
تو اسیطرح یہان یعنے اکراہ ملجی مین آمر پر قصاص واجب ہوگا نہ مامور پر کذا فی الطحطاوی واوجبہ الشافعی علیہما اور امام شافعی نے آمر اور مامور
دونون پر قصاص واجب کہا ہے ونفاہ ابو یوسف عنہما للشبہۃ اور ابو یوسف نے دونون سے قصاص کی نفی کی ہے بسبب شبہہ کے یعنی بسبب
شبہہ عدم وجوب ھم اور زفر کے نزدیک مامور پر قصاص ہے اسواسطے کہ فعل اوسی سے پایا گیا ہے حقیقۃ وحسا وحکما یعنی در حق گناہ تو اوسی پر
قصاص واجب ہوگا ولو اکرہ علی الزنا لا یرخص لہ لان فیہ قتل النفس بضیاعہا اور اگر زنا پر اکراہ ملجی ہوا تو مامور کیواسطے رخصت نہین اسواسطے
کہ اسمین جان کا قتل کرنا ہے اوسکے ضائع ہو جانے سے ھم اسواسطے کہ ولد الزنا حکما ہالک ہی اسواسطے کہ اوسکا کوئی پالنیوالا نہین تو زنا
کسی صورت سے مباح نہین مانند قتل کی کذا فی الدرر لکنہ لا یحد استحسانا لیکن مامور پر حد نہین از روی استحسان کے بل یغرم المھر ولو طائعۃ لان الحد
لا یسقطان جمیعا شرح وھبانیۃ بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دے اگرچہ عورت راضی ہو اسواسطے کہ حد اور مہر دونون ساقط
نہین ہو جاتے کذا فی شرح الوہبانیۃ ھم یعنی جب حد ساقط ہوئی تو مہر ساقط نہین ہو سکتا کیونکہ وطی خالی نہین ہوتی حد یا مہر سے وفی جانب
المرأۃ یرخص لہا الزنا بالاکراہ الملجی لان نسب الولد لا ینقطع فلم یکن فی معنی القتل من جانبہا بخلاف الرجل اور عورت کی جانب مین رخصت
ہے اوسکو زنا کی اکراہ ملجی سے اسواسطے کہ نسب لڑکا اوسکی زنا سے منقطع نہین ہوتا تو زنا بمعنی قتل کے نہوا عورت کی جانب سے برخلاف مرد کے کہ اوسکی
جانب سے زنا در حکم قتل کے ہے کما مر لا بغیرہ لکنہ یسقط الحد فی زناہا لا زناہ لانہ لما لم یکن الملجی رخصۃ لہ لم یکن غیر الملجی شبہۃ لہ
نہین رخصت ہی عورت کو زنا کی اکراہ غیر ملجی سے یعنی ضرب اور حبس سے لیکن عورت کی زنا مین حد ساقط ہے نہ مرد کی زنا مین اسواسطے کہ جب اکراہ
ملجی رخصت نہوا مرد کیواسطے تو غیر ملجی اوسکے واسطے شبہہ نہوا سقوط حد کا برخلاف عورت کے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا ظاہرہ المیلہم ان
حکم اللواطۃ کحکم المرأۃ لعدم الولد فترخص بالملجی الا ان یفرق بکونہا اشد حرمۃ من الزنا لانہا لم تبح بطریق ما ولکونہا
قبیحا عقلیا ولذا لا تکون فی الجنۃ علی الصحیح قالہ المصنف نقلا کی ظاہر تعلیل رخصت عورت اور عدم رخصت مرد کی اسپر دلالت
کرتی ہے کہ لواطت کا حکم عورت کی حکم کی مانند ہو بسبب نہونے ولد کے لواطت مین تو لواطت مرخص ہو اکراہ ملجی سے مگر یہہ کہ زنا اور لواطت مین
فرق کیجیے اسطرح پر کہ لواطت کی حرمت سخت تر ہے زنا سے اسواسطے کہ لواطت کسی راہ سے مباح نہین اور اسوجہہ سے کہ قباحت لواطت کی عقلی ہی
اور اسیواسطے اغلام بہشت مین نہوگا بر مذہب صحیح یہہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ھم نقل کی کتاب الاکراہ مین ہی کہ اگر زنا اور لواطت

اکراہ ہو تو اوسکی رخصت نہین اگرچہ وہ قتل ہوا ہتی تو اس روایت مین اغلام اکراہ بھی سے ممنوع ہوا باوجود یکہ ہلاک ولد کا موجود نہین
اور نہ صرف فراش ہے اور ظاہر اطلاق متن فاعل اور مفعول دونونکو شامل ہے کذا فی الطحطاوی وصح نکاحہ وطلاقہ وعتقہ لو
بالقول لا بالفعل کشرائہ قریبہ ابن کمال اور اکراہ سے مکرہ بالفتح کا نکاح اور طلاق اور عتق صحیح ہے اگر عتق قول سے ہو نہ فعل سے جیسے اپنے قرابت والے
کا خرید کرنا کذا ذکرہ ابن کمال ہم لیکن جوہرہ کی یہ روایت اسکے مخالف ہے کہ جب محرم کی خرید پر اکراہ ہو تو وہ آزاد ہوگا اور اکراہ کرنیوالے پر
تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ اوسنے خرید پر اکراہ کیا نہ آزاد کرنے پر ورجع بقیمۃ العبد ونصف المسمی ان لم یطأ اور جسپر اکراہ ہوا
وہ اکراہ کرنیوالے سے غلام کی قیمت پھیر لے اور نصف مہر مسمی پھیر لے اکراہ کرنے والے سے اگر اوسنے مطلقہ کی وطی نکی ہو ہم یعنے عتق
غلام مین قیمت لے مکرہ بالکسر سے اور نصف مہر مسمے لے بشرط عدم وطی اور اگر مہر مسمے نہو تو وہ لے جو اوسپر متعہ لازم ہوا کذا فے الدرر
ونذرہ ویمینہ وظہارہ ورجعتہ وایلاؤہ وفیئہ فیہ ای فی الایلاء بقول او فعل اور صحیح ہے اکراہ سے نذر مکرہ کی اور قسم
اوسکی اور ظہار اور رجعت اوسکی اور ایلاء اوسکا اور رجوع کرنا اوسکا ایلاء مین قول سے یا فعل سے کذا فی الدرر المنتقے اور زیلعی اور درر مین فقط قول
مذکور ہے نہ فعل واسلامہ ولو ذمیا کما ہو اطلاق کثیر من المشائخ وما فی الخانیۃ من التفصیل فقیاس والاستحسان صحتہ مطلقا
فلیحفظ اور صحیح ہے اسلام مکرہ کا اگرچہ ذمی اکراہ سے اسلام ظاہر کرے چنانچہ اسیطرح کہا ہے اطلاق اکثر مشائخ کا اور جو خانیہ مین تفصیل ہے کہ
حربی کا اسلام اکراہ سے صحیح ہے نہ ذمی کا سو وہ قیاس ہے اور استحسان صحت اسلام ہے مطلقا خواہ حربی ہو یا ذمی اوسکو یاد رکھنا چاہیے
ہم کہ عمل استحسان پر ہوتا ہے نہ قیاس پر سوای چند مسائل کے کہ یہ مسئلہ اونمین سے نہین ہے تو اعتماد استحسان ہی پر ہو کذا فی الطحطاوی بلا قتل
لو رجع للشبہۃ کما مر فی باب المرتد اسلام مکرہ صحیح ہے بدون اوسکے قتل کے اگر وہ اسلام سے پھر جاوے قتل نہین بسبب شبہہ چنانچہ
باب المرتدین گذر گیا ہم شبہہ یہ ہے کہ شاید اوسنے دل سے اسلام قبول نکیا ہو تو وہ بالیقین مرتد نہ ٹھہرا جو قتل ہوتا وتوکیلہ بطلاق
وعتاق وما فی الاشباہ من خلافہ فقیاس والاستحسان وقوعہ اور صحیح ہے وکیل کرنا مکرہ کا طلاق اور عتاق کیواسطے اور جو اشباہ مین اسکے مخالف مذکور
ہے سو قیاس ہے اور استحسان وقوع طلاق اور عتاق ہے وکیل کی تطلیق اور اعتاق سے ہم اشباہ مین ہے کہ مکرہ کے وکیل کا طلاق اور عتاق واقع
نہین ہوتا وجہ قیاس یہ ہے کہ وکالت باطل ہو جاتی ہے ہزل سے تو اسیطرح اکراہ سے چنانچہ بیع اور مانند اوسکی وجہ استحسان یہ ہے کہ اکراہ مانع
انعقاد بیع نہین بلکہ اوسکے فساد کا موجب ہے تو اسیطرح توکیل اکراہ سے منعقد ہوتی ہے اور شروط فاسدہ کا اثر وکالت مین نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی
والاصل عندنا ان کل ما یصح مع الہزل یصح مع الاکراہ لان ما یصح مع الہزل لا یحتمل الفسخ وکل ما لا یحتمل الفسخ لا یؤثر فیہ
الاکراہ وعدہا ابو اللیث فی خزانۃ الفقہ ثمانیۃ عشر وعددناہا فی باب الطلاق نظما عشرین اور قاعدہ کلیہ عقود مذکورہ کی صحت مین
یہ ہے کہ جو عقد صحیح ہے ہزل کے ساتھ وہ اکراہ کے ساتھ بھی صحیح ہے اسواسطے کہ جو ہزل کے ساتھ صحیح ہے اسمین فسخ کا احتمال نہین اور
جسمین فسخ کا احتمال نہین اوسمین اکراہ اثر نہین کرتا اور جو عقود کہ ہزل اور اکراہ کے ساتھ صحیح ہین اونکو فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ مین
اٹھارہ شمار کیا ہے اور باب الطلاق مین ہمنے اونکو نظم مین بیس گنا ہے ہم غیر محتمل الفسخ مین اکراہ اثر نہین کرتا یعنی صحت عقد کا مانع نہین ہوتا
اسواسطے کہ اکراہ رضامندی کو فوت کر دیتا ہے اور فوت ہونا رضامندی کا مؤثر ہے عدم لزوم عقد مین اور عدم لزوم مکرہ کو قادر کر دیتا ہے
فسخ عقد پر تو اکراہ اوسکو قدرت دیتا ہے فسخ پر ثابت ہو چکنے کے بعد سو جس عقد مین کہ فسخ کا احتمال نہین اوسمین اکراہ عمل نہین کرتا کذا فی المنح
لا یصح مع الاکراہ ابراء مدیونہ او ابراء کفیلہ بنفس او مال لان البراءۃ لا تصح مع الہزل صحیح نہین اکراہ کے ساتھ بری الذمہ
کر دینا مکرہ بالفتح کا اپنے مدیون یا اپنے ضامن کا خواہ حاضر ضامن ہو یا مال الضامن اسواسطے کہ براءت صحیح نہین ہزل یعنے بیہودگی کے ساتھ تو اکراہ کے
بھی ساتھ صحیح نہوگی وکذا لو اکرہ الشفیع علی ان یسکت عن طلب الشفعۃ فسکت لا یبطل شفعتہ اور اسیطرح اگر شفیع پر سکوت کا اکراہ کیا ہو

طلب شفعہ سے ساکت رہے حتی کہ وہ ساکت رہا تو شفعہ اوسکا باطل ہوگا ولا یرتد بہ بلسانہ وقلبہ مطمئن بالایمان فلا تبین زوجتہ لانہ لا یکفر
لہ استحسانا قلت وقد منا عن النوازل خلافہ فلعلہ قیاس فتامل ۱ه اور بنا اوسکا زبانی مرتد ہونا صحیح ہے اکراہ سے اور حالانکہ اوسکا دل ایمان کے
ساتھ مطمئن اور ثابت ہو تو اوسکی زوجہ چھوٹ نجاویگی سو اسطے کہ زبردستی کے ارتداد سے وہ کافر نہیں ہوجاتا اور عدم ارتداد قلبی مین اوسیکا قول معتبر
ہے استحسان کی دلیل سے مین کہتا ہون اور اس سے پہلے ہمنے خلاف اسکے نقل کیا ہی نوازل سے تو شاید کہ نوازل کا قول قیاس ہے نہ استحسان سو
اسکو تامل کرو م نوازل اور جلالیہ شمس شارح نے تفصیل نقل کی ہے کہ درصورت توریہ نہ ہونے زوجہ قضاءً چھوٹ جاویگی نہ دیانۃ اور اگر توریہ کا قصد کیا
باوجود اوسکی دل مین مخطور ہونے کے تو دونو طرح سے چھوٹیگی اکرہ القاضی رجلا لیقر بسرقۃ او بقتل رجل بعمد او لیقر بقطع ید رجل بعمد فاقر
بذلک فقطعت یدہ او قتل علی ماذکر ان کان المقر موصوفا بالصلاح اقتص من القاضی وان متہما بالسرقۃ معروفا بہا او بالقتل
لا یقتص من القاضی استحسانا للشبہۃ خانیۃ قاضی نے زبردستی کی ایکمرد پر تا وہ چوری یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمداً کسی شخص کے
ہاتھ کاٹنے کا اقرار کرے سو اوسنے اسکا اقرار کیا تو اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنیوالا موصوف بصلاح
یعنی نیکبخت پرہیزگار ہو تو قاضی سے قصاص لیا جائیگا اور اگر مقر چوری کے ساتھ متہم ہوا در چوری اور خونریزی مین مشہور ہو تو قاضی سے قصاص
نہ لیا جاویگا استحسان کی دلیل سے بسبب شبہہ واقع ہونے کے کذا فی الخانیۃ م شبہہ یہہ ہے کہ شاید اوسنے کیا ہو جسکا اوسنے اقرار کیا ہو قیل لہ
اما ان تشرب ہذا الشراب او تبیع کرمک فہو اکراہ ان کان شرابا لا یحل کالخمر والا فلا قنیۃ قال وکذا الزنا وسائر المحرمات ایک
شخص سے کہا گیا کہ یا اس شربت کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ بیچ کر تو وہ اکراہ ہی اگر مشروب لینے پینے کی چیز شریعت مین حلال نہو جیسے شراب
اور اگر مشروب حلال چیز ہو تو اکراہ نہیں کذا فی القنیۃ صاحب قنیہ نے کہا اور یہی حکم ہے زنا اور باقی محرمات کا م درصورت اکراہ جو
اوسنے بیچا تو وہ بعد زوال اکراہ کے مختار ہے چاہے بیع فسخ کرے چاہے قائم رکھے صادرہ السلطان ولم یعین بیع مالہ فباع صح لعدم
تعینہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور اوسکے مال بیچنے کی تعیین نہیں کی سو اوسنے کوئی چیز بیچ ڈالی بادشاہ کو دینے کے
واسطے تو بیع صحیح ہی یعنی لازم ہوگی بیع بلا خیار فسخ اسکی عدم تعین کے سبب سے م یعنے بادشاہ نے مال طلب کیا اور یہہ نہیں کہا کہ فلانی چیز بیچ
کردے تو وہ بیع مین طائع اور راضی ٹھہرا ہو اسواسطے کہ ادائی مال بیع کے سوا قرض لینے سے بھی ہوسکتا ہی کذا فی العالمگیریۃ والحیلۃ ان یقول
من این اعطی ولا مال لی فاذا قال الظالم بع کذا فقد صار مکرہا فیہ بزازیہ اور حیلہ خیار فسخ کا یہہ ہی کہ ظالم سے کہے کہ مین کہان سے
دون میرے پاس تو مال نہیں پھر جب حاکم ظالم یون کہے کہ فلانی چیز بیچ کر دے تو اب وہ مکرہ ٹھہر گیا اوسکی بیع مین کذا فی البزازیہ خوفہا الزوج بالضرب
حتی وہبتہ مہرہا لم تصح الہبۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اوسکے شوہر نے مارنے پر دھمکایا یہانتک کہ اوسنے اپنا مہر معاف
کر دیا تو بخشنا صحیح نہیں اگر شوہر مارنے پر قادر ہو م ظاہرا اطلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف دونوکو شامل ہو لیکن قاضی خان کے فتاوے
مین ضرب متلف کی قید ہی اور عدم صحت ہبہ صاحبین کا قول ہی وان ہددہا بطلاق او تزوج علیہا او تسر فلیس باکراہ خانیۃ اور اگر شوہر
نے عورت کو طلاق دینے کے تہدید کی یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سریہ بنانے کی تو یہہ اکراہ نہیں کذا فی الخانیہ م سواسطے
کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کو حرم کرنا یہہ افعال شرع شریف مین درست ہین اور افعال شرعیہ اکراہ نہیں ہوسکتی وفی مجمع الفتاوی
منع امرأتہ المریضۃ عن المسیر الی ابویہا الا ان تہبہ مہرہا فوہبت بعض المہر فالہبۃ باطلۃ لانہا کالمکرہۃ قلت و
یؤخذ منہ جواب حادثۃ الفتوی وہی زوج بنتہ البکر من رجل فلما ارادت الزفاف منعہا الاب الا ان یشہد علیہا انہا استوفت منہ میراث امہا
فاقرت ثم اذن لہا بالزفاف فلا یصح اقرارہا لکونہا فی معنی المکرہۃ وبہ افتی ابو السعود مفتی الروم فی شرح منظومۃ تحفۃ الاقران فی بحث
الہبۃ اور مجمع الفتاوی مین ہی کہ شوہر اپنی زوجہ بیمار کو منع کیا اوسکے والدین کیطرف جانے سے مگر یہہ کہ وہ اوسکو اپنا مہر بخشدے سو اوسنے کچھ

مہر بخشدیا تو ہبہ باطل ہے اسواسطے کہ وہ اوس عورت کی مانند ہے جسپر اکراہ ہوا مین کہتا ہون اور اس روایت سے ماخوذ ہوتا ہی استفسار حادث کا جواب وہ استفتا یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی کنواری بیٹی کا نکاح کیا اکر دوسری پہر جب اوسنے اپنے شوہر کے گہر جانیکا ارادہ کیا تو باپ نے اوسکو منع کیا مگر اسطرح کہ وہ شاہدونکو اپنے اِس اقرار پر گواہ کردے کہ اوسنے اپنی ماں کی میراث باپ سے پوری بہرلی ہے سو اوسنے اسکا اقرار کیا تو یہہ اقرار صحیح نہین اسواسطے کہ وہ اوس عورت کی مانند ہے جسپر اکراہ ہوا اور اسیکا فتوی دیا ہے ابو سعود مفتی روم نے یہہ کہا ہی مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح مین جسکا نام تحفۃ الاقران ہے ہبہ کی بحث مین ہم ظاہرا مرض سے وہ مرض مراد ہے جسمین والدین کیطرف جانے کی حاجت ہی اور حقیقت مرض مین منع عن الخروج شرعًا جائز ہے اور ہبہ کل مہر بمنزلہ بعض مہر کے ہی اور بیع اور شرا اور اجارہ اقرار اور ہبہ کی مانند ہے اور جو ولی کہ قادر ہو منع پر وہ باپ کی مانند ہے اور اسیطرح بکارت قید نہین کذا فی الطحطاوی والمکرہ باخذ المال لایضمن ما اخذہ اذا نوی الآخذ وقت الاخذ انہ یردہ علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہوا دوسرے شخص کے مال چہین لینے کا تو اوسپر تاوان نہین جو اوسنے لیا بشرطیکہ لینے والے نے لینے کیوقت یہہ نیت کی ہو کہ مال مذکور پہیر دیگا اوسکے مالک کو اور اگر یہہ نیت نہین کی تو تاوان اوسپر لازم ہوگا ھم یعنی پہیر دینے کی نیت سے اوسنے مال لیا پہر وہ مال تلف ہوگیا تو اوسکا تاوان اکراہ کرنیوالے پر ہی نہ لینے والے پر فاذا اختلفا ای المالک والمکرہ فی النیۃ فالقول للمکرہ مع یمینہ و لا یضمن مجتبی اور جبکہ مالک مال اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت مین یعنے مالک کہتا ہو کہ اسنے پہیر دینے کی نیت سے نہین لیا تہا اور لینے والا کہتا ہو کہ مین نے پہیر دینے کی نیت سے لیا تہا تو مکرہ کا قول قسم کے ساتھہ معقول ہی اور اوسپر تاوان لازم نہوگا کذا فی المجتبی یعنی اسواسطے کہ ظاہرا اکراہ ظالم قرینہ ہے مکرہ کے صدق کا وفیہ المکرہ علی الاخذ والدفع انما یسعہ ما دام حاضرا عند المکرہ ولا یحل لزوال القدرۃ والالجاء بالبعد منہ وبہذا تبین انہ لا عذر لاعوان الظلمۃ فی الاخذ عند غیبۃ الامیر او رسولہ فلیحفظ اور مجتبی مین ہی کہ جس شخص پر اکراہ ہوا غیر کے مال لینے یا دینے کا تو اوسکو لینا اور دینا اوسوقت تک جائز ہے جبتک اوسکے پاس اکراہ کرنیوالا ظالم حاضر اور موجود ہوا اور اگر حاضر نہو تو لینا اور دینا حلال نہین بسبب زائل ہو جانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اوسکے دور ہو جانے سے اور اِس قید سے ظاہر ہوگیا کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر مددگارونکو کچہہ عذر نہین ناحق مال چہین لینے مین حاکم یا اوسکے فرستادہ کے موجود نہونے کیوقت تو اوسکو یاد رکہنا چاہیے ھم مبسوط مین ہی کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے غیر کا مال چہین لینا جائز ہے نہ تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت مین اگرچہ اوسکو یہہ خوف ہو کہ امیر قتل کریگا اگر مجکو پا دیگا ہان اگر امیر کا فرستادہ مکرہ کے ساتھہ ہو اسطرح کہ اگر یہہ شخص وہ کام نکرے تو اوسکو پکڑلاوے اور قتل کرے تو انشاء اللہ تعالی جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے اکرہ علی اکل طعام نفسہ ان جائعًا لا رجوع وان شبعان رجع بقیمتہ علی المکرہ لحصول منفعۃ الاکل لہ فی الاول لا الثانی ایک شخص پر اپنے طعام کے کہانیکا اکراہ ہوا تو اگر صاحب طعام بہوکا ہو تو رجوع نہین اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی بہیرے اکراہ کرنیوالے سے بسبب حاصل ہونے کہانے کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حالین نہ دوسری صورتین یعنے سیری مین قال اہل الحرب لنبی اخذ وہ ان قلت لست بنبی ترکناک والا قتلناک لا یسعہ قول ذلک وان قیل لغیر نبی ان قلت ہذا لیس بنبی ترکنا نبیک وان قلت نبی قتلناہ وسیعہ لامتناع الکذب علی الانبیاء کفار حربیون نے اس نبی سو کہا جسکو انہون نے گرفتار کیا کہ اگر تو یون کہے کہ مین نبی نہین ہون تو ہم تجکو چہوڑ دینگے اور اگر نکہیگا تو ہم تجکو قتل کرینگے تو نبی کو یہہ قول کہنا درست نہین اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اِس شخص کو یون کہے کہ یہہ نبی نہین ہے تو ہم تیرے نبی کو چہوڑ دینا اور اگر تو کہیگا کہ یہہ نبی ہے تو ہم اوسکو قتل کرینگے تو اوسکو یہہ کہنا جائز ہے بسبب ممتنع ہونے کذب کے انبیا علیہم السلام پر ھم اس مسئلہ سے اگر عصمت انبیا کا بیان واقعی منظور ہے تو ظاہر ہے اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہے تو غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہی نہ غیر نبی

ہے کذا فی الطحطاوی قال حربی لرجل ان دفعت جاریتک لازنی بها دفعت لك الف اسیر لم یحل گاگر حربی نے مسلمان مرد سے کہا کہ اگر تو اپنی لونڈی مجھکو دے تاکہ مین اوس سے بدکاری کرون تو مین تجھکو ہزار قیدی مسلمان دون تو لونڈی دینا حلال نہین ہم اسواسطے کہ یہہ اکراہ نہین اور قیدیون کی تخلیص پر قادر مطلق قادر ہے چاہے انکو خلاص کرے چاہے بلا پر صبر عطا فرمائے اقر بعتق عبد کا مکرها لم یعتق فی الا صح اگر اقرار کیا اپنے غلام کی آزادی کا مجبور ہوکر تو وہ آزاد نہوگا صحیح تر قول مین وهل الاکراه باخذ المال معتبر شرعا ظاهر القنیة نعم اور مال چھین لینے کا اکراہ شرعًا معتبر ہے یا نہین ظاہر قنیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہان معتبر ہے هم ینابیع مین ہے کہ سلطان وصی یتیم پر قتل یا اتلاف عضو کی تہدید کی تاکہ یتیم کا مال سلطانکو دیدے سو اوسنے دیا تو وصی پر تاوان نہین اور حبس اور قید کی تہدید مین ضمان ہے اور اگر وصی کے مال چھین لینے کی تہدید کی تاکہ مال یتیم تسلیم کرے اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لیگا اور بعض چھوڑیگا اور مال متروک اوسکو کفایت کریگا تو تسلیم جائز نہین اور اگر دیگا تو تاوان بشل اوسپر لازم ہوگا اور اگر وصی ڈرے کہ تمام مال چھین لیگا تو وہ معذور ہے یتیم کے مال دینے مین اوسپر تاوان نہین اور اگر سلطان نے یتیم کا مال وصی سے آپ چھین لیا تو ہر صورتمین وصی پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی وفی العیاهبانیة قال وان یقل المدیون انی مقر لتبری فالاکراه صحیح معنی مصنف اور وہبانیہ مین کہا ہے اور اگر مدیون نے کہا دائن سے کہ مین تیرا یہہ ظاہر کرنیوالا ہون حاکم سے ورنہ تو مجھکو اپنے دین سے بری کردے تو یہہ قول معنی اکراہ متصور ہوگا هم شرنبلالی مین ہے کہ مدیون نے دائن سے کہا کہ تمسک کا وثیقہ پھیر دے اور یہہ اقرار کر کہ میرا تجھپر کچھہ ادہار نہین اور اگر تو قبول نکریگا تو مین حاکم سے ظاہر کرونگا کہ تیرے پاس فلانے شخص کا اسقدر سونا ہے یعنی اور حاکم اوس مال کی تلاش مین ہو سو دائن نے وثیقہ مذکور پھیرا اور اپنے دین نہونے کا اقرار کیا نجم الائمہ بخاری نے جواب دیا کہ یہہ در معنی اکراہ ہے اور اوسکو جائز ہے کہ اوسپر اپنے دین کا دعوی کرے یہہ جواب اوس صورتمین ہے جبکہ حاکم چغلخور کی چغلی سنکر مال چھین لیتا ہو کذا فی الطحطاوی ۔ وصح فی الاستحسان اسلام مکره ۔ ولا قتل ان ارتد بعده ویجبر اور استحسان مین صحیح ہے اسلام لانا کرہ بالفتح کا اور اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہوجاے تو قتل نہوگا اور اوسپر جبر ہوگا قبول اسلام مین هم یہہ مسئلہ مشروحا بیان ہوچکا مبسوط مین ہے کہ ظالم نے کہا کہ شراب پی یا یہہ مردار کہا ورنہ مین تیرے بیٹے یا باپ یا کسی اور قرابت دار محرم کو قتل کرونگا یا تیرے باپکو حبس کردونگا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درم کو بیچ کر سو اوسنے غلام کو بیچا تو قیاس مین یہہ بیع جائز ہے اور استحسان مین باطل ہے اور تصرف مذکور نافذ نہین اسواسطے کہ یہہ اکراہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم

کتاب الحجر

یہہ کتاب ہے حجر کے احکام مین هم مصنف کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کی بعد اسواسطے لایا کہ دونون سلب اختیار ہے مگر یہہ کہ اکراہ قوی تر ہے حجر سے اسواسطے کہ اکراہ سلب اختیار اوس شخص کا ہے جو صاحب اختیار صحیح اور صاحب ولایت کا ملہ ہے بخلاف حجر لہذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور محاسن حجر سے ہے شفقت اور مجرین پر اور گاہی غیر مجبور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہے چنانچہ مدیون اور سفیہ کی حجر مین بقول صاحبین اور حجر غلام برعایت حق سوئے هو لغة المنع مطلقا حجر لغت مین بمعنی منع ہے مطلقا یعنی بازر کہنا اور روکنا ہر طرح سے خواہ منع قول سے ہو یا فعل سے یا اور طرح سے قاموس مین ہے حجر بحرکات ثلثہ حاء مہملہ وسکون جیم مذکور ہے وشرعا منع من نفاذ تصرف قولی لا فعلی لان الفعل بعد وقوعه لا یمکن رده فلا یتصور الحجر عنه اور اصطلاح شرع مین حجر منع کرنا اور روکنا ہے تصرف قولی کے نافذ ہونے سے نہ تصرف فعلی سے اسلئے کہ فعل کا پھیرنا بعد اوسکے واقع ہوجانے کے ممکن نہین تو فعل سے روکنا متصور نہین هم تصرف فعلی جیسے قتل اور اتلاف مال اور تصرف قولی جیسے بیع اور شرا اور ہبہ نفاذ سے مراد لزوم ہے اسلئے کہ مجنون کا عقد موقوف ہے کہا بحر نے یہہ تھا کہ مصنف لزوم کہتا عوض نفاذ کے اسواسطے کہ نافذ عام ہے لازم سے اور تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہے جسمین ضرر ہو اور جس تصرف قولی مین سراسر نفع ہو جیسے قبول ہبہ اور اسلام تو اوسمین صغیر بالغ کی مانند ہے قلت یشکل علیه الرقیق لعدم نفاذ فعله فی الحال بل بعد العتق کما صرح به فی البدایع اللهم الا ان یقال الاصل فیه ذلك لكنه اخر لحقه لقیام المانع فتامل مین کہتا ہون اور تصرف فعلی کے اخراج پر غلام کے فعل سے اشکال واقع ہوتا ہے اسواسطے کہ اوسکے فعل کا نافذ ہونا فی الحال ممنوع ہے یعنی اگر غلام مال قرض تلف کر ڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ نہوگا بلکہ آزاد ہونیکی بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدائع مین مصرح ہے بار خدایا مگر یون جواب دیا جاے اس اشکال کا کہ اسمین اصل تو یہی ہے کہ غلام اپنے افعال مین فی الحال ماخوذ ہو لیکن مواخذہ میں تاخیر واقع ہوئی اوسکی آزاد ہونے تک بسبب قائم ہونے مانع کے اسکو تامل کر هم مانع حق مولی ہے یعنی اگر غلام اپنے فعل سے فی الحال ماخوذ ہو

تو اوسمین سمجھا جاوے اور اسمین صحیح ہوگئے کا ابطال ہی طحطاوی نے کہا ہے کہ اگر اوسوقت مین واضح ہوا جبکہ غلام اپنے فعل مین گاہے ماخوذ نہوتا تصرف قولی کی مانند فافہم وسببه صغر وجنون یعم القوی والضعیف کما فی المعتوہ وحکمه کمعیر کما سیجی فی الماذون اور حجر کا سبب طفلی اور وہ جنون ہے جو شامل ہو قوی دیوانگی اور ضعیف دیوانگی کو چنانچہ معتوہ مین اور حکم معتوہ کا طفل تمیزدار کی مانند ہے چنانچہ کتاب الماذون مین آویگا ود ق اور سبب حجر کا رق ہے یعنی مملوکیت یعنی لونڈی غلام ہونا ہے چونکہ صغیر ناقص العقل اور مجنون عدیم العقل ہے کہ اپنے نفع وضرر کو نہیں سمجھاتا ہے لہذا شرع مین اونکی تصرفات قولیہ ممنوع غیر معتبر ہوئی اور مملوک ہرچند عاقل ہے لیکن چونکہ اسکا پاس ہر وہ ہوئے کی مالک ہے تو برعایت حق ہی ہے اوسکا تصرف جائز نہوا فلا یصح طلاق صبی ومجنون مغلوب ای لا یفیق بحال واما الذی یجن ویفیق فکعاقل کمیزنهایه تو صحیح نہیں طلاق دینا صغیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسیوقت ہوشمین نہین آتا اور جو کہ کبھی دیوانہ ہوجاتا ہو اور کبھی ہوشیار تو اوسکا حکم طفل ممیز کی مانند ہے کذا فی النهایة هم نهایه اور غایة البیان مین ہے کہ معتوہ یعنی جو گاہی دیوانہ ہو اور گاہی ہوشیار وہ ممیز کی مانند ہے اور زیلعی مین ہے کہ وہ عاقل کی مانند ہے شلبی محشی زیلعی نے توفیق بین القولین مین کہا ہے کہ اگر اوسکی ہوشیاری کا وقت مقرر ہو اور وہ حال افاقہ مین کوئی عقد منعقد کرے تو اوسمین نفاذ عقد کا حکم ہے عاقل کی مانند اور اگر اوسکی ہوشیاری کا وقت معین نہو تو حکم اوسمین توقف کا ہے صغیر کی مانند تو زیلعی کا کلام شق اول پر محمول ہے اور نہایہ اور غایة البیان کا شق ثانی پر کذا فی الطحطاوی ولا اعتاقهما واقرارهما نظرا لهما اور نہ صغیر اور مجنون کا آزاد کرنا اور اقرار کرنا صحیح ہے برعایت اونکے حال کے یعنی عدم صحت طلاق اور اعتاق اور اقرار اونکے بنظر ترحم اور شفقت کے ہے اونکے حال پر و صح طلاق عبد واقراره فی حق نفسه فقط لا سیده اور صحیح ہے طلاق غلام کی اور اوسکا اقرار فقط اوسکی ذات کے حق مین نہ اوسکے مالک کے حق مین فلو اقر بمال اخر الی عتقه لو غیر ماذون ولو ماذونا فهذا تو اگر غلام مال کا اقرار کرے تو اوسکا مطالبہ پیچھے ڈالا جائیگا اوسکے آزاد ہونے تک اگر غیر ماذون ہوئے کے مال کا اقرار ہوا اور اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے تو لغو اور باطل ہے یعنی اسواسطے کہ مالک اپنے غلام پر مستوجب مال نہیں ہوتا کذا فی الدرر وبحد وقود اقیم فی الحال لبقائه علی اصل الحریة فی حقهما اور اگر غلام نے حد اور قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اوسپر فی الحال قائم کیا جائیگا بسبب باقی رہنے غلام کی حد اور قصاص کے حق مین اصل حریت پر ومن عقد عقدا یدور بین نفع وضرر کما سیجی فی الماذون منهم من هولاء المحجورین وهو یعقله یعرف ان البیع سالب للملک والشراء جالب اجازه ولیه او رده اور جو کہ ان محجورین مذکورین سے وہ عقد منعقد کرے جو دائر ہے درمیان نفع اور ضرر کے چنانچہ یہ تصریح کتاب الماذون مین آویگی اور حالانکہ عاقد اوسکو تعقل کرتا ہو یعنی اتنا سمجھتا ہو کہ بیع ملک بائع کو سلب کر دیتی ہے اور شرا ملک مشتری کو کہینچ لاتی ہے تو عاقد کا ولی چاہے عقد کو جائز رکھے اور چاہے رد کر ڈالے هم منهم کی ضمیر صغیر اور غلام اور معتوہ کیطرف پھرتی ہے اسواسطے کہ مجنون مغلوب مین تعقل مذکور نہیں ولی سے مراد قاضی اور باپ اور دادا اور وصی اور مولیٰ ہے اور اگر قاضی صغیر کو تصرف کا اذن دے اور اوسکا باپ نمانتا ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وان لم یعقله فباطل نهایه اور اگر شخص محجور عقد کو سمجھتا نہو تو عقد باطل ہے کذا فی النهایة وان اتلفوا ای هولاء المحجورین سواء عقلوا او لا شیئا متقوما من مال او نفس ضمنوا اذ لا حجر فی الفعل اور اگر یہ محجورین مذکورین خواہ بوجھتے ہوں یا نہ بوجھتے ہوں کذا فی الدرر تلف کر ڈالین کسی شئی متقوم کو مال ہو وہ شئی یا جان تو ضمان اونپر لازم ہوگا اسواسطے کہ تصرف فعلی مین حجر نہیں کہ اونکا تلف کر ڈالنا معتبر نہو لکن ضمان العبد بعد العتق علیٰ ما مر لیکن غلام پر تاوان تلف کا بعد آزاد ہونیکے ہے چنانچہ گذر گیا وفی الاشباه الصبی المحجور مواخذ بافعاله فیضمن ما اتلفه من المال للحال فاذا قتل فالدیة علی عاقلته الا فی مسائل لو اتلف ما اقترضه وما اودع عنده بلا اذن ولیه وما اعیر له وما بیع منه بلا اذن اور اشباہ مین ہے کہ صغیر محجور ماخوذ اور مطالب ہے اپنے افعال سے تو اوس چیز کا تاوان دیگا فی الحال جسکو اوسنے تلف کر ڈالا اور جبکہ قتل کریگا تو دیت اوسکی برادری پر واجب ہوگی مگر چار مسئلون مین صغیر پر تاوان نہیں اگر اوسنے تلف کیا وہ مال جو اوسنے قرض لیا اور تلف کی وہ چیز جو اوسکے پاس ودیعت رکھی گئی بدون اذن اوسکے ولی کے اور تلف کی وہ چیز جو صغیر کیواسطے عاریت لیگئی اور تلف کی وہ چیز جو بیچی گئی اوس سے بدون اذن کے هم عدم اذن ولی چار دن مسئلون کی قید ہے تو اتلاف بعد الاذن مین تاوان لازم ہوگا شرح تنویر الاذہان مین ہے کہ اگر غیر کا مال بلا سبقت ایداع یا اقراض تلف کریگا تو تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ویستثنی من ایداعه ما اذا اودع صبی محجور مثله وهلک تحت یده فللمالک تضمین الدافع

اولا اخذ اور ایداع صغیر سے مستثنیٰ ہے وہ صورت جبکہ صغیر مجور نے اپنی مانند دوسرے صغیر کے پاس کوئی چیز ودیعت رکہی اور حالانکہ وہ چیز غیر
صغیرین کی ملک ہی تو مالک کو جائز ہے چاہے ودیعت دینے والے صغیر سے تاوان لے چاہے ودیعت رکہنے والے سے ھم اس مسئلہ مین یہہ قید بہی
ہے کہ صغیر نے بلا اذن مالک ودیعت رکہی ہو کذا فی الطحطاوی ولا یحجر علی حر مکلف بسفه هو تبذیر المال علی خلاف مقتضی الشرع
او العقل درر ولو فی الخیر کان یصرفه فی بناء المساجد ونحو ذلک فیحجر علیه عندهما وتمامه فی فوائد شتی الاشباه اور حجر نہین کیا جاتا امام
کے نزدیک آزاد بالغ عاقل پر بسبب سفاہت کے اور سفاہت سے مراد یہان اسراف مال اور اوسکا ضائع کرنا ہے خلاف مقتضای شرع یا عقل کے
کذا فی الدرر اور اگرچہ امر خیر مین اسراف مال کرے چنانچہ بنا مسجد اور اوسکی مانند اور امور دینی مین مال صرف کرے تو اوسکا تصرف منع کیا جائیگا صاحبین کے
نزدیک اور پورا بیان اسکا اشباہ کے فوائد شتی مین ہے ھم سفہ بتحقیق لغت مین عبارت ہے خفت اور خفت عقل سے اور شرع مین سفہ اور سفاہت
سے مراد صرف بیہودہ ہے مخالف شرع یا عقل کے تو اسکے سوا اور معاصی کا ارتکاب چنانچہ شراب خواری و زناکاری سفاہت مصطلح مین داخل نہین حموی
نے کہا کہ سفیہ کی عادت ہے اسراف کرنا نفقہ مین اور تصرف بلا غرض کرنا یا ایسی غرض مین صرف کرنا جسکو عقلا و دیندار غرض شمار نہین کرتے چنانچہ مغنین
اور لاعبین کو مال دینا اور اوڑنے والے کبوترونکو گران قیمت خرید کرنا اور خرید و فروخت مین بلا محنت نقصان اوٹہانا اور مراد یہہ ہے کہ اول رشید تہا پہر
سفیہ ہو گیا اور اگر بالغ ہوا سفاہت کی حالت مین تو اوسکا مال اوسکو نہ دیا جائیگا جبتک وہ ۲۵ برس کا نہو کذا فی الطحطاوی وفسق ودین وغفلة اور
حر مکلف مجور التصرف نہو گا گنہگاری اور دین اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک ھم دین سے وہ دین مراد ہے جو اوسکے اموال مملوکہ سے زیادہ ہو
غفلت سے مراد یہہ نہین کہ مفسد ہو بلکہ سلیم القلب بہولا سیدہا آدمی ہو جو تصرفات نافعہ نکر جانتا ہو اور تجارت مین نقصان اوٹہایا کرتا ہو کذا فی الطحطاوی
بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلة کتعلیم الردة لتبین من زوجها او تسقط عنها الزکوة بلکہ منع کیا جاوے فتوی دینے سے مفتی ماجن یعنی مفتی
بیباک جو لوگونکو باطل حیلے سکہاوے جیسے ارتداد سکہانا تاکہ عورت اپنے زوج کے نکاح سے چہوٹ جاوے یا اوس سے زکوۃ دینا ساقط ہو جاوے ھم زیلعی نے
کہا مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ سکہاوے اور حرام کے حلال کہدینے اور حلال کے حرام بتا دینے مین نہ پروا ہو اور بیباک ہو فتاوی قاضیخان مین ہے کہ
مفتی ماجن وہ ہے جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتوی جہالت سے دے یعنی علم فقہ کو نہ جانتا ہو اور فتوی دینے پر جرأت کرتا ہو وطبیب جاهل اور منع
کیا جاوے علاج کرنے سے طبیب جاہل ھم طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دوا مہلک پلا دیتا ہو خواہ اوسکو مہلک جانتا ہو یا نجانتا ہو اور جبکہ دوا مریض
پر شدت کرے تو وہ اوسکا ضرر دور نکر سکتا ہو کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضیخان مین ہے کہ طبیب جاہل وہ ہے جو لوگونکو مضر اور مہلک دوا پلا دے اور
وہ اوسکو شفا اور دوا جانتا ہو ومکار مفلس اور منع کیا جاوے مکاری مفلس یعنی جانور کا کرایہ کرنیوالا ھم حموی نے اپنی شرح مین کہا
کہ حجر کے اسباب تین ہین یعنی طفلی اور مملوکی اور جنون اور اسکے ساتہہ تین اور ملحق ہین یعنی مفتی حیلہ آموز اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس جیسے
روایت ہے امام اعظم سے اور ان تینون سے تین اور ملحق ہین محتکر یعنی جو قحط مین غلہ نہ بیچے اور غلہ فروش جبکہ بیع مین تعدی کرین بسبب زیادتی
قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جاوے اور وہ اوسکو نہ بیچے تو قاضی اوسکو بیچ ڈالے چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع مین بیان کیا ہے اور
صاحبین کے نزدیک سفیہ اور مغفل اور مدیون بہی مجور التصرف ہین ابن ضیا نے شرح مجمع مین کہا کہ یہہ جو امام سے مروی ہے کہ اونکے نزدیک حجر نہین
مگر تین پر مفتی ماجن اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس تو مراد اس سے حقیقت حجر کی نہین ہے یعنی عدم نفوذ تصرف اسواسطے کہ اگر مفتی فتوی دے حجر کے بعد اور
فتوی ٹہیک ہو تو جائز ہے اسیطرح اگر طبیب دوا بیچے حجر کے بعد تو بیع اوسکی نافذ ہے تو معلوم ہوا کہ حجر حقیقی مراد نہین بلکہ منع حسی ظاہری مراد ہے اسطرح پر
کہ وہ لوگ اپنی کام سے روکے جاوین اسواسطے کہ مفتی حیلہ آموز لوگونکے دین مین فساد ڈالتا ہے اور طبیب جاہل اونکے ابدان فاسد کرتا ہے اور مکاری مفلس
اونکے اموال تباہ کرتا ہے اسواسطے کہ جب مکاری نے اونٹ کا کرایہ کیا اور حالانکہ اوسکے پاس نہ اونٹ ہے نہ اور جانور جسپر بار برداری کرے اور نہ اوسکے پاس
مال ہے جس سے جانور بار برداری خرید کرے اور لوگ اوسپر اعتماد کرکے اپنا مال کرایہ مین دیتے ہین اور وہ مال کو اپنی حاجات مین صرف کر ڈالتا پہر جب سفر کا

وقت آتا ہی تو وہ چپ رہتا ہے اور لوگون کے مال تلف ہوتے ہین اور فساد اس شخص کا خلق اللہ کو پونہچتا ہی مفتی ماجن اور طبیب جاہل کی فساد کی مانند تو
الحاق ضرر خاص بواسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہے اور یہہ از قسم امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہوا نہ از باب حجر تو ناقض لازم نہوا کذا فی الطحطاوی
وعندھما یحجر علی الحر بالسفہ والغفلۃ ای بقولھما یفتی صیانۃ لما لہ اور صاحبین کے نزدیک حجر کیا جاے اور بالغ پر بسبب سفاہت اور غفلت
کو اور صاحبین کے ہی قول پر فتوی ہے اوسکے مال کے بچانے کیواسطے وعلی قولھما المفتی بہ فیکون فی احکامہ کصغیر اور بموجب قول مفتی بہ صاحبین کے
سفیہ اور غافل اپنے احکام مین صغیر نابالغ کی مانند ہین ھم یعنی اس پر نابالغ کی عقود محتمل الفسخ مین قاضی کو اختیار ہوگا چاہے جاری رکھے چاہے
فسخ کرے تو ھذا الخلاف فی تصرفات یحتمل الفسخ ویبطلھا الھزل پہر دریافت کرنا چاہیے کہ یہہ اختلاف صاحبین کا امام کے ساتھ ان تصرفات مین
ہے جنمین فسخ کا احتمال ہو اور ہزل اور بیہودگی باطل کر دیتی ہو دی ھم یعنی امام کے نزدیک سفیہ کے تصرفات کو نہ روکنا اور صاحبین کے نزدیک روکنا
تصرفات مذکورہ ہی جیسا کہ بیع اور شرا اور ہبہ وغیر ذلک واما مالا یحتملہ ولا یبطلہ الھزل فلا یحجر علیہ بالاجماع فلذا قال الا فی نکاح وطلاق
وعتاق واستیلاد وتدبیر ووجوب زکوۃ وفطرۃ وحج وعبادات وزوال ولایۃ ابیہ وجدہ وفی صحۃ اقرارہ بالعقوبات وفی
الانفاق وفی صحۃ وصایاہ بالقرب من الثلث فھو فی ھذا کبالغ اور ان تصرفات کو جو فسخ کے محتمل نہین اور انکو ہزل باطل نہین کرتا سفیہ پر بالاتفاق
حجر نہوگا اسی واسطے مصنف نے کہا کہ سفیہ صغیر کی مانند ہے مگر نکاح اور طلاق اور عتاق اور استیلاد اور تدبیر اور زکوہ اور صدقہ فطر اور حج اور
عبادات بدنیہ کے واجب ہونے اور اوسکے باپ اور دادا کی ولایت زائل ہو جانے مین اور اقرار عقوبات یعنی حد اور قصاص کے صحیح ہونے مین اور انفاق
یعنی نفقہ زوجہ اور ذوی الارحام کی صحت اقرار مین اور حسنات کی وصایا کے صحیح ہونے مین ثلث مال سے کہ سفیہ ان امور مذکورہ مین بالغ کی مانند غیر محجور ہی
یعنی جسطرح بالغ غیر محجور کے تصرفات صحیح ہین اوسیطرح سفیہ کے بھی یہہ تصرفات بالاتفاق صحیح ہونگے انمین صاحبین کے بھی نزدیک حجر نہین وفی کفارۃ
کعبد اشباہ اور سفیہ کفارہ مین غلام کی مانند ہے کذا فی الاشباہ ھم خزانۃ اکمل مین ہے کہ قسم اور نذر اور ظہار اور قتل کے کفارہ مین قاضی سفیہ کا
مال صرف نہونے دے بلکہ وہ روزہ رکھے کذا فی الطحطاوی والحاصل ان کل ما یستوی فیہ الھزل والجد ینفذ من المحجور وما لا فلا الا باذن القاضی خانیہ
اور خلاصہ کلام یہہ ہی کہ جس تصرف مین ہزل اور جد برابر ہو وہ محجور کا بھی نافذ ہے اور جو برابر نہین وہ تصرف محجور کا نافذ نہین مگر قاضی کے اذن سے کذا
فی الخانیہ فان بلغ الصبی غیر رشید لم یسلم الیہ مالہ حتی یبلغ خمسا وعشرین سنۃ پہر اگر صغیر غیر رشید ہی بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا
ہوشیار نہو کہ اپنا نفع اور ضرر سمجہ سکے تو اوسکا مال اوسکو نہ دیا جاے یہانتک کہ وہ ۲۵ برس کو پونہچے ھم درر مین ہی کہ ۲۵ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق
رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ عقل مرد کی انتہا کو پونہچ جاتی ہے جبکہ وہ ۲۵ برس کو پونہچ جاتا ہے خزانۃ اکمل مین ہی کہ جب یتیم بالغ ہو تو وصی اسکا
مال اوسکو جلد نہ دے بلکہ توقف کرے اور اوسکو کچھہ مال سوداگری کیواسطے دیکر آزمائے پس اگر اوسکو مصلح پاوے تو اوسکا مال اوسکو دے اور اگر مفسد بیباک
دیکہے تو مال نہ دے پہر جب ۲۵ برس کو پونہچے تو مال اوسکو دے خواہ وہ مصلح ہو یا نہو کذا فی البدائع فصح تصرفہ قبلہ ای قبل المقدار المذکور من
المدۃ تو صحیح ہے تصرف بالغ غیر ہوشیار کا قبل اسکے یعنی اس مدت کی مقدار مذکور سے پہلے ھم یعنی اگر ۲۵ برس سے پہلے بالغ غیر رشید بیع وغیرہ کا
تصرف کریگا اپنے مال مین تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ بالغ عاقل پر حجر نہین امام کے نزدیک اور ۲۵ برس تک غیر رشید کو نہ دینا حجر نہ تہا بلکہ تادیب کیواسطے تہا
وبعدہ یسلم الیہ وجوبا حتی لو منعہ منہ بعد طلبہ ضمن وقبل طلبہ لا ضمان کما یفیدہ کلام المجتبی وغیرہ قالہ شیخنا اور ۲۵ برس کے بعد
دینا واجب ہوگا یہانتک کہ اگر اوسکا ولی اوسکو مال نہ دے اوسکے مانگنے کے بعد تو ولی پر تاوان لازم ہوگا درصورت ہلاک ہو جانے مال کے
اور مانگنے سے پہلے تاوان نہین چنانچہ مجتبی وغیرہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہی ایسا کہا ہی ہمارے اوستاد نے وان لم یکن رشیدا وقالا لا یدفع
حتی یونس رشدہ ولا ینفذ تصرفہ فیہ ۲۵ برس کے بعد مال دیا جائیگا اگرچہ وہ رشید اور ہوشیار نہو اور صاحبین نے کہا کہ مال نہ دیا جائیگا
یہانتک کہ اوسکی ہوشیاری معلوم نہو اور اوسکا تصرف بھی قبل از ہوشیاری جائز نہین یعنی اگرچہ وہ پیر فرتوت ہی ہو جاے والرشد المذکور ما

فی قولہ تعالیٰ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا ہی کونہ مصلحا فی مالہ فقط ولو فاسقا قال ابن عباس ورد ہ رشد جو مذکور ہے حق تعالیٰ کے اس قول
مین کہ اگر تم یتیمون کا رشد معلوم کرو تو اونکے مال اونکو دو تو مراد اوس سے یہہ ہے کہ وہ فقط اپنے مال مین مصلح ہووے مفسد اگرچہ فاسق ہو ایسا کہا
ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہمانے ھم اصلاح فی المال سے مراد یہہ ہے کہ مال کو حلال مین صرف کرے نہ حرام مین اور مسرف فضول خرچ
نہو اور امام شافعی کے نزدیک رشد سے مراد اصلاح فی المال اور اصلاح فی الدین دونو مراد ہین کذا فی الطحطاوی والقاضی یحبس الحر المدیون
لیبیع مالہ لدینہ اور قاضی محبوس کرے آزاد مدیون کو تاکہ وہ اپنا مال بیچڈالے اپنے قرض ادا کرنے کیواسطے ھم ادا کرنا دین کا واجب ہی مدیون
پر اور مماطلت یعنی ٹالنا آجکل کے وعدہ پر ظلم ہے تو حاکم کو مدیون کا حبس کرنا دفع ظلم کیواسطے لازم ہوا وقضی دراہم دینہ من دراھمہ
یعنی بلا اجبارہ وکذا لو کان دنانیر اور حاکم اوسکے دین کے روپیے کو اوسکی روپیون سے ادا کرے یعنی بلا امر مدیون کی اور اسیطرح اگر دین
اشرفیان ہون تو مدیون کی اشرفیون سے ادا کرے ویباع دنانیرہ لدراھم دینہ وبالعکس استحسانا لاتحادھما فی الثمنیۃ اور قاضی مدیون
کی اشرفیان بیچڈالے اوداکے روپیون کیواسطے اور روپیے بیچے اشرفیون کے ادا کرنے کیواسطے استحسان کی وجہ سے اسواسطے کہ ثمن ہونے
مین اشرفی اور روپیہ دونون متحد ہین لا یبیع القاضی عرضہ ولا عقارہ للدین خلافا لہما وبہ ای بقولہما ببیعہما الا الاقل یفتی اختیار وصححہ
فی تصحیح القدوری نہ بیچے قاضی مدیون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کیواسطے برخلاف مذہب صاحبین کے اور
فتوی ہے صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادای دین کیواسطے بیچڈالے چنانچہ اختیار شرح مختار مین ہے
اور صحیح کیا ہی اس قول کو تصحیح قدوری مین ویبیع کل ما لا یحتاجہ فی الحال اور بموجب قول مفتی بہ کے حاکم بیچڈالے ہر وہ چیز جسکی مدیون کو فی الحال
حاجت نہیں ھم اوسکے دین کیواسطے اول نقود کی بیع ہو پہر اسباب کی پہر غیر منقول کی اور جسکی فی الحال حاجت نہیں وہ بیچی جاوے تو نمدا اور قالین
موسم گرمی مین بیچا جاوے اور شطرنجیان موسم سرما مین اور لوہے کی انگیٹھی بیچی جاوے مٹی کی انگیٹھی سے مدیون اپنا کام نکالے کذا فی الطحطاوی
ولو اقر بمال یلزمہ بعد الدیون ما لم یکن ثابتا ببینۃ او علم قاض فیزاحم الغرماء کمال استھلکہ اذ لا حجر فی الفعل کما مر اور اگر مدیون کسی شخص کے
مال کا اقرار کرے تو اوسکو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے اُن دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا تا وقتیکہ مال مذکور گواہون سے یا قاضی کے علم
سے ثابت نہو اور اگر ثابت ہو تو مقرلہ اور اصحاب دیون کا مزاحم ہوگا یعنی اونکے ساتھ وہ بھی اپنا دین لیگا مانند اوس مال کی جسکو مدیون نے تلف
کرڈالا اسواسطے کہ حجر نہیں ہے فعل مین چنانچہ مذکور ہو چکا ھم قول معتمد یہہ ہے کہ قاضی کو اپنی دانست پر مدیون کو اسکے حکم دینا جائز نہیں کذا فی
الطحطاوی افلس ومعہ عرض شراہ فقبضہ بالاذن من بائعہ ولم یؤد ثمنہ فبائعہ اسوۃ للغرماء فی ثمنہ ایک شخص مفلس ہوگیا اور اوسکی پاس وہ
متاع ہی جو اوسنے خریدی اور قبضہ کیا ہو اوس متاع پر اوس کے بائع کے اذن سے اور ہنوز اوسکا ثمن ادا نہین کیا تو اوسکا بائع اور دین والون
کی برابر ہے متاع کے ثمن میں یعنی بائع فسخ بیع کرکے متاع کو نہین لے سکتا بلکہ وہ متاع بیع ہوکر بائع اور باقی ارباب دیون کو اوسکا ثمن حصہ رسد
دیا جائیگا اور باقی دین کیواسطے تا حصول مقدرت مدیون کو مہلت دیجائیگی اور یہہ جو حدیث مین وارد ہی کہ جو اپنی متاع بعینہ مرد مفلس کے پاس
پاوے تو وہ احق بالمتاع ہی اپنی غیر سے اور امام احمد کی روایت مین ہی کہ جو اپنی متاع بعینہ مفلس کے پاس پاوے تو وہ اوسکا زیادہ ترحقدار ہی پس متاع
سے مراد وہ متاع ہے جو بطریق غصب اور عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور رہن کے ہو کہ وہ بعینہ اوسکا مال ہے اور مبیع تو بائع کا مال نہین رہی اور
نہ اوسکی وہ متاع ہوگی بلکہ بکی چیز تو مشتری کا مال ٹھہریگی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکل گئی اور مبیع اور قبض سے اوسکا ضمان لازم ہو گیا کذا
فی الطحطاوی بتوضیح فان افلس قبل قبضہ او بعدہ لکن بغیر اذن بائعہ کان لہ استردادہ وحبسہ بالثمن وقال الشافعی للبائع الفسخ
پہر اگر مشتری مفلس ہوگیا قبل قبض مبیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض مبیع بغیر بائع کے اذن کے تہا تو بائع کو مبیع کا پہیر لینا اور اوسکا
روک رکہنا ثمن کیواسطے جائز ہے اور امام شافعی نے کہا بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے فحجر القاضی علیہ ترد فیہ الی قاض آخر فاطلقہ واجاز

ماصنع المحجور کذا فی الخانیۃ وهو ساقط من الدرر والمنح جاز اطلاقہ قاضی نے ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شرا وغیرہ سے اوسکو روک دیا پہر
اوسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا اسواوسنے اوسکو کہولدیا یا مطلق العنان کردیا اور جائز کردیا اوس تصرف کو جو محجور نے کیا کذا فی النہایہ
تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہے اور وہ یعنی اجازت تصرفات محجور کی قیط اور نکی آذر ادر نہم القضاء سے وما صنع المحجور فی حالۃ من بیع او شراء
قبل اطلاق الثانی وبعدہ کان جائزا لان حجر الاول مجتہد فیہ فیتوقف علی امضاء قاض اخر اور جو تصرف محجور نے اپنے حال مین کیا بیع یا شرا
سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اوس کے وہ جائز ہوگا اسواسطے کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل اختلاف مجتہدین ہے پس موقوف رہے گا
دوسرے قاضی کے جاری رکہنے پر **فرع** مسائل المحجر شارح کی بیع المحجور علی الغائب لکن لا ینحجر مالم یعلم خانیہ صحیح ہی حجر کرنا شخص غائب پر
لیکن وہ محجور نہوگا جبتک اوسکو معلوم نہوگا کہ قاضی نے میرا تصرف منع کردیا ہی کذا فی الخانیہ هم اور اگر غائب محجور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر
تو اوسکے تصرفات نافذ مین اھ اگر یتیم بالغ ہو سفاہت کی حالتمین تو قبل از حجر قاضی محجور نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اوسکے تصرفات نافذ ہونگے
اور محمد کے نزدیک محجور ہوگا بدون حجر کرنیکے کذا فی الخانیہ ولا یرتفع الحجر بالرشد کہ رشد کی پیدا ہونے ہی حجر نہین اوٹھتا بل باطلاق القاضی بلکہ جب قاضی اوسکو اوٹھنے کا حکم دیوے ولو ادعی
الرشد وادعی خصمہ بقائہ علی السفہ وبرہنا ینبغی تقدیم بینۃ بقاء السفہ اشباہ اور اگر دعوی کیا رشد اور ہوشیاری کا اور اوسکی مخاصم نے اوسکی
باقی رہنے کا سفاہت پر اور دونو گواہ لائے اپنے دعوی پر تو بقاء سفاہت کے گواہونکو مقدم رکہنا لائق ہی کذا فی الاشباہ هم طحطاوی نے کہا صاحب اشباہ کی یہہ بحث
مخالف ہی منقول کے اسواسطے کہ ظہیریہ مین ہے کہ ایک مرد صالح تہا پہر فاسد ہوگیا قاضی نے اوسپر حجر کیا اور ایک انسان نے اوس سے کچھہ خریدا پہر محجور اور مشتری مین
اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ مین نے تجہہ سے اوسکو خرید کیا تہا تیری صلاح کی حالت مین اور محجور نے کہا بلکہ حجر کی حالت مین تو محجور کا قول مقبول ہی اور
اگر دونون گواہ لاوین تو مدعی صحت کے گواہ مقبول ہین انتہی اور ذخیرہ ناظرین ہے کہ بقاء سفاہت سے زوال سفاہت کے گواہ مقدم ہین
وفی الوہبانیۃ ومن یدعی اقرارہ قبل حجرہ فمن یدعیہ وقتہ فہو ابعد اور وہبانیہ مین ہے اور جو دعوی کرے محجور کے اقرار کا محجور
ہونے سے پہلے سو جو شخص کہ اقرار کا دعوی کرے حجر کیوقت کا تو وہی لائق تر بقبول ہے هم شارح وہبانیہ نے مطلب یون بیان کیا ہے کہ اگر محجور
نے کہا صالح ہوجانیکے بعد کہ مین نے جو استہلاک دراہم کا اقرار کیا تہا سو حالت حجر مین کیا تہا اور صاحب مال نے کہا کہ تو نے اوسکا اقرار اپنی صلاح
کی حالت مین کیا تہا تو مقر کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ حالت حجر منافی صحت اقرار ہی تو درحقیقت وہ منکر ٹہرا تو اوسیکا قول مقبول ہوگا اور وہ بمنزلہ
غیر بالغ ہوا کذا فی الطحطاوی سے ولو باع والقاضی اجازہ وقال لا تودی فاداہ من بعد یخسر اور اگر محجور نے بیع کی اور قاضی نے بیع جائز
رکہی اور قاضی نے مشتری سے کہا کہ تو اوس کا ثمن محجور کو نہ بہیجو سو مشتری نے محجور کو ثمن ادا کیا بعد اوسکے تو مشتری کا
نقصان ہوگا هم اسواسطے کہ جب قاضی نے مشتری کو ادای ثمن سے منع کیا تو قبض ثمن کا حق قاضی کیواسطے ثابت ہوگیا تو اب محجور کو دینا ایسا ہوا
جیسے اجنبی کو دینا تو مشتری نے اپنا مال ضائع کیا یعنی اوسکا ثمن دوبارہ اوسکو دینا پڑیگا اور اگر قاضی نے بیع محجور کی جائز رکہی اور ادای ثمن سے
مشتری کو منع نہین کیا اور مشتری نے محجور کو ثمن دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ اجازت بیع درحقیقت دفع ثمن کی اجازت ہی کذا فی الطحطاوی

فصل

یہہ فصل ہے صغیر کے بالغ ہونے مین هم بلوغ لغت مین بمعنی وصول ہے اور اصطلاح مین عبارت ہی انتہاء حد طفلی سے اور چونکہ طفلی ایک سبب تہا
اسباب حجر سے اور اوسکی ایک نہایت تہی تو اوسکی انتہا کا بیان واجب ہوا اور یہہ فصل اوسکی بیان مین ہوئی کذا فی النہر بلوغ الغلام بالاحتلام و
الاحبال والانزال والاصل ہو الانزال بالغ ہونا طفل صغیر کا ثابت ہوتا ہی احتلام سے یعنی خواب مین منی ٹپکنے سے اور عورت کے حاملہ کردینے سے اور
انزال منی سے اور بلوغ مین اصل انزال ہی ہے هم اصل انزال ہے اسواسطے ہوا کہ احتلام معتبر نہین بدون انزال کے اور عورت حاملہ نہین ہوتی مگر انزال سے تو
وہی اصل ٹہرا اور احتلام اور احبال اوسکی علامات سے ہی والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل ولم یذکر الانزال صریحا لانہ قلما یعلم منہا
اور بالغ ہونا صغیرہ کا ثابت ہوتا ہی احتلام اور حیض اور حاملہ ہوجانے سے اور مصنف نے صغیرہ کے بلوغ مین انزال کو صریحا ذکر نکیا

اسواسطے کہ صغیرہ کا انزال بہت کم دریافت ہوتا ہے ھ سوی زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ میں معتبر نہیں اور اسیطرح پنڈلی اور مونچھہ کے بال اور آواز کا بھاری ہوجانا معتبر نہیں ہے صغیر میں کذا فی الطحطاوی فان لم یوجد منہما شیء فحتی یتم لکل منہما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اہل زماننا پہر اگر صغیر اور صغیرہ میں امور مذکورہ میں سے کوئی امر نپایا جاوے تو بلوغ کا حکم نہوگا یہانتک کہ صغیر اور صغیرہ کی پندرہ برس کی پوری عمر ہو اسی قول پر فتوی ہے بسبب کم ہونے ہمارے اہل زمانہ کی عمروں کے ھ درصورت عدم وجود علامات بلوغ امام کے نزدیک صغیر کی حد بلوغ اٹھارہ سال ہے اور صغیرہ کی سترہ سال اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال ہے اور امام سے بھی ایکی روایت ہے وجہ فتوی عادت غالبہ ہے اسواسطے کہ علامات بلوغ کی اس مدت میں اکثر ظاہر ہو جاتی ہیں تو اس مدت کو علامت بلوغ ٹھہرایا اوس شخص کے حق میں جسمیں علامت بلوغ ظاہر نہیں ہوئی کذا فی الدرر اور شارح نے کوتاہی عمر اہل زمانہ کو دلیل فتوی سے قرار دیا وادنی مدتہ لہ اثنتا عشرۃ سنۃ ولہا تسع سنین ہو المختار کما فی احکام الصغار اور کمتر مدت صغیر کے بالغ ہونے کی بارہ برس ہیں اور صغیرہ کی نو برس یہی قول مختار ہے چنانچہ احکام صغار میں ہے ھ شرح مجمع میں ہے کہ فقہا کا اتفاق ہے کہ پانچ یا اس سے کمتر سال کی صغیرہ اگر خون دیکھے تو وہ خون حیض نہیں اور نو برس یا زیادہ کی صغیرہ خون دیکھے تو وہ حیض ہے اور اختلاف ہے چھہ اور سات اور آٹھہ سال میں اور کافی میں بعضوں سے منقول ہے کہ کمتر مدت گیارہ سال ہے کذا فی الطحطاوی فان راہقا ای بلغا ہذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبہما الظاہر کذا قیدہ فی العمادیۃ وغیرہا فبعد ثنتی عشرۃ سنۃ یشترط شرط اخر لصحۃ اقرارہ بالبلوغ وہو ان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لا یقبل قولہ شرح وہبانیہ پہر اگر صغیر اور صغیرہ قریب البلوغ ہوں یعنی اس مدت کو پہنچ گئی ہوں اور دونو کہیں کہ ہم بالغ ہوگئے ہیں تو اونکے قول کی تصدیق ہوگی اگر ظاہر حال اونکی تکذیب نکریگا اسیطرح عدم تکذیب کی تصدیق میں قید لگائی ہے عمادیہ وغیرہا میں اور بارہ برس کے بعد ایک اور شرط مشروط ہے اوسکی بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کیواسطے وہ شرط یہہ ہے کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہو اور اگر ایسا نہو تو اوسکا قول مقبول نہوگا کذا فی شرح الوہبانیہ ھ یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور صغیرہ نو برس کے بعد بلوغ کا دعوی کریں اور نہایت لاغر اور خستہ حال ہوں تو انکی تصدیق نہوگی کیونکہ ظاہر حال اون کا اونکے قول پر دلالت نہیں کرتا وہما حینئذ کبالغ حکما فلا یقبل جحودہ البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ فلا تنقض قسمتہ ولا بیعہ اور صغیر اور صغیرہ اوس وقت میں یعنے اقرار بلوغ کیوقت میں بعد شرائط مذکورہ کے بالغ جوان کی مانند ہیں حکم میں پس انکار بلوغ کا مقبول نہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکہنے اوسکی حالت کے تو اوسکی قسمت اور بیع منقوض نہوگی ھ فتاوی قاضی خان میں ہے کہ ایک لڑکا خرید فروخت کرتا ہو اور کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں پہر اگر بعد اسکے کہے کہ میں بالغ نہیں تو جبکہ اوسنے بلوغ کا اظہار کیا تہا وہ محتمل بلوغ کا تہا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تہا تو اب اوسکا انکار معتبر نہیں اور اگر بارہ برس سے کم کا ہے تو اقرار اوسکا صحیح نہیں اور جہوٹی بات ہے کہ دونوں کے احکام بالغوں کی مانند ہیں باقی تصرفات میں کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ یقبل قول المراہقین قد بلغنا مع تفسیر کل بماذا بلغ بلا یمین اور شرنبلالیہ میں ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہہ قول مقبول ہے کہ البتہ ہم بالغ ہوچکے ہر شخص کے اس بیان کے ساتھہ کہ کون علامت سے وہ بالغ ہوا بدون قسم کے ھ یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہیں لیکن بیان کیفیت بلوغ البتہ اوسپر لازم ہے وفی الخزانۃ اقر بالبلوغ فقبل اثنتی عشرۃ سنۃ لا تصح الا بالبینۃ وبعدہا تصح انتہی اور خزانہ میں ہے صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے پہلے صحیح نہیں مگر گواہوں سے اور بعد بارہ برس کے اقرار بدون شہادت صحیح ہے انتہی کلامہ ھ معائنہ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم *

كتاب الماذون

یہہ کتاب ہے عبد ماذون کے احکام میں ھ ماذون غلام ہے جسکو مالک اوسکا سوداگری کی اجازت دے مصنف اس کتاب کو کتاب الحجر کے بعد اسواسطے لایا کہ اذن مسبوق حجر کو مقتضی ہے الاذن لغۃ الاعلام اذن لغت میں عبارت ہے اعلام سے یعنی جتانے اور جتلانے سے قاموس میں اذن بمعنی علم اور اباحت مذکور ہے وشرعا فک الحجر ای فی التجارۃ لان الحجر لا ینفک عن العبد الماذون فی غیر باب التجارۃ ابن کمال اور شرع میں اذن عبارت ہے منع تصرف کے دور کرنے سے یعنی تجارت میں اسواسطے کہ حجر یعنی منع تصرف جدا نہیں ہوتا عبد ماذون سے باب تجارت کے سوا میں

كذا ذكره ابن كمال هم يعني فك حجر سے اطلاق حجر مطلقاً مراد نہين ہے اسواسطے كہ عبد ماذون كو تبرع اور اعتاق اور تكفير بالمال جائز نہين بلكہ فقط
امور تجارت كا اطلاق مراد ہے واسقاط الحق اور شرع مين اذن عبارت ہے اسقاط حق سے هم اسقاط حق سے مراد اسقاط حق منع ہے نہ فقط
كا حق اسواسطے كہ اس صورت مين اذن فقط غلام كو شامل ہوگا نہ صغير كو اور حالانكہ اذن غلام اور صغير دونونكو شامل ہے المسقط هو المولى لو الماذون
رقيقا والولى لو صبيا؟ حق منع كا ساقط كرنے والا مولے ہوگا اگر ماذون غلام ہو اور ولی ہوگا اگر ماذون صغير ہو وعند زفر والشافعي
هو توكيل وانابة اور زفر اور امام شافعی كے نزديك اذن عبارت ہے وكيل كرنے اور نائب كرنے سے هم ثمرہ خلاف كا ظاہر ہوتا ہے اسمين
كہ تخصيص اذن كى اونكے نزديك صحيح ہوتی ہے كہ غلام اوسكی خلاف نہين كرسكتا وكيل كی مانند اور ہمارے نزديك صحيح نہين ہے ثم يتصرف العبد لنفسه
باهليته فلا يتوقت بوقت ولا يتخصص بنوع تفريع على كونه اسقاطا يعني جب مولے نے اذن ديا تو حجر منفك ہوگيا پس تصرف كريگا غلام
اپنی ذات كيواسطے بسبب اپنی اہليت كے تو اذن اور تصرف كسيوقت كے ساتھ مقيد نہوگا اور نہ كسی قسم كی تجارت كے ساتھ مخصوص ہوگا يہ
قول متفرع ہے اذن كے اسقاط ہونے پر هم غلام عقل اور بلوغ كی جہت سے تصرف كی لياقت ركھتا ہے ليكن وہ ممنوع التصرف ہے مولے كے
حق كے سبب سے پھر جبكہ مولے نے اپنا حق ساقط كرديا تو غلام متصرف ٹھہرا اپنی اہليت اصليہ كی وجہ سے كذا فی الزيلعي مختصرا ولا يرجع بالعهدة
على سيده لفكه الحجر اور عهدہ تصرف غلام كی رجوع اوسكے مولے پر نہوگی بسبب دور كر دينے مولے كے منع تصرف كو هم يعني جب مولے
نے غلام كو تصرف كا اذن ديا تو اگر غلام كوئی چيز خريد كريگا تو اوسكی ثمن كا مطالبہ مولے سے نہوگا يہہ قول متفرع ہے تصرف لنفسہ پر فلو اذن
لعبده تفريع على فك الحجر يوما او شهرا صار ماذونا مطلقا حتى يحجر عليه لان الاسقاطات لا تتوقت پھر اگر مولے نے اپنے غلام كو
ايكدن يا ايك مہينہ تصرف كا اذن ديا تو وہ ماذون ہوگيا مطلقاً يعني ہميشہ يہانتك كہ مولی اوسكو منع كرے اسواسطے كہ اسقاطات توقيت اور تقيد كو
قبول نہين كرتی شارح نے كہا اذن غلام متفرع ہے فك حجر پر ولم يتخصص بنوع فاذا اذن في نوع عم اذنه في الانواع كلها لانه فك
الحجر لا توكيل اور اذن اور تصرف ايك قسم كی تجارت كے ساتھ مخصوص نہوگا پھر جبكہ مولے نے ايك قسم مين اذن ديا تو اوسكا اذن عام اور شامل
ہوجاويگا تجارت كی سب قسمونكو اسواسطے كہ اذن فك حجر ہے نہ توكيل كہ عام نہوسكے هم پس اگر دريا كی تجارت كا اذن ديا اور خشكی كی تجارت سے منع كيا تھا
تو بھی خشكی كی تجارت كا بھی اذن ہوگيا اگرچہ غلام خشكی كی تجارت كو نجانتا ہو اور مالك اس سے واقف ہو كذا فی القهستاني ثم اعلم ان الاذن بالتصرف
النوعي اذن بالتجارة وبالشخصي استخدام پھر اسكو دريافت كر كہ تصرف نوعی كا اذن تجارت كا اذن ہے اور تصرف شخصی كا اذن استخدام يعني
خدمت لينا ہے نہ اذن تجارت هم فتاوی عالمگيری مين ہے كہ حد فاصل تجارت اور استخدام مين يہہ ہے كہ اگر غلام كو عقود كا بار بار اذن ديا اور معلوم ہوا
كہ مراد مولی كی منفعت جلب ہے تو وہ اذن تجارت كا اذن ہے اور اگر عقد واحد كا اذن ديا اور معلوم ہوا كہ منفعت مقصود نہين تو وہ تجارت كا اذن نہين
بلكہ وہ استخدام ہے عرف اور عادت مين يعنی اگر مولے نے كہا كہ كپڑے كی خريد و فروخت كر تو وہ ماذون تجارت مين ہوا اور اگر كہا كہ فلانے شخص
كے پاس فلانے كام مين مزدوری كر تو وہ ماذون في التجارة نہين اسواسطے كہ ايك ہی عقد كا امر كيا اور اگر كہا كہ لوگون كے يہان فلانے كام
مين مزدوری كر تو يہہ اذن ہے تجارت كا بسبب عام تعين مستاجر و عقود مختلفہ كا اذن ہوا انتہی القاني نے كہا كہ اگر عمل خاص كا اذن بھی اذن عام
ہوجاتا تو بڑی تنگی لوگونپر پڑتی كہ ايك پيسے كے ساگ خريد كرانے سے غلام ماذون في التجارة ٹھہر جاتا اور استخدام كا مضمون فوت ہوتا اسی ضرورت سے
ہر اذن اذن عام نہين ہوتا بلكہ وہ استخدام اور توكيل ہے كذا في الطحطاوي مختصرا ويثبت الاذن دلالة فعبد راه سيده يبيع ملك اجنبي
فلو ملك مولاه لو يشتري ماذون بالنطق بزازيه وردہ عن الخانيه اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالت حال سے تو جس غلام كو اوسكے مولے نے
ملك اجنبی كو بيع كرتے ديكھا تو اگر مولے اپنے غلام كو اپنی ملك بيچتے ديكھيگا تو فقط سكوت سے اذن جائز نہوگا جب تك زبان سے اذن دے چنانچہ بزازيہ
اور درر مين ہے خانيہ سے هم اذن جائز نہوگا يعني اذن ثابت نہوگا اس تصرف مين جسمين سكوت واقع ہوا كا ذكرہ عزمی زادہ اور يہہ مراد نہين كہ اس

سلہ يہ فرق اگر غلام سے ... ہر قسم كی بيع اور شرا كرنے ... كا حكم كرنا ... اور جو ... سے كوئی چيز ... خريد ... خدمت لينا ہے ... اذن نہين

تصرف شرکے سوا اور تصرفات مین بھی اذن ثابت نہوگا جیسا کہ شرنبلالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحطاوی حنیفہ اسعد ولکن سوّی بینہما الزیلعی غیرہ وجزم بالتسویۃ ابن کمال وصاحب الملتقی ووجہہ فی الشرح شرنبلالیۃ بان ما فی المتون والشروح اولی مما فی کتب الفتاوی فلیحفظ لیکن مال اجنبی اور مال موسلے کو برابر کہا ہے زیلعی وغیرہ نے اور ابن کمال اور صاحب ملتقی نے دونون مالونکی برابری کا یقین کیا ہے اور شرنبلالیہ مین دونونکی برابری کی ترجیح دی ہے اسطرح کہ جو بات کہ متون اور شروح مین ہے وہ مقدم اور اولی ہے اوس روایت سے جو فتاوی کی کتابونمین ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھم یہہ ستدراک بموقع ہے اسواسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام ماذون ہو جاتا ہے اس فعل کے بعد جسپر سکوت واقع ہوا اور یہہ بزازیہ اور درر کی مغائر ہے اسواسطے کہ بزازیہ اور درر کا موضوع نفس فعل مسکوت عنہ ہے اور یہہ مقتضی فعل اول سکے فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل مسکوت عنہ مین اور اسکی مابعد مین اور اگر مولیٰ کا مال ہوگا تو غلام ماذون ہوگا مابعد مین نہ اوس فعل مسکوت عنہ مین کذا فی الطحطاوی ویشتری ما اراد وسکت السید فماذون خبر المبتداء توجس غلام کو اوسکے مولے نے ملک اجنبی کو بیع کرتے اور جو چاہا اوسکو خرید کرتے دیکھا اور مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون ہے التجارۃ دلالۃ لا نطقاً ہے شارح نے کہا ماذون خبر ہے مبتدا کی اور مبتدا سے فعبد آرہ الا اذا کان المولے قاضیاً اشباہ سکوت مولے کا اذن ہے مگر جبکہ مولے قاضی ہو تو سکوت اذن نہین کذا فی الاشباہ ولکن لا یکون ماذوناً فی بیع ذلک الشیٔ او شرائہ فلا ینفذ علی المولے بیع ذلک المتاع لانہ یلزم ان یصیر ماذوناً قبل ان یصیر ماذوناً وھو باطل لیکن غلام ماذون نہوگا اوس چیز مسکوت عنہ کی بیع یا اوسکی خرید مین تو مولے پر اوس متاع کی بیع نافذ نہوگی اسواسطے کہ لازم آتا ہے کہ غلام ماذون ہوجاوے ماذون ہو جانے سے پہلے اور حالانکہ یہہ باطل ہے قلت لکن قیدہ القہستانی معزیاً للذخیرۃ بالبیع دون الشراء من مال مولاہ ای فیصح فیہ وعلیہ فیفتقر الی الفرق واللہ الموفق مین کہتا ہون لیکن عدم اذن یا عدم نفاذ کو قہستانی نے ذخیرہ سے نقل کرکے مقید کیا ہے بیع کے ساتھہ نہ اوس خرید کے ساتھہ جو مولے کے مال سے ہو یعنی تو اوسمین یہی خرید صحیح ہوگی اور بموجب قید ذخیرہ کے بیع اور شرا کے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑیگی اور حق تعالی توفیق فرق کا بیان کرنیکی ھم زیلعی مین ہے کہ اگر مولے نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا مولے کے دراہم یا دنانیر سے اور اوسکو منع نکیا تو وہ ماذون ہوگیا انتہی تو غلام عقد شخصی مین ماذون ہوگیا حموی نے کہا وجہ فرق یہہ ہے کہ خرید مین مبیع داخل ہو جاتی ہے مولے کی ملک مین تو کچھہ ضرر نہین بخلاف بیع کہ اوسمین زائل ہو جاتی ہے مولے کی ملک سے تو اوس بیع مین سکوت اذن نہوا لیکن اسمین خلل یہہ ہے کہ بیع اور شرا دونون ادخال اور اخراج ہے حلبی نے کہا شاید کہ وجہ فرق وہ ہی جو فقہا نے باب الفضولی مین ذکر کیا ہے کہ شرا اسرع النفاذ ہے بیع سے اور سری الدین نے اس عقد کو موقوف کہا ہی مولی کی اجازت پر یعنی اگر مولے اجازت دیدی تو نافذ ہے اور اگر باطل کردی تو باطل ہے کذا فی الطحطاوی ویثبت صریحاً فلو اذن مطلقاً بلا قید صح کل تجارۃ منہ اجماعاً اور اذن ثابت ہوتا ہی صریحاً تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقاً بدون قید کے تو ہر تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح ہوگی ھم اذن مطلق کی یہہ مثال ہے کہ مولے کہے کہ مین نے تجکو اذن دیا سوداگری کا یا یون کہے کہ اذن دیا سوداگری مین اور چیز معین کے خرید کی قید نہ لگاوے اور نہ کوئی قسم سوداگری کی بیان کی کذا فی المنح اما لو قید فعندنا یعم خلافاً للشافعی اور اگر اذن مین قید لگا دیگا تو ہمارے نزدیک قید معتبر نہوگی اذن عام ثابت ہوگا برخلاف مذہب شافعی کے فیبیع ویشتری ولو بغبن فاحش خلافاً لہما تو عبد ماذون بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شرا غبن فاحش کے ساتھہ ہو برخلاف مذہب صاحبین کہ اونکے نزدیک بیع اور شرا بغبن فاحش عبد ماذون کو جائز نہین ہے ویوکل بہما ویرہن ویرتہن ویعیر الثوب والدابۃ لانہ من عادۃ التجار اور خرید و فروخت مین غیر کو وکیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گرو رکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس رہن رکھے اور کپڑے اور جانور کو عاریت دیوے اسواسطے کہ یہہ سوداگرونکی عادت ہے ویصالح عن قصاص وجب علی عبدہ اور مال دیکر مصالحہ کرے اوس قصاص سے جو واجب ہوا ماذون کے غلام پر ویبیع من مولاہ بمثل القیمۃ واما باقل منہا فلا اور ماذون بیع کرے اپنے مولے سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کمتر کی بیع تو جائز نہین ھم اور بیع اکثر قیمت سے بطریق اولے جائز ہے ویبیع مولاہ منہ بمثل القیمۃ او اقل

اور موسلے عبد ماذون سے بیع کرے برابر قیمت سے یا کمتر سے وللمولی حبس المبیع لقبض ثمنہ من العبد اور موسلے کو جائز ہے روک رکھنا مبیع کا واسطے
ثمن کے لینے کیواسطے عبد ماذون سے ویبطل الثمن خلافًا لما صححہ شارح الجمع معترضًا للمصنف لو سلم المبیع قبل قبضہ لانہ لایجب لہ علی عبدہ
دین فخرج مجانًا حتی لو کان الثمن عرضًا لم یبطل لتعینہ بالعقد وھذا کلہ لو المأذون مدیونًا والا لم یجر بینہما بیع نھایۃ اور ثمن باطل
ہوگا اگر موسلے مبیع کو قبل قبض ثمن تسلیم کرے اسواسطے کہ اسصورت مین ثمن دین ٹھہریگا اور موسلے کا دین اوسکے غلام پر واجب نہین ہوتا تو مبیع مولی کے
ہاتھ سے مفت نکل گئی تو اگر ثمن متاع ہونیکی اور وزنی چیز تو ثمن باطل نہوگا بسبب متعین ہو جانے متاع کے عقد بیع سے اور یہہ سب مذکور یعنے
ماذون کی بیع مولی سے اور مولی کی ماذون سے اوس شرط پر ہے جبکہ ماذون مدیون ہو اور اگر مدیون نہو تو موسلے اور اوسکے غلام مین بیع جائز
نہین کذا فی النہایۃ ھم جب غلام ماذون لوگون کا مدیون ہوا تو اجنبی کی مانند ہوا تو مبایعت دونون جائز ہوگئی اور درصورت عدم دین جو غلام
کے پاس ہے وہ موسلے کا مال ہے تو خرید فروخت اپنی ذات سے لازم آئی ولو باع المولی منہ باکثر حط الزائد او فسخ العقد ای یؤمر السید
بان یفعل واحدًا منہما لحق الغرماء اور اگر موسلے نے کوئی چیز ماذون کے ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کرڈالے یا عقد بیع کو فسخ کرے یعنی
مالک کو امر کیا جائیگا کہ دونون کامون مین سے ایک کام کرے دین والون کے حق کے سبب سے فیما کان من التجارۃ موسلے زائد کو کم کرے یا
بیع فسخ کرے اوس چیز مین جو تجارت کی قسم سے ہو ھم طحطاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم مین نے کتابون مین نہین دیکھا اور شاید کہ یہہ احتراز ہے
اوس مبیع سے جو طعام اور لباس کیواسطے ہو کہ اوسمین فسخ بیع نہین تو اوسکی تنقیح اور تلاش کرنا چاہیے وتقبل الشہادۃ علیہ ای العبد
المأذون بحق ما اور عبد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہوگی ہر ایک حق کی ھم چنانچہ ماذون کی غصب اور استہلاک و ودیعت کی گواہی یا اوسکی
اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسیطرح بیع یا شرا یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم یحضر مولاہ گواہی ماذون پر مقبول ہے اگرچہ اوسکا موسلے
اوسوقت حاضر نہو ولو محجورًا لا تقبل یعنی لا تقبل علی مولاہ بل علیہ فیما نفذ بہ بعد العتق اور اگر غلام محجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہین یعنے
اوسکی موسلے پر مقبول نہین بلکہ غلام محجور پر مقبول ہوگی سو اوسکا مواخذہ ہوگا غلام سے اوسکے آزاد ہونیکے بعد ولو حضرا معًا فان الدعوا ے
باستہلاک مال او غصبہ قضی علی المولی وان باستہلاک ودیعۃ وبضاعۃ علی المحجور تسمع علی العبد وقیل علی المولی اور اگر
مولی اور غلام محجور دونو حاضر ہون تو اگر استہلاک مال یا اوسکے غصب کا دعوی ہو تو موسلے پر حکم ہوگا یعنے مولی سے خطاب ہوگا کہ اوسکو بیچے اور
قرضداران دی اور اگر ودیعت یا بضاعت کے تلف کرڈالنے کا محجور پر دعوی ہو تو غلام پر دعوی مسموع ہوگا یعنی عتق کے بعد اوس سے مواخذہ ہوگا اور
قول ضعیف یہہ ہے کہ موسلے پر مسموع ہوگا ولو شہدوا علی اقرار العبد بحق لم یقض علی المولی مطلقًا وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر گواہ گواہی دین
غلام کی اقرار کرنے پر ساتھ حق کے یعنی غلام نے کسیکے حق کا اقرار کیا ہے تو اوسکے موسلے پر حکم نہوگا مطلقًا خواہ موسلے حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان اسکا
عمادیہ مین ہے ویأخذ الارض اجارۃ ومساقاۃ ومزارعۃ ویشتری بذرًا یزرعہ اور غلام ماذون غیر کی زمین کو بطریق اجارہ اور مساقاۃ اور مزارعت
کے اور وہ بیج خرید کرے جسکو بودے ویؤاجر ویزارع اور ماذون اپنے غلامون کو اور دوکانون اور گھرون کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت
کے کذا فی الطحطاوی ویشارک عنانًا لا مفاوضۃ اور ماذون شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ ولیتأجر ویؤجر ولو نفسہ اور ماذون
اجارہ لے اور اجارہ دے اگرچہ اپنی ذات کا اجارہ ہو ھم ہرچند ایجار نفس ماذون ایجار مطلق سے معلوم ہوچکا تھا لیکن تصریح اسواسطے کر دی کہ اسمین
امام شافعی کا خلاف ہے یعنی اونکے نزدیک غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہین ویقر بودیعۃ وغصب ودین اور ماذون اقرار کرے ودیعت
اور غصب اور دین کا یعنے یہہ اقرار صحیح ہے ولو علیہ دین لغیر زوج وولد ووالد وسید فان اقرارہ لہم بالدین باطل عندہ خلافًا لہما
اور اگر ماذون پر زوجہ اور بیٹے اور باپ اور موسلے کے سوا کسی اور شخص کا دین ہو تو اقرار اوسکا صحیح ہے اسواسطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوجہ اور
بیٹے اور باپ اور مولی کے دین کا باطل ہے امام کے نزدیک برخلاف مذہب صاحبین کے کذا فی الدرر ھم یعنی اگر زوجہ اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو

تو اونکے دین کا اقرار باطل ہے خواہ وہ کسیکا مدیون ہو یا نہو ولو لم یکن صح ان لم یکن مدیونا وھبانیہ اور اگر دین کے سوا کسی اور شئے مقبوض
کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹی یا باپ یا مولے کی ہے تو صحیح ہے اگر ماذون مدیون نہو کذا فی النہایۃ ویھدی طعاما یسیرا بما لا یعد سرفا
ومفادہ انہ لا یھدی من غیر المأکول اصلا ابن کمال وجزم بہ ابن الشحنۃ اور ماذون تھوڑا کم قیمت کہانا تحفہ دی اسطرح پر کہ وہ اسراف اور فضول
خرچے شمار نہو اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ کہانے کے سوا اور چیز اصلا تحفہ نہ دی کذا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا ہی اسپر ابن شحنہ نے ھم ابن
شحنہ نے تحفہ دینا مذکور نہیں کیا بلکہ ضیافت اور تصدق ماکول قلیل کو اوسنے بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی والمحجور لا یھدی شیئا اور غلام محجور کیطرف تحفہ
کسیکو نہ قلیل نہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام وعن الثانی اذا دفع للمحجور قوت یومہ فدعا بعض رفقائہ للاکل معہ فلا بأس بخلاف لو دفع الیہ قوت شہر
اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ جب غلام محجور کو ایک دن کا کہانا دیا گیا سو اوسنے اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کہانے کیواسطے بلایا تو کچھ مضائقہ
نہیں برخلاف اوس صورت کے کہ اگر اوسکو مہینے بہر کا کہانا دیا گیا تو کسی اور شخص کو اپنے ساتھ کہلانا درست نہیں ولا بأس للمرأۃ ان تتصدق من
بیت سیدھا او زوجھا بالیسیر کرغیف ونحوہ ملتقی اور عورت پر کچھ مضایقہ نہیں اسکا کہ اپنے مولے یا اپنے زوج کے گہر سے تہوڑی سی
خیرات کرے چنانچہ ایک روٹی اور مانند اسکے کذا فی الملتقی ھم یعنی بدون اطلاع شوہر تھوڑا صدقہ دینا جائز ہے اسواسطے کہ اسقدر دینے کو منع کرنا
رائج نہیں ولو علم منہ عدم الرضی لم یجز اور اگر اسقدر تصدق دینے کی نارضامندی مولے یا شوہر کی معلوم ہو تو اتنا دینا بہی جائز نہیں ویضیف
من یطعمہ اور ماذون ضیافت کرے اوس شخص کی جو اوسکو کہانا کہلاتا ہے ویتخذ الضیافۃ الیسیرۃ بقدر مالہ اور کم خرچ تہوڑی ضیافت کرے
بقدر اپنے مال کے ھم محمد سے مروی ہے کہ اگر ماذون کے پاس سوداگری کا مال دس ہزار درم ہو تو دس درم ضیافت میں خرچ کرنا قلیل میں داخل ہے
اور اگر مال تجارت دس درم ہو تو ایک دانگ کی بھی ضیافت کثیر ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط ویحط من الثمن لعیب قدر ما یحط التجار اور
ماذون کم کرڈالے ثمن سے مبیع کے عیب کے سبب سے جسقدر سوداگر کم کرڈالتے ہوں یعنی زیادہ کم کرنا درست نہیں ہے ویحابی ویؤجل مجتبی
اور ماذون جنس بیچے اوسکے ثمن سے کمتر اور ثمن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فی المجتبی ھم قاموس میں ہے کہ حبا عبارت ہی عطاء بلا عوض اور بلا
احسان سے اور محاباۃ عبارت ہے نصرت اور اختصاص اور میلان سے انتہی اور یہاں ان معانی سے کوئی مراد نہیں یہان تو مراد جنس کا بیچنا ہے
اوسکے ثمن سے کمتر کے ساتھ تقلیل ثمن اور تاجیل ہو اسطے ماذون کو جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو کبھی اسکی حاجت پڑتی ہے کذا فی الطحطاوی ولا ینکح
الا باذن اور ماذون نکاح نکرے مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ یہ تجارت کے باب سے نہیں ہے اور اسمیں ضرر ہے مولی کا مہر واجب ہوتا ہے
ولا یتسری وان اذن لہ المولی اور تسری یعنی لونڈی کو حرم نہ بناوے اگرچہ مولے نے اوسکو اذن دیا ہو ھم اسواسطے کہ حرم بنانا مالک پر مبنی
ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہیں ولا یزوج رقیقہ وقال ابو یوسف یزوج الامۃ اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نکرے اور
ابو یوسف نے کہا کہ لونڈی کا نکاح کردے ولا یکاتبہ الا ان یجیزہ المولی ولا دین علیہ ولایۃ القبض للمولی اور ماذون مکاتب نکرے
اپنے مملوک کو مگر اسطرح کہ مولے اوسکی اجازت دے اور حالانکہ ماذون پر دین نہوا اور بدل کتابت کے قبض کرنے کی ولایت مولی کیواسطے ثابت ہے
ولا یعتق بمال الا ان یجیزہ الی آخر ما مر اور ماذون مملوک کو بعوض مال کے آزاد نکرے مگر یہ کہ مولے اوسکو جائز رکھے تا آخر شروط مذکورہ یعنی مولی
اجازت دے اور ماذون پر دین نہوا اور ولایت قبض مولے کیواسطے ہے نہ ماذون کیواسطے ولا بغیرہ اور نہ بدون مال کے آزاد کرے ولا
یقرض ولا یھب ولو بعوض اور نہ ماذون قرض دے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو ولا یکفل مطلقا بنفس او مال اور ضامنی
نکرے مطلقا نہ حاضر ضامنی نہ مالی ضامنی ولا یصالح عن قصاص وجب علیہ اور ماذون صلح کرے اوس قصاص سے جو اوسپر واجب ہوا ولا یعفو
عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے ویصالح عن قصاص وجب علی عبدہ خزانۃ الفقہ اور ماذون صلح کرے اوس قصاص سے جو اوسکے
غلام پر واجب ہو کذا فی خزانۃ الفقہ وکل دین وجب علیہ بتجارۃ او بما ھو فی معناھا امثلۃ الاول کبیع وشراء واجارۃ واستیجار وامثالہ

الثانی غرم ودیعة وغصب وامانة جحدها عبارة الدر وغیرها جحدها بالامین فتصبه وعقر وجب بوطی مشتراة بعد الاستحقاق کل ذلک
یتعلق برقبته کدین الاستهلاک والمهر ونفقة الزوجة یباع فیه اور جو دین واجب ہوا ماذون پر اوسکی تجارت کے سبب سے یا اوس سبب سے جو
بمعنی تجارت کے ہے اول کی مثالیں چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور استیجار اور ثانی یعنی جیسے تجارت کی مثالیں چنانچہ ودیعت کا تاوان اور اوس
غصب اور امانت کا تاوان جسکا ماذون انکار کرچکا اور وہ مہر جو واجب ہوا استحقاق کے بعد خریدی لونڈی کے وطی سے ہر ایک دین مذکور متعلق ہے
ماذون کی گردن سے دین استہلاک اور مہر اور نفقہ زوجہ کی مانند ماذون بیچا جاویگا اس دین میں یعنے اوسکو قاضی بیع کریگا شارح نے کہا اور درر کی عبارت
یون ہے وغرم ودیعة وغصب وامانة وغیرہا جحدہا بدون میم کے سو آگاہ رہنا چاہیے مصنف کی عبارت یعنی ضمیر تثنیہ کی ہے تو انکار فقط غصب اور امانت
کو مخصوص ہوا اور درر کی عبارت میں ودیعت اور غصب اور امانت وغیرہا کو شامل ہوگیا ولهم استسعاؤه ایضا یعنی اور دین والون کو ماذون سے
سعی اور کوشش کروانا بھی جائز ہے کذا فی الزیلعی یعنی اوس سے کسب کروانا اور اوسکے کسب سے اپنے دیون کا لینا درست ہے ومفاده ان زوجة العبد اذا
استسعاء لنفقة کل یوم ان یکون لها ذلک ایضا بحر من النفقة اور ثبوت استسعا سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر ماذون کی زوجہ اوس سے محنت مزدوری
کروانا اختیار کرے ہر دن کی خوراک کیواسطے تو اوسکو بھی جائز ہے کذا فی البحر من باب النفقة بحضرة مولاه اونائبه لاحتمال ان یفدیه بخلاف
بیع الکسب فانه لا یحتاج لحضور المولی لان العبد خصم فیه دیون مذکورہ میں ماذون بیچا جاویگا اوسکے مالک کے سامنے یا اوسکے نائب کے روبرو
مالک کے فدیہ دینے کے احتمال سے برخلاف بیع کسب ماذون کہ اوسمین حضور مولے کی حاجت نہیں اسواسطے کہ عبد ماذون صاحب معاملہ ہے اپنے
کسب میں اور اوسکی ذات کی بیع میں اسکا مولے صاحب معاملہ ہے ویقسم ثمنه بالحصص اور ماذون کا ثمن مقسوم ہوگا دین والونمیں حصہ رسد
ویتعلق بکسب حصل قبل الدین او بعده اور دین مذکور متعلق ہوگا ماذون کی کمائی سے خواہ کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد
ویتعلق بما وهب له وان لم یحضره مولاه اور دین مذکور متعلق اوس چیز سے بھی جو ماذون کو ہبہ کی گئی اگرچہ اوسکا مولے حاضر نہو هذا قید الکسب
والاتهاب لکن یشترط حضور العبد لانه الخصم فی کسبه یعنی عدم حضور قید ہے کسب اور ہبہ قبول کرنے کی یعنی کسب اور موہوب کی بیع
میں ادای دین کیواسطے مولے کا حاضر ہونا شرط نہیں لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہے اسواسطے کہ وہ صاحب معاملہ ہے اپنی کمائی میں فتوا انما یبدأ بالکسب
وعند عدمه یستوفی من ثمن رقبته بہر دریافت کرنا چاہیے کہ ادای دین کیواسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہونے کیوقت اوسکی گردن سے
دین ادا کیا جاویگا یعنے ماذون کو بیچکر قلت واما الکسب الحاصل قبل الاذن فحق المولی فله اخذه مطلقا قال شیخنا ومفاده انه لو اکتسب
المحجور شیئا واودعه عند اخر وهلک فی ید المودع للمولی تضمینه لانه کمودع الغاصب فتأمله میں کہتا ہون اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہے اذن
سے پہلے سو وہ مولے کا حق ہے تو مولے کو اوسکا لینا مطلقا جائز ہے خواہ ماذون پر دین ہو یا نہو ہمارے استاد خیرالدین رملی نے کہا کہ مولی
کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر غلام محجور کوئی چیز کسب کرے اور دوسرے شخص کے پاس ودیعت رکھے اور مودع کے ہاتھ میں وہ چیز تلف
ہوجاے تو مولے کو اوس سے تاوان لینا جائز ہے اسواسطے کہ غاصب کے مودع کی مانند ہے سو اوسکو تامل کر ولا یتعلق الدین بما اخذه مولاه منه
قبل الدین دین متعلق نہوگا اوس مال سے جو ماذون کے مولے نے اوس سے لیا دین ہونے سے پہلے اسواسطے کہ اوسنے اپنا خالص حق لیا وطولب
الماذون بما بقی من الدین زائدا عن کسبه وثمنه بعد عتقه ولا یباع ثانیا اور ماذون سے اوس دین کا جو زائد باقی رہگیا ماذون کی کسب اور ثمن سے
مطالبہ ہوگا اوسکے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار وہ نہ بیچا جاویگا دین باقی کی ادا کرنیکے واسطے یعنی اسواسطے کہ اگر اوسکی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی
مشتری اوسکو جانکر خرید نکریگا تو بیع اوسکی ممتنع ہوگی بالکلیہ تو دین والون کا ضرر ہوگا وللمولی اخذ غلة مثله بعد وجود دینه وما زاد للغرماء یعنی لو کان
المولی یاخذ من العبد کل شهر عشرة دراهم مثلا قبل لحوق الدین کان له ان یاخذها بعد لحوقه استحسانا لانه لو منعه منها لحجر علیه فیفسد
باب الاکتساب اور ماذون کے مولے کو مثل ماذون کی کمائی لینا باوجود اوسکی مدیون ہونے کے جائز ہے اور جو اوس سے زیادہ ہو وہ دین والون کا

حق ہے یعنے اگر موسلے غلام بیچنے پر یعنے دس درم مثلاً لیتا ہو قبل لاحق ہونے دین کے تو اوسکو دس درم کا لینا دین لاحق ہونیکے بعد بھی بطریق
استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ موسلے اگر اوسقدر کے لینے سے روکا جائے تو وہ اپنے غلام کو ممنوع التصرف کر دیگا تو کمائی کرنیکا دروازہ ہی بند ہو جائیگا
تو دین والون کا نقصان ہوگا ويصير محجورًا ان علم هو بنفسه او المشتري واكثر اهل سوقه ان كان الاذن شائعا اور عبد ماذون محجور ہو جاویگا موسلے
کے حجر کرنے اور روکدینے سے بشرطیکہ خود ماذون کو اور اوسکے اکثر اہل بازار کو حجر کر دینے کا علم ہو اگر مولی کا اذن مشہور ہو بازاریون مین اذن
کا بعلم اسواسطے شرط ہوا تاکہ ضرر اوس سے دفع ہو ہم یعنی اگر ماذون محجور ہوسکے بدون اوسکی اطلاع کے تو جو کچھ وہ تصرف کریگا بعد حجر کے وہ دین اوسکو
دینا پڑیگا آزاد ہونیکے بعد اپنے خالص مال سے اما اذا لم يعلم به اي بالاذن الا العبد وحده كفى في حجره علمه به فقط ولا يشترط مع ذلك
علم اكثر اهل سوقه لانتفاء الضرر اور جبکہ اذن موسلے کو کوئی نجانتا ہو تنہا غلام کے سوا تو اوسکے محجور کرنے مین فقط اوسیکا علم کفایت کرتا ہی
اور اسکے ساتھ اکثر اہل بازار کا معلوم کرنا شرط نہیں بسبب نہونے ضرر کے وفي البزازية باع عبده المأذون ان لم يكن عليه دين صار محجورا علمه
علم اهل سوقه بيعه ام لا لصحة البيع وان عليه دين لا ما لم يقبضه المشتري لفساد البيع اور بزازیہ مین ہے کہ موسلے نے اپنے عبد ماذون کو بیچا
اگر اوسپر کسیکا دین نہو تو وہ محجور ہوگیا خواہ اہل بازار کو اوسکے بکجانیکا علم ہو یا نہو بسبب صحیح ہونے اوسکی بیع کے اور اگر اوسپر دین ہو تو محجور
نہوگا جبتک کہ اوسکو مشتری اپنے قبضہ مین نلاوے بسبب فاسد ہونے بیع کے ہم بیع فاسد مین قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہی وهل للغرماء فسخه ان في ثمنه
حالة نعم الا اذا كان بالثمن وفاء او ابرأوا العبد او ادى المولى وتمامه في السراجية اور کیا دین والونکو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہی یا نہیں
جواب اوسکا یہہ ہی کہ اگر اونکے دیون بلا مدت کے فی الحال ہون تو ہان فسخ اونکے اختیار مین ہے مگر جبکہ ماذون کے ثمن سے ادای دیون ممکن ہو یا دین
والون نے اوسکو معاف کر دیا ہو یا مولی نے دین ادا کر دیا ہو تو بیع فسخ نہوگی اور پورا بیان اسکا سراجیہ مین ہے ويموت سيده وجنونه مطبقا ولحوقه
وكذا بجنون المأذون ولحوقه ايضا بدار الحرب مرتدا وان لم يعلم احد لانه موت حكما اور ماذون محجور ہو جاتا ہی اپنے مالک کی موت سی اور اوسکے
جنون مطبق ہونے سے اور اوسکے دار الحرب مین لجانے سے مرتد ہوکر اور اسیطرح ماذون کے جنون سے اور اوسکے لاحق ہونے سے دار الحرب مین
مرتد ہوکر اگرچہ لحوق دار الحرب کو کوئی نجانتا ہو اسواسطے کہ وہ حکمی موت ہی ہم محمد بن حسن سے روایت ہی کہ جنون مطبق وہ ہے جو سال بھر رہی یا زیادہ
اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہین کذا في الطحطاوي ويحجر حكما بآبقه وان لم يعلم احد بجنونه ولو عاد منه او افاق من جنونه لم يعد الاذن
في الصحيح زيلعي وقهستاني اور ماذون محجور ہو جاتا ہے حکماً اوسکے بھاگجانے سے اگرچہ کوئی نجانتا ہو مانند مجنون ہو جانے ماذون کے اور اگر وہ پھر آوے
بھاگنے کے بعد یا ہوشمین ہو جائے اپنے جنون سے تو اذن سابق عود نکریگا صحیح قول مین کذا في الزيلعي والقهستاني وباستيلاده اي امته التي ولدت منه
فادعاه كان محجورا لانه مالم يصرح بخلافه اور جاریہ ماذونہ محجورہ ہو جاتی ہے استیلاد سے اسطرح پر کہ جنے موسلے سے بچہ اوسکے ولد کا مولی نے
دعوی کیا تو یہہ استیلاد حجر ہوگا حکماً باعتبار دلالت حال کے جبتک کہ موسلے اوسکے برخلاف کی تصریح نکرے ہم استیلاد اسواسطے حجر حکمی ہوا کہ عادۃً یون
جاری ہے کہ ام ولد پردہ مین رہتی ہی اور مالک اوسکے نکلنے سے اور لوگون کے ساتھ اختلاط کرنے سے خرید و فروخت مین راضی نہین ہوتا تو یہہ دلیل ہی
حجر کی ہان اگر موسلے استیلاد کے بعد تصریح کر دی اذن تجارت کی تو حجر ثابت نہوگا اسواسطے کہ دلالت سے صراحت فوق ہے کذا في الطحطاوي لا تحجر بالتدبير
ماذونہ محجورہ نہین ہوتی تدبیر سے یعنی اسواسطے کہ مدبرہ کو پردہ مین رکھنے کی عادت نہین تو دلیل حجر کی پائی گئی وضمنا قيمتهما فقط للغرماء
لو عليهما دين محيط اور مولی استیلاد اور تدبیر سے ام ولد اور مدبرہ کی فقط قیمت کا تاوان دیگا دین والونکو بشرطیکہ دونون پر دین محیط ہو
ہم فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو اوسکا مطالبہ آزاد ہونیکے بعد ہوگا واقراره مبتدأ بعد حجره ان ما معه امانة او غصب
او دين عليه صحيح خلافا لهما محجور ہونیکے بعد ماذون کا یہہ اقرار کرنا کہ جو اوسکے پاس ہے وہ امانت ہی یا غصب ہی یا اوسپر دین ہی دوسرے شخص کا صحیح ہی
شارح نے کہا اقراره مبتدا ہے اور صحیح اوسکی خبر ہے فيقضيه منه وقالا لا يصح تو دین وغیرہ اوسکے اپنے مال مقبوض سے ادا کرے اور صاحبین نے کہا

کہ اوسکا اقرار مذکور صحیح نہیں اسلئے کہ دینہ بمالہ ورقبتہ لا یملک سیدہ ما معہ اذون کا دین محیط ہوگیا اوسکے مال و جملہ اوسکی ذات کو تو اوسکا مالک اوسکے پاس کے مال کا مالک نہو گا ھم اسواسطے کہ مولی اپنے غلام تاجر کے مال کا اوسوقت مالک ہوتا ہے اوسکا خلیفہ ہو کر جب اوسکی حاجت سے فارغ ہو وارث کی مانند اور جس مال کو دین محیط ہے وہ اوسکی حاجت مین مشغول ہے تو مولی اوسمین خلیفہ نہو گا اور وہ مال اوسکی ملک کا حاصل نہو گا فلم یعتق عبد من کسبہ بتحریر مولاہ وقالا یملکہ فیعتق وعلیہ قیمتہ موسرا او معسرا فلو ان یضمنوا العبد المعتق ویرجع علی المولی ابن کمال تو آزاد نہو گا وہ غلام جو ماذون مدیون کی کمائی سے ہو اوسکے مولے کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولی ماذون کے مال کا مالک ہے تو اوسکے آزاد کرنے سے اوسکا غلام آزاد ہو گا اور مولی پر اوسکی قیمت دینی لازم ہو گی اگر مولے مقدور والا ہو اور اگر تنگدست ہو تو ماذون کے دین والونکو اختیار ہے کہ غلام آزاد سے تاوان لین پھر غلام آزاد مولے سے پھیر لے کذا صرح ابن کمال ولو اشتری ذا رحم محرم من المولی لم یعتق ولو ملکہ لعتق اور اگر ماذون مولے کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہو گا اور اگر مولے ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو اوسکا محرم آزاد ہوجاتا بمجرد خرید کے ھم یہ مسئلہ اور اسکے بعد کا مسئلہ اسپر متفرع ہے کہ مولے کسب ماذون مستغرق بالدین کا مالک نہین ولو اتلف المولی ما فی یدہ من الرقیق ضمن ولو ملکہ لم یضمن افادھما بناء علی ثبوت الملک وعدمہ اور اگر مولے تلف کرڈالے اوسکو جو ماذون کے قبضہ مین غلام ہو تو مولے پر تاوان لازم ہو گا اور اگر مولے اوسکے کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دیتا یہ خلاف مذہب صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے وان لم یحط دینہ بمالہ ورقبتہ صح تحریرہ اجماعا اور اگر ماذون کا دین اوسکے مال اور اوسکی ذات کو محیط نہو تو مولے کا آزاد کرنا ماذون کے غلام کا باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہے وصح اعتاقہ حال کون الماذون مدیونا ولو بمحیط اور صحیح ہے مولے کو آزاد کر دینا ماذون کا ماذون کے مدیون ہونے کی حالت مین اگرچہ دین محیط ہو ھم اعتاق ماذون بالاجماع صحیح ہے خلاف تو فقط ماذون کی کسب مین ہے استغراق دین کیوقت وضمن المولے للغرماء الاقل من دینہ وقیمتہ اور تاوان دے مولی ماذون کے دین والونکو کمتر اوسکے دین اور قیمت سے ھم یعنی اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان دیگا اسواسطے کہ اونکا حق نہین مگر دین مین اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ اونکا دین متعلق ہے اوسکی ذات سے اور ذات کو اوسکی تلف کر دیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر وان شاءوا اتبعوا العبد بکل دینھم و باتباع احدھما لا یبرأ الآخر فھما ککفیل مع مکفول عنہ اور اگر دین والے چاہین تو غلام آزاد کا پیچھا کرین اپنے تمام دین کیواسطے اور مولے اور غلام آزاد مین ایک کے پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہو گا تو مولے اور اوسکا غلام کفیل یعنی ضامن کی مانند ہے مکفول عنہ کے ساتھ ھم یعنی جسطرح کفیل کے مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہین ہوتا اور مکفول عنہ کے مواخذہ سے کفیل بری الذمہ نہین ہو جاتا وطولب بما بقی من دینھم اذا لو تفت بہ قیمتہ بعد عتقہ لتقررہ فی ذمتہ اور جو اونکا دین باقی رہگیا اوسکا مطالبہ ہو گا ماذون کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہو جانے دین کے اوسکی ذمہ پر مطالبہ اوسوقت ہو گا جبکہ اوسکی قیمت ادای دین کیواسطے کفایت نکریگی وصح تدبیرہ ولا یجب ویخیر الغرماء کعتقہ الا ان من اختار احد الشیئین لیس لہ الرجوع شرح تکملہ اور صحیح ہے ماذون کو مدبر کرنا اور تدبیر سے وہ محجور التصرف نہو گا اور دین والون کو اختیار ہو گا تضمین مولے اور استسعار ماذون مین اوسکے عتق کی مانند مگر عتق اور تدبیر مین اتنا فرق ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کریگا اوسکا پھرنا درست نہین کذا فی شرح التکملہ ھم یعنی اگر دین والے مولی سے غلام کی قیمت کا تاوان لین تو وہ غلام سے مطالبہ نہین کر سکتے اوسکے آزاد ہونے تک اور وہ ماذون بنا رہیگا بحال سابق اور اگر غلام سے سعی کراوین تو اوسکی محنت مزدوری سے اپنے دیون لین اور وہ بطور سابق ماذون بنا رہیگا کذا فی الطحطاوی وفی الھدایۃ ولو کان الماذون مدبرا او ام ولد لم یضمن قیمتھما لان حق الغرماء لم یتعلق برقبتھما لانھما لا یباعان بالدین اور ہدایہ مین ہے اور اگر ماذون مدبر یا ام ولد ہو تو اونکی قیمت کا تاوان مولی پر لازم نہو گا اسواسطے کہ دین والون کا حق اونکی گردن سے متعلق نہین ہوا کیونکہ ام ولد اور مدبر کی دین مین بیع نہین ہوتی ھم یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولے نے ماذون کر کے اوسنے دوسرے لوگون کا دین لازم ہو پھر اونکو مولے آزاد کر دے تو مولے پر

تاوان قیمت لازم نہوگا ولو اعتقہ المولی باذن الغرماء فلہم تضمین مولاہ زیلعی اور اگر ماذون کو مولے نے دین والون کے اذن سے آزاد کر دیا تو
اونکو اوسکے مالک سے تاوان لینا جائز ہے کذا فی الزیلعی هم یہ مسئلہ عتاق سے متعلق ہے نہ مسئلہ عبرت سے والماذون ان باعہ سیدہ باقل من
الدیون وغیبہ المشتری قید بہ لان الغرماء اذا قدروا علی العبد کان لہم فسخ البیع کما مر ضمن الغرماء البائع قیمتہ لتعدیہ اور ماذون کو
اوسکے مالک نے دیون سے کمتر کو بیچا اور مشتری نے اوسکو غائب کر ڈالا تو دین والے بیچنے والے مالک سے اوسکی قیمت کا تاوان لین بسبب تعدی
مالک کے مصنف نے غائب کر ڈالنے کی قید اسواسطے لگائی کہ دین والے جب غلام پر قادر ہونگے تو انکو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ گذر گیا فان رد العبد علیہ
بعیب قبل القبض مطلقا او بخیار رؤیۃ او شرط او بعدہ بقضاء رجع السید بالقیمۃ علی الغرماء وعاد حقہم فی العبد لزوال المانع سو اگر غلام پھیر
دیا جاوے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقاً خواہ رضا سے یا بے رضا سے یا پھیرا جاوے بخیار الرؤیۃ یا خیار الشرط سے یا قبض کے بعد
بحکم قاضی پھیرا جاوے تو مالک اوسکی قیمت پھیر لے دین والون سے اور دین والون کا حق غلام مذکور مین پھر ثابت ہوگا بسبب ہوجانے مانع کے هم
یعنی تاوان مولی کا سبب زائل ہوگیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی المنح وان رد بعد القبض لا بقضاء فلا سبیل لہم علی العبد ولا للمولی علی القیمۃ لان
الرد بالتراضی اقالۃ وہی بیع فی حق غیرہما اور اگر غلام پھیر دیا گیا قبض مشتری کے بعد بلا حکم قاضی تو دین والون کیواسطے کوئی راہ نہین
غلام پر نہ رد بیع کی نہ استسعا کی اور نہ مولی کیواسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولے نے جو دین والون کو قیمت دی تہی اوسکا استرداد نہین ہو سکتا
اسواسطے کہ رد بیع تراضی سے درحقیقت اقالہ ہے بیع کا اور اقالہ بیع ہے غیر عاقدین کے حق مین یعنی غلام کے حق مین کذا فی الطحطاوی وان بقی شیء من دینہم
رجعوا بہ علی العبد بعد الحریۃ کما مر اور اگر بعد ضمان مولے دین والون کے دین سے کچھ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اوسکو پھر لین اوسکی
آزادی کے بعد چنانچہ مذکور ہوچکا او ضمنوا مشتریہ عطف علی البائع ای ان شاؤا ضمنوا المشتری ورجع المشتری بالثمن علی البائع
یا دین والے تاوان لین عبد متغیب کی مشتری سے یعنی اگر چاہین تو مشتری سے تاوان لین اور مشتری اوسکا ثمن بائع سے پھیر لے شارح نے کہا
قولہ او ضمنوا مشتریہ بائع پر عطف ہے هم طحطاوی نے کہا یون کہنا شارح کو بہتر تہا کہ ضمن الغرماء پر عطف ہے او اجازوا البیع واخذوا الثمن
لا قیمۃ العبد یا دین والے بیع کو جائز رکہین اور اوسکا ثمن لین نہ قیمت غلام کی هم زیلعی مین ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین والون کو تین
چیزون مین اختیار ہے چاہین بیع کو جائز رکہین اور چاہین بائع سے تاوان لین چاہین مشتری سے اور جس سے تاوان لینا اختیار کرینگے تو دوسرا
بری الذمہ ہوجائیگا وان باعہ السید معلما بدینہ یعنی مقرا بہ لا منکرا کما سیجیء لتحقق المخاصمۃ ویسقط خیار المشتری للغرماء اور اگر ماذون
کو اوسکے مالک نے بیچا اوسکا دین جتا کر یعنی مقر دین ہوکر نہ منکر ہوکر چنانچہ انکار کا مسئلہ عنقریب آویگا اعلام دین کی اسواسطے قید لگائی تا مخاصمت
مشتری کی ثابت ہو اور خیار مشتری کا ساقط ہو هم قولہ مقرا بہ تفسیر ما قبل کی صلاحیت نہین رکہتا تو یون کہنا شارح کو بہتر تہا واقر المشتری بہ
تا احتراز واقع ہوتا اوس صورت سے جبکہ مشتری دین کا منکر ہو یا بائع کی غیبت مین تو اس حالت مین وہ مخاصم نہ ٹھہرے گا کذا فی الطحطاوی
فللغرماء رد البیع یعنی اگر مالک نے دین جتا کر بیع کی اور مشتری دین کا مقر ہے تو دین والونکو رد بیع مین اختیار ہے ان لم یصل ثمنہ الیہم
لان قبضہم الثمن دلیل الرضی بالبیع رد بیع مین اختیار ہے بشرطیکہ دین والونکو اوسکا ثمن نہ پہنچا ہو اسواسطے کہ اونکا ثمن قبض کرنا بیع کی
رضامندی کی دلیل ہے الا اذا کان فیہ محاباۃ قبض ثمن رضامندی کی دلیل ہے مگر جبکہ ثمن مین محاباۃ ہو یعنی ثمن قیمت سے کمتر ہو هم یعنی اگر
ثمن قیمت سے کمتر ہوگا تو دین والونکو رد بیع جائز ہے اگرچہ ثمن قبض کرچکے ہون اسواسطے کہ وہ کہینگے کہ ہمنے ثمن اس خیال سے قبض کیا تہا کہ
وہ قیمت سے کم نہین ہے اور اسکا محل وہ ہے جبکہ ثمن اونکے دین کو کفایت نکرے اور اگر کفایت کریگا تو بیع نافذ ہوگی اگرچہ اوسمین محاباۃ ہو اسواسطے
کہ اوسمین مالک کا نقصان ہے نہ دین والون کا کذا فی الطحطاوی فان ردوا ای نقض البیع ابن کمال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو تو انکو پھیرا یا
جسکے بیع منقوض ہو کذا ذکرہ ابن کمال وقال المصنف ہذا اذا کان الدین حالا وکان البیع بلا طلب الغرماء والثمن لا یفی بدینہم ولا تا البیع

نافذ لزوال المانع اور مصنف نے شرح مین کہا کہ یہہ یعنی قرض والون کو رد بیع کا اختیار اوسوقت ہے جبکہ اونکا قرض بلا مدت ہوا اور بیع انکی
خواہش سے نہوا ورثمن غلام کا اونکے ادائی دین کے واسطے کفایت نکرتا ہوا ورنہین تو بیع نافذ ہوگی زوال مانع کے سبب سے یعنی اگر دین موجل ہو یا
بیع انکی خواہش سے ہو یا ثمن ادائی دین مین کافی ہوا تو انکو فسخ بیع کا اختیار نرہیگا اسواسطے کہ مانع نفاذ بیع اونکا حق تھا سو تینون صورتون مین [illegible]
ہوگیا وان غاب البائع وقد قبضه المشتری فالمشتری لیس بخصم لهم لو منکرا دینه خلافا للثانی ولو مقرا فخصم تمام اور اگر
بائع ماذون کا غائب ہوا ور مشتری اوسپر قبضہ کرچکا ہو تو مشتری دین والون کا خصم نہین اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونیکا منکر ہو برخلاف
مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ٹھہرا اور اگر مشتری دین کا مقر ہو تو وہ خصم ہے چنانچہ گذر گیا ولو بقلبه بان غاب المشتری والبائع حاضر
فالحکم کذلک ای لاخصومة اجماعا حتی یحضر المشتری لکن لهم تضمین البائع قیمته او اجازة البیع واخذ الثمن اور اگر اسکا الٹا
ہو یعنے مشتری غائب ہوا اور بائع حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے یعنے خصومت نہین بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والونکو انکی
قیمت کا تاوان لینا یا بیع کو جائز رکھنا اور اوسکا ثمن لینا درست ہے عبد قدم مصرا وقال انا عبد فلان ماذون فی التجارة فباع
واشتری فهو ماذون وحینئذ لزمه کل شئ من التجارة ایک غلام شہر مین آیا اور بولا کہ مین فلانے کا غلام ماذون فی التجارة ہون
اور اوسنے بیع اور شرا کی تو وہ ماذون ہے اور اوسوقت مین اوسکو ہر چیز تجارت کی لازم ہوگی ھم یہہ استحسان ہے اسواسطے کہ یہہ خبر ہی معاملات مین
اور ایک شخص کی خبر معاملات مین مقبول ہے وکذا الحکم لو اشتری العبد بایع ساکتا عن اذنه وحجره کان ماذونا استحسانا للضرورة
التعامل وامر المسلم محمول علی الصلاح فیحمل علیه ضرورة شرح الجامع ومفاده تقیید المسئلة بالمسلم ابن کمال اور
اسیطرح کا حکم ہے اگر غلام نے خرید فروخت کی اپنے ماذون اور محجور ہونے سے ساکت ہو کر تو وہ غلام ماذون ٹھہریگا استحسان کی راہ سے بسبب ضرورت
تعامل کے اور مسلمان کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہے تو اوسکی خرید فروخت ماذون ہونے پر محمول ہوگی کذا فی شرح الجامع اور تعلیل مذکور سے مستفاد ہے
قید لگانا مسئلہ کا مسلم کے ساتھ کذا ذکرہ ابن کمال یعنے خرید فروخت بلا بیان اذن اور حجر کے اوسوقت ماذون ہونے پر محمول ہوگی جبکہ غلام مسلمان ہے
اور اگر غلام کافر ہو تو ماذون ہونا اوسکا ثابت نہوگا ولکن لایباع لدینه اذ المرء کسبه الا اذا اقر مولاه به ای بالاذن او اثبته
الغرماء بالبینة ولیکن غلام مذکور اپنے دین مین بیچا نجاویگا جبکہ اوسکا کسب ادائی دین کیواسطے کافی نہوگا مگر جبکہ اوسکا مولے اذن کا اقرار کرے
یا دین والے اذن کو گواہون سے ثابت کرے وتصرف الصبی والمعتوه الذی یعقل البیع والشراء ان کان نافعا محضا کالاسلام والاتهاب
صح بلا اذن اور جو صغیر اور معتوہ کہ بیع اور شرا کو سمجھتا بوجھتا ہے اوسکا تصرف اگر نافع محض ہے چنانچہ مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا
اذن ولی کے وان ضارا کالطلاق والعتاق والصدقة والقرض لا وان اذن به ولیهما اور اگر تصرف نصرت رسان ہو چنانچہ طلاق
اور عتاق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہین اگرچہ اس تصرف کا صغیر اور معتوہ کے ولی نے اذن دیا ہو ھم ضرر سے دنیوی ضرر مراد ہے اگرچہ
اوسمین آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا وما تردد من العقود بین نفع وضرر کالبیع والشراء توقف علی الاذن حتی لو بلغ
فاجازه نفذ اور عقود مین سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان مین دائر اور محتمل ہو چنانچہ بیع اور شرا تو وہ ولی کے اذن پر موقوف ہے
تو اگر صغیر بالغ ہوجاوے اور اوس عقد کو جائز رکھے تو نافذ ہوگی ھم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجای حتی لو بلغ کے ولو بلغ کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے
کہ تفریع کی کوئی وجہ نہین فان اذن لهما الولی فهما فی شراء وبیع کعبد ماذون فی کل احکامه اور اگر صغیر اور معتوہ کو ولی نے اذن دیا تجارت
کا تو وہ دونون خرید فروخت مین عبد ماذون کی مانند ہین ماذون کے سارے احکام مین ھم منجملہ احکام مذکورہ یہہ ہے کہ اذن تجارت کا ایک
قسم کے ساتھ مقید نرہیگا اور مخصوص بزمان نہوگا اور اگر صغیر اور معتوہ کو اونکا ولی خرید کرتے دیکھکر سکوت کریگا تو یہہ سکوت بجای اذن ہوگا وغیرہ
ذلک من احکام الماذون والشرط لصحة الاذن ان یعقل البیع سالبا للملک عن البائع والشراء جالبا له زاد الزیلعی وان

یتغابن الناس فی مثلہ ویجوز بالغبن الیسیر دون الفاحش وهو ظاهر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہہ ہو کہ صغیر اور معتوہ اتنا بوجہتے ہون کہ بیع ملک کی سلب کرنی
والی ہے بائع سے اور خرید ملک کی کہینچ لانیوالی ہے مشتری کیو اسطی زیلعی نے اسقدر زیادہ بیان کیا ہو اور یہہ شرط ہے کہ صغیر یا معتوہ خرید فروخت سی نفع
حاصل کرنیکا ارادہ جانتا ہو اور نقصان قلیل کو نقصان کثیر سے ممتاز کرتا ہو اور یہہ قول ظاہر ہے ووليّه ابوه ثم وصيّه بعد موته ثم وصيّ وصيّه
كما في القهستاني عن العمادية اور صغیر یا معتوہ کا ولی اوسکا باپ ہی پہر اوسکا وصی اوسکی موت کے بعد پہر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی مین ہے
عماد یہ سی ثم بعدهم جدّه الصحيح وان علا ثم وصيّه ثم وصيّ وصيّه قهستاني زاد القهستاني والزيلعي ثم الوالي بالطريق الاولى پہر ان تینون کے
بعد جد صحیح اوسکا ولی ہے اگرچہ جد عالی ہو یعنی پردادا سردادا پہر اوسکا وصی پہر اوسکے وصی کا وصی کذا فی القہستانی قہستانی اور زیلعی نے اتنا
زیادہ کہا ہی پہر والی یعنی حاکم ولی ہے بطریق اولے ہم قہستانی اور زیلعی نے والی کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہے اور مراد وہ والی ہی جسکی ولایت مین قضا ہی
تو جو حاکم کہ قاضی نہین اوسکا اذن جائز نہین کذا فی الطحطاوی ثم القاضي او وصيّه ايّهما تصرّف يصحّ فلذا لم يقل ثمّ ثمّ پہر قاضی یا اوسکا وصی ولی ہے
قاضی اور اوسکا وصی جو کوئی ان دونون مین سے تصرف کریگا تو صحیح ہوگا سو اسیواسطی مصنف نے لفظ ثم نہ کہا یعنی یون نہ کہا کہ ثم وصیّہ کیونکہ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہی اور
قاضی اور اوسکے وصی کے تصرف مین ترتیب نہین دون الأمّ (ودون) وصيّها هذا في المال بخلاف النكاح كما مرّ بہ نہ مان یا اوسکا وصی یعنی ماں صغیر کی یا اوسکا وصی صغیر کا
ولی نہین یہہ تفصیل ولایت کی مال مین ہے بخلاف نکاح کی ولایت کو چنانچہ کتاب النکاح مین گذر گیا ہم اور ماں کی مانند چچا اور بہائی اور کوتوال شہر اور بہن اور عمہ اور خالہ صغیر
کی ولی نہین کذا فی الطحطاوی رأى القاضي الصبيّ والمعتوه او عبدهما يبيع ويشتري فسكت لا يكون سكوته اذنا في التجارة
قاضی نے صغیر یا معتوہ یا دونون کے غلام کو دیکہا بیع کرتے اور خرید کرتے پہر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہوگا عبد قاضی کا
مسئلہ سابق مذکور ہو چکا والقاضي له ان يأذن لليتيم والمعتوه اذا لم يكن له ولي لعبدهما اذا كان لكلّ واحد منهما من الصبي والمعتوه وليّ
وامتنع الولي من الاذن عند طلب ذلك منه اى من القاضي زيلعي اور قاضی کو جائز ہے کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنیکا اذن دے جبکہ یتیم یا معتوہ کا
کوئی ولی نہو اور یتیم اور معتوہ کے غلام کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہے جبکہ صغیر اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور ولی اذن دینے سے انکار کرے
جس صورت مین کہ اذن مطلوب ہو قاضی سے کذا فی الزیلعی ہم یہہ ترکیب مصنف کی مختل ہی بہتر یون تہا کہ اذا کان کے مقام پر او ان ہوتا فتاوی عالمگیری
مین ہے کہ اگر صغیر یا معتوہ کا باپ یا اوسکا وصی یا دادا ہو پہر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہوا سو اوسنے اذن
دیا اور اوسکا باپ منع کرتا تہا تو قاضی کا اذن جائز ہے اگرچہ قاضی کی ولایت متاخر ہے باپ کی ولایت سے چنانچہ محیط مین ہی اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام
کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر کا باپ زندہ ہے اور اذن کو مکروہ جانتا ہو تو جائز ہے چنانچہ مغنی مین ہی انتہے مختصرا اور طلب اذن قید نہین چنانچہ صاحب محیط کے قول
سے معلوم ہوتا ہی اور وہبانیہ کے اول بیت سے نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی قلت وفي البرجندي عن الخزانة لو ابى ابوه او وصيّه صحّ اذن القاضي
لكن ذا دشا رح الوهبانية ولا يحجر بعد ذلك اصلا لانه حكم لا يحجره قاض اخر فقدبرہ مین کہتا ہون اور برجندی مین خزانہ سے منقول ہے اگر صغیر کا باپ یا
اوسکا وصی اذن سے انکار کرے تو قاضی کا اذن اوسکے واسطی صحیح ہے شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کہا اور اسکے بعد صغیر اصلا محجور نہوگا اسواسطے کہ
قاضی کا اذن حکم ہے اور حکم ذریع نہین ہوتا اگرچہ دوسرے قاضی کے روک دینے سے سو اسکو غور کر **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے لو اقرّ الانسان بما معه من كسب
او ارث صحّ على الظاهر كماذون درر اگر صغیر اور معتوہ اقرار کرین کسی آدمی کیواسطے اوس مال کا جو دونون کے پاس ہے کمائی سے یا میراث سے تو اقرار
اونکا صحیح ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے غلام ماذون کے اقرار کی مانند کذا فی الدرر ہم یعنی اگر یون اقرار کرین کہ جو مال ہمکو میراث مین ملا ہے وہ درحقیقت
فلانے شخص کا ہی تو یہہ اقرار صحیح ہے اور غیر ظاہر الروایۃ کلیہ قول ہے کہ کسب مین اقرار صحیح ہے میراث مین صحیح نہین الماذون لا يكون ماذونا قبل العلم به
الا في مسئلة ما اذا قال بايعوا عبدي فاني اذنت له فبايعوا وهو لا يعلم بذلك صار ماذونا بخلاف قوله بايعوا ابني الصغير ماذون ماذون نہین ہوتا
اذن کے دریافت ہونے سے پہلے مگر اس مسئلہ مین جب کہ مولی نے کہا کہ خرید فروخت کرو میرے غلام سے کہ مین نے اوسکو اذن دیا ہے لوگون نے

اوس سے خرید فروخت کی اور حالانکہ غلام اِس اذن دینے کو نہین جانتا تو وہ ماذون ٹھہر جائیگا برخلاف اِس قول کے کہ باپ نے کہا لوگون سے کہ میرے فرزند صغیر سے
خرید فروخت کرو ہم اذون غلام مین دو روایتین ہین ایک روایت مین قبل علم ماذون ہوجاتا ہی آور دوسری روایت مین ماذون نہین ہوتا اور اِسیطرح صغیر مین دونو
روایتین مذکور ہین چنانچہ تنویر الاذہان سے معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی لا یصح الاذن للآبق والمغصوب المجحود ولا بینۃ اذن صحیح نہین غلام گریختہ
کیواسطے اور نہ اوس غلام مغصوب کیواسطے جسکا غاصب غصب کرنے سے منکر ہے اور مالک کے گواہ نہین ہم اور اگر مالک کے پاس گواہ ہون اور غصب کی
گواہی دین تو اذن صحیح ہوگا ولا یصیر محجورا بهما علی الصحیح اشباہ اور غلام ماذون محجور نہین ہوجاتا بھاگجانے اور مغصوب ہوجانے سے بقول صحیح کذا فی الاشباہ
وفی الوہبانیۃ سہ ولو اذن القاضی لطفل قد ابی ٭ ابوہ یصح الاذن منہ فیتجر اور وہبانیہ مین ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ اوسکا
باپ انکار کرتا ہے تو اذن صحیح ہے قاضی کیجانب سے سو صغیر تجارت کرے سہ وضمن بعقو الصغیر بعقده تحلیفه یفتی به حیث ینکر اور ابو یوسف نے تاوان
لازم کہا ہے صغیر پر استہلاک ودیعت مین اور صغیر کی قسم لینے پر فتوی دیا گیا ہے جبکہ وہ منکر ہو ہم یعنی اگر صغیر محجور نے ودیعت تلف کر ڈالی تو ابو یوسف کے
نزدیک اوسپر ضمان ہی اور طرفین کے نزدیک ضمان نہین اور اگر ودیعت خود تلف ہوگئی تو بالاتفاق تاوان نہین اور اگر ماذون ہو قبض ودیعت یا تجارت مین یا
مکاتب ہو اور ودیعت تلف کرڈالے تو اوسپر اوسکا تاوان ہی اور اگر صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعوی ہو اور وہ انکار کرتا ہو تو اوسکی تحلیف مین اختلاف ہی کتاب الاقرار
مین مذکور ہی کہ تحلیف پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر سہ ولو رهن المحجور او باع او شری ٭ وجوز المولی فما یتغیر لتوقف تصرف المحجور
علی الاجازۃ اور اگر محجور نے رہن رکھا یا بیع اور شرا کی اور مولے نے اوسکو جائز رکھا تو رہن وغیرہ تغیر پذیر نہین بسبب موقوف ہونے تصرف محجور کی اجازت
پر ہم خواہ محجور غلام ہو یا صغیر عاقل فلو لم یجز بل اذن له فی التجارۃ فاجازها العبد جاز استحسانا ولو لم یاذن له فاعتقه فاجازها لم تصح اجازته سو اگر مولے
نے عقود مذکورہ کو جائز نرکھا بلکہ محجور کو تجارت کا اذن دیا سو عبد ماذون نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو جائز ہے استحسان کی راہ سے اور اگر اوسکو اذن تجارت
کا نہ دیا سو اوسکو آزاد کردیا بعد آزادی عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو اوسکی اجازت صحیح نہین قال وکذا الصبی الممیز مصنف وہبانیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر ممیز کا جو بیع
اور شرا کو بوجھتا ہو قلت ولا یخفی ان ما هو تبرع ابتداء اعتضاد فلا یصح باذن ولی الصغیر کالقرض مین کہتا ہون اور یہہ بات مخفی نہین کہ جو عقد کہ ابتدا مین
احسان بلا بدل ہے وہ منتہی تو امر صغیر ولی صغیر کے اذن سے صحیح نہوگا چنانچہ قرض ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ منجملہ تصرفات موقوفہ قرض ہے اور قرض محض
محض ہی تو نافذ نہوگا اگرچہ ولی اجازت دے حلبی نے کہا یہہ اعتراض ہے اوسپر جو وہبانیہ مین مذکور نہین اور نہ اوس سے مفہوم ہی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العلیم

کتاب الغصب

یہہ کتاب ہی غصب کے احکام مین هو لغۃ اخذ الشیء مالا او غیرہ کالحر علی وجہ التغلب غصب بفتح غین معجمہ وسکون صاد
مہملہ لغت مین عبارت ہی چیز کے لینے سے بطریق زبردستی کے خواہ وہ چیز مال ہو یا مال نہو چنانچہ شخص آزاد کا پکڑ لینا وشرعا ازالۃ ید محقۃ ولو حکما کجحود
لما اخذہ قبل ان یحول له اور اصطلاح شرع مین غصب عبارت ہی قبض محق کے زائل کردینے سے اگرچہ ازالہ قبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودع کا انکار کرنا
نقل مکان سے پہلے اوس ودیعت کا جسکو اوسنے مالک سے لیا تھا ہم قبضہ مودع بالفتح کا بعینہ قبضہ ہے مودع بالکسر کا انکار کرنے سے پہلے پھر جب
اوسنے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہوگیا حکما باثبات ید مبطلۃ غصب عبارت ہی ازالہ مذکورہ سی قبض مبطل کے اثبات کے ساتھہ یعنی
حقدار کا قبضہ دور کردینا اور ناحق قبضہ کرلینا یہ حقیقت ہی غصب کی ہم بعضون کے نزدیک غصب عبارت ہی فقط ازالہ ید محقہ سے نہ اثبات ید مبطلہ سے
ولہذا اگر ایک آدمی کے ہاتھہ مین موتی ہو اور دوسرا آدمی اوسپر ہاتھہ مارے اور موتی دریا مین گرپڑے تو تاوان لازم ہی حالانکہ اثبات قبض یہان نہین
ہے اور اکثر فقہا کے کلام سے ظاہر ہے کہ ازالہ قبض کے ساتھہ اثبات قبض بھی ضرور ہی اور تحقیق یہہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک غصب جو تاوان کا
موجب ہو تو اوسمین فقط ازالہ شرط ہے اور دوسری قسم وہ ہی جو پھیر دینے کا موجب ہی تو اوسمین اثبات قبض بھی شرط ہے واعتبر الشافعی اثبات
الید فقط فالثمرۃ فی الزوائد فثمرۃ بستان مغصوب لا تضمن عندنا خلافا له در اور امام شافعی نے غصب کی تعریف مین فقط اثبات قبض
کا اعتبار کیا ہے اور ثمرہ اختلاف کا مغصوب کی زائد چیزون مین ہے تو باغ مغصوب کا پھل ہمارے نزدیک مضمون نہین برخلاف امام شافعی کے

کذا فی الدر یعنی اگر سیل عاصف کرڈالے تو اوسپر تاوان ہمارے نزدیک نہین ہے بسبب عدم ازالہ کے اور اونکے نزدیک تاوان ہے اثبات ید کے سبب سے اور اگر مالک زوائد کو طلب کرے تو
بالاجماع تاوان ہے کذا فی الطحطاوی فی مال فلا یتحقق فی میتۃ و حر ازالہ اور اثبات ہو مال مین تو غصب ثابت نہین ہوتا مردار اور شخص آزاد مین اسواسطے کہ وہ مال نہین متقوم
ای مباح شرعا قہستانی فلا یتحقق فی خمر مسلم ازالہ اور اثبات ہو مال متقوم مین یعنی جو شریعت مین مباح ہو کذا فی القہستانی تو غصب ثابت نہین ہوتا مسلمان کے شراب مین اسلئے کہ شراب مسلمان کے حق
مین مباح الاستعمال نہین محترم فلا یتحقق فی مال حربی ازالہ اور اثبات ہو مال محترم مین تو غصب ثابت نہین ہوتا کافر حربی کے مال مین اسواسطے کہ اوسکا
مال محترم نہین قابل للنقل فلا یتحقق فی العقار خلافا لمحمد مال مذکور قابل ہو نقل کرنے کے تو غصب ثابت نہین ہوتا زمین وغیرہ غیر منقول مین برخلاف
محمد کے ہم غیر وقف مین شیخین کا قول صحیح ہے اور وقف مین محمد کا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی بغیر اذن مالکہ احترز بہ عن الودیعۃ والعاریۃ واعلم ان
الموقوف مضمون بالاتلاف مع انہ لیس بمملوک اصلا صرح بہ فی البدائع فلو قال بلا اذن من لہ الاذن کما فعل ابن کمال لکان اولی
ازالہ اور اثبات ہو مال مذکور مین اوسکے مالک کے بلا اذن مصنف نے یہ قید لگاکر ودیعت سے احتراز کیا یعنی ودیعت اور اسیطرح عاریت مین ہرچند ازالہ ید محقق
ہے مال متقوم محترم قابل النقل سے لیکن چونکہ باذن مالک ہی لہذا غصب مین داخل نہین اور یہہ معلوم کر کہ مال موقوف لازم الضمان ہے تلف کر ڈالنے سے
باوجودیکہ وہ اصلا کسیکا مملوک نہین تصریح کی ہے اسکی بدائع مین تو اگر مصنف یون کہتا کہ ازالہ قبض ہو بدون اذن اوس شخص کے جسکو اذن کا اختیار ہے
چنانچہ مالک یا متولی وقف جیساکہ ابن کمال نے کہا ہی تو البتہ خوب ہوتا یعنے اسواسطے کہ وقف کو بھی غصب شامل ہو جاتا لا بخفیۃ احترز بہ عن السرقۃ وفی کلام ابن
الکمال کلام ازالہ اور اثبات ہونا بطریق خفیہ کے مصنف نے یہ قید لگائی تا سرقہ نکلجائے غصب سے اور اسمین ابن کمال کا کچھ کلام ہے حاصل کلام ابن کمال
یہہ ہی کہ سرقہ کا حدود مین داخل ہونا اوسکو داخل ہونیکا غصب مین منافی نہین سو سرقہ غصب مین داخل ہے باعتبار اپنی اصل کے اور حدود مین باعتبار
بعض خصوصیات کے داخل ہے چنانچہ بیع الفضولی غصب ہی اور حالانکہ کتاب البیوع مین مذکور ہے بعض خصوصیات کی بیع کے سبب سے اور جبکہ یہ بات
معلوم ہوا اوسمین لاعلی سبیل الخفیہ کی قید لگائی تا سرقہ غصب سے نکلجائے فاستخدام العبد وتحمیل الدابۃ غصب لا ذا التحریک المالک تو خدمت لینا
غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجہ لادنا غصب ہی بسبب دور کر دینے قبض مالک کے یعنی اور اثبات قبض ناحق کے ہم غلام مشترک سے خدمت
لینا بدون اذن شریک کے اسکے غصب ہونے مین اختلاف ہی مگر قول راجح لزوم تاوان کا ہے اور مشترک جانور پر سوار ہونا بدون اذن شریک کے
تاوان کا موجب ہے بالاتفاق چنانچہ قہستانی کے کلام سے نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولا جلوسہ علی بساط لعدم ازالتہا فلا یضمن
ما لم یتلف بفعلہ غصب نہین بیٹھنا اوسکا غیر کے فرش پر بسبب زائل کرنے قبض مالک کے تو حاصل ہے پر تاوان لازم نہوگا جبتک فرش تلف ہو جا
اوسکے فعل کے سبب سے ہم اسواسطے کہ فرش بچھانا مالک کا فعل ہے تو فقط جلوس سے اوسکا ازالہ نہین ہوتا بدون نقل اور تحویل کے وکذا لو دخل
دار انسان واخذ متاعہ جحدہ فہو ضامن وان لم یحولہ ولو جحد لا یضمن ما لم یہلک بفعلہ او یخرجہ من الدار خانیہ اسیطرح اگر کوئی شخص ایک
آدمی کے گھر مین داخل ہوا اور کچھ اسباب لیا اور منکر ہو گیا تو اوسپر تاوان ہے اور اگر اوسنے اسباب گھر سے باہر نکالا اور اونکے لینے کا انکار کیا
تو تاوان نہین جبتک وہ چیز ہلاک نہو جائے اوسکے فعل کے سبب سے یا اوسکو گھر سے نکال لیجائے کذا فی الخانیہ یعنی درصورت عدم انکار تاوان نہین کیا
اہلاک یا اخراج ہو وحکمہ الاثم لمن علم انہ مال الغیر اور حکم یعنی اثر مرتب غصب کا گناہ ہے اوس شخص کے حق مین جو جانتا ہو کہ مغصوب غیر کا مال ہی ہم
غصب کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہی قال تعالے ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل حق تعالی نے فرمایا کہ نہ کہاؤ اپنے مالونکو آپسمین ناحق اور
حجۃ الوداع کی حدیث مین ثابت ہی کہ تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہین جبتک کہ تم اپنے رب سے ملو یعنی قیامت تک ایک شخص کا مال دوسرے پر
حرام ہی اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہی کہ جو شخص بالشت بہر زمین غصب کریگا اوسکی گردن مین حق تعالی سات طبق زمین کا طوق ڈالیگا غصب کے گناہ ہونے مین دانستگی کی قید اسلئے
لگائی کہ نادانی سے گناہ معاف ہی چنانچہ دوسرے شخص کا مال تلف کر ڈالنا اپنا مال جان کر لیکن تاوان علم اور عدم علم دونون صورتونمین واجب ہوگا
کذا فی الطحطاوی ورد العین قائمۃ والغرم ہالکۃ بفعلہ وغیرہ او آفۃ سماویۃ قہستانی اور حکم غصب کا پھیر دینا ہے غصب کی چیز کا

اگر وہ قائم اور موجود ہو اور اسکا تاوان دینا اگر وہ تلف ہو گئی ہو خواہ اسکی فعل سے یا بغیر یا آفت سماوی کے گذرا فی العتابیہ ھم غاصب نے مغصوب پھیر دیا اور مالک نے لے لیا سو وہ اپنے گھر لے آیا اور اسکے
پاس تلف ہو گیا تو اوسپر تاوان نہیں ہو اسطرح کہ غصب اس صورت میں امانت ہو گیا کذا فی المحیط ۔ ولغیرہ من علم الاخبار فلا اثم لانہ خطاء وھو
مرفوع بالحدیث ۔ اور غصب کا حکم نادانستہ کے حق میں پھیرنے اور تاوان دینے کا ہے تو غاصب ناواقف پر گناہ نہیں ہو اسطرح کہ یہ خطا اور
چوک ہے اور حالانکہ خطا پر مواخذہ نہیں بموجب حدیث کے ۔ المغصوب منہ مخیر ان تضمین الغاصب و غاصب الغاصب الا اذا کان فی
الوقف المغصوب بان غصبہ وقیمتہ اکثر و کان الثانی املأ من الاول فان الضمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیۃ ۔ مغصوب یعنی جسکا مال
غصب ہو گیا وہ مختار ہو خواہ جس غصب کرنیوالے سے تاوان لینے میں اور غصب کرنیوالے کے غاصب سے تاوان لینے میں یعنی چاہے غاصب سے تاوان لے چاہے
غاصب کے غاصب سے مگر جبکہ غصب ثانی وقف مغصوب میں واقع ہو اسطرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غصب کیا ہو اور حالانکہ اوسکی قیمت زیادہ تر ہو گئی ہو اور
غاصب ثانی زیادہ تر مالدار ہو غاصب اول سے تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہوگا کذا فی وقف الخانیۃ ھم اگر مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب
ثانی سے بھر لے اور اگر غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نکرے اور چونکہ عبارت خانیہ کی موہم ہے لہذا عبارت خانیہ کا ترجمہ
نقل کرنا ضرور ہوا وہ یہ ہے کہ ایکمرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اوسکی قیمت ہزار درم تھی پھر دوسرے شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کر لی اور اب اوسکی قیمت
زیادہ ہو گئی دو ہزار درم کی برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مالدار ہو اسواسطے کہ غاصب ثانی سے تاوان لینا وقف کیواسطے زیادہ تر نافع
ہے اور اگر غاصب اول زیادہ تر مالدار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے کذا فی المحیط ۔ وفی غصبھا غصب عجلا فاستھلکہ و یبس لبن امہ
ضمن قیمۃ العجل و نقصان الام ۔ اور خانیہ کی کتاب الغصب میں ہے کہ غاصب نے بچھڑا غصب کیا پھر اوسکو ہلاک کیا اور اوسکی ماں کا دودھ سوکھ گیا تو غاصب
تاوان دے بچھڑے کی قیمت کا اور اوسکے ماں کے نقصان کا ھم اسواسطے کہ بچہ کا غصب ماں کے نقصان کا موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اوسکی ماں میں ظاہر
نہیں تو یہ ضمان ہی تعدی کا نہ ضمان غصب ۔ وفی کراھیتہا من ھدم حائط غیرہ ضمن نقصانہ ولم یؤمر بعمارتہ الا فی حائط المسجد ۔ اور خانیہ کی کتاب الکراھیۃ
میں ہے کہ جسنے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اوسکے ناقص ہو جانیکا تاوان دے اور اوسکو حکم نہوگا دیوار کے بنانیکا مگر مسجد کی دیوار میں بنا دینے کا حکم ہوگا ھم قنیہ
میں ہے کہ غیر کی دیوار گرائی تو گھر کی قیمت کیجاوے دیواروں کے ساتھ پھر قیمت کیجاوے بدون دیواروں کے تو تاوان دے مابین قیمتین کے تفاوت کا
وفی القنیۃ تصرف فی ملک غیرہ ثم ادعی انہ کان باذنہ فالقول للمالک الا اذا تصرف فی مال امرأتہ فماتت وادعی انہ کان باذنہا وانکر الوارث
فالقول للزوج ۔ اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک میں تصرف کیا پھر دعوی کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تھا تو مالک کا قول مقبول ہوگا مگر جبکہ
اپنی عورت کے مال میں تصرف کیا سو وہ مرگئی اور زوج نے دعوی کیا کہ تصرف اوسکی اذن سے تھا اور وارث اوسکا منکر ہے تو زوج کا قول مقبول ہوگا
ویجب رد عین المغصوب مالم یتغیر تغیرا فاحشا ۔ مجتبی ۔ اور غاصب پر واجب ہے پھیر دینا مغصوب کا بعینہ جبتک کہ مغصوب متغیر بتغیر فاحش نہو گیا ہو
کذا فی المجتبی ھم جبکہ مغصوب غاصب کے فعل سے اتنا متغیر ہو کہ اوسکا نام اور اوسکا عمدہ فائدہ زائل ہو جاوے تو مغصوب منہ کی ملک اوس سے زائل ہو جاتی ہے اور غاصب
اوسکا مالک ہو جاتا ہے اور تاوان اوسپر لازم ہوتا ہے اور بلا ادای عوض غاصب کو اوس سے نفع لینا حلال نہیں اور اگر مغصوب ناقص ہو گیا تو غاصب ضامن
نقصان اور پھیر دینا لازم ہوگا اور اگر مغصوب زائد ہو گیا غاصب کے پاس تو مالک کو پھیر لینا زیادت کے ساتھ جائز ہے کذا فی المحیط اور مغصوب کا نام زائل ہونا
چنانچہ تھان پھاڑ کر قبا یا قمیص سینا یا گیہوں پیسکر روٹی پکانا ۔ فی مکان غصبہ لتفاوت القیم باختلاف الاماکن ۔ پھیر دینا عین مغصوب کا واجب ہے اوسکے
غصب کرنے کے مکان میں بسبب متفاوت ہونے قیمتوں کے مکانات کے اختلاف سے ۔ ویبرأ بردھا ولو بغیر علم المالک ۔ فی البزازیۃ غصب دراھم انسان من کیسہ ثم
ردھا فیہ بلا علمہ برئ وکذا لو سلمہ الیہ بجہۃ اخری کھبۃ او ایداع او شراء وکذا لو اطعمہ فاکلہ خلافا للشافعی ۔ زیلعی ۔ اور غاصب بری الذمہ ہو جاتا
ہے عین مغصوب کے پھیر دینے سے اگرچہ پھیرنا مالک کی نادانستگی سے ہو بزازیہ میں ہے کہ غاصب نے کسی آدمی کے دراہم اوسکی تھیلی سے غصب کئے پھر انکو
اوسمیں رکھدیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ ہو گیا اور اسیطرح اگر مغصوب پھیر دیا مالک کو دوسری جہت سے چنانچہ بطریق ہبہ یا ودیعت کے یا بیچ کر

سکے اور اسیطرح اگر مغصوب مطعوم ہوا اور غاصب نے مالک کو کھلا دیے اور مالک اوسکو کہا دے تو بری الذمہ ہوگا برخلاف امام شافعی کے مطعوم میں کذا فی الزیلعی
ویجب ردّ مثلہ ان ہلک وھو مثلی یا واجب ہے پھیر دینا مثل مغصوب کا اگر وہ ہلاک ہو جاے اور حالانکہ وہ مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی چیز ہے وان انقطع
المثل بان لا یوجد فی السوق الذی یباع فیہ وان کان یوجد فی البیوت ابن کمال فقیمتہ یوم الخصومۃ ای وقت القضاء وعند ابی یوسف
یوم الغصب وعند محمد یوم الانقطاع ورجحا قہستانی اور اگر مثلی کا مثل منقطع ہو جاے اسطرحپر کہ وہ پایا نجاے اوس بازار میں جسمیں وہ بیچا جاتا ہے
اگرچہ لوگونکے گہر ون میں موجود ہو کذا ذکرہ ابن کمال تو اوسکی قیمت خصومت کے دن کی یعنی جسوقت حاکم کا حکم ہوا وسوقت کی قیمت دینا واجب ہے اور
ابو یوسف کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمد کے نزدیک یوم الانقطاع کی قیمت واجب ہے اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دیگئی ہے کذا فی
القہستانی ہم خزانہ میں امام کے قول کو اصح کہا ہے اور تحفہ میں اسکو صحیح کہا ہے اور نہایہ میں ابو یوسف کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاوی
میں محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحطاوی ویجب القیمۃ فی القیمی یوم غصبہ اجماعا اور قیمت والی چیز میں غصب کے دن کی قیمت واجب ہے باتفاق ائمہ
اور صاحبین کے ہم تحفہ اخر میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا کپڑا ضایع کیا پہر وہ اوسکی قیمت واپس لایا مالک نے کہا کہ میں قیمت نہیں چاہتا ہوں اور نہ
میں تجکو معاف کرتا ہوں تو غاصب حاکم سے نالش کرے تاکہ وہ قبول کرنے پر جبر کرے اور اگر نالش نکرے لیکن قیمت اوسکی گود میں رکہدی یا اوسکو دونوں ہاتھون
میں تو وہ بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر اوسکے سامنے رکہد یگا تو بری الذمہ نہوگا اور ودیعت اور عین غصب کے سامنے رکہد ینے سے بری الذمہ ہو جائیگا
کذا فی الطحطاوی والمثلی المخلوط بخلاف جنسہ کبر مخلوط بشعیر وشیرج مخلوط بزیت ونحو ذلک کدھن نجس قیمی فیجب قیمتہ یوم غصبہ اور جو مثلی
چیز اپنے خلاف جنس کے ساتھ ملگئی ہو جیسے گیہون مخلوط جو کے ساتھ اور تلون کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ اور مانند اسکے چنانچہ نجس تیل کے ساتھ
مخلوط ہو تو وہ قیمت والی چیز ہے مثلی باقی نرہی تو اوسکی غصب میں اوسکے غصب کے دن کی قیمت واجب ہوگی ہم فتاوی رشید الدین میں ہے کہ دو وزنی
چیزین جب ملجاوین اسطرح کہ جدا نہوسکین وہ مثلی نہیں رہتی ہین قیمت والی ہوجاتی ہین کذا فی الطحطاوی وکذا کل موزون یختلف بالصنعۃ کقمقم وقدر
ودلو ودبس ذکرہ فی المجواہر اور اسیطرح قیمت والا ہو جاتا ہے ہر موزون جو صنعت اور کاریگری سے مختلف ہو چنانچہ آفتابہ اور دیگ کذا فی الدرر اور
چنانچہ شیرہ تجنبر کا کذا فی جواہر الفتاوی زاد المصنف وربّ وقطر لان کلا منہما یتفاوت بالصنعۃ ولا یصح السلم فیہا ولا تثبت دینا فی
الذمۃ مصنف نے اپنی شرح میں اتنا زیادہ کہا ہے اور چنانچہ رب یعنی عصارہ ثمرات کا اور قطر یعنی ٹپکائی چیز قیمت والی ہے اسواسطے کہ ہر ایک انمین
سے صنعت سے مختلف اور متفاوت ہوتا ہے اور بیع سلم اوسمین صحیح نہیں اور وہ دین ہوکر ذمہ پر ثابت نہیں ہوتا ہم یعنی متفاوت القیمۃ ہونا اور بیع سلم
کا اسمین جائز نہونا یہ دلیل ہے کہ مثلی نہیں قیمتی ہے قلت وفی الذخیرۃ والجبن قیمی فی الضمان مثلی فی غیرہ کالسلم میں کہتا ہوں اور ذخیرہ میں ہے
اور پنیر قیمتی ہے تاوان میں اور مثلی ہے سوا تاوان کے چنانچہ سلم میں وفی المجتبی السویق قیمی لتفاوتہ بالقلی وقیل مثلی اور مجتبی میں ہے کہ ستو قیمتی ہے
بسبب متفاوت ہونے ستو کے بہونی سے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ وہ مثلی ہے وفی الاشباہ الفحم واللحم ولو نیا والآجر قیمی اور اشباہ میں ہے کہ کوئلا اور
گوشت اگرچہ کچا ہو اور پختہ اینٹ قیمتی ہے نہ مثلی وفی حاشیتہا لابن المصنف ہنا وفیما یجلد البیت معزیا للفصولین وغیرہ وکذا الصابون والسرقین
والورق والابر والعصفر والصرم والجلد والدھن المتنجس وکذا المغنر وکل مکیل وموزون مشرف علی الہلاک مضمون بقیمتہ فی ذلک الوقت کسفینۃ
موقورۃ اخذت فی الغرق والقی الملاح مافیہا من مکیل وموزون یضمن قیمتہا ساعتئذ کما فی المجتبی اور فرزند مصنف کے حاشیہ اشباہ میں یہان اور
جلد بیت کے قاعدے میں فصولین وغیرہ کے طرف منسوب کر کے وارد ہے اور اسیطرح صابون اور پانس اور ورق یعنی درخت کی پتیان اور سوئیان اور کسم
اور کچا چمڑا اور پکا چمڑا اور ناپاک تیل اور اسیطرح مٹی بہر کیلی اور وزنی چیز اور جو کیلی اور موزون کہ قریب الہلاک ہوا اسکی وہ قیمت لازم الضمان ہے جو تلف ہونے
کے وقت اوسکی قیمت ہو چنانچہ گران بار کشتی جب ڈوبنے لگی اور اوسوقت ملاح نے جو کیلی چیز اور وزنی چیز اوسمین تہی گرادی تو اوس ساعت کی قیمت کا تاوان
لیا جائیگا کذا فی المجتبی ہم ورق سے بیان کاغذ مراد نہیں اسواسطے کہ کاغذ مثلی ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی الصیرفیۃ صب ماء فی حنطۃ فافسدھا وزاد فی

کیلہا ضمن قیمتہا قبل صبہ للماء لا مثلہا هذا اذا لم ینقلها فلو نقلها لمکان ضمن المثل ثم غصبہ فهو مثلی بخلاف ما لو غصب الماء فی الموضع الذی
فیہ الحنطۃ بغیر نقل انتهی والحاصل کما فی الدرر وغیرها ان کل ما یوجد له مثل فی الاسواق بلا تفاوت یعتد بہ فهو مثلی وما لیس کذلک فقیمی فلیحفظ
اور صغیر فیہ مین ہے کہ ایک شخص نے پانی ڈالدیا گیہون مین سو اوسکو بگاڑ دیا اور اوسکے کیل مین زیادت ہوگئی بھیگنے سے تو یہہ شخص تاوان دیگا اوس قیمت کا جو پانی
ڈالنے سے پہلے اوسکی قیمت تھی یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ اوسنے گیہون کو نہ اوٹھایا ہو اور اگر دوسرے مکان کیطرف اوٹھا لیگیا ہو اور پھر پانی ڈالا ہو تو ضمان
مثل لازم ہوگا اسواسطے کہ اوسنے اوسکو غصب کیا اور حالانکہ وہ اوسوقت مثلی تھا برخلاف اوس صورت کے کہ اگر پانی ڈالا اوسی مکان مین جہان گیہون تھے
الخ انتہی کے انتہی مافی الصغیر فیہ اور حاصل کلام اور خلاصۂ مرام درر وغیرہ کے موافق یہہ ہے کہ جس چیز کا مثل اور مانند بازار و نمین بلا تفاوت قابل شمار پایا جاے
تو وہ چیز مثلی ہے اور جو چیز ایسا نہو یعنی جسمین تغیر فاحش اور تفاوت معتدبہ ہو وہ قیمت والی چیز ہے تو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے فان ادعی هلاکه حلف
فیوجب رد العین لانه الموجب الاصلی ورد المثل والقیمۃ مخلص علی الراجح فیحبس حتی یعلم الحاکم انه لو بقی لظهر لا لاظهره ثم قضی الحاکم علیه
بالبدل ای من مثل او قیمۃ پھر اگر غاصب مغصوب کے تلف ہوجانیکا دعوی کرے تو وہ محبوس کیا جاوے یہانتک کہ حاکم یہہ معلوم کرجاوے کہ اگر مغصوب باقی رہا ہوتا تو
البتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اوسکو ظاہر کر دیتا پھر حاکم اوسپر عوض چیز کا حکم کرے مثل اور قیمت سے یعنی اگر مغصوب مثلی ہو تو مثل دلاوے اور اگر قیمتی ہو تو قیمت
دلاوے شارح نے کہا اور ہلاکت وجوب رد عین سے مربوط ہے اسواسطے کہ رد عین موجب اصلی ہے اور رد مثل اور قیمت مخلص ہے قول راجح پر هم مخلص
یعنی جبکہ رد عین متعذر ہو اوسوقت رد مثل یا رد قیمت کیطرف احتیاج ہوگی ولو ادعی الغاصب الهلاک عند صاحبه بعد الرد وعکس المالک ای
ادعی الهلاک عند الغاصب واقاما البرهان فبرهان الغاصب انه رده وهلک عند المالک اولی خلافا للثانی ملتقی اور اگر غاصب نے دعوی
کیا مغصوب کے تلف ہوجانیکا اوسکے مالک کے پاس پھیر دینے کے بعد اور مالک نے بالعکس دعوی کیا یعنی اوسکے تلف ہوجانیکا غاصب کے پاس دعوی کیا
اور دونون نے گواہ قائم کئے تو غاصب کی یہہ گواہی کہ اوسنے مغصوب کو پھیر دیا اور وہ مالک کے پاس تلف ہوگیا مقدم ہے مالک کی گواہی پر برخلاف ابو یوسف
کے کہ اونکے نزدیک مالک کے گواہ مقدم ہین کذا فی الملتقی ولو اختلفا فی القیمۃ وبرهنا فالبینۃ للمالک وسیجیء اور اگر غاصب اور مالک نے مغصوب
کی قیمت مین اختلاف کیا اور دونون گواہ لائے اپنے دعوے پر تو مالک کے گواہ مقدم ہین اور اوسکا بیان آگے آویگا ولو فی نفس المغصوب فالقول
للغاصب اور اگر دونون نے ذات مغصوب مین اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہو کہ مغصوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہو کہ یہہ نہین ہے تو غاصب ہی کا قول
مقبول ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ قابض ہے والغصب انما یتحقق فیما ینقل فلو اخذ عقارا وهلک فی یده بآفۃ سماویۃ کغلبۃ سیل لم یضمن خلافا
لمحمد وبقوله قالت الثلثۃ وبه یفتی فی الوقف ذکره العینی اور غصب ثابت ہوتا ہے مال منقول مین سو اگر ایک شخص نے مال غیر منقول جیسے زمین اور گھر اور
درخت کسیکا لیا اور اوسکے ہاتھ مین آسمانی آفت سے تلف ہوگیا چنانچہ سیلاب کے غلبہ سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہین شیخین کے
نزدیک برخلاف محمد کے کہ اونکے نزدیک غیر منقول کے غصب مین بھی تاوان ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور محمد کے قول پر فتوی ہے وقف مین علامہ
عینی نے اسکو ذکر کیا ہے وذکر ظهیر الدین فی فتاواه الفتوی فی غصب العقار والدور الموقوفۃ بالضمان وان الفتوی فی غصبهما فی الوقف
بالضمان اور ظہیر الدین نے اپنے فتاوی مین ذکر کیا ہے کہ موقوفہ غیر منقول اور موقوفہ گھرون کے غصب مین فتوی تاوان کا ہے اور مشائخ وقف کے
غصب مین لزوم ضمان کا فتوی ہے هم طحطاوی نے کہا کہ لفظ موقوفہ عقار اور دور دونون کیطرف راجع ہے وفی فوائد صاحب المحیط اشتری دارا
وسکنها ثم ظهر انها وقف او کانت للصغیر لزمه اجر المثل صیانۃ لمال الوقف والصغیر اور صاحب محیط کے فوائد مین ہے کہ ایک شخص نے گھر مول لیا اور
اوسمین رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر وقف تھا یا کہ وہ صغیر کا مملوک تھا تو مشتری پر اجرت مثل لازم ہوگی مال وقف اور مال صغیر کی حفاظت کیواسطے وفی اجارۃ
القنیۃ انما لا یتحقق الغصب عندهما فی العقار فی حکم الضمان اما فیما وراء ذلک فیتحقق الا تری انه یتحقق فی الرد فکذا فی استحقاق الاجر انتهی فلیحفظ
اور قنیہ کی کتاب الاجارہ مین ہے کہ غصب شیخین کے نزدیک ثابت نہین ہوتا غیر منقول مین فقط تاوان دینے کے حکم مین اور لزوم تاوان کے ماسوا مین

تو غصب شیخین کے نزدیک بھی متحقق ہے کیا تو نہیں جانتا ہے کہ غصب متحقق ہے پھیر دینے میں یعنی مغصوب غیر منقول کا پھیر دینا شیخین کے نزدیک بھی واجب ہے سو
اسیطرح استحقاق اجرت میں بھی غصب ثابت ہے یعنی اگر غاصب عقار میں سکونت کرے تو کرایہ اوسپر لازم ہوگا اگرچہ وقف اور مال صغیر نہو انتہی ما فی التبیین
تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے قیل قائلہ الاسروشنی وعماد الدین فی فصولیہما والاصح انہ ای العقار یضمن بالبیع والتسلیم قول ضعیف یہہ ہے کہ عقار
یعنی غیر منقول مضمون ہے بیع اور تسلیم سے قائل اس قول ضعیف کا استروشنی اور عماد الدین ہے دونوں نے یہہ قول اپنے فصول میں کہا ہے وکذا
بالجحود فی العقار الودیعۃ اور اسیطرح ضمان لازم ہے غیر منقول ودیعت کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول ودیعت ہوا ایک شخص کے پاس پھر وہ ودیعت
کا انکار کرے تو اوسپر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی النہر وبالرجوع عن الشہادۃ بعد القضاء اور اسیطرح تاوان لازم ہے گواہی کے پھر جانے سے
قاضی کے حکم کردینے کے بعد ھ صورت اسکی یہہ ہے کہ دو شاہدون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گھر اسکے پاس ہے وہ فلانے شخص کا ہے سو قاضی نے
وہ گھر دوسرے کو دلا دیا پھر شاہدون نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گھر کا تاوان شاہدون پر لازم ہوگا زیلعی نے کہا کہ یہ ضمان اتلاف ہے نہ ضمان غصب
وفی الاشباہ العقار لا یضمن الا فی مسائل وعد ہذہ الثلثۃ اور اشباہ میں ہے کہ غیر منقول میں تاوان نہیں مگر چند مسائل میں تاوان ہے اور انہیں تین
مسئلون کو شمار کیا ہے یعنی بیع مع التسلیم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادۃ واذا نقص العقار بسکناہ وزراعتہ ضمن النقصان بالاجماع
اور جبکہ غاصب ناقص کردے غیر منقول کو اپنی سکونت اور کشتکاری سے تو نقصان کا تاوان دے بالاتفاق ھ نقصان کی تفسیر میں اختلاف ہے قول صواب
اور مفتی بہ یہہ ہے کہ اسمین خریداری کا اعتبار ہے یعنی تامل کرنا چاہیئے کہ گھر یا زمین کی کیا قیمت ہے قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہے بعد استعمال کے تو جسقدر
دونون قیمتون میں تفاوت ہو وہی نقصان ہے فیعطی ما زاد البذر وصحح فی المجتبی پھر مغصوب منہ غاصب کو اوسقدر دے جسقدر بیج نے اوسکی مالیت
زیادہ کردی اور تصحیح کی ہے اس قول کی مجتبی میں ھ یہہ مسئلہ ظاہرا مرتبط معلوم ہوتا ہے ما قبل سے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہہ جداگانہ مسئلہ ہے
زیادت تخم کی یہہ صورت ہے کہ کھیت کی قیمت کیجائے تخم ریزی کے ساتھ اور تخم سے مطلق تخم مراد نہیں بلکہ وہ تخم جسکے درخت کو مالک اوکھاڑ سکتا ہے
پھر اوسی کھیت کی قیمت بدون تخم کیجائے تو جسقدر دونون میں تفاوت ہو اوسقدر مالک غاصب کو دے اور اپنی زمین اوس سے نکال لے کذا فی الطحطاوی
وعن الثانی مثل بذرہ اور ابو یوسف سے یہہ روایت ہے کہ غاصب کی تخم کی قیمت مثلی دے یعنی جسقدر مالیت تخم کی ہو وہ دے بلا اعتبار حق قلع وفی الصیرفیۃ
ہو المختار اور صیرفیہ میں ہے کہ ابو یوسف کا قول مختار ہے ولو نبت لہ قلعہ وتمامہ فی المجتبی اور اگر غاصب کا تخم جما تو مالک کو اوسکا اکھاڑ ڈالنا
جائز ہے اور پورا اسکا بیان مجتبی میں ہے ھ مجتبی میں ہے کہ غاصب نے غیر کی زمین میں زراعت کی اور تخم جما تو مالک کو اختیار ہے کہ غاصب کو اوسکے
اوکھاڑ ڈالنے کا امر کرے اگر وہ نہ اکھاڑے تو وہ آپ اکھاڑ ڈالے اور جمنے سے پہلے مالک مختار ہے چاہے رہنے دے یہانتک کہ کھیت جمے پھر
اوکھاڑنیکا امر کرے اور چاہے بقدر زیادت تخم غاصب کو دے کذا فی الطحطاوی کما ضمن اتفاقا فی النقلی ما نقص بفعلہ کما فی قلع الاشجار یعنی جیسے کہ مغصوب
منقول میں بالاتفاق اوسقدر تاوان لازم ہے جتنا ناقص ہوگیا ہو غاصب کے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قطع اشجار میں ضمان لازم ہے ھ منقول مغصوب
کے نقصان میں مطلقا ضمان لازم ہے خواہ غاصب کے فعل سے نقصان ہوا ہو یا بغیر اوسکے فعل کے چنانچہ شرح مسکین میں مصرح ہے تو شارح کی تقیید
غیر مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ولو قطعہا اجنبی اخیر وھدم البناء ضمن ہو لا الغاصب اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے قطع کیا یا عمارت کو ڈھا دیا تو
قاطع یا ڈھانے والا تاوان دیگا نہ غاصب کما لو غصب عبدا واجرہ فنقص فی مدۃ الاجارۃ بالاستعمال وہذا ساقط من نسخ الشرح لانہ اسقطت قولہ
چنانچہ ضمان نقصان لازم ہے اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اوسکو اجارہ میں دیا پھر غلام میں کچھہ نقصان عارض ہوگیا اجارہ کی مدت میں استعمال
کے سبب سے شارح نے کہا اور یہہ قول مصنف کی شرح کے نسخون میں سے ساقط ہے بسبب داخل ہونے اس مضمون کے مصنف کے قول آئندہ میں ھ طحطاوی
نے کہا یہہ مضمون قول آئندہ میں داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ تصدق علہ ضمان نقصان کے مغایر ہے وان استغلہ فنقص بالاستغلال او اجرا المستاجر و
نقص ضمن النقصان وتصدق بما بقی من الغلۃ والاجرۃ خلافا لابی یوسف کذا فی الملتقی اور اگر مغصوب کرایہ میں دیا سوا اوسکو نقصان عارض ہوا

کرایہ دیتی ہے یا عاریت کی چیز اجارہ دی اور اوسکو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دیوے اور جو باقی رہے ضمان کے بعد کرایہ اور
اجرت سے اوسکو خیرات کرے بخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک تصدق واجب نہیں کذا فی الملتقی لکن نقل المصنف عن البزازیۃ ان
الغنی یتصدق بکل الغلۃ فی الصحیح لیکن مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ سے یہہ نقل کیا کہ غاصب تونگر ہے تو کل غلہ خیرات کرے صحیح قول میں
ھم خلاصہ بزازیہ کے کلام کا یہہ ہے کہ بعد ہلاک عین مغصوب اگر غاصب غنی ہے تو ادائے ضمان غلہ سے جائز نہیں بلکہ اسکو مطلقا تصدق کرے اور
اگر غاصب فقیر ہے تو ادائے ضمان غلہ سے درست ہے اور باقی کو خیرات کرے کذا فی الطحطاوی کما لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ بان باعہ و
ربح فیہ اذا کان ذلک متعینا بالاشارۃ چنانچہ اگر مغصوب اور ودیعت میں تصرف کرے اسطرح کہ اوسکو بیچ ڈالے اور اوسمین نفع حاصل ہو تو منفعت
کو خیرات کرے جبکہ مال مغصوب اور ودیعت اشارہ کرنے سے متعین ہو ھم متعین ہونے کی یہہ صورت ہے کہ مغصوب عروض یعنے از قسم اسباب کے ہو
نہ درہم اور دینار او بالشراء بہا بان اشار الیہا او الی الودیعۃ او الغصب و نقدھا یا متعین ہو خرید سے بواسطہ دراہم ودیعت یا غصب کے اور اونہیں کو اسطرح
ادا کرنے سے قہستانی طحطاوی نے کہا مختصرا اور واضح تر یون کہنا تھا اذا کان متعینا او غیر متعین و نقدہ یعنی بیع اور شراء مغصوب کی منفعت کا تصدق
واجب ہے خواہ وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادا ثمن مغصوب کے دراہم سے کرے یعنی یتصدق بربح حصل فیہما اذا کانا مما یتعین
بالاشارۃ یعنی تصدق کرے اوس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب اور ودیعت کے تصرف میں جبکہ دونوں اوس قسم سے ہوں کہ اشارہ کرنے
سے متعین ہو جاتے ہوں وان کانا مما لا یتعین فعلی اربعۃ اوجہ فان اشار الیہا و نقدھا فکذلک یتصدق اور اگر مغصوب اور ودیعت اوس قسم کے
ہوں کہ متعین نہیں ہوتے ہوں چنانچہ درہم تو چار صورتیں ہیں سو اگر دراہم کیطرف اشارہ کیا اور اونہیں کو ثمن میں ادا کیا تو اوسی متعین کی
منفعت کو تصدق کرے وان اشار الیہا و نقد غیرھا او اشار الی غیرھا و نقدھا او اطلق و لم یشر و نقدھا لا یتصدق فی الصور الثلث عند
الکرخی قیل وبہ یفتی والمختار انہ لا یحل مطلقا کذا فی الملتقی ولو بعد الضمان ھو الصحیح کما فی فتاوی النوازل اور اگر دراہم غصب کیطرف اشارہ کیا
اور ادا اونکے سوا اور دراہم ادا کئے یا اشارہ کیا اونکی غیر کیطرف اور غصب کے دراہم دئے یا مطلق دراہم مذکور کئے اور اشارہ کسیطرف نکیا اور غصب کے دراہم
دئے تو ان تینوں صورتوں میں منفعت تصدق نکرے کرخی کے نزدیک بعضوں نے کہا اسی قول پر فتوی دیا ہے اور مختار قول یہہ ہے کہ نفع مطلقا حلال نہیں کذا
فی الملتقی اگرچہ ضمان دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوی نوازل میں مذکور ہے ویختار بعضہم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا
لکثرۃ الحرام وھذا کلہ علی قولہما وعند ابی یوسف لا یتصدق بشیء منہ کما لو اختلف الجنس ذکرہ الزیلعی فلیحفظ اور بعضی فقیہوں نے کرخی کے قول
کا فتوی مختار جانا ہے ہمارے اس زمانے میں بسبب کثرت حرام کے اور یہہ تمام مذکور شیخین کے قول پر مبنی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک منفعت غصب سے
کچھہ بھی تصدق نکرے چنانچہ اگر جنس مختلف ہو تو بالاتفاق تصدق لازم نہیں زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھم یعنی اگر ضمان اور بدل
مضمون مختلف الجنس ہوں اسطرح کہ تاوان میں دراہم دئے ہوں اور غاصب کے ہاتھ بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدق اوسپر واجب
نہیں اسواسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا فان غصب و غیر المغصوب فزال اسمہ و اعظم
منافعہ ای اکثر مقاصدہ پھر اگر غاصب نے غصب کیا اور مغصوب کو متغیر کردیا سو اوسکا نام اور اعظم منافع یعنی اوسکے اکثر مقاصد زائل
ہوگئے ھم زوال اسم کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکری غصب کرکے ذبح کر ڈالی تو مالک ضمان قیمت او ضمان نقصان میں مختار ہے اسواسطے کہ فقط ذبح
سے نام زائل نہیں ہوا کیونکہ اوسکو حلال بکری بولتے ہیں احترز عن دراہم سبکہا بلا ضرب فانہ وان زال اسمہ لکن بقی اعظم منافعہ و
لذا لا ینقطع حق المالک عنہ کما فی المحیط وغیرہ فلم یکن زوال الاسم منفکا عن اعظم منافعہ کالحنطۃ مثلا الخبز وغیرہا شارح نے کہا اعظم
منافع کی قید اون دراہم سے احتراز ہے جنکو غاصب نے گلایا بلا ضرب سکہ تو اگرچہ درہم کا نام زائل ہوگیا لیکن اوسکا اعظم منافع باقی ہے یعنی ثمن ہونا
اور آرائش اور اسیواسطے مالک کا حق درہم مسبوک سے منقطع نہیں ہوتا چنانچہ محیط وغیرہ میں ہے تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے مغنی نہیں ہے

صاحب درر ملا خسرو وغیرہ نے گمان کیا ہے ھم عظم منافع کی مثال مثلاً گیہون کو غصب کرنا اور پیس ڈالنا اسواسطے کہ مسلم گیہون سے جو مقاصد متعلق ہوتے
چنانچہ اونکا بونا اور ہریسہ پکانا وہ پیسنے سے فوت ہوگئی کذا فی المنح او اختلط المغصوب بملك الغاصب بحيث يمتنع امتيازه كاختلاط بُرّ ببُرّ
او يمكن بحرج كبُرّ بشعير ضمنه وملكه بلا حل انتفاع قبل اداء ضمانه اى رضى مالكه باداء او ابراء او تضمين قاضٍ یا رل مل گیا مغصوب غاصب
کی ملک سے اسطرح کہ ہرگز اوسکا جدا کرنا ممتنع ہو جیسے مالک کے گیہون کا ملجانا غاصب کے گیہون سے یا جدا کرنا حرج اور مشقت سے ممکن ہو جیسے گیہون کا اختلاط
جو سے تو ان تینون صورتون مین غاصب تاوان اوسکا دیگا اور اوسکا مالک ہوجائیگا بلا حلت انتفاع قبل ادا کرنے اوسکے تاوان کے اداء ضمان سے
رضائے مالک مراد ہے خواہ رضا اداء ضمان سے ہو یا مالک کے معاف کردینے سے ہو یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو ھم تو اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو
مگر تاوان لینے سے راضی نہو تو غاصب کو اوسکا کھانا یا غیر کو کھلانا تا ادائے ضمان قیمت جائز نہین والقياس حله وهو رواية فلو غصب طعاماً
فمضغه حتى صار مستهلكاً ينبغي حلاله الا فى رواية وحراماً على المعتمد حسماً لمادة الفساد اور قیاس یہ ہے کہ زوال اسم اور اختلاط سے مغصوب
بلا رضائے مالک حلال ہو اور وہ روایت بھی ہے تو اگر طعام غصب کیا سو اوسکو چبایا یہانتک کہ وہ مستہلک ہوگیا تو اوسکو حلال نکلیگا بموجب روایت قیاس
کے اور حرام نکلیگا بنابر استحسان مذہب کے تاکہ مادہ فساد منقطع ہو ھم وجہ استحسان یہ ہے کہ اگر قبل رضائے مالک انتفاع حلال ہو تو غصب کا دروازہ کھلتا
ہے اور حرام ہونے سے استیصال مادہ غصب ہے كذبح شاةٍ التنوين بدل الاضافة اى شاة غيره ذكره ابن سلطان چنانچہ شاة یعنی بکری
ذبح کرنا شارح نے کہا شاة کی تنوین اضافت کے عوض ہے یعنی اپنے غیر کا ذبح کرنا ابن سلطان نے یہہ ذکر کیا ہے وطبخها وشيها وطحن بُرّ وزرعه
وجعل حديد سيفاً وصفر آنية چنانچہ غیر کا دنبہ ذبح کرنا اور اوسکا پکانا یا بریان کرنا اور گیہون کا پیسنا یا اوسکا کھیت مین بونا اور لوہے کی تلوار
بنانا اور پیتل سے برتن بنانا ھم یہہ مثالین ہین تغیر مغصوب کی مع زوال اسم والبناء على ساجة بالجيم خشبة عظيمة تنبت بالهند وقيمته
اى البناء اكثر منها اى من قيمة الساجة يملكها البانى بالقيمة اور چنانچہ عمارت بنانا ساگون کے لٹھے پر اور حالانکہ قیمت عمارت کی زیادہ تر ہے
ساگون کی قیمت سے مالک ساگون ہوگا عمارت بنانیوالا اوسکی قیمت دیکر شارح نے کہا ساج بحرف جیم لکڑی عظیم الجثہ ہے جو ہندوستان مین پیدا ہوتی ہے
یعنی ساگون ھم یہہ مثال ہے اختلاط ملک غاصب کی جسکی امتیاز حرج کے ساتھہ ممکن ہے وكذا لو غصب ارضاً فبنى عليها او غرس او ابتلعت
دجاجة لؤلؤة او ادخل البقر رأسه فى قدر او اودع فصيلاً فكبر فى بيت المودع ولم يمكن اخراجه الا بهدم الجدار او سقط دينار في
فى محبرة غيره ولم يمكن اخراجه الا بكسرها ونحو ذلك يضمن صاحب الاكثر قيمة الاقل والاصل ان الضرر الاشد يزال بالاخف كما فى هذه القاعدة
من الاشباه اور اسیطرح اگر زمین غصب کی پھر اوسپر عمارت بنائی یا درخت لگائی یا مرغی موتی نگل گئی یا بیل نے اپنا سر دیگ مین ڈالدیا یا لوٹا و دیعت کیا
سو مودع کی کوٹھری مین جوان اونٹ ہوگیا اور اوسکا نکالنا ممکن نہین مگر دیوار ڈھاکر یا ایک شخص کی اشرفی دوسرے کی دوات مین گر پڑی اور اوسکا نکالنا متصور
نہین مگر دوات توڑکر اور جو مانند اسکے اور مثالین تو ضمان دے اکثر قیمت کا مالک کمتر قیمت والے کو یعنی درصورت اختلاط امکین جسکے مال کی زیادہ قیمت ہو وہ
کمتر قیمت والے کو ضمان دیکر اوسکا مالک ہو اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ سخت تر ضرر سہلکر ضرر سے مٹایا جاتا ہے چنانچہ اشباہ کے اسی قاعدہ یعنی
الضرر الاشد يزال بالاخف مین یہہ سب کچھہ مذکور ہے ثم قال ولو ابتلع لؤلؤة فمات لا يشق بطنه لان حرمة الآدمى اعظم من حرمة المال وقيمتها
فى تركته وجوزه الشافعية قياساً على الشق لاخراج الولد قلت وقدمنا في الجنائز عن الفتح انه يشق ايضاً فلا خلاف وفى تنوير البصائر انه الاصح فليحفظ
پھر صاحب اشباہ نے کہا اور اگر انسان موتی نگل گیا پھر مر گیا تو اوسکا پیٹ چیرا نجائیگا موتی نکالنے کیواسطے اسلئے کہ آدمی کی عزت مال کی عزت سے عظیم تر ہے
اور قیمت اوس موتی کی اوس شخص کے متروکہ سے متعلق ہوگی اور شافعیون نے موتی نکالنے کیواسطے پیٹ چیرنا جائز کہا ہے لڑکا نکالنے کے چیرنے پر قیاس
کرکے شارح نے کہا مین کہتا ہون اور ہم باب الجنائز مین فتح القدیر سے پہلے ذکر کرچکے ہین کہ موتی کیواسطے بھی پیٹ چیرا جائیگا تو اب شافعیہ اور حنفیہ
مین کچھہ خلاف باقی نرہا اور تنویر البصائر مین ہے کہ موتی کیواسطے پیٹ چیرنا صحیح تر قول ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے تتمة لو كانت قيمة الساجة

والبناء سواءً فان اصطلحا علی شیء جاز وان شاء نقضا بالبناء مع البناء علیها وتقسم الثمن بینهما علی قدر مالهما شرنبلالیة عن البزازیة باقی رہی یہہ صورت کہ
اگر ساگون اور عمارت کی قیمت برابر ہو تو اگر غاصب و مالک کسی چیز پر صلح کر لیویں تو جائز ہے اور اگر تنازع کریں تو وہ عمارت ساگون کے ساتھ علی رغم المتخاصمین
بیچ ہو اور اسکا ثمن وہ دونوں شخص بانٹ لیویں برابر جادی بقدر اونکی مالیت کے کذا فی الشرنبلالیة عن البزازیة بقی لو اراد الغاصب نقض البناء ورد الساجة هل له
ذلک ان قضی علیه بالقیمة لا یحل وقبله قولان لتضییع المال بلا فائدة وتمامه فی المجتبی باقی رہ گئی یہہ صورت کہ اگر غاصب نے عمارت توڑی اور ساگون پھیر دینے کا ارادہ
کیا تو یہہ کیا درست ہی یا نہیں سو اگر غاصب پر قیمت دینے ساگون کا حاکم نے حکم دیا ہو تو عمارت توڑنا حلال نہیں اور حکم حاکم سے پہلے دو قول ہیں ایک
قول میں جواز ہے اور دوسرے میں عدم جواز وجہ عدم جواز ضائع کرنا ہے مال کا بیفائدہ اور پورا بیان اسکا مجتبی میں ہے وان ضرب المغصوب دراهم
ودنانیر او اناء لم یملکه وهو لمالکه مجانا لامکانها اور اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درہم یا دینار بنائے یا برتن بنایا تو غاصب اوسکا مالک
نہوگا اور وہ اوسکے مالک کی مملوک ہے مفت برخلاف صاحبین کے هم امام کے نزدیک مالک اوسکا مفت مالک ہوگا کہ صنعت سے فقط جودت اور عمدگی حاصل ہے
اور جودت اموال ربوی میں متقوم نہیں فان ذبح شاة غیره وهی مما یوکل طرحها المالک علیه واخذ قیمتها او اخذها وضمنه نقصانها پھر اگر غاصب نے غیر کا
ذبیحہ ذبح کر ڈالا اور ذبیحہ کی مانند ہے ہر جانور ماکول اللحم تو مالک کو اختیار ہے چاہے مالک مذبوح کو غاصب پر ڈال دے اور اوسکی قیمت اوس سے لے یا چاہے
مذبوح لے اور غاصب سے اوسکے نقصان کا تاوان لے هم ماکول اللحم کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر ماکول کو ذبح کریگا تو تمام قیمت کا تاوان غاصب پر لازم ہوگا اور
ضمان نقصان جائز نہیں امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم لو قطع یدها او قطع طرف دابة غیر ماکول له کذا فی الملتقی قیل ولفظ غیر غیر سدید
هنا قلت قوله غیر سدید بل غیر سدید لثبوت الخیار فی غیر الماکول ایضا لکن اذا اختار دفعها اخذها لا یضمنه شیئا وعلیه الفتوی کما نقله المصنف عن العمادیة
فلیحفظ بخلاف طرف العبد فان له اخذ الارش اور اسیطرح کا حکم ہے یعنی مالک مختار ہے اگر غاصب نے جانور ماکول اللحم کا ہاتھ کاٹا یا جانور غیر ماکول اللحم کا ہاتھ
یا پانون کاٹا کذا فی الملتقی بعضون نے ملتقی کی عبارت پر اعتراض کیا کہ یہان لفظ غیر یعنے غیر ماکول اللحم میں غیر سدید ہے یعنی ٹھیک نہیں اسواسطے کہ تضمین
اور اخذ عین ماکول اور رقیق میں ہی نہ غیر ماکول میں شارح نے کہا میں کہتا ہون کہ معترض کا قول غیر سدید ٹھیک نہیں ہے بسبب ثابت ہونے اختیار مالک کے غیر
ماکول اللحم میں بھی لیکن فرق اتنا ہے کہ جب غیر ماکول کو مالک اوسکا لینا اختیار کرے تو اوس سے کچہہ ضمان نہ لیگا اور اسی قول پر فتوی ہے جیسا کہ مصنف نے
اپنی شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے برخلاف قطع دست غلام کہ اوسمیں تو خون بہا ہی هم عیون میں ہی امام اعظم نے کہا کہ جب
ایکے غیر کا گدہا یا خچر ہلاک کر ڈالے اور اسکا ہاتھہ کاٹ ڈالے یا ذبح کر کے اگر مالک چاہی غاصب سے ضمان لے اور مذبوح یا مقطوع غاصب کو سپرد کر دے اور چاہی
اوسکو اپنے پاس رکہے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتوی ہے انتہی تو جو ملتقی میں تضمین نقصان غیر ماکول مذکور ہے وہ غیر مفتی بہ ہی الحاصل
خیار مالک ماکول اور غیر ماکول میں مختلف ہے سو ماکول میں مالک جانور کے لینے میں مع ضمان نقصان اور اوسکے دینے میں مع اخذ قیمت مختار ہے اور
غیر ماکول میں اوسکے دینے اور اوسکی قیمت لینے میں اور غیر ماکول کے لینے میں مختار ہی لیکن غاصب پر کچہہ ضمان نہیں بنا علیه الفتوی تو معلوم ہوا کہ
کلام مصنف کا صاحب ملتقی کے کلام کی مانند ہے ہسا کہ اور رجوع بالنقصان میں حالانکہ بلاشک یہہ حکم مخصوص بالماکول ہے تو ذکر کرنا لفظ غیر کا یہان عجیب
ہے کذا فی الطحطاوی او خرقه ای ثوبا خرقا فاحشا وهو ما فوت بعض العین وبعض نفعه لا کله فلو کله ضمن کلها یا غاصب نے کپڑا پہاڑا کہ خرق فاحش
خرق فاحش وہ ہے جو فوت کر دے کچہہ کپڑے اور کچہہ اوسکی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوت کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان دے حاصل مسئلہ
یہہ ہے کہ خرق فاحش میں مالک مختار ہے چاہے کپڑا غاصب پر چھوڑے اور اوسکی قیمت اوس سے لے چاہے کپڑا اپنا لے لے اور بقدر نقصان اوس سے
تاوان لے وفی خرق یسیر نقصه ولم یفوت شیئا من النفع ضمن النقصان مع اخذ عینه لیس غیر لقیام العین من کل وجه والرفو فیه صنعة
ومیکون یسیرا کما بسطه الزیلعی اور جسمیں پہاڑنے میں ہلکا نقصان ہے اور خرق مذکور نے کچہہ منفعت کو فوت نہیں کردیا تو اوسکا نقصان کا تاوان لے
بعینہ کپڑا لینے کے ساتھ اسکے سوا مالک کسی بات کا مختار نہیں بسبب قائم ہونے ذات کے ہر وجہ سے تا وقتیکہ غاصب نے اوسمیں کچہہ صنعت تازہ نکی ہو

باکہ وہ مال ہو جسمین بیاج جاری ہوسکتا ہو چنانچہ زیلعی نے اسکو شرح بیان کیا ہے ھم اگر غاصب نے صنعت جدیدہ کی مثلاً کپڑا پہاڑکر قمیص سیا تو ہمارے نزدیک
حق مالک اس سے منقطع ہوگیا زیلعی نے کہا عرف فاحش کا حکم یعنے تخییر مالک سب چیز مین جاری ہے سوا ہو اموال ربویہ کے اسواسطے کہ یہان تعیب فاحش
ہو یا یسیر مالک کی تخییر ثابت کرتی ہے امساک عین مین بلا ضمان غاصب اور تسلیم عین مین تضمین مثل یا قیمت کے ساتھہ اسواسطے کہ تضمین نقصان متعذر ہے
کیونکہ اوس سے بیاج لازم ہوتا ہے ومنہ تعلم جواب حادثۃ وھی غصبت سوارا فضۃ فکسرتہ مموھۃ بالذھب فزال تمویہہا تخیر مالکہ بین تضمینہا مموھۃ او
اخذھا بلا شیء لانہ تابع مستھلک اھ اور اس سے یعنی آخر کی قول ربویا کے قول سے معلوم ہوتا ہے جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ یہہ ہے کہ غصب ہوئی چاندی
کی چوڑی جسپر سونے کا ملمع ہے سو اوسکا ملمع غاصب کے پاس زائل ہوگیا تو مالک اوسکا مختار ہے چوڑی ملمع دار کے ضمان لینے مین یا چوڑی لے لینے مین بلا
ضمان اسواسطے کہ ملمع کاری تابع مستہلک ہے ھم اور اسواسطے کہ بیاج لازم آتا ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان مکان الغصب شراء بوزنہا فضۃ
فلا رد لتعیبہا ولا رجوع بالنقصان للزوم الربا فاغتنمہ فقل من صرح بہ قالہ شیخنا اور اگر بجاے غصب چوڑی کے خریداری ہوئی اوسکے برابر وزن
چاندی سے پہر ملمع اوسکا زائل ہوگیا ہو تو رد بیع جائز نہین بسبب عیبدار کردینے کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہوگیا اور رد مانع رد ہے اور
عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہین بسبب لازم ہونے بیاج کے تو غنیمت جان اس جواب کو اسواسطے کہ کمتر فقہا نے اسکی تصریح کی ہے یہہ کہا ہے
ہمارے استاد یعنی خیرالدین رملی نے ومن بنی او غرس فی ارض غیرہ بغیر اذنہ امر بالقلع والرد لو قیمۃ الساحۃ اکثر کما مر اور جسنے عمارت بنائی
یا درخت لگایا غیر کی زمین مین اوسکے بلا اذن تو اوسکو عمارت ڈہانی اور درخت اکہاڑنے کا اور زمین پہیر دینے کا امر کیا جاتا ہے اگر قیمت زمین کی زیادہ ہو
عمارت اور درخت سے چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا وللمالک ان یضمن لہ قیمۃ بناء او شجر امر بقلعہ ای مستحق القلع فتقوم بدونہما ومع احدہما
مستحق القلع فیضمن الفضل ان نقصت الارض بہ ای بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص ہوجاتی ہو تو مالک کو جائز ہے ضمان دینا غاصب کو ثمن
درخت اور عمارت کا جسکے قلع اور قمع کرنیکا یعنی مستحق القلع کا وہ مامور ہو تو زمین کی قیمت ٹہرائی جاوے بدون عمارت اور درخت کے پہر قیمت مقرر کیجاوے
ساتھہ اوس عمارت یا درخت کے جو مستحق القلع ہو سو جسقدر زیادت ہو دونون قیمتون مین اوتنا غاصب کو ضمان دے ولو زرعہا یعتبر العرف فان
اقتسموا الغلۃ انصافا او ارباعا اعتبر والا فالخارج للزارع وعلیہ اجر المثل واما فی الوقف فیجب الحصۃ او الاجر بکل حال فصولین
اور اگر غاصب نے زمین مین زراعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہوگا سو اگر مالک اور مزارع نصفا نصف یا چہارم چہارم بانٹ لیتے ہون تو اوسی رواج کا اعتبار ہوگا
اور اگر بٹائی کا رواج نہو تو غلہ مزارع کا ہے اور اوسپر زمین کی اجرت مثل واجب ہوگی اور زمین وقف کی زراعت غصبی مین تو حصہ بٹائی کا یا اجرت زمین کی ہر حال
مین واجب ہوگی کذا فی الفصولین ھم ہر حال سے مراد یہہ ہے کہ ناظر زراعت باقی رکہنے پر راضی ہو یا اوسکے اکہاڑنیکا طالب ہو اور ملک مین تو بلا رضا مالک زراعت
حصہ یا اجرت واجب نہوگی کذا فی الحلبی غصب ثوبا فصبغہ لا صرح للالوان بل لحقیقۃ الزیادۃ والنقصان او سویقا فلتہ بسمن فالمالک مخیر ان
شاء ضمنہ قیمۃ ثوبہ ابیض ومثل السویق صرح فی المبسوط بالقیمۃ لتغیرہ بالقلی فلم یبق مثلیا وسماہ ہنا مثلا لقیام القیمۃ مقامہ کذا فی الاختیار
وقدمنا قولین عن المجتبی کپڑا غصب کیا پہر اوسکو رنگا رنگون کا بیان اعتبار نہین بلکہ زیادت اور نقصان کی حقیقت کا اعتبار ہے یا ستو غصب کیا پہر
اوسکو گہی سے سانا تو مالک مختار ہے اگر چاہے غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان لے اور ستو کی مثل کا شارح نے کہا مبسوط مین قیمت ستو کی بہی مذکور کی ہے اسواسطے کہ
ستو بریان کرنے سے مثلی باقی نرہا اور یہان مصنف نے اوسکو مثلی کہا ہے بسبب قائم ہونے اوسکی قیمت کے مقام اوسکے کذا فی الاختیار اور مقدمہ مین بیان کرچکے
ہین مجتبی سے نقل کرکے کہ ستو کے مثلی اور قیمتی ہونے مین دو قول ہین وان شاء اخذ المصبوغ او الملتوت وغرم ما زاد الصبغ والسمن لا مثلہ
وقت اتصالہ بملکہ والصبغ لیس مثلیا قبل اتصالہ بملکہ لامتزاجہ بالماء مجتبی اور اگر مالک چاہے رنگین کپڑا یا گہی کا سنا ستو لے اور جسقدر رنگ
سے کپڑے کی قیمت زیادہ ہوگئی اوسکا تاوان دے اور گہی کا تاوان دے اسواسطے کہ گہی مالک کی ملک کے ساتھہ متصل ہونے کے وقت مثلی تہا اور رنگ مثلی باقی
نرہا قبل اتصال بملک مالک بسبب ملجانے رنگ کے پانی کے ساتھہ کذا فی المجتبی تنبیہ غاصب الغاصب المنصوب علی الغاصب الاول یبرأ عن ضمانہ

اوس سے کمتر ہے جو مالک کہتا ہے تو غاصب اور اسیطرح مودع کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہوگا اور بیان قیمت پر جبر کیا جائیگا ھم بحرالرائق کی تالیف تو
کتاب الاجارہ تک پہنچی ہو گئی ہے تو مصنف نے غصب کا مسئلہ اوس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ یہ مسئلہ صاحب بحر نے استخلاف میں مذکور کیا ہو واللہ اعلم کذا
فی الطحطاوی فان لم یبین حلف علی الزیادة فان نکل لزمته پہر اگر غاصب قیمت مجہولہ کا بیان نکرے تو اوس سے نفی زیادت پر قسم لیجائیگی سو اگر وہ
قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اوسکو لازم ہوگی ولو حلف المالک ایضا علی الزیادة اخذها اور اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے بہی
زیادت پر قسم کہائی تو وہ اوسکو لیگا غاصب سے ثم ان ظهر المغصوب فللغاصب اخذه ودفع القیمة او رده واخذ القیمة وهی من خواص کتابنا
فلیحفظ بعد اوسکے اگر مغصوب ظاہر ہوا تو غاصب کو جائز ہے مغصوب کا لینا اور اوسکی قیمت دینا یا مغصوب کا مالک کو پہیر دینا اور اوس سے قیمت پہیر لینا اور یہہ
تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اوسکو یاد رکہنا چاہیئے فان ظهر المغصوب وهی ای قیمته اکثر مما ضمن او مثله او دونه علی
الاصح عنایه فالاولی ترک قوله وهی اکثر وقد ضمن بقوله المالك ورد عوضه او امضی الضمان پہر اگر مغصوب ظاہر ہوا اور حالانکہ اوسکی قیمت
زیادہ تر ہے اوس سے جو غاصب نے ضمان دیا یا برابر ہے اوسکے یا کمتر ہے اوس سے بقول اصح کذا فی العنایۃ اور حالانکہ غاصب ضمان دیچکا ہے اپنے قول
کے موافق تو مالک مختار ہے یا ہے مغصوب کو لے اور عوض اوسکے جو ضمان لیا ہے پہیر دے یا ہے ضمان ہی کو جاری رکہے شارح نے کہا جب عنایہ کی
روایت سے ثابت ہوا کہ بقول اصح قیمت کا برابر ہونا اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکساں حکم میں تو مصنف کو بہتر یہ تہا کہ اکثریت کی قید کو ترک کرتا ولا خیار
للغاصب ولو قیمته اقل للزومه باقراره ذکره الوانی نعم متی ملکه بالضمان فاعتبار عیبه یعتبر اور غاصب کا صورت مذکورہ میں کچہ اختیار
نہیں اگرچہ قیمت مغصوب کی کمتر ہو ضمان سے بسبب لازم ہونے قیمت کے خود غاصب کے اقرار سے کذا ذکرہ الوانی تحشیہ الدرر ہاں جبکہ مالک ضمان کا
مالک ہوگا تو اوسکو خیار العیب اور خیار الرؤیۃ ثابت ہے کذا فی المجتبی ھم اسواسطے کہ ضمان غصب ضمان معاوضہ ہے تو خیار العیب اور خیار الرؤیۃ اوسکو
لازم ہوا چاہیئے ولو ضمن بقول المالك او ببرهانه او نکول الغاصب فهو له ولا خیار للمالك لرضاه حیث ادعی هذا المقدار فقط اور اگر
غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اوسکے گواہ لانے یا غاصب کے انکار قسم کے سبب سے تو مغصوب کا ظاہر ہونیکے بعد غاصب کا مملوک ہوگا اور مالک کا اوسمین اختیار
باقی نرہیگا اوسکی رضامندی کے سبب سے کیونکہ مالک نے فقط اوسی مقدار کا دعوی کیا وان باع الغاصب المغصوب فضمنه المالك نفذ بیعه اور
اگر غاصب نے مغصوب بیچڈالا پہر مالک نے اوسکا تاوان لیا تو غاصب کی بیع نافذ ہو جائیگی وان حرره ای الغاصب لان تحریر المشتری من الغاصب
نافذ فی الاصح عنایه فتح بحر لا لان الملك الناقص یکفی لنفاذ البیع لا العتق اور اگر غاصب نے مغصوب کو آزاد کر دیا پہر مالک نے اوس سے اوسکا
تاوان لیا تو عتق نافذ نہوگا اسواسطے کہ ملک ناقص نفاذ بیع کیواسطے کافی ہے اور نفاذ عتق کیواسطے کافی نہیں شارح نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا ہے
کیونکہ مشتری کا اسواسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول اصح میں نافذ ہے کذا فی العنایۃ وزوائد المغصوب مطلقا متصلة کسمن وحسن او منفصلة
کدر وثمر امانة لا تضمن الا بالتعدی او المنع بعد طلب المالك لانها امانة اور مغصوب کی زوائد مطلقا خواہ زوائد متصلہ ہوں چنانچہ فربہی اور
خوبصورتی مغصوب کی یا زوائد منفصلہ ہوں چنانچہ دودہ اور پہل امانت ہیں غاصب کے پاس اونکا تاوان نہیں مگر غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب
کرنے مالک کے اوسکے نہ دینے سے البتہ ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ زوائد مذکورہ امانت ہیں ھم یہان دعوی اور دلیل ایک ہی ہوگیا تو اگر شارح یوں
کہتا کہ زوائد میں اسواسطے تاوان نہیں کہ اونمین غصب متحقق نہیں تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی ولو طلب المنفصلة لا یضمن اور اگر مالک زوائد منفصلہ
طلب کرے تو تاوان نہیں وما نقصته الجاریة بالولادة مضمون ویجبر بولدها بقیمته او بغرته ان وفی به والا یسقط بحسابه اور جاریہ مغصوبہ نے
جو اپنی قیمت ولادت کے سبب سے ناقص کر دی تو اوسکا تاوان غاصب پر لازم کیا جائیگا اور لونڈی کا جبر نقصان اوسکو ولد کی قیمت یا اوسکے غرہ سے
کیا جائیگا اگر اوسکے ساتھہ برابر ہو اور اگر قیمت ولد نقصان جاریہ کی برابر نہو کم ہو تو اوسکے حساب کے موافق ضمان اوسی ساقط کیا جائیگا ھم یعنی اگر جاریہ
مغصوبہ کی قیمت سو درم تہی اور ولادت ہونے سے ساٹھہ درم قیمت رہگئی تو اگر اوسکے ولد کی قیمت ۴۰ درم ہے تو جبر نقصان ہوگیا لونڈی اور اوسکا ولد مالک

متاخرین کے تو قول معتمد یہی ہے کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہے تو اجرت گھر کی یتیم کے شریک اور اوسکی ماں کے شوہر پر واجب ہوگی اسواسطے کہ سکنے زوجہ کا زوج
پر واجب ہے اور زوج مذکور گھر یتیم کا غاصب ہے تو اوسپر کرایہ لازم ہوگا اور اسی قول کا فتوی دیا ہے ابن نجیم صاحب اشباہ نے ھ اور اگر یتیم کی ماں اوسکے
گھر میں رہی درصورتیکہ اسکا کوئی شوہر نہو تو اوسپر اجرت نہیں کذا فی الطحطاوی عن المحیط وما فی الصیرفیۃ من التفصیل فی البیت بیعۃ علی المنع فلا اجر
والا فعلیہا غیر ظاہر اور جو صیرفیہ میں یہہ تفصیل مذکور ہے کہ اگر یتیم منع پر قادر ہے اور اوسنے منع نکیا تو اجرت نہیں اور اگر منع پر قادر نہیں تو زوجہ پر
پر اجرت واجب ہے غیر ظاہر ہے ھ قول مذکور کی ظاہرا غیر ظاہر ہونے کی یہہ وجہ ہے کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور غیر منع لائق اعتبار کے نہیں ہے وعلیہ
فہو علیہ لا علیہا کما افادہ فی تنویر البصائر اور بموجب اوسکے یعنی بموجب قول معتمد کے تو اجرت زوج پر واجب ہے نہ یتیم کی ماں پر جیسا کہ
افادہ تنویر البصائر میں مذکور ہے یعنی اسواسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہے تو وہ غاصب ٹھہرا ثم نقل عن الخانیۃ ان مسئلۃ الدار کمسئلۃ الارض
وان الحاضر اذا سکن فیہا اذا کان لا یضرہا فللغائب ان یسکن قدر شریکہ قالوا وعلیہ الفتوی ۱ھ پھر صاحب تنویر البصائر نے خانیہ سے نقل کیا
کہ گھر کا مسئلہ زمین کے مسئلہ کی مانند ہے اور شریک حاضر جبکہ گھر میں سکونت کرے جس صورتمیں کہ سکونت گھر کو ضرر نکرے تو شریک غائب کو جائز ہے کہ
اوسمیں بقدر اپنے شریک کی سکونت کرے علما نے کہا اور اوسی پر فتوی ہے ھ عمادیہ میں مذکور ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ اگر زراعت زمین کو نقصان نکرے
نفع کرے تو شریک کو تمام زمین میں زراعت کرنا جائز ہے پھر جب شریک غائب آوے تو وہ بھی تمام زمین زراعت کرلے اوتنی مدت تک اسواسطے کہ رضامندی
مالک کی ایسی صورت میں باعتبار دلالت حال کے ثابت ہے اور اگر زراعت زمین کو مضرت کرے تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی او معدا ای اعدہ صاحبہ
للاستغلال بان بناہ لذلک او اشتراہ لذلک قیل او آجرہ ثلث سنین علی الولاء یا وہ مغصوب کے منافع کی اجرت مثل واجب ہے
جو مہیا ہو استغلال کیواسطے یعنی اوسکے مالک نے اوسکو تیار کیا ہو کرایہ لینے کیواسطے اسطرحپر کہ اوسکو بنایا ہو اسیواسطے یا خرید کیا ہو اسیواسطے بعضوں
نے کہا یا اوسکو اجارہ دیا ہو تین برس علی الاتصال وفی الاشباہ لا تصیر الدار معدۃ لہ باجارتہا بل ببنائہا او بشرائہا لہ ولا باعداد البائع
بالنسبۃ للمشتری اور اشباہ میں ہے کہ گھر استغلال کیواسطے مہیا نہیں ٹھہرجاتا اوسکے اجارہ دینے سے بلکہ اوسکے بنانے یا خرید کرنے سے کرایہ لینے
کیواسطے اور نہ بائع کے مہیا کرنے سے نسبت بمشتری استغلال کیواسطے ہوسکتا ہے ویشترط علم المستعمل بکونہ معدا حتی یجب الاجر اور استعمال
کرنیوالیکا یہہ جاننا شرط ہے کہ وہ گھر کرایہ کیواسطے مہیا ہے تب اجرت مثل واجب ہوگی وان لا یکون المستعمل مشہورا بالغصب اور وجوب
اجرت کی یہہ شرط ہے کہ استعمال کرنیوالا غصب کرنے میں مشہور نہو ھ اور اگر مشہور ہوگا غصب میں تو اوسپر کرایہ نہیں اگرچہ گھر کرایہ کیواسطے مہیا ہو اور دونوں
مسئلوں کی وجہہ یہہ ہے کہ اوسنے سکونت نہیں کی کرایہ لازم کرکے کذا فی الطحطاوی قلت ولو اختلفا فی العلم وعدمہ فالقول لہ بیمینہ لانہ
منکر [illegible] میں کہتا ہوں اور اگر صاحب خانہ اور رہنے والا علم اور عدم علم میں مختلف ہوں یعنی صاحب خانہ کہتا ہو کہ تو جانتا تھا کہ یہہ گھر کرایہ
کیواسطے بنا ہے اور رہنیوالا کہتا ہو کہ مجکو اسکا علم نہ تھا تو رہنے والیکا قول اوسکی قسم کے ساتھہ مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے اور دوسرا مدعی ہے
اور قول منکر کا مقبول ہوتا ہے نہ مدعی کا قال شیخنا وبموت رب الدار وبیعہ یبطل الاعداد ہمارے استاد نے کہا کہ صاحب خانہ کی موت سے
اور اوسکے بیچڈالنے سے اعداد یعنی کرایہ کیواسطے مہیا ہونا باطل ہوجاتا ہے ولو بنی لنفسہ ثم اراد ان یعدہ فان قال بلسانہ واخبر الناس
جاز ذکرہ المصنف اور اگر ایک شخص نے گھر اپنے واسطے بنایا پھر چاہا کہ اوسکو کرایہ کیواسطے مہیا کردے تو اگر وہ اپنی زبان سے یہہ کہے اور لوگوں کو اسکی خبر کردے
تو جائز ہوگا مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے الا فی المعد للاستغلال فلا ضمان فیہ اذا سکن بتاویل ملک کبیت سکنہ احد الشرکاء
فی الملک ولو لیتیم کما مر عن القنیۃ فتنبہ مگر اوس گھر میں ضمان نہیں جو کرایہ کیواسطے طیار ہوا جبکہ اوسمیں کسی شخص نے سکونت کی اپنی ملکیت کی تاویل اور
توجیہہ سے جیسا کہ وہ گھر جسمیں شرکاء ملک سے کوئی شریک رہا اگرچہ وہ گھر مشترک یتیم کا ہو جیسا کہ عنقریب مذکور ہوچکا ہے قنیہ سے تو خبردار رہنا ھ شارح
نے خبردار کردیا اسبات پر کہ روایت قنیہ متقدمین کے قول پر مبنی ہے اور حالانکہ فتوی متاخرین کے قول پر ہے وجوب اجرت میں اما فی الوقف

اذا سکنہ احدھما بالغلبۃ بلا اذن لن م الاجر لیکن وقف کے مکان مین جبکہ ایک شریک اوسمین سکونت کرے غالب ہوکر بدون اذن کے تو اجرت
لازم ہوگی او عقلی کبیت الرھن اذا سکنہ المرتھن ثم بان للغیر مُعَدًّا للاجارۃ فلا شئ علیہ یا سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گھر
مین رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہے درانحالیکہ وہ اجارہ کیواسطے مہیا ہے تو مرتہن مذکور پر کچھ ضمان نہیں یقی لو اٰجر الغاصب احدھا فعلی المستاجر
المسمّی لا اجر المثل ولا یلزم الغاصب الاجر بل یردما قبضہ للمالک اشباہ وقنیہ باقی رہی یہ بات کہ غاصب نے یہ تینون مذکورہ یعنی وقف
اور مال یتیم اور معد للاستغلال سے ایک گھر اجارہ دیا تو مستاجر پر اجرت معین واجب ہوگی نہ اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب کو لازم نہوگی بلکہ جو
غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیر دیوے کذا فی الاشباہ والقنیۃ وفی الشرنبلالیۃ وینظر ما لو عطّل المنفعۃ ھل یضمن الاجرۃ کما لو سکن اور
شرنبلالیہ مین ہے اور اسمین نظر اور تلاش کرنی چاہیئے کہ صاحب اوقف یا اولی مالک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑ دے کیا اجرت کا ضامن ہوگا چنانچہ سکونت
سے ضامن ہے بخلاف خمر المسلم وخنزیرہ بان اسلم وھما فی یدہ اذا اتلفھما مسلم او ذمی فلا ضمان اور برخلاف مسلمان کی شراب اور سور کے
اسطور پر کہ کافر مسلمان ہوا اور شراب اور سور اوسکی ملک مین باقی رہے جبکہ دونکو مسلمان یا ذمی تلف کر ڈالے تو ضمان نہین یعنی اسواسطے کہ مسلمان کے
حق مین شراب اور سور مال متقوم نہین وضمن المتلف المسلم قیمتھما لان الخمر فی حقنا قیمی حکمًا لو کانا لذمی اور مسلمان شراب اور سور کا تلف
کرنے والا دونون کی قیمت کا تاوان دیگا اگر شراب اور سور کافر ذمی کی مملوک ہون قیمت کا تاوان ہوا اسواسطے کہ شراب ہم مسلمانون کے حق مین قیمت
والی چیز ہے باعتبار حکم شرع کے ہم ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ ذمیون کے حق مین شراب اور سور مال متقوم ہے اور اگرچہ شراب مثلی چیز ہے نہ
قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اوسکی تملیک اور تملک سے ممنوع ہے لہذا اوسکی قیمت مسلم پر واجب ہوئی والمتلف غیر الامام او مامورہ لان ذلک مختلف
فلا یضمن ولا اثم خلافًا للعینی مجتبیٰ ضمان اوسوقت واجب ہوگا جبکہ تلف کرنیوالا بادشاہ یا اوسکا مامور نہو جو اتلاف کو تعزیر جانتا ہو تو
اب ضمان نہوگا اور نہ شراب کی مشک کو تلف کرنیکا برخلاف محمد کے کذا فی المجتبیٰ ھم یعنی اگر بادشاہ یا اوسکا مامور شراب ورسور کے اظہار بیع پر انکو تلف کر ڈالے
باعتبار تعزیر کے تو اوسپر ضمان نہین سنح الغفار مین ہے کہ ذمی نے دارالاسلام مین خمر اور خنزیر کی بیع علانیہ کی تو اوسکو منع کیا جاوے پھر اگر کوئی شخص شراب
بہادے یا خنزیر کو قتل کرے تو اوسپر ضمان ہے لیکن اگر امام یہہ کرے تعزیر جانکر تو اوسپر تاوان نہین نہ مشک کا نہ شراب کا نہ سور کا ولا ضمان فی میتۃ
ودم اصلًا اور مردار اور خون کے تلف کرنے مین اصلًا تاوان نہین خواہ مسلم کی ہون یا ذمی کی اسواسطے کہ کسی اہل دین کے نزدیک یہہ چیزین مال نہین
بخلاف ما لو اشتراھا ای الخمر مِنہ ای الذمی وشربھا فلا ضمان ولا ثمن لانہ فعلہ بتسلیط بائعہ بخلاف غصبھا مجتبیٰ برخلاف اس
مسئلہ کے کہ اگر شراب ذمی سے خریدی اور پی لی تو نہ اوسپر ضمان ہے نہ ثمن اسواسطے کہ مشتری نے یہہ فعل اوسکے بائع کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب کے
غصب کرنیکے کہ اوسمین تسلیط مالک نہین لہذا اوسپر ضمان ہے کذا فی المجتبیٰ وفیہ اتلف ذمی خمر ذمی ثم اسلما او احدھما لا شئ علیہ الا فی روایۃ علیہ
قیمۃ الخمر اور مجتبیٰ مین ہے کہ ذمی نے دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونون مسلمان ہوگئے یا ایک تو تلف کرنیوالے پر کچھ تاوان نہین مگر ایک روایت
مین اوسپر تاوان مذکور ہے غصب خمر مسلم فخللھا بما لا قیمۃ لہ کملح یسیر لا قیمۃ لہ او تشمیس او غصب جلد میتۃ فدبغہ
بما لا قیمۃ لہ کتراب وشمس اخذھما المالک مجانًا شراب مسلمان کی غصب کی پھر اوسکو سرکہ بنایا اوس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین چنانچہ تھوڑے
نمک یا تھوڑا نمک ڈالکے جسکی کچھ قیمت نہین یا سرکہ بنایا دھوپ مین رکھکر یا مردار کی کھال غصب کی پھر اوسکی دباغت کی اوس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہین
چنانچہ مٹی اور دھوپ تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو مفت لیگا ولکن لو اتلفھما ضمن الخل لا الجلد لکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف
کریگا تو ضمان دیگا اور اگر وہ خود بخود تلف ہون تو اوسپر ضمان نہین وفی شرح الوھبانیۃ یضمن قیمتہ مدبوغًا واعتمدہ فی الملتقی اور شرح
وہبانیہ مین ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضمان دے اور اسی قول پر ملتقی مین اعتماد کیا ہے ھم یہہ ضمان صورت اتلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی
ولو خللھا بذی قیمۃ کالملح الکثیر والخل ملکہ ولا شئ علیہ للمالک خلافًا لھما اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی چیز سے چنانچہ زیادہ

تک اور سیر کہ ڈالکر تو غاصب اوسکا مالک ہو جاویگا اور مالک کیواسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہیں برخلاف صاحبین کے ولو دبغہ بما لا قیمۃ لہ کالقرظ و العفص الجلد اخذہ المالک و ردّ ما زاد الدبغ اور اگر قیمت والی چیز سے جلد کی دباغت کی جیسے ببول کی چھال اور مازو سے تو مالک اوسکو لے اور جسقدر قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہوگئی وہ غاصب کو پھیر دے والغاصب حبسہ حتی یاخذ حقہ اور غاصب کو جلد مدبوغ کا روک رکھنا اپنے حق کے لینے تک درست ہے ولو اتلفہ لا یضمن کما لو تلف اور اگر غاصب جلد مدبوغ مذکور کو تلف کرے تو ضمان نہ دیگا جیسے اگر وہ خود بخود تلف ہوجاتا ولا ضمان باتلاف المیتۃ ولو لذمی اور ضمان نہیں مردار کے تلف کر ڈالنے سے اگرچہ مردار ذمی کا ہو ولا باتلاف متروک التسمیۃ عمدًا ولو لمن یبیحہ ملتقی لان ولایۃ المحاجۃ ثابتۃ اور نہ اوس ذبیحہ کے اتلاف سے ضمان ہے جسپر نام خدا عمدا ترک کیا اگرچہ متروک التسمیۃ اوس شخص کا ہو جو اوسکو مباح کہتا ہے یعنی شافعی مذہب کا ہو کذا فی الملتقی اسواسطے کہ حجت انگیزی کا اختیار حنفی مذہب کو ثابت ہے ہم حجت حنفیہ یہ ہے کہ اوسکی حرمت نص قرانی سے ثابت ہے قال تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی نہ کہاؤ اسکو جسپر اللہ تعالی کا نام نہ لیا گیا

وضمن بکسر معزف بکسر المیم الۃ اللہو ولو لکافر ابن کمال قیمتہ خشبًا منحوتًا صالحًا لغیر اللہو اور باجے کے توڑنے سے اگرچہ باجا کافر کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تاوان دیگا اوسکی قیمت کا یعنی گہڑی ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہیں اوسکی قیمت کا ضمان دیگا شارح کہا معزف بکسر میم عبارت ہے آلۂ لہو سے یعنی گانیکا باجا ہم معازف جیسے بربط اور مزمار اور دف اور طبل اور طنبور کذا فی المنح قاضی خان نے کہا صالح لغیر اللہو کا مطلب یہ ہے کہ دف توڑنے میں اوس دف کی قیمت کا تاوان دیگا جس دف میں روئی رکھتے ہیں اور بربط کے توڑنے میں اوس چوبی پیالہ کا ضمان دے جسمیں ثرید وغیرہ بنایا کہا جاتا ہے وضمن القیمۃ لا المثل باراقۃ سکر و منصف سیجی بیانہ فی الاشربۃ اور ضمان قیمت دیگا نہ ضمان مثل سکر اور منصف کے بہا دینے سے کتاب الاشربہ میں سکر اور منصف کا بیان آویگا ہم سکر اوسے کہتے ہیں کہ کہجور کے کچے پانیکا جبکہ وہ گاڑھا ہوجاوے اور منصف وہ ہے جو اوبالا جاوے آگ پر جوش کرتے کرتے کذا فی الہدایہ و صححا بیعہا کلہا وقالا لا یضمن ولا یصح بیعہا وعلیہ الفتوی ملتقی و درر و زیلعی وغیرہا واقرہ المصنف اور صحیح ہے بیع آلات لہو کی بالکل اور صاحبین نے کہا کہ باجوں کے توڑنے والے پر تاوان اور تمام آلات لہو اور ساز غنا کی بیع صحیح نہیں اور یہی قول پر فتوی ہے کذا فی الملتقی والدرر والزیلعی وغیرہا اما طبل الغزاۃ زاد فی حظر الخلاصۃ والصیادین والدف الذی یباح ضربہ فی العرس فمضمون اتفاقا اور غازیوں کا طبل خلاصہ کی کتاب الحظر میں شکاریوں کا زیادہ کیا ہے اور شکاریوں کا طبل اور وہ دف جسکا بجانا شادی میں مباح ہے تو اوسکے توڑنے میں بالاتفاق تاوان ہے کالامۃ المغنیۃ ونحوہا ککبش نطوح وحمامۃ طیارۃ ودیک مقاتل وعبد خصی حیث تجب قیمتہا غیر صالحۃ لہذا الامر جیسے ضمان غصب اور بیع ہے گانے والی لونڈی اور اوسکی مانند کی جیسے ٹکر مارنے والا مینڈہا اور اوڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑنے والا اور خوجہ غلام کیونکہ انکی قیمت واجب ہے اسطرحپر کہ امور مذکورہ کی صلاحیت نرکہتے ہوں ہم یعنی جاریہ غیر مغنیہ اور غلام غیر خصی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی و لو غصب ام ولد فہلکت لا یضمن بخلاف المدبر لتقوم المدبر دون ام الولد وقالا یضمنہا لتقومہا اور اگر ام ولد کو غاصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو غاصب پر تاوان نہیں برخلاف غلام مدبر کے موت کے بسبب مال متقوم ہونے مدبر کے نہ ام ولد کے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا ام ولد کا بھی ضمان غاصب دے اوسکے مال متقوم ہونیکے سبب سے ہم مدبر کی قیمت دو ثلث ہے قن کی قیمت سے اور ام ولد کی قیمت صاحبین کے نزدیک سوم حصہ ہے حل قید عبد غیرہ او دابۃ او فتح باب اصطبلہا او قفص طائرہ فذہبت ہذہ المذکورات او سعی الی سلطان بمن یوذیہ والحال انہ لا یدفع بلا دفع الی السلطان او سعی بمن یباشر الفسق ولا یمتنع بنہیہ او قال للسلطان قد یغرم و قد لا یغرم فقال انہ وجد کنزا فغرمہ السلطان شیئا لا یضمن فی ہذہ المذکورات ایک شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا اوسکی جانور کے باندہنے کی رسّی کہولدی یا اوسکی اصطبل کا دروازہ کہولدیا یا اوسکے چڑیا کے پنجڑے کی کھڑکی کہولدی سو یہ سب باہر بن جاتی رہیں یا کسی شخص نے بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اوسکو ستاتا ہے اور حال یہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنے کے وہ ستمگر تھمتا نہیں

یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہے اور اوسکے منع کرنے سے باز نہیں آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے کہ کبھی ڈانڈ ڈالتا ہے اور کبھی نہیں ڈالتا
یہہ کہدیا کہ فلان شخص نے گڑا ہوا مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اوس موذی یا فاسق پر یا خزانہ پانیوالے پر کچھہ ڈانڈ ڈالدیا تو ان چھہ صورتون سے ان سب
صورتون مذکورہ بالا مین تاوان نلیا جاویگا یعنی نہ غلام اور گھوڑے وغیرہ کا اور نہ بادشاہ کے ڈانڈ ڈالنے کا
ولو غرم السلطان البتة بمثل هذه السعاية ضمن اور اگر بادشاہ ڈانڈ لیتا ہو قطعاً اور یقیناً اسطرح کی چغلی سے تو چغل خور ضامن ہوگا ولکن الضمن
لو سعى بغير حق عند محمد زجرا له اي للساعي وبه يفتى وعزر ولو الساعي عبدا طولب بعد العتق اور اسیطرح ضامن ہوگا چغل خور بر محمد کے
نزدیک اگر اوسنے ناحق چغلی کھائی واجب ضمان چغل خور کا زجر اور تعزیر کیواسطے ہے تا دوبارہ مرتکب نہو اور اسی قول پر فتوی ہے اور اوسکو تعزیر
دیجاوے اور اگر چغل خور غلام ہو تو اوس سے تاوان کا مطالبہ کیا جاویگا آزاد ہونیکے بعد ولو مات الساعي فللمسعي به ان يأخذ قدر الخسران
من تركته هو الصحيح جواهر الفتاوى اور اگر چغل خور مرگیا تو اسکو جسکی اوسنے چغلی کھائی جائز ہے کہ بقدر اپنے نقصان کے اوسکے متروکہ سے لے
یہی قول صحیح ہے کذا فی جواہر الفتاوی ونقل المصنف انه لو مات المشكو عليه بسقوطه من سطح لخوفه غرم الشاكي ديته لا لو مات بالضرب
لندرته قهستاني وقد حققنا في باب السرقة اور مصنف نے اپنی شرح مین نقل کیا یعنی عمادیہ سے اور جسکا شکوہ کیا گیا حاکم کے پاس اگر وہ مرگیا چھت پر سے
گرکے اوسکے خوف کے سبب سے تو شکوہ کرنیوالا اوسکی دیت کا تاوان دیگا نہ تاوان دیگا اوس صورت مین کہ اگر صدمہ سے وہ مرگیا بسبب ندرت موت کے
ضرب سے اور البتہ یہہ مسئلہ مذکور ہوچکا باب السرقہ مین امر شخص عبد غيره بالاباق او قال له اقتل نفسك ففعل ذلك وجب عليه قيمته
ایک شخص نے غیر کے غلام کو بھاگجانے کا امر کیا یا غلام سے اوسنے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کرسو وہ بھاگ گیا یا اوسنے اپنی جان ہلاک کی تو اوس
شخص پر قیمت غلام کی واجب ہوگئی ولو قال اتلف مال مولاك فاتلفه لا يضمن الامر والفرق ان امره بالاباق والقتل صار غاصبا
لانه استعمله في ذلك الفعل وامره بالاتلاف لا يصير غاصبا للمال بل للعبد وهو قائم لم يتلف وانما التلف بفعل العبد اور اگر ایک
شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے مولے کا مال تلف کرسو اوسنے تلف کیا تو امر کرنیوالا شخص تاوان دہ ہو اور فرق اس مسئلہ اور مسئلہ سابقہ مین
یہہ ہی کہ بھاگنے اور قتل کرنیکے امر سے وہ شخص غاصب ٹھہر گیا اسواسطے کہ اوسنے غلام کو استعمال کیا اس فعل مین اور اتلاف مال کے امر سے وہ شخص
مال کا غاصب نہ ٹھہرا بلکہ غلام کا غاصب ٹھہرا حالانکہ غلام موجود ہے تلف نہیں ہوگیا اور تلف ہوا مال کا غلام کے فعل سے ہوا واعلم
ان الامر لا ضمان عليه بالامر الا في ستة اذا كان الامر سلطانا او ابا او سيدا او المامور صبيا او عبدا امره باتلاف مال غيره
واذا امره بحفر باب في حائط الغير غرم الحافر ورجع على الامر اشباه اور معلوم کر کہ امر کرنے والے پر تاوان نہیں بسبب امر
کرنیکے مگر چھہ امر کرنیوالون پر ضمان ہے جبکہ آمر بادشاہ ہو یا باپ یا مولی یا مامور صغیر ہو یا وہ غلام جسکو آمر نے مولے کے سوا اور کسیکے مال
تلف کرنیکا امر کیا ہو اور جبکہ اوسکو غیر کی دیوار مین دروازہ کہودنے کا امر کیا ہو تو کہودنے والا تاوان دے اور کہودنے والا امر کرنیوالے سے پھیرلے
کذا فی الاشباہ ثم سلطان آمر پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اوسکا امر اکراہ ہے کیونکہ مامور جانتا ہے کہ اگر مین اطاعت نکرونگا تو وہ عقاب کریگا بخلاف
غیر سلطان تو ضمان سلطان پر ہوگا نہ مامور پر اور پدر آمر کی یہہ صورت ہی کہ باپ نے اپنے فرزند بالغ کو امر کیا کہ اوسکی زمین مین آگ جلادے سو اوسنے آگ
جلائی اور وہ آگ زمین ہمسایہ مین جا پڑی اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان باپ پر ہوگا اسواسطے کہ امر صحیح ہے اور ظاہر اس صورت کا دلالت کرتا ہی کہ
امر باپ کا فرزند بالغ کیواسطے ایسا نہیں تو اگر باپ امر کرے اوسکو اتلاف مال یا قتل نفس کا تو ضمان فرزند پر ہوگا بسبب فاسد ہونے امر کے اور امر مولے
کی صورت یہہ ہے کہ مولے نے غلام مامور کو تلف مال یا نفس کا امر کیا تو ضمان اوسکا مولای آمر پر ہوگا اور صغیر مامور کی یہہ صورت ہی کہ صبی محجور سے کہا
کہ اس درخت پر چڑہ اور میرے واسطے پہل توڑ پھر وہ چڑہا اور گرپڑا تو اوسکی دیت شخص آمر کی برادری پر ہوگی اور عبد مامور کا عنقریب مذکور ہوچکا جامع الفصولین
مین ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کہود یعنی غیر کی دیوار مین تو ضمان اوسکا آمر پر ہے نہ حافر پر اور اگر یون نہ کہی کہ

میرے واسطے کہود تو ضمان آمر پر نہوگا یعنی حافر پر ہوگا کذا فی الطحطاوی مستعمل عبد الغیر لنفسہ بان ارسلہ فی حاجتہ وان لم یعلم انہ عبد
او قال ذلک العبد الذی استعملہ انی حر ضمن قیمتہ ان ہلک العبد عمادیہ کام لیا غیر کے غلام سے اپنی ذات کا اسطرح کہ اوسکو اپنی حاجت
مین بہیجا اگرچہ وہ نجانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اوس غلام نے کہا جسکو اوسنے اپنے کام مین لگایا کہ مین آزاد ہون تو اوسکی قیمت کا تاوان دے اگر غلام ہلاک
ہو جاوے کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ استعمال سے وہ غاصب ٹھہرا وفیہا جاء رجل الی اخر وقال انی حر فاستعملنی فی عمل فاستعملہ فہلک
فظہر انہ عبد ضمنہ علم او لم یعلم ہذا اذا استعملہ فی عمل نفسہ اور عمادیہ مین ہے کہ اگر ایک مرد دوسرے کے پاس آیا اور بولا کہ مین آزاد ہون
سو مجہسے کوئی کام لے سو اوسنے اوس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہو گیا پہر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تہا تو اوسکا تاوان دے خواہ وہ جانتا ہو یا نجانتا ہو
یہہ اوسوقت ہے جبکہ اوس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو ولو استعملہ لغیرہ ای فی عمل غیرہ لا ضمان علیہ لانہ لا یصیر بہ غاصبا کقولہ
لعبد ارق ہذہ الشجرۃ وانثر المشمش لتاکلہ انت فسقط لم یضمن الآمر ولو قال لتاکلہ انت وانا ضمن قیمتہ لانہ استعملہ فی نفعہ
اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام مین تو آمر پر ضمان نہین اسواسطے کہ اس سے وہ غاصب نہین ہو جاتا چنانچہ اوسکے یون کہنے مین
غلام سے کہ اس درخت پر چڑہ اور زردالو کو جہاڑ تاکہ تو کہاوے سو غلام گر کے مر گیا تو آمر پر ضمان نہوگا اور اگر یون کہا تاکہ تو کہاوے اور مین تو اوسکی
قیمت کا ضمان دیگا اسواسطے کہ اوسنے تمام غلام کو اپنے نفع مین استعمال کیا ہ طحطاوی نے کہا تعلیل اخیر مین گفتگو ہے یعنی تمام غلام آمر کی نفع مین
مستعمل نہین غلام جاء الی فصاد فقال افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فغیرہ یا لاولی فمات من ذلک ضمن قیمۃ العبد عاقلۃ الفصاد ایک غلام
فصاد کے پاس آیا سو بولا کہ میری فصد کہول سو اوسنے ایسی فصد کہولی جیسی عادت مین کہولا کرتے ہین سو وہ مر گیا اس فصد کے زخم سے تو فصاد
کی برادری اس غلام کی قیمت کا تاوان دیوے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد مین تو بطریق اولی ضمان لازم ہوگا ہ اسواسطے ضمان واجب ہوا کہ
غلام کا اذن معتبر نہین اگرچہ وہ ماذون ہو بلکہ مولی کا اذن لائق اعتبار کے ہے وکذا الحکم فی الصبی تجب دیتہ علی عاقلۃ الفصاد عمادیہ
اور ایسا ہی حکم ہے صغیر نابالغ کی فصد کہولنے اور اوسکے مرجانے مین تو اوسکی دیت فصاد کی برادری پر ہے کما فی العمادیہ **فرع** مسئلہ ملحقہ
شارح کا غصب عبدا ومعہ مال المولی صار غاصبا للمال ایضا بل قالوا یضمن ثیابہ تبعا لضمان عینہ بخلاف الحر عمادیہ غصب کیا غلام اور
اوسکے ساتھہ مولی کا مال ہے تو وہ مال کا بہی غاصب ہو گیا بلکہ فقہا نے کہا کہ غلام کے کپڑون کا غاصب تاوان دے باعتبار تبعیت ضمان ذات غلام
کی بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزاد کی ذات کا ضمان نہین اور نہ اوسکے کپڑون کا وفی الوہبانیۃ ولو نسی الحرفات یضمن نقصہا
ولو نسی القرآن او شاخ یذکر اور وہبانیہ مین ہے اور اگر غلام مغصوب پیشونکو بہول گیا تو اوسکے نقصان کا غاصب تاوان دے اور اگر قران
بہول گیا ہو یا غلام جوان پیر ہو گیا تو اسیطرح ضمان مذکور ہے ہ مسائل مذکورہ مین علت شاملہ فوات وصف مرغوب فیہ ہی جس سے مالیت زیادہ ہوتی ہے
ولو حکم الدلال قیمۃ سلعۃ فقوم للسلطان انقص یجبر اور اگر دلال قیمت قماش کی جانتا ہو پہر حاکم کیواسطے کمتر قیمت اوسکی بیان کرے تو
اوسپر تاوان لازم آویگا ومتلف احدی زوجین یسلم الشیئین والمجموع منہ یجبر اور جوڑے مین سے ایک فرد کے تلف کرنے
والے کو باقی فرد بہی دیجاوے اور کل کے ضمان کو وہ حاضر کرے ہ جوڑے سے مراد وہ دو چیزین ہین جنکے مالک کو انتفاع مقصود حاصل نہووے
بدون دونون کے چنانچہ دو کواڑ اور دو موزے اور دو جوتے تو اگر غاصب ایک فرد اوسمین سے غصب کرے تو دوسری فرد بہی اوسکو مالک تسلیم کرے
اور جوڑے کا تاوان اوس سے لے قلت وعن ابی یوسف لا یضمن الا الخف التی اتلفہا وفی البزازیۃ ہو المختار واقرہ الشرنبلالی ثم
مین کہتا ہون اور ابو یوسف سے روایت یہہ ہے کہ غاصب سے تاوان نلیا جاوے مگر ایک ہی موزے کا جسکو اوسنے تلف کر دیا اور بزازیہ مین ہے کہ
یہی قول مختار ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکہا ہے وذکر ما یفید ان السلطان لیس بقید وانہ یفتی بالقول بتضمین القاضی ایضا تسببا فی
استہلاک الوقف ومال الیتیم فلیحفظ واللہ اعلم اور شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین وہ قول ذکر کیا جو اسکا مفید ہے کہ وہبانیہ کی بحث مین

تشقیص قیمت دلال مین سلطان قید نہین ہے اور یہہ کہ تضمین قاضی کا بھی قول لائق ہے خصوصاً استبدال وقف اور مال یتیم مین تو اسکو یاد رکھنا چاہئے
واللہ اعلم ھم یعنی اموال یتامی اور ویران اوقاف کی قیمت امیرون اور نوابون اور حاکمون کیواسطے قیمت کرنیوالے مقرر کرتے ہین اور اوسمین غبن
فاحش ہوتا ہے اور قاضی اونکا حال جانتا ہے خصوصاً استبدالات مین تو اسوقت مین لائق یہہ ہے کہ قاضی کی بھی ضمان کے قائل ہوجئے کذا فی الطحطاوی
عن الشرنبلالی مختصراً انتہی ایک شخص پر دین تہا سو وہ بھول گیا پہر مرگیا تو اسکا مواخذہ ہوگا قیامت کے دن یا نہوگا جواب اسکا یہہ ہے کہ اگر
تجارت کا دین ہے تو امید یہہ ہے کہ مواخذہ نہوگا اور اگر غصب کی جہت سے دین ہے تو مواخذہ ہوگا ایک شخص کا باپ مرگیا اور اوسپر دین تہا اور وہ
بھول گیا اور اوسکا بیٹا جانتا ہے تو وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بہی دین بھولکر مرگیا تو ماخوذ نہوگا ایک شخص نے باپ کی چیز چوری کی پہر اوسکا باپ مرگیا تو
فرزند سے آخرت مین مواخذہ نہوگا اسواسطے کہ دین اور ضمان مسروق منتقل ہوا فرزند کیطرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ البتہ باقی رہا۔ اگر
مسلم نے کافر ذمی کی چوری کی یا غصب کیا تو اسکا عذاب قیامت مین ہوگا اور جہگڑا ذمی کا قیامت مین سخت تر ہوگا اسواسطے کہ کافر دوزخی رہیگا ہمیشہ
اور غیر کفر کے عذاب سے اوسپر تخفیف ہوا کریگی بسبب اوسکی حق تلفیون کے تو اوس سے امید عفو کی نہین اور مسلمان سے البتہ امید ہے اور جانور کی خصومت
آدمی پر نہایت سخت تر ہے آدمی کی خصومت سے آدمی پر غاصب اگر خانہ مغصوب مین بیمار ہو تو اوسکی عیادت نکرنی چاہیے ابو یوسف نے کہا ایک
شخص نے زمین غصب کی اور اوسمین مسجد بنائی اور دوکانین اور حمام تو اوس مسجد مین نماز کا تو چندان مضائقہ نہین لیکن حمام مین نہانا چاہیے اور
دوکانونکو کرایہ نلیا چاہیے مگر خرید کرنے کیواسطے دوکانون جانا جائز ہے ہشام نے کہا مین مکروہ جانتا ہون نماز اوس مسجد مین یہانتک کہ اوسکے
مالک راضی ہوجاوین اور آدمی دوکانونکو خرید کرنا بہی میرے نزدیک مکروہ ہے اور جو سوداگر ان دوکانون مین رہتی ہین مغصوبہ جانکر اونکی گواہی مقبول
نہین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الشفعة

یہہ کتاب ہے شفعہ کے مسائل مین مناسبتہا
تملک مال الغیر بغیر رضاہ شفعہ کی مناسبت غصب سے مالک ہونا ہے غیر کے مال کا بدون اوسکی رضامندی کے یعنی غیر کے مال کا مالک ہونا
بدون اوسکی رضامندی کے غصب اور شفعہ مین مشترک امر ہے لہذا غصب کے بعد شفعہ کو مذکور کیا ھی لغة الضم شفعہ لغت مین بمعنی ضم ہے یعنے
ملانا ھم زیلعی نے کہا شفعہ ماخوذ ہے شفع بمعنی ضم سے جو ضد ہے وتر کی اور اسی سے شفاعت رسول علیہ الصلوة والسلام ہے گنہگارون کیواسطے اور
حضرت کی شفاعت سے مذنبین فائزین کے ساتھ ملینگے اور یہان شفیع ماخوذ کو اپنے ملک کے ساتھ ملاتا ہے لہذا اوسکا نام شفعہ ٹھہرا وشرعاً
تملیک البقعة جبراً علی المشتری بما قام علیه بمثله لو مثلیاً والا فبقیمته اور شرع مین شفعہ عبارت ہے تملیک بقعہ سے مشتری پر زبردستی
کرکے بعوض اوس مال کے جو مشتری پر خرید کرنے مین پڑا اور یہہ تملیک ہو بعوض مثل ثمن مشتری کے اگر ثمن مثلی ہو اور نہین تو برابر اوسکی قیمت کے ھم مشتری
کی قید سے ملک بلا عوض سے احتراز ہوگیا چنانچہ ہبہ بلا عوض اور میراث اور صدقہ سے اور اوس ملک سے جو بعوض غیر عین کے ہو چنانچہ مہر اور اجارہ
اور خلع اور صلح دم عمد سے اسواسطے کہ امور مذکورہ مین شفعہ نہین اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اوسمین شفعہ ہے کیونکہ وہ باعتبار انتہا کے بیع ہے وسببها
اتصال ملك الشفیع بالمشتری بشرکة او جوار اور شفعہ کا سبب متصل ہونا ہے ملک شفیع کا خریدی چیز سے خواہ اتصال شرکت کے سبب سے ہو
خواہ ہمسائگی کی جہت سے ھم خواہ شرکت نفس مبیع مین ہو خواہ حقوق مین چنانچہ آگے معلوم ہوگا لزوم شفعہ کی حکمت یہہ ہے کہ تا آدمی اجنبی شخص
کی ہمسائگی سے تکلیف نپاوے و شرطها ان یکون المحل عقاراً اور شفعہ کی شرط یہہ ہے کہ محل عقار ہو ھم در المنتقی مین ہے کہ عقار سے
مراد یہان غیر منقول ہے تو عقار مین گہر اور چکی اور کنواں اور بالاخانہ داخل ہے اگرچہ اوسکی راہ سفل مین نہو اور عمارت اور اشجار عقار سے نکل گئی
اسواسطے کہ انمین شفعہ نہین مگر عقار کے ساتھ اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع مع حق القرار ہو خلافاً لابن الکمال کذا فی الطحطاوی وسفلاً کان او علواً
شرط شفعہ عقار ہے اگرچہ عقار سفل ہو یا علو یعنی نیچے کا مکان ہو یا اوپر کا مکان ھم شفعہ بالاخانہ کی مثال یہہ ہے کہ دو شخص شریک ہین
سفل اور علو مین سو ایک شریک نے بالاخانہ کا اپنا حصہ بیع کیا تو دوسرا شریک اوسکا شفیع ہوگا بنسبت عقار سی کذا فی الطحطاوی و ان لم یکن

یکن طریقہ فی السفل لان العلو بالعقار بما لہ من حق القرار درد شفعہ ثابت ہے اگرچہ بالاخانہ کی راہ نیچے والے مکان مین نہو اسواسطے کہ
بالاخانہ ملحق بعقار ہے اسواسطے کہ اوسکو لئے حق ثبات اور قرار ثابت ہی کذا فی الدرر ھم اگر منزل بالا اور منزل زیرین کی ایک ہی راہ ہی تو استحقاق
شفعہ بسبب طریق کے ہی اسوجہسے کہ وہ شخص شریک فی الحقوق ہی اور اگر اوسکی دوسری راہ ہی تو استحقاق شفعہ بسبب ہمسایگی کی ہے اور اگر منزل
زیرین کی بیع ہوئی اور منزل بالا منہدم ہو تو بقیاس قول ابو یوسف شفعہ نہین اور بقیاس قول محمد شفعہ ہے اور اگر منزل زیرین ایک شخص کی ہے اور
منزل بالا دوسرے شخص کی اور دونونکے پاس گہر بکتا ہے تو اوسمین دونون کا شفعہ ہے کذا فی الطحطاوی واما ما جزم بہ ابن الکمال فی اول
باب ما ھی فیہ من ان البناء اذا بیع مع حق القرار یلتحق بالعقار فردہ شیخنا الرملی وافتی بعدمہا تبعا للبزازیۃ وغیرہا فلیحفظ
اور وہ جو ابن کمال نے اوس باب کے اول مین جسکے اندر شفعہ ہے اسکا یقین کرلیا ہی کہ جب بیچی جائے عمارت حق قرار کے ساتھہ تو عمارت ملحق بعقار ہی
یعنے تو اسمین شفعہ ثابت ہی سو اوس کلام کو ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے رد کیا ہی اور فتوی دیا ہی عدم شفعہ کا بزازیہ وغیرہا کا تابع ہوکر تو اسکو یاد رکہنا
چاہئیے ھم عمارت مع حق القرار کی مثال یہہ ہے کہ زمین وقف مین عمارت بنائی گئی اور بقاء عمارت واقف یا متولی سے شرط کرلیا تو اگر عمارت مذکورہ کی
بیع ہو تو ابن کمال اور مفتی ابو السعود کے نزدیک اسمین شفعہ ثابت ہی لیکن در المنتقے اور بزازیہ اور سراجیہ اور تحفہ اور قنیہ مین عدم شفعہ مصرح ہے
سراجیہ مین یون ہی کہ ایکمرد کا گہر ہے وقف کی زمین مین تو اوسکے واسطے شفعہ نہین اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچے تو اوسکے واسطے بہی شفعہ نہین کذا
فی الطحطاوی مختصرا وركنها اخذ الشفیع من احد المتعاقدین عند وجود سببہا وشرطہا اور شفعہ کا رکن لینا ہی شفیع کا بائع یا مشتری
سے وجود سبب اور شرط شفعہ کی نزدیک ھم یعنی جبکہ اتصال ملک شفیع ہوا اور عقد معاوضہ اور مبیع عقار ہو وحکمہا جواز الطلب عند
تحقق السبب ولو بعد سنین اور حکم شفعہ کا جائز ہونا ہے طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ جواز طلب چند سال کے بعد ہو ھم سالہا سال
کے بعد طلب شفعہ اسوقت جائز ہوگی جبکہ شفیع غائب ہو اور اوسکو بیع کا حال معلوم نہو وصفتہا ان الاخذ بہا بمنزلۃ شراء مبتداء فیثبت بہا
ما یثبت بالشراء کالرد بخیار رویۃ وعیب اور شفعہ کی صفت یہہ ہے کہ بوسیلہ شفعہ کے لینا ابتداء خرید کی مانند ہے تو شفعہ سے وہ ثابت ہوتا
ہے جو خریداری سے ثابت ہوتا چنانچہ پہیر دینا بسبب خیار رویت اور خیار عیب کے وتجب لہ لا علیہ شفعہ واجب ہے یعنی ثابت ہی شفیع کی منفعت کے
واسطے نہ اوسپر مضرت ہونے کو ھم شارح نے اس قول سے اشارہ کردیا کہ یہان وجوب بمعنی ثبوت کے ہی نہ وجوب مصطلح فقہا جسکے ترک سے گناہ لازم
آوے تو اگر شفیع شفعہ طلب نکرے تو اوسپر کچہہ گناہ نہین بعد البیع ولو فاسدا انقطع فیہ حق المالک کما یاتی شفعہ واجب ہی بعد بیع کے
اگرچہ ایسی بیع فاسد ہو جسمین مالک کا حق منقطع ہوگیا چنانچہ آگے آویگا ھم بیع فاسد مین حق مالک منقطع ہوتا ہے مشتری کے وقف کرنے اور رہن
رکہنے اور وصیت کرنے سے او بخیار المشتری یا شفعہ واجب ہوتا ہی بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار ہو یا بائع اور مشتری
دونونکا تو شفعہ نہین وتستقر بالاشہاد فی مجلسہ ای طلب المواثبۃ اور شفعہ مستقر اور ثابت ہوجاتا ہی گواہ کرنے سے اوسکی مجلس یعنی طلب
مواثبہ کی مجلس مین فلا تبطل بعدہ تو شفعہ باطل نہوگا بعد گواہ کرلینے کے یعنی بعد اشتہاد کے اگر تاخیر کریگا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے
تو شفعہ باطل نہوگا بموجب ظاہر مذہب مفتی بہ کے وتملک بالاخذ بالتراضی او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملک الشفیع
بمجرد الحکم قبل الاخذ کما حررہ منلا خسرو اور عقار مبیع مملوک ہوجاتا ہی لینے سے باہم کی رضامندی سے یا مملوک ہوتا ہی قاضی کے حکم سے
شارح نے کہا قضاء قاضی اخذ پر عطف ہے بسبب ثابت ہونے ملک شفیع کے بمجرد حکم قاضی سے لینے سے پہلے چنانچہ درر مین ملا خسرو نے اسکو تحریر کیا ہے ھم
شارح نے بیان عطف سے شبہہ دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کوئی سمجھیگا تو مطلب یہہ ہوگا کہ ملک شفعہ لینے سے ہوتی ہے خواہ لینا
تراضی سے ہوا و قاضی کے حکم سے حالانکہ یہہ مطلب خلاف تحقیق ملا خسرو ہے بقدر رؤس الشفعاء لا الملک خلافا للشافعی شفعہ واجب ہوتا ہے
بقدر رؤس شفعا کے نہ بقدر ملک شفیعون کے برخلاف مذہب شافعی ھم عدد رؤس شفعا اور مقدار ملک کی صورت یہہ ہی کہ ایک گہر تین شخصون مین

مشترک ہی ایک کا حصہ اوسمین نصف ہی اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا سدس سو صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دونو شریکون نے شفعہ طلب کیا تو
امام شافعی کے نزدیک حصہ مبیعہ مین اثلاث کا حکم ہوگا بقدر اونکی ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیع کریگا تو دونون اخماس کا حکم ہوگا اور اگر
صاحب ثلث نے بیع کی تو ارباع کا حکم ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک دونو شریکون مین برابر بنصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتون مین کذا فی الدرر یعنی جتنی
شفیع ہونگے برابر شفعہ پاوینگے اگرچہ کسیکی زیادہ ملک ہو اور کسیکی کم للخلیط متعلق بتجب فی نفس المبیع شفعہ واجب ہوتا ہی واسطے خلیط کے یعنی جو
شریک ہی ذات مبیع مین شارح نے کہا لفظ للخلیط کا تجب سی متعلق ہے ثم یہان سے مصنف نے ترتیب شفعا کا بیان شروع کیا ثم ان لم یکن او سلم له فی
حق المبیع وھو الذی قاسم وبقیت له شرکة فی حق العقار کالشرب والطریق خاصین بعد اسکے اگر شریک نفس مبیع کا نہو یا ہو مگر مشتری کے
واسطے مبیع کو مسلم رکہہ لیوے یعنے حق شفعہ کو طلب نکرے تو اوسکا شفعہ واجب ہی جو حق مبیع مین شریک ہو اور حق مبیع کا شریک وہ ہی جسنے مشترک چیز بانٹ لی اور
اوسکی شرکت حق عقار مین باقی رہی جیسے مخصوص پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت ثم فسر ذلك بقوله کشرب نهر صغیر لا تجری
فیه السفن وطریق لا ینفذ پہر مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی چنانچہ پانی کی باری اوس نہر صغیر کی جسمین
کشتیان نہین چلتین اور جیسے کوچہ غیر نافذہ فلو عامین لا شفعة بهما تو اگر پانی کی باری عام ہو یعنی نہر کبیر ہو جسمین کشتیان چلتی ہون اور طریق عام
یعنی کوچہ نافذہ ہو تو ان دونو شرکتون سے شفعہ ثابت نہوگا یا نہر مشرب نهر مشترك بين قوم تسقى اراضيهم منه بيعت ارض منها فلكل اهل
الشرب الشفعة ولو النهر عاما فالمسئلة بحالها فالشفعة للجار الملاصق فقط بیان نہر خاص کا یہہ ہی کہ نہر صغیر کے پانی لینے کی باری مشترک ہو چند
لوگون مین کہ اونکی اراضی اوس سے سینچی جاتی ہین اُن اراضی مین سے ایک کہیت بکا تو سب پانی لینے والون کیواسطے شفعہ ثابت ہی یعنی سب لوگونکا حق ہی
اوسکی خرید مین اور اگر نہر عام ہو جسمین کشتیان چلتی ہین اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے تو سب پانی لینے والون کا وہانکی زمین کی بیع مین شفعہ نہین بلکہ فقط
ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہی ثم شارح نے طریق خاص کا بیان نکیا اوسکے ظاہر ہونیکے سبب ثم للجار الملاصق ولو ذمیا او ماذونا او مکاتبا
پہر حق مبیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کیواسطے واجب ہی اگرچہ ہمسایہ ملاصق ذمی یا عبد ماذون یا مکاتب ہو بابه فی سکة اخری وظهر داره لظهرها
فلو بابه فی تلك السكة فهو خليط لكاهما جار ملاصق وہ ہی جسکا دروازہ دوسرے کوچے مین ہو اور اوسکے گہر کی پشت خانہ مبیعہ کی پشت سی ملی ہے تو اگر اوسکا
دروازہ اسی کوچے مین ہو اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ خلیط ہی حق مبیع مین نہ جار ملاصق چنانچہ مذکور ہو چکا اگرچہ اوسکا دروازہ سامنے ہو خانہ
مبیعہ کے ثم ترتیب شفعہ کی صورت یہہ ہی کہ ایک منزل یعنی کوٹہری یا دالان مشترک ہی دو شخصون مین اور وہ منزل واقع ہی ایک قوم کے گہر مین کوچہ غیر نافذہ
کے اندر جبکہ ایک الشریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کریگا تو منزل کا شریک احق ہے شفعہ کے ساتھہ پہر اگر وہ تسلیم کرے تو گہر کے شریک احق ہین کوچے
کے شریکون سے اسواسطے کہ وہ اقرب ہین صحن دار کی شرکت کے سبب سی پہر اگر وہ بھی تسلیم کرین تو اہل کوچہ احق ہین راہ کی شرکت کے سبب سے
پہر اگر وہ بھی تسلیم کرین تو جار ملاصق احق ہے کذا فی الدرر طحطاوی مین ہے کہ ترتیب مذکور کی وجہ اس حدیث مین مذکور ہے الشریك احق من الخلیط
والخلیط احق من الشفیع یعنے شریک زیادہ ترحقدار ہے خلیط سے اور خلیط احق ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہی اور خلیط سے
خلیط فی حق المبیع مراد ہی اور شفیع سے جار ملاصق مراد ہے محبوبی نے ترتیب اوسکی یون مذکور کی ہی کہ اول شریک فی البیت ہی پہر شریک فی الدار پہر شریک فی المکان ثم
شریک فی الاساس ہی پہر شریک فی الشرب پہر شریک فی الطریق پہر ہمسایہ ملاصق اور ہمسایہ ملاصق وہ ہی کہ اوسکی دیوار ہو اور دوسرے کی دیوار ہو اور
دونو دیوار وبین راہ نہین چلتی بسبب تنگی ممر کے یا دونون باہم ملصق ہون تو اگر دونون مین طریق نافذ ہو تو اوس ہمسایہ کا شفعہ نہین انتہے
وواضع جذوع علی حائط وشریك فی خشبة علیه جار اور رکہنے والا دہنیون کا دوسرے کی دیوار پر اور اوس لکڑی کا شریک جو دیوار پر
ہو ہمسایہ ہے نہ شریک فی حق المبیع کذا فی الہدایة والکافی ولو فی نفس الجدار فشریك ملتقی قلت لكن قال المصنف ولو كان بعض الجيران
شريكا في الجدار لا يتقدم على غيره من الجيران لان الشركة في البناء المجرد بدون الارض لا يستحق بها الشفعة اور اگر دیوار کی ذات

مین شرکت ہو تو وہ شریک ہے ہمسایہ ہین کہتا ہون لیکن مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اگر ہمسایون مین سے ایک ہمسایہ دیوار مین شریک ہو تو اور
ہمسایون پر مقدم نہوگا اسواسطے کہ فقط عمارت کی شرکت سے بدون شرکت زمین کے استحقاق شفعہ کا نہین ہوتا ہے یعنی ملتقی کی عبارت اسپر محمول ہے جب کہ
زمین بھی مشترک ہو صورت اوسکی یہہ ہے کہ دو شریکون نے مشترک زمین مین دیوار بنائی پھر زمین کی دونون نے قسمت کر لی سوائے محل بنا کے تو اگر اوس
دیوار کی بیع ہوگی تو اوسکے شفعہ کا شریک احق ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً و فی شرح المجمع وکذا الجار المقابل فی السکۃ الغیر النافذۃ الشفعۃ
بخلاف النافذۃ اور شرح مجمع مین ہے اسیطرح شفعہ ہے اوس سامنے کے ہمسایہ کا جسکا گھر کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہے بخلاف کوچہ نافذہ کی
کہ اوسکا شفعہ نہین اسقط بعضہم حقہ من الشفعۃ بعد القضاء فلو قبلہ فلمن بقی اخذ الکل لزوال المزاحمۃ لیس لمن بقی اخذ نصیب
التارک لانہ بالقضاء قطع حق کل واحد منہم فی نصیب الآخر یعنی کسی شفیع نے اپنا حق شفعہ کا ساقط کر دیا بعد حکم قاضی کے تو باقی شفیعونکو
شفیع تارک کا حصہ لینا جائز نہین اسواسطے کہ حکم قاضی سے اونمین سے ہر واحد کا حق جدا ہو گیا دوسرے کے حصے سے کذا فی الزیلعی تو اگر شفیع اپنا
حق ساقط کر دے قبل قضاء قاضی تو باقی شفیعونکو تمام مبیع کا لینا جائز ہے بسبب دور ہو جانے مزاحمت کے ولو کان بعضہم غائبا یقضی بالشفعۃ
بین الحاضرین فی الجمیع لاحتمال عدم طلبہ فلا یؤخر بالشک اور اگر بعض شفیع غائب ہو تو شفعہ کا حکم ہوگا حاضرین کے اندر تمام مبیع مین شفیع
غائب کی نہ طلب کرنیکے احتمال سے تو تاخیر نکیجائیگی بسبب شک کے وکذا لو کان الشریک غائبا فطلب الحاضر یقضی لہ بالشفعۃ کلہا اور
اسیطرح اگر ایک شریک غائب ہو سو شریک حاضر نے شفعہ طلب کیا تو اوسکے واسطے تمام شفعہ کا حکم ہوگا فان حضر وطلب قضی لہ بہا فلو مثل
الاول قضی لہ بنصفہ ولو فوقہ فبکلہ ولو دونہ منعہ خلاصہ پھر جبکہ شریک غائب یا شفیع غائب حاضر ہوا اور شفعہ طلب کر رہی تو اوسکو واسطے شفعہ
لینے کا حکم ہوگا سو اگر شفیع ثانی برابر ہو شفیع اول کے یعنی دونون شریک ہون تو اوسکو واسطے نصف کا حکم ہوگا اور اگر ثانی فوق ہو اول سے
یعنی ثانی شریک ہو اور اول ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کیواسطے حکم ہوگا اور اگر ثانی کمتر ہو اول سے تو شفعہ سے ثانی کو قاضی باز رکھے کذا فی الخلاصۃ
اسقط الشفیع الشفعۃ قبل الشراء لم یصح لفقد شرطہ وھو البیع شفیع نے شفعہ ساقط کر دیا خریداری مشتری سے پہلے تو صحیح نہین بسبب
نپائے جانے اوسکی شرط کے اور وہ شرط بیع ہے اراد الشفیع اخذ البعض وترک الباقی لم یملک ذلک جبرا علی المشتری لضرر
تفریق الصفقۃ شفیع نے بعض شفعہ لینے کا اور بعض کے چھوڑنے کا قصد کیا تو وہ اسکا مالک نہین مشتری پر جبر کرکے تفریق صفقہ کی ضرر
کے سبب سے ولو جعل بعض الشفعاء نصیبہ لبعض لم یصح وسقط حقہ بہ لاعراضہ ویقسم بین البقیۃ اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسرے شفیع
کیواسطے مقرر کر دیا تو صحیح نہین اور اوسکا حق اس فعل سے ساقط ہوگا اوسکی روگردانی سے اور مبیع بٹجائیگا باقی شفیعون مین بل لو طلب احد الشریکین
النصف بناء علی ان لہ النصف بطلت شفعتہ اذ شرطہ صحتہا ان یطلب الکل کما بسطہ الزیلعی فلیحفظ بلکہ اگر دو شریکون مین سے ایک شریک
نصف شفعہ طلب کرے اسوجہ سے کہ وہ فقط نصف کا استحقاق رکہتا ہے تو اوسکا شفعہ باطل ہو گیا اسواسطے کہ صحت شفعہ کی شرط یہہ ہے کہ تمام شفعہ کو طلب
کرے چنانچہ اسکو زیلعی نے مشرح بیان کیا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہئے وصح بیع دور مکۃ فتجب الشفعۃ فیہا وعلیہ الفتوی اشباہ اور صحیح
ہے بیع مکہ معظمہ کے گہرونکی تو اونمین شفعہ واجب ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاشباہ ھم ملتقطات مین مذکور ہے کہ مکہ معظمہ کے گہرون مین
شفعہ نہین وبہ یفتی تو فتوی اسمین مختلف ہے چنانچہ ابو السعود نے ذکر کیا ہے شرح وہبانیہ مین تجنیس اور مزید سے مذکور ہے کہ وہان کے وجوب
شفعہ مین دو روایتین ہین اور جامع صغیر مین ہے کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہین اور عمارت کی بیع جائز ہے تو شفعہ واجب نہین اور حسن کی روایت امام
سے یہہ ہے کہ شفعہ واجب ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً قلت ومفادہ صحۃ اجارتہا لا الاولی
وقد قدمناہ فلیحفظ لکنہ یکرہ وسیحقق فی الحظر میں کہتا ہون اور مکہ معظمہ کے گہرون کی بیع کی صحت کا مفاد یہ ہے کہ اونکا اجارہ بطریق اولی
صحیح ہے اور مقرر ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین تو یاد کرنا چاہئے لیکن اونکا اجارہ مکروہ ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے کتاب الحظر والاباحۃ مین

ف شارح نے کتاب الوطر میں اجارہ وہبانیہ اور تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ میں مکروہ جانتا ہوں بیوت مکہ کا اجارہ ایام
حج میں اور امام فتوی دیتے تھے اہل مکہ کیواسطے کہ گھر دنکو حاجیون کے واسطے خالی کردین بدلیل قول حق تعالی سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ یعنی مکہ معظمہ
میں مقیم اور مسافر برابر ہے اور امام نے اجارہ جائز کہا ہے ایام حج کے سوائے میں تو اسی سے کراہت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہوگیا کذا فی
الطحطاوی یعنی ایام حج میں اجارہ مکروہ ہے اور غیر حج میں اجارہ صحیح ہے وفیہا ویصح الطلب من وکیل الشراء ان لم یسلم الی موکله
وان سلم لا وبطلت هو المختار اور اشباہ میں ہے اور صحیح ہے طلب کرنا شفیع کا مشتری کے وکیل سے اگر مبیع اوسنے اپنے موکل کو تسلیم نکردی ہو
اور اگر تسلیم کردی ہو تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہیں تو دعوی شفعہ اوس سے باطل ہے یہی قول مختار ہے ف مصنف اور شارح کا کلام اسکا موہم ہے
کہ وکیل مشتری جبکہ شفیع ہو تو اوسکو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہے قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم باطل ہے حالانکہ درر اور غرر میں یون ہے کہ وکیل
مشتری خصم ہے شفیع کا جبتک موکل کو تسلیم نکرے اور تسلیم کے بعد تو موکل خصم ہے انتہی تو اسمین بطلان شفعہ مذکور نہیں اور اسیطرح زیلعی میں مذکور نہیں
کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے ترجمہ میں کتب مذکورہ کی رعایت کی ولا شفعة فی الوقف ولا له فواقل ولا بجوارہ کا شرح مجمع وخانیة خلافا للخلاصة
والبزازیة ولعل لا ساقطة قاله المصنف اور شفعہ نہیں وقف میں اور نہ وقف کیواسطے شفعہ ہے کذا فی النوازل اور نہ وقف کے جوار میں شفعہ
ہے کذا فی شرح المجمع والخانیة برخلاف خلاصہ اور بزازیہ کے اور شاید کہ لا ساقط ہو خلاصہ اور بزازیہ میں ایسا کہا ہے مصنف نے شرح میں ف وقف میں اسلئے
شفعہ نہیں کہ اوسکی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی گھر یا مکان وقف کے قریب بیع ہو تو اوسکو وقف کرنیوالا بطریق شفعہ نہیں لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ
و قوله لا له ولا بجوارہ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو اقتصار لا بجوارہ پر بہتر تھا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ایسا ہی کیا ہے مصنف نے خلاصہ اور بزازیہ
کی روایت یون نقل کی وکذا تثبت الشفعة بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یون ہوگی لا تثبت الشفعة بجوار الوقف کذا فی الطحطاوی بتصرف قلت وحمل
شیخنا الرملی الاول علی الاخذ به والثانی علی الاخذ له بنفسه اذا بیع ففی الفیض حق الشفعة یبتنی علی صحة البیع انتهی میں کہتا ہوں
ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے قول اول یعنے عدم شفعہ جوار وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف میں کوئی گھر بکتا ہو تو واقف
اور متولی کو اوسکا لینا حق شفعہ کے سبب سے جائز نہیں اور قول ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور بزازیہ میں مذکور ہے محمول کیا ہے وقف کے خریدنے پر
وقف جبکہ اوس وقف کی بیع ہو سو فیض میں ہے کہ حق شفعہ مبنی ہے صحت بیع پر انتہی کلامہ ف یعنی اگر شرعا کسی وقف کی بیع جائز ہوا اور وہ بیع ہو تو
اوسکی جوار کے وقف کے متولی کو اوسکا خریدکرنا بحق شفعہ درست ہے کذا فی الطحطاوی فما ذہ ات ما لا یملك من الوقف بحال لا شفعة فیه وما لا یملك
بحال ففیه الشفعة تو رملی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف کہ مملوک نہوسکتا ہو کسی حال میں تو اوسمین شفعہ نہیں اور جو وقف کہ مملوک ہوسکتا ہو کسی
حالتمیں تو اوسمین شفعہ ہے ف مملوک ہونے وقف کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے وقف کیا دو فرزند ونپر بالمناصفہ اور ہر شخص کو اپنے حصہ کے استبدال میں مختار
کیا سو ایک نے اپنا حصہ بمقتضای شرط کے بیع کیا پہر دوسرے نے اسیطرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو بحق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی
واما اذا بیع بجوارہ او کان بعض المبیع ملکا وبعضه وقفا وبیع الملك فلا شفعة للوقف واللہ اعلم اور جبکہ جوار وقف میں کوئی چیز بیچی گئی
یا بعض مبیع مملوک ہو اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کیواسطے شفعہ نہیں واللہ اعلم

باب طلب الشفعة

یہہ باب ہے شفعہ طلب کرنیکے مسائل میں ف چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہے لہذا اوسکا بیان اور اوسکی کیفیت اور تقسیم کا بیان شروع کیا ویطلبها الشفیع فی
مجلس علمه من مشتر او رسوله او عدل او عدلین بالبیع اور شفعہ طلب کرے شفیع بیع دریافت ہونے کی مجلس میں خواہ علم بیع مشتری سے ہوا ہو یا
اوسکے فرستادہ سے یا کسی اور ایک متقی شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے وان امتد المجلس کالمخیرة هو الاصح درر وعلیه المتون خلافا
لما فی جواهر الفتاوی انه علی الفور وعلیه الفتوی مجلس علم بیع میں طلب لازم ہے اگرچہ مجلس دراز ہو عورت مخیرہ کی مانند یہی قول اصح ہے کذا فی الدرر اور
اسی قول پر متون فقہ شامل ہیں برخلاف روایت جواہر الفتاوی کہ طلب علی الفور لازم ہے اور علی الفور پر فتوی ہے ف طحطاوی نے کہا جبکہ علی الفور

پر حضوری ہوا تو مخالفت کی کیا وجہ ہے اور اسی روایت پر متفرع ہے نوادر کا مسئلہ کہ جب شفیع سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل ہو گیا یعنی اسواسطے
کہ طلب پر اوسنے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب بعد علم بیع فوراً واجب تہی اور ملتقی میں ہی اور اگر شفیع کو خبر بواسطہ خط ہیکے ہوئی اور شفعہ اول یا اوسط
خط میں لکہا تہا سو اوسنے تمام خط پڑہا تو شفعہ باطل ہو گیا یعنی بسبب تاخیر طلب کے بشرطیکہ علم مشتری اور ثمن ہو گیا ہو اسواسطے کہ اسکو اوسوقت رضا ہو
ہے جبکہ مشتری اور ثمن معلوم ہوا انتہی ما فی الطحطاوی بلفظٍ یُفهِمُ طلبها کطلبتُ الشفعة ونحوہ کانا طالبها واطلبها ایسے لفظ سے شفعہ طلب کرے
بس اس طلب شفعہ سمجھی جاے چنانچہ یون کہنا کہ مین نے شفعہ طلب کیا اور مانند اسکے چنانچہ یون کہنا کہ مین شفعہ کا طالب ہون یا مین اوسکو طلب کرتا ہون
وهو یسمی طلب المواثبة اسے المبادرة اور علم بیع کے بعد طلب کرنے کو طلب مواثبہ یعنی طلب مبادرت کہتے ہین ھم مواثبت سے علت ہے تو
یعنی برجستن سے اور وہ استعارہ ہے سرعت سے اسواسطے کہ جو اوچہل کود کر چلتا ہے وہ زمین کو جلدی اور شتابی سے قطع کرتا ہے والاشهاد فیه لیس
بلازم بل لمخافة الجحود اور طلب مواثبت مین گواہ کرنا لازم نہین بلکہ اسمین اشہاد خوف انکار کے دفع کرنے کیواسطے ہے ھم گواہ کرنا
اوسوقت لازم نہین جبکہ مجلس علم مین گواہ نہون والا گواہ کرنا متعین اور لازم ہے کذا فی المنح خلاصہ یہ ہے کہ اگر اوسوقت گواہ ہون تو اونکو اپنے
طلب کرنیکا گواہ کرلے اور اگر کوئی وہان نہو تو اپنی زبان سے طلب شفعہ کرے فائدہ طلب کا یہ ہے تا اوسکا حق عند اللہ ساقط نہو جاے اور اگر مشتری
طلب مواثبہ کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کہلانا ممکن ہے اگر حاکم قسم کہلاوے ثم یشهد علی البائع لو العقار فی یده او علی المشتری وان لم یکن
ذا ید لانه مالک او عند العقار پہر شفیع گواہ کرے بائع پر اگر عقار مبیع اوسکے قبضے مین ہو یا مشتری پر گواہ کرے اگرچہ وہ قابض نہو اسواسطے
کہ وہ مالک ہے اور اوسکا یا گواہ کرے عقار کے نزدیک فیقول اشتری فلان هذه الدار وانا شفیعها وقد کنت طلبت الشفعة واطلبها
الآن فاشهدوا علیه وهو طلب اشهاد ویسمی طلب تقریر تو شفیع یون کہے کہ فلانے یہہ گہر خریدا اور مین اوسکا شفیع ہون اور مقرر مین
مجلس علم مین شفعہ طلب کرچکا ہون اور اب مین اوسکو طلب کرتا ہون سو تم گواہ رہو اوسپر اور یہہ طلب اشہاد ہے اور اسکو طلب تقریر بہی کہتے ہین
ھم اور اسکو طلب استحقاق بہی بولتے ہین اور بعضے طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہین وهذا الطلب لابد منه حتی لو تمکن ولو بکتاب او رسول
ولم یشهد بطلت شفعته اور طلب ثانی ضرور ہے تو اگر شفیع قادر ہو اسپر اگرچہ بواسطہ خط لکہنے یا رسول بہیجنے کے ہو اور باوجود اسکے گواہ نکرے
تو اوسکا شفعہ باطل ہوگا وان لم یتمکن منه لا تبطل اور اگر اشہاد پر قادر نہو تو شفعہ باطل نہوگا ھم بیع العقار مین ذخیرہ سے ہی کہ اگر شفیع
راہ مکہ مین ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبہ کرے اور طلب اشہاد سے عاجز ہو گہر کے نزدیک یا صاحب ید کے نزدیک تو اسپر وکیل مقرر کرے اگر پاوے
پہر اگر نپاوے تو قاصد بہیجے یا خط اگر یہہ بہی نہو سکے تو اوسکا شفعہ قائم ہے پہر جب آوے طلب کرے اور اگر باوجود قدرت کچہہ نکریگا تو شفعہ باطل ہوگا
ولو اشهد فی طلب المواثبة عند احد هؤلاء کفاه وقام مقام الطلبین اور اگر شفیع نے طلب اول یعنی طلب مواثبہ مین کسیکے پاس ان تینو مین
سے یعنی گہر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کرلیا تو اوسکو طلب ثانی سے یہہ کفایت کرتا ہے اور وہ طلب قائم مقام دو طلب کے ہوگی ثم بعد
هذین الطلبین یطلب عند قاض فیقول اشتری فلان دار کذا وانا شفیعها بدار کذا لی لو قال بسبب کذا کما فی الملتقی لیشمل الشریک
فی نفس المبیع پہر ان دونون طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے ایسی حویلی خرید کی ہے اور مین اوسکا
شفیع ہون بسبب فلانے گہر کے جو میرا مملوک ہے شارح نے کہا اگر مصنف یون کہتا کہ مین شفیع ہون فلانے سبب سے یعنی بسبب شرکت یا جوار کے جسطرح
ملتقی مین ہے تو شریک نفس مبیع کو بہی شامل ہوتا ھم مصنف کی تعبیر مین حق مبیع کا شفعہ شامل ہے نہ شرکت نفس مبیع کا اور ملتقی کی تعبیر مین دونو
شامل ہین فمره بتسلیم الدار الی هذا لو قبضها المشتری وطلب الخصومة لا یتوقف علیه سو جناب قاضی صاحب حکم کیجئے اوسکو کہ گہر مجکو
دیوے شارح نے کہا یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ گہر کو مشتری قبض کرچکے اور حالانکہ طلب خصومت فقط مشتری پر موقوف نہین وهو یسمی طلب
تملیک وخصومة اور اس طلب ثالث کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہین وبتاخیره مطلقاً بعذر وبغیره شهراً او اکثر لا تبطل

الشفعۃ حتی تبطلہا ملسا اتیتہ یفتی وھو ظاہر المذھب وقیل یفتی بقول محمد ان اخرہ شھرا بلا عذر بطلت کذا فی الملتقی یعنی دفعا
للضرر قلنا ذ تعذر بغیبۃ القاضی لیأمرہ یا لاخذ او الترک اور طلب ثالث کی تاخیر کرنے سے ہرطرح خواہ تاخیر عذر سے ہو یا بلا عذر ایک مہینے
کی تاخیر ہو یا زیادہ شفعہ باطل نہیں ہوتا جبتک شفیع اوسکو اپنی زبان سے ساقط کرے یہی قول کا فتوی ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ فتوی
محمد کے قول پر ہے یعنی اگر طلب ثالث کو ایک مہینا تاخیر کریگا بدون عذر کے تو شفعہ باطل ہو جائیگا کذا فی الملتقی یعنی محمد کے قول پر فتوی دفع ضرر مشتری کیواسطے
ہے ہم جواب دیتے ہیں کہ ایسی دلیل سے کہ دفع ضرر مشتری کی نالش سے ممکن ہے تا قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑنے کا م سابق مذکور ہو چکا ہے کہ
جب ظاہر مذہب پر فتوی ہے اور غیر ظاہر پر بھی فتوی ہو تو ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی الطحطاوی و اذا طلب الشفیع سأل القاضی الخصم عن مالکیۃ
الشفیع لما یشفع بہ اور جبکہ شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اوس چیز کا جس کی
ملکیت کے سبب سے وہ شفعہ کا دعوی کرتا ہے م زیلعی نے کہا ملکیت شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی سے اوا سوال کرے
قبل مدعا علیہ کے کہ گہر کون شہر اور کس محلہ میں ہے اور اوسکی حدین کیا ہین اسواسطے کہ اوسنے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم چاہیئے اسواسطے کہ دعوی مجہول صحیح
نہیں پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گہر کا قابض ہے یا نہیں اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جبتک بائع حاضر نہو پھر جب اسکو
بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اوسکے حدود سے سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اسمین مختلف ہوتے ہین شاید کہ وہ سبب غیر صالح کے سبب سے دعوی کرتا ہو یا وہ اور
شخص کے سبب سے مجوب ہو پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور محجوب نہو تو اوس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تہا جب سنا تہا اسلئے
کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے طول زمان اور اعراض یعنی طلب اول اور طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اسکا بہی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر کی
سوال کرے کہ کیونکر کی اور کسکے پاس اشہاد واقع ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تہا اپنی غیر سے یا نہیں پھر جبکہ شفیع یہہ سب کچھہ بیان کر دے اور
کسی شرط کو اوسنے فوت نہونے دیا ہو تو دعوی اوسکا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعا علیہ کیطرف قاضی متوجہ ہو اور اوس گہر کا سوال کرے جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے
کذا فی الطحطاوی فان اقر بہا ای بملکیۃ ما یشفع بہ او نکل عن الحلف علی العلم او برھن الشفیع انہا ملکہ سألہ عن الشراء ھل اشتریت ام لا
سو اگر مشتری اوسکا اقرار کرے یعنی اوس گہر کی ملکیت کا جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کہانے سے اپنی دانست پر یا شفیع گواہ گذرانے
کہ وہ گہر اوسکا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال کرے کہ آیا تو نے اوسکو خرید کیا ہے یا نہیں م مصنف کو مناسب تہا کہ نکول کو گواہوں کے بعد ذکر کرتا
اسواسطے کہ نکول اقامت برہان سے عاجز ہونے کے بعد ہوتا ہے فان اقر بہ او نکل عن الیمین علی الحاصل فی شفعۃ الخلیط او علی السبب فی
شفعۃ الجوار بخلاف الشافعی کما مر فی کتاب الدعوی او برھن الشفیع قضی لہ بہا پھر اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے
قسم کہانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کہانے سے سبب پر شفعہ جوار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے چنانچہ کتاب الدعوی میں مذکور ہو چکا یا
شفیع گواہ لاوے اوسکی خرید پر تو قاضی شفیع کیواسطے ثبوت شفعہ کا حکم کر دے م امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہین نہ شفعہ جوار کے تو اگر شفعہ
خلیط کا دعوی ہو تو مشتری حاصل پر قسم کہائے اسطرح کہ واللہ یہہ شفیع میرے اوپر مستحق شفعہ نہیں ہے اور شفعہ جوار میں سبب شفعہ پر قسم کہائے
اسطرح کہ واللہ میں نے یہہ گہر خرید نہیں کیا ھذا اذا لم ینکر المشتری طلب الشفیع الشفعۃ فان انکر فالقول لہ بیمینہ ابن کمال یہہ جبہے
شفیع کیواسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد اوس وقت ہے کہ مشتری نے شفیع کے شفعہ طلب کرنیکا انکار نکیا ہو سو اگر وہ منکر ہو اوسکی طلب
شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال وان لم یحضر الثمن وقت الدعوی قاضی بعد اقرار خرید شفعہ شفیع کا حکم
کر دے اگرچہ شفیع نے دعوی کیوقت ثمن حاضر نکیا ہو یعنی اسواسطے کہ احضار ثمن قبل قضا واجب نہیں و اذا قضی لزمہ احضارہ و للمشتری
حبس الدار لیقبض ثمنہ اور جبکہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے تو شفیع کو حاضر کرنا ثمن کا لازم ہوگا اور مشتری کو گہر کا روک رکہنا ثمن لینے
کیواسطے درست ہے فلو قبل التسلیم ای بعد القضاء و اما قبلہ فتبطل عند محمد لعدم الالتزام کذا ذکرہ الزیلعی اذا نقد الثمن فاخر لم تبطل شفعتہ

پہر اگر شفیع سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر سو اوسنے تاخیر کی ادای ثمن مین تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا بعد حکم قاضی کے اور قبل از حکم تو شفعہ باطل ہوگا تاخیر سے
محمدؒ کے نزدیک اوسکے موکد نہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزیلعی والخصم للشفیع المشتری مطلقًا والبایع قبل التسلیم الاول بملکہ والثانی
بیدہٖ ابن کمال اور شفیع کا خصم مشتری ہے ہر طرح خواہ قابض ہوا ہو یا نہوا ہو اور بائع خصم قبل از تسلیم کے اول یعنی مشتری خصم ہے بسبب اوسکی مالک ہونے
کے اور ثانی یعنی بائع خصم ہے اپنے قبض سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لا تسمع البینۃ علیہ حتی یحضر المشتری لانہ المالک ولیکن گواہ نہ سنے
جاوینگے بائع پر جب تک مشتری حاضر نہو اسواسطے کہ مالک تو مشتری ہے ویفسخ بحضورہ ولو سلّم للمشتری لا یلزم حضور البائع لزوال الملک
والید عنہ ابن کمال اور بیع فسخ کیجاویگی بائع کے سامنے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کردی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کیوقت لازم
نہین بسبب زائل ہوجانے اوسکی ملک اور قبض کے کذا ذکرہ ابن کمال ویقضی القاضی بالشفعۃ والعہدۃ لضمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع
قبل تسلیم المبیع الی المشتری والعہدۃ علی المشتری لو بعدہ لما مرّ اور قاضی شفعہ کا حکم کرے اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کیوقت
نزدیک بائع پر ہے قبل تسلیم کرنے مبیع کے مشتری کیطرف اور عہدہ ضمان ثمن کا مشتری پر ہے اگر بعد تسلیم کے استحقاق ثابت ہوا بدلیل گذشتہ یعنی
اسواسطے کہ تسلیم کے بعد بائع سے اوسکی ملک اور قبض دونون زائل ہوگئے تو وہ اجنبی ہوگیا للشفیع خیار الرؤیۃ والعیب وان شرط المشتری البراءۃ
منہ دون خیار الشرط والاجل اختیار شفیع کیواسطے خیار رویۃ اور خیار عیب ثابت ہے اگرچہ مشتری نے برارت عیب کی شرط کرلی ہو نہ خیار شرط اور
مدت کذا فی الاختیار یعنی خیار شرط شفیع کیواسطے ثابت نہین اگرچہ مشتری کیواسطے خیار شرط ہوا ہو اور ثمن کی مدت بہی نہین اگرچہ مشتری کا ثمن موجل
وفی الاشباہ الشفعۃ بیع فی کل الاحکام الا ضمان الغرور للمجتبیٰ اور اشباہ مین ہے کہ شفعہ بیع ہے سب احکام مین فریب کا تاوان کے سوا جسکے
سبب سے یہ صورت اوسکی یہ ہے کہ شفیع نے زمین لی بسبب شفعہ کے پہر اوسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پہر وہ زمین غیر کی ملک نکلی سو مالک مستحق نے ازالہ
عمارت اور درخت کا چاہا سو اوسنے ویسا ہی کیا تو شفیع ثمن پہیرلے مشتری سے اسواسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ مشتری نے اوس سے ناحق ثمن لیا اسواسطے کہ
زمین اوسکی ملک نہی لیکن جو نقصان عمارت اور درخت کی قیمت مین واقع ہوا اوسکو نہ مشتری سے لے نہ بائع سے لیکن مشتری کو اگر ایسا دہوکہا ہوگا تو
بائع سے وہ نقصان پہیر لیگا اسواسطے کہ بائع نے اوسکو دہوکہا دیا اور شفیع کو مشتری کیجانب سے تو دہوکہا نہین ہوا اسواسطے کہ شفیع نے تو
مشتری سے زبردستی شفعہ لیا کذا فی الطحطاوی وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن والدار مقبوضۃ والثمن منقود صدّق المشتری بیمینہ
لانہ منکر ولا یتحالفان اور اگر شفیع اور مشتری ثمن میں اختلاف کرین اور حالانکہ گہر مشتری کا مقبوض ہو اور ثمن بائع کو نقد ملگیا ہو تو مشتری کی قول قسم کیساتھ
تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ منکر ہے وجوب تسلیم مبیع کا ثمن ادا سے اور دونون قسم نکہا دینگے ہم اسواسطے کہ تحالف وہان ہوتا ہی جبکہ انکار دونو
جانب سے ہوا اور دعوی بہی طرفین سے ہوا اور یہان مشتری شفیع پر کچہہ دعوی نہین کرتا کذا فی الزیلعی مختصرًا وان برہنا فالشفیع احق لان بینتہ
مثبتۃ اور اگر شفیع اور مشتری دونون گواہ لاوین اپنے قول پر تو شفیع کے گواہ مقدم ہین اسواسطے کہ شفیع کے گواہ ملزم ہین مشتری کو
ہم اور مشتری کے گواہ شفیع کے ملزم نہین اسواسطے کہ مشتری کیجانب سے تخییر ہے شفیع کے اخذ اور ترک مین ادعی المشتری ثمنًا و
ادعی بائعہ اقل منہ بلا قبضہ فالقول لہ ای للبائع دعوی کیا مشتری نے ثمن کا اور اوسکے بائع نے اوس سے کمتر کا دعوی کیا بدون
اوسکے قبض کرنے کے تو بائع کا قول مقبول ہوگا یعنی شفیع بائع کے ثمن بتائی پر لیگا ومع قبضہ للمشتری اور قبض ثمن کے ساتہہ مشتری کا قول
مقبول ہوگا تو بموجب اوسکے شفیع لیگا ولو عکسا فبعد قبضہ القول للمشتری وقبلہ تحالفا اور اگر دونون نے بالعکس کہا یعنی مشتری نے اقل ثمن
کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونو پر قسم کہانا لازم ہوگا وای نکل اعتبر قول صاحبہ اور
اگر کسی نے قسم سے انکار کیا تو دوسرے کا قول معتبر ہوگا وان حلفا فسخ البیع ویأخذ الشفیع بما قال البائع ملتقی اور اگر دونون نے قسم
کہائی تو بیع فسخ کیجائیگی اور شفیع بائع کے قول کے موافق لیگا کذا فی الملتقی وحط البعض یظهر فی حق الشفیع فیأخذ بالباقی وکذا هبۃ البعض

الا اذا کانت بعد القبض اشباہ اور کم کر ڈالنا بائع کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہے شفیع کے حق مین تو شفیع گہر لیگا باقی ثمن سے اور اسیطرح ہبہ
بعض ثمن حق شفیع مین ظاہر ہے مگر جبکہ ہبہ بعد قبض ہو تو وہ ہبہ مشتری کے حق مین ظاہر نہوگا کذا فی الاشباہ یعنی اسواسطے کہ وہ ہبہ جدا گانہ ہو از
قبیل حط ثمن نہ ٹہریگا وحط الکل والزیادۃ لا فیأخذہ بکل المسمّی اور بائع کا گرا دینا تمام ثمن کو اور زیادہ کر دینا ثمن سے یہ حق شفیع مین ظاہر
نہین ہوتا تو شفیع اوسکو لیگا تمام ثمن مسمّی سے ولو حط النصف ثم النصف یأخذ بالنصف الاخیر اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کر دیا بعد اسکے
نصف باقی کو کم کر دیا تو شفیع نصف اخیر سے اوسکو لیگا ولو علم انہ شراہ بالف فسلم ثم حط البائع مائۃ فلہ الشفعۃ کما لو باع بالف فسلم ثم زاد
البائع لہ جاریۃ او متاعا قنیہ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اوسکو ہزار کے خرید کیا تب شفعہ سے دست بردار ہوا پہر بائع نے اوسمین سے سو کم کر دیے تو شفیع
کیواسطے شفعہ ثابت ہو یعنی نوسو دیکر وہ لیگا چنانچہ اگر اوسکو بعوض ہزار کے بیچا تو شفعہ سے انکار کیا بعد اسکے بائع نے مشتری کو ایک لونڈی یا کوئی اسباب
زیادہ کر دیا تو شفعہ شفیع کا ثابت ہو کذا فی القنیہ یعنی لونڈی اور اسباب کی قیمت ثمن مسمّی سے گہٹا ئیگی ھم یہہ دونو مسئلے حط ثمن کی جزئیات سے ہین
و فی الشراء بمثلی ولو حکما کالخمر فی حق المسلم ابن کمال یأخذ بمثلہ اور خرید مین مثلی چیز سے شفیع لیگا بعوض مثلی کے اگرچہ مثلی حکما ہو جیسے کہ
شراب مسلم کے حق مین کذا ذکرہ ابن کمال ھم یہہ کلام مقتضی ہے کہ شراب مثلی ہے حکما حالانکہ ایسا نہین بلکہ وہ قیمتی ہے حکما مسلم کے حق مین اور اسکا
مقتضی ہے کہ مسلم اسکو لے شراب کے مثل سے اور حالانکہ ایسا نہین اور ابن کمال کی عبارت مین کچہہ غبار نہین کذا فی الحلبی یعنے شارح کی تعبیر سے یہہ
خلل ہو گیا نہ ابن کمال کی عبارت سے و فی الشراء بقیمی بالقیمۃ ای یوم الشراء اور خرید مین قیمت والے سے شفیع لیگا قیمت سے یعنے جو
اوس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن فقی بیع عقار بعقار یأخذ الشفیع کلا من العقارین بقیمۃ الاخر تو عقار کے بیع مین بعوض دوسرے
عقار کے یعنی زمین کا قطعہ یا گہر بیع ہوا دوسرے قطعہ یا گہر کے عوض تو ہر شفیع دونون عقار کو لیگا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گہر کا شفیع اسکو
اوسکی قیمت سے لیگا اور اوس گہر کا شفیع اوسکو اسکی قیمت سے لیگا و فی الشراء بثمن موجل یأخذ بحال او طلب الشفعۃ فی الحال و اخذ بعد الاجل
اور مدت والے ثمن سے خرید کرنے مین شفیع نے ثمن نقد بلا مدت سے یا کہ شفیع شفعہ فی الحال طلب کرے اور بعد مدت کے اوسکو لے ولا یتعجل ما علی المشتری بالاخذ بحال
اور جو ثمن موجل مشتری پر ہے وہ معجل نہوگا اگر شفیع نے ثمن حال سے اوسکو لیا یعنی اسواسطے کہ مدت حق مشتری ہے سو تعجیل شفیع سے باطل
نہوگا ولو سکت عنہ فلم یطلب فی الحال و صبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت شفعتہ خلافا لابی یوسف اور اگر شفیع ثمن موجل
سنکر چپ رہا اوس سے سوا وسنے شفعہ فی الحال طلب نکیا اور صبر کیے رہا یہانتک کہ طلب کیا مدت کے آنیکے وقت تو شفعہ باطل ہو گیا برخلاف ابی
یوسف کے اونکے نزدیک باطل نہوا و یأخذ بمثل الخمر و قیمۃ الخنزیر ان کان البائع و المشتری والشفیع ذمیا لانہ ان یکون البائع ایضا ذمیا
والا یفسد البیع فلا تثبت الشفعۃ ابن کمال معزیا للمبسوط اور شفیع مثل شراب اور سور کی قیمت سے لیگا اگر بائع اور مشتری اور شفیع ہر ایک
ذمی ہو یہہ قید ضرور ہے کہ بائع بہی ذمی ہو اور اگر بائع ذمی نہوگا تو بیع فاسد ہوگی شفعہ ثابت نہوگا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہو مبسوط کیطرف
نسبت کر کے و یأخذ بقیمتہما لو کان الشفیع مسلما المنعہ عن تملیکہما و تملکہما اور شفیع لے شراب اور سور کی قیمت دیکر بدلیل گذشتہ اگر
شفیع مسلمان ہو بسبب ممنوع ہونے مسلمان کے شراب اور سور کے مالک کرنے اور مالک ہونے سے ھم یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ خنزیر کی قیمت اوسکی
ذات کے قائم مقام ہوتی ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قیمتی کی قیمت لینا اوسکی ذات کے لینے کی برابر ہے تو واجب ہوا کہ مسلم پر تملیک قیمت
خنزیر حرام ہو بخلاف قیمت شراب کے کہ اوسکے مثلی ہونے سے اوسکی قیمت لینا اوسکی ذات کے لینے کی مانند نہین اسکا جواب شارح آئندہ قول مین دیا
ثم قیمۃ الخنزیر ہنا قائمۃ مقام الدار لا مقام الخنزیر فلذا لا یحرم تملیکہا بخلاف المرور علی العاشر یہہ معلوم کر کہ خنزیر کی قیمت یہان یعنی
شفعہ لینے مین گہر کے قائم مقام ہے نہ خنزیر کے قائم مقام ہے اور اسیواسطے اوسکی تملیک مسلم پر حرام نہین بخلاف دار و ہونے ذمی کے عاشر پر ھم
یعنی قیمت خنزیر یہان گہر کا بدلا ہے نہ خنزیر کا عوض جو اوسکی تملیک حرام ہو بخلاف مرور علی العاشر یعنی اگر ذمی شراب اور سور لیکر عاشر پر گذر کرے تو

وہ اوس سے کچھ نہ لیگا شراب کا حکم تو ظاہر ہے اور خنزیر کی وجہہ یہہ ہے کہ اوسکی قیمت لینا اوسکی ذات کے لینے کی برابر ہے اور مسلم کو اوسکی ذات
کا لینا جائز نہیں تو اسیطرح اوسکی قائم مقام لینا درست نہیں اور یہان قیمت سوا خنزیر کے اور چیز کا بدلا نہیں ہوسکتی کذا فی الطحطاوی و طریق
معرفة قیمة الخمر و الخنزیر بالرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب ولو اختلفا فیه فالقول للمشتری عنایہ اور طریقہ خمر اور خنزیر کی قیمت کی
معرفت کا رجوع کرنا ہے اوس ذمی کیطرف جو مسلمان ہوگیا یا اوس مسلمان فاسق کیطرف جسنے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفیع اور مشتری خمر اور خنزیر کی قیمت
مین مختلف ہون تو مشتری کا قول مقبول ہوگا کذا فی العنایة ویاخذ الشفیع بالثمن و قیمة البناء والغرس مستحق القلع کما مر فی الغصب اور شفیع
شفعہ لے ثمن سے اور اوس عمارت اور درخت کی قیمت سے جو مستحق قلع ہے چنانچہ غصب مین مذکور ہوچکا قلت واما لو دهنها بالوان کثیرة او طلاها
بجص کثیر خیر الشفیع بین ترکها و اخذها و اعطاء ما زاد الصبغ فیها لتعذر نقضه و لا قیمة لنقضه بخلاف البناء حاوی الزاهدی اور اگر مشتری نے
بہت رنگون کا روغن لگایا گھر مین یا بہت گچکاری کی اوسمین تو شفیع مختار ہے اوس گھر کے چھوڑ دینے مین یا اوسکے لینے مین اور اوسقدر کے دینے مین جسقدر
گھر کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی بسبب متعذر ہونے نقض رنگت کی اور حالا اوکھڑے رنگ کی کچھہ قیمت نہین بخلاف نقض عمارت کہ اوسکی قیمت کچھہ
باقی رہتی ہے کذا فی حاوی الزاہدی لو بنی المشتری او غرس او کلف الشفیع المشتری قلعهما شفیع ثمن اور قیمت عمارت اور درخت کی دیکر لے اگر مشتری
نے عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہون یا کہ شفیع مشتری کو عمارت کہودنے اور درخت اوکھاڑنے کی تکلیف دے الا اذا کان فی القلع نقصان الارض
فان الشفیع له ان یاخذها مع قیمة البناء والغرس مقلوعة غیر ثابتة قہستانی مگر جبکہ اوکھاڑنے مین زمین کا نقصان ہو تو شفیع کو جائز
ہے اوسکا لینا کہودی عمارت اور اکھڑے درخت کی قیمت کے ساتھہ کذا فی القہستانی وعن الثانی ان شاء اخذ بالثمن وقیمة البناء والغرس او
ترک وبه قال الشافعی و مالک قلنا بنی فیما لغیره فیه حق اقوی ولذا تقدم علیه فینقض اور ابو یوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفیع لیوے ثمن اور عمارت
اور درخت کی قیمت سے یا چاہے اوسکو چھوڑ دے یعنی قلع عمارت کی تکلیف نہین دے سکتا اور یہی کہا ہے امام شافعی اور مالک نے ہم اسکے جواب مین کہتے
ہین کہ مشتری نے اوسمین عمارت بنائی جسمین غیر مشتری کا قوی تر حق ہے لہذا وہ مقدم ہوگیا اوسکے لینے مین مشتری پر تو اوسکو نقض عمارت اور درخت
مین بھی اختیار ہوگا کما ینقض الشفیع جمیع تصرف المشتری حتی الوقف والمسجد و المقبرة والهبة زیلعی و زاهدی جسطرح منقوض کردیتا ہے
شفیع مشتری کے سب تصرفات کو یہانتک کہ وقف اور مسجد اور قبرستان اور ہبہ کو بھی کذا فی الزیلعی والزاہدی ہم یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد
اوسکو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسیکو ہبہ کر دیا تو شفیع ان سب تصرفات کو دفع کر سکتا ہے طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ ظاہر
مین ہے کہ نقض مسجد اور نبش موتے جائز نہین اور شفعہ شفیع کا باطل ہے واللہ اعلم واما الزرع فلا یقلع استحسانا لان لها نهایة معلومة و یبقی بالاجر
اور زراعت تو نہ اوکھاڑی جاویگی اسواسطے کہ اوسکی نہایت معلوم ہے اور اوسکا باقی رہنا بعوض اجرت کے ہوگا یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد زراعت
کی زمین مین تو وہ قائم رہیگی پختگی تک اور مشتری پر اوسکی اجرت لازم ہوگی ورجع الشفیع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعة ثم بنی او غرس ثم
استحقت و لا یرجع بقیمة البناء والغرس علی احد لانه لیس بمغرور بخلاف المشتری اور شفیع فقط ثمن کو پھیرے اگر اوسنے شفعہ کے سبب سے لیا
پھر اوسمین عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بائع کی مملوک نکلی اور عمارت اور درخت کی قیمت شفیع کسی شخص سے نہ لیگا اسواسطے کہ اوسکو کسی نے
فریب نہین دیا بخلاف مشتری ویاخذ بکل الثمن ان خربت الدار او جف الشجر بلا فعل احد لان الثمن یقابل الاصل لا الوصف اور
شفیع کل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود ویران ہوگیا یا درخت خشک ہوگیا اور قاعدہ کلیہ ہے کہ ثمن مقابل ہوتا ہے اصل مبیع کے نہ اوسکی وصف کے ہم
عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہین بلکہ تابع ہین تو یون کہنا بہتر تھا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع کے کذا فی الطحطاوی وهذا اذا لم
یبق شیء من نقضه او خشبه اور یہہ یعنی درصورت ویرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اوسوقت ہے جبکہ بنا منقرض یا درختون کی لکڑیون
سے کچھہ باقی نہ رہا ہو فلو بقی و اخذه المشتری لانفصاله من الارض حیث لم یکن تبعا للارض تسقط حصته من الثمن فیقسم الثمن علی

قیمۃ الدار یوم العقد و علی قیمۃ النقض یوم الاخذ زیلعی سو اگر عمارت کا مصالح اور لکڑی باقی ہے اور مشتری نے اوسکو لیا بسبب اوسکی جدا ہونے
زمین سے کیونکہ وہ زمین کا تابع باقی نرہا تو بقدر اوسکے حصہ کے ثمن سے ساقط ہوگا تو ثمن بانٹا جاویگا گھر کی قیمت پر جو یوم العقد تھے اور منقوض کی
قیمت پر جو شفیع کے لینے کے دن ہے کذا فی الزیلعی قلتُ فلو لم یاخذہ المشتری کان ہلک بعد انفصالہ لم یسقط شئ من الثمن لعدم حبسہ
اذ ہو من التوابع والتوابع لا یقابلہا شئ من الثمن وبالاخذ بالشفعۃ تحولت الصفقۃ الی الشفیع فقد ہلک ما دخل تبعا قبل القبض والا
بمقابلہ شئ من الثمن قالہ شیخنا میں کہتا ہوں سو اگر مشتری مصالح اور لکڑی کچھ نلے اسطرحکہ وہ تلف ہوجاے جدا ہونیکے بعد زمین سے تو ثمن میں سے کچھ
ساقط نہوگا مشتری کی عدم حبس کے سبب سے اسواسطے کہ مصالح اور لکڑی توابع سے ہے اور توابع کے مقابلہ میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور شفیع کے لینے سے بسبب شفعہ
کے عقد گہو مکر شفیع کیطرف ہوگیا تو جو چیز تبعاً داخل بیع تھی وہ قبل القبض ہلاک ہوگئی تو ایسی صورت میں کچھ ثمن ساقط نہیں ہوتا یہہ کہا ہے ہمارے استاد
خیر الدین رملی نے بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حیث یسقط من الثمن حصتہ لان الفائت بعض الاصل زیلعی بخلاف اس صورت کے جبکہ کچھ زمین تلف ہوگئی بسبب
ڈوب جانیکے کہ وہاں بقدر اوسکے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا اسواسطے کہ فوت ہونیوالا بعض ہے اصل مبیع کا کذا فی الزیلعی ویاخذ بحصۃ العرصۃ من الثمن ان نقض
المشتری البناء لانہ قصد الاتلاف وفی الاول الآفۃ سماویۃ ویقسم الثمن علی قیمۃ الارض والبناء یوم العقد بخلاف انہدامہ کما مر لتعلق الحبس
اور شفیع لیگا حصہ میں کے ثمن کی عوض اگر مشتری نے عمارت گہر کی ڈہائی ہو اسواسطے کہ اوسنے تلف کرڈالنے کا ارادہ کیا اور اول میں یعنی جبکہ خود بخود عمارت ویران ہوگئی آفت آسمانی
تھی اور ثمن مقسوم ہوگا زمین اور عمارت کی قیمت پر جو یوم العقد تھی بخلاف اوسکے منہدم ہوجانیکے کہ وہان یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ مذکور ہوچکا حصہ منقوض اسواسطے ساقط ہوگا کہ منقوض
مال متقوم ہے حبس مشتری کی سبب سے ونقض الاجنبی کنقضہ ای المشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کی توڑنیکی مانند ہے حکم میں یعنی بقدر اوسکی حصہ کی ثمن ساقط ہوگا والنقض بالکسر
المنقوض لہ ای للمشتری ولیس للشفیع اخذہ لزوال التبعیۃ بالانفصال اور نقض کسرہ اول یعنی ملبہ مشتری کا ہے اور شفیع کو اوسکا لینا نہیں پہنچتا کیونکہ زمین سے جدا ہوکر اوسکا
تابع نرہا ویاخذ بثمرہا استحسانا لاتصالہ ان ابتاع ارضا ونخلا وثمرا او اثمر بعد الشراء فی یدہ اور شفیع لے او سکے پہلوں کے ساتھ استحسان
کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کہجور کے درخت اور پھل خرید کئے یا کہ پھل لگے خریدنے کے بعد مشتری کے قبض میں بسبب متصل ہونے پہلوں کے درخت سے
وان جذہ المشتری فلیس للشفیع اخذہ لما مر اور اگر مشتری نے پھل توڑ لئے تو شفیع کو پھل لینے کا اختیار نہیں بدلیل گذشتہ یعنے پھل تابع نہیں
نہ اصل اور تابع ہونا انفصال سے زائل ہوگیا او ہلک بآفۃ سماویۃ وقد اشتراہا بثمرہا سقطت حصتہ من الثمن فی الاول ای شراہا بثمرہا
وبکل الثمن فی الثانی لحدوثہ بعد القبض یا باغ تلف ہوگیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اوسکو مشتری نے اوسکے پہلوں کے ساتھ خریدکیا تہا ساقط
ہوگا اوسکا حصہ ثمن سے اول میں یعنی جس باغ کو پھل کے ساتھ خرید کیا اور کل ثمن سے شفیع لیگا ثانی میں یعنی جہان پھل پیدا ہوا مشتری کے قبض میں بسبب
حادث ہونے پھل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اوسکے کچھ ثمن واقع نہوگا وقضی بالشفعۃ للشفیع لیس لہ ترکہا شرح وہبانیہ لتحول الصفقۃ الیہ
بخلاف ما قبل القضاء قاضی نے شفیع کیواسطے شفعہ کا حکم کیا تو اوسکو اوسکا چھوڑنا جائز نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ بسبب پہر جانے عقد کے شفیع کیطرف
قضا کے سبب سے بخلاف ماقبل قضا کے الطلب فی بیع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا طلب شفعہ کرنا بیع فاسد میں انقطاع حق بائع کیوقت
ہے بالاتفاق وفی ہبۃ بعوض مشروط ولا شیوع فیہا وقت التقابض اور اوس ہبہ میں جو عوض مشروط ہو اور حالانکہ بدلین میں شیوع نہیں تقابض
البدلین کیوقت طلب شفعہ ہے یہہ ایک روایت ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی بیع فضولی او بخیار
بائع وقت البیع عند الثانی و وقت الاجازۃ عند الثالث اور فضولی کی بیع میں اور خیار بائع کی بیع میں طلب شفعہ ہے وقت بیع کے ابو یوسف کے
نزدیک اور اجازت بیع کی وقت ہے محمد کے نزدیک وبخیار مشتر وقت البیع اتفاقا مجتبٰی اور خیار مشتری کی بیع میں بیع کیوقت طلب شفعہ ہے بالاتفاق
کذا فی المجتبٰی من لم یر الشفعۃ بالجوار کالشافعی مثلا طلبہا عند حاکم یراہ لا یقول لہ ہل تعتقدہ بجوابہ ان قال نعم اعتقدہ ذلک حکم لہ بہا
والا لا لا یحکم حنفیہ وبزازیہ جو شخص شفعہ جوار کا معتقد نہو چنانچہ شافعی مذہب مثلا اور وہ شفعہ طلب کرے اوس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد ہو

حاکم اوس سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہے اگر مدعی کہے کہ ہان مین اسکا اعتقاد رکھتا ہون تو اوسکے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی وہ نہ کہے تو حاکم حکم ندے ثبوت شفعہ کا کذا فی المنیۃ والبزازیہ ھم یہہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے اور یہہ حلوانی کا قول احسن الاقوال ہے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ حاکم حکم ندے کیونکہ مدعی اوسکا معتقد نہین اور تیسرا قول یہہ ہے کہ حاکم حکم دے اسواسطے کہ حاکم تو اوسکے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہی اور یہی مشہور ہے کذا فی المنح

فروع مسائل متفرقہ شارح کے آخر الشفیع یجانب الطلب لکون القاضی لا یراھا فھو معذور شفیع نے دیجانب طلب شفعہ مین تاخیر کی اسواسطے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد نہین تو شفیع معذور ہے یعنی اس عذر سے تاخیر طلب مبطل شفعہ نہوگی وکذا لو طلب من القاضی احضارہ فامتنع بخلاف سبت الیہود کمایأتی اور اسیطرح شفیع تاخیر طلب مین معذور ہے اگر اوسنے قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا اور قاضی نے نمانا یا مشتری نہ حاضر ہوا کذا ذکرہ ابو السعود بخلاف یہودی کے سبت کے چنانچہ آگے آویگا یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ مین تاخیر کریگا تو معذور نہوگا کذا فی شرح الحموی قس ے ارضا بمائۃ فرفع ترابھا وباعہ بمائۃ ثم اخذھا الشفیع بالشفعۃ اخذھا بخمسین لان ثمنھا ینقسم علی قیمۃ الارض یوم الشراء قبل رفع التراب وعلی قیمۃ التراب الذی باعہ وھما سواء ایک شخص نے زمین خریدی سو درم کو پھر اوسکی مٹی اوٹھائی اور سو درم کو بیچی پھر اوس زمین کو شفیع نے لیا بسبب شفعہ کے تو شفیع اوسکو ۵۰ درم سے لے اسواسطے کہ زمین کا ثمن یعنے سو درم بانٹا جائیگا زمین کی اوس قیمت پر جو خریدکے دن تھی مٹی لینے سے پہلے اور اوس مٹی کی قیمت پر جسکو اوسنے بیچ لیا اور دونون قیمتین برابر ہین ھم طحطاوی نے کہا یہہ تعلیل ظاہر نہین مگر جبکہ دونون کی قیمتین عند العقد برابر ہون ولو کبسھا کما کانت فالجواب لا یتفاوت ویقال للمشتری ادفع ماکبست فیھا فھی ملکک حاوی الزاھدی اور اگر مشتری نے زمین مذکور مٹی سے بھردی جیسی کہ پہلی تھی تو جواب متفاوت نہوگا یعنی شفیع اوسکو پچاس ہی درم سے لیگا اور مشتری سے کہا جاویگا کہ نکال لے جو اوسمین تو نے مٹی بھردی ہے کہ وہ تو تیری ملک ہی کذا فی حاوی الزاھدی وفیہ شری دارًا الی الحصاد فلیس للشفیع ان یعجل الثمن ویأخذھا بالشفعۃ لانہ ملکھا ببیع فاسد انتھی قلت وسیجئ انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدًا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببناء ونحوہ وجبت اور حاوی زاہدی مین ہے کہ گھر خرید کیا کھیت کٹنے کی مدت تک تو شفیع کو جائز نہین کہ ثمن معجل دے اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اسواسطے کہ مشتری گھر کا مالک ہوا ہے بیع فاسد کے سبب سے انتہے ما فی الحاوی مین کہتا ہون اور آگے آویگا کہ اوسمین شفعہ نہین جسمین بیع فاسد ہوتی اگرچہ قبض کے بعد ہو احتمال فسخ کے سبب سے ہان جبکہ فسخ ساقط ہوجاوے مشتری کی عمارت بنانے سے اور مانند اوسکے کوئی اور صورت سے تو شفعہ واجب ہوگا وفی المبسوط الھبۃ بشرط العوض انما تثبت الملک للموھوب لہ اذا قبض الکل فلو وھب دارًا علی عوض الف درھم فقبض احد العوضین دون الاخر ثم سلم الشفیع الشفعۃ فھو باطل حتی اذا قبض العوض الاخر کان لہ ان یأخذ الدار بالشفعۃ اور مبسوط مین ہے کہ ہبہ بشرط عوض مین تو موہوب لہ کی ملک ثابت ہوتی ہے جسوقت کل مقبوض ہو یعنی دونو عوضون پر واہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہوجاے تو اگر گھر ہبہ کیا ہزار درم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہوا نہ دوسری عوض پر پھر شفیع شفعہ سے دستبردار ہوا تو وہ باطل ہے یہانتک کہ جب دوسرا عوض مقبوض ہو تو شفیع کو اختیار ہے کہ گھر لے شفعہ کے سبب سے واللہ اعلم

باب ما تثبت هي فيه او لا تثبت

یعنی (یعنی شفعہ) یہہ باب ہے اوسکا جسمین شفعہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہین ہوتا لا تثبت قصدًا الا فی عقار ملک بعوض ھو مال خرج الھبۃ ھو خرج المھر شفعہ ثابت نہین ہوتا قصدًا مگر اوس عقار مین جو مملوک ہوئی ہے اوس عوض کے بدلے جو مال ہے عوض کی قید سے ہبہ بلا عوض خارج ہو گیا اور مال کی قید سے مہر نکل گیا ھم قصدًا کی قید اسواسطے لگائی کہ شفعہ غیر قصد میں غیر عقار مین بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ شجر اور ثمر مین شفعہ ثابت ہوتا ہے گھر کے ساتھہ اور اسیطرح آسیا مین خانہ آسیا کے ساتھہ اور اسیطرح نہر مین اراضی کے ساتھہ وان لم یکن یقسم خلافًا للشافعی کرحی ای بیت الرحی ھو آسیا خانہ وحمام وبئر ونھر وبیت صغیر لا یمکن قسمتہ اگرچہ عقار اور مانند عقار قسمت پذیر نہو برخلاف شافعی چنانچہ آسیا اور حمام اور کنوان اور نہر اور ایسا چھوٹا گھر جسکی قسمت ممکن نہو یعنی قسمت کرنے سے لائق انتفاع کے نرہے نہایہ مین ہے

وھو تثبت فیہ او لا تثبت [illegible]

کہ آسیا سی مراد آسیا خانہ ہے آسیا کے ساتھ ھم یعنی اشیاء مذکورہ مین شفعہ ثابت ہی ہمارے نزدیک دفع ضرر جوار کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک شفعہ
نہین دفع ضرر قسمت کی علت ہے لا فی عَرْضٍ بالسکون ما لیس بعقارٍ فیکون ما بعدہ من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہین عرض مین عرض
بفتح اول وسکون ثانی وہ چیز ہے جو عقار نہو تو جو معطوفات عرض کے بعد ہین وہ من قبیل عطف خاص کے ہین عام پر ھم صحاح مین ہی عرض بالسکون عبارت ہی
متاع سی اور جو چیز ہے وہ عرض ہے دینار اور درہم کے سوا اور متحققین ختام ونیا و فُلْکٍ خلافًا لمالکٍ اور شفعہ ثابت نہین ناؤ مین برخلاف مذہب مالک کے و بناءٍ
ونخلٍ اذا بیعا قصدًا ولو مع حق القرار خلافًا لما فیہ ابن الکمال لمخالفتہ المنقول کا افادہ شیخنا الرملی اور شفعہ نہین عمارت اور نخلستان
مین جبکہ اونکی بیع بالقصد ہو بلا تبعیت ارض کے اگرچہ بیع حق قرار کے ساتھہ ہو برخلاف اوسکے جو کہ ابن کمال سمجھا ہی بسبب اوسکی مخالف ہونیکے منقول سے چنانچہ ہمارے
اوستاد خیر الدین رملی نے اسکو بیان کیا ہے ولا فی ارثٍ وصدقۃٍ وھبۃٍ لا بعوضٍ مشروطٍ اور شفعہ ثابت نہین موروث مین اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض مشروط
ھم اگر ایک شخص گہر کا مالک میراث کے سبب سے ہو تو اوسمین شفعہ نہین کذا فی الدرر ودارٍ قسمت او جعلت اجرۃً او بدل خلعٍ او عتقٍ او صلحٍ عن
دم عمدٍ او مھرٍ وان قوبل ببعضھا ای الدار مالٌ لانّ معنی البیع تابع فیہا اور اوس گھر مین شفعہ نہین جسکی قسمت ہو گئی شریکو نمین یا وہ گھر اجرت یا
بدل خلع یا بدل عتق یا بدل صلح کا دم عمد سے ٹھہرایا گیا یا گھر مہر قرار دیا گیا اگرچہ بعض گہر کے مقابلہ مین مال واقع ہوا ہو اسواسطے شفعہ نہین کہ بیع کے معنے
اسمین تابع ہین ھم بعض گہر کے مقابلہ مین مال واقع ہونے کی صورت یہہ ہی کہ زوج نے زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کے مہر پر اس شرط کہ زوجہ زوج کو ہزار
درم پھیر دے طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہہ تہا کہ مصنف بجای مہر بالجر کے مہرًا بالنصب لاتا تاکہ اجرۃً پر عطف ہوتا اسواسطے کہ جبکہ گھر بدل ہوگا مہر کا اسطرح کہ زوج
مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دیدے تو اوسمین شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ زیلعی مین مذکور ہے اسواسطے کہ وہ مبادلہ ہے مال کا مال سے اسواسطے کہ گھر بدلا ہے اوسکا جو
زوج کے ذمہ پر مال ہے یعنی مہر واوجباھا فی حصۃ المال اور صاحبین نے شفعہ واجب کہا ہی حصہ مال مین یعنی جسقدر گھر مال کے مقابلہ مین پڑا اوتنے مین
صاحبین کے نزدیک شفعہ واجب ہوا او دار بیعت بخیار البائع ولم یسقط خیارہ فان سقط وجبت ان طلب عند سقوط الخیار فی الصحیح وقیل
عند البیع وصحح یا اوس گہر مین شفعہ نہین جو بیع ہوا بائع کے اختیار پر اور ہنوز اوسکا اختیار ساقط نہین ہوا پھر اگر ساقط ہو گیا تو شفعہ واجب ہو گیا اگر شفیع نے سقوط
اختیار کے وقت طلب کی قول صحیح مین اور بعضون نے کہا کہ بیع کیوقت طلب کی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے او بیعت الدار بیعًا فاسدًا ولم یسقط
فسخہ فان سقط حق فسخہ کان بنی المشتری فیھا ثبتت الشفعۃ کما مر یا اوس گھر مین شفعہ نہین جسکی بیع فاسد ہوئی اور ہنوز اوسکا فسخ ساقط نہین ہوا
پھر اگر اوسکا حق فسخ ساقط ہوگیا چنانچہ مشتری نے اوسمین کچھہ عمارت بنائی تو شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ مذکور ہوچکا ھم اسیطرح ہبہ سے اور مہر مین بیچنے
سے حق فسخ ساقط ہو جاتا ہے تو شفیع قیمت دیکر شفعہ لیگا کذا فی الزیلعی او ردت بخیار رؤیۃٍ او شرطٍ او عیبٍ بقضاءٍ متعلق بالاخیر فقط خلافًا لما زعمہ
المصنف تبعًا للدرر یا رد بیع ہوا خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط کے سبب سے یا رد بیع ہوا خیار العیب سے بحکم قاضی شارح نے کہا بقضاء فقط اخیر یعنی عیب سی متعلق
ہے برخلاف اوسکے جو مصنف نے شرح مین گمان کیا ہے درر کا تابع ہوکر ھم مصنف نے شرح مین کہا کہ بقضاء متعلق ہے رد سے تو مسائل ثلثہ سی حکم قاضی
متعلق ہوگیا حالانکہ ایسا نہین چنانچہ کلام زیلعی صریحا اسکی مخالف ہی کذا فی الطحطاوی بعد ما سلمت ای اذا بیع و سلمت الشفعۃ ثم رد المبیع
بخیار رؤیۃ او شرطٍ کیف ما کان او بعیبٍ بقضاءٍ فلا شفعۃ لانہ فسخ لا بیع ردبیع ہوا تسلیم شفعہ کے بعد یعنی جب بیع ہوتی اور شفعہ شفیع
انکار کیا پھر مبیع پھیر دیا گیا بسبب خیار الرؤیۃ کے یا بسبب خیار شرط کے یا رد مبیع ہوا بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفعہ نہین ہے اسواسطے کہ یہہ فسخ
ہے بیع نہین ہے ھم یہہ علت ہی مسائل ثلثہ کی یعنے شفعہ واجب ہوتا ہے بیع کے بعد نہ فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد بعیبٍ بعد القبض بلا
قضاءٍ او باقالۃٍ فان لہ الشفعۃ لان الرد بعیبٍ بلا قضاءٍ والاقالۃ بمنزلۃ بیعٍ مبتدأ برخلاف رد مبیع عیب سی قبض کے بعد بدون حکم قاضی
کے یا اقالہ سے اسواسطے کہ شفیع کیواسطے اسمین شفعہ ثابت ہی اسواسطے کہ عیب سی پھیر دینا بدون حکم قاضی کے بمنزلہ بیع کے ہی شروع سی اور اسیطرح
اقالہ بیع جدا گانہ ہے ھم اسواسطے کہ عیب سی بلا قضا پھیر لینا چونکہ واجب نہین اور باوجود اسکے بائع نے اپنی خوشی سے پھیر لیا تو ایسا ہوا گویا اوس نے

خرید کیا اور اسیطرح اقالہ بیع سے ثالث کے حق مین اور شفیع تیسرا ہے بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر وتثبت الشفعۃ للعبد المأذون المستغرق بالدین احاطۃ الدین برقبتہ وکسبہ لیس بشرط ابن کمال فی مبیع سیدہ اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کیواسطے جو دین مین ڈوبا ہے اپنے مولے کی مبیع مین ابن کمال نے کہا محیط ہونا دین کا غلام کی گردن اور کمائی کو ثبوت شفعہ کی شرط نہین ہم یعنی اگر مولے اپنے گہر بیچا تو اوسکا شفعہ اوسکے غلام تاجر یون کیواسطے ثابت ہی اسواسطے کہ درصورت اذن تجارت جو غلام کے پاس ہے وہ مولے کا مملوک نہین ہے اور یہی علت ہے مولے کے شفعہ لینے کی غلام کی مبیع مین وتثبت لسیدہ فی مبیعہ بناء علی ان الاخذ بالشفعۃ بمنزلۃ الشراء وشراء احدھما من الاٰخر یجوز اور شفعہ ثابت ہی غلام ماذون کے مالک کیواسطے غلام کے بیچے گہر مین اسوجہ سی کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور اون مین سے ایک کا خرید کرنا دوسری سی جائز ہے وتثبت لمن شری اصالۃ او وکالۃ او اشتری لہ بالوکالۃ اور شفعہ ثابت ہی اوس شخص کیواسطے جسنے اصالۃ یا وکالۃ خرید کیا یا اوسکے واسطے دوسرے نے بطریق وکالت خرید کیا ھم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو خرید کرنیکا وکیل کیا سو وکیل نے موکل کیواسطے گہر خرید کیا اور حالانکہ موکل شفیع ہے تو اوسکے واسطے شفعہ ثابت ہی صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک گہر تین شخصون مین مشترک ہے اور اوس گہر کا ایک شخص جار ملاصق ہے پہر جب وہ گہر بیع ہوا اور ایک شریک نے اوسکو خرید کیا تو مشتری کیواسطے شفعہ ثابت ہی خواہ اوسنے اصالۃ خرید کی ہو یا وکالۃ اور اسیطرح موکل کیواسطے شفعہ ثابت ہی جبکہ وکیل نے اوسکے واسطے خرید کی ہو اور دوسرے شریک کیواسطے بھی شفعہ ثابت ہی کذا فی الدرر یہہ توضیح ہے شارح کے قول آیندہ کی و فائدتہ انہ لو کان المشتری او الموکل بالشراء شریکا وللدار شریک اٰخر فلھما الشفعۃ ولو ھو شریکا وللدار جار فلا شفعۃ للجار مع وجودہ اور فائدہ ثبوت شفعہ کا مسئلہ مذکورہ مین یہہ ہے کہ اگر مشتری یا خرید کا موکل شریک ہو اور گہر کا دوسرا شریک بھی ہو تو دونون کے واسطے شفعہ ثابت ہی اور اگر وہ شریک ہو اور گہر کا کوئی جار ملاصق ہو تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ نہین باوجود شریک کے یعنی اسواسطے کہ شریک مقدم ہے ہمسایہ پر کذا فی الدرر لا شفعۃ لمن باع اصالۃ او وکالۃ او بیع لہ ای وکل بالبیع او ضمن الدرک والاصل ان الشفعۃ تبطل باظہار الرغبۃ عنہا لا فیہا شفعہ نہین اوسکا جسنے بیع کی اصالۃ یا وکالۃ یا بیع ہوئی اوسکی طرف سے یعنی دوسرے کو اوسنے بیع کرنیکا وکیل کیا یا ضمان درک کیا یعنی اگر مبیع غیر کی مملوک نکلی تو ثمن کا ضامن اوسپر ہی اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہہ ہے کہ شفعہ باطل ہوجاتا ہے شفعہ سے بے رغبتی ظاہر کرنے مین اور باطل نہین ہوتا اظہار خواہش سی اوسمین ھم چونکہ بیع اور ضمان استحقاق مبیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہی لہذا شفعہ باطل ہوگیا

باب ما یبطلہا

یہہ باب ہے اوسکا جو شفعہ کو باطل کردیتا ہے یبطلہا ترک طلب المواثبۃ ترکہ بان لا یطلب فی مجلس اخبر فیہ بالبیع ابن کمال وتقدم تفسیرہ شفعہ کو باطل کرتا ہی طلب مواثبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب مواثبہ کیصورت یہہ ہے کہ شفیع شفعہ طلب نکرے اوس مجلس مین جسمین اوسکو بیع کی خبر پہنچی کذا ذکرہ ابن کمال اور ترجیح خیار مجلس کی مقدم مذکور ہوچکی یعنے طلب مواثبہ آخر مجلس تک ممتد ہے اور یہی قول راجح ہے طلب علی الفور پر او ترک طلب الاشہاد عند عقار او ذی ید لا الاشہاد عند طلب المواثبۃ لانہ غیر لازم مع القدرۃ کما مر یا مبطل شفعہ ہی باوجود قدرت کے طلب اشہاد کا ترک کرنا عقار یا ذی الید کے نزدیک نہ کہ گواہ کرنا طلب مواثبہ کے نزدیک اسواسطے کہ وہ غیر لازم ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ھم طلب اشہاد کی یہہ صورت مذکور ہوچکی کہ شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے یہہ گہر خرید کیا اور مین اوسکا شفیع ہون اور مین قبل اسکے طلب مواثبہ کرچکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون سو تم شاہد ہو اوسپر اور قدرت کیصورت یہہ ہی کہ کسی نے شفیع کا منہ بند نکر لیا ہو اور وہ نماز کے اندر نہو وتبطلہا تسلیمہا بعد البیع علم بالسقوط او لا فقط لا قبلہ کما مر اور فقط بعد بیع کے تسلیم شفعہ مبطل ہے اوسکی خواہ علم سقوط شفعہ کا بسبب تسلیم کے اوسکو ہو یا نہو اور قبل بیع کے تسلیم شفعہ مبطل نہین ہی چنانچہ مذکور ہوچکا ھم تسلیم شفعہ عبارت ہی اسقاط حق شفعہ سی اور اسقاط حق نہین ہوسکتا مگر بعد وجوب کے اور وجوب شفعہ نہین ہوتا مگر بیع کے بعد لہذا تسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہین اور بعد بیع کے صحیح ہے ولو سلمہا اب و وصی خلافا لمحمد فیما بیع بقیمتہ او اقل ملتقی تسلیم شفعہ مبطل شفعہ ہے اگرچہ تسلیم صغیر کی باپ یا وصی کیطرف سے ہو برخلاف محمد کے اوس ثمن جسکی

بیع اوسکی قیمت سے ہوا ونچ یا اقل قیمت سے ہوئی ہو کذا فی الملتقے ھ یعنی صغیر کا باپ اگر صغیر کا شفعہ ساقط کرے تو یہہ تسلیم صحیح ہے امام کے نزدیک یعنی
بعد بلوغ کے صغیر اوسکو طلب نہین کر سکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور محمد کا مذہب یہہ ہے کہ درصورت مساوات یا قلت قیمت
تسلیم باپ اور وصی کی مبطل شفعہ نہین والوکیل بطلبہا اذا اسلم الشفعۃ او اقر علی الموکل بتسلیم الشفعۃ صح لو کان التسلیم او الاقرار
عند القاضی والا لم یصح لکنہ یخرج عن الخصومۃ طلب شفعہ کا وکیل جبکہ شفعہ تسلیم کرے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعہ کا اقرار کرے تو تسلیم صحیح ہو اگر یہہ
تسلیم اور اقرار قاضی کے پاس ہو اور قاضی کے حضور مین نہو تو صحیح نہین لیکن وکیل خصومت سے خارج ہو جاتا ہے وسکوت من یملک التسلیم تسلیم
اور ساکت رہنا اوسکا جو تسلیم کا اختیار رکھتا ہے تسلیم ہے ھ مثلا باپ یا وصی کو تسلیم کا اختیار ہے اور اونہون نے بیع کیوقت سکوت کیا طلب شفعہ
سے صغیر کیواسطے تو یہہ سکوت بجای تسلیم ہے ویبطلہا صلحہ منہا علی عوض ای غیر المشفوع لما یأتی اور شفعہ باطل کرتا ہے صلح کرنا شفیع کا شفعہ
سے عوض پر یعنے عوض غیر مشفوع پر بدلیل آیندہ ھ قول آیندہ یہہ ہے دو سطر کے بعد ولو صالح علی اخذ نصف الدار و علیہ ردہ لانہ رشوۃ اور شفیع پر
عوض کا پہیر دینا واجب ہی اسواسطے کہ وہ رشوت ہی ھ چونکہ شفعہ عبارت ہی حق تملک سی بلا ملک لہذا اوسکا عوض لینا صحیح نہین ویبطلہا بیع شفعتہ
بمال ولا یلزم المال اور شفعہ کو باطل کرتا ہی بیچنا اپنے شفعہ کا مال سے اور اس بیع سی مال لازم نہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ رشوت ہی وکذا الکفالۃ بخلاف
القود اور اسیطرح کفالت باطل ہو جاتی ہے بیع سی بخلاف قصاص کے ھ کفالت سی یہان مراد حاضر ضامنی ہے یعنی اگر صاحب حق نے حاضر ضامن سے
کہا کہ مین تیرے ہاتھ حاضر ضامنی بیچتا ہون اتنے مال پر تو ضامنی ساقط ہو جاویگی اور مال واجب نہوگا بخلاف قصاص کے کہ اوسکا عوض لینا درست ہے
اور اسیطرح ملک نکاح اور اسقاط رق کا اعتیاض درست ہی اسواسطے کہ ان اشیا مین ملک ثابت ہے ولو صالح علی اخذ نصف الدار بنصف الثمن صح
اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گہر کے لینے پر بعوض بعض ثمن کے تو صحیح ہے ولو صالح علی اخذ بیت بحصتہ من الثمن لا لجہالۃ الثمن عند الاخذ و
لا تسقط شفعتہ الدرر اگر شفیع نے صلح کی گہر مین سے ایک مکان کے لینے پر بقدر اوسکے حصے کے ثمن سے تو صحیح نہین بسبب مجہول ہونے
ثمن کے لینے کیوقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفعہ شفیع کا ساقط نہوگا ھ نصف گہر کی صلح مین ثمن مجہول نہین اسواسطے کہ نصف گہر کا ثمن نصف ثمن مسمی
ہے اور تمام گہر مین سے ایک کوٹھری یا ایک دالان کا ثمن معلوم نہین کہ کتنا ہے لہذا مسئلہ سابقہ مین صلح صحیح اور شفعہ باطل اور اس مسئلہ مین صلح غیر صحیح
اور شفعہ ثابت ہی ویبطلہا موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب او قبلہ ولا تورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا یبطل اور شفعہ
باطل کرتا ہے شفیع کا مرجانا شفعہ لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعہ موروث نہین ہوتا برخلاف شافعی کے اور اگر شفیع مر گیا قاضی کے
حکم کرنے کے بعد تو شفعہ باطل نہوگا ھ وجہ بطلان یہہ ہے کہ شفعہ تو عبارت ہی مجرد حق تملک سی اور وہ باقی نہین رہتا صاحب حق کے مرجانیکے بعد تو
اوسمین کیونکر میراث جاری ہو کذا فی الدرر لا یبطلہا موت المشتری لبقاء المستحق شفعہ کو باطل نہین کرتی مشتری کی موت بسبب باقی رہنے
مستحق کے یعنی شفیع کے ویبطلہا بیع ما یشفع بہ قبل القضاء بالشفعۃ مطلقا علم ببیعہا ام لا اور جس زمین اور گہر کے سبب سے شفعہ لیا جاتا ہی
اوسکا بیچڈالنا قبل اسکے کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے ہر طرح مبطل ہے شفعہ کا خواہ شفیع کو اوس گہر کی بیع کا جسکا وہ شفیع ہے علم ہو یا نہو وکذا
لو جعل ما یشفع بہ مسجدا او مقبرۃ او وقفا مسجلا درر اور اسیطرح شفعہ باطل ہوتا ہے اگر اوس مقام کو جسکے سبب سے شفعہ ثابت ہوتا ہی مسجد بنا دی یا
قبرستان یا وقف مسجل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی اسواسطے کہ شفعہ ثابت ہوتا ہی ملک سی اور مسجد وغیرہ سی ملک زائل ہو جاتی ہے لہذا شفعہ ثابت نہین ہوتا
بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعہ کا حکم دیا ہو والا شفعہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو باع بشرط الخیار لنفسہ لا تبطل لبقاء السبب اور
جسکے سبب سی شفعہ حاصل ہوتا ہے اوسکو بیچا بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعہ باطل نہین ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب استحقاق شفعہ کا
ملک ہی اور یہہ تمام کی جو دار مشفوع بہ سی متصل ہے ہنوز ملک بسبب بیع بشرط خیار کے بائع سی زائل نہین ہوئی ویبطلہا شراء الشفیع من المشتری اور شفعہ کو باطل
کرتا ہے خرید کرنا شفیع کا مشتری سی یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سی خرید کیا تو یہہ خرید کرنا اعراض ہوا طلب سے اور اعراض مبطل شفعہ

فلمن دونه ومثاله اشتراها ممنه بالشفعة بالعقد الاول او الثانی ترجمہ جو شخص کمتر ہے شفیع مذکور سے استحقاق شفعہ مین یا اوسکی برابر ہو تو اوسکو
دار مشفوعہ کا لینا شفیع سے بوجہ شفعہ درست ہو خواہ بعقد اول لے یا بعقد ثانی ف اسواسطے کہ جب شفیع کا استحقاق شفعہ خرید کرنے سے باطل ہوگیا تو شفیع
مادون کا حق بسبب زوال مانع کے ثابت ہوجاویگا بخلاف ما لو اشتراها ابتداء حيث لا شفعة لمن دونه ف بخلاف اوسکے کہ اگر شفیع نے گہر کو
خرید کیا شروع سے یعنی بائع سے اسواسطے کہ وہان شفیع مادون کا شفعہ ثابت نہوگا ف سابق مذکور ہوچکا کہ اگر شریک خرید کرے تو جار ملاصق کیواسطے
شفعہ نہین ہے وكذا يبطلها ان استاجرها او ساومها بيعا او اجارة ملتقى اور اسیطرح شفعہ کو باطل کرتا ہی اگر شفیع نے مشتری سے گہر کرایہ
لیا یا اوسکی خرید یا اجارہ کی بات چیت کی کذا فی الملتقی یعنی بعد علم بیع کرایہ لیا یا مول چکانا دلیل ہے تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہوگا او طلب منه ان
يوليه عقد الشراء ای الشفیع مشتری سے یہہ طلب کرے کہ اوسکو عقد خرید کا متولی کرے ف اسواسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کو بطریق وکالت کے طلب التسلیم
کی دلیل ہے اور تسلیم مبطل شفعہ ہے لیکن طحطاوی نے کہا کہ بیع التولیہ مراد ہے اور یہہ مراد نہین کہ اوسکو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے اسواسطے
اس سے شفعہ باطل نہین ہوتا بسبب اسکے ہونیکے قبل عقد کے واللہ اعلم او ضمن الدرك مستدرك بما مر انفا فتبطل فی الكل للدليل الاعراض زيلعی
یا شفیع ثمن کی ضمانت کرے استحقاق کیوقت شارح نے کہا ضمان درک کا مسئلہ زائد از حاجت ہی بسبب اسکے کہ عنقریب مذکور ہوچکا یعنی باب سابق مین تو سب
تینون صورتون مین شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض کی دلیل سے کذا فی الزیلعی قيل للشفيع انها بيعت بالف فسلم ثم علم انها بيعت باقل او ببر
او شعير او عددي متقارب قيمته الف او اكثر فله الشفعة ولو بان انها بيعت بدنانير او بعرض قيمتها الف فلا شفعة والفرق
بينهما ان هذا قيمي وذاك مثلي فربما يسهل عليه وان كثر شفیع سے کہا گیا کہ گہر بیچا گیا بعوض ہزار درم کے سو اوسنے بیع مسلم رکہی پہر اوسکو
معلوم ہوا ہزار درم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گیہون یا جو یا عددی متقارب کے بیع ہوئی تو شفیع کا شفعہ ثابت ہی اور اگر یہہ ظاہر ہوا کہ گہر بکا اون
دینارون یا اسباب کی عوض جنکی قیمت ہزار درم ہے تو شفعہ ثابت نہین اور فرق دونون یعنے متاع مین اور گیہون جو مین یہہ ہے کہ یہہ یعنی اسباب
اور متاع قیمت والی چیز ہے اور وہ یعنی گیہون اور جو اور عددی متقارب مثلی ہی تو گاہی مثلی چیز شفیع پر آسان ہوسکتی ہی اگرچہ زیادہ ہو ف مسئلہ اولے
مین شفعہ اسواسطے ثابت ہوا کہ تسلیم تہی کثرت ثمن سے یا تعذر جنس سے پہر جب اوسکے خلاف ظاہر ہوا تو اوسکو شفعہ لینا جائز ہوا اسواسطے کہ رغبت مختلف ہوتی
ہے اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل وجوہ کی تسلیم کی مستلزم نہین اور مسئلہ ثانیہ مین باختلاف دینار اور درم سے اسواسطے شفعہ ثابت نہوا کہ
دونون جنس واحد ہین ثمنیت مین اور مسئلہ متاع مین قیمت واجب ہی اور وہ درہم یا دینار ہین تو آسانی اوسمین ظاہر نہین کذا فی الطحطاوی ولو علم
ان المشتری زيد فسلم ثم بان انه بكر فله الشفعة اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہی سو اوسنے بیع تسلیم کی پہر ظاہر ہوا کہ مشتری تو بکر ہے تو
شفیع کیواسطے شفعہ ثابت ہی ف اسواسطے کہ آدمی اخلاق مین متفاوت ہوتے ہین سو بعضے کے ہمسایگی قبول ہوتی ہے اور بعضی کی نہین تو ایک کے
حق مین تسلیم کرنا اوسکے غیر کے حق مین تسلیم کرنیکا مستلزم نہین ولو علم ان المشتری هو مع غيره كان له اخذ نصيب غيره لعدم التسليم
في حقه اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھ تو اوسکو دوسرے آدمی کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہوگا اسواسطے کہ دوسرے کے حق
مین تسلیم حاصل نہین ف حلبی نے کہا اگر مصنف بجای لو علم کے لو ظہر کہتا تو مناسب تر ہوتا ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم ظهر شراء الكل فله الشفعة
في الكل وفي عكسه بان اخبر بشراء الكل فسلم ثم ظهر شراء النصف لا شفعة له على الظاهر لان التسليم في الكل تسليم في كل ابعاضه بخلاف عكسه
اور اگر شفیع کو نصف گہر کے خرید کی خبر پہنچی سو اوسنے بیع تسلیم کی پہر اوسکو خبر پہنچی تمام گہر کے خرید کی تو اوسکو واسطے شفعہ ثابت ہی سب گہر مین اور اوسکے بالعکس
مین بطرح کہ شفیع کو خبر ہوئی تمام گہر کے خرید کی سو اوسنے تسلیم کی پہر ظاہر ہوا نصف کا خرید کرنا تو اوسکو واسطے شفعہ نہین ظاہر الروایہ مین اسواسطے کہ کل مین تسلیم
کرنا جمیع اجزا مین تسلیم کرنا ہی بخلاف اسکے عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہین ثم شرع في الحيل فقال وان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا في
جانب حد الشفيع فلا شفعة لعدم الاتصال پہر مصنف نے حیلوں کا یعنی تدابیر سقوط شفعہ کا بیان شروع کیا سو یون کہا اور اگر ایک مرد نے زمین یا گہر بیچا

مگر مثلاً ایک گز نہیں بیچا حد شفیع کیجانب مین تو شفیع کو شفعہ نملیگا بسبب عدم اتصال کے ھ شفعہ کا سبب اتصال ملک شفیع تہا سو اگر اوسنے گز بہر یا ہاتھ بہر یا بالشت
بہر یا انگل بہر زمین شفیع کیجانب کی بیع نکی تو اب شفیع اوسمین شفعہ کا دعوی نہین کرسکتا بشرطیکہ طول مستثنی شفیع کے تمام گہر کو ملاصق ہو اور یہہ حیلہ
ہے شفعہ جوار کے اسقاط کا والمقول بان نصب ذراعا سہو اور نصبہ قول کہ ذراعا کا نصب سہو ہی سہو ہی ھ یہہ تعریض ہے صاحب درر کی
طرف اسواسطے کہ صاحب درر نے یون کہا ہی کہ وقایہ مین جو یہہ عبارت ولا فیما بیع الا ذراعا منصب ہی سو کاتب کے سہو سے ہی سو شارح نے کہا کہ اسکو سہو
کہنا سہو ہے سو اسطیکہ کلام تام موجب مین مستثنی کا نصب واجب ہی وکذا لا شفعۃ لو وھب ھذا القدر للمشتری وقبضہ اور اسطرح شفعہ نہین اگر اسقدر
یعنی بقدر ایک گز طول مین بائع نے مشتری کو ہبہ بلا عوض کر دیا اور اوسنے اوسپر قبضہ بھی کر لیا ھ عدم ثبوت شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ جو متصل شفیع تہا
وہ موہوب ہو گیا اور موہوب مین شفعہ نہین طحطاوی نے کہا خواہ ہبہ قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان ابتاع سہما منہ بثمن
ثم ابتاع بقیتہا فالشفعۃ للجار فی السہم الاول فقط والباقی للمشتری لانہ شریک اور اگر مشتری نے اوسکا ایک حصہ مثلاً دسوان حصہ
کچہہ ثمن سے خرید کیا پہر باقی گہر خرید کیا تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ ثابت ہوگا فقط پہلے حصے مین اور باقی گہر مشتری کا ہوگا اسواسطے کہ مشتری شریک ہو گیا
بائع کا سہم اول کی خرید سے اور شریک مقدم ہے جار پر ھ سہم اول مین اسواسطے شفعہ ثابت ہی کہ پہلے بیع اوسیکی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے
عقد ثانی کے وقت ہو گی شفعہ لینے سے پہلے اور مراد یہ ہے کہ شفیع کو خبر بیع کی نہوئی مگر دونون عقد کے بعد وحیلۃ کلہ ان یشتری الذراع
او السہم بکل الثمن الا درہما ثم الباقی بالباقی اور تمام شفعہ کے اسقاط کا یہہ حیلہ ہی کہ مشتری خرید کرے ایک گز کو مسئلہ اولے مین یا سہم
کو خرید کرے اس مسئلہ مین تمام ثمن سے سواے ایکدرم کے اور باقی گہر کو باقی ایکدرم سے خرید کرے ھ مثلاً ہزار درم سے خرید کرنا منظور ہے تو اوس گہر کا
ہزاروان حصہ ۹۹۹ درم سے خریدا اور باقی گہر ایکدرم سے خرید کرے تو شفیع کا شفعہ ہزار دین حصے مین ثابت ہوگا ۹۹۹ درم کی ثمن سے اور
باقی گہر مین شفعہ نہین اسواسطے کہ مشتری شریک ہو گیا اور وہ احق ہی جار سے کذا فی الدرر ولیس لہ تحلیفہ باللہ ما اردت بہ ابطال الشفعۃ
اور جائز نہین شفیع کو قسم دینا مشتری کو اسطرح کہ واللہ تو نے اس فعل سے حق شفعہ کے باطل کر دینے کا ارادہ نہین کیا ولہ تحلیفہ باللہ ان البیع
الاول ما کان تلجئۃ مؤید زادہ معزیا للوجیز اور شفیع کو اس قسم دینے کا اختیار ہی کہ واللہ کہ بیع اول تلجئہ نہ تہی کذا ذکرہ مؤید زادہ عن الوجیز
ھ تلجئہ اوس بیع کو کہتے ہین کہ بائع اور مشتری بیع ظاہر کرین دشمن کے خوف سے اور حالانکہ وہ حقیقت مین بیع نہین بلکہ وہ ہزل ہی اسکی
تحلیف کا اسواسطے اختیار ہوا کہ اگر وہ تلجیہ کا اقرار کریگا تو بائع کی ملک ثابت رہیگی اور شفعہ جوار قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی وان ابتاعہ بثمن
کثیر ثم دفع ثوبا عنہ فالشفعۃ بالثمن لا بالثوب فلا یرغب فیہ اور اگر مبیع خرید کیا ثمن کثیر سے پہر ثمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت
ہوگا ثمن سے نہ کپڑے سے تو اسمین خواہش نہوگی ھ مثلاً ایک گہر کی قیمت سو درم ہے اوسکو ہزار درم کے ثمن سے خرید کیا پہر ثمن کے عوض بائع
کی رضامندی سے اسکو ایک تہان دیا تو اگر شفیع دعوے کریگا تو اسکو شفعہ ہزار درم کی عوض ملیگا نہ تہان کی عوض اسواسطیکہ ہزار درم کی عوض تہان دینا دوسرا عقد ہی اور گہر کی
عوض تو وہی ہزار درم کا ثمن ہی وھذہ حیلۃ تعم الشریک والجار لکنہا تضر بالبائع اذ یلزمہ کل الثمن اذا استحق المنزل اور یہہ حیلہ شریک اور جار دونوکو عام ہے لیکن بائع کو ضرر
ہی اسواسطے کہ بائع کو تمام ثمن دینا لازم ہوگا جبکہ منزل مبیع غیر کی ملک ثابت ہوگی فالاولی بیع دراہم الثمن بدینار لیبطل الصرف اذا استحق
تو بیچنا دراہم ثمن کا ایک دینار سے بہتر ہے تاکہ عقد صرف باطل ہو جائے جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو ھ ثمن کے دراہم مثلاً سو تہے مشتری کے ذمہ
پہر بائع نے سو درم کو ایک دینار سے مثلاً بیچا پہر جبکہ استحقاق ملک غیر ثابت ہوگا تو یہہ عقد صرف فاسد ہو گی اسواسطیکہ اب ظاہر ہو گیا کہ مشتری
کے ذمہ پر کچہہ نہ تہا تو جو مشتری نے دیا وہی بائع کو پہیر دینا پڑیگا یعنی دینار کذا فی الطحطاوی وحیلۃ اخرے احسن واسہل وھی المتعارف
فی الامصار ذکرھا بقولہ وکذا لو اشتری بدراھم معلومۃ بوزن او اشارۃ مع قبضۃ فلوس اشیر الیہا وجہل قدرھا وضیع الفلوس
بعد القبض فی المجلس لان جہالۃ الثمن تمنع الشفعۃ در وقلت ونحوہ فی المضمرات اور ایک دوسرا حیلہ ہے بہتر اور سہل تر سب حیلون کے

سے اور وہی مشہور ہی شہر و نمین اوسکو مصنف نے اپنی اس قول سے ذکر کیا ہی اور اسیطرح شفعہ ساقط ہو جاتا ہی اگر مشتری نے دراہم معلومہ سے خواہ
تعین دراہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور اونکے تہیہ مٹھی بھر فلوس بھی دیے جنکی طرف اشارہ کر دیا گیا اور اونکی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کر دیے
بعد قبض کے مجلس کے اندر اسواسطے کہ جہالت ثمن شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر مین کہتا ہون اور اسکی مانند مضمرات مین ہی ھ جب فلوس مشار الیہا پر
بائع کا قبضہ ہوا تو ثمن عقد کیوقت معلوم اور متعین ٹھہرا لہذا بیع صحیح ہوگئی اور فلوس تلف ہو جانیکے بعد جہالت مقدار سے شفعہ کیوقت ثمن مجہول ہوگیا
معلوم نہین کہ فلوس مذکورہ کتنے تھے اور جہالت ثمن شفعہ کیوقت ثبوت شفعہ کی مانع ہے طحطاوی نے کہا فی المجلس کی قید منح الغفار مین مذکور ہی اور درر مین اور
اوسکا تعلق نہ قطع بیع ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہے نہ قبض سے اسواسطے کہ مدار عدم وقوف مقدار پر ہے اور یہہ برابر ہے خواہ مجلس مین خواہ بعد مجلس کے و ینبغی ان
الشفیع لو قال انا اعلم قیمۃ الفلوس وھی کذا ان یاخذھا بالدراھم و قیمتہا کما لو اشتری دارا بعرض او عقار للشفیع اخذھا بقیمتہ
کما مر قالہ المحشی ثم نقل عن مقطعات الظہیریۃ ما یوافقہ قلت و وافقہ فی تنویر البصائر واقرہ شیخنا لکن تعقبہ ابنہ فی زواہر الجواہر بانہ مخالف
للاول وما فی المتون والشروح مقدم علی الفتاوی کما مر مرارا انتہی اور لائق یقوا عد فقہیہ یہہ ہے کہ اگر شفیع کہے کہ مین فلوس کی قیمت جانتا ہون اور
وہ فلوس اتنے تھے تو شفعہ لے دراہم سے اور فلوس کی قیمت سے چنانچہ اگر مشتری گھر خرید کرے متاع یا عقار سے تو شفیع گھر کا لینا متاع یا عقار کی قیمت سے جائز ہے
چنانچہ مذکور ہو چکا یہہ کہا ہے مصنف نے شرح مین پھر مصنف نے مقطعات ظہیریہ سے وہ روایت نقل کی جو قول مذکور کے موافق ہے مین کہتا ہون اور اسیکے موافق
کہا ہے تنویر البصائر حاشیہ اشباہ مین اور ہمارے استاد نے قول کو ثابت رکھا لیکن اس قول پر مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اعتراض کیا ہی زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ
مین اسطرح کہ یہہ قول مخالف ہی قول اول کے جو متن مین مذکور ہے اور جو متون اور شروح مین ہو وہ فتاوی پر مقدم ہے چنانچہ یہہ قاعدہ چند بار مذکور ہو چکا
انتہی ما فی زواہر الجواہر ھ متون اور شروح مین جو مذکور ہے وہ اسکا مفید ہی کہ شفیع کا قول قیمت فلوس اور تعیین مقدار مین مقبول نہو اسواسطے کہ اگر مقبول ہو تو
اس حیلہ مذکورہ کا کچھہ فائدہ نرہے مگر جبکہ شفیع ساکت رہے کذا فی الطحطاوی و قدمنا انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا
سقط الفسخ بالبناء ونحوہ وجبت واللہ اعلم اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کہ شفعہ نہین اوسمین جسکی بیع فاسد ہوتی اگرچہ قبض کے بعد ہو بسبب احتمال فسخ ہونے
بیع فاسد کے ہان جبکہ فسخ ساقط ہو جاے مشتری کی عمارت بنانے وغیرہ سے تو شفعہ واجب ہوگا واللہ اعلم تکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفعۃ بعد ثبوتہا وفاقا
کقولہ للشفیع اشترہ منی ذکرہ البزازی مکروہ ہی حیلہ کرنا اسقاط شفعہ کیواسطے بعد ثابت ہو جانے شفعہ کے بالاتفاق چنانچہ مشتری کا یون کہنا شفیع سے کہ تو
اس منزل کو مجھہ سے خرید کرلے ذکر کیا ہی اسکو بزازی نے ھ شفعہ ثابت ہوتا ہے بعد بیع کے پھر جب مشتری نے شفیع سے کہا کہ مجھسے خرید کرلے تو اگر وہ خرید کا ارادہ
کریگا تو شفعہ باطل ہوگا تو یہہ اسقاط شفعہ کا حیلہ ہے ثبوت کے بعد سو یہہ ابو یوسف اور محمد دونوکے نزدیک مکروہ ہی واما الحیلۃ لدفع ثبوتہا ابتداء
فعند ابی یوسف لا تکرہ وعند محمد تکرہ ویفتی بقول ابی یوسف فی الشفعۃ قیدہ فی السراجیۃ بما اذا کان الجار غیر محتاج الیہ واستحسنہ
محشی الاشباہ اور ابتداء سے دفع ثبوت شفعہ کا حیلہ کرنا یعنی وہ تدبیر کرنا جس سے شفعہ ثابت نہو سکے سو ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہین یعنی اسواسطے کہ وہ منع
سے حق واجب ہونیسے نہ اسقاط حق ثابت کا اور محمد کے نزدیک یہہ بھی مکروہ ہے اور ابو یوسف کے قول کا فتوی ہی شفعہ مین سراجیہ مین جواز حیلہ کی یہہ قید لگائی ہی جبکہ
ہمسایہ کو اوس گھر کی حاجت نہو اور محشی اشباہ نے اسکو خوب کہا ہی ھ محشی اشباہ شرف الدین غزی نے تنویر البصائر مین کہا ہی کہ اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے
اسکے حسن اور خوبی کے سبب سے شرح وقایہ مین ہے کہ شفعہ تو دفع ضرر جوار کیواسطے مشروع ہوا ہی تو اگر مشتری ایسا شخص ہو کہ پڑوسیوں کو اوس سے ضرر ہو تو
اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال نہین اور اگر مشتری نیک ہو اور شفیع متعنت ہے جسکی ہمسایگی پسند نہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال ہے ویتاتی وھی
تکرہ اتفاقا فی الزکوۃ والحج وایۃ السجدۃ جوہرۃ اور اوسکی مخالف یعنی کراہت ہی حیلہ زکوۃ اور حج اور آیت سجدہ مین کذا فی الجوہرۃ ھ منع زکوۃ کا یہہ
حیلہ ہی کہ جس مال مین زکوۃ واجب ہو وہ سال پورا گذرنے سے پہلے اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کرے یا سال سے پہلے اوسقدر خیرات کر دے جس سے نصاب
پورا ہی باقی نرہے شرح وقایہ مین کہا کہ یہہ حیلہ نہایت قبیح ہی کہ بخیلی اختیار کرنا ہی اور فقیرون کا رزق قطع کرتا ہی اور وعید عدم انفاق مین داخل ہوتا ہی اور حج کا حیلہ یہہ ہے

کہ آفاقی داخل مواقیت کسی محل مین داخل ہو پہر مکہ معظمہ مین بلا احرام داخل ہوا در حیلہ اسقاط احرام کا نہ اسقاط حج کا اور آیت سجدہ کا یہہ حیلہ کہ آیت سجدہ نہ پڑہے اور سابق اور لاحق کی آیتین پڑہے وجوب سجدہ کے خوف سے ولا حیلۃ موجودۃ فی کلامہم لاسقاط الحیلۃ بزازیہ قال وطلبنا ہا کثیرا فلم نجدہا اور کوئی حیلہ موجود نہیں فقہا کی کلام مین حیلہ ساقط کرنیکے واسطے کذا فی البزازیہ کہا بزازی نے اور ہمنے اوسکو بہت تلاش کیا سو اوسکو نپایا اذا اشتری جماعۃ عقارا والبائع واحد بعدد الاخذ بالشفعۃ بتعددہم فللشفیع ان یاخذ نصیب بعضہم ویترک الباقی وبعکسہ وہو ما اذا تعدد البائع واتحد المشتری لا یتعدد الاخذ بہا بل یاخذ الکل او یترک لان فیہ تفریق الصفقۃ علی المشتری بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدہم فلم تتفرق الصفقۃ بلا فرق بین کونہ قبل القبض او بعدہ سمی لکل بعض ثمنا وسمی الکل جملۃ لان العبرۃ لاتحاد الصفقۃ لا لاتحاد الثمن جبکہ ایک جماعت نے زمین مول لی اور بائع ایک ہی تو شفعہ لینا متعدد ہوگا مشتریون کی شمار کے موافق تو شفیع کو یہہ جائز ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چھوڑ دے اور بالعکس اسکی یعنے جبکہ بائع کئی شخص ہون اور مشتری ایک ہو تو شفعہ لینا متعدد نہوگا بلکہ شفیع یا سب کو لے یا سبکو چھوڑے اسواسطے کہ اسمین مشتری پر تفریق عقد ہی بخلاف اول مسئلہ کے اسواسطےکہ وہان شفیع قائم مقام ہے ایک مشتری کے تو عقد متفرق نہوا اسمین کچہ فرق نہین کہ شفعہ لینا قبض کرنے سے پہلے ہو یا بعد اور بیچکے ہر مشتری کے ثمن کا علیحدہ علیحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجملا مذکور ہوا ہو اسواسطےکہ یہان اتحاد عقد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا و اعلم انہ لو طلب الحصۃ فہو علی شفعتہ ادر معلوم کر اسکو کہ اگر شفیع درصورت تعدد مشتری سے ایک حصہ کو طلب کرے تو باقی حصون مین وہ اپنی شفعہ پر قادر ہے ھم اور قول ضعیف یہہ ہے کہ باقی کا شفعہ باطل ہوگیا کذا فی در منتقی ولو اشتری دارین او قریتین بصفقۃ اخذہا شفیعہما معا او ترکہما لا احدہا ولو احدہا بالمشرق والاخرے بالمغرب شرح مجمع دیا آئی اور اگر مشتری نے دو گہر یا دو گانون خرید کئے دو شہر مین ایک عقد یعنی ایک ایجاب اور قبول سے تو ان دونو گہرون کا شفیع اونکو ساتھ ہی لے یا دونون چہوڑے اور یہہ نہین کہ ایک گہر کو لے اگرچہ ایک گہر مشرق مین ہو اور دوسرا مغرب مین کذا فی شرح المجمع اور اسکا ذکر آگے آویگا ھم اور اگر شفیع ایک ہی گہر کا ہو نہ دوسرے کا اور بیع دونون گہرون کی ایک ایجاب اور قبول سے ہوئی ہو تو شفیع کو شفعہ لینا نہین پہونچتا مگر اوسی گہر کا جو اوسکے پاس ہے اور ایسا کہا ہے محمد نے ان دونون گہرون مین جو متصل ہون اور شفیع ایک گہر کا ہمسایہ ہو اور حسن نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونونکا لینا درست ہے شفعہ سے کہا حسن کی روایت اسپر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہے کذا فی العالمگیریۃ والمعتبر فی ہذا ای العدد والاتحاد العاقد لتعلق حقوق العقد بہ دون المالک فلو وکل واحد جماعۃ فللشفیع اخذ نصیب بعضہم اور اس تعدد اور اتحاد عقد مین عاقد معتبر ہے نہ مالک اسواسطےکہ حقوق عقد کے عاقد کیطرف متعلق ہوتے ہین نہ مالک کیطرف تو اگر ایک مالک نے ایک جماعت کو وکیل کیا یعنی خرید کا تو شفیع کو ایک وکیل کا حصہ لینا جائز ہے ھم یہہ اوس صورت مین ہے کہ ہر وکیل کو ایک ایک حصہ کی خرید مین وکیل کیا ہو اور اگر سبکو تمام کی خرید کا وکیل کیا تو شفعہ نہین مگر تمام مین کذا فی الطحطاوی اشتری نصف دار غیر مقسوم فقاسم المشتری البائع اخذ الشفیع نصیب المشتری الذی حصل لہ بالقسمۃ وان وقع فی غیر جانبہ علی الاصح ہدایہ اگر غیر مقسوم خرید کیا سو مشتری نے بائع سے بانٹ لیا تو شفیع مشتری سے وہ حصہ لے جو اوسکو حاصل ہوا قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کیجانب مین نہ پڑا ہو یہی صحیح قول ہے ھم غیر اصح قدوری کا قول ہے کہ شفیع وہی حصہ لیگا جو اوسکی جانب مین واقع ہو نہ غیر جانب کا ولیس لہ ای للشفیع نقضہا مطلقا سواء قسم بحکم او رضی علی الاصح لانہا من تمام القبض اور شفیع کو نقض قسمت مطلقا جائز نہین خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی رضامندی سے اسواسطےکہ قسمت قبض کی تمامی سے ہی یعنی بدون قسمت کے مشترک چیز کا پورا قبض نہین ہوتا اور حالانکہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتی لو قاسم الشریک کان للشفیع النقض کما ذکرہ بقولہ بخلاف ما اذا باع احد الشریکین نصیبہ من دار مشترکۃ وقاسم المشتری الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نقضہ کنقض بیعہ وہبتہ اگر مشتری نے قسمت کرلی بائع کے شریک سے تو شفیع کو نقض قسمت جائز ہے چنانچہ مصنف نے اوسکو ذکر کیا اپنے اس قول سے برخلاف اوسکی جبکہ دو شریکون مین سے ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا مشترک گہر سے اور مشتری نے دوسرے اوس شریک سے جسنے بیع نہین کی قسمت کرلی تو وہان شفیع کو نقض قسمت جائز ہے جسطرح اوسکی بیع اور ہبہ کا نقض جائز ہے ھم یہہ تفریع ہے عدم نقض قسمت کی تعلیل پر یعنی اگر قسمت تمام قبض سے نہو چنانچہ مثال مذکور مین ہے تو نقض قسمت درست ہے اسواسطےکہ عقد

اوس شخص کی واقع نہیں ہوا جس سے قسمت کرلی تو یہاں قسمت تمام قبض سے نہوئی جو عقد کا حکم ہے لہذا شفیع اوسکو توڑ سکتا ہے کما لو اشتری اثنان دارًا وھما شفیعان
وثمة شفیع ثالث بعد ما اقتسما بقضاء او غیرہ فله ای للشفیع ان ینقض القسمة ضرورة صیرورة النصف ثلثًا شرح وہبانیہ چنانچہ اگر دو شخصوں نے گھر
مول لیا اور وہ دونوں شفیع ہیں اوس گھر کے پھر تیسرا شفیع آیا دونوں کی قسمت کرلینے کے بعد خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا سوائے اسکے بلا رضامندی سے تو
شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے نصف کی تہائی ہو جانے کی ضرورت سے کذا فی شرح الوہبانیہ ھم یہہ تشبیہ جو نقض قسمت کی صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک گھر کے تین پڑوسی
ملاصق ہیں مثلا اون میں سے دو نے وہ گھر خرید کرکے بانٹ لیا نصف نصف پھر تیسرے پڑوسی نے شفعہ طلب کیا تو قسمت مذکور منقوض ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص تہائی
تہائی کا مستحق ہے اور دونوں مشتریوں سے ہر ایک کے پاس نصف نصف ہی در یہہ باقی نہیں رہ سکتا اختلف الجار والمشتری فی ملکیة الدار التی یسکن فیھا الشفیع
الذی ھو الجار فالقول للمشتری لانه ینکر استحقاق الشفعة اختلاف کیا پڑوسی اور مشتری نے اوس گھر کی ملکیت میں جسمیں وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہے تو مشتری کا قول
مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ استحقاق شفعہ کا منکر ہے وللجار تحلیفه ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف وبه یفتی اور پڑوسی کو مشتری کا قسم دینا
اوسکی دانست پر جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہے ھم یعنی مشتری یوں قسم کہائے کہ واللہ یہہ گھر میرے علم میں شفیع کا مملوک نہیں علم پر اسواسطے قسم ہوئی
کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہے اور غیر کے فعل پر یقین قطعی نہیں ہوتا کما لو انکر المشتری طلب المواثبة فانه یحلف علی العلم جیسے کہ مشتری اگر طلب مواثبہ کا منکر ہو
تو اوس سے علم پر قسم لیجائیگی یعنی اسواسطے کہ یہہ بھی تحلیف ہے غیر کے فعل پر وان انکر المشتری طلب الاشہاد عند لقائه حلف المشتری علی البتات لانه محیط به
علمًا دون الاول حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے اپنی ملاقات کیوقت طلب اشہاد سے انکار کیا تو مشتری قسم کہائے قطع اور یقین پر اسواسطے کہ مشتری کا علم طلب اشہاد کو محیط ہے
نہ طلب اول کو کذا فی حاوی الزاہدی ھم اگرچہ طلب اشہاد بھی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ حالف کے سامنے کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوگی یہہ اوسوقت ہے جبکہ شفیع طلب
اشہاد کا مدعی ہو اور گواہ سے اوسکو ثابت نکرسکے ولو برھنا فبینة الشفیع احق وقال ابو یوسف بینة المشتری اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ لاویں تو شفیع
کے گواہ احق اور مقدم ہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہیں **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے باع ما فی اجارة الغیر وھو شفیعھا فان اجاز البیع
اخذھا بالشفعة والا بطلت الاجارة وان ردھا مالک نے وہ چیز بیع کی جو غیر کے اجارہ میں ہے اور حالانکہ مستاجر اوسکا شفیع ہے سو اگر مستاجر نے بیع اوسکی
جائز رکہی تو اوسکو لیگا بطریق شفعہ کے یعنی اور اجارہ باطل ہو جائیگا اور اگر بیع جائز رکہی تو اجارہ باطل ہوگا اگرچہ شفعہ رد کردے ھم یعنی عدم اجازت بیع کی ساتھ
شفعہ بھی طلب کیا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ صحیح نہیں مگر بعد بطلان اجارہ کذا فی الوہبانیہ شری للطفل والاب شفیعه له الشفعة والوصی کالاب
قلت لکن فی شرح المجمع ما یخالفه فتنبه باپ نے اپنے طفل صغیر کیواسطے خریدکی اور حالانکہ باپ شفیع ہے تو اوسکا شفعہ ثابت ہے اور وصی باپ کی مانند ہے میں
کہتا ہوں لیکن شرح مجمع میں اسکی مخالف ہے سو خبردار رہنا ھم شرح مجمع میں یوں ہے کہ باپ کی قید اسواسطے لگائی کہ وصی شفعہ نہیں لے سکتا اتفاقًا اسواسطے کہ
شفعہ لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور وصی کو یتیم کا مال خرید کرنا جائز نہیں اپنی ذات کیواسطے لو کانت دار الشفیع ملاصقة لبعض المبیع کان له الشفعة فیما لاصق
فقط ولو فیه تفریق الصفقة اگر شفیع کا گھر متصل ہو بعض مبیع سے تو اوسکا شفعہ فقط اوسیقدر میں ثابت ہوگا جو کہ متصل ہے اگرچہ اسمیں تفریق صفقہ ہوتی ہو
ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ دو گھر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گھر ایک ہی گھر کے پاس ہے جار ملاصق وہ ہے کہ ہر ایک کی دیوار علحدہ ہو اور دونوں دیواروں
میں راہ نہو مکان کی تنگی کے سبب سے یا کہ دونوں کے اتصال کے سبب سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی الابراء العام من الشفیع یبطلھا قضاءً مطلقًا
لا دیانةً ان لم یعلم بھا شفیع کیجانب سے ابراء عام کرنا شفعہ کو باطل کردیتا ہے قضاءً ہر طرح سے اور دیانةً مبطل نہیں اگر شفیع شفعہ کو نجانتا ہو ھم صورت
اوسکی یہہ ہے کہ ایک گھر بکا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع سے کہ تو ہمکو بری الذمہ کردے ہر خصوصیت سے جو تیری خصوصیت کہ ہماری جانب ہو سو اوسنے ابراء عام
کردیا اور حالانکہ شفیع جانتا نہیں ہے کہ اونکی جانب اوسکا شفعہ واجب ہوا ہے تو اس ابراء عام سے قاضی کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہوگا لیکن فیما بینه و
بین اللہ شفعہ باقی رہیگا اسواسطے کہ اگر وہ جانتا تو شفعہ نچھوڑتا زواہر الجواہر میں ہے کہ یہہ محمد کے قول پر ہے اور ابو یوسف کے قول پر تو برائت من المجہول سے
برائت ثابت ہوجاتی ہے قضاءً بھی اور دیانةً بھی وعلیه الفتوی چنانچہ شرح منظومہ اور خلاصہ اور خزانة المفتاوی میں ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی اذا صبغ

المشتري البناء فياخذ الشفيع ان شاء اعطاه ما زاد الصبغ او ترك جبکہ مشتری نے عمارت مین رنگ آمیزی کی پہر شفیع آیا تو وہ مختار ہو جاہے
اوسکو اوتنا دے جسقدر اوسکی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی اور چاہے شفعہ ترک کرے اخر الجار طلبه لكون القاضي لا يراها فهو على شفعته جار نے
طلب شفعہ مین تاخیر کی اسواسطے کہ قاضی شفعہ جوار کا اعتقاد نہین رکہتا تو وہ معذور ہے يهودي شهد البيع يوم السبت فلم يطلب لم يكن عذرا
یہودی نے سنیچر کے دن بیع سنی اور شفعہ طلب نکیا تو یہہ عذر نہوگا ھم یہہ تینون مسئلے مکرر ہوگئے کہ سابق مذکور ہو چکے ہین قلت يؤخذ منه ان اليهودي
اذا طلب خصمه من القاضي احضاره يوم سبته فانه يكلف الحضور ولا يكون سبته عذرا وهي واقعة الفتوى قاله المصنف قلت وهي في واقعات
الحسامي مین کہتا ہون یوم السبت کے عذر نہونے سے یہہ مسئلہ نکلتا ہے کہ جب یہودی اپنے مدعا علیہ کا احضار چاہے قاضی سے اوسکے یوم السبت مین تو قاضی
اوسکو حاضر کروادے اور اوسکا یوم السبت عذر نہوگا اور یہہ مسئلہ فتوی طلب ہو چکا یہہ کہا ہے مصنف نے مین کہتا ہون اور یہی مسئلہ واقعات حسامی مین مذکور ہے
ادعى الشفيع على المشتري انه احتال لابطالها يحلف وفي الوهبانية خلافه قلت مستدرك لان ابن المصنف في حاشية الاشباه ايده بالامر بالتحليف قلت
شفیع نے مشتری پر یہہ دعوی کیا کہ مشتری نے شفعہ باطل کرنیکا حیلہ کیا ہے تو مشتری سے قسم لیجائیگی اسپر اور وہبانیہ مین اسکا مخالف عدم تحلیف مذکور ہے مین
کہتا ہون اور عنقریب ہم وہبانیہ کا قول مذکور کرتے ہین اسواسطے کہ مصنف کی فرزند نے اشباہ کے اپنی حاشیہ مین کلام وہبانیہ کی اسطرح تائید کی ہے کہ
اوسے تائید زیادہ نہین ہو سکتی تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ھم خلاصہ تائید مذکور یہہ ہے کہ قاضی خان اور ولوالجی کے کلام مین مصرح ہے کہ مشتری
پر قسم لازم نہین تعليق ابطالها بالشرط جائز ابطال شفعہ کا تعلق کرنا شرط سے جائز ہے ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ شفیع نے مشتری سے کہا کہ تیری
شفعہ تیرے واسطے مسلم رکہا اگر تو نے اپنی ذات کیواسطے خرید کی ہو سو اگر مشتری نے کسی اور شخص کیواسطے خرید کی تو اوسکا شفعہ ثابت ہے كذا في المطولات
عن منية المفتي والمجتبى له دعوى في رقبة الدار وشفعة فيها يقول هذه الدار داري وانا ادعيها فان وصلت الي والا فانا على شفعتي فيها
ایک شخص کا دعوی ملک ہے گہر کے رقبہ مین اور شفعہ کا بہی اوسمین دعوی ہے تو یون دعوی کرے کہ یہہ گہر میرا ہوا اور مین اوسکا دعوی کرتا ہون
سو اگر یہہ گہر مجکو پہونچا تو بہتر ہے اور اگر نہ پہونچا تو مین اوسمین اپنے شفعہ کے دعوی پر ہون ھم یہہ مسئلہ ظہیریہ مین یون مذکور ہے کہ اگر ایک گہر
دوسرے کے پاس بکا اور صاحب خانہ اوسکا شفیع ہے اور اوسکا زعم یہہ ہے کہ خانہ مبیع میرا مملوک ہے سو وہ ڈرتا ہے کہ اگر مین اوسکی ملک کا دعوی کرون تو
شفعہ باطل ہوتا ہے اور اگر شفعہ کا دعوی کرون تو ملک رقبہ کا دعوی باطل ہوتا ہے تو وہ شخص یون دعوی کرے کہ یہہ گہر میرا اور مین اوسکی رقبہ کا دعوی
کرتا ہون سو اگر وہ مجکو پہونچا تو بہتر ہے اور نہین تو مین اپنی شفعہ کے دعوی پر ہون اسواسطے کہ یہہ سب ایک کلام ہے تو طلب شفعہ مین سکوت ثابت نہوگا كذا
في المطولات عن الحموي استولى الشفيع عليها بلا قضاء بناء على قول عالم لا يكون ظالما والا كان ظالما شفیع نے غلبہ کر کے عمل کر لیا گہر پر
بدون حکم قاضی کے تو اگر شفیع کسی عالم کے قول پر اعتماد کیا تو وہ ظالم نہوگا اور نہین تو وہ ظالم ٹہریگا ھم شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ مجکو اس
مسئلہ مین اعتراض ہے اسواسطے کہ درر وغیرہ کتب فقہ مین یہہ مصرح ہے کہ شفیع کی ملک ثابت نہین مگر تراضی یا قضاء قاضی سے ہو جبکہ بدون اوسکی بجز
قول عالم کے اوسنے استیلا کیا تو یہہ استیلا ہوا غیر کی ملک پر تو یہہ صریح ظلم ہے اور اگر یہہ مراد ہے کہ استقرار شفعہ کا اعتبار کیجیے تو وہ لفظ کرا ہ کرنے سے موجود
ہو جاتا ہے تو عالم کی قول کی بہی کچہہ حاجت نہین اور نہ تراضی اور قضاء قاضی کی حلبی نے کہا جب ظالم ٹہریگا تو اوسپر تعزیر ہوگی اشياء على عدد الرؤس
العقل والشفعة واجرة القسام والطريق اذا اختلفوا فيه الكل في الاشباه کا چند چیزین عدد اشخاص پر ہین ایک تو دیت دوسرے
شفعہ تیسرے قسمت کرنیوالی کی اجرت چوتہی راہ جبکہ اوسمین لوگ اختلاف کرین یہہ سب مسائل مذکورہ اشباہ مین ہین ھم دیت کیصورت یہہ ہے کہ اگر مقتول پایا گیا
مکان مملوک مین تو اوسکی دیت اوس مکان کے سب مالکونپر لازم ہوگی برابر خواہ کسی کی ملک کم ہو یا زیادہ اور شفعہ کی برابری خود مذکور ہو چکی اور اجرت
قسام کی یہہ صورت ہے کہ ایک شخص نے زمین کی قسمت کردی شریکون مین تو اوسکی اجرت امام کے نزدیک سب پر برابر ہے اگرچہ ایک کا حصہ قلیل ہو اور
دوسریکا کثیر اور صاحبین کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہے اور مراد اسسے کوچہ غیر نافذہ مراد ہے اسواسطے کہ شارع عام کسیکا مملوک نہین اور طریق کی تقسیم

گہر کا صحن ہے جبکہ ارباب بیوت اوسمین اختلاف کرین اسواسطے کہ وہ لوگ چلنے اور وضو کرنے اور لکڑی چیرنے اور اسباب رکہنے مین سب برابر ہین یعنی اگر صحن
ایک شخص کا دالان طویل ہو اور دوسرے کی کوٹھری کوتاہ کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی المسعود ولا شفعۃ لمستاجر یعنی شفعہ کا حق ثابت نہین مستاجر
کیواسطے کذا فی العنایۃ صبی لہ شفعۃ لا ولی لہ لا تبطل شفعتہ وان نصب القاضی قیما یطلبہا جاز جواہر ایک لڑکا شفیع ہے جسکا کوئی والی نہین
تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر قاضی اوسکی طرف سے کوئی کارپرداز قائم کرے اور وہ شفعہ لڑکے کیواسطے طلب کرے تو جائز ہے کذا فی الجواہر
شری کرماً ولہ شفیع غائب فاثمرت الاشجار فاکلہا المشتری ثم اتی الشفیع واخذہ ان الاشجار وقت القبض مثمرۃ سقط بقدرہ و
الا لا لانہا حصۃ لہ من الثمن حینئذٍ موید زادہ معزیاً الواقعات الحسامی انگور کا باغ خرید کیا اور اوسکا شفیع غائب ہے سو درخت پہل لائے اور مشتری
نے انکو کہایا پہر شفیع آیا اور اوسنے وہ باغ بدعوی شفعہ لیا اگر درخت قبض مشتری کے وقت پہلے ہون تو بقدر قیمت پہلون کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر
پہلے نہونگے قبض کیوقت تو ثمن سے کچہہ ساقط نہوگا اسواسطے کہ پہل کا کچہہ حصہ نہتا ثمن مین اوسوقت کذا ذکرہ موید زادہ من واقعات الحسامی وفی الوہبانیۃ ویاخذ
فیما یشتری للصغیر اب او وصی للبلوغ یوخر اور وہبانیہ مین ہے اور باپ شفعہ لے اوسمین جو اوسنے اپنے صغیر فرزند کیواسطے خرید کیا اور
وصی مخاصمت مین تاخیر کرے یتیم کے بلوغ تک ھم اگرچہ خصومت مین تاخیر چاہیئے لیکن وصی کو لازم ہے کہ طلب شفعہ کرے اور خرید کے دن گواہ
کرکہی چنانچہ خزانۃ الاکمل مین یعنی اسواسطے کہ تاخیر طلب سے شفعہ باطل ہوجاتا ہے ولیس لہ تفریق دارین بیعتا ۞ ولو غیر جار فالتفرق احذر
اور شفیع کو جائز نہین تفریق کرنا ان دو گہرون کا جو ساتھ ہی بیع ہوئے اور وہ دونون کا شفیع ہے اور اگر شفیع ہمسایہ نہین دوسرے گہر کا تو تفریق
لائق تر ہے تفریق اسواسطے کہ وہ تفریق صفقہ کے موجب اور ایک گہر کا شفیع ہے اور دوسرے کا نہین تو تفریق جائز ہے چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا
ہے وما ضر اسقاط التحیل مستبطناً ۞ وتحلیفہ فی النکل لا شک انکر ۞ اور ضرر نہین کرتا اسقاط شفعہ کا حیلہ سے در انحالیکہ وہ قاصد ہے
اسقاط کا یعنی کچہہ مضائقہ نہین قصداً شفعہ ساقط کرنے مین حیلہ سے اور تحلیف احدہما قدیری کی حالت انکار مین بلا شک منکر اور معیوب ہے شرعاً
یعنی اگر بایع یا مشتری انکار کرین کہ ہمنے اسقاط شفعہ کا ارادہ نہین کیا تو شفیع کو اونسے قسم لینا جائز نہین کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم
واستغفر اللہ الحلیم

کتاب القسمۃ

یہہ کتاب ہے قسمت کے بیان مین یعنی ساجہی کی چیز کا بانٹنا مناسبتہ ان احد الشریکین اذا اراد الافتراق
باع فیجب الشفعۃ او قسم ۞ قسمت کی مناسبت شفعہ سے یہہ ہے کہ احد الشریکین جب افتراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کریگا تو شفعہ واجب ہوگا
یا قسمت کریگا بدون بیع کے ھی لغۃ اسم للاقتسام کالقدوۃ للاقتداء قسمت لغت مین اسم ہے اقتسام یعنی بانٹ لینے کا جیسے قدوہ اسم ہے
اقتدا کا وشرعاً جمع نصیب شائع لہ فی مکان معین اور شرع مین قسمت عبارت ہے ایک شخص کے حصہ شائع کے جمع کردینے سے ایک معین مکان
مین ھم مثلاً ایک گہر کے تین شریک ہین تو ہر شخص کا حصہ ہر جگہہ اوس گہر مین شائع ہے بلا تعیین پہر جب اوسکے تین حصہ ہوگئے تو ہر شخص کا حصہ
خاص خاص مکان مین مجتمع ہوگیا اسی تعیین حق شائع کا نام قسمت ہے وسببہا طلب الشرکاء او بعضہم للانتفاع بملکہ علی وجہ الخصوص فلو لم توجد
طلبہم لا تصح القسمۃ اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شریکونکا یا بعض کا اپنی ملک سے منفعت حاصل کرنیکے واسطے بروجہ خصوص تو اگر شریکون
کی طلب نپائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہین ھم مشترک چیز مین ہر شریک نفع لیتا ہے اپنے غیر کے حصہ سے تو طالب قسمت حاکم سے یہہ سوال کرتا ہے کہ اسکو
اپنے حصہ کے انتفاع سے خاص کردے اور غیر کو اوسکے انتفاع سے روکدے تو حاکم پر اوسکی اجابت واجب ہے کذا فی الزیلعی ورکنہا ھو الفعل
الذی یحصل بہ الافراز والتمییز بین الانصباء ککیل وذرع اور قسمت کا رکن وہ فعل ہے جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہوجاتی ہے حصون
کے درمیان چنانچہ پیمانہ کرنا اور گزسے ناپنا ھم یعنی چنانچہ کیلی چیز کو پیمانہ کرنا اور وزنی چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور ذرعی
چیز کو گزسے ناپنا یہہ رکن ہے قسمت کا کہ بدون اسکے قسمت کا وجود نہین وشرطہا عدم فوت المنفعۃ بالقسمۃ ولذا لا یقسم نحو حائط
وحمام اور شرط قسمت کی یہہ ہے کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہوجاوے بانٹنے سے اور اسیواسطے قسمت نہین کیجاتی دیوار اور حمام اور مانند اسکی

کتاب القسمۃ

ھم عدم فوت منفعت یہہ شرط ہے زبردستی تقسیم کی اسواسطے کہ قسمت سے غرض مقصود تو نیت منفعت ہی پھر جب منفعت ہی نہ رہی تو حاکم قسمت پر جبر نہیں کر سکتا
ایک شریک کے طلب سے ہان اگر سب شریک طلب کرین تو قسمت صحیح ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا وحکمہا تعیین نصیب کل من الشرکاء علیحدۃ اور
حکم یعنے قسمت کا اثر مترتب معین کر دینا ہی ہر شریک کے حصہ کا علیحدہ علیحدہ وتشتمل مطلقا علی معنی الافراز وھو اخذ عین حقہ وعلی معنی
المبادلۃ وھی اخذ عوض حقہ اور مطلقا یعنے مثلی اور قیمتی دونون مین قسمت شامل ہے معنی افراز اور معنی مبادلہ پر افراز سے مراد لینا ہی اپنے حق کا
بعینہ اور مبادلہ سے مراد بدلا لینا ہے اپنے حق کا ھم بیان اشتمال یہہ ہے کہ جو حصہ ہر شریک لیتا ہی اوسکے اجزا مین ہر جز و شامل ہے نصفین کا ایک
نصف تو اسی شریک کا ہی تو اوسکا لینا افراز ہوا یعنی اپنا حق بعینہ پایا اور دوسرا نصف اوسکے شریک کا تھا اوسکو لیا اوسکے عوض جو اوسکی حصہ مین سے شریک ثانی
کے قبضے مین ہے تو اسکا لینا ہی مبادلہ ٹھہرا کذا فی الشمنی والافراز ھو الغالب فی المثلی وما فی حکمہ کالعددی المتقارب فان معنی الافراز
غالب فیہ ایضا ابن کمال عن الکافی اور افراز یعنے اپنا حق بعینہ لینا غالب ہی مثلی چیز اور جو مثلی کے حکم مین ہی چنانچہ عددی متقارب جیسے بیضہ اور
جوز اسواسطے کہ افراز کے معنی ہمین بھی مثلی کی مانند غالب ہین ایسا نقل کیا ہی ابن کمال نے کافی سے ھم مثلی مین معنی افراز اسواسطے غالب ہین کہ اسکی
ابعاض اور افراد مین تفاوت نہین اسواسطے کہ مثلا گیہون اور جو مین سے جو ایک شریک لیتا ہی وہ اوسکی مثل ہے ظاہر اور باطن مین جو دوسرا شریک لیتا ہی
تو اوسکو بعینہ اوسکا قرار دینا ممکن ہی والمبادلۃ غالبۃ فی غیرہ ای غیر المثلی وھو القیمی اور مبادلہ غالب ہی مثلی کے سوا یعنی قیمی مین ھم قیمت
والی چیز چنانچہ حیوانات اور اسباب اور زمین مین اسواسطے مبادلہ غالب ہوا کہ انمین بہت تفاوت ہوتا ہی چنانچہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار
درم کا تو اسکو عین حق قرار دینا ممکن نہین ہے کیونکہ دونو حصونمین بالیقین مبادلہ اور مساوات ثابت نہین اذا تقرر ھذا الاصل فیأخذ الشریک
حصتہ بغیبۃ صاحبہ فی الاولی ای المثلی لعدم التفاوت لا الثانی ای القیمی لتفاوتہ جبکہ یہہ قاعدہ ثابت ہو چکا کہ مثلی مین افراز
غالب ہی اور قیمی مین مبادلہ تو شریک اپنا حصہ لے اپنے ساتھی شریک کے غائب ہونیسے اولین یعنی مثلی مین عدم تفاوت افراد کے سبب سے نہ حصہ لے
اوسکی غیبت سے ثانی مین یعنی قیمی مین اوسکے تفاوت افراد کے سبب سے فی الخانیۃ مکیل او موزون بین حاضر وغائب او بالغ وصغیر فأخذ الحاضر
او البالغ نصیبہ نفذت القسمۃ ان سلم حظ الآخر والا لا خانیہ یعنی فتاوی قاضی خان مین کیلی یا وزنی چیز مشترک ہو درمیان حاضر اور
غائب کے یا درمیان بالغ اور صغیر کے سو شریک حاضر یا شریک بالغ نے اپنا حصہ لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونون شریکون کا حصہ تسلیم کر دیا اور اگر تسلیم
نہین کیا تو قسمت نافذ نہوگی اگر باقی تلف ہو گیا غائب یا صغیر کے وصول سے پہلے تو دونکا نقصان ہوگا یعنی غائب اور حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا نہ فقط غائب
اور صغیر کا کصبرۃ بین دھقان وزراع امرہ الدھقان بقسمتہا ان ذھب بما افرزہ للدھقان او لا فالھلاک الباقی علیہما وان ذھب بنفسہ
اولا فالھلاک علی الدھقان خاصۃ کذا قالہ بعض المشائخ انتہی ملخصا چنانچہ اناج کا ڈھیر مشترک ہو درمیان زمیندار اور مزارع کے زمیندار نے
مزارع کو اوسکے بانٹنے کا امر کیا تو اگر مزارع وہ اناج جسکو اوسنے زمیندار کیواسطے جدا کیا تھا زمیندار کیطرف لیگیا پہلے تو باقی اناج کا تلف ہو جانا دونون
پر پڑیگا اور اگر مزارع پہلے اپنا حصہ لیگیا تو باقی کی ہلاکی فقط زمیندار پر پڑیگی یہہ کہا ہی بعض مشائخ نے انتہی کلام قاضی خان ملخصا ھم عالمگیری مین یہہ مسئلہ
ذخیرہ سے یون منقول ہے کہ قاعدہ کلیہ قسمت کیل اور موزون مین یہہ ہے کہ جب ایک شریک کا حصہ ہلاک ہو گیا قبل قبض تو قسمت منقوض ہوگی اور دیسا
حال ہو جاویگا جیسا کہ قسمت سے پہلے تھا اور اگر اوسکا حصہ تلف ہو گیا جسنے خود کیل اور وزن کیا نہ دوسرے کا حصہ تو قسمت برقرار ہی اسی قاعدہ سے جنے
یہہ کہا کہ اگر زمیندار مزارع سے کہے کہ غلہ بانٹ اور میرا حصہ اپنے حصہ سے جدا کر سو اوسنے ایسا ہی کیا تو اگر زمیندار کا حصہ قبل از قبض ہلاک ہو گیا تو قسمت منقوض
ہوا اور زمیندار مزارع کے حصے سے نصف لیگا اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ قبل از قبض تلف ہو گیا اور اگر مزارع کا حصہ تلف ہو گیا تو قسمت برقرار ہی انتہے اور جو
شارح نے قاضی خان سے نقل کیا وہ اسکی مخالف ہی اور ظاہر الروایت عالمگیری کے ذخیرہ سے معتمد علیہ ہے ولہذا قاضی خان نے اوس قول کو بعض مشائخ
کیطرف نسبت کیا ہی تو یہہ وجہ اختلاف پر دلیل ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وان اجبرا علیہا ای علی قسمۃ غیر المثلی فی متحد الجنس منہ فقط

یستوی دقیق غیر المثلی عند طلب الخصوم فیجبر لما فیہا من معنی الافراز ایک شریک دوسرے شریک کی غیبت مین اپنا حصہ نہین لیتا ہی مین اگرچہ غیر مثلی
کی قسمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس مین باسوا ہوا دمی غلام کے جو غنیمت کا نہین جب بعض نے قسمت طلب کی تو تمہی مین جبر اسواسطے کہ اوسمین معنی افراز
ہے ہم یہہ جواب ہے اوس سوال مقدر کا کہ مبادلہ غالب ہی غیر مثلی مین باوجودیکہ متحد الجنس غیر مثلی مین قسمت پر جبر کیا جاتا ہی حالانکہ مبادلہ مین جبر جاری
نہین ہوتا ہے جواب یہہ ہی کہ جبر علے القسمۃ باعتبار معنی افراز کے ہی کہ اسمین تحصیل منفعت ہی اور متحد الجنس مین مقاصد متقارب ہین تو جبر اس سبب جائز ہوا تا ضرر قسم
ہوا اسواسطے کہ طالب قسمت چاہتا ہی کہ میرا انتفاع میرے حصے سے مخصوص ہوجاوے اور اوسکی ملک مین غیر کا تصرف نرہی اور دوسرا جواب شارح اوسکو دیتا ہی علے
ان المبادلۃ قد یجری فیہا الجبر عند تعلق حق الغیر کما فی الشفعۃ وبیع مال المدیون لاداء دینہ اوسکو علاوہ یہہ ہے کہ مبادلہ مین کاہی جبر جاری
ہوتا ہے حق غیر کے متعلق ہونیکے نزدیک جیسا کہ شفعہ مین اور مدیون کی ملک بیچنی مین اوسکو دین کے ادا کرنے کیواسطے وینصب قاسما یرزق من بیت
المال بلا اجر لیقسم بینہم وہو احب وما فی بعض النسخ وجب غلط اور مقرر کیا جاوے ایک قاسم جسکو روزی دیجاوے بیت المال سے تو وہ قسمت کردیا کرے بدون لینے اجرت کے
شریکون سے اور وہ یعنی تقسیم بلا اجرت مستحب ہی اور یہہ جو بعض نسخ در المختار مین ہی کہ تقسیم بلا اجرت واجب ہے سو غلط ہے وان نصب باجر المثل صح لانہا لیست بقضاء
حقیقۃ فجاز لہ اخذ الاجرۃ علیہا وان لم یجز علی القضاء ذکرہ اخی زادہ اور اگر قسمت کرنیوالا اجرت مثل پر مقرر کیا جاوے تو صحیح ہی اسلئے کہ قسمت کرنا حقیقت مین قضا
نہین تو قاسم کو اجرت لینا قسمت کرنے پر جائز ہی اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہین کذا ذکرہ اخی زادہ ہم اور اگر قاضی خود قسمت کرے تو اجرت لینے مین
اختلاف ہی اصح یہہ ہے کہ جائز نہین لانہ القدر وہو علی عدد الرؤس مطلقا لا الانصباء خلافا لہما اور وہ یعنی اجر مثل شریکون کی شمار پر ہے
مطلقا یعنی خواہ سب شریک طالب قسمت ہون یا بعض نہ حصون پر برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اجرت مثل حصون کے موافق ہی تو زیادہ حصہ والا زیادہ
اجرت دیگا اور کم حصہ والا کم دیگا قیدنا بالقاسم لان اجرۃ الکیال والوزان بقدر الانصباء اجماعا وکذا سائر المؤن کاجرۃ الراعی والحمال و
الحفظ وغیرہا شرح عجم زادہ فی الملتقی ان لم یکن للقسمۃ وان کان لہا فعلی الخلاف لکن ذکرہ فی الہدایۃ بلفظ قیل وتمامہ فیما علقتہ علیہ
اختلاف اجرت مین ہمنے قاسم کی قید لگائی اسواسطے کہ کیل کرنیوالے اور وزن کرنیوالے کی اجرت بقدر حصون کے ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح
باقی مصارف شرکت مین اجرت بقدر حصون کے ہی جیسے چرانیوالے کی اجرت اور باربرداری کی اجرت اور حفاظت کی اجرت وغیر ذلک کذا فی شرح العجم ملتقی
مین اتنی قید زیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اوسوقت ہی جبکہ وہ چیز قسمت کیواسطے نہو اسطرح کہ دو شریکون نے کیلی یا موزون خرید کیا اور ایک آدمی سے
اوسکے کیل یا وزن کا امر کیا تا اوسکی مقدار معلوم ہو تو اوسکی اجرت بقدر سہام ہوگی کذا فی الدر المنتقی اور اگر وہ چیز قسمت کیواسطے ہو تو اوسمین وہی
خلاف ہی امام اور صاحبین کا لیکن صاحب ہدایہ نے اس قید کو بلفظ قیل جو ضعف پر دلالت کرتا ہی ذکر کیا ہی اور پورا اسکا بیان ملتقی کی ہماری شرح مین ہے
والقاسم یجب کونہ عدلا امینا عالما بہا اور واجب ہی ہونا قاسم کا متقی اور امانتدار اور قسمت کا واقفکار ہم تو فاسق اور خائن اور نادان جاہل کا
قسمت کرنا جائز نہین جو قسمت کرنا نہین جانتا ہی اگرچہ وہ مولوی ہو ولا یتعین واحد لہا لئلا یتحکم بالزیادۃ اور ایک شخص قسمت کرنیکے واسطے
متعین نکیا جاوے تا کہ وہ زیادت اجرت مثل پر تحکم نکرے ولا یشترک القسام خوف تواطئہم اور قسمت کرنیوالے لوگ باہم شرکت نکرین اونکے
اتفاق کے خوف سے ہم یعنی اگر اونمین اشتراک ہوگا تو اسکا خوف ہی کہ اتفاق کرکے اجرت گران کردین تو اسمین لوگون کا ضرر ہوگا طحطاوی نے کہا
قسام جمع ہے قاسم کے وصحت برضی الشرکاء الا اذا کان فیہم صغیر او مجنون لا نائب عنہ او غائب لا وکیل عنہ لعدم لزومہا حینئذ الا
باجازۃ القاضی او الغائب او الصبی اذا بلغ او ولیہ ہذا لو ورثۃ ولو شرکاء بطلت منیۃ المفتی وغیرہا اور قسمت صحیح ہی سب شریکون کی رضامندی
سے مگر جبکہ اونمین کوئی شریک صغیر یا مجنون ہو جسکی طرفسے کوئی نائب نہین ہی یا کوئی شریک غائب ہی جسکی طرفسے کوئی وکیل نہین قسمت مذکور صحیح نہوگی
اوسکے لازم نہونیکے سبب سے اسوقت مین مگر قاضی یا غائب یا صغیر کی اجازت سے جبکہ وہ بالغ ہوجائی یا اوسکے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی یہہ یعنی قسمت
کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر اوسوقت ہی جبکہ شرکا وارث ہون اور اگر شریک ہون یعنی کسی چیز کے خریدار کرنے سے انمین شرکت

حاصل ہوئی ہو تو قسمت باطل ہے کذا فی منیۃ المفتی وغیرہ ہم محیط وہی مین عالمگیری سی یون مذکور ہوا اور اگر شریک مشتری ہون تو قسمت نہوگی ایک شریک کی غائب ہونے
سے تا حضور غائب اگرچہ شرکاء حاضرین گواہ لاوین خریداری پر وقسم نقلی یدعون انہ بینھما وملکہ مطلقا اوشراءہ لصاحب الشریعۃ فلا فرق فی النقلی
بین شراء وارث وملک مطلق اور قسمت کیا جائیگا وہ مال منقول جسکی میراث کا فیما بینہم شرکا دعوی کرتے ہین یا اوسکی ملک مطلق کا دعوی کرتے ہین یا اوسکی خریداری
کا دعوی کرتے ہین کذا فی شرح الوقایہ لصدر الشریعۃ تو کچھ فرق نہین نقلی یعنی مال منقول مین درمیان خرید اور میراث اور ملک مطلق کے ہم منقول کی قسمت بلا
مزید تحقیق سو اسطے جائز ہوئی کہ منقول معرض تلف مین ہے تو قسمت مین اوسکا حفظ ہوا اور حقدار کا حق پہنچا ہوا اور قبضہ دلیل ہے ملک کی اور اقرار دلیل ہے صدق
کی اور کوئی اونکے ساتھ منازع نہین قلت ومن النقلی البناء والاشجار حیث لم تتبدل المنفعۃ بالقسمۃ وان تبدلت فلا جبر قالہ شیخنا
مین کہتا ہون اور منجملہ مال منقول عمارت اور اشجار ہین جہان کہ منفعت متبدل نہو قسمت کرنے سے اور اگر منفعت بدلجاتی ہو قسمت سے تو وہان قسمت پر جبر نہین یہ
کہا ہے ہمارے اوستاد نے وعقار یدعون شراءہ او ملکہ مطلقا اور قسمت کیا جائیگا مال غیر منقول جسکی خرید کا یا اوسکی ملک مطلق کا شرکا دعوی کرتے
ہین فان ادعوا انہ میراث عن زید لا یقسم حتی یبرھنوا علی موتہ وعدد ورثتہ پھر اگر شرکا دعوی کرین کہ غیر منقول میراث ہے زید سے تو اوسکی قسمت
نکیجائیگی یہانتک کہ گواہ لاوین زید کی موت پر اور اوسکے وارثونکی شمار پر وقالا یقسم باعترافھم کما فی الصور الاخر اور صاحبین نے کہا کہ غیر منقول کی
بھی تقسیم کیجائیگی محض اونکے اقرار سے جیسا کہ اور صورتون مین قسمت ہوتی ہے یعنی خرید اور ملک مطلق کی صورت مین ولا ان برھنا ان العقار معھما حتی یبرھنا
انہ لھما اتفاقا فی الاصح لانہ یحتمل انہ معھما باجارۃ او اعارۃ فتکون قسمۃ حفظ والعقار محفوظ بنفسہ اور قسمت نہوگی اگر دو شخصون نے دعوی کیا
کہ غیر منقول اونکے ساتھ ہے یعنی اونکے قبضہ مین ہے یہانتک کہ گواہ لاوین اسپر کہ غیر منقول اونہین دونونکا مملوک ہے باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین
کہ احتمال رکھتا ہے کہ غیر منقول اونکے قبضے مین بطریق اجارہ یا عاریت کے ہو تو اسصورت مین قسمت حفاظت کی ٹھہریگی اور حالانکہ غیر منقول بذات خود محفوظ ہے واذا
برھنا علی الموت وعدد الورثۃ وھو ای العقار قلت قال شیخنا وکذا المنقول بالاولی معھما وفیھم صغیر او غائب قسم بینھم ونصب قابض
لھما نظرا للغائب والصغیر اور اگر گواہ لائے مورث کی موت پر اور وارثون کی شمار پر اور وہ یعنی عقار غیر منقول اونکے قبضے مین ہے اور وارثون مین ایک غیر
حاضر ہے یا ایک وارث کبیر غائب ہے تو ورثہ حاضرین مین قسمت کیجائیگی اور غائب اور صغیر کیواسطے ایک شخص اونکے حصہ کا قبض کرنیوالا مقرر کیا جائیگا کہ اونکی حق تلفی
نہو ولا بد من البینۃ علی اصل المیراث عندہ ایضا خلافا لھما کما مر اور ضرور ہے شہادت سو اصل میراث پر بھی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین جیسا کہ
مذکور ہوچکا ہے اصل میراث کی گواہی یہ ہے کہ یہ گھر انکی میراث ہے انکی باپ کی جانب سو مثلا کذا فی الخلاصہ فان برھن وارث واحد لا یقسم وکذا لا یقسم ان
حضور اثنین ولو احدھما صغیرا او موصی لہ اور ایک وارث اگر موت اور عدد ورثہ پر گواہ لاوے تو قسمت نہوگی اسواسطے کہ دو وارثون کا حاضر ہونا شرط
ہے اگرچہ اونمین سو ایک صغیر ہو یا موصی لہ اوکانوا ای الشرکاء مشترین ای شرکاء بغیر الارث وغاب احدھم لان فی الشراء لا یصلح الحاضر
خصما عن الغائب بخلاف الارث یا شریک خریدار ہون یعنی شریک ہون بدون میراث کے اور ایک شریک اونمین سے غائب ہے تو قسمت نہوگی اسواسطے کہ خریداری
کی شرکت مین شریک حاضر شریک غائب کیطرف سو خصم ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا برخلاف میراث کے کہ اوسمین ایک وارث اور وارثون کیطرف سو خصم
ہوسکتا ہے اوکان فی صورۃ الارث العقار او بعضہ مع الوارث الطفل او الغائب او کان شیء منہ لا یقسم للزوم القضاء علی الطفل والغائب
بلا خصم حاضر عنھما یا کہ عقار یا بعض عقار میراث کی صورتمین وارث صغیر یا وارث غائب کے قبضہ مین ہو یا عقار سے کچھ ہو تو اوسکی قسمت نہوگی بسبب
ہونے قضا کے صغیر یا غائب پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونون کیطرف سو ہم صغیر کی مانند اوسکی مان ہے اور غائب کی مانند اوسکا موقع ہی [illegible] کہا
شارح کا قول او بعضہ مکرر ہوگیا متن کے اس قول کے ساتھ او شیء منہ وقسم المال المشترک بطلب احدھم ان انتفع کل بحصتہ بعد القسمۃ اور
مال مشترک قسمت کیا جائیگا ایک شریک کی طلب سو اگر ہر شریک اپنے حصہ سو نفع حاصل کر سکے قسمت کے بعد وبطلب ذی الکثیر ان لم ینتفع الاخر لقلۃ
حصتہ اور زیادہ حصہ والے کی طلب سو قسمت کیجائیگی اگرچہ دوسرے شریک کو نفع حاصل نہو قلت حصہ کے سبب سے ہم یعنی اگر ایک شریک کو نفع ہوتا ہو کثرت حصہ

کے سبب ہے اور اگر شریکو ضرر ہوتا ہو قلت حصے کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو قسمت ہوگی اور اگر صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہوگی
جصاص نے ذکر کیا ہے کافی میں کہا یہہ قول اصح ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر وفی الثانیۃ یقسم بطلب کلٍّ وعلیہ
الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہا المعول اور خانیہ میں ہے کہ مال مشترک قسمت کیا جائے صاحب قلیل اور صاحب کثیر ہر ایک کی طلب سے اور اسی پر
فتوی ہے لیکن متون فقہ قول اول پر شامل ہیں یعنے عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متون ہی کی روایت قابل اعتماد کے ہے وان تضمنا الکل
لم یقسم الا برضاہم لئلا یعود علی موضوعہ بالنقض اور اگر قسمت سے سب شریکونکو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہوگی مگر سب شریکونکی رضامندی سے تاکہ
قسمت عود نکرے اپنے موضوع پر منقوض ہوکر ہم یعنی موضوع قسمت یہ تہا کہ ہر شریک نفع پاوے اپنی خاص ملک سے سو یہاں مفقود ہے کذا فی العینی ان لکم
سب راضی ہون تو قسمت درست ہے کہ حق اونکا ہے اور وہ اپنی حاجت کو زیادہ تر واقف ہیں لیکن قاضی اسکا متولی نہو اگرچہ وہ طلب کریں اور نہ
منع کرے کذا فی الزیلعی وفی المجتبی حانوت لہما یعملان فیہ طلب احدہما القسمۃ ان امکن لکلٍّ ان یعمل فیہ بعد القسمۃ ما کان یعمل فیہ
قبلہا قسم والا لا ہم مجتبی میں ہے کہ ایک دوکان ہے دو شریکون کی جسمیں وہ اپنا کام کرتے ہیں سو ایک شریک نے قسمت طلب کی اور دوسرا
شریک نہیں مانتا ہے تو اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک اوسمیں کام کرے قسمت کے بعد جیسا کام کہ قسمت سے پہلے کرتا تہا تو قسمت کیجاے اور اگر ایسا نہو تو قسمت
نکیجاے و قسم عروض اتحد جنسہا لا الجنسان بعضہما فی بعض لوقوعہا معاوضۃ لا تمیزا فیعتمد التراضی دون جبر القاضی اور قسمت کیجاے
اون عروض اور اسباب کی جنکی جنس متحد ہو نہ قسمت کیجاوے دو جنسین اسطرح کہ بعض جنس بعض شریک کو دیجاے بسبب واقع ہونے قسمت کے معاوضہ ہوکر نہ تمیز ہوکر
تو اختلاف جنس میں تراضی شرکا پر اعتماد کیا جاے نہ قاضی کے جبر کرنے پر ہم یعنی اگر متاع اور اسباب ایک جنس ہے چنانچہ کیلی یا موزون یا عددی متقارب
یا چاندی سونا تو اسمیں ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کریگا قسمت پر اسطرح کہ کچھہ ایک شریک کو دیگا اور کچھہ دوسرے کو اسواسطے کہ مقصود دونمیں برابر ہے تو
قسمت تمیز واقع ہوئی لہذا قاضی کو اوسمیں جبر کا اختیار ہوا درر میں ہے کہ جنسین کی قسمت میں ادخال بعض کا بعض میں اسطرح صحیح نہیں کہ ایک شریک کو اونٹ
دیجیے اور دوسرے کو بکریاں مثلا ایک جنس کو دوسری جنس سے مقابلہ کرکے اسواسطے کہ دو جنسونمیں اختلاط اور اتحاد نہیں تو یہاں قسمت تمیز واقع نہوگی
بلکہ معاوضہ ہوگی تو یہاں تراضی پر اعتماد ہوگا نہ قاضی کے جبر پر اسواسطے کہ قاضی کو جبر کا وہاں اختیار ہے جہاں قسمت بمعنی تمیز ہو نہ بمعنی معاوضہ انتہی ولا الرقیق
وحدہ لفحش التفاوت فی الادمی اور نہ قسمت کیا جاے فقط مملوک یعنی لونڈی غلام اسواسطے کہ آدمی میں تفاوت بہت ہوتا ہے ہم آدمی میں
تفاوت ہونا معانی باطنہ کے سبب سے ہے چنانچہ ذہن اور ہوشیاری بخلاف باقی حیوانات کے اونمیں تفاوت قلیل ہے اتحاد جنس کے صورت میں فقط کی قید اسواسطے لگائی
کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھہ کوئی اور چیز قابل قسمت ہوگی تو اوسوقت مملوک کی بہی اوسکے ساتھہ ملکر قسمت ہو جاویگی باتفاق امام اور صاحبین وقالا
یقسم لو ذکورا فقط وانا ثا فقط کما یقسم الابل والغنم ودقیق المغنم اور صاحبین نے کہا کہ اگر مملوک فقط غلام ہوں یا فقط لونڈیاں ہوں تو قسمت
ہوگی جیسے اونٹ اور بہیڑ بکری اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہے ولا الجواہر لفحش تفاوتہا اور نہ قسمت کیا وین جواہرات اونکی کثرت
تفاوت کے سبب سے ہم اگرچہ جواہر ایک ہی جنس ہوں تو بہی قسمت نہوگی اسواسطے کہ اونکی قیمت میں بڑا تفاوت ہوتا ہے تو تعدیل نہیں ہوسکتی ولا الحمام
والبئر والرحی والکتب وکل ما فی قسمتہ ضرر اور نہ قسمت کیا جاے حمام اور کنواں اور چکی اور کتابیں اور جس چیز کی قسمت میں ضرر ہو ہم شارح
عدم قسمت کی چند مثالیں دیکر بطور عطف عام کے علت عدم قسمت پر اشارہ کر دیا کہ جس چیز کی قسمت میں ضرر ہوتا ہے وہ قسمت پذیر نہیں اسواسطے کہ قسمت تو تکمیل
منفعت کیواسطے ہے جب ہر شخص کا حصہ انتفاع مقصود کے لائق نرہا تو معنی قسمت متحقق نہوے الا برضاہم لما مر اگر سب شریکونکی رضامندی سے قسمت جائز ہے
بدلیل گذشتہ ہم یعنی اگر اشیاء مذکورہ کی قسمت میں باوجود ضرر کے شرکا راضی ہوں تو قسمت جائز ہوگی کہ حق تو اونہیں کا ہے ولو اراد احدہما البیع
وابی الاخر لم یجبر علی بیع نصیبہ خلافا لمالک اور اگر ایک شریک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہے تو اوسکے حصہ کی بیع پر جبر نکیا
جائیگا بر خلاف مذہب امام مالک وفی الجواہر لا تقسم الکتب بین الورثۃ ولکن ینتفع کل بالمہایاۃ ولا تقسم بالاوراق ولو برضاہم اور

جواہر الفتاوی مین ہے کہ کتابین قسمت نہونگی وارث نہین ولیکن ہر وارث اون سے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابونکی ورقونکی شمار سے نہوگی اگرچہ ورثہ اسپر راضی ہون وکذا لو کان کتابا ذا مجلدات کثیرۃ اور اسیطرح جلد جلد کی قسمت نہوگی اگر ایک کتاب کی بہت مجلدات ہون ھم یعنی اگر بڑی کتاب جو کئی مجلدات مین تمام ہو چنانچہ فتاوی عالمگیری مثلا جسکی پانچ چھہ جلد مجلد ہوتی ہین تو ایسی کتاب کی مجلدات کی قسمت نہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارۃ لے مثلا اور کوئی کتاب الحج اور کوئی کتاب البیع ولو تراضیا ان تقوم الکتب ویاخذ کل بعضہا بالقیمۃ لو کان بالتراضی جاز والا لا اور اگر دو شریک باہم راضی ہوجاوین اسپر کہ کتابون کی قیمت معین کیجائے اور ہر شریک بعض کتب بے قیمت سے تو اگر یہ تراضی طرفین سے ہو تو جائز ہے اور اگر تراضی نہو تو جائز نہین و فی التتارخانیہ دار او حانوت بین اثنین لا یمکن قسمتہا تنازعا فیہ فقال احدہما لا اکری ولا انتفع وقال الاٰخر اریدُ ذٰلک امر القاضی بالمہایاۃ ثم یقال لمن لا یرید الانتفاع ان شئت فانتفع وان شئت فاغلق الباب اور تاتارخانیہ مین ہے ایک ایسا گھر یا دوکان جو دو شریکون مین جسکی قسمت ممکن نہین ہے دونون نے اوسمین جھگڑا کیا سو ایک شریک کہتا ہے کہ مین اسکو کرایہ نہ دونگا اور نہ اس سے نفع لونگا سکنی وغیرہ سے اور دوسرا شریک کہتا ہے کہ مین اسکا ارادہ رکھتا ہون یعنی کرایہ دینے کا یا رہنے کا تو قاضی حکم کرے مہایاۃ کا یعنی باری باری فائدہ لینے کا پھر اوس شریک سے کہا جائے جو انتفاع کا ارادہ نہین رکھتا ہے تو اگر چاہے تو اوس گھر سے فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کر رکھے ھم یعنی اپنی باری مین اسکو انتفاع اور عدم انتفاع کا اختیار ہے اور دوسرے کی باری مین دوسرے کو انتفاع کا اختیار ہوگا چاہے کرایہ دے چاہے آپ رہے دور مشترکۃ او دار وضیعۃ او دار وحانوت قسم کل وحدہا تنفردۃ مطلقا ولو متلاصقۃ او فی محلتین او مصرین چند گھر مشترک ہین یا ایک گھر اور زمین مشترک ہے یا ایک گھر اور دوکان مشترک ہو تو ہر ایک کی قسمت علیحدہ علیحدہ جدا جدا ہوگی ہر حال مین اگرچہ گھر وغیرہا باہم متصل ہون یا ایک شہر کے دو محلو نمین ہون یا دو شہر نمین ہون کذا فی شرح مسکین ھم یعنی مشترک گھر وغیرہ اسطرح قسمت نہوگی کہ ایک گھر ایک شریک لے اور دوسرا گھر دوسرا شریک اسلئے کہ گھرون کا مقصود نہایت مختلف ہوتا ہے باعتبار محلون اور پڑوسیون اور مسجد اور پانی کے نزدیک ہونے کے تو انکی قسمت مین برابری ممکن نہین تو ایک شریک کا حصہ ایک گھر مین جمع کر دینا ممکن نہین ہے ولٰکن آپسکی رضامندی سے اور گھر اور زمین اور گھر اور دوکان کی قسمت اختلاف جنس سے جائز نہین کذا فی الزیلعی اور بیوت قسمت پذیر ہین مطلقا اور منازل اگر مجتمع ہون ایک گھر مین تو قسمت پذیر ہین اور اگر جدا جدا ہون تو قسمت پذیر نہین اسواسطے کہ منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہے تو منازل متصلہ بیوت سے ملحق ہوئی اور متباینہ دار سے کذا فی الدرر اذا کانت کلہا فی مصر واحد او کلا دو مشترک وغیرہا کی قسمت مجتمعہ نہوگی جبکہ وہ سب ایک شہر مین ہون یا نہون ھم مصنف کے اس قول سے اطلاق معلوم ہوگیا تو شارح کا قول سابق جو شرح مسکین سے نقل کیا مکرر ہوگیا وقالا ان الکل فی مصر واحد فالرأی فیہ للقاضی وان فی مصرین فقولہما کقولہ اور صاحبین نے کہا کہ سب اشیاء مذکورہ اگر ایک ہی شہر مین واقع ہون تو اسمین قاضی کی تجویز کو دخل ہے اور اگر اشیاء مذکورہ دو شہر نمین ہون تو صاحبین کا قول امام کے قول کی مانند ہے یعنی قسمت مجتمعہ جائز نہین دو شہرونمین اور ایک شہر مین جائز ہے اگر قاضی اوسکو بہتر سمجھے ورنہ جائز نہین ویصور القاسم ما یقسمہ علی قرطاس لیرفعہ للقاضی ویعدلہ علی سہام القسمۃ اور قاسم نقشہ بناوے کاغذ پر اوسکا جسکی قسمت کیا چاہتا ہے تاکہ وہ نقشہ قاضی کے سامنے کرے اور مقسوم کی قسمت کے حصونمین تعدیل اور تسویہ کرے ھم تسویہ سہام قسمت کی یہہ صورت ہے کہ کمتر سہام کو نافذ کرے تو مقسوم کو اوسی پر جاری کرے تو اگر اقل سہام ثلث ہو تو اوسکو اثلاث کرے اور اگر سدس ہو تو اسے اسی پر ٹھہرا دے کذا فی الطحطاوی وہی اسنی ویذرعہ اور گز سے اسکو پیمائش کرے اسواسطے کہ مساحت کی مقدار گز سے معلوم ہوتی ہے ویقوم البناء اور عمارت کی قیمت مقرر کرے ھم تقویم عمارت اسواسطے ہے کہ عمارت کی قسمت علیحدہ ہوتی ہے تو جب زمین کی قسمت پیمائش سے ہوچکی اور عمارت ایک شریک کے حصہ مین واقع ہو تو صاحب عمارت دوسرے شریک کو اوسکی قیمت دے کذا فی النہایۃ ویفرز کل نصیب بطریقہ وشربہ اور قاسم جدا کر دے ہر حصہ کو اوسکے راہ اور پانی کی آمد کے ساتھ ھم ہر حصہ کی راہ وغیرہ جدا کر دینی ہے تاکہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق نہو تو تمیز اور افراز کے معنی علی وجہ الکمال حاصل ہون

ویلقب الانصباء بالاول والثانی والثالث وھلم جرا اور قاسم حصونکو ملقب کرے اول اور ثانی اور ثالث کے ساتھہ وعلی ہذا القیاس رابع
اور خامس بقدر حاجت کہ ھم ترتیب حصص جسطرح سے چاھی شروع کرے تاکہ ہر شریک کے الزام پر فادر ہو قرعہ نکلنے کیوقت کذا فی الزیلعی ویکتب
اسمائہم ویقرع لتطییب النفوس اور شریکون کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کیواسطے ھم ہر شریک کا نام علٰحدہ علٰحدہ پرچہ کاغذ پر لکھی اور
کاغذ کو مٹی یا موم کے اندر رکھکر گولی بنادی جوہرہ مین ھی کہ قرعہ واجب نہین غرض اوس سے تسکین قلوب ھی تاکہ کسیکی جانب داری معلوم نہو تو اگر قاضی
بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ معین کردے تو جائز ہے فمن خرج اسمہ اولا فلہ السہم الاول ومن خرج ثانیا فلہ السہم الثانی
الی ان ینتہی الی الاخیر سو جسکا نام قرعہ مین پہلے نکلے تو اوسکے لئی پہلا حصہ ہے اور جسکا نام دوسری بار نکلے اوسکا دوسرا حصہ ھی یہانتک کہ اخیر
تک پہنچ جاوے ھم شرح وقایہ مین ہے کہ قاسم خانہ مقسومہ مین جدول کی قلم سے کل ذراع فی ذراع کو بشکل خشت خام کے خانہ بندی کرے اور صحن
اور مکانات کو گز ون سی پیمایش کرے اور جدھر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے تو اوسکے متصل کو ثانی ٹھہراوے اور اوسکے
متصل کو ثالث وعلی ہذا القیاس تو جسکا نام قرعہ مین اول نکلے تو اوسکا حصہ جانب غربی سے دے عمارت اور زمین سے تا اینکہ اوسکا حصہ پورا ہو جاے پہر
جسکا نام دوسری بار نکلے اوسکا حصہ اول کے ساتھہ متصل دے خواہ حصص متساوی ہون خواہ متفاوت انتہی ملخصا دررمین ہے کہ اگر عقار مشترک مین تین شریک
ہون ایک شریک کا سدس اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا نصف ہو مثلا تو زمین یا گہر کے چھہ سہم ٹھہراوے اور اول کو ملقب بسہم اول کرے اور اوسکے پاس والیکو
ملقب بسہم ثانی وعلی ہذا القیاس سا دس تک کرے اور شریکون کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے جسکا نام پہلے نکلے تو اوسکو سہم اول دے اور اگر صاحب سدس ہو تو وہ
اپنا حق لے لے اور اگر صاحب ثلث ہو تو اول سہم لے اور اوسکے پاس والا دوسرا سہم لے اور اگر صاحب نصف ہو تو اول سہم اور اوسکی پاس کے دو سہم اور لے
واعلم ان الدراہم لا تدخل فی القسمۃ للعقار الا برضاہم فلو کان ارض وبناء او منقول قسم بالقیمۃ عند الثانی وعند الثالث
یرد من العرصۃ بمقابلۃ البناء فان بقی فضل ولا یمکن التسویۃ رد الفضل دراہم للضرورۃ واستحسن فی الاختیار اور یہہ جان رکہہ کہ نقد درم
زمین اور گہر کی قسمت داخل نہین ہوتی ہین مگر شریکون کی رضامندی سے تو اگر زمین اور عمارت یا مال منقول ہو تو اوسکی قسمت قیمت کرکے ہوگی ابو یوسف کے
نزدیک اور محمد کے نزدیک زمین پہیر دیجائی عمارت کے مقابلہ مین پہر اگر کچھہ عمارت زیادہ باقی رہے زمین دیکر اور برابری دونو حصونمین ممکن نہو تو بقدر
زیادت درم پہیر دئے جاوین ضرورت کے سبب سے اور اختیار مین اس قول کو پسند کیا ھی ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک گہر سے جماعت کا سو انہون نے
قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب مین زیادہ عمارت ھی سو ایک شریک نے چاہا کہ عمارت کے عوض درم دے اور دوسرے نے چاہا کہ اوسکے عوض زمین لے
تو عوض زمین ھی دیجائیگی اور صاحب عمارت سی درم نہ دلائے جاوینگے مگر جبکہ زمین کا عوض متعذر ہو تو اب قاضی کو درست ہے یعنی درم دلانا ہو سطح
کہ قسمت حقوق ملک سی ھی اور شرکت ان لوگون کی گہر مین ہے نہ درم مین تو اوسکی قسمت جائز نہوگی جو مشترک نہین کذا فی الدرر قسم ولاحدہم
مسیل علی او طریق فی ملک الاخر ولم یشترط فی القسمۃ صرف عنہ ان امکن والا فسخت القسمۃ اجماعا وان تقع مشترک
گہر کی قسمت ہوگئی اور ایک شریک کا نابدان اور راہ آمد ورفت کی دوسرے شریک کی ملک مین ھی اور حالانکہ اشتراک مسیل اور طریق قسمت مین شرط نہین ہوا
تو نابدان اور راہ اوسکی طرف سے دوسری طرف پہیر جاے اگر ممکن ہو اور اگر ممکن نہو تو قسمت فسخ کیجاے باتفاق امام اور صاحبین اور پہر سرنو سے قسمت
کیجاے اسطرح کہ ہر شریک کا نابدان اور راہ جدا ہو ھم اور اگر اشتراک راہ اور نابدان کا قسمت مین شرط ہوگیا ہو تو قسمت برقرار رہیگی کذا فی الجوہرۃ
ولو اختلفوا فقال بعضہم ابقیناہ مشترکا کما کان ان امکن افراز کل فعل کما بسطہ الزیلعی اور اگر شریکون نے اختلاف کیا سو بعضون نے کہا
کہ ہمنے اوسکو یعنی راہ کو مشترک باقی رکہا جیسا کہ قبل قسمت کے تہا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا ہر شخص کیواسطے تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ زیلعی نے اوسکو
مشرح بیان کیا ھی ھم زیلعی مین یون ھی کہ اگر قسمت کے اندر داخل طریق مین اختلاف ہوا اسطرح کہ بعضون نے کہا کہ راہ کی قسمت نہوگی بلکہ وہ مشترک
باقی رہیگی جیسے کہ قبل قسمت تہی تو اوسمین حاکم تامل کرے سو اگر ہر شریک اپنے حصے مین راہ نکال سکتا ہو تو حاکم جماعت کی راہ کے سوا اور راہ

قسمت کر دی بتحصیل منفعت کیواسطے تاکہ ہر طرح سے جدائی ہو جائے اور اگر ایسا نہو سکے تو راہ کو قسمت سے او ٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا
فی المحیط و مختصرا اختلفوا فی مقدار عرض الطریق فجعل عرضها قدر عرض باب الدار واما فی الارض فبقدر ممر الثور ذ شریکوں
نے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار میں تو راہ کا عرض گھر کے دروازے کی عرض کی برابر کیا جاوے اور زمین میں تو عرض راہ کا بقدر چلنے بیل کے
کیا جائیگا در صورت اختلاف کذا فی الذخیرہ ہم یعنی جب گھر کی قسمت ہوگئی شریکوں میں اور ہر حصہ کی راہ کے عرض میں اختلاف ہوا تو ہر حصہ کی راہ مشترک
گھر کے دروازہ کے عرض کی برابر کیجائیگی اسواسطے کہ گھر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کیطرف پھیرا جائیگا اور اس مسئلہ کی دوسری صورت
وہ ہے جو مصنف نے اپنی شرح میں فتاوی قاضیخان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گھر دو شریکوں میں مشترک ہوا اور اس گھر میں تیسرے شخص کے
مکان کی راہ ہے سو شریکوں نے گھر کی قسمت چاہی اور صاحب طریق نے چاہا کہ انکو قسمت سے منع کرے تو اوسکو منع کا اختیار نہیں لیکن اوس شخص کیواسطے
اوتنی چوڑی راہ چھوڑی جاویگی جتنا اوس گھر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گھر کے دروازہ سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گھر کی قسمت ہوگی اور
سیل بمنزلہ طریق کے ہے کذا فی المحیط و بطوله ای ارتفاعه حتی یخرج کل واحد منهما جناحا فی نصیبه ان فوق الباب لا فیما دونه لان
قدر طول الباب من الهواء مشترك والبناء علی الهواء المشترك لا یجوز الا برضی الشرکاء کذا فی الجلالیہ طریق کے اختلاف میں عرض اوسکا بقدر عرض
دروازہ ٹھہرایا جاوے اور اوسکے طول کے ساتھ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ یعنی بقدر باب اعظم گھر کی راہ مشترک کی چوڑائی اور بلندی
کرنا چاہیے تو ہر شخص شریکوں میں سے چھجہ کا نکالے اپنے حصہ میں اگر وہ دروازے سے اونچا ہو نہ دروازے سے کمتر اسواسطے کہ ہوا بقدر طول اور بلندی دروازے
کی مشترک ہے اور ہوائے مشترک پر بنانا جائز نہیں مگر شریکوں کی رضامندی سے کذا فی الجلالیہ ہم یعنی گھر کی راہ مشترک میں جسکا ارتفاع اور عرض گھر کے
باب اعظم کے دروازے کی برابر قرار دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اوس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ چھجہ یا کھڑکی یا روشندان اپنے مکان
میں راہ کی جانب بنانا چاہے تو اگر باب اعظم کی بلندی سے اوپر بنا دے تو درست ہے اور اوس سے نیچے میں بنانا درست نہیں ولو شرطوا ان یکون
الطریق فی قسمة الدار علی التفاوت جاز وان وصلیة کان سهامهم فی الدار متساویة وذلك لان القسمة علی التفاوت بالتراضی فی غیر
الاموال الربویة جائزة فجاز قسمة التبن بالاکسار لا تدلیس یوزن لا العنب بالشجرة علی الصحیح بل بالقیان والمیزان لانه وزنی اور اگر شریکوں
نے شرط کی کہ گھر کی قسمت میں راہ متفاوت رہے تو جائز ہے اگرچہ انکے حصے گھر میں برابر ہوں اور یہ اسواسطے ہے کہ تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی سے
جائز ہے سوائے اون مالوں کے جنمیں سود اور بیاج ہوتا ہے تو جائز ہے بھس کا بانٹنا سیوں سے یعنی جالی جو بھس وغیرہ کے اوٹھانے کے واسطے سیوں سے
بنائی جاتی ہے اسواسطے کہ بھس وزنی چیز نہیں جس میں بیاج کا احتمال ہو اور جائز نہیں انگور کا بانٹنا کھجور کی ٹوکری سے بر قول صحیح بلکہ قپان یا ترازو سے اسواسطے
کہ وہ وزنی ہے ہم فتاوی قاضی خان کی عبارت یہ ہے وقسمة التبن بالحبال ذکر فی النوازل انه یجوز لقلة التفاوت لانه لیس بوزنی انتہی تو بعض
اس عبارت کے اکرار کا ترجمہ رسیاں کیا اسواسطے کہ اکرار جمع ہے کر بالفتح کی اور وہ بمعنی رسی کے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اکرار جمع ہو کر بالضم
کی اور وہ عبارت ہے پیمانہ عراقی سے قاموس میں قپان کا ترجمہ قسطاس کیا ہے اور وہ عبارت ہے ترازوے بزرگ سے تو تردید کا یہ مطلب ہوسکتا ہے
کہ انگور کی قسمت بڑی یا چھوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم سفل له ای فوقه علو مشترکان وسفل مجرد مشترك والعلو الاخر لو مجرد مشترك
والسفل لاخر قوم کل واحد من ذلك علیحدة وقسم بالقیمة عند محمد وبه یفتی نیچے اوپر کا مکان دونوں مشترک اور فقط نیچے کا مکان مشترک
اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور اوسکے نیچے کا مکان اور شخص کا ہے تو ان مکانات مشترکہ کی قیمت ٹھہرائی جاوے
علیحدہ علیحدہ اور شریکوں میں قسمت کیجاوے قیمت سے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے ہم امام اعظم کے نزدیک قسمت قیمت سے نہو گی بلکہ نیچے کے
مکان کا ایک گز بمقابلہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان سے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک گز بمقابلہ ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر جو فتوی
ہوا کہ نیچے کا مکان اوسکی صلاحیت رکھتا ہے جو اوپر کے مکان میں صلاحیت نہیں چنانچہ اوسمیں کنواں کھودنا اور تہہ خانہ بنانا اور اصطبل کرنا وغیرہ

تو وہ دونون مکان بمنزلہ دو جنسون کے ہو گئی تو تعدیل اور برابری شریکون کے حقونکی ممکن نہین ہو سکتی مگر قیمت سے ۔ انکر بعض الشرکاء بعد القسمۃ
استیفاء نصیبہ فشہد القاسمان بالاستیفاء لحقہ تقبل وان قسما باجر فلا صح ابن ملک بعض شرکا نے بعد قسمت کے پورا اپنے حصہ سے اپنے
کے انکار کیا اور دو قسمت کرنیوالون نے پورا ملنے سے اوسکے حق کے گواہی دی تو گواہی اونکی مقبول ہوگی اگرچہ اونہون نے اجرت لیکر قسمت کی ہو کذا ذکرہ
ابن ملک ولو شہد قاسم واحد لا لانہ فرد اور اگر ایک قاسم گواہی دے تو مقبول نہوگی اسواسطے کہ وہ اکیلا ہے اور ایک شخص کی گواہی معتبر نہین
ولو ادعی احدہم ان من نصیبہ شیئا وقع فی ید صاحبہ غلطا وقد کان اقر بالاستیفاء او لم یقر بہ ذکرہ البرجندی لم یصدق فی الا ببرہان
او اقرار الخصم او نکولہ فلو قال الا بحجۃ لکان اولی ولا تناقض لانہ اعتمد علی فعل الامین ثم ظہر غلطہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا کہ میرے حصے
مین سے کچھہ از روی غلط کاری کے میرے ساتھی شریک کے قبضے مین پڑ گیا ہے اور حالانکہ اوسنے پورا حصہ پانیکا اقرار کیا ہو یا نکیا ہو کذا ذکرہ البرجندی
تو اوسکی تصدیق نہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے اقرار سے یا اوسکے قسم نکہانے سے تو اگر مصنف بجای الا ببرہان کے الا بحجۃ کہتا تو گواہی اور اقرار اور
نکول سبکو شامل ہوجاتا اور اقرار استیفا اور ادعاء غلط سے تناقض دعوی مدعیکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ اوسنے امین یعنی قاسم کے فعل پر اعتماد کر کے
استیفا کا اقرار کیا پہر تامل کے بعد اوسکی خطا ظاہر ہوئی تو وہ ماخوذ نہوگا اپنے اقرار پر بعد ظاہر ہوجانے حق کے کذا فی الدرر وان قال قبضتہ فاخذ شریکی
بعضہ وانکر شریکہ ذلک حلف لانہ منکر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ مین نے اپنے حصے پر قبضہ کیا پہر میرے شریک نے اوسمین سے کچھہ لے لیا اور
شریک اوسکا منکر ہے تو اوس سے قسم لیجائیگی اسواسطے کہ وہ منکر ہے وان قال قبل اقرارہ بالاستیفاء اصابنی من ذلک کذا الی کذا ولم
یسلمہ الی وکذبہ شریکہ تحالفا ونقض القسمۃ کالاختلاف فی قدر المبیع اور اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفاء حق کے کہا کہ مجھکو
پونہچا ہے اوس میرے حصے سے یہانسے یہانتک اور شریک نے تمام حصہ مجکو تسلیم نہین کیا اور شریک اوسکا اوسکی تکذیب کرتا ہے تو دونون قسم کہا دین اور
قسمت فسخ کر ڈالیجاوے جیسی مقدار مبیع کے اختلاف مین طرفین پر قسم لازم آتی ہے کما مر فی احکام التحالف فی الدعوی ولو اقتسما دارا واصاب
کل طائفۃ فادعی احدہما بیتا فی ید الاخر من نصیبہ وانکر الاخر فعلیہ البینۃ لانہ مدع اور اگر دو شریکون نے گہر بانٹ لیا اور ہر شریک کو کچھہ مکان
پونہچا سو ایک شریک نے ایک کوٹھری کا دعوی کیا کہ دوسرے شریک کے تصرف مین آگئی ہے میرے حصے سے اور دوسرا شریک اسکا منکر ہے تو اوسپر گواہی لانا واجب ہے
کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاماہا فالعبرۃ لبینۃ المدعی لانہ خارج وان کان قبل الاشہاد علی القبض تحالفا وفسخت وکذا لو اختلفا فی الحدود
اور اگر دونون شریکون نے گواہ قائم کئے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ وہ خارج ہے اور اگر قبض پر گواہی لانے سے پہلے ہو تو دونون شریک
قسم کہا دین اور قسمت فسخ کر ڈالیجاوے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر دونون حدود مین اختلاف کرین وان استحق بعض معین من نصیبہ لا تفسخ القسمۃ
اتفاقا علی الصحیح اور اگر ایک شریک کے حصے سے بعض معین باستحقاق ملک غیر ثابت ہوا تو قسمت فسخ نہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کے بر قول صحیح ہم اسلئے
کہ مستحق جدا باقی رہا بحال خود اوسمین غیر کا حق نہین کذا فی الملتقط و فی استحقاق بعض شائع فی الکل تفسخ اتفاقا اور بعض شائع غیر معین کی استحقاق
مین سب حصون کے اندر قسمت فسخ ہوگی باتفاق مذکورہم اسواسطے کہ استحقاق شائع آیا اور شریک ظاہر ہوا اور قسمت بدون اوسکے صحیح نہین وفی
استحقاق بعض شائع من نصیبہ لا تفسخ جبرا خلافا للثانی بل المستحق منہ یرجع بحصۃ ذلک فی نصیب شریکہ ان شاء او نقض القسمۃ
دفعا لضرر التشقیص اور بعض شائع کے استحقاق مین ایک شریک کے حصے سے قسمت زبردستی سے فسخ نہوگی برخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ اوسقدر پہیر لے اپنے
شریک کے حصے سے اگر وہ چاہے یا قسمت کو توڑ دے تاکہ حصص سازی مندفع ہوجاوے قلت قد بقی ہہنا احتمال آخر وہو ان یستحق بعض من نصیب کل
واحد فان کان شائعا فسخت وان کان معینا فان تساویا فظاہر والا فالعبرۃ لذلک الزائد کما مر فلذا لم یفردہا بالذکر مین کہتا ہون یہان ایک اور
احتمال باقی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شریک کے حصے مین تو اگر بعض شائع غیر معین ہو تو قسمت فسخ ہوگی اور اگر بعض معین ہو تو اگر دونون حصون مین برابر ہو تو
ظاہر ہے صحت قسمت کی اور اگر کم و بیش ہو تو اوسی زائد کا اعتبار ہے چنانچہ گذر گیا تو اسیواسطے مصنف نے اسکو علیحدہ ذکر نہین کیا ہم کمی بیشی کی

یہ صورت ہی کہ ایک شریک کے حصے میں چار گز سکا استحقاق ہے اور دوسرے کے حصے میں چھ گز کا تو ثانی اول کو ایک گز پھیرے ولو ظہر دین فی الترکۃ المقسومۃ
تفسخ القسمۃ الا اذا قضوہ ای الدین او ابرأ الغرماء ذمم الورثۃ او بقی منہا ای من الترکۃ ما یفی بہ لزوال المانع
ترکہ مقسومہ میں دین ظاہر ہوا تو قسمت فسخ کیجائیگی یعنی اسواسطے کہ دین مقدم ہے میراث پر مگر جبکہ وارث دین کو ادا کردیں یا ارباب دیون وارثوں کو
بری الذمہ کردیں یا ترکہ سے اوتنا باقی رہگیا ہو جو ادا دین کیواسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت فسخ نہوگی مانع کے دور ہوجانے کے سبب سے ولو ظہر
غبن فاحش لا یدخل تحت التقویم فی القسمۃ فان کانت بقضاء بطلت اتفاقا لان تصرف القاضی مقید بالعدل ولم یوجد اور اگر قسمت میں
ایسا نقصان کثیر ظاہر ہوا جو قیمت کرنیوالوں کی تجویز میں داخل نہیں ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہو تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اسواسطے کہ قاضی کا تصرف
منصب عدل کے ساتھ ہے اور حالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گیا ولو وقعت بالتراضی تبطل ایضا فی الاصح لان شرط جوازہا المعادلۃ ولم توجد
فوجب نقضہا خلافا لتصحیح الخلاصۃ قلت فلو قال کالکنز تفسخ لکان اولی اور اگر قسمت تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح میں اسواسطے کہ
جواز قسمت میں برابری حصوں کی شرط ہے اور وہ پائی نہیں گئی تو اوسکا توڑنا واجب ہوگیا برخلاف تصحیح خلاصہ کے میں کہتا ہوں تو اگر مصنف کنز کی مانند بجائے
بطلت کے تفسخ کہتا تو بہتر ہوتا ہم کنز میں یوں ہی ولو ظہر غبن فاحش فی القسمۃ تفسخ یعنی اگر غبن فاحش قسمت میں ظاہر ہو تو قسمت فسخ کیجائیگی چونکہ یہ
عبارت متضمن ہے اور قسمت قاضی اور قسمت تراضی دونوں کو شامل ہے لہذا شارح نے اسکو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی وتسمع دعواہ ذلک ای ما ذکر
من الغبن الفاحش ان لم یقر بالاستیفاء وان اقر بہ لا تسمع دعوی الغلط والغبن للتناقض الا اذا ادعی الغصب فتسمع دعواہ و
تمامہ فی الخانیۃ اور شریک کا وہ دعوی یعنی غبن فاحش کا مسموع ہوگا اگر اوسنے حصہ پانیکا اقرار نکیا ہو اور اگر اوسکا اقرار کرچکا ہو تو سماعت نہوگی
دعوی غلط اور غبن فاحش کی بسبب تناقض کے مگر جبکہ وہ غصب کا دعوی کرے یعنی یوں کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اوسنے غصب کرلیا تو دعوی مسموع ہوگا اور پورا
اسکا بیان خانیہ میں ہے ادعی احد المتقاسمین للترکۃ دینا فی الترکۃ صح دعواہ لانہ لا تناقض لتعلق الدین بالمعنی والقسمۃ بالصورۃ ترکہ
بانٹ لینیوالوں میں سے ایک شخص نے دین کا دعوی کیا ترکہ میں تو اوسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ قسمت کرلینے اور دعوی دین میں تناقض نہیں بسبب
متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور متعلق ہونے قسمت کے صورت متروکہ سے ہم دین معنی سے متعلق ہی یعنی متروکہ کی مالیت سے اوسکا تعلق ہے
تو اگر متروکہ کے وارث ہوں تو اونکو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور متروکہ کو اپنے واسطے مخصوص کرلینا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولو ادعی عینا
بای سبب کان لا تسمع للتناقض اذ الاقدام علی القسمۃ اعتراف بالشرکۃ اور اگر دین کے سوا کسی عین کا دعوی کیا کسی سبب سے
خواہ عاریت یا غصب سے تو دعوی مسموع نہوگا بسبب تناقض کے اسواسطے کہ قسمت پر پیش قدمی کرنا اقرار ہے شرکت کا وفی الخانیۃ اقتسموا دارا واصابوا
ثم ادعی احدہم فی قسم الاخر بناء او نخلا زعم انہ بناہ وغرسہ لا تقبل بینتہ اور خانیہ میں ہے کہ شریکوں نے ایک گھر یا زمین بانٹ لی پھر ایک نے دوسرے
کے حصہ میں عمارت یا درخت کا دعوی کیا یعنی یہ کہا کہ مدعی نے اوسکو بنایا ہے اور درخت کو لگایا ہے تو اوسکے گواہ مقبول نہونگے یعنی بسبب تناقض کے
وقعت شجرۃ فی نصیب احدہما اغصانہا متدلیۃ فی نصیب الاخر لیس لہ ان یجبرہ علی قطعہا بہ یفتی لانہ استحق الشجرۃ باغصانہا اختیار
درخت ایک شریک کے حصہ میں پڑا اوسکی شاخیں لٹک رہی ہیں دوسرے شریک کے حصے میں تو اوسکو نہیں پہنچتا ہے کہ اوسپر زبردستی کرے شاخوں کے
کاٹنے پر اسی قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہوگیا ہے اوسکی شاخوں کے ساتھ کذا فی الاختیار یعنی بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہے تو جبر
کی کون وجہ ہے بنی احدہما ای احد الشریکین بغیر اذن الاخر فی عقار مشترک بینہما فطلب شریکہ رفع بنائہ قسم العقار فان وقع البناء فی
نصیب البانی فبہا ونعمت والا ہدم البناء وحکم الغرس کذلک بزازیۃ ایک شریک نے دوسرے شریک کے بدون اذن کے عمارت بنائی اوس
زمین میں جو دونوں میں مشترک ہی سو اوسکے دوسرے شریک نے عمارت کا رفع کرنا چاہا تو زمین کی قسمت کیجائیگی سو اگر عمارت مذکورہ بنانیوالے کے حصے میں
پڑے تو خوب ہے اور نہیں تو عمارت ڈہائی جاویگی اور اسیطرح کا حکم درخت کا ہی کذا فی البزازیۃ ہم ہاں اگر وہ شریک کو راضی کرلے تو ہدم نہوگا کذا

فی العالمگیریۃ القسمۃ تقبل النقض فلو قسموا و اخذ احصتہم ثم تراضوا علی الاشتراک بینہم صح و عادت الشرکۃ فی عقار او غیرہ لان
التراضی مبادلۃ و بیع فسخھا و مبادلتہا بالتراضی جائز یعنی قسمت قابل نقض ہے یعنی ٹوٹ سکتی ہے تو اگر شریکوں نے مشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لیلیے
پہر وہ راضی ہو گئے آپکے ساتہ حصے سے تو یہہ قسمت کا توڑ دینا صحیح ہو اور شرکت پہر آ ویگی زمین یا اوسکے غیر مین اسواسطے کہ آپکی رضامندی کی قسمت بیاہ
ہے اور اوسکا فسخ کرنا اور بدل ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے کذا فی البزازیہ المقبوض بالقسمۃ الفاسدۃ کقسمۃ علی شرط ھبۃ او صدقۃ
او بیع من المقسوم و غیرہ یثبت الملک فیہ و یفید جواز التصرف فیہ لقابضہ و یضمنہ بالقیمۃ جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہوئی چنانچہ قسمت ہونا
ہبہ کی شرط پر یا صدقہ کرنے کی شرط پر یا مقسوم کے بیچ ڈالنے کی شرط پر یا سوا اسکے تو قبض کرنا اوسکا ملکیت کو اوسمین ثابت کر دیتا ہے اور قابض کے
واسطے اوسمین جواز تصرف کا مفید ہے اور اوسکا ضمان لازم ہوتا ہے قیمت سے کالمقبوض بالشراء الفاسد فانہ یفید الملک کما مر فی بابہ
جسطرح شراء فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے چنانچہ بیع الفاسد کے باب مین گذر گیا و قیل لا یثبتہ جزم بالقیل فی الاشباہ و بالاول فی البزازیۃ
اور قول ضعیف یہہ ہے کہ مقبوض بقسمت فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہین کرتا ہے اور قول ضعیف پر یقین کیا ہے اشباہ مین اور قول اول پر یقین کیا ہے بزازیہ مین
ولو تہایا فی سکنی دار واحدۃ لیسکن ہذا بعضا و ذا بعضا او ہذا شہرا و ذا شہرا او دارین یسکن کل دارا او فی خدمۃ عبد یخدم ہذا یوما و ذا یوما او عبدین
یخدم ہذا ہذا و الآخر الآخر او فی غلۃ دار او دارین کذلک صح التہایؤ فی الوجوہ الستۃ استحسانا اتفاقا اور اگر دو شریک نوبت اور باری مقرر کرین ایک گہر مشترک کے
رہنے مین اسطرح کہ یہہ شریک بیچ گہر کے بعضے ٹکڑا مین اور دوسرا شریک بعضے مین یا یہہ شریک مہینہ بہر رہے اور وہ شریک مہینہ بہر یا دو گہر دونین باری مقرر کرین کہ ہر شریک ایک ایک گہر مین رہے یا باری اسمین کرین غلام
مشترک کی خدمت مین ایک روز اسکی خدمت کرے اور ایک روز دوسرا یا دو غلام مشترک کی خدمت مین کہ یہہ غلام اسکی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے شریک کی یا باری مقرر کرین ایک گہر یا دو
گہر کی حاصلات اور کرایہ مین اوسیطرح تو یہہ باری مقرر کرنا وجوہ ستہ مین بطریق استحسان بالاتفاق صحیح ہے ہم تہایؤ اور تہایؤ تفاعل ہے اور تفاعل ہیئت سے
اور ہیئت عبارت ہے اوس شخص کی حالت ظاہری سے جو کسی چیز پر مستعد اور طیار ہے اور تحقیق اوسکی غایہ مین یون ہے کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہوا اور شریک
ثانی مشترک سے نفع لیتا ہے جس طرح سے شریک اول نے اوس سے نفع لیا اور فقہا کی اصطلاح مین مہایاۃ عبارت ہے منافع کی قسمت سے اور قیاسا یہہ جائز نہین
کیونکہ مبادلہ ہے منفعت کا اوسکی ہم جنس سے لیکن استحسانا یہہ جائز ہے بدلیل کریمہ لہا شرب و لکم شرب یوم معلوم و لا یصح ان القاضی لیہایئی بینہما
بجبرا ان طلب احدہما اور قول صحیح یہہ ہے کہ قاضی باری مقرر کر دے دو شریکون مین زبردستی ایک شریک کے طلب کرنے سے یعنی اگرچہ دوسرا شریک قبول نکرتا ہو
و لا تبطل بموت احدہما و لا بموتہما اور باری باطل نہین ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونون شریکون کی موت سے و لو طلب احدہما القسمۃ
فیما یقبلہا بطلت اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اوس مشترک مین جو قابل قسمت ہے تو باری باطل ہو جاویگی ہم ذخیرہ مین ہے کہ شریک کو نقض
مہایاۃ بلا عذر اور بلا عذر جائز ہے اور یہہ اوسوقت ہے جبکہ باری باہم کی تراضی سے ہوا اور اگر بحکم حاکم ہو تو جب تک کہ دونون نقض پر راضی نہونگے تو نقض جائز
نہوگا اور اگر تراضی سے باری مقرر کی پہر توڑ دی تو اب اوسکا اعادہ نہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کیجاویگی اور باری مین عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا
یا دروازہ پہوڑنا جائز نہین کذا فی العالمگیریۃ و لو اتفقا علی ان نفقۃ کل عبد علی من یخدمہ جاز استحسانا بخلاف الکسوۃ اور اگر دو شریک متفق ہوئے
اسپر کہ خوراک ہر غلام کی اوس شریک پر ہے جسکی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحسانا برخلاف لباس کے کہ اوسمین تفصیل ہے ہم جبکہ لباس کی مقدار معین
دونون نے مذکور نکی ہو تو نہ قیاسا جائز ہے نہ استحسانا اور اگر مقدار معین مذکور ہوئی ہو تو قیاسا جائز نہین اور استحسانا جائز ہے کذا فی العالمگیریۃ
و ما زاد فی نوبۃ احدہما فی الدار الواحدۃ مشترک لا فی الدارین اور جو حاصلات اور کرایہ زیادہ ہو گیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گہر مین
تو وہ مشترک ہے دونون مین نہ دو گہر کی حاصلات مین ہم اگر ایک گہر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سو ایک شریک کی نوبت مین کرایہ گران ہو گیا دوسرے
کی نوبت سے تو زیادت مین دونون شریک ہونگے اور اگر دو گہر دونین ایک گہر کا کرایہ گران ہو گیا تو زائد مین شرکت نہوگی کذا فی الخانیۃ مختصرا و تجوز فی
عبد و دار علی السکنی و الخدمۃ و کذا فی کل مختلفی المنفعۃ ملتقی و تمامہ فیما علقتہ علیہ اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گہر کی سکونت

جائز ہے یعنی ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر میں رہے تو یہہ درست ہے اسیطرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعۃ مین نوبت مقرر کرلینا جائز ہے کذا فی الملتقی اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہے ھ شارح کی شرح ملتقی مین ہی کہ جب باری متحد المنفعۃ مین جائز ہوتی تو مختلف المنفعۃ مین بطریق اولے جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اور جیسے حمام اور گھر و لو تهايئا في غلة عبد او في غلة عبدين او تهايئا في غلة بغل او بغلين او في ركوب بغل او بغلين او في ثمرة شجرة او في لبن شاة لا يصح في مسائل الثمان اور اگر دو شریکون نے باری مقرر کرلی ایک غلام کی اجرت مین یا دو غلام کی اجرت مین یا نوبت معین کی ایک خچر کو کرایہ مین یا دو خچر کو کرایہ مین یا ایک خچر کی سواری مین یا دو خچر کی سواری مین یا ایک درخت پہل مین یا بکری کے دودھ مین تو ان آٹھون صورتون مین باری معین کرنا درست نہین ہے ھ اجرت غلام کی باری مین بالاتفاق جائز نہین اسواسطے کہ باری نہین ہوسکتی مگر دو زمانے مین تو احتمال ہے حاصلات کی کمی بیشی کا برخلاف خدمت کے اور یہہ مسامحہ مروج ہی اور دو غلامونکی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہین اسواسطے کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت مین کچہہ ضرورت نہین اسلیئے کہ اجرت مین قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک مکان متعاول سے جائز ہی اور کرایہ خچر کی باری بالاتفاق جائز نہین اور دو خچرونمین اختلاف ہی وعلے ہذا القیاس سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہین اور دو خچرونمین اختلاف ہے اور پہل اور دودہ کی باری بالاتفاق جائز نہین اسواسطے کہ پہل اور دودہ کی قسمت آسان ہے تو باری کی کیا حاجت ہی کذا فی الطحطاوی وحيلة الثمار ونحوها ان يشتري حظ شريكه ثم يبيعه كلها بعد مضي نوبته او ينتفع باللبن بمقدار معلوم استقراضا لنصيب صاحبه اذ قرض المشاع جائز اور پہل اور اوسکی مانند اور چیز کی باری کا حیلہ یہہ ہی کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پہر شریک مشتری سب پہلونکو بیچڈالے اپنی باری کے گذر جانے کے بعد دوسرے شریک کے ہاتہہ یا مقدار معین دودہ سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لیکر اسواسطے کہ مشاع کا قرض جائز ہے **فروع** مسائل لحقہ شارح الغرامات ان كانت لحفظ الاملاك فالقسمة على قدر الملك وان لحفظ الانفس فعلى عدد الرؤس ولا يدخل صبيان ونساء فلو غرم السلطان قرية تقسم على هذا غرامات یعنی ڈانڈ یعنی جو مال کہ زبردست کو دینا پڑے جان اور مال کے بچانیکے واسطے تو اگر املاک کی حفاظت کیواسطے ہو تو اوسکی قسمت لوگونپر بقدر ملک کے ہی اور اگر جانون کی حفاظت کیواسطے ہو تو لوگونکی شمار پر ہے اور اطفال اور عورات شمار مین داخل نہونگے تو اگر بادشاہ ایک گانو سے ڈانڈ لے تو اوسکی قسمت اہل قریہ پر اسیطرح ہوگی ولو خيف الغرق فاتفقوا على القاء امتعة فالغرم بعدد الرؤس لانها لحفظ الانفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہوا سو لوگون نے اوسکو ہلکا کرنیکے واسطے اسباب گرادینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈ آدمیونکی شمار پر ہے اسواسطے کہ یہہ جانون کی حفاظت کیواسطے ہے ھ اور اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرادیا تو اوسپر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اوس غائب پر کچہہ مال لازم نہوگا جسکا مال کشتی مین ہے اور اوسنے گرانے کی اجازت نہین دی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہو بلکہ اسباب کے تلف ہو جانیکا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال ہوگا نہ بقدر رؤس اور اگر مال اور جان دونون کے تلف ہونیکا خوف ہو تو دونو طرح پر مال لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ومختصر المشترك اذا انهدم فابى احدهما العمارة ان احتمل القسمة لا يجبر وقسم والا بنى ثم آجره ليرجع بما انفق لو بامر القاضي والا فبقيمة البناء وقت البناء اور مکان مشترک جبکہ منہدم ہوگیا سو ایک شریک دوسرے کی عمارت بنانے سے انکار کرلے اگر وہ مکان قابل قسمت کے ہے تو جبر نہین اور بانٹ ڈالا جاوی اور اگر مانند حمام کے لائق قسمت کے نہین ہے تو ایک شریک اوسکی تعمیر کرے پہر اوسکو کرایہ پر چلاوے تاکہ جو اوسنے خرچ کیا ہی کرایہ سے لے اگر تعمیر بحکم قاضی ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی تعمیر نکی ہو تو کرایہ سے عمارت کی قیمت بھر لے وہ قیمت جو بنانے کیوقت ہو وله التصرف في ملكه وان تضرر جاره في ظاهر الرواية الكل في الاشباه اور انسان کو تصرف کرنا اپنی ملک مین جائز ہے اگرچہ اس تصرف مین اوسکی پڑوسی کو ضرر ہو تا یہہ ظاہر الروایۃ مین ہے یہہ مسائل مذکورہ اشباہ مین ہین ھ صاحب اشباہ نے قول مفصل کو چہوڑ دیا یعنی اگر ضرر صریح ہو تو تصرف ممنوع ہی اور نہین تو جائز ہی اور اسی پر فتوی منقول ہے شرح وہبانیہ مین اور اسی قول کو صحیح کہا ہی نسفی نے اور عمادیہ مین ہے کہ اسی قول کو ہمارے اکثر مشائخ نے لیا ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی عن الزاهدی وفي المجتبى وبه يفتى وفي السراجية الفتوى على المنع قال المصنف فقد اختلف الافتاء وينبغي ان يعول على ظاهر الرواية اور مجتبی مین ہے کہ جواز تصرف پر فتوی ہے اگرچہ ہمسایہ متضرر ہو اور سراجیہ مین ہی کہ فتوی منع تصرف پر ہے یعنی جبکہ ضرر

مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو جواز اور عدم جواز کے فتوی مین اختلاف پڑا اور ایسی صورتون لائق یہہ ہے کہ ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جاوے یعنی جواز تصرف پر
گو ہمسایہ ضرر پاوے قلتُ ومرّ فی متفرقات القضاء مین کہتا ہون اور یہہ مسئلہ مذکور ہوچکا متفرقات قضا مین وفی الوہبانیۃ ونحوہا ولو ذرع الانسان
ارضہا بذرہ فلیس لجارٍ منعہ لو یُضَرّ اور وہبانیہ اور اوسکی شرح مین ہے اور اگر آدمی کچھ زمین بووے اپنے گہر مین تو اوسکے پڑوسی کو اوسکی منع
کرنیکا اختیار نہین اگرچہ اوسکو ضرر ہووے ہم یہہ وہی مسئلہ ہی جو اشباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک مین جائز ہی اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہووے وحائطٌ لہ
اَہلٌ فحمّل واحدٌ ولا حمل فیہ قبل لیس یُغیّرہا اور ایک دیوار ہے جسکے اہل یعنی شریک ہین سو ایک شریک نے اوسپر دہنیان رکہین اور حالانکہ قبل اسکے
اوسپر دہنیون کا بوجہ نہین تو اوسکو دوسرا شریک تغیر نکریگا ہم یعنی ایک مشترک دیوار جسپر دہنیان نہین ہین سو اگر ایک شریک اوسپر دہنیان رکہے تو
دوسرا شریک اوسکو منع نہین کرسکتا اور اگر دوسرا شریک بعینون پر اور دہنیان رکہے یا اوسپر پردہ بنادے یا دروازہ وغیرہ لگادے تو بدون اجازت
شریک کے جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وما لشریکٍ ان یُعلّی حیطۃ وقیل التعلّی جائزٌ فیعمّر اور شریک کو جائز نہین کہ اپنی
مشترک دیوار کو اونچا کرے اور بعضون نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہے تو تعمیر کرلے ہم عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا لائق یون ہے کہ تفصیل اطلاق معتمد ہو
یعنے اگر اونچا کرنا مخالف رسم کے ہو تو جائز نہین اور اگر موافق رسم اور رواج کے ہو تو جائز ہی ہے وممنوعٌ قسمٌ عندنا منہ مشاركٌ من الحمّام فاضر
مُوجرٌ فیعمرہا اور جس مشترک کی قسمت ممنوع ہے چنانچہ حمام تو شریک کی منع ترمیم سے قاضی اوسکو کرایہ دیکر اسی سے اوسکی تعمیر کرے ہم مثلا ایک مشترک حمام
منہدم ہوجاتا ہے اور ایک شریک اوسکی مرمت پر مستعد ہے اور دوسرا شریک نہین مانتا ہے تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلاوے اور جو کرایہ حاصل ہو اوس سے اوسکی
مرمت کرے لیکن یہہ قول غیر مختار ہے اور قول مختار اگلی بیت مین مذکور ہے وینفق فی المختار راضٍ باذنہ ویمنع نفعا من ابی قبل نقدہ اور قول
مختار مین جو شریک راضی ہے مرمت کا وہ اوسکی مرمت اپنے پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جاوے اوسکے فائدہ لینے سے وہ شریک جو مرمت سے
انکار کرتا ہے قبل تاوان دینے کے یعنی جس شریک نے مرمت کی ہے جبتک وہ اپنا صرف کرایہ سے لیگا تب تک دوسرا شریک اوسکا کرایہ نہین لے سکتا ہی ہے و
خذ منفقا بالاذن منہ لحاکمٍ ودعویٰ بہ الا وھذا المحرر اور لے مرمت کے صرف کو اگر حاکم کے اذن سے مرمت کی ہو اور تہمت سے اگر باذن حاکم مرمت
کی ہو اور یہی قول صحیح اور محقق ہے ہم طحطاوی نے کہا پہلے تین بیتین وہبانیہ کی ہین اور چوتھی اور پانچوین علامہ عبد البر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہین
اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہے مسئلہ ملحقہ مترجم - ایک شخص مرگیا اوسنے تین بیٹے چھوڑے اور پندرہ ٹہلیان چہوڑین پانچ ٹہلیان سرکہ سے
مملو ہین اور پانچ مین نصف نصف سرکہ ہے اور پانچ خالی ہین اور سب برابر ہین تو بیٹون نے چاہا کہ بدون اوٹہانیکے برابر بانٹ لین تو اوسکا طریقہ
یہہ ہے کہ ایک فرزند کو دو بھری ٹہلیان اور ایک آدہی بھری اور دو خالی دیجاوین اور دوسرے فرزند کو بھی اسیطرح دیا جاوے تو اب باقی رہین پانچ ایک
بھری اور ایک خالی اور تین ادہ بھرین تو یہہ پانچون تیسرے فرزند کو دیجاوین تو سبکا حصہ برابر ہوگا کذا فی فتاوی قاضیخان واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب المزارعة

یہہ کتاب ہی مزارعت کی یعنی بٹائی پر کہیت دینا اور مزارعت کو مخابرت اور محاقلت بھی کہتے ہین اور اہل عراق اسکو
قراح بولتے ہین مناسبتہا ظاہرۃ مناسبت کتاب المزارعت کی کتاب القسمۃ سے ظاہر ہے یعنی جو کہیت مین اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہی اوسمین قسمت
جاری ہوتی ہے درمیان مزارع اور صاحب زمین کے ہی لغۃً مفاعلۃ من الزرع مزارعت لغت مین مفاعلت ہی زرع سے وشرعاً عقدٌ علی
الزرع ببعض الخارج اور شرع مین مزارعت عبارت ہی اوس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بتقرر بعض خارج یعنی تہائی یا چوتہائی اناج پیدا ہوئی زراعت
پر ایجاب اور قبول کرنا یہہ حقیقت ہی مزارعت کی وارکانہا اربعۃ ارضٌ وبذرٌ وعملٌ وبقرٌ اور مزارعت کے ارکان چار ہین زمین اور بیج اور محنت
اور بیل ولا تصح عند الامام لانہا کقفیز الطحان اور مزارعت درست نہین امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ وہ قفیز الطحان کی مانند ہی ہم امام کی
دلیل وہ حدیث ہی جو رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمائی مخابرت سے اور وہ مزارعت ہی زمین کی تہائی یا چوتہائی پر
وعندہما تصح وبہ یفتی للحاجۃ وقیاسا علی المضاربۃ اور صاحبین کے نزدیک مزارعت درست ہی اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب حاجت کے اور مضارب

پر قیاس کرنے سے ھ اور درمیں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ رسول علیہ السلام نے خیبر کی نخلستان وہانکے لوگون کو دی بطریق معاملہ
اور اوسکی زمین دی بطور مزارعت کے اور اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل تھا اور اب تک مسلمین میں جاری ہے اور ایسی صورت میں خبر واحد اور قیاس متروک
ہو جاتا ہے بشروطٍ ثمانیةٍ صلاحیةُ الارضِ للزرعِ صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے آٹھہ شرطون سے پہلی شرط لائق ہونا زمین کا کاشتکاری
کیواسطے ھ تو اگر زمین شور اور ریگستان ہو تو مزارعت صحیح نہیں واھلیةُ العاقدینِ اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنی عاقل ہون تو مجنون
اور صغیر غیر عاقل کا عقد صحیح نہیں لیکن بلوغ اور حریت شرط نہیں اور اسلام بھی شرط نہیں کذا فی الطحطاوی وذکرُ المدةِ ای مدةً متعارفةً فتفسدُ بما
یتمکّن فیہا منہا وبما لا یعیشُ الیہا احدُھما غالبًا اور تیسری شرط مدت کا ذکر کرنا یعنی وہ مدت جو مزارعین میں معروف اور مروج ہے یعنی ایکسال
یا دو سال تو عقد فاسد ہوگا اوس کمتر مدت سے جسمین زراعت نہیں ہو سکتی اور اوس مدت طویل سے کہ وہان تک عمر العاقدین غالبًا نہیں جیتا وقیلَ
فی بلادِنا تصحُّ بلا بیانِ مدةٍ ویقعُ علی اوّلِ زرعٍ واحدٍ وعلیہ الفتوی مجتبی وبزازیہ واقرّہ المصنفُ اور بعضون نے کہا کہ ہمارے ملکون
مزارعت بدون بیان کرنے مدت کے بھی صحیح ہو اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی والبزازیہ اور مصنف نے اپنی
شرح میں اس قول کو ثابت کہا ہے وذکرُ ربِّ البذرِ اور چوتھی شرط صاحب تخم کا ذکر کرنا ھ اسواسطے کہ اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہے تو مزارعت
استیجار عامل ہوگی اور اگر بیج عامل کیطرف سے ہے تو مزارعت استیجار ارض ٹھہریگی تو بدون ذکر صاحب تخم معقود علیہ مجہول ہوگا اور دونون کے احکام بھی مختلف
ہین اسواسطے کہ جسکا بیج نہیں تو اوسکے حق میں عقد لازم ہے نہ کہ عامل اور صاحب تخم کے حق میں بدون تخم ریزی کے عقد لازم نہیں وقیلَ یحکمُ العرفُ اور بعضون
نے کہا بیج میں عرف حاکم ہے یہہ قول ہے ابوبکر بلخی کا یعنی اگر عقد وہان ہو جہان بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی معتبر ہے اور اگر وہان ہو جہان مالک زمین کا
بیج ہوتا ہو تو وہی قابل اعتبار کے ہے بشرطیکہ عرف دائمی ہو اور اگر عرف مشترک ہو تو عقد صحیح نہیں وذکرُ جنسِہ اور پانچوین شرط ذکر کرنا ہے بیج کی جنس کا
یعنے گیہون یا جو یا جوار یا جوار ھ بیان جنس تخم اسواسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت اوسی سے ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الزیلعی لا قدرِہ
لعلمِہ باعلامِ الارضِ وشرطہ فی الاختیارِ اور مقدار تخم کا ذکر کرنا شرط نہیں بسبب اوسکے معلوم ہونے کے زمین کے بتانے سے یعنی زمین سے خود معلوم
ہو جاتا ہے کہ اتنی زمین میں اتنا بیج پڑیگا اور اختیار شرح مختار میں مقدار تخم کو بھی شرط کہا ہے وذکرُ قسطِ العاملِ الآخرِ اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص
کا حصہ ھ مراد اوس شخص کا حصہ ہے جسکی طرف سے بیج نہیں ہے اسواسطے کہ حصہ عامل یا زمین کی اجرت ہے تو اوسکا معین ہونا ضرور ہوا کذا فی الزیلعی ولو بیّنا
حظَّ ربِّ البذرِ وسکتا عن حظِّ العاملِ جازَ استحسانًا اور اگر عاقدین نے صاحب تخم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانًا
جائز ہے ھ اور اگر عاقدین نے اوسکا حصہ بیان کر دیا جسکا بیج نہیں ہے تو مزارعت جائز ہے قیاسًا واستحسانًا کذا فی الخلاصہ وبشرطِ التخلیةِ بینَ
الارضِ ولو معَ البذرِ والعاملِ اور مزارعت صحیح ہے تخلیہ کی شرط سے یعنی تخلیہ کر دینا درمیان زمین اور عامل کے اگرچہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھہ ہو
ھ تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونون کا عمل مشروط ہو تو عقد صحیح نہیں تخلیہ نہ ہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے کہ میں نے
زمین تجھکو تسلیم کی کذا فی الطحطاوی وبشرطِ الشرکةِ فی الخارجِ اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کی شرط سے یعنی جو غلہ پیدا ہو اوسمین دونون کی شرکت
ضرور ہے تو اگر یہہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہیں تفرّعَ علی الاخیرِ بقولِہ فتبطلُ ان شرطَ لاحدِھما قفزانٌ مسمّاةٌ پھر مصنف نے
شرط اخیر یعنی شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کیواسطے چند قفیز معین شرط ہون یعنی کچھہ غلہ ایک شخص
لے اور باقی دونون نصفا نصف ہو او ما یخرجُ من موضعٍ معیّنٍ یا ایک کیواسطے وہ غلہ شرط ہو جو موضع معین میں پیدا ہوا اور باقی نصفا نصف او رفعُ ربِّ
البذرِ بذرَہ یا یہہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج اوٹھالے یعنی جسقدر اوسنے بیج ڈالا اوسکو پہلے نکال لے پھر باقی نصفا نصف او رفعُ الخراجِ الموظفِ
وتنصیفُ الباقی بعدَ رفعِہ باخراجِ موظف کا نکال لینا اور اوسکے نکال لینے کے بعد باقی کو نصفا نصف کر لینا شرط ہو ھ تنصیف الباقی چارون مسئلون
متعلق ہے اور بہتر یہہ تھا کہ شارح لفظ بعد رفعہ کو حذف کرتا تاکہ تنصیف سب مسائل کو شامل ہوتی اور ان صورتون میں مزارعت اسواسطے باطل ہوئی کہ غلہ میں

کا ہو قطع شرکت ہو سکتی ہے اسواسطے کہ شاید اوتنا ہی غلہ پیدا ہو جتنا مشروط ہوا یعنی بقدر تخم یا بقدر خراج موظف کذا فی الطحطاوی بخلاف شرط دفع خراج
المقاسمة کثلث او ربع او شرط دفع العشر للارض او لاحدهما لانه مشاع فلا یؤدی الی قطع الشرکة برخلاف اس شرط کے کہ خراج
مقاسمت نکال لیا جاوے چنانچہ تہائی یا چوتھائی یا یہ شرط ہو کہ عشر یعنی دسواں حصہ زمین کا نکال لیا جاوے یا دسواں حصہ چند عاقدین کے تو مزارعت باطل نہیں
اسواسطے کہ تہائی کا خراج اور عشر مشاع ہے یعنی غیر معین ہے تو یہہ قطع شرکت کیطرف نہیں پونہچاتا ہے او شرط التبن لاحدهما والحب للآخر ای
تبطل لقطع الشرکة فیما هو المقصود یا بہوسا شرط ہوا ایک کیواسطے اور دانہ دوسری کیواسطے یعنی اس شرط سے مزارعت باطل ہوگی بسبب قطع ہوجانے شرکت کی
اوسمین جو مقصود زراعت ہے یعنی اناج او شرط تنصیف الحب والتبن لغیر رب البذر لانه خلاف مقتضی العقد یا دانہ اور بہوسی کی تنصیف شرط ہو
صاحب تخم کے سوا اور شخص کیواسطے تو مزارعت باطل ہے اسواسطے کہ یہہ شرط مقتضاے عقد کے مخالف ہے او شرط تنصیف التبن والحب لاحدهما لقطع الشرکة
فی المقصود ... یا نصفا نصف شرط ہوا دو تو نہیں اور دانہ شرط ہوا ایک شخص کیواسطے تو مزارعت باطل ہے بسبب قطع ہوجانے شرکت کے مقصود میں وان
شرط تنصیف الحب والتبن لصاحب البذر کما هو مقتضی العقد او لم یتعرض للتبن صحّت اور اگر یہہ شرط ہوا کہ دانہ تو دونوں نصفا نصف ہو اور بہوسا
فقط صاحب تخم کا ہو چنانچہ یہی مقتضاے عقد ہے یا بہوسہ کا کچھہ تعرض نہوا تو مزارعت صحیح ہے هم عدم تعرض بہوسہ کا اسواسطے مبطل عقد نہوا کہ مقصود تو دانہ ہے اور
بہوسا اوسکا تابع ہے اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہیں ہوتا کذا فی البرجندی وحینئذ التبن لرب البذر وقیل بینهما تبعًا للحب کذا قال المصنف
تبعًا للصدر وغیرہ لکن اعتمد صاحب الملتقی الثانی حیث قدّمه فقال والتبن بینهما وقیل لرب البذر اور اسوقت میں یعنی جب بہوسہ کا تعرض نہوا تو بہوسا
بیج والیکا ہوگا اور قول ضعیف یہہ ہے کہ بہوسا دونوں نصفا نصف ہوگا دانہ کے تابع ہوکر ایسا کہا ہے مصنف نے صدر الشریعة وغیرہ کا تابع ہوکر لیکن صاحب ملتقی نے
قول ثانی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اوسیکو مقدم ذکر کیا ہو سوبون اوسنے کہا ہے اور بہوسا دونوں نصفا نصف ہوگا اور بعضون نے کہا کہ صاحب تخم کا ہوگا قلت وفی
شرح الوهبانیة عن القنیة المزارع بالربع لا یستحق من التبن شیئا وبالثلث یستحق النصف میں کہتا ہون اور شرح وہبانیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ
چوتھائی کا مزارع مستحق بہوسہ کا نہیں ہوتا اور تہائی کا مزارع آدہی بہوسہ کا مستحق ہوتا ہے هم مقتضاے نقد یہہ ہے کہ بہوسا دونوں مشترک ہو بقدر انکے حصہ کے
مگر یہہ کہ عرف یا شرط اسکے مخالف ہو چنانچہ عنایہ میں مذکور ہے کہ جہان عاقدین کی شرط منصوص نہو وہان عرف کا اعتبار ہے تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہے یعنی
مزارع بالربع مستحق نہیں ہوتا بسبب شرط یا عرف کی اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا ہے شرطا در عرف کے سبب سے اور اس تقریر سے اشکال زائل ہوگیا اور اسپر دلیل
بدایع کا قول ہے کہ ہماری زمانے میں نجم الائمہ بخاری کا جواب مختار ہے کہ مزارع بالربع کیواسطے کچہہ بہوسا نہیں ہے اور رواج کے سبب سے کذا فی الحلبی والطحطاوی مختصرا
وکذا صحّت لو کان الارض والبذر لزید والبقر والعمل للآخر او الارض له والباقی للآخر او العمل له والباقی للآخر فهذه الثلثة جائزة اور اسی
طرح مزارعت صحیح ہے اگر زمین اور بیج زید کا ہوا اور بیل اور عمل دوسرے کا یا زمین زید کی ہو اور باقی تین چیزین یعنی بیل اور بیج اور عمل دوسرے کا ہو یا عمل زید کا
ہو اور باقی تین چیزین یعنی زمین اور بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہہ تین صورتین جائز ہین وبطلت فی اربعة اوجه لو کان الارض والبقر لزید او البقر
والبذر له والآخران للآخر او البقر والبذر له والباقی للآخر فهی بالتقسیم العقلی سبعة اوجه لانه اذا کان من احدهما واحد الثلثة من
الآخر فهی اربعة واذا کان من احدهما اثنان واثنان من الآخر فهی ثلثة اور مزارعت باطل ہو چار صورتون میں اگر زمین اور بیل زید کے ہون یا بیل اور بیج
اوسکا اور باقی دو چیزین دوسری کی ہون یا بیل یا بیج زید کا ہو اور باقی دوسریکا ہو تو یہہ صورتین باعتبار تقسیم عقلی کے سات وجہ پر ہین اسواسطے کہ ارکان اربعہ
یعنی زمین اور بیج اور بیل اور عمل میں سے احد العاقدین کیطرف سے ایک ہو اور باقی تین دوسری کیطرف سے تو یہہ چار صورتین ہین اور جبکہ ایک طرف سے دو ہون
اور دوسری طرف سے بھی دو ہون تو یہہ تین صورتین ہین ومتی دخل ثالث فالاوجهة فسدت اور جبکہ داخل ہو تیسرا شخص یا زیادہ حصہ مقرر کرکے تو مزارعت
فاسد ہوگی هم اور اگر چار شخص شریک ہون مزارعت میں اسطرح کہ ایک کی زمین ہو اور دوسریکا بیج اور تیسریکا عمل اور چوتھی کا بیل تو یہہ جائز نہیں کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہو کذا فی الطحطاوی عن الوهبانیة وشرحها فاذا صحّت فالخارج علی الشرط اور جبکہ مزارعت صحیح ہوگئی تو جو غلہ پیدا ہو

وہ شرط کے موافق تقسیم ہو و لا شیئ للعامل ان لم یخرج شیئ فی الصحیحۃ اور عامل کیواسطے کچھہ نہین اگر کچھہ غلہ پیدا نہو مزارعت صحیحہ مین م اسواسطیکہ
استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہی اور خارج کچھہ نہین برخلاف مزارعت فاسدہ چنانچہ اوسکا بیان آگے آویگا ویجبر من ابیٰ علی المضی الا رب البذر
فلا یجبر قبل القائہ و بعدہ یجبر اور زبردستی کیجا ہی مزارعت قائم رکھنے کی اوس شخص پر جو انکار کرتا ہی مگر صاحب تخم کہ اوسپر جبر نہوگا بیج ڈالنے
سے پہلے اور بیج ڈالنے کے بعد جبر ہوگا کذا فی الدرر و متی فسدت المزارعۃ فالخارج لرب البذر لانہ نماء ملکہ اور جبکہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ پیدا ہو
وہ بیج والیکا ہی اسواسطیکہ اوسکی ملک کی افزایش اور بڑھوتی ہے یعنی جو پیدا ہوا بیج سے پیدا ہوا و یکون للاخر اجر مثل عملہ او ارضہ ولا یزاد علی
الشرط بالغاً ما بلغ عند محمد اور دوسرے شخص کو اوسکے عمل یا اوسکی زمین کی اجرت مثل ہوگی یعنی اگر صاحب تخم صاحب زمین ہی تو عامل کو اوسکے عمل کی مزدوری
دیجاویگی اور اگر صاحب تخم عامل ہے تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاویگا اور اجرت زیادہ نہیجاویگی شرط پر پونہچے جہانتک پونہچے محمد کے نزدیک قوان لم
یخرج شیئ فی الفاسدۃ فان کان البذر من قبل العامل فعلیہ اجر مثل الارض و البقر وان کان من قبل رب الارض فعلیہ اجر مثل العامل
اور اگر مزارعت فاسدہ مین کچھہ پیدا نہو تو اگر بیج عامل کیطرف سے ہو تو ویسی زمین اور بیل کی اجرت اوسپر واجب ہوگی اور اگر بیج مالک زمین کیطرف سے ہو
تو اوسپر ویسے عامل کی اجرت لازم ہوگی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المضی فیہا وقد کرب العامل فی الارض فلا شیئ لہ لکرابہ حکما
ای فی القضاء اذ لا قیمۃ للمنافع و یسترضی دیانۃ فیفتی بان یوفیہ اجر مثلہ لغرہ اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہا اور حالانکہ
عامل نے زمین مین جوتائی کی تھے تو قاضی کے حکم مین اوسکی واسطے کچھہ نہین اجرت اوسکی جوتنے کی اسواسطیکہ منافع کی قیمت نہین ہوتی اور دیانت مین یعنی فیما بینہ و
بین اللہ اوسکو راضی کرنا چاہیئے تو یہہ فتوی دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل اداکرے بسبب فریب کہانیکے یعنی عقد مزارعت سے اوسنے فریب کہایا کہ
اور کام سے باز رہا اور جوتنے مین مشغول رہا وتفسخ المزارعۃ بدین محوج الی بیعہا اذا لم ینبت الزرع لکن یجب ان یسترضی المزارع دیانۃ
اذا عمل کما مر اور عقد مزارعت فسخ کرڈالاجاویگا بسبب اوس دین کے جو مضطر کردے زمین کی بیع کرنیکی طرف جبکہ کہیت نہ اوگا ہو لیکن دیانۃً واجب ہے کہ مزارع راضی
کیا جاوے جبکہ وہ کچھہ محنت کرچکا ہو چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی جوتائی کی اجرت اوسکو دینا چاہیئے م دین محوج الی البیع وہ ہے کہ کوئی جائداد نہو اوسکی اداکرنے کی
ثمن ارض کے سوا اما اذا نبت و لم یستحصد لم تبع الارض لتعلق حق المزارع حتی لو اجاز جاز اور اگر کہیت اوگا ہوا اور ہنوز پختہ نہین کہ کاٹا جاوے
تو زمین کی بیع نہوگی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے تو اگر مزارع بیع کو جائز کردے تو بیع جائز ہوگی فان مضت المدۃ قبل ادراک الزرع فعلی العامل
اجر مثل نصیبہ من الارض الی ادراکہ ای الزرع کما فی الاجارۃ پہر اگر مزارعت کی مدت گذر جاوے کہیت کی پختگی سے پہلے تو عامل یعنی مزارع پر کہیت کے
پختہ ہونے تک اجرت واجب ہی بقدر اوسکے حصہ کے زمین سے چنانچہ اجارہ مین اجرت واجب ہوتی ہی م یعنی اگر مزارع کا حصہ غلہ مین تہائی ہو تو زمین کی
اجرت کی تہائی اوسپر واجب ہی اور نفقہ دونو پر ہوگا اسصورت مین کذا فی الدرر بخلاف ما لو مات احدہما قبل ادراک الزرع حیث یکون الکل علی
العامل او وارثہ لبقاء العقد استحساناً کما سیجیئ برخلاف اوس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مرگیا کہیت پکنے سے پہلے کیونکہ وہان کل یعنی عمل اور کہیت
کا خرچ اور نگہبانی کی اجرت کذا فی الزیلعی عامل پر یا اوسکے وارث پر ہوگی بسبب باقی رہنے عقد کے استحساناً چنانچہ آگے آویگا م طحطاوی نے کہا یہہ دوسرے محل کی گفتگو
ہے اسکا ذکر آگے آویگا دفع رجل ارضہ الی آخر علی ان یزرعہا بنفسہ و بقرہ والبذر بینہما نصفان والخارج بینہما کذلک فعملا علی ہذا
فالمزارعۃ فاسدۃ و یکون الخارج بینہما نصفین و لیس للعامل علی رب الارض اجر لشرکتہ فیہ و العامل یجب علیہ اجر نصف الارض لصاحبہا لفساد العقد
ایکمردنے اپنی زمین دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بذات خود اور اپنے بیل سے زراعت کرے اور بیج دونون نصفا نصف ہوا اور جو غلہ پیدا ہو وہ بہی دونو
مین اسیطرح نصفا نصف ہی سو مزارع اور اوسکے بیل نے اسی شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہی اور غلہ دونون نصفا نصف ہوگا اور مزارع کا صاحب زمین
پر کچھہ اجر لازم نہین بسبب اوسکے شریک ہوجانیکے غلہ مین اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہی صاحب زمین کیواسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے وکذا لو کان
البذر ثلثاہ من احدہما و ثلثہ من الاخر والریع بینہما نصفان او علی قدر بذرہما فہو فاسد ایضاً لاشتراطہ الاعارۃ فی المزارعۃ عادیۃ

اور اسیطرح اگر دو تہائی بیج ایک شخص کیطرف سے ہوا اور ایک تہائی دوسرے کیطرف سے ہوا اور حاصل غلہ دونوں میں آدھوں آدھ ہو یا غلہ بقدر اونکے بیج کے تو وہ
بھی فاسد ہے بسبب شرط کرنے مالک زمین کے عاریت دینے کو مزارعت مین کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطیکہ مالک مین نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا
کذا فی الطحطاوی واعلموا ان نفقۃ الزرع مطلقًا بعد مضی مدۃ المزارعۃ علیہما بقدر الحصص اور معلوم کرو کہ کہیت کا خرچ مطلقًا بعد گذر جانے
مدت مزارعت کے دونوں پر ہے بقدر اونکے حصون کے ھم مطلقًا یعنی خواہ سنر کی حاجت ہو کہیت کے پختہ ہونے سے پہلے یا بعد اوسکے کذا فی الحلبی واما
قبل مضیہا فکل عمل قبل انتہاء الزرع کنفقۃ بذر ومؤنۃ حفظ وکری نہر علی العامل ولو بلا اشتراط فاذا تناہی بقی مال مشترک فیجب
علیہما مؤنتہ کحصاد ودیاس کذا حررہ المصنف وحمل علیہ اصل صدر الشریعۃ فلیحفظ اور مزارعت کی مدت گذر جانے سے پہلے تو جو عمل کہیت
پختہ ہونیکے قبل ہے جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور نہر صاف کرنے کی محنت ہے وہ عامل پر ہے اگرچہ اسکی شرط نہوئی ہو پہر جب کہیت پختہ ہوکر کمال کو پہنچا
تو اب مال مشترک ہوکر باقی رہیگا تو عامل اور مالک مین دونوں پر خرچ اوسکا واجب ہوگا چنانچہ کہیت کو کاٹنا اور دائین چلانیکی اجرت اسیطرح تحریر کی ہے مصنف نے
اپنی شرح مین اور اسی پر یعنی ما قبل مضی مدۃ پر صدر الشریعۃ کے قاعدہ کو محمول کیا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ھم صدر الشریعۃ نے یون کہا ہے کہ جو عمل قبل
پختگی کے ہے وہ عامل پر ہے مصنف نے یہہ محمول قبل انقضاء مدت مزارعت پر تا بقاء عقد اور استحقاق عمل عامل پر منحصر کیا کیونکہ مدت کے بعد نہ عقد ہے نہ استحقاق
فان شرطاہ علی العامل فسدت کما لو شرطاہ علی رب الارض پہر اگر عاقدین نے بعد پختگی عمل شرط کیا عامل یعنی مزارع پر تو عقد فاسد ہے چنانچہ فاسد ہے
اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو مات رب الارض والزرع بقل فان العمل
فیہ جمیعًا علی العامل او وارثہ لبقاء مدۃ العقد والعقد یوجب علی العامل عملا یحتاج الیہ الی انتہاء الزرع برخلاف سابق یہہ صورت ہے کہ اگر
صاحب زمین مرگیا اور کہیت ہنوز گہاس اور ساگ ہے یعنی دانہ نہیں نکلا تو اوسمین تمام عمل عامل پر ہے یا اوسکے وارث پر بسبب باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا
ہے عامل پر وہ عمل جسکی طرف حاجت ہے تا انتہاء زرع چنانچہ مذکور ہوچکا ھم حلبی نے کہا قولہ بخلاف مرتبط ہے قولہ ونفقۃ الزرع علیہما بالحصص ولو مات
قبل البذر بطلت ولا شیء للکراب کما مر وکذا لو فسخت بدین محیط مجتبی اور اگر زمین کا مالک مرگیا بیج ڈالنے سے پہلے تو عقد باطل ہوگیا اور مزارع کی
جوتائی کی کچہ اجرت نہیں چنانچہ مذکور ہوچکا اور اسیطرح جوتائی کی کچہ اجرت نہوگی اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب ایسے دین کے جو مستغرق ہے زمین کی طرف
کذا فی المجتبی وصح اشتراط العمل کحصاد ودیاس وتنسیف علی العامل عند الثانی للتعامل وہو الاصح وعلیہ الفتوی ملتقی اور صحیح ہے شرط کرلینا
عمل کا چنانچہ کہیت کاٹنا اور مانڈنا (بیلون سے روندنا) اور غلہ کو بہوسے سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول اصح ہے اور اسی پر فتوی ہے
کذا فی الملتقی ھم عمل مذکور بلا شرط عاقدین پر ہے اور شرط سے مزارع پر لازم ہے بحکم عرف کذا فی الطحطاوی وعن الخانیۃ الغلۃ فی المزارعۃ مطلقًا ف
لو فاسدۃ امانۃ فی ید المزارع یتفرع علیہ بقولہ مزارعت مین مطلقًا اگرچہ مزارعت فاسد ہو غلہ امانت ہے مزارع کے ہاتھ مین پہر مصنف نے اس
قول پر تفریع کی بقول آیندہ فلا ضمان علیہ لو ہلکت الغلۃ فی یدہ بلا صنعہ فلا تصح بہا الکفالۃ تو مزارع پر تاوان نہیں اگر غلہ تلف ہوگیا اوسکے
پاس بیدون اوسکے کرتب کے تو غلہ کی ضامنی صحیح نہیں نعم لو کفل بحصتہ ان استہلکہا صحت المزارعۃ والکفالۃ ان لم تکن علی وجہ الشرط والا فسدت
المزارعۃ خانیہ ہان اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب زمین کے حصے کا اگر مزارع اوسکو تلف کرڈالے تو مزارعت اور ضمانت دونوں صحیح ہیں بشرطیکہ کفالت
بطریق شرط کے نہوا اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہوگی تو مزارعت فاسد ہوجاویگی کذا فی الخانیۃ ھم کفالت مذکورہ اسواسطے صحیح ہوتی کہ وجوب ضمان کے
سبب کیطرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کیطرف ومثلہ فی الحکم المعاملۃ ای المساقاۃ فان حصۃ الدہقان فی ید العامل امانۃ اور مزارعت کی
مانند حکم مین معاملت یعنی مساقات ہے اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے ہاتہہ مین امانت ہے واذا قصر المزارع فی سقی الارض حتی ہلک الزرع بہذا
السبب لم یضمن المزارع فی المزارعۃ الفاسدۃ ویضمن فی الصحیحۃ لوجوب العمل علیہ فیہا کما مر وھی فی یدہ امانۃ فیضمن بالتقصیر اور جبکہ مزارع
نے قصور کیا زمین کے سینچنے مین یہان تک کہ کہیت خشک ہوگیا اس سبب سے تو مزارع تاوان نہ دیگا مزارعت فاسدہ مین اور تاوان دیگا مزارعت صحیحہ مین بسبب

واجب ہونے عمل کے مزارع پر سمجھے بین نہ فاسدہ مین جیسا کچھ مذکور ہو چکا اور غلہ اوسکے پاس امانت ہی تو ضمان دیگا بسبب تقصیر کے ق السراجیة اگر ترك السقي عمداً حتى يبس ضمن وقت ما ترك السقي قيمته نابتاً في الارض وان لم يكن للزرع قيمة قومت الارض مزروعة وغير مزروعة فيضمن فضل مابينهما کسراجیہ مین ہے کہ ایک مزارع نے سینچنا عمداً چھوڑ دیا یہانتک کہ کہیت خشک ہو گیا تو سینچائی چھوڑنے کیوقت جو زمین مین تھے کہیت کی قیمت ہوا وسکا تاوان دے اور اگر کہیت کی کچھ قیمت نہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت مقرر کیجائے تو جس قدر دونون زیادتی ہوا وتنا ضمان دے ھ یعنی مثلاً اگر زمین مزروعہ کی قیمت چالیس ہو اور غیر مزروعہ کی تیس تو دس کا ضمان دے **فروع** مسائل لکھے شارح نے اخر الاكار السقي ان تاخيراً معتاداً الا يضمن والا ضمن مزارع نے سینچائی مین تاخیر کی تو اگر ویسی تاخیر کی عادت ہو مزارعین مین اور کہیت خشک ہو جائے تو تاوان نہ دے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے شرط عليه الحصاد فتغافل حتى هلك ضمن الا ان يؤخر تاخيراً معتاداً مزارع پر کہیت کاٹنا مشروط ہوا سوا اوسنے یہانتک غفلت کی کہ وہ تلف ہو گیا تو وہ تاوان دے مگر یہ کہ اتنی تاخیر کرے جسکی عادت ہو تو تاوان نہین ترك حفظ الزرع حتى اكله الدواب ضمن وان لم يمنع الجراد حتى اكل كله ان امكن طرده ضمن والا لا بزازیہ مزارع نے نگہبانی کہیت کی یہانتک چھوڑی کہ اوسکو چوپائے جانور کہا گئے تو تاوان دے اور اگر اوسنے ٹڈی نہ ہانکی یہانتک کہ سارا کہیت کہا گئی تو اگر اسکا ہانکنا ممکن تہا تو تاوان دے اور اگر ممکن نہ تہا تو تاوان نہین کذا فی البزازیہ زرع ارض رجل بلا امره طالبه بحصة الارض فان كان العرف جارياً في تلك القرية بالنصف او بالثلث ونحوه وجب ذلك ایکمرد نے دوسرے مرد کی زمین مین زراعت کی بدون اوسکا امر کے تو صاحب زمین اوسے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اوس گانون مین عرف جاری ہو نصف یا ثلث اور مانند اسکی تو وہی واجب ہوگا حرث بين رجلين الى احدهما ان يسقيه اجبر فلو فسد قبل رفعه للحاكم لا ضمان عليه وان رفع الى القاضي امره بذلك فامتنع ضمن جواهر الفتاوى ایک کہیت ہی دو شخصون کی شراکت مین ایک شخص نے اوسکو سینچنے سے انکار کیا تو اوسپر زبردستی کیجائے سینچنے مین اور اگر کہیت بگڑ گیا حاکم سے نالش کرنے سے پہلے تو اوسپر تاوان نہین اور اگر اوسنے قاضی سے نالش کی اور اوسنے اوسکو سینچنے کا حکم کیا پھر بھی اوسنے نمانا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا کذا فی جواہر الفتاوی ھ ظاہر اس مسئلہ کیصورت یہ ہے کہ کہیت شترک ہی نہ بطریق مزارعت کی اسواسطے کہ مزارعت کا حکم مصنف اور شارح ذکر کر چکا ہے شرط البذر على المزارع ثم دفعها رب الارض على وجه الاعانة فمزارعة والا فنقض لها بیج شرط ہوا مزارع پر پھر کہیت بویا صاحب زمین نے تو اگر یہہ بوجہ اعانت ہی تو یہہ مزارعت اور نہین تو مالک کا بونا مزارعت کا توڑ دینا ہے دفع الارض المستاجرة من الاجير مزارعة جاز ان البذر من المستاجر ومعلما يجب المستاجر اجارہ کی زمین مالک زمین کو دی بطریق مزارعت کے تو جائز ہی اگر بیج مستاجر کا ہو اور اگر بطریق مساقات کو دی تو جائز نہین استاجرها ثم دفعها الى صاحبها ليعمل فيها جاز الكل من منح المصنف مستاجر نے زمین اجارہ لی پہر مستاجر سے مالک زمین نے زمین اجارہ لی تا اوسمین عمل کرے تو جائز ہے یہہ سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہین ھ عمل سے ہر قسم کا عمل مراد ہے سوا مساقات کے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مالک کو بطریق مساقات کے زمین دینا جائز نہین قلت وفي اخر جناية البهيمة معزياً للخلاصة بستاني ضيع امر البستان وتغافل حتى دخل الماء وتلفت الكروم والحيطان قال يضمن الكروم لا الحيطان ولو فيه الحصرم ضمن الحصرم لا العنب لنهاية فصادفه عليهما قلت وبضمن العنب في عرفنا حانته مین کہتا ہون اور منح الغفار مین جناية البهيمة کی آخر باب مین خلاصہ سے منقول ہی کہ بستانی یعنی مساقی نے ضائع کر دیا کام باغ کا اور غافل ہو گیا یہانتک کہ پانی باغ مین داخل ہوا اور انگور کے درخت اور دیوارین تلف ہو گئین صاحب خلاصہ نے کہا کہ تاوان دے درختون کا نہ دیوار کا اور اگر درختون مین خام انگور ہو تو اوسکا بہی تاوان دے نہ پختہ انگور کا اسواسطے کہ وہ اپنے کمال کو پونہچ گیا تو اوسکی نگہبانی مساقی اور مالک دونون پر واجب ہو گئی مین کہتا ہون اور ہمارے عرف مین پختہ انگور کا بہی تاوان دے انتہے ما في المنح انفق بلا اذن الاخر ولا امر قاض فهو متبرع كمرمة دار مشتركة خرچ کیا بلا اذن دوسرے کی اور بدون امر قاضی کے تو وہ متبرع ہے یعنی اوسنے احسان کیا دوسرے سے خرچ کا مطالبہ نہین کر سکتا جیسے مشترک گھر کا مرمت کرنا بلا اذن شریک کا موجب رجوع نہین ھ صورت اوسکی یہ ہے کہ مزارع غائب ہے انقضاء مدت سے پہلے تو شخص حاضر خرچ کرے قاضی کا حکم لیکر اور

صرف کیا غائب ہی پہیلے خواہ کہیت باقی رہے یا تلف ہو جاوے اور اسیطرح اگر مزارع محتاج ہو جسکا کچھ مال نہین تو بھی جواب ہے اور اگر بدون حکم قاضی صرف کریگا تو متبرع ہوگا اور اگر مدت اجارہ منقضی ہوگئی اور مالک مین غائب ہوگیا اور کہیت ہنوز گہاس اور ساگ ہی تو قاضی مزارع کو خرچ کرنیکا حکم دیگا مگر جب گواہی ثابت ہو کہ کہیت اوسمین اور غائب مین مشترک ہی اور اگر بدون امر قاضی خرچ کریگا تو متطوع ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی مختصراً مات العامل فقال وارثه انا اعمل الی ان یستحصد فله ذلک وان کره رب الارض ملتقی مزارع مرگیا سو اوسکے وارث نے کہا کہ مین عمل کرونگا کہیت کاٹنے تک تو وہ اوسکو درست ہے اگرچہ صاحب زمین نا خوش ہو کذا فی الملتقی د فی الوهبانیه ویاخذ ارضا للیتیم وصیه مزارعة ان کان ما هو بذره اور یتیم کا وصی یتیم کی زمین لیوے بطریق مزارعت کے اگر یتیم نہو بیج ڈالنے والا هم اگر بیج وصی کا ہو تو مزارعت جائز ہے اور اگر یتیم کا بیج ہو تو جائز نہین اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ص ولو قال بذر الارض منی مزارع + له القول بعد الحصد والخصم یکذب اور اگر مزارع کہے کہ زمین کا بیج میرا ہے تو اوسیکا قول مقبول ہوگا کہیت کاٹنے کے بعد اور حالانکہ طرف ثانی اسکا منکر ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المساقاة

یہ کتاب مساقات کے احکام مین لا یخفی مناسبتها پوشیدہ نہین مناسبت مساقات کی مزارعت سے هم اسواسطے کہ دونون عقد شرعی ہین تحصیل منفعت کیواسطے فرق اتنا ہے کہ مزارعت مین کہیت کی خبرگیری سے سینچنے وغیرہ سے اور مساقات مین باغ اور درختونکی اصلاح ہی سینچائی وغیرہ سے هی معاملة بلغة اهل المدینة مساقات اہل مدینہ کی زبان مین معاملت ہے یعنی اہل مدینہ مساقات کو معاملہ کہتے ہین فهی لغة وشرعا معاقدة دفع الشجر والکروم وهل المراد بالشجر ما یعم غیر المثمر کالحور والصفصاف لو ارکالی من یصلحه بجزء معلوم من ثمره تو مساقات باعتبار لغت اور شرع کے عبارت ہے معاقدہ دفع شجر سے یعنی درخت اور انگور کی بیل دینا اوس شخص کو جو درخت کی اصلاح کرے کچھ اوسکی مین پہلو نپر اور کیا شجر سے وہ درخت بھی مراد ہے جو درخت غیر مثمر کو بھی شامل ہو چنانچہ جوز اور صفصاف کا درخت مین نے اسکو نہین دیکہا کتب فقہ مین هم یعنی مساقات کے معنی لغوی اور شرعی مین کچھ فرق نہین اور یہی قول نہایہ مین ہے اور ظاہر کلام زیلعی اور عینی اور مسکین اور درر مغائرت پر دلالت کرتا ہی زیلعی نے اور اسیطرح صاحب درر نے کہا مساقات مفاعلت ہی سقی سے حلبی نے کہا تعریف مساقات مین ثمر مصرح ہے تو اشجار غیر مثمرہ کو کیونکر شامل ہوگی مگر یون جواب دیا جاوے کہ ذکر اوسکا بنا بر عادت غالب کے ہے وهی کالمزارعة حکما وخلافا اور مساقات مزارعت کی مانند ہی از راہ حکم اور اختلاف کے یعنی امام کے نزدیک مساقات صحیح نہین برخلاف صاحبین کے اور حکم مساقات یہہ ہی کہ وہ صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے وکذا شروطا تمکن هنا فخرج بیان البذر ونحوه اور اسیطرح مساقات مزارعت کی مانند ہی اون شروط مین جو یہان ممکن ہین امکان کی قید اسواسطے لگائی تا بیج وغیرہ کا چنانچہ اوسکی جنس اور مقدار کا بیان کرنا نکلجاوے هم شروط ممکنہ مساقات چنانچہ اہلیت متعاقدین کی اور بیان کرنا حصہ عامل کا اور تخلیہ کردینا عامل اور اشجار مین اور شرکت پہل مین جو پیدا ہو الا فی اربعة اشیاء فلا تشترط هنا اذا امتنع احدهما یجبر علیه اذ لا ضرر بخلاف المزارعة کما مر مگر چار چیزون مین سو وہ یہان شرط نہین ہوتی ایک یہہ جبکہ احد العاقدین انکار کرے تو اوسپر مساقات مین جبر کیا جاویگا اسواسطے کہ کوئی ضرر نہین برخلاف مزارعت چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی اگر صاحب تخم مزارعت مین انکار کرے تو اوسپر جبر نہین واذا انقضت المدة ترک بلا اجر ویعمل بلا اجر وفی المزارعة باجر دوسرے جبکہ مساقات کی مدت منقضی ہوجاوے تو چھوڑ دیجاوے بدون اجر کے اور اوسمین عمل کیا جاوے بدون اجر کے اور مزارعت مین اجرت کے ساتھ هم یعنی مدت مساقات اگر منقضی ہوجاوے اور پہل خام ہون تو عامل کو جائز ہے کہ خبرگیری کیا کرے پہل پختہ ہونے تک جسطرح مزارع کو جائز ہے لیکن مزارعت مین مزارع پر اجرت زمین کی بقدر اوسکے حصے کے واجب ہوگی اور مساقات مین بقدر اوسکے حصے کے اجرت واجب نہین اسواسطے کہ اشجار کا اجارہ درست نہین بخلاف مزارعت کہ وہان زمین کا اجارہ ہوگا اور وہ درست ہی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی واذا استحق النخیل یرجع العامل باجر مثله وفی المزارعة بقیمة الزرع اور جبکہ نخلستان مین استحقاق غیر ثابت ہو تو عامل اپنی اجرت مثل پہیرے اور مزارعت مین کہیت کی قیمت لے هم عامل اوسوقت اجر مثل لیگا جب کہ کہجور مثمر ہوا اور اگر پہل نہون تو کچھ اجر نہین کذا فی الطحطاوی عن التتارخانیة والرابع بیان المدة لیس بشرط هنا استحسانا للعلم بوقته

عادۃً اور چوتھی چیز جو مزارعت مین شرط ہے اور مساقات مین نہین بیان کرنا ہے مدت کا سو بیان مدت یہان استحساناً شرط نہین بسبب معلوم ہونے اوسکے
وقت کے بطریق عادت کے ھ یعنی پختگی پھل کا وقت مقرر ہے اوسمین کم تفاوت پڑتا ہے وحینئذ تقع علی اول ثمر یخرج فی اول السنة
اور اسوقت یعنی درصورت عدم ذکر مدت مساقات واقع ہوگی پہلی پھل پر جو پیدا ہوا اول سال مین ھ یعنی مساقات منعقد ہوگی اول ثمر پر جو اس سال مین تھا یہ
اسواسطے کہ وہ متیقن ہے اور مابعد اوسکا مشکوک ہے و فی الرطبة علی ادراک بذرها اذ الرغبة فیه وحدہ اور درصورت عدم بیان مدت رطبہ مین مساقات
منعقد ہوگی اوسکی بیج کے پکنے پر اسواسطے کہ اوسکی فقط بیج ہی مین رغبت ہوتی ہے ھ رطبہ بفتح اول ولایت مین عمدہ چارہ ہے کہ ایکبار کا بویا سالہا سال رہتا
ہے اسکی بیج کی زیادہ قدر ہے طحطاوی نے کہا رطبہ جبتک تر رہتا ہے اوسکو قضب کہتے ہین اور اہل مصر برسیم کہتے ہین اور خشک کو دریس بولتے ہین اور بعضون نے کہا رطبہ سے جمیع
بقول مراد ہین چنانچہ شارح نے قول ثانی پر اقتصار کیا ہے اگلی عبارت مین انتہی اور فارسی مین رطبہ کو سپست کہتے ہین فان لم یخرج فی تلک السنة
ثمر فسدت اور اگر اوس سال مین پھل نہ پیدا ہو تو مساقات فاسد ہوگی درصورت عدم بیان مدت ولو ذکر مدۃ لا تخرج الثمرة فیها فسدت اور اگر ایسی
کمتر مدت ذکر کرے جسمین پھل پیدا نہو تو مساقات فاسد ہے و لو تبلغ الثمرة فیها او لا تبلغ صح لعدم التیقن بفوات المقصود اور اگر اتنی مدت
مذکور ہو کہ گاہے اوسمین پھل پختہ ہو اور گاہے نہ پختہ ہو تو عقد صحیح ہے بسبب عدم تیقن فوت مقصود کے ھ بلکہ اوس مدت مین مقصود کا احتمال ہے اور بسبب
آفت کے احتمال موجود ہے مساقات اور مزارعت مین فلو خرج فی الوقت المسمی فعلی الشرط لصحة العقد والا فسدت فللعامل اجر المثل
لیدوم عمله الی ادراک الثمر تو اگر پھل پیدا ہوا وقت معین مین تو مساقات اپنی شرط پر ثابت ہے بسبب صحیح ہو جانے عقد کے اور اگر پیدا نہو تو
مساقات فاسد ہے سو عامل کیواسطے اجرت مثل ہے تاکہ اوسکا عمل ہمیشہ بنا رہے پھل پکنے تک ولو دفع غرساً فی الارض لم تبلغ الثمرة علی ان
یصلحها فما خرج کان بینهما تفسد هذه المساقاة ان لم یذکر اعواما معلومة وان ذکر ذلک صح اور اگر ایسی پود ہے درخت جو زمین مین قائم
ہین اور ہنوز اونکے پھلنے کی نوبت نہین پونچی مالک نے باغبان کو دیے اس شرط پر کہ اونکی خبرگیری اور درستی کرے اور جو پھل پیدا ہوا وہ دونون مین
نصفا نصف ہو تو یہ مساقات فاسد ہے اگر وہ چند سال معین کو ذکر نکرے اور اگر ذکر کرے اوسکو تو عقد صحیح ہے ھ بیان مدت اسصورت مین اسلیے ضرور ہوا کہ
نئے درختونکا پھل لانا نہایت متفاوت ہوتا ہے باعتبار قوت اور ضعف اراضی کے تو اسکا اول ثمر پر محمول کرنا ممکن نہین کذا فی الزیلعی وکذا لو دفع اصول
رطبة فی ارض مساقاة ولم یسم المدة اور اسیطرح مساقات فاسد ہے اگر رطبہ کی جڑین جو زمین کے اندر ہین بطور مساقات کو دین ھ یعنی بقاء اصول
تک مساقات فاسد ہے اسواسطے کہ اوسکی انقطاع کی حد مقرر نہین کیونکہ رطبہ کی جڑین بڑہا کرتی ہین جبتک زمین مین قائم رہین تو مدت مجہول ٹھہری کذا فی الزیلعی
بخلاف الرطبة فانه یجوز وان لم یسم المدة ویقع علی اول جزة یکون بخلاف رطبہ کے کہ اوسکی مساقات جائز ہے اگرچہ مدت مذکور نہو اور عقد
واقع ہوگا اول تراش پر جو عقد کے بعد ہو ھ اسواسطے کہ اوسکی نہایت کی حد ہے چنانچہ چھ مہینے کذا فی الدرر ولو دفع رطبة انتهی جذاذها علی
ان یقوم علیها حتی یخرج بذرها ویکون بینهما نصفین جاز بلا بیان المدة والرطبة لصاحبها اور اگر مالک نے رطبہ دی جسکے قطع کا وقت منتہی
ہوگیا اس شرط پر کہ عامل اوسکی خبرگیری کیا کرے یہانتک کہ اوسکا بیج پیدا ہو اور بیج دونون نصفا نصف ہو تو مساقات جائز ہے بدون بیان کرنے
مدت کے اور رطبہ اوسکے مالک کی ہے ھ اسواسطے کہ بیج کا وقت مزارعین کے نزدیک معلوم ہے اور بیج نکلنا عامل کی محنت سے ہے تو مناصفہ مشروط کرنا
صحیح ہوگیا اور رطبہ فقط مالک کا ہوا اسواسطے کہ عامل کی محنت کا اوسمین کچھ اثر نہین کذا فی الدرر ولو شرطا الشرکة فیها ای فی الرطبة فسدت
لشرطهما الشرکة فیما لا ینمو بعمله اور اگر دونون نے رطبہ مین بھی شرکت شرط کی تو مساقات فاسد ہے اسواسطے کہ اونہون نے اوسمین شرکت شرط کی
جو نہین بڑہا عامل کی محنت سے یعنی رطبہ تو موجود تھا اوسکی محنت سے پہلے وتصح فی الکرم والشجر والرطاب المراد منها جمیع البقول واصول
الباذنجان والنخل وخصهما الشافعی بالکرم والنخل اور مساقات صحیح ہے انگور کی بیل اور درخت اور رطاب مین رطاب سے مراد جمیع بقول ہین اور
مساقات صحیح ہے بیگن کی جڑ و بیخ اور کھجور مین اور امام شافعی نے مساقات کو مخصوص کیا ہے انگور اور کھجور مین ولو فیه ای الشجر المذکور ثمرة نیئة

مُدرِکۃٍ یعنی تزید بالعمل وان مُدرکۃ قد انتہت لا تصحّ کالمزارعۃ لعدم الحاجۃ مساقات صحیح ہی اگر درخت مذکور مین کچا پھل ہو یعنی جو عامل کی محنت
سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو پہونچ گیا تو مساقات صحیح نہین مزارعت کی مانند عدم حاجت کی سبب سے کذا فی شرح الوقایۃ دفع ارضاً بیضاء مدّۃ معلومۃ
لیغرس ویکون الارض والشجر بینہما لا تصح لاشتراط الشرکۃ فیما ھو موجود قبل الشرکۃ فکان کقفیز الطحان فتفسد زمین سفید یعنی خالی صاف زمین
دی مدت معین پر تاکہ عامل اوسمین درخت لگاوے اور زمین اور درخت دونون نصفا نصف ہو تو مساقات صحیح نہین بسبب شرط ہونے شرکت کے اوس چیز
مین جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنی زمین تو یہہ قفیز الطحان کی مانند ہوا تو فاسد ہوگا والثمر والغرس لرب الارض تبعاً لارضہ وللآخر قیمۃ
غرسہ یوم الغرس واجر مثل عملہ اور مسئلہ مذکورہ مین پھل اور درخت صاحب زمین کا ہے اوسکی زمین کا تابع ہوکر اور دوسرے شخص یعنی عامل کے
واسطے اوسکی درخت کی قیمت ہی جو قیمت کہ درخت لگانیکے دن تھی اور اوسکے عمل کی اجرت مثل ہے وحیلۃ الجواز ان یبیع نصف الغراس بنصف
الارض ویستاجر رب الارض العامل ثلث سنین مثلاً بشیء قلیل لیعمل فی نصیبہ صاحب الشریعۃ اور شرکت مذکورہ کی جواز کا یہہ حیلہ ہی کہ عامل
آدھے درختوں کو بعوض آدھی زمین کے بیع کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلاً تین سال کیواسطے نوکر رکھ لے تھوڑیسی اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ مین وہ محنت
کرکے درخت طیار کردے کذا فی شرح الوقایۃ لصدر الشریعۃ ھم تو اس تدبیر سے صاحب زمین نصف زمین اور نصف درختون کا مالک ہوگا اوسیطرح عامل
نصف زمین اور نصف درختونکا مالک ٹھیرےگا اور تین سال سے مراد وہ مدت ہی جسمین درخت پھلنے کے لائق ہوجاوین ذھبت الریح بنواۃ رجل والقتھا
فی کرم آخر فنبتت منہا شجرۃ فھی لصاحب الکرم اذ لا قیمۃ للنواۃ ایکمرد کی گٹھلی کو ہوا اوڑا لیگئی اور دوسرے شخص کے باغ مین اوسکو ڈالا سو
اوس سے درخت جما تو وہ درخت صاحب باغ کا ہی اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھہ قیمت نہین وکذا لو وقعت خوخۃ فی ارض غیرہ فنبتت لان الخوخۃ
لا تنبت الا بعد ذھاب لحمہا اور اسیطرح اگر شفتالو دوسرے کی زمین مین گرا پھر وہان جما تو زمین کے مالک کا ہوگا اسواسطے کہ شفتالو نہین جمتا مگر اوسکے
گوشت کے جانیکے بعد یعنی جسوقت فقط گٹھلی باقی رہی اور گٹھلی کی کچھہ قیمت نہین وتبطل ای المساقاۃ کالمزارعۃ بموت احدھما ومضی
مدتھا والثمر نِیٌّ ھذا قید لصورتی الموت ومضی المدۃ اور مساقات مزارعت کی مانند باطل ہو جاتی ہے احد العاقدین کی موت سے اور مساقات کی مدت
منقضی ہو جانے سے اور حالانکہ پھل کچا ہے شارح نے کہا یہہ یعنی خامی ثمر موت اور انقضاء مدت دونوں کی قید ہی فان مات العامل تقوم ورثتہ
علیہ ان شاؤا حتی یدرک الثمر وان کرہ الدافع ای رب الارض وان ارادوا القلع لم یجبروا علی العمل سو اگر عامل مرگیا تو اوس کے
وارث اوسپر قائم رہین اگر چاہین یہان تک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنی زمین کا مالک اسکو پسند نکرے اور اگر وارث پھل توڑنا چاہین تو عمل کرنے
پر انپر جبر نہوگا ھم اور مالک زمین کو اسصورت مین تین امر مین اختیار ہے چاہے وارثونکے ساتھہ وہ بھی کچا پھل توڑ لے اور قسمت کر لے اور چاہے
عامل کے حصے کی قیمت دیوے اور سب پھلونکا مالک ہو اور چاہے خرچ کرکے پھلونکی خبرگیری کرا دیوے اونکی پختگی تک اور جو صرف ہو وہ عامل کے حصہ
جو پھلون مین سے مجرا کر لے کذا فی الطحطاوی وان مات الدافع یقوم العامل کما کان وان کرہ ورثۃ الدافع دفعاً للضرر اور اگر دینے والا یعنی
مالک مین مرجاوے تو قائم رہے عامل عمل پر جسطرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہون یہہ حکم رفع ضرر کے سبب سے ہی ھم اور اگر عامل کچے پھل
توڑ لینے پر راضی ہو تو اوسکو اختیار ہی اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اوسکی ضرر دفع کرنے کیواسطے تھا تو اگر وہ خود راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہوگا
اور مالک زمین کے وارثونکو خیارات ثلثہ متقدمہ ہین کذا فی الطحطاوی وان ماتا فالخیار فی ذلک لورثۃ العامل کما مرّ اور اگر عامل اور مالک زمین
دونو مرگئے تو اوسمین عامل کے وارثونکا اختیار ہی جیسا کہ مذکور ہوچکا وان لم یمت احدھما بل انقضت مدتھا ای المساقاۃ فالخیار للعامل
ان شاء عمل علی ما کان اور اگر احد العاقدین سے کوئی نہ مرگیا بلکہ مساقات کی مدت منقضی ہوگئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے
جسطرح مدت کے اندر کرتا تھا تا پختگی ثمر اور چاہے نہ عمل کرے وتفسخ بالعذر کالمزارعۃ کما فی الاجارات اور مساقات فسخ کیجاتی ہی عذر سے
مزارعت کی مانند جیسا کہ اجارات مین فسخ ہوتا ہی عذر سے ومنہ کون العامل عاجزاً عن العمل وکونہ سارقاً یخاف علی ثمرہ وسعفہ منہ

دفعًا للضرر اور منجملہ عذرات عامل کا عاجز ہونا عمل سے اور اوسکا چور ہونا کہ اوسکی طرفسے خوف ہو اوسکے پھل ورشاخونپر فسخ جائز ہو دفع ضرر کیواسطے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ما قبل الادراک کسقی و تلقیح و حفظ فعل العامل ومابعدہ کجذاذ و حفظ فعلیہما ولو شرط علی العامل فسدت اتفاقا ملتقی والاصل ان ما کان من عمل قبل الادراک کسقی فعلی العامل وبعدہ کحصاد علیہما کما بعد القسمۃ فلیحفظ جو عمل کہ پختگی ثمر سے پہلی ہی چنانچہ سینچنا اور تلقیح کرنا اور نگہبانی سو وہ عامل پر ہے اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہی جیسے پھل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونوپر لازم ہی اور اگر عمل بعد از پختگی بھی عامل پر شرط کیا جاوے تو مساقات فاسد ہوگی بالاتفاق کذا فی الملتقے اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینچنا تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد پختگی ہو چنانچہ قطع کرنا وہ دونوپر ہے چنانچہ قسمت کے بعد دونوپر ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے دفع کرمہ معاملۃ بالنصف ثم زاد احدہما علی النصف ان زاد رب الکرم لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم وان زاد العامل جاز لانہ اسقاط مالک نے انگور کی بیل نصفا نصف پر بطور مساقات کسی کو دی پھر ایک شریک نے نصف پر کچھہ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انگور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ یہہ ہبہ ہے اوس شی کا جو قسمت پذیر ہو اور اگر عامل زیادہ کرے تو جائز ہے اسواسطے کہ یہہ اسقاط ہی یعنی اپنا حق کم کر دیا دفع الشجر لشریکہ مساقاۃ لم یجز فلا اجر لہ لانہ شریک فیقع العمل لنفسہ درخت دیا اپنے شریک کو بطور مساقات کے تو جائز نہیں اور اوسکی واسطے اجرت بھی نہیں اسواسطے کہ وہ شریک ہی تو عمل اوسکی ذات کیواسطے واقع ہوگا هم یعنی عمل اصالتا اپنی ذات کیواسطے ہوگا اور تبعًا غیر کیواسطے و فی الوہبانیۃ وما للساقی ان یساقی غیرہ وان اذن المولی لہ ان یساقیا اور وہبانیہ میں ہے اور مساقی یعنی عامل کو جائز نہیں ہیہ کہ اپنے غیر کو بطور مساقات کے دیوے اور اگر مالک اذن دیوے اوسکو تو معیوب نہیں هم یعنی اگر مالک یون کہے کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے عامل کو مساقات کرنا درست ہی چنانچہ شرح وہبانیہ اور عالمگیریہ سے مستفاد ہوتا ہی تو اگر نا تمام بجا ہوا اذن اطلاق دیا تا تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا وای شیاہ دون ذبح یحلہا وای المساقی والمزارع یکفر اور وہبانیہ کی پہیلیون میں ہے یہہ پہیلی ہے اور کس بکری کو بدون ذبح کرنیکے شارع حلال رکہتا ہی اور کونسے مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہین هم پہلے سوال کا جواب یہہ ہے کہ وہ بکری مراد ہی جو جنگل مین وحشی ہوگئی کسیطرح اوسکے مالک کو نہین ملتی ہے کہ اوسکو ذبح کرے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہو جاتی ہے خواہ زخم ہاتھہ پانون پر لگے خواہ پیٹ یا پیٹہہ مین اور دوسرے سوال کا جواب یہہ ہے کہ ہر مساقی اور مزارع کافر ہے اسواسطے کہ کفر لغت مین معنی چہپانیکے ہے اور ہر باغبان اور کسان تخم بوتا ہی تو اوسکو خاک مین چہپاتا ہی تو یہان کافر لغوی مراد ہی نہ کافر اصطلاحی خاتمہ منح الغفار مین ہے کہ محمد بن فضل کی فتاوی مین کہا کہ قولہ تعالی یا ایہا الذین امنوا کلوا مما فی الارض حلالا طیبا مین حلال تو معلوم ہے اور طیب وہ ہے کہ زمین لے بطریق مزارعت یا مساقات کے یا اپنی زمین مین زراعت کرے اسطرح کہ نماز پنجگانہ جماعت سی اوقات مستحبہ مین ادا کری تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز مین بہی بسبب اشتغال زراعت کی تاخیر کریگا وقت مستحب سی تو اوسکی زراعت طیب نہوگی اور اسیطرح اگر بیج بویگا یا درخت لگا دیگا بدون طہارت کے یا مزدور کی مزدوری ندیگا یا مزدوری دینے مین اتنی دیر کریگا کہ پسینہ مزدور کا خشک ہوگیا یا ادای ثمن مین مدت معین کے ہو جانیکے بعد تاخیر کریگا یا ثمن متفرق دیگا بدون رضامندی بائع کے تو اوسکی کہیتی طیب نہوگی اور مستحب یہہ ہے کہ بیج زمین مین ڈالے طہارت کرکے پھر کہیت کے کنارہ پر دو رکعتین نماز پڑہے اور یہہ دعا کرے اللہم انی عبد ضعیف سلمت ہذا الیک فسلمہ لی وبارک لی فیہ پہر درود پڑہے تو حق تعالی اس کہیت کو آفات سی بچا دیگا اور اوسمین برکت کریگا اور جب کہیت پختہ ہو تو مستحب ہو کہ بہی کہیل یا وزن کرنیوالا طہارت کرکے قبلہ رخ بیٹہے اور نہین تو برکت نہوگی پہر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑہے اور یہہ دعا کرے یا رب القیت بذرا قلیلا واعطیتنی شیئا کثیرا فاجعلہا قوت طاعۃ ولا تجعلہا قوت معصیۃ واجعلنی من الشاکرین اور اسیطرح درخت لگانے مین کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی تمت والشہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الذبائح

یہہ کتاب ہی حیوانات مذبوحہ کے احکام مین ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی مناسبتہا للمزارعۃ کونہما اتلافا فی الحال للانتفاع بالنبات واللحم فی المآل مناسبت کتاب الذبائح کی کتاب المزارعت سے ہونا دونو کا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا نباتات اور گوشت سی انجام کار مین هم مناسب یہہ تہا کہ شارح ذبائح اور مساقات مین مناسبت

مذکور کرنا اسواسطے کہ ذبائح مساقات سکے بعد مذکور ہے نہ مزارعت کے بعد تو وجہ مناسبت یون یون کہنا حق ہے کہ مساقات اور ذبائح ہر ایک مین حرج شرعی ان نی مذکور ہے مساقات مین پہل اور ذبائح مین گوشت کذا فی الحموی الذبیحۃ اسم ما یذبح کالذبح بالکسر و اما بالفتح فقطع الاوداج ذبیحہ اس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جاوے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے وھو محرم حیوان مین شانہ الذبح خرج السمک والجراد فیحلان بلا ذکوۃ و دخل المتردیۃ والنطیحۃ وکل ما لم یدرک ذکاۃ شرعیا اختیاریا کان او اضطراریا جو جانور کہ شرعا لائق اور قابل ذبح ہے وہ حرام ہے جبتک ذبح نکیا جاوے بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ اضطراری شارح نے کہا لیاقت ذبح کی قید سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونون حلال ہین بدون ذبح کے اور حرمت مین داخل ہوا وہ جانور جو اونچے پر سے گر کے مرگیا اور جو جانور سینگ وغیرہ کا زخم کھاکر مرگیا اور جو حیوان کہ ذبح نکیا گیا ھم حلبی نے کہا کہ شارح جو متن کی عبارت مین تصرف کیا سو تصرف فاسد ہے کہ متن قید نزا تعریف مین آنہ لہذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم کیا وذکاۃ الضرورۃ جرح وطعن وانہار دم فی ای موضع وقع من البدن اور ضرورت کا ذبح زخمی کرنا اور کوچنا اور خون کا بہانا ہے بدن سے جہان کہین زخم واقع ہو ھم کوچنا اور خون بہانا بدون زخم کے نہین ہوتا تو طعن اور انہار دم کی کچھ حاجت نہ تھی وذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ بالفتح المنحر من الصدر اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبہ کی لبہ بفتح لام و تشدید با نحر کرنیکا مقام ہے سینہ سے ھم واضح تر زیلعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم لگانا ہے درمیان لبہ اور لحیین کے اتقانی نے کہا کہ لبہ سر سینہ ہے اور لحیان ذقن ہے اور مصباح مین ہے لبہ سینہ موضع ہے اسکے نحر کرنیکا اور ابی سعد نے کہا کہ لبہ عبارت ہے منحر سے اور منحر موضع ہے نحر کا حلق سے اور موضع قلادہ کا ہے صدر سے کذا فی الطحطاوی وعروقہ الحلقوم کلہ وسطہ او اعلاہ او اسفلہ وھو مجری النفس علی الصحیح اور ذبح کے عروق مین سے ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اوسکے اوپر یا اوسکے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانے کی راہ ہے بر قول صحیح جسکو اہل ہند نرخرا کہتے ہین ھم ہدایہ مین کہا کہ حلقوم مجری ہے طعام اور شراب کا سو کاتب وغیرہ کا سہو ہے بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا صاحب ہدایہ نے کہا کہ ذبح متعین ہے درمیان حلق اور لبہ کے نیچے گرہ کے کمال باشا نے کہا کہ ذبح جائز نہین فوق العقدہ یعنی گرہ کے اوپر اور بعضون نے جواز کا فتوی دیا ہے اور زیلعی نے کہا ہمارے علما نے اگرچہ اکثر عروق اربعہ کا قطع شرط کیا ہے سو حلقوم اور مری مین سے ایک کا قطع سبکے نزدیک ضرور ہے اور جبکہ عقدہ حلقوم مین جانب سر کچھہ باقی نرہیگا تو ایک کا بھی قطع حاصل نہوگا تو وہ ماکول نہوگا بالاجماع اوسیطرح شمنی اور ملا علی اور شرنبلالی نے کہا ہے اور فتاوی عالمگیری اور تجنیس اور مزید مین واقعات سے زیلعی کے موافق منقول ہے تو ظاہر ازیلعی اور اوسکے ساتھیونکا قول حق ہے بالجملہ احتیاط یہی ہے کہ متفق علیہ پر عمل کرنا چاہیے انتہے مختصرا والمری ھو مجری الطعام والشراب اور منجملہ عروق اربعہ مری ہموزن امیر ہے یعنی کہانے اور پینے کی راہ ھم اطبا نے تصریح کی ہے کہ اقصای فم مین دو منفذ مین ایک دم آنے جانے کا منفذ ہے پھیپھڑے کیطرف اوسکو قصبہ ریہ کہتے ہین اور دوسرا طعام اور شراب کا منفذ ہے معدہ کیطرف اوسکو مری بولتے ہین اور حلقوم اور قصبہ ریہ سامنے اور مری اوسکے پیچھے ہے پشت کیطرف والودجان مجری الدم اور منجملہ عروق اربعہ دو ودجان ہین جنمین خون پھرتا رہتا ہے جنکو شہرگ بولتے ہین ھم دونون رگین حلقوم اور مری کی چپ و راست واقع ہین یہہ چارون عروق ذبح کیواسطے اسلیے متعین ہوتین کہ دونون شہرگ کا قطع خون نکل جانے کیواسطے ہے اور حلقوم اور مری کا قطع تعجیل کے واسطے ہو یعنی تاکہ جان جلد نکلجاوے کذا فی الطحطاوی وحل المذبوح بقطع ای ثلث منہا اذ للاکثر حکم الکل اور حیوان مذبوح حلال ہوجاتا ہے عروق اربعہ مین سے تین رگون کے کٹجانے سے کوئی کیون نہو اسواسطے کہ اکثر کےواسطے کل کا حکم ہے یعنی اکثر کل کی برابر ہے ھم تین رگون کا قطع ضرور ہے خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہرگ خواہ حلقوم اور دو شہرگ خواہ مری اور دو شہرگ وھل یکفی قطع اکثر کل منہا خلاف اور کیا کفایت کرتا ہے کل عروق اربعہ مین سے ہر رگ کی اکثر کا قطع ہونا اسمین خلاف ہے ھم شلبی نے حاشیہ مین کہا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عروق اربعہ مین سے کوئی تین رگین جبکہ قطع ہوجاوین تو ذبیحہ حلال ہے اور ابو یوسف سے تین روایتین ہین ایک تو یہی روایت ہے جو مذکور ہوچکی دوسری روایت یہہ ہے کہ حلقوم اور دو رگون کا قطع کرنا شرط ہے تیسری روایت یہہ ہے کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہرگ کا شرط ہے اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ

مین سے ہر رگ کا اکثر کٹنا قدر لکھتے یعنی اگر ہر رگ دو حصہ قطع ہو گیا اور ایک حصہ قطع سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی وحل الذبح بکل ما
افری الاوداج اراد بہا الاوداج کل اربعۃ تغلیبا وانہر الدم ای اسالہ ولو بنار او بلیطۃ ای قشر قصب او مروۃ ھی حجر
ابیض کالسکین یذبح بہا اور ذبح کرنا حلال ہے ہر ایک تیز چیز سے جو اوداج کو کاٹ دے اور خون کو بہا دے اگرچہ قطع اور خونریزی آگ سے ہو یا بانس
یا نرکل کے پوست سے یا باڑہ دار پتھر سے شارح نے کہا مصنف نے اوداج سے چاروں رگوں کا ارادہ کیا باعتبار تغلیب کے اور مروہ وہ سفید پتھر چھری کی مانند جس سے ذبح
کرتے ہیں ھم شلبی نے حاشیہ میں کہا ایک غریب مسئلہ ہے کہ اتقانی نے ہدایہ کی کتاب الجنایات میں ذکر کیا ہے کہ آگ سے ذکاۃ یعنی ذبح ہو سکتا ہے اگر آگ سے بھی
جای مذبح ذبح ہو اور حلقوم اور دونوں شہرگ کو قطع کر دے تو اوسکا کھانا حلال ہے اسکو قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے انتہی اور اوسکے خط سے حاشیہ پر یوں
مذکور ہے کہ یہ روایت اصول شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہے کہ ذکاۃ آگ سے نہیں واقع ہوتی کذا فی الطحطاوی الا سنا وظفرا قائمین کہ
جیسے دانت اور جیسے ناخن سے ذبح کرنا حلال نہیں ولو کانا منزوعین حل عندنا مع الکراھۃ لما فیہ من الضرر بالحیوان کذبحہ بشفرۃ کالۃ اور اگر دانت
اور ناخن منزوع ہوں یعنی علحدہ اور جدا ہوں منہ اور انگلی سے تو ہم حنفیوں کے نزدیک انسے ذبح کرنا حلال ہے کراہت کے ساتھ اسواسطے کہ اسمین ضرر یعنی حیوان
کو تکلیف ہے جیسے جانور کا ذبح کرنا کند چھری سے مکروہ ہے ھم امام شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا حرام ہے کیونکہ حدیث میں منع وارد ہے اور وہ حبشیوں
کی چھریاں ہیں یعنی حبشی لوگ جانور کو دانت اور ناخن سے ذبح کرتے ہیں اور حنفیوں کے نزدیک یہ حدیث غیر منزوع پر محمول ہے کہ حبشیوں کی یہی عادت ہوتا طحطاوی
نے کہا کہ ظاہرا کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے چنانچہ تعلیل کراہت اوسپر دلالت کرتی ہے وندب احداد شفرتہ قبل الاضجاع وکرہ بعدہ کالجر برجلہا
الی المذبح اور مستحب ہے تیز کرنا اپنی چھری کا ذبح کے لٹانے سے پہلے اور تیز کرنا لٹانے کے بعد مکروہ ہے جیسے اوسکا پاؤں پکڑ کے کھینچنا ذبح کی طرف مکروہ ہے
ھم حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالی نے احسان کرنا ہر چیز پر فرض کیا ہے تو جب قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور چاہیے کہ
تیز کرے اپنی چھری کو اور آرام دیوے اپنے ذبیحہ کو وذبحہا من قفاھا ان بقیت حیۃ حتی تقطع العروق والا لم تحل لموتہا بلا ذکاۃ اور مکروہ ہے
جانور کا ذبح کرنا اوسکی گردن کے پیچھے سے اگر وہ زندہ رہے رگوں کے کٹ جانے تک اور اگر اسقدر زندہ نہ رہے تو اوسکا کھانا حلال نہیں بدون ذبح کے مر جانے کی
ھم وجہ کراہت مخالفت سنت کی ہے اور اسواسطے کہ اسمین بلا حاجت زیادہ تکلیف رسانی ہے والنخع بفتح فسکون بلوغ السکین النخاع وھو عرق ابیض فی
جوف عظم الرقبۃ اور مکروہ ہے ذبح شدید یہانتک کہ حرام مغز تک چھری پونہچ جاوے شارح نے کہا نخع بفتح نون و سکون خا ذبح مین پونہچنا چھری کا نخاع تک اور نخاع سفید
رگ ہے گردن کی ہڈی کے اندر ھم نخاع بالکسر اور فتحہ اور ضمہ بھی لغت میں درست ہے حرام مغز کو کہتے ہیں جو گردن اور پیٹھ کی [illegible]
طحطاوی نے کہا بعضوں نے کہا نخع یہ ہے کہ گردن کو کھینچے تا ذبح کا مکان ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ نخع گردن کا توڑنا ہے ذبح سے پہلے
احتمال ہے کہ وہ ہیں کہ بلا فائدہ تعذیب ہے چنانچہ بیان میں ہے وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الراس والسلخ قبل ان تبرد ای تسکن عن الاضطراب
وھو تفسیر باللازم کما لا یخفی اور بدون فائدہ کے ہر تعذیب اور تکلیف رسانی مکروہ ہے چنانچہ سر کا کاٹنا اور کھال کا ادھیڑنا ٹھنڈہ ہو جانے سے پہلے
یعنی سکون من الاضطراب سے تبرد کی تفسیر باللازم ہے چنانچہ مخفی نہیں یعنی برودت کو سکون عن الاضطراب لازم ہے بدون عکس اسواسطے کہ کبھی سکون عن الاضطراب
ہوتا ہے اور برودت اوس سے متاخر ہوتی ہے اور منجملہ تعذیب بیفائدہ یہ بھی ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کذا فی الطحطاوی وترک
التوجہ الی القبلۃ لمخالفتہ السنۃ اور مکروہ ہے ذبح کے وقت قبلہ رخ نہ ہونا بسبب مخالفت سنت کے وشرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم
ان کان صیدا فصید الحرم لا تحلہ الذکاۃ فی الحرم مطلقا اور شرط ہے ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اور محرم نہ ہونا اور حرم مکہ معظمہ سے باہر ہونا
غیر محرم اور خارج حرم ہونا اوسوقت شرط ہے جبکہ ذبیحہ وحشی شکار ہو تو وحشی شکار کو حرم شریف میں ذبح کرنا حلال نہیں کرتا مطلقا خواہ ذابح محرم ہو یا
حلال ھم پس اگر محرم ہو اور غیر شکار کو حلال کرے تو وہ حلال ہے او کتابیا ذمیا او حربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح یا شرط ہے ذابح
کا اہل کتاب ہونا خواہ وہ ذمی ہو یا حربی مگر جبکہ اوس سے ذبح کے وقت مسیح علیہ السلام کا ذکر سنا جائے تو ذبیحہ حلال نہیں ھم یہود اور نصاری کا ذبیحہ اسوقت

حلال ہے کہ وہ توحید کے مدعی ہین اور اصل اسمین آیت قرآنی ہے وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ یعنی اہل کتاب کا طعام تمہارے واسطے حلال ہے اور
طعام سے مراد وہ طعام ہی جسکو وہ ذبح کرین اور جس طعام کو ذبح لاحق نہین ہوتا اوسمین اہل کتاب اور مجوسی برابر ہے چنانچہ مچھلی کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری
مین ہے کتابی کا ذبیحہ اوسوقت کہایا جاوے جبکہ ذبح کیوقت مسلم وہان موجود نہو اور کتابی سے کچھہ سُنا نہو یا ذبح کیوقت اوس سے فقط اللہ تعالی کا نام سُنا ہو
اور جبکہ کچھہ نہ سنا ہو تو اسپر محمول ہی کہ اوسنے خدا کا نام لیا ہوگا باعتبار حسن ظن کے مسلم کی مانند اور جبکہ اوس سے اللہ تعالے کا نام سُنا اور اوسنے اللہ تعالی سے
مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علمانے کہا ہی کہ ذبیحہ ماکول ہے مگر جبکہ وہ تصریح کرے اسطرح کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثة یعنی وہ اللہ جو تیسرا ہی تین کا تو اب
ذبیحہ حلال نہین انتہے فتحل ذبیحتهما ولو الذابح مجنونا او امراة او صبیا یعقل التسمیة والذبح ویقدر تو حلال ہے ذبیحہ مسلمان اور کتابی
کا اگرچہ ذبح کرنیوالا دیوانہ یا عورت یا ایسا لڑکا ہو جو اللہ تعالی کے نام کو اور ذبح کرنے کو بوجہ سمجھتا ہو اور ذبح کرسکتا ہو ھم یعنی صغیر اتنا جانتا ہو کہ ذبیحہ
اوسوقت حلال ہوتا ہے جبکہ اوسپر خدا کا نام لیا جاوے اور دیوانہ اور صغیر جبکہ نام خدا کو سمجھتے ہون اور ذبح کرنا جانتے ہون اور اوسپر قادر ہون تو وہ عاقل
بالغ کی مانند ہین کذا فی الدرر منح الغفار مین ہے کہ اگر مجنون اور صغیر ایسے ہون کہ تعقل اور ضبط تسمیہ نکرین تو انکا ذبیحہ حلال نہین طحطاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہر طرح
حلال ہے خواہ اوسوقت وہ حائض ہو یا نفاس والی یا جنب او اقلف او اخرس ذبیحہ مسلم اور کتابی کا حلال ہے اگرچہ اوسکا ختنہ نہوا ہو یا کہ وہ گونگا ہو
گونگا زبان سے نام خدا لینے سے عاجز ہے تو وہ معذور ہی اور اوسکا دین قائم مقام نام لینے کے ہی تو وہ آسیبی کی مانند ہوا یعنی جو ذابح کہ ذبح کیوقت نام خدا
لینا بہول جاوے بلکہ گونگا اوس سے زیادہ تر معذور ہی کذا فی المنح لا تحل ذبیحة غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد وجنی حلال نہین ذبیحہ غیر کتابی کا منجملہ
بت پرست اور مجوسی آتش پرست اور مرتد اور جنی کے یعنی دیو پری ھم جن کا ذبیحہ اسواسطے حلال نہوا کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذبائح الجن
یعنی حضرت نے منع فرمایا ذبائح جن سے چنانچہ اشباہ مین ہے ملتقطا سے اور ظاہرا محل اسکا وہی جبکہ جن آدمی کی صورت پکڑکے ذبح نکرے اور اگر آدمی کیصورت
پر ہوکر ذبح کرے تو بنظر ظاہر صورت کے اوسکا ذبیحہ حلال ہو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی وجبری لو ابوه سنیا ولو ابوه جبریا حلت ذبیحته
لانه صار کمرتد قنیہ اور حلال نہین ذبیحہ جبری مذہب کا اگر اوسکا باپ سُنی ہو اور اگر اوسکا باپ بھی جبری ہو تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الاشباہ
اسواسطے کہ سُنی کے فرزند نے جب جبری مذہب اختیار کیا اہل سنت اور جماعت کو چھوڑکر تو وہ مرتد کی مانند ہو گیا کذا فی القنیة ھم مصنف نے
منح الغفار مین کہا اور فوائد زینیہ مین ہے کہ جائز نہین ذبیحہ جبری کا اگر اوسکا باپ سُنی ہو اور اگر جبری ہو تو حلت ہی مین کہتا ہون اور ظاہرا صاحب
فوائد زینیہ نے جو مصنف ہی اشباہ کا یہہ قول قنیہ سے لیا ہی اور قنیہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابو علی سے منقول ہے کہ ذبیحہ مجبرہ کا اگر اوسکے آباو
اجداد مجبرہ ہون تو وہ ذمیون کی مانند ہین اور اگر اونکے باپ اہل عدل سے ہون تو حلال نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ مرتدین کے ہین انتہی ما فی القنیة
مین کہتا ہون اور صاحب قنیہ کی مراد ابو علی سے ابو علی جبائی ہے جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہے اور مجبرہ سے اہل سنت و جماعت مراد ہین اسواسطے کہ معتزلہ
اہل سنت کو مجبرہ کہتے ہین چنانچہ یہی جشمی معتزلی کے کلام سے بہی ظاہر ہے اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہین اونکے گمان مین چنانچہ علم کلام مین مذکور
ہے تو صاحب فوائد نے مجبرہ کو جبریہ سے بدلڈالا انتہی ما فی المنح اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ مین ہے اور ظاہرا مصنف یعنی صاحب اشباہ نے جبریہ اور مجبرہ
کے فرق کیطرف التفات نہین کیا اور جبریہ اہل ہوی اور اہل بدعت ہین اور عقیدہ اونکا یہہ ہی کہ بندون مین استطاعت اور قدرت افعال کی اصلا نہین
اور تمام خلق اپنے افعال مین مجبور ہین انتہے اور اہل بدعت کی تکفیر مین علماء سلف اور خلف مین اختلاف ہی اور اسمین شک نہین کہ جسکا مذہب اوسکی بدعت
سے موجب الکفر ہو اور وہ تاویل نکرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہے اور جسکا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اوسکا اجتہاد اور خطا باعث بدعت کی
ہو تو اوسکی تکفیر مین اختلاف ہی بعضے علما تمام اہل بدعت کو کافر کہتے ہین اور یہہ قول ہے اکثر سلف کا فقہا اور متکلمین سے اور بعضون نے اونکو جماعت
مسلمین سے نہین نکالا ہے اور یہ وہ اکثر فقہا اور متکلمین ہین سوا اونہون نے کہا ہی کہ وہ عاصی گمراہ ہین اونپر احکام اسلام کے جاری ہین اور مسلمین سے میراث
پاوینگے ابن ہمام نے شرح ہدایہ مین کہا ہے ان اکثر اہل مذہب اونکو کافر کہتے ہین لیکن یہہ کلام فقہاء مجتہدین کا نہین اور غیر فقہا کا کلام معتبر نہین اور

مجتہدین سے عدم تکفیر منقول ہے انتہیٰ فی تبیین المحارم تو اس منقول سے ظاہر ہوا کہ جبریہ مومن ناجی ہیں اور ایمان کے احکام سے حلت ذبیحہ ہے خواہ اسکا
باپ سنی ہو یا جبری شارح کو مناسب تھا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بدون رد کرنیکے اسکو چھوڑ دینا باوجودیکہ یہ مبنی ہے عقیدۂ فاسدہ پر کذا فی الطحطاوی مختصرا
بخلافِ یہودیٍ تہوّد تو مجوسیٍ تنصّرَ لانّہ یقرّ علی ما انتقل الیہ عندنا فیعتبر ذٰلک عند الذبح حتی لو تمجّس یہودیٌ لا یحلّ ذکاتہ برخلاف اوس یہودی اور
مجوسی کے جو نصرانی ہو گیا کہ اوسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ وہ ثابت رکھا جاویگا ہمارے نزدیک اوسی ملت نصرانیت پر جسکی طرف اوسنے انتقال کیا یعنے
اسی واسطے کہ تمام کفر ایک ہی ملت ہے تو وہی ملت معتبر ہوگی ذبح کیوقت تو اگر یہودی مجوسی ہو جاے تو اوسکا ذبح حلال نہوگا والمتولّد بین مشرکٍ وکتابیٍّ
کتابیٌّ لانّہ اخفّ اور جو لڑکا پیدا ہوا درمیان مشرک اور کتابی کے تو وہ کتابی کی مانند ہے یعنی اوسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ کتابی اسکا ہلکا ہے نسبت
مشرک سے اوسکی بدی کمتر ہے وتارکُ تسمیۃٍ عمدًا خلافًا للشافعی اور حلال نہیں ذبیحہ اوسکا جو نام خدا قصدًا ترک کرے ذبح کیوقت برخلاف امام شافعیؒ ہم
لقولہ تعالٰی وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ کہاؤ اسکو جسپر اللہ کا نام مذکور نہوا اور امام شافعیؒ سے پہلے اسکی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا
تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیہ عمدًا کے جواز بیع پر حکم دے تو حکم اوسکا نافذ نہوگا اسواسطے کہ مخالف اجماع کے ہے فان ترکہا ناسیًا حلّ خلافًا لمالک پھر اگر
نام خدا بھولکر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے برخلاف امام مالکؒ کے یعنے اونکے نزدیک عمدًا اور نسیانًا ترک تسمیہ سے حلت نہیں ہوتی ہم ہماری دلیل یہ ہے کہ شارع
نے ناسی کو ذاکر کی مانند قرار دیا ہے عذر سے تو دین کو قائم مقام ذکر کے کر دیا چنانچہ اکل ناسیًا کو قائم مقام امساک کے کر دیا صوم میں اسی سبب سے
یا ذاکر ۱۲
وان ذکر مع اسمہ تعالی غیرہ فان وصل بلا عطف کرہ کقولہ بسم اللّٰہ اللّٰہم تقبّل من فلان او منّی ومنہ بسم اللّٰہ محمدٌ رسول اللّٰہ بالرفع
لعدم العطف فیکون مبتدأ لکن یکرہ للوصل صورۃً ولو بالجرّ او النصب حرم درر اور اگر اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اوسکے غیر کو ذکر کرے
تو اگر غیر خدا کو ملا دے بدون عطف کے تو مکروہ ہے چنانچہ یوں کہنا بسم اللّٰہ اللّٰہم تقبّل من فلانٍ او منّی یعنی قبول کر فلانے شخص کیطرف سے یا میری طرف سے
اور وصل بلا عطف سے یہی یوں کہنا بسم اللّٰہ محمدٌ رسول اللّٰہ برفع دال محمد عطف نہونیکے سبب سے تو ذابح شروع کرنیوالا کلام کا ہو کذا فی الطحطاوی یا محمدٌ کا لفظ
مبتدا ہوا یعنی تو جدا کلام ٹھہرا لیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبر دے تو ذبیحہ حرام ہوگا کذا فی الدرر عن نہایۃ البیان ہم حموی
مین نوازل سے منقول ہے کہ دال کے زیر دینے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور فتاوی عالمگیری مین نہایہ سے منقول ہے کہ رفع نصب جر تینوں صورتوں مین ذبیحہ حلال ہے
اسواسطے کہ رسول علیہ السلام مذکور ہے بدون عطف کے کذا فی الطحطاوی قیل ہٰذا اذا عرف النحو بعضوں نے کہا یعنی برفع دال سے مکروہ ہونا اور جر اور نصب
سے حرام ہونا اوسوقت ہے جبکہ ذابح علم نحو کو جانتا ہو والاوجہ ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقًا بالعطف لعدم العرف زیلعی کما افادہ
بقولہ اور قول وجیہ تر یہ ہے کہ اعراب کا اعتبار نکیا جاے بلکہ ذبیحہ حرام ہوگا مطلقًا خواہ نحو جانتا ہو یا نجانتا ہو بسبب عطف کرنیکے عدم عرف کی جہت سے کذا
فی الزیلعی چنانچہ مصنف نے اسکو قول آئندہ مین بیان کیا ہے ہم شلبی نے حاشیۂ زیلعی مین کہا کہ میری دیکھی زیلعی کے سب نسخوں مین یہی عبارت ہے اور وہ
غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ یہاں عدم عطف مین کلام ہے تو یوں کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقًا دون العطف یعنی بلکہ حرام نہیں مطلقًا بدون عطف کر اور یہ
اسی کلام کا وہ ہے جو ہمنے فتاوی عالمگیری سے عن النہایہ نقل کیا کذا فی الطحطاوی وان عطف حرمت نحو بسم اللّٰہ واسم فلانٍ او وفلانٍ اور اگر
ذابح نے خدا کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہوگا چنانچہ یوں کہنا بسم اللّٰہ واسم فلان یا یوں کہنا بسم اللّٰہ وفلانٍ یعنی
خواہ لفظ اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ خدا پر عطف کرے دونوں صورتوں مین حرمت ثابت ہے لانّہ اُہِلّ بہ لغیر اللّٰہ قال علیہ الصلوۃ
والسلام موطنان لا اذکر فیہما عند العطاس وعند الذبح غیر خدا کے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اسواسطے ذبیحہ حرام ہوا کہ اوسپر غیر خدا کا نام
پکارا گیا یعنی اور حالانکہ قرآن مجید مین اوس ذبیحہ کہانیکا حکم نہیں رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا دو مکان ہین جنمین مجکو ذکر کرنا نچاہیے ایک تو چھینکنے
کیوقت اور دوسرے ذبح کرنے کیوقت فان فصّل صورۃً ومعنًی کالدعاء قبل الاضجاع والدعاء قبل التسمیۃ او بعد الذبح لا باس لعدم
القران اصلًا پھر اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ اور جدا ذکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے

سے پہلے اور دعا کرنا بسم اللہ کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنیکے بعد تو اسکا کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ اسمین غیر خدا کا اتصال اتصال نہین نہ ظاہر مین
نہ حقیقت مین ہے بلکہ دعا کرنا قبل ذبح کے مسنون ہے اسواسطے کہ ابو داؤد اور ترمذی مین جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نحر
کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے سو انکو جب قبلہ رخ کرایا تو یہہ دعا کی اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ
اِنَّ صَلٰوتِی وَنُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ وَاِلَیْکَ اَللّٰهُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ
پھر حضرت نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابر سے ترمذی مین یون ہے کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ و
اللہ اکبر اللّٰھم ھٰذا عنّی وعمّن لم یضحّ من اُمّتی والشرط فی التسمیۃ ھو الذکر الخالص عن شوب الدعاء فلا یحلّ بقولہ اللّٰھم اغفر لی
لانہ دعاء وسؤال بخلاف الحمد للہ وسبحان اللہ مریدًا بہ التسمیۃ فانہ یحلّ اور تسمیہ یعنی نام خدا لینے مین شرط یہہ ہے کہ ذکر خالص
ہو دعا وغیرہ کے اختلاط سے تو ذبیحہ حلال نہین فقط یون کہنے سے اللّٰھم اغفر لی یعنی الٰہی مجکو بخش اسواسطے کہ یہہ تو دعا اور سوال ہے تو خالص ذکر نہوا
برخلاف الحمد للہ اور سبحان اللہ کہنے کے جبکہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا ولو عطس عند الذبح فقال الحمد للہ لا یحلّ
فی الاصح لعدم قصد التسمیۃ اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کیوقت سو اسنے الحمد للہ کہا تو ذبیحہ حلال نہوگا قول صحیح ترین بسبب عدم قصد تسمیہ کے ہے
اسواسطے کہ عاطس الحمد للہ سے شکر نعمت کا ارادہ کرتا ہے تسمیہ کا بخلاف الخطبۃ حیث یجزیہ قلت ینبغی حملہ علی ما اذا نوی والا لا
لیوافق بینہ وبین ما مرّ فی الجمعۃ فتامّل برخلاف خطبہ کے کہ وہان اگر خطیب چھینکے اور الحمد للہ کہے تو یہہ کہنا ثبوت خطبہ کیواسطے کفایت کرتا ہے مین کہتا
ہون اور اسکا حمل کرنا اس صورت پر لائق ہے جبکہ خطیب الحمد للہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نکریگا تو خطبہ ادا نہوگا یہہ اسلیے قید لگائی
تاکہ موافقت ہوجاے اسمین اور اوسمین جو مذکور ہوچکا جمعہ مین سو تامل کر ہم مصنف نے جمعہ مین کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کیواسطے الحمد للہ کہا تو
قائم مقام خطبہ کے نہوگا انتہیٰ ولوالجی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للہ یا سبحان اللہ کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہے اور اگر تحمید کا قصد
کیا اور تسمیہ کا ارادہ نکیا تو ذبیحہ حلال نہوگا اور اسیطرح اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نکیا اسواسطے کہ یہہ الفاظ باب تسمیہ مین صریح نہین ہین صریح تو
فقط بسم اللہ ہی تو یہہ الفاظ کنایہ ٹھہرے اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہین ہوتا مگر نیت سے جیسے کہ باب الطلاق مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی والمستحب
ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلا واو وکرہ بہا لانہ یقطع فور التسمیۃ کما عزاہ الزیلعی للحلوانی وقال قبلہ والمتداول المنقول عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم بالواو اور ذبح کیوقت یون کہنا مستحب ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھ یون کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر مکروہ
ہے اسلیے کہ فوریت تسمیہ کا قاطع ہے چنانچہ نسبت کیا ہے زیلعی نے اس قول کو شمس الائمہ حلوانی کی طرف اور زیلعی نے اس سے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی
صلے اللہ علیہ وسلم سے واو کے ساتھ ہی ہے اگر واو سے قطع فوریت ہوتی ہو تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ حرام ہو جاے اور وہ موجب حذف واو کا مقتضی ہے
نہ استحباب کا مگر یہہ کہ فور متعارف پر حمل کیجیے علاوہ یہہ ہے کہ زیادت واو قاطع فوریت نہین [illegible] سے منقول ہے کہ تسمیہ کا وقت ذکاۃ
اختیاری مین ذبح کا وقت ہی تقدیم تسمیہ [illegible] جائز نہین مگر بزمان قلیل جسکے بچا ممکن نہین [illegible] حدیث مین واو منقول ہے اور یہ علی
مرتضیٰ اور ابن عباس سے بھی واو منقول ہے [illegible] کہا کہ مستحب یہہ ہے کہ کہے بسم اللہ واللہ اکبر واو کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو سمّی ولم تحضر
النیۃ صحّ بخلاف ما لو قصد بہا التبرک فی ابتداء الفعل او نوی بہا امرًا آخر فانہ لا یصحّ فلا تحلّ اور اگر ذابح بسم اللہ زبان سے بولا اور تسمیہ
کی نیت حاضر نہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اوسکے اگر اوس تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل مین یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا سواے ذبح
کے تو تسمیہ صحیح نہین تو ذبیحہ حلال نہوگا ہم صورت عدم نیت اسواسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جسکا امر ہوا تھا اوسکو صریحًا لایا یعنی لفظ صریح نیت کا محتاج نہین
اور درصورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اسواسطے حلت نہین کہ اوسنے غیر مامور کی نیت کی چنانچہ خانیہ مین ہے تنبیہ اگر ذابح بسم اللہ بولا اور اوسنے
مامور کو ظاہر نکیا اگر ذکر اللہ کا ارادہ کیا تو حلال ہے اور اگر ذکر اللہ کا قصد نکیا اور اوسکو قصدًا ترک کیا تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی —

كالو قال الله اكبر و اراديه متابعة المؤذن فانه لا يصير شارعا فی الصلوة بزازيه چنانچه اگر كسی نے الله اكبر كہا اور اوس سے موذن
كی متابعت كا اراده كيا نه دخول فی الصلوة كا تو وه اس تكبير سے شروع كرنيوالا نماز كا نہوگا كذا فی البزازيه و فيها و تشترط التسمية من الذابح
حالة الذبح او الرمی بصيد او الارسال او حال وضع الحديد لحمار الوحش اذا لم يقعد عليه كما سيجيء اور بزازيه میں ہے اور شرط ہی بسم الله كہنا ذابح
سے ذبح كيوقت میں یا شكار كيواسطے تير مارنے كی حالت میں یا باز یا شكاری كتا چھوڑنے كيوقت يا لوہا ركھنے كی حالت میں گورخر كے شكار كيواسطے بشرطيكہ
شكار كرنيوالا بیٹھ رہا ہو اوسكی تلاش سے چنانچہ آگے آويگا والمعتبر الذبح عقب التسمية قبل تبدل المجلس حتی لو اضجع شاتين احدهما فوق الاخری
فذبحهما ذبحة واحدة بتسمية واحدة حلا بخلاف ما لو ذبحهما على التعاقب لان الفعل يتعدد فيتعدد التسمية ذكره الزيلعی فی الصيد
اور معتبر ہی ذبح كرنا تسميہ كے بعد قبل از تبدل مجلس تو اگر لٹايا دو بكريون كو ايك بكری كو دوسری بكری پر پھر دونوں كو ذبح كيا ايك ہی بار سے ذبح
كرنے سے ايك ہی بار بسم الله كہنے سے تو دونوں حلال ہیں برخلاف اوسكے اگر دونوں كو على التعاقب ذبح كيا يعنی پہلے ايك ذبح كی پھر دوسری اور تسميہ ايك ہی
بار كہا تو دوسری بكری حلال نہوگی اسواسطے كہ فعل يعنے ذبح متعدد ہوا تو تسميہ كا بھی تعدد لازم ہوا ذكر كيا ہی اسكو زيلعی نے كتاب الصيد میں و لو سمى الذابح ثم
اشتغل باكل او شرب ثم ذبح ان طال و قطع الفور حرم والا لا وحد الطول ما يستكثره الناظر و اذا احد الشفرة ينقطع الفور بزازيه اور اگر
ذبح كرنيوالا بسم الله بولا پھر كہانے يا پينے میں مشغول ہوگيا پھر اوسنے ذبح كيا اگر زمانہ دراز ہوگيا اور فوريت قطع ہوگئی تو ذبيحہ حرام ہوگيا اور نہیں تو حرام
نہیں ہوا اور طول كی حد وہ ہے جسكو ديكھنے والا زياده اور كثير جانے اور جبكہ ذابح نے تسميہ كيا اور چھری تيز كی پھر ذبح كيا تو فوريت منقطع ہوگی كذا فی البزازيه
هم طحطاوی نے كہا ان مسائل میں اور مسائل سابقہ میں تحرير كر فرق چاہيے وحب الحاء نحر الابل فی اسفل العنق وكره ذبحها و الحكم فی غنم و بقر
عكسه فندب ذبحها وكره نحرها لترك السنة ومنعها مالك اور مستحب ہی اونٹ كا نحر كرنا يعنی نيزه مارنا نيچے گردن كے اور مكروه ہے اوسكا ذبح كرنا اور
بھيڑ بكری دنبہ اور گائے بيل میں بالعكس اوسكا حكم ہے يعنی انكا ذبح كرنا مستحب ہی اور انكا نحر كرنا مكروه ہے ترك سنت كے سبب سے اور امام مالك نے اسكو منع كيا ہے
هم زيلعی نے كہا نحر عبارت ہی قطع عروق سے اسفل عنق میں حلق كے نزديك اور ذبح عبارت ہی قطع عروق سے اعلای عنق میں تحت اللحيين انتہى استحباب سے
يہان سنت مراد ہی اسواسطے كہ صاحب ہدايہ نے كہا كہ استحباب نحر ہے بسبب موافقت سنت متواتره كے تو كچھ مخالفت نہيں كنز كی عبارت سے كہ اونسے اسكو سنت كہا ہے
فتاوی عالمگيری میں خزانة المفتين سے منقول ہی كہ اگر ذبح كيا جسمين نحر مستحب ہی يا نحر كيا جسمين ذبح مستحب ہی تو جائز ہی ليكن ترك سنت ہی اور آبياری كی شرح كنز
میں ہی كہ شتر مرغ اور بط اونٹ كی مانند ہے نحر میں اور قاعده يہ ہے كہ جسكی گردن طويل ہے اوسكو نحر كرنا چاہيے اور قہستانی میں تحفہ سے منقول ہے كہ آداب ذبح
سے يہ ہے كہ جانور كو آسانی سے بائين كروٹ لٹا دے اور قبلہ رخ ہو اور فقط تين پانون باندھے اور داہنا ہاتھ سے ذبح كرے اور چھری اول تيز كرلے اور
چھری چلانے میں حلقوم پر اور ذبح میں نہايت جلدی كرے كذا فی الطحطاوی ولا بد من ذبح صيد مستانس لان ذكاة الاضطرار انما يصار اليها
عند العجز عن ذكاة الاختيار اور ضرور ہے ذبح كرنا اوس وحشی جانور كا جو مانوس ہوگيا اسواسطے كہ ذكاة اضطراری كيطرف تو اوسيصورت میں حاجت ہوتی
جب ذكاة اختياری سے عاجزی ثابت ہو وكفی جرح نعم كبقر وغنم توحش فيجرح كصيد او تعذر ذبحه كان تردى فی بئر ونحوه وصال كحو لو قتله
المصول عليه مريدا ذكاته حل وكفايت كرتا ہی زخمی كرنا چوپائے جانور كا جو وحشی ہوگيا چنانچہ گائے بيل اور بھيڑ بكری زخمی كيجاوے شكاری جانور كی مانند
يا چوپائے غير وحشی كا ذبح كرنا متعذر ہوگيا چنانچہ وه گر گيا كنوئين میں يا سركش ہوگيا يا آدمی پر حملہ كرنے لگا تو اگر اوسنے اوسكو قتل كيا جسپر اوسنے
حملہ كيا ذكاة كی نيت سے تو وه حلال ہی وفی النهاية تعسرت ولادتها فادخل ربها يده وذبح الولد حل وان جرحه فی غير محل الذبح ان لم يقدر
على ذبحه حل وان قدر لا اور نہايہ میں ہے كہ ماده جانور كا جننا مشكل ہوگيا سو اوسكے مالك نے اپنا ہاتھ داخل كركے بچہ ذبح كر ڈالا تو بچہ حلال ہوگيا
اور اگر اوسكو زخمی كيا محل ذبح كے سوا اور محل میں تو اگر قادر نہو سكا اوسكے ذبح كرنے پر تو حلال ہے اور اگر قادر تھا ذبح پر تو حلال نہيں قلت و نقل
المصنف انه من التعليل لو ادرك صيده حيا او اشرف ثوره على الهلاك وضاق الوقت عن الذبح او لم يجد آلة الذبح فجرح حل فی رواية

مین کہتا ہون اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کیصورتون مین سے ایک صورت وہ ہو کہ اگر اپنی شکار کو زندہ پایا اوسکا بیل قریب الہلاک ہوگیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہوگئی یا اوسنے ذبح کرنیکا ہتہیار نپایا اسواوسکو زخمی کردیا تو ایک روایت مین وہ حلال ہوگیا ھم بہتر یہہ تہا کہ شارح بجای فی روایتہ کے فی قول کہتا اسواسطے کہ یہہ قول ہے بعض مشایخ کا اور بعضون نے کہا کہ اوسکا کہانا حلال نہین بدون قطع عروق کے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہے کہ ایک مرغی درخت پر اٹک گئی اور اوسکا مالک اوس تک نہین پونہچ سکتا تو اگر اوسکو فوت اور موت کا خوف نہو اور اوسکو تیر سے مارے تو اوسکا کہانا جائز نہین اور اگر فوت ہوجانے کا ڈر ہو تو اوسکا کہانا جائز ہے اور کبوتر جبکہ مالک کے پاس اوڑ گیا پہر لوٹکے مالک پایا اور کسی شخص نے اوسکو تیر مارا تو فقہانے کہا کہ اگر وہ اپنے مکانپر آسکتا ہو تو اوسکا کہانا حلال ہے خواہ تیر ذبح کے مقام پر لگے خواہ اور کہین اسواسطے کہ ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکانپر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگا تو حلال ہے اور اگر اور مقام پر لگا تو اوسمین اختلاف ہی اور قول صحیح یہہ ہو کہ حلال نہین و فی منظومۃ النسفی ؎ اِنِ الجنینُ مُفرَدٌ بحکمِہ ٭ لم یتذکّ بذکاۃ اُمّہ ٭ فحذف المصنف اِنْ اور منظومہ نسفی مین ہے کہ پیٹ کا بچہ مستقل ہے اپنے حکم مین حلال نہین ہوجاتا اپنی مان کے حلال ہوجانیسے تو مصنف نے اِن شرطیہ کا لفظ حذف کیا ھم یعنی اگر پیٹ کا بچہ ذبح کیا گیا تو حلال ہے ورنہ حلال نہین اور وہ اپنی مان کا تابع نہین کہ اوسکے حلال ہونے سے وہ بھی حلال ہوجاوی قالا اِن تمّ خلقہ اُکل لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاۃُ الجنین ذکاۃُ اُمّہ وحملہ الامام علی التشبیہ ای کذکاۃ امہ بدلیل انہ روی بالنصب اور صاحبین نے کہا کہ اگر جنین یعنی پیٹ کے بچہ کی خلقت پوری ہوچکی ہے تو کہایا جاوی بدلیل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاۃ اوسکی ماکی ذکاۃ ہی اور امام اعظم نے اس حدیث کو تشبیہ پر محمول کیا ہی یعنے جنین کی ذکاۃ اوسکی مان کی ذکاۃ کی مانند ہے اس دلیل سے کہ اوسکی روایت نصب سی بھی آئی ہے ھم اکمل نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ذکاۃ امہ برفع و نصب دونون طرح مروی ہی تو اگر منصوب ہو تو کچہہ اشکال نہین اوسکی تشبیہ ہونے مین اور اگر مرفوع ہو تو بھی اشکال نہین اسواسطے کہ وہ قوی تر ہے تشبیہ مین اولی کقول الشاعر ؎ وعیناک عیناہا وجیدک جیدہا کذا فی الطحطاوی ولیس فی ذبح الام اضاعۃ الولد لعدم التیقن بموتہ اور مان کے ذبح کرنے مین بچہ کا ضائع کرنا نہین ہی کیونکہ اوسکی موت کا یقین نہین ہی یعنی جنین تام الخلقہ مان کے ذبح کرنیسے زندہ بھی رہتا ہی تو اوسکی موت یقینی نہوئی ھم یہہ تتمہ ہے دلیل امام کا اور جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کہانا اوسکی ماکے ذبح کرنے سی حلال نہو تو اوسکی مان کا ذبح کرنا جائز نہوا اسواسطے کہ اسمین مال کا ضائع کرنا ہی اور حالانکہ مال ضائع کرنا حدیث مین ممنوع ہو چنانچہ زیلعی مین ہے کذا فی الحلبی ولا یحلّ ذو ناب یصید بنابہ فخرج نحو البعیر او مخلب یصید بمخلبہ ای ظفرہ فخرج نحو الحمامۃ من سبع بیان لذی ناب والسبع کل مختطف منتہب جارح قاتل عادۃً او طیر بیان لذی مخلب اور حلال نہین نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنی نیش سے یا وہ طائر پنجہ گیر چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنی چنگل یعنی ناخن سے تو شکار نیش کی قیدسی اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سی اسواسطے کہ اگرچہ وہ نیشدار ہی لیکن نیش سی شکار نہین کرتا اور شکار چنگل کی قیدسی کبوتر سا طائر حرمت سی نکل گیا اسواسطے کہ ہرچند وہ چنگل دار ہے لیکن چنگل سے شکار نہین کرتا ہی شارح نے کہا سبع یعنی درندہ ہر جانور اوچک لیجانیوالا غارتگر پہاڑنیوالا قاتل بنابر عادت کے ھم حرمت کی دلیل وہ حدیث ہی جو صحیح مسلم وغیرہ مین مروی ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیشدار درندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کہانی سے اور بالاجماع مستبع ذی ناب سی وہ مراد ہے جو اپنے نیش سے چیر پہاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی مخلب سی بھی وہ مراد ہی جو اپنی چنگل سی شکار کرتا ہو اور وجہ حرمت یہہ ہی کہ طبیعت ان حیوانات کی مذموم واقع ہوتی ہی شرعًا تو خوف یہہ تہا کہ انکے گوشت کہانے سی انہین کی خوی بد انسان مین بھی پیدا ہوگی تو بنی آدم کی تکریم کیواسطے حیوانات مذکورہ حرام ہوگئی کذا فی الطحطاوی ولا الحشرات ھی صغار دوابّ الارض واحدھا حشرۃ اور حلال نہین حشرات یعنی چہوٹے جانور زمین پر چلنیوالے اور رینگنیوالے جو زمین مین رہتے ہین حشرات جمع ہی حشرہ بالتحریک کی کذا فی القاموس ھم ہوا تم اور حشرات الارض جیسے چوہا اور گہوس اور نیولا اور سبہی جو زمین مین رہتے ہین حرام ہین اسواسطے کہ [illegible]

قال تعالى ويحرم عليهم الخبائث اور اسواسطے کہ خالباً وہ نجاست خور ہین کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی و لحم الاهلية بخلاف الوحشية فانها ولبنها
حلال اور حلال نہین پالوگدہے برخلاف وحشی گدہون یعنی گورخر اور اونکا دودہ حلال ہے ھ پالوگدہا حرام ہے اگرچہ وہ وحشی ہوجاے اور گورخر
حلال ہے اگرچہ وہ پالو اور مانوس ہوجاے اور اوسپر پالان باندہا جاے کذا فی العالمگیریۃ والبغل الذی امہ حمارۃ فلو امہ بقرۃ اکل اتفاقا و لو فرسا
فکامہ اور وہ خچر حلال نہین جسکی مان گدہی ہے تو اگر خچر کی مان گاے ہوا اور باپ اوسکا گدہا تو وہ حلال اور ماکول ہے بالاتفاق اور اگر خچر کی مان گہوڑی ہو تو وہ
اپنی مان کی مانند ہے یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے ھ قاعدہ کلیہ یہی ہے کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اوسکی مان کا
اعتبار ہے اگر مان حلال ہے تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اوسکا باپ حرام ہو اور اگر مان حرام ہے تو بچہ بھی حرام ہے اگرچہ باپ اوسکا حلال ہو والخيل وعندهما والشافعي
تحل وقيل ان ابا حنيفة رجع عن حرمته قبل موته بثلثة ايام وعليه الفتوى عمادية اور حلال نہین گہوڑا اور گہوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور
شافعی کے نزدیک حلال ہے اور بعضون نے کہا کہ امام ابو حنیفہ نے تین دن اپنی موت سے پہلے اوسکی حرمت سے رجوع کی اور اوسکے حلال ہونیکے قائل ہوئے اور
اسی پر فتوی ہے کذا فی العمادیۃ ھ ہدایہ مین گہوڑے کی کراہت تحریمی کو اصح کہا ہے اور درر مین بقول فخر الاسلام اور ابو المعین کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے
تو درصورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین مین کچہہ خلاف باقی نرہیگا اسواسطے کہ صاحبین اگرچہ حلت کے قائل ہین لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھہ کذا فی الطحطاوی
ولا بأس بلبنها على الاوجه اور گہوڑی کے دودہ مین کچہہ مضائقہ نہین بر قول اوجہ تر ھ اسواسطے کہ اوسکے دودہ پینے مین سامان جہاد کی کچہہ کمی متصور نہین بخلاف
گوشت حلال کہانیکے کذا فی المنح والضبع والثعلب لان لهما نابا وعند الثلثة تحل اور حلال نہین بجو اور لومڑی اسواسطے کہ دونون نیشدار ہین اور امام
شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک وہ حلال ہین والسلحفاة برية وبحرية اور حلال نہین کچہوا خشکی کا ہو یا دریائی والغراب الا بقع الذي يأكل الجيف
لانه ملحق بالخبائث قاله المصنف ثم قال والخبيث ما تستخبثه الطباع السليمة اور حلال نہین ابلق کوا جو مردار کہاتا ہے اسواسطے کہ وہ حیوانات
خبیثہ کے ساتھہ ملحق ہے یہہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین پہر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہے جسسے طبائع سلیمہ گہنائین اور اوسکو مکروہ اور خبیث جانین ھ
غراب ابقع وہ ہے جسمین سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحطاوی عن الکی عن الکشف والغداف بوزن غراب النسر جمعه غدفان قاموس اور حلال نہین
غداف یعنی جنگلی سیاہ بڑا کوا شارح نے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنی گدہ ہے اور جمع اوسکی غدفان ہے کذا فی القاموس ھ صدر الشریعہ نے شرح وقایہ
مین اور صاحب درر نے غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارح نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہے حالانکہ قاموس مین غداف کا ترجمہ غراب گرما اور نسر کثیر الریش
واقع ہے اغلب کہ یہہ کاتب کی اغلاط سے ہو قاموس کی عبارت یہ ہے الغداف کغراب غراب القيظ والنسر كثير الريش جمعه غدفان والفيل والضب وما روي
من اكله محمول على الابتداء اور حلال نہین ہاتہی اور سوسمار یعنی گوہ اور جو سوسمار کہانے کی بابت حدیث ہے وہ ابتداے اسلام پر محمول ہے یعنی ابتداے اسلام
مین حلال تہا اب حلال نہین لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے والیربوع وابن عرس والرخم والبغاث وطائر دون العقعق وشبهه الرخم وكلها
سباع البهائم اور حلال نہین موش دشتی اور نیولا اور کرگس کذا فی المنتخب اور بغاث اور وہ کم ہمت پرندہ ہے مشابہ رخم کے اور یہہ تمام سباع
بہائم سے ہین ھ یربوع جانور ہے چوہے کی مانند لیکن اوسکی دم اور کان چوہے سے زیادہ تر دراز ہین اور دونو پانو دونو ہاتہون سے درازتر ہین
کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود تو ظاہرا یربوع کا ترجمہ اردو مین گہونس ہوا اور مخزن الادویہ مین یربوع کا ترجمہ فارسی مین خرموش اور ہندی مین گہونس
کیا ہے واللہ اعلم وقيل الخفاش لانه ذو ناب اور بعضون نے کہا کہ حلال نہین چمگادڑ اسواسطے کہ وہ نیشدار ہے ھ اتقانی نے کہا کہ دلیل مین خلل ہے
اسواسطے کہ ہر نیشدار حرام نہین بلکہ وہ نیشدار جانور حرام ہے جو اپنی نیش سے شکار کرتا ہو انتہی اور فتاوی عالمگیری مین چمگادڑ کی حلت اور حرمت کے دو قول
مذکور ہین کذا فی الطحطاوی ولا يحل حيوان مائي اور حلال نہین دریائی اور پانی کا جانور ھ حیوان مائی سے وہ مراد ہے جسکا ماوی اور معاش
پانی مین ہو کذا فی المنح الا السمك الذي مات بآفة ولو متولدا في ماء نجس ولو طافية مجروحة وهبانية سب دریائی جانور حرام ہین
مگر وہ مچہلی حرام نہین جو کسی آفت کی سبب سے مرگئی ہو اگرچہ مچہلی ناپاک پانی مین پیدا ہوئی ہو اور گو زخمی مچہلی پانی پر اچہل آئی ہو کذا فی الوہبانیۃ ھ

قاعدہ کلیہ مچھلی میں حنفیہ کے نزدیک یہہ ہی کہ جو مچھلی کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی کہ گرفتار ہونے سے مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب کے مرگئی تو وہ
حلال نہیں چنانچہ پانی پر کی اوترائی ہوئی مچھلی کذا فی الدرر غیر الطافی علی وجه الماء الذی مات حتف انفه وهو ما بطنه من فوق مچھلی حلال ہے
مگر وہ مچھلی حلال نہیں جو پانی پر اوچھل آئی ہے یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور طافی وہ مچھلی ہے جسکا پیٹ پانی پہ آسمان کیطرف ہو فلو ظهره
من فوق فلیس بطاف فیوکل کما یوکل ما فی بطن الطافی تو اگر مچھلی کی پیٹہہ اوپر کیطرف ہو تو وہ طافی نہیں اسکا کہانا حلال ہی جیسے اوس مچھلی کا کہانا
حلال ہے جو اوترائی مچھلی کے پیٹ میں ہی ھ جو مچھلی کہ دوسری مچھلی کے پیٹ میں ہو تو اوسکی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی یعنی تنگی مکان کے سبب سے
کذا فی شرح الوہبانیہ اور منح الغفار میں ہے کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو دونوں کا کہانا حلال ہے یعنی اسواسطے کہ دونوں کی موت آفت سے ہوئی
وما مات بحر الماء او برده او بربطه فيه او القاء شيء فموته بآفة وهبانية اور جو مچھلی مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی میں باندہنے
کے سبب سے جال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنی کوئی دوا پانی میں ڈالی اور مچھلی اوسکو کہا کر مرگئی تو اوسکی موت آفت کے سبب سے ہوئی یعنی تو حلال
ہوگی کذا فی الوہبانیہ ھ اگر مچھلی کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مچھلی مرگئی پانی کے گڑھے میں یا ایک شخص نے مچھلی گہیری حظیرہ میں کہ اوس سے نکل نہیں سکتی
اور وہ شخص اوسکو پکڑ سکتا ہے سو اوسمیں وہ مرگئی یا جال میں مچھلی مرگئی اور وہ اس حال میں ہی کہ جال سے نکل نہ سکتی تھی یا مچھلی کو پانی میں بستہ کیا سو وہ برف
میں باقی رہگئی اور مرگئی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو وہ ماکول ہی ایک روایت میں کیونکہ اوسکی موت کا سبب پایا گیا اور دوسری
روایت یہہ ہی کہ وہ حلال نہیں اسواسطے کہ پانی مچھلی کو مارتا نہیں ہے گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی میں ہی کذا فی الدرر والا الجریث سمك اسود والمارماهي
سمك في صورة الحية وافردهما بالذكر للخفاء وخلاف محمد اور حلال نہیں دریائی جانور مگر جریث اور مارماہی حلال ہی جریث
سیاہ مچھلی ہے اور مارماہی سانپ کیصورت پر مچھلی ہے مصنف نے دونوں مچھلیوں کو جدا اسواسطے ذکر کیا کہ اونکی مچھلی ہونے میں پوشیدگی تھی اور محمد کے خلاف
کی جہت سے علحدہ بیان کیا ھ عینی نے کہا جریث بکسر جیم وتشدید راء مکسورہ ایک قسم ہی مچھلی کی مدور یعنی گول ہوتی ہی جیسے ڈہال انتہی اور یہہ جو محمد سے مغرب میں
منقول ہی کہ سب مچھلیاں حلال ہیں سوای جریث اور مارماہی کے سو ضعیف قول ہی غایۃ البیان میں ہی کہ بعض روافض اور اہل کتاب جریث کے کہانے کو
مکروہ جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ایک دیوث تہا وہ لوگوں کو اپنی جورو کے پاس بلاتا تہا سو مسخ ہوکر جریث ہوگیا سو باطل قول ہے کہ جو مسخ ہوا وہ تین دن کے
بعد مرگیا اوسکی نسل باقی نہیں رہی کذا فی الطحطاوی والدرر مارماہی کو اہل ہند بام کہتے ہیں اور جریث کو بعض اہل ہند سنگہی بولتے ہیں وحل الجراد و
ان مات حتف انفه بخلاف السمك اور حلال ہے ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو برخلاف مچھلی کے کہ وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے
حلال نہیں وانواع السمك بلا ذكاة لحديث احلت لنا ميتتان السمك والجراد ودمان الكبد والطحال بكسر الطاء اور سب اقسام مچھلی
کے حلال ہیں بدون ذبح کرنیکے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال ہوئی ہمارے واسطے دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور حلال ہوئے دو خون کلیجہ اور تلی شارح نے کہا
طحال بکسر الاول ہے وحل غراب الزرع الذي ياكل الحب اور کہیت کا کوا حلال ہے جو دانہ کہاتا ہی ھ یعنی نجاست خور نہیں ہے شہر میں نہیں آتا
ہے صغیر الجثہ ہوتا ہی مثل فاختہ کے واللہ اعلم والارنب والعقعق هو غراب يجمع بين اكل جيف وحب والاصح حله اور حلال ہے خرگوش اور عقعق
وہ کوا ہے کہ مردار اور دانہ دونوں کہاتا ہی اور اوسکا حلال ہونا صحیح قول ہے ھ عقعق بروزن قنفذ پرندہ ابلق سیاہ اور سفید ہوتا ہی اور اوسکی
آواز میں عین اور قاف معلوم ہوتا ہی کذا فی القاموس بعضے لوگ اوسکو مہوکہا کہتے ہیں طحطاوی نے حاشیہ کی سے نقل کیا کہ عقعق بروزن جعفر پرندہ ہی کبوتر
کی مانند لنبی دم والا اوسمیں سپیدی اور سیاہی ہوتی ہے اور وہ اقسام غراب سے ہے بدشگونی اوس سے لیتے ہیں انتہی اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ میں نے
امام ابو حنیفہ سے عقعق کو پوچھا تو فرمایا کہ لا بأس یعنی اوسکے کہانے میں کچھہ مضائقہ نہیں تو میں نے کہا کہ وہ نجاست کہاتا ہی تو امام نے فرمایا کہ وہ نجاست
کو ملاتا ہی دوسری چیز سے پھر کہاتا ہے تو امام کے نزدیک قاعدہ یہہ ٹھہرا کہ جو نجاست کو دوسری چیز سے ملا کر کہاوے چنانچہ مرغی تو اوسکا مضائقہ
نہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ عقعق مکروہ ہے جیسے مرغی مخلات مکروہ ہے کذا فی فتاوی قاضی خان مخلاۃ ای مع الدجاجة کہیت کا کوا اور خرگوش اور
چہٹی ہوئی

عقعق حلال ہین ذبح کرنیکے ساتھ ہم اب مناسب معلوم ہوتا ہی کہ ان حیوانات کو ذکر کیجیے جنکی حلت اور حرمت کتب معتمدہ مین مذکور ہی فتاوی قاضیخان
مین مذکور ہے کہ انعام ماکول بالکل چنانچہ اونٹ اور اونٹنی اور گای بیل اور بھیڑا اور بکری اور دنبہ حلال ہین اور اسیطرح ماسوائے انعام جو درندہ نہین ہین
چنانچہ ہرن اور خرگوش اور گورخر اور نیل گاو اور وہ طیور جو چنگل سے شکار نہین کرتے چنانچہ مرغی مرغا اور کبوتر اور بطا اور غراب الزرع جو فقط دانہ
کہاتا ہی اور ابابیل اور قمری اور سوہانی اور زرزور اور عصافیر یعنی جمیع اقسام گنجشک کی اور فاختہ اور ٹڈی وہ حلال ہین اور حرام ہی ہر نیشدار درندہ چنانچہ
شیر اور بھیڑیا اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور بجو اور کتا اور بلی جنگلی ہو یا پالو اور سنجاب اور سمور اور ریچھ اور بندر اور موش دشتی اور گوہ اور
نیولا اور گیدڑ اور ہاتھی اور سئور اور سانپ اور مینڈک اور جس جانور مین کہ خون نہین چنانچہ زنبور یعنی بھڑ اور مچھر اور مکھی اور پسو اور جون اور چھپکلی اور
ہر پنجہ گیر پرندہ جو شکار کرتا ہو چنانچہ صقر یعنی چرہ اور باز اور گدھ اور عقاب اور باشہ اور شاہین اور بغاث اور چیل اور جو مردار خور پرندہ ہو چنانچہ
غراب ابقع یعنی ابلق کوا یہ سب حرام ہین انتہے ما فی الخانیۃ **فائدہ** جو جانور خشکی مین رہتے ہین تین قسم ہین ایک وہ جنمین اصلا خون نہین دوسری
قسم وہ جنمین خون ہے مگر خون روان نہین اور تیسری قسم وہ جنمین خون سائل اور روان ہی سو جنمین خون نہین چنانچہ ٹڈی اور بھڑ اور مکھی اور مکڑی اور
گبریلا اور بچھو اور مانند اسکے تو انکا کہانا حلال نہین سوا ٹڈی کے اور اسیطرح جنمین خون سائل نہین چنانچہ سانپ اور چھپکلی جسکو گلکلی بھی کہتے ہین اور
سام ابرص اور جمیع حیوانات حشرات اور ہوام الارض چنانچہ چوہا اور سیہی اور گوہ اور یربوع یعنی موش دشتی یا گھوس اور نیولا اور مانند انکی اور انکی حرمت
مین اختلاف نہین مگر گوہ امام شافعی کے نزدیک حلال ہے اور جنمین خون سائل ہے وہ دو قسم ہین مانوس اور وحشی سو مانوس بہائم سے چنانچہ اونٹ اور گای بیل
اور غنم بالاجماع حلال ہین اور وحشی چنانچہ ہرن اور نیل گاو اور گورخر اور جنگلی اونٹ سو باجماع مسلمین حلال ہین اور درندے مانوس چنانچہ کتا اور چیتا اور پالو بلی
سو حلال نہین اور اسیطرح وحشی درندے جنکو سباع الوحش کہتے ہین چنانچہ شیر اور بھیڑیا اور بجو اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور جنگلی بلی اور سنجاب اور
سمور اور دلق اور ریچھ اور بندر اور مانند اسکے اور سباع طیر چنانچہ باز اور باشہ اور چرہ اور شاہین اور چیل اور بغاث اور گدھ اور عقاب اور جو انکی مانند
ہین سب حرام ہین کذا فی الطحطاوی عن الدمیری الشافعی صاحب حیوۃ الحیوان وذبح ما لا یؤکل یطہر لحمہ وشحمہ وجلدہ تقدم فی الطہارۃ ترجیح خلافہ
اور جو جانور ماکول اللحم نہین اوسکا ذبح کر ڈالنا اوسکی گوشت اور چربی اور چمڑے کو پاک کر دیتا ہے شارح نے کہا کتاب الطہارۃ مین اسکے خلاف کی ترجیح مقدم مذکور
ہو چکی ہم طہارت مین اسکی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہین ہوتا چمڑا پاک ہو جاتا ہی طہارت سے مطلب یہ ہے کہ اگر مائعات یعنی رقیق چیزون مین چمڑا
یا چربی غیر ماکول اللحم مذبوح کی پڑ جاوی تو وہ چیز رقیق نجس نہین ہو جاتی اسواسطے کہ ذبح ازالہ رطوبت نجسہ مین دباغت کی مانند ہی اور اوسکے جائے کی نماز باطل نہین
ہوتی اور کہانے کے سوا اوسکی چربی سے فائدہ لینا درست ہی یا نہین بعضون نے کہا کہ جائز نہین اور بعضون نے کہا جائز ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی الا الآدمی
والخنزیر کما مر سوا آدمی اور سور کے چنانچہ کتاب الطہارۃ مین مذکور ہو چکا ذبح شاۃ مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر
حیوتہ عند الذبح بیمار بکری ذبح کی پہر اوسنے جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہے اور اگر اوسنے حرکت نکی یا اوسکا خون نہ نکلا تو وہ حلال نہین اگر اوسکی
زندگی ذبح کیوقت معلوم نہوئی ہو ہم حرکت اور خروج خون نہین ہوتا مگر زندہ سے کیونکہ مردہ جنبش نہین کرتا اور اوس سے خون نہین بہتا شرح طحطاوی مین ہے
کہ خون کا نکلنا زندگی پر دلالت نہین کرتا مگر اوس صورت مین جبکہ زندہ کی مانند خون نکلے وان علم حیوتہ حلت مطلقا وان لم تتحرک ولم یخرج الدم وهذا
یاتی فی منخنقۃ ومتردیۃ ونطیحۃ والتی بقر الذئب بطنہا فذکاۃ ہذہ الاشیاء تحلل وان کانت حیوتہا خفیۃ وعلیہ الفتوی لقولہ تعالی الا ما ذکیتم
من غیر فصل وسیجئ فی الصید اور اگر مذبوح کی حیات معلوم ہو گئی تو وہ ہر طرح حلال ہے اگرچہ اوسنے جنبش اور حرکت نکی ہو اور خون بھی نکلا ہو اور اسکا
بیان آویگا اوس جانور مین جسکا گلا دبا گیا اور جو نیچے گر پڑا اور جسکو دوسرے جانور نے سینگ سے مارا اور جسکا پیٹ بھیڑیے نے پہاڑ ڈالا تو ان چیزون کو ذبح
کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پوشیدہ غیر ظاہر ہو اور اسی پر فتوی ہے بدلیل قول حق تعالی کے الا ما ذکیتم یعنی وہ جانور حلال ہے
جسکو تمنے ذبح کیا اور حق تعالی نے اسمین کچھ تفصیل نہین فرمائی حرکت یا خروج خون کی اور اسکا ذکر آگے آویگا کتاب الصید مین ذبح شاۃ لم تدر

حیوتھا وقت الذبح ولم تتحرک ولم یخرج الدم ان فتحت فاھا لا تؤکل وان ضمته اکلت وان مدت رجلھا لا تؤکل وان قبضتھا اکلت و
ان نام شعرھا لا تؤکل وان قام اکلت لان الحیوان یسترخی بالموت ففتح فم وعین ومد رجل ونوم شعر علامة الموت لانھا استرخاء
ومقابلھا حرکات تختص بالحی فدل علی حیوته وھذا کلہ اذا لم تعلم الحیوة وان علمت حیوتھا وان قلت وقت الذبح اکلت مطلقا بکل
حال زیلعی بکری ذبح کی اور اوسکا زندہ ہونا ذبح کیوقت معلوم نہوا اور اوسنے جنبش نکی اور خون بھی نہ نکلا تو اگر اوسنے منہ کھولدیا تو اوسکا کھانا حلال نہین ہی
اور اگر اوسنے منہ بند کرلیا تو کھانا حلال ہے اور اگر اوسنے پانون پھیلا دیا تو کھانا درست نہین اور اگر کھینچ لیا تو درست ہی اور اگر اوسکے بال سو گئے یعنی گر پڑے
تو اوسکا کھانا درست نہین اور اگر بال کھڑے ہو گئے تو درست ہی اسواسطے کہ جانور موت سے ڈھیلا ہو جاتا ہے تو منہ اور آنکھ کا کھولنا اور پانون کا پھیلانا اور بال کا
گر پڑنا علامت ہی موت کی اسواسطے کہ یہہ افعال استرخا ہین یعنی ڈھیلے ہو جانیسے ہوتے ہین اور ان افعال کے مقابل یعنی منہ اور آنکھ کا بند کرلینا اور پانو کا
کھینچنا اور بال کھڑا ہونا یہہ حرکات صرف زندہ کے ساتھہ مخصوص ہین تو اوسکی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہہ سب علامات مذکورہ اوسوقت معتبر ہین جبکہ زندگی معلوم
نہوا اور اگر اوسکی زندگی معلوم ہو ذبح کیوقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اوسکا کھانا مطلقاً حلال ہے ہر حالمین خواہ علامات مذکورہ پائے جاوین یا نپائے جاوین کذا فی
الزیلعی سمکة فی سمکة فان کانت المطروقة صحیحة حلتا یعنی المطروقة والظرف لموت المبلوعة بسبب حادث ایک مچھلی نکلی دوسری
مچھلی کی پیٹ مین تو اگر مظروفہ یعنی وہ مچھلی جو پیٹ کے اندر ہی تندرست ہی تو دونون حلال ہین یعنی مظروفہ اور ظرف کیونکہ نگلی ہوئی مچھلی کی موت سبب حادث
سے ہے یعنی تنگی مکان کے سبب سے اور نگلنے والے کی موت ابھر جانے سے والا تکن صحیحة حل الظرف لا المظروف کما لو خرجت من
دبرھا لاستحالتھا عذرة جوھرة وقد غیر المصنف عبارة متنه الی ما سمعته اور اگر پیٹ کی مچھلی تندرست نہو سڑگل گئی ہو تو ظرف حلال ہے
نہ مظروف یعنی نگلنے والی حلال نگلی گئی چنانچہ اگر مظروفہ اوسکی مقعد سے نکلی تو حلال نہین اسواسطے کہ مستحیل اور متغیر ہو کر گوہ ہو گئی کذا فی الجوہرة اور مصنف
نے اپنے متن کی عبارت بدلڈالی جو تونے سنی ھم اشباہ کی عبارت یون تھی سمکة فی سمکة فان کانت صحیحة حلتا والا لا یعنی مچھلی کے اندر مچھلی ہے تو اگر مظروفہ
صحیح اور سالم ہے تو دونون حلال ہین اور نہین تو حلال نہین یہہ عبارت اسکی موہم ہے کہ درصورت عدم تندرستی مظروفہ دونون حلال نہین اور حالانکہ یہہ مطلب
نہین بلکہ ظرف حلال ہے نہ مظروف تو مصنف کی تغیر عبارت سے یہہ خلل رفع ہو گیا ولو وجد فیھا درة ملکھا حلالا ولو خاتما او دینارا او ضربا لا
وھو لقطة اور اگر مچھلی کے اندر موتی پایا تو پانے والیکو اوسکی ملک حلال ہے اور اگر اوسکے اندر انگوٹھی یا سکہ دار اشرفی پائی تو پانیوالا اوسکا مالک نہین اور
وہ لقطہ ہے ھم اس مسئلہ مین تفصیل ہے جو دوالجیہ مین یون مذکور ہے کہ موتی مچھلی کے پیٹ مین پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہو تو وہ پانیوالیکا ہے اور اگر
مچھلی بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہی اور اگر موتی صدف مین نہین ہی تو وہ پانیوالیکا مملوک ہی اور وہ لقطہ ہوگا اسواسطے کہ ظاہر اوہ صیاد
کے ہاتھہ سے اوسکو پہنچا کذا فی الطحطاوی ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانه اھل بہ لغیر اللہ ولو وصلیة ذکر
اسم اللہ تعالی ذبح کیا حاکم کے آنیکے واسطے یا حاکم کی مانند کسی اور شخص جلیل القدر کے آنیکے سبب سے ذبح کیا تو ذبیحہ حرام ہے اگرچہ ذابح نے
اللہ تعالے کا نام لیا ہو ذبح کیوقت اسواسطے کہ اوسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا ھم دستور عوام مین یون ہے کہ جب نیا حاکم قلعہ مین داخل ہوتا ہی تو اوسکی
تعظیم کیواسطے یا دیو بھوت کی بھوگ دینے کیواسطے تا کہ تکلیف نہ دی جانور ذبح کرتے ہین اور حاکم کو اوسکا گوشت نہین کھلاتے ہین جو اسکو دعوت قرار دیجے
طحطاوی نے کہا ذبیحہ مذکور مردار ہے اگرچہ اللہ تعالی کا خالص نام اوسپر لیا جاوے اور بہتر یہہ ہے کہ تعظیم غیر خدا حرمت کی علت ٹھہرائی جاوے انتہی تو اس روایت
سے معلوم ہوا کہ یہہ جو ہندوستان مین جاہلون مین رواج ہی کہ منت مانکر سید احمد کبیر کی گاے اور شیخ سدو کا بکرا ذبح کرتے ہین وہ گاے اور بکرا مردار ہے
اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہین اور یہہ جو بعضے لوگ کہتے ہین کہ ذبح کیوقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال
اور پاک ہو جاتا ہی گو نیت عوام کی خراب ہو سو اونکی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہو جاتا ہی اگرچہ اللہ تعالی کا
خالص نام لیا جاوے صحیح مسلم مین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع مروی ہی لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ یعنی خدا لعنت کرے اوسپر جو غیر خدا کیواسطے

ذبح کرے دلو ذبح للضیف لا یحرم لانه سنة الخلیل واکرام الضیف اکرام الله تعالے اور اگر مہمان کیواسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام نہین ہوتا اسواسطے کہ ذبح کرنا دعوتِ مہمان کیواسطے سنت ہی خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام سیکے اور تکریم مہمان کی اللہ تعالے کی تکریم ہے ھم منح الغفار مین ہے کہ جو یہہ گمان کرتا ہے کہ مہمان کیواسطے ذبح کرنا حلال نہین اسواسطے کہ یہہ ذبح تکریم ابن آدم کیواسطے ہی تو گویا رفع صوت ہوا غیر خدا کیواسطے تو ایسا شخص مخالف قرآن اور حدیث اور عقل کے مخالف کہا اسواسطے کہ اسمین شک نہین کہ قصاب منفعت کیواسطے ذبح کرتا ہی اور اگر وہ ٹوٹا جانے تو ذبح نکرے تو اس جاہل پر لازم ہے کہ قصاب کے ذبیحہ کو نکہاوے اور نہ اوسکو کہائے جو ولیمہ اور عرس یعنی شادی اور عقیقہ مین ذبح ہو والفارق انه ان قدمها لیاکل منها کان الذبح لله والمنفعة للضیف او للولیمة او للربح وان لم یقدمها لیاکل منها بل یدفعها لغیره کان لتعظیم غیر الله فتحرم اور وجہ فرق درمیان حرمت ذبیحہ قدوم امیر کے اور حلت ذبیحہ مہمان وغیرہ کی یہہ ہے کہ اگر ذبیحہ اسواسطے پیش کیا تاکہ اسمین سے آپ مہمان کہائے تو ذبح اللہ تعالی کیواسطے ہوا اور گوشت کی منفعت مہمان کیواسطے یا ولیمہ کیواسطے یا قصاب کے فائدہ حاصل کرنیکیواسطے ہوئی اور اگر کہانیکے واسطے ذبیحہ پیش نکیا بلکہ غیر کو دیا تو یہہ غیر خدا کی تعظیم ہوئی تو ذبیحہ حرام ہوگا ھم حموی شارح اشباہ نے کہا کہ اس مسئلہ مین حاصل کلام یہہ ہے کہ ذبح متصل بنام خدا اگر آنیوالیکے آنیسے پہلے ضیافت کیواسطے ہو یا اوسکے آنیکے بعد تہوڑی دیر مین اوسکی ضیافت کی واسطے ہو تو اسکے جائز ہونے مین کچھ شبہہ نہین اور اگر آنیکے وقت ہو تو اگر ضیافت کا قصد ہی تو اسی طرح درست ہی بلا شبہہ اور اگر مجرد تعظیم ہو تو حرام ہے اور مذبوح مردار ہے پہر شارح کا فرق مذکور بیان کیا انتہے پہر معلوم کرنا چاہیئے کہ یہہ فرق ظاہر نہین اسلیے کہ گاہی تعظیم غیر خدا مقصود ہوتی ہے اور قاصد خود اوسکو کہاتا ہے اور اوسکے عیال بھی تو بہتر یہہ ہے کہ مناط حکم کا تعظیم اور عدم تعظیم کی قصد پر ہو کذا فے الطحطاوی یعنی اگر غیر خدا کی تعظیم ذبح سے مقصود ہے تو حرام ہی ورنہ حلال ہے وهل یکفر قولان بزازیه وشرح وهبانیه اور کیا ذابح لغیر اللہ کافر ہے اسمین دو قول ہین یعنی بعضون کے نزدیک کافر ہے اور بعضون کے نزدیک کافر نہین گنہگار ہے کذا فی البزازیة وشرح الوهبانیة قلت وفی صید المنیة انه یکره ولا یکفر لانا لا نسیئ الظن بالمسلم انه یتقرب الی الآدمی بهذا النحر ونحوه فی شرح الوهبانیة عن الذخیرة ونظمه فقال ؎ وفاعله جمهورهم قال کافر ؎ وفضلی واسمعیل لیس یکفر مین کہتا ہون اور منیہ کی کتاب الصید مین یہہ ہے کہ غیر خدا کیواسطے ذبح کرنا مکروہ ہے اور ذابح کافر نہین ہے اسواسطے کہ ہم مسلمان کے ساتھ یہہ گمان بد نہین کرتے ہین کہ وہ اس ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہی اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ مین ہی اور شارح وہبانیہ نے اس مضمون کو نظم کرکے یون کہا ہی اور اس ذبح کا کرنیوالا اکثر علما کے نزدیک کافر ہے اور امام فضلی اور اسمعیل اوسکو کافر نہین کہتے ہین ھم ہر چند تکفیر اختلافی ہی عدم تکفیر راجح لیکن امر مختلف فیه کو شبه الکبائر سے بنا اور اس سے بچنا چاہیئے واللہ ہو الموفق والمبین العضو یعنی الجزء المنفصل من الحی حقیقة وحکما لانه مطلق فینصرف للکامل کما حققه فی تنویر البصائر قلت لکن ظاهر المتن التعمیم بدلیل الاستثناء فتامله کمیتة الا الاذن المقطوع والسن الساقط الا فی حق صاحبه فطاهر وان کثر اشباه من الطهارة وهو المختار کما فی تنویر البصائر عضو یعنی جو جز کہ جدا ہو گیا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مردار کی مانند ہے چنانچہ کٹا کان اور گرا دانت مگر دانت والیکے حق مین دانت طاہر ہے اگرچہ دانتون مین کثرت ہو چنانچہ اشباہ مین کتاب الطہارۃ سے اور طہارت کا قول یہی مختار ہے چنانچہ تنویر البصائر مین ہی شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہے جو حقیقۃً اور حکماً زندہ ہو اسواسطے کہ حی کا لفظ مطلق ہے تو حی کا فرد کامل مراد ہوگا چنانچہ اسکی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ اور نظائر مین مذکور ہے مین کہتا ہون لیکن ظاہر متن تعمیم پر دلالت کرتا ہے استثنا کی دلیل سے سو اسکو تامل کر ھم اگر زندہ حقیقۃً یعنی صورۃً اور حکما مراد لیجئے تو جز کہ منفصل ہوا مذبوح سے قبل اوسکی موت کے تو وہ منفصل بھی زندہ صورۃً سے ہے نہ زندہ حکما سے تو اسوقت مین استثنا آئندہ کی کچھ حاجت نہین چنانچہ شیخ صالح محشی اشباہ نے کہا ہی تعمیم سے مراد یہہ ہے کہ خواہ زندہ حقیقۃً اور حکما ہو خواہ فقط حقیقۃً یعنی صورۃً زندہ ہو تو در صورت تعمیم کے استثنا کی البتہ حاجت ہوگی تو یہان گفتگو اسمین ہے کہ حی سے یہان فرد کامل مراد ہے یا تمام مراد ہے اگرچہ حکم مختلف نہین ہے دونو صورتون مین اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہی جو ہڈی اور گوشت سے جدا ہو گیا ہے اگرچہ کہال سے متصل رہا ہو اور جو عضو کہ گوشت سی متصل ہو وہ کل ہی اور کلام ہر چہلی اور ہڈی کے خبر مین اسواسطے کہ چہلی اور

ہڈی مردہ بھی حلال ہے کذا فی الطحطاوی اِلّا من مذبوحٍ قبل موتہٖ فیحلّ اکلہ لو من الحیوان المأکول لان ما بقی من الحیوۃ غیر معتبر اصلاً
بزازیہ قلت لکن یکرہ کما مسّ مگر جو عضو کہ حیوان مذبوح سے جدا ہوا اوسکی موت سے پہلے تو اوسکا کہانا حلال ہے اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہو اسواسطے
کہ جسقدر زندگی حیوان مذبوح مین باقی ہے وہ اصلا معتبر نہین کذا فی البزازیہ مین کہتا ہون لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈی ہونیسے پہلے
مکروہ ہے چنانچہ اسی کتاب مین مذکور ہوچکا وحرّرنا فی الطہارۃ قول الوہبانیۃ اور ہمنے قول آیندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہے کتاب الطہارۃ مین قبیل
تیمم کے ھم کتاب الطہارۃ مین شارح نے بیان کیا ہے کہ غلبۂ مشابہت کا کچھ اعتبار نہین اسواسطے کہ فقہانے تصریح کی ہے کہ وہ بھیڑیا حلال ہے جو بکری
سے پیدا ہوا اپنی ماں کے اعتبار سے ع وقد حلّلا لحم البغال وامّہا من الخیل قطعًا والکراھۃ تذکر اور البتہ صاحبین نے حلال کہا ہی قطعًا
خچرون کا گوشت حالانکہ ماں اونکی گھوڑی ہے اور کراہت بھی مذکور ہے یعنی جس خچر کی ماں گھوڑی ہے وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہی مگر کراہت
بھی مذکور ہے ع وان ینز کلبٌ فوق عنزٍ فجاءھا بنا جرلہ رأس ککلبٍ فینظر اور اگر جست کی کتے نے بکری پر یعنی جفتی کی تو اوسکی بچہ
پیدا ہوا جسکا سر کتے کی مانند ہے تو اوسکو دیکھنا چاہیئے ع فان اکلت لحمًا فکلبٌ جمیعہا ٭ وان اکلت نبتًا فذا الرأس یبتّر سو اگر
اوسنے گوشت کہایا تو بالکل وہ کتا ہے اور اگر اوسنے گہاس کہایا تو بس سر کاٹا جاوے یعنی اوسکا کہانا نچاہیئے ع ویؤکل باقیہا وان اکلت
لذا ٭ وذا فاضربنہا والصیاح مخیّر اور سوا سر کے باقی گوشت کہایا جاوے اور اگر گوشت اور گہاس دونون کہاے تو اوسکو مار اور اوسکا چلانا
خبردار کریگا ھم یعنی اگر مارنے سے کتے کی مانند بھونکے تو نکہانا چاہیئے اور اگر بکری کی مانند چلاے تو حلال کرنیکے بعد سر پہینکا جاوے اور باقی
کہایا جاوے کذا فی الطحطاوی ع وان اشکلت فاذبح فان کرشہا بدا ٭ فعنز والا فہو کلبٌ فیطمر اور مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری
دونون کیطرح آواز کرے تو اوسکو ذبح کر تو اگر اوسکی اوجھڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے لیکن سر اوسکا دور کیا جاوے اور اگر اوجھڑی نہ نکلی تو وہ
کتا ہے دفن کیا جاوے یعنی اوسکا کہانا نچاہیئے ٭ فی معایاتہا اور وہبانیہ کی چیستان مین یہہ ہے ع وایّ شیاہٍ دون ذبح یحلّہا ٭ ومن
ذا الذی ضحّی ولا دم یبقہا اور کون بکری ہے جسکو بغیر ذبح کے شارع حلال رکہتا ہے اور کون ہے وہ شخص جو اپنے گھر مین رہا یہان تک کہ وقت ضحی
داخل ہوا اور اوسنے خون جاری نہین کیا ھم مصرعہ اول کا جواب کتاب المساقاۃ کے آخر مین مذکور ہوچکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ مین مذکور ہوگیا
محل سوال فقط لفظ سے ضحّی کا تو ظاہر اوسکا مطلب مفہوم ہوتا ہے کہ کون شخص ہے جسنے قربانی کی اور حالانکہ خون نہین بہایا قربانی کرنے اور عدم خونریزی
مین منافات ظاہر ہے تو ناظم کا مطلب وہ ہے جو ترجمہ مین مذکور ہوا نہ قربانی کرنا **خاتمہ** آٹھ چیزین ہین مردار سے جنسے انتفاع درست ہے سینگ
اور کُھر اور عصب اور صوف اور وبر یعنی روئین اور بال اور شعر اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہو کذا فی الطحطاوی عن نوادر الجوامع
واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الاضحیۃ

یہہ کتاب ہے اضحیہ یعنی قربانی کے مسائل مین من ذکر الخاص بعد العام
کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیۃ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہی عام کے بعد یعنی ذبیحہ عام ہی اور قربانی خاص ہے ھی لغۃً اسم لما یذبح ایام الاضحی
من تسمیۃ الشئ باسم وقتہٖ اضحیہ لغت مین اوس حیوان کا نام ہے جو ایام اضحی مین ذبح کیا جاوے من قبیل نام رکہنے شے کے اوسکے وقت کے نام
ساتھ ھم جو حیوان مذبوح ہو ایام نحر مین اوسکو اضحیہ اسواسطے کہتے ہین کہ وقت ضحی یعنی دن چڑھے اوسکو ذبح کرتے ہین کذا فی الدرر تو اوسکا نام
ماخوذ ہوا اوسکے وقت کے نام سے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا تقربات الی اللہ دو قسم ہین ایک قسم تملیک ہے جیسا کہ صدقہ اور دوسری قسم
اتلاف ہے جیسا کہ اعتاق اور اضحیہ مین دونون معنی مجتمع ہوئے کہ خونریزی سے وہ اتلاف ہے پہر گوشت مین تصدق کرنے سے تملیک اور اباحت ہے اچھے
واقعات مین ہے کہ قربانی کا خرید کرنا دس درہم سے بہتر ہے ہزار درہم کی خیرات سے اسواسطے کہ جو قربت خونریزی سے حاصل ہوتی ہے وہ صدقات سے نہین ہوتی
وشرعًا ذبح حیوانٍ مخصوصٍ بنیۃ القربۃ فی وقتٍ مخصوصٍ اور اصطلاح شرع مین اضحیہ عبارت ہے حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے عبادت
کی نیت سے مخصوص وقت مین ھم حیوان مخصوص یعنی گاے بیل بھیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام نحر وشرائطہا الاسلام والاقامۃ والیسار

کتاب الاضحیۃ

الذي يتعلق به وجوب صدقة الفطر كما مر اور شرائط قربانی کی اسلام اور مقیم ہونا اور اسقدر تونگری اور مالداری جسقدر سے وجوب صدقہ فطر متعلق ہے
چنانچہ اخر کتاب الزکوۃ مین مذکور ہو چکا ہم اسلام اور اقامت ایام نحر کی آخر وقت کی معتبر ہے تو اگر اول نحر مین کافر تہا اور آخر مین مسلمان ہوا یا اول
مین مسافر تہا اور آخر مین مقیم ہو گیا تو اوسپر قربانی واجب ہوگی فتاوی عالمگیری مین ہی ظاہر الروایۃ مین تونگر اور مالدار وہی جسکے پاس ٢٠٠ درم یعنی
٥٢ روپیہ یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا اور کوئی چیز ہو اسقدر مالیت کی چنانچہ رہنے کے سوا اور گہر یا باغ یا چارپایہ
جانور یا غلام یا گہوڑے یا تجارت کا اسباب غیرہ ہو ٥٢ روپے کا تو اوسپر قربانی واجب ہوگی اور اگر قرآن شریف ہو اسقدر مالیت کا تو اگر وہ شخص قرآن
پڑہتا ہو یعنی پڑہ سکتا ہو تو اوسپر قربانی نہین خواہ بالفعل اوسمین پڑہتا ہو یا نہ پڑہتا ہو اور اگر قادر نہو قرأت پر تو قربانی واجب ہے اور کتابون سے آدمی غنی نہین
ٹہرتا مگر اوسوقت جب ایک کتاب کے دو نسخے ہون اور احادیث اور تفسیر کی کتابون سے غنی نہین ہوتا اگرچہ دو دو نسخے ہون اور کتب طب اور نجوم اور ادب
سے غنی ہوتا ہی جب اونکی قیمت بقدر نصاب کے ہو کذا فی الطحطاوی بتصرف لا الذكورة فتجب على الانثى خانيه اور مرد ہونا قربانی کی شرط نہین تو قربانی واجب ہے
عورت پر کذا فی الخانیۃ وسببها الوقت وهو ايام النحر وقيل الرأس وقدمه في التاتارخانية اور قربانی کا سبب وقت ہی اور وقت سے نحر کے دن
مراد ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ قربانی کا سبب نجاز ایام نحر ہی نہ تمام وقت اور تاتارخانیہ مین اسی قول کو ترجیح دی ہے وركنها ذبح ما يجوز ذبحه من النعم لا غير فيكره ذبح دجاجة
وديك لانه تشبه بالمجوس بزازيه اور قربانی کا رکن ذبح کرنا ہے اوسکا جسکا ذبح کرنا جائز ہے منجملہ چوپایون کے نہ سوا اوسکے تو کروہ ہے ذبح کرنا
مرغی اور مرغ کا قربانی کی نیت سے اسواسطے کہ وہ تشبیہ ہی مجوسیون کے ساتھہ کذا فی البزازیۃ وحكمها الخروج عن عهدة الوجوب في الدنيا والوصول الى
الثواب بفضل الله تعالى في العقبى مع صحة النية اذ لا ثواب بدونها اور قربانی کا حکم یعنی اثر مترتب قربانی کا دنیا مین نکلجانا واجب کے عہدہ سے
اور ثواب کا ملنا ہے اللہ کے فضل سے آخرت مین نیت صحیح ہونیکے ساتھہ اسواسطے کہ ثواب نہین ہوتا بدون صحیح ہونے نیت کے فتجب التضحية اے
اراقة الدم من النعم عملا لا اعتقادا تو واجب ہے قربانی کرنا یعنی چوپایونکا خون بہانا یہہ وجوب باعتبار عمل کے ہے نہ باعتبار اعتقاد کے ہم وجہ
خونریزی پر دلیل یہ ہے کہ اگر زندہ اضحیہ کو تصدق کر دے تو واجب ادا نہوگا اور ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ قربانی واجب ہی اور ابو یوسف سے روایت یہہ ہے
کہ سنت ہی اور طرفین سے روایت یہہ ہی کہ فرض ہی اور صحیح یہ ہے کہ وہ واجب ہی چنانچہ مضمرات مین ہے لیکن قربانی کا وجوب کفارہ نہین اور صدقہ فطر
سے کمتر ہے سنت ہونیکی دلیل یہ ہے کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکہو اور جو تم مین سے قربانی کا ارادہ کرے وہ اپنے بال
اور ناخن روک رکہے یعنی نہ کاٹے اور تعلیق بالارادہ منافی وجوب ہی اور واجب ہونے کی یہہ حدیث دلیل ہے کہ من وجد سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا
کہ جو کشایش پاوے اور قربانی نکرے وہ ہماری عیدگاہ کے پاس نجاوے اور اسطرحکی وعید نہین ہوتی مگر ترک واجب مین اور حدیث اول مین ارادہ سے
مراد سہو کی ضد ہے نہ تخییر تو ارادہ کو ذکر کرنا نفی وجوب پر دلالت نہین کرتا چنانچہ اس حدیث مین کہ من اراد ان يحج فليعجل یعنی جو حج کا ارادہ کرے وہ
شتابی کرے پہر جب قربانی واجب عملی ہوتی نہ واجب اعتقادی تو اوسکا منکر کافر نہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بقدرة ممكنة قربانی کرنا واجب ہے
قدرت ممکنہ سے ہم یعنی قادر کر دینے والی قدرت سے ممکنہ اسم فاعل ہے تمکین سے نہ امکان سے هي ما يجب بمجرد التمكن من الفعل فلا يشترط
بقاءها لبقاء الوجوب لانها شرط محض قدرت ممکنہ وہی جو واجب ہو مجرد قادر ہونیکے فعل سے تو بقاء قدرت مشروط نہین بقاء وجوب کے
واسطے اسلئے کہ قدرت ممکنہ شرط محض ہے یعنی اسمین معنی علت نہین اور شرط کا مطلق وجود بلا اشتراط دوام کفایت کرتا ہی مشروط کے پائے جانیکو والتي
لا ميسرة هي ما يجب بعد التمكن بصفة اليسر فغيرته من العسر الى اليسر فيشترط بقاءها لانها شرط في معنى العلة كما مر في الفطرة
وجوب قربانی کا قدرت میسرہ سے نہین اور قدرت میسرہ وہی جو واجب ہو بعد قادر ہونیکے فعل سے آسانی کی صفت کے ساتہہ تو قدرت میسرہ وجوب
کو بدل ڈالتی ہے سختی سے آسانی کیطرف تو قدرت مذکورہ کا باقی رہنا مشروط ہی اسواسطے کہ وہ شرط بمعنی علت کے ہی چنانچہ مذکور ہو گیا فطرہ کے بیان مین
ہم جب شرط بمعنی علت ہوئی تو علت کا دوام مشروط ہی دوام معلول کیواسطے بدليل وجوب تصدقه بعينها او بقيمتها لو مضت ايامها

قربانی کا واجب ہونا قدرت ممکنہ سے نہ قدرت میسرہ سے ثابت ہی وجوب تصدق کی دلیل سے یعنی قربانی کا بعینہ تصدق کرنا یا اوسکی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے
اگر قربانی کے ایام گذر جاوین ہم تو قربانی اور فطرہ اور حج بعد واجب ہونیکے مال تلف ہو جانے سے ساقط نہوگا کیونکہ اونکا وجوب قدرت ممکنہ سے ہے نہ میسرہ سے
برخلاف زکوٰۃ اور عشر اور خراج کے اسواسطے کہ قدرت میسرہ کا بقا شرط ہے نہ قدرت ممکنہ کا علیٰ حُرٍّ مُسْلِمٍ مُقِیْمٍ بِمِصْرٍ اَوْ قَرْیَۃٍ اَوْ بَادِیَۃٍ عینی فَلَا تَجِبُ عَلٰی
حاجٍّ مسافرٍ فاما اهل مکۃ فتلزمہم وان حجوا وقیل لا تلزم المحرم سراج قربانی کرنا واجب ہے آزاد مسلمان پر جو مقیم ہے شہر یا گانو یا جنگل مین کذا فی
العینی تو قربانی واجب نہین حاجی مسافر پر اور مکہ والونپر تو قربانی لازم ہے اگرچہ وہ حج کرتے ہون اور بعضون نے کہا کہ محرم پر قربانی لازم نہین اگرچہ وہ اہل
مکہ سے ہو کذا فی السراج طحطاوی نے کہا سراج کی مانند شرح طحاوی مین ہے مُوْسِرٍ یسارَ الفطرۃ عن نفسہ لا عن طفلہ علی الظاهر بخلاف الفطرۃ
اوس مقدور والے پر جسکو فطرہ کا سا مقدور ہے قربانی واجب ہے اپنی ذات سے نہ اپنے طفل سے بنا بر ظاہر الروایۃ کے برخلاف فطرہ کہ اپنی ذات اور اپنے طفل کیطرف
سے واجب ہی ہم اور ظاہر الروایۃ پر فتوی ہے اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ واجب ہے قربانی اپنے اوس ولد صغیر اور اپنے اوس پوتے کیطرف سے
جسکا باپ نہین اور ممالیک کیطرف سے مستحب ہی کذا فی الطحطاوی شَاۃٌ بالرفع بدلٌ من ضمیر تجب او فاعلہ او سُبُعُ بَدَنَۃٍ هی الابل والبقر سُمّیت بہ
لضخامتہا اور جو جانور قربانی کیا جاوی وہ دُنبہ بھیڑ بکری ہے یا ساتوان حصہ بدنہ کا اور بدنہ عبارت ہی شتر اور گاو سے شتر اور گاو کو بدنہ نام رکھا
اونکی ضخامت یعنی تنداری اور بڑاپے کے سبب سے شارح نے کہا شاۃ بالرفع بدل ہے تجب کی ضمیر سے یا اوسکا فاعل ہے ہم فاعل تجب کا تو قضیہ مصرح ہے
تو شاۃ نہ اوس سے بدل ہو سکتا ہی نہ اوسکا فاعل ہو سکتا ہی بلکہ وہ خبر ہے مبتدا محذوف کی تقدیر اوسکی یون ہے والمضحّٰی بہٖ شاۃ کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے شارح
کے موافق ترجمہ نکیا اسکا حاصل بھیڑ بکری ایک شخص کیطرف سے قربانی ہوتی ہے اور شتر اور گاو سات شخصون کیطرف سے اور قیاس کہہ رہا تھا کہ اونٹ اور گاے ایک
ہی کیطرف سے قربانی ہوتی اسواسطے کہ خونریزی قربت واحدہ ہی اور وہ متجزی نہین مگر یہ قیاس متروک ہوا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ
کے ساتھ گاو قربانی کیا سات کیطرف سے اور اونٹ قربانی کیا سات کیطرف سے اور چونکہ بھیڑ بکری مین نص موجود نہ تھی تو وہ اصل قیاس پر باقی رہی کذا فی
الدرر ولو لاحدهم اقلّ من سُبُعٍ لم یجز عن احدٍ اور اگر ایک شخص کا حصہ شتر اور گاو سے ساتوین حصہ سے کمتر ہو تو کسیکی طرف سے قربانی جائز نہوگی ہم
یعنی شتر اور گاو کی قربانی سات شخصون کی طرف سے جائز ہی بشرطیکہ کسیکا حصہ ساتوین حصے سے کم نہو صورت اوسکی یہہ ہی کہ ایک مرد بیٹا اور زوجہ اور گاے یا بیل
میراث چھوڑکر مرگیا پھر بیٹے اور زوجہ نے گاے قربانی کی تو بیٹے کے حصہ مین قربانی جائز نہوگی بسبب ہو جانے وصف قربت کے بعض مین اور بسبب عدم تجزی
اس فعل کے قربت ہونے مین کذا فی الدرر یعنی زوجہ کا حصہ آٹھوان تھا اس گاے مین تو ساتوین سے کمتر ہوا لہذا اوسکی طرف سے قربانی ادا نہوتی اسواسطے کہ جب
بعض قربت نہ ٹھہرا تو کل بھی قربت نہوا وتجزئ عما دون سبعۃ بالاولٰی اور شتر اور گاو کی قربانی کمتر سات سے بطریق اولی جائز ہے یعنی چھہ یا پانچ
شخصون کیطرف سے بطریق اولے درست ہی بشرطیکہ ہر ایک کا حصہ ساتوان ہو یا زیادہ کذا فی الحلبی فجر نصبٌ علی الظرفیۃ یوم النحر الی اخر ایامہ وهی
ثلثۃ افضلها اولها واجب ہی قربانی کرنا یوم النحر کی فجر سے ایام نحر کے پچھلے دن تک اور ایام نحر تین دن ہین یعنی دسوین اور گیارھوین اور بارھوین تاریخ
ذیحجہ کی اور افضل دن قربانی کا پہلا دن ہے شارح نے کہا فجر کا لفظ منصوب ہے بنا بر ظرفیت کے یعنی ظرفیت وجوب ہم اور ایام مذکورہ کی راتون مین قربانی جائز
ہے لیکن مکروہ ہے بسبب غلط کے تاریکی مین کذا فی الحموی ویضحّی عن ولدہ الصغیر من مالہ صحّحہ فی الهدایۃ وقیل لا صحّحہ فی الکافی قال ولیس
للاب ان یفعلہ من مال طفلہ ورجّحہ ابن الشحنۃ قلت وهو المعتمد لما فی متن مواهب الرحمٰن من انہ اصحّ ما یفتی بہ وعلّلہ فی البرهان بانہ
ان کان المقصود الاتلاف فالاب لا یملکہ فی مال ولدہ کالعتق او التصدق باللحم فمال الصبی لا یحتمل صدقۃ التطوع وعزاہ للمبسوط فلیحفظ اور
باپ قربانی کرے اپنے فرزند صغیر کیطرف سے صغیر کے مال سے صحیح کہا ہی اس قول کو ہدایہ مین اور بعضون نے کہا کہ قربانی نکرے صغیر کے مال سے اس قول کو
صحیح کہا ہے کافی مین صاحب کافی نے کہا کہ باپ کو یہہ کرنا اپنی طفل کے مال سے درست نہین اور ترجیح دی ہی اس قول کی ابن شحنہ نے مین کہتا ہون
اور یہی قول معتمد ہی اسواسطے کہ مواهب الرحمن کی متن مین یہہ مذکور ہے کہ فتوی دینے مین یہی قول صحیح تر ہے اور برہان مین اوسکی وجہ یون بیان کی ہی کہ

اگر قربانی سے اتلاف مقصود ہی اور باپ اوسکا مالک نہین ہے فرزند کے مال مین چنانچہ اوسکے غلام کے آزاد کرنیکا مالک نہین اور اگر گوشت کا تصدق مقصود ہے
تو صغیر کا مال صدقہ نفل کا احتمال نہین رکہتا ہے اور اس قول کو مبسوط کیطرف نسبت کیا ہو تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ثم فرّع علی القول الاول بقولہٖ
واکل منہ الطفل وادّخر لہ قدر حاجتہ وما یبقی یبدل بما ینتفع الصغیر بعینہ کثوب وخف لا بما یستہلک کخبز ونحوہ ابن کمال وکذا الجد والوصی
پہر مصنف نے قول اول پر تفریع کی اپنے اس قول سے اور طفل کہاوے اپنی قربانی سے اور گوشت اوٹہار کہا جاوے بقدر اوسکی حاجت کی اور جو گوشت باقی رہے
وہ بدلڈالا جاوے اوس چیز سے جسکے بعینہ ذات سے صغیر فائدہ حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ نہ اوس چیز سے بدلنا چاہیے جسکے استہلاک سے فائدہ
حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانند اوسکے کذا صرح بہ ابن کمال اور اسیطرح یعنی باپ کی مانند دادا اور وصی ہے وصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لاضحیۃ
ای ان نوی وقت الشراء الاشتراک صح استحسانا والا لا استحسانا اور ایک شخص کے ساتہہ چہہ سے شریک ہوجانا جسکو مقصود تہا اوس شتر اور گائے مین جو
خرید کیا گیا قربانی کیواسطے یعنی اگر خرید کیوقت خرید کرنیوالے نے شریک کرلینے کی نیت کی تو صحیح ہے ازروی استحسان کے اور اگر شرکت کی نیت نہین کی
خرید کیوقت تو صحیح نہین ازروی استحسان کے ھ صورت مسئلہ یہہ ہے کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کیواسطے پہر اوسمین شریک کرلیا عالمگیریہ مین ہی اگر قربانی
کے ارادہ سے خرید کی پہر اوسمین چہہ شخصونکو شریک کرلیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتون کیطرف سے کفایت کریگی اور اگر خرید کیوقت شریک کرلینے کا ارادہ کرے
تو مکروہ نہین اور اگر قبل از خرید اسکا ارادہ کرے تو بہتر ہے اور زیلعی مین ہے کہ گاے خرید کی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پہر چہہ آدمی اوسکے
ساتہہ شریک ہوگئے تو کفایت کرتا ہے ازروی استحسان کے اور قیاس یہہ ہے کہ جائز نہو اسلئے کہ مہیا کرچکا اوسکو قربت کیواسطے تو بیع اوسکی ممنوع ہے وجہ استحسان
یہہ ہے کہ گاہے آدمی موٹی گاے پاتا ہے اور شریکونکو نہین پاتا ہے خرید کیوقت سو اوسکو خرید کرلیتا ہے پہر شریکونکو طلب کرتا ہے اور اگر یہہ جائز نہو تو لوگ حرج مین
پڑین اور حرج شرعًا مدفوع ہے انتہی اور سیاق کلام شارح اسکا مفید ہے کہ گاے خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ صورت مسئلہ یہہ ہے بلا
نیت شرکت خرید کی پہر اوسنے شریک کو پایا اسواسطے کہ اگر شرکت کی نیت سے خرید کریگا تو مخالف قیاس نہوگا کما ذکرہ الوالی کذا فی الطحطاوی ملخصا وذا اے
الاشتراک قبل الشراء احبّ اور یہہ یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب اور بہتر ہی ویقسم اللحم وزنا لا جزافا اور مشترک قربانی
کا گوشت قسمت کیا جاوے تول کر نہ اٹکل کر ھ فتاوی خلاصہ اور فیض مین ہے کہ تعلیق قسمت کی شریکونکے ارادہ پر ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ضمّ معہ من
الاکارع او الجلد صرفا للجنس بخلاف جنسہ مگر جبکہ گوشت کے ساتھہ پائے یا کہال ملائی جاے تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہین جنس کو خلاف جنس کے
پہیرنے کے سبب سے ھ یعنی ہر جانب مین کچہہ گوشت ہو اور کچہہ پائے یا ہر جانب مین کچہہ گوشت ہو اور کچہہ کہال یا ایک جانب مین گوشت اور پائے ہوں اور دوسری
جانب مین گوشت اور کہال ہو تو اب جائز ہی صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کیطرف کذا فی الدرر واوّل وقتہا بعد الصلوۃ ان ذبح فی مصر ای بعد اسبق
صلوۃ عید ولو قبل الخطبۃ لکن بعدہا احبّ اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر شہر مین ذبح کیا ہو یعنی اوس نماز عید کے بعد اول وقت ہی جو
سب سے پہلے نماز ہوگئی ہو اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہی ھ اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے بدکار ٹہہریگا کذا فی الحلبی
وبعد مضیّ وقتہا لو لم یصلوا لعذر ویجوز فی الغد وبعدہ قبل الصلوۃ لان الصلوۃ فی الغد تقع قضاء لا اداء زیلعی وغیرہ اور قربانی کا اول
وقت نماز عید کے وقت گذر جانیکے بعد ہے اگر لوگون نے عذر کی سبب سے نماز نہ پڑہی ہو اور گیارہوین اور بارہوین ذی الحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہی اسواسطے کہ گیارہوین
بارہوین کی نماز قضا واقع ہوگی نہ ادا کذا فی الزیلعی ھ عذر سے مراد غیر فتنہ ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا وبعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ
اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونیکے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گاؤن یا جنگل مین واخرہ قبیل غروب یوم الثالث
وجوّزہ الشافعی فی الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنی بارہوین تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی نے تیرہوین تاریخ مین بہی قربانی جائز
رکہی ہے ھ ایام نحر کے تین ہین اور ایام تشریق کے بہی تین ہین اور دونو ایام گذر جاتے ہین چار دن مین اول روز نحر ہے تشریق نہین اور پچہلا دن تشریق
ہے نحر نہین اور دو دن درمیان کے نحر اور تشریق ہین ایام نحر دسوین گیارہوین بارہوین اور ایام تشریق گیارہوین بارہوین تیرہوین والمعتبر

مکانُ الاُضحیۃِ لا مکانُ مَن علیہ اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اوس شخص کا مکان جسپر قربانی واجب ہے ھم تو اگر قربانی دیہات مین ہو اور قربانی
کرنیوالا شہر مین ہو تو بمجرد طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر مین ہو اور قربانی کرنیوالا دیہات مین تو قربانی جائز نہین مگر بعد نماز عید کے برخلاف
صدقہ فطر کہ اوسمین مکانِ فاعل معتبر ہے فحیلۃُ مصرِیٍّ ارادَ التعجیلَ ان یُخرجَہا الیٰ خارجِ المصرِ فیُضحی بہا اذا طلعَ الفجرُ مجتبیٰ تو اوس شہری کا حیلہ
جو شتابی قربانی کیا چاہتا ہے نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی کو نکال دے شہر سے باہر یعنی اوس مکانین جہان مسافر کو قصر صلوٰۃ جائز ہے پھر وہان فجر
کے طلوع ہوتے ہی قربانی کرے کذا فی المجتبیٰ والمعتبرُ آخرُ وقتِہا للفقیرِ وضدِّہ والولادۃِ والموتِ فلو کانَ غنیًّا فی اولِ الایامِ فقیرًا فی آخرِہا
لا یجبُ علیہ وان وُلِدَ فی الیومِ الاخیرِ یجبُ علیہ وان ماتَ فیہ لا یجبُ علیہ اور معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت
کیواسطے تو اگر غنی ہوا اول ایام نحر مین اور فقیر ہوا اوسکے پچھلے دنمین تو اوسپر قربانی واجب نہین اور اگر طفل پیدا ہو پچھلے دنمین تو اوسپر قربانی واجب ہے
اور اگر غنی مرگیا پچھلے دنمین تو اوسپر قربانی واجب نہین ھم صغیر کے مال مین قربانی واجب ہے بموجب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہوچکا تبیّنَ انّ الامامَ
صلّی بغیرِ طہارۃٍ تُعادُ الصلوۃُ دونَ الاضحیۃِ لانّ من العلماءِ مَن قال لا یُعیدُ الصلوۃَ الّا الامامُ وحدَہ فکانَ للاجتہادِ فیہ مساغٌ زیلعی
بعد نماز اور قربانی کے ظاہر ہوا کہ امام نے نماز عید کی پڑہائی بدون طہارت کے تو فقط نماز پھیر یجاوے نہ قربانی اسواسطے کہ علما مین سے بعضا عالم وہ ہے جو کہتا
ہے کہ نماز کا اعادہ نکرے مگر امام تنہا تو اسمین اجتہاد مجتہدین کی گنجائش ٹھہری کذا فی الزیلعی یعنی جب مقتدیون پر اعادہ واجب نہوا تو قربانی کا اعادہ کیونکر
ہوگا تو سقوط جماعت جواز قربانی کا عذر ٹھہرا تاکہ قربانیان فساد سے محفوظ رہین وفی المجتبیٰ انما تُعادُ قبلَ التفرّقِ لا بعدَہ اور مجتبیٰ مین ہے کہ نماز اعادہ
کیجاویگی اگر متفرق ہونیسے پہلے نہ بعد متفرق ہوجانے مقتدیون کے ھم یہہ تقیید ہے اطلاق متن کی اسواسطے کہ اعادہ بعد التفرق مین مشقت ہے وفی البزازیۃ
بلدۃٌ فیہا فتنۃٌ فلم یُصلّوا وضحَّوا بعدَ طلوعِ الفجرِ جازَ فی المختار اور بزازیہ مین ہے کہ ایک شہر ہے جسمین فتنہ ہے یعنی وہانکا کوئی حاکم نہین ہے تو
شہر والون نے نماز نہ پڑہی حاکم کے نہونیکے سبب اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول مختار مین ھم اسواسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہوگیا
اس حکم مین زیلعی حلبی نے کہا اور یہہ معارض ہے اوس قول کو جو پہلے منقول ہوچکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا تو عذر مقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور
ہوچکا اور یہہ فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نرہا لکن فی الینابیع ولو تعمّدَ الترکَ فمِن اولِ وقتِہا لا یجوزُ الذبحُ حتی تزولَ الشمسُ انتہی لیکن
ینابیع مین ہے اور اگر حاکم نے عمدًا نماز عید ترک کی پہر کسی شخص نے قربانی کی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز نہین جبتک
زوال شمس نہو انتہی ما فی الینابیع ھم قربانی قبل زوال اسواسطے جائز نہین کہ شاید قبل زوال تک حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا اس تقیید کی
کوئی وجہ نہین اسواسطے کہ قبل اسکے نماز ترک ہوئی تہی عذر کے سبب اور یہان بلا عذر ترک ہوئی وقیل لا یجوزُ قبلَ الزوالِ فی الیومِ الاولِ ویجوزُ فی
بقیۃِ الایامِ قلتُ وقدّمنا انّہ مختارُ الزیلعی وغیرِہ وبہ جزمَ فی المواہبِ فتنبّہ اور بعضون نے کہا کہ قربانی جائز نہین قبل زوال کے اول
دن مین اور جائز ہے باقی دنونمین مین کہتا ہون اور ہم پہلے بیان کرچکے ہین کہ یہہ قول زیلعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمن
مین تو خبردار رہنا کما لو شہدوا انّہ یومُ العیدِ عندَ الامامِ فصلّوا وضحّوا ثمّ بانَ انّہ یومُ عرفۃٍ اجزأتہم الصلوۃُ والتضحیۃُ لانّہ
لا یمکنُ التحرّزُ عن مثلِ ہذا الخطاءِ فیُحکمُ بالجوازِ صیانۃً لجمیعِ المسلمینَ چنانچہ اگر گواہی دی گواہون نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگون
نے نماز عید کی پڑہی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تہا تو اونکو نماز اور قربانی کفایت کرتی ہے اسواسطے کہ ایسی خطا سے بچنا ممکن نہین تو جواز صلوۃ
اور قربانی کا حکم کیا جائیگا جمیع مسلمین کے بچاؤ کیواسطے یعنی تا اونکی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے وکُرِہَ تذبیحُہا ای الذبحُ لیلًا لاحتمالِ الغلطِ اور
مکروہ تنزیہی ہے ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط اور خطا ہوجانیکے احتمال سے ولو ترکتِ التضحیۃُ ومضتْ ایامُہا تصدّقَ بہا حیّۃً ناذرٌ فاعل
تصدّق لمعیّنۃٍ ولو فقیرًا اور اگر نذر کرنیوالے نے قربانی کرنا چھوڑا اور قربانی کے دن گذرگئے تو معین جانور کا نذر کرنیوالا اوسکو زندہ خیرات کردے
اگرچہ نذر کرنیوالا فقیر ہو شارح نے کہا ناذر فاعل ہے تصدّق کا ھم یعنی جسکے ملک مین بکری یا بہیڑ ہو اور وہ یون نذر کرے کہ خدا کیواسطے مجھپر واجب ہے

یہہ کہ مین اسکو قربانی کرونگا اذا فی الدرر ولو ذبحها تصدق بلحمها اور اگر نذر والی قربانی کو ذبح کیا تو اوسکا گوشت خیرات کردے ولو نقصها
تصدق بقیمة النقصان ایضا اور اگر اوسکو ناقص کردیا بسبب عیبدار کردینے کے تو اوسکے نقصان کی قیمت بہی خیرات کردے ولا یاکل الناذر منها
فان اکل تصدق بقیمة ما اکل اور نذر کرنیوالا نذر کی قربانی سے نہ کہاوے اور اگر کہایا تو جس قدر گوشت کہایا اوسکی خیرات کرے وفقیر عطف
علیه شراها لها لوجوبها علیه بذلک حتی یمتنع علیه بیعها اور محتاج نے جانور خرید کیا قربانی کرنیکے واسطے اور قربانی کے دن گذر گئے تو اوسکو
زندہ تصدق کردے بسبب واجب ہوجانے قربانی کے محتاج پر بسبب خرید کرنیکے تو اوسپر ممنوع ہوگا اوسکا بیچنا شارح نے کہا فقیر کا لفظ عطف ہے ناذر پر ھم یعنے
ہرچند محتاج پر قربانی واجب نہین لیکن جبکہ قربانی کی نیت سے خرید کریگا تو اوسپر واجب ہوجاویگی ہمارے نزدیک کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری مین ہے
کہ اگر قربانی خرید کی پہر اوسکی بیع کی تو اوسکی تین صورتین ہین ایک یہہ کہ قربانی کی نیت سے خرید کی تو دوسری صورت یہہ کہ بدون نیت کے خرید کی تیسری یہہ کہ بلا
نیت خرید کی پہر اوسکا قربانی کرنا زبان سے واجب کرلیا بایطرح کہ خداکیواسطے مجہپر لازم ہے اسکا قربانی کرنا اسی سالین تو پہلی صورت مین قربانی نہوجاویگی
جبتک زبان سے اوسکو واجب نکرلیگا ظاہر الروایۃ مین اور صاحبین کے نزدیک قربانی ٹہر جائیگی اور دوسری صورت کا حکم ظاہر الروایۃ مین مذکور نہین اور حسن
کی روایت امام سے یہہ ہے کہ وہ قربانی نہوگی تو اگر اوسکو بیع کرڈالے تو جائز ہے اور یہی قول ماخوذ ہے اور تیسری صورت مین بالاتفاق قربانی ہوجاویگی
کذا فی الطحطاوی سے وتصدق بقیمتها غنی شراها اولا لتعلقها بذمته شراها اولا فالمراد بالقیمة قیمة شاة تجزی فیها اور بعد گذر جانے ایام
نحر کے اوسکی قیمت کو مالدار تصدق کردے خواہ اوسنے قربانی خرید کی ہو یا نہ خرید کی ہو بسبب متعلق ہونے قربانی کے غنی کے ذمہ پر خرید کرے یا نکرے تو قیمت
سے مراد اوس بہیڑ بکری کی قیمت ہے جو قربانی کرنے مین کافی ہو ھم درصورت عدم خرید فقط قیمت کا خیرات کرنا تو ظاہر ہے اور جبکہ خرید کی تو وہ مختار ہے چاہے
اوسکی قیمت تصدق کردے چاہے اوسکو زندہ خیرات کردے تا اوسکے عہدہ سے خارج ہو جیسے جمعہ کی قضا فوت ہوجانیکے بعد ظہر ہے اور صوم کی قضا عاجز ہونے
کے بعد فدیہ ہے وصح الجذع ذو ستة اشهر من الضأن ان کان بحیث لو خلط بالثنایا لا یمکن التمییز من بعید اور قربانی کیواسطے صحیح ہے
جذع یعنی چہہ مہینے کا پٹہا دنبہ کا بشرطیکہ ایسا قدآور ہو کہ اگر سال بہر کی بہیڑ بکریون مین ملایا جاوے تو اوسکی تمیز دور سے ممکن نہو ھم ضأن سے مراد وہ ہے
جسکی الیہ ہو یعنی چکتی کذا فی صدر الشریعۃ والدرر والمنح طحطاوی نے کہا دلیل جواز یہہ حدیث ہے جسکو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ یجوز الجذع من الضان
اضحیة یعنی جائز ہے چہہ مہینے کا پٹہا دنبے سے قربانی کیواسطے انتہی اور کہا اور اگر صغیر الجثہ ہو تو جائز نہین جبتک ایک سال پورا نہو اور دوسرا سال شروع
نہوا ہو وصح الثنی فصاعدا من الثلثة اور ثنی اور اوس سے زیادہ صحیح ہے تینون قسمون سے یعنی غنم اور بقر اور ابل سے والثنی هو ابن خمس من الابل
وحولین من البقر والجاموس وحول من الشاة والمعز اور ثنی اونٹ سے پانچ سال کا ہوتا ہے اور گاے بیل اور بہینس سے دو سال کا ہوتا ہے اور بہیڑ
بکری سے سال بہر کا ہوتا ہے ھم تقدیر اسنان مذکورہ مانع نقصان ہے نہ مانع زیادت تو اگر اس سے کمعمر کا ذبح ہوگا تو جائز نہوگا اور اوس سے زیادہ عمر کا
ذبح ہوگا تو جائز ہے بلکہ افضل ہے کذا فی العالمگیریہ والمتولد بین الاهلی والوحشی یتبع الام قاله المصنف اور جو جانور پیدا ہوا ہو اہلی اور وحشی
سے وہ اپنی مان کا تابع ہے ایسا کہا ہے مصنف نے ھم یعنی اگر اوسکی مان کی قربانی جائز ہے تو اوسکی بہی جائز ہے اور اگر اوسکی مان کی قربانی
جائز نہین تو اوسکی بہی جائز نہین **فروع** مسائل لمحمد شارح سے الشاة افضل من سبع البقرة اذا استویا فی القیمة واللحم بہیڑ بکری بہتر ہے گاے
بیل کے ساتوین حصے سے اگر قیمت اور گوشت مین دونون برابر ہون والکبش افضل من النعجة اذا استویا قیمة اور مینڈہا بہتر ہے بہیڑ سے جبکہ دونون کی
قیمت برابر ہو ھم اور اگر بہیڑ کی قیمت زیادہ ہو یا اوسکا گوشت زیادہ ہو تو وہ مینڈہے سے افضل ہے کذا فی الذخیرہ والانثی من المعز افضل من التیس
اذا استویا قیمة اور مادہ بکری بہتر ہے نر بکرے سے جبکہ دونون قیمت مین برابر ہون والانثی من الابل والبقر افضل حاوی سے اور اونٹنی اور گاے
افضل ہے اونٹ اور بیل سے کذا فی الحاوی وفی الوهبانیة ان الانثی افضل من الذکر اذا استویا قیمة والله اعلم اور وہبانیہ مین ہے کہ مادہ
بہتر ہے نر سے جبکہ دونون کی قیمت برابر ہو والله اعلم ھم طحطاوی نے کہا کہ ابل اور بقر مین مادہ افضل ہے نر سے اسواسطے کہ ان دونو قسمون مین

اُ دہ کا گوشت عمدہ ہوتا ہے نرکے گوشت سے وَلَو وَلَدَتِ الاُضحِیۃُ وَلَدًا قَبلَ الذَّبحِ یُذبَحُ الوَلَدُ مَعَہا وَعِندَ بَعضِہِم یَتَصَدَّقُ بِہٖ بِلَا ذَبحٍ قربانی بچہ جنی
ذبح ہونے سے پہلے تو بچہ بھی ذبح کیا جاوے اوسکے ساتھ اور بعضوں کے نزدیک بچہ خیرات کیا جاوے بدون ذبح کرنیکے وَلَو ضَلَّت اَو سُرِقَت فَاشتَرٰی
اُخرٰی ثُمَّ وَجَدَہَا فَالاَفضَلُ ذَبحُہُمَا وَاِن ذَبَحَ الاَوَّلَ جَازَ وَکَذَا الثَّانِیَۃَ لَو قِیمَتُہَا کَالاَوَّلِ اَو اَکثَرَ وَاِن اَقَلَّ ضَمِنَ الزَّائِدَ وَیَتَصَدَّقُ بِہٖ بِلَا
فَرقٍ بَینَ غَنِیٍّ وَفَقِیرٍ وَقَالَ بَعضُہُم اِن وَجَبَت عَن یَسَارٍ فَکَذَا الجَوَابُ وَاِن عَن اِعسَارٍ ذَبَحَہُمَا بِیع قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو دوسری قربانی
خریدکی پھر پہلی ملی تو دونونکا ذبح کرنا افضل ہے اور اگر پہلی قربانی کو ذبح کریگا تو درست ہے اور اسیطرح اگر دوسری کو ذبح کریگا تو بھی درست ہے بشرطیکہ دوسری
کی قیمت پہلے کی برابر ہو یا زیادہ ہو اور اگر دوسری کی قیمت پہلے کی قیمت سے کمتر ہو تو زائد کا ضمان دیوے اور اوسکو خیرات کردے اسمین کچھ فرق نہین مالدار اور محتاج
کا اور بعضون نے کہا کہ اگر قربانی مالداری کے سببسے واجب ہوئی ہے تو اسیطرحکا جواب ہے جو مذکور ہوچکا اور اگر محتاجی مین خرید کرنیکے سببسے واجب ہوئی تو
دونو قربانیونکو ذبح کرے کذا فی الینابیع یعنی دونو قربانیونکا ذبح کرنا واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن الخانیہ وَیُضَحِّی بِالجَمَّاءِ وَالخَصِیِّ وَالثَّولَاءِ اَی
المَجنُونَۃِ اِذَا لَم یَمنَعہَا مِنَ السَّومِ وَالرَّعیِ اور قربانی کرے منڈی کو یعنی جسکے سر پر سینگ نہون اور خصی یعنی بدھیا کو اور قربانی کرے اوس دیوانے کو جسکو
دیوانگی چرنے چُگنے سے نروکے وَاِن مَنَعَہَا لَا یَجُوزُ التَّضحِیَۃُ بِہَا اور اگر چرنے چُگنے سے دیوانگی باز رکھے تو ایسی دیوانے جانور کو قربانی کرنا جائز نہین وَالجَربَاءِ
السَّمِینَۃِ فَلَو مَہزُولَۃً لَم یَجُز لِاَنَّ الجَرَبَ فِی اللَّحمِ نَقصٌ اور قربانی کرے موٹے خارشی جانور کو تو اگر خارشی جانور دُبلا ہو تو درست نہین اسواسطے کہ
گوشت مین خارش ہونا نقصان ہے ہم یعنی کھال کی خارش سے گوشت مین نقصان نہین لہذا اوسکی قربانی درست ہے اور جب خارش سے جانور دبلا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ
خارش گوشت تک پہنچ گئی اسواسطے درست نہین لَا بِالعَمیَاءِ وَالعَورَاءِ وَالعَجفَاءِ المَہزُولَۃِ الَّتِی لَا مُخَّ فِی عِظَامِہَا جائز نہین قربانی اندہے اور کانے
اور ایسے نہایت دُبلے جانور کی جسکی ہڈیونمین گودا نہین وَالعَرجَاءِ الَّتِی لَا تَمشِی اِلَی المَنسَکِ اَیِ المَذبَحِ اور اوس لنگڑے کی قربانی جائز نہین جو ذبح
کرنیکے مقام تک چل سکے ہم بزازیہ مین ہے کہ اگر ایسا لنگڑا جانور ہو جو تین پانونسے چلے اور چوتھا پانون زمین پر نرکھے تو اوسکی قربانی جائز نہین اور
اگر چوتھے پاؤن کو تھوڑا ٹیکتا ہو اور جھکا چلتا ہو تو اوسکی قربانی درست ہے وَالمَرِیضَۃِ البَیِّنِ مَرَضُہَا اور اوس بیمار کی قربانی جائز نہین جسکی بیماری صاف
ظاہر ہے وَمَقطُوعِ اَکثَرِ الاُذُنِ اَوِ الذَّنَبِ وَالعَینِ اَیِ الَّتِی ذَہَبَ اَکثَرُ نُورِ عَینِہَا فَاَطلَقَ القَطعَ عَلَی الذَّہَابِ مَجَازًا وَاِنَّمَا یُعرَفُ بِتَقرِیبِ
العَلَفِ اور اوس جانور کی قربانی جائز نہین جسکا اکثر کان یا دُم یا آنکھ قطع ہوگئی ہو یعنی جس جانور کی آنکھہ کا اکثر نور جاتا رہا ہو تو مصنف نے ذہاب پر قطع کا
اطلاق کیا باعتبار مجاز کے اور اکثر روشنی کا جاتا رہنا نزدیک گھانس کے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھہ کو
بند کرے اور اوسکے سامنے چارا رکھے اور نظر کرے کہ کتنی دور سے اوسنے چارے کو دیکھا اور اوسکی طرف رغبت کی پھر تندرست روشن آنکھہ کو بند کرے اور چارا اوسکے سامنے
رکھے پھر نظر کرے کہ کتنی دور سے اوسنے چارا دیکھا پھر دونون مکانون کے تفاوت کو اندازہ کرے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسیطرح اقل یا اکثر
معلوم کرے طحطاوی نے کہا اکثر کا رعایت کرنا فقیہ ابو اللیث کا قول ہے اور مجتبی مین اسی قول پر فتوی مذکور ہے اور شرح ملتقی مین قاضی خان سے منقول ہے کہ
صحیح قول یہی ہے کہ تہائی اور اس سے کم قلیل مین داخل ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ کثیر ہے اور اسپر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ یہان فتوی مختلف ہے فَاِذَا کَانَ
الاَکثَرُ بَاقِیًا لِاَنَّ لِلاَکثَرِ حُکمَ الکُلِّ بَقَاءً وَذَہَابًا فَیَکفِی بَقَاءُ الاَکثَرِ وَعَلَیہِ الفَتوٰی مُجتَبٰی اور جس دنبہ کی اکثر چکتی کٹی ہے تو اوسکی قربانی جائز نہین اسلیے
کہ اکثر کیواسطے کل کا حکم ہے رہنے اور جانے مین تو اکثر کان اور دُم اور آنکھہ اور چکتی کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے قربانی کیواسطے اور اسی قول پر فتوی ہے
کذا فی المجتبی وَلَا بِالہَتمَاءِ الَّتِی لَا اَسنَانَ لَہَا وَیَکفِی بَقَاءُ الاَکثَرِ وَقِیلَ مَا تَعتَلِفُ بِہٖ اور قربانی جائز نہین پوپلے جانور کی جسکو دانت نہین اور اکثر دانتون
کا باقی رہنا کفایت کرتا ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اوسقدر دانتون کا باقی رہنا کافی ہے جسقدر سے چارہ کہا سکے یعنی اگرچہ نصف سے کم ہون وَالسَّکَّاءِ الَّتِی
لَا اُذُنَ لَہَا خِلقَۃً فَلَو لَہَا اُذُنٌ صَغِیرَۃٌ خِلقَۃً اَجزَأَت زَیلَعِی اور جائز نہین قربانی بوچی کی جسکے پیدایشی کان نہین اور اگر جانور کے چھوٹے کان ہون تو اوسکی قربانی
کافی ہے کذا فی الزیلعی ہم اگر پیدایشی ایک کان ہو تو قربانی اوسکی درست نہین کذا فی العالمگیریہ وَالجَدعَاءِ مَقطُوعَۃِ الاَنفِ ... اَو یَابِسِہَا اور

اوس جانور کی قربانی جائز نہین جسکے تھنونکی نوکین کٹی ہون یا وہ خشک ہون ولا الجدّاء مقطوعة الاخلاف اور قربانی درست نہین ہے ایسے جانور کی جسکی
ناک کٹی ہو ولا المصرّمة اطباؤها وهی التی تعالج حتی ینقطع لبنها اور نہ وہ جانور جسکے تھنونکی نوکین منقطع ہون یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے
دودہ منقطع ہوگیا ہو ولا التی لا الیة لها خلقة مجتبی اور درست نہین قربانی اوس دنبہ کی جسکی پیدایشی چکتی نہو کذا فی المجتبی ولا بالخنثی لان لحمها
لا ینضج شرح وهبانیه وتمامه فیه اور جائز نہین قربانی خنثے کی اسواسطے کہ اوسکا گوشت پختہ نہین ہوتا کذا فی شرح الوہبانیۃ اور اسکا پورا بیان
اوسی کتاب مین ہے ولا الجلالة التی تأکل العذرة ولا تأکل غیرها اور جائز نہین قربانی نجاست خور جانور کی جو گوہ کھاتا ہے اور اوسکے سوا کچھہ
نہین کھاتا ہے اوس قید سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست بھی کھاتا ہو اور چارا بھی کھاتا ہو تو اوسکی قربانی درست ہے کذا فی الطحطاوی تتمہ قربانی جائز ہے
اوس جانور کی جسکو کھانسی آتی ہے اور اوسکی جو بڑہاپے سے جن نہین سکتی اور اوسکی جو داغا گیا ہے اور اوسکے دودہ نہین اوترتا بلا مرض اور جسکے چھوٹی
چکتی ہے دم کی برابر اور جسکی زبان کٹی ہے بشرطیکہ چارا کھا سکتا ہو کذا فی الطحطاوی ولو اشتراها سلیمة ثم تعیبت بعیب مانع کما مر فعلیه اقامة
غیرها مقامها ان کان غنیا وان کان فقیرا اجزأه ذلک اور اگر قربانی تندرست خریدی پہر اوسمین وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا چنانچہ
عیوب مانعہ مذکور ہو چکے تو اوسپر واجب ہے کہ اور قربانی اوسکے قائم مقام کرے اگر خریدکرنیوالا مالدار ہو اور اگر محتاج ہو تو وہی عیبدار قربانی اوسکو واسطے
کفایت کرتی ہے وکذا لو کانت معیبة وقت الشراء لعدم الوجوب علیه بخلاف الغنی اور اسیطرح معیوب قربانی محتاج کیواسطے کافی ہے اگر قربانی
مین عیب موجود ہو خریداری کیوقت اسواسطے کہ محتاج پر قربانی واجب نہین برخلاف مالدار کے کہ اوسپر واجب ہے تو اوسکے حق مین کافی نہوگی ولا یضر
تعیبها من اضطرابها عند الذبح اور ضرر نہین کرتا عیبدار ہوجانا قربانی کا اوسکے تڑپنے کے سبب سے ذبح کیوقت وکذا لو ماتت فعلی الغنی غیرها
لا الفقیر اور اگر قربانی مرگئی تو مالدار پر دوسری قربانی اوسکے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ولو ضلّت او سرقت فشری اخری فظهرت فعلی الغنی
احدهما وعلی الفقیر کلاهما شمنی اور اگر قربانی گم ہوگئی یا چوری گئی سو اوسنے دوسرا جانور خریدا تو غنی پر ایک جانور کا قربانی کرنا واجب ہے اور محتاج
پر دونوں کا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الشمنی ۵ یہ مسئلہ مکرر ہوگیا وان مات احد السبعة المشترکین فی البدنة وقال الورثة اذبحوا عنه وعنکم
صح عن الکل استحسانا لقصد القربة من الکل ولو ذبحوها بلا اذن الورثة لم یجزهم لان بعضها لم یقع قربة اور گائی یا اونٹ کے سات شریکون
مین سے ایک شریک مرگیا اور میت کے وارثون نے کہا کہ ذبح کرو میت کیطرف سے اور اپنی طرف سے تو سبکی طرف سے قربانی صحیح ہوگی استحسان کی راہ سے
اسواسطے کہ عبادت کا قصد سبکی طرف سے حاصل ہوا اور اگر شریکون نے میت کے وارثون کے بلا اذن اوسکو ذبح کیا تو شریکون کیطرف سے بھی قربانی ادا نہوگی
اسواسطے کہ ساتوان حصہ عبادت واقع نہوا یعنی جب بعض عبادت نہ ٹھہرا تو کل ہی عبادت نہوا عدم تجزّی کے سبب سے کذا فی الکافی وان کان شریک
الستة نصرانیا او مرید اللحم لم یجز عن واحد منهم لان الاراقة لا تتجزی هدایه [illegible] اور اگر چہہ شریکون کے ساتھہ ساتوان شریک نصرانی ہو یا
فقط گوشت لینے کا ارادہ رکہتا ہو تو اونمین سے کسیکی طرف سے قربانی ادا نہوگی اسواسطے کہ خونریزی متجزی نہین ہوتی کذا فی الہدایہ بدلیل گذشتہ ۵
اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت پذیر مین یعنی جب متقرب کے ساتھہ وہ شخص شریک ہو جو قربت کا قصد نہین رکہتا ہو تو عبادت ادا نہوگی اور درصورت
قربت عبادت ادا ہوگی اگرچہ قربت کی جہت مختلف ہو مثلاً کہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض جزاء صید اور بعض ہدی احصار اور بعض کفارہ
احرام اور بعض ہدی تطوع اور بعضی دم متعہ یا قران کا ارادہ کرے اور اسیطرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے ایسا بیان کیا ہے امام محمد نے نوادر
ضحایا مین اور اس باب سے پہلے محمد نے ذکر کیا ہے کہ قربانی سبکے واجب ہونے نے عقیقہ وغیرہا ہر ذبح کو منسوخ کردیا اور محمد کی نص سابق اسکی مفید ہے کہ نسخ تو فقط وجوب
کی راہ سے ہے والا عقیقہ بھی قربت ہے اور یہہ مخالف ہے اوس بحث کی جو شرنبلالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہہ ہے کہ عقیقہ کا قربت اور
عبادت ہونا خود امام محمد کے کلام سے ثابت ہے اور یہہ جو امام محمد نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہا کو قربانی نے منسوخ کردیا تو مطلب یہہ ہے کہ عقیقہ واجب نہین رہا ہے تو
اس سے نفی استحباب یا اباحت کی لازم نہین اور اسکو مکروہ کہنا تو قول بے دلیل ہے اسواسطے کہ عقیقہ احادیث متعددہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام مین جاری ہے

فروع سائل لمحمد شارح ولو ان ثلثة نفر اشترى كل واحد منهم شاة للاضحية احدهم بعشرة والآخر بعشرين والآخر بثلثين وقيمة كل
واحد مثل ثمنها فاختلطت حتى لا يعرف كل واحد شاته بعينها واصطلحوا على ان يأخذ كل واحد شاة يضحي بها اجزأتهم ويتصدق صاحب
الثلثين بعشرين وصاحب العشرين بعشرة ولا يتصدق صاحب العشرة بشيء وان اذن كل واحد منهم ان يذبحها عنه اجزأه ولا شيء عليه كما
لو ضحى اضحية غيره بغير امره كذا في الينابيع اور اگر تین شخصوں نے ایک ایک بکری قربانی کیواسطے خرید کی ایک شخص نے دس درم کو خرید کی اور دوسرے نے بیس درم کو خرید کی
اور تیسرے نے تیس درم کو خرید کی اور ہر بکری کی قیمت اوسکے ثمن کی برابر ہے پھر تینوں بکریاں اسطرح مختلط ہوگئیں کہ تینوں شخصوں میں سے کوئی شخص بھی اپنی خاص
بکری کو نہیں پہچانتا ہے اور تینوں نے اسپر اتفاق کر لیا کہ ہر ایک شخص ایک ایک بکری لیکر قربانی کرے تو اسطرح قربانی کرنا کفایت کریگا اور تیس درم والا بیس
درم خیرات کرے اور بیس درم والا دس درم تصدق کرے اور دس درم والا کچھہ خیرات نکرے اور اگر ہر شخص دوسرے کو یہہ اذن دے کہ تو میری طرف سے قربانی
کر دے تو اوسکے واسطے قربانی کافی ہوگی اور اوسپر کچھہ خیرات کرنا واجب نہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کر دے بدون اوسکے حکم کے تو بھی
تصدق لازم نہیں کذا فی الینابیع ھ تیس درم والے پر بیس درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اوسنے وہ بکری قربانی کی ہو جو دس درم کی
خرید ہوئی اور اسی احتمال سے بیس درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور دس درم والے پر قلت کا احتمال نہیں لہذا اوسپر کچھہ تصدق بھی نہیں

ويأكل من لحم الاضحية ويؤكل غنيا ويدخر وندب ان لا ينقص التصدق عن الثلث وندب تركه لذي عيال توسعة عليهم اور قربانی کرنے
والا کہاوے اپنی قربانی سے اور مقدور والے کو کہلاوے اور ذخیرہ کر رکھے اور مستحب یہہ ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نکیا جاوے اور ترک تصدق مستحب ہے عیالدار
کیواسطے اونپر کشایش کرنیکے لئے ھ مستحب یہہ ہے کہ اپنی قربانی سے کہاوے اور غیر کو کہلاوے اور افضل یہہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی میں اقارب
اور دوستوں کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اوٹہا رکھے گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم اور ذمی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرے تو جائز ہے
اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کر رکہے اگرچہ تین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنیوالے کو کہانا اوس قربانی میں ہے جو منذور نہو اور اگر
قربانی نذر مان کر اپنے اوپر واجب کر لی ہو تو قربانی کرنیوالیکو اوسکا کہانا اور مالدارونکو کہلانا حلال نہیں خواہ نذر کرنیوالا غنی ہو یا فقیر اسواسطے کہ نذر میں
تو تصدق لازم ہے اور متصدق کو اپنے صدقہ سے کہانا یا غنی کو کہلانا ہرگز جائز نہیں کذا فی البدائع والعالمگیریة وان يذبح بيده ان علم ذلك والا
يعلمه يشهدها بنفسه ويأمر غيره بالذبح كيلا يجعلها ميتة اور مستحب ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر ذبح
کرنا نجانتا ہو تو ذبح کیوقت خود موجود ہو اور غیر شخص کو اوسکے ذبح کرنیکا امر کرے تا ناواقف قربانی کو مردار نکر ڈالے ھ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھڑی ہو اور اپنی قربانی پر حاضر ہو اسواسطے کہ تیری مغفرت ہوگی قربانی کے اول قطرہ کے نکلنے اور یوں کہہ ان
صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لا شریک له جان رکہہ کہ اسکا گوشت اور خون تیری ترازو میں رکہا جائیگا ستر گنا ہوکر کذا فی الطحطاوی

وكره ذبح الكتابي واما المجوسي فيحرم لانه ليس من اهله درر اور اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا تو ذبح کرنا حرام ہے اسلئے
کہ مجوسی ذبح کرنیکی لیاقت نہیں رکھتا ہے کذا فی الدرر ويتصدق بجلدها او يعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة ودلو اور قربانی
کی کہال خیرات کرے یا اوس سے مانند چھلنی اور جہولی اور مشک اور دستارخوان اور ڈول بناوے او يبدله بما ينتفع به باقيا كما مر یا کہال کو بدلے
اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہوسکے اوسکو باقی رکہکے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدلے لا بمستهلك كخل ولحم و
نحوه کدراهم نہ بدلے کہال کو مستہلک چیز سے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہو سکے بدون استہلاک کے چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اوسکی چنانچہ
روپیے یا پیسے یا کوڑی فان بيع اللحم او الجلد به اي بمستهلك او بدراهم تصدق بثمنه ومفاده صحة البيع مع الكراهة وعن الثاني
باطل لانه كالتمول پھر اگر قربانی کا گوشت یا چمڑا بیچا گیا مستہلک چیز سے یا روپیوں سے تو اوسکے ثمن کو تصدق کر دے اور تصدق ثمن سے صحت
بیع کا کراہت کے ساتھ فائدہ حاصل ہوا اور ابو یوسف سے روایت یہہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے اسواسطے کہ وہ تمول کی مانند ہے کذا فی المجتبی ق لا

یُعْطِی اَجْرَ الْجَزَّارِ مِنْهَا لِاَنَّهٗ کَبَیْعٍ وَاسْتُفِیْدَتْ مِنْ قَوْلِهٖ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَنْ بَاعَ جِلْدَ اُضْحِیَّتِهٖ فَلَا اُضْحِیَّۃَ لَهٗ قصاب کی مزدوری
مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے نہ دے اسواسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے اوسکی بیع کی مانند ہی اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کی اس حدیث سی کہ جسنے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اوسکی قربانی نہوئی کذا فی الہدایۃ وَکُرِهَ جَزُّ صُوْفِهَا قَبْلَ الذَّبْحِ لِیَنْتَفِعَ بِهٖ فَاِنْ جَزَّهٗ تَصَدَّقَ
بِهٖ وَلَا یَرْکَبُهَا وَلَا یَحْمِلُ عَلَیْهَا شَیْئًا وَلَا یُؤْجِرُهَا فَاِنْ فَعَلَ تَصَدَّقَ بِالْاَجْرِ حَاوِی الْفَتَاوٰی لِاَنَّهٗ اَلْتَزَمَ اِقَامَۃَ الْقُرْبَۃِ بِجَمِیْعِ اَجْزَائِهَا
اور قربانی کے روئین اور بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے تا اوس سے فائدہ حاصل کرے پھر اگر کترے تو اوسکو خیرات کردے اور قربانی پر سوار نہو اور نہ
اوس پر کوئی چیز لادے اور نہ اوسکو کرایہ دے سو اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کرے کذا فی حاوی الفتاوی یہ امور مذکورہ اسواسطے جائز نہین کہ عبادت کا قائم
کرنا اوسکے تمام اجزا سے لازم کیا گیا ہے بِخِلَافِ مَا بَعْدَهٗ لِحُصُوْلِ الْمَقْصُوْدِ مُجْتَبٰی برخلاف بعد ذبح کرنیکے کہ صوف کا کترنا درست ہی بسبب حاصل
ہوجانے مقصود کے کذا فی المجتبے یعنی قربانی سے مقصود قربت تھی سو ذبح کرنے سے حاصل ہوچکی اب انتفاع کیواسطے صوف کترنا اور دودہ کا دوہنا
درست ہی وَیُکْرَہُ الْاِنْتِفَاعُ بِلَبَنِهَا قَبْلَهٗ کَمَا فِی الصُّوْفِ وَمِنْهُمْ مَنْ اَجَازَهُمَا لِلْغَنِیِّ لِوُجُوْبِهَا فِی الذِّمَّۃِ فَلَا تَتَعَیَّنُ زَیْلَعِی اور مکروہ ہے نفع حاصل کرنا
قربانی کے دودہ سے ذبح کرنے سے پہلے چنانچہ صوف مین انتفاع قبل ذبح مکروہ ہے اور فقہون مین سے بعضا فقیہ وہ ہے جسنے صوف کترنا اور دودہ دوہنا
قبل ذبح کے جائز رکہا ہی مالدار کیواسطے بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اوسپر مخصوص قربانی متعین نہین ہے کذا فی الزیلعی وَلَوْ غَلِطَ اِثْنَانِ
وَذَبَحَ کُلٌّ شَاۃَ صَاحِبِهٖ یَعْنِیْ عَنْ نَفْسِهٖ عَلٰی مَا دَلَّ عَلَیْهِ قَوْلُهٗ غَلِطَ اَوْ لَوْ یَغْلَطَا فَیَکُوْنُ کُلٌّ وَاحِدٍ وَکِیْلًا عَنِ الْاٰخَرِ دَلَالَۃً هِدَایَۃٌ قَالَهُ ابْنُ الْکَمَالِ
وَظَاهِرُ کَلَامِ صَدْرِ الشَّرِیْعَۃِ وَغَیْرِهٖ وَقَوْعُهٗ عَنْ صَاحِبِهٖ صَحَّ اِسْتِحْسَانًا بِلَا غُرْمٍ اور اگر دو شخص غلط کار ہوتے اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہہ
قربانی صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدون لازم ہوتے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہہ ہے کہ ہر شخص نے دوسرے کی بکری ازراہ خطا اپنی ذات کی
طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب ایضاح کہ دونون نے خطا کی ہو یا نکی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا وکیل ٹھہر جائیگا دلالت حال کے سبب سے یعنی دونو کو
قربانی کرنا منظور تہا سو اسطرح سے بھی حاصل ہوا کذا فی الہدایۃ یہہ کہا ہی ابن کمال شارح ایضاح نے اور صدر الشریعت وغیرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہی کہ
ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اوسکے مالک کیطرف سے ہم طحطاوی نے کہا کہ صدر شریعت کا ذکر کرنا بلاوجہ ہی اسواسطے کہ سوائے زفر کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہے کہ
ذبح مالک کیطرف سے ہی بقرینہ اذن حالی وَیَتَحَالَّانِ وَلَوْ اَکَلَا وَلَوْ یَعْرِفَا ثُمَّ عَرَفَا هِدَایَۃٌ اور دونو شخص باہم حلت کی درخواست کرین یعنی معاف کردالین اگر
قربانی کا گوشت کہایا ہو اور نہ پہچانا ہو پھر بعد اسکے پہچانا ہو کذا فی الہدایۃ وَاِنْ تَشَاحَّا ضَمِنَ کُلٌّ لِصَاحِبِهٖ قِیْمَۃَ لَحْمِهٖ وَتَصَدَّقَ بِهَا اور اگر دونون نے
باہم بخل کیا اور معاف نکردیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کردے قُلْتُ وَفِیْ اَوَائِلِ الْقَاعِدَۃِ الْاُوْلٰی مِنَ الْاَشْبَاهِ
لَوِ اشْتَرَاهَا بِنِیَّۃِ الْاُضْحِیَّۃِ فَذَبَحَهَا غَیْرُهٗ بِلَا اِذْنِهٖ فَاِنْ اَخَذَهَا مَذْبُوْحَۃً وَلَمْ یُضَمِّنْهُ اَجْزَاَتْهُ وَاِنْ ضَمَّنَهٗ لَا تُجْزِئُهٗ وَهٰذَا اِذَا ذَبَحَهَا عَنْ
نَفْسِهٖ اَمَّا اِذَا ذَبَحَهَا عَنْ مَالِکِهَا فَلَا ضَمَانَ عَلَیْهِ اِنْتَهٰی فَرَاجِعْهُ مین کہتا ہون اور اشباہ کے پہلے قاعدہ کے اوائل مین یہہ مسئلہ ہی کہ اگر ایک شخص نے
جانور خرید کیا قربانی کرنے کی نیت سی پھر دوسرے شخص نے اوسکو ذبح کرڈالا بدون اوسکے اذن کے سو اگر مالک نے اوس مذبوح کو لیا اور اوس سے تاوان
نلیا تو اوسکی حق مین قربانی کفایت کرگئی اور اگر اوسکا تاوان لیا ذبح کرنیوالے سے تو قربانی ادا نہوگی اور یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ غیر شخص نے جانور کو اپنی طرف
سے ذبح کیا ہو اور اگر مالک کیطرف سے ذبح کیا ہوگا تو اوسپر تاوان نہین ہی انتہی قول الاشباہ سو اشباہ کیطرف مراجعت کر کَمَا بَصَحَّ لَوْ ضَحّٰی بِشَاۃِ الْغَصْبِ
اِنْ ضَمِنَهٗ قِیْمَتَهَا حَیَّۃً جیسے قربانی صحیح ہے اگر ایک شخص نے بکری غصب کرکے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغصوب کو زندہ بکری کی قیمت کا تاوان دیا ہو
ہم زندہ بکری کا ضمان اسواسطے لازم آیا کہ غاصب اسکا مالک ٹھہر گیا غصب کیوقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب گنہگار ہوا غصب سے
تو اوسپر توبہ اور استغفار لازم ہوا اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہی اور حرام پر بسم اللہ کہنی سی کفر لازم نہین آتا ہی بلکہ کفر لازم نہین آتا ہے جبتک کہ غصب کو
حلال نجانیگا کذا فی الطحطاوی وَکَمَا اِذَا بَاعَهَا جیسے یہہ صحیح ہے اگر غصب کی بکری کو غاصب بیع کریگا اور مالک کو اوسکی قیمت کا تاوان دیگا وکذا لو

لانها ضمن لصاحبها قيمتها هداية لظهور ملكها بالضمان من وقت الغصب اور اسیطرح اگر غصب کی بکری کو غاصب نے ذبح کیا ہو تو تاوان دیکر اوسکی قیمت کا اوسکے
مالک کو کذا فی الهداية شاة مغصوبہ کی قربانی صحیح ہوگئی بسبب ظاہر ہوجانے بکری کے ملک کے تاوان دینے سے غصب کے وقت سے لا الوديعة لانه ضمنها لان
سبب ضمانه هنا بالذبح والملك يثبت بعد تمام السبب وهو الذبح فيقع في غير ملكه قربانی صحیح نہین امانت کی بکری کی اگرچہ اوسکے مالک کو تاوان
بھی دیوے اسواسطے کہ تاوان کا سبب یہان ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونیکے بعد اور وہ سبب ذبح ہے تو ذبح واقع ہوا اوسکی غیر ملک مین
قلت ويظهر ان العارية كالوديعة والمرهونة كالمغصوبة لكونها مضمونة بالدين وكذا المشتركة فليراجع مین کہتا ہون اور مسئلہ امانت سے ظاہر ہوتا
ہے کہ عاریت امانت کی مانند ہے یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہین اور مرہون بکری مغصوبہ بکری کی برابر ہے اسواسطے کہ وہ مضمون ہے بالدین
ہے اور اسیطرح مشترک بکری مغصوب بکری کی مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیئے تاکہ تصریح حکم معلوم ہوجاوے هم بدائع مین عاریت کو ودیعت
کی مانند مصرح بیان کیا ہے مقدم صحت قربانی مین اور خانیہ اور خلاصہ مین مسئلہ رہن برخلاف شارح مذکور ہے یعنی مرہون جانور کی قربانی صحیح نہین باوجود تاوان
دینے کے تو ایسی تصریح کے مقابل مین شارح کی تجویز اعتبار کے لائق نہی خزانہ مین مذکور ہے کہ دو بکریان مشترک ہین دو شخصون مین سو دونون نے اونکو قربانی
کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک شریک نے مشترک کی قربانی کی تو اسمین تجویز علما مختلف ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لون
أضحية عليه الصلوة والسلام سوداء رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی هم طحطاوی نے کہا شاید کسی سال آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ قربانی کی ہو حدیث مین تو تصریح یہ ہے کہ حضرت نے قربانی کئے دو خصی مینڈھے شاخدار سفید رنگ جنمین کچھ سیاہ بال
بھی موجود تھے نذر عشر أضحيات لزمه ثنتان لمجئ الاثر بهما خانية والاصح وجوب الكل لايجابه ما لله من جنسه ايجاب شرح وهبانية
ایک شخص نے دس قربانی کی نذر مانی تو اوسپر دو قربانی لازم آوینگے اسواسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھون
کو قربانی کیا ہے چنانچہ ابھی اوسکا ذکر ہوچکا کذا فی الخانیہ اور صحیح تر قول وجوب کل ہے یعنی دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے بسبب واجب کرنے نذر کے
اوس چیز کو جسکی ہمجنس ایجاب ربانی موجود ہے کذا فی شرح الوهبانية قلت مفاده لزوم النذر بما من جنسه واجب اعتقادي او اصطلاحي
قاله المصنف فليحفظ مین کہتا ہون اور شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے لازم ہوجانا اوس نذر کا جسکی ہمجنس شرع مین واجب ہو خواہ
واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین تو اس کلیہ کو یاد رکھنا چاہئے غنم بكبش رجلين ضحيا بها جاز بخلاف العتق لحصة
قسمة الغنم لا الرقيق بھیڑ بکریان دو شخصون مین مشترک ہین سو دونون نے اونکو قربانی کیا تو جائز ہے برخلاف آزاد کرنے مشترک مملوک کے بسبب صحیح
ہونے قسمت غنم کے نہ رقیق کے ضحى بشاتين فالاضحية كلاهما وقيل الزائد لحم ایک شخص نے دو جانور قربانی کئے تو دونون قربانی ٹھہرینگی اور بعضون
نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہریگا والافضل الاكثر قيمة فان استويا فالاكثر لحما فان استويا فاطيبهما ولو ضحى بالكل فالكل
فرض كاركان الصلوة فان الفرض منها ما ينطلق الاسم فاذا طولها يقع الكل فرضا مجتبى اور افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہے اور اگر قیمت
مین دونون برابر ہون تو زیادہ تر گوشت والی افضل ہے اور اگر گوشت مین برابر ہون تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سبکی قربانی کی تو سب
فرض واقع ہونگے جیسے نماز کے ارکان کہ اونمین سے فرض تو اوسیقدر ہے جسپر رکن کا نام بولا جاوے پھر جب نمازی نے اوسکو طویل کردیا مثلا تین آیت
سے زیادہ قرات کی یا پانچ یا سات بار رکوع اور سجود مین تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہوگا کذا فی المجتبی هم فرض سے مراد فرض عملی ہے کذا فی الطحطاوی
شرى أضحية وامر رجلا ان يذبحها فقال تركت التسمية عمدا لزمه قيمتها ليشتري الآمر بها اخرى ويضحي ويتصدق ولا يأكل لو ايام النحر
باقية والا تصدق بقيمتها على الفقراء خانية قربانی کا جانور خرید کیا پھر ایکمرد کو اوسکے ذبح کرنیکا امر کیا سو ذابح نے کہا کہ مینے بسم اللہ
کہنا قصدا ترک کیا تو اوسپر اوسکی قیمت دینا لازم ہوگا تا امر کرنیوالا اوس قیمت سے اور قربانی خرید کرے اور اوسکو قربانی کرے اور خیرات کردے
اور آپ نکھاوے یہہ اوسوقت ہے اگر نحر کے ایام باقی ہون اور اگر باقی نرہے ہون تو اوسکی قیمت فقیرون پر تصدق کرے کذا فی الخانیة وفيها آداد

التضحية فوضع يده مع القصاب في الذبح واعانه على الذبح سمّى كلٌّ وجوبًا فلو تركها احدهما او ظنّ انّ تسمية احدهما تكفي
حرمت وهي تصلح لغزا فيقال اي شاة لا تحلّ بالتسمية مرّة بل لا بدّ ان يسمّى عليها مرّتين اور حاصل یہہ ہے کہ ایک شخص نے قربانی کرنیکا
اراده کیا سو اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکہا ذبح کرنے مین اور اوسکی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کہے بنابر وجوب کے پہر اگر بسم اللہ کو ایک
شخص بھی ترک کریگا یا گمان کریگا کہ ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کفایت کرتا ہے تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا اور یہہ مسئلہ چیستان ہونیکی لیاقت رکہتا ہے تو یون سوال
کیا جائے کہ کون بہیڑ بکری ہے جو ایکبار بسم اللہ کہنے سے حلال نہین ہوتی بلکہ ضرور ہے کہ اوسپر دو بار بسم اللہ کہنا چاہیے وقد نظمه شيخنا العلامة
فقال اي ذبح لا بدّ للحلّ فيه + اثنتي بذكر ذي التنزيه + فاجبته بالقريض فانّا + لا نراه نثرًا ولا نرتضيه اور البتہ اسکو نظم
کیا ہے ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے اور وہ نظم یہہ ہے کون ذبح ہے جسکی حلت مین ضرور ہے کہ دو بار ذکر کیجاوے صاحب تنزیہ کی یعنی اللہ تعالی کا نام
لیا جاوے سو اوسکا جواب نظم سے اسواسطے کہ ہم نثر کو نہین دیکھتے اور پسند نہین کرتے فقلت في الجواب ه خذ جوابًا نظمًا كما تبتغيه + من
فقيه مروية عن فقيه، خیر الدین نے کہا تو مین نے جواب سوال مذکور مین یون کہا کہ لے جواب نظم مین جیسا کہ تو چاہتا ہے اوس فقیہ سے جسکی روایت ثابت
ہے فقیہ سے ه هي شاة في ذبحها اشترك اثنا + ن فكرّر الذكر شرطًا كما ترويه + ذاك ذبح قصاب وضع اليد مع الصاحب
الّذي يرتجيه، وہ بہیڑ بکری ہے جسکے ذبح کرنے مین دو شخص شریک ہوں تو دو بار نام خدا ذکر کرنا شرط ہے جیسا کہ ہم روایت کرتے ہین کہ وہ ذبح کرنا
اوس قصاب کا ہے جسنے ہاتھ رکہا اپنا اوس صاحب کے ساتھ جو اوسکی امید رکہتا ہے یا خوف کرتا ہے کہ شاید ایک شخص کی قوت سے ذبح نہو سکے ه فعلى كلّ
واحد منهما ان + يذكر الله جلّ عن تشبيه، تو ان دو شخصون مین سے ہر شخص پر واجب ہے یہہ کہ ذکر کرے اللہ کو در انحالیکہ وہ پاک ہے تشبیہ اور تمثیل سے
وفي الوهبانية وشرحها فائدة ه ولو ذبحا شاة معًا ثم واحد اخلّ بتسمية فالشاة تحرّم + اور وہبانیہ اور اوسکی شرح مین کہا اور اگر دو
شخصون نے بکری کو ساتھ ہی ذبح کیا پہر ایک شخص بسم اللہ بہولا تو بکری متروک ہوگی یعنی حرام واجب الترک ہے ه وان يشتري منها ثلثًا ثلاثة
واشكل فالتوكيل بالذبح يجبر، اور اگر تین شخص تین بکریان خرید کرین اور اشکال واقع ہو یعنی تینون شخص اپنی اپنی بکریوں کی شناخت مین حیران ہون تو
ذبح کا وکیل کر دینا کاشف حیرت ہے ھ شرح وہبانیہ مین صورت مذکورہ مین یون چاہیے کہ تینون شخص ہر ایک کو ذبح کرنے مین وکیل کرین سو اگر اپنی
بکری ذبح کی تو جائز ہے اور غیر کی بکری ذبح کی اوسکے اذن سے تو بھی جائز ہے ه وكيل شراء الشاة للعنز ان شرى + يصحّ خلاف العكس
والقول يجبر، خرید شاۃ کا وکیل اگر عنز یعنی بکری خرید کرے تو صحیح ہے برخلاف عکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاۃ خرید کرے تو صحیح نہین اور انکی
کی اجرت مین وکیل نقصان اوٹہاویگا ھ وجہ صحت یہہ ہے کہ شاۃ اسم جنس ہے ضان اور معز یعنی بہیڑ اور بکری دونونکو شامل ہے برخلاف عکس کے اگر
بکری کی خرید کا وکیل کیا سو اوسنے شاۃ من الضأن یعنی بہیڑ خرید کی تو موکل کو اسکا لینا لازم نہین چنانچہ خانیہ مین ہے فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ اگر قربانی
خرید کرنیکا وکیل کیا سو وکیل نے خرید کی اور اوسکی ہانکنے کیواسطے ایکدم ہی کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہہ اجرت لازم نہین یعنی وکیل کو دینا پڑیگا ه
ولو قال سوداء فغيرها + اذا كان في قربانه عينا بغيره اور اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ گائے یا بکری خرید کرنا سو وکیل نے غیر اسکے سرخ یا سفید
خرید کی تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے شاۃ سیاہ چشم قربانی کی خرید مین تغیر کی تو صحیح نہین ھ اسواسطے کہ شاۃ سیاہ چشم کی خرید مین لوگ رغبت کرتے ہین
تو مخالفت وکیل مضر ہوگی برخلاف اول صورت کے ه بشتين من ينذر العشر الزموا + وتصحيح ايجاب الجميع محرّر، علما نے دو قربانیونکو لازم کیا ہے
اوس شخص کے حق مین جسنے دس قربانی کی نذر مانی اور سب دسون قربانی کی ایجاب کی تصحیح منقح اور محقق قول ہے یعنی صحیح قول یہہ ہے کہ تمام نذر واجب اور لازم
ہوگی چنانچہ یہہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ه وعن ميّت بالامر الزم تصدّقًا + ولا تأكل منها وهذا المحيّر، اور اگر قربانی ہوتی میت کیطرف سے اور اوسکی امر سے
تو لازم ہے اوسکا خیرات کرنا اور اگر قربانی میت کی بدون امر ہوئی ہے میت کیطرف سے تو کہا اوسکے گوشت کو اور یہہ قول مختار اور پسندیدہ ہے ه
ومن مال طفل فالصحيح سقوطها + وعن ابيه في حقه وهو اظهر، اور صغیر کے مال سے تو سقوط قربانی کا قول صحیح ہے اور صغیر کے باپ کے مال سے یا

کے حق مین قربانی ہوا صحیح ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ مین ہی چنانچہ یہہ مسئلہ اول کتاب الاضحیہ مین مذکور ہو چکا ہے واہب شاۃ ذاجم بعد ذبحھا + فیجزی عمن ضحی علیھا ویؤجر ۔ اور بکریکا ہبہ کرنیوالا اوسکے ذبح ہو جانیکے بعد رجوع کرسکتا ہے تو کفایت ہوگی اوسکی طرف سے جسنے اوسپر قربانی کی اور اوسکو ثواب ملیگا ھم یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالدنے اوسکو ایک بکری ہبہ کی سو اوسنے قربانی کی پہر خالدنے ذبح کے بعد ہبہ مین رجوع کی یعنی مذبوح بکری پہیر لی تو یہہ رجوع درست ہی امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف کذا فی الطحطاوی اور زید کی طرفسے قربانی ادا ہوگی اور اوسکو قربانی کا ثواب ملیگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الحظر والاباحة

یہہ کتاب ہی حظر اور اباحت کی یعنے اسمین فعل ممنوع اور مباح کا مذکور ہے ھم مباح کا ذکر اسواسطے ہے کہ کوئی اوسکو مکروہ گمان نکرے اور اسمین فرض بہی مذکور ہوتا ہی تا معلوم ہو کہ اوسکا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہی فقہ کی بعضی کتابوں مین کتاب الحظر والاباحۃ کو کتاب الکراہیۃ کہا ہی اسواسطے کہ اسمین افعال مکروہ اور غیر مکروہ مذکور ہوتے ہین اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہے اور بعضی کتابوں مین کتاب الزہد والورع مذکور ہے اسواسطے کہ اسمین اکثر مسائل مباح مذکور ہین اور ان سے احتراز کرنا زہد اور ورع ہے اور بعضی کتابون مین اسکو کتاب الاستحسان بیان کیا ہی اسواسطے کہ اسمین وہ افعال مذکور ہین جنکو شرع نے نیک یا بد کہا ہی مناسبتہ ظاھرۃ کتاب الحظر والاباحۃ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہی اسواسطے کہ اضحیہ مین اکثر محظورات اور مباحات داخل ہین بلکہ یہہ کتاب ہر کتاب کے ساتھہ مناسبت رکھتی ہے کذا فی الطحطاوی والحظر لغۃ المنع والحبس اور حظر بفتح حاء مہملہ وظاء معجمہ لغت مین عبارت ہی منع اور حبس سے وشرعا ما منع من استعمالہ شرعا اور اصطلاح شرع مین حظر وہ ہی جسکا استعمال شرعا ممنوع ہی ھم یہہ تعریف ہے محظور کی نہ حظر کی والمحظور ضد المباح اور محظور ضد ہی مباح کی ھم یہہ تعریف بالاعم ہے اسواسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ بھی ضد مباح ہین تو محظور کی تعریف خاص یہہ ہے کہ جسکا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قران سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اوس دلیل سے جسکا مرجع دلائل ثلثہ مذکورہ ہون کذا فی الطحطاوی والمباح ما اجیز للمکلفین فعلہ وترکہ بلا استحقاق ثواب وعقاب نعم یحاسب علیہ حسابا یسیرا اور مباح وہ فعل ہے جسکے کرنے اور نکرنے کی مکلف لوگون کو اجازت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتیب عقاب ہان البتہ ہی کہ مباح پر کچہہ ہلکا سا حساب ہوگا کذا فی الاختیار ھم عدم ثواب اور عذاب درصورت عدم نیت کی ہی اور اگر مباح مین عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہوگا اور اگر گناہ کی نیت کری تو عذاب ہوگا قال صلے اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وکل مکروہ ای کراھۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمد واما المکروہ کراھۃ تنزیہ فالی الحل اقرب اتفاقا جو مکروہ تحریمی ہی وہ حرام کی مانند ہی دوزخکے عذاب مین محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کیطرف نزدیکتر ہے باتفاق امام اور شیخین کے ھم حرام وہ ہی جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہو اور اوسکا ترک کرنا فرض ہی چنانچہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہے جو بدلیل ظنی ممنوع ہو اور اوسکا ترک کرنا واجب ہی جیسے سونے کا کہانا اور شطرنج کہیلنا تو امام محمد جب اپنی کتابوں مین کراہت بولتے ہین تو اوس سے حرام مراد رکہتے ہین اور مکروہ تحریمی کو حرام نہین کہتے ہین اسواسطے کہ اوسکی دلیل قطعی نہین جو حرمت پر دلالت کری تو جسکی حرمت دلیل غیر قطعی یعنی خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہی اوسکو مکروہ کہتے ہین اور یہہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیکتر ہے یعنی اوسکے کرنیوالے پر اصلا عذاب نہین لیکن اوسکا تارک کچہہ تہوڑا ثواب پاویگا کذا فی الطحطاوی وعندھما وھو الصحیح المختار ومثلہ البدعۃ والشبھۃ الی الحرام اقرب اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کیطرف نزدیکتر ہی اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہے اور بدعت اور شبہہ مکروہ تحریمی کی مانند ہے ھم شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی بین حلت اور حرمت کے دلائل متعارض ہین لیکن جانب حرمت کی غالب ہی فالمکروہ تحریما نسبتہ الی الحرام کنسبۃ الواجب الی الفرض فیثبت بما یثبت بہ الواجب یعنی بظنی الثبوت ویاثم بارتکابہ کما یاثم بترک الواجب ومثلہ السنۃ المؤکدۃ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کیطرف جیسے واجب کی نسبت فرض کیطرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہی اوس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہی یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہی اور دلالت قطعی ہے اوس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی کے کرنیسے آدمی گنہگار ہوتا ہے جیسے واجب کے ترک کرنیسے گنہگار ہوتا ہے اور واجب کی مانند سنت مؤکدہ ہے ھم دلائل

شرعی چار قسم ہین اول وہ دلیل جسکا ثبوت اور دلالت مطلب دونون قطعی اور یقینی ہین چنانچہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ جنمین کسیطرح تاویل کا
احتمال نہین ہے جنکا مفید یقین ہے اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی اور حرام ثابت ہوتا ہے ثانی وہ دلیل ہے جسکا ثبوت قطعی ہے اور دلالت ظنی چنانچہ وہ
آیات اور احادیث جنمین تاویل کا احتمال ہے اور مفید ظن ہے اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہے ثالث وہ دلیل ہے جسکا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی
چنانچہ اخبار آحاد صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے رابع وہ دلیل ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونون ظنی ہین جیسے اخبار احاد
محتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنیت اور استحباب ہے اور گاہے فرض بولتے ہین اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہین اور کبھی واجب کہتے ہین اور اوس سے فرض عملی کا
ارادہ کرتے ہین کذا فی الطحطاوی وفی الزیلعی فی بحث حرمة الخیل القریب من الحرام ما تعلق به محذور دون استحقاق العقوبة بالنار بل
العتاب کترک السنة المؤکدة فانه لا یتعلق به عقوبة النار ولکن یتعلق به الحرمان عن شفاعة النبی المختار صلی الله علیه وسلم لحدیث
من ترک سنتی لم ینل شفاعتی فترک السنة المؤکدة قریب من الحرام ولیس بحرام انتهی اور زیلعی مین گھوڑے کی حرمت کی بحث مین یہہ مطلب ہے
کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہے جسکے محذور متعلق ہونہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہے جیسے سنت موکدہ کے ترک سے عذاب دوزخ متعلق نہین
ولیکن اوسکے ترک سے نبی مختار صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کریگا وہ میری
شفاعت کو نپاویگا تو ترک سنت موکدہ قریب بحرام ہے اور وہ خود حرام نہین ہے انتہی ما فی الزیلعی ہم مراد شفاعت سے یہان شفاعت مخصوصہ
مراد ہے چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہہ مراد نہین کہ مطلق شفاعت سے محرومی ہوگی اسواسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نرہیگا بدلیل اس
حدیث کے کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت موکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدس کا یہہ ہے کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام
کا اطلاق کیا ہے اور اوسکو حلال نہین کہا ہے کیونکہ اوسکی حلت پر دلیل قاطع نہین اور شیخین نے اوسکو حلال مین داخل کیا ہے اسواسطے کہ اصل اشیا کی حلت
ہے اور اوسکی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہین انتہی خلاصہ تمام یہہ ہے کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہے کیونکہ اونکے نزدیک قطعی بھی حرام ہے اور ظنی بھی
اور دونونکا مرتکب معاقب بالنار ہے اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی مین داخل ہے اور حلت سے اباحت لازم اور
مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور مستحق عتاب ہے نہ معاقب بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد اور شیخین کے لفظی نہین ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا الاکل للغذاء
والشرب للعطش ولو من حرام او میتة او مال غیره وان ضمنه فرض یثاب علیه بحکم الحدیث کہانا غذا کیواسطے اور پینا دفع عطش کیواسطے
فرض ہے اوسپر ثواب ملیگا بحکم حدیث کی اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے ہو یا غیر شخص کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اوسپر لازم ہو ہم حدیث
مذکور یہہ ہے قال صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی لیؤجر فی کل شیء حتی اللقمة یرفعها العبد الی فیه کذا فی شرنبلالیہ یعنی حق تعالی ہر چیز مین ثواب دیتا ہے
یہانتک کہ اوس لقمہ مین ثواب دیتا ہے جسکو بندہ اپنے منہ تک اوٹھاتا ہے حرام اور مردار اور غیر کا مال کہانا حالت اضطرار مین ہے درمختار مین ہے کہ جو شخص
مردار نکہاے مخمصہ مین یا روزہ رکہتا جاے اور نکہاے یہانتک کہ مرجاے تو وہ گنہگار ہے اور اضطرار کی تعریف مین اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ فرض نماز ادا کرسکے
اور بعضون نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہہ ہے کہ غیر موقت ہے اسواسطے کہ طبائع آدمیونکی مختلف ہوتی ہین کذا فی الطحطاوی ولکن مقدار ما یدفع
الانسان الهلاک عن نفسه کہانا فرض ہے لیکن اوتنا جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرسکے وماجور علیه وهو مقدار ما یتمکن به
من الصلوة قائما ومن صومه مفاده جواز تقلیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنه لم یجز کما فی الملتقی وغیره اور ایک کہانا وہ ہے
جسپر ثواب ہوتا ہے اور وہ اوسقدر کہانا ہے جس سے آدمی کہڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکہہ سکے شارح نے کہا اسکلام سے تقلیل طعام کا جواز
مستفاد ہوتا ہے جس سے آدمی ادای فرض سے ضعیف ہوجاے لیکن ایسی تقلیل مضعف درست نہین ہے چنانچہ ملتقی وغیرہ مین مصرح ہے قلت فی المبتغی
بالغین المفرض بقدر ما یندفع به الهلاک ویمکن معه الصلوة قائما انتهی فتنبه مین کہتا ہون اور مبتغی بغین معجمہ مین یون مذکور
ہے کہ اوسقدر کہانا فرض ہے جسقدر سے ہلاکی دور ہو اور اوسکے ساتھ کہڑے ہوکر نماز ممکن ہو انتہی کلام المبتغی تو خبردار ہوجاو ہم اسقدر کہانا اسواسطے

فرض ہوا کہ فرض عبادت ادا نہین ہوسکتی بدون اسکے وَمُبَاحٌ اِلَى الشِّبَعِ لِتَزِيدَ قُوَّتُهُ اور کہانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک تا آدمی کی
قوت زیادہ ہو وَحَرَامٌ عَنْهُ فِي الخَانِيَةِ بِكَدِّهِ وَهُوَ مَا فَوْقَهُ اي الشِّبَعِ وَهُوَ اَكْلُ طَعَامٍ غَلَبَ عَلٰى ظَنِّهِ اَنَّهُ اَفْسَدَ مَعِدَتَهُ وَكَذَا فِي الشُّرْبِ
قہستانی اور وہ کہانا حرام ہے مگر اس نیت سے آسودگی سے زیادہ ہو یعنی اتنا کہانا کہ کہانیوالے کو گمان غالب ہو کہ اوسکے پیٹ مین فساد کریگا
یعنی بدہضمی ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور خانیہ مین اسکو مکروہ کہا ہے یعنی مکروہ تحریمی جو قریب بحرام ہے قہستانی مین کہا کہ اسیطرح اتنا پینا
بھی حرام ہے جو مفسد معدہ ہو ھم زیادہ کہانا اسواسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہے اور اپنی ذات کو بیمار ڈالنا حدیث مین آیا ہے کہ آدمی کے حق مین کسی برتن
کا بہرنا ایسا بدتر نہین جیسا پیٹ کا بہرنا ~~الملعات نہین جیسا پیٹ~~ بدتر ہے سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ کے تین حصہ کرے ایک تہائی کہانیکی اور ایک
تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کیواسطے اور بہت عذاب اونپر ہے جو بہت پیٹ کو بہرتے ہین ابوداؤد نے روایت کی جو حمد اور شکر کرے کہانے اور
پینے کے بعد اوسکی مغفرت ہوگی کذا فی اللطائف وَ عَنِ الدُّرِّ المُنْتَقٰى اِلَّا اَنْ يَقْصِدَ قُوَّةَ صَوْمِ الغَدِ اَوْ لِئَلَّا يَسْتَحِيَ ضَيْفُهُ اَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ آسودگی سے زیادہ
کہانا حرام ہے مگر اس نیت سے حرام نہین ہے کہ کل کے روزہ رکہنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اوسکا مہمان نہ شرماوے یا مانند اسکی کسی اور عذر سے کہانا
درست ہے حرام نہین ہے ھم عذر مذکور چنانچہ زیادہ کہانا مہمان کرنیکے واسطے حرام نہین انس بن مالک صحابی طرح طرح کی کہانے کہاتے تہے اور تے
کر ڈالتے سوا اونکو بیمار ہ کرتا تہا کذا فی البزازیہ والخانیۃ وَلَا تَجُوزُ الرِّيَاضَةُ بِتَقْلِيلِ الاَكْلِ حَتّٰى يَضْعُفَ عَنْ اَدَاءِ العِبَادَةِ اور جائز نہین تہوڑے
کہانے کی اسقدر ریاضت کہ ادای عبادت سے ضعیف ہوجاے وَلَا بَاْسَ بِاَنْوَاعِ الفَوَاكِهِ وَتَرْكُهُ اَفْضَلُ اور طرح طرح کے میوون کے کہانے مین کچھ
مضائقہ نہین اور اوسکا ترک افضل اور بہتر ہے وَاتِّخَاذُ الاَطْعِمَةِ سَرَفٌ اور طرح طرح کے کہانے پکوانا اسراف ہے یعنی فضول خرچی ہے ھم مگر حاجت کے
وقت کثرت اطعمہ شسہ نہین ہے چنانچہ اگر ایک کہانے کو نہین کہاسکتا تو تکثیر اطعمہ درست ہے تا ہر قسم سے تہوڑا تہوڑا اتنا کہاوے جسقدر سے ادای عبادت پر قادر
ہو یا مہمانونکی دعوت منظور ہو تو تکثیر اطعمہ مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی الخلاصۃ وَكَذَا وَضْعُ الخُبْزِ فَوْقَ الحَاجَةِ اور اسیطرح روٹیان رکہنا حاجت سے
زیادہ بیہودہ صرف ہے ھم مگر بہ نیت دعوت درست ہے کذا فی العالمگیریۃ وَسُنَّةُ الاَكْلِ البَسْمَلَةُ اَوَّلَهُ وَالحَمْدَلَةُ اٰخِرَهُ وَغَسْلُ اليَدَيْنِ قَبْلَهُ وَ
بَعْدَهُ وَيَبْدَاُ بِالشَّبَابِ قَبْلَهُ وَبِالشُّيُوخِ بَعْدَهُ ملتقی اور کہانیکے وقت سنت ہے کہانے کی پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اوسکے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام
اور بعد از طعام دونون ہاتہہ دہونا اور کہانے سے پہلے جوانون کے ہاتہہ دہلانے سے ابتدا کیجائے اور کہانیکے بعد بڈہون کے ہاتہہ دہلانے سے
ابتدا کیجاے کذا فی الملتقی ھم اور اگر اول مین بسم اللہ کہنا بہولے تو یون کہے بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى اَوَّلِهِ وَاٰخِرِهِ اور جب بسم اللہ کہے تو بلند آواز سے کہے
تا اوسکے ساتھی بہی بسم اللہ کہین اگر کہانا حلال ہو تو بسم اللہ کہے اور الحمد للہ تو ہر حال مین آخر کو کہے اور الحمد للہ بلند آواز سے نکہے مگر جبکہ سب لوگ کہانے سے
فارغ ہوگئے ہون اور اوسکی سنت مین ایک ہاتہہ دہونا یا دونون ہاتہونکی انگلیان دہونا کفایت نہین کرتا بلکہ دونون ہاتہہ بند دست تک دہونا چاہئے قبل از
طعام ہاتہہ دہوکر رومال سے پونچہنا نچاہیئے اور بعد از طعام پونچہنا چاہیئے تا اثر طعام کا زائل ہوجاے سبوس سے ہاتہہ دہونا اگر آٹا اوسمین باقی نرہتا ہو
تو فتاوی قاضی خان مین لا باس بہ مذکور ہے اور فوا درہشام مین آئے اوشنان سے ہاتہہ دہونا امام اور صاحبین سے منقول ہے اور تطہیر فم جمیع مواضع
مین مستحب ہے اور لائق یون ہے کہ برتن لیکر اپنے ہاتہہ پر پانی ڈالے اور غیر سے اوسمین استعانت نکرے مانند وضو کی اور سنت یہہ ہے کہ نمک سے شروع
کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کہانا نکہاوے اور نہ اوسکو سونگہے اور نہ اوسکو اور پانی کو پہونکے ہان اگر پہونکنے مین مانند اُف کی آواز نہ نکلے تو
پہونکنا درست ہے اور ہاتہہ پونچہنے سے پہلے انگلیون کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دستارخوان پر گر پڑا ہو اوسکو کہانا یہہ سب امور مذکورہ
سنت ہین راہ مین کہانا مکروہ ہے اور سر برہنہ کہانے مین کچہہ مضائقہ نہین اور کہانا پینا تکیہ لگا کر ہو یا بایان ہاتہہ زمین پر رکہکر یا کسی چیز پر ٹیک دیکر
تا آنکہ الاکل مین العالمگیریۃ ھم اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اسطرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل ہو اونکے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے جمیع مشتہیات
کو ترک کرتا ہو بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہہ ہے کہ رکابی کے درمیان سے نکہاوے اسواسطے کہ برکت درمیان مین نازل ہوتی ہے بلکہ ایکطرف سے کہاوے

اسواسطے کہ طعام یکسان ہیں یا ن اگر طبق مین رنگ برنگ میوے ہون تو جدھر سے چاہے کہا وے اسیطرح اگر طبق مین الوان اطعمہ ہون تو ہر طرف سے کہانا درست ہے حدیث
مین وارد ہے کہ جو رکابی کو چاٹے کہانے کے بعد تو رکابی کہتی ہے کہ اللہ تجھکو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تونے مجکو شیطان سے آزاد کیا اور امام احمد کی روایت
یون ہے کہ رکابی اوسکے واسطے مغفرت طلب کرتی ہے حدیث مین وارد ہے کہ تکریم کرو روٹی کی کہ وہ برکات سموات اور ارض سے ہے اور جس قوم نے روٹی کا استخفاف
اور حقارت کی تو حق تعالی اونکو گرسنگی اور محتاجی کے ساتھہ مبتلا کرتا ہے اور اوسکے اکرام سے یہہ ہے کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا انتظار نکرے بلکہ
روٹی کہانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگون پر محتاج کا کہانا دینا اوسوقت میں فرض ہے جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہے تو جو اوسکا حال جانتا ہو اوسکو
کہانا دینا فرض ہے جسقدر سے وہ خروج اور ادائے عبادت پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر نہا سو وہ مرگیا اور کسی نے اوسکو کہانا ندیا تو جو لوگ اوسکا
حال جانتے ہون گو سب گناہ میں شریک ہونگے اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اوسپر کسب واجب ہے اور سوال کرنا اوسکو حلال نہین کذا فی الطحطاوی
وکرہ لحم الاتان ای الحمارۃ الاہلیۃ خلافا لمالک ولبنہا اور مکروہ ہے گدہے کا گوشت اور اوسکا دودہ یعنی پالو گدہے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے برخلاف
مالک کے ھم کراہت بیمار وغیرہ سبکے حق میں ہے اور حمار وحشی یعنی گورخر کا گوشت اور دودہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی ولبن الجلالۃ التی تاکل العذرۃ
ولبن الرمکۃ ای الفرس وبول الابل واجازہ ابو یوسف للتداوی اور مکروہ ہے جلالہ کا دودہ جلالہ وہ گای یا بکری یا اونٹنی ہے جو گوہ کہاتی ہو اور
مکروہ ہے گہوڑی کا دودہ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کیواسطے جائز کہا ہے ھم ہدایہ مین ہے کہ امام اعظم کے نزدیک گہوڑی کا
دودہ حلال ہے چنانچہ کتاب الاشربہ مین آویگا وکرہ لحمہما ای لحم الجلالۃ والرمکۃ اور جلالہ اور گہوڑی کا گوشت مکروہ ہے وتحبس الجلالۃ حتی یذہب
نتن لحمہا وقدر بثلثۃ ایام لدجاجۃ واربعۃ لشاۃ وعشرۃ لابل وبقر علی الاظہر اور گوہ کہانے والا جانور بند کر رکہا جاوے یہانتک کہ اوسکے گوشت کی
گندگی اور بدبو دفع ہو جاوے اور حبس کی مدت ٹہرائی گئی ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کیواسطے تین دن اور بہیڑ بکری کیواسطے چار دن اور اونٹ اور گای کیواسطے دس
دن ولو اکلت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر مستہلکا
لا یبقی لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونون کہاتا ہو اسطرح کہ اوسکا گوشت گندہ نہو تو حلال ہے جیسے وہ حلوان حلال ہے جو پالا گیا سور کی دودہ
سے اسواسطے کہ اوسکا گوشت متغیر نہین ہوتا اور جو دودہ اوسکا غذا ہوا وہ نیست اور نابود ہو جاتا ہے اوسکا کچہہ اثر باقی نہین رہتا ہے ھم اور اسیطرح
جو کہیت نجاست سے سینچے جاوین تو اونکا کہانا مکروہ نہین ولو سقی ما یؤکل لحمہ خمرا فذبح من ساعتہ حل اکلہ ویکرہ زیلعی وصید شرح وہبانیہ
اور اگر ماکول اللحم جانور کو شراب پلائی گئی پہر وہ اوسیوقت ذبح کیا گیا تو اوسکا کہانا حلال ہے اور مکروہ ہے کذا فی الزیلعی وکتاب الصید من شرح الوہبانیۃ
وکرہ الاکل والشرب والادہان والتطیب من اناء ذہب وفضۃ للرجل والمرأۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہے کہانا اور پینا اور تیل لگانا اور
خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونونکے حق مین اطلاق حدیث کی دلیل سے ھم حدیث مذکور بخاری اور مسلم مین حذیفہ سے
منقول ہے کہ انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو سونے چاندی کے برتنون مین اور نہ کہاؤ اونکی رکابیون مین اسواسطے کہ
یہہ برتن کافرونکے واسطے ہین دنیا مین اور تمہاری واسطے ہین آخرت مین انتہے پہر جب کہانا پینا اونمین منع ہوا تو اسیطرح اون برتنون سے تیل
لگانا اور خوشبو لگانا بہی منع ہوا کذا فی المنح وکذا یکرہ الاکل بملعقۃ الفضۃ والذہب والاکتحال بمیلہما وما اشبہ ذلک من الاستعمال
کمکحلۃ ومرأۃ وقلم ودواۃ ونحوہا اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے کہانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا اونکی سلائیون سے اور جو استعمال
اسکے مشابہ ہے چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور مانند اسکی مکروہ ہے ھم ظروف مذکورہ کی مانند ہے چاندی سونے کی سینی اور
سلپچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہین کذا فی الطحطاوی یعنی اذا استعملت فیما
صنعت لہ بحسب متعارف الناس والا فلا کراہۃ حتی لو نقل الطعام من اناء الذہب الی موضع اخر وضع المسکۃ او الذہب
فی کفہ کعلی راسہ ابتدأ ثم استعملہ لا باس بہ مجتبی وغیرہ وہو مشعر لا فی الدر المختار فلیحفظ یعنی ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت

اور مقوی ہوتی ہین جبکہ انکو ابتداءً استعمال کیجیے اُن کا مضائقہ نہیں جبکہ واسطے دوا کے بنائی گئی ہین لوگون کے علاج کے موافق اور اگر ابتداءً استعمال نہو تو کراہت نہیں
تو اگر کہانا نقل کیا جاوے سونے چاندی کے برتن سے دوسری جگہہ یا پانی یا تیل کف دست مین ڈالے نہ اپنی سر پر ابتداءً پہر اوسکو استعمال کرے تو اوسکا کچہ مضائقہ نہیں کذا
فی الینابیع وغیرہ اور اسی مطلب کو تحریر کیا ہے درر مین تو اس قید کو یاد رکہنا چاہیے ھ درر مین یون مذکور ہے کہ ظروف مثل چہرہ جو تیل وغیرہ کیواسطے
مصنوع ہین اونکا استعمال اوسوقت حرام ہی جبکہ انہین ظروف سے تیل سر پر ڈالا جاوے اسواسطے کہ ظروف اسیواسطے مصنوع ہوتے ہین کہ اسیطرح استعمال ہون
اور اگر اونہین ہاتہ مین ڈالے اور تیل ہاتہ مین لیکر سر پر ڈالے تو کراہت نہیں اسواسطے کہ اوسکے ابتداءً استعمال نہوا انتہی لیکن محشی درر یعنی علامہ وانی ہو نوح
نے اس تخصیص کو رد کیا ہے اسطرح کہ استعمال چاندی سونے کا ممنوع ہے اسواسطے کہ اصل اسباب مین حدیث ہی کہ ہذان حرامان علی ذکور امتی حل
لاناثہم اور جسکے معلوم ہوا کہ مراد یہ ہے کہ عورتونکو فقط زیور حلال ہے تو ورای زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث
نہی کی مطلق ہین کذا فی الطحطاوی ھ ہر چند درر کے موافق فتاوی عالمگیری مین محیط سے بھی منقول ہی لیکن احتیاط یہ ہے کہ کسیطرح استعمال نکرے واللہ اعلم
واستثنی القہستانی وغیرہ استعمال البیضۃ والجوشن والساعدین منہما فی الحرب للضرورۃ اور قہستانی وغیرہ نے چاندی سونے کے خود اور
زرہ اور دستانونکو جنگ مین ضرورت کے سبب مستثنیٰ کیا ہی کراہت سے وہذا فیما یرجع للبدن واما لغیرہ تجملا بأوانی متخذۃ من ذہب او فضۃ
وسریر کذلک وفرش علیہ من دیباج ونحوہ فلا بأس بہ بل فعلہ السلف خلاصۃ حتی اباح ابو حنیفۃ توسد الدیباج والنوم علیہ کما یأتی
اور یہ یعنی ممانعت جو سونے چاندی کی تحریم اوسی صورت مین ہے جبکہ استعمال نفع بدن کیواسطے ہوا اور اوسکے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے
اور اسیطرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اوسپر دیباج اور مانند اوسکی فرش کرنا تو اوسکا کچہ مضائقہ نہیں بلکہ اسکو سلف نے کیا ہی کذا فی الخلاصۃ یہانتک کہ
امام ابو حنیفہ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اوسپر سونا مباح کہا ہی چنانچہ آگے آویگا ویکرہ الاکل فی نحاس او صفر والافضل الخزف قال صلی اللہ
علیہ وسلم من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملائکۃ اختیار اور مکروہ ہی کہانا تانبے اور پیتل کے برتن مین اور افضل اور بہتر مٹی کا برتن ہے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گہر مین مٹی کے برتن رکہے اوسکی زیارت فرشتے کرتے ہین کذا فی الاختیار ھ ظاہرا کراہت اوسوقت
ہے جب تانبے اور پیتل کا برتن بے قلعی ہوا اور ظروف چینی مین تو نفاست اور تجمل اور ادای سنت دونو موجود ہین اسواسطے کہ وہ مٹی کے برتن ہین
لا یکرہ ما ذکر من اناء رصاص و زجاج و بلور و عقیق خلافا للشافعی اور مکروہ نہیں کہانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے
برخلاف امام شافعی کے اوسکے نزدیک کراہت ہی وحل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہے پینا ظرف مفضض سے یعنی
جو برتن کہ مزین اور منقش اور مرصع ہو چاندی سے فارسی مین اوسکو سیم کوب کہتے ہین ہندی مین بدر اور جڑاؤ ھ منح الغفار مین مفضض کی تفسیر مزوق
سے اور شمنی مین مرصع ہی اور قہستانی مین مزین بفضہ ہی اور ابو یوسف کے نزدیک مفضض بھی جائز نہیں زیلعی نے کہا یہ اختلاف اوس صورت مین ہے
جبکہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور تمویہ یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا پانی برتن پر ملا ہو جو جدا نہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہی اسواسطے کہ وہ مستہلک ہے
اوسکو باقی رہنے کا کچہ اعتبار نہیں چنانچہ شارح اوسکو بیان کریگا کذا فی الطحطاوی والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض
ولکن یشترط ان یتقی ای یجتنب موضع الفضۃ بفم قیل وید و جلوس سرج ونحوہ اور حلال ہے سوار ہونا مفضض زین پر اور حلال ہے بیٹہنا
کرسی مفضض پر و لیکن اس شرط سے حلال ہی مفضض برتن مین پینا کہ چاندی کی جگہہ سے منہ علیحدہ رکہے اور قول ضعیف پر یہ ہے کہ ہاتہ بہی جدا رکہے چاندی
کی جگہہ سے اور زین کے جلوس اور اسکی مانند مین بہی بدن جدا رکہے ھ اجتناب فم کا اعتبار ہی نہ اجتناب ید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور جوہرہ
مین مذکور ہے یہ حکم ظروف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہو اوسکا استعمال کسیطرح جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا الاناء المضبب
بذہب او فضۃ والکرسی المضبب بہما وحلیۃ مرآۃ و مصحف بہما اور اسیطرح حلال ہی ظرف مضبب یعنی جس برتن مین چاندی سونے کے پتر جڑے
ہین اور اسکو استحکام کیواسطے اور اسیطرح جو چاندی سونے کے پتر جڑی کرسی اور زیوردار آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے ھ فتاوی عالمگیری مین ہے

کچھہ مضایقہ نہیں کھانے پینے کا ظرف مذہّب اور مفضض ہو بشرطیکہ منہہ سونے چاندی پر نہ رکھے اور اسیطرح ظرف مضبّب اور کرسی اور سریر جبکہ چاندی سونے
پر نہ بیٹھے اور اسیطرح حلقہ آئینہ کا چاندی سونے سے ہو اور اسیطرح مجمر اور لگام اور زین اور دوچی اور رکاب مفضض یا مضبّب ست ہی بشرطیکہ اوسپر قعود
نہ واقع ہو اور ابو یوسف کے نزدیک یہہ سب مکروہ ہے لیکن مضمرات میں ہے کہ امام اعظم کا قول صحیح ہے انتہے ﴿ کالوجعلہ ای التفضیض فی نصل سیف
وسکین او فی قبضتہما او لجام او رکاب لم یضع یدہ فی موضع الذہب والفضۃ چنانچہ چاندی سونے کا کام کرنا درست ہے اگر تلوار اور چھری
کی کوتھی میں یا ان دونوں کے قبضہ میں یا لگام یا رکاب میں کرے اور اپنا ہاتھ نرکھے سونے چاندی کی جگہہ میں ﴿ کافی میں ہے جبکہ چھوری کی کوتھی
میں تلوار کے قبضہ میں چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہہ پکڑیگا تو مکروہ ہے اور نہیں تو مکروہ نہیں ہے کذا فی الطحطاوی ﴿
وکذا کتابۃ الثوب بذہب او فضۃ و فی المجتبی لاباس بالسکین المفضض والمحابر والرکاب وعن الثانی یکرہ الکل اور اسیطرح درست
ہے کپڑے پر چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبی میں ہے کہ چھوری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچھہ مضایقہ نہیں اور ابو یوسف کے نزدیک یہہ سب مکروہ
ہیں ﴿ امام اعظم کی دلیل یہہ حدیث ہے جو بخاری میں انس سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو موضع شق چاندی کی زنجیر سے
جکڑ گیا اور احمد کی روایت میں ہے کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تھا اوسمین چاندی کا تیر جڑا تھا ﴿ والخلاف فی
المفضض اما المطلی فلاباس بہ بالاجماع بلافرق بین اللجام والرکاب وغیرہما لان الطلاء مستہلک لایخلص فلاعبرۃ للونہ عینی
اور خلاف ابو یوسف اور امام کا مفضض میں ہے یعنی جس چیز سے چاندی سونا علیحدہ ہو سکتا ہو اور مطلا یعنی جسپر سونے چاندی کا پانی پھرا ہو سو وہ
تو بالاجماع درست ہے بدون فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہما کے اسواسطے کہ مطلا یعنی چاندی سونے کا پانی مستہلک ہے جدا نہیں ہو سکتا تو اوسکی
فقط رنگت کا کچھہ اعتبار نہیں کذا فی العینی وغیرہ ﴿ ویقبل قول الکافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی
فیحرم ولا یردہ بخبر الواحد احلہ او حرمہ ﴿ کافر کا یہہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ میں نے یہہ گوشت مول لیا ہے یہودی یا نصرانی سے تو اوس گوشت
کا کھانا حلال ہوگا یا کافر نے کہا کہ میں نے مجوسی سے گوشت خریدا تو گوشت حرام ہوگا اور اوسکے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نکرے ﴿ واصلہ
ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات لافی الدیانات وعلیہ یحمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ یعنی الحاصلین فی
ضمن المعاملات لامطلق الحل والحرمۃ کما توہمہ الزیلعی اور اوسکا قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ کافر کی خبر مقبول ہے بالاجماع معاملات میں نہ دیانات میں
اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہہ قول محمول ہے اور کافر کا قول مقبول ہے حلت اور حرمت میں یعنی وہ حلت اور حرمت کہ در ضمن معاملات کے حاصل ہو نہ ہر طرح
کی حلت اور حرمت جیسا کہ زیلعی شارح کنز نے توہم کیا ہے ﴿ ایک شخص کا قول مقبول ہے معاملات میں خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام
مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت اور مضاربت اور رسالت فی الہدیہ اور اذن تجارت ہے
لیکن بایںہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہے تو اگر اوسکے صادق ہونے کا گمان غالب ہو تو اوسپر عمل کرے اور اگر گمان غالب نہو اوسکی صدق کا یا شک
ہو تو اوسپر عمل نکرے کذا فی الطحطاوی عن الکافی والسراج ﴿ معاملات وہ امور ہیں جو فیما بین الناس جاری ہیں جیسا کہ بیع اور شرا اور وکالت
وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہیں جو فیما بین خدا اور بندہ کے ہوتے ہیں چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت ﴿ ویقبل قول المملوک ولو انثی
والصبی فی الہدیۃ سواء اخبر باہداء المولی لغیرہ او نفسہ اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہے تحفہ پہنچانے میں خواہ
غلام نے یہہ خبر دی ہو کہ میرے مالک نے یہہ تحفہ دیا ہے اوس شخص کو یا یون کہا ہو کہ اوس شخص نے یہہ تحفہ دیا ہے مالک کو ﴿ والاذن سواء کان
بالتجارۃ او بدخول الدار مثلا اور مقبول ہے غلام اور صغیر کا قول اذن میں خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن ﴿ سراج میں ہے
کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر نے دوسرے شخص کے گھر میں داخل ہونیکا اذن دیا تو قیاس یہہ ہے کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری
ہو گئی ہے کہ ابھی سے لوگ اذن مسموع سمجھتے ہیں لہذا یہہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی ﴿ وقیدہ کما فی السراج بما اذا غلب علی رأیہ صدقہ فلو لم یغلب

نحو صابون و اشنان لا بأس ببيعه و لو نحو زبيب و حلوى لا ينبغي ان يبيعه لان الظاهر كذبه و تمامه فيها اور اذن تجارت میں سراج میں اسکی قید
لگائی ہے جبکہ اوسکی رای میں اوسکا صدق غالب ہو تب قول مقبول ہے تو اگر صغیر صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے تو اوسکے ہاتھہ
بیچنا کچھہ مضائقہ نہیں اور اگر منقی اور حلوا ایسی چیز کے مول لینے کا قصد کرے تو اوسکے ہاتھہ بیچنا لائق نہیں اسواسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال ہے اور اسکا
پورا بیان سراج میں ہے ہم مٹھائی وغیرہ کیطرف اطفال مشتاق رہتے ہیں تو ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنی ماں باپ کے پیسے مٹھائی کھانی کیواسطے
چرا لایا ہوگا تو اوسکا یہہ قول کہ میرے ماں باپ نے منگوایا ہے مقبول نکرنا چاہیے لیکن اغنیاکے اطفال پر یہہ اشتباہ نہیں ہوسکتا ہے و يقبل قول الفاسق
والكافر والصبي في المعاملات لكثرة وقوعها اور فاسق اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہے معاملات میں وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے
ہم اصل یہہ ہے کہ معاملات میں ہر ممیز کا قول مقبول ہے تو اگر معاملات میں عدالت شرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو اسواسطے کہ عدالت کی شرائط کا جامع کہاں
ہے کہاں اوسکو آدمی پاوے کہ اوس سے معاملہ کرے یا اوسکو نوکر رکھے اور لوگوں کے پاس معاملات کیواسطے بھیجا کرے اور سامع کو کوئی دلیل نہیں سوا خبر کے
تو اگر ممیز کی خبر مقبول نہو تو معاملات کا دروازہ بند ہوتا ہے اور اسواسطے کہ معاملات کثیر الوقوع ہیں تو اوسمیں عدالت کا شرط ہونا باعث حرج ہے لہذا اوسمیں
فقط تمیز کفایت کرتی ہے کذا فی الرمزی كما اذا اخبر انه وكيل فلان في بيع كذا فيجوز الشراء منه ان غلب على الرأي صدقه كما مر و سيجيء آخر الحظر
چنانچہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہے فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے میں تو اوس سے اوسکا خرید کرنا جائز ہے اگر خرید کرنیوالے کے گمان میں
اوسکی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب الحظر کے اخیر میں بھی اسکا ذکر آویگا و شرط العدالة في الديانات هي التي بين العبد والرب اور شرط
ہے عدالت اور پرہیزگاری دیانات میں دیانات وہ امور ہیں جو بندہ اور مالک علی الاطلاق کے درمیان واقع ہیں ہم چونکہ دیانات معاملات کی مانند کثیر الوقوع
نہیں تو اوسمیں عدالت کی شرط کرنی حرج نہیں اور قول فاسق اور کافر اور صغیر کے قبول کرنے کی اوسمیں کچھہ ضرورت اور حاجت نہیں كالخبر عن نجاسة
الماء فيتيمم ولا يتوضأ ان اخبر بها مسلم عدل منزجر عما يعتقد حرمته ولو عبدا او امة جیسی نجاست پانی کی خبر سے تیمم کرے اور اوس پانی
سے وضو نکرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہے جو باز رہتا ہو اوس چیز سے جسکی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ غلام ہو یا لونڈی
ہم عدالت تسقط احتمال کذب ہے تو اس احتیاط کی حاجت نہیں کہ پانی گراکر تیمم کرے و يتحرى في خبر الفاسق بنجاسة الماء وخبر المستور ثم يعمل
بغالب ظنه اور اٹکل دوڑاوے فاسق اور مستور الحال کی خبر میں پہر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جسکا فسق اور عدالت معلوم نہیں وہ
کہیں کہ یہہ پانی ناپاک ہے تو وہاں اٹکل کرکے ظن غالب پر عمل کرے نہ اونکے قول پر ولو اراق الماء فتيمم فيما اذا غلب على رأيه صدقه و توضأ
و تيمم فيما اذا غلب على رأيه كذبه كان احوط اور اگر پانی کو گرا دے پہر تیمم کرے اوس صورت میں جبکہ اوسکو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہے نجاست کی
خبر میں اور وضو اور تیمم کرے اوس صورت میں جبکہ اوسکو گمان غالب ہو اوسکے کذب کا تو یہہ احوط ہوگا یعنی اسمیں زیادہ تر احتیاط ہے و في الجوهرة و
تيممه بعد الوضوء احوط اور جوہرہ میں ہے اور اوسکا تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہے ہم اسمیں اشارہ ہے کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہے اور تاخیر
تیمم کی وضو سے احوط ہے کذا فی الطحطاوی و اما الكافر فاذا غلب صدقه على كذبه فاراقته احب قهستاني و خلاصه و خانيه اور کافر کا تو یہہ حکم ہے کہ
جب اوسکے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہے کذا فی القهستانی والخلاصه والخانیه ہم یعنی اگر کافر نے خبر دی کہ یہہ پانی نجس
ہے اور اوسکے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اوس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑہے تو نماز جائز ہے اسواسطے کہ ذمی ہے اسکی خبر لازم نہیں لیکن
پانی گرا کر تیمم سے نماز پڑہنا مستحب ہے قلت لكن لو تيمم قبل اراقته لم يجز تيممه بخلاف خبر الفاسق لصلاحيته ملزما في الجملة بخلاف الكافر میں
کہتا ہوں در صورتیکہ کافر کی اخبار نجاست کی صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اوسکا تیمم جائز نہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہاں
تیمم مذکور جائز ہوگا اسواسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکھتی ہے اور کافر کی خبر ملزم ہونیکے لائق نہیں ہم فاسق کی خبر کی فی الجملہ ملزم
ہونے کی یہہ دلیل ہے کہ اگر قاضی فاسق کی گواہی قبول کرنیکے حکم دے تو اوسکا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اوسکی گواہی قبول کرنا حرام ہے اور اگر کافر کی گواہی پر

حکم دیگا یعنی مسلم کی خصوصیت میں تو حکم اوسکا نافذ نہوگا ولو اخبر عدل بطہارتہ وعدل بنجاستہ حکم بطہارتہ بخلاف الذبیحہ اور اگر مسلم
متقی نے پانی کی طہارت کی خبر دی اور دوسرے متقی نے اوسکی نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائیگا بخلاف ذبیحہ کے کہ وہاں در صورت
تناقض حرمت کا حکم ہوگا ھ پانی کی طہارت کا اسواسطے حکم ہوا کہ دونو خبریں بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہوگئیں تو اصل پر یعنی طہارت پر حکم ہوا
وتعتبر الغلبة في اوان طاهرة ونجسة وذكية وميتة فان الاغلب طاهر تحرى وبالعكس والسواء لا الا للعطش اور غلبہ معتبر ہے ظروف
پاک اور ناپاک میں جو باہم ملگئی اور ذبح جانور اور مردار میں جو باہم مخلوط ہوگئی تو اگر پاک برتن یا مذبوح جانور اکثر ہوں تو طہارت اور شرب اور اکل کے
واسطے غور کرے اور اٹکل دوڑاوے اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہوں یا دونوں پاک اور ناپاک برابر ہوں تو ظن غالب کا کچھ اعتبار نہیں مگر دفع
عطش کیواسطے البتہ تصرف میں گمان غالب معتبر ہوگا وفي الثياب يتحرى مطلقا اور کپڑوں میں ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہے ھ خواہ اکثر کپڑے
طاہر ہوں یا نجس اسواسطے کہ ستر عورت میں کپڑے کا کچھ بدلا نہیں اور پانی کا بدلا مٹی ہے تیمم کیواسطے دعي الى وليمة وثمه لعب او غناء قعد واكل
لو المنكر في المنزل ولو على المائدة لا ينبغي ان يقعد بل يخرج معرضا لقوله تعالى فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين کوئی شخص شادی
کی دعوت میں بلایا گیا اور وہاں لہو لعب یا راگ ہے تو بیٹھے اور کھائے بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان میں ہو اور دستارخوان پر نہو اور اگر غیر مشروع دستارخوان
پر ہو تو اسے بیٹھنا لائق نہیں بلکہ نکل جاوے ناخوش ہوکر اسواسطے کہ قرآن مجید میں حق تعالی فرماتا ہے کہ مت بیٹھ نصیحت کے یاد ہونیکے بعد ظالم قوم کے
ساتھہ ھ ولیمہ شادی کے کھانیکا نام ہے جو زوجین کی ملاقات کے بعد ہوا اور بعضوں نے کہا دونوں طعام کا نام ولیمہ ہے طعام ولیمہ سنت ہے
حدیث میں آیا ہے کہ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو تمرتاشی نے کہا اجابت دعوت میں اختلاف ہے بعضونکے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سنت ہے اور
افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہیں تو وہ مختار ہے لیکن اجابت افضل ہے اسواسطے کہ اسمیں دل مومن کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معلن کی
دعوت قبول نکرے تا معلوم ہو کہ تو اسکے فسق پر راضی نہیں اور اسیطرح اوسکی دعوت قبول نکرے جسکا اکثر مال حرام ہے ہان اگر وہ کہے کہ اصل مال حلال ہے میراث ہے یا
قرض لینی ہے تو دعوت قبول کرے اور کھاوے اور اگر اوسکا غالب مال حلال ہے تو اوسکا تحفہ قبول کرنا درست ہے جبکہ دعوت قبول کی اور اوسکے مکان پر گیا تو جو اوسکے ذمہ
پر تھا ساقط ہوگیا اختیار ہے کھائے یا نہ کھاوے نہ کھانے سے کچھ حرج نہیں اور کھانا افضل ہے اگر روزہ دار نہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد مذموم ہو یعنی
اپنی شیخی اور نام آوری اور شکرگذاری چاہے تو خصوصاً اہل علم کو اوسکی دعوت قبول کرنا نچاہیئے اسواسطے کہ اجابت میں اپکو ذلیل کرنا ہے اور ذمی کی دعوت
قبول کرنا جائز ہے کذا في الطحطاوي مختصرا فان قدر على المنع فعل یہ اگر دعوت میں گیا اور وہاں ناچ رنگ ہے تو اگر یہہ شخص منع کرنے پر قادر ہے تو منع
کرے ھ یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نکریگا تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جو شخص خلاف شرع دیکھے تو اوسکو اپنے ہاتھ سے ہٹا دے اور اگر
قادر نہو تو زبان سے اوسکی برائی ظاہر کردے اور یہہ بھی اگر نہو سکے تو دل سے اوسکو برا جانے اور یہہ ضعف الایمان سے ہے وان لا يقدر صبر ان لم يكن ممن
يقتدى به اور اگر منع کرنے پر قادر نہو تو صبر کرے اگر ان لوگوں میں نہو جنکے قول اور فعل کی لوگ اقتدا اور پیروی کرتے ہوں یعنی اگر مقتدای خلق نہو تو صبر
کرے دل سے ناخوش ہوکر فان كان مقتدى ولم يقدر على المنع خرج ولم يقعد لان فيه شين الدين اور اگر وہ شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہو
تو وہاں سے نکل جاوے اور نہ بیٹھے اسواسطے کہ اوسکے ٹھہرنے میں عیب لگتا ہے دین میں ھ اور اسمیں معصیت کا دروازہ کھولنا ہے مسلمین کے واسطے کہ وہ اوس بزرگ کی پیروی
کرینگے والمحكي عن الامام قبل ان يصير مقتدى به اور جو قول امام سے منقول ہے کہ میں ایکبار لہو کی دعوت میں مبتلا ہوا تہا سو میں نے صبر کیا تو یہہ اونکے
مقتدا ہونیسے پہلے ہوا تہا کذا في الايضاح وان علم اولا باللعب لا يحضر اصلا سواء كان ممن يقتدى به او لا لان حق الدعوة انما يلزمه
بعد الحضور لا قبله ابن كمال اور اگر لہو لعب کو پہلے معلوم کرچکا ہو تو اصلا وہاں نجاوے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اسواسطے کہ حق دعوت کا لازم ہوتا ہے حاضر
ہونیکے بعد نہ قبل اوسکے کذا ذکرہ ابن کمال ھ نجانے کی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اوسوقت ہے جبکہ وہاں امر غیر مشروع نہو کذا في الزيلعي وفي
السراج ودلت المسئلة ان الملاهي كلها حرام اور سراج میں ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کھیل اور باجے نگے حرام ہیں ھ یہانتک کہ

میں بموجب حدیث کے گہر کی طاعت اپنی ہمدم کو سیا اور تادیب اپنے گہوڑے کی اور تیر اندازی ویدخل علیہم بلا اذنہم لانکار المنکر اور ارباب ملاہی کے گہر میں
گہس جانا بدون اونکی اذن خلاف شرع کے مٹانیکے واسطے ہم یعنی ہرچند کسیکے گہر میں بلا اذن جانا درست نہیں لیکن جب ان لوگوں نے خلاف شرع کام کیا
تو اپنی حرمت ساقط کر دی تو اونکی ہتک حرمت جائز ہوگئی کذا فی المنح قال ابن مسعود صوت اللہو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت
الماء النبات عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دلمین نفاق کو اگاتی ہے جیسے پانی گہاس کو اگاتا ہے ہم نفاق سے نفاق عملی مراد ہے نہ
نفاق اعتقادی جو کفر ہے قلت وفی البزازیۃ استماع صوت الملاہی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاہی
معصیۃ والجلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعمۃ فصرف الجوارح الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر فالواجب کل الواجب
ان یجتنب کیلا یسمع لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ واشعار العرب لو فیہا ذکر الفسق تکرہ اہ
میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ باجونکی آواز سننا جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اسکی حرام ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ
استماع ملاہی گناہ ہے اور اوسپر بیٹہنا فسق ہے یعنی طاعت ربانی سے باہر نکلجانا ہے اور اوس سے لذت لینا کفر ہے یعنے کفران نعمت ہے تو اعضا کو صرف کرنا اسی
چیز کیطرف جسکے واسطے وہ بنائی نہیں گئی نعمت کا کفران ہے نہ شکر اوس نعمت کا تو واجب کمال واجب ہے کہ کنارہ گیر ہوجاوے تا آواز کو نہ سنے اسواسطے کہ آنحضرت
علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے انگشت مبارک کو اپنے کان مقدس میں داخل کرلیا تہا اوس کے سماعت کیوقت ہم اور عرب کے اشعار اگر اونمیں فسق کا ذکر ہو
تو وہ مکروہ ہیں انتہے ما فی البزازیۃ اقول ولتغلیظ الذنب کما فی الاختیار اولاستحلال کما فی النہایۃ یعنی سماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی برائی جتانے
کو کما فی الاختیار شرح المختار یا کفر فرمایا اسکو حلال سمجہنے کے سبب سے کما فی النہایۃ فائدۃ ومن ذلک ضرب النوبۃ للتفاخر فلو للتنبیہ فلا باس بہ
کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لتذکیر ثلث نفخات الصور لمناسبۃ بینہما فبعد العصر للاشارۃ الی نفخۃ الفزع وبعد العشاء الی نفخۃ الموت وبعد
نصف اللیل الی نفخۃ البعث وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی ورنجملہ ملاہی نوبت کا بجانا ہے تفاخر اور نام آوری کیواسطے تو اگر نوبت نوازی تنبیہ کیواسطے ہو تو
اسکا مضائقہ نہیں چنانچہ جبکہ تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پہونکے جانے کی یاد دلانے کیواسطے اسلئے کہ نوبت کی آواز اور صور کی آواز میں فی الجملہ
مناسبت ہے تو عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخہ دہشت کا اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخہ موت کا اور آدہی رات کے بعد اشارہ ہے نفخہ بعث کا یعنی قبروں سے
اوٹہنے کا اور پورا اسکا بیان اوس شرح میں ہے جو ہمنے ملتقی الابحر پر معلق کی ہے ہم شرح ملتقی میں شارح نے کہا حسن سے مروی ہے کہ شادی نکاح میں دف
بجانا جائز ہے شہرت نکاح کیواسطے اور سراجیہ میں ہے دف اوسوقت درست ہے جبکہ اوسمیں جلاجل یعنی جہانجہیں نہوں اور اوسکا بجانا برہیئت تطرب نہو
ثم سب سے پہلا گانیوالا ابلیس ہے کذا فی القہستانی اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگوں نے اول ایجاد کیا جبکہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرست
اوسکے سامنے ناچے اور وجد کرنے لگے تو یہہ کفار گوسالہ پرستوں کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ میں ہے کہ حرمت رقص پر نص قرآنی موجود ہے قال تعالی ولا تمش
فی الارض مرحا یعنے مت چل زمین میں اتراتے اور تبختر کی راہ سے اور رقص میں نہایت تبختر اور سجاوٹ اور اتراوا ہوتا ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ رقص گناہ کبیرہ
ہے اور اسپر اجماع ہے اور بعض فقیہوں نے کہا کہ غلبہ وجد میں رقص منع نہیں جیسے صوفیہ کے ہوتا ہے مجلس ذکر اور سماع میں تاتارخانیہ میں وہ مضمون ہے جو
جواز رقص پر دلالت کرتا ہے اوس مغلوب الحال کیواسطے جسکی حرکات مرتعش کی مانند ہیں اور یہہ اوس صورت میں ہے جبکہ وجد صادق ہو اور قیام میں وہ شخص
مغلوب ہو اور ایک چیز گاہے حلال ہوتی ہے اور کبہی حرام ہوجاتی ہے اختلاف مقاصد کے سبب سے کما ذکرہ ابو السعود اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو ہمارے زمانہ کی متصوفہ
سماع کیوقت آواز بلند کرکے شور کرتے ہیں حرام ہے اونکا بیٹہنا جائز نہیں اور صوفیہ سابقین ایسا نہیں کرتے تہے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا
شعر سننا اباحت غنا پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تہے اور حدیث تواجد نبوی صحیح نہیں ہے سری سقطی نے فرمایا وجد کرنیوالیکی شرط یہہ ہے
کہ اس حد کو اوسکا وجد پہونچ جاوے کہ اگر اوسکے چہرہ پر تلوار پڑے تو اوسکو کچہہ خبر نہو درد اور الم کی انتہی ما فی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی اور حرمت آلات
لہو کی اور اختلافات غنا و مجوزہ کا کتاب الشہادت میں مفصل مذکور ہے چاہیے کہ مستفید نظر کرے فصل فی اللبس یہہ فصل ہے لباس کے مسائل میں ہم ذکر

لباس وہ ہی جو عورت کو چھپاوے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بہتر یہ ہے کہ پوشاک روئی یا کتان یا اون کی ہو سنت کے موافق یعنی اوسکا دامن نصف ساق تک ہو اور آستین اونگلیون تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کے چنانچہ نتف مین مصرح ہے متوسط لباس چاہیئے نہ نفیس نہ خسیس اسواسطے کہ خیر الامور اوسطہا اور اسواسطے کہ نہی وارد ہی لباس شہرت سے یعنی جو نہایت نفیس ہو اور نہایت خسیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آرایش اور نعمت الٰہی اظہار کیواسطے ہو اور مباح لباس جمیل ہے زینت کیواسطے عید اور جمعہ اور مجامع خلق مین نہ جمیع اوقات مین اور مکروہ لباس وہ ہے جو تجبر اور تکبر کیواسطے ہو اور سپید لباس مستحب ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا یحرم لبس الحریر ولو بحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح وعن الامام انما یحرم اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وہی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عم بہ البلوی اور حرام ہے پہننا حریر یعنی ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیف یہہ ہی کہ ریشمی تو اوسوقت حرام ہی جبکہ وہ کھال سے لگا ہو قنیہ میں کہا اور یہہ رخصت عظیمہ ہی وہان جہان ریشمی کا عموم بلوی ہو ہم جب معلوم ہوا کہ مذہب صحیح مین ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا غیر متصل تو روایت ضعیف قابل اعتبار کے نہین طحطاوی نے شمس الائمہ حلوائی سے نقل کیا کہ صحیح یہہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور کو بعض مشائخ کیطرف نسبت کیا ہی نہ امام کیطرف حریر وہ کپڑا ہے جسکا تانا بانا دونون ریشم ہو چنانچہ گلبدن اور دریائی اور تافتہ اور اطلس اور کمخاب ابوداؤد اور نسائی مین علی مرتضی سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھہ مین ریشمی کپڑا لیا اور بائین ہاتھہ مین سونا اور فرمایا کہ یہہ دونون حرام ہین میری امت کے مردون پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت یون ہی کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت کے مردون پر حرام ہے اور انکی عورتون پر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی مین عمر فاروق سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مین حریر وہی پہنتا ہی جسکا آخرت مین کچھہ حصہ نہین ہے کذا فی التیسیر او فی الحرب فانہ یحرم ایضا عندہ وقالا یحل فی الحرب اگرچہ ریشمی جنگ مین پہنے سو وہ بھی حرام ہے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی مین ریشمی لباس حلال ہے ہم صاحبین کے نزدیک جنگ مین گاڑھا کپڑا ریشمی درست ہی جو سلاح کی مضرت سے بچاوے نہ باریک ریشمی کذا فی العالمگیریۃ علی الرجل لا المرأۃ الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ وقیل منشورۃ وقیل بین بین ریشمی حرام ہے مرد پر نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہین جیسے ریشمی بوٹیان کپڑے کی حرام نہین چار اونگلیان ملی ہوئین مراد ہین اور بعضون نے کہا کہ کھلی ہوئین اور بعضون نے کہا نہ ملین نہ کھلین مراد ہین ہم نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ رخصت حریر مین معتبر چار اونگلیان ہین نہ نہایت ملین نہ نہایت کھلین کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسط فی القنیۃ اور ریشمی بوٹیون مین ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہی اگرچہ متفرقات بوٹیان عمامہ مین ہون چنانچہ قنیہ مین شرح بیان ہے ہم اسکی توضیح قنیہ مین یون مذکور ہے کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیون کے جمع کرنے مین اختلاف ہی نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ نہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر مذہب ہی مگر جبکہ ایک خط ریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اسطرح کہ سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہین ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسی عمامہ کا طرہ تو ظاہر مذہب عدم جمع ہی کذا فی العالمگیریۃ یعنی اگر کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیان متفرق کثرت سے ہون اگر ان سبکو جمع کیجئے تو چار انگل سے زیادہ ہو جائین تو ظاہر مذہب مین یہہ جمع کرنا معتبر نہین وہ کپڑا حلال ہے وفیہا عمامۃ طرازہا قدر اربع اصابع من ابریسم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک قبیس بشبرنا یرخص فیہ اور قنیہ مین ہے کہ ایک عمامہ جسکا نقش ونگار ریشم کا ہی چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اونگلیون سے اور فاروق کی چار اونگلیان ہماری بالشت کے ساتھہ قیاس کی گئی ہین تو اسقدر نقش ونگار مین رخصت ہی ہم عالمگیری مین قنیہ سے طرہ عمامہ یعنی کنارہ اور انچل پگڑی کا مذکور ہی نہ طراز ظہیر الدین تمرتاشی نے کہا کہ معتبر چار اونگلیان ہین اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی اونگلیان معتبر نہین ہین کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ طحطاوی نے کہا اصابع منشورہ غیر معتبر ہین تو بہتر یہہ تھا کہ شارح اس عبارت کو ذکر کرتا وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ہذا المقدار اربع اصابع والا لا یحل للرجل زیلعی اور سی طرح جو سونے سے بنا ہو حلال ہی جبکہ اسی مقدار پر ہو یعنی چار انگل اور اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو

حلال نہیں ہے کذا فی الزیلعی وفی المجتبی العلم فی العمامۃ فی موضعین او اکثر یجمع وقیل لا اور مجتبی میں ہے کہ نقش و نگار اور بوٹی عمامہ میں دو جگہ ہو
یا زیادہ ہو تو جمع کرنا چاہیئے یعنی اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہیں اور بعضوں نے کہا کہ متفرق کا جمع کرنا ضرور نہیں ہے عنقریب مذکور ہوگا کہ ظاہر یہ سبب
عدم جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور نہ تھا وفیہ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی عمامۃ علیہا علم من فضۃ قدر ثلث اصابع لا باس
ومن ذہب یکرہ وقیل لا یکرہ اور مجتبی میں امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش و نگار سے چاندی سے بقدر تین انگل کے ہو کچھ مضائقہ نہیں اور
سونے کا نقش و نگار مکروہ ہے اور دوسرا قول نسبت یہ ہے کہ مکروہ نہیں وفیہ تکرہ الجبۃ المکفوفۃ بحریر قلت وہذا ثبت کراہۃ ما اعتادہ اہل زماننا
من القمص المبطنۃ اور مجتبی میں ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوف بحریر یعنی جس پیراہن کی اطراف میں ریشمی کپڑا سیا ہو میں کہتا ہوں اس روایت سے ثابت ہو گئی
کراہت اوسکی جو ہمارے اہل زمانہ کی عادت ہے بصری پیراہنوں کے پہننے کی ھ طحطاوی نے کہا یہ روایت مخالف ہے جمہور فقہا کے اسواسطے کہ عالمگیری میں ذخیرہ سے
منقول ہے کہ مکفوف بالحریر علماء کے نزدیک درست ہے انتہے اور ہدایہ میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوف بالحریر پہنتے تھے یعنی حاشیہ
کہا گیا ہے حدیث صحیح مسلم میں اسطرح ہے کہ اسماء بنت ابی بکر صدیق نے جبہ نکالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلعم کا جبہ ہے سو اوسمیں دیبا کا گریبان لگا تھا اور اوسکی دونو
چاک دیبا سے سیئے تھے سو کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا جب وہ مرگئیں تو میں نے اوسکو لیا سو آنحضرت صلعم اوسکو پہنتے تھے سو ہم اوسکو دہو لیتے ہیں بیماروں
کیواسطے سو اوسکی برکت سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابو داؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اوس جبہ کی جیب اور دونو آستینیں اور دونو چاک دیبا سے سیئے تھے اور
بخاری کی ادب مفرد میں یوں روایت ہے کہ اوس جبہ کا گریبان دیبا تھا بالشت بھر اور دونوں چاک مذکور دیبا سے سیئے تھے حضرت اوسکو مہمانوں کے آنیکے وقت
اور جمعہ کے دن پہنتے تھے انتہے ما فی العینی مختصرا وفیہ المرخص العلم فی عرض الثوب قلت ومفادہ ان القلیل فی طولہ یکرہ انتہی قال المصنف
وبہ جزم منلا خسرو وصدر الشریعۃ لکن اطلاق الہدایۃ وغیرہا یشمل الطول اور مجتبی میں ہے کہ کپڑے کے عرض میں علم مرخص ہے میں کہتا ہوں اور اس
سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول میں مکروہ ہے انتہی ما فی المجتبی مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور اسی قول یعنی طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہے ملا خسرو صاحب
درر وغرر نے اور صدر الشریعۃ نے لیکن ہدایہ وغیرہا کا اطلاق یعنی عدم قید طول عرض مجتبے کے مخالف ہے وفی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال
مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمہ اللہ تعالی وہو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیہ رخصۃ عظیمۃ لمن ابتلی بہ فی زماننا انتہی
قلت قال شیخنا والظن ان الرایۃ ہو ما یعقد علی الرمح فانہ حلال ولو کبیرا لانہ لیس بلبس وبہ یحصل التوفیق اور سراج میں ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا
حلال ہے خواہ صغیر ہو یا کبیر مصنف نے کہا اور یہ قول مخالف ہے اوس قول کے جسمیں چار انگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے صغیر اور کبیر کی حلت میں
رخصت عظیم ہے اوس شخص کیلئے جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھ مبتلا ہو ہمارے زمانے میں انتہی ما فی شرح المصنف میں کہتا ہوں ہمارے اوستاد نے کہا اور میرا
گمان غالب یہ ہے کہ جہنڈا اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیزہ پر باندھا جاتا ہے سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اسواسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہیں اور اس تقریر
سے دونو قولونکا اختلاف رفع ہوگیا یعنی اربع اصابع کی قید لباس میں ہے اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہے ھ روایت کی بشر نے عن ابی
یوسف عن ابی حنیفہ کہ مضائقہ نہیں علم کا حریر سے کپڑے میں جبکہ علم چار انگل ہو یا اوس سے کم اور اسمیں کچھ خلاف مذکور نہیں کیا اور شمس الائمہ سرخسی
نے سیر میں کہا کہ علم کا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ وہ تابع ہے اور اوسکی مقدار بیان نہیں کی چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے تو تابع کا لفظ دلالت
کرتا ہے کہ علم ثوب مراد ہے نہ علم رایت اسواسطے کہ اگر بالکل جہنڈا حریر کا ہو تو جائز ہے جیسے دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہے تو ظاہرا یہ اختلاف علم
ثوب میں ہے نہ علم رایت میں کذا فی الطحطاوی یعنی تو شارح کے استاد کی قول سے توفیق بین القولین حاصل نہوئی ولا باس بکلۃ الدیباج ھو
ما [illegible] شرح وہبانیہ للمصنف مچھردانی کیواسطے کچھ مضائقہ نہیں دیبا کے چھپرکھٹ اور مسہری میں دیبا وہ کپڑا ہے جسکا تانا
اور بانا دونوں ریشم کا ہو کذا فی شرح الوہبانیہ الکلۃ بالکسر الستارۃ والناموسیۃ لانہ لیس بلبس کلہ بکسر کاف وتشدید لام شبخانہ
اور ناموسیہ ہے اسواسطے وہ جائز ہے کہ وہ لباس نہیں بدن سے علیحدہ رہتا ہے ھ قاموس میں ہے کہ کلہ باریک پردہ اور باریک گہٹا ٹوپ ہے مچھردانی

سے بچنے کیواسطے ایسی صدری پہنے اور سبھری اور بسترا بنانا مقرب ہو رشیہ خانہ کا ونظمہ شارح الوھبانیۃ فقال سه وفی کتب الایضاح فالدرع حرم ایضہ

وفی القنیۃ والمنتقی ذا مستطر اور شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یون کہا ہے اور ریشمی جبہ کپٹ مین مرد پہننا جائز ہے اور قنیہ اور منتقی

مین یہی جواز مرقوم ہے وتکرہ التکۃ منہ ای من الدیباج وھو الصحیح وقیل لا باس بہا اور مکروہ ہو ریشمی ازاربند یہی قول صحیح ہے اور اسکے

جواز کا قول ضعیف ہے ہم ریشمی ازاربند اگرچہ چار انگل ہو درست نہین اسواسطے کہ وہ مستقل اور جداگانہ چیز ہے برخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع

ہے نہ مستقل کذا فی الطحطاوی وکذا تکرہ القلنسوۃ وان کانت تحت العمامۃ اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے

نیچے چھپی ہو ہم مرد کو ریشمی یا چاندی سونے کی ٹوپی یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سیا ہو یا کوئی چیز چاندی سونے کی چار انگل سے زیادہ ٹوپی پر

سی ہوئی ہو مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ گوٹا پٹھا اور بنت طلائی یا نقرئی اگر چار انگل یا کم ہو ٹوپی پر تو درست ہے

و الکیس الذی یعلق فتبا و اسیطرح ریشم کی وہ تھیلی مکروہ ہے جو بدن پر لٹکائی جائے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ تعلیق مشابہ ملبوس ہے واختلف

فی عصابۃ الجراحۃ بہ ای بالحریر کذا فی المجتبی اور اختلاف ہے زخم کی ریشمی پٹی مین کذا فی المجتبی ہم طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے

کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے ازاربند کی مانند وفیہ ان لہ ان یزین بیتہ بالدیباج ویتجمل باوانی ذھب وفضۃ بلا تفاخر اور مجتبی مین ہے کہ مسلمان کو اپنا

گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے سے اور تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے درست ہے بشرط عدم تفاخر و تکبر یعنی مکانون مین اطلس وغیرہ کا چھت

لگانا درست ہے بشرط عدم تجبر وفی القنیۃ یحسن للفقہاء لف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب واسعۃ اور قنیہ مین ہے کہ فقیہون کیواسطے عمامہ طویل باندھنا

اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے وفیہا لا باس بشد خمار اسود علی عینیہ من ارمد بعذر قلت ومنہ الرمد اور قنیہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین

ریشمی سیاہ کپڑا باندھنا اپنی دونون آنکھون پر عذر کے سبب سے مین کہتا ہون اور منجملہ عذر مذکور جوش کرنا ہے آنکھ کا وفی شرح الوھبانیۃ عن المنتقی

لا باس بعروۃ القمیص وزرہ من الحریر لانہ تبع اور شرح وہبانیہ مین ہے منتقی سے کچھ مضائقہ نہین پیراہن مین ریشمی تکمہ اور گھنڈی لگانا

اسواسطے کہ وہ تابع ہے پیراہن کا یعنی خود لباس مستقل نہین وفی التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لا باس بازرار الدیباج والذھب اور تاتارخانیہ

مین سیر کبیر سے منقول ہے کہ کچھ مضائقہ نہین ریشمی اور سونے کی گھنڈی مین وفیہا عن مختصر الطحاوی لا یکرہ علم الثوب من الفضۃ ویکرہ من الذھب

قالوا وھذا مشکل فقد رخص الشرع فی الکفاف والکفاف قد یکون من الذھب انتہی اور تاتارخانیہ مین مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہین

نقش نگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ ہے سونے سے علما نے کہا اور یہ بیچ عدم جواز علم زر مشکل ہے اسواسطے کہ شرع نے کفاف یعنی حاشیہ کی رخصت دی ہے اور

کفاف کبھی سونے کا ہوتا ہے انتہی ما فی التتارخانیۃ ہم قنیہ مین ہے کہ علم یعنی نقش نگار سونے سے ذہب منسوج کی مانند چار انگل مرد کیواسطے جائز ہے اور اسیطرح

ٹوپی مین ظاہر مذہب مین جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے نزدیک جائز نہین جیسے حریر کی جائز نہین انتہی طحطاوی نے کہا کفاف سے ظاہر انکی عبارت مین

بمعنی خیاطت مراد ہے اور حالانکہ قاموس مین کفاف بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور بمعنی خیاطت کفۃ ہے نہ کفاف اور شارح علیہ الصلوۃ

والسلام سے جبہ مکفوفہ بحریر کا پہننا ثابت ہے اور اسمین چاندی سونا مذکور نہین تو اسکی تحریر کرنا چاہیئے تامل سے مجکو غلبہ تشویشات سے فرصت نہین انتہی مختصرا

ہم وباللہ التوفیق قاموس مین مذکور ہے کہ کفۃ قمیص وہی جو دامن کے گرد ہو اور جو لفافہ ہو چنانچہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہو اور اسکا

اور جو اسکے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہو گیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین اور دامن کا کنارہ مراد ہے اور جب قنیہ سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر

مذہب مین جائز ہے تو رخصت شرع بھی ثابت ہو گئی واللہ اعلم ویحل توسدہ وافتراشہ والنوم علیہ وقالا والشافعی ومالک حرام وھو الصحیح

کما فی المواہب قلت فلیحفظ ہذا لکنہ خلاف المشہور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اسکا فرش بچھانا اور اسپر سونا حلال ہے اور صاحبین

اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول حضرت کا صحیح ہے کما فی المواہب مین کہتا ہون تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیئے لیکن یہ تصحیح مذہب مشہور کے

مخالف ہے ہم شرنبلالیہ مین ہے کہ یہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ و شروح کے مخالف ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ابو یوسف امام کے ساتھ ہین حلت کے قول مین

كذا فی المحیط۔ وَاَما جعلہ دِثَارًا وازارًا فانہ یکرہ بالاجماع سراجیہ اور کپڑے کے اوپر ریشمی پہنا یا ریشمی پاجامہ پہنا سو وہ تو بالاتفاق سب کے
نزدیک مکروہ ہے کذا فی السراجیہ ھ شعار وہ کپڑا ہے جو بدن سے لگا ہوا ور دثار وہ ہے جو بدن سے متصل نہو واما الجلوس علی الفضۃ فحرام بالاجماع شرح
مجمع اور چاندی کی چیز پر تو بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح المجمع ویحل لبس ما سداہ ابریسم ولحمتہ غیرہ ککتان وقطن وخز لان
الثوب انما یصیر ثوبًا بالنسج والنسج باللحمۃ فکانت ھی المعتبرۃ دون السدی اور حلال ہے پہننا جسکا تانا ریشم ہو اور اوسکا بانا ریشم کے سوا
اور چیز کا ہو جیسے کتان یا السی کی چھال کا یا روئی کا یا خز یعنی دریائی جانور کے روئیں کا اسواسطے کہ کپڑا تو کپڑا نہیں ہوتا مگر بناوٹ سے اور بناوٹ ہوتی ہے
بانے سے تو کپڑے کی حقیقت میں بانا ہی معتبر ٹھہرا نہ تانا قلت وفی الشرنبلالیۃ عن المواھب یکرہ ما سداہ ظاھر کالعتابی وقیل لا یکرہ ونحوہ
فی الاختیار قلت ولا یخفی ان المرجح اعتبار اللحمۃ کما یعلم من العزمیۃ بل فی المجتبی ان اکثر المشائخ افتوا بخلافہ میں کہتا ہوں اور شرنبلالیہ
میں مواہب سے ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جسکا تانا ظاہر اور نمودار ہو جیسے عتابی کپڑے میں بانو سے زیادہ تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ مکروہ نہیں
اور اسیکی مانند اختیار میں ہے میں کہتا ہوں بانے کے اعتبار کرنیکا قول مرجح ہے چنانچہ عزمیہ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتبی میں صاف مذکور ہے کہ اکثر مشائخ
نے بر خلاف اوسکے فتوی دیا ہے یعنی بر خلاف کراہت کے عدم کراہت پر فتوی دیا ہے ھ ملتقی اور اوسکی شرح میں ہے جسکا تانا ریشم ہو اور بانا روئی وغیرہ کا ہو
تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ یا برابر ریشم کے اور بعضوں نے کہا جب بانا غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے چنانچہ محیط اور قہستانی میں ہے کذا
فی المحیط۔ وفی شرح المجمع الخز صوف غنم البحر انتھی قلت وھذا کان فی زمانھم واما الان فھو من الحریر وحینئذ فیحرم برجندی وتتارخانیہ
خلاف ما فی شرح مجمع میں کہا کہ خز بفتح خاء معجمہ و زاء منقوطہ مشدد دریائی بھیڑ کا صوف ہے انتہی میں کہتا ہوں اور یہ یعنی اطلاق خز کا صوف پر فقہاء سابقین
کے زمانہ میں تہا اور اب تو خز حریر سے ہوتا ہے اور اسوقت میں تو خز حرام ہے کذا فی البرجندی و التتارخانیہ تو اس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد
رکھنا چاہیئے تو حرام کو باستدلال قول سابقین کوئی حلال نہ سمجھے وحل عکسہ فی الحرب فقط لو صفیقًا یحصل بہ اتقاء العدو فلو رقیقًا حرم
بالاجماع لعدم الفائدۃ سراجیہ اور عکس سابق حلال ہے فقط لڑائی میں یعنی جسکا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ میں درست ہے بشرطیکہ
وہ گاڑھا ہو جسکے سبب سے صدمات دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہوگا تو وہ لڑائی میں بالاتفاق حرام ہے بیفائدہ ہونیکے سبب سے کذا فی السراجیہ ھ
لفظ اجماع کا خلل عنقریب معلوم ہوگا واما خالصہ فیکرہ فیھا عندہ خلافًا لھما ملتقی اور خالص حریر یعنی جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم ہو تو وہ امام
کے نزدیک لڑائی میں حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی ھ جوہرہ میں ہے کہ اگر حریر باریک ہو تو اوسکا پہننا جنگ میں بالاتفاق امام اور
صاحبین کے حلال نہیں اسواسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ اوسمیں حاصل نہیں انتہی لیکن ظاہر ہدایہ اسکے مخالف ہے اسواسطے کہ اوسمیں کہا ہے کہ حریر اور دیبا جنگ
میں صاحبین کے نزدیک جائز ہے اسواسطے کہ اوسمیں ضرورت ہے اور حریر خالص اذیت سلاح کا دافع ہے اور دشمن کی آنکھ میں رعب ڈالتا ہے اپنی چمک دمک سے
انتہی تو جب حریر خالص مطلقا صاحبین کے نزدیک جائز ہوا جنگ میں تو جسکا فقط بانا ریشم ہو کیونکر جائز نہوگا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہیں کذا فی
الطحطاوی قلت ولم ار ما لو خلطت اللحمۃ بابریسم وغیرہ والظاھر اعتبار الغالب میں کہتا ہوں اور میں نے اوس کپڑے کا حکم نہیں دیکھا جسکا
بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہو اور ظاہرا غالب کا اعتبار ہے یعنی اگر ریشم غالب ہے تو حرام ہے اور اگر غیر ریشم غالب ہے تو حلال وفی حاوی الزاھدی
یکرہ ما کان ظاھرہ قزًا وخط منہ خز وخط منہ قز وظاھر المذھب عدم جمع المتفرق الا اذا کان خط منہ قز وخط منہ غیرہ بحیث
یری کلہ قزًا فاما اذا کان کل واحد مستبینًا کالطراز فی العمامۃ فظاھر المذھب انہ لا یجمع انتھی واقرہ شیخنا قلت وقد علمت ان العبرۃ
للحمۃ لا للظاھر علی الظاھر فافھم اور حاوی زاہدی میں ہے کہ مکروہ ہے جسکے ظاہر میں تو ریشم نمودار ہو اور حالانکہ اوسکی ایک دہاری اون کی ہو اور
ایک دہاری ریشم کی اور ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے مگر اوس صورت میں خطوط متفرقہ جمع کئے جاوینگے جبکہ اوسمیں ایک دہاری ریشم کی ہو اور ایک غیر ریشم
کی ہو اسطرح کہ سب ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دہاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش و نگار تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ متفرقات کو جمع نکرینگے انتہے

افی الحاوی اور ہمارے استاد نے اس قول کو مان لیا ہے مین کہتا ہون اور متفرقہ تو عنقریب معلوم کر چکا ہی کہ حلت اور حرمت مین بانے کا اعتبار ہے
نہ ظاہر کی نمود اری کا بنا بر قول ظاہر الرمذہب کے تو اسکو سمجھ لے یعنی اگر دس کپڑے کا بانا ریشم کا نہین تو وہ مکروہ نہین گو ریشم ہی نمودار ہو وکرہ
لُبْسُ المُعَصْفَرِ والمُزَعْفَرِ الاَحْمَرِ وَالاَصْفَرِ لِلرِّجَالِ اور مردونکو مکروہ ہے کسم کا رنگا کپڑا اور زعفران کا رنگا کپڑا سرخ اور زرد ﴿ یعنی دونون
قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہے اور زعفران کے سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور ناسپال اور ہار سنگار
وغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہین مردکو ہان گرد مین کا رنگ بھی مکروہ ہے چنانچہ فتاوی قاضیخان مین ہے گرد مین ایک گھاس ہے اوسکا رنگ زرد ہوتا ہی مُفَادُہ
انہ لَا یُکْرَہُ لِلنِّسَاءِ مرد کی قید اسکو مفید ہے کہ کسم اور زعفران کا رنگ عورتون کیواسطے مکروہ نہین ہے ولا بَأسَ بِسائِرِ الاَلْوَانِ اور کچھ مضائقہ
نہین کسم اور زعفران کے سوا باقی رنگون مین مردکیواسطے وفی المجتبی والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لا بأس بلبس الثیاب
الاحمر انتہی ومفادہ ان الکراہۃ تنزیہیۃ اور مجتبی اور قہستانی اور ابو المکارم کی شرح نقایہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین سرخ کپڑے کے پہننے مین انتہی
اور یہہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہے ﴿ اسواسطے کہ لا بأس کا کلمہ اکثر ترک اولی مین مستعمل ہوتا ہی کذا فی المنح تخفیف کو ہی اُس سرخی مین جو کسم اور زعفران
کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لاکھہ اور مجیٹھہ اور آل اور کردانہ کی سرخی لکن صرح فی التحفۃ بالحرمۃ فافاد انہا تحریمیۃ وہی المحمل عند الاطلاق
قالہ المصنف قلت وللشرنبلالی فیہا رسالۃ نقل فیہا ثمانیۃ اقوال منہا انہ مستحب لیکن تحفہ مین ثوب احمر کی حرمت کی تصریح کی ہے
تو حرمت کے لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محمل ہے اطلاق کیوقت یعنی جب مطلق کراہت بولتے ہین بلا قید تنزیہا اور تحریما کے
تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین شارح نے کہا مین کہتا ہون اور شرنبلالی کا سرخی کے احکام مین ایک رسالہ ہے
اوسمین آٹھہ قول مذکور ہین از انجملہ ایک قول یہہ ہے کہ ثوب احمر مستحب ہے ﴿ امام اعظم سے روایت ہی کچھہ مضائقہ نہین سرخ اور سیاہ رنگ مین کذا فی العالمگیریۃ
عن الملتقط ولا یَتَحَلَّی الرَّجُلُ بِذَہَبٍ وَفِضَّۃٍ مطلقا اور مرد زیور نہ پہنے سونے چاندی کا مطلقا یعنی کسی حال مین نہ جنگ مین نہ اوسکے سوا مین
اِلَّا بِخَاتَمٍ وَمِنْطَقَۃٍ وَحِلْیَۃِ سَیْفٍ مِنْہَا اِذَا لَمْ یُرِدْ بِہِ التَّزَیُّنَ مرد کو سونے چاندی کا زیور حلال نہین مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی
سے حلال ہی بشرطیکہ اوس سے آرایش کا قصد نہ کرے یعنی وہ آرایش جو منجر بہ تجبر اور تکبر ہو ﴿ قنیہ مین ہے کچھہ مضائقہ نہین اُس کمر بند کا جسکے دونو کنارے چاندی کے ہون اور حلقے ہون انتہی
ظہیریہ مین ہے کہ اگر تمام منطقہ چاندی کا ہو یا اکثر تو مکروہ ہے انتہی اور تلوار کا زیور اوسی شرط سے حلال ہی کہ چاندی جگہہ پر ہاتھہ لگا دیا اور حمایل سیف منجملہ حلیہ سیف ہے ہر چند کہ بند
اور حلیہ سیف سونے کا درست نہین لیکن چاندی پر سونے کا ملمع درست ہے اسواسطے کہ بلا استہلاک ہی کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لا یحل استعمال منطقۃ وسلاح من صفر ویحل
یحل اذا لم یبلغ عرضہا اربع اصابع فیہ نظر وسبع ودق ولا یکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید او نحاس وعظم وسیجیء حل لبس اللؤلؤ اور مجتبی مین ہے کہ استعمال یعنی پیتل کا
حلال نہین جیسا کہ پیچ دیا ہوا اور بعضون نے کہا حلال ہے بشرطیکہ عرض اسکا چار انگل کا ہو اور اوسمین سات ورق بعد لون کے پیٹی مین حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہین اور موتیون کے پہننے
کا حکم آگے آویگا ولا یَتَخَتَّمُ اِلَّا بِالْفِضَّۃِ لِحُصُولِ الاسْتِغْنَاءِ بِہَا اور انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہو جانے بے پروائی کے چاندی سے یعنی جب چاندی سے حاجت رفع ہو گئی تو اب سونے اور
وغیرہا کی کچھہ حاجت باقی نہ رہی فیحرم بغیرہا کحجر وصحح السرخسی جواز الیشب والعقیق وعمم منلا خسرو وذہب وحدید وصفر ورصاص وزجاج وغیرہا لما مر
تو چاندی کے سوا انگوٹھی پہننا حرام ہی جیسے پتھر اور سونے اور لوہے اور پیتل اور رانگ اور شیشے وغیرہ بدلیل گذشتہ یعنی چاندی سے کسیکی حاجت باقی نہ رہی اور سرخسی نے جواز یشب اور
عقیق کی تصحیح کی ہی اور ملا خسرو نے درر و غرر مین سب پتھرونکی انگوٹھی کو جائز کہا ہی ﴿ یہہ گفتگو حلقہ انگشتری مین ہی اور نگین تو بالاتفاق درست ہی چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آتا
ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیتل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتونکی بو آتی ہی اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہہ دوزخیونکا زیور ہی اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہہ
زیور بہشتیونکا کذا فی العینی شرح الہدایۃ عن ابی داؤد والترمذی والنسائی لبعض اشخاص لیشب مین تشیف اور شیم بھی درست کہتے ہین فاذا ثبت کراہۃ لبسہا
للتختم ثبت کراہۃ بیعہا وصیغہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لا یجوز وکل ما ادی الی ما لا یجوز لا یجوز وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ جب سونے وغیرہ کی
انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہو گئی تو اسکو بیچنے اور بنانے کی بھی کراہت ثابت ہو گئی اسلئے کہ اسمین اعانت ناجائز ہے اور جو وسیلہ کہ ناجائز کیطرف مودی ہو وہ بھی ناجائز ہی اور اسکا تمام بیان شرح وہبانیہ

ہین ہے والعبرۃ بالحلقۃ من الفضۃ لا بالفص فیجوز من حجر وعقیق ویاقوت وغیرھا اور چاندی کی انگوٹھی مین حلقہ کا اعتبار ہے نہ نگین کا سو اگر چاندی کا حلقہ ہو تو نگینہ ہر چیز کا پتھر اور عقیق اور یاقوت وغیرہا کا جائز ہے ہم یہہ جو مذکور ہوا کہ پتھر کی انگوٹھی جائز نہین تو مراد یہہ ہے کہ پتھر کا حلقہ انگشتری کا درست نہین پتھر کا نگینہ درست ہو وحل مسمار الذھب فی حجر الفص اور حلال ہے سونے کی کیل پتھر کے نگین مین ہم کیل ٹھونکنی بنا تی ہے استحکام کیواسطے نگینہ تھیونٹی سے جدا نہو وجہ جواز یہہ ہے کہ سونا یہان چاندی کا تابع ہو جیسے حریر کے نقش ونگار کی مانند ویجعلہ لبطن کفہ فی یدہ الیسرٰی وقیل الیمنٰی الا انہ من شعار الروافض فیجب التحرز عنہا قہستانی وغیرہ قلت ولعلہ کان وبان فتبصر اور انگوٹھے کو کف دست کے اندر رکھے بائین ہاتھ مین اور بعضون نے کہا داہنے ہاتھ مین مگر یہہ طریقہ ہو رافضیونکا تو اوس سے پرہیز کرنا واجب ہو کذا فی القہستانی وغیرہ مین کہتا ہون اور شاید کہ یہہ کبھی رافضیونکا طریقہ ہوگا سو منفصل اور منقرض ہوگیا سو دیکھ لے ہم عورتین انگوٹھی ظاہر کف دست کیطرف رکھین بر خلاف مردون کے اسواسطے کہ عورتون زینت کیواسطے پہنتی ہے اور مرد حاجت کیواسطے کذا فی محیط السرخسی وینقش اسمہ او اسم اللہ تعالٰی لا تمثال طیر او انسان ولا محمد رسول اللہ وینبغی ان لا یزید علی مثقال اور نگین پر اپنا نام یا اللہ تعالی کا نام نقش کرے جڑیا یا آدمی کیصورت نقش نکرے اور نہ محمد رسول اللہ کندہ کرے اور نہ وزن انگوٹھی کا مثقال سے زیادہ کرے ہم اگر اللہ تعالے کا نام ہو تو انگوٹھی آستین یا داہنے ہاتھ مین کرلے اگر بائین ہاتھ مین ہو محمد رسول اللہ کا کندہ اسواسطے درست نہوا کہ خاتم الانبیا علیہ الصلوۃ والسلام کا نقش خاتم تہا اسطرح کہ ایک سطر مین محمد منقوش تہا اور دوسری سطر مین رسول اور تیسری مین اللہ اور صدیق اکبر کے نگین پر نعم القادر اللہ تہا اور عمر فاروق کا نقش نگین کفٰی بالموت واعظا اور ذی النورین کا نقش لتصبرن او لتندمن اور علی مرتضی کا نقش الملک للہ اور امام ابو حنیفہ کا نقش قل الخیر والا فاسکت اور امام ابو یوسف کا نقش من عمل برایہ فقد ندم اور محمد حسن کا نقش من صبر ظفر تہا کذا فی المطلب عن المدنی اور بستان مثقال کا وزن ساڑہے چار ماشہ ہو وترک التختم لغیر سلطان والقاضی وذی حاجۃ الیہ کمتولی افضل اور سلطان اور قاضی اور محتاج الیہ جیسے متولی کے غیر کو انگوٹھی کا ترک کرنا افضل ہو ہم یعنے بادشاہ اور قاضی اور متولی وقف محتاج الیہ خلائق ہین تو انکو مہر رکہنا ضرور ہوا انکے سوا اور شخصونکو حاجت نہین تو بہتر یہہ ہے کہ ترک تختم کرین یہہ قول ہو تمرتاشی کا اور فقیہ ابو اللیث نے کہا بعضون نے غیر سلطان کیواسطے انگوٹھی پہننا مکروہ کہا ہو لیکن جمہور علمانے اوسکی اجازت دی ہو چنانچہ جواہر اخلاطی مین ہو کذا فی العالمگیریۃ ولا یشد سنہ المتحرک بذہب بل بفضۃ وجوزہما محمد اور اپنے ہلتے دانت کو سونے کے تار سے نہ باندہے بلکہ چاندی سے باندہے اور محمد نے چاندی سونے دونون سے جائز کہا ہے ویتخذ انفا منہ لان الفضۃ تنتنہ اور سونے سے ناک بنا دے یعنی درصورت قطع اسواسطے کہ چاندی کندہ کر دیتی ہے اوسکو وکرہ الباس الصبی ذہبا او حریرا فان ما حرم لبسہ وشربہ حرم الباسہ وشرابہ اور طفل صغیر کو سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا مکروہ ہے اسلیے کہ جسکا پہننا اور پینا حرام ہو اوسکا پہنانا اور پلانا بھی حرام ہے ہم یعنی سونا اور ریشمی کپڑا مرد پر حرام ہے خواہ مرد بالغ ہو یا نابالغ لا یکرہ خرقۃ الوضوء بالفتح بقیۃ بللہ او مخاط او عرق ولو لحاجۃ ولو للتکبر یکرہ مکروہ نہین رومال رکہنا وضو کا پانی پونچہنے کیواسطے یا رینٹ یا پسینا پونچہنے کے لئے بشرطیکہ رفع حاجت کیواسطے ہو اور اگر رومال تکبر اور تجبر کیواسطے ہو تو مکروہ ہے شارح نے کہا وضو لفتح واو عبارت ہو اوس تری سے جو وضو کرنے کے بعد اعضا پر باقی ہو ولا الرتم وہی خیط یربط باصبع او خاتم لتذکر الشیٔ والحاصل ان کل ما فعل تجبرا کرہ وما فعل لحاجۃ لا عنایۃ اور رتیمہ مکروہ نہین رتیمہ وہ تاگا ہے جو اونگلی یا انگوٹھی پر باندہا جائے بات یاد رکہنے کیواسطے اور خلاصہ یہہ ہے کہ جو چیز تکبر کیواسطے کرے وہ مکروہ ہے اور جو ضرورتا اور حاجت کیواسطے کرے وہ مکروہ نہین کذا فی العنایۃ فرع مسئلہ شارح فی المجتبٰی التمیمۃ المکروہۃ ما کان بغیر العربیۃ مجتبی مین ہو کہ مکروہ تعویذ وہ ہے جو عربی کے سوا اور زبان مین ہو ہم متعلق تعویذ مین مضائقہ نہین لیکن بیت الخلا جانے مین اور قربت کیوقت اوتار ڈالے کذا فی العالمگیریۃ

فصل فی النظر والمس

اس فصل مین دیکہنے اور چہونے کے احکام مذکور ہین وینظر الرجل من الرجل ومن غلام بلغ حد الشہوۃ مجتبی لو امرد صبیح الوجہ فتنۃ والا اور دیکہے مرد دوسرے مرد کے بدن کو اور اوس لڑکے کے بدنکو جو حد شہوت کو پہونچ گیا ہو یعنی مراہق قریب البلوغ ہو کذا فی المجتبی اگرچہ وہ لڑکا خوبصورت ہو اور اسکا ذکر کتاب الصلوۃ مین گذر گیا ہم امرد صبیح کا دیکہنا اوسوقت حلال ہو جبکہ شہوت کی راہ سے اوسکو نہ دیکہے والا وہ بمنزلہ عورت کے ہو از سر تا قدم اسکو

دیکھنا اور خلوت کرنا حلال نہین کذا فی العالمگیریۃ ولاولی تنکیر الرجل لئلا یتوہم ان الاول عین الثانی وکذا الکلام فیما بعد قہستانی فلابد
وقرینۃ المقام تکفی فتدبر اور بہتر تہا کہ مصنف لفظ رجل کو نکرہ لاتا نہ معرف بالالف ولام تاکہ اسکا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہی اسواسطے کہ
قاعدہ یہہ ہے کہ جب باللام مکرر آتا ہے تو ثانی عین ہوتا ہی اول کا اور یہی طرح کا کلام ہی اسکے مابعد مین یعنی تنظر المرأۃ من المرأۃ وکذا فی القہستانی مین کہتا ہون
اور قرینہ مقام مغایرت کیواسطے کفایت کرتا ہے ثم نقل عن الزاہدی انہ لو نظر لعورۃ غیرہ باذنہ لم یأثم قلت وفیہ نظر ظاہر بل لفظ الزاہدی
نظر لعورۃ غیرہ وہی غیر بادیۃ لم یأثم انتہی فلیحفظ پہر قہستانی نے زاہدی سے نقل کیا کہ اگر مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکھے اوسکی اذن سے تو گنہگار نہوگا مین کہتا
ہون اسمین تو صریحا اعتراض ہے بلکہ زاہدی کی عبارت یون ہے کہ اگر مرد نے غیر شخص کی شرمگاہ کیطرف نظر کی اور حالانکہ اوسکی شرمگاہ غیر ظاہر ہے یعنی کپڑے سے
ڈہکی ہے تو دیکھنے والا گنہگار نہوگا انتہی کلام السراج تو قہستانی کی غلط فہمی کو یاد رکہنا چاہیے ھم زیلعی مین ہی عورت کے بدن تامل کرنیکا مضائقہ
نہین اگر اوسپر کپڑے ہون لبشرطیکہ کپڑے سے اوسکا حجم معلوم نہوتا ہو اور اگر حجم معلوم ہوتا ہو تو نظر نکرے بدلیل حدیث رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کے
کہ جو خلق عورت کو تامل کرے اور اوسکے کپڑے دیکہے یہان تک کہ اوسکی ہڈیونکا حجم ظاہر ہوجاوے تو وہ شخص بہشت کی خوشبو نہ سونگہیگا کذا فی الطحطاوی وہو
مابین سرتہ الی تحت رکبتہ فالرکبۃ عورۃ لا السرۃ اگر مرد دوسرے مرد کے بدنکو دیکھے سوا اوس بدن کے جو بیچ مین اوسکی ناف کے ہے اور اوسکے گھٹنون کے نیچے تک یعنی زیر
ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہین تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت ہے درنہ جب اسفل ستر ہی اور ناف عورت نہین ھم عورت غلیظہ مثانہ اور
سے اوسکے بعد ران اوسکے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کہلا دیکہے تو اوسپر نرمی سے انکار کرے نزاع نکرے اور اگر ران کہلی دیکہے تو اوسپر درشتی سے انکار
کرے اور اگر عورت غلیظہ کہلی دیکہے تو ڈہکنے کا امر کرے اور ادب دے یعنی اگر نمانے تو مارے کذا فی العالمگیریۃ ومن عرسہ وامتہ الحلال لہ وطیہا فرجہا
المجوسیۃ والمکاتبۃ والمشترکۃ ومنکوحۃ الغیر والمحرمۃ برضاع او مصاہرۃ فحکمہا کالاجنبیۃ مجتبی ویشکل بالمفضاۃ فانہ لایحل لہ
وطیہا وینظر الیہا قہستانی قلت وقد یجاب بانہ اغلبی الی فرجہا بشہوۃ وغیرہا والاولی ترکہ لانہ یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی
اوس لونڈی کی جسکی قربت اوسکو حلال ہی فرج کیطرف نظر کرے شہوت سے اور بدون شہوت کے اور شرمگاہ کا ندیکہنا بہتر ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے حلال لونڈی
کی قید سے مجوسی لونڈی اور مکاتبہ لونڈی اور شراکت کی لونڈی اور غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیرخوارگی یا مصاہرت کے سبب سے حرام ہے نکلگئی
اسواسطے کہ ان لونڈیون کا حکم بیگانی لونڈی کی برابر ہی کذا فی المجتبے اور اس قاعدہ پر کہ جسکی وطی درست ہے اوسکی شرمگاہ کا دیکہنا درست ہی اعتراض
وارد ہوتا ہی اوس عورت کا جسکا پیش اور پس ایک ہوگیا ہو پردہ پہٹکر کہ اوسکی وطی تو حلال نہین اور نظر کرنا حلال ہے کذا فی القہستانی مین کہتا ہون اور کبہی
یون جوابدیا جاتا ہی اس اعتراض کا کہ قاعدہ مذکورہ اکثری ہے نہ کلی ھم لونڈی کی حرمت بالمصاہرۃ کیصورت یہہ ہی کہ مدخولہ کی وہ مان ہو یا بیٹی زیلعی مین
کہ بہتر یہہ ہے کہ زوجین مین سے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو ندیکہے اسلیے کہ حدیث مین آیا ہی کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو چاہیے کہ ستر کرے جتنا ہوسکے اور دونون برہنہ نہو جاوین
گدہون کی مانند کذا فی الطحطاوی ومن محرمہ ہی من لایحل لہ نکاحہا ابدا بنسب او سبب ولو بزنی الی الراس والوجہ والصدر و
الساق والعضد ان امن شہوتہ وشہوتہا ایضا ذکرہ فی الہدایۃ فمن قصرہ علی الاول فقد قصر ابن کمال اور دیکہے مرد اپنی محرم عورت کا
سر اور منہ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو اگر اپنی شہوت سے بیخوف ہو اور اوسکی شہوت سے بہی ایسا ذکر کیا ہی ہدایہ مین سو جس شخص نے مرد کی شہوت پر قصر
کیا سو اوسنے قصور کیا بیان مین کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہے جسکے ساتھ نکاح کرنا مرد کو کبہی حلال نہین بسبب نسب کے یا سبب کے اگرچہ حرمت
سببی حرامکاری سے ہو ھم محرمات نسبی جیسا کہ مان بہن خالہ عمہ دادی نانی اور محرمات سببی جیسا کہ دایہ اور اوسکی اصول اور فروع اور خوشدامن
ولا لا اور اگر طرفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضاء مذکورہ کیطرف نظر کرنا حلال نہین لا الی الظہر والبطن خلافا للشافعی والفخذ
ندیکہے مرد اپنی محرم عورت کی پیٹہہ اور پیٹ اور انکی طرف پیٹہہ اور پیٹ مین امام شافعی کا خلاف ہے واصلہ قولہ تعالی ولا یبدین زینتہن الا
لبعولتہن الایۃ وتلک المذکورات مواضع الزینۃ بخلاف الظہر والبطن والفخذ اور نظر محارم مین اصل اللہ تعالی کا یہہ قول ہے کہ ولا یبدین زینتہن

ظاہر کرین مگر اپنی ازواج کو یا اپنے آبا اور اجداد کو یا اپنی ازواج کے آبا اور اجداد کو یا اپنے فرزندونکو یا اپنی ازواج کے فرزندونکو یا اپنے
بھائیونکو یا بھتیجونکو یا بھانجونکو یا اپنی عورتون کو یا مملوک کو اور یہ اعضاء مذکورہ مواضع زینت کے برخلاف پیٹھ اور پیٹ کے کہ وہ زینت کے مکان
نہین ہے ہم آیۂ شریفہ مین نفس زینت اور زیور مراد نہین اسواسطے کہ زیور کو مطلقاً نظر کرنا مباح ہے ولیکن مواضع زینت کے مراد ہین تو سر تاج کا مکان ہے
اور چہرہ سرمہ کا مکان ہے اور گردن اور سینہ ہار اور جگنو وغیرہ کا موضع ہے اور کان بالیونکی جگہ ہے اور بازو موضع ہے بازوبند کا اور کلائی کنگن اور
چوڑیونکی جگہ ہے اور کف دست موضع انگشتری اور حنابندی ہے اور پنڈلی موضع خلخال ہے اور قدم محل حنابندی ہے کذا فی التبیین اور بال موضع ہے موباف
کا کذا فی العینی وحکم امۃ غیرہ ولو مدبرۃ او ام ولد کذلک فینظر الیہا کمحرمہ اور غیر شخص کی لونڈی کا حکم اگرچہ وہ مدبرہ یا ام ولد ہو
اسیطرح ہے تو مرد اوسکو دیکھے اپنی محرم عورت کی مانند ہم لونڈیان گھر باہر کے کام کیواسطے ہوتی ہین تو اگر اونکے اعضاء مذکورہ کا کھلنا جائز نہوتا
غیرون پر تو نہایت تنگی ہوتی تو ضرورت اباحت نظر اور مس کی موجب ہوتی وما حل نظرہ مما مر من ذکر او انثی حل لمسہ اذا امن الشہوۃ علی
نفسہ وعلیہا لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل راس فاطمۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام من قبل رجل امہ فکانما قبل عتبۃ الجنۃ و
ان لم یامن ذلک او شک فلا یحل لہ النظر والمس کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبی اور جسکا دیکھنا حلال ہے منجملہ مرد یا عورت کے جو بیان ہوچکا
تو اوسکا چھونا بھی حلال ہے بشرطیکہ مرد کو اپنی ذات پر اور عورت کو اپنی ذات پر شہوت کا خوف نہو اسواسطے چھونا درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فاطمہ زہرا علیہا السلام کا سر چومتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو مرد اپنی مان کا قدم چومے تو اوسنے گویا آستانہ بہشت کو چوما
اور اگر شہوت کا خوف ہو یقینا یا تردد کرے شہوت اور عدم شہوت مین تو اوسکو حلال نہین نظر کرنا اور چھونا کذا فی کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبی
الا من اجنبیۃ فلا یحل مس وجہہا وکفہا وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا یثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ مگر جسکا دیکھنا حلال ہے اوسکا چھونا حلال ہے
اجنبی عورت کی سوا کہ اوسکا چہرہ اور کف دست دیکھنا حلال مگر اونکا چھونا حلال نہین اگرچہ مرد کو شہوت کا خوف نہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہے نظر سے اور
اسیواسطے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجاتی ہے وھذا فی الشابۃ واما العجوز التی لا تشتہی فلا باس بمصافحتہا ومس یدہا اذا امن
اور مس یعنی چہرہ اور کف دست کا چھونا اجنبی جوان عورت کے حق مین ہے اور ایسی بڈھی جو شہوت اور رغبت کے لائق نہین ہے تو اوسکی مصافحہ کرنے اور اوسکا
ہاتھ چھونے کا مضائقہ نہین جبکہ شہوت سے نڈر ہو ومتی جاز المس جاز سفرہ بہا ویخلو اذا امن علیہ وعلیہا والا لا اور جبکہ بڈھی کا ہاتھ چھونا
درست ہوا تو مرد کو اوسکے ساتھ سفر کرنا بھی درست ہوگا اور خالی مکان مین اوسکے پاس ہونا بھی جائز ہے بشرطیکہ دونون طرف سے شہوت کا خوف نہو
اور اگر شہوت کا احتمال ہو تو خلوت اوسکے ساتھ بھی درست نہین کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وفی الاشباہ الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام الا لملازمۃ
مدیونۃ ھربت ودخلت خربۃ او کانت عجوزا شوھاء او بحائل اور اشباہ مین ہے کہ خلوت یعنی خالی مکان مین مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے
ساتھ حرام ہے مگر اوس عورت مدیونہ کی ملازمت کیواسطے خلوت درست ہے جو صاحب دین سے بھاگے اور ویرانہ گھر مین گھس گئی یا خلوت درست ہے اوس بڈھی
عورت سے جو نہایت بدصورت ہو یا خلوت درست ہے کسی چیز کے حائل ہونیکے سبب سے یعنی کوئی چیز مرد وعورت اجنبی کے درمیان آڑ اگر ہو اور وہ دونون ایک مکان
مین ہون کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعا والصہرۃ الشابۃ اور خلوت محرم عورت کے ساتھ مباح ہے مگر
رضاعی بہن اور جوان ساس کے ساتھ خلوت مباح نہین وفی الشرنبلالیۃ معزیا للجوھرۃ ولا یکلم الاجنبیۃ الا عجوزا عطست او سلمت فیشمتہا
ویرد السلام علیہا والا لا اور شرنبلالیہ مین جوہرہ سے منقول ہے اور مرد نہ بولے اجنبی عورت سے مگر جبکہ بڈھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد اوسکو
یرحمک اللہ کہے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان ہو تو جواب نہ دے یعنی بلند آواز سے ہم خانیہ مین ہے کہ جب غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے اگر بڈھی ہے
تو مرد آواز سے جواب دے کہ وہ سنے اور اگر جوان عورت ہو تو سلام کا جواب اپنے دل مین کہے اور مرد اگر عورت اجنبی کو سلام کرے تو اسمین بالعکس حکم ہے خانیہ مین
ہے کہ اگر مرد چھینکے اور عورت یرحمک اللہ کہے تو اگر بڈھی ہے تو جواب دے اور اگر جوان ہے تو اپنے دل مین جواب دے غرائب مین ہے اگر جوان خوبصورت

عورت چھینکے تو غیر محرم مرد اوسکو جوابمین یرحمک اللہ نکہے کذا فی الملتقط وبہ بان ان لفظۃ لا فی نقل قہستانی ویکلمہا بما لا یحتاج الیہ زائدۃ فتنبہ
اور جوہرہ کی روایت مذکورہ سے ظاہر ہوگیا کہ لفظ لا قہستانی کی اس نقل مین زیادہ ہے یعنے ویکلمہا بما لا یحتاج الیہ تو آگاہ رہنا ھم یعنی اگر لا کا لفظ زائد نہو
تو کلام غیر ضروری کا جواز ثابت ہوا درحالانکہ جوہرہ سے مذکور ہوچکا کہ اجنبی عورت سے کلام کرے وله مس ذلك اى كما حل نظره اذا اراد الشراء وان
خاف شهوته للضرورة وقيل لا فى زماننا وبه جزم فى الاختيار اور اوسکا چھونا یعنی جیسا دیکھنا حلال ہے اوسکا چھونا مرد کو درست ہے جبکہ
لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے مین شہوت کا خوف ہو چھونا درست ہوا ضرورت کے سبب سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانہ مین چھونا درست
نہین اور عدم جواز پر یقین کیا ہے اختیار مین ھم یعنی اگر لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے تو چہرہ اور ہاتھ پاؤن ٹٹولنا درست ہے تا معلوم ہو کہ نرم بدن ہے
یا سخت وامة بلغت حد الشهوة لا تعرض على البيع فى ازار واحد يستر ما بين السرة والركبة لان ظهرها وبطنها عورة اور جو لونڈی حد
شہوت کو پہونچ گئی ہو اوسکو بیع کیواسطے پیش کرنا نچاہیے ایک تہبند مین جو ناف سے زانو تک چھپاوے اسواسطے کہ اوسکی پیٹھ اور پیٹ کا چھپانا فرض
ہے وينظر من الاجنبية ولو كافرة مجتبى الى وجهها وكفيها فقط للضرورة قيل والقدم والذراع اذا اجرت نفسها للخبز تاترخانيه
اور اجنبی غیر محرم عورت کے بدن سے اگرچہ وہ کافر ہو کذا فی المجتبی دیکھے مرد فقط اوسکے چہرہ اور دونون کفدست کو ضرورت کے سبب سے بعضون نے کہا اور قدم
اور ہاتھ کو بھی دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتارخانیہ ھم قدم اجنبیہ کی عورت ہونے مین امام اور مشائخ سے اختلاف ہے
ہدایہ اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین اسکی تصریح ہے کہ قدم عورت نہین اور محیط مین اسکو اختیار کیا ہے اور اقطع اور قاضی خان نے اپنے فتاوی مین
اوسکے عورت ہونیکی تصریح کی ہے اور اسبیجابی اور مرغینانی نے اسکو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اسکی تصحیح کی ہے کہ نماز مین تو قدم عورت نہین
اور نماز کے باہر عورت ہے اور شرح منیہ مین مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحطاوی وعندهما كالاجنبى مع امة فينظر الى وجهها
وكفيها فقط تعزير بمثل عليها بلا اذنها اجماعا ولا يسافر بها اجماعا خلاصه وعند الشافعى ومالك ينظر كمحرمه اور عورت کا غلام اوسکے
ساتھ اجنبی مرد کی برابر ہے تو فقط اوسکا چہرہ اور کفدست پر نظر کرے اور اوسکے پاس جایا کرے بدون اوسکی اذن کے بالاتفاق اور تنہا اوسکو ساتھ
سفر کرے بالاتفاق کذا فی الخلاصہ اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک غلام اپنی بیبی کو دیکھے اوسکی محرم کی مانند فان خاف الشهوة او شك
امتنع نظره الى وجهها فحل النظر مقيد بعدم الشهوة والا فحرام وهذا فى زمانهم واما فى زماننا فمنع من الشابة قهستانى وغيره پھر اگر شہوت
کا خوف ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت مین تو مرد کا نظر کرنا عورت کے چہرہ کیطرف ممنوع ہے تو نظر کا حلال ہونا شہوت نہونیکے ساتھ مقید ہے اور
نہین تو حرام ہے اور یہ جو بیان ہے حلت النظر در صورت عدم شہوت اگلے لوگون کے زمانہ مین تھا اور ہمارے زمانہ مین تو جوان عورت کا چہرہ دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے
یعنے فساد زمانہ کے سبب سے کذا فی القہستانی وغیرہ الا النظر والمس لحاجة كقاض وشاهد يحكم ويشهد عليها لف ونشر مرتب لا لتحمل الشهادة
فى الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضرورت کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اوس قاضی کا عورت کو دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہے اور اوس شاہد کا
دیکھنا جو مدعا علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز نہین شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کیواسطے صحیح تر قول مین شارح نے کہا یحکم اور یشہد مین لف نشر مرتب ہے
ھم یعنی اگر عورت اپنے دعوی کرنے کیواسطے کسیکو شاہد کرتی ہو تو اوسکو نظر کرنا درست نہین اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعوی کیا ہو تو اس صورت مین شاہد
کو نظر کرنا شناخت کیواسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادای شہادت کی نیت سے دیکھین قضاء شہوت کیواسطے بالقدر
امکان احتراز کرین اور تعمیم سے بچین وكذا مريد نكاحها ولو عن شهوة بنية السنة لا قضاء الشهوة اور اسیطرح نکاح کے ارادہ کرنیوالیکو عورت کا
چہرہ دیکھنا درست ہے اگرچہ شہوت ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضاء شہوت کی قصد سے ھم ترمذی اور نسائی مین ہے کہ جب مغیرۃ بن شعبہ نے ایک عورت سے
نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اوسکو دیکھ تاکہ تم دونون مین موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا چہرہ
اور کفدست چھونا درست نہین کذا فی الطحطاوی وشرائها ومداواتها اور اسیطرح عورت کے خرید کرنیوالیکو اور اوسکا علاج کرنیوالیکو نظر کرنا درست ہے

ینظر الطبیب الی موضع مرضها بقدر الضرورۃ اذ الضرورات تتقدر بقدرها علاج کرنیوالا طبیب عورتکی بیماری کی جگہہ کو بقدر ضرورت کے
نظر کرے اسواسطے کہ امور ضروریہ بقدر ضرورت ہی کے متعین ہوتے ہین ھ شمس الائمہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح مین کہا کہ حقنہ فقط ضرورت مین جائز
ہے اور اگر ضرورت نہو ولیکن اوسمین ظاہر منفعت ہو اسطرح کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہو تو ہمارے مذہب مین حقنہ حلال نہین اور اگر خشکی بدن
کی اور نحافت ایسی غالب ہو جس سے تلف ہوجانیکا خوف ہو تو حلال ہے اور نہین تو حلال نہین کذا فی الطحاوی وکذا نظر قابلۃ وختان اور اسیطرح دائی
جنائی کا نظر کرنا اور ختنہ کرنیوالیکا بقدر ضرورت حلال ہے ھ سراجیہ مین ہے کہ حتی الامکان نظر کو بند رکھے یعنی اگر ہاتھہ سے کام نکلے تو نظر نکرے اور اگر
بدون نظر کے مطلب نہوسکے تو فقط ایکبار موضع مرض پر کفایت کرے اجازت عام سمجھے وینبغی ان یعلم امرأۃ تداویها لان نظر الجنس الی
الجنس اخف اور لائق یون ہی کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکھادے کہ وہ عورتونکا علاج کیا کرے اسواسطے کہ ہم جنس کی نظر سبکتر ہی غیر جنس
سے ھ عورت کو علاج کرنا سکھانا مستحب نہین بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ ایک عورت کے قرحہ ہے وہان
جہان مرد کو دیکھنا حلال نہین تو اوسکا علاج عورتکو سکھادے اور اگر عورت نملے یا عورت بی سلیقہ ہو تعلیم سے علاج نکرسکے اور خوف ہو شدت درد اور ہلاکی
کا تو سارا بدن چھپاکر فقط قرحہ کی جگہہ مرد دیکھے پھر اوسکی دوا کرے اور اپنی آنکھہ بچاتی رہے سوا اوسجگہہ کے اور اسمین محرم اور غیر محرم عورت کا کچھہ فرق
نہین ہے اسواسطے کہ اعضاء واجب الستر کا دیکھنا حلال نہین محرمیت کے سبب سے بھی وتنظر المرأۃ المسلمۃ من المرأۃ کالرجل من الرجل اور عورت
مسلمان دیکھے عورت کو جسقدر مرد نظر کرتا ہے دوسرے مرد کو ھ یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہین اسکے سوا اور بدن کا نظر
کرنا درست ہے اسواسطے کہ ضرورت داعی انکشاف ہے اسمین مجانست کی جہت سے اور انعدام شہوت کے سبب سے غالباً سراجیہ مین ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکھنا
شہوت سے درست نہین وقیل کالرجل لمحرمہ والاول اصح سراج اور بعضون نے کہا ایک عورت دوسری عورت کو دیکھے جسقدر مرد دیکھتا ہے اپنی محرم کو یعنی
پیٹھہ اور پیٹ کو نہ دیکھے اور پہلا قول صحیح ہے کذا فی السراج وکذا تنظر المرأۃ من الرجل کنظر الرجل من الرجل ان امنت شہوتها اور اسیطرح
عورت مرد کو دیکھے جتنا مرد دیکھتا ہے مرد کو بشرطیکہ اوسکو شہوت ہونیکا خوف نہو فلو لم تأمن او خافت او شکت حرم استحسانا کالرجل هو الصحیح
فی الفصل الثانی تاتارخانیہ معزیا للمضمرات اور اگر عورت کو شہوت سے امن نہو یا خوف شہوت ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت مین تو عورت کو مرد کیطرف نظر
کرنا حرام ہے بدلیل استحسان کے جیسے مرد کو عورت کیطرف نظر کرنا درصورت خوف شہوت یا شک کے حرام ہے یہی قول صحیح ہے دونون صورتون مین یعنی عورت کی نظر
مین مرد کیطرف یا مرد کی نظر مین عورت کیطرف کذا فی تاتارخانیہ مسندا الی المضمرات والذمیۃ کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمۃ
مجتبی اور ذمیہ یعنی کافرہ مطیع الاسلام اجنبی مرد کی مانند ہے صحیح تر قول مین تو ذمیہ عورت مسلمان عورت کیطرف نظر نکرے سوائے چہرہ اور کفدست کے
کذا فی المجتبی ھ اور لائق نہین کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکار عورت دیکھے اسواسطے کہ وہ اوسکی صورت کو مردون سے بیان کریگی تو اپنی چادر اور اوڑھنی
اوسکے سامنے نہ اوتارے اور حلال نہین عورت مومنہ کو کہ اپنی شرمگاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کہولے کذا فی السراج وکل عضو لا یجوز النظر الیہ قبل
الانفصال لا یجوز بعدہ ولو بعد الموت کشعر عانۃ وشعر راسها وعظم ذراع حرۃ میتۃ وساقها وقلامۃ ظفر رجلها دون یدها مجتبی
اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہین قبل از انفصال بدن کے تو اوسکا نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہین اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موی زہار
عورت یا مرد کے اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کی پانون کا ناخن تراشا ہوا نہ اوسکے ہاتھہ کا کذا
المجتبی وفیہ النظر الی ملاءۃ الاجنبیۃ بشہوۃ حرام اور مجتبی مین ہے کہ عورت اجنبی کی چادر کیطرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے وفی الاختیار و
وصل الشعر بشعر الآدمی حرام سواء کان شعرها او شعر غیرها لقوله صلی الله علیه وسلم لعن الله الواصلۃ والمستوصلۃ والواشمۃ
والمستوشمۃ والواشرۃ والمستوشرۃ والنامصۃ والمتنمصۃ النامصۃ التی تنتف الشعر من الوجه والمتنمصۃ التی یفعل بها ذلک اور اختیار شرح مختار
مین ہے اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ اوسی عورت کا بال ہو یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم کے کہ خدا لعنت

کرے اوس عورت پر جو بال جوڑدے دوسری عورت کے اور جو جوڑا دے اور جو عورت دوسری عورت کا بدن گودے اور جو گودوادے اور جو عورت دوسری
عورت کے دانت گھس کر باریک بنادے اور جو دانت باریک کرادے اور جو عورت دوسری عورت کو منہ کے بال موچنے سے چنے اور جو چنادے و الخصی

والمجبوب والمخنث فی النظر الی الاجنبیۃ کالفحل اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبیہ طرف نظر کرنے میں مرد مجامع کی برابر ہیں خصی
وہ جسکی فوطے نکل گئے اور مجبوب جسکا آلہ تناسل اور فوطے کاٹے گئے اور مخنث وہ ہے جو مرد کو اپنے اوپر قادر کرے ان تینوں شخصوں سے عورتکو پردہ کرنا چاہیے
اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کرسکتا ہے بلکہ بعضوں نے کہا کہ وہ قوی الجماع ہوتا ہے اسواسطے کہ اوسکا آلہ سست نہیں ہوتا اور اسی
طرح مقطوع الذکر والخصیتین کو بھی شہوت ہوتی ہے اور مساحق کرتا ہے اور اوسکو انزال بھی ہوتا ہے اور لوطی تو مرد صریح ہے اور مخنث زنانے اور متشبہ
کو بھی کہتے ہیں جسکے اعضا اور زبان میں عورتوں کی مانند نرمی ہو اور عورتوں کی اوسکو مطلق خواہش نہو تو بعضے فقہانے کہا کہ ایسے نامرد کا اختلاط
عورتوں کے ساتھ رخصت ہے لیکن اصح قول یہ ہے کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا وقیل لا بأس بالمجبوب الذی جف ماءہ لکن فی
الذخیرۃ ان من جوزہ فمن قلۃ التجربۃ والدیانۃ اور بعضوں نے کہا کہ اوس مقطوع الذکر والخصیتین کے نظر کرنیکا مضائقہ نہیں جسکی منی خشک ہوگئی لیکن
فتاوی ذخیرہ میں ہے کہ جسنے اسکو تجویز کیا ہے تو قلت امتحان اور قلت دیانت سے ہے والاصح ہے کہ حلال نہیں بدلیل عموم نص کذا فی الزیلعی نص یہ ہے
قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ یعنے حق تعالی نے فرمایا کہ اے رسول کہدے ایماندار مردوں سے کہ اپنی نظروں کو روکیں اور اپنی شرمگاہوں کو
نگاہ رکھیں خلاصہ یہ ہے کہ خصی اور مجبوب اور مخنث مؤمنین میں داخل ہیں تو اونکا نظر کرنا اجنبی عورتونکی طرف حلال نہیں وجاز عزلہ عن امتہ بغیر اذنہا وعن
عرسہ باذنہ ای باذن حرۃ او مولی امۃ وقیل یجوز بدونہ لفساد الزمان ذکرہ ابن سلطان اور عزل یعنی انزال کیوقت عورت سے جدا ہوکر منزل
ہونا اپنی لونڈی سے جدا ہوتا بدون اوسکی اذن کے جائز ہے اور اپنی منکوحہ سے باذن درست ہے یعنی اگر منکوحہ آزاد ہو تو اوسکی اذن سے اور غیر کی لونڈی ہے
تو اوسکی مالک کی اذن سے درست ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عزل بدون اذن کے بھی جائز ہے فساد زمانے کے سبب سے کذا ذکرہ ابن سلطان باب

الاستبراء وغیرہ یہ باب ہے استبراء وغیرہ کے احکام میں هم استبرا لغت میں عبارت ہے طلب برأت سے مطلقاً اور شرع میں رحم جاریہ کی طلب
برأت حمل سے عبارت ہے یعنی مالک جاریہ کے بعد ایک حیض تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہے یا نہیں اگر حاملہ نہیں ہے تو اوسوقت تصرف کرنا اور نہیں تو وضع حمل تک
بعد من ملک استمتاع امۃ بنوع من انواع الملک کشراء وارث وسبی ورد فسخ جنایۃ وفسخ بیع بعد القبض ونحوہا جو شخص مالک ہو
لونڈی کے استمتاع کا یعنی اوس سے انتفاع کا بوجہ من وجوہ الملک جیسے ملک حاصل خرید سے یا میراث میں پانے سے یا جہاد میں پکڑ لانے سے یا رفع جنایت
یا فسخ ہوجانے بیع کے بعد قبض سے اور مانند انکی جیسے ہبہ یا رجوع عن ہبہ یا خلع یا صلح یا کتابت یا عتق غلام مثلاً جبکہ لونڈی عوض ملے خلع یا عتق کے
یا صدقہ یا وصیت یا بعوض اجارہ کذا فی الطحطاوی وقیدت بالاستمتاع لیخرج شراء الزوجۃ کما سیجئ اور ملک جاریہ میں استمتاع کی قید لگائی گئی
تا خریدی زوجہ کا مسئلہ نکلجاے چنانچہ آگے آویگا ولو بکرا او مشتراۃ من عبد او امرأۃ ولو عبدا مکاتبۃ او ماذونا ولو مستغرقا بالدین والا استبرا
استبرا واجب ہے اگرچہ جاریہ باکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگرچہ وہ مشتری کا غلام ہو چنانچہ اپنی مکاتب اور ماذون سے خریدی ہو بشرطیکہ غلام ماذون
مستغرق بدین ہو اور نہیں تو استبرا کی کچھ حاجت نہیں هم باکرہ میں سبب معتبر ظاہر ایعنی حدوث ملک تصرف نہ حکمت یعنی تعرف برأت رحم اور چونکہ مکاتب
مکاتب اور ماذون مستغرق بالدین کے مولے کی ملک نہیں امام کے نزدیک لہذا بیع صحیح ہوگی تو استبرا بھی واجب ہوگا بخلاف غیر مستغرق اوممن
محرمہا غیرہ کمن اکیلا لعتق علیہ یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے محرم غیر نسبی سے غیر نسبی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ جاریہ آزاد نہوجاے محرم نسبی
غیر نسبی چنانچہ خریدکرنا جاریہ کا اوسکی رضاعی بہن سے یا ابن واطی سے کذا فی الطحطاوی ودرالحسن الحلبی علی شرح الوقایہ او من مال صبی لو طفلہ یا جاریہ
خریدی ہو صغیر کے مال سے اگرچہ صغیر مشتری کا لڑکا ہو تحرم علیہ وطیہا وکذا دواعیہ فالاصح لاستمتال وقوعہا فی غیر ملکہ بظہور حملہا
جو مالک ہوا جاریہ کا تو اوسپر جماع اوسکا اور اسیطرح دواعی اور موجبات جماع کے حرام ہیں صحیح تر قول میں بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اوسکی

غیر ملک مین اوسکے حاملہ ہونیکے ظہور کے سبب سے ھ دواعی جماع جیسا کہ مساس اور بوسہ یعنی اگر جاریہ حاملہ ہوتی اور اوسکا حمل ظاہر ہو گیا اور بائع نے
اوسکے ولد کا دعویٰ کیا تو جاریہ اوسکی ام ولد ہو گئی اور بیع اوسکی باطل ہو گئی تو بوسہ وغیرہ غیر ملک مین واقع ہوا حتی یستبرئہا بحیضۃ فیمن
تحیض وبشہر فی ذوات الاشہر وہی صغیرۃ وآئسۃ ومنقطعۃ حیض جو لونڈی کا مالک ہوا تو اوسپر اوسکا جماع اور دواعی جماع حرام ہی یہانتک
کہ اوسکے رحم کی صفائی معلوم ہو جائے ایکبار حیض ہونے سے حیض ہونیوالی عورت ہین اور مہینہ گذرنے سے مہینون والی عورتین اور وہ صغیرہ ہی اور کبیرہ جسکا
حیض بند ہو گیا ہو بڑہی سے اور جسکا حیض منقطع ہی یعنی اوسکو کبہی حیض نہین آتا کذا فی الطحطاوی یعنی اگر جوان لونڈی ہو تو ایکبار حیض آنے سے برات رحم کی معلوم
ہوگی اور اگر نابالغہ یا بڑہی ہے یا وہ جوان جسکو کبہی حیض نہین آتا تو ایک مہینا گذر جانے سے ھ وجوب استبرا مین وہ حدیث اصل ہی جو ابو داؤد وغیرہ نے ابو سعید
خدری سے مروی ہی کہ جنگ اوطاس کی گرفتار ہوئی لونڈیون کے حق مین فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ حاملہ کا جماع نکیا جاوے وضع حمل تک اور
نہ غیر حاملہ کا یہانتک کہ ایکبار حیض اوسکو آجاوے کذا فی العینی ولو حاضت فیہ بطل الاستبراء بالایام اور اگر صغیرہ یا کبیرہ یا منقطعہ کو مہینے کے اندر
حیض آگیا تو ایام کا استبرا باطل ہو گیا یعنی استبرا مین اصل حیض ہی اور مہینا اوسکا بدل تو اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نہی ولو ارتفع حیضہا
بان صارت ممتدۃ الطہر وہی ممن تحیض استبراؤہا بشہرین وخمسۃ ایام عند محمد وبہ یفتی اور اگر جاریہ کا حیض مرتفع ہو گیا اسطرحپر کہ اوسکا طہر دراز
ہو گیا اور حالانکہ وہ حیض جاری ہونیوالی عورتون مین سے ہی تو اوسکا استبرا دو مہینے اور پانچ دن ہین محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہی والمستحاضۃ تدع حیضہا
من اول الشہر عشرۃ ایام ثم تحل وغیرہا فلیحفظ اور مستحاضہ کا استبرا یہ ہے کہ اول مہینے سے دس دن تک اوسکی قربت کو چھوڑ دے کذا فی البرجندی وغیرہ
تو اسکو یاد رکہنا چاہیے وبوضع الحمل فی الحامل اور استبرا کرے حاملہ میں بچہ پیدا ہونے سے ولا یعتد بحیضۃ ملکہا فیہا ولا التی بعد الملک
قبل قبضہا ولا بولادۃ حصلت کذلک ای بعد ملکہا قبل قبضہا اور استبرا مین شمار نکرے اوس حیض کو جسمین مشتری اوسکا مالک ہوا اور نہ اوس حیض کو
جو حاصل ہو ملک کے بعد اوسپر قبضہ ہونے سے پہلے اور نہ شمار کرے اوس ولادت کو جو ویسی ہی حاصل ہوئی یعنی بعد ملک قبل قبض کے ولا یعتد بالحاصل
من ذلک ای من حیضۃ ونحوہا بعد البیع قبل اجازۃ بیع فضولی وان کان فی ید المشتری اور شمار نہین کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہوا بعد بیع
قبل اجازت بیع فضولی کے اگرچہ جاریہ مشتری کے قبضہ مین ہو یعنی اسواسطے کہ بیع فضولی مین ملک پوری نہین ہوتی بدون اجازت کے ولا یعتد ایضا
بالحاصل بعد القبض فی الشراء الفاسد قبل ان یشتریہا شراء صحیحا لانتفاء الملک اور شمار مین نہین آتا وہ حیض وغیرہ بہی جو حاصل ہوا قبضہ
کے بعد شراء فاسد مین قبل اسبات کے کہ اوسکو شراء صحیح خرید کرے بسبب نہونے ملک کے یعنی ملک کامل بیع فاسد مین نہین جو حیض استبرا مین شمار کیا جاوی
ویجب بشراء نصیب شریکہ من امۃ مشترکۃ بینہما لتمام الملک الان اور واجب ہے استبرا بسبب خرید کرنے حصہ اپنے شریک کے اوس لونڈی سے جو
مشترک ہی دونون مین بسبب پوری ہو جانے اوسکی ملکیت کے اب یعنی ایک لونڈی دو شخصون مین مشترک ہی سو ایک نے دوسرے کا حصہ مول لیا تو اوسپر استبرا واجب ہے
اسواسطے کہ شریک مشتری اب اوسکا پورا مالک ہوا وتجزئ بحیضۃ حاضتہا وہی مجوسیۃ او مکاتبۃ بان اشتری امۃ مجوسیۃ او مسلمۃ و
کاتبہا بعد الشراء قبل الاستبراء فحاضت ثم اسلمت المجوسیۃ او عجزت المکاتبۃ لوجودہا بعد الملک اور استبرا کیواسطے کفایت کرتا ہی
وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیہ یا مکاتبہ ہی صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خریدی اور مسلمہ کو مکاتب کیا
بعد خرید قبل استبرا کے پہر اونکو حیض آیا پہر مجوسی لونڈی مسلمان ہو گئی یا مکاتب لونڈی ادای بدل کتابت سے عاجز ہوئی تو بسبب پائے جانے حیض کے مالک
ہونیکے بعد یعنی حیض مذکور اسواسطے استبرا مین کفایت کر گیا کہ وہ حاصل ہوا مالک ہونیکے بعد ولا یجب عند عود الآبقۃ ای فی دار الاسلام
خانیہ اور استبرا واجب نہین جاریہ گریختہ کی پہر آنے کیوقت دار الاسلام مین کذا فی الخانیۃ ھ القانی نے کہا اس مسئلہ مین تفصیل ہے شرح
طحطاوی مین ہے کہ اگر جاریہ بہاگ گئی دار الحرب مین پہر پلٹ آئی اپنے مالک کے پاس کسی وجہ سے تو اوسپر استبرا نہین امام کے نزدیک اسواسطے کہ کفار اوسکی
مالک نہین ہو گئی اور صاحبین کے نزدیک اوسپر استبرا ہی کیونکہ کفار اوسکی مالک ہو گئی اور اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام مین گرفتار کیا اور حالانکہ وہ

گرفتہ تھی اور اوسکو پکڑ کے دار الحرب میں لیگئے تو امام اور صاحبین سبکے نزدیک مالک ہوگئے سو اگر اب وہ اپنی مالک کے پاس پلٹ آوے گی تو سبکے نزدیک اوسپر
استبرا واجب ہوگا انتھے تو بموجب اس تفصیل کے گرفتہ سے وہ جاریہ مراد ہے جو دار الحرب میں بھاگ گئی اور کفار اوسکو نہیں لیگئے پھر وہ اپنی مالک کی پاس
آگئی انتہی اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ ماتن اور شارح کی کلام میں کتنا خلل ہے کذا فی الطحطاوی وَرَدِّ المغصوبۃ ای اذا ردھا الغاصب علیہ اور جاریہ
مغصوبہ کے پھیر دینی سے استبرا واجب نہیں بشرطیکہ اوسکو غاصب نے بیچا نہ ہو کذا فی الخانیہ ھم اور اگر غاصب نے بیع مع التسلیم کی پھر مالک نے بحکم حاکم یا مشتری
کی رضامندی سے لونڈی پھیر لی تو اگر مشتری کا غصب کرنا جانتا ہوگا تو مالک پر استبرا واجب نہیں اور اگر جانتا ہوگا تو در صورت عدم جماع کے استبرا نہیں اور بعد
جماع مشتری استبرا واجب ہے کذا فی الطحطاوی والمستأجرۃ وَفَکِّ المرھونۃ لعدم استحداث الملک اور مستاجرہ اور فک مرہونہ سے استبرا واجب
نہیں ملکیت کی حادث نہونے کے سبب سے یعنی اجارہ اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک زائل نہوگئی تھی جو استبرا واجب ہوتا ولو اقال البیع قبل القبض کما لو استقال
علی البائع کما لو باعھا بخیار وقبضت ثم ابطلہ بخیارہ لعدم خروجھا عن ملکہ اور اگر بیع کو توڑ دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبرا
واجب نہیں جیسے اگر جاریہ کو بیچا بشرط خیار یعنی جاکر اور مشتری نے اوسپر قبضہ کیا پھر بائع نے اپنی شرط کے سبب سے بیع کو باطل کردیا تو استبرا واجب نہیں اسواسطے
کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہیں ہوئی دونوں صورتوں میں وکذا لو باع مدبرۃ او ام ولدہ وقبضت ان لم یطأھا المشتری اور اسیطرح اگر بائع نے
اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اوسپر قبضہ ہوا پھر رد بیع ہوا تو استبرا واجب نہیں اگر مشتری نے اوسکی قربت نکی ہو ھم اسمیں اعتراض یہ ہے کہ مدبرہ اور ام ولد کی
بیع باطل ہے تو جاریہ قبض سے مملوک نہوگی تو مشتری کی قربت زنا ٹھہرا اسمیں استبرا کیونکر واجب ہوگا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وکذا لو طلقھا
الزوج قبل الدخول ان کان تزوجھا بعد الاستبراء فان قبلہ فالمختار وجوبہ کذا فی الزیلعی اور اسیطرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے
تو مالک پر استبرا نہیں بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کردیا ہو بعد استبرا کے اور اگر قبل استبرا کے نکاح کردیا ہو تو وجوب استبرا مختار اور پسندیدہ ہے کذا فی الزیلعی
قلت وفی الجلالیۃ یشتری معتدۃ الغیر وقبضھا ثم مضت عدتھا لم یستبرئھا لعدم حل وطئھا للبائع وقت وجود السبب میں کہتا ہوں اور جلالیہ میں ہے
غیر کی عدت والی جاریہ خرید لی اور اوسپر قبضہ کیا پھر اوسکی عدت منقضی ہوگئی تو اوسکا استبرا نکرے اسواسطے کہ اوسکی وطی حلال نہیں بائع کو وجود سبب کے وقت
یعنی ملک اور قبض مشتری کیوقت ھم صواب یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ وجود سبب کے وقت مشتری کو اوسکی وطی حلال نہیں اتقانی نے شرح طحاوی سے نقل کیا کہ
جاریہ خرید کی اور وہ عدت میں تھی خواہ عدت وفات ہو یا طلاق اور اوسکی عدت سے ایک روز یا کم باقی رہا اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہوگئی تو
اوسپر استبرا واجب نہیں پھر اگر عدت قبل از قبض منقضی ہوگئی تو مشتری کو حلال نہیں بدون استبرا کے کذا فی الطحطاوی ولا باس بحیلۃ اسقاط الاستبراء
اذا علم ان البائع لم یقربھا فی طھرھا ذلک والا لا یفعلھا بہ یفتی اور کچھ مضائقہ نہیں اسقاط استبرا کے حیلہ میں جبکہ یہ معلوم ہوگیا کہ بائع نے جاریہ
کی قربت نہیں کی اوس طہر میں اور اگر یہ معلوم نہو تو بہتر ہے کہ ساقط کرنیکا حیلہ نکرے اسی قول پر فتوی ہے ھم ابو یوسف کے نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقا جائز ہے
اور محمد کے نزدیک مطلقا مکروہ ہے لیکن مفتی بہ تفصیل ہے یعنی اگر بائع کی عدم قربت معلوم ہو تو ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے اور در صورت قربت محمد کے قول پر
فتوی ہے بدلیل اس حدیث کی کہ جو دو مرد خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہیں اونکو حلال نہیں کہ ایکعورت پر اجتماع کریں ایک طہر میں تو جب بائع نے اس طہر میں
قربت نکی تو یہ بھی متحقق نہوئی اور اگر قربت اور عدم قربت دونوں معلوم نہوں تو عدم جواز ظاہر ہے تو شبہ شغل رحم سے کذا فی الطحطاوی وھی اذا لم
تکن تحتہ حرۃ او ان یتزوجھا ان یملکھا ویقبضھا ثم یشتریھا فتحل لہ حالا لانہ بالنکاح لا یجب فاذا اشتری وھی تحتہ لا یجب ایضا
اور وہ یعنی اسقاط استبرا کا حیلہ جس وقت کہ اوسکے نیچے آزاد عورت یا جاریہ منکوحہ نہ ہو یہ ہے کہ جاریہ سے نکاح کرلے اور اوسپر قبضہ کرے پھر اوسکو
خرید کرلے تو وہ جاریہ اوسیوقت اوسکو حلال ہوگی اسواسطے کہ نکاح سے استبرا واجب نہیں ہوتا ہے پھر جبکہ اوسنے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بھی استبرا واجب نہوگا
ھم قبل خرید کے قبض اسواسطے شرط ہوا کہ قبض بعد خرید کے سے استبرا ساقط نہوگا اسواسطے کہ خرید سے نکاح فسخ ہوجاویگا تو استبرا واجب ہوگا لیکن ہدایہ اور
ذخیرہ اور محیط میں اطلاق مختار ہے بالجملہ یہاں تین قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ تقدم قبض اور دخول دونوں شرط ہیں دوسرا یہ کہ نہیں ہیں اور دوسرا قول

علاوہ کی کتاب ہے کہ قبض شرط ہو نہ دخول اور تیسرا قول شمس الائمہ سرخسی کا ہے کہ نکاح فقط کافی ہے نہ قبض شرط ہے نہ دخول اور یہ قول وسیع تر ہے اور قول ثانی اعدل ہے کذا فی الطحطاوی
ملخصاً ونقل فی الدرر عن ظہیر الدین اشتراط الوطء قبل الشراء وذکر وجہہ اور درر میں ظہیر الدین سے نقل کیا شرط ہونا وطی کا خرید کرنے سے پہلے اور اسکی
وجہہ بھی ذکر کی ہے ھم وجہ مذکور یہ ہے کہ بعد وطی کے خرید کرنے سے اوسکا مالک ہوگا اور حالانکہ جاریہ اوسکی عدت میں ہوگی اور اگر وطی نہیں کی تو بمجرد خرید کے نکاح باطل
ہوجاویگا پھر جب ملک کے وقت نکاح نرہا تو استبرا واجب ہوگیا اوسکے سبب متحقق ہونے سے یعنی استحداث حلت وطی بملک یمین کذا فی الدرر وان کانت تحتہ حرۃ
فالحیلۃ ان یزوجھا البائع ای یزوجھا ممن یثق بہ کما سیجیء قبل الشراء او ان ینکحھا المشتری قبل قبضھا ولو بعد الشراء ممن یوثق بہ لیس تحتہ حرۃ اور اگر اوسکی
تلے حرہ ہو یا منکوحہ چار لونڈیاں ہیں کذا فی الطحطاوی تو حیلہ اسقاط کا یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے مشتری کی خرید سے پہلے اوس شخص سے جسپر اوسکو اعتماد ہو طلاق
دینے کا چنانچہ اسکا ذکر قریب آویگا یا بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح مشتری کردے اوس معتمد شخص سے جسکے نیچے آزاد عورت نہیں شارح نے کہا قبل قبض کے نکاح شرط ہے
تو اگر بعد قبضہ کرنیکے نکاح کردیگا تو استبرا ساقط نہوگا او یزوجھا بشرط ان یکون امرھا بیدھا او بیدہ یطلقھا متی شاء ان خاف ان لا یطلقھا یا جاریہ
کا نکاح کردے کسی شخص سے بایں شرط کہ جاریہ اپنی طلاق کی مختار ہے یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہے جب چاہے اوسکو طلاق دیدے اوس وقت ہے جبکہ بائع یا مشتری
اندیشہ کرے کہ جاریہ کا زوج اوسکو طلاق نہ دیگا ثم یشتری الامۃ ویقبض او یقبض فیطلق الزوج قبل الدخول بعد قبض المشتری فیسقط الاستبراء
پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور اوسپر قبضہ کرے درصورت تزویج بائع کے یا مشتری جاریہ پر قبضہ کرے درصورت تزویج مشتری کے پھر زوج اوسکو طلاق
دے قبل دخول بعد قبض مشتری کے تو استبرا ساقط ہوگا ھم الحاصل اگر اوسکے تحت میں حرہ ہو تو حیلہ اسقاط یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے قبل خرید کرنے مشتری
کے اوس مرد سے جسپر طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اوسکو خرید کرے پھر زوج اوسکو طلاق دے تو استبرا واجب نہوگا اسواسطے کہ اوسنے غیر کی منکوحہ خرید کی اور اوسکی
وطی مشتری کو حلال نہیں تو اوسپر استبرا نہیں پھر جب اوسکے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو جاریہ مشتری پر حلال ہوگئی اور اسوقت میں حادث ملک پایا نہیں گیا
جو وجوب استبرا کا سبب ہے تو استبرا واجب نہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح کردیا مرد معتمد سے پھر نکاح کے بعد اوسپر قبضہ کیا پھر زوج نے
قبل دخول اوسکو طلاق دی تو استبرا واجب ہوا بعد قبض کے اور اوسوقت میں وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال تھی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد
اوسوقت استبرا کا سبب یعنی حدوث ملک پایا نہیں گیا کذا فی شرح الوقایہ وقیل المسئلۃ التی اخذ ابو یوسف علیھا مائۃ الف درھم ان زبیدۃ
حلفت الرشید ان لا یشتری علیھا جاریۃ ولا یستوھبھا فقال یشتری نصفھا ویوھب لہ نصفھا ملتقط اور بعضوں نے کہا جس مسئلہ پر قاضی
ابو یوسف نے لاکھ درہم لیے وہ یہ ہے کہ زبیدہ خاتون نے ہارون رشید کو قسم دلائی کہ کبھی جاریہ کو اوسپر خرید نکرے اور نہ ہبہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ
خرید کرے اور نصف اوسکو ہبہ کیجاوے کذا فی الملتقط یعنی تو اس طریق سے مجموعہ بات صادق آئی کہ تمام اور کامل نہ خرید کی نہ ہبہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا
تصرف بھی حلال ہوگیا او یکاتبھا المشتری بعد الشراء والقبض کما یفیدہ اطلاقھم وعلیہ فیطلب الفرق بین الکتابۃ والنکاح بعد القبض وقد نقل
المصنف عن شیخہ کما سنذکرہ لکن فی الشرنبلالیۃ عن المواھب التصریح بتقیید الکتابۃ بکونھا قبل القبض فلیحرر قلت ثم وقفت علی البرھان
شرح مواھب الرحمن فلم ار القید المذکور فتدبر یا مشتری جاریہ کو مکاتب کرے بعد خرید اور بعد قبضہ کرنیکے چنانچہ اشتراط قبض کو فقہا کا اطلاق مفید ہے
اور یہ جب ہے کہ تو طلب فرق کرنا چاہیے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنی اگر مشتری جاریہ کا نکاح کردے بعد خرید اور قبض کے تو استبرا ساقط ہو اور اگر
بعد قبض اوسکا نکاح کردے تو استبرا ساقط نہو تو کیا فرق ہے کتابت اور نکاح میں اور البتہ مصنف نے اپنی شرح میں فرق مذکور کو نقل کیا ہے اپنے اوستاد سے
بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے چنانچہ اوس فرق کو مذکور کرینگے یعنی آگے قول میں لیکن شرنبلالیہ میں مواہب الرحمن سے تصریح ہے تقیید کتابت کی قبل
قبض کے ہونے سے یعنی مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہیے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہیے میں کہتا ہوں پھر میں واقف ہوا برہان شرح مواہب الرحمن پر
سو میں نے قید مذکور کو نہیں دیکھا سو تامل کرے ھم بعضوں نے یوں جواب دیا ہے شارح کو کہ شرنبلالی نے فقط مواہب سے نقل نہیں کی تو عبارت اوسکی مجموعہ ہے چند
کتب سے تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہیں کی تو ممکن ہے کہ اوسکی غیر نے تصریح کی ہو کذا فی الطحطاوی ثم ینبغی بعد ما یجوز لہ الوطء

بلا استبراء لزوال ملکه بالکتابة وتجدده بالتعجیز لکن لم یحدث ملک حقیقة فلم یوجد سبب الاستبراء وهذه اسهل الحیل تاتارخانیه
پھر کتابت کے بعد مشتری عقد کتابت کو فسخ کر دے جاریہ مکاتبہ کی رضامندی سے تاکہ مشتری کو وطی اوسکے بدون استبرا کے جائز ہو جاوے بسبب زائل ہو جانے
ملک مشتری کے کتابت سے پھر ملک جدید حاصل ہونے سے بسبب عاجز کرنے کے ادای بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک کا حدوث نہیں ہوا تو استبرا کا سبب
پایا نگیا اور یہ حیلہ سب حیلون سے آسان تر ہے کذا فی التاتارخانیہ م بیچ و بیچ فرق ہے درمیان کتابت اور نکاح کے جسکے ذکر کا شارح نے وعدہ کیا تھا مصنف
نے اپنی شرح مین کہا کہ شاید وجہ فرق یہ ہے کہ کتابت سے جاریہ مولے کے قبضے سے نکل گئی کیونکہ وہ حرہ ہو گئی تصرف کی راہ سے اور اپنی مکاسب کی مالک ٹھہری تو گویا مولے
کی ملک زائل ہو گئی کتابت سے پھر اسکی ملک جدید حاصل ہوئی تعجیز بدل کتابت سے لیکن درحقیقت ملک رقبہ حادث نہیں ہوئی تو جو سبب کہ موجب استبرا تھا یعنی حدوث
ملک وہ پایا نہیں گیا چنانچہ نہایہ مین ہے کہ جب جاریہ ملک مولے سے نکلی ولیکن اسکی نظر سے نکلی پھر اوسکے تصرف مین آئی تو استبرا واجب نہوگا اور اوسکے خارج ہونے کی
تفسیر مولے سے یہ دلیل ہے کہ اگر مولے مکاتبہ کی وطی کرے تو اوسپر عقر لازم ہوگا کذا فی اللطائف ملخصا صورت اس حیلہ کی یہ ہے کہ جاریہ کو بعد خرید اور قبض
کے مکاتب کر دے مثلا یون کہے کہ مین نے تجکو ہزار درم پر مکاتب کیا کہ سو درم کی قسط ہر مہینے مین ادا کرے پھر جب وہ عاجز ہو ادای بدل کتابت سے تو اوسکی رضامندی سے
کتابت کو فسخ کر دے تو اب جاریہ فی الفور مولے پر حلال ہو جاویگی استبرا واجب نہوگا بدلیل گذشتہ تو یہ حیلہ سب حیلون سے سہلتر ہے خصوصا کہ کتابت مال کثیر پر ہو اور جلد
جلد اوسکی قسط مقرر کرے تو وہ ادای بدل کتابت سے عاجز ہو کر فسخ کتابت پر خواہ مخواہ راضی ہو جاویگی **له امتان لا یجتمعان نکاحا اختان او ہما لا قبلہا فلم قبل او وطئ احداہما یحل له وطیہا وتقبیلہا دون الاخری بشہوۃ الشہوۃ فی القبلة لا تعتبر فی المس والنظر ابن کمال حرمتا علیه** ایک
شخص کی ایسی دو لونڈیان ہین جو ساتھ نکاح مین جمع نہین ہو سکتین خواہ وہ دونون بہنین ہون یا نہون یعنی خالہ بھانجی ہون یا عمہ بھتیجی ہون سو مالک نے دونون کا
بوسہ لیا شہوت سے تو دونون اوسپر حرام ہو گئین سو اگر ایک لونڈی کا بوسہ لیا یا اوس سے قربت کی تو اوسی لونڈی کا بوسہ لینا اور قربت کرنا مالک کو حلال ہوگا نہ
دوسری لونڈی کا ابن کمال نے کہا کہ بوسہ مین شہوت معتبر نہین بلکہ مساس اور نظر مین شہوت شرط ہے یعنی بوسے سے حرمت ہر طرح ثابت ہوتی ہے شہوت ہو یا نہو
اور مساس اور نظر سے حرمت بشرط شہوت کے ثابت ہوتی ہے م جمع بین الاختین نکاح مین تو بالاجماع جائز نہین لیکن جمع بین الاختین بملک یمین جمہور صحابہ کرام کے
نزدیک جائز نہین عینی نے کہا اور اسیطرح جمع بین الاختین دواعی وطی مین حلال نہین ہے اسلئے کہ دواعی وطی بمنزلہ وطی کے ہین **وکذلک یحرم علیه الدواعی**
كالنظر والتقبيل حتى يحرم فرج احداهما عليه ولو بغير فعله كاستيلاء الكفار عليها ابن كمال اور اسیطرح مولی پر حرام ہین دواعی وطی کی چنانچہ
نظر کرنا اور بوسہ لینا جبتک کہ ایک لونڈی کی شرمگاہ اوسپر حرام ہو جاوے اگرچہ حرمت بدون فعل مولی کے ہو چنانچہ کفار کا غالب ہو جانا جاریہ پر کذا ذکرہ ابن کمال
م شارح ابن کمال کے قول سے اشارہ کیا کہ تحریم حرمت سے ہے نہ تحریم سے **بملك ولو لبعضها باي سبب كان او نكاح صحيح لا فاسد الا بالدخول**
او عتق ولو لبعضها او كتابة لانها تحرم فرجها بخلاف تدبير ورهن واجارة م حرمت ایک جاریہ کی ثابت ہوتی ہی ملک غیر سے اگرچہ بعض جاریہ کی ملک ہو کسی سبب سے
یعنی بیع یا ہبہ سے یا نکاح صحیح سے نہ نکاح فاسد سے اسواسطے کہ نکاح فاسد سے جاریہ مولے پر حرام نہین ہوتی بدون دخول کے یا حرمت ثابت ہوا ایک جاریہ کو آزاد کر دینے سے اگرچہ
بعض یعنی نصف یا ثلث جاریہ آزاد کیا ہو یا کتابت سے اسواسطے کہ کتابت اوسکی شرمگاہ کو حرام کر دیتی ہے بخلاف تدبیر اور رہن اور اجارہ کے کہ ان سے حرمت ثابت نہین
ہوتی **قلت والمستحاضة لا يمسها حتى تقضي حيضة على الحرمة كما بسطه في شرح الملتقى** مین کہتا ہون اور مستحب ہے کہ حلال جاریہ کو ہاتھ لگاوے جبتک
جاریہ محرمہ پر ایکبار حیض نگذر جاوے چنانچہ ہمنے اسکو شرح ملتقی مین شرح بیان کیا ہے **وكره تحريما قهستاني تقبيل الرجل فم الرجل او يده او شيئا منه وق**
كذا تقبيل المراة المراة عند لقاء او وداع قنية وهذا لو عن شهوة واما على وجه البر فجائز عند الكل خانية وفي الاختيار عن بعضهم لا باس به اذا قصد البر وق
امن الشهوة كتقبيل وجه فقيه ونحوه اور قہستانی مین ہے کہ مکروہ تحریمی ہے بوسہ لینا مرد کو مرد کے منہ کا یا اوسکے ہاتھ کا یا کسی اوسکے عضو کا اور اسیطرح مکروہ ہے بوسہ
لینا عورت کا عورت کو ملاقات کیوقت یا رخصت کیوقت کذا فی القنیہ اور یہ یعنی کراہت بوسہ اوسوقت ہے جبکہ شہوت کی راہ سے ہو ولیکن بروجہ نیکوکاری کا ہو تو جائز ہے
سکے تو بوسہ لینا جائز ہے سب علما کے نزدیک کذا فی الخانیہ اور اختیار مین ہے کہ بعض فقہا سے منقول کہ بوسہ کا کچھ مضائقہ نہیں جب کہ نیکوکاری کا قصد کرے اور

شہوت سے ہو تو منع ہے چاہیے ہو معانقہ اور مانند اوسکو اور بزرگ کے چہرہ کا فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ کچھہ مضائقہ نہیں چومنے اوسکو مین دوسری مرد کے چہرہ کو
جبکہ وہ فقیہ یا عالم یا بزرگ دینا ہو اعزاز اور تکریم دین کی نیت سے کذا فی العالمگیریة وکذا المعانقة فی ازار واحد یعنی مکروہ ہے مرد کا مرد سے معانقہ
یعنی گلے سے گلا لگا کر ملنا ایک تہمد مین جبکہ کرتہ اور انگرکھہ بدن پر نہو فقط لنگی یا پاجامہ سے زیر ناف سے زیر زانو تک چھپا ہو ایسی حالت مین معانقہ مکروہ ہے کہ
اس سے شہوت ہو اور مراد یہ ہے کہ ہر شخص پر تہمد ہے اور یہہ مراد نہیں کہ دونوں شخص ایک تہمد مین ہون اسواسطے کہ یہہ تو صاف حرام ہے اور کراہت پر دو حدیث
دلیل ہے کہ انس سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم مین سے ایک شخص دوسرے کیواسطے اپنا گلا کری یعنی جھکے فرمایا کہ نہیں پھر
عرض کیا کہ ایک دوسرے کا معانقہ کرے فرمایا نہیں پھر عرض کیا کہ ایکدوسرے کا مصافحہ کرے فرمایا ہان اس حدیث سے سلام کیوقت جھکنے کی کراہت معلوم ہوئی
کذا فی الطحطاوی یہہ حدیث طحاوی کی معانی الآثار مین اسناد کے ساتھہ مذکور ہے کذا فی العینی شرح الهدایة دریافت کرنا چاہیے کہ نہی معانقہ اوس صورت پر محمول
ہے جبکہ فقط تہمد بدن پر ہو اسواسطے کہ جواز معانقہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے کما سیجیٔ وقال ابو یوسف لا بأس بالتقبیل والمعانقة فی ازار واحد
ابو یوسف نے کہا کہ مضائقہ نہیں چومنے اور معانقہ کرنے مین ایک تہمد مین ولو کان علیه قمیص او جبة جاز بلا کراهة بالاجماع وصححه فی الهدایة
وعلیه المتون اور اگر کرتہ یا جبہ ہو تو معانقہ کرنا بدون کراہت کے باجماع شیخین اور ابو یوسف کے جائز ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے ہدایہ مین اور اسی
قول پر متون فقہ شامل ہین علم حدیث مین ثابت ہے کہ جب جعفر طیار فتح خیبر مین حبشہ سے آئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکا معانقہ کیا اور اونکی دونون
آنکھون کے درمیان بوسہ لیا اور زید بن حارثہ سے معانقہ کیا اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم معانقہ کرتے تھے اور کافی مین ہے کہ اعراب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی پشت مبارک کو چومتے تھے ابن عباس سے معانقہ کا سوال ہوا تو کہا سب سے پہلے ابراہیم خلیل الرحمن نے معانقہ شروع کیا وہ مکہ معظمہ مین تھے جب ذوالقرنین
وہان وارد ہوئے پھر جب ابطح مین پہونچے تو معلوم ہوا کہ اس شہر مین ابراہیم علیہ السلام ہین تو ذوالقرنین نے کہا مجھکو سوار ہونا لائق نہین اوس شہر مین جسمین خدا کا
دوست موجود ہو پھر ذوالقرنین سواری سے اوتر پڑے اور چلے ابراہیم علیہ السلام کیطرف تو ابراہیم علیہ السلام نے اونکو سلام کیا اور اون سے معانقہ کیا کذا فی
الزیلعی معانقہ جعفر طیار کی حدیث مستدرک حاکم مین عبد اللہ بن عمر سے بسند صحیح مذکور ہے اور طحاوی اور بیہقی اور دارقطنی اور طبرانی نے بھی اسکو روایت کیا ہے
اور زید بن حارثہ سے معانقہ کرنا عائشہ صدیقہ سے ترمذی مین ثابت ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وفی الحقائق او القبلة علی وجه المبرة دون الشهوة
جوازها بالاجماع اور حقائق مین ہے کہ اگر چومنا بوجہ نیکوکاری اور تکریم کے ہو نہ بطریق شہوت کے تو بالاتفاق جائز ہے کالمصافحة ای کما تجوز المصافحة
لانها سنة قديمة متواترة لقوله علیه الصلوة والسلام من صافح اخاه المسلم وحرک یده تناثرت ذنوبه یعنی معانقہ جائز ہے جیسے مصافحہ جائز ہے اسواسطے
کہ مصافحہ قدیم متواتر سنت ہے دلیل قول نبی کریم علیه الصلوة والتسلیم کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کا مصافحہ کرے اور اپنا ہاتھہ ہلاوے تو اوسکے گناہ جھڑ جاوینگے
ھ حدیث صحیح طبرانی مین حذیفہ بن یمان سے یون مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مومن دوسرے مومن سے ملتا ہے اور اسکا ہاتھہ
پکڑتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونون کے گناہ جھڑ جاتے ہین جیسے درخت کی پتیان جھڑ جاتی ہین اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین حدیث مرفوع ہے کہ جو دو
مسلمان ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو انکے جدا ہونے سے پہلے دونون کے گناہ بخش جاتے ہین اور ترمذی مین عبد اللہ بن مسعود سے حدیث مرفوع ہے کہ ہاتھہ
کا پکڑنا تمامی ہے تحیۃ کی یعنی سلام پورا نہیں ہوتا بدون مصافحہ کے واطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایة والنقایة والمجمع والملتقی وغیرها
یفید جوازها مطلقا ولو بعد العصر وقولهم انه بدعة ای مباحة حسنة کما افاده النووی فی اذکاره وغیره فی غیره وعلیه یحمل ما نقله عنه شارح المجمع
من انها بعد الفجر والعصر لیس بشیء توفیقا فتأمله اور مصنف کا اطلاق یعنی بلا قید مصافحہ کا جواز کہنا درر اور کنز اور وقایہ اور نقایہ اور مجمع اور
ملتقی وغیرہا متون فقہ کا تابع ہو کر مفید ہے جواز مصافحہ کا ہر وقت اگرچہ مصافحہ بعد عصر کے ہو اور علما کا یہہ کہنا کہ مصافحہ عصر کے بعد بدعت ہے یعنی مباح اور
بدعت حسنہ ہے چنانچہ نووی شافعی نے اسکو اپنی کتاب اذکار مین بیان کیا ہے اور نووی کے سوا اور علما نے بھی اور کتابون مین مذکور کیا ہے اور اسی پر
محمول ہے جو شارح مجمع نے نووی سے یہہ نقل کیا ہے کہ مصافحہ فجر اور عصر کے بعد کچھہ چیز نہیں یہہ حمل کرنا توفیق کیواسطے ہے تو تامل کر اسکو یعنی لیس بشیء کو اباحت اور

بدعت حسنہ ہے اسواسطے کہ اذکار نووی کے مخالف نہین ہے ھ اذکار نووی مین یون ہے کہ مصافحہ مستحب ہے ہر ملاقات کیوقت اور یہہ جو فجر اور عصر کے بعد لوگونکی عادت
ہے تو اسکی شرع مین اسوجہ خاص سے کچھہ اصل نہین لیکن اسکا بھی کچھہ مضائقہ نہین اسواسطے کہ اصل مصافحہ سنت ہے تو بعض وقت مین مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات مین
نکرنا بعض وقت کرلینے کو مصافحہ مشروعہ سے خارج نہین کر دیتا کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہہ ہے کہ اصل مصافحہ سنت ہے اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہے
و فی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ وتمامہ فیما علقنہ علی الملتقی اور قنیہ مین ہے کہ سنت مصافحہ مین یہہ ہے کہ دونون ہاتھ سے مصافحہ کرے اور
پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی مین ہے ھ سنت یہہ ہے کہ مصافحہ کرنے مین کپڑا وغیرہ حائل نہو اور ملاقات کیوقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرنے پر
ابہام یعنی انگوٹھے کو پکڑے حدیث مین آیا ہے کہ جب تم مصافحہ کرو تو ابہام کو پکڑو اسواسطے کہ اوسمین ایک رگ ہے جس سے محبت پیدا ہوتی ہے یہہ مذکور ہے
شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ مین شرح ملتقی مین شارح نے رسالہ مذکورہ سے جو ذکر ہوچکا بیان کیا اور کہا کہ مصافحہ الصادق صنعہ کف بکف اور اقبال وجہ بوجہ ہے عبارت سے
تو اور تکلیبن کا پکڑنا سنت نہین بر خلاف روافض کے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للرجل مضاجعۃ الرجل وان کان کل واحد منہما فی جانب من الفراش
قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد اور جائز نہین مرد کو دوسرے
مرد کے پاس لیٹنا اگرچہ ہر ایک بچھونے کے کنارے پر ہو فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ پہنچے اور نہ لیٹے ایکمرد دوسرے مرد کو ایک کپڑے مین اور نہ لیٹے ایک عورت
دوسری عورت کو ایک کپڑے مین ھ یعنی ایک کپڑے مین دو مرد کا لیٹنا بلا حائل کپڑے اوتار کر جائز نہین کذا فی الطحطاوی واذا بلغ الصبی او الصبیۃ
عشر سنین یجب التفرق بینہما وبین اخیہ واختہ وامہ وابیہ فی المضجع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام وفرقوا بینہم فی المضاجع وہم ابناء عشر وفی
النتف اذا بلغوا ستا کذا فی المجتبی اور جبکہ لڑکا یا لڑکی دس برس کو پہنچے تو دونون کی خوابگاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اوسکے بھائی اور بہن اور اوسکی مان
اور باپ کی جدائی کرنا بستر مین واجب ہے بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ جدائی کرو انکے بستر مین جبکہ وہ دس برس کے ہون اور نتف مین ہے کہ جب چھہ برس کو
پہنچین یعنی جدا کرنا چاہیے کذا فی المجتبی ھ شاید کہ مراد اس سے ہم بستری ہے التجرد ہو ایک لحاف مین والاجماعت کا پاس لیٹنا کہ ہر انسان کا اوڑھنا جدا
جدا ہو ممنوع نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ الغلام اذا بلغ حد الشہوۃ کالفحل اور مجتبی مین ہے کہ لڑکا جب حد شہوت کو پہنچا تو بالغ مرد کی مانند ہے نظر
کے احکام مین والکافرۃ کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان عورت کی مانند ہے یعنی جیسے مسلمہ کا بدن سوا چہرہ اور کف دست دیکھنا درست نہین ویسے ہی کافرہ کا
درست نہین عن ابی حنیفۃ لصاحب الحمام ان ینظر الی العورۃ وحجۃ الختان امام اعظم سے روایت ہے کہ حمامی کو شرمگاہ کا دیکھنا درست ہے اور حجت اسکی
ختان ہے یعنی جیسے ختنہ کرنیوالیکو دیکھنا درست ہے ویسا حمامی کو ھ فقیہ ابو اللیث نے کہا یہہ ضرورت کی حالتین سے نہ غیر ضرورت مین کذا فی العالمگیریۃ وقیل
فی ختان الکبیر اذا امکنہ ان یختن نفسہ فعل والا لم یفعل الا ان لا یمکنہ النکاح او شراء الجاریۃ اور بعضون نے بالغ کے ختنہ مین کہا کہ جب اوسکو
بذات خود ختنہ کرلینا ممکن ہو تو کرے اور اگر آپ ختنہ نکرسکے تو نکرے مگر در صورت امکان نکاح یا خرید جاریہ کے ختنہ کرانا چاہیے ھ یعنی ختنہ کرنیوالی عورت
نکاح کرلے یا اگر وہ لونڈی ہو تو اوسکو خرید کرلے کہ اوس سے اپنا ختنہ کرا لے اور اگر بڈھا مسلمان ہوا اور اوسے ختنہ کا تحمل نہو اگر اہل بصارت کہین کہ اوسکو طاقت
نہین تو ترک کرے اسواسطے کہ واجب کا ترک عذر سے جائز ہے تو ترک سنت عذر سے بطریق اولی جائز ہے کذا فی الخلاصہ طحطاوی نے کہا [illegible] کا
لا یمکنہ سے صواب ہی اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری مین یون ہے والا لم یفعل الا ان یمکنہ ان یتزوج او یشتری ختانۃ والظاہر فی الکبیر انہ یختن
ویکفی قطع الاکثر اور مذہب ظاہر کبیر السن کے حق مین یہہ ہے کہ مقرر وہ ختنہ کیا جاوے اور قطع اکثر قلفہ کفایت کرتا ہے [illegible] ولا بأس بتقبیل
ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک ھ اور کچھہ مضائقہ نہین مرد عالم اور متقی کے ہاتھہ چومنے مین بطریق تبرک کے کذا فی الدرر ھ بلکہ قبلہ تحیۃ کا
سنت ہونا یا مستحب ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہے شرنبلالی نے رسالہ مصافحہ مین بعد گفتگوی تقبیل کے کہا کہ اس سے پانچ قول حاصل ہوئے قبلہ تحیہ مین اول
کراہت تقبیل مطلقاً اور یہہ امام کا قول ہے ثانی قول صاحبین کہ لا بأس بہ مطلقاً اور قول ثالث تفصیل یعنی اگر بوجہ تبرک کیواسطے عالم اور متورع اور
سلطان عادل کا ہاتھہ چومنا تو اوسمین بعض متاخرین نے رخصت دی ہے اور احادیث سے اسکی سنیت یا استحباب معلوم ہوا ہے بقول علامہ عینی اور قول رابع تقبیل [illegible]

سے غرض دنیا کیواسطے ہو وہ مکروہ ہے اور قول خامس یہہ ہے کہ اگر فاعل کو تعظیم مسلم اور اوسکا اکرام منظور ہو تو کچھہ مضائقہ نہیں کذا فی الطحطاوی عینی نے
شرح ہدایہ مین کہا عالم اور متقی کی مانند والدین اور اوستاد کا ہاتھہ چومنا درست ہے اور جو شخص تعظیم اور تکریم کا مستحق ہے اوسکی تقبیل ید جائز ہے و نقل
المصنف عن الجامع انہ لا بأس بتقبیل ید الحاکم المتدین اور مصنف نے شرح مین جامع سے نقل کیا کہ کچھہ مضائقہ نہیں حاکم دیندار کے ہاتھہ چومنے کا
طحطاوی نے کہا اسکی کچھہ حاجت نہ تھی کہ یہہ تو قول آئندہ مین داخل ہے اور اسلئے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہین والسلطان العادل وقیل
سُنة مجتبیٰ اور سلطان عادل کے ہاتھہ چومنے مین مضائقہ نہین اور بعضون نے اسکو سنت کہا ہے کذا فی المجتبی ہم تقبیل مین احادیث کثیرہ مروی ہین از انجملہ
عبد اللہ بن عمر سے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین روایت ہے کہ ہم لڑائی سے پلٹکر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہمنے آپ کا دست
مبارک چوما اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال مین کسیکو مینے فاطمہ بنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم
سے زیادہ مشابہ نہین دیکھا جب فاطمہ آتی تھین تو حضرت اونکے واسطے اوٹھہ کھڑے ہوتے تھے اور اونکو چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے اور ترمذی
اور نسائی نے روایت کی کہ یہود کی قوم نے حضرت کے ہاتھہ اور پانو چومے اور ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مرگئے تو حضرت علیہ الصلوٰۃ
والسلام اونپر جھکے اور اونکا بوسہ لیا اور اشارہ وہی کہ آنسو چہرہ مبارک پر بہے ترمذی نے کہا یہہ حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقبیل ید اور رجل
ثابت ہوئی اور سر اور کوکھہ کی اور احادیث سے ثابت ہے اور تقبیل بین العینین یعنے دونون آنکھون کے بیچ مین عبد اللہ بن جعفر کی حدیث سے جسکو بیہقی نے روایت کیا ہے ثابت ہے
لیکن یہہ جواز بشرط تعظیم اور تکریم کے ہے اور اگر بطریق شہوت کے ہو تو جائز نہین مگر زوجین کے حق مین کذا فی العینی شرح الہدایہ مختصرا وتقبیل رأسہ ای
العالم اجود کما فی البزازیۃ اور چومنا اوسکے سر یعنی عالم کے سر کا جید تر ہے کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ اجود یعنی اکثر ثواب کے ہے ولا
رخصۃ فیہ ای فی تقبیل الید لغیرہما ای لغیر عالم وعادل ہو المختار مجتبی وفی المحیط ان لتعظیم اسلامہ واکرامہ جاز وان لنیل الدنیا
کرہ اور رخصت نہین ہے سوا ہے عالم اور عادل کے ہاتھہ چومنے مین یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبی اور محیط مین ہے کہ اگر غیر عالم اور عادل کا ہاتھہ چومنا فقط اوسکے
اسلام کی تعظیم اور اکرام کیواسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کیواسطے یہہ خوشامد ہے تو مکروہ ہے طلب من عالم او زاہد ان یدفع الیہ قدمہ و
یمکنہ من قدمہ لیقبلہ اجابہ وقیل لا یرخص فیہ کما یکرہ تقبیل المرأۃ فم اخری او خدہا عند اللقاء او الوداع کما فی القنیۃ مقدما القبل
ایک شخص نے عالم یا زاہد سے اسکی درخواست کی کہ اپنا قدم اسکی طرف بڑھا دے اور اپنا قدم اوسکو چومنے دے تو اوسکو عالم یا زاہد مان لے یعنی چومنے دے اور بعضون
نے کہا کہ نمانے چومنے کی رخصت نہ دے جیسے عورتکو دوسری عورت کا منہہ اور گال چومنا مکروہ ہے ملنے اور رخصت ہونے کیوقت چنانچہ قنیہ مین ہے بتقدیم قول بعض یعنے
صاحب قنیہ نے عدم اجابت کو مقدم ذکر کیا ہے اجابت پر قال وما یفعلہ الجہال من تقبیل ید نفسہ اذا لقی غیرہ فہو مکروہ فلا رخصۃ فیہ صاحب قنیہ نے
کہا اور یہہ جو بعض جہال کی عادت ہے اپنا ہاتھہ چومنے کی جب غیر شخص سے ملاقات کریں تو وہ مکروہ ہے سو اسمین رخصت نہین یعنی مکروہ تحریمی ہے واما تقبیل یدا
صاحبہ عند اللقاء فمکروہ اجماعا اور اپنے ساتھی کی تقبیل ید ملاقات کیوقت تو بالاجماع مکروہ ہے ہم طحطاوی نے کہا یہہ قول تو اقوال سابقہ سے جدا نہین ہے
تو حکایت اجماع کی اسمین کیا وجہ ہے وکذا ما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان لانہ یشبہ
عبادۃ الوثن اور یہہ جو جاہل لوگ زمین کو چومتے ہین عالمون اور سلاطین اور امیرون کے سامنے سو حرام ہے اور کرنیوالا اور جو اس فعل سے راضی ہے عالم
ہو یا سلطان دونون گنہگار ہین اسواسطے کہ اسطرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہے یعنی اسواسطے کہ اسمین سجدۂ غیر خدا کی صورت معلوم ہوتی ہے کذا فی
الطحطاوی وہل یکفر ان علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لا وصار آثما مرتکبا للکبیرۃ اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہوجاتا ہے جواب
اوسکا یہہ ہے کہ اگر بوجہ عبادت اور تعظیم کے کرتا ہے تو کافر ہوگیا اور اگر بوجہ تحیہ اور سلام کے کرتا ہے تو کافر نہوگا گنہگار مرتکب کبیرہ ہوجاویگا وفی
الملتقط التواضع لغیر اللہ حرام اور ملتقط مین ہے کہ غیر خدا یعنی مخلوق کیواسطے تواضع کرنا یعنی گڑگڑانا اور بہت جھکنا حرام ہے ہم طحطاوی نے کہا مراد
یہہ ہے کہ غرض دنیاوی کے حاصل کرنے کیواسطے اور شہوت پرستی کے لئے تواضع کرنا حرام ہے اور اگر فقیر اور کبیر السن کیواسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع

درحقیقت خدا کیطرف راجع ہو یعنی ایسی غرض دین سے۔ غرض یادو فی الوھبانیۃ یجوز بل یندب القیام تعظیماً للقادم کما یجوز القیام لو للقاری
بین یدی العالم الو سیق نظما اور وہبانیہ میں ہے کہ جائز بلکہ مستحب ہے کہڑا ہو جانا آنیوالے مسافر کے لئے جیسے جائز ہے کہڑا ہو جانا قران پڑہنے والیکو
عالم کے سامنے اور آخر کتاب الحظر میں یہ مسئلہ نظم میں آویگا ھ شرنبلالی نے کہا فقیہوں کا کلام قیام میں مختلف ہے سو بعضوں نے قیام کو منع کیا بدلیل
حدیث ابو داؤد کے کہا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نکلے عصا کو ٹیکے تو ہم اصحاب کہڑے ہو گئے تو فرمایا کہ نہ کہڑے ہو جیسے عجمی لوگ
ایکدوسرے کیواسطے کہڑے ہو جاتے ہیں اور بعضوں نے قیام کو مباح کہا ہے باستدلال قیام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فاطمہ کیواسطے چنانچہ ابو داؤد اور
ترمذی اور نسائی میں مروی ہے اور بعضوں نے اسمیں تفصیل کی ہے چنانچہ قاضی خان نے کہا ہے چند لوگ قران پڑہتے ہیں یا ایک شخص قران پڑہتا ہے پہر
اوسکے پاس کوئی اشراف میں سے آیا تو فقہانے کہا کہ اگر مرد آنیوالا عالم ہو یا قاری کا باپ یا اوستاد ہو تو اوسکے واسطے اوٹہنا جائز ہے اور اسکے سوا قیام
جائز نہیں انتہے اور مجمع فتاوی الفاکی میں ہے قیام قاری کا جائز ہے جب کوئی اوس سے زیادہ تر عالم یا اوسکا اوستاد جسنے اوسکو قران یا علم سکہایا
آوے یا اوسکے والدین آویں اور انکے سوا اور کسیکے واسطے قیام جائز نہیں اگرچہ آنیوالا جلیل القدر اور شریف ہو اور شرنبلالی نے ابن وہبان سے نقل کیا
کہ ہمارے زمانے میں قیام مستحب ہے اسواسطے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت کا مورث ہوتا ہے خصوصاً جس ملک میں قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر
وعید واقع ہے وہ اونکے حق میں محمول ہے جو کہڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکہتے ہیں چنانچہ ترک اور اہل عجم کی عادت ہے اور اصحاب کبار کا نہ اوٹہنا
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کیواسطے کراہت قیام پر دلالت نہیں کرتا اسواسطے کہ تعظیم کیواسطے کہڑا ہونا عرب کی عادت نہ تہی اور جب سعد آئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا
قوموا الی سیدکم یعنی اپنے سردار کیواسطے اوٹہو کذا فی الطحطاوی **فائدۃ** قیل التقبیل علی خمسۃ اوجہ قبلۃ المودۃ للولد علی الخد وقبلۃ الرحمۃ
لوالدیہ علی الرأس وقبلۃ الشفقۃ لاخیہ علی الجبہۃ وقبلۃ الشہوۃ لامرأتہ او امتہ علی الفم وقبلۃ التحیۃ للمؤمنین علی الید وزاد بعضہم قبلۃ الدیانۃ
للحجر الاسود جوہرۃ قلت وتقدم فی الحج تقبیل عتبۃ الکعبۃ **فائدہ** اقسام تقبیل میں بعضوں نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہے اول چومنا مودت اور
پیار کا فرزند کے لئے گال پر اور چومنا رحمت کا اپنے والدین کیواسطے سر پر اور چومنا شفقت کا اپنے بہائی کیواسطے پیشانی پر اور چومنا شہوت کا اپنی عورتکو یا اپنی حلال
لونڈی کو منہ پر اور چومنا تحیہ اور سلام کا مومنین کیواسطے ہاتھہ پر اور بعضوں نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہے حجر اسود کیواسطے کذا فی الجوہرۃ میں کہتا ہوں
اور کتاب الحج میں آستانہ کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہو چکا یعنی یہہ بہی بوسہ دیانت ہے و فی القنیۃ فی باب ما یتعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعۃ لکن روی
عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یاخذ المصحف کل غداۃ ویقبلہ ویقول عہد ربی ومنشور ربی عز وجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف ویمسحہ
علی وجہہ اور قنیہ میں جو متعلقات مقابر کے باب میں کہ مصحف شریف کا چومنا بعضوں نے کہا بدعت ہے لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مصحف کو صبح
لیتے تہے اور چومتے تہے اور فرماتے تہے کہ یہہ میرے رب کا عہد ہے اور وصیت ہے اور کتاب اور فرمان ہے میرے رب عز و جل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تہے
اور اپنے چہرہ پر اوسکو لیتے تہے واما تقبیل الخبز فحرر الشافعیۃ انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ وقالوا یکرہ دوسہ لا بوسہ ذکرہ ابن قاسم فی حاشیتہ
علی شرح المنہاج لابن حجر فی بحث الولیمۃ وقواعدنا لا تأباہ اور روٹی کے چومنے کو تو شافعیوں نے کہا کہ بدعت مباح ہے اور بعضوں نے بدعت حسنہ کہا
ہے اور شافعیوں نے کہا کہ روٹی کا پاؤن سے روندنا مکروہ ہے نہ اوسکا چومنا یہہ بیان کیا ہے ابن قاسم نے اپنے حاشیہ میں جو ابن حجر کی شرح منہاج پر ہے ولیمہ کی
بحث میں اور ہمارے قواعد بہی اوسکو رد نہیں کرتے یعنی روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے بہی مباح معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ تکریم اوسکی حدیث میں مروی ہے اور تقبیل
منجملہ تکریم ہے واللہ اعلم وجاء لا تقطعوا الخبز بالسکین واکرموہ فان اللہ اکرمہ اور حدیث میں آیا ہے کہ روٹی کو چہری سے نہ کاٹو اور اوسکی تعظیم اور
تکریم کرو کہ حق تعالی نے اسکو بزرگی دی ہے یعنی انسان اشرف المخلوقات کا قوت اوسکو مقرر کیا ہے **فصل فی البیع** یہہ فصل ہے بیع وغیرہ کے بعض احکام میں ہم مسلمان
کو تجارت اور سوداگری اور بیپار کرنا چاہیئے جبتک کہ خریدا و فروخت کے مسئلے دریافت نکرلے کہ کس چیز کی خرید و فروخت شرع میں جائز ہے اور کسکی نہیں زمان سابق
میں سوال ہوا کہ قوم ترک بازار وں میں خرید و فروخت کرتے ہیں اور اونکا اکثر مال حرام ہے اور اونمیں بیاج اور عقود فاسدہ رائج ہیں تو جواب ہوا کہ اسکی تین صورتیں ہیں

اول یہہ کہ اگر بظن غالب معلوم ہو کہ یہہ چیز اونھون نے غیر سے بظلم لی ہے اور وہ چیز بعینہ بلا تغیر موجود ہے اور بازار مین بیچی ہے تو اوسکا خریدنا نہ چاہیے اگرچہ وہ بیت
کسی بلد وہ یک گئی ہو ثانی یہہ ہے کہ وہ چیز تو بعینہ موجود ہے لیکن اور چیز سے اسطرح مخلوط ہو گئی ہے کہ جدا نہیں ہو سکتی تو امام اعظم کے قاعدہ پر خلط سے اوسکی ملک
مین داخل ہو گئی مگر اوس سے خریدنا نہ چاہیے جبتک کہ وہ مالک کو راضی نکرے یہ بدلا دیکر تو اگر بلا ادا ضمان خرید کریگا تو مشتری مالک ہو گا مع الکراہۃ ثالث یہہ ہے
کہ جب معلوم ہو کہ غصب و رباج وغیرہ کی چیز اوسکے پاس باقی نہیں اوسنے بیچڈالی غصب کے ساتھ تو واقف کو اوس سے خریدنا درست ہے اور یہہ فتوی ہے اور بہتر یہہ ہے
کہ اوس سے خرید نکرے بالجملہ طلب حلال ان بلاد مین دشوار ہے جواہر الفتاوی مین ہے کہ ہمارے بعض مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ مین حرام محض کا ترک اپنے اوپر لازم جان
اسواسطے کہ ایسی چیز پانا دشوار ہے جسمین شبہہ نہو قنیہ مین ہے اگر ظن غالب ہو کہ اہل بازار کی اکثر بیوع فساد سے خالی نہین تو اگر حرام غالب ہو تو خرید کرنے سے کنارہ کرے
ولیکن باوجود اسکے اگر خرید کریگا تو اوسکے حق مین حلال ہو گی بشرطیکہ اخیر مشتری کی بیع صحیح ہو گی کذا فی العالمگیریہ تکرہ بیع العذرۃ وبیع الادمی خالصۃ
یعنے آدمی کی خالص گوہ کی بیع مکروہ ہے ہم برجندی نے خزانہ سے نقل کی کہ آدمی کے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر اوسپر مٹی غالب ہو تو جائز ہے
لا یکرہ بل یصح بیع السرقین ای الزبل خلافا للشافعی مکروہ نہیں بلکہ صحیح ہے گوبر اور لید اور مینگنی کی بیع برخلاف شافعی کے شارح نے کہا سرقین عبارت
ہے زبل یا گوبر یعنی فضلہ حیوانات ہم سرقین معرب ہے سرگین کا وہ عبارت ہے روث اور بعر اور خثی سے کذا فی الحموی وصح بیعہا مخلوطۃ بتراب او
رماد غلب علیہا فی الصحیح اور آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہے جبکہ وہ مخلوط ہو گیا اوسقدر مٹی اور راکھ سے جو گوہ پر غالب ہے قول صحیح مین ہم قہستانی نے کہا
کہ خلط کی صورت یہہ ہے کہ مٹی اور راکھ اوٹھا کر گوہ پر ڈالی ہو نہ بالعکس اسواسطے کہ نجس کا اوٹھانا ممنوع ہے محیط اور اختیار مین صحت بیع مخلوط بلا قید غلبہ تراب مذکور ہے
تو اطلاق کو مقید پر حمل کیجیے یا نجاست اور استحباب پر کذا فی الطحطاوی کما صح الانتفاع بمخلوطہا ای العذرۃ لا بخالصہا علی الصحیح الزیلعی وغیرہ خلافا
لتصحیح الہدایۃ فقد اختلف التصحیح بیع کی مانند آدمی کے مخلوط گوہ سے نفع لینا یعنی باغ اور کہیت مین پانس ڈالنا صحیح ہے بلکہ خالص گوہ سے انتفاع درست ہے
زیلعی وغیرہ کی تصحیح کے بموجب برخلاف تصحیح ہدایہ تو تصحیح مین اختلاف واقع ہوا و فی الملتقی ان الانتفاع کالبیع ای فی الحکم فافہم اور ملتقی مین ہے کہ انتفاع
بیع کی مانند ہے یعنی حکم مین برابر ہے تو اسکو سمجھ لے یعنی جیسے بیع مین خلط شرط ہے ویسے ہی انتفاع مین وجاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحۃ بیعہ
اور مسلمان کو جائز ہے اپنا دین لینا جو کافر پر ہے شراب کے ثمن سے بسبب صحیح ہونے بیع شراب کے کیونکہ کافر کے حق مین مال متقوم ہے تو ثمن کا مالک بائع ہو گا تو اوس سے
دین لینا درست ہو گا برخلاف مسلم کے کہ شراب اوسکے حق مین مال متقوم نہیں تو ثمن کا مالک مشتری ٹہریگا نہ بائع بخلاف دین علی مسلم لبطلانہ الا اذا وکل
ذمیا ببیعہا فیجوز عندہ خلافا لہما وعلی ہذا لو مات مسلم وترک ثمن خمر باعہ مسلم لا یحل لورثتہ کما بسطہ الزیلعی برخلاف اوس دین کے جو مسلمان پر
ہے تو ثمن شراب کا لینا درست نہیں بسبب باطل ہونے بیع مذکور کے مگر جبکہ مسلمان ذمی کو اپنا وکیل کرے شراب کے بیچنے مین تو امام کے نزدیک یہہ بیع جائز ہے
برخلاف صاحبین کے اور بنابر اسکے یعنی بطلان بیع کے اگر مسلمان مرگیا اور اوسنے ثمن اوس شراب کا متروکہ چھوڑا جسکی بیع کسی مسلمان نے کی تہی تو وہ ثمن
اوسکے وارثونکو حلال نہیں چنانچہ اسکو زیلعی نے مشرح بیان کیا ہے ہم زیلعی نے کہا فقہاء نے کہا اگر مرد مرگیا اور اوسکی کمائی شراب بیچنے یا ظلم یا رشوت کی
تہی تو اوسکے وارث اوسکو نہ لین اور اوس مال کے مالکونکو پہیر دین اگر اونکو جانتے ہون اور اگر نجانتے ہون تو مال کو خیرات کر دین یعنی مالکون کے ثواب کی نیت
سے اسواسطے کہ حرام کمائی کا طریقہ تصدق ہے جب مالک پر رد نہو سکے کذا فی الطحطاوی و فی الاشباہ الحرمۃ تنتقل مع العلم الا للوارث الا اذا علم ربہ
اور اشباہ مین ہے کہ حرمت منتقل ہوتی ہے مگر وارث کے حق مین منتقل نہیں ہوتی مگر جبکہ وارث مال حرام کے مالک کو جانتا ہو تو وارث کے حق مین بہی حرمت انتقال
کرتی ہے قلت وسر فی البیع الفاسد لکن فی المجتبی مات وکسبہ حرام فالمیراث حلال ثم رمز وقال لا نأخذ بہذہ الروایۃ وہو حرام مطلقا علی الورثۃ
قنیہ مین کہتا ہون اور اشباہ کا قول بیع فاسد مین مذکور ہو چکا لیکن مجتبی مین ہے کہ ایک شخص مرگیا اور اوسکا کسب حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر صاحب
مجتبی نے رمز لکھی اور کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہین اور وہ مال حرام ہے مطلقا وارثون پر خواہ وارث صاحب مال کو جانتے ہون یا نجانتے ہون تو خبردار
رہیو کہ اشباہ کا قول ضعیف ہے لائق حجت کے نہیں ہے ہم منتقی مین امام محمد سے روایت ہے کہ نوحہ گر عورت یا طبل یا مزمار بجانیوالے نے مال کمایا اگر نوحہ

اور بجانے کی شرط پر مال حاصل ہوا تو مالکونکو وہ مال پھیر دے اگر جانتا ہو اسواسطے کہ یہہ مال بمقابلہ گناہ کے ہے تو اوسکا لینا گناہ ہوا اوسکو پھیر دینا چاہئے اور اگر
صاحب مال معلوم نہو تو خیرات کردے یا مالکون کیطرف سے تا اگر عین مال اونکو نہین ملا تو ثواب اونکو ملے اور اگر بلا شرط نوحہ گری اور سرود کے مال ملا تو یہہ مال حلال ہے کذا فی
الطحطاوی ہندوستان مین رائج ہے کہ اکثر قوال اور گانیوالون سے اجرت نہین ٹھہراتے اور شرط نہین کرتے بعد فراغت شادی کے رواج اور معمول کے موافق دیتے
ہین تو اگر چہ ظاہر مین شرط نہین لیکن درحقیقت یہہ بھی شرط ہے اسواسطے کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ المعروف کالمشروط یعنی معمولی اور مروج مشروط کی برابر ہے تو اسکو یاد
رکہنا چاہیئے وجاز تحلیۃ المصحف لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد اور جائز ہے آرائش مصحف مجید کی چاندی سونے سے اسواسطے کہ اسمین اسکی
تعظیم ہے جیسے مسجد کی نقشکاری اور آرائش مین تعظیم اور جلالت قدر ہے ھم خانیہ مین ہے کہ آرائش مصحف کی سونے اور چاندی سے درست اور ابویوسف کے
نزدیک مکروہ ہے انتہی اور مسئلہ مسجد مین اختلاف ہے سراجیہ مین ہے مسجد مین نقشکاری چونہ اور ساگون اور سونیکے پانی سے لاباس ہے اور فقیرون کو دینا افضل ہے نقش کاری
سے مضمرات مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کہ بعض مشائخ نے کہا کہ محراب اور دیوار قبلہ پر نقش کاری قلیل ہو یا کثیر مکروہ ہے اسواسطے کہ نمازی کا دل مشغول ہوجاتا ہے تماشا
مین نماز سے غافل ہوجاتا ہے اور چہت کی نقش کاری قلیل ہو تو جائز ہے اور کثیر مکروہ جو مٹی نجس پانی سے تر ہوئی اوسکا لگانا مسجد مین مکروہ ہے برخلاف لید اور گوبر
کے جب مٹی مین ملائی گئی تو اوسکا مسجد مین لگانا درست ہے استحکام کی ضرورت کے سبب سے مسجد مین کہانا اور سونا مکروہ ہے مگر معتکف کو درست ہے اور جب کہانے
اور سونیکا مسجد مین قصد کرے تو اعتکاف کی نیت کرلے پہر مسجد مین جائے اور ذکر خدا کرے جسقدر مدت کے اعتکاف کی نیت ہے یعنی گہڑی یا دو گہڑی کی یا نماز پڑہے پہر
اسکے بعد کہانا یا لیٹنا جو چاہے کرے چنانچہ سراجیہ مین ہے مسجد مین درخت لگانا سایہ کی نیت سے درست ہے بشرطیکہ مسجد مین تنگی نہوتی ہو اور صفون مین خلل نہ
پڑتا ہو تعظیم مسجد پندرہ طور پر ہے اول یہہ کہ دخول مسجد کیوقت سلام کرے اگر لوگ بیٹھے ہون اور ذکر وغیرہ مین مشغول نہون اور اگر نماز پڑہتے ہون تو یون کہے
السلام علینا من ربنا وعلی عباد اللہ الصالحین ۲ نماز پڑہے دو رکعت تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے ۳ خرید فروخت نکرے ۴ تلوار نہ نکالے ۵ گمشدہ
چیز وہان تلاش نکرے ۶ سوائے ذکر خدا کے وہان آواز نہ بلند کرے ۷ دنیا کی باتین نکرے ۸ اندر جانے کیواسطے لوگون کی گردن پر نہ پہاندے ۹ مکان
کیواسطے تنازع نکرے کہ مین یہان بیٹھونگا تو وہان بیٹھ ۱۰ کسی پر تنگی نکرے صف مین ۱۱ نمازی کے آگے نچلے ۱۲ مسجد مین نہ تھوکے ۱۳ وہان انگلیان نہ
چٹکاوے ۱۴ نجاسات اور لڑکون اور دیوانون اور اقامت حد وغیرہ سے مسجد کو پاک رکہے ۱۵ اللہ تعالی کی یاد اسمین بہت کرے کذا فی العالمگیریۃ عن
صحیح مین وارد ہے کہ جب مسجد مین جائے تو اول داہنا پانون رکہے اور درود پڑہے اور یہہ دعا کرے اللھم افتح لی ابواب رحمتک اور جب باہر نکلے تو اول بایان
پانون باہر دہرے اور درود پڑہے اور یون دعا کرے اللھم افتح لی ابواب فضلک و تعشیرہ اور قران مجید کی دس دس آیتون پر علامت بنانا جائز ہے
ونقطہ ای اظہار اعرابہ وبہ یحصل الرفق جدا خصوصا للعجم فتحسن اور قران مجید کا نقطہ یعنی اوسکے اعراب کو ظاہر کرنا لکہکر جائز ہے اور اعراب
کی تحریر سے یقینا آسانی حاصل ہوتی ہے خصوصا عجمیون کو یعنی عرب کے سوا اور ملک والونکو تو اعراب دینا مستحب ٹہرا ھم برہان مین ہے کہ اصل زیادہ یہہ ہے
کہ تعشیر اور نقط مصحف مین مکروہ ہے اسواسطے کہ اسمین ترک تجرید ہے اور عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ قران کو مجرد رکہو اور اوسمین اس چیز کو نملاؤ جو اوسمین
داخل نہین اور تجرید دو معنی کی محتمل ہے ایک تجرید فی التلاوۃ یعنی قران کی ساتھ غیر قران کو نہ پڑہنا دوسری تجرید فی الخط یعنی قران کے لکہنے مین نقط اور تعشیر نکرنا
کذا فی الطحطاوی لیکن متاخرین کے نزدیک تسہیل کیواسطے درست ہے وعلی ھذا لاباس بکتابۃ اسامی السور وعد الآی وعلامات الوقف ونحوہا فہی
بدعۃ حسنۃ در وقنیہ اور بنابر اسکی نظر بہ تسہیل کچہہ مضائقہ نہین سورتون کے نام اور آیتون کی شمار اور وقف کی نشانیون کے اور اونکی مانند چنانچہ
لفظ سجدہ علامت آیات سجود کی لکہنے مین تو وہ بدعت حسنہ ہے کذا فی الدرر والقنیۃ وفیہا لاباس بکواغد اخبار ونحوہا فی مصحف وتفسیر وفقہ
وتکرہ فی کتب نحو وادب اور قنیہ مین ہے کہ مضائقہ نہین اخبار وغیرہا کا غذات کا مصحف اور تفسیر اور فقہ کی دفتیون مین لگانا اور نحو اور ادب
یعنی صرف ونحو بلاغت وغیرہا کی دفتیون مین لگانا مکروہ ہے ھم فتاوی عالمگیری مین ہے کہ ابو حامد سے سوال ہوا کاغذ اخبار اور متعلقات کا
جنکو وراق غلاف مین استعمال کرتے ہین یعنی صحاف دفتیون مین لگاتے ہین تو جواب دیا کہ مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ مین درست ہے کتب اد

اور نجوم مین اتے تھے لیکن یہہ بیان نہین کیا کہ اخبار سے احادیث مراد ہین یا تواریخ کذا فی الطحطاوی ویکرہ تصغیر مصحف وکتابتہ بقلم دقیق یعنی
تدقیقًا و لا یجوز لف شیء فی کاغذ فقہ ونحوہ وفی کتب الطب یجوز مصحف کی چھوٹی تختی کرنا اور باریک قلم سے لکھنا مکروہ بکراہت تنزیہی ہے
اور فقہ وغیرہ دینی کتاب کے کاغذ مین کسی چیز کو لپیٹنا جائز نہین اور طب کی کتابون مین لپیٹنا جائز ہے م کتابت قرآن کا جو قصد کرے اوسکو لائق ہے کہ
واضح تر اور خوشخط کتابت کرے عمدہ سفید ورق پر جلی قلم اور روشن سیاہی سے لکھے اور بین السطور کشادہ رکھے اور مصحف کی ضخامت اور حجم زیادہ کرے کذا
فی القنیہ وجاز دخول الذمی مسجدًا مطلقًا وکرہہ مالک مطلقًا وکرہہ محمد والشافعی واحمد فی المسجد الحرام اور جائز ہے داخل ہونا ذمی کا
ہر مسجد مین اگرچہ مسجد الحرام ہو اور مالک نے اسکو مکروہ کہا ہے ہر مسجد مین اور محمد اور شافعی اور احمد نے مسجد الحرام کے جانیکو مکروہ کہا ہے ذمی کے حق مین
م امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ابو داود مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کافرونکو مسجد مین اوتارا اور مسند احمد اور طبرانی مین بھی اس
مضمونکی حدیث وارد ہے کذا فی العینی شافعی کی دلیل یہہ آیت ہے انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا یعنی مشرک ناپاک ہین تو مسجد الحرام
کے قریب نجاوین اس سال کے بعد اور دوسری دلیل یہہ ہے کہ وہ غسل جنابت اسطرح نہین کرتے کہ جنابت دفع ہو اور نجاست کی دلیل سے مالک نے کہا کہ کسی
مسجد مین اونکا جانا روا نہین شارح نے اسکا جواب آگے تو لین دیا قلنا النہی تکوینی لا تکلیفی م ہم جواب کہتے ہین کہ قرآن کی نہی تکوینی ہے نہ نہی تکلیفی م
تکوینی نسبت ہے تکوین کیطرف اور تکوین ماتریدیون کے نزدیک وہ صفت قدیم ہے جسکی طرف افعال کی صفات راجع ہوتی ہین تو آیت شریفہ کے معنی یہہ کہ حق
تعالے مشرکین مین مسجد الحرام کی نزدیکی کو پیدا نکریگا امر تکوینی کی مثال ائتیا طوعًا او کرہًا اور امر تکلیفی کی مثال اقیموا الصلٰوۃ اور تکوینی اور تکلیفی کا فرق یہہ
ہے کہ امتثال متخلف نہین ہوتا امر تکوینی سے عقلًا اور تکلیفی سے متخلف ہوتا ہے کذا فی الحلبی وقد جوزوا عبور عابر سبیل جنبًا اور البتہ شافعیون نے
جائز کہا ہے جنابت مین مسجد کے اندر چلنا راہ چلنے کی مانند م یعنی یہہ جو شافعیون نے جنابت کفار کو عدم دخول مسجد پر دلیل ٹھہرایا ہے سو دلیل ناتمام ہے
اسواسطے کہ اونکے نزدیک مسجد مین بلا توقف گذرنا درست ہے فمعنی لا یقربوا لا یحجوا و لا یعتمروا عراۃ بعد حج عامہم ہذا عام تسع حین امر الصدیق
ونادی علی علی بعیرہ بسورۃ براءۃ وقال الا لا یحج بعد عامنا ہذا مشرک ولا یطوفن عریان رواہ الشیخان فی غیرہا فلیحفظ پھر جب نہی تکوینی ٹھہری
تو آیت شریفہ کا مطلب یہہ ہوا کہ مشرکین حج اور عمرہ برہنہ نکرینگے اس سال کے بعد یعنی ہجری نوین سال کے بعد جبکہ حضرت صدیق اکبر امیر حج ہوئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
نے اپنے اونٹ پر سے سورہ برات بآواز بلند سنادی اور کہا خبردار رہو کہ ہمارے اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نکرے اور کوئی برہنہ طواف نکرے اسکو شیخین
یعنی بخاری اور مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م اتقانی نے کہا کہ آیت ہمارے اصحاب کے نزدیک اسپر محمول ہے کہ مشرک منع کئے
جاوین مسجد الحرام کی تولیت اور کارپردازی سے یا برہنہ طواف پر محمول ہے چنانچہ جاہلیت مین کرتے تھے تو حق تعالی نے تنزیہہ مسجد الحرام کا امر فرمایا نہ یہہ کہ
نفس دخول ممنوع ہے بدلیل حدیث صحیح بخاری کے کہ مذکور ہو چکی تو یہہ حکم یا فقط مومنین کو ہے کہ اونکو روکین یا مومنین اور کفار دونونکو بموجب اس قول
کے کہ کفار فروع شریعت سے مخاطب ہین اور یہہ نہی تکوینی نہین ہے اسواسطے کہ نہی تکوینی کا مدلول نہی سے عقلًا متخلف نہین ہوتا ہے اور یہان ایسا نہین ہے
انتہے طحطاوی نے کہا یعنی یہہ کیونکر معلوم ہو کہ بعد اس نہی کے کسی مشرک نے برہنہ طواف نہین کیا تو بہتر یہہ تہا کہ شارح وہ استدلال کرتا جو اور
اہل مذہب نے کیا ہے انتہی مختصرًا تمت ولا تنسی ما مر فی فصل الجزیۃ اور نہ بہولیو وہ مضمون جو جزیہ کی فصل مین گذر گیا م فصل جزیہ مین یہہ ہے کہ
محمد نے سیر کبیر مین دخول کا ذکر مسجد الحرام مین منع کیا ہے اور سیر کبیر مین عدم منع مذکور کیا ہے اور سیر کبیر پچھلی تصنیف ہے محمد کی تو ظاہر اوسمین وہ مسئلہ وارد
کیا ہے جو آخرکار خوب ثابت ہو گیا ہے وجاز عیادتہ بالاجماع اور جائز ہے بیمار پرسی ذمی کی بالاتفاق م بخاری وغیرہ مین مروی ہے کہ یہودی لڑکا
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تہا جب بیمار ہوا تو حضرت اوسکی عیادت کو تشریف لیگئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا تو حضرت نے
فرمایا شکر ہے خدا کو جسنے اوسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی اور اسواسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قرآن مجید مین حربی کفار کے
احسان سے منع فرمایا برخلاف غیر حربی کے لیکن جامع صغیر مین یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے وفی عیادۃ المجوسی قولان م مجوسی

کی عیادت مین دو قول ہین جواز اور عدم جواز وجاز عیادۃ فاسق علی الاصح لانہ مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور یہ اظہر ہے بیمار پرسی فاسق
کی بہ قول اصح اسواسطے کہ فاسق مسلمان ہو گنہگار اور بیمار پرسی تو مسلمانون کے حقوق مین ہے یہ محیط ہے وجاز خصاء البہائم حتی الھرۃ اور جائز ہو خصی کرنا چارپایے
جانور وغیرہ کا یہانتک کہ بلی کا بھی ہ خصی وہ جسکا خصیہ نکالا جاے ہندی مین اوسکو بدھیا کہتے ہین واما خصاء الآدمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام
ہے ہ خوجون سے خدمت لینا اور اونکو عورتون مین جانے دینا مکروہ ہے امام اعظمؒ نے کہا کہ اگر لوگ اونسے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنیوالے اونکو کیون خصی
کرتے بعضون نے کہا کہ خوجے مخصوص بچند امور ہین اول یہہ کہ مسلم کے صلب سے پیدا نہین ہوتے اور نہ اونسے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگونکی تادیب مین مرد دست
اور خود بے ادب اور عورتونکی مجلس مین آرزو کرتے ہین کہ کاش ہم بھی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے مین نہایت حریص ہوتے ہین اور شدت سے بخیل ہوتے ہین
باوجودیکہ اولاد نہین رکھتے کذا فی الینابیع قیل والفرس بعضون نے کہا اور گھوڑے کا اختہ کرنا حرام ہے ہ شیخ الاسلام نے کہا حرام ہے اور
شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک اختہ کرنے مین کچھہ مضائقہ نہین وقیدوہ بالمنفعۃ والا فحرام اور خصی کرنے مین فقہا نے منفعت
کی قید لگائی اور اگر منفعت نہو تو حرام ہے ہ یعنی اگر گھوڑے کے سوا اور جانورون کے خصی کرنے مین فائدہ حاصل ہوتا ہو تو درست ہو اور اگر منفعت یا
دفع مضرت نہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری مین ہے ذخیرہ ہو وانزاء الحمیر علی الخیل کعکسہ قہستانی اور گدہا چڑہانا گھوڑی پر اور گھوڑا چڑہانا
گدہی پر جائز ہے یعنی بچہ لینے کیواسطے کذا فی القہستانی والحقنۃ للتداوی ولو للرجل بطاہر لا بنجس اور حقنہ اور عمل جلاب بیماری کے علاج کیواسطے
پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہو اگرچہ حقنہ مرد کیواسطے ہو ہ دفع مرض کیواسطے حقنہ درست ہو نہ تسمین (فربہی) بدن کیواسطے سنن ابو داؤد مین ابو درداؓ سے روایت
ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی نے بیماری اور دوا اوتاری ہو اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا
نکیجیو کذا فی العینی وکذا کل تداو لا یجوز الا بطاہر لا بنجس اور اسیطرح ہر علاج کرنا جائز نہین مگر پاک چیز سے نہ نجس سے وجوزہ فی النہایۃ بمحرم
اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفاء ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہایہ مین حرام چیز سے علاج کرنیکو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب نے اوسکو خبر دی ہو
کہ اوسی حرام چیز مین شفا ہو اور کوئی مباح چیز اوسکے قائم مقام نہین پائی ہ ذخیرہ مین ہے ایک بیمار سے طبیب نے شراب پینے کو کہا علماء بلخ کی ایک جماعت نے
کہا نظر کرنا چاہیے اگر یقینا جانتا ہو کہ چنگا ہو جائیگا تو حلال ہو اور فقیہ عبد الملک نے اپنی استاد سے نقل کیا کہ حلال نہین تمرتاشی مین ہو خون اور پیشاب
پینا اور مردار کہانا بیمار کو علاج کیواسطے جائز ہے جبکہ طبیب مسلم نے اوس سے کہا ہو کہ تیری اسمین شفا ہو اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہین اور اگر طبیب
نے کہا کہ اسمین جلد شفا ہو گی تو اوسمین اختلاف ہو کذا فی العالمگیریۃ قلت وفی البزازیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم
فیما حرم علیکم نفی الحرمۃ عند العلم بالشفاء دل علیہ جواز اساغۃ اللقمۃ بالخمر وجواز شربہ لازالۃ العطش انتہی وقد قدمنا مین کہتا ہون ابن
بزازیہ مین ہو کہ اس حدیث کا یعنی مقرر اللہ تعالی نے تمہاری شفا مقرر نہین کی اوس چیز مین جسکو تم پر حرام کی مطلب نفی حرمت ہو شفا معلوم ہونیکے وقت یعنی جب
یقینا بلا تردد معلوم ہو جاے کہ اسی حرام چیز مین شفا ہو تو اب اوسکی حرمت باقی نرہی دلالت کرتا ہو اس مطلب پر لقمہ اوتارنیکا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز
دفع تشنگی کیواسطے انتہی اور اسکو ہم مقدم ذکر کرچکے ہین یعنی اگر لقمہ حلق مین اٹک گیا کسیطرح نہین اوترتا اور پانی نہین ملتا تو اوسوقت شراب پینا بقدر
لقمہ اوتارنے کے درست ہو اور اسیطرح عطش شدید مین شراب پی لینا بقدر دفع عطش مہلک کے درست ہو اور حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہو گیا کہ اسوقت
اوسکی حرمت باقی نرہی والا جواز کی کون صورت ہے تمت ہ دوا کرنا درست ہو اگرچہ یہہ اعتقاد ہو کہ شافی اللہ تعالی ہے اور دوا کو اوسنے سبب ٹھہرایا ہے
اور اگر یہہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہین معلوم کرنا چاہیے کہ ازالہ ضرر کے اسباب تین قسم ہین ایک تو سبب قطعی اور یقینی ہو جیسا پانی ضرر عطش
کا مزیل ہو اور روٹی ضرر گرسنگی کی مزیل ہو دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچہنے لگانا اور مسہل پینا اسیطرح سائر ابواب طب یعنی برودت کا معالجہ حرارت سے
اور حرارت کا برودت سے اور یہی اسباب طب مین ظاہر ہین تیسرا سبب موہوم جیسے داغنا اور افسون تو قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہین بلکہ اگر موت کا خوف
ہو تو اوسکا ترک کرنا حرام ہے اور سبب موہوم کا ترک کرنا توکل کی شرط ہے اسواسطے کہ حدیث مین متوکلین کا وصف یون ہی فرمایا ہو کہ وہ داغتے نہین اور افسون

نہین کرتے اور درجہ متوسط یعنی سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اوسکا کرنا توکل کے مخالف نہین بخلاف سبب موہوم اور اوسکا ترک بہی ممنوع
اور محظور نہین برخلاف ترک سبب قطعی بلکہ گناہ ہے ترک علاج افضل ہوتا ہے اوسکو فعل سے بعض احوال مین بعض اشخاص کیواسطے چنانچہ عمادیہ مین ہے ظہیریہ
مین ہے ایک شخص کا پیٹ جاری ہوگیا یا آنکہین جوش مین آئین سو اوسنے دوا اوسکی یہانتک کہ ناتوان ہوکر مرگیا تو اوسپر گناہ نہین اور اگر بہوکہا رہا اور اوسنے
نہ کہایا باوجود قدرت کے یہانتک کہ مرگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونو صورتون مین فرق یہہ ہے کہ کہانا بقدر قوت کے آسودہ کردیتا ہے یقینا تو اوسکا ترک
کرنا اپنی جان کو ہلاک کرنا ہے اور معالجہ اور دوا کرنا ایسا نہین یعنی حصول شفا کا سبب قطعی نہین ہے حجامت یعنی خون کا نکالنا پچہنون سے ہر شخص کو مستحب ہے اور
حجامت بعد نصف ماہ بروز سہ شنبہ بہتر اور نافع ہے اور سترہوین تاریخ سے پہلے مکروہ ہے ذخیرہ مین ہے کہ آدمی اور سور کے سوا اور حیوانات کی ہڈیون سے
علاج کرنا درست ہے لیکن اگر مردار جانور ہو تو اوسکی خشک ہڈی سے علاج درست ہے نہ تر سے قنیہ مین ہے کہ عورت کے دودہ کا ناس لینا مرد کو اور علاج کے
واسطے پینا درست ہے لیکن جواہر اخلاطی ہین کہ اجزاء آدمی سے نفع حاصل کرنا جائز نہین خلاصہ مین ہے کہ تریاق کا کہانا مکروہ ہے جبکہ اوسمین سانپ کا گوشت
پڑا ہو لیکن بیع اوسکی درست ہے اور اگر یقینا معلوم ہو کہ اوسمین سانپ نہین پڑا ہے تو اوسکا پینا درست ہے محیط مین ہے کہ لڑکو نکا داغنا مرض سے اور اسی
طرح حیوانات کا داغنا نشانی کیواسطے درست ہے خزانۃ الفتاوی مین ہے کہ قران کے افسون کرنے مین اختلاف ہے یعنی مریض پر قران پڑہنا یا کاغذ مین
لکہنا اور مریض پر لٹکانا یا برتن مین لکہکے دہونا اور بیمار کو پلانا عطا اور مجاہد کے نزدیک مباح ہے اور نخعی کے نزدیک مکروہ ہے خزانۃ المفتین مین ہے کہ
کہ نوروز کے ایام مین کاغذ پر دعا وغیرہ لکہنا اور دروازہ پر چپکانا حرام ہے اسواسطے کہ اوسمین اللہ تعالی کے نام پاک کی اہانت ہے اور نجومیون سے مشابہت
ہے اکمل من العالمگیریۃ وجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا جمع بحق والا لم یحل اور جائز ہے قاضی کا رزق بیت المال سے یعنے
خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال واجبی جمع ہوا ہو نہ غیر واجبی ظلم سے جمع ہوا ہو تو قاضی کو اوسمین سے لینا حلال نہین یعنی اسواسطے کہ وہ غیر کا
مال ہے اوسکی مالک کو پہیر دینا چاہیئے کذا فی الزیلعی وعبّر بالرزق لیفید تقدیرہ بقدر ما یکفیہ واہلہ فی کل زمان ولو غنیا والاصح اور مصنف نے وظیفہ قاضی کو تعبیر
بہ رزق کیا تا معلوم ہو کہ مقدار اوسکی بقدر کفایت قاضی کے اور اوسکی عیال کے چاہیئے ہر زمانہ کے موافق اگرچہ قاضی مالدار ہو تو بہی روزی اوسکی بیت المال
سے متعلق ہے قول اصح مین ہے اسواسطے کہ اوسنے اپنی ذات کو روک رکہا مصلحت مسلمین کیواسطے اور حبس منجملہ اسباب نفقہ ہے وہذا لو بلا شرط ولو بہ
کان لاجرۃ فحرام لان القضاء طاعۃ فلم یجز کسائر الطاعات قلت وہل یجری فیہ کلام المتاخرین حرّرہ اور یہہ یعنی بیت المال سے قاضی کی روزی
کی حلت اوسوقت ہے جبکہ روزینہ بدون شرط کے مقرر ہوا ہو اور اگر شرط سے ہوا جرت کی مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہے اسواسطے کہ فیصل کرنا
مقدما تکا طاعت اور عبادت ہے تو اوسکا اجارہ جائز نہوگا جیسے اور باقی طاعات کا جائز نہین مین کہتا ہون اور کیا قضا مین متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہین
اسکی تحریر کرنا چاہیئے ہم متاخرین کا کلام یہہ ہے کہ طاعت پر استیجار درست ہے طحطاوی نے کہا تحریر اسکی یہہ ہے کہ جسکے نزدیک قرات قران اور فقہ مخصوص
بجواز اجارہ ہے تو قضا وغیرہ طاعات مین اجارہ جائز نہوگا اور جو عموم طاعات کے اجارہ کو جائز رکہتا ہے تو اوسکے نزدیک درست ہوگا وجاز سفر
الامۃ وام الولد والمکاتبۃ والمعتقۃ بلا محرم ہذا فی زمانہم اما فی زماننا فلا لغلبۃ اہل الفساد یفتی ابن کمال اور لونڈی اور ام ولد اور مکاتبہ
اور جو لونڈی کہ نصف یا ثلث آزاد ہے تو اوسکا سفر کرنا بدون محرم کے درست ہے یہہ حکم تہا زمانہ قدما کا ہمارے زمانہ مین تو سفر بغیر محرم کے ساتہہ لونڈی کو
کا جائز نہین اہل فساد کے غلبہ کے سبب سے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا ذکرہ ابن کمال وجاز شراء ما لا بد للصغیر منہ وبیعہ ای بیع ما لا بد للصغیر
منہ لاخ وعم وام وملتقط ہو فی حجرہم ای فی کنفہم والا لا اور صغیر کیواسطے خرید کرنا اوس چیز کا جو اوسکے واسطے ضروری ہے چنانچہ نفقہ اور کسوت اور
دایہ نوکر رکہنا اور بیچنا اوسکا جو صغیر کیواسطے ضروری ہے جائز ہے اوسکے بہائی اور چچا اور مان کو اور اوسکو جسنے لاوارث لڑکا پڑا پایا بشرطیکہ صغیر اشخاص
مذکورین کی حفظ اور پرورش مین ہو اور اگر اونکی پرورش مین نہو تو خرید و فروخت صغیر کے مال کی درست نہین وجاز اجارتہ لامہ فقط لو فی
حجرہا وکذا الملتقط علی الاصح کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع ولو ادّی فیہ وبان متناقضۃ فتنبہ اور فقط اوسکی مان کو صغیر کا اجارہ دینا

دینا جائز ہے اگر اوسکی پرورش مین ہو اور اسیطرح لا وارث لڑکا پالنے والیکو صغیر کا اجارہ درست ہے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اس
قول کو شرح مجمع کیطرف نسبت کیا ہی اور مینے اوسمین نہین دیکھا اور آگے متن مین وہ مضمون آویگا جو اسکے مخالف ہی تو آگاہ رہیو ھم طحطاوی نے کہا
کہ مؤید قول مصنف زیلعی مین ہی قدوری کی روایت سے یعنی صغیر کا اجارہ ملتقط کو جائز ہے اسواسطے کہ اسمین ضرور ہے اور صغیر کیواسطے محض نفع ہو وکذا
لقیطہ عند الثانی خلافاً للثالث اور اسیطرح صغیر کے چچا کو اوسکا اجارہ دینا درست ہی ابو یوسف کی نزدیک محمد کے نزدیک ھم یہ شارح
کی غلط فہمی ہے اسواسطے کہ اوسنے نقل کلام کافی کا شرنبلالیہ سے قصد کیا ہی حالانکہ شرنبلالیہ مین یون ہے کہ اگر صغیر چچا کی پرورش مین ہو اور
اوسکی ماں اوسکو اجارہ دے تو ابو یوسف کی نزدیک صحیح ہے اور محمد کے نزدیک جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو آجر الصغیر نفسہ لم یجز الا اذا فرغ
العمل لتمحضہ نفعاً فیجب المسمّی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہین مگر جبکہ اجارہ کے کام سے فراغت ہوگئی ہو تو جائز ہی کیونکہ
اب اجارہ نفع محض ہوگیا تو اجرت ہے واجب ہوگا یعنی علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نرہا اجرت حاصل ہونیسے سراسر
نفع ہوگیا وصح اجارۃ اب وجد وقاض ولو بدون اجر المثل والصحیح کما یعلم من الاشباہ وفیہ اور صحیح ہو اجارہ دینا صغیر کا باپ اور دادا اور
قاضی کو اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول مین چنانچہ درستی یہہ معلوم ہوتا ہی تو اسکو دیکھ لے وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم انہ یتخذہ
خمراً لان المعصیۃ لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ اور جائز ہے شیرہ انگور کا بیچنا اوس شخص سے جسکو بائع جانتا ہی کہ اوسکی شراب
بناویگا درست ہی اسواسطے کہ گناہ قائم نہین ہوتا شیرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہے شیرہ کے متغیر ہونیکے بعد یعنی شیرہ مین نشہ نہین جو اوسکی
بیع ناجائز ہو بلکہ جب اوسکی حقیقت بدلکر شراب بنیگی تب گناہ ثابت ہوگا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ شیرہ انگور کی بیع شراب بنانیوالیکے ہاتھہ مکروہ ہے گناہ
کی اعانت کے سبب سے ھم شیرہ انگور کی بیع درست ہی جیسی جاریہ مغنیہ اور ٹکر مارنیوالے مینڈھے اور اوڑنیوالے کبوتر اور لڑنیوالے مرغ کی بیع درست
ہے اسواسطے کہ ان اشیا کی ذات خلاف شرع نہین بلکہ انکا استعمال خلاف شرع ہے یعنی گوانا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اوڑانا اور مرغ لڑانا خلاف
شرع ہی برہان مین ہے کہ شیرہ انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہین بدلیل قولہ تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان یعنی حق تعالی نے فرمایا
کہ باہم مددگاری نکرو گناہ اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہہ آیت ہی واحل اللہ البیع یعنی حق تعالی نے بیع کو حلال کیا ہی کذا فی الطحطاوی ونقل
المصنف عن السراج والمشکلات ان قولہ ممن ای من کافر اما بیعہ من المسلم فیکرہ ومثلہ فی الجوہرۃ والباقانی وغیرہما زاد القہستانی معزیا للخانیۃ
انہ یکرہ بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج اور مشکلات سے نقل کیا کہ شیرہ انگور کی بیع کافر شراب ساز سے مکروہ نہین اور مسلمان شراب ساز سے تو اوسکی
بیع مکروہ ہے اور اسیکی مانند جوہرہ اور باقانی وغیرہما مین ہے اور قہستانی نے خانیہ سے اتنا زیادہ نقل کیا ہے کہ اوسکی بیع بالاتفاق مکروہ ہے بخلاف بیع
امرد ممن یلوط وبیع سلاح من اہل الفتنۃ لان المعصیۃ تقوم بعینہ برخلاف بیع امرد کے اوس شخص سے جو اغلام کرتا ہی اور ہتھیار کا بیچنا اہل
فتنہ سے کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ یہان گناہ بعینہ اوسی چیز سے قائم ہوتا ہی بلا تغیر ثم الکراہۃ فی مسئلۃ الامرد مصرح بہا فی بیوع الخانیۃ
وغیرہا واعتمدہ المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وان اقرہ المصنف فی باب البغاۃ قلت وقدمنا ثمۃ معزیا للنہر ان ما قامت المعصیۃ بعینہ
یکرہ بیعہ تحریماً والا فتنزیہاً فلیحفظ توفیقاً پہر دریافت کرنا چاہئے کہ مسئلہ امرد کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع مین مذکور ہی اور مصنف نے اوسی پر
اعتماد کیا ہی یہان برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکہا ہو اپنی شرح مین باب البغاۃ کے اندر مین کہتا ہون اور ہم ان
باب البغاۃ مین ذکر کرچکے ہین نہر الفائق سے کہ جس چیز مین بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہی تو اوسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور اگر بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہو تو اوسکی
بیع مکروہ تنزیہی ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہئے تاتناقض دفع ہونیکے واسطے ھم یعنی تو اس تقریر سے خانیہ اور زیلعی کا تناقض دفع ہوگیا یعنی نفی کراہت زیلعی
تحریمی پر محمول ہے اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہے واللہ اعلم وجاز تعمیر کنیسۃ اور تعمیر کنیسہ جائز ہی ھم کنیسہ عبادت خانہ یہود یا نصاری
اوسکو کہتے ہین تعمیر سے مرمت مراد ہی نہ اعادہ بعد الہدم منح الغفار مین ہی کہ اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت مین مزدوری کرے تو لا باس بہ اسواسطے کہ

دوبارہ بنانا ڈہجانیکے بعد ۱۲

یعنی عمل میں معصیت نہیں ہے اور اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی المحیط وحمل خمر ذمی بنفسہ او دابتہ باجر اور کافر ذمی کی شراب لاد یا
اپنی پیٹھ پر یا اپنے جانور پر مزدوری لیکر جائز ہے امام کے نزدیک رح اور صاحبین کے نزدیک یہہ مکروہ ہے ہوا لیکہ شراب میں دس شخص پر لعنت ہے منجملہ انکے
حامل بھی ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اسواسطے کہ حمل گاہی شراب گرا دینے یا سرکہ بنانیکے واسطے بھی ہوتا ہے اور ملعون وہ حامل ہے جو
معصیت کا قصد کرے فخر الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول صاحبین استحسان کذا فی الحموی لا تعصرها لقيام المعصية بعينها اور شراب بنانے کی
مزدوری جائز نہیں اسواسطے کہ معصیت بعینہ قائم ہے وجاز اجارة بيت بسواد الكوفة اى قراها لا بغيرها على الاصح واما الامصار وقرى غير
الكوفة فلا يمكنون لظهور شعار الاسلام فيها وخص سواد الكوفة لان غالب اهلها اهل الذمة ليتخذ بيت نار او كنيسة او بيعة او يباع فيه الخمر وقالا
لا ينبغي ذلك لانه اعانة على المعصية وبه قالت الثلثة زيلعى اور قریات کوفہ میں گھر کرایہ پر دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کیواسطے یا اسمیں شراب
بیچنے کیواسطے جائز ہے نہ سوا ہے قریات مذکورہ کے بنابر قول اصح کے اور شہروں اور غیر کوفہ کی دیہات میں تو امور مذکورہ کی قدرت نہ ہوگی کیونکہ شعائر اسلام
کی ظاہر ہو جانیکے سبب سے اور قریات کوفہ میں یہہ بات اسواسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہانکے رہنے والے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ کرایہ دینا امور مذکورہ کیواسطے
لائق نہیں اسواسطے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور یہی قول ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کا کذا فی الزیلعی امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہی منفعت مکانپر
ولہذا اجرت بمجرد تسلیم کے واجب ہوتی ہے اور اسمیں معصیت نہیں معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور وہ اسمیں مختار ہے پھر جب فعل مختار درمیان میں واقع
ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہوگئی واللہ اعلم وجاز بيع بناء بيوت مكة وارضها بلا كراهة وبه قال الشافعي وبه يفتى عيني وقد مر في الشفعة
اور مکہ معظمہ کے گھروں کی عمارت اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے اور یہی قول ہے شافعی کا اور اسیکا فتوی دیا ہے عینی نے اور یہہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعہ میں رح
وہانکی عمارت کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور امام کی ایک روایت میں درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت
امام سے یہہ ہے کہ اراضی مکہ کی بیع جائز نہیں وفي البرهان في باب العشر ولا يكره بيع ارضها كبنائها وبه يعمل اور برہان کے باب العشر میں ہے
کہ زمین مکہ کی بیع وہانکی عمارت کی مانند مکروہ نہیں اور اسی پر عمل ہے وفي مختارات النوازل لصاحب الهداية لا بأس ببيع بنائها واجارتها لكن في
الزيلعي وغيره يكره اجارتها اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے میں اور اسکے کرایہ میں کچھہ مضائقہ نہیں لیکن زیلعی
وغیرہ نے کہا کہ اسکا کرایہ مکروہ ہے وفي اخر الفصل الخامس من التتارخانية واجارة الوهبانية قال ابو حنيفة اكره اجارة بيوت مكة في ايام الموسم
وكان يفتي لهم ان ينزلوا عليهم في دورهم لقوله تعالى سواء العاكف فيه والباد ورخص فيها في غير ايام الموسم انتهى فليحفظ قلت وبهذا يظهر الفرق
والتوفيق وهكذا كان ينادي عمر بن الخطاب رضي الله عنه ايام الموسم ويقول يا اهل مكة لا تتخذوا لبيوتكم ابوابا لينزل البادي حيث شاء ثم يتلو الاية فليحفظ
اور تاتارخانیہ کی فصل خامس کے اخیر اور وہبانیہ کی کتاب الاجارہ میں دونوں کتابوں میں ہے کہا کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہوں میں مکہ معظمہ کے گھروں کا کرایہ موسم
حج کے دنوں میں اور عام اہل مکہ کو فتوی دیتے تھے کہ حاجیوں کو اتاریں اپنے گھروں میں بدون کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ مکہ میں رہنے والا اور مسافر برابر ہے
اور غیر موسم حج کے سوا دنوں میں وہاں کے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتہی مافی التتارخانیہ والوہبانیہ تو اسکو یاد رکھنا چاہئیے میں کہتا ہوں اور اس
تقریر سے فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہوگیا اور اسیطرح فتوی امام کے موافق امیر المومنین عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ ایام موسم حج میں بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ اپنے گھروں کے دروازے نہ بناؤ یعنی بند نہ کرو تا مسافر وہاں اترے جہاں اسکا جی چاہے پھر
آیت مذکورہ پڑھتے تھے تو اسکو یاد رکھنا چاہئیے وجاز قيد العبد تحرزا عن التمرد والاباق وهو سنة المسلمين في الفساق اور جائز ہے قید کرنا
غلام کا بیڑی ڈالکر تمرد اور بھاگ جانیکے سبب سے اور وہ مسلمانوں کا طریق ہے بدکاروں کے حق میں یعنی اس قصد سے قید کرنا درست ہے اور اگر اسکا خوف نہو تو
جاندار محترم کو تکلیف دینا ناحق مکروہ ہے اور یہی حکم ہے لونڈی کا کذا فی الطحطاوی وقبول هدية تاجر واجابة دعوته واستعارة دابته استحسانا
اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جبکہ وہ باذن مولے سوداگری کرتا ہو اور اسکی دعوت قبول کرنا اور اسکا جانور عاریت لینا درست ہے اور یہی استحسان ہے

ھم قیاس یہہ ہے کہ اوسکا ہدیہ وغیرہ قبول نہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہین ہی لیکن بطریق استحسان کے درست ہے تا اہل معاملہ اوسکی طرف رجوع کرین اور
سوداگری اوسکی رواج پکڑے اور حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم نے سلمان فارسی کا تحفہ قبول کیا اوسکے آزاد ہونے سی پہلے اور
بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ اوسکے حق مین صدقہ ہوا ور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوتہ ای قبول ھدیۃ العبد ثوبا واھداؤہ
النقدین لعدم الضرورۃ اور مکروہ ہے اوسکی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپے اشرفی کا ہدیہ دینا اوسکا مکروہ ہے عدم ضرورت کی سبب سے
یعنے یہہ امور منجملہ سوداگری کے نہین واستخدام الخصی ظاہرہ الاطلاق وقیل بل دخولہ علی الحرم لو ابن خمسۃ عشر اور خصی یعنی خوجہ سے خدمت
لینا مکروہ ہے ظاہر اسکلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہی خواہ باہر خواہ گھر مین اور قول ضعیف یہہ ہی کہ خوجہ سے باہر خدمت لینا مکروہ نہین بلکہ اوسکا جانا گھر کے اندر
عورتون مین مکروہ ہی اگر اوسکی عمر پندرہ سال یا زیادہ کی ہو وکرہ اقراض ای اعطاء بقال کخباز وغیرہ دراھم او بر لخوف ھلکہ لو بقی بیدہ یشترط
لیاخذ متفرقا منہ بذلک ماشاء ولو لم یشترط حال العقد لکن یعلم انہ یدفع لذلک شرنبلالیہ لانہ قرض جر نفعا وھو بقاء مالہ اور مکروہ ہے اقراض یعنے
روپیے یا گیہون بقال یعنی نانبائی وغیرہ کو دینا تلف ہوجانے کے خوف سی اگر اوسکی پاس رہے یہہ شرط کرلینا کہ بقال سے بعوض اوسکی لیا کریگا متفرق جو چاہیگا
اور اگر یہہ شرط حال عقد یعنے دینے کیوقت کی لیکن بقال جانتا ہی کہ وہ اسی واسطے دیتا ہی تو بھی مکروہ ہے کذا فی الشرنبلالیہ دلیل کراہت کی یہہ ہے کہ اسطرح دینا وہ قرض
ہے جس سے مالک نے نفع حاصل کیا یعنی مالک کا مال باقی رہنا ھم اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھدیتا ہی اس خیال سے کہ میرے
پاس باقی نہ رہیگا خرچ ہوجائیگا تو بقدر ضرورت اندک اندک اوس سی لیا کرتا ہی تو یہہ مکروہ ہے اسواسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ
دینے کیوقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نکرے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی مین حدیث مرفوع ہے کہ جب قرض دے
تو مستقرض کا ہدیہ قبول نکرے اور اوسکی سواری پر سوار نہو مگر اوسوقت جبکہ ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونون قرض سے پہلے بھی جاری ہوا اور بیہقی کی
دوسری روایت یہہ ہی کل قرض جر منفعۃ فھو وجہ من وجوہ الربوا یعنی جو قرض نفع کھینچے تو وہ بھی ایک وجہ ہی ربا کی وجہون سے کذا فی العینی شرح الھدایۃ
فلو اودعہ لا یکرہ لانہ لو ھلک لا یضمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکھدیا اور اوس سے متفرق لیا کرے تو مکروہ نہین اسلئے
کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہوجاوے بقال کے پاس تو اوسپر تاوان نہین ھم جب ودیعت مین ضمان نہوا تو قرض ثابت نہوا لھذا جر منفعت مکروہ نہوا وکذا لو
شرط ذلک قبل الاقراض ثم اقرضہ یکرہ اتفاقا قہستانی وشرنبلالیہ اور اسیطرح اگر یہہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کرلیا پہر قرض دیا
تو بالاتفاق مکروہ نہین کذا فی القہستانی والشرنبلالیہ ھم تجنیس اور مزید مین اسکی تین صورتین مذکور ہین ایک یہہ کہ لیا بطریق تبرع یا خرید کے قرض بغیر شرط
کرلے دوسرے یہہ کہ شرط نکرے لیکن معلوم ہو کہ اسلئے دیتا ہے یہہ دونون صورتین مکروہ ہین تیسری یہہ ہے کہ قرض دینے سے پہلے شرط کرلے پہر
اوسکے قرض دے تو یہہ جائز ہے کیونکہ اسمین نفس عقد مین منفعت شرط نہین کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ وکرہ تحریما اللعب بالنرد اور نرد کہیلنا
مکروہ تحریمی ہے ھم یہہ کہیل اردشیر بن بابک نے نکالا ہے لہذا اوسکو نردشیر کہتے ہین کذا فی القاموس قہستانی نے کہا کہ یہہ کہیل شاپور بن اردشیر
کی موضوعات سے ہے اور وہ دوسرا بادشاہ ہی ملوک ساسانیہ سی اور یہہ حرام ہی اور مسقط عدالت ہی بالاجماع اور حرمت نردشیر کی حدیث مرفوع مین ثابت
ہے چنانچہ جامع صغیر مین ہے اور عینی نے اسمین صحیح مسلم سے روایت کی ہے وکذا الشطرنج بکسر اولہ ویھمل ولا یفتح الا نادرا اور اسیطرح شطرنج
مکروہ ہے شطرنج بکسر شین معجمہ ہے اور سین مہملہ بھی جائز ہے اور اوسکو فتحہ نہین دیا جاتا مگر بقلت ھم ہرچند شطرنج کی حرمت چند احادیث ضعیفہ مین مذکور
ہے لیکن عمدہ دلیل اوسکی تحریم پر یہہ ہے کہ وہ لہو لعب ہی اور ان ملاعب ثلثہ سی جنکا استثنا حدیث صحیح مین ثابت ہی خارج ہے کذا فی العینی شرح
وقایہ مین ہی کہ شطرنج کہیلنے مین فوت نماز کا خطرہ ہے اور عمر ضائع کرنا ہی اور نظر باطل کا ایسا استیلا ہی کہ کہیلنے والیکو بھوک پیاس کی خبر نہین رہتی
اور چیز کا کیا ذکر ہے واباحہ الشافعی وابو یوسف فی روایۃ ونظمہا شارح الوھبانیۃ فقال ولا باس بالشطرنج وھی روایۃ عن الحبر قاضی
الشرق والغرب تؤثر اور شطرنج کو مباح کہا ہی شافعی اور ابو یوسف نے ایک روایت مین اور اوسکو نظم کیا ہی شارح وہبانیہ نے یون کہا کہ کچھ مضائقہ

نہیں شطرنج میں اور یہہ ایک روایت ہے منقول علامہ شرق وغرب کے قاضی سے یعنے ابو یوسف سے وھذا اذا لم یُقامر و لم یُداوم ولم یُخل بواجب والا فحرام
بالاجماع اور یہہ اباحت شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اوسوقت ہے جبکہ قمار بازی نکرے اور ہمیشہ نہ کھیلے اور اداے واجب میں مثلاً جمعہ اور جماعت
پنجگانہ میں خلل نڈالے اور نہیں تو سبکے نزدیک حرام ہے وکرہ کل لہو لقوله صلی اللہ علیه وسلم کل لھو المسلم حرام الا ثلٰثة ملاعبته اھله وتادیبه
لفرسه ومناضلته بقوسه اور ہر کھیل مکروہ ہے بدلیل قول رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل حرام نہیں اپنی زوجہ سے
ملاعبت کرنا اور اپنے گہوڑے کو تعلیم اور تادیب کرنا اور اپنی کمان سے تیراندازی کرنا سبقت کیواسطے ھم لہو اور لعب اور عبث بمعنی واحد ہین کذا فی شرح
التاویلات اور حرمت ملاہی قران مجید میں بھی مصرح ہے افحسبتم انما خلقناکم عبثا یعنی کیا یہہ تمنے گمان کیا ہے کہ ہمنے تمکو عبث پیدا کیا ہے اور نسائی کی حدیث
مرفوع میں تعلیم سباحت یعنی پانی میں پیرنا بھی حرمت ملاہی سے مستثنی ہے وکرہ جعل الغل طوق له رایة فی عنق العبد المعلم باباقه دون زماننا لا باس
لغلبة الاباق خصوصا فی السودان وھو المختار کما فی شرح المجمع للعینی اور کیل والا طوق غلام کے گلے میں ڈالنا جس سے اوسکا بہاگنا ثابت ہو مکروہ ہے
اور ہمارے زمانہ میں طوق ڈالنا مکروہ نہیں بسبب کثرت بہاگنے کے خصوصاً حبشی غلاموں میں اور یہی قول مختار ہے چنانچہ عینی کی شرح مجمع میں ہے ھم رایت
وہ علامت ہے جو غلام کے گلے میں ڈالتے تا معلوم ہو کہ یہہ گریختہ ہے اور وہ طوق ہے جسمیں مسمار عظیم ہے جو تحریک سر سے مانع ہے کذا فی الطحطاوی
وکرہ قوله فی دعائه بمعقد العز من عرشك لو بتقدیم العین اور اپنی دعا میں یون کہنا مکروہ ہے کہ بمعقد العز من عرشک اگرچہ عین کی تقدیم ہو قاف پر
ھم یہان دو صورتین ہین مقعد یعنی تقدیم قاف کی عین پر اور معقد یعنی تقدیم عین کی قاف پر سو دونون طرح مکروہ ہے اسواسطے کہ مقعد مشتق ہے قعود سے
تو تمکن عرش پر ثابت ہوا اور حالانکہ یہہ قول مجسمہ کا باطل ہے اور معقد بتقدیم عین بھی جائز نہیں اسلئے کہ عرش کو موضع عقد عزت کہنا موہم حدوث ہے
اسواسطے کہ عرش قدیم نہیں محدث ہے تو عزت متعلق بعرش بھی حادث ٹھہرے گی حالانکہ عزت رب العالمین قدیم ہے کذا فی العینی ملخصاً وعن ابی یوسف
لا باس به وبه اخذ ابو اللیث للاثر اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دعا میں بمعقد العز من عرشک کہنا مکروہ نہیں اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث
نے پسند کیا ہے بدلیل اثر کے ھم اثر مذکور بیہقی کی کتاب الدعوات میں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت
نماز دن کو یا رات کو پڑہ ہر دو رکعت میں تشہد پڑھ اور آخر نماز میں ثنا خدا عزوجل کر اور درود پڑہ اور سجدہ میں سات بار سورہ فاتحہ پڑہ اور آیت
الکرسی سات بار پڑھ اور لا اله الا اللہ وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر دس بار کہہ پھر یہہ دعا کر اللھم انی اسئلك بمعاقد العز من عرشك
ومنتهی الرحمة من کتابك واسمك الاعظم وکلماتك التامة پہر اپنی حاجت مانگ پہر اپنا سر اوٹھا پہر داہنے بائین سلام کر اور احمقون کو یہہ نہ سکہا اسواسطے
کہ وہ دعا کرینگے تو قبول ہوگی انتہی ابن جوزی نے کہا کہ یہہ حدیث موضوع ہے اور ابن معین اور ابن حبان نے اسکی تکذیب کی کذا فی العینی شرح الہدایہ
طحطاوی نے شرح حموی سے نقل کیا کہ اگر لفظ عز کو عرش کی صفت قرار دیجئے نہ صاحب عرش کی تو یہہ دعا جائز ہوگی اسواسطے کہ توصیف عرش کی لفظ کرم
اور مجد سے ثابت ہے اور فقیہ ابو اللیث نے جو اسکو اختیار کیا ہے تو اوسکی یہی وجہ ہے واللہ اعلم بالصواب والاحوط الامتناع لکونه خبر واحد
فیما یخالف القطعی اذ المتشابه انما یثبت بالقطعی ھدایہ اور زیادہ تر احتیاط اس دعا کی امتناع میں ہے اسواسطے کہ خبر واحد ہے اوس امر میں جو دلیل
قطعی کے مخالف ہے اسواسطے کہ متشابہ تو قطعی سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الہدایہ ھم یعنی تنزیہ رب العالمین تشابہ حدوث اور جسمانیت سے بدلیل قطعی ثابت
ہے اور یہہ خبر موہم حدوث ہے تو اسکی ترک میں احتیاط ہے بلکہ جب اسکا موضوع ہونا ثابت ہوا تو ترک واجب ہے وفی التاتارخانیة معزیا للمنتقی عن
ابی یوسف عن ابی حنیفة لا ینبغی لاحد ان یدعو اللہ الا به والدعاء الماذون فیه المامور به ما استفید من قوله تعالی ولله الاسماء الحسنی
فادعوه بها قال وکذا لا یصلی احد علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیه وسلم اور تاتارخانیہ میں منسوب بمنتقی ابو یوسف سے عن ابی حنیفہ منقول ہے کہ کسیکو دعا اللہ سے
لائق نہیں مگر بذریعہ ذات اور صفات اور اسماء الہی کے اور دعاء ماذون فیہ اور مامور بہ وہ ہے جو حق تعالی کے اس قول سے مستفاد ہے کہ حق تعالی کے
اسماء حسنی ہیں سو اونہیں اسماء سے دعا کیا کرو کہا اور اسیطرح صلوۃ اور درود کوئی کسیکو نکہے مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال الخ فیہ صلوۃ

درست نہین لیکن بالتبع درست ہی ھم خانیہ مین ہی کہ غیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوۃ کہنا اسطرح کہ اللہم صل علے فلان مکروہ ہے اور نبی صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے ساتھہ ملاکر یون کہنا اللہم صل علی محمد وعلے آلہ واصحابہ تو جائز ہے انتہی لیکن ملائکہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوۃ درست ہی اور سلام
بجاے صلوۃ کافی ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک وبحق البیت لانہ لا حق للخلق علی الخالق تعالی اور مکروہ
ہے یون کہنا دعا مین بحق رسلک وبحق انبیائک وبحق اولیائک یا بحق بیت اللہ اسواسطے کہ خلق کا کچھہ حق ثابت نہین خالق تبارک وتعالی پر ھم انبیا
اور اولیا علیہم السلام کا حق خالق تعالی پر وجوبا ثابت نہین لیکن تفضلا وکرما ثابت ہی یہانتک کہ ازراہ کرم حق سائلین بھی ثابت ہی چنانچہ حصن حصین مین
حدیث ثابت ہی اللہم انی اسالک بحق السائلین علیک اور اگر حق سے حرمت وعظمت اور وجاہت مراد لیجیے تو بطریق وسیلہ درست ہی قال تعالی وابتغوا
الیہ الوسیلۃ کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو قال لآخر بحق اللہ او باللہ ان تفعل کذا لا یلزمہ ذلک وان کان الاولی فعلہ اور اگر ایک نے دوسرے
سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کر تو اوسپر یہہ کرنا لازم نہین اگرچہ ویسا کردینا بہتر ہے کذا فی الدرر یعنی واجب نہین مستحب ہی وفی العتابیات قال ابو النصر
سائل لوجہ اللہ او بحق اللہ ینبغی ان لا یعطیہ شیئا لانہ عظم ما حقر اللہ اور مختارات مین ہی کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے
دوسرے سے صدقہ بذات خدا یا بحق خدا سوال کیا مجھکو یہہ پسند آتا ہی کہ اوسکو کچھہ نہ دے اسواسطے کہ اوسنے تعظیم کی اوس چیز کی جسکو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا
یعنی دنیا مانگی پروردگار جلشانہ کا نام لیکر طحطاوی نے کہا یہ اوس صورت پر محمول ہی جبکہ سوال سائل کا بیضرورت معلوم ہو وفیہا قرأ القرآن ولا یعمل
بموجبہ یثاب علی قرائتہ کمن یصلی ویعصی اور مختارات مین ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور اوسکے بموجب عمل نکیا تو پڑھنے کا ثواب پاویگا مانند اوس شخص کی
کہ نماز پڑھتا ہے اور گناہ کرتا ہی یعنی اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سے اور گناہ ہوا دوسری جہت سے فرع مسئلہ تحفہ شارح کا
ہل یکرہ رفع الصوت بالذکر والدعا قیل نعم وتمامہ قبیل جنایات البزازیہ کیا مکروہ ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا مین بعضون نے کہا ہان مکروہ ہے اور
اسکا پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات کے پہلے مذکور ہے ھم جہر ذکر اور دعا مین اختلاف ہی اور ظاہرا اسکا حکم باختلاف احوال ذاکر مختلف ہی استحضار
قلب اور عدم استحضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب کذا فی الطحطاوی وکرہ احتکار قوت البشر کتین وعنب ولوز والبہائم کتبن وقت فی بلد
یضر باہلہا اور احتکار یعنے بند کر رکھنا آدمی کا قوت جیسے انجیر اور انگور اور بادام اور جانورونکا قوت جیسے بھوسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اوس شہر مین
جہان کے لوگونکو ضرر پہنچتا ہو ھم احتکار یعنی حبس طعام اور علف گرانی یا قحط کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور
ابو یوسف کے نزدیک جسکا حبس خلق کو مضر ہو وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو احتکار ثابت ہوگا تیس دن یا مہینہ بھر کے حبس سے اصل یہ ہے کہ طعام کی تجارت
بقصد احتکار وانتظار گرانی کے بہتر نہین لیکن اگر گرانی کی نیت نہو تو بہتر ہے کذا فی الطحطاوی لحدیث الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس
حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے ھم یہہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب سنن ابن ماجہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور عبد اللہ بن حمید اور
ابو یعلی کی مسانید مین اور بیہقی کی شعب الایمان مین ثابت ہی جالب جو غلہ باہر سے خرید کرکے شہر مین بیچنے کو لاوے تو وہ مرزوق یعنی اوسکی روزی مین برکت ہی اسلیے کہ
لوگونکو فائدہ ہوتا ہے دعا مسلمین کے لائق ہے اور قوت کا بند کر رکھنے والا بدخواہ خلائق ہے لہذا اوسپر لعنت ہی اصطلاح شرع مین احتکار یہ ہے کہ آدمی
اور جانور کا قوت بند کر رکھے اوسکو نہ بیچے گرانی کے انتظار سے چالیس دن یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اوسی شہر مین خرید کیا ہو اور لوگونکو ضرر ہوتا ہو حبس سے یعنی اگر
اور مقام سے لاکر غلہ بند کر رکھا ہو شہر مین یا خلق کو حاجت نہو تو وہ احتکار مکروہ نہین کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نکرتا ہو تو وہ
مکروہ نہین ھم ضرر کی صورت یہہ ہی کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہو اسطرح کہ شہر بڑا ہو یعنی جہان ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہان احتکار مکروہ نہین اسلیے
کہ اوسنے اپنا مال روک رکھا بلا مضرت غیر کذا فی الزیلعی ومثلہ تلقی الجلب اور مانند احتکار کی تلقی جلب ہے ھم تلقی جلب یعنی شہر سے نکل کر
... سے غلہ مول لینا اگر مضر ہو شہر والونکو تو درست نہین اور نہین تو درست ہی بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو غلہ والون سے نہ چھپاوے
تلقی جلب مطلقا مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الہدایہ وشرحہا ویجب ان یامرہ القاضی ببیع ما فضل عن قوتہ وقوت اہلہ

فان لم یبع بل خالف امر القاضی عزرہ بما یراہ زاجرا له وباع القاضی علیه طعامه وفاقا علی الصحیح اور یہہ واجب ہے کہ جسقدر غلہ محتکر کا ہو اور ہو اسکی اور اسکے گھر والونکی قوت سے زیادہ ہو اسکو بیچڈالنے کا قاضی حکم دیگا پھر اگر وہ نہ بیچے بلکہ حکم قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اوسکو تعزیر دیگا جیسا مناسب ہو اوسکی زجر کے واسطے اور قاضی اوسکا غلہ زبردستی بیچڈالے باتفاق امام اور صاحبین کے بقول اصح ہم ہر چند امام کے نزدیک حجر جائز نہیں لیکن درصورت ضرر عام کے درست ہے کذا فی الطحاوی وفی السراج لو خاف الامام علی اهل بلد الهلاك اخذ الطعام من المحتكرين وفرقه عليهم فاذا وجدوا سعة ردوا مثله وهذا ليس بحجر بل للضرورة ومن اضطر لمال غيره وخاف الهلاك تناوله بلا رضاه ونقله الزيلعي عن الاختيار واقره اور سراج الوہاج میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو غلہ بند کرنیوالونسے اناج لے اور اہل شہر کو بانٹ دے پھر جب اہل شہر کو کشائش ہو تو اوسکی برابر اناج مالکون کو پھیر دین اور یہہ لینا بادشاہ کا زبردستی حجر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب سے ہے اور جو شخص کہ غیر کے مال کی طرف مضطر ہو اور اپنے ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو وہ اوسکو لے بلا رضامندی مالک کی اور زیلعی نے یہہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اسکو ثابت رکھا ولا يكون محتكرا بالحبس من ارضه بلا خلاف وبالمجلوب من بلد اخر خلافا للثاني اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے بالاتفاق اور اوس غلہ کے حبس سے جسکو لادلایا ہو دوسرے شہر سے برخلاف ابو یوسف کے ہم اپنی زمین کے حبس غلہ سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اوسکا خالص حق ہے حق عوام اوس سے متعلق نہیں تو مثل حق خلق نہوا اور مجلوب کے حبس سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اہل شہر کا حق اوس سے متعلق نہیں فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اسکی تین صورتین ہیں ایک صورت درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف ہے مکروہ صورت یہہ ہے کہ شہر میں غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگونکو اوسکے نہ بیچنے سے ضرر ہوتا ہو اور جو صورت درست ہے وہ یہ ہے کہ اوسکی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے اوسکو لے آیا ہو یا شہر ہی میں غلہ خرید کیا ہو لیکن لوگونکو ضرر نہو اور مختلف صورت یہہ ہے کہ شہر کے متصل سے غلہ خرید کر لے اور شہر میں بند کر رکھے تو امام کے نزدیک درست ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ اور یہی قول ماخوذ ہے انتہی تو یہہ جو صاحب ہدایہ نے مجلوب کا مکروہ نکہا ہے ابو یوسف کے نزدیک سو مسلم نہیں اسواسطے کہ فقیہ ابو اللیث نے اوسکو قسم متفق علیہ میں داخل کیا ہے قدوری نے کتاب التقریب میں روایت کی کہ ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لادے تو وہ احتکار نہیں اور یہہ امر منحصر کرتی ہے تو مجلوب بلد اخر ابو یوسف کے نزدیک کیونکر احتکار ہوگا کذا فی العینی شرح الہدایہ مختصرا وعند محمد ان كان يجلب منه عادة كره وهو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اوس شہر سے عادت ہو تو مکان غلہ کا بند کر رکھنا احتکار مکروہ ہے اسواسطے کہ تمام شہر کا حق اوس سے متعلق ہوا اور یہی قول مختار ہے ولا يسعر الا لقوله عليه الصلوة والسلام لا تسعروا فان الله هو المسعر القابض الباسط الرزاق اور حاکم نرخ مقرر نکرے بدلیل قول نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ نرخ مقرر نکرو اسواسطے کہ بالتحقیق اللہ تعالی ہی نرخ بڑہانے والا قابض اور باسط رازق ہے یعنی تنگی اور کشایش اناج کی اوسیکی طرف سے ہے ہم ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگون نے کہا یا رسول اللہ نرخ گران ہو گیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجئے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الله هو المسعر القابض الباسط الرازق میں چاہتا ہون کہ خدا سے ملون اور تم میں سے کوئی شخص مجھسے مطالبہ کرے کسی ظلم کا نہ خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں اسکو روایت کیا ہے کذا فی العینی الا اذا تعدى الارباب عن القيمة تعديا فاحشا فيسعر بمشورة اهل الرای مگر جبکہ غلہ فروش قیمت میں تعدی فاحش کرین تو حاکم اہل رای کے مشورہ سے نرخ مقرر کر دے ہم تعدی فاحش کی صورت عینی اور زیلعی وغیرہما نے یہہ بیان کی ہے کہ دو چند قیمت پر بیچا کرتے ہون وقال مالك على الوالي التسعير عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گرانی کی سال میں نرخ کر دینا واجب ہے ہم تو امام اعظم اور مالک کے مذہب میں لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہے یعنی ہمارے مذہب میں نرخ حاکم پر واجب نہیں درصورت تعدی جائز ہے اور مالک کے نزدیک واجب ہے وفی الاختيار ثم اذا سعر وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لا يحل للمشتري وحيلته ان يقول له بعني بما تحب اور اختیار میں ہے پھر جبکہ حاکم نرخ مقرر کر دے اور بائع ڈرے حاکم کی مار سے اگر اوسکے نرخ سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنی مالک کی نارضامندی کے سبب سے تو حیلہ جواز کا یہہ ہے کہ مشتری بائع سے کہے کہ جسقدر تیرا جی چاہے اوسقدر کو میرے ہاتھ بیچ کذا فی العینی عن المحیط ولو اصطلحوا على سعر الخبز واللحم

وزن ناقصا رجع المشتري بالنقصان في الخبز لا اللحم لشهرة سعره عادة بخلاف اللحم ۔ اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کریں
اور بائع کسی شخص کو کم تولدیوے تو مشتری کو نقصان پہنچنے سے روٹی میں نہ گوشت میں اسواسطے کہ عادت یہہ ہے کہ روٹی کا نرخ مشہور ہوتا ہے بخلاف گوشت کے کہ اسمیں
شہرت نہیں ہوتی گر تقلبت ﻫﻢ یہہ تفصیل مشتری مسافر پر محمول ہے اور اگر مشتری اوسی شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونونکا نقصان پاویگا
اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قلت وافادات التسعير في القوتين لا غير وبه صرح العتابي وغيره لكنه اذا تعدى ارباب
غير القوتين وظلموا على العامة فيسعر عليهم الحاكم بناء على قال ابو يوسف ينبغي ان يجوز ذكره القهستاني فان ابا يوسف يعتبر حقيقة الضرر كما تقرر فتدبر
میں کہتا ہوں اور مصنف نے اشارہ کردیا کہ حاکم کا نرخ مقرر کردینا انسان اور حیوان کی قوت میں ہے نہ قوت کے سوا اور چیز میں اور اسکو صریح بیان کردیا
ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کی اشیاء والے تعدی کریں گرانی میں اور لوگوں پر ظلم کریں سو حاکم اونپر زبردستی نرخ مقرر کردے تو ابو یوسف کے قول پر تو لائق ایسا
ہے کہ یہہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت ضرر کا اعتبار ہے قوت میں ضرر ہو یا غیر قوت میں چنانچہ یہہ ثابت ہو لہذا
اسکو غور کرے یكره امساك الحمامات ولو في برجها ان كان يضر بالناس نظرا وجلبا اور مکروہ ہے کبوترونکا رکھنا اگرچہ کبوتر اپنے برجوں میں ہوں
بشرطیکہ لوگونکو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے ﻫﻢ نظر کا ضرر یہہ کہ لوگوں کے مکانات اور عورات پر کبوتر باز کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہہ کہ اوسکے کبوتر کے
ساتھہ غیر شخص کا کبوتر اوڑ آتا ہو اور یہہ شخص اوسکو پکڑ لیتا ہو والاحتياط ان يتصدق بها ثم يشتريها او توهب له مجتبى اور جو غیر کا کبوتر پکڑ لے اور
اوسکے مالک کو پہچانتا ہو تو احتیاط یہہ ہے کہ کبوتر خیرات کردے محتاج کو پھر اوسکو محتاج سے خرید کرلے یا اوسکو ہبہ کردیا جاوے تصدق کے بعد کذا فی المجتبی
ﻫﻢ تصدق کی وجہ یہہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہو تو اوسکا رکھنا حلال نہیں اوسکو تصدق کرنا چاہیئے مالک کے ثواب رسانی کی نیت سے فان كان
يطيرها فوق السطح مطلعا على عورات المسلمين ويكسر زجاجات الناس برميه تلك الحمامات عزر ومنع اشد المنع فان لم يمتنع بذلك ذبحها
اي الحمامات المحتسب پھر اگر کبوتر باز اونکو اوڑاتا ہو چھت کے اوپر جھانکتا عورات مسلمین کو اور توڑتا لوگونکے شیشے کبوتروں کے مارنے اور اونکے
سے تو تعزیر دیا جاوے اور نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باوجود اسکے باز نرہے تو کبوترونکو محتسب ذبح کرڈالے وصرح في الوهبانية بوجوب التعزير
وذبح الحمامات ولم يقيده بما مر ولعله على عادتهم اور وہبانیہ میں وجوب تعزیر اور ذبح کر ڈالنے کبوترونکی تصریح کی ہے اور قید نہیں لگائی اطلاع
عورات اور برتن توڑنے کی اور شاید کہ اوسنے اونکی عادت پر اعتماد کیا یعنی صاحب وہبانیہ کے زمانے میں تاکنے جھانکنے اور ٹھیکریاں پھینکنے کی عادت
ہوگی لہذا اوسنے اس قید لگانے کی حاجت نہ سمجھی واما الاستيناس فمباح كشراء عصافير ليعتقها ان قال من اخذها فهي له ولا تخرج عن ملكه
وقيل يكره لانه تضييع المال جامع الفتاوى اور کبوتر کا پالنا واسطے دفع وحشت اور جی لگانے کے واسطے ہو تو مباح ہے جیسے کنجشک خرید کرنا چھوڑ دینے کیواسطے
مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کیوقت یوں کہا کہ جو انکو پکڑلے تو وہ اوسیکے ہیں اور چھوڑ دینے سے اوسکی ملک سے باہر نہیں ہوجاتے یعنی تاوقتیکہ دوسرا
اونکو پکڑ نلے اور بعضوں نے کہا کہ کنجشک خرید کرکے چھوڑنا مکروہ ہے اسواسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی وفي المختارات سيب دابة
قال هي لمن اخذها لم ياخذها ممن اخذها ومر في اللقطة مجتبى اور مختارات میں ہے کہ اپنا جانور ایک شخص نے چھوڑ دیا مطلق العنان کردیا اور کہا یہہ اوسکا
مملوک ہے جو اسکو پکڑ لے تو اوسکو پکڑ لینے والے سے چھوڑ دینے والا نہ لے اور کتاب اللقطہ میں یہہ مسئلہ گذر گیا وجاز ركوب الثور وتحميله والكراب
على الحمير بلا جهد وضرب لان ظلم الدابة اشد من ظلم الذمي وظلم الذمي اشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اوسپر لادنا اور گدہوں سے
کھیت جوتنا بدون مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اسواسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان کے
ظلم سے ﻫﻢ یعنی مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اوسکو بہت مارنا ظلم شدید ہے اور وجہ شدت یہہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہیں سوا خداے
تعالی کے روایت میں وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالی کا اوس شخص پر ہے جسنے ظلم کیا اوسپر جسکا کوئی مددگار نہیں سوای اللہ تعالی کے اور ظلم ذمی
ظلم مسلم سے اسواسطے سخت ہے کہ وہ شدت طلب کریگا اپنے ظالم پر تاکہ اوسکے ساتھہ عذاب میں شریک رہے کذا فی المجتبی ولا باس بالمسابقة

فی الرمی والفرس والبغل والحمار کذا فی الملتقی والمجمع واقرہ المصنف خلافا لما ذکرہ فی مسائل شتی قنیۃ ولا بالابل وعلی الاقدام
لانہ من اسباب الجہاد فکان مندوبا ورکبہ مضائقہ نہیں یاہم سبقت لیجانیکا تیراندازی اور گھوڑا اور اونٹ پر دوڑانے میں اور قدموں کے دوڑنے
میں اسواسطے کہ امور مذکور جہاد کے اسباب سے ہیں تو مسابقت مستحب ہے ملتقی اور مجمع میں کہا کہ خچر اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں
بیان تو اسکو ثابت رکھا اور مسائل شتی میں اسکے مخالف ذکر کیا ہے تو خبردار رہنا ہے مسائل شتی میں حلت مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اقدام اور
تیراندازی میں مخصوص کی ہے وعند الثلثۃ لا تجوز فی الاقدام ای بالجعل اور ائمہ ثلثہ یعنے مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقدام میں مسابقت
جائز نہیں یعنے مال شرط کرکے درست نہیں واما بدونہ فیباح فی کل الملاعب کما یاتی اور بلا شرط مال کے تو مسابقت مباح ہے سب ملاعب اور
ملاہی میں چنانچہ آگے آویگا ہم ظاہر ایسا کلام ائمہ ثلثہ کی کلام سے مرتبط ہے اور مضمون آئندہ اسکا مفید ہے کہ یہ کلام ہے اہل مذہب کا کذا فی الطحطاوی
حل الجعل وطاب لانہ یصیر مستحقا ذکرہ البرجندی وغیرہ وعللہ البزازی بانہ لا یستحق بالشرط شئ لعدم العقد والقبض انتہی مفادہ
لزومہ بالعقد کما یقول الشافعیۃ مسابقت کا مال مشروط حلال اور طیب ہے اور یہ نہیں کہ وہ مستحق ہو جاتا ہے کہ حاکم زبردستی دلاوے ایسا ذکر کیا ہے برجندی وغیرہ
نے اور بزازی نے اسکی علت بیان کی ہے کہ شرط سے کوئی چیز مستحق نہیں ہوتی بسبب نہونے عقد اور قبض کے انتہی کلام البزازی اور یہ کلام لزوم مال مشروط
کا مفید ہے عقد ہونیکے سبب سے چنانچہ شافعی مذہب کہتے ہیں تو اسکو سمجھ لے یعنی عقد یا قبض سے استحقاق مال ثابت ہوگا کہ حاکم زبردستی دلا دیگا ان
شرط المال فی المسابقۃ من جانب واحد مسابقت کا مال مشروط حلال ہے اگر مسابقت میں ایکجانب سے مال کی شرط کی ہو ہم مثلا حامد نے محمود سے کہا کہ اگر
میرا تیر سبقت کرے تیرے تیر سے یا میرا گھوڑا یا اونٹ آگے بڑھجاوے تیرے گھوڑے اور اونٹ سے تو میں دس یا پانسو درم تجھسے لونگا اور اگر تیر تیرا سبقت ہوگی
تو میں کچھہ نہ دونگا وحرم لو شرط فیہا من الجانبین لانہ یصیر قمارا اور مسابقت کا مال مشروط حرام ہے اگر مسابقت میں دونو جانبوں سے مال مشروط
ہوا ہو اسواسطے کہ یہ قمار اور جوا ہو گیا اسلیے کہ قمار وہ ہے جسمیں جانبین برابر ہوں احتمال غرامت میں کذا فی الزیلعی الا اذا ادخلا ثالثا محللا بینہما
بفرس کفؤ لفرسیہما یتوہم ان یسبقہما والا لم یجز ثم اذا سبقہما اخذ منہما وان سبقاہ لم یعطہما وفیما بینہما ایہما سبق اخذ من صاحبہ
جانبین کا مال مشروط حرام ہے مگر اس صورت میں حرام نہیں جبکہ دونوں تیسرے شخص محلل کو اپنے درمیان داخل کرلیا بشرطیکہ اسکا گھوڑا دونوں شخصوں کے
گھوڑے سے اسطرح برابر ہو کہ اسکا آگے بڑھجانا دونوں گھوڑوں سے ممکن ہو اور اگر اسکا گھوڑا ایسا نہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہیں پھر اگر تیسرا محلل آگے بڑھ گیا
تو دونوں شخصوں سے مال مشروط لے اور اگر دونوں شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرا انکو کچھہ نہ دیگا اور دونوں شخص آپس میں جو بڑھ جاویگا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لیگا
ہم محمد نے کتاب میں کہا کہ ثالث کو صرف جواز کا حیلہ ہوگا جبکہ اسکا سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہو اور اگر اسکی سبقت دونوں سے متیقن ہو یا اسکا
مسبوق ہونا یقینی ہو تو جائز نہیں کذا فی الکبری میں ہے کہ جب جانبین نے محلل کو فیما بین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے مجھپر تو تیری
دہلو اتنا مال ہے اور اگر میں سبقت کروں تو میں اتنا لوں اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھہ نپاوے اور خلاصہ میں ہے کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے
سے کہا کہ اگر تو ہم دونو پر سبقت کرے تو دونونکا مال مشروط تیرا ہے اور اگر ہم تجھپر سبقت کریں تو ہم کچھہ لیں تو از راہ استحسان یہ جائز ہے انتہی اس سے
معلوم ہوا کہ ادخال ثالث کی دو صورتیں ہیں زیلعی نے کہا وجہ جواز یہ ہے کہ ثالث پر کچھہ غرامت نہیں قطعا ویقینا ہر تقدیر پر اسمیں تو فقط یہی احتمال ہے
کہ پاوے یا نپاوے تو اس سے فساد ہونا ثابت نہوا تو گویا ایک ہی جانب سے شرط ہوئی اسواسطے کہ قمار وہ ہے جسمیں جانبین احتمال غرامت میں مساوی ہوں کذا
فی الطحطاوی وکذا الحکم فی المتفقہۃ فاذا شرط لمن معہ الصواب صح وان شرطاہ لکل علی صاحبہ لا کذا فی المجتبی اور اسیطرح یہ حکم ہے فرقہ فقہا
کی مسابقت میں سو جبکہ مال شرط ہوا اسکے واسطے جسکے ساتھہ صواب اور حق ہے تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے مال شرط کیا ہر شخص کیواسطے دوسرے ساتھی پر تو
صحیح نہیں کذا فی الدرر والمجتبی ہم جب صاحب حق کیواسطے مال مشروط ہوا تو یہ قمار کیسے ہو اسواسطے کہ احتمال زیادت ونقصان ہر شخص میں موجود ہے
بلکہ حلت مال کی یہ صورت ہے کہ مال فقط زید کو دیا جاوے اگر حق آدمی اسکی جانب ظاہر ہوا اور اگر دوسرے کیطرف حق گوئی ثابت ہو تو وہ کچھہ نپاوے یا تیسرے

فقیہ کو داخل کرین اگر مسئلہ مین صورت کا محتمل ہو اور مال بیچ کیواسطے مقرر کرین اگر اسکی حق گوئی ظاہر ہو اور اگر دونو مین سے ایک شخص کی حق گوئی ثابت ہو
تو تب بھی کچھ نہین کذا فی الطحطاوی والمصارعۃ لیست ببدعۃ الا للتلہی فتکرہ برجندی اور کشتی کرنا بدعت نہین مگر بقصد بازی اور لہو لعب کے تو
مکروہ ہے کذا فی البرجندی م جواہر الفتاوی مین ہو کہ کشتی بدعت نہین مگر بقصد بازی مکروہ ہے منع کرنا چاہئیے اور اگر بقصد تحصیل قوت کے ہو تا کفار سے
جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز ہے اور ثواب پاویگا واما السباق بلا جعل فیحل فی کل شیء کما یاتی اور باہم سبقت کرنا بدون شرط مال کے
تو ہر چیز مین حلال ہے چنانچہ مسائل شتی مین آویگا وعند الشافعیۃ المسابقۃ بالاقدام والطیور والبقر والسباحۃ والصولجان والبندق والشقف
ودحی الحجر واشالتہ بالید والشباک والوقوف علی رجل ومعرفۃ ما بیدہ من زوج او فرد واللعب بالخاتم وکذا یحل کل لعب خطر لحاذق تغلب سلامتہ
کرمی لرام وصید الحیۃ ویحل التفرج علیہم حینئذ وحدیث حدثوا عن بنی اسرائیل یفید حل سماع الاعاجیب الغرائب من کل ما لا یتیقن کذبہ
بقصد الفرجۃ لا الحجۃ بل وما یتیقن کذبہ لکن بقصد ضرب الامثال والمواعظ وتعلیم نحو الشجاعۃ علی السنۃ الادمیین او الحیوانات ذکرہ ابن حجر
اور شافعی مذہبون کے نزدیک مسابقت حلال ہے قدمون سے اور پرندہ اور بیل اور پانی مین تیرنے اور چوگان اور غلیلہ اندازی اور گوپھن اور پتھر پھینکنے
اور زمین سے ہاتھ اوٹھا دینے اور انگلیان قینچی کرکے پنجہ کرنے اور ایک پاؤن پر کھڑے ہونے اور بوجھنے مین کہ دوسرے شخص کے ہاتھ مین کیا ہے جفت یا
طاق اور انگوٹھی سے بازی کرنے مین اور اسیطرح حلال ہے ہر بازی خطرناک ماہر تجربہ کار کو جسکا سلامت رہنا خطرہ سے اکثر ہو چنانچہ تیرانداز تیراندازی کو اور
سانپ کا پکڑنا اور اوسوقت مین تماشا دیکھنا بھی حلال ہے اور یہہ حدیث کہ بات نقل کرو بنی اسرائیل سے اسکی مفید ہے کہ عجائب غرائب کی سماعت کرنا تمام
اون حکایات سے جسکا کذب بالیقین ثابت نہین درست ہے انبساط خاطر کیواسطے بلکہ جسکا کذب یقینی ہے اوسکی بھی سماعت حلال ہے لیکن ضرب الامثال اور نصائح
کی نیت سے اور شجاعت وغیرہ کی تعلیم کیواسطے آدمیون یا جانورون کی زبان سے چنانچہ کتاب کلیلہ دمنہ اور طوطی نامہ ہے ایسا ذکر کیا ہو ابن حجر شافعی نے م
طحطاوی نے کہا مین نہین جانتا فروع شافعیہ کے ذکر کرنے کی وجہ یہان اسکا ذکر کرنا اس وہم مین البتہ ڈالتا ہو کہ قواعد حنفیہ بھی اسکو مقتضی ہین حالانکہ ایسا
نہین ہے بلکہ قواعد مذہب اسکی مقتضی ہین کہ اکثر امور مذکورہ چنانچہ چوگان وغیرہ حرام لہو ہین واللہ اعلم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قصہ خوانی تین طرح ہے ایک
یہہ کہ اوسمین مذاکرہ علم کا ہو تو وہ بہتر ہے سو رہنے سے دوسرے یہہ کہ حکایات کاذبہ اور مضحکہ ہو تو وہ مکروہ ہے تیسرے یہہ کہ دفع وحشت کیواسطے بات چیت
ہو اور دروغگوئی اور قول باطل سے اجتناب ہو تو اوسکا مضائقہ نہین لیکن ترک اسکا افضل ہے اور جب ایسا کرین تو لائق ہے کہ آخر کو ذکر اللہ اور تسبیح
اور استغفار کیطرف رجوع کرین تا امر خیر پر خاتمہ ہو اور شہر کے امور تازہ وغیرہ ذلک کو پوچھنا قول مختار یہہ ہے کہ اسکو پوچھنے مین اور خبر دینے مین مضائقہ نہین
چنانچہ خلاصہ مین ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ سماع اکاذیب حلال نہین اور آگے مذکور ہوگا کہ جن قصون کی کچھ اصل نہین وہ مکروہ ہین کذا فی الطحطاوی سے
ویستحب قلم اظفارہ الا المجاہد فی دار الحرب فیستحب توفیر شاربہ واظفارہ یوم الجمعۃ وکونہ بعد الصلوۃ افضل الا اذا اخرہ الیہ تاخیرا
فاحشا فیکرہ لان من کان ظفرہ طویلا کان رزقہ ضیقا اور جمعہ کے دن ناخن ترشنا مستحب ہے مگر غازی کو دار الحرب مین سوا اسکو مونچھین اور ناخن بڑھانا
مستحب ہے اور ناخن ترشنا بعد نماز جمعہ افضل ہے مگر جبکہ جمعہ کے دن تک تاخیر کی ہو بہت سی تاخیر کرکے تو اسطرح جمعہ پر رکھنا مکروہ ہے اسواسطے کہ
جسکا ناخن دراز ہوگا اوسکا رزق تنگ ہوگا م لائق یون ہے کہ ناخن ترشے اور بال مونڈکر زمین کے اندر دفن کردے اور اگر اونکو پھینکدے تو مضائقہ
نہین اور اگر پاخانہ یا غسل خانہ مین پھینکے تو مکروہ ہے اسواسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے کذا فی الخانیہ غیاثیہ مین ہے کہ چار چیزین دفن کرنا چاہئے
ناخن اور بال اور خون اور لتہ حیض کا وفی الحدیث من قلم اظفارہ یوم الجمعۃ اعاذہ اللہ من البلایا الی الجمعۃ الاخری وزیادۃ ثلثۃ ایام در
حدیث مین ہے کہ جو شخص اپنے ناخن کاٹے جمعہ کے دن تو حق تعالی اوسکو بلاؤن سے محفوظ رکھے دوسرے جمعہ تک اور تین دن اور زیادہ کذا فی الدرر
وعنہ صلی اللہ علیہ وسلم من قلم اظفارہ مخالفا لم یر رمدا فی عینہ ابدا یعنی کقول علی رضی اللہ عنہ قلموا اظفارکم بالسنۃ والادب یمینھا خوابس
یسارھا اوخسب ونیابۃ وتمامہ فی مفتاح السعادۃ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جو اپنے ناخن مخالف تراشے اوسکی آنکھ کبھی نہ دکھے

کرے یعنے علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے اِس قول کی مانند کہ اپنے ناخن کاٹو سنت اور ادب سے داہنا ہاتھ خوابس اور بایان اوخست ہے اور اسکا بیان اور پورا ذکر
مفتاح السعادۃ مین ہے ھ اس بیت مین ہر حرف سے اونگلی کے نام کیطرف اشارہ ہو تو خا معجمہ سے مراد ہو خنصر اور دال سے وسطی اور الف سے ابہام اور ب سے بنصر اور سین سے سبابہ
اور بائین ہاتھ مین چلے بذا القیاس اور آگے معلوم ہوگا کہ یہہ نسبت علی مرتضی کیطرف باطل اور موضوع ہے ۔ و فی شرح الغزنویۃ و مروی انہ صلی اللہ علیہ
وسلم بدأ بمسبحۃ الیمنی الی الخنصر ثم بخنصرۃ الیسری الی الابہام وختمہ بابہام الیمنی وذکر لہ الغزالی فی الاحیاء وجہا وجیہا اور شرح غزنویہ مین ہے
اور مروی ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ناخن تراشنا داہنے ہاتھ کے کلمہ شہادت کی اونگلی سے شروع کیا چھنگلی تک پھر بائین ہاتھ سے شروع کیا داہنے
ہاتھ کے انگوٹھے تک اور ختم کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے پر اور امام غزالی نے احیاء العلوم مین اسکی وجہہ معقول بیان کی ہے ھ وجہ مذکور یہہ ہے کہ داہنا ہاتھ
بائین سے بلاشک افضل ہے اور داہنے ہاتھ مین کلمہ شہادت کی اونگلی بلاریب افضل ہے تو اوسی سے ابتدا کرنا بہتر ٹھہرا پھر اوسکی جانب یمین وسطی ہو اور
اوسکی یمین بنصر اور اوسکے یمین خنصر ہے پھر داہنے ہاتھ اور بائین ہاتھ کی اونگلیونکو ملاؤ تو بائین ہاتھ کی خنصر جانب یمین پر چلے بذا القیاس تا ابہام یمنی
اور یمین متصل ہے شمال سے لہذا اختتام ہوا ابہام یمنی پر واللہ اعلم ولم یثبت فی اصابع الرجل نقل والاولی تقلیمہا کتخلیلہا اور پانوکی انگلیون
مین روایت ثابت نہین اور بہتر ہے پانون کے ناخن تراشنا اوسکے خلال کرنے کی مانند یعنی ابتدا کرنا خنصر یمنی سے اور اختتام خنصر یسری پر قلت و فی
المواہب اللدنیۃ قال الحافظ ابن حجر انہ یستحب کیف ما احتیج الیہ ولم یثبت فی کیفیتہ شیء ولا فی تعیین یوم لہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مین
کہتا ہون اور مواہب لدنیہ مین ہو کہا حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی نے کہ ناخن تراشنا مستحب ہو جسطرح کہ اوسکی حاجت ہو اور اوسکی کیفیت مین کچھہ روایت
ثابت نہین اور نہ اوسکی واسطے روز مقرر کرنے مین نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صحیح ثابت ہو ھ تقلیم اظفار وغیرہ مین جو احادیث مذکور ہو مین
محدثین اور فقہاء محققین کے نزدیک لائق اعتماد کے نہین وما یعزی من النظم فی ذلک للامام علی ثم لابن حجر قال شیخنا انہ باطل اور کیفیت تقلیم اظفار
مین جو نظم کہ امیر المومنین علی مرتضی کیطرف پھر ابن حجر کیطرف منسوب ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ وہ باطل اور موضوع ہو ویستحب حلق
عانتہ وتنظیف بدنہ باغتسال فی کل اسبوع مرۃ والافضل یوم الجمعۃ وجاز فی کل خمسۃ عشر وکرہ ترکہ وراء الاربعین مجتبی اور موی زہار کا
مونڈنا اور اپنا بدن پاک صاف کرنا غسل کرنے سے مستحب ہو ہر ہفتے مین ایکبار اور جمعہ کا دن اسکی واسطے افضل ہو اور جائز ہے ہر پندرہ دن مین اور ترک کرنا
حلق اور اغتسال کا چالیس دن سے زیادہ مکروہ ہے کذا فی المجتبی ھ یعنی مکروہ تحریمی چنانچہ مجتبی کی اِس عبارت سے نکلتا ہو کہ بعد اربعین کے کچھہ عذر نہین اور وہ
وعید کا مستحق ہے خزانۃ مین ہے کہ حلق عانہ زیر ناف سے شروع کرے اور نورہ لگا کر موی زہار رفع کرنا بھی جائز ہے اور بغل کے بال دور کرنا اوکھاڑنے
اور مونڈنے سے درست ہو لیکن اوکھاڑنا افضل ہے قنیہ مین ہو کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے مین ترک ادب ہے کذا فی الطحطاوی و فیہ حلق الشارب
بدعۃ وقیل سنۃ ولا بأس بنتف الشیب واخذ اطراف اللحیۃ والسنۃ فیہا القبضۃ اور مجتبی مین ہے کہ مونچھہ کا مونڈنا بدعت ہو اور قول ضعیف
یہہ ہے کہ سنت ہے اور مضائقہ نہین ہے سپید بال کے اوکھاڑ ڈالنے اور اطراف ریش کے کتروا لینے مین اور داڑھی مین قبضہ بھر رکھنا سنت ہو ھ
محیط سرخسی مین ہے کہ سنت یہہ ہے کہ مرد اپنی داڑھی قبضہ مین پکڑے جسقدر قبضہ سے زائد ہو اوسکو قطع کرے ایسا ذکر کیا ہو محمد نے کتاب الآثار
مین امام اعظم سے محمد نے کہا اسی قولکو ہم لیتے ہین انتہی مجتبی مین ہے کہ اتنا مونچھہ کا کترنا کہ لب بالا کے کنارے کے ساتھہ برابر ہو جاوے یہہ سنت
ہے بالاتفاق انتہی خزانۃ مین ہے کہ نتف نتفکین یعنی زیر لب کے دونوطرف کے بال اوکھاڑنا بدعت ہو قنیہ مین ہو کہ ناک کے بال اوکھاڑنا مورث آکلہ ہو کذا
الطحطاوی و فیہ قطعت شعر رأسہا اثمت ولعنت زاد فی البزازیۃ وان باذن الزوج لانہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل
قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال انتہی اور مجتبی مین ہو کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو وہ گنہگار ہے اور اوسپر لعنت ہو بزازیہ مین
اتنا زیادہ کہا اگرچہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے بال کاٹے ہون اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ مین جائز نہین اور اسیواسطے حرام ہو مرد پر
دوسرے مرد کی داڑھی کا قطع کرنا اور معنی موثر یعنی علت فقہی قطع موی زن کی درست مین مشابہت پیدا کرنا ہو مردون سے اور عورت کی تشبیہ برجال جائز نہین ہے انتہی

ما فی البزازیۃ قلت وامّا حلق رأسہ ففی الوہبانیۃ یقال سنۃ وقد قیل حلق الرأس فی کل جمعۃ یحب وبعض الجواز یعبّر میں کہتا ہوں اور سر مونڈنے کو تو
وہبانیہ میں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ سر مونڈنا ہر جمعہ میں مستحب ہے اور بعضے اسکو جائز کہتے ہیں مستحب رجل تعلم علم الصلوٰۃ او نحوہ لیعلم الناس وآخر
لیعمل بہ فالاول افضل لانہ متعد ایک مرد نے کہ نماز یا اوسکی مانند علم دین سیکھتا ہے تا لوگونکو تعلیم کرے اور دوسرا شخص علم سیکھتا ہے تا اوسپر عمل کرے تو
پہلا شخص افضل ہے اسواسطے کہ اوسکے علم کا فائدہ غیرونکو بھی پہونچتا ہے اور دوسرے کا فائدہ اوسکی ذات کو مخصوص ہے اول فریق کا نفع متعدی ہے اور ثانی اپنی ہی ذات
تک رہتا ہے ورُوِی مذاکرۃ العلم ساعۃ خیر من احیاء لیلۃ اور روایت میں آیا ہے کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایکساعت بہتر ہے ایک رات کی عبادت سے یعنی
بشرط حسن نیت ہم عالمگیریہ میں ہے کہ علم اور فقہ کی طلب فرض ہے اور جبکہ نیت صحیح ہو تو نیک اعمال سے افضل ہے اسیطرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت
افضل ہے اسواسطے کہ اوسکا فائدہ عام تر ہے لیکن اس شرط سے کہ ادائے فرائض میں نقصان واقع نہو اور صحت نیت یہہ ہے کہ رضائے حق تعالی اور آخرت کا قصد کرے نہ طلب
دنیا اور جاہ اور حشمت کا اور اگر خروج من الجہل اور نفع خلق اور احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضوں کے نزدیک یہہ بھی صحت نیت میں داخل ہے کذا فی الذخیرۃ اگر کوئی
اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہو تو بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہے علم چند قسم ہے لیکن فقہ افضل ہے تو تعلم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہئے جب فقہ سیکھ چکے تو سزاوار
یہہ ہے کہ علم زہد اور کلام حکماء دین اور شمائل صالحین میں نظر کرے طلب علم بقدر ضرورت دین و دنیا فرض ہے سوا اسکے فرض نہیں پھر اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا
تو افضل ہے اور اگر ترک کیا تو گناہ نہیں علم تین قسم ہے ایک تو علم نافع جسکا حاصل کرنا واجب ہے وہ فقط معبود کا علم ہے بعد اسکے علم حلال اور حرام اور اوامر و نواہی
کا علم اور جسکو واسطے انبیا علیہم السلام مبعوث ہوئے تیسرا علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنی علم سحر اور علم فلسفہ اور طلسمات اور علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات
نماز کا اور طلوع فجر اور سمت قبلہ اور ہدایت طریق کی درست ہے اور ایک علم اور ہے جسکا نفع آخرت میں نہیں وہ علم جدل اور مناظرات کا ہے تو اوسکے اشتغال میں
عمر کا ضائع کرنا ہے غرض اوس سے الزام خصم ہے نہ اظہار حق کذا فی الملتقط ای منقرا الامرد لہ الخروج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والدیہ لو ملتحیا و
تمامہ فی الدرر اور نوجوان کو علم شرعی کی طلب کیواسطے سفر کرنا اپنے والدین کے بلا اذن درست ہے اگر وہ داڑھی والا ہوا اور پورا بیان درر میں ہے اور اگر
امرد ہو تو والدین کو سفر سے منع کرنا درست ہے اور مراد علم شرعی سے نہ علم کلام اور مانند اسکی جو ہذیان فلاسفہ اور اونکے اباطیل سے ملا ہوا ہے تمامہ فی الدرر
واذا کان الرجل یصوم ویصلی ویضر الناس بیدہ ولسانہ فذکرہ بما فیہ لیس بغیبۃ حتی لو اخبر السلطان بذلک لیزجرہ لا اثم علیہ اور جبکہ ایک شخص نماز
پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو اور لوگونکو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتھ اور زبان سے تو اوسکی برائی کا ذکر کرنا غیبت نہیں یہانتک کہ اگر حاکم کو اسکی خبر دے تاکہ وہ اوسکو
ڈانٹے تو کچھ گناہ نہیں ہے اسکی بدگوئی اس وجہ سے غیبت میں نہیں کہ وہ گناہ کو علانیہ کرتا ہے اور جس گناہ کو چھپاتا ہو تو اوسکا ذکر کرنا غیبت میں داخل ہے
وقالوا ان علم ان اباہ یقدر علی منعہ اعلمہ ولو بکتابۃ والا لا کیلا تقع العداوۃ وتمامہ فی الدرر اور فقہا نے کہا کہ اگر جانے کہ اوسکا باپ اوسکے منع کرنے پر
قادر ہے تو اوسکو آگاہ کردے اگرچہ اعلام لکہہ بھیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہو تو آگاہ نکرے تاکہ باپ اور بیٹے میں عداوت نہ پڑ جائے اور پورا اسکا بیان
درر میں ہے وکذا لا اثم علیہ لو ذکر مساوی اخیہ علی وجہ الاہتمام لا یکون غیبۃ انما الغیبۃ ان یذکر علی وجہ الغضب یرید السب اور اسی
طرح اوسپر گناہ نہیں اگر اپنے بھائی مسلمان کی برائیان ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنیکے اور اسطرحکا بیان عیوب غیبت نہیں ہے غیبت تو یہی ہے کہ
عیب ذکر کرے بوجہ غضب کے دشنام اور تشہیر عیب جوئی کا قصد کرے ولو اغتاب اہل قریۃ فلیس بغیبۃ لانہ لا یرید بہ کلہم بل بعضہم وہو
مجہول خانیۃ فتباح غیبۃ مجہول والظاہر بقبیح ولمصاہرۃ ولسوء اعتقاد تحذیرا منہ ولشکوی ظلامۃ للحاکم شرح وہبانیۃ اور اگر ایک گانون والونکی غیبت کرے
تو وہ غیبت محرمہ نہیں ہے اسواسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب رہنے والون کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ بعض لوگونکا قصد رکہتا ہے اور وہ بعض مجہول ہیں سو یہ
نہیں کذا فی الخانیہ تو غیبت مباح ہے پانچ شخصونکی ایک تو شخص غیر معین کی دوسرے جو علانیہ گناہ کرتا ہے تیسرے مصاہرت یعنی ناطہ رشتہ کرنیکی وجہ سے
چوتھی بد اعتقادی کے سبب سے تاکہ وہ عقیدہ فاسدہ سے باز رہے پانچوین حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی شکایت سے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم مصاہرت کیصورت
یہہ ہو کہ ایک شخص نے کہیں نکاح کا ارادہ کیا اور دوسرے سے مشورہ لیا تو اوسکی عیب کا بیان کردینا درست ہے اور اسیطرح اگر معاملہ یا اوسکے ساتھ سفر کا

ارادہ کیا یا کوئی چیز خرید کرنیکا قصد کیا اور وہ اسکا عیب نہیں جانتا ہی تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہی اور اسیطرح ردات اور شہود میں مجروحین کی جرح جائز ہے تا مسلمین شر سے محفوظ رہیں اور جیسے حاکم سے بیان کرنا ظلم ظالم کا درست ہی ویسے مفتی سے اسطرح فتوی پوچھنا درست ہی کہ مجھپر فلانے شخص نے یہ ظلم کیا یا میرا فلانا حق مارا ایسا کرنا ہے اسکا شرع میں کیا حکم ہے اور تعیین کیواسطے القاب مشہورہ کا ذکر کرنا چنانچہ فلانا چپٹا یا لنگڑا درست ہی یہ غیبت میں داخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وکما تکون الغیبۃ باللسان صریحا تکون ایضا بالفعل وبالتعریض وبالکتابۃ وبالحرکۃ وبالرمز وبغمز العین والاشارۃ بالید وکل ما یفہم منہ المقصود فہو داخل فی الغیبۃ وہو حرام اور جیسے صریحا زبان سے غیبت ہوتی ہے ویسے ہی فعل سے اور تعریض یعنی قول غیر صریح سے اور لکھنے اور حرکت سے اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہے اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو سو وہ غیبت مین داخل ہے اور وہ حرام ہے ھم غیبت فعلی جیسے کسیکی قد اور افعال کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یون کہنا کہ مین طفیلی نہین ہون ومن ذلک ما قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا دخلت علینا امرأۃ فلما ولت اومأت بیدی ای قصیرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اغتبتہا اور منجملہ غیبت فعلی کے یہ روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایک عورت ہمارے پاس آئی پھر جب وہ پلٹ چلی تو مین نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یعنے وہ ٹھگنی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت کی ومن ذلک المحاکاۃ کان یمشی متعارجا او کما یمشی فہو غیبۃ بل اشد لانہ اعظم فی التصویر والتفہیم اور اوسی غیبت فعلی سے حکایت اور نقل کرنا ہی چنانچہ لنگڑا کر چلنا یا جسطرح کہ وہ چلتا ہو تو نقل کرنا بھی غیبت ہی بلکہ غیبت فعلی بدتر ہے غیبت قولی سے اسواسطے کہ وہ تصویر اور تفہیم مین زیادہ تر اور عظیم تر ہے قولی سے ومن الغیبۃ ان یقول بعض من مربنا الیوم او بعض من اٰتانا اذا کان المخاطب یفہم شخصا معینا لان المحذور تفہیمہ دون ما بہ التفہیم واما اذا لم یفہم عینہ جاز وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور منجملہ غیبت یہ ہے کہ کہے کہ جو شخص آجکے دن ہمارے پاس ہو کر نکلا یا جسکو ہمنے دیکھا وہ ایسا ہے یہ قول اوسوقت غیبت ہی جب کہ مخاطب معین شخص کو سمجھے اسواسطے کہ محذور اور ممنوع تفہیم شخص ہے نہ وہ قول یا فعل جس سے تفہیم ہوا اور جبکہ مخاطب اوسکی ذات کو نہ سمجھے تو جائز ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے ھم اور بعضے نسخہ مین بجای شرح وہبانیہ کے شرع شرعہ ہی وفیہا الغیبۃ ان تصف اخاک حال کونہ غائبا بوصف یکرہہ اذا سمعہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ قیل افرایت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول فقد اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بہتہ اور شرح مذکور مین ہے کہ غیبت یہ ہی کہ اپنے بھائی کے غائب ہونے کیوقت اوسکا ایسا حال یا قال تو بیان کرے جو اوسکو برا لگے جبکہ وہ اوسکو سنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہی اصحاب نے کہا اللہ اور اوسکا رسول زیادہ تر دانا ہی فرمایا کہ اپنے بھائی مسلمان کا وہ حال بیان کرنا جو اوسکو کو وہ معلوم ہوتا ہی کسی نے کہا کہ یا حضرت بتائیے تو کہ اگر میرے بھائی مین وہ عیب واقعی ہو جو مین کہتا ہون تو بھی غیبت ثابت ہوگی فرمایا کہ اگر اوسمین یہ عیب ہے جسکو تو کہتا ہی تو تو نے اوسکی غیبت کی اور اگر وہ عیب اوسمین نہین ہے تو البتہ تو نے اوسپر بہتان باندھا یعنی عیب واقعی کا ذکر کرنا بھی تو غیبت ہے اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت نہین بلکہ بہتان اور افترا ہی غیبت سے قبیح تر طحطاوی نے کہا مسلمان کی قید احترازی نہین تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہی اور جو حکم مرد و نکو ثابت ہی وہ عورتو نکو بھی ثابت ہی الا بدلیل مخصص اور جسطرح غیبت حرام ہی ویسا ہی اوسکا استماع بھی حرام ہی حق تعالی اس بلای عام سے ہمکو نجات بخشے آمین حدیث مذکور ابو داؤد اور ترمذی مین ہی ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہے واذا لم تبلغہ یکفیہ الندم والا شرط بیان کل ما اغتابہ بہ اور جس شخص کی غیبت کی اور اوسکو اوسکی خبر نہین پہنچی تو غیبت کرنے سے ندامت اور شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہی اور اگر اوسکو غیبت کی خبر پہنچگئی ہے تو جس چیز کی غیبت کی ہے اوسکا بیان کرنا معتاب کے سامنے اور معاف کروانا شرط ہے رفع گناہ مین ھم یعنی در صورت عدم علم معتاب توبہ کفایت کرتی ہے اور در صورت علم اوسکے سامنے یون بیان کرنا چاہیئے کہ مین نے تیری یون غیبت کی ہے سو تو اوسکو معاف کر دے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا طحطاوی نے کہا ظاہرا یہ ہے کہ توبہ عامہ کفایت کر جاوے واللہ اعلم وصلاۃ التامہ

واجبۃ ولو کانت بسلام وتحیۃ وھدیۃ ومعاونۃ ومجالسۃ ومکالمۃ وتلطف واحسان اور صلہ رحم یعنے عطا اور حسن سلوک
قرابت والون سے واجب ہے اگرچہ صلہ رحم سلام کرنے اور دعا دینے اور تحفہ بھیجنے اور مددگاری اور ہمنشینی اور باہم بات چیت کرنے اور مہربانی کرنے اور
احسان سے ہو ویزورھم غبا لیزید حبا بل یزور اقرباءہ کل جمعۃ او شھر ولا یرد حاجتھم لانہ من القطیعۃ وفی الحدیث ان اللہ یصل من
وصل رحمہ ویقطع من قطعھا وفی الحدیث صلۃ الرحم تزید فی العمر وتمامہ فی الدر اور ملاقات کیا کرے اپنے قرابت والون سے ایک روز درمیان
دیکر تا محبت زیادہ ہو بلکہ اپنے اقربا سے ملاقات کرے ہر جمعہ یعنے ہر سات دنمین یا ہر مہینے مین اور اونکی حاجت کو نہ رد کرے اسواسطے کہ حاجت روا نکرنا قطع
رحم مین داخل ہے حدیث مین ہے کہ مقرر حق تعالے احسان کرتا ہے اوس سے جو اپنی برادری سے احسان کرتا ہو اور قطع کرتا ہے اوس سے جو اپنی برادری سے
قطع کرتا ہے اور دوسری حدیث مین ہے کہ قرابت والون کے ساتھ احسان کرنا عمر کو زیادہ کرتا ہے اور اسکا پورا بیان در مین ہے ھم در مین ہے کہ ہر قبیلہ
اور عشیرہ ایک ہاتھ ہے اور مددگار ہین غیرون پر بمنزلہ ذات واحد کے ہے اظہار حق مین انتہی اور مددگاری قرابت والے کی اوس شرط سے ہے جبکہ وہ مخالف شرع
کے نہو اور نہین تو اوسکا ساتھ چھوڑنا بلحاظ حق شرع کے درست ہے تبیین المحارم مین ہے اختلاف ہے اوس قرابت مین جسکی معاونت واجب ہے بعضون نے کہا کہ قریب محرم
مراد ہے اور بعضون نے کہا ہر قرابت دار مراد ہے محرم ہو یا نہو تو اگر قرابت والون کے پاس ہے تو اونکو ہدیہ دینا اور اونکی ملاقات کرنا واجب ہے اور اگر احسان کی
کی قدرت نہین تو ملاقات کرنا اور اونکے کام مین اعانت کرنا لازم ہے اگر اونکو اعانت کی حاجت ہو اور اگر اہل قرابت سے ایک شخص دشمنی کرتا ہو تو اوسکی
دشمنی سے قطع احسان نکرے بلکہ زیادہ احسان کرے اور اگر اہل قرابت سے دور ہو تو خط لکھا کرے اور اونکی ملاقات کیواسطے چلنا افضل ہے اگر ہوسکے اور بڑا بھائی باپ
کی مانند ہے اور اسیطرح دادا پردادا اور بڑی بہن اور خالہ مان کی مانند ہے مان کے بعد اور چچا باپ کی مانند ہے حسن سلوک مین بنابر ایک قول کے اور صلہ رحمی
مین دس فضیلتین ہین ۱ خشنودی حق تعالی کی ۲ ادخال سرور ۳ فرشتونکا خوش کرنا ۴ نیک نامی ۵ شیطانکو غمگین کرنا ۶ عمر کا زیادہ ہو جانا ۷ رزق مین
برکت ہونا ۸ سرور اموات ۹ محبت زیادہ ہونا ۱۰ ثواب زیادہ ہونا موت کے بعد اسواسطے کہ جب اوسکا احسان یاد کرینگے دعاء خیر کرینگے زیادت
عمر کی تاویل مین اختلاف ہے بعضون کے نزدیک زیادت حقیقی مراد ہے اور بعضون نے کہا کہ بعد موت کے اوسکا ثواب لکھا جاتا ہے تو گویا وہ زندہ ہے اور
بعضون نے کہا کہ لوح محفوظ مین طول عمر صلہ رحمی پر معلق ہے کذا فی الطحطاوی بخاری اور مسلم مین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نے کہ رحم یعنی قرابت عرش سے معلق ہے کہتی ہے جو مجھسے جوڑے اللہ اوس سے جوڑیگا اور جو مجھسے توڑے اللہ اوس سے توڑیگا اور بخاری مین ابوہریرہ
سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکو اپنے رزق کی کشادگی اور اپنی موت کی تاخیر خوش معلوم ہو وہ اپنی برادری سے احسان کرے
اور ترمذی مین روایت ہے کہ اپنے انساب کو سیکھو تا اپنے صلہ رحمی کرو اسواسطے کہ صلہ رحمی سے قرابت والون مین محبت ہوتی ہے اور مال مین برکت اور موت
مین تاخیر ہوتی ہے اور نسائی مین سلمان بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محتاج کی خیرات مین فقط ایک ثواب ہے خیرات کا اور قرابت
والے کے دینے مین دو ثواب ہین ایک خیرات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا کذا فی تیسیر الوصول ویسلم المسلم علی اھل الذمۃ لو لہ حاجۃ الیہ والا کرہ
وھو الصحیح کما کرہ للمسلم مصافحۃ الذمی کذا فی نسخ الشرح واکثر المتون بلفظ ویسلم فاولتہا ھکذا ولکن بعض نسخ المتن ولا یسلم وھو
الاحسن الا لسکو فافھم اور سلام کرے مسلمان ذمیونکو اگر مسلمان کو ذمی کیطرف حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو سلام کرنا مکروہ ہے یہی قول صحیح ہے جیسے مسلمان
کو ذمی کا مصافحہ کرنا مکروہ ہے اسیطرح شرح مصنف اور متن کے اکثر نسخون مین بلفظ ویسلم کے وارد ہے تو مین نے اوسکی یون تاویل اور توجیہ کی یعنی سلام مسلم
ذمی کو بشرط حاجت جائز ہے اور بلا حاجت مکروہ ہے ولیکن متن کے بعضے نسخون مین ولا یسلم ثابت ہے اور وہ یعنی نفی کا نسخہ اثبات کے نسخہ سے بہتر اور سالم
ہے تاویل سے تو اسکو سمجھ لے ھم فتاوی عالمگیری مین ہے مجاہد نے کہا کہ جب یہودی یا نصرانی کو خط لکھے کسی حاجت مین تو یون سلام لکھے السلام علی
من اتبع الھدی کراہت مصافحہ ذمی غیر ہمسایہ پر محمول ہے اور اگر ہمسایہ ہو تو قنیہ مین ہے کہ ہمسایہ نصرانی کا مصافحہ درست ہے جبکہ سفر سے آوے اور ترک مصافحہ
سے اوسکو رنج ہوتا ہو محیط مین عبدالرحمن کاتب سے منقول ہے کہ اگر مسلمان ایکدفعہ مجوسی وغیرہ اہل شرک کے ساتھ کھانا کھانے مین مبتلا ہو تو مضائقہ نہین

اسپر ہنسی کرنا کروہ ہے زیلعی مین ہے کہ ذمی کو جواب سلام کا دینا درست ہوا اور وعلیکم سے زیادہ نکہو اور اوس سے ابتداء سلام نکرے اسواسطیکہ اوسمین اوسکی تعظیم اور تکریم ہے اور اگر اوسکی طرف حاجت ہو تو ابتداء سلام مین مضائقہ نہین اور اوسکی واسطے دعاء مغفرت نکرے لیکن دعاء ہدایت درست ہی اور طول عمر کی دعا مین اختلاف ہی کذا فی الطحطاوی و فی شرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام و تقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف قال وھذا التعمیم مخصوص بالمسلمین فلا یسلم ابتداء علی کافر لقوله علیه الصلوۃ والسلام لا تبدؤا الیھود والنصاری بالسلام فاذا لقیتم احدھم فی طریق فاضطروه الی اضیقه رواه البخاری اور عینی کی شرح صحیح بخاری مین اس حدیث مین کہ کون اسلام یعنی کون صفت اسلام کی بہتر ہی فرمایا کہ تو کہانا کہلاوے اور سلام کرے ہر شخص کو جسکو تو پہچانتا ہی اور جسکو نہین پہچانتا عینی نے کہا اور یہہ تعمیم سلام مخصوص مسلمین ہے تو کافر کو ابتداء السلام نکرے بدلیل اس حدیث کے جسکو بخاری نے روایت کیا کہ یہود یون اور نصرانیون کو ابتداء السلام نکیا کرو پہر جب تم اونمین سے کسیکو راہ مین ملو تو اونکو تنگ راہ کیطرف مضطر کردو ہم تنگ راہ مین اونکو کردینا اوس صورت مین ہی جبکہ اسکا امکان ہو اور ضرر کا خوف نہو یعنی اسلام کی شوکت کے سبب وکذا یخص منه الفاسق بدلیل آخر اور اسیطرح عموم سلام سے فاسق مخصوص ہے دوسری دلیل کے سبب سے ہم فاسق سے فاسق معلن مراد ہے جیسا کہ ہندیہ یعنی عالمگیری مین ہے کہ کافر اور مبتدع سے ترشروئی کے ساتھہ ملاقات کرے اور مجتبی مین ہے کہ محمد نے کہا کہ فاسق معلن کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر اوسکا فسق اعلان کے ساتھہ نہو تو مکروہ نہین اور یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ خوف نہو اور ضرورت داعی نہو کذا فی الطحطاوی واما من شك فیه فالاصل فیه البقاء علی العموم حتی یثبت الخصوص اور جس شخص کے اسلام اور کفر مین شک ہو تو اوسمین باقی رکہنا حدیث کا عموم پر اصل ہے یہانتک کہ خصوص ثابت ہو ہم اور اگر فاسق اور صالح ہونے مین شک واقع ہو تو اوسکا اعتبار نہین بلکہ مسلمین کے ساتھہ حسن ظن لازم ہی ویمکن ان یقال ان الحدیث المذکور کان فی ابتداء الاسلام لمصلحة التالیف ثم ورد النھی انتھی فلیحفظ اور ممکن ہی کہ یون کہا جاے کہ حدیث مذکور یعنی عموم سلام کی حدیث ابتداء اسلام مین تہی تالیف قلوب کی مصلحت سے پہر کافر اور فاسق کے سلام کی نہی وارد ہوگئی انتہی کلام العینی تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ولو سلم یھودی او نصرانی او مجوسی علی مسلم فلا باس بالرد ولکن لا یزید علی قوله وعلیك کما فی الخانیة اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کرے تو اوسکی جواب دینے کا مضائقہ نہین ولیکن وعلیک سے زیادہ نکہے چنانچہ فتاوی قاضی خان مین ہے ہم یعنی جواب مین فقط وعلیک کہے وعلیک السلام نکہے اسواسطے کہ کافر کبہی مسلمان کو السام علیک کہتا ہی یعنی تجہپر موت ہو اور گاہے کہتا ہی السلام علیک بکسر سین یعنی تجہپر پتہر ہے تو جب وعلیک کہا تو اوسکا قول اوسی پر ڈالا گیا ہی یعنی بیشک خاوند ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر اور اگر ذمی کو سلام کرے تکریم اور تعظیم کے سبب سے تو کافر ہوجاویگا اسواسطے کہ تکریم کافر کی کفر ہے ولو قال للمجوسی یا استاد تبجیلا کفر کما فی الاشباه اور اگر مجوسی کو کہا یا استاد تعظیم کی راہ سے تو کافر ہوجاویگا چنانچہ اشباہ مین ہے وفیھا لو قال لذمی اطال الله بقاءك ان نوی بقلبه لعله یسلم او یؤدی الجزیة ذلیلا فلا باس به اور اشباہ مین ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کہا کہ حق تعالی تیری بقا اور زندگی کو دراز کرے تو اگر اپنے دلمین یہہ نیت کرے کہ شاید درازی عمر سے مسلمان ہوجاے یا جزیہ دیا کرے ذلیل ہوکر تو اسکا کچہہ مضائقہ نہین ہم یہہ جو ہندوستانی فصاحت کے نوکر عرائض مین اونکو دام اقبالہ لکہتے مین سو حرام ہے اسلیے کہ کفار کی خیرخواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال بشرط ایمان دلمین مراد رکہین تو شاید مضائقہ نہو مگر یہہ نیت کون کرتا ہے ولا یجب رد سلام السائل لانه لیس للتحیة ولا من یسلم وقت الخطبة خانیه اور بہیکہ مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہین کذا فی الخانیہ ہم قاضی کے محکمہ مین اور جو شخص مسجد مین بیٹہا ہی انتظار نماز کیواسطے یا تسبیح اور قرأت قرآن مین مشغول ہے اور مذاکرہ علم کیوقت اور اذان اور اقامت کے حالمین جواب سلام کا دینا واجب نہین عتابیہ مین ہے کہ قول صحیح یہہ ہے کہ ان مواضع مین جواب نہ دے انتہی تنبیہ سوار پیدل کو اور کہڑا بیٹہے کو اور قلیل کثیر کو اور صغیر کبیر کو سلام کرے اور جو پیچہے آتا ہو وہ آگے کو سلام کرے اسلیے کہ سلام موضوع ہی اسلیے کہ دوسرے کے دلمین اوسکا خوف سلام ہوجاے یا ایکا خوف وعدہ ہو یا تواضع کیواسطے جو سومن کو مناسب ہے یا تعظیم کیواسطے تو سلام سے مقصود دوامر مین یا محبت حاصل کرنا یا استدفاع مکروہ

برادی کا مالنام

بلو سوار کا پیدل کو اور قائم کا قاعد کو ازالہ خوف کیواسطے ہے اور قلیل کا سلام کثیر کو تواضع کیواسطے ہے اور صغیر کا سلام کبیر کو توقیر کیواسطے ہے یہ خیریہ
قول ہے نووی شافعی کا لیکن ہمارے قواعد کے موافق ہے محیط میں ہے کہ ثواب کسکا زیادہ ہے بعضوں نے کہا جواب دینے والے کا اور بعضوں نے
کہا سلام کرنیوالے کا کذا فی الطحطاوی مختصراً وفیہا واذا اتی دار انسان یجب ان یستأذن قبل السلام ثم اذا دخل یسلم اولاً ثم یتکلم ولو
فی فضاء یسلم اولاً ثم یتکلم اور خانیہ میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جاوے تو سلام سے پہلے یہہ واجب ہے کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے
پھر جب اجازت پاوے اور داخل ہو تو اول سلام کرے پھر بات کرے اور اگر وہ شخص گھر میں نہو میدان میں ہو تو اول سلام کرے یعنی اسصورت میں دخول کی
اجازت مانگنے کی حاجت نہیں ولو قال السلام علیک یا زید لم یسقط برد غیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے
جواب دینے سے جواب دینا زید پر سے ساقط نہوگا ولو قال یا فلان او اشار لمعین سقط اور اگر یون کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین
شخص کو سلام کیا بدون نام لئے تو غیر کے جواب دینے سے جواب ساقط ہو جاتا ہے ھ اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جواب دیا
تو جواب ساقط نہوگا کذا فی معین الحکام وشرط فی الرد وجواب العطاس اسماعہ فلو اصم یریہ تحریک شفتیہ انتہی اور جواب سلام میں
اور چھینک کے جواب میں اوسکا سنانا شرط ہے اور اگر سلام کرنیوالا یا چھینکنے والا بہرا ہو تو اوسکو اپنے لبوں کی حرکت دکھادے یعنی تا وہ جانے کہ جواب دیا انتہی
کذا فی الخانیۃ قلت وفی المبتغی ویسقط عن الباقین برد صبی یعقل لانہ من اھل اقامۃ الفرض فی الجملۃ بدلیل حل ذبیحتہ وقیل لا میں کہتا ہون اور
مبتغی میں ہے کہ ساقط ہوتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگوں سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے اسواسطے کہ صغیر عاقل اقامت فرض میں فی الجملہ اہلیت رکھتا ہے
اس دلیل سے کہ اوسکا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب سے باقی جماعت سے جواب ساقط نہیں ہوتا وفی المجتبی ویسقط برد العجوز
وفی رد الشابۃ والصبی والمجنون قولان وظاھر التاتارخانیۃ ترجیح عدم السقوط اور مجتبی میں ہے کہ جواب جماعت سے ساقط ہو جاتا ہے بڈھی عورت کی جواب
دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب میں دو قول ہیں سقوط اور عدم سقوط میں اور تاتارخانیہ کا ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے ویسلم
علی الواحد بلفظ الجمع وکذا الرد اور سلام کرے مسلمان کو بصیغہ جمع اور اسیطرح جواب سلام میں صیغہ جمع بولنا چاہیے ھ یعنی ایک شخص کو بھی السلام علیک
نکہے بلکہ السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام کہے اسواسطے کہ تعظیم مسلمان کی عمدہ بات ہے علاوہ اسکے ہر مسلمان کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں تو جمع
کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو جاوینگے طحطاوی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اور جواب دینے والا بھی اسیطرح
کہے یا اوسپر زیادہ کرے یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور حذف واو بھی درست ہے اور اگر یون سلام کرے سلام علیکم یا السلام علیکم تو
جیب دونوں صورتوں میں سلام علیکم یا السلام علیکم کہے لیکن الف لام کے ساتھ کہنا افضل ہے انتہی ولا یزید علی وبرکاتہ اور زیادہ نکرے
وبرکاتہ پر ھ ابن عباس نے کہا کہ ہر شے کا منتہی ہے اور سلام کا منتہی برکات ہے کذا فی المحیط ورد السلام وتشمیت العاطس علی الفور
اور سلام کا جواب اور چھینکنے والے کا جواب دینا علی الفور واجب ہے ھ ظاہراً تاخیر بلا عذر مکروہ تحریمی ہے اور گناہ جواب دینے سے مرتفع نہوگا بلکہ توبہ سے
کذا فی الطحطاوی ویجب رد جواب کتاب التحیۃ کرد السلام اور خط کے اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اسواسطے کہ
غائب کیطرف سے خط بمنزلہ خطاب کے ہے حاضر کیطرف سے کذا فی المجتبی اور لوگ اس سے غافل ہیں خط پڑھکے جواب سلام کا نہیں دیتے تاتارخانیہ میں ہے
کہ اگر مجلس میں دوسری بار سلام کرے تو جواب دینا واجب نہیں ولو قال لآخر اقرأ فلاناً السلام یجب علیہ ذلک اور اگر ایک شخص نے دوسرے
سے کہا کہ فلانے شخص کو میرا سلام کہدینا تو اوسپر یہہ پہونچانا سلام واجب ہے یعنی اگر اوسکا سلام نہ پہونچا دیگا تو گنہگار ہوگا امام محمد نے کتاب السیر میں
وہ حدیث نقل کی جو اسپر دلالت کرتی ہے کہ جو کسی انسان کو غائب کیطرف سے سلام پہونچاوے تو اوسپر لازم ہے کہ پہونچانے والے کو اول سلام کا جواب
دے پھر غائب کو کذا فی العالمگیریۃ یعنی یون کہے وعلیک وعلیہ السلام ویکرہ السلام علی الفاسق لو معلناً والا لا کما یکرہ علی عاجز عن الرد حقیقۃ
کآکل او شرعاً کمصل وقاری ولو سلم لا یستحق الجواب انتہی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہو اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ

نہیں جیسے کہ وہ شخص سلام کرنا اوسپر جو حقیقۃً جواب نہیں دیسکتا چنانچہ کہا نہر الفائق میں جسکے منہ میں لقمہ ہے اور وہ چبارہا ہے یا عاجز ہو جواب سے شرعاً
چنانچہ نماز کا پڑھنے والا اور قرآن خوان اور اگر ان تینونکو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا مستحق نہوگا انتہیٰ امنی المبتغی و قد ذکرنا فی باب
ما یفسد الصلوٰۃ کراھتہ فی نیف وعشرین موضعاً وانہ لا یجب رد سلام علیکم بجزم المیم اور مفسدات صلوٰۃ کے باب میں ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں
کراہت سلام کرنیکے بیس اور چند مقام ہیں اور یہہ کہ واجب نہیں جواب دینا سلام علیکم کا بجزم میم یعنے اگر سلام کے میم کو جزم کے ساتھہ کہے تنوین اور
ضمہ حذف کرے تو جواب واجب نہیں اسواسطے کہ مخالف سنت کے ہے اور عربی بولی کے موافق نہیں کذا فی الطحطاوی لیکن ظاہر اعوام جو اعراب
سے واقف نہیں وہ اس سے مستثنےٰ ہیں ولو دخل ولم یر احداً یقول السّلام علینا وعلی عباد اللہ الصّالحین اور اگر مکان میں داخل ہوا اور کسیکو
نہ دیکھے تو یون کہے السلام علینا وعلی عباد اللہ الصّالحین یعنی ہم پر سلام ہو اور حق تعالے کے نیک بندونپر ھم عباد صالحین سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو سلام
کرنیوالے کے ساتھہ ہیں اور نماضرین جن تار خانیہ میں ہے کہ سلام کرنا ہر بار کے داخل ہونے میں چاہیئے **فرع** مسئلہ متعلقہ شارم کا یکرہ اعطاء سائل المسجد
الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کما فی الاختیار ومتن مواہب الرحمٰن لان علیاً تصدق بخاتمہ فی الصّلوٰۃ فمدحہ اللہ بقولہ ویؤتون
الزّکوٰۃ وھم راکعون مسجد میں سوال کرنے والیکو دینا مکروہ ہے مگر جبکہ سائل لوگونکی گردنوں پر قدم اوٹھا کر نہ پھاندتا ہو تو اوسکو دینا بقول مختار مکروہ
نہیں کذا فی الاختیار و متن مواہب الرحمن اسواسطے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز میں خیرات دی سو حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں یون اونکی
مدح کی کہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور حالانکہ رکوع میں ہوتے ہیں ھم یعنی وہ نماز مسجد میں تھے تو دلیل پوری ہوگئی یا جبکہ نماز میں جو افضل اعمال ہے تصدق
درست ہوا تو مسجد میں بطریق اولیٰ درست ہوگا تو معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء سائل مسجد بعلت تخطی رقاب ہے کذا فی الطحطاوی احبّ الاسماء الی اللہ تعالیٰ
عبد اللہ و عبد الرحمٰن دو بہترین اسماء حق تعالیٰ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے ھم مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ
میں عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع منقول ہے کہ احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن سخاوی نے کہا اور عبد اللہ افضل ہے مطلقاً حتی کہ
عبد الرحمن سے بھی اور ان دونو نامون کے بعد محمد افضل ہے پہر احمد پہر ابراہیم انتہی قول السخاوی طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے احبّ الاسماء
الی اللہ ما تعبّد بہ یعنی سب ناموں میں پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہے جس سے عبدیت ثابت ہو چنانچہ عبد اللہ اور عبد القادر کذا فی الطحطاوی وجاز
التسمیۃ بعلیّ ورشید وغیرھما من الاسماء المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالیٰ لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی زماننا اولیٰ
لان العوام یصغرونھا عند النداء کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمی کا نام علی اور رشید رکھنا اور انکے سوا اُن اسماء سے جو مشترک ہیں خالق اور
مخلوق میں اونکا تسمیہ بھی درست ہے اور ہمارے حق میں اسماء مذکورہ سے اوسکے غیر معانی مراد ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ کے حق میں مراد ہوتے ہیں لیکن انکے سوا اور نام رکھنا ہمارے زمانہ میں
بہتر ہے اسلیے کہ عوام لوگ پکارنے کیوقت اسمارمصدرہ کو حقیر کرکے پکارتے ہیں کذا فی السراجیۃ ھم مثلاً علی حق تعالیٰ کے حق میں بمعنی عالی رتبہ ہے ہر شی سے
اور آدمی کے حق میں عالی رتبہ ہو اپنے ہمسرون سے اور رشید حق تعالیٰ کے حق میں بمعنی موصل الی الہدایۃ والی کل خیر اور آدمی کے حق میں تقرب الی اللہ
حاصل کرنیوالا اور جو راشد اور مرشد ہو غیر کا تعلم اور تعلیم سے ومن کان اسمہ محمداً لا باس بان یکنی ابا القاسم لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
سمّوا باسمی ولا تکنّوا بکنیتی قد نسخ لان علیاً رضی اللہ عنہ کنّی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جسکا نام محمد ہو اوسکی کنیت ابو القاسم سے
رکھنے میں کچہہ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ یہہ حدیث کہ میرا نام تو رکھو اور میری کنیت نہ رکھو البتہ منسوخ ہے اسواسطے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند
محمد بن حنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی ھم سبب کراہت کا یہہ تہا کہ ابو القاسم کہکر یہود پکارتے تھے پہر جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم آپکی طرف
التفات فرماتے تو وہ کہتے کہ ہمنے اور شخص کو پکارا نہ تمکو ویکرہ ان یدعو الرجل اباہ وان تدعو المرأۃ زوجہا باسمہ انتہی بلفظہ اور یہہ
مکروہ ہے کہ مرد اپنے باپ کا نام لیکر اور عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکارے انتہی ما فی السراجیۃ بلفظہ ھم چونکہ والد کا حق ولد پر اور زوج کا حق زوجہ
پر نہایت زیادہ ہے تو تعظیم اور تکریم کے ساتھہ خطاب کرنا چاہیئے نام لینے میں ظاہر اسکے ادبی ہے حدیث میں وارد ہے کہ اگر سجدہ کا کسیکے واسطے امر ہوتا

پوچھیں حضور الانور اور پوچھیں ایسے

تو زوجہ کو زوج کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا و فیما یکرہ الکلام فی المسجد و خلف الجنازۃ و فی الخلاء و فی حالۃ الجماع و زاد ابو اللیث فی
البستان و عند قراءۃ القرآن و زاد فی الملتقی تبعا للمختار و عند التذکیر فما ظنک به عند الغناء الذی یسمونه وجدا و محبۃ اور سراجیہ میں
ہے کہ مکروہ ہے کلام کرنا مسجد میں اور جنازہ کے پیچھے اور بیت الخلاء میں اور جماع کی حالت میں اور فقیہ ابو اللیث نے بستان میں اتنا زیادہ بیان کیا
ہے اور مکروہ ہے کلام کرنا قرآن پڑھنے کے وقت اور ملتقی میں باتباع مختار اتنا اور زیادہ کیا ہے اور وعظ اور تذکیر کے وقت کلام مکروہ ہے سو تیرا کیا گمان
ہے قرآن پڑھنے کے وقت اوس راگ کا جسکو بعضے صوفی وجد کہتے ہیں ہم یعنی جب کلام مباح وعظ کے وقت مکروہ ہوا تو غنا و تحریم وعظ کے وقت ظلم
علی ظلم ہے طحطاوی نے کہا شارح کو یوں کہنا تہا فما ظنک بالغناء عند التذکیر تاتارخانیہ میں ہے کہ فجر کے بعد نماز تک کلام نکرے مگر امر خیر میں
اور بعضوں نے کہا اور نماز کے بعد سے بہی کلام نکرے تا طلوع آفتاب للعربیۃ فضل علی سائر الالسن و هو لسان اهل الجنۃ من تعلمها او علمها
غیره فهو ماجور و فی الحدیث احب العرب لثلاث لانی عربی و القرآن عربی و لسان اهل الجنۃ فی الجنۃ عربی یعنی عربی زبان افضل ہے باقی زبانوں
سے اور بہشتیوں کی زبان عربی ہو جو اوسکو سیکھے اور غیر کو سکہاوے وہ ثواب پاویگا اور حدیث میں وارد ہے کہ عرب کو دوست رکہہ تین وجہ سے اسواسطے کہ
میں عربی ہوں اور قرآن شریف عربی ہے اور اہل جنت کی زبان جنت میں عربی ہے ہم جامع صغیر میں اخرجه ... اور حاکم نے مستدرک
کی تخریج کے بعد کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ احفظونی فی العرب لثلاث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہے اور حب عرب میں احادیث
کثیرہ وارد ہیں چنانچہ عراقی نے علحدہ کتاب اسمیں تالیف کی ہے از انجملہ افراد دار قطنی میں ابن عمر سے روایت مرفوع ہے کہ حب العرب ایمان و بغضهم
نفاق یعنی محبت عرب کی ایمان سے اور عداوت اونکی نفاق ہے اور ابو الشیخ نے ابو ہریرہ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکہو عرب کو اور اونکے
باقی رہنے کو اسواسطے کہ عرب کی بقا نور ہے اسلام میں اور اونکا فنا ہو جانا ظلمت ہے اسلام میں کذا فی الطحطاوی و فیها تطیین القبور لا یکره فی
المختار و قیل یکره و قال البزدوی و لو احتیج الی الکتابۃ کیلا یذهب الاثر و لا یمتهن لا باس به ذکره المصنف فی اخر باب الوصیۃ للاقارب
فی الجنائز اور سراجیہ میں ہے کہ قبر پر مٹی لگانا اور کہگل کرنا قول مختار میں مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا مکروہ ہے اور بزدوی نے کہا اور اگر کتابت کی
حاجت ہو تا اثر نہ جاتا رہے اور گناہ نہو تو مضائقہ نہیں اوسکا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے وصیت اقارب کے آخر باب میں اور ہم اسکو باب الجنائز
میں پہلے ذکر کر چکے ہیں فائدہ زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہے اور کیفیت زیارت یہ ہے کہ جسطرح میت کی حیات میں قرب یا بعد سے
زیارت کرتا تہا اوسیطرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہی ہے کہ اپنے گہر میں دو رکعت نماز پڑہے ہر رکعت میں فاتحہ
اور آیۃ الکرسی ایکبار اور سورہ اخلاص تین بار پڑہے اور اسکا ثواب میت کیواسطے مقرر کرے حق تعالی قبر کو نورانی کریگا اور پڑھنے والے کو بہت ثواب ہوگا پہر
قبرستان کیطرف چلے اور راہ میں بیہودہ اشتغال نکرے جب قبرستان میں پہنچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دیکر کہڑا ہو اور یوں کہے السلام علیکم یا اہل القبور
یغفر الله لنا و لکم انتم سلفنا و نحن بالاثر اور اگر شہید ہو تو یوں کہے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور جب میت کیواسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہو کر دعا
کرے پہر سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اذا زلزلت و الهکم التکاثر پڑہے قرآن پڑھنا قبرستان میں بلند آواز سے مکروہ ہے اور آہستہ پڑھنا مکروہ نہیں اور زیارت
کے افضل ایام دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور شنبہ ہیں لیکن جمعہ میں نماز کے بعد اور شنبہ میں طلوع آفتاب تک پنجشنبہ میں اول روز یا آخر روز اور اسیطرح
متبرک راتوں میں چنانچہ شب برات اور اسیطرح از منہ متبرکہ میں چنانچہ عشرہ ذیحجہ اور عیدین اور عاشورا ابوبکر بن ابی سعید سے منقول ہے کہ زیارت کیوقت
سورہ اخلاص سات بار پڑھنا مستحب ہے مجہکو یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو سات بار پڑہے اگر میت غیر مغفور ہے تو اوسکی مغفرت ہوتی ہے اور اگر مغفور ہے تو پڑھنے والے
کی مغفرت ہوتی ہے اور میت کو ثواب ملتا ہے اور جو قبر پر بسم الله علی ملۃ رسول الله کہے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر والے سے چالیس برس تک دور ہو جاتی
ہے قبر پر بیٹہنا بعضوں کے نزدیک درست ہے اور بعضوں کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا ملنا اور بوسہ لینا جائز نہیں کہ نصاری کی عادت ہے لیکن قبر والدین کے
چومنے میں مضائقہ نہیں پہولوں کا ڈالنا قبروں پر درست ہے اور اگر پہولوں کی قیمت کو خیرات کر دے تو بہتر ہے اور اجتماع مشہور قبروں کی طرف بدعت ہے الکل

فی العالمگیریۃ یکرہ تمنی الموت لغضب او ضیق عیش لا لخوف الوقوع فی معصیۃ ای فیکرہ لخوف الدنیا لا الدین لحدیث فبطن الارض
خیر لکم من ظہرہا ملخصًا آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی سے مکروہ ہے اور گناہ میں پڑجانے کے خوف سے تمنا موت کی مکروہ نہیں یعنی خوف دنیا
سے آرزو مکروہ ہے نہ دین کے خوف سے بدلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہے اوسکی پیٹھ سے کذا فی الخلاصۃ یعنی ایام فتنہ میں مرجانی
سے بہتر ہے لا باس بلبس الصبی اللؤلؤ وکذا البالغ کذا فی شرح الوہبانیۃ معزیا للمنیۃ وقاس علیہ الطرسوسی بقیۃ الاحجار کیاقوت
وزمرد ونازعہ ابن وہبان بانہ یحتاج الی نقل صریح وجزم فی الجوہرۃ بحرمۃ اللؤلؤ قلت وحمل المصنف ما فی المنیۃ علی قولہ وما فی الجوہرۃ علی قولہما
قال وقد صححوا قولہما ففی الکافی قولہما اقرب الی عرف دیارنا فیفتی بہ ثم قال المصنف وعلیہ فالمعتمد فی المذہب حرمۃ لبس اللؤلؤ ونحوہ علی الرجال
لانہ من حلی النساء مضائقہ نہیں موتی کے پہننے میں صغیر کو اور اسیطرح بالغ کو ایسا مذکور ہے شرح وہبانیہ میں منیۃ المفتی کیطرف منسوب کرکے اور موتی پر
طرسوسی نے باقی پتھر انکو مثل یاقوت اور زمرد کو قیاس کیا ہے اور ابن وہبان نے طرسوسی سے یہہ نزاع کیا ہی کہ اسکی حلت میں نقل صریح چاہیے یعنی غیر مجتہد کا
قیاس حجت نہیں اور جوہرہ میں موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہی میں کہتا ہوں اور مصنف نے اپنی شرح میں موتی کی اباحت کو جو منیۃ المفتی میں مذکور ہے امام
کے قول پر محمول کیا ہے اور جو جوہرہ میں حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہی مصنف نے کہا اور البتہ علما نے صاحبین کے قول کو ترجیح دی ہے کافی
میں یوں مذکور ہے کہ صاحبین کا قول قریب تر ہی ہمارے دیار کے رواج سے تو اوسیکا فتوی دیا چاہیے پہر مصنف نے کہا اور بموجب اوسکی تو مذہب میں
موتی اور اوسکی مانند اور پتھروں کے پہننے کی حرمت معتمد ہے مردوں پر اسواسطے کہ وہ عورتوں کا زیور ہے ویکرہ للولی الباس الخلخال والسوار للصبی
اور ولی کو پہنانا انگوٹھی اور کنگن کا صغیر کو مکروہ ہے یعنی اسواسطے کہ عورت کا زیور ہے کذا فی الطحطاوی اور اسیطرح ہاتھ پاؤں کڑے اور جوشن اور گھونگرو لڑکوں کو
پہنانا درست نہیں ولا باس بثقب اذن البنت والطفل استحسانا ملتقط بیٹی اور طفل کے کان چھیدنے میں مضائقہ نہیں باعتبار استحسان کے کذا
فی الملتقط ھ ظاہرا طفل سے مذکر مراد ہو عطف کے قرینہ سے لیکن فتاوی عالمگیری میں کبری سے منقول ہی لا باس ان یثقب اذان الطفل من البنات
اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے بلا انکار اتہے تو اس کان چھیدن اناث کیواسطے مخصوص ہے کذا فی الطحطاوی وھل
یجوز الخزام فی الانف لم اَرَہٗ اور کیا جائز ہے نتہنی پہنانا ناک چھیدکر میں نے اسکا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا ھ طحطاوی نے کہا میں کہتا ہوں اگر
نتہنی کو زینت کیواسطے عورتیں پہنتی ہوں چنانچہ بعضے بلاد میں رائج ہے تو ان ملکوں میں ناک چھیدنا نتہنی کیواسطے ایسا ہے جیسے کان کا چھیدنا درست
ہے بالیوں کیواسطے ویکرہ للذکر والانثی الکتابۃ بالقلم المتخذ من الذہب او الفضۃ او من دواۃ کذلک سراجیہ اور مرد اور عورت
کو مکروہ ہے لکھنا سونے چاندی کے قلم بنائے ہوئے سے یا سونے چاندی کی دوات سے کذا فی السراجیۃ ثم قال لا باس بتمویہ السلاح بذہب وفضۃ ولا باس
بسرج ولجام وثفر من الذہب عند ابی حنیفۃ خلافا لابی یوسف پہر سراجیہ میں یوں کہا کچھ مضائقہ نہیں سونے چاندی کے ملمع کا ہتھیار پر اور مضائقہ نہیں
زین اور لگام اور دمچی کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے ھ ان مسائل کی تفصیل اس کتاب کی اول میں مذکور ہوچکی جاریۃ
لزید قال لبکر وکلنی زید ببیعہا حل لعمرو شراؤہا ووطیہا بقبول قول بکر ان اکبر رایہ صدقہ کما مر وان اکبر رایہ کذبہ لا یقبل قولہ ولا یشتری
منہ ولو لم یخبرہ ان ذلک الشئ لغیرہ فلا باس بشرائہ منہ زید کی لونڈی ہی سو بکر نے کہا کہ مجکو زید نے اوسکے بیچنے کا وکیل کیا ہے تو عمرو کو اسکی
خریدا اور قربت کرنا درست ہی بسبب قبول کرلینی بکر کے قول کے بشرطیکہ عمرو کو اوسکی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب میں مذکور ہوچکا اور اگر اوسکی کذب
کا گمان غالب ہو تو اوسکی قول کو قبول نکرے اور نہ اوس سے خریدا کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو اسکی خبر نکرے کہ یہہ چیز غیر شخص کی ہے تو اوسکی خرید کرنے میں
قابض ہے کچھ مضائقہ نہیں یعنی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی کما حل وطی من زفت الیہ وقال النساء ھی امرأتک جیسے حلال ہے قربت اوس عورت کی جو
دولہا کے پاس پہنچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتوں نے کہا کہ یہہ تیری زوجہ ہی یعنی اسواسطے کہ خبر دلیل شرعی ہی در صورت عدم معارض وحل نکاح
من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت امۃ لفلان اعتقنی ان وقع فی قلبہ صدقہا وتمامہ فی الخانیۃ قلت وحاصلہ انہ متی اخبرت

بامر محتمل فان ثقۃ او وقع فی قلبہ صدقھا لا باس بان یتزوجھا وان بامر مستنکر لا ما لم یستفسرھا اور حلال ہے نکاح کر لینا اوس عورت کے ساتھ جسنے کہا کہ میری زوج نے مجکو طلاق دی اور میری عدت گذر گئی یا مین فلانے شخص کی لونڈی تھی سو اوسنے مجکو آزاد کر دیا بشرطیکہ مرد کے دل مین اوسکی راستی واقع ہو جاوے اور اسکا پورا بیان خانیہ مین ہے مین کہتا ہون خلاصہ مقام کا یہ ہے کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہو یا مرد کے دل مین اوسکی راستی جمجاوے تو اوسکے ساتھ نکاح کر لینا درست ہے اور اگر عورت امر مستنکر اور غیر معلوم کی خبر دے تو اوسکے نکاح پر جرات نکرے جبتک کہ اوسکا حال دریافت نکرے لوگون سے یہ امر مستنکر جیسا کہ عورت نے اگر دوسرے سے نکاح کیا پہر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تہا یا میرا زوج مسلمان نتہا تو دوسرے مرد کو اوسکا قول مان لینا درست نہین اور نہ اوسکے ساتھ نکاح کرنا درست ہی اسواسطے کہ اوسنے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریۃ اور جیسا کہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ مین تجکو حلال ہوگئی تو اوسکو اوسکے ساتھ نکاح حلال نہین بدون استفسار کے اسواسطے کہ بعضے علما کے نزدیک مجرد نکاح کے بلا وطی زوج ثانی کی حلت ہو جاتی ہے تو شاید اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہوا کذا فی الطحطاوی ⁂

فروع مسائل لحقہ شارح کی کتب ما قول الشافعی یکتب جواب ان حنیفۃ مستفتی نے لکہا کہ اس مسئلہ مین مثلاً شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابو حنیفہ کا جواب لکہے یہ مبنی ہے علما کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا اعتقاد کرنا واجب ہے اور غیر کے مذہب بالعکس اسکی اور اسکی بنا اسپر ہے کہ تقلید مفضول کی باوجود افضل کے جائز نہین اور حق یہہ ہی کہ تقلید مفضول کی بہی جائز ہے اور اعتقاد مذکور تو مجتہد کے حق مین ہے نہ تابع مقلد کے حق مین اسواسطے کہ مقلد کو نجات پانا ہی ائمہ اربعہ کے ایک کی تقلید کرنے سے فروع مین اور اوسپر ترجیح واجب نہین کذا فی الطحطاوی واذا کتب المفتی ویدین یکتب لا یصدق قضاء لیقضی القاضی بحجتہ اور جب مفتی لکہے کہ یہہ امر دیانۃً درست ہی یعنی فیما بینہ وبین اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو یہہ بہی مفتی کو لکہنا چاہیے اور اوسکی تصدیق قضاءً نکرنا چاہیے تا کہ قاضی حکم کرے اوسکی حانث ہونے کا مثلاً یہ شاید کہ یہہ بسبیل اولویت کے ہے والافتاء قاضی اس قول کی کتابت پر موقوف نہین مگر جبکہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور افتاء مفتی پر اعتماد کرتا ہو کذا فی الطحطاوی التَرجیع بالقرآن والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فیہ الحروف قران پڑہنے اور اذان کہنے مین ترجیع یعنی تردید صوت حلق مین خوش آوازی سے جائز ہے اگر ترجیع مین حروف زیادہ نہو جائین یہہ منح الغفار مین اسی قولکو اصح نقل کیا ہی اور عالمگیری مین ہی کہ اکثر مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہے حلال نہین اسلئے کہ فاسقون کی حالت فسق سے مشابہ ہی یعنی مغنیون کی گٹکری سے مشابہ ہے اور یہہ گمان کوئی نکرے کہ ترجیع مذکور سے گانا مراد ہی اسواسطے کہ لحن بلا خلاف حرام ہی وان زاد کرہ لہ ولمستمعہ اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہوجاے مثلاً فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ سے واو پیدا ہو تو قاری اور موذن کو اور اسکی سماعت کرنیوالیکو ترجیع مکروہ ہے وقولہ احسنت ان لسکوتہ فحسن لا لتلک القراءۃ یخشی علیہ الکفر اور سامع کا یون کہنا قاری مُرجّع کو کہ کیا خوب کیا تونے تو اگر اوسکی چپ رہنے کیواسطے یہہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قرأت مجرّسہ کیواسطے کہا تو اوسپر کفر کا خوف ہے یہہ وجہ خوف کفر یہہ ہے کہ تحسین حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق عبادۃ ولاجل ثلثۃ حرام لقہر مسلم واظہار علم ونیل دنیا او مال او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم مین کرنا نصرت اور تائید حق کیواسطے عبادت ہی اور تین امور مین سے کسی امر کیواسطے مناظرہ حرام ہی مسلمان کے مغلوب کرنے کیواسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنیکے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کیواسطے حرام ہے التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیہود والنصاری وعظ اور درس کہنا منبرون پر غیرون کی اور اپنی پند پذیری کیواسطے انبیا اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کیواسطے وعظ کہنا یہود و نصاری کی گمراہی سے ہی یہہ اسکی طرف اشارہ ہی قرآن مجید مین فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنی الآیۃ قراءۃ القران بالقراءۃ معروفۃ وشاذۃ فی دفعۃ واحدۃ مکروہ کذا فی الحاوی القدسی قران پڑہنا مشہور اور غیر مشہور قرات سے یکبارگی مکروہ ہے چنانچہ حاوی قدسی مین ہے یہہ قرات عشرہ سے زیادہ قرات شاذہ غیر مشہورہ ہے اور جب مشہورہ اور غیر مشہورہ کا ساتھ پڑہنا مکروہ ہوا تو فقط شاذہ قرات پڑہنا

بطریق ادب کے مکروہ ہوگا کذا فی الطحطاوی یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ ولو فی غیر حرب فی الاصح والاصح انہ علیہ الصلوۃ و
السلام لم یفعلہ ویکرہ بالسواد وقیل لا مجمع الفتاوی والکل من منح المصنف یعنی مستحب ہے مرد کو خضاب کرنا اپنے بالوں اور داڑھی میں اگرچہ خضاب کرے
سوای جہاد کے قول اصح میں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے اور بعضوں نے کہا
مکروہ نہیں کذا فی مجمع الفتاوی اور یہ سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہیں ہم ہاتھہ پانون میں مہندی کا خضاب مکروہ ہے عورتوں کی مشابہت کے
سبب سے بالون کا خضاب درست ہے اگرچہ زینت اور جواری کے پسند آنیکے واسطے کرے ابو یوسف سے روایت ہے کہ جیسے مجکو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میری
عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرائش کرے ویسے ہی عورتکو میری آرائش پسند آتی ہے اکثر مشائخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے
کذا فی الملتقط ہے حنا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور احادیث میں وارد ہے لیکن کتم میں اختلاف ہے کہ وسمہ ہے یا کوئی اور گہاس ہے جو
خضاب کے ساتھہ بوئی جاتی ہے شرح مسند نے ملا قادہ دہلی سے سنا کہ سیاہی کے خضاب سے وسمہ کا خضاب مستثنی ہے اسواسطے کہ صحیح بخاری میں علقمہ سے ہے کہ
جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک شہید ہوکر شام کو گیا تھا تو ریش مبارک میں وسمہ کا خضاب تھا تو معلوم ہوا کہ اور اوسکی سیاہی مکروہ ہے نہ
ہے الکتب التی لا ینتفع بہا یمحی عنہا اسم اللہ وملائکتہ ورسلہ ویحرق الباقی ولا بأس بان تلقی فی ماء جار کما ہی او تدفن وہو
احسن کما فی الانبیاء وہ کتابیں جس سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا بوسیدگی کے سبب سے اوس سے حق تعالی اور اوسکے فرشتوں اور اوسکے رسولوں کا نام
مٹایا جاوے اور باقی جلا دی جائیں اور بہتے پانی میں اوسیطرح بلا محو اسماء مقدسہ اونکا ڈالنا درست ہے یا زمین میں دفن کردی جائیں اور دفن کرنا
جلانے اور بہانے سے افضل ہے جیسے حضرت انبیا علیہم السلام کو دفن کرتے ہیں بعد موت کے القصص المکروہ ان یحدثہم بما لیس لہ اصل معروف
او یعظہم بما لا یتعظ بہ او یزید وینقص یعنی فی اصلہ اما للتزین بالعبارات اللطیفۃ المرققۃ والشرح لفوائدہ فذلک حسن
وعظ میں مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ لوگون سے وہ قصہ بیان کرے جسکی کچھہ اصل مشہور اور معلوم نہیں اہل روایت کے نزدیک یا اونکو اوس چیز کی
نصیحت کرے جسپر خود عمل نہ کرتا یا اصل قصہ اور مطلب میں کچھہ زیادہ کردے یا کم کردے لیکن کلام کا آراستہ کرنا عبارتوں لطیف دل نرم کرنیوالیوں
سے اور شرح کردینا قرآن اور حدیث کے فوائد کا سو وہ تو بہتر ہے ہم اکثر جہال واعظین یا دنیا پرست اور مرتبہ کہنے والونکی عادت ہے کہ حکایات
کاذبہ اور روایات موضوعہ جسکی اہل حدیث کے نزدیک کچھہ اصل نہیں مزید رقت اور گرمی محفل کیواسطے بیان کرتے ہیں یا کمی بیشی کردیتے ہیں سو معلوم
ہوا کہ درست نہیں مکروہ ہے جاہل کے وعظ گوئی میں یا مصریں عالم کے بیانیں اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہیں والافضل مشارکۃ اہل محلۃ
فی اعطاء النائبۃ لکن فی زماننا اکثرہا ظلم فمن تمکن من دفعہ عن نفسہ فحسن وان اعطی فلیعطہ من عجز اور شرکت اپنے اہل محلہ کی اوس مال کے دینے
میں جسکو حاکم مقرر کرلیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے زمانے میں اکثر نوائب ظلم ہیں سو جو شخص کہ اوسکو دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہو تو بہتر ہے اور
اگر دے تو عاجز ہونے کے سبب دینا چاہئے یعنی اگر اہل محلہ پر سے نال سکے عاجز ہوتب دے ہم دفع کرنا اپنی ذات سے اوسوقت درست ہے جبکہ اوسکا
حصہ غیر پر نہ ڈالا جاوے فتاوی عالمگیری میں قنیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص پر ناحق مصادرہ باندہا گیا تو اوسکو ٹالنا اپنی ذات پر سے درست ہے بشرطیکہ
باقی لوگونپر اوسکا حصہ نہ ڈالا جاوے اور افضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع نکرے یعنی دینے میں اہل محلہ کے شریک ہے کذا فی الطحطاوی لیس لذی الحق
ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وہو الاوسع صاحب حق کو جائز نہیں کہ اپنے حق کی غیر جنس لے اور غیر جنس کے لینے کو شافعی نے
جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے باعتبار حق لینے ہم یعنی اگر مثلا ایک شخص کے دوسرے پر گیہون قرض ہیں اور اوس سے وصول نہیں اور وہ
اوسکے جو یا چاول پاوے تو اوسکو لینا درست نہیں اسواسطے کہ اوسکی جنس نہیں غیر جنس میں مجتبی میں ہے کہ دراہم اور دینار ایک جنس ہیں تو
اگر درہم کے بدلے دینار لے تو درست ہے معلم طلب من الصبیان اثمان الحصیر فجمعہا فاشتری ببعضہا واخذ بعضہا لہ ذلک لانہ تملیک
من الاباء معلم نے لڑکوں سے فرش مکتب کی چٹائیوں کیواسطے مثلا پیسے طلب کئے سو جمع کی تحصیل کرکے پہر کچھہ پیسوں سے چٹائیاں خرید کیں اور

کچھ بیچے آپ لئے تو اوسکو یہہ درست ہے اسواسطیکہ اسطرحکا دیا رکھو سکے بایون کیسے تملیک سے معلم کو ھم طحطاوی نے کہا کہ اسمین تامل ہی واسطے
کہ معلم بمنزلہ وکیل کے ہے تحریر مین یعنی وکیل کو بعض ثمن کا لینا درست نہین کہ خیانت ہی لا بأس بوطي المنكوحة بمعاينة الامة دون عكسه
کچھ مضائقہ نہین منکوحہ کی قربت کرنے مین لونڈی کے سامنے نہ بالعکس اسکے یعنی لونڈی کی قربت منکوحہ کے سامنے درست نہین ھم مجتبی مین ہے
مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہے اور قبل اسکے محمد کا قول یون ذکر کیا ہی کہ دو لونڈیون یا دو عورتون کا جمع کرنا ایک فرش پر اور ایک کی قربت
دوسری کے سامنے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ظاہر کرتا ہے کہ قول محمد سے اسواسطے کہ اگرچہ مرد کا ستر دیکھنا منکوحہ یا لونڈی کو درست ہی لیکن لونڈی
کو منکوحہ کا ستر دیکھنا کیونکر درست ہوگا وجد مالا قيمة له لا بأس بالانتفاع به ایک شخص نے غیر کی وہ چیز پائی جسکی کچھ قیمت نہین اوس
سے فائدہ لینا درست ہی یعنی بلا اجازت مالک کے ولو له قيمة وهو غني تصدق بها اور اگر اوس چیز کی کچھ قیمت ہے اور پانیوالا غنی ہے اور
مالک معلوم نہین تو اوسکو خیرات کردے لا بأس بالجماع في بيت فيه مصحف للبلوى کچھ مضائقہ نہین جماع کرنے مین اوس کوٹھڑی مین کہ اوس
اوسمین مصحف رکہا ہے یہہ جائز ہو بسبب تکلیف اور مشقت کے ھم مجتبی مین اسیطرح مطلق مذکور ہے اور قنیہ مین تقیید مذکور ہے کہ مصحف مستور ہو اور
اگر اولویت پر عمل کیجیے تو مناسبات زائل ہوجا ہی لا تركب مسلمة على السرج للحديث هذا لو للتلهي ولو لحاجة غزو او حج او مقصد ديني او
دنيوي لا بد لها منه فلا بأس سوار نہ ہو کوئی مسلمان عورت زین پر بسبب نہی حدیث کے یہہ عدم جواز اوسوقت ہی جب لہو و لعب تماشا منظور ہو سوار ہونے سے
اور اگر جہاد یا حج کی حاجت کے سبب سے عورت زین پر سوار ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لئے جو اوسکو واسطے ضروری ہے سوار ہو تو مضائقہ نہین ھم
حدیث مذکور طحطاوی مین یون مذکور ہے کہ لعن الله الفروج على السروج تغنى بالقران ولم يخرجه بالحانه عن قدر هو صحيح في العربية مستحسن قرآن
پڑہا خوش آوازسے اور بسبب الحان نہ خارج ہوگیا اوس مقدار سے جو زبان عرب مین صحیح ہے تو وہ خوب ہی ھم قرآن مین خوش آوازی وہانتک
درست ہی جسمین قواعد موسیقی کی رعایت نہو یعنی راگ اور راگنی کو دخل نہو یعنی حسن صوت طبیعی مستحسن ہے نہ صناعی جسمین حروف اور حرکات اور سکنات
مین تغیر ہوجاتا ہے ذكر الله من طلوع الفجر الى طلوع الشمس اولى من قراءة القران ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہی قرآن
کے پڑہنے سے ونستحب القراءة عند الطلوع او الغروب اور مستحب ہی قرأت قرآن کی طلوع یا غروب کیوقت ھم فتاوی عالمگیری مین عتابیہ
سے منقول ہے کہ طلوع آفتاب اور ان اوقات مین جنمین نماز درست نہین درود پڑہنا اور دعا کرنا اور تسبیح پڑہنا بہتر ہے قرآن کے پڑہنے سے
اور سلف ان اوقات مین تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہین پڑہتے تھے انتہی تو شاید یون کہنا حق تہا کہ طلوع یا غروب کیوقت قرأت مستحب نہین
ذکر مستحب ہے ان اوقات مین کذا فی الطحطاوی لا بأس للامام عقيب الصلوة بقراءة اية الكرسي وخواتيم سورة البقرة والاخفاء افضل
مضائقہ نہین امام کو نماز کے بعد آیت الکرسی یا آمن الرسول کے پڑہنے مین بلند آوازسے اور چپکے پڑہنا اوسکا افضل ہے قراءة الفاتحة بعد الصلوة
جهرا للمهمات بدعة قال استاذنا لكنها مستحسنة للعادة والاثار سورہ فاتحہ کا پڑہنا نماز کے بعد پکار کے رفع حاجات کیواسطے بدعت ہی ہمارے
استاد یعنی بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہی بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار اور آثار کے ھم فتاوی عالمگیری مین اسی مسئلہ مین تفصیل
واقع ہے یعنی اگر اوس نماز کے بعد سنت ہو چنانچہ ظہر یا مغرب یا عشا تو سورہ فاتحہ پڑہنا مکروہ ہے اور نہین تو مکروہ نہین انتہی یعنی اسواسطے کہ فرض
اور سنت مین سوائے اللهم انت السلام یا اور اذکار ماثورہ کے فصل کرنا نہچاہیے الرشوة لا تملك بالقبض رشوت مملوک نہین ہوجاتی قبضہ
کرنے سے رشوت کے یعنی راشی کو اوسکا پھیر لینا درست ہے ھم اگر حاکم کو تحفہ دیا اسواسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کردے تو
رشوت ہے ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اوسکا کام نکال دیا تو بعد کاربرآری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہی اور کاربرآری سے پہلے
اوسکے طلب کرنے سے ہدیہ حرام ہے اور بدون طلب کے مختلف فیہ ہے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہی اور شاگردون کے تحفہ قبول
کرنے مین اختلاف ہی مشائخ کا کذا فی الطحطاوی عن ابن نجيم لا بأس بالرشوة اذا خاف على دينه کچھ مضائقہ نہین رشوت دینے مین جبکہ آدمی

اپنے دین پر خوف کرے ھ یا اپنا حق حاصل کرے کو رشوت دے تو یہہ دینے والے کے حق میں رشوت نہیں محیط برہانی میں ہے اگر مرد ایک گانون
میں رہتا ہے اور اوسمیں ظالم ہے اور یہہ مرد اوس ظالم کو میوجات یا مطعومات تحفہ دیتا ہے دفع ظلم کیواسطے تو درست ہے والنبی صلی اللہ علیہ وسلم
کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانہ وکفی بسہم المؤلفۃ من الصدقات دلیلا علی ما قال اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم شاعرونکو اور جسکی
زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اوسکو مال عطا فرماتے تھے اور مؤلفۃ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اموال زکوۃ سے ایسے مسائل کی دلیل
ہونے کیواسطے کفایت کرتا ہے ھ مؤلفۃ القلوب وسایر کفار تھے جنکو زکوۃ کا حصہ تالیف قلوب کیواسطے دیا جاتا تھا ابتداء اسلام میں جمع
اھل المحلۃ للامام قمقمۃ اہل محلہ نے کچھ قوت یا زر امام کیواسطے جمع کر دیا تو یہہ بہتر ہے ھ امام سے ظاہرا امام مسجد مراد ہے بدلیل محلہ
ومن السحت ما یؤخذ من کل مباح کالملح والکلاء والماء والمعادن اور حرام مال سے وہ مال مراد ہے جو مباح چیز پر لیا جاوے چنانچہ نمک اور گھاس اور
پانی اور کہانیں ھ اشیاء مذکورہ اصلی مباح ہیں سب آدمی اوسمیں شریک ہیں لیکن جب آدمی نمک کو مثلا اوسکی کہان سے اٹھا لاوے تو وہ اوسکا مالک
ہو جاتا ہے تو اب اوسکو بیچنا درست ہے وما یاخذہ الغازی لغزوہ والشاعر لشعرہ والمسخرۃ والحکواتی قال تعالی ومن الناس من یشتری لہو الحدیث
اور منجملہ اموال محرمہ کے وہ مال ہے جسکو غازی بواسطہ غزا اور شاعر بذریعہ شعر گوئی اور مسخرا اور حکواتی قصہ گوئی لیتا ہے فرمایا حق تعالی نے اور بعضا آدمی وہ ہے
جو لہو الحدیث یعنی کہیل کی بات خرید کرتا ہے ھ مراد وہ غازی ہیں جو اہل شہر سے زبردستی مال لیں لہو الحدیث سے وہ مراد ہے جو امور ضروریہ سے غفلت
میں ڈالے چنانچہ احادیث بے اصل اور قصص غیر معتبرہ اور مضاحک اور فضول کلام یہہ آیت نضر بن حارث بن کلدہ کے حق میں اوتری وہ سوداگری کو ملک
عجم میں جاتا وہاں سے اخبار عجم خرید کر لاتا اور قریش سے بیان کرتا اور کہتا کہ محمد تمسے عاد اور ثمود کا قصہ بیان کرتے ہیں اور میں تمسے رستم و اسفندیار
وغیرہما کا قصہ ذکر کرتا ہوں تو کفار اوسکی حکایات سنتے اور قرآن کی سماعت ترک کرتے تب یہہ آیت اوتری واجرۃ المغنیۃ والنائحۃ والکاھن
والمقامر والواشمۃ وفروعہ کثیرۃ اور حرام ہے وہ مال جسکو باجون کے بجانیوالے لیتے ہیں اور نوحہ گر اور غیبی خبر بتانے والا اور قمار باز اور
عورت تیل سے بدن کی گودنے والی لیتی ہے اور مال حرام کی فروع اور شاخیں بہت ہیں ھ ازانجملہ اجرت واشرہ یعنی اوس عورت کی اجرت جو
دوسری عورت کے دانت گھسکر باریک کر دیتی اور جو متوسط عقد نکاح کا ہو کر کچھ مال لے اور جو دو شخصوں میں صلح کر کے مال لے اور شراب اور مسکرات کا ثمن
اور جو مال کہ جانورونکی جفتی پر لیا جاوے اور جانور مردار اور درندے کی کہال کی قیمت قبل از دباغت اور خرچی اور شرط کر کے حجام یعنی پچھنے لگانیوالے
کی اجرت یہہ سب مال حرام ہیں کذا فی الطحطاوی قیل لہ یا خبیث ونحوہ جاز لہ الرد فی کل شتیمۃ لا توجب الحد وترکہ افضل کسی نے کسیکو کہا یا
خبیث اور مانند اسکے کوئی کلمہ سخت تو مخاطب کو یہہ کہنا اوس گالی میں جائز ہے جو گالی کہ حد کی موجب نہیں ہے اور ترک اسکا افضل یعنی صبر
افضل ہے جواب دینے سے کرہ قول الصائم المتطوع اذا سئل اصائم حتی انظر فانہا نفاق او حمق نفل کے روزہ دار سے کسی نے
سوال کیا کہ کیا تو روزہ دار ہے تو اوسکا یون کہنا کہ دیکہا چاہیئے مکروہ ہے اسواسطے کہ یہہ نفاق ہے یا حمق اور جہالت ہے ھ یعنی یہہ منافقین کا
طریقہ ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہہ اپنے عمل کو چہپاتا ہے بلکہ یون جواب دینا بہتر ہے کہ ہان میں روزہ دار ہون اسواسطے کہ صوم میں ریا کو دخل نہیں کذا فی
الطحطاوی من لہ اطفال ومال قلیل لا یوصی بنفل جس شخص کے چہوٹے لڑکے ہون اور تہوڑا مال ہو وہ نفل وصیت نکرے ھ لیکن اگر مریض
پر صلوات اور کفارات ہون تو حاضرین کو چاہیئے کہ مریض سے بطریق احسن وصیت کرادین مگر یہہ کہ مریض عالم متقی ہو اور یہہ جو حدیث ہے کہ
اپنے بیمارون سے وصیت کا امر کرو تو مطلب اوسکا یہہ ہے کہ بیمار اپنی اولاد اور عیال اور دوستونکو جمع کرے اور حمد الہی بجا لاوے اور لا الہ الا
اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور اسکی گواہی دے کہ بہشت اور دوزخ اور قیامت کا آنا حق ہے پہر اولاد سے کہے کہ تم کسکی عبادت کرو گے میرے
بعد پہر اونکو ایمان کی وصیت کرے اور اونسے کہے کہ نمرو مگر مسلمان جیسے حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹونکو وصیت کی تہی پہر اسکے بعد
جو چاہے وصیت کرے کذا فی المجتبی یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد جو اوسپر ہون اونکی وصیت کرنا چاہیئے وصیت ایمانی کے بعد اسواسطے کہ خا

صحیح مین وارد ہے کہ مسلمانکو چاہیئے کہ تین دن سے زیادہ وصیت مین تاخیر نکرے ولو صلّی او تصدّق یُرائی النّاس لایعاقب بتلک الصلوٰة
ولایثاب بها قیل هذا فی الفرائض وعممه الزاهدی للنوافل لقولهم الریاء لایدخل الفرائض جو شخص نماز پڑہتا ہو یا زکوٰة اور خیرات دیتا ہو
لوگون کے دکہانے کیواسطے تو اس نماز ریائی کے سبب سے اوسپر عذاب نہوگا اور نہ اوسکو اسکا ثواب ملیگا بعضون نے کہا کہ یہہ عدم عقاب اور ثواب فرض
مین ہے نہ نوافل مین نہو زاہدی نے اسکو نوافل کیواسطے بھی عام کہا ہے فقہا کے اس قول کی دلیل سے کہ ریا فرائض مین داخل نہین ہوتا ہم شارح کو لینا
کہنا بہتر تھا وخصّصه الزاهدی بالنوافل اسواسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتبی مین یون ہے ولکن یتفق فی الواقعات ان الریاء لایدخل الفرائض فتتعین النوافل
انتہے تو اسصورت مین تعلیل الٹی ہے اور تعمیم مین ظاہر نہین کذا فی الطحطاوی غزل الرجل علی هیئة غزل المرأة یکره سوت کا تنا مرد کا عورت کی
ہیئت اور وضع پر مکروہ ہے یعنے اسواسطے کہ مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور عورتکو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہین اور حدیث مین اوسپر لعنت وارد ہے
یکره للمرأة سؤر الرجل وسؤرها له عورتکو مرد کا جہوٹھا اور مرد کو عورت کا جہوٹھا مکروہ ہے ہم مراد جہوٹھا پانی ہے عورت غیر حلال کا اور یہہ کراہت
درصورت تلذذ کے ہے والا ظاہر اکروہ نہین اسکا تحریر کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی وله ضرب زوجته علی ترک الصلوٰة علی الاظهر اور شوہر کو جائز ہے
مارنا اپنی زوجہ کا نماز کے چہوڑنے پر بنا بر ظاہر مذہب کے ہم اور اسیطرح اپنی ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلوٰة پر جائز ہے کذا فی المجتبی لایجب علی الزوج
تطلیق الفاجرة زوج پر واجب نہین طلاق دینا حرام کار زوجہ کا طحطاوی نے کہا فجور زنا وغیرہ کوشامل ہے لایجوز الوضوء من الحیاض المعدّة للشرب
فی الصحیح جائز نہین وضو کرنا ان حوضون سے جو پینے کیواسطے بنائی گئے ہین قول صحیح مین ہم لیکن وضو کے حوضون سے پینا درست ہی ویمنع من
الوضوء منه وفیه اور پانی پینے کے حوض سے پانی لیکر وضو کرنا اور خود حوض مین وضو کرنا منع کیا جاوے وحمله لاهله ان مأذونا به جاز والا لا اور
حوض سے پانی لانا اپنے اہل و عیال کے پینے کیواسطے اگر مالک کی اجازت ہو لیجانے کی تو درست ہی اور نہین تو جائز نہین الکذب مباح لاحیاء حقه
ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وهو الحق قال تعالی قتل الخراصون الکل من المجتبی جہوٹ بولنا اپنے حق کے
ظاہر کرنے کیواسطے اور اپنے اوپر سے ظلم کے دفع کرنے کیواسطے مباح ہو اور کذب سے مراد تعریض ہے یعنی مخالف تصریح اسواسطے کہ عین کذب حرام ہے
صاحب مجتبی نے کہا اور یہی قول حق ہے کہ کذب سے تعریض مراد ہے نہ عین کذب حق تعالی نے فرمایا کہ جہوٹ بولنے والے لعنت کئے گئے یہہ سب مسائل یعنے
مسئلہ محو کتب غیر مستغنیہ سے یہانتک مجتبی سے منقول ہین وفی الوهبانیة قال ه وللصلح جاز الکذب او دفع ظالم + او اهل لترضی والقتال
لیظفر اور وہبانیہ مین کہا جہوٹ بولنا درست ہی صلح بین المؤمنین کیواسطے یا دفع ظالم کیواسطے اور زوجہ سے جہوٹ بولنا درست ہی تا وہ راضی رہے
وحشت مین نہ آوے اور لڑائی مین کذب درست ہی تا فتح حاصل ہو ہم شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے تعریض مراد ہے نہ کذب خالص ه ویکره فی الحمام
تغمیز خادم + ومن شاء تنویرا فقالوا ابتنی اور حمام مین خدمتگار کا دابنا اور چپی کرنا مکروہ ہے اور جو چاہے نورہ لگانا تو علما نے کہا ہے کہ
اپنے ہاتھ سے نورہ لگا دے ہم کپڑے پر چپی کرنا بلا ضرورت مکروہ ہے اور بضرورت درست ہے اور بلا حیلولت ثوب ران پر چپی کروانا حمام مین جیسا کہ
جاہلون کی عادت ہو سو حرام ہے کذا فی شرح الوهبانیة ه ویفسق معتاد المرور بجامع + ومن علم الاطفال فیه ویوزر اور عادت کرنے
مرور جامع مسجد فاسق ہے اور اسیطرح جو معلم کہ اوسمین لڑکے پڑہاوے اور وہ گنہگار ہے ہم شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے
نہین کہا ان اوسکو گناہ کہا ہے تو ناظم کے کلام کی یون توجیہ ہوسکتی ہے کہ جب اوسنے گناہ پر اصرار کیا تو فاسق ہو گیا ه ومن قام اجلال
لشخص فجائز + وفی غیر اهل العلم بعض یحذر اور جو کہڑا ہو گیا کسی شخص کی تعظیم اور تکریم کیواسطے تو جائز ہے اور بعضے علما غیر اہل علم
اسکو ثابت رکہتے ہین ہم شخص سے مراد مسلمان ہے نہ کافر اسواسطے کہ اسباب مین ذکر ہو چکا کہ کافر کی تعظیم جائز نہین اور بعضون کے نزدیک
قیام اہل علم کیواسطے مخصوص ہے چنانچہ قنیہ مین ہے ه ویجوز نقل المیت البعض مطلقا + وعن بعضهم ما فوق میلین یحظر اور بعضون نے
میت کا نقل کرنا جائز کہا ہے مطلقا خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہا سے منقول ہے کہ دو میل سے زیادہ جائز نہین ہم طرسوسی نے ذکر

کیا کہ میت کو اٹھا لیجانا دو میل سے زیادہ قبل از دفن مکروہ ہے بلا خلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حرام ہے بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا کہ جواز
نقل میت میں دو میل سے زیادہ اختلاف ہی بعضوں کے نزدیک مطلقاً جائز ہے قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ میت نے اسکی وصیت کی
ہو یا نکی ہو عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا کہ یہہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اسپر مطلع نہیں علما کے کلام سے اور ظاہرا طرسوسی کا کلام حق ہے ٥
وللزوجۃ التسمین لا فوق شبعہا + ومن ذکرہا التعویذ للحب یحظر اور زوجہ کو اپنا بدن موٹا کرنا مقوی طعام کہاکر درست ہی بشرطیکہ آسودگی
سے زیادہ نکہا وے اور زوجہ کا تعویذ لکہوانا زوج کی محبت کیواسطی ممنوع ہے ھ تسمین زوجہ بشرط قدر رضا مندی زوج جائز ہے خانیہ میں ہے کہ ایکعورت
آیات تعویذ لکہواتی ہے تا اوسکا زوج اوسکو چاہے اور اوسکی طرف سو نفرت چھوڑ دی جامع صغیر میں ذکر کیا ہی کہ یہہ حرام ہے حلال نہیں انتہی ابن وہبان
نے توجیہ اوسکی یون بیان کی ہے کہ ایک طرحکا یہہ بھی سحر ہوا اور سحر حرام ہے ٥ ویکرہ ان تسقی لاسقاط حملہا + وجاز لعذر حیث لا یتصور
اور عورت کا دوا پینا اپنے حمل کے اسقاط کیواسطی مکروہ ہے اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہی جبکہ حمل کی صورت نہ بنگئی ہو ھ حمل کا گرانا بلا عذر مباح
نہیں اور عذر سے درست ہی بشرطیکہ صورت نہ بنگئی ہو عذر اسقاط یہہ ہی کہ مثلا عورت لڑکے کو دودہ پلاتی ہے اور حمل رہنے سے دودہ جاتا رہا اور اوسکے
زوج کو دایہ رکہنے کی قدرت نہیں ہے اور بلاکی طفل کا خوف ہی تو اسصورت مین حمل کا گرا دینا علاج وغیرہ سی درست ہی جبتک حمل کو چار مہینے ہو کر اعضا نہ بنگئے
ہون ٥ وان اسقطت میتا ففی السقط غرۃ لوالدہ من عاقل الام تحضر اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے مردہ لڑکا گرا دیا تو جنین میت
کی باپ کو واسطی ماکی برادری سے غرہ حاضر کیا جاوے ھ غرہ بضم غین معجمہ عبارت پانچسو درم سے ہے جو ایکسال کے اندر لیا جاوے اور اگر عورت کی برادری نہو
تو عورت کے مال سے اسقدر لیا جاوے اور اگر عورت نے زندہ گرا دیا پہر وہ مرگیا تو عورت کی برادری سے خونبہا ہے تین سال کے اندر اور اگر برادری نہیں تو
عورت کے مال سے اسقدر لیا جاوے کذا فی الطحطاوی ٥ وفی یوم عاشوراء یکرہ کحلہم ولا باس بالمعتاد خلطا ویؤجر در یوم عاشورا یعنی محرم
کی دسوین تاریخ سرمہ لگانا مکروہ ہے اور کچھہ مضائقہ نہیں خلط اطعمہ کی عادت مین اور ثواب ہی ٥ وبعضہم المختار فی الکحل جائز لفعل رسول اللہ
فہو المقرر اور بعضوں کے نزدیک یوم عاشورا کو سرمہ لگانا جائز اور مختار ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب سے تو وہی مقرر ہے ھ
وجہ کراہت سرمہ یہہ ہے کہ علامت ہی دشمنان اہلبیت نبوت کی اسواسطی کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ کے خون سے سرمہ لگایا تہا اور دوسری
روایت یہہ ہی کہ اثمد کا سرمہ لگایا تہا قتل امام کی فرحت سے قنیہ میں ہے کہ خلط اطعمہ میں یوم عاشورا کو ہی اثر قوی وارد نہیں لیکن اوسمین مضائقہ نہیں بدلیل
حدیث من وسع علی عیالہ وسع اللہ علیہ سائر سنتہ تو لوگون نے اسی ہی وسعت طعام کی عادت کی ہے کذا فی الطحطاوی مجد شرح الوہبانیہ سفر السعادت
فیروزآبادی میں ہے کہ استحباب صیام عاشورا ثابت ہی اور سائر احادیث فضل عاشورا از فضل صلوۃ وانفاق وخضاب وادہان واکتحال وطبخ حبوب وغیر ذلک
مجموع موضوع و مفتری ہے ائمہ حدیث نے کہا کہ اسمین سرمہ لگانا بدعت ہی کہ قاتلین حسین کی ایجاد ہی شیخ عبد الحق دہلوی نے سفر السعادت کی شرح
صراط المستقیم میں کہا کہ احادیث فضل عاشورا از وقوع وقائع عظیمہ چنانچہ قبول توبہ آدم ورفع ادریس آسمانپر اور نجات ابراہیم کی آتش نمرود سے اور اوترنا
نوح کا کشتی سے اور اوترنا توریت کا موسی پر اور فدیہ اسمعیل کا اور نکلنا یوسف کا قیدخانہ سے اسیطرح اور وقائع انبیا علیہم السلام کے محدثین کے نزدیک
موضوع اور باطل ہین تکثیر طعام مین عیال پر احادیث ضعیفہ وارد ہین کہ تعدد طرق سے جبر نقصان ہوسکتا ہی حافظ زین الدین عراقی نے اپنی امالی مین طریق
بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من وسع علی عیالہ واہلہ یوم عاشورا وسع اللہ علیہ سائر سنتہ اور کہا ہی کہ یہہ حدیث ضعیف ہی ولیکن بعضون کے
نزدیک حسن ہے اور دوسری طریق سی بعضوں کے نزدیک صحیح ہے الحاصل حق واحق محرم مین ہی کہ اہل سنت کا طریقہ یہہ ہے کہ اوس روز مین بدعات روافض سے
چنانچہ نوحہ گری وغیرہ سے اجتناب کرین اسیطرح بدعات نواصب دشمنان اہلبیت سی پرہیز کرین چنانچہ اس دن عید کرنا اور اظہار فرحت اور آرایش
کرنا سرمہ لگانا خضاب کرنا ثیاب جدیدہ پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک کہ نہ حدیث صحیح سے ثابت ہی نہ صحابہ کرام سے اور نہ جابر ودانا مامون نے
اور نہ کسی کتاب معتبر مین وارد ہے انتہے مافی صراط المستقیم مختصرا ٥ وضرب عبید النہر جائز بامرہ + وما جاز فی الاحرار والاب یامر اور غیر کے

نمازی ہونکو مارنا مالک کے حکم سے جائز ہے اور جائز نہیں احرار کا مارنا اگرچہ باپ امر کرے اپنے طفل کے مارنیکا ھم لیکن معلم کا مارنا جتنا یکہ بدون ضرورت مصلحت
کے سبب سے عزیز لالی نے کہا صغیر کو ہاتھ سے مارے نہ لکڑی سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا دس ضربون تک ہے جبکہ قاضی قابل
ہو اور حجت ملزمہ کا منشا یہہ ہو گیا ہو اور اس زمانے مین فقط قاضی کے حکم پر اعتماد کرنا نہ چاہیے کذا فی الطحطاوی ٥ وَالثَّوَابُ مِنْ تَعَلُّمِ الْقُرْآنِ
اسْتِمَاعُهُ وَقَالُوا ثَوَابُ الطِّفْلِ لِلطِّفْلِ اور قرآن کے پڑھنے سے قرآن کی سماعت مین زیادہ تر ثواب ہے اور علماء نے کہا ہے کہ طفل کا ثواب
طفل ہی کیواسطے مخصوص ہے ھم استماع قرآن کا ثواب پڑھنے سے اسواسطے زیادہ ہوا کہ استماع واجب ہے اور پڑھنا مستحب ہے اور عبادات طفل کا طفل
ہی کو ثواب ملتا ہے اسیطرح یا کچھ تعلیم کا ثواب ہو ٥ وَحُرِّمَتْ بَاقِي الذِّكْرِ أَوْلَى مِنَ الصَّلَاةِ نَفْلًا وَقِرَاءَةُ الْعِلْمِ أَوْلَى وَأَنْظَرُ + اور سیکھنا باقی قرآن
کا افضل اور مقدم ہے نفل کا زیرہ اور سیکھنا علم کا یعنی علم مفترض کا مقدم تر ہے باقی قرآن کے سیکھنے سے ھم اسواسطے کہ تعلم جمیع قرآن فرض کفایہ
ہے اور تعلم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہے اور اشتغال بفرض عین اولی ہے فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلم باقی قرآن کا افضل
ہے اوس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہے ٥ وَقَدْ كُرِهَ قَوْلُ وَاللهُ أَعْلَمُ وَنَحْوُهُ لِإِعْلَامِ خَتْمِ الدَّرْسِ حِينَ يُقْرَأُ اور البتہ فقیہون نے
مکروہ کہا ہے واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اوسکے جیسے سبحان اللہ وغیرہ پڑھنے کو اختتام درس کے اعلام کیواسطے وقت مقرر کرنے کو ھم وجہ کراہت یہہ ہے
کہ اوسنے اس لفظ کو نہ محل صرف کیا یعنی وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قرار دیا اسیطرح اگر ایک شخص محفل مین آیا اور اوسنے کہا یا اللہ مثلا کہ اہل مجلس اوسکے
آنے سے خبردار ہون اور اوسکے لائق بیٹھنے کی جگہہ دین اور تعظیم کرین یا چوکیدار یون کہے کہ لا الہ الا اللہ اور مانند اسکے تا لوگ اوسکے جاگنے اور چوکیداری سے
آگاہ ہون تو یہہ سب مکروہ ہے اسواسطے کہ ذکر مقصود نہیں ہاں اگر وہ قصد مجتمع ہون یعنی اعلام بھی اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی
الطحطاوی **فائدہ** طحطاوی نے کہا کہ طرسوسی اور طلبیسی مجتمع ہوئے اور جلال زروزبی مین گفتگو کرنے لگے کہ اب اوسمین سے کچھ باقی ہے تو طلبیسی نے
کہا کہ اصول حلال کے دنیا مین حق تعالی اوسمین سے وسعت کرتا ہے اپنے بندون مین اول تجارت بشرط صدق و راستگوئی ۲ اجارہ بشرط خیرخواہی [illegible] ۳
۴ ہدیہ اور تحفہ برادر مسلمان کا میراث اصل طیب ہے یعنی جس مورث نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵ جو غلہ کہ زمین غیر مملوکہ مین پیدا ہوا یعنی غلہ خودرو
۶ خمس غنیمت کا جبکہ عدل [illegible] سے ہو اور اسکی قسمت ہوتی ہو ۷ شکار خشکی کا ۸ شکار دریا کا ۹ سوال کرنا بوقت ضرورت کیوقت ۱۰ احیاء
موات تو طرسوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہے تفتیش ان اصول کی تا وہ حلال پاک حاصل ہو جو اہم المہمات ہے اور سب امور سے مقدم ہے واللہ اعلم
واستغفر اللہ الکریم

کتاب إحياء الموات

یہہ کتاب ہے احیاء موات کے مسائل مین ھم موات بفتح و ضم میم بروزن
حیات و فوات وہ زمین ہے جسکا کوئی مالک نہیں اور احیاء یعنی زندہ کرنے سے مراد یہہ ہے کہ زمین غیر مزروعہ زراعت کے لائق ہو جاوے یعنی ویران
زمین آباد ہو جاوے اسواسطے کہ ہر چیز کی حیات اوس چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہے ٥ لَعَلَّ مُنَاسَبَتَهُ أَنَّ فِيهِ مَا يُكْرَهُ وَمَا لَا يُكْرَهُ شاید کہ مناسبت اس
کتاب کی کتاب الکراہیۃ سے یہہ ہو کہ اس کتاب مین وہ حکم ہے کہ مکروہ ہے اور وہ حکم بھی ہے جو مکروہ نہیں ٥ الْحَيَاةُ نَوْعَانِ حَاسَّةٌ وَنَامِيَةٌ وَالْمُرَادُ هُنَا
النَّامِيَةُ حیات دو قسم ہے حاسہ یعنی جس سے حس اور حرکت حاصل ہو اور نامیہ یعنی جس سے نشو و نما حاصل ہو اور یہان مراد حیات نامیہ ہے
وَسُمِّيَ مَوَاتًا لِبُطْلَانِ الِانْتِفَاعِ بِهَا اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اوسکی انتفاع کی تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ ھم عدم
انتفاع کی وجہ یہہ ہے کہ پانی مین زمین ڈوب گئی یا سینچنے کا پانی وہان نہیں یا جنگل ہو گیا وغیر ذلک من موانع الانتفاع ٥ وَإِحْيَاؤُهَا بِبِنَاءٍ أَوْ غَرْسٍ
أَوْ كَرْبٍ أَوْ سَقْيٍ اور احیاء موات یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہے یا درخت لگانے سے یا جوتنے یا سینچنے سے ٥ إِذَا
أَحْيَى مُسْلِمٌ أَوْ ذِمِّيٌّ أَرْضًا غَيْرَ مُنْتَفَعٍ بِهَا وَلَيْسَتْ بِمَمْلُوكَةٍ لِمُسْلِمٍ وَلَا ذِمِّيٍّ فَلَوْ مَمْلُوكَةً لَمْ تَكُنْ مَوَاتًا فَلَوْ لَمْ يُعْرَفْ مَالِكُهَا فَهِيَ لُقَطَةٌ يَتَصَرَّفُ فِيهَا الْإِمَامُ وَلَوْ ظَهَرَ
مَالِكُهَا رُدَّتْ إِلَيْهِ وَيَضْمَنُ نُقْصَانَهَا إِنْ نَقَصَتْ بِالزَّرْعِ وَهِيَ بَعِيدَةٌ مِنَ الْقَرْيَةِ إِذَا صَاحَ مِنْ أَقْصَى الْعَامِرِ وَهُوَ جَهْوَرِيُّ الصَّوْتِ بَزَّازِيَّةٌ لَا يُسْمَعُ
بِهَا صَوْتُهُ مَلَكَهَا عِنْدَ أَبِي يُوسُفَ وَهُوَ الْمُخْتَارُ كَمَا فِي الْمُخْتَارِ وَغَيْرِهِ جبکہ مسلمان یا ذمی آباد کرے اوس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہین ہوتا

کتاب احیاء الموات

وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہین اور وہ دور واقع ہے گانون سے اسطرح کہ اگر پیچ شخص جو منتہای آبادی پر بشرطیکہ وہ شخص بلند آواز ہو کذا اسنے
الخزانہ پر قرار دوسری زمین تک اوسکی آواز نہ سنائی دے تو وہ آباد کرنیوالا مسلمان یا ذمی اوس زمین کا مالک ہو جاتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار
چنانچہ فتمار وغیرہ میں مصرح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہین ہے پھر اگر اسکا مالک معلوم نہو تو وہ لقطہ یعنی لاوارث مال ہے اوسمین بادشاہ
اسلام تصرف کرے اور اگر بعد اسکے اوسکا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اوسیکو پھیر دیجاوے اور اوسکو نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین مین
کچھ نقصان ہو گیا ہو ھ زمین مذکور کا آباد کرنیوالا مالک ہوگا اگر مسلمان ہے تو اوسپر عشر واجب ہوگا اور اگر ذمی ہے تو خراج واجب ہوگا اور اگر خراج
کے پانی سے اوسکو سینچے گا تو اوسکا اعتبار ہوگا کذا فی الاختیار واعتبر محمد عدم ارتفاق اہل القریۃ بہ وبہ قالت الثلثۃ قلت وہذا ظاہر
الروایۃ وبہ یفتی کما فی زکوٰۃ الکبری ذکرہ القہستانی وکذا فی البرجندی عن المنصوریۃ عن قاضیخان ان الفتوی علی قول محمد فالعجب من
الشرنبلالی کیف لم یذکر ذلک فلیحفظ اور محمد نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اوس زمین کی تعریف مین معتبر کیا ہے یعنی موات وہ زمین غیر مملوک ہے جس سے
اہل قریہ منتفع نہوتے ہون خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا مین کہتا ہون اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسیکا فتوی ہے چنانچہ فتاوی
کبری کی کتاب الزکوۃ مین ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اور اسیطرح برجندی مین ہے عن منصوریہ عن قاضی خان کہ محمد کے قول پر فتوی ہے تو شرنبلالی
سے تعجب ہے کہ اسنے اسکو کیون بیان نکیا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ فتاوی قاضیخان مین ہے کہ صحیح تر قول موات مین وہ ہے کہ اگر منتہای آبادی مین
آدمی کھڑا ہو کر بلند آواز سے چلا دے تو جہان آواز نہ پونہچے وہ موات ہے اور جہانتک آواز پونہچے وہ آبادی کی نواح سے ہے کہ وہانتک مواشی چرانے وغیرہ
کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہے انتہی تو شاید قاضیخان نے کسی اور کتاب مین محمد کے قول پر فتوی بیان کیا ہوگا واللہ اعلم ان اذن لہ الامام فی
ذلک وفالا یملکہا بلا اذنہ احیاء موات سے مسلم مالک اوسکا ہو جاتا ہے اگر امام نے اوسکو آباد کرنے مین حکم دیا ہو اور صاحبین نے کہا کہ اوسکا
مالک ہو جاتا ہے بدون اوسکے حکم کے بھی وہذا لو مسلما فلو ذمیا شرط الاذن اتفاقا اور یہ یعنی اشتراط اذن امام اور عدم اشتراط اذن
جبکہ وہ مسلم ہو اور اگر آباد کرنیوالا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام اور صاحبین کے شرط ہے ولو مستامنا لم یملکہا اصلا اتفاقا
قہستانی اور اگر آباد کرنے والا کافر مستامن ہو تو زمین کا اصلا مالک نہوگا بالاتفاق کذا فی القہستانی ولو ترکہا بعد الاحیاء وزرعہا غیرہ فالاول
احق بہا فی الاصح اور اگر آباد کرنیوالے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنیکے بعد اور غیر شخص نے اوسکو بویا تو پہلا شخص اوسکا زیادہ تر حقدار ہے
صحیح تر قول مین ولو احیی ارضا میتۃ ثم احاط الاحیاء بجوانبہا الاربعۃ من اربعۃ نفر علی التعاقب تعین طریق الاول فی الارض الرابع
اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اوسکے چارون طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار شخصون کے آباد کرنے سے علی التعاقب نہ یکبارگی تو پہلے آباد
کرنیوالے کی راہ چوتھی زمین مین متعین ہو گی ھ اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اوسکی راہ مقرر کرنے مین ہر طرف سے اوسکو اختیار ہے اور
اگر جوانب اربعہ مین چارون شخصون نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جسطرف سے چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیریۃ ومن حجر ارضا ای منع
غیرہ منہا بوضع علامۃ من حجر او غیرہ ثم اہملہا ثلث سنین دفعت الی غیرہ وقبلہا ہو احق بہا وان لم یملکہا لانہ انما یملکہا بالاحیاء والتعمیر
لا بمجرد التحجیر اور جسنے روکا الا زمین کو یعنی غیر کا تصرف وہان سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھکے پھر اوسکو چھوڑ دیا تین سال تک تو وہ زمین غیر شخص
کو دیجاوے آبادی کیواسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اوسکا حقدار ہے اگرچہ وہ اوسکا مالک نہین ہوگیا اسواسطے کہ آدمی اوسکا
مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روکڈالنے سے ولو کربہا او ضرب علیہا المسناۃ او شق لہا نہرا ونحوہا فہو احیاء مشتق ط اور اگر ویران
زمین کو جوتا یا اوسپر بان باندہا سیلاب روکنے کو یا اوسکو واسطے نہر کھود دی یا اوسمین بیج ڈالا تو وہ اوسکا زندہ کرنا اور آباد کرنا ہے کذا فی المبسوط ھ
مسناۃ بضم میم وتشدید نون وہ چیز ہے جو سیلاب کیواسطے بنایا جاوے یا پانی کو ہٹا دے ایسا مذکور ہے غایۃ البیان اور مغرب مین اور
مصباح اللغات مین ہے کہ مسناۃ دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جسکو سد کہتے ہین کذا فی الطحطاوی اور قاموس مین مسناۃ کی تفسیر عرم کی ہے اور عرم مشترک ہے

[illegible]

سند ومجرد ہین ولا یجوز احیاء ما قرب من العامر بل یترک مرعیٰ لهم ومطرحاً لحصائدهم لتعلق حقهم به فلم یکن مواتاً وکذا لو کان
اور جائز نہین آباد کرنا اوس زمین کا جو آبادی سے قریب ہو بلکہ اوسکو چھوڑنا چاہیے لوگوں کی چراگاہ کیواسطے اور اونکے کہلیان کے الخ کیواسطے اسلیے کہ
لوگون کے حق اوس زمین سے متعلق ہین تو وہ زمین موات نہ ٹھہری اور اسیطرح وہ زمین موات نہین جہان لوگ لکڑیان اور ایندہن کہیتے ہون ۔ و
اعلم انه لیس للامام ان یقطع ما لا غنی للمسلمین عنه من المعادن الظاهرة وهی ما کان جوهرها الذی اودعه الله فی جواهر الارض بارزاً کمعادن
الملح والکحل والقار والنفط اور یہہ معلوم کرو کہ بادشاہ کو جائز نہین ہے کہ کسیکو عطا کرے وہ چیز جس سے مسلمان بے پرواہ نہین ظاہر کہانون سے اور ظاہر
کہان وہ ہے کہ جسکا وہ جوہر جو اللہ تعالی نے زمین کے مواضع اور بقاع مین ودیعت رکہا ہے ظاہر اور آشکارا ہو جیسا نمک اور سرمہ اور قیر اور نفط کی
کہانین هم قار اور قیر اور نفط چکنی رطوبت ہے جو زمین کے چشمون سے جوش کر کے نکلتی ہے قیر کا روغن جہاز وغیرہ مین ملا جاتا ہے اور نفط کہان وغیرہ
مین استحکام کیواسطے ملی جاتی ہے ولا الآبار التی لم تملک بالاستنباط والسعی اور چنانچہ وہ کنوئین جو کسیکے مملوک نہین کہود کر پانی نکالنے اور کوشش
کرنے سے دون المستنبط بالسعی کالقنی والماء المحرز فی الظرف فانه ملک المحرز والمستنبط وتمامه فی شرح المصابیح فی حدیث المسلمون
شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور وہ پانی جو زمین کہود کر کوشش سے نکالا گیا جیسا نچہ کاریزون کا پانی اور وہ پانی جو بہر کہا
گیا برتن مین سو وہ پانی بہرنیوالے اور زمین کہودنیوالیکی ملک ہے اور اسکا پورا بیان شرح مصابیح مین ہے اس حدیث کی شرح مین کہ سب مسلمان شریک ہین
تین چیز مین پانی اور گہاس اور آگ مین هم قنی بضم قاف وکسر نون وتشدید یا جمع قناۃ بمعنی کاریز شہ کاریز وہ تحتہ جو زمین کے اندر اندر کہود کر بنا
التی یستقی منها الناس زیلعی یعنی التی لم تملک بالاستنباط والسعی چنانچہ وہ کنوئین جنسے لوگ پانی لیتے ہین اور سینچتے ہین کذا فی الزیلعی یعنی
وہ کنوئین کہ کسیکی مملوک نہین ہو وسیلہ استنباط اور سعی کے هم یہ مولف کا مضمون مکرر ہو گیا اوسکی کچہہ حاجت نہ تہی کذا فی الطحطاوی فلو اقطع هذه
المعادن الظاهرة لم یکن لاقطاعها حکم المقطع وغیره سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کہانون کو عطا کرے کسی شخص کو تو اوسکو عطا کا حکم
جاری نہوگا بلکہ جسکو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر ہین انتفاع مین فلو منعهم المقطع کان بمنعه متعدیاً وکان لما اخذه مالکاً لانه متعد بالمنع
لا بالاخذ وکف عن المنع وصرف عن مقامه العمل لئلا یشتبه اقطاعه بالصحة او یصیر معه فی حکم الاملاک المستقرة ذکره العلامة قاسم فی رسالته فی احکام
اجارة اقطاع الجند ـ هم اگر لوگون کو نمک وپانی وغیرہ کے لینے سے منع کیا اوس شخص نے جسکو سلطان نے عطا کیا تو وہ منع کرنیکے سبب سے متعدی یعنی ظالم
ٹہریگا اور جو چیز کہان سے لیگا اوسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ وہ متعدی ہے منع کرنے سے نہ بسبب لینے کے اور باز رکہا جائیگا روکنے سے اور پہیرا جائیگا وہ آدمی
عمل سے یعنی ہمیشہ کہان سے وہی شخص نہ لیا کرے تا عطاء سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہو یا وہ چیز اوسکے ساتھہ در حکم املاک مستقرہ کے نہو جائے
ایسا ذکر کیا ہے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ مین جو اجارہ اقطاع لشکری کے احکام مین لکہا ہے هم املاک مستقرہ وہ جو اونکی ملکیت مین ثابت ہو داخل ہون کذا
فی الطحطاوی وحریم بئر الناضح وهی التی ینزع الماء منها بالبعیر کبئر العطن وهی التی ینزع الماء منها بالید والعطن مناخ الابل حول البئر
اربعون ذراعاً من کل جانب وقالا ان للناضح فستون اور گرد اگرد بیر ناضح کا بیر عطن کی مانند چالیس گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بیر ناضح
کا اگر حریم ہے تو ۶۰ گز ہے بیر ناضح وہ کنوان ہے جس سے پانی بہرا جاتا اور نکالا جاتا ہے اونٹون سے یعنی کہیت سینچنے کیواسطے کذا فی العینی شرح الهدایة
اور بیر عطن وہ کنوان ہے جس سے پانی بہرا جاتا ہے ہاتہہ سے یعنی اونٹون کے پلانیکے لئے اور عطن عبارت ہے اونٹون کی نشست گاہ سے کنوئین کے گرد وفی
الشرنبلالیة عن شرح المجمع لو عمق البئر فوق اربعین یزاد علیها انتهی لکن نسبه القهستانی لمحمد ثم قال ویفتی بقول الامام وعزاه للتتمة
قال وقیل التقدیر فی بئر وعطن بما ذکر فی اراضیهم لصلابتها وفی اراضینا رخاوة فیزاد لئلا ینتقل الماء الی الثانی وعزاه للهدایة وعزاه الکبری
للکافی فلیحفظ اور شرنبلالیہ مین شرح مجمع سے یون ہے کہ اگر کنوئین کا عمق چالیس گز سے زیادہ ہو تو حریم چالیس گز سے زیادہ کیا جاویگا انتہی لیکن
قہستانی نے اس قول کو محمد کیطرف نسبت کیا ہے پہر کہا اور فتوی امام کے قول پر ہے کہ حریم چالیس گز سے زیادہ نہین اور اسکو قہستانی نے تتمہ کیطرف

اصلاح کے ہو اندر کی مٹی ڈالنے کیواسطے اور مانند اوسکی اور محمد سے روایت ہے کہ کاریز کا حریم کنوئین کی مانند ہے اگر ہے طحطاوی نے غایۃ البیان سے نقل کیا کہ یہ قول کی
مشیخین کا بھی اور کاریز کا پانی اوپر کی زمین پھوٹ کر ظاہر ہوگیا تو اوسکا حکم چشمہ کی مانند ہے یعنے ۵۰۰ گز اوسکا حریم ہوگا اور اختیار مین کاریز کا حریم سلطان کی
رای پر مفوض کیا ہے یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز کھودی گئی ہو اور نہین تو اوسکا کچھ حریم نہین ایسا ذکر کیا ہے برجندی نے وحریم شجرۃ غرست فی
الارض الموات خمسۃ اذرع من کل جانب فلیس لغیرہ ان یغرس فیہ اور جو درخت زمین موات مین لگا یا گیا اوسکا حریم پانچ گز ہے ہر طرف سے
تو اور شخص کو جائز نہین کہ اوسمین درخت لگاوے ویلحق ما انتشر عن دجلۃ والفرات ونحوہما بالموات اذا لم یکن فی ملک احد تقبل العامر اور جہان دجلہ اور
فرات کا پانی بہنا ممتنع ہوگیا وہ زمین موات سے ملحق ہے بشرطیکہ وہ آبادانی کی حریم نہو ھم دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہے یعنی اگر زمین پر دریا
کا پانی غالب ہوگیا اور پھر اسطرح ہٹ گیا کہ پھر آنے کی توقع نہین تو وہ زمین موات مین داخل ہے اسکا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہے علے الخلاف فان کان
حریماً وجاز عودہ لم یجز احیاؤہ لانہ لیس بموات پھر اگر زمین دریا یہ حریم ہو آبادانی کی یا پانی کا پھر آنا جائز اور متوقع ہو تو اسکا آباد
کرنا جائز نہین کیونکہ وہ زمین موات نہین ہے والنہر فی ملک الغیر لا حریم لہ الا ببرھان اور جو نہر غیر کی ملک مین ہے اوسکا حریم نہین امام کے نزدیک
مگر گواہ کرنے سے البتہ حریم ثابت ہوگا وقالا لہ مسناۃ النہر لمشیہ والقاء طینہ اور صاحبین نے کہا کہ صاحب نہر کیواسطے مینڈ کی ملکیت ہے اوسکی آنے جانے
کیواسطے اور نہر کی مٹی ڈالنے کیواسطے یعنی اگر نہر مٹی سے بہر جاوے تو اوسکے اندر سے مٹی نکالکر مینڈ پر ڈالیجاوے وقدرہ محمد بقدر عرض النہر من کل جانب وھو
ارفق وقدرہ ابو یوسف بنصف بطن النہر وعلیہ الفتوی قہستانی معزیاً للکرمانی اور محمد نے مینڈ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان کی ہے
ہر طرف سے اور یہ قول سہل اور موافق تر ہے کذا فی الملتقی اور ابو یوسف نے اوسکی تقدیر بیان کی ہے بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی
القہستانی عن الکرمانی وفیہ معزیاً للاختیار والحوض علی ھذا الاختلاف اور قہستانی مین ہے اختیار سے منقول اور حوض کا حریم بھی اسی اختلاف کے
ہے یعنی امام کے نزدیک حریم نہین مگر باثبات شہود اور صاحبین کے نزدیک حریم ہے محمد کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف کے نزدیک بقدر نصف
بطن حوض وفیہ معزیاً للکافی ولو کان النہر صغیراً یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریم بالاتفاق اور قہستانی مین کافی سے منقول ہے اور اگر ایسی نہر
صغیر ہو جسکی مٹی صاف کرنیکی ہر وقت حاجت ہو تو اوسکا حریم بالاتفاق امام اور صاحبین کے ثابت ہو وفیہ معزیاً للکرمانی ان الخلاف فی نہر الحادث
لہ مسناۃ فارغۃ یلزقہا ارض لغیر صاحب النہر فالمسناۃ لہ عندہما ولصاحب الارض عندہ اور قہستانی مین کرمانی سے منقول ہے کہ البتہ خلاف امام اور
صاحبین کا اوس نہر مملوک مین ہے جسکی مینڈ خالی ہو درخت وغیرہ سے اوسکی متصل اور برابر دوسرے شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اس صورت مین صاحبین
کے نزدیک مینڈ صاحب نہر کی مملوک ہے اور امام کے نزدیک صاحب ارض کی مملوک ہے ھم اگر مینڈ فارغ نہو بلکہ صاحب نہر یا صاحب ارض کے درختون وغیرہ
سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختون کا مالک مینڈ کا بھی مالک ہے کذا فی الطحطاوی عن الدر ہے مین قاضی خان سے منقول ہے کہ اگر مینڈ زمین کی برابر نہو بلکہ
اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہے اسواسطے کہ ظاہر اور ارتفاع اوسکا نہر کی مٹی سے ہے وفیہ معزیاً للتتمۃ الصحیح ان لہ حقاً بالاتفاق بقدر ما یحتاج
الیہ لالقاء الطین ونحوہ انتہی قلت ومن نقل الاتفاق التمرتاشی عن الاختیار وشرح المجمع اور قہستانی مین ہے تتمہ سے منقول کہ قول صحیح یہ ہے کہ
صاحب نہر کیواسطے حریم بالاتفاق ثابت ہے اوسقدر جسقدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی یا تی القہستانی مین کہتا ہون اور جن لوگون نے اتفاق نقل
کیا ہے اونمین سے شرنبلالی ہے ناقل عن الاختیار وشرح المجمع **فصل فی الشرب** یہ فصل شرب کے مسائل مین ہے ھو لغۃ نصیب الماء وشرعاً نوبۃ
الانتفاع بالماء سقیاً للزراعۃ والدواب شرب بالکسر لغت مین عبارت ہے پانی کے حصہ سے اور شرع مین عبارت ہے پانی سے فائدہ حاصل کرنے
کی باری سے زراعت سینچنے کیواسطے اور جانورون کے پلانیکے لئے والشفۃ شرب بنی ادم والبہائم بالشفاہ اور لب سے بنی آدم کا پینا ہے اور لب
سے جانورون کا پینا ہے ھم یہان شرب بضم شین مصدر ہے بمعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا استعمال ہے دفع تشنگی کیواسطے یا کھانا پکانے
یا وضو یا غسل یا کپڑا دھونے کی لئے اور مانند اسکی اور بہائم کے حق مین شرب سے مراد دفع تشنگی اور جو اسکے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی ولکل حقہا فی کل ماء

ذکر کیا اور وجہ اوسکی یہ ہے کہ پانی اور نہر جانداروں کے واسطے لب سی پینے کا حق ثابت ہی ہر پانی مین جو برتن یا مشک کے اندر بہر کہا نہین گیا ہم پانی مین حق عام ثابت

ہی جب تک وہ اپنے مقام مین ہے یعنی دریا مین یا کنوئین مین اور جب کسی نے پانی گہڑے یا مشکیزے یا حوض مین بہر کہا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہو

تو وہ شخص پانی کا مالک ہو گیا اور مصنف نے احراز کہا نہ اخذ اسمین اشارہ ہی کہ اگر کنوئین سے ڈول بہرا اور کنوئین کے منہ ہی پر ہنوز جدا نہین ہوا تو شیخین کے

نزدیک بہرنیوالا اوسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ احراز عبارت ہی ایک شی کے روک رکہنے سے موضع مخصوص مین کذا فی الطحطاوی ولکل سقی ارضیہ من بحر او

نہر عظیم کدجلۃ والفرات ونحوھما لان الملک بالاحراز ولا احراز لان قھر الماء یمنع قھر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت

ہے سمندر یا نہر عظیم سے چنانچہ دجلہ بغداد اور فرات کوفہ اور مانند انکی چنانچہ نیل مصر کا اور گنگ اور جمن ہند کے اسواسطے کہ آدمی کی ملک پانی مین احراز

سے ثابت ہوتی ہے اور دریا اور نہر مین احراز نہین ہو اسلیے کہ پانی کا غلبہ غیر پانی کے غلبہ کو مانع ہوتا ہے ولکل شق نہر لسقی ارضہ منہا او لنصب

الرحی ان لم یضر بالعامۃ لان الانتفاع بالمباح انما یجوز اذا لم یضر باحد کالانتفاع بالشمس والقمر والھواء اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کہود لیجانا

اپنی زمین سینچنے کیواسطے یا پنچکی قائم کرنے کیواسطے جائز ہے بشرطیکہ نہر کہودنے سے عوام خلق کو ضرر نہ پونہچتا ہو اسواسطے کہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اوسی

صورت مین مخصوص ہے جبکہ کسیکو ضرر نہوتا ہو جیسے آفتاب اور ماہتاب سے اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو مباح ہی بشرط عدم ضرر خلق ھ نہر سے ضرر خلق کی

یہہ صورت ہی کہ پانی ریلا کر کے ایک طرف کنارہ توڑ کر اور دیہات اور اراضی غرق ہو جائین تو اسصورت مین نہر کہودنا درست نہوگا اسواسطے کہ دفع ضرر لوگون سے

واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ المفتین لا سقی دوابہ ان خیف تخریب النھر لکثرتھا ولا سقی ارضہ وشجرہ وزرعہ ونصب دولاب ونحوھا

من نھر غیرہ وقناتہ وبئرہ الا باذنہ لان الحق لہ فیتوقف علی اذنہ جائز نہین اپنے جانورونکو پانی پلانا اگر نہر کے ویران ہونیکا خوف ہو

جانورونکی کثرت کی سبب سے اور نہ زمین اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور نہ دولاب یعنی چرخ اور رہٹ کا قائم کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئین سے جائز

ہے مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ حق اوسیکا ہی تو انتفاع اوسکی اذن پر موقوف ہوگا ھ زمین اور زراعت کا سینچنا غیر کی نہر اور کنوئین سے بلا اذن

جائز نہین خواہ اضطرار ہو یا نہو لیکن اگر بلا اذن سینچیگا تو اوسپر تاوان نہین اور اگر چند بار بلا اذن سینچیگا تو حاکم اوسکو تعزیر دیگی ضرب یا حبس سے اگر

مصلحت جانے کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ ولہ سقی شجر او خضر زرع فی دارہ حملا الیہ بجرارہ واوانیہ فی الاصح وقیل لا الا باذنہ اور اپنے گہر کے

اندر کا درخت سینچنا یا زراعت خانگی کا سرسبز کرنا غیر کی نہر یا کنوئین کا پانی اوٹہا لا کر گہڑون اور برتنون سے بلا اذن درست ہی اصح قول مین اور بعضون نے

کہا کہ درست نہین مگر مالک کے اذن سے ھ خانیہ اور دخیرہ مین قول ثانی کو اصح کہا ہی تو دونون قول مصحح ٹہہرے کذا فی الطحطاوی والمحرز فی کوز فا

ختت بمھملۃ مضمومۃ ای خابیۃ لا ینتفع بہ الا باذن صاحبہ لملکہ بالاحراز اور جو پانی کسی نے بہر رکہا کوزہ ہو اور ٹہوہ مین تو اوس سے فائدہ لینا نہ جائز

مگر اوسکے مالک کی اذن سے بسبب اوسکے مالک ہو جانیکے بہر رکہنے سے ولو کانت البئر والحوض والنھر فی ملک رجل فلہ ان یمنع مرید الشفۃ

من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ اگر کنوان یا حوض یا نہر ایک مرد کی ملک مین ہو اور کوئی شخص اوسمین سے پانی پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو

جائز ہے کہ اوسکو اپنی مملوک مکان مین داخل نہونے دے بشرطیکہ طالب قریب دوسری پانی پاسکتا ہو ھ بشرطیکہ متصل پانی کسیکا مملوک نہو چاہیے کہ کام

کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ اوسکو کچہہ ضرر نہین دوسری جگہہ سے پانی پاویگا کذا فی الطحطاوی فان لم یجد یقال لہ ای لصاحب البئر ونحوہ اما ان

تخرج الماء الیہ او تترکہ لیاخذ الماء بشرط ان لا یکسر ضفتہ ای جانب النھر ونحوہ لان لہ حینئذ حق الشفۃ لحدیث احمد المسلمون

شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار سو اگر پانی کا طالب اوسکی متصل پانی نپاوے تو کنوئین کے مالک اور مانند اوسکی نہر وغیرہ کے مالک سے کہا

جائیگا کہ یا تو اوسکو پانی نکال دے یا اوسکو چہوڑ دے مت روک تا وہ خود پانی لے لے بشرطیکہ پانی لینے والا نہر اور مانند اوسکی حوض کا کنارہ اور مگر نہ توڑ ڈالے

اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی جبکہ پانی کا طالب متصل اوسکے مباح پانی نپاوے تو اوسکو پانی پینے کا حق ثابت ہی مسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب

مسلمان تین چیز مین شریک ہیں پانی اور گہاس اور آگ مین ھ مراد حدیث مذکور سے شرکت اباحت ہی نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گہاس یا آگ پر پہلے دخل

اگر لے اور اوسپر اپنا قبضہ کرے بطریق احراز کے تو وہ احق ہے اور وہ اوسکا مالک ہی دوسرا اوسکا مالک نہیں اوسکو اوسکی تملیک بھی بوجوہ تملیک کے
درست ہی گھاس سے مراد وہ گھاس ہے جو خود رو ہووے تو صاحب عین اوسکا مالک نہیں تو جو اوسکو چھیل یا کاٹ لے وہ اوسکا مالک ہوگا برخلاف درخت
کے کہ اگر وہ خود رو ہو کسی آدمی کی زمین میں تو صاحب عین اوسکا مالک ہی اوسکو کوئی نہیں لے سکتا بلا اذن صاحب عین کے اور آگ سے وہ آگ مراد ہے
جو جنگل میں کسی آدمی نے جلائی ہو تو اوسمیں سب شریک ہیں اگر دوسرا آدمی آوے اور اوس آگ سے بیٹھکر تاپا چاہے یا اوسکی روشنی میں کچھ سینا چاہے یا چراغ
روشن کیا چاہے تو آگ جلانیوالا اوسکو رد نہیں سکتا اور اگر اپنے موضع مملوک میں آگ جلاوے تو اوسکو اپنی ملک سے انتفاع سے روکنا درست ہے
جلانے کی لکڑیان لینا صحرا کے ملک سے جائز نہیں بدون اوسکے اذن کے اور غیر مملوک سے لینا درست ہی اور حطب کی نسبت کسی گانون یا جماعت کیطرف منسوب نہیں
جبتک یہہ معلوم نہو کہ یہہ اونکی مملوک ہی اور لکڑیان جمع کرنے سے مالک ہوجاتا ہے اگرچہ اوسنے رسی سے نہ باندہی ہون کذا فی الظہیریة و
وحکم الکلاء کحکم الماء فیقال للمالک اما ان تقطع وتدفع الیه ولا تترکه لیاخذ قدر ما یرید فیلعی اور گھاس کا حکم پانی کے حکم کی مانند ہے
تو مالک زمین سے کہا جاویگا کہ وہ اپنی زمین میں آنے دے یا تو گھاس کاٹکر طالب کو دے اور نہیں تو اوسکا روکنا چھوڑ دے تو وہ لیوے جتنا اوسکا جی چاہے
کذا فی الزیلعی ہم گھاس کاٹ کر دیگا اوسوقت ہی جبکہ قریب اوسکے دوسری زمین میں مباح گھاس موجود نہو کذا فی العالمگیریة ولو منعه الماء وهو
یخاف علی نفسه او دابته العطش کان له ان یقاتله بالسلاح لاثر عمر رضی الله عنه اور اگر ایک شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا
ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہوجانے سے پیاس سے تو اوسکو اوس سے لڑنا درست ہی ہتہیار سے بدلیل اوس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سے مروی ہو ولو کان محرزا فی الاوانی قاتله بغیر السلاح کالطعام عند المخمصة وقیل اذا کان فضل عن حاجته لملکه بالاحراز فصار نظیر
الطعام وقیل فی البئر ونحوها الاولی ان یقاتله بغیر سلاح لانه ارتکب معصیة فکان کالتعزیر کافی اور اگر پانی بہر کہا ہو برتنون میں اور خوف ہلاکی کا
ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاسا اوس سے بدون ہتہیار کے لڑے یعنی لاٹھی وغیرہ سے لڑے نہ تلوار سے جیسے کوئی طعام سے روکے شدت گرسنگی کیوقت
کذا فی الدرر لڑنا اوس شرط سے ہی جبکہ پانی اوسکی حاجت سے زیادہ ہو بسبب مالک ہوجانے اوس شخص کے بہر رکہنے سے تو پانی طعام کی مانند ہوگیا اور بعضون نے کہا
کنوئین وغیرہ کے پانی روکنے میں بہتر یہہ ہے کہ بدون ہتہیار کے اوس سے لڑے اسواسطے کہ مانع مرتکب ہوا گناہ کا تو لاٹھی سے لڑنا بمنزلہ تعزیر کے ہوا کافی یعنی
مرتکب معصیت مستحق تعزیر ہوتا ہی تادیب اور زجر کیواسطے وکری نهر غیر مملوک من بیت المال فان لم یکن ثمه ای فی بیت المال شیء یجبر الناس علی کریه
ان امتنعوا عنه دفعا للضرر اور نہر غیر مملوک کا کہودنا بیت المال سلطان سے ہی سو اگر وہان یعنی بیت المال میں کچھ مال نہو تو لوگون سے زبردستی کرنا چاہئے اوسکو کہودوانے
پر اگر وہ انکار کرتے ہون اوس سے یعنی زبردستی ہی دفع ضرر کیواسطے ہم یہہ کہتے ہین کہ عوام مال صرف کرین مصالح پر اپنے اختیار سے لہذا سلطان کو اون پر
جبر کرنا درست ہوا جیسے لشکر اسلام کے سامان کیواسطے جبر درست ہی کذا فی الحموی وکری النهر المملوک علی اهله ویجبر من ابی منهم علی ذلک
اور مملوک نہر کا کہودنا اور صاف کرنا مٹی سے اوسکے مالکون پر ہے اور جو اون میں سے انکار کرے اوس پر زبردستی کیجاوے وقیل فی الخاص لا یجبر اور
بعضون نے کہا کہ نہر خاص میں جبر نکیا جاوے ہم نہر خاص وہ ہے جسمین شفعہ واجب ہوا اور نہر عام وہ ہے جسمین شفعہ واجب نہو اور اوسکی تحدید میں اختلاف ہے
بہتر قول یہہ ہے کہ اگر نہر کے شریک سو سے کمتر ہین تو شرکت خاص ہے اسمین استحقاق شفعہ ثابت ہی اور اگر شریک سو ہین یا زیادہ تو شرکت عام ہی اسمین شریک
کیواسطے شفعہ واجب نہین بلکہ شفعہ ہمسایہ کیواسطے خاص ہے کذا فی العینی وهل یرجعون ان یأمر القاضی نعم اور کیا خرچ کرنیوالے نہ خرچ کرنیوالے سے لینگے
یا نہین تو اگر یہہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہی تو رجوع درست ہی اور نہین تو درست نہین ومؤنة کری النهر المشترك علیهم من اعلاه اور نہر مشترک
کے کہودنیکا خرچ شریکون پر ہے نہر کی اوپر جانب سے ہم بیان اوسکا یون ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہون تو کہودنیکا خرچ ہر شخص پر دسوان حصہ ہے
یہانتک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اوسوقت مین خرچ نہر کا باقی لوگون پر رہیگا ہر شخص پر نوان حصہ فاذا جاوز ارض رجل برئ منه ہے
من مؤنة الکری وقالا علیهم کریه من اوله الی آخره بالحصص کما یستحقون فی الشرب پہر اگر نہر بڑہ جاوے ایک شریک کی زمین سے تو وہ بری

ہوگیا کہو دینے کا خرچ ہے اور صاحبین نے کہا کہ سب شریکوں پر کہودنے کا خرچ ہے اول نہر سے آخر تک بقدر حصون کے جیسے وہ سب برابر ہین شرب مین ھم
بہتر یون تہا کہ شارح کہتا نے استحقاق الشفعۃ یعنی جیسے وہ برابر ہین شفعہ کے استحقاق مین چنانچہ زیلعی مین ہے اسواسطے کہ حق شرب شریکونکو مخصوص
نہین کذا فی الطحطاوی ولا کری علی اھل الشفۃ اور کہودنا واجب نہین پانی پینے والونپر یعنی اسواسطے کہ وہ نہر کے مالک نہین اونکا حق تو فقط شرب
مین ہے جبکہ پانی موجود ہو وتصح دعوی الشرب بغیر ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدون زمین کے درست ہے از روی استحسان کے
ھم وجہ استحسان یہہ ہے کہ باری مرغوب فیہ اور انتفاع کے لائق ہے اور یہہ ممکن ہے کہ آدمی بدون زمین کے میراث یا وصیت سے مالک ہو باری کا اسلئے
کہ کاہے زمین بکجاتی ہے بدون پانی کی باری کے تو فقط باری کا باقی رہنا متصور ہے بدون ارض کے واذا کان لرجل ارض ولاٰخر فیہا نھر و
اراد رب الارض ان لا یجری النھر فی ارضہ لم یکن لہ ذلک ویترکہ علی حالہ اور جبکہ ایکمرد کی زمین ہو اور دوسرے شخص کی اوس زمین مین
نہر ہو اور زمین کا مالک چاہے کہ اوسکی زمین مین نہر جاری نرہے تو اوسکو اس روکنے کا اختیار نہین اور چھوڑ دی نہر کو اوسکی قدیمی حال پر وان
لم یکن فی یدہ ولم یکن جاریا فیہا ای فی الارض فعلیہ البیان ان ھذا النھر لہ وانہ قد کان لہ مجراہ فی ھذا النھر یسوقہ لیسقی اراضیہ
اور اگر نہر اوسکے تصرف مین ہو یعنی اوسکے درخت نہون نہر کے کنارے پر کذا فی العینی اور اوس زمین مین جاری نہو یعنی اوسکا جاری ہونا زمان ماضی مین
معلوم نہو تو مدعی پر بیان اور ثابت کرنا گواہون سے لازم ہے کہ یہہ نہر اوسکی مملوک ہے یا اوسکا پانی اس نہر مین جاری تہا اوسکی روانگی تہی مدعی کی زمین سینچنے
کیواسطے ھم قولہ وانہ قد کان کا واو بمعنی او ہے اسواسطے کہ دعوی ملک نہر مین ہے یا حق اجرا مین چنانچہ زیلعی مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی
وعلی ھذا المصب فی نھر او علی سطح او المیزاب او الممشی کل ذلک فی دار غیرہ فحکم الاختلاف فیہ نظیرہ فی الشرب یعنی اور اسی
قیاس پر پانی گرنے کا مکان ہے نہر مین یا چہت پر وعلی ہذا القیاس پرنالہ یا راہ یہہ سب مذکور دوسرے شخص کے گہر مین واقع ہین تو اسمین اختلاف ہنچا ہیکا
حکم پانی کی باری کے حکم کی مانند ہے ھم مصب یعنی آب ریز سے مراد پانی ہے کہ وہ فضلات مین ہو وضو یا غسل یا مینہ کا پانی نہر مین یا چہت پر گرتا ہو یعنی
اگر وہیہ ہے دوسرے کی نہر مین فضلات مذکورہ گراکرتے ہون یا ایکے گہر مین دوسرے کا پرنالہ یا راہ واقع ہو تو وہ اوسکو منع نہین کرسکتا اور اگر دعوی کے
وقت اشیاء مذکورہ موجود نہون تو اوسپر گواہون سے اپنا دعوی ثابت کرنا لازم ہوگا نھر بین قوم اختصموا فی الشرب فھو بینھم علی قدر اراضیھم
لانہ المقصود نہر مشترک ہو ایک قوم مین اونہون نے جہگڑا کیا زیادتی اور کمی باری مین تو باری اونکے درمیان مین بقدر اونکی اراضی کے ہوگی اسواسطے
کہ باری سے تو زمین کا سینچنا مقصود ہے یعنی پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار اراضی کے تو ہر شخص کا حق بقدر اوسکی زمین اور حاجت کے ہوگا بخلاف
اختلافھم فی الطریق فانھم یستوون فی ملک رقبتہ بلا اعتبار سعۃ الدار وضیقہا لان المقصود الاستطراق بر خلاف راہ کے اختلاف کے
کہ رقبہ طریق کی ملکیت مین سب شریک برابر ہین بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گہر کے اسواسطے کہ مقصود رہ آمد و رفت ہے اور وہ مختلف نہین گہر کی کشادگی اور تنگی سے
ولایمنع لاحد من الشرکاء فی النھر ان یشق منہ نھرا او ینصب علیہ رحی الا دق وقسم فی ملکہ ولا یضر بنھر ولا ببناء وقایہ اور نہر کے شریکون
مین کسیکو درست نہین یہہ کہ اوس سے دوسری نہر جاری کرے یا اوسپر پنچکی قائم کرے مگر وہ پنچکی قائم کرنا درست ہے جو خاص اوسکی زمین مین واقع ہو
اور نہر اور پانی کو ضرر نکرے کذا فی الوقایہ ھم پنچکی قائم کرنا اسواسطے درست نہوا کہ نہر کا کنارہ ٹوٹتا ہے اور کنارہ ٹوٹنے سے پانی بیکار بہہ جاتا ہے
کسی کے کام مین نہین آتا نہر کے عدم ضرر سے مراد یہہ ہے کہ اوسکا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہہ کہ اوسکی جاری ہونے مین
خلل واقع نہو او کالیتہ کناعورۃ او جسرا او قنطرۃ یا قائم کرے مشترک نہر پر ڈہیکلی چنانچہ دولاب یا قائم کرے چوبی پل یا خشتی اور سنگی پل
تو شریک کو جائز نہین او یوسع فم النھر او یقسم بالایام والحال انہ قد کانت القسمۃ بالکوی بکسر الکاف جمع کوۃ بفتحہا الثقب لان
العتیق یترک علی قدمہ لظھور الحق فیہ یا ایک شریک نہر کا دہانہ کشادہ کرے یا پانی کی قسمت دنون کے شمار سے کرے حالانکہ قدیمی قسمت تہی بطور نقب کے
تو یہہ سب امور درست نہین اسواسطے کہ قدیم چیز اپنی قدامت پر چہوڑی جاتی بسبب ظاہر ہونے حقیقت کے قدامت مین کوی بکسر کاف جمع ہے کوہ بفتح کاف کی

یعنے نقب ہم اصل اوسکی نقب بیت ہے لیکن یہان مستعار ہی کشت زار کے مفاتح آب کیواسطے کذا فے المغرب او یسقی نصیبه الی ارض له اخری
لیکن له منه ای من النھر شرب یا شریک لیجاوے اپنا حصہ پانی کا اپنی دوسری زمین کیطرف حالانکہ اوس نہر مشترک سے اوسکے واسطے
باری مقرر نہین ہے الا برضاھم یتعلق بالجمیع امور مذکورہ جائز نہین بدون رضامندی باقی شریکون کے شارح نے کہا ضمیر راجع ہے سب امور
مذکورہ سے متعلق ہے یعنی نہر مشترک سے دوسری نہر نکالنا اور پن چکی اور ڈھینکلی وغیرہ اوسپر قائم کرنا اور دہانہ وسیع کرنا اور پانی کی قسمت جو مقرر ہے
کرنا اور دوسری زمین مین پانی بدون رضامندی شریکون کے لیجانا درست نہین ولھم نقضه بعد الاجازة ولورثتھم من بعدھم اور شریکون
کو اجازت کے بعد اوسکا توڑ دینا یعنی اجازت دیکر پہر روک دینا درست ہے اور شریکون کے بعد اونکے وارثون کو بھی یہی اختیار حاصل ہو
ولیس للاعلی سکر النھر بلا رضاھم وان لم تشرب ارضه بدونه ملتقی اور نہر کی اوپر جانب والے کو جائز نہین نہر کا باندھنا بدون
رضامندی شریکون کے اگرچہ اوسکی زمین سیراب نہوتی ہو بدون بند باندھنے کے ھم اور اگر شریک راضی ہوجاوین اسطرح کہ باندھنے پر بقدر اوسکے
حصہ کے یا ہر شریک اپنی باری مین نہر باندھنے پر راضی ہوجاوے تو جائز ہے ولیکن اگر تختون وغیرہ سے روکنے سے پانی رکجاوے تو مٹی اور پتھر سے باندھنا
درست نہین بدون رضامندی شریکون کے اور اگر سب شریکون کی اراضی کو پانی نہ پونہچتا ہو بدون نہر باندھنے کے تو اسفل سے باندھنا چاہیے
درجہ بدرجہ حصہ بحصہ تا اعلی بدلیل قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ اسفل نہر کے لوگ امیر ہین اعلی نہر کے لوگون پر تاکہ وہ سیراب ہوجاوین کذا فی العینی والطحطاوی
کطریق مشترک اراد احدھم ان یفتح فیه بابا الی دار اخری ساکنھا غیر ساکن ھذه الدار التی مفتحھا فی ھذا الطریق بخلاف ما اذا کان
ساکن الدارین واحدا حیث لا یمنع لان المادة لا تزداد چنانچہ ایک راہ مشترک ہو چند شخصون مین سوا ایک شریک نے چاہا کہ اوسمین اوس
دوسرے گہر کا دروازہ پہوڑے جسکا رہنے والا غیر ہے اس گہر کے رہنے والیکا جسکا دروازہ اس راہ مین ہے برخلاف اوس صورت کے کہ دونو گہرون کا
رہنے والا ایک شخص ہو وہان دروازہ لگانا اس راہ مین ممنوع نہین ہے اسواسطے کہ صورت ثانی مین آمد ورفت کرنیوالے زیادہ نہین ہوجاتے ہین اور پہلی
صورت مین زیادہ ہوجاتے ہین پہلی ناجائز ہوئی اور پچھلی جائز ویورث الشرب ویوصی بالانتفاع به اما الایصاء ببیعه
فباطل اور میراث جاری ہوتی ہے پانی کی باری مین اور وصیت کیجاتی ہے اس سے نفع لینے کی لیکن اوسکی بیع کی وصیت باطل ہو ولا یباع
الشرب ولا یوھب ولا یوجر ولا یتصدق به لانه لیس بمال متقوم فی ظاهر الروایة وعلیه الفتوی کما سیجی اور پانی کی
باری بیچی نہین جاتی اور اوسکا ہبہ نہین ہوتا اور نہ وہ اجارہ دیجاتی ہے اور نہ خیرات دیجاتی ہے اسواسطے کہ باری مال متقوم نہین ہے ظاہر الروایة
مین اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ آگے آویگا ولا یوصی بذلک ای ببیعه اخویه اور وصیت نہین کیجاتی اوسکی بیع اور ہبہ اور اجارہ کی
ولا یصلح الماء بدل خلع وصلح عن دم عمد ومهر نکاح وان صحت هذه العقود لانها لا تبطل بالشروط الفاسدة لانه لا
یملک بسبب ما حتی لو مات وعلیه دین لم یبع الشرب بلا ارض اور باری کا پانی لیاقت نہین رکھتا بدل خلع اور بدل صلح ہونیکی عمدا
خون سے اور لیاقت نہین رکھتا نکاح کے مہر ہونیکی اگرچہ یہ عقود مذکورہ صحیح ہوجاوینگی باری کے عوض ڈالنے سے اسواسطے کہ عقود مذکورہ شرط فاسد سے باطل
نہین ہوجاتی پانی بدل خلع اور مہر اسواسطے نہین کہ پانی کی باری قابل تملک کے نہین کسی سبب تملیک سے یہانتک کہ اگر ایک شخص مرگیا اور اوسپر
دین ہے تو اوسکے دین مین باری بدون زمین کے بیچی نجاویگی فان لم یکن له ارض فیجمع الماء فی کل نوبة الی ان یتم فیباع الماء ویصرف
الی قضاء دینه وقیل ینظر الامام الی ارض لا شرب لها فیضمه الیها فیبیعها برضاء ربها فینظر قیمة الارض بالشرب وبلا شرب فیصرف ما بین
قیمتھا من تفاوته ما بدین المیت وتمامه فی الزیلعی تو اگر میت مدیون کی زمین نہو فقط باری ہو تو بعضون نے کہا کہ ہر باری کا پانی
جمع کیا جاوے ایک حوض مین پہر وہ پانی ہر باری مین نکالا جاوے یہانتک کہ دین آخر ہوجاوے اور بعضون نے کہا کہ حاکم اوس زمین کو دیکھے اور تلاش
کرے جسکی باری نہین ہے تو میت کی باری کو اوس زمین کے ساتھ ملاوے پہر زمین کو باری کے ساتھ بیع کرے مالک زمین کی رضامندی سے پہر دیکھی

کہ زمین کی قیمت بدون باری کے کتنی ہے اور باری کے ساتھ اوسکی قیمت کتنی ہے تو باہمی کے تفاوت کو میت کے دین مین صرف کرین اور پورا
بیان اسکا زیلعی مین ہے یعنی اگر مثلاً زمین کی قیمت بدون باری کے سو درم ہو اور باری کے ساتھ ۱۲۵ درم تو ۲۵ درم میت کے دین مین صرف
ہون ولا یضمن من ملأ ارضہ ماء فنزت ارض جارہ او غرقت لانہ متسبب غیر متعد وہذا اذا سقاہا سقیا معتادا تتحملہ ارضہ
عادۃ والا فیضمن وعلیہ الفتوی ہے اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین مین پانی بہرا سو اوسکے پڑوسی کی زمین نے اوسکا پانی سوک لیا یا اوسکی
زمین غرق ہو گئی اسلیے کہ وہ متسبب غیر متعدی ہے اور متسبب مین تاوان اوسوقت ہوتا ہے جبکہ قصد ہی ثابت ہو اور یہہ یعنی عدم تاوان اوسوقت ہے
جبکہ اوسنے عادت کے موافق سینچی ہو اور باعتبار عادت کے اوسکی زمین اوسقدر پانی کی متحمل ہو اور اگر عادت سے زیادہ اوسنے پانی بہر لیا ہو اور
پڑوسی کی زمین ناقص ہو گئی ہو تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وفی الذخیرۃ ہذا اذا سقی فی نوبتہ مقدار حقہ
واما اذا سقی فی غیر نوبتہ او زاد علی حقہ یضمن علی ما قال اسماعیل الزاہد قہستانی اور ذخیرہ مین ہے اور یہہ یعنی عدم تاوان اوسوقت ہے جبکہ اوسنے
اپنی باری مین اپنے حصہ کے موافق زمین سینچی ہو اور اگر باری کے سوا مین سینچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا ہو تو اوسپر تاوان لازم ہوگا بموجب
قول اسمعیل زاہد کے کذا فی القہستانی ولا یضمن من سقی ارضہ او زرعہ من شرب غیرہ بغیر اذنہ فی روایۃ الاصل وعلیہ الفتوی شرح
وہبانیۃ وابن الکمال عن الخلاصۃ لما انہ غیر متقوم اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین یا زراعت سینچی غیر شخص کی باری سے بدون اوسکے
اذن کے اصل کی روایت مین اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ اور ابن کمال مین ہے خلاصہ سے اسواسطے تاوان نہین کہ مذکور ہو چکا کہ باری کا
پانی مال متقوم نہین ہے ولو تصدق بنزلہ فحسن لبقاء الماء الحرام فیہ بخلاف العلف المغصوب فان الدابۃ اذا سمنت بہ نعدم
وصار شیئا آخر قہستانی اور اگر اوسکی پیداوار غلہ یا پھل کو خیرات کر دے تو خوب ہے بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اوسمین برخلاف منصوب چارہ
کے اسلیے کہ جب جانور موٹا ہو گیا چارا کہانے سے تو چارا معدوم ہو گیا اور دوسری چیز بنگیا یعنی خون اور گوشت ہو گیا کذا فی القہستانی فان تکرر
ذلک منہ لا ضمان وادبہ الامام بالضرب والحبس ان رأی الامام ذلک خانیہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ پہر اگر یہہ یعنی غیر کا پانی لینا
چند بار واقع ہوا اوس شخص سے تو تاوان نہین اور تعزیر دیوے اوسکو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اوسکو مصلحت جانے کذا فی الخانیہ اور اسکا پورا بیان
شرح وہبانیہ مین ہے وقال وجوز بعض مشایخ بلخ بیع الشرب لتعامل اہل بلخ والقیاس یترک بالتعامل ونوقض بانہ تعامل اہل بلدۃ
واحدۃ اور مصنف وہبانیہ نے کہا اور بعض مشایخ بلخ نے پانی کی باری بیچنے کو تجویز کیا ہے بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہو جاتا ہے رواج کے
سبب سے اور یہہ تجویز توڑی گئی ہے اسطرح کہ یہہ ایک شہر والونکا رواج ہے یعنی اور ایک شہر والونکے رواج سے قیاس متروک نہین ہوتا وافتی الناصحی
بضمانہ ذکرہ فی جواہر الفتاوی قال وینعقد الحکم بصحۃ بیعہ فلیحفظ اور ناصحی نے فتوی دیا ہے اوسکے تاوان کا یعنی جو غیر کا پانی بلا اذن لے
یہہ مذکور ہے جواہر الفتاوی مین اور یہہ کہا ہے کہ باری کی بیع کا حکم نافذ ہو جاتا ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے ھم اس فتوی مین ناصحی متفرد ہے تو عدم
ضمان کا معارض نہوگا اور عدم ضمان صحیح تر ہے چنانچہ ظہیریہ مین ہے اور صحت بیع کا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قاضی اپنے مذہب کے
غیر معتمد قول پر حکم نکرے کذا فی الطحطاوی قلت وفی الہدایۃ وشروحہا من البیع الفاسد انہ یضمن بالاتفاق فلو سقی ارضہ بماء
غیرہ ضمنہ وبہ جزم فی النقایۃ ہنا فافہم مین کہتا ہون اور ہدایہ اور اوسکی شروح مین بیع فاسد سے یہہ مذکور ہے کہ ضمان لازم آتا ہے بالاتفاق کہ جسے
الخ اگر اپنی زمین سینچی غیر کے پانی سے تو اوسکو تاوان دیگا اور اسی قول پر یقین کیا ہے نقایہ مین یہان سو اسکو سمجہ لے ھم شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب
نقایہ نے اسمقام کے سوا اور مقام مین جمہور کے موافق یقین کیا ہے قلت وقد مر ان علیہ الفتوی فتنبہ مین کہتا ہون اور البتہ مذکور ہو چکا وہ
قول جسپر فتوی ہے تو خبردار رہنا ھم مراد جمہور کا فتوی ہے عدم ضمان کا جو شرح وہبانیہ سے مذکور ہو چکا نہ ناصحی کا فتوی کذا فی الطحطاوی وسیاتی
فی الوہبانیۃ بہ وفی ساق بشرب الغیر لیس بضامن وقیمتہ بعض وما مر اظہر اور وہبانیہ مین ہے اور سینچے والا غیر کی باری سے ضامن

نہین اور بعضون نے اوسپر تاوان لازم کیا ہے اور جو قول عدم ضمان کا گذر گیا ظاہر تر ہے ٥ وما جوز وا اخذ القرار الذی علی جوانب نهرٍ و من اذن بقرٍ اور فقہا نے اوس مٹی کا لینا جو نہر کی جوانب پر ہے تجویز نہین کیا ہے بدون اذن مالک کے جو ثابت کرے لینے کو ٥ ولو حفروا نهراً والقوا ترابه فلو فی حریمه لیس لنقل یومر اور اگر لوگون نے نہر کہودی اور اوسکی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہر کے حریم کے اندر ڈالی تو مٹی کے وہان سے اوٹھانیکا حکم نہوگا ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک قوم کی نہر ہے دوسرے شخص کی زمین مین اور ان لوگون نے نہر کی مٹی اوسکی زمین مین ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہے تو صاحب زمین مٹی اوٹھانیکا اون سے مواخذہ نہین کر سکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ اونسے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہہ دونون مسئلے وہبانیہ کی دو بیتون مین مذکور تھے شارح نے اصلاح کی وہ مطلب ایک بیت مین بیان کر دیا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالے اعلم و استغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الاشربة

یہہ کتاب ہے اشربہ یعنی شرابون کے احکام مین ھ اشربہ محرمہ کے حرام ہونے کی خوبیان ظاہر ہین اسلئے کہ مزیل عقل ہین اور عقل اشرف الاشیاء ہے جس سے آدمی ممتاز ہے حیوانات سے اور اوسی سے خطاب شرع متعلق ہے لیکن خمر اگلی امتون پر مباح تھی اونکی طول اعمار اور جسامت ابدان کے سبب سے تو بسبب اپنی قوت کے آفت شراب کی متحمل تھے اور اونپر مستی غالب نہوتی تہی تو اوسکی اباحت مین اونکے واسطے صلاح تھی کثرت منافع کے سبب سے اور یہہ امت تو کم عمر ضعیف البدن ہے تو انپر مستی غالب ہو جاتی ہے شرب قلیل سے بھی اسلئے انکے حق مین یہی صلاح تھی کہ خمر بالکل قلیل یا کثیر انپر حرام ہو اور ابتدای اسلام مین اسواسطے مباح ہوئی تہی تا فساد خمر کو معائنہ کر لین پہر جب حرام ہوئی تو معلوم ہوگیا کہ یہی دین حق ہے یہہ چیز حرام ہی ہونیکے لائق تھی کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ مستی اور نشا سب دینون مین حرام تھا اور خمر کا تہوڑا ابھی پینا امت محمدی پر حرام ہوا اونکی تعظیم اور تکریم کیواسطے تا امر قبیح مین واقع نہون کیونکہ یہہ امت مشہود بالخیر ہے ھی جمع شراب والشراب لغةً کل مائع یشرب واصطلاحاً ما یسکر اشربہ جمع ہے شراب کی اور شراب لغت عرب مین عبارت ہے ہر چیز رقیق سائل سے جو پیجاوے جیسا کہ پانی اور رس اور شربت اور عرق خواہ حلال ہو یا حرام نشہ کرے یا نکرے اور اصطلاح شرع مین شراب وہ ہے جو نشہ کرے مست اور بیہوش کردے ھ عرف ہندوستان مین شراب اوسکو کہتے ہین جو دیگ مین ڈالکر بطور عرق کے کشید ہوا اور نشہ کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اور پہل کا خواہ گڑ کا والمحرم منها اربعة انواع اور شرابون مین سے چار قسم کی شرابین حرام ہین یعنی خمر اور طلا اور سکر اور نقیع زبیب چنانچہ تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ھ اصول اشربہ چار چیزین ہین ایک تو ثمار یعنی پہل مثل انگور اور کہجور اور مویز یعنی انگور خشک جسکو اہل ہند منقے کہتے ہین دوسری حبوب جیسے گیہون اور جو اور جوار تیسری شیرین چیزین جیسا کہ شکر اور گڑ اور شہد چوتھی البان یعنی اونٹ کا دودھ اور گھوڑیکا دودھ سو انگور سے پانچ یا چھ شرابین بنتی ہین یعنی خمر اور باذق اور منصف اور مثلث اور پختہ یعنی پختہ اور منقے سے دو شرابین بنتی ہین یعنی نقیع اور نبیذ اور کہجور سے تین شرابین بنتی ہین یعنی سکر اور فضیخ اور نبیذ اور حبوب اور فواکہ اور شہد وغیرہ سے ایک ہی چیز ہوتی ہے اگرچہ نام اوسکے چند قسم کے ہین تو یہہ گیارہ یا زیادہ نام ہوئے سو اشربہ انگوری کی تفصیل یہہ ہے کہ جب انگور کا عرق نچوڑا گیا تو اوسکو عصیر کہتے ہین جبتک وہ شیرین ہو پہر جب وہ جوش کہا کر جہاگ لایا اور کڑوا ہو گیا اوسکا نام خمر ہے اور جب کہٹا ہو گیا تو وہ سرکہ انگوری ہے اور اگر انگور کے عرق کو تہوڑا آگ پر پکایا کہ نصف سے کم جلا پہر وہ جوش کہا کر جہاگ لایا تو اوسکا نام باذق ہے اور اگر یہانتک پکایا کہ نصف باقی رہا تو وہ منصف ہے اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جلگیا تو اوسکا نام مثلث ہے اور مثلث کو جب پانی ڈالکر پتلا کیا پہر اوسکو پکایا تو اوسکا نام پختہ ہے اور اسکو یعقوبی اور ابو یوسفی بھی کہتے ہین اسلئے کہ ابو یوسف نے ہارون رشید کیواسطے اسکو مرتب کیا تہا اور جمہوری اور حمیدی بھی اسکو بولتے ہین اور منقی سے نقیع اور نبیذ بناتے ہین نقیع یہہ کہ منقی کو پانی مین چند روز تر رکہا یہانتک کہ پانی شیرین ہوگیا اور نبیذ یہہ کہ منقی کا پانی تہوڑا پکایا گیا اور کہجور سے سکر اور فضیخ اور نبیذ بناتے ہین سکر کچا پانی ہے تر پختہ کا اور فضیخ کچا پانی ہے گدر کہجور کا اور نبیذ پختہ یا گدر کہجور کا پانی ہے جو تہوڑا سا پکایا گیا کذا فی العینی و قاضیخان فقط الاول الخمر وهی النی من ماء العنب اذا غلی واشتد وقذف ای رمی بالزبد یا الرغوة

چار حرام شرابون مین سے پہلی شراب خمر ہے اور خمر کچا پانی ہے انگور کا جبکہ وہ جوش کہاوے اور اوبلے اور تند ہووے اور گاڑہا ہووے اور جہاگ ڈالے شارح نے کہا نَیّ
بکسر نون اور تشدید یاء تحتانیہ ہے اور زبد بفتح زاء معجمہ و باء موحدہ عبارت ہی رغوہ سے اور رغوہ کو ہندی مین جہاگ اور پہینا کہتے ہین جوش سے
مراد جوش کامل ہے اسطرح پر کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جاوے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحطاوی اور اشتداد سے مراد قوت اور کثرت ہی جوش کہانیکی جس سے
مست کردینے کی قوت حاصل ہو جاوے اور بعضون نے کہا اشتداد سے وہ حالت مراد ہو جو شارب کے حواس کو مبہم اور بورک سیر رو سکے اور بعضون نے کہا صلاحیت
اسکار یعنی مست کردینے کی لیاقت مراد ہی کذا فی بنایۃ العینی ولم یشترطا قذف بہ وبہ قالت الثلثۃ وبہ اخذ ابو حفص الکبیر وہو الاظہر کما فی الشرنبلالیہ
عن المواہب یأتی ما یفیدہ اور صاحبین نے خمر کی حقیقت مین جہاگ ڈالنا شرط نہین کیا یعنی فقط غلیان اور اشتداد سے نشہ حاصل ہو جاتا ہو بدون جہاگ
ڈالنے کے اور یہی قول ہے تینون اماموں کا اور اسی قول کو ابو حفص کبیر نے لیا ہی اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب سے منقول ہے اور
آگے آویگا جہان مطلب کا تفید ہو یعنی قولہ والکل حرام اذا غلے واشتد ہم صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ لذت مطربہ اور قوت مسکرہ اشتداد سے
حاصل ہو جاتی ہے اور یہی موثر ہے ایقاع عداوت اور نماز کے روکنے مین اور جہاگ ڈالنا وصف زائد ہے اوسکو مستی پیدا کرنے مین تاثیر نہین اور
امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ غلیان اشتداد کی ابتدا ہے اور کمال اشتداد جہاگ ڈالنے سے ہے اسواسطے کہ جہاگ ڈالنے سے صافی ممتاز ہو جاتا ہی مکدر سے اور
احکام شرعی جو خمر سے متعلق ہین وہ قطعی ہین چنانچہ حد اور تکفیر مستحل اور مانند اسکی لہذا اناطہ احکام نہایت اور کمال پر ہوا کذا فی الزیلعی وقد تطلق
الخمر علی غیرہا اکثری مجاز ا اور کبہی خمر کا اطلاق ہوتا ہے غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے ہم ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر اسواسطے نام ہوا کہ وہ
رکہی گئی یہانتک کہ متغیر ہو گئی اور اختمار عبارت ہو تغیر ریح سے اور بعضون نے کہا کہ خمر نام ہوا اوسکی مخامرت کے سبب سے عقل کو وہ چہپا ڈالتی ہی قول اول
حنفیہ کے موافق ہے اور قول ثانی ائمہ ثلثہ کے موافق ہے اسواسطے کہ اونکے نزدیک ہر مسکر خمر ہے اور دلیل اونکی وہ احادیث ہین جو اطلاق کی مفید ہین
چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر وکل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو تعریف خمر کی ہمنے کی ہے اوسپر اہل لغت کا اتفاق ہے اوسکے سوا اور مسکرات
کو بادہ اور مثلث وغیر ذالک کہتے ہین تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار حقیقت کے اور مجاز ہونے پر حدیث مسلم وغیرہ محمول ہی یا بیان
حکم پر محمول ہے کذا فی الزیلعی اور مزید تفصیل اسکی کتب مطولہ مین ہے ثم شرع فی احکامہا العشرۃ فقال وحرم قلیلہا وکثیرہا بالاجماع
لعینہا ای الذاتہا پہر مصنف نے خمر کے دس حکمون کا بیان شروع کیا سو یون کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر باتفاق امت حرام ہے بحرمت ذاتی یعنی خمر
کی ذات حرام ہے نشہ کرے یا نکرے ہم بعضون نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہین ہی اسواسطے کہ قلیل مسکر نہین جو موجب فساد ہوا اور یہہ قول کفر ہے اس مین
قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہی اسلئے کہ قرآن مین خمر کو رجس فرمایا اور رجس نجس العین کو کہتے ہین چنانچہ لحم خنزیر کو رجس فرمایا ہی تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی مین برابر ہین اور
حرام ہونے مین یکسان و فی قولہ تعالی انما الخمر والمیسر الایۃ عشرۃ دلائل علی حرمتہا مبسوطۃ فی المجتبی وغیرہ اور انما الخمر
والمیسر کی آیت مین دس دلیلین خمر کے حرام ہونے پر مجتبی وغیرہ مین شرح و بسط سے مذکور ہین ہم دلائل مذکورہ یہہ ہین ۱ خمر کو قمار ۲ اور اصنام کے ساتھ ذکر
فرمایا ۳ اوسکو رجس یعنی نجس العین کہا ۴ اعمال شیطانی سے اوسکو شمار کیا ۵ اجتناب کا حکم کیا ۶ اجتناب خمر پر فلاح معلق کی ۷ شیطان
ایقاع عداوت کا ارادہ کرتا ہے خمر سے ۸ ایقاع بغض کا قصد کرتا ہو اسکے سبب سے ۹ روکتا ہے یاد خدا سے ۱۰ روکتا ہے نماز سے ۱۰
نہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدیدی کذا فی المجتبی وہی نجسۃ نجاسۃ غلیظۃ کالبول اور خمر نجس بنجاست مغلظہ ہے پیشاب کی مانند اسواسطے کہ
اوسکی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہی ویکفر مستحلہا اور کافر ہو جاتا ہے خمر کا حلال کہنے والا اسواسطے کہ وہ دلیل قطعی کا منکر ہوا وسقط
تقومہا فی حق المسلم لا مالیتہا فی الاصح اور خمر کا مال متقوم ہونا مسلمان کے حق مین ساقط ہی نہ مالیت اوسکی صحیح تر قول مین ہم مال
متقوم مسلمان کے حق مین اسواسطے نہین کہ حق تعالی نے اوسکی اہانت کی نجس العین فرمایا اور متقوم ہونا عزت کا مشعر ہے اور خمر کی مالیت ہونے
مین اختلاف ہوا اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ مال ہے بسبب میلان طبائع کے اوسکی طرف وحرم الانتفاع بہا ولو لسقی دواب او لطین او

نظر اللتلهي او في دواء او دهن او طعام او غير ذلك اور حرام ہے فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانور دیکا پلانا ہو یا اوس سے مٹی کا تر کرنا
دیوار بنانے کو یا اوسکا دیکھنا تماشے کیواسطے یا دواء مین اوسکا ڈالنا یا تیل مین یا کہانے مین یا انکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہین جسطرح سے
الا التخليل او لخوف عطش بقدر الضرورة فلو زاد فسكر حد مجتبى مگر خمر کا سرکہ بنانا یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہین اور اگر
ضرورت سے زیادہ پیکر مست ہوگا تو اوسپر حد ماریجاویگی کذا فی المجتبے ولا يجوز بيعها لحديث مسلم ان الذي حرم شربها حرم بيعها
اور جائز نہین خمر کا بیچنا صحیح مسلم کی اس حدیث کی دلیل سے کہ مقرر جسنے اوسکا پینا حرام کیا اوسنے اوسکا بیچنا بھی حرام کیا ہے ہم مسلم مین ابن
عباس سے روایت ہے کہ ایک مرد مشک بھر خمر تحفہ لایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آپنے فرمایا کہ تجھکو کیا معلوم نہین کہ اللہ تعالی نے اسکا پینا
حرام کیا ہے پھر اوسنے دوسرے آدمی کے کان مین چپکے بات کی حضرت نے فرمایا کہ تونے کیا سرگوشی کی اوسنے کہا کہ مینے اوسکے بیچڈالنے کا امر کیا ہے تب حضرت نے
فرمایا کہ جسنے پینا حرام کیا اوسنے اوسکا بیچنا حرام کیا پھر اوس مرد نے مشک کا دہانہ کہولدیا تو جو اوسمین خمر تھی سب جاتی رہی کذا فی العینے ويحد شاربها
وان لم يسكر منها اور حد ماریجاویگی خمر کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہو جاوے اوس سے ہم باوجود عدم سکر حد لازم ہے اسواسطے کہ اوسکی
حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ ام الخبائث ہے مبسوط مین حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد خمر کا پیالہ
اپنے ہاتھو پر رکہتا ہے تو اوسپر آسمانون اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہین پھر اگر اوسنے پی تو اوسکی نماز چہل رات مقبول نہین ہوتی اور اگر اسکو
ہمیشہ پیا کرتا ہے تو وہ بت پرست کی مانند ہے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی ويحد شارب غيرها ان سكر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے
کو حد ماری جاتی ہے جبکہ اوسکو بیہوشی اور نشہ ہو ہم فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ ہمارے زمانہ مین محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہے تو حد ماریجاویگی اوسکو جو
مست ہو جاوے ان شرابونکو پیکر جو حبوب اور شہد اور دودھ اور انجیر سے بنائی جاتی ہین اسواسطے کہ فاسق لوگ ان شرابون پر اجتماع کرتے ہین ہمارے زمانے مین
اور لہو ولعب کا قصد کرتے ہین اور اونکے پینے سے مست ہونیکا ارادہ رکہتے ہین انتہے ولا يؤثر فيها الطبخ اور خمر کا آگ پر پکانا اوسکو ازالہ حرمت
مین اثر نہین کرتا ہم یعنی پکانے سے اوسکی حرمت زائل نہین ہوتی اسواسطے کہ پکانا شرع مین ثبوت حرمت کے منع کرنیکے واسطے ہے نہ اسواسطے کہ اوسکی حرمت کو باطل
کردے حرمت کے ثابت ہو جانیکے بعد یعنی خمر ہو جانے سے پہلے طبخ البتہ موثر ہے اور جبکہ خمر بنگئی تو اسکے بعد طبخ کچھ اثر نہین کرتا کذا فی الطحطاوی ہے
الا انه لا يحد فيها ما لم يسكر منه على الاختصاص الحد بالنئ ذكره الزيلعي واستظهره المصنف وضعف ما في القنية والمجتبى من نقل
عن ابن وهبان انه لا يلتفت لما قاله صاحب القنية مخالفا للقواعد ما لم يعضده نقل من غيره انتهى وفيه كلام لانه حقق
مگر یہ کہ خمر مطبوخ کے پینے مین حد ماری نجاویگی جبتک اوس سے مست نہوگا بسبب مخصوص ہونے حد کے کچی خمر کے ساتھ ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے اور قوی
کیا ہے اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین اور ضعیف کہا ہے اوس قول کو جو قنیہ اور مجتبی مین ہے یعنی خمر جب پکائی گئی اور اوسکی تلخی دور ہوگئی تو حلال ہو جاتی
پھر مصنف نے ابن وہبان سے یہ قول نقل کیا کہ التفات نکیا جائے اوسکے قول کیطرف جو صاحب قنیہ نے قواعد مذہب کے مخالف کہا ہے جبتک کہ اوسکی تائید کسی اور
فقیہ کی نقل سے ثابت نہو انتہی اور اس تصنیف مین ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے گفتگو کی ہے ہم خمر مطبوخ پر بلا سکر حد کا نہ واقع ہونا ایک قول ہے اور دوسرا
قول شمس الائمہ سرخسی کا یہ ہے کہ اوسکے شارب پر حد واقع ہوگی تھوڑی پیئے یا بہت چنانچہ فتاوی عالمگیریہ مین کافی سے منقول ہے اور اسیطرح قاضی خان اور
بدائع مین ہے ابن شحنہ نے کہا صاحب قنیہ کی مراد یہ ہے کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہے جبکہ اوس سے اوصاف خمریت کی یعنی تلخی اور مست کر دینا زائل ہو جاوے کیونکہ
اوسکی حقیقت بدلگئی جیسے سرکہ ہو جانے سے اوسکی حقیقت بدلجاتی ہے اور یہ جو صاحب [illegible] نے کہا ہے کہ طبخ سے خمر حلال نہین ہوجاتی تو مراد اوسکی یہ ہے
کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہون کیونکہ انقلاب ماہیت نہین پایا گیا جو مقتضی ہو اباحت کا اور یہ جو کہا کہ طبخ کو اوسکی حلت کی اثبات مین اثر نہین مخالف اوسکے نہین اسلئے کہ مطلق
طبخ کی ہی مین کچھ خصوصیت نہین کذا فی الطحطاوی ولا يجوز بها التداوي على المعتمد قاله المصنف قلت ولو بالاحتقان والاقطار في احليل نهايه
اور جائز نہین خمر سے دوا کرنا بنا بر قول معتمد کے ایسا کہا ہے مصنف نے شرح مین مین کہتا ہون اگرچہ خمر سے حقنہ کیا جاوے اور پیشاب کے سوراخ مین ٹپکائی

جاوے کذا فی النہایۃ ھم یعنی حنفیہ وغیرہ میں احتمال سکر کا نہیں لیکن نجس العین ہونے سے پیہ بھی درست نہیں اسیطرح اوسکا سرمہ میں اور ناس میں ڈالنا جائز نہیں
ویجوز تخلیلہا ولو بطرح شیء فیہا خلافا للشافعی اور جائز ہے خمر کا سرکہ بنانا اگرچہ کوئی چیز مانند نمک وغیرہ کے ڈالکر سرکہ بنے برخلاف شافعی ھم
امام شافعی کے نزدیک اگر خمر خود بخود سرکہ ہو جاوے تو حلال ہے اور نمک وغیرہ ڈالکر سرکہ بنانا درست نہیں پھر جب خمر سرکہ ہو گئی تو جہانتک سرکہ ہے وہانتک برتن
پاک ہو گیا اور اوسکی اوپر کیجانب اوسکی تبعیت سے پاک ہو گئی ابو السعود نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ یہی قول مفتیٰ بہ ہے کذا فی الطحطاوی والثانی الطلاء بالکسر
وھو العصیر یطبخ حتی یذھب اقل من ثلثیہ ویصیر مسکرا وصوب المصنف ان ھذا یسمی الباذق اور دوسری قسم اشربہ محرمہ سے
طلا ہے بالکسر اور وہ رس ہے انگور کا جو پکایا گیا یہانتک کہ دو تہائی سے کمتر جلگیا اور وہ مسکر ہو گیا اور مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ حق یہ ہے
کہ اسکا نام بادہ ہے ع طلا ھم ہدایہ میں بھی اسیطرح ہے کہ جس عصیر کا دو تہائی سے کمتر جلگیا وہ بادہ ہے اور قاضیخان کے فتاوی میں دو تہائی کی قید
نہیں بلکہ یوں کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا پکایا گیا وہ بادہ ہے طحطاوی نے شرح مسکین سے نقل کیا کہ اقل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہائی جلجا دیگا تو جبتک
شیرین ہے سب کے نزدیک حلال ہے اور بعد غلیان اور اشتداد کے جبتک نشہ نکرے تبتک شیخین کے نزدیک حلال ہے خلافا لمحمد واما الطلاء فما
ذکرہ بقولہ وقیل ما طبخ من ماء العنب حتی ذھب ثلثاہ وبقی ثلثہ وصار مسکرا وھو الصواب کما جری علیہ صاحب المحیط
وغیرہ یعنی فی التسمیۃ لا فی الحکم لان حل ھذا المثلث المسمی بالطلاء علی ما فی المحیط ثابت بشرب کبار الصحابۃ رضی اللہ عنہم
کما فی الشرنبلالیۃ اور دوسرا قول یہ ہے کہ طلا وہ مشروب ہے کہ انگور کا پانی پکایا جاوے یہانتک کہ اوسکی دو تہائیاں جلجاویں اور ایک تہائی باقی رہے اور
وہ مسکر ہو جاوے اور اسی مشروب کو طلا کہنا حق ہے چنانچہ صاحب محیط وغیرہ اسی پر چلے ہیں یعنی فقط تسمیہ میں نہ حکم میں یعنی صاحب محیط وغیرہ نے اس
مثلث کو طلا کہا ہے اسکو حرام نہیں کہا ہے اسواسطے کہ حلال ہونا اس مثلث کا جو سے طلاء ہے بموجب روایت محیط کے ثابت ہے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے پینے سے
چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے ھم حاصل یہ ہے کہ طلا بتفسیر اول یعنے بادہ حرام ہے اور طلا بتفسیر ثانی یعنی مثلث عنبی بشرط عدم اسکار حلال ہے تو مثلث حرام نہیں
الا بقدر مسکر کذا فی الطحطاوی وسمی بالطلاء لقول عمر رضی اللہ عنہ ما اشبہ ھذا بطلاء البعیر وھو القطران الذی یطلی بہ البعیر
الجرب اور مثلث کا نام طلا رکھا گیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول کے سبب سے کہ یہ مثلث کیا خوب مشابہ ہے اونٹ کی طلا کے ساتھ اور وہ یعنی طلاء
قطران ہے جو خارشی اونٹ کو ملا جاتا ہے ھم طلا بالکسر قطران ہے اور قطران بفتح و کسر وہ چیز ہے جو خارشی اونٹ پر ملی جاتی ہے حاصل یہ کہ
مثلث یعنی غلظت قوام میں اوس سے مشابہ تھا طلا سے لہذا اوسکو فاروق اعظم نے طلا فرمایا ونجاستہ ای الطلاء علی التفسیر الاول کذا قالہ
المصنف کالخمر بہ یفتی اور اوسکی نجاست یعنی طلا کی بنا بر تفسیر اول جیسا کہ مصنف نے کہا ہے خمر کی مانند نجس ہے اسی قول پر فتوی ہے ھم طلا بتفسیر
اول یعنی دو تہائی سے کمتر جلے ہوئے سے بادہ ہے اور اوسکی نجاست غلیظہ ہے اور تفسیر ثانی کے موافق یعنی مثلث عنبی چونکہ وہ حلال ہے تو طاہر ہے والثالث
السکر بفتحتین وھو النیء من ماء الرطب اذا اشتد وقذف بالزبد اور اشربہ محرمہ سے تیسری شراب سکر ہے بفتح سین و کاف اور وہ کچا رس ہے
پختہ تر کھجور کا جبکہ وہ خوب جوش مارے اور جھاگ ڈالے یعنی اور اسمیں قوت اسکار کی حاصل ہو تو اگر شیرین ہو گا تو بالاتفاق حلال ہے کذا فی الطحطاوی عن
القہستانی والرابع نقیع الزبیب وھو النیء من ماء الزبیب بشرط ان یقذف بالزبد بعد الغلیان اور اشربہ محرمہ سے چوتھی شراب
نقیع زبیب ہے یعنی خیساندہ مویز ہے اور وہ کچا پانی ہے مویز کا یعنی جس پانی میں انگور خشک کو چند مدت تر رکھا بشرطیکہ اوسکی جھاگ ڈالے جوش کھانے
کے بعد والکل ای الثلثۃ المذکورۃ حرام اذا غلی واشتد اور تمام یعنی تینوں مذکورہ شرابیں یعنی بادہ اور سکر اور نقیع زبیب حرام
ہیں جبکہ جوش کھاویں اور اشتداد پکڑیں ولا یحرم اتفاقا اور اگر جوش اور اشتداد نہو تو بالاتفاق حرام نہیں ھم امام کے نزدیک اسواسطے
حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد اور جھاگ ڈالنا ہے اور صاحبین کے نزدیک اسوجہ سے حرام نہیں کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد ہی ہے حاصل
نہیں وان قذف حرم اتفاقا اور اگر جھاگ ڈالا تو بالاتفاق حرام ہے ھم امام کے مذہب پر تو ظاہر ہے اور صاحبین کے نزدیک اسلئے حرام ہے کہ

جب فقط غلیان اور اشتداد پر حرمت ہوتی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولیٰ حرمت ہوگی وظاہر کلامہ کبقیۃ المتون انہ اختار ھھنا قولھما
قالہ البرجندی نعم قال القہستانی وترک القید ھھنا لانہ اعتمد علی السابق فتنبہ اور متن کا ظاہر کلام باقی اور متنون کی مانند ہے کہ اُنہی
اسمقام مین صاحبین کا قول پسند کیا کہ فقط غلیان اور اشتداد پر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو مذکور نہین کیا ایسا کہا ہے برجندی نے ہان قہستانی
نے کہا کہ ماتن نے یہان جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اسواسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خمر کی حقیقت مین جھاگ ڈالنا مذکور کرچکا تھا یہان
اوسکے ذکر کو ضرور نسمجھا تو اسپر متنبہ خبردار رہنا ھم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح سے قہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہے اسواسطے کہ اوسنے سکر
کی حرمت مین جھاگ ڈالنے کو غلیان کے بعد ذکر کیا ہے تو یہی قید نقیع زبیب مین بھی جاری ہوگی اسواسطے کہ دونون یکسان خلافی ہی ولم یبین
حکم نجاسۃ السکر والنقیع ومفاد کلامہ انھا خفیفۃ وھو مختار السرخسی واختار فی الھدایۃ انھا غلیظۃ اور مصنف نے سکر
اور نقیع کی نجاست کا حکم بیان نہین کیا اور اوسکے کلام سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ دونو کی نجاست خفیفہ ہی اور یہی قول شمس الائمہ سرخسی کا
مختار ہے اور ہدایہ مین یہہ اختیار کیا ہے کہ نجاست غلیظہ ہے وحرمتھا دون حرمۃ الخمر فلا یکفر مستحلھا لان حرمتھا بالاجتہاد اور
اشربہ ثلثہ یعنی باذہ اور سکر اور نقیع کی حرمت خمر کی حرمت سے کم ہے تو اونکا حلال جاننے والا کافر نہ کہا جاویگا اسواسطے کہ حرمت اونکی اجتہاد کے سبب سے ہے
اور حرمت خمر کی بدلیل قرآنی قطعی ہے ھم کشف مین ہے کہ تکفیر کو اکفار سے کہنا بہتر ہے تکفیر سے اسواسطے کہ اول نسبت الی الکفر مین خاص اور ثانی مشترک
ہے اور خاص دلالت مراد مین اولیٰ ہے مشترک سے کذا فی الطحطاوی والحلال منھا اربعۃ انواع الاول نبیذ التمر والزبیب ان طبخ
ادنی طبخۃ یحل شربہ وان اشتد اور اشربہ سے چار شربت حلال ہین اول نبیذ تمر اور زبیب ہے یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا پانی بشرطیکہ
تھوڑا سا پکایا جاوے یعنی یہانتک کہ نضج حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اوسکا پینا حلال ہے اگرچہ جوش کھاکر قوی ہوجاوے ھم اشتداد کے ساتھ قذف کو
ذکر نہین کیا بیان سابق پر اکتفا کرکے چنانچہ رمز مین ہے عینی نے کہا تحریم النبیذ من التمر کی حرمت مین احادیث وارد ہین اور اوسکی حلت مین بھی احادیث
وارد ہین تو اگر حرام کو خام پر محمول کیجئے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہوا اور تعارض دفع ہوجاوے وھذا اذا شرب منہ بلا لھو وطرب فلو
شرب للھو فقلیلہ وکثیرہ حرام اور یہہ یعنی حلت نبیذ تمر اور زبیب کی اوسوقت ہے جبکہ وہ پیا جاوے بدون لہو اور طرب کے تو اگر لہو لعب کیواسطے
شربا ہوگا تو اوسکا قلیل اور کثیر سب حرام ہے ھم مختار مین ہے کہ طرب خفت ہے جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہے درر مین
کہا کہ یہہ قید ان اشربہ کے ساتھہ مخصوص نہین بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات کو لہو اور طرب کے ساتھہ استعمال کرے فاسقون کی وضع پر تو حرام ہے
وما لم یسکر فلو شرب ما یغلب علی ظنہ انہ مسکر فیحرم اور یہہ حلت اوسوقت تک ہی جبتک وہ نشا کرے تو اگر اوسقدر پئیگا جسقدر کے پینے
سے اوسکے نشا کرنیکا گمان غالب ہوگا تو وہ پینا حرام ہوگا ھم یعنی قدح اخیر جسنے نشا کردیا وہ حرام ہے نہ مشروب تمام بحرالرائق مین ہے کہ جسنے
نو پیالے پئے خمر کے سوا اشربہ حلال سے اور اوسکو نشہ نہوا پھر اوسنے دسوان پیالہ پیا سو اوسنے نشا کیا تو حرام دسوان پیالہ ہے نہ اگلے پیالے
ابو یوسف نے کہا کہ اگر مست ہونے کی نیت سے بیٹھا تو قدح اول ہی حرام ہے اور وہانکا بیٹھنا حرام اور اوسکی طرف چلنا حرام ہے کذا فی الطحطاوی
والثانی الخلیطان من الزبیب والتمر اذا طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد بلا لھو اور اشربہ حلال سے دوسرا شربت خلیطین ہے یعنی خشک
انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جبکہ وہ تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کھاکر اشتداد اوسمین حاصل ہو حلال ہے بدون لہو لعب کے ھم حلت کی دلیل
وہ حدیث ہے جو ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر زبیب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیواسطے برتن مین ڈالتے تھے
اور پانی اوسپر ڈالتے تھے سو جو علی الصباح تر کرکے رکھتے تھے حضرت اوسکو شام کو پیتے تھے اور جو شام کو بھگو رکھتے اوسکو علی الصباح پیتے تھے اور وہ جو احادیث
مین خلیطین سے نہی وارد ہے وہ قحط کی حالت پر محمول ہے تاکہ دو نعمتون کا اجتماع نہو دیوے حالانکہ دوسرا محتاج ہے بلکہ ایک چیز دوسری کو دیکر
اوسکے ساتھہ آپ استعمال کرے ایذا باعث فراخ سالی مین تھی یہہ توجیہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی والثالث نبیذ العسل

والتين والبر والشعير والذرة يحل سواء طبخ او لا بلا لهو وطرب اور اشربہ حلال ہے شہد اور انجیر اور گیہون اور جو اور جوار کا نبیذ
ہے یعنی جیسا نبیذ ان چیزون کا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو یا نہیں بدون لہو اور طرب کے والرابع المثلث العنبي وان اشتد وهو ما طبخ من
ماء العنب حتى يذهب ثلثاه ويبقى ثلثه اذا قصد به استمراء الطعام والتداوي والتقوي على طاعة الله ولو للهو لا يحل
اجماعا اور اشربہ حلال سے چوتھا مشروب مثلث انگوری ہے اگرچہ اوسمین شدت حاصل ہو اور مثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس پکایا جاوے یہانتک
کہ اوسکی دو تہائیان جاتی رہین اور ایک تہائی باقی رہی یہہ اوسوقت حلال ہے جبکہ اوسکے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالی کی طاعت پر
قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور اگر لہو لعب کیواسطے پیتا ہے تو شیخین اور محمد سبکے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الحقائق هم شیخین کے نزدیک مثلث
عنبی بشروط مذکور حلال ہے اور محمد اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک حرام ہے منجملہ دلائل حلت شیخین کے ایک دلیل یہ حدیث ہے جو نسائی مین سوید بن غفلہ سے مروی
ہے کہ پہنچے وہ مکتوب جو امیر المومنین فاروق اعظم نے ابوموسی اشعری کو لکھا تھا پڑھا اوسمین یہہ تھا کہ شام کا قافلہ شراب غلیظ اسود لایا طلاء ابل کی مانند
یعنی گاڑہا سیاہ رنگ مین جیسے اونٹسے سوال کیا کہ تم اسکو کتنا پکاتے ہو سو انہون نے مجھکو خبر دی کہ وہ دو تہائیان جلاڈالتے ہین اور اوسکی دو ثلث اخبث
جاتے رہی ایک ثلث بد بو کا اور ایک ثلث اشتداد اور سکر کا سو اپنے لوگون سے حکم کر کہ اوسکو پیا کرین انتہی اور دوسری روایت نسائی کی یون ہے کہ اپنے مشروب
کو تم پکاؤ یہانتک کہ شیطان کا حصہ جاتا رہے سو شیطان کے دو حصے ہین اور تمہارا ایک حصہ ہے انتہی عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ابو حفص کبیر سے مثلث کا
سوال ہوا تو جواب دیا کہ اوسکا پینا حلال نہین سائل نے کہا کہ تم امام اعظم اور ابو یوسف کا خلاف کرتے ہو جواب دیا کہ وہ ہضم طعام کیواسطے حلال کہتے تھے
اور ہمارے زمانے مین لوگ لہو لعب اور فسق و فجور کیواسطے پیتے ہین ابو یوسف سے امالی مین روایت ہے کہ اگر مستی کیواسطے مثلث پیئے تو قلیل اور کثیر سب حرام
ہے اور وہان کا بیٹھنا اور اوسطرف کا چلنا حرام ہے امام اعظم سے روایت ہے کہ مین نبیذ تمر کو حرام نہین کہتا باعتبار دیانت کے یعنی اسواسطے کہ اکابر دین اوسکو
استعمال کرتے تھے اور مین اوسکو نہین پیتا ہون باعتبار مروت کے انتہی ما فی العینی وصح بيع غير الخمر مما مر اور خمر کے سوا جو اشربہ مذکور ہو چکی
اونکی بیع صحیح ہے هم یعنی اشربہ محرمہ یعنی منصف اور سکر اور نقیع زبیب کی بیع شیخین کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ ہے اسواسطے کہ معصیت بعینہا قائم ہے
کذا فی الطحطاوی ومفاده صحة بيع الحشيشة والافيون قلت وقد سئل ابن نجيم عن بيع الحشيشة هل يجوز فكتب لا يجوز فيحمل
على ان مراده بعدم الجواز عدم الحل قاله المصنف اور متن کے قول سے بھنگ اور افیون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنی اسواسطے کہ
دونون غیر خمر ہین مین کہتا ہون اور ابن نجیم سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہین تو یہہ محمول اسپر ہے کہ عدم جواز
ابن نجیم کی مراد عدم حلت ہے ایسا کہا ہے مصنف نے شرح مین وتضمن هذه الاشربة بالقيمة لا بالمثل لمنعنا عن تمليك عينه وان جاز فعله
اور تاوان دیا جائیگا ان شرابون کا بسبب تلف کر ڈالنے کے قیمت سے نہ مثل سے اسواسطے کہ ہم ممنوع ہین اوسکی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہے هم
جواز فعل تملیک سے صحت اور ثبوت مراد ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الصليب حيث تضمن قيمته صليبا لانه مال متقوم في حقه وقد امرنا
بترکهم وما يدينون زيلعي برخلاف اتلاف صلیب کے یعنی اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا چلیپا تلف کر ڈالے تو اوسکی مانند چلیپا کی قیمت کا تاوان دیا جاویگا اسلئے
کہ چلیپا مال متقوم ہے ذمی کے حق مین اور ہم مامور ہین اونکے دین کے عدم تعرض پر کذا فی الزیلعی وحرمها محمد اي الاشربة المتخذة من العسل
والتين ونحوهما قاله المصنف مطلقا قليلها وكثيرها وبه يفتى ذكره الزيلعي وغيره اور حرام کہا ہے اونکو محمد نے مصنف نے شرح مین کہا
یعنی جو شرابین کہ بنائی جاوین شہد اور انجیر اور اونکی مانند سے وہ محمد کے نزدیک مطلقا حرام ہین خواہ قلیل ہون خواہ کثیر اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا
ہے زیلعی وغیرہ نے هم قہستانی نے کہا خلاصہ یہہ ہے کہ مشروب ہر حلاوات کا نبیذ یعنی انکا بوزہ [illegible] کو وہ شیخین کے نزدیک حلال ہے تو جو اوسکو
پیکر مست ہوا اوسپر حد نہین اور اوسکی طلاق واقع نہین اور محمد کے نزدیک وہ حرام ہے اور طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی مین ہے اور محمد کے قول پر فتوی ہے چنانچہ
نہایہ قہستانی مین ہے [illegible] کہا اقوال اصح اور مختار ہمارے زمانہ مین یہی ہے کہ اشربہ مذکورہ سے جو نشا کرے علی العموم اوسکا قلیل اور کثیر حرام ہے کسی نوع سے ہو بدلیل حدیث صحیح مسلم

کہ محمل تیشکر خمر و کل مسکر حرام ہے یعنے جو نشہ کرنیوالی چیز ہے وہ خمر ہے اور ہر مسکر حرام ہے اور بدلیل حدیث مسند احمد و ابن ماجہ و دارقطنی کہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ
حرام ہے یعنے جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اوسکا قلیل بھی حرام ہے اور فتوی محمد کے قول پر ہے اور بزازیہ میں ہے کہ محمد کے نزدیک قلیل اوسکا اور کثیر سب حرام ہے
فقہا نے کہا اور ہم محمد کے قول کو لیتے ہیں اور محمد کا مذہب یہی ہے کہ وہ نجس ہے جیسا مذہب شافعی اور مالک اور احمد اور داؤد ظاہری کا ہوا ہے
اور یہ اختلاف شیخین اور محمد کا چار اشربہ حلال میں ہے اور اشربہ محرمہ میں سے تو قدر قلیل باتفاق شیخین اور محمد کے حرام ہے گو کہ اوسقدر سے نشہ نہو
اگرچہ حد لازم نہو گی بدون نشہ کرنے کے کذا فی الطحطاوی مختصرا واختاره مشايخ الوهبانية وذكر انه مروي عن الكل اور پسند کیا ہے
محمد کے قول کو وہبانیہ کے شارحین نے اور ذکر کیا ہے کہ قول مذکور یعنی وجوب حد مروی ہے شیخین اور محمد سب سے ہم اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت
ہو گئی شرح وہبانیہ میں ہے اور یہی یون مذکور ہے کہ صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی سے حکایت ہے کہ اوسنے ہمارے سب اصحاب سے یہ روایت پائی کہ حد
واجب ہو اسواسطے کہ جس سے نشہ واقع ہو وہ حرام ہے اور نشا فساد کا سبب ہے تو حد واجب ہوتی تاکہ اوس پینے سے لوگ باز رہیں تاکہ روی زمین سے
فساد دفع ہو اور یہی امر تو موجود ہے خمر کے سوا باقی اشربہ میں بھی کذا فی الطحطاوی ملخصا ونظمه فقال ؎ وفي عصرنا فاختير حد واوقعوا
طلاقا لمن من مسكر الحب يسكر وعن كلهم يروى وافتى محمد بتحريم ما قد قل وهو المحرر اور شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہے سو یون کہا
ہے کہ ہمارے زمانے میں وجوب حد مختار ہے اور علما نے طلاق واقع کر دی ہے اوس شخص کی جو اناج کی شراب یعنی بوزہ سے مست ہوا و شخص
اور محمد سب علما سے وجوب حد مروی ہے اور محمد نے قلیل کے بھی تحریم کا فتوی دیا ہے اور یہی قول منقح اور محقق ہے وفي طلاق البزازية و
قال محمد ما اسكر كثيره فقليله حرام وهو نجس ايضا ولو سكر منها المختار في زماننا انه يحد اه وفي الملتقى ووقوع الطلاق ممن سكر
منها تابع للحرمة والكل حرام عند محمد وبه يفتى والخلاف انما هو عند قصد التقوي اما عند قصد التلهي فحرام اجماعا انتهى تمام ما فيها
علقته عليه اور بزازیہ کی کتاب الطلاق میں ہے اور محمد نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے اوسکا قلیل بھی حرام ہے اور وہ ناپاک بھی ہے اور اگر
اوس سے کوئی مست ہو تو ہمارے زمانہ میں قول مختار یہ ہے کہ اوسپر حد ماری جاوے ملتقی میں اتنا زیادہ کہا ہے کہ جو شخص مست ہوا اوسکی بیوی پر تو
اوسکی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونیکا تابع ہے اور سب مسکرات حرام ہیں محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہ خلاف شیخین اور محمد کا
تو قصد تقویت پر مخصوص ہے اور لہو لعب کے قصد سے تو قلیل اور کثیر جمیع مسکرات کا باجماع شیخین اور محمد کے حرام ہے انتہی ما فی الملتقی اور پورا
بیان اوس شرح میں ہے جو ہمنے ملتقی پر لکھی ہے زاد القهستاني ان لبن الابل اذا اشتد لم يحل عند محمد خلافا لهما والسكر منه حرام
بالاتفاق والحد والطلاق على الخلاف قہستانی نے اسقدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹ کا دودہ جب جوش کہا کر مستی لاوے تو محمد کے نزدیک
حلال نہیں برخلاف شیخین کے اور نشہ ہونا اوس سے تو بلا خلاف حرام ہے اور اوسکے مست پر حد واقع ہونا اور اوسکی طلاق واقع ہونی اسی خلاف
پر مبنی ہے یعنی شیخین کے نزدیک واقع نہو گی اور محمد کے نزدیک واقع ہو گی وكذا لبن الرماك اي الفرس اذا اشتد لم يحل وصحح في الهداية
حله وفي الخزانة انه يكره تحريما عند عامة المشايخ على قوله اور اسیطرح گھوڑی کا دودہ جبکہ جوش کہا وے حلال نہیں اور ہدایہ میں
اسکو حلال ہونے کو صحیح کہا ہے یعنی امام کے نزدیک عدم سکر اور خزانہ میں یون ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے مشایخ کے نزدیک امام کے قول پر ہم حلت اوسوقت تک ہے جبتک نشا نکرے زیلعی میں ہے
قول اصح یہ ہے کہ گھوڑی کا دودہ امام کے نزدیک حلال ہے بموجب کہ ترہے صاحبین اسلئے کہ اسکی گوشت کی کراہت احترام کے سبب سے ہے اور اسلئے کہ آلہ جہاد منقطع نہو جاوے
تو یہ کراہت اوسکے دودہ کیطرف متعدی نہو گی انتہی کذا فی الطحطاوی وحل الانتباذ اتخاذ النبيذ في الدباء جمع دباءة وهي القرع
حلال ہے نبیذ بنانا تونبوں میں دبا بتشدید وہ جمع ہے دباۃ کی جو بمعنی کدو ہے والحنتم جرة خضراء والمزفت المطلي بالزفت اي
القير والنقير الخشبة المنقورة وما ورد من النهي نسخ اور حلال ہے نبیذ بنانا حنتم یعنے سبز گہڑے اور مرتبان میں اور اوس برتن میں
جسپر زفت یعنی روغن قیر کا ملا ہو اور لکڑی کے کہودے ہوئے برتن میں اور جو حدیث میں ان ظروف کے استعمال سے نہی وارد ہے سو منسوخ ہے ہم محمد نے

کتاب الآثار مین عن ابی حنیفہ عن علقمہ بن مرثد عن ابن بریدہ عن ابیہ حدیث مرفوع روایت کی کہ مین نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تہا سو اب زیارت کیا کرو اور بیہودہ گوئی نکرو اور محمد کو اپنی ماں کی زیارت کا حکم ہوا اور منع کیا تہا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ رکہا جاوے سو اب رکہو جتنا تم چاہو منع اسواسطے کیا تہا کہ مالدار فقیر پر کشایش کرے اور دُبا اور حنتم اور مزفت مین نبیذ بنانے سے منع کیا تہا سو اب پیو ہر برتن مین اسواسطے کہ برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہین کرتا اور نہ پیو نشا کرنے والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایہ اگر برتنون مین شراب بنائی جاتی تہی سو اگر ادنمین شراب ہو تو بعد پاک کرنے کے اونکا استعمال درست ہے پاک کرنیکا طریقہ یہہ ہے کہ اگر پرانا برتن ہو تو تین بار دہو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمد کے نزدیک وہ کبہی پاک نہین ہوتا اور ابو یوسف کے نزدیک تین بار دہوے اور ہر بار خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ بار بار اوسمین پانی بہرے اور گرا تارہے یہانتک کہ صاف پانی نکلے جسمین نہ شراب کا مزا رہے نہ رنگ نہ بو فتاوی قاضی خان مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے وکرہ

شرب دُردی الخمر ای عکرہ والامتشاط بالدردی لان فیہ اجزاء الخمر وقلیلہ ککثیرہ کما مر ولکن لایحد شاربہ عندنا بلا سکر

ویہہ مکروہ ہے یعنی جہکا اور خمر کی تلچہٹ پینا اور اوسکو کنگہی مین بالون مین لگانا مکروہ ہے اسواسطے کہ دُرد اور تلچہٹ مین خمر کے اجزا موجود ہین اور خمر کا قلیل اوسکے کثیر کی مانند حرام ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولیکن اوسکے پینے والے پر ہمارے نزدیک حد نہ ماریجاویگی بدون نشہ کے اور نشہ کے ساتہہ بالاجماع حد ماریجاویگی

ویحرم اکل البنج والحشیشۃ ہی ورق القنب والافیون لانہ مفسد للعقل ویصد عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ اور بنج یعنی خراسانی اجوائن اور حشیشہ یعنی ورق القنب اور افیون کا کہانا حرام ہے اسواسطے کہ ہر چہار اشیا ثلثہ سے مفسد عقل ہے اور یاد خدا اور نماز سے باز رکہتا ہے اور روکتا ہے

ہم طحطاوی نے بنج اور حشیش مین عطف تفسیری سمجہا ہے حالانکہ یہہ خطا ہے اسلئے کہ بنج بفتح با موحدہ وسکون نون خراسانی اجوائن ہے اور حشیش ورق القنب یعنی بہنگ ہے جسکو جاہل فقیر پیتے ہین چنانچہ بنج کی ماہیت مخزن الادویہ مین یون مذکور ہے کہ بنج یعنی خراسانی اجوائن نباتیست شبیہ بہ برگ او بنجویہ وبسیار غلیظ ودر طول وعرض از ان بزرگتر وبسیار سبز مائل بسیاہی وبرگ وساق غلیظ آن مزغب وثمر آن در غلافی شبیہ بگل انار وتخم آن شبیہ بہ دیگر ہی ومملو از تخمی شبیہ بحلبہ وبسیار ریزہ تر از ان وغیر مدور ومہ نوع ہست سیاہ وسرخ وسفید بہرہ ونوع اول بامتیت وغیر مستعمل ونوع سوم کہ سفید ست مستعمل ست وکمیاب بعضے ان سرخ آنرا استعمال نمایند اور صاحب مخزن نے قنب مین کہا کہ بفارسی کنب وبنگ وبہندی بہانگ وباصطلاح ورق الخیال وحشیش وحشیشۃ الفقرا گویند درخت آن بلند وساق آن مجوف وگل آن سفید وتخم آن مدور کہ آنرا شہدانج وبفارسی شاہدانہ گویند انتہی

شیخ الاسلام عینی نے شرح ہدایہ مین بنج کی ماہیت صاحب مخزن کی مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ بنج وہ گہاس ہے جسکو قلندریہ استعمال کرتے ہین جو لغت عرب مین حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بنج مغایر ہے حشیش کی اسواسطے کہ حشیش قاتل نہین لیکن مجدد اور مفسد اور کسل ہے اور اوسمین اوصاف ذمیمہ ہین لہذا متاخرین کا اوسکی تحریم پر اجماع واقع ہوگیا ہے شیخ الاسلام خواہرزادہ نے اپنی شرح مین کہا کہ قلیل سقمونیا اور بنج مباح ہے دوا کیواسطے اور جو اسقدر زیادہ ہو اور قتل کرے یا عقل کو زائل کردے وہ حرام ہے انتہی ما فی العینی طحطاوی نے قہستانی عن شرح اللباب سے نقل کیا کہ بنج دو قسم ہے ایک مزیل عقل وہ حرام ہے اسی پر فتوی ہے اور دوسری قسم مباح ہے افیون کی مانند اسواسطے کہ اگرچہ اوس سے اختلال عقل ہوتا ہے لیکن زوال عقل نہین ہوتا اور ہدایہ وغیرہ مین جو اباحت بنج کی مذکور ہے وہ اسی قسم ثانی پر محمول ہے انتہی لکن دون حرمۃ الخمر فان اکل شیئا من ذلک لا حد علیہ وان سکر منہ بل یعزر بما دون الحد کذا فی الجوہرۃ خراسانی اجوائن اور بہنگ اور افیون حرام ہے لیکن حرمت خمر سے انکی حرمت کمتر ہے سو اگر کوئی شخص انمین سے کہاوے تو اوسپر حد نہین اگرچہ اوس سے مست ہو جاوے بلکہ اوسکو تعزیر دیجاوے حد سے کمتر کذا فی الجوہرۃ وکذا تحرم جوز الطیب لکن دون حرمۃ الحشیشۃ قالہ المصنف اور اسیطرح جوز الطیب یعنی جائپہل حرام ہے لیکن اسکی حرمت بہنگ سے کمتر ہے ایسا کہا ہے مصنف نے شرح مین مگر جائپہل شافعیہ سے نقل کی ہے اور اسکو ثابت رکہا ہے اپنے قواعد کے موافق جانکر کذا فی الطحطاوی مخزن الادویہ مین مذکور ہے کہ جوز الطیب مسکر ہے ونقل عن الجامع وغیرہا ان من قال بحل البنج والحشیشۃ فہو زندیق مبتدع بل قال نجم الدین الزاہدی انہ یکفر ویباح قتلہ

اور مصنف نے شرح مین جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بھنگ اور بنگ کے حلال ہونیکا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہے بلکہ نجم الدین زاہد نے کہا کہ وہ مرتد بکفر ہے اور
اوسکا قتل مباح ہے هم مصنف نے جامع الفتاوی سے یہہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح غرتاشی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ سرخسی سے حلت اور حرمت
حشیش یعنے بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابو حنیفہ سے کچھہ منقول نہین ہو اسلیے کہ اونکے وقت مین اسکا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور
سلف سے بھی کچھہ منقول نہین غزنی کے زمانے تک جو شاگرد ہین امام شافعی کے اور اسد بن عمر شاگرد امام اعظم کے عراق عجم مین تھے وہ اسکی
اباحت کے قائل تھے پھر جب اسکی بلا عام ہوگئی اور خبیثہ عالم مین پھیلا اور سفاہت عقلا پر غالب ہوگئی اسکے استعمال سے تو تمام علماء ماوراء النہر غزنی
مانند اسکی حرمت کا فتوی دیا اور اوسکی جلانے کا اور اوسکے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو اب شافعی اور حنفی دونو مذہبون کا اوسکے حرام ہونے پر فتوی ہے
یہانتک کہ اوسکی حلت کے قائل کو زندیق اور مبتدع کہا ہی اور حکم کیا ہے کہ جو بھنگ سے مست ہوا اور طلاق دی تو اوسکی طلاق واقع ہوگی زجرا اور توبیخ کی
وجہہ سے کذا فی الطحطاوی قلت ونقل شیخنا النجم الغزی الشافعی فی شرحہ علی منظومۃ ابیہ البدر المتعلقۃ بالکبائر والصغائر عن ابن
حجر المکی انہ صرح بتحریم جوزۃ الطیب باجماع الائمۃ الاربعۃ وانها مسکرۃ مین کہتا ہون اور ہمارے استاد نجم غزی شافعی مذہب
نے اپنی شرح مین جو اونکے باپ بدر الدین کی منظومہ پر ہے جو کبائر اور صغائر کے بیان مین ہے ابن حجر مکی سے یون نقل کیا ہی کہ اونسے تصریح کی ہی جائفل
کے حرام ہونے پر باتفاق چارون اماموں کے اور یہہ کہ وہ نشہ کرتا ہے ثم قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثہ بدمشق فی
سنۃ خمسۃ عشر بعد الالف یدعی شاربہ انہ لا یسکر وان سلم لہ فانہ مفتر وھو حرام لحدیث احمد عن ام سلمۃ قالت نھی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عن کل مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناولہ المرۃ والمرتین ومع نھی ولی الامر عنہ حرم قطعا علی ان
استعمالہ ربما اضر بالبدن نعم الاصرار علیہ کبیرۃ کسائر الصغائر انتهی بحروفہ پھر کہا ہمارے استاد نجم شافعی نے کہ تنباکو جو نو پید شے ہے اور
اوسکی پیدائش دمشق شام مین ایکہزار پندرہ سال ہجری مین ہوئی اوسکا پینے والا یہہ دعوی کرتا ہی کہ وہ نشا نہین کرتا اگر اوسکی عدم مسکر کو مان لیجئے تو البتہ
وہ مفتر ہے یعنی اگرچہ عقل کو زائل نہین کرتا مگر حواس کو منکسر اور ضعیف کرتا ہی اور جو چیز مفتر ہے وہ حرام ہے بدلیل اوس حدیث کے جو مسند احمد بن حنبل
ام سلمہ سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر اور مفتر یعنی نشہ کرنیوالی اور سست کرنیوالی چیز سے کہا نجم نے ذکر کرنے کہ تنباکو کا
ایکدوبار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہین اور باوجود منع کردینے سلطان وقت کے وہ یقینا حرام ہے علاوہ یہہ کہ اوسکا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہی ہان اوسکو
ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہوجاتا ہے انتہی کلام النجم الشافعی بلفظہ هم ابو السعود مفتی روم نے کہا کہ تنباکو کی حرمت علماء
شافعیہ کے مخالف ہی اسواسطے کہ شافعیہ نے تصریح کی ہی کہ اگر زوجہ حقہ پیتی ہو تو زوج پر اوسکا سامان کر دینا واجب ہے انتہی اور مینے ثقات شافعیہ سے دریافت
کیا سو اونہون نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہی سو قول ضعیف ہی اور مذہب صحیح یہی ہے کہ تنباکو مکروہ تنزیہی ہی مگر لعارض اور حقہ اوسوقت زوج پر واجب
ہی جب زوجہ کو اوسکی عادت ہو اور ترک اوسکا ضرر نکرے تو از قبیل تفکہات ہوگا اور اگر اوسکا ترک ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اب زوج پر لازم ہوگا
انتہی کلام الشافعیہ اور یہہ جو ضرر بدن کا مذکور کیا سو حقیقت حال یہہ ہے کہ یہہ امر مختلف ہی باختلاف مستعملین کے یعنی کسیکو مضر ہے اور کسیکو نافع کذا
فی الطحطاوی وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل الاباحۃ او التوقف ویظهر اثرہ فیما اشکل حالہ کالحیوان المشکل امرہ والنبات
المجهول سمیتہ انتهی قلت فیفهم منہ حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبہ اور اشباہ مین اوس قاعدہ کے اندر
کہ اصل اشیا مین اباحت ہی یا توقف اور ظاہر ہوتا ہی اثر اس قاعدہ کا اوس چیز مین جسکا حال معلوم نہین چنانچہ وہ جانور جسکا حال معلوم نہین اور وہ گھانس
جسکا زہر ہونا ثابت نہین انتہی کلام الاشباہ مین کہتا ہون تو اس قاعدہ سے بوجھا جاتا ہی حکم اوس گھانس اور بوٹی کا جو ہمارے زمانہ مین شائع اور پھیل گئی
ہے جسکا نام تتن یعنی تنباکو ہے تو خبردار رہو یعنی بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا مین اباحت ہی تنباکو مباح ہی اور بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا
مین توقف ہی یعنی نہ اباحت ہی نہ حرمت بلا حکم شرع کے تو نہ مباح ہی نہ حرام وقد کرھہ شیخنا العمادی فی ھدیتہ الحاقا لہ بالثوم والبصل

بالاذل فقد ثبّ مهما ور البستہ تنباکو کو ہمارے استاد عمادی نے اپنے رسالہ ہدیۃ العمادی مین مکروہ کہا ہی اوسکو لہسن پیاز کے ساتھ بطریق اولے
ملحق کرکے سوا سکو غور کرے هم مفتی روم ابو سعود نے کہا کہ مراد کراہت تنزیہی ہے لہسن پیاز کے الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا
انتہے اِس الحاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد مین حقہ پینا مکروہ تحریمی ہے جیسے لہسن پیاز وہان مکروہ تحریمی ہے اور قران خوانی کیوقت اوسکا
استعمال صریح بیجا بے ادبی ہے کذا فی الطحطاوی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے جواب استفتا مین بیان کیا ہے کہ جو لوگ گل و خان حرام ہے قلیان کشی کو حرام کہتے
ہین سو یہہ حدیث نہین لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم ہین ایک تو بدبو آنا حقہ کش کے منہ سے دوسرے ملابست آتش کی تیسرے دہوان نکلنا منہ سے کہ
مشابہ اہل دوزخ سے ہر چند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہے لیکن باجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہی انتہے ملخص کلامہ الشریف واللہ اعلم

ومِمَّن جَزَم بِحُرمَةِ الحَشِيشَةِ شَارِحُ الوَهبَانِيَّةِ فِي الحَظرِ وَنَظَمَهُ فَقَالَ ۔ وَافتَوا بِتَحرِيمِ الحَشِيشِ وَحَرقِهِ وَتَطلِيقِ مُحتَشٍ لِزَجرٍ وَقَرَّرُوا لِبَائِعِ
التَّادِيبَ وَالفِسقَ اَثبَتُوا ۔ وَزَندَقَةَ لِلمُستَحِلِّ وَحَشَّرُوا اور اُن علما مین سے جہنگ کی حرمت پر یقین کر چکے ہین شارح وہبانیہ ہی بیان کیا ہی اسکو
کتاب الحظر مین اور اوسکو نظم کیا ہے اور یون کہا ہی اور علما نے فتوی دیا ہی بنگ کے حرام ہونے اور اوسکے جلا دینے اور بنگ نوش کی طلاق واقع ہونے
پر زجراً اور توبیخ کیو جہ سے اور ثابت کی ہے علما نے بنگفروش کی تعزیر اور فسق اور اوسکے حلال کہنے والیکا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہی اور اسکو منقح اور محقق
بیان کیا ہے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الصید

یہہ کتاب ہے صید یعنی شکار کے احکام مین هم
قہستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ حیوان ممتنع متوحش ہے جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر بحیلہ تو ممتنع کی قید سے مرغی اور بط نکلگئی اسلیئے کہ ممتنع سے وہ
مراد ہی کہ اوسکے پانو یا پر ہون جیسے وہ بہاگ سکے اور متوحش کی قید سے کبوتر نکل گیا اسواسطے کہ متوحش سے مراد یہہ ہے کہ آدمیون سے مانوس نہونہ رات دن
اور وحشت طبیعی کی قید سے وہ پالو جانور نکل گیا جو وحشی ہوگیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہین بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہے اور اوسی قید سے متوحش
بالوقت داخل ہوا صید مین چنانچہ پالو ہرن جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر بحیلہ لَعَلَّ مُنَاسَبَتَهُ اَنَّ كُلًّا مِنهُمَا يُورِثُ السُّرُورَ شاید کہ مناسبت صید
کی کتاب الاشربہ سی یہہ ہے کہ دونون چیز مورث سرور ہوتی ہین هُوَ مُبَاحٌ بِخَمسَةَ عَشَرَ شَرطًا مَبسُوطَةً فِي العِنَايَةِ وَسَنَذكُرُهَا فِي اَثنَاءِ المَسَائِلِ
شکار کرنا مباح ہی پندرہ شرطون سے جو مفصل مذکور ہین عنایہ مین اور ہم اونکی تقریر بیان کرینگے اس کتاب کی اثنا مسائل مین هم منجملہ شروط مذکورہ پانچ
شرطین ہین شکار کرنیوالی مین ۱ ہونا اوسکا مسلم یا کتابی ۲ چہوڑنا اوسکا کلب یا باز کو ۳ شریک نہونا اوسکے چہوڑنے مین غیر مسلم یا کتابی کا ۴
ترک بسم اللہ عمداً نکرنا ۵ چہوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام مین مشغول نہونا اور یہہ پانچ شرطین کلب وغیرہ مین ہین ۱ مُعَلَّم ہونا
اوسکا یعنی تعلیم یافتہ ہو ۲ جانا اوسکا بطریق چہوڑنیکے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی ہم قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کہانا اور پانچ
شرطین شکار مین ہین ۱ یہہ کہ اوسکی خورش نیشدار دانت اور چنگل سے نہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہونا ۳ سوای مچہلی کے آبی جانور نہونا ۴
قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پانون سے یا پرون سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سی قبل اوسکے ذبح کرنیکے کذا فی العالمگیریۃ عن النہایۃ
پہلی تینون شرطین حلت اکل کیواسطے ہین نہ مطلق شکار کیواسطے منح الغفار مین ہے کہ شکار کا سبب مختلف ہوتا ہی شکاری کے اختلاف حال سی اسلیئے کہ شکار
کرنا کبہی حاجت کی وجہہ سی ہوتا ہے اور کبہی اظہار بہادری کیواسطے اور کبہی دل بہلانیکے واسطے اور غایۃ البیان مین ہی کہ شکار کرنا مباح ہی حلال جانور
ہیں اور حرام مین حلال تو کہانے کیواسطے اور حرام جانور کا شکار اور غرض کیواسطے یا اوسکی کہال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کیواسطے منح الغفار مین
ہے کہ شکار کرنا مشروع ہے قران سے قال اللہ تعالی وَاِذَا حَلَلتُم فَاصطَادُوا وَحُرِّمَ عَلَيكُم صَيدُ البَرِّ مَا دُمتُم حُرُمًا یعنی جب تم حلال ہو
یعنی محرم نہو تو شکار کرو اور حرام کر دیا گیا تم پر شکار کرنا خشکی مین جبتک تم محرم ہو اور مشروع ہے حدیث سی فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے عدی
بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چہوڑے تو اوسپر بسم اللہ کہہ پہر اگر اوسنے شکار پکڑ رکہا اور تو نے اوسکو زندہ پایا تو اوسکو ذبح کر اور اگر تو نے اوسکو مقتول
پایا اور حالانکہ کتّے نے اوسکو نہین کہایا تو اوسکو کہا اسواسطے کہ کتّے کا پکڑنا بہی ذبح سے یہہ حدیث بخاری اور مسلم اور مسند احمد مین ہی اور اجماع امت

اسکے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اسکی خوبی ثابت ہے اسواسطے کہ یہہ قسم سے اکتساب کی اور اکتساب مباح ہے پس اسنے انواع التحریم فی غیر الحرم
شکار کرنا مباح ہی مگر محرم کو غیر حرم مین مباح نہیں ہم حلبی نے کہا یون کہنا بہتر تھا الا بالتحریم اوسنے الحرم یعنی شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم مین مباح
نہیں اسواسطے کہ یہہ عبارت تینون شکار کو شامل ہے شکار محرم کو حل یا حرم مین اور شکار حلال کو حرم مین او للتلہی کما ھو ظاہر یا شکار کرنا مباح
ہے مگر لہو لعب کیواسطے چنانچہ ظاہر ہے او حرفۃ علی ما فی الاشباہ قال المصنف وانما زدتہ تبعا لہ والا فالتحقیق عندی اباحۃ
اتخاذہ حرفۃ لانہ نوع من الاکتساب وکل انواع الکسب فی الاباحۃ سواء علی المذہب الصحیح کما فی البزازیۃ وغیرہا یا شکار کرنا
مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہیں بسبب عدم اباحت بموجب اشباہ کے ہی مصنف نے شرح مین کہا کہ مین نے عدم اباحت حرفہ متن مین زیادہ کی
اشباہ کی تبعیت سی ورنہ میرے نزدیک شکار کے پیشہ اختیار کرنے کی اباحت تحقیق ہے اسواسطے کہ یہہ بھی ایک قسم ہے اکتساب کی اور سب اقسام اباحت کی
برابر ہین بموجب مذہب صحیح کے چنانچہ بزازیہ وغیرہ مین ہے ہم مصنف شاگرد ہو صاحب اشباہ کا ادب کی راہ سے اوسکی قول ضعیف کو بھی ملا لیا نہ رد کیا نصب
شبکۃ لصید ملک ما تعلق بہا بخلاف ما اذا نصبہا للجفاف فانہ لا یملک ما تعلق بہا ایک شخص نے شکار کیواسطے جال لگایا تو وہ مالک
ہوگا اوس جانور کا جو اوسمین پھنس گیا برخلاف اوس صورت کے جبکہ جال لگایا اوسکو خشک کرنیکے لئے تو وہ مالک نہوگا اوسکا جو پھنس گیا اوسمین ہم تو اول
صورتین دوسرا شخص شکار کو نہین لے سکتا اور دوسری صورت مین جو شخص اوسکو پکڑ لیگا مالک ہوگا جال والا اوس سے نہین لے سکتا وان وجد المقلش
او غیرہ خاتما او دینارا مضروبا بضرب الاسلام لا یملکہ ویجب تعریفہ اور اگر نیاریا یا کوئی اور شخص انگوٹھی یا اشرفی جسپر اسلام کا سکہ ہو پاوے
تو اوسکا مالک نہوگا اور اوسکی تعریف یعنی پہچنوانا واجب ہے کہ جسکا ہو سو اوسکو لے ہم مقلش بضم میم وسکون قاف وکسر لام و شین معجمہ عرف مین اوسکو
کہتے ہین جو زمین مین مالیت کی چیز تلاش کرتا ہے کذا فی الطحطاوی اور جسپر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز مین داخل ہے اعلم ان اسباب الملک ثلثۃ
ناقل کبیع وہبۃ وخلافۃ کارث واصالۃ وہو الاستیلاء حقیقۃ بوضع الید او حکما بالتہیئۃ کنصب شبکۃ لصید لا لجفاف علی
المباح الخالی عن مالک فلو استولی فی مفازۃ علی حطب غیرہ لم یملکہ ولم یحل للمقلش طلب ما لا بالتعریف معلوم کرکہ ملک کے سبب تین ہین ایک سبب
ناقل ہے یعنی ایک مالک سی دوسری مالک کیطرف ملکیت منتقل ہوجاتی جیسے بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہوجاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے
یعنی ایک کے مرنیکے بعد دوسریکا مالک ہونا چنانچہ میراث اور تیسرا سبب ملک کا اصالت ہے یعنی استیلا اور قادر ہونا اوس مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سی
خواہ حقیقۃ استیلا اور قدرت ہو یعنی ہاتھ مین کر لینے سے یا حکما قدرت ہو اوسکی مہیا اور سامان کرنے سی چنانچہ جال کا لگانا شکار کیواسطے نہ جال خشک کرنیکے لئے
تو اگر ایک شخص مستولی ہوا جنگل مین غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہوگا یعنی اسواسطے کہ ملک غیر سے خالی نہین اور زمین کی تلاش کرنیوالیکو حلال نہین وہ چیز
جو پاوی بدون تعریف کے وتمام التعریف فی المطولات اور شکار کی تمام تعریف بڑی بڑی کتابون مین ہے ہم تمام تعریف صید کی قہستانی سے ترجمہ
مین مذکور ہو چکی ویحل الصید بکل ذی ناب ومخلب تقدم ما فی الذبائح من کلب وباز ونحوہما بشرط قابلیۃ التعلیم وبشرط کونہ لیس بنجس
العین اور حلال ہے شکار کرنا ہر نیش دار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند اونکی چنانچہ چیتا اور شکرا بشرطیکہ قابل ہونے تعلیم کے اور بشرطیکہ اوسکے
نجس العین نہونیکے کتاب الذبائح مین نیش دار اور چنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنی ہر نیش دار اور ہر چنگل والا مراد نہین ہے اسلئے کہ اونٹ نیش دار ہوتا ہی اور کبوتر
چنگل والا لیکن یہہ شکار نہین کرتے نیش اور چنگل سے تفریع علی ما مہد من الاصل بقولہ فلا یجوز الصید بدب واسد لعدم قابلیتہما
التعلیم فانہما لا یعملان للغیر الاسد لعلو ہمتہ والدب لخساستہ والحق بعضہم بالدب الحدأۃ لخساستہا پہر مصنف نے تفریع کی اوس قاعدے پر
جسکی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہین شکار کرنا ریچھ اور شیر سے اسواسطے کہ اونمین تعلیم کی قابلیت نہین کیونکہ وہ دونو غیر کے لئے عمل نہین کرتے شیر
اپنی علو ہمت سے غیر کا کام نہین کرتا اور ریچھ بسبب اپنی خساست اور حرص کے دوسرے کا کام نہین کرتا اور بعضون نے ریچھ کے ساتھ چیل کو بھی ملحق کیا ہے
اوسکی خساست کیوجہ سے ہم اور بعضون نے بہیڑیے کو بھی اوسکے ساتھ ملحق کیا ولا بالخنزیر لنجاسۃ عینہ وعلیہ فلا یجوز بالکلب علی القول

بنجاسة عينه لا يرد لقيام النص وورد فيه فتمه اور سؤر سے شکار کرنا درست ہے اوسکے نجس العین ہونیکے سبب سے اور موجب اس قاعدے
کے تو کتے سے بھی شکار جائز ہو ان لوگوں کے نزدیک جو کتے کو نجس العین کہتے ہیں مگر یون جواب دیجئے کہ کتے کے جواز شکار مین نص وارد ہے تو کتا مستثنی
ہے اس قاعدے سے سو آگاہ رہنا ۔ وبه يندفع قول القهستاني ان الكلب نجس العين عند بعضهم والخنزير نجس العين عند ابي حنيفة على
ما في القهرية وغيرها فتأمل اور اس جواب سے قہستانی کا یہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کتا نجس العین بعضوں کے نزدیک اور سؤر نجس العین ہے ابو حنیفہ کے نزدیک
جیسا کہ قہریہ وغیرہ میں ہے سو تامل کرلے بشرط علمهما اي ذي ناب ومخلب یعنی دانت اور پنجے والے کا شکار حلال ہے اونکی تعلیم یافتگی کی شرط سے
وذلك بترك الاكل اما الشرب من الصيد فلا يضر قهستاني وباتي ثلثا في الكلب ونحوه وبالرجوع اذا دعوته في البازي ونحوه اور یہ جیسے
اونکی تعلیم یافتگی کتے وغیرہ میں تین بار نہ کھانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ میں پلٹ آنے سے جبکہ تو اوسکو بلاوے اور شکار کا خون پی لینا تو مضر
تعلیم کا نہیں جیسا کہ قہستانی میں ہے اور آگے مذکور ہوگا ۔ یعنی جب تین بار کتا شکار پکڑے اور اوسکی کھال اور گوشت اور ہڈی اور پر وغیرہ کچھ نہ کھاوے تو اوسکا
معلم ہونا ثابت ہوگا اسواسطے کہ کتے کی عادت شکار گری اور اوسکے کھا لینے کی ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہے پھر جب دونوں اپنی عادت چھوڑیں تو تعلیم یافتگی
ثابت ہوئی خواہ باز گوشت دیکھکر پلٹ آتا ہو یا بدون گوشت کے اور اگر باز شکار سے کچھ کھا لیگا تو بھی اوسکی تعلیم یافتگی کو ضرر نہیں کرتا ہے کذا فی الطحطاوی
وبشرط جرحهما في اي موضع منه على الظاهر هو الصحيح اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کتے اور باز کے کسی مقام مین بموجب ظاہر الروایۃ کے اور اسی
پر فتوی ہے یعنی فقط گلا زخمی کرنا شرط نہیں بلکہ ذکوۃ اضطراری ہر زخم سے ثابت ہو جاتی ہے کہ کہیں خون نکلتا ہو وعن الثاني يحل بلا جرح وبه قال الشافعي
اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدون زخم کے بھی اور یہی قول ہے امام شافعی کا وبشرط ارسال مسلم او كتابي اور شکار حلال
ہوتا ہے بشرطیکہ کتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چھوڑے شکار پر یعنی اگر کتا یا باز شکار کا پیچھا کرے بدون ارسال کے اور اوسکو پکڑکے قتل کرے تو حلال
نہوگا وبشرط التسمية عند الارسال ولو حكما فالشرط عدم تركها عمدا على حيوان ممتنع اي قادر على الامتناع بقوائمه او بجناحيه متوحش
فالذي وقع في الشبكة او سقط في البئر او استأنس لا يتحقق فيه الحكم المذكور ولذا قال يؤكل لان الكلام في صيد الاكل اما
حل صيد غيره فكما سيجيء او اعم لحل الانتفاع بالجلد مثلا كما يأتي فتأمل اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ بسم اللہ کہو کتے یا باز کے چھوڑنے کیوقت
جانور ممتنع متوحش ماکول پر اگرچہ بسم اللہ کہنا حقیقۃً نہو بلکہ حکماً ہو تو حلت کی شرط عدم ترک التسمیہ عمداً ہے یعنی ترک تسمیہ نسیاناً مضر نہیں ممتنع سے مراد یہ ہے
کہ جانور اپنے بچانے پر قادر ہو اپنے پانوؤں سے یا دونوں پروں سے متوحش کی قید اسواسطے لگائی کہ جو جانور جال میں پھنسا یا کنوئیں مین گر پڑا یا وحشی مانوس
ہوگیا تو اوسمین حکم مذکور یعنے ارسال اور زخم سے اوسکی حلت ثابت نہو گی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسیواسطے مصنف نے شکار میں ماکول ہونیکی قید
لگائی اسواسطے کہ گفتگو بیان حلال شکار مین ہے مگر جو غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا یا عام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے اسواسطے کہ مثلاً
کھال سے فائدہ حاصل کرنا حلال ہے جیسا کہ آگے آویگا سو تامل کرلے وبشرط ان لا يشرك الكلب المعلم كلب لا يحل صيده ككلب غير معلم وكلب
مجوسي عمدا او لم يرسل او لم يسم عليه عمدا اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ کلب معلم یعنے تعلیم یافتہ کتے کے ساتھ وہ کتا شریک نہو گیا ہو جسکا شکار کرنا حلال
نہیں جیسا کہ بدون سیکھا کتا اور مجوسی کا کتا یا وہ کتا جو چھوڑا نگیا بلکہ خود کتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کیوقت عمداً بسم اللہ کہنا اوسپر ترک ہوا ان
صورتوں مین شکار حلال نہوگا وبشرط ان لا يطول وقفته بعد ارساله ليكون الاصطياد مضافا الى الارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کتے
یا باز نے چھوڑنے کے بعد شکار کرنے مین زیادہ وقفہ اور توقف نکیا ہو یہ اسواسطے شرط ہوا تاکہ شکار کرنا ارسال کی طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف
ما اذا كمن واستخفى كالفهد كما يكمن الفهد على وجه الحيلة لا للاستراحة برخلاف اوس صورت کے جبکہ کتا یا باز دبک رہا اور چھپ گیا
چیتے کی مانند یعنی جیسے چیتا دبکتا ہے بطریق حیلہ اور گھات کے نہ بطریق استراحت اور آرام کے ہم یہ بمنزلہ استتباع کے ہے یعنی اگر وقفہ کرنا شکار
کی گھات مین ضرر نہیں کرتا تو اگر چیتا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گھات میں دبک رہے نہ بطریق استراحت کے پھر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچھ نقصان

نہیں شکار حلال ہے اور اگر دو سال کی بعد کچھ کہانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی عن المحیط مختصرا و للفقہاء فیہا کلمات حسنۃ ینبغی
لکل عاقل العمل بہا کما بسط المصنف اور چیتے کی چند عادات بہتر ہیں جن پر عاقل کو لائق ہے کہ عمل کرے چنانچہ مصنف نے شرح میں اونکو مفصل بیان کیا ہے
ہم ازانجملہ یہ ہے کہ چیتا دبک رہتا ہے یہانتک کہ شکار پر قادر ہوتا ہے اسیطرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت ظاہر نکرے فرصت کا منتظر رہے تا بلا مشقت
مطلب حاصل ہو ازانجملہ یہ ہے کہ اوسکا سکہانا مارنے سے نہیں ہوتا بلکہ کتا اوسکے سامنے مارا جاتا ہے اور چیتا اوسکو دیکھکر سیکھ جاتا ہے اسیطرح عاقل کو
لائق ہے کہ غیر کا حال دیکھکر عبرت پکڑے کما قیل السعید من وعظ بغیرہ ازانجملہ یہ ہے کہ خبیث اور گندہ نہیں کہاتا بلکہ اپنے مالک سے طیب طلب کرتا ہے اسیطرح
عاقل کو لازم ہے کہ نکہاوے مگر حلال طیب ازانجملہ یہ ہے کہ تین بار یا پانچ بار شکار کیواسطے حملہ کرتا ہے اگر نپایا تو بیٹھ رہتا ہے کہتا ہے میں اپنی جان کیوں ہلاک
کروں غیر کیواسطے ایسا ہی عاقل کو مناسب ہے کذا فی الفتح عن السرخسی عن الحلوانی فان اکل منہ البازی اکل لان تعلیمہ لیس بترک اکلہ پھر اگر
شکاری باز نے کچھ کہا لیا تو باقی حلال ہے کہایا جائیگا اسواسطے کہ اوسکی تعلیم کہانا ترک کرنے سے نہیں بلکہ اوسکی تعلیم آنا ہے بلانے کے بعد وان اکل الکلب
ونحوہ لا یؤکل مطلقا عندنا اور اگر کتے اور مانند اوسکی نے شکار سے کچھ کہا لیا تو باقی نہ کہایا جائیگا ہمارے مذہب میں ہر طرح خواہ اوسکو کہانے کی عادت
ہو یا نہو کما کل منہ ای کما لا یؤکل الصید الذی اکل الکلب منہ بعد ترکہ للاکل ثلث مرات لانہ علامۃ الجہل جیسے اوسکا کہانا اوس
شکار میں سے جیسے وہ شکار کہایا نہیں جاتا جسمیں سے کتے نے کہایا تین بار کہانا چھوڑنے کے بعد یعنی تین بار اوسنے شکار پکڑا اور نکہایا پھر چوتھی بار کہایا تو شکار اوسکا
حلال نہیں اسواسطے کہ وہ علامت ہے اوسکی جہالت اور ترک تعلیم کی وکذا لا یؤکل ما صاد بعدہ حتی یتعلم ثانیا بترک الاکل ثلثا اور اسیطرح وہ
شکار بھی نکہایا جائیگا جو اوسنے شکار کیا بعد کہا جانے کے یہانتک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہو جاوے تین بار کے چھوڑ دینے سے یعنی کہا جانے کے بعد جب تین بار شکار
کرے اور نکہاوے تب چوتھی بار کا شکار حلال ہوگا او ما صاد قبلہ لو بقی فی ملکہ فان ما اتلفہ من الصید لا تظہر فیہ الحرمۃ اتفاقا لفوات المحل و
فیہ اشکال ذکرہ القہستانی یا وہ بھی شکار حلال نہیں جو کتے نے کہانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک میں باقی رہا ہو اسلئے کہ جس شکار کو وہ تلف
کر چکا یعنی مثلا کہا چکا تو اوسمیں باتفاق امام اور صاحبین کے حرمت ظاہر نہوگی بسبب فوت ہو جانے محل حرمت کے اور اسمیں اشکال ہے جسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے ثم حاصلہ
مقام یہ ہے کہ شکار غیر موجود ہے یا موجود ہے اگر غیر موجود ہے تو اوسکا حکم شارح نے بیان کیا کہ اوسمیں حرمت ظاہر نہیں بعدم بقای محل کے سبب سے اور اگر موجود ہے
تو جنگل میں موجود ہے یا صیاد کے ملک میں موجود ہے اگر جنگل میں ہے تو اوسمیں بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اوسکی ملک میں ہے تو اوسمیں اختلاف ہے سو امام
کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حرام نہیں خواہ مدت دراز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہیں کیا تو نہیں دیکہتا
کہ ہم مردہ لونڈی کے آزادی کا حکم کرتے ہیں دعوی دار کے نزدیک انتہی محصل اشکال یہ ہے کہ انعدام محلیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہیں ہے اور لائق یہ
ہے کہ حکم بالحرمۃ کا ثمرہ ظاہر ہو جبکہ شکار بک گیا ہو تو مشتری بائع سے ثمن پھیر لیگا کیونکہ مبیع مردار تہا اور اثر ظاہر ہوتا ہے توبہ میں اوسکے کہانے کے بعد اور اگر بیچ
لینے کہ حکم وجود کا مقتضی ہے تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کہا جاوے تو چاہیئے حرمت ساقط ہو جاوے محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الطحطاوی کلمہ تفرقہ قلت من
صاحبہ فمکث حینا ثم رجع الیہ فارسلہ فصاد لم یؤکل لانہ لما صار بحال یفر من صاحبہ فکالکلب اذا اکل چنانچہ وہ چرغ جو بہاگ گیا یعنی اوڑ گیا
اپنے مالک کے پاس سے چند مدت چہوٹا رہا پھر پلٹ آیا مالک کے پاس سو اوسنے شکار پر چہوڑا اسو اوسنے شکار پکڑا تو وہ کہایا نجاویگا اسلئے کہ جب چرغ وہ بلی چہوڑ
کر جیسے وہ تعلیم یافتہ ہو گیا تہا یعنی اوسنے ترک اجابت کی تو وہ اوس کتے کی مانند جاہل ہو گیا جو شکار سے کہا لیتا ہے ولو اخذ الصیاد الصید من الکلب
وقطع منہ بضعۃ والقاہا الیہ فاکلہا او خطف الکلب واکلہا اکل ما بقی کما لو شرب الکلب من دمہ لانہ من غایۃ علمہ اور اگر
صیاد نے شکار لے لیا کتے سے اور اوسمیں سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کتے کیطرف ڈالدیا سو اوسنے اوسکو کہا لیا یا کتا شکار میں سے صیاد کے ہاتھ سے جہپٹا مار کر لیگیا اور کہا گیا تو باقی شکار
حلال کہایا جائیگا جیسے وہ شکار حلال ہے جسکا خون کتا پی گیا اسواسطے کہ یہ حرکت اوسکی نہایت علم اور دانشمندی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اوسنے وہ چیز لی کہ جو
مالک کو لائق نتہی یعنی خون اور باقی رکہی وہ چیز جو مالک کو لائق ہے یعنی گوشت کذا فی الفتح ولو نہش الصید فقطع منہ بضعۃ فاکلہا ثم ادرکہ فقتلہ

ولم یاکل منہ لا یحل لا کلہ حالۃ الاصطیاد اور اگر کتے نے شکار کو دانتون سے نوچا سو اوسمین سے نصف کاٹا اور کہا یا پہر شکار کو پکڑا اور
قتل کیا اور کہا یا تو وہ حلال نہین کہا یا سکہا ہوا شکار کرنے کیواسطے نہین کہا جانیکے سبب سے ھم تو یہہ شکار ہوا کلب جاہل کا ولو القی ما نہشہ واتبع
الصید فقتلہ ولم یاکل منہ حتی اخذہ صاحبہ ثم اکل ما القی حل لانہ حینئذ لو اکل من نفس الصید لم یضر کما مر اور اگر کتے نے وہ
ٹکڑا ڈالدیا جو نوچا اور پیچہا کئے گیا شکار کا سو اوسکو قتل کیا اور اوسمین سے نکہایا یہانتک کہ آگئے مالک نے شکار لیا پہر کتے نے کہایا جو ڈالا تہا
تو شکار حلال ہے اسواسطیکہ اسوقت مین یعنے شکار کر چکنے کے بعد اگر خود شکار کی ذات سے کتا کہاتا تو حلت مین ضرر نکرتا چنانچہ عنقریب گذر گیا و
اذا ادرک المرسل او الرامی الصید حیا بحیوۃ فوق ما فی المذبوح ذکاہ وجوبا اور جبکہ کتے یا باز کا چہوڑنے والا یا تیر انداز شکار
کو زندہ پاوے ایسی زندگانی کے ساتہہ جو حیات مذبوح سے زیادہ ہو تو اوسکو ذبح کرلے بنابر وجوب کے ھم یعنی اگر شکار کو بعد مقتول ہونے کے پایا تو
وہ حلال ہے ذکوۃ اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا تو حلال نہین بدون ذبح کرنیکے اسواسطے کہ اوسنے ذکوۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود
قدرت کے طحطاوی نے عالمگیری سے نقل کیا کہ اگر فوق ما فی المذبوح حیات باقی نہین اسطرح پر کہ شکار کا پیٹ پہٹ گیا اور انتڑیان نکل پڑین پہر وہ
مر گیا تو وہ حلال ہے اور بعضون نے کہا کہ یہہ قول ہے صاحبین کا لیکن امام کے نزدیک حلال نہین اسواسطے کہ جب زندہ ملا تو بدون ذبح کی حلال
نہوگا اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ کافی میں ہے وشرط لحلہ بالرمی التسمیۃ ولو حکما کما مر اور شکار کے حلال ہونے مین تیر مارنے سے بسم اللہ
کہنا تیر لگانیکے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنی نسیان سے ترک تسمیہ مضر حلت نہین وشرط الجرح لتحقیق معنی الذکوۃ
اور شرط ہے زخم لگنا تیر سے تاکہ ذکوۃ کا مطلب یعنی تطہیر خون نکلجانے سے ثابت ہو وشرط ان لا یقعد عن طلبہ لو غاب الصید متحاملا بسہمہ
فما دام فی طلبہ یحل وان قعد عن طلبہ ثم اصابہ میتا لا یوکل لاحتمال موتہ بسبب اٰخر اور یہہ شرط ہے کہ تیر انداز بیٹہہ نرہے شکار کی تلاش سے اگر
شکار غائب ہو گیا ہو اوسکو تیر کہا کر جاتی ہو تو جبتک تیر انداز اوسکی طلب مین ہے وہ حلال ہے اور اگر اوسکی تلاش اور طلب سے بیٹہہ رہا پہر اوسنے شکار
کو مردہ پایا تو اوسکا کہانا حلال نہین اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کی سوا اسواسطے کہ محرمات مین موہوم متحقق
کی مانند ہوتا ہے کذا فی الزیلعی وشرط فی الخانیۃ لحلہ ان لا یتواری عن بصرہ وفیہ کلام مبسوط فی الزیلعی وغیرہ اور فتاوی قاضی خان مین حلت
شکار کی یہہ شرط مذکور کی ہے کہ شکار چہپ نگیا ہو تیر انداز کی نظر سے اور اس شرط مین اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ مین مذکور ہے ھم وجہ شرط یہہ
کہ جب شکار نظر سے غائب ہوا تو شاید اور کسی سبب سے مر گیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے آخر کلام مین اس شرط کیطرف اشارہ کیا ہے
اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور اسپر اکثر کتب ہمارے مذہب کی بنا ہے مسلم اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی مین روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تونے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجہسے تین دن تو نے اوسکو پایا سو کہا جبتک وہ گندہ نہین ہوگیا یہہ حدیث
اباحت غائب پر دلالت کرتی ہے توجیہ سے اوس شخص پر جو اسکا مانع ہے انتہی ملخص کلام یہہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا راجح ہے کذا فی الطحطاوی
فان ادرکہ الرامی او المرسل حیا ذکاہ وجوبا فلو ترکہا حرم وسیجی پہر اگر تیر انداز یا چہوڑنے والا کتے یا باز کا شکار زندہ پاوے تو واجب ہے
کہ اوسکو ذبح کرے اور اگر ذبح کو ترک کریگا تو شکار حرام ہوگا اور آگے آویگا ھم یہہ مسئلہ مکرر ہو گیا والحیوۃ المعتبرۃ ہنا ما یکون فوق حیاۃ
المذبوح بان یعیش یوما وقیل اکثرہ مجمع اور جو حیات کہ یہان یعنی ذبح شکار مین معتبر ہے وہ ذکاۃ مذبوح سے زائد ہے اسطرح کہ شکار ایکدن زندہ
رہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ اکثر یوم زندہ رہے کذا فی المجمع اما مقدارہا وہو ما لا یتوہم بقاءہ کما فی الملتقی فلا یعتبر ہا ہنا حتی لو وقع
فی ماء لو یحرم اور حیات مذبوح کی مقدار یعنی جسقدر زندگی سے اوسکا باقی رہنا متوہم نہو چنانچہ ملتقی مین ہے سو وہ زندگی یہان معتبر نہین یہانتک
کہ اگر اوسقدر حیات شکار مین ہو اور صیاد اوسکو ذبح نکرے اور وہ پانی مین گر پڑے تو وہ حرام نہوگا ھم صدر شہید نے ذکر کیا کہ یہہ قول باجماع امام
اور صاحبین کے ہے اور بعضون نے کہا کہ یہہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام کے نزدیک حیات خفیفہ مین بہی ذبح کرنا ضرور ہے متردیہ وغیرہا کی مانند کذا

فى نحوى والمعتبر فى المتردية واخواتها كالنطيحة والموقوذة وما أكل السبع والمريضة مطلق الحيوة وان قلّت كما اشرنا اليه وعليه الفتوى
وتقدّم فى الذبائح ۔ اور متردیہ اور اسکی مانند جیسا نطیحہ اور موقوذہ میں اور جسکو درندے نے کہایا اور بیمار میں مطلق حیات ہے اگرچہ زندگی نہایت کم ہو
چنانچہ ہمنے اسکی طرف اشارہ کر دیا اور اسی قول پر فتوی ہے اور یہ بحث مذکور ہو چکا کتاب الذبائح میں ھم متردیہ وہ جانور جو اوپر سے گر پڑا اور نطیحہ
وہ جسکو دوسرے جانور نے اپنے سینگھ سے مارا اور موقوذہ وہ ہے جو لاٹھی وغیرہ کے مارنے سے قریب الہلاک ہو گیا یعنی حیوانات مذکور بدون ذبح کے
حلال نہیں اور اسیطرح شکار میں بھی حیات قلیلہ حنفیہ کے معتبر ہونیکا فتوی ہے سعید حموی نے کہا تو کہانا شکار مذکور کا حلال نہیں بدون ذبح کے خواہ
اسکی زندگی ظاہر اور باہر ہو یا نہو کتے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتوی ہے بدلیل اس آیہ کے (وما أكل السبع الا ما ذكّيتم)
بدلیل حدیث مذکور یعنے اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اسکو زندہ پاوے تو ذبح کر اسکو کذا فی الطحطاوی فان ترکها ای الذکوة عمدا مع
القدرة عليها فمات حرم ۔ پھر اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنیکو ترک کیا عمدا باوجود قادر ہونیکے اوسپر پہر وہ مر گیا تو حرام ہو گیا وكذا
لو عجز عن التذكية فى ظاهر الرواية وعن ابى حنيفة وابى يوسف يحل وهو قول الشافعى قال المصنف فى متنى ومتن الوقاية اشارة
الى الحل والظاهر ما سمعته انتهى قلت ووجه الظاهر ان العجز عن التذكية فى مثل هذا لا يحل الحرام ۔ اور اسیطرح شکار حرام ہو گا ظاہر الروایة
میں اگر صیاد عاجز ہو گیا ذبح کرنے سے اسطرح کہ اوسکے پاس ذبح کا ہتھیار نہیں یا وقت تنگ ہے اور امام اور ابو یوسف سے غیر ظاہر الروایہ یہ ہے کہ درصورت عجز حلال ہے
اور یہی قول ہے شافعی کا مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور میرے متن میں اور وقایہ کے متن میں اشارہ اسکی حلال ہو جانے کیطرف یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور
ظاہر الروایة کو تو سن چکا انتہی یا فی شرح المصنف میں کہتا ہوں اور ظاہر الروایة کی دلیل یہ ہے کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورتین حرام کو حلال نہیں کر دیتا
ھم برخلاف اوس صورت کے کہ پانی اور کہانا حاصل کرنے سے عاجز ہو گا تو شراب اور مردار کا استعمال مباح ہو گا او ارسل مجوسى كلبه فزجره مسلم
فانزجر ۔ یا مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر سو مسلمان نے کتے کو تیز کیا اور ہشکا یا شور کرکے سو وہ تیز ہو گیا اور اوسنے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہے ھم
ہر چند زجر لغت میں بمعنی منع اور نہی کے ہے لیکن زجر سے یہاں مراد ترغیب اور چونپ دلانا ہے شکار کرنے پر اور انزجار سے مراد اظہار زیادت طلب ہے
چنانچہ عینی شرح ہدایہ اور طحطاوی میں ہے معلوم کرنا چاہیے کہ جب ارسال اور زجر مجتمع ہوں تو ارسال معتبر ہو گا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک
تسمیہ سے ہوا اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور بالعکس ہے تو حلال ہے یعنی ایک مسلمان نے کتے کو شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اوسکو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنیکا کیا جاویگا اور شکار حلال ہو گا اور اگر
ارسال موجود نہو اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہو گا پہر اگر زجر مسلم سے ہو تو حلال ہے اور اگر مجوسی سے ہو تو حرام ہے ۔ او قتله معراض بعرضه وهو
سهم لا ريش له سمى به لاصابته بعرضه ۔ یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض سے تو وہ حرام ہے اور معراض وہ تیر ہے جسمین پر نہین
معراض اوسکو اسلیے کہتے ہیں کہ وہ نشانہ پر لگتا ہے اپنی عرض کیطرف سے نہ طول کیطرف سے ھم معراض بوزن محراب تیر ہے بدون پر کا دونوں کنارے اوسکے
باریک اور درمیان میں موٹا وہ نشانہ پر عرض کیجانب سے لگتا ہے نہ تیزی کیطرف سے کذا فی القاموس ولو اصابه بحده فان جرحه حل اور اگر معراض کی کنارے
پر حدت اور تیزی ہو پہر وہ شکار کو تیزی کیطرف سے لگے تو وہ حلال ہے او بندقة ثقيلة ذات حدة حرم لقتلها بالثقل لا بالحد ۔ یا قتل کیا شکار کو
بھاری غلیلہ باڑھ والے نے تو شکار حرام ہے بسبب اوسکے قتل کرنیکے بوجہ بوجھ اور گرانی سے نہ باڑھ اور تیزی سے ھم بندقہ بضم با و موحدہ و سکون نون وہ
شے ہے اوس سے مارتے ہیں اور اوسکو جلاہق بھی کہتے ہیں کذا فی المغرب ہندی میں اوسکو غلولہ اور غلیلہ کہتے ہیں جسکو غلیل سے چلاتے ہیں ولو كانت
خفيفة لها حدة حل لقتلها بالجرح حينئذ ولو لم يجرحه لا يؤكل مطلقا وشرط فى الجرح الادماء وقيل لا ملتقى وتمامه فيما علقناه عليه
اور اگر غلیلہ ہلکا نوکیلا ہو تو شکار حلال ہو گا اسلیے کہ اسوقت میں نوکیلا غلیلہ زخم سے قتل کرتا ہے اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نکیا تو اوسکا کہانا مطلقا درست
نہیں خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم میں خون بہنا شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک شرط نہیں کذا فی الملتقی اور اسکا پورا بیان ملتقی کی حاشیہ
شرح میں ہے ھم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ غلیلہ اور پتھر اور معراض اور لاٹھی اور اسکی مانند کا شکار حلال نہیں اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اسلیے کہ یہ اشیا ذبح کرتے

چیرتی پہاڑتی نہین ہین ہان اگر اُسکو دراز نوکدار تیر کی مانند کرلے اور اوسکا پھینک مارنا ممکن ہو اور وہ چیرے پھاڑے اپنی حدت اور تیزی سے تو کہانا اوسکا حلال
ہوگا اور اگر اندر زخم ہوگیا بسبب کوفت کے اور ظاہر مین نہ پہٹا تو حلال نہین اسلئے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل نہین ہوتا انتہی خلاصہ یہہ ہے کہ اگر قتل ثقل اور گرانی
سے حاصل ہے تو حلال نہین اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ درر مین اسکی طرف اشارہ ہے اور یہی جواب لکہا شیخ زین صاحب بحرالرائق نے جب اون سے یہہ استفتا ہوا کہ
جو شخص چڑیون کا شکار کرتا ہی سیسے اور مٹی کی گولی سے اوسکا کہانا درست ہے یا نہین تو جواب لکہا کہ اوسکا کہانا حلال نہین ہے کیونکہ اس قسم کے مسائل مین
قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ اگر موت شکار کے زخم سے بالیقین حاصل ہوتی ہے تو وہ حلال ہے اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہے تو بالیقین حرام ہے اور اگر شک ہے
اسمین کہ زخم سے موت ہوتی یا ثقل سے تو احتیاطاً حلال نہین انتہی مین کہتا ہون کہ سیسے کی گولی کی شکار مین احتیاط یہہ ہے کہ اوسکا کہانا حلال نہین اسواسطے کہ
گولی تو اندفاع عنیف کے سبب سے قتل کرتی ہے نہ اپنی حدت اور باڑہ کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی اور دمی صیدا فوقع فی ماء لاحتمال
قتلہ بالماء فیحرم یا شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا پانی مین اور مرگیا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اوسکا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سے ولو الطیر مائیا فوقع فیہ
فان انغمس جرحہ فیہ حرم والا حل ملتقی اور اگر شکار آبی چڑیا ہو پھر تیر لگنے کے بعد پانی مین گر پڑی سو اگر اوسکا زخم پانی مین ڈوب گیا تو وہ
حرام ہوگئی اور اگر پانی مین زخم نہین ڈوبا تو حلال ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ پہلی صورت مین احتمال ہے کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری مین احتمال نہین یہہ سب
اوسوقت ہے جبکہ ایسا زخم لگا ہو جسمین زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ زندگی کی امید نہو تو شکار حلال ہے کہ وہان احتمال مذکور منعدم ہے کذا فی العالمگیریۃ
او وقع علی سطح او جبل فتردی منہ الی الارض حرم فی المسائل کلہا لان الاحتراز عن مثلہ ممکن یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چہت پر یا
پہاڑ پر گری پہر وہان سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہے ان سب مسائل مین اسواسطے کہ ایسی صورتون سے بچنا ممکن ہے ھم یعنی یہہ ضرور نہین کہ جب زخمی چڑیا گرے
تو پانی یا چہت یا پہاڑ ہی پر گرے اور یہی حکم ہے درخت یا دیوار یا کہڑی برچہی یا پتہر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چہت یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر باقی
رہی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتہر کی مانند پر گری تو حلال ہے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ زمین کے ہے کذا فی الحموی فان وقع علی الارض ابتداءً اذ الاحتراز
عنہ غیر ممکن فیحل پہر اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گری اور مرگئی تو حلال ہے اسواسطے کہ اس سے بچاؤ ممکن نہین ھم یعنی زمین پر
گرنے سے احتراز غیر ممکن ہے تو یہہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مرگئی ہو ساقط الاعتبار ہے ورنہ شکار کے باب کا انسداد ہوگا او ارسل
مسلم کلبہ فزجرہ ای اغراہ بالصیاح مجوسی فانزجر اذ الزجر دون الارسال والفعل یرفع بما ہو فوقہ او مثلہ کنسخ الحدیث
یا مسلمان نے اپنا کتا شکار پر چہوڑا اسکو مجوسی نے اوسکو زجر کیا یعنی شور کرکے اوسکو بہڑکایا اور تیز کردیا سو وہ تیز ہوگیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہے
اسواسطے کہ زجر کمتر ہے ارسال سے اور فعل دفع ہوجاتا ہے اوس فعل سے جو اوس سے فوق ہو یا برابر اوسکے ہو نہ کمتر اور ضعیف سے جیسے صحیح حدیث
منسوخ ہوتی ہے اصح یا صحیح سے نہ ضعیف سے ھم زجر اسواسطے کمتر ہے ارسال سے کہ زجر مبنی ہے ارسال پر کہ اوسکی تاکید ہے تو حلت اور حرمت مین
ارسال معتبر ہے نہ زجر او لم یرسلہ احد فزجرہ مسلم فانزجر اذ الزجر ارسال حکما یا کتے کو کسی نے نہین چہوڑا پہر مسلمان نے اوسکو شکار پر
بہڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہوگیا اور شکار مارا تو حلال ہے اسواسطے کہ زجر ارسال حکمی ہے یعنی بمنزلہ ارسال کے ہے درصورت عدم ارسال
او اخذ غیر ما ارسل الیہ لان غرضہ اخذ کل صید یمکن حتی لو ارسلہ علی صیود کثیرۃ بتسمیۃ واحدۃ فقتل الکل اکل الکل
یا کتے نے اور شکار مارا سوا اوسکے جسپر چہوڑا گیا تہا تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اوس شکار کا پکڑنا ہے جسپر کتا قادر ہوسکے
یہانتک کہ اگر صیاد نے کتا چہوڑا بہت سے شکار پر ایکبار بسم اللہ کہکر سو اوسنے سب شکار کو قتل کیا تو سبکا کہانا حلال ہے یعنی خلاصہ یہہ ہے کہ تعیین
شکار کا اعتبار نہین اکل فی الوجوہ المذکورۃ لما ذکرنا وجوہ مذکورہ مین ہر شکار حلال اور ماکول ہے اون دلائل سے جنکو ہمنے ذکر کیا ھم قولہ اکل
جزا ہے فان وقع اور اوسکے معطوفات کی کما بینا رمی فقطع عضواً منہ فانہ یوکل لا العضو خلافاً للشافعی ولنا قولہ علیہ الصلوۃ والسلام
ما ابین من الحی فہو میتۃ چنانچہ شکار تیر سے زخمی ہوا اور اوسکا کوئی عضو کاٹ لیا گیا تو شکار کا کہانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا برخلاف شافعی کے یعنی

اونکے نزدیک عضو منقطع کا بھی کھانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے وہ مردار ہے ھم ابوداؤد اور ترمذی مین ابوواقد لیثی سے یون روایت ہی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ یعنی جو چیز چوپائے جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور ابویعلی کی مسانید مین بھی یہہ مضمون مروی ہو کذا فی العینی شرح الہدایہ وجہ استدلال یہہ ہے کہ حدیث مین زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً سو جس وقت اوسکا عضو قطع ہوا تو وہ حقیقۃً زندہ تھی کیونکہ حیات اوسمین قائم ہے اور اسیطرح حکماً بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اوسکا اس زخم کے بعد متوہم ہے حموی نے کہا قطع اثر عضو کا مراد ہے کہ اوسکے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے چنانچہ پانون یا ران یا اقل نصف راس ہے ولو قطعہ ولم یبنہ واحتمل التیام اکل العضو ایضاً والا لا ملتقی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہین کردیا اور اوسکا بدن سے التیام یعنی ملنا اور جڑ جانا محتمل ہے تو اوس عضو کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر التیام اور اندمال اوسکا نہین ہوسکتا تو عضو منقطع کا کھانا حلال نہین کذا فی الملتقی وان قطعہ الرامی اثلاثا والاکثر مع عجزہ او قطع نصف راسہ او اکثرہ او قدہ نصفین اکل کلہ لان فی ہذہ الصور لا یمکن حیاۃ فوق حیاۃ المذبوح فلم یتناولہ الحدیث المذکور اور اگر تیرانداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اوسکا اکثر بدن اوسکی دُنڈی اور دُم کے ساتھہ رہا یعنی ایک تہائی سر کیطرف رہی اور دو تہائیان دُم کیطرف باقی رہین یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصفا نصف پھاڑا سرسے دُم تک تو تمام شکار کا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ ان صورتون مین اوسکی زندگی مذبوح کی زندگی سے زیادہ ممکن نہین تو حدیث مذکور اوسکو شامل نہی ھم اسواسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی اور حکمی کو شامل ہے اور ان صورتون مین حیات حکمی بھی صادق نہین اسواسطے کہ اوسکی سلامتی اور بقا ایسی زخمون کے بعد متوہم نہین تو فی الحال اوسکی ذکوۃ واقع ہوگئی تو وہ بالکل حلال ٹھہرا عینی نے کہا مراد قدسے شق طولانی ہے بخلاف ما لو کان اکثرہ مع راسہ للامکان المذکور برخلاف اوس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اوسکے سر کے ساتھہ رہا تو اوسکا اکثر ماکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب سے یعنی اگر ایک تہائی دُم کیطرف کٹ رہی اور دو تہائیان سر کے ساتھہ باقی رہین تو سر کی جانب حلال ہے نہ دُم کی طرف اسواسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوح کی حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی النہر وحرم صید مجوسی ووثنی ومرتد ومحرم لانہم لیسوا من اہل الذکوۃ بخلاف کتابی لان ذکوۃ الاضطرار کذکوۃ الاختیار اور حرام ہے شکار مجوسی اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندہنے والیکا اسلیے کہ اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہین رکہتے برخلاف اہل کتاب کے اسواسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیاری کی مانند ہو وان رمی صیدا فلم یثخنہ فرماہ آخر فقتلہ فہو للثانی وحل اور اگر شکار کو ایک شخص نے تیر مارا اسواوسکو زخم کاری نہین لگا پھر دوسرے شخص نے اوسکو تیر مارا اور اوسکو قتل کیا تو وہ شکار دوسرے شخص کا مملوک ہو اور حلال ہے یعنی اسواسطے کہ دوسرے نے اوسکو حیز امتناع سے خارج کردیا وان اثخنہ الاول بان اخرجہ عن حیز الامتناع وفیہ من الحیوۃ ما یعیش فالصید للاول وحرم لقدرتہ علی ذکوۃ الاختیار فصار قاتلا لہ فیحرم اور اگر اول شخص نے شکار کے زخم کاری لگایا اسطرحپر کہ حیز امتناع سے اوسکو خارج کردیا یعنی اب بہاگ نہین سکتا اور اوسمین اتنی حیات ہے جس سے جیتا رہے بعد اوس کے دوسرے نے اوسکو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے اور اوسکا کھانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکوۃ اختیاری پر تو دوسرا شخص اوسکا قاتل ہوگیا تو وہ حرام ٹھہرا ھم زیلعی نے کہا جبکہ شخص اول نے اوسکو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہوگیا اور وہ اوسکی ذبح پر قادر ہوگیا تو اوسپر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اوسنے اوسکو ذبح نکیا اور دوسرا شخص اوسکا قاتل ٹھہر گیا اسوجہ سے وہ حرام ہوگیا اور جبکہ ترک ذبح مع القدرۃ سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اولی حرمت ثابت ہوگی وضمن الثانی للاول قیمتہ کلہا وقت اتلافہ غیر ما نقصتہ جراحتہ اور دوسرا شخص پہلے شخص کو تاوان دے اوسکی پوری قیمت کا جو اوسکی قیمت ہو اوسکی تلف کر ڈالنے کے وقت سوا اوس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سے حاصل ہوا ھم وجہہ تاوان یہہ ہے کہ ثانی نے غیر کی مملوک شکار کو تلف کردیا اسواسطے کہ پہلا شخص زخم کاری لگانے سے اوسکا مالک ہوگیا تھا تو وقت اتلاف کی اوسکی قیمت لازم آویگی جراحت اول کا نقصان وضع کرکے توضیح اوسکی یون ہے کہ وہ شکار دس درم کا تھا مثلاً سو شخص اول کے زخم سے دو درم کا نقصان ہوگیا پہر

دوسرے نے تیر مارا تو درہم کا اور نقصان ہوا پہر شکار مرگیا تو دوسرا شخص آٹھ درم کا تاوان دیگا کذا فی المنح وحل اصطیاد ما یوکل لحمہ وما لا یوکل
لحمہ لمنفعۃ جلدہ او شعرہ او ریشہ او لدفع شرہ وکلہ مشروع لاطلاق النص اور حلال ہے شکار کرنا اوس جانور کا
جسکا گوشت حلال ہے اور جسکا گوشت حلال نہیں ہے اوسکی کہال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اوسکی شر اور اذیت کے دفع کرنے کیواسطے اور شکار ماکول
اور غیر ماکول شرع میں درست ہے نص قرآنی کی مطلق کی دلیل سے یعنے حق تعالی نے فرمایا واذا حللتم فاصطادوا یعنے جسوقت حج کا احرام باندہی ہو
تو شکار کرو اس آیت میں ماکول اور غیر ماکول کی قید نہیں اور لغت عرب میں ماکول اور غیر ماکول دونوں کو شکار کہتے ہیں وفی القنیۃ یجوز ذبح الہرۃ
والکلب لنفع ما والاولی ذبح الکلب اذا اخذہ حرارۃ الموت اور قنیہ میں ہے کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا کسی منفعت کیواسطے جائز ہے اور بہتر
یہہ ہے کہ جب کتا مرنے لگے تو اوسکو ذبح کر ڈالے ہم جبکہ بلی موذی ہو تو اوسکو نہ مارے نہ اوسکی کان ملے بلکہ اوسکو ذبح کر ڈالے چنانچہ وجیز
میں ہے اور اگر کلب عقور ہو یعنی کاٹتا ہو تو اوسکا قتل جائز ہے اور اوسکا مالک تاوان نہیں لے سکتا کذا فی الطحطاوی وبہ یطہر لحمہ غیر نجس العین کالخنزیر
فلا یطہر اصلا وجلدہ وقیل یطہر جلدہ لا لحمہ وھذا اصح مایفتی بہ کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب ومر فی الطہارۃ اور ذبح کرنے سے پاک ہوجاتا ہے
گوشت اور چمڑا غیر نجس العین کا چنانچہ سور کہ وہ بالکل پاک نہیں ہوتا اور بعضوں نے کہا کہ غیر ماکول کی کہال پاک ہوجاتی ہے نہ گوشت اوسکا اور یہہ قول اقوال مفتی بہا میں صحیح تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ
مواہب سے کتاب الصید میں منقول ہوا اور یہہ گذر گیا کتاب الطہارۃ میں اخذ الطیر لیلا مباح والاولی عدم فعلہ خانیۃ پرندکا پکڑنا رات کو مباح ہے اور بہتر یہہ ہے کہ ایسا نہ کرے
کذا فی الخانیۃ یکرہ تعلیم البازی بالطیر الحی لتعذیبہ کروہ ہے باز کو شکار سکہانا زندہ پرند پر اسلئے کہ پرند کو اس سے تکلیف ہوتی ہے سمع الصائد حس انسان او غیرہ من
الاھلیات کفرس وشاۃ فرمی الیہ فاصاب صیدا لم یحل شکاری نے آدمی یا اوسکے سوا پالو جانور چنانچہ گہوڑا اور بکری کی آہٹ سنی سو اوسکی طرف تیر
پہینکا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہیں ہم یہہ مسئلہ کتب فقہ میں مختلف مذکور ہے ہدایہ میں شکار مذکور کو حلال کہا ہے اور مضمرات میں اسکو قول
مختار قرار دیا ہے نسفی نے اسکو غیر ماکول کہا اسواسطے کہ اوسنے تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہیں کیا زیلعی نے اسکو پسند کیا اسوجہ سے کہ آدمی وغیرہ کیطرف
تیر مارنا اصطیاد نہیں ہے اگرچہ تیر شکار کو لگا ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا سمع حس اسد او خنزیر فرمی الیہ او ارسل کلبہ فاذا ھو صید
حلال لان الاکل حل بر خلاف اوس صورت کے کہ جب شیر یا سور کی آہٹ سنی سو اوسکی طرف تیر مارا یا کتا چہوڑا پہر ناگہان وہ شکار ماکول اللحم نکلا تو وہ
حلال ہے ولو لم یعلم ان الحس حس صید او غیرہ لم یحل جوہرہ لانہ اذا اجتمع المبیح والمحرم غلب المحرم اور اگر معلوم نہو کہ آہٹ شکار کی
یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہیں کذا فی الجوہرۃ اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم مجتمع ہوتے ہیں تو محرم غالب ہوتا ہے احتیاط کی راہ سے رمی ظبیا
فاصاب قرنہ او ظلفہ فمات ان ادماہ اکل لوجود الجرح والا لا تیر مارا ہرن کو سو لگا اوسکے سینگ یا کہر کو سو وہ مرگیا اگر اوسکو خون آلودہ کردیا
تو وہ ماکول ہے زخم کے موجود ہوجانے سے اور اگر خون نہیں نکلا تو وہ ماکول نہیں والعبرۃ بحالۃ الرمی فحل الصید بردتہ اذا رمی مسلما لا
باسلامہ اور اعتبار اصطیاد میں تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد ہوجانے سے جبکہ اوسنے تیر لگایا ہو اسلام کیحالت میں اور
شکار حلال نہیں تیر انداز کے اسلام لانے سے جبکہ اوسنے تیر لگایا ہو بت پرستی کی حالت میں ہم عنایہ میں ہے کہ تیر لگانے اور کلب معلم کے چہوڑنے کیوقت
اسلام شرط ہے تو اگر اوسنے تیر مارا یا کتا چہوڑا حالت اسلام میں پہر وہ مرتد ہوگیا تو شکار حلال ہے اور اسکے بالعکس حلال نہیں کذا فی العالمگیریۃ ووجب
الجزاء بحلہ اذا رمی محرما فاحل یعنی وسیجیء قبیل کتاب الدیات اور بدلا دینا شکار کا واجب ہوگا محرم کے حلال ہوجانے سے جبکہ اوسنے تیر مارا
حالت احرام میں نہ اوسکے محرم ہوجانے سے یعنی اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پہر اوسنے احرام باندہا تو جزا واجب نہیں اور وہ شکار حلال ہے اور یہہ مسئلہ آویگا
کتاب الدیات سے پہلے فرع مسئلہ تحفہ شارح کا لو ان ازیا معلما اخذ صیدا فقتلہ ولا یدری ارسلہ انسان او لا لا یوکل لوقوع
الشک فی الارسال ولا اباحۃ بدونہ وان کان مرسلا فہو مال الغیر فلا یجوز تناولہ الا باذن صاحبہ زیلعی اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار پکڑا
پہر اوسکو قتل کیا اور یہہ معلوم نہیں کہ اوسکو کسی انسان نے چہوڑا ہے شکار پر یا نہیں تو اوسکا کہانا درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں اور حالانکہ

شکار کی اباحت نہین بدون ارسال کے اور اگر باز آمدنی نے چہوڑا بہی تو وہ غیر کا مال ہے تو بہی اوسکا کہانا درست نہین بدون مالک کے اذن کے
کذا فی الزیلعی قلت قد وقع فی عصرنا حادثة الفتوی وهی ان رجلا وجد شاته مذبوحة ببستان هل یحل اکله ام لا ومقتضی ما ذکرنا
انه لا یحل لوقوع الشك فی ان الذابح ممن تحل ذکوته ام لا وهل سمی الله تعالی علیها ام لا میں کہتا ہون البتہ ہمارے زمانہ مین یہہ
حادثہ فتوی طلب واقع ہوا وہ یہہ ہے کہ ایکمرد نے اپنی بکری کو باغ مین مذبوح پایا تو اوسکا کہانا حلال ہے یا نہین اور جو مسئلہ کہ ہمنے زیلعی سے
ابہی ذکر کیا اوسکا مقتضا یہہ ہے کہ اوس بکری کا کہانا حلال نہین شک واقع ہونے سے اسمین کہ اوسکا ذبح کرنیوالا ان لوگون مین سے جنکا ذبح حلال ہے
یا نہین سے نہین ہے اور اگر ہے تو اوسنے ذبح کیوقت اللہ تعالے کا نام پاک لیا یا نہین لیا لکن فی الخلاصة من اللقطة قوم اصابوا بعیرا مذبوحا
فی طریق البادیة ان لم یکن قریبا من الماء ووقع فی قلبه ان صاحبه فعل ذلك اباحة للناس لا بأس بالاخذ والاکل لان الثابت بالدلالة
کالثابت بالصریح انتهی فقد اباح اکلها بالشرط المذکور فعلم ان العلم بکون الذابح اهلا للذکوة لیس بشرط قال المصنف لیکن خلا
مین ہے کتاب اللقطہ سے کہ ایک قوم نے مذبوح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ مین اگر وہ پانی کے قریب نہو اور اوسکے دلمین یہہ بات جم جاے کہ اوسکے مالک نے یہہ کیا ہے
لوگون پر مباح کرنیکے واسطے تو اوسکے لینے اور کہانے مین مضائقہ نہین اسواسطے کہ جو امر دلالت حال سے ثابت ہو وہ اوسکی مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہوا انتہی
ما فی الخلاصہ تو صاحب خلاصہ نے اوسکا کہانا بالشرط مذکور مباح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکا دریافت ہونا کہ ذابح اہل ہے ذکوۃ کا شرط نہین ہے
ایسا کہا ہے مصنف نے شرح مین ھ یہہ قول استدراک ہے عدم حلت کے قول پر پانی کی قربت کی قید اسواسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو یہہ محتمل ہے کہ پانی
مین گر کے مر گیا اور دریائی جانور نے اوسکو پہاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اوسکو باہر ڈالدیا اور بعضون نے کہا کہ ظن اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہو یا نہو
قلت قد یفرق بین حادثة الفتوی واللقطة بان الذابح فی الاولی غیر المالك قطعا وفی الثانی محتمل مین کہتا ہون استفتاء مذکور اور مسئلہ
لقطہ مین یون فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنیوالا اولمین غیر مالک ہے یقینا اور ثانی مین احتمال ہے کہ مالک نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے ھ اس فرق سے
کچہہ حاصل نہین کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو یہہ تو معلوم نہین کہ اوسکا ذبیحہ حلال ہے یا نہین کذا فی الحلبی والطحطاوی ورأیت بخط ثقة سرق
شاة فذبحها بتسمیة فوجد صاحبها هل تؤکل الاصح لا لکفره بتسمیته علی الحرام القطعی بلا تملك ولا اذن شرعی انتهی فلیحرر
دیکہا فقیہ معتمد کے خط سے یہہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری چرائی پہر اوسکو ذبح کیا بسم اللہ کہکر پہر بکری کے مالک نے اوسکو پایا تو اوسکا کہانا
حلال ہے یا نہین جواب اسکا یہہ ہے کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ اوسکا کہانا درست نہین بسبب کافر ہوجانے ذابح کے حرام قطعی پر بسم اللہ کہنے سے بدون ملکیت
اور بلا اذن شرعی کے انتہی قولہ تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیئے ھ یہہ صورت حادثہ فتوی طلب کو مغائر ہے کیونکہ یہان ذابح اور تسمیہ معلوم ہے
اور حرمت اور وجہہ سے لازم آئی اور وہان ذابح اور تسمیہ معلوم نہین اور یہہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ کہنے سے کافر ہوگیا سو معتمد قول یہہ ہے کہ اسقدر سے
کافر نہین ہوتا بلکہ جب اسکو حلال جانیگا تب کافر ہوگا اور تسمیہ علی الحرام سے اعتقاد حلت کا لازم نہین اور اسکا موید فقہا کا یہہ قول ہے کہ شاۃ غصب کی
قربانی صحیح ہے چنانچہ مجتبے مین ہے کہ جسنے بکری غصب کی اور قربانی کی تو اوسکی قیمت کا تاوان اوسپر لازم آیا اور قربانی ادا ہوگئی کیونکہ غصب سے یہہ
وہ مالک ہوگیا کذا فی الطحطاوی وفی الوهبانیة قال وما مات لا تطعمه کلبا فانه خبیث حرام نفعه متعذر اور وہبانیہ مین کہا اور جو جانور
مرگیا وہ کتے کو نہ کہلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر النفع ہے ھ یعنی مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہین لیکن کتے کو اوسکی طرف لیجانا جائز ہے چنانچہ شرنبلالی
مین ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقا حرمت پر دلالت کرتا ہے قنیہ کی مانند قنیہ مین یون ہے کہ ہمارے علما نے کہا کہ مردار سے نفع لینا کسیوجہہ پر جائز نہین اور
کتونکو بہی نہ کہلا دے اور شاید کہ یہان دو قول ہون کذا فی الطحطاوی وتملیك الصیود لواحد احرازا واجازة و تملیک گنجشک کی اوسکی بابت
مالکیہ ھ یعنی ارسال کیوقت اوسکی تملیک بر وجہ اباحت مراد ہے مجتبی اور مزید مین ہے کہ ایکمرد نے اپنا جانور چہوڑ دیا اور دوسرے نے اوسکو لیا اور اوسکی
درستی اور خبرگیری کی پہر اوسکا مالک آیا سو اسکی دو صورتین ہین اگر اوسنے چہوڑنے کیوقت یہہ کہا کہ جو اسکو پکڑ لے جنے اسکو اوسکا کردیا یا یہہ کہا تو پہلی

صورتمین مالک اوسکو نہین لے سکتا اسواسطی کہ اوسنی تملیک کو مباح کر دیا اور دوسری صورتمین اوسکو لینا جائز ہے عدم اباحت کی سبب سے یہی قول ہمارے مشائخ کے پہونچ دینے مین کذا فی الطحطاوی مختصرا و اعتاقه بعض الائمة ینکرا اور اوسکے اعتاق کو یعنی کنجشک کی چہوڑنے کو بعضے علما انکار کرتے ہین یعنی ارسال بلا اباحت کو جائز نہین کہتے ہین شارح وہبانیہ نے کہا کہ لفظ بعض اسپر دلالت کرتا ہے کہ اکثر علما اسکے مجوز ہین حالانکہ ایسا منقول نہین بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مذہب یہی ہے کہ حرام ہے کذا فی الطحطاوی وان یلقه مع غیره جاز اخذا اور اگر مالک نے عصفور یعنی بلبل کو غیر واجد کے ساتھہ پایا تو مالک کو اسکا لینا جائز ہے ھم یہہ اوس صورت پر محمول ہے جبکہ مالک نے ارسال کیوقت لینیوالے پر مباح نکر دیا ہو چنانچہ تجنیس اور مزید سے مذکور ہوچکا کذا فی الطحطاوی کقشر الرمان رماه الملقیہ جیسے لینا جائز ہے چہلکا اوس انار کا جسکو چہیلنے والے نے پہینک دیا ھم بزازیہ مین ہے شی حقیر نے قیمت کا زمین سے اوٹہا لینا شیخین کے نزدیک درست ہے لیکن بعد التقاط مالک اوسکا اوسکو لے سکتا ہے کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر وفی معاباتها وای حلال لا یحل اصطیاده صیود او ما صیدات ولا هو متعدی اور وہبانیہ کی پہیلیون مین یہہ ہے وہ کون غیر محرم غیر ارض حرم مین ہے جسکا شکار کرنا حلال نہین اون شکارونکا جنکو غیر اوسکی نے شکار نہین کیا اور نہ وہ اوس سے متنفر ہوتی نہ بہاگی ھم اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا ہو صید دخل دار رجل فغلق علیه بابه ملکه فلا یملکه غیره ولو بعد خروجه یعنی مراد وہ شکار ہے جو ایکشخص کے گہر مین گہس گیا سواوسنے اوسپر اپنا دروازہ بند کرلیا یعنی قصداً اسطرح سے بند کرلیا کہ اوسکی پکڑنے پر قادر ہوگیا تو اب اوسکا کوئی مالک نہوگا سوا صاحب خانہ کے اگرچہ بعد اوسکی خروج کے ھم یعنی شکار گہر مین گہسا پہر جب صاحب خانہ نے دیکہا تو دروازہ بند کرلیا اسطرح کہ وہ نکل نہین سکتا اور صاحب خانہ اوسکے پکڑ لینے پر قادر ہے بدون شکار کرنیکے تو صاحب خانہ اوسکا آخذ اور مالک ہوگیا اور اگر اوسنے دروازہ بند کرلیا اور حالانکہ شکار اوسکو معلوم نہین تو اوسکا آخذ اور مالک نہوگا تو اگر پہلی صورتمین شکار باہر نکل گیا اور غیر صاحب خانہ نے اوسکو پکڑ لیا تو وہ مالک نہوگا اور دوسری صورتمین مالک ہوگا چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہے قولہ ما صیدت مین نفی صید سے مراد صید حقیقی ہے نہ صید حکمی اور غیر محرم سے غیر صاحب خانہ مراد ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الرهن

یہہ کتاب ہے مسائل رہن یعنی گرو کرنیکے احکام مین مناسبته ان کلا من الرهن والصید سبب لتحصیل المال مناسبت کتاب الرہن کی کتاب الصید سے یہہ ہے کہ رہن اور شکار کرنا ہر ایک تحصیل مال کے سبب ہین هو لغة حبس الشیء وہ یعنی رہن لغت مین عبارت ہے حبس شے سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال وشرعا حبس شیء مالی ای جعل الشیء محبوسا لان الحابس هو المرتهن اور اصطلاح شرع مین رہن عبارت ہے مالی چیز کے حبس کرنے سے یعنی چیز کو محبوس کر دینا اسواسطی کہ حبس کرنیوالا مرتہن ہے نہ راہن ھم شارح نے حبس شے کی تفسیر جعل الشیء محبوسا اسواسطی کی تا راہن حابس نہ ٹہرے اسواسطی کہ حابس تو مرتہن ہے نہ راہن بلکہ راہن تو شی کا محبوس کر دینے والا ہے اور تعریف مین حبس مرتہن اسواسطی معتبر ہوا کہ کلام ہے اوس رہن مین جو راہن کا فعل ہے نہ اوس مین جو مرتہن کا فعل ہے مثلاً زید نے خالد سے سو درم لئے اور اپنا باغ اوسکی پاس گرو رکہدیا تو زید راہن ہے اور خالد مرتہن اور باغ مرہون بحق یمکن استیفاءه ای اخذه منه کلا او بعضا کان کان قیمة المرهون اقل من الدین رہن عبارت ہے حبس شی سے بعوض اوس حق کے جسکا حاصل کرنا اور لینا شی مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اوس سے لینا ہوسکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق کا حصول ممکن ہوگا نہ کل کا ھم امکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو نہین ٹہرتی چنانچہ برف کذا فی الطحطاوی کالدین کاف الاستقصاء لان العین لا یمکن استیفاءه من الرهن الا اذا صار دینا حکما کما سیجیء چنانچہ دین کا حاصل کرلینا مرہون سے حق مذکور سے دین اسواسطی مراد ہوا کہ عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہین مگر جسوقت کہ عین دین حکمی ہو جاوے چنانچہ دین حکمی کا بیان بعد ایک سطر کے آتا ہے شارح نے کہا کالدین کا کاف استقصا کا کاف ہے نہ تمثیل کا یعنی حق منحصر ہے دین مین تو دین کل حق ہے نہ بعض ھم استیفا عین مرہون سے اسواسطی ممکن نہین کہ عین مین تو صورت مطلوب ہے سو اوسکا نکلنا اور حاصل ہونا دوسری شی سے ممکن نہین بر خلاف دین کے کہ اوسکا استیفا مرہون سے ممکن ہے اوسکو بیچکر کذا فی شرح الوقایہ حقیقة وهو دین واجب ظاهرا وباطنا او ظاهرا فقط کثمن عبد او خل وجد حرا او خمرا خواہ دین حقیقتہ ہو اور دین حقیقی وہ ہے جو ذمہ پر ظاہر اور باطن

کتاب الرهن

ہین واجب ہو یا فقط ظاہر ہین واجب ہو جیسے اُس غلام کا ثمن جو آزاد نکلا یا و سرکہ جو خمر ثابت ہوا ھ تو بنظر ظاہر رہن صحیح ہے تو تاوان لازم آویگا بائع پر اوسکے ہلاک ہوجانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درم ہو مثلاً تو بائع پر مشتری کو دس درم دینا لازم ہوگا محرر نے مبسوط اور جامع مین تصریح کی کہ مقبوض بحکم رہن فاسد لازم الضمان ہے یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی عن الاختیار او حکماً کالاعیان المضمونۃ بالمثل او القیمۃ کما سیجی خواہ دین حکماً ہو چنانچہ وہ اعیان جنکا ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا ھ مضمون بالمثل او القیمۃ کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہین تاج الشریعۃ نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے جسکے تلف ہوجانے کیوقت مثل واجب ہو اگر اوسکا مثل ہو یا قیمت واجب ہو اگر اوسکا مثل نہو جیسے مغصوب اسواسطے کہ اگر غاصب مغصوب کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھدے تو رہن صحیح ہے حالانکہ مغصوب دین نہین ہے اور جیسے مقبوض علے سوم الشراء اور مقبوض بحکم بیع فاسد اور مہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون بغیرہ جیسے وہ مبیع جو بائع کے پاس ہے تو اوسکا تاوان یعنی درصورت تلف ہوجانیکے ثمن مسمی ہے نہ قیمت سو کذا فی العینی حسن چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ مین کہا کہ عین مضمون بنفسہ کی عوض رہن رکھنا صحیح ہے جیسے بعوض دین کے رہن صحیح ہے اسواسطے کہ اوسکا مآل کار دین ہے انتہی خانیہ مین ہے رہن رکھنا بعوض ہر دین کے جائز ہے لیکن رہن بعوض اعیان کے اسطرح ہے کہ رہن بعوض اُن اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت اور بضاعت ہین سو جائز نہین ہے اور اسیطرح رہن بعین مستاجرہ باطل ہے اور اسیطرح اعیان مضمونہ بغیرہا سے رہن جائز نہین چنانچہ بائع نے عین کو بیچا اور بعوض مبیع کوئی چیز رہن رکھدی مشتری کی بابت قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے ہان مگر اعیان مضمونہ بالقیمۃ سے رہن رکھنا مانند مغصوب کی بالاتفاق جائز ہے اور اسیطرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے خواہ وہ عین ہو یا دین انتہی ما فی الخانیۃ مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ عین مضمون بنفسہ در حکم دین ہے تو رہن کی تعریف صادق آئی کہ رہن نہین ہوتا مگر دین مین خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی وینعقد بایجاب وقبول حال کونہ غیر لازم وحینئذ فللراھن تسلیمہ والرجوع عنہ کما فی الھبۃ اور رہن منعقد ہوتا ہے ایجاب اور قبول سے درحالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اسوقت مین تو راہن کو تسلیم مرہون کی اور رہن کے عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ ہبہ مین جائز ہے ھ رہن غیر لازم ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے ولہذا راہن پر جبر نہین ہے رہن کے کہتے ہین فاذا سلمہ وقبضہ المرتھن حال کونہ محوزاً لا متفرقاً کثمر علی شجر متفرغاً لا مشغولاً بحق الراھن کشجر بدون الثمر ممیزاً لا مشاعاً ولو حکماً بان اتصل المرھون بغیر المرھون خلقۃ کالشجر وسیتضح لزم پھر جب راہن نے مرہون تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اوسپر قبضہ کرلیا اس حالتین کہ مرہون مجتمع اور مقسوم ہے نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی ہے نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدون پھل کے ممیز اور مقسوم ہے نہ مشاع اگرچہ شیوع حکمی ہو اسطرح کہ مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مرہونہ سے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد تسلیم اور قبض کے بشروط مذکورہ ھ جب عدم تفرق مرہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدون درخت کے اور زراعت کا رہن بدون زمین کے جائز نہوا اور جب مرہون کا خالی ہونا حق راہن سے شرط ہوا تو درخت کا رہن بدون پھل کے اور زمین کا بدون درخت کے اور گھر کا رہن بدون متاع راہن کے جائز نہوا افاد ان القبض شرط اللزوم کما فی الھبۃ وصحح فی المجتبی انہ شرط الجواز مصنف کا کلام مذکور اسکا مفید ہے کہ قبض مرہون کا عقد رہن کے لازم ہوجانیکی شرط ہے جیسے ہبہ مین قبض لزوم کی شرط ہے اور مجتبی مین اسکی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے ھ جبکہ قبض لزوم کی شرط ہوگی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح ہے بدون قبض کے مگر بدون قبض کے لازم نہین اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہین بدون قبض کے والتخلیۃ بین الراھن والمرتھن قبض حکماً علی الظاھر اور تخلیہ کر دینا درمیان مرہون اور مرتہن کے در حکم قبض کے ہے ظاہر الروایۃ مین یعنی قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ مین تو اگر بعد تخلیہ مرتہن اوسکو نہ لے اور وہ ضائع ہو تو تاوان اوسکا مرتہن پر لازم آویگا کذا فی الطحطاوی عن ا... ھ تخلیہ یہ ہے کہ راہن مرہون کو ایسے موضع مین رکھدے کہ مرتہن اوسکے لینے پر قادر ہو یہی ظاہر الروایۃ ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ منقول مین قبضہ ثابت نہین ہوتا بدون نقل کے کذا فی شرح الوقایۃ کالبیع فانھا فیہ ایضاً قبض تخلیہ رہن مین قبض ہے مانند بیع کی اسواسطے کہ تخلیہ بیع مین بھی قبض ہے وھو مضمون

إذا هلك بالأقل من قيمته ومن الدين اور جب مرہون تلف ہو جاوے مرتہن کے پاس تو مرتہن پر اوسکا تاوان کمتر قیمت اور دین سے لازم آویگا
ہ یہہ مراد نہیں کہ قیمت اور دین دونوں سے کمتر ضمان ہے بلکہ مراد یہہ ہے کہ دونوں میں سے جو کمتر ہے اوسکا ضمان ہے تو اگر دین اقل ہے قیمت مرہون
سے تو اوسیقدر تاوان ہے مرتہن پر اور اگر قیمت اقل ہے تو وہ تاوان ہے کذا فی شرح الوقایہ تلف ہو جاوے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مرتہن مرہون کو قصداً ہی
سے تلف کر ڈالیگا تو تمام مرہون کا تاوان اوسپر لازم ہوگا چنانچہ محیط میں ہے اور اگر راہن اس شرط پر گرو رکھے کہ اگر ضائع ہو مرہون تو مفت بلا ضمان
ضائع ہو تو رہن جائز ہے اور شرط باطل ہے تاوان لازم ہوگا کیونکہ تبیین یا مشروع ہے اور اگر بعض مرہون تلف ہو تو دین قسمت کیا جاویگا ہالک اور موجود پر
مثلاً اگر گھر ہزار پر رہن رکھا اور اوسکی قیمت ہزار ہے پھر گھر ویران ہو گیا تو ہزار کی قسمت ہوگی عمارت اور زمین کی قیمت پر یوم القبض سو عمارت کا حصہ ساقط
ہوگا اور زمین کا حصہ باقی رہیگا کذا فی المحیط وعند الشافعي أمانة اور شافعی کے نزدیک مرہون امانت ہے تو تاوان لازم نہ آویگا والمعتبر قيمته
يوم القبض لا يوم الهلاك كما توهمه في الأشباه لمخالفته للمنقول كما حرره المصنف اور مرہون کی قیمت وہ معتبر ہے جو اوسکی قیمت یوم القبض
ہو نہ یوم الہلاک کی قیمت جیسا وہم کا کہا ہے صاحب اشباہ نے کیونکہ وہ منقول مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مصنف نے شرح میں اسکی تحقیق بیان کی ہے المقبوض على
سوم الرهن إذا لم يبين المقدار أي مقدار ما يريد من الدين ليس بمضمون في الأصح كذا في القنية والأشباه جس مرہون پر قبضہ ہوا بطریق گفتگوی
رہن کے جبکہ مقدار اوس دین کی مذکور نہوتی جسکو راہن طلب کرتا ہے تو اوسکا تاوان لازم نہیں صحیح تر قول میں چنانچہ قنیہ اور اشباہ میں ہے ہ یعنی
راہن نے مرتہن سے کہا کہ یہہ چیز میں نے تیری پاس گرو رکھی کچھہ قرض میں تجھسے لونگا اور مقدار قرض بیان نکی اور مرہون ہلاک ہو گیا تو اوسپر تاوان نہیں
اور اگر مقدار مذکور ہو چکی تو تاوان لازم ہوگا فإن هلك في مساوٍ قيمته الدين صار مستوفيا دينه حكما سو اگر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا اور
اوسکی قیمت دین کی برابر ہے تو مرتہن اپنا دین بحکم شرع پا چکا یعنی جتنا لینا تہا اوتنا تاوان دینا لازم آیا تو برابر سرابر ہو گیا گویا دین بہر پایا او وان
كان الفضل أمانة فيضمن بالتعدي یا قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہے تو جسقدر زائد ہے وہ امانت ہے تو اوسکا تاوان تعدی ہی سے لازم ہوگا یعنی جب امانت
ٹہہری تو اوسکو ہلاک ہونے سے ضمان نہیں مگر جبکہ مرتہن تعدی سے اوسکو ہلاک کریگا أو نقصت سقط بقدره ورجع المرتهن بالفضل لأن الاستيفاء
بقدر المالية یا قیمت مرہون کی کم ہے دین سے تو بقدر قیمت کے دین ساقط ہوگا اور زائد کو مرتہن راہن سے بہر لے اسواسطے کہ حاصل ہونا تو بقدر مالیت کے
ہوتا ہے ہ خلاصہ یہہ ہے کہ اگر دس درم دین ہے اور دس درم مرہون کی قیمت ہے تو ہلاک ہو جانے سے اسصورت میں گویا مرتہن نے اپنا دین بہر پایا اور
اگر پندرہ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن کے پاس امانت ہے اور اگر پانچ درم قیمت ہے تو پانچ درم مرتہن راہن سے بہر لیگا وضمن المرتهن بدعوى
الهلاك بلا برهان مطلقا سواء كان من أموال ظاهرة أو باطنة وخصه مالك بالباطنة اور تاوان دیگا مرتہن مرہون کے دعوی ہلاک سے
بدون شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو چنانچہ اراضی اور غلام وغیرہ خواہ اموال باطنہ سے ہو چنانچہ نقد اور زیور اور امام مالک
نے تاوان مخصوص باموال باطنہ کیا ہے وله طلب دينه من راهنه وله حبسه وإن كان الرهن في يده لأن الحبس جزاء مطله اور مرتہن
کو جائز ہے اپنا دین طلب کرنا اوسکے راہن سے اور اوسکو اختیار ہے راہن کے حبس کرنیکا دین کے سبب سے اسواسطے کہ حبس اوس دین کی تاخیر کا بدلا ہے یعنی
باوجود قبض مرہون کے دین کا تقاضا کرنا اور راہن کو سرعت ادای دین کیواسطے محبوس کرنا مرتہن کو درست ہے وله حبس رهنه بعد الفسخ للعقد
حتى يقبض دينه أو يبرئه لأن الرهن لا يبطل بمجرد الفسخ بل يبقى رهنا ما بقي القبض والدين معا فإذا فات أحدهما لم يبق رهنا
زیلعی ودرر وغیرہما اور مرتہن کو جائز ہے محبوس رکہنا مرہون کا عقد رہن کے فسخ ہو جانیکے بعد یہانتک کہ وہ اپنا دین پاوے یا دین کو معاف
کر دے اسواسطے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا بمجرد فسخ عقد کے بلکہ رہن باقی رہتا ہے جبتک کہ قبضہ اور دین ساتھی باقی رہیں پہر جب وہ دونوں میں سے ایک فوت ہوا
یعنی قبضہ نرہا یا دین کو معاف کر دیا تو رہن باقی نرہیگا کذا فی الزیلعی والدرر وغیرہما ولا انتفاع به مطلقا لا باستخدام ولا سكنى ولا لبس
ولا إجارة ولا إعارة سواء كان من مرتهن أو راهن إلا بإذن كل للآخر جائز نہیں منفعت حاصل کرنا مرہون سے ہر طرح نہ غلام لونڈی کی خدمت

یعنی سونے مکان کی سکونت سے نہ کپڑے کے پہننے سے اور نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہہ انتفاع مرتہن سے یا راہن کسیکو درست نہیں مگر باذن ہر ایک
کے دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تب البتہ درست ہی ھھ غرمیہ میں ہے کہ عدم انتفاع مرتہن تو سب متون فقہ میں مذکور
ہے لیکن عدم انتفاع راہن مجمع سے ماخوذ ہے اور غایۃ البیان میں اتقطع سے منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے کہا کہ راہن کو استیفاء منافع رہن جائز نہیں مگر مرتہن
کے اذن سے اور اسیطرح اوسمین تصرف کرنا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وقیل لا یحل للمرتھن لانہ ربوا اور بعضوں نے کہا کہ فائدہ لینا مرتہن کو جائز
نہیں اگرچہ راہن اجازت دے اسواسطے کہ یہہ تو بیاج ہے ھھ جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل کی وہ فضل ہے یہی تو بیاج ہے کسی لئے
بعض علماء اسبات کے قائل ہوئے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہیں مصنف نے شرح میں اس قول کو دیانت اور تقوی پر محمول کیا ہے اور جو کتب معتبرہ
میں حلت انتفاع باذن راہن مذکور ہے اوسکو حکم اور فتوی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقیل ان شرطہ کان ربوا والا لا اور بعضوں نے کہا کہ
اگر عقد رہن میں استیفاء منافع شرط کر لیا ہے تو بیاج ہے اور اگر شرط نہیں تو بیاج نہیں ف فی الاشباہ والجواہر اباح الراھن للمرتھن اکل الثمار او
سکنی الدار او لبن الشاۃ المرھونۃ فاکلھا لم یضمن ولہ منعہ ثم افاد فی الاشباہ انہ یکرہ للمرتھن الانتفاع بذلک وسیجی اخر الرھن اور اشباہ
اور جواہر میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو درختوں کا پھل کھانا اور گھر کا رہنا اور رہن کی بکری کا دودہ مباح کر دیا سو مرتہن نے وہ کھایا تو اوسپر ان منافع کا تاوان
نہیں اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا بھی جائز ہے پھر اشباہ میں یہہ فائدہ بیان کیا کہ مرتہن کو یہہ نفع لینا مکروہ ہے اور اسکا بیان کتاب الرہن کے آخر
میں آویگا ھھ غالب حال لوگوں کا یہی ہے کہ رہن رکھنے سے انتفاع کا قصد رکھتے ہیں اور اگر فائدہ متوقع نہو تو قرض نہین تو یہہ بمنزلہ شرط کے ہے اسواسطے کہ معروف
کالمشروط ہے یہہ تائید ہے عدم جواز کی کذا فی الطحطاوی ماتت الشاۃ فی ید المرتھن قسم الدین علی قیمۃ الشاۃ ولبنہا الذی شربہ فحظ الشاۃ
یسقط وحظ اللبن یاخذہ المرتھن بکری مرگئی مرتہن کے پاس یعنی وہ بکری جسکے دودہ پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی تو دین قسمت کیا جائیگا
بکری اور اوسکے دودہ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا تو بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودہ کا حصہ مرتہن لیگا ھھ ایکمرد نے بکری گرو رکھی اور مرتہن کو اوسکا
دودہ مباح کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہے اور اوسپر ضمان نہیں پھر اگر بکری اسکے بعد مرگئی تو دین کی قسمت ہوگی بکری اور دودہ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ
ساقط ہوگا دین سے اور دودہ کے حصہ کو مرتہن راہن سے پھر لیگا اسواسطے کہ مرتہن کا پینا راہن کے اذن سے بمنزلہ راہن کے پینے کے ہے کذا فی التتارخانیہ طحطاوی نے
یہہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہے اوسکی عبارت میں کچہہ سا قید ہو گیا ہے فلو حصل الانتفاع بہ قبل اذنہ صار متعدیا ولم یبطل الرھن بہ
پھر اگر مرتہن نے مرہون سے فائدہ حاصل کیا قبل از اذن راہن کے تو وہ متعدی ہوگیا اور رہن باطل نہوگا اوسکی اس تعدی سے واذا طلب المرتھن دینہ
امر باحضار رھنہ لئلا یصیر مستوفیا مرتین اور جبکہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اوسکو مرہون کے حاضر کر دینے کا حکم ہوگا تاکہ وہ دوبار مستوفی
نہ ٹھیر جاوے ھھ اسواسطے کہ رہن کا قبضہ استیفا کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا باوجود قیام مرہون کے استیفا جائز نہیں اسواسطے کہ اسمین تکرار استیفا لازم آتا ہے اوس
صورتمین جبکہ مرہون ہلاک ہو جاوے مرتہن کے پاس اور یہہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی الا اذا کان لہ حمل او مؤنۃ لانہ لم یاتمنہ سشرح مجمع
مگر اوس صورتمین احضار رہن ضرور نہیں جبکہ مرہون حاضر کرنے کیواسطے بار برداری کی حاجت ہو یا مرہون کسی معتمد کو پاس رکھا ہو اسواسطے کہ راہن نے مرتہن
کو معتمد نہ سمجھا تب دوسرے کے پاس رکھا کذا فی شرح المجمع فان احضرہ سلم لہ کل دینہ اولا ثم سلم المرتھن رھنہ تحقیقا للتسویۃ پھر اگر مرتہن نے
مرہون کو حاضر کر دیا تو اوسکا پورا دین اوسکو دیا جاویگا پہلے پھر مرتہن اوسکی مرہون کو تسلیم کرے تاکہ تعیین حق میں برابری ثابت ہو جاوے ھھ یعنی حق
مرتہن دین میں متعین ہو جاوے جیسے راہن کا حق مرہون میں متعین ہے یہہ علت ہے احضار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہہ علت ہے کہ رہن محبوس ہے استیفا
دین کیواسطے تو جبتک دین حاصل نہوگا مرتہن دفع مرہون کا مامور نہوگا وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد الرھن فکذلک الحکم ان لم یکن للرھن
حمل او مؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضرہ لان الواجب علیہ التسلیم بمعنی التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا
عقد رہن کے غیر شہر میں تو اسیطرح احضار کا حکم ہے اگر مرہون کے لانے میں بار برداری کی مشقت نہو اور اگر اوسکے لانے میں مشقت ہو تو دین اوسکو دیا جائیگا

اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نکرے اسواسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون بمعنی تخلیہ واجب ہے نہ نقل کرنا مرہون کا ایک مکان سے دوسرے مکان کیطرف
ونقل القہستانی عن الذخیرۃ انہ لو لم یقدر علی احضارہ اصلا لامر قیامہ لم یؤمر بہ انتہی فلیحفظ اور قہستانی نے ذخیرہ سے یہہ نقل کیا
کہ اگر مرتہن مرہون کو حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اوسپر حاضر کرنیکا حکم نہوگا انتہی قولہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگرچہ
مرتہن عقد رہن کے شہر مین ہو ولکن للراہن ان یحلفہ باللہ ما ہلک ولیکن راہن کو اختیار ہے کہ مرتہن سے قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہے
تلف نہین ہوا ہے یعنے درصورت عدم احضار وھذا کلہ اذا ادعی الراہن ہلاکہ اما اذا لم یدع فلا فائدۃ فی احضارہ وکذا الحکم عند کل
نجم حل اور یہہ سب مذکور اوسوقت ہے جبکہ راہن مرہون کے تلف ہو جانیکا دعوی کرتا ہو اور اگر ہلاکی کا مدعی نہو تو مرہون کے حاضر کرنے مین
کچھہ فائدہ نہین ہے اور یہی حکم ہے ہر ایک اوس قسط کے نزدیک جسکی مدت پونہچ گئی ھم یعنی اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت
آوے اور مرتہن بقدر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر احضار مرہون کا جبر نہوگا کما حررہ ابن الشحنۃ وقال ــہ ولا دفع ما لم یقبض الراہن
اذا کان ہ بغیر مکان العقد وللحمل کلفۃ چنانچہ مضمون مذکور کو ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے تحریر کیا ہے اور یون کہا ہے اور تمام دین کا دینا
راہن کو لازم نہین جبتک مرتہن مرہون کو حاضر نکرے یا کہ مرتہن ہو عقد رہن کے غیر شہر مین اور حالانکہ اوسکی باربرداری مین دشواری ہے یعنی
درصورت عدم دشواری غیر شہر مین بھی حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہو ســہ کذا النجم او لا دون دعوی قد تبینہ + ھکذا
وھذا فی الہدایۃ یذکر اسیطرح قسط کا حکم ہے کہ بدون احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہین یا کہ مرتہن پر احضار رہن لازم نہین بدون
دعوی ہلاک راہن کے اور یہہ تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ مین مذکور ہے ھم یہہ تو یہہ قول اشارہ ہے ہدایہ اور نہایہ کے اختلاف کا ہدایہ مین یون ہے
کہ جیسے استیفاء کل دین کیواسطے احضار مرہون ضرور ہے ویسے ہی استیفاء ہر قسط کیواسطے احضار لازم ہے بسبب احتمال تلف ہو جانے کے اور نہایہ اور زیادات
مین ہے کہ اگر راہن مدعی ہلاک ہے تو احضار ضرور ہے تا اوسکی خاطر جمع ہو جاوے ورنہ احضار مین کچھہ فائدہ نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا او لا یکلف مرتہن
قد طلب دینہ احضار رہن قد وضع عند العدل بامر الراہن اور جس مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہوگا اوس مرہون کے حاضر کرنیکا
جو اوسنے رکھا ہے معتبر شخص کے پاس راہن کے امر سے یعنی اسواسطے کہ راہن نے مرتہن پر اعتماد نہین کیا تب اوسنے دوسرے کے پاس رکھا ولا احضار ثمن
رہن باعہ المرتہن بامرہ ای بامر الراہن حتی یقبضہ لانہ لا قدرۃ لہ علی ذلک اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اوس مرہون کے ثمن حاضر کرنیکا جسکو مرتہن نے بیچڈالا
تھے راہن کے امر سے یہانتک کہ ثمن پر قبضہ کرے عدم احضار ثمن کی وجہہ اذن ہے راہن کا بیع کیواسطے وحینئذ فاذا قبضہ ای الثمن یکلف
احضارہ لقیام البدل مقام المبدل اور اسوقت مین جبکہ مرتہن ثمن پر قبضہ کرگیا تو ثمن حاضر کرنیکا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام
مبدل کے ھم بدل ثمن ہے اور مبدل مرہون یعنی جیسے مرہون کا حاضر کرنا وقت طلب دین لازم ہے اسیطرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم
ہوگا کیونکہ وہ بدل ہے مرہون کا ولا یکلف مرتہن معہ رہنہ تمکین الراہن من بیعہ لیقضی دینہ بثمنہ لان حکم الرہن الحبس الدائم
حتی یقبض دینہ اور جس مرتہن کے ساتھہ مرہون ہے وہ اسکا مکلف نہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تا وہ اپنا دین اوسکی ثمن سے ادا کرے
اسواسطے کہ رہن کا حکم دائمی حبس ہے تا قبض دین ولا یکلف من قبض بعض دینہ او ابرأ بعضہ تسلیم بعض رہنہ حتی یقبض البقیۃ من
الدین او یبرئہا اعتبارا بحبس المبیع اور جس مرتہن کا کچھہ دین ادا کیا گیا یا اوسنے کچھہ دین معاف کر دیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف نہوگا
جبتک وہ قبضہ نکرلیگا اپنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کردیا حبس مبیع کے قیاس پر ھم یعنی اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جبر نہین تسلیم
مبیع کا اسیطرح بعض دین کے قبض یا ابراء سے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہین ویحفظ المرتہن ان یحفظہ بنفسہ وعیالہ کالودیعۃ
اور مرتہن پر یہہ واجب ہے کہ مرہون کی حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل وعیال سے جسطرح ودیعت کی حفاظت واجب ہے ھم حفظ عیال مین ساکنت
معتبر ہے نہ نفقہ اور اگر زوجہ مرہون اپنے زوج کے حفظ مین دے تو اوسپر ضمان نہین اگرچہ زوجہ پر زوج کا نفقہ نہین کذا فی الحموی وضمن ان حفظ

بتغيير هيئته كما مر فيها اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے اوسکی حفاظت کرادیگا چنانچہ کتاب الودیعۃ مین گذر گیا اور ضمان سے غرض کل ضمان
مراد ہے نہ رہن کا ضمان كذا في الطحطاوي ويضمن بايداعه واعارته واجارته واستخدامه وتعديه كل قيمته فيسقط الدين بقدره اور
مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اوسکی ودیعت رکھنے اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور تعدی سے مرہون کی تمام قیمت کا تو دین ساقط
ہوجاویگا بقدر اوسکے یعنے اور باقی کا مطالبہ کریگا راہن پر وكذا يضمن كل قيمته بجعل خاتم الرهن في خنصره لا سواه بجعل فصه لباطن كفه او لا به
برجندي اليسرى او اليمنى على ما اختاره القهستاني اور اسیطرح مرتہن تاوان دیگا پوری قیمت کا رہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی بائین یا داہنی چھنگلی مین
بنا بر اوس قول کے جسکو قہستانی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی کے نگین کو اپنی باطن کف مین کرے یا نکرے اسیکا فتوی ہے كذا في البرجندي هم ضمان اسواسطے
لازم آیا کہ یہہ استعمال ہے نہ حفاظت لكن قدمنا في الحظر عن البرجندي فيها انه شعار الروافض وانه يجب التحرز عنه فتنبه قلت لكن جرت
العادة في زماننا بلبسه كذلك فينبغي لزوم الضمان قياسا على مسئلة السيف الاتية فليحرر لیکن ہمنے کتاب الحظر مین مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے
کہ داہنی چھنگلی مین انگوٹھی پہننا رافضیون کی علامت ہے اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو آگاہ رہنا مین کہتا ہون لیکن ہمارے زمانہ مین تو داہنی چھنگلی مین انگوٹھی
پہننے کی عادت جاری ہوگئی ہے تو لازم ہونا ضمان کا لازم ہے مسئلہ سیف پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے لا بجعله في
اصبع اخرى الا اذا كان المرتهن امرأة فتضمن لان النساء يلبسن كذلك فيكون استعمالا لا حفظا ابن كمال معزيا للزيلعي
ضمان لازم نہوگا سوا ہے چھنگلی کے دوسری اونگلی مین پہننے سے مگر جسصورت مین مرتہن عورت ہوگی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دیگی اسواسطے کہ
عورتین اسیطرح چھنگلی کے سوا اور اونگلیون مین بھی پہنتی ہین تو اونکے حق مین یہہ استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہہ ذکر کیا ہے زیلعی کیطرف نسبت کرکے
هم یہہ جو کہا کہ اور اونگلی کے پہننے سے ضمان لازم نہوگا تو مراد یہہ ہے کہ ضمان غصب لازم نہوگا اور یہہ نہیں کہ اصلا ضمان لازم نہوگا بلکہ اسقدر جتنا تلف ہو
سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اوسقدر ضمان لازم آویگا كذا في الطحطاوي ومثله تقلد سيفي الرهن لا الثلاثة فان الشجعان يتقلدون في
العادة بسيفين لا الثلاثة اور انگوٹھی کی مانند دو تلوار رہن کی باندھنا ہے نہ تین تلوار رہن کی اسواسطے کہ بہادر عادت مین دو تلوارین باندھتے ہین نہ تین تلوارین
یعنے اگر رہن کی دو تلوارین باندھین تو ضمان لازم ہوگا کیونکہ یہہ استعمال ہے اور اگر تین تلوارین باندھین تو ضمان لازم نہوگا کیونکہ یہہ حفاظت ہے نہ استعمال
وفي لبس خاتمه اي خاتم الرهن فوق اخر يرجع الى العادة فان كان ممن يتجمل بلبس خاتمين ضمن والا كان حافظا فلا يضمن
اور رہن کی انگوٹھی پہننے مین دوسری انگوٹھی پر عادت کیطرف رجوع کیا جاویگا تو اگر مرتہن ان لوگون سے ہے جو تجمل اور آرایش کرتے ہین دو انگوٹھیان
پہنکر تو تاوان دیگا اور اگر ان لوگون مین نہین ہے تو محافظ ٹھہریگا تو ضمان نہ دیگا ثم ان قضاها اي بالقيمة المذكورة من جنس الدين
بالقيمة فقضاها بمجرده اي بمجرد القضاء بالقيمة اذا كان الدين حالا وطالب المرتهن الراهن بالفضل لو كان ثمة فضل پھر اگر مرتہن نے
قیمت مذکور ادا کی دین کی جنس سے تو ادا ہی ضمان اور دین دونون ملکر برابر ہوجاوینگے اور اگر ادا کی قیمت سے جسوقت کہ دین فی الحال ہو نہ میعادی اور مرتہن راہن
سے زائد کا مطالبہ کریگا اگر دین زیادہ ہوگا قیمت سے هم دراہم اور دنانیر دو جنسین مختلف ہین چنانچہ صدر الشریعہ نے تصریح کی ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے
كذا في الطحطاوي وان كان الدين مؤجلا اضمن المرتهن قيمته وتكون رهنا عنده فاذا حل الاجل اخذه بدينه اور اگر دین میعادی ہو تو مرتہن اوسکی
قیمت کا تاوان دیگا اور قیمت مذکور مرتہن کے پاس رہن رہیگی پھر جب ادا کی تو مرتہن اوسکو لیگا اپنے دین کے بدلے ثم ان قضاه بالقيمة من خلاف
جنسه كان الضمان رهنا عنده الى قضاء دينه لانه بدل الرهن فاخذ حكمه اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی خلاف جنس دین کے تو تاوان رہن
رہیگا مرتہن کے پاس اوسکے دین کے ادا ہونے تک اسواسطے کہ تاوان بدلا ہے مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا جیسے رہنے مین واجرة بيت حفظه وحافظه
ومأوى الغنم على المرتهن اور مرہون کی حفاظت کے گھر کا کرایہ اور اسکی نگہبانی کی اجرت اور بھیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہے واجرة
راعيه لو حيوانا ونفقة الرهن والخراج والعشر على الراهن اور مرہون کو چرانے والے کی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور عشر

زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہے ولاصل فیہ ان کل ما یحتاج الیہ لمصلحۃ الرہن بنفسہ وتبقیتہ فعلی الراہن لانہ ملکہ وکل ما کان لحفظہ فعلی
المرتہن لان حبسہ لہ اور قاعدہ کلیہ اسمین یہہ ہو کہ جو چیز ذات مرہون اور اوسکو باقی رکہنے کی مصلحت کیواسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب
ہو اسلیے کہ مرہون راہن کی ملک ہو اور جو چیز مرہون کی محافظت کیواسطے ہو سو وہ مرتہن پر لازم ہو اسواسطے کہ اوسکا محبوس رہنا اوسیکے حق کیواسطے ہے ھم
نفس مرہون کے محتاج الیہ چنانچہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانیوالیکی اور چارا اور باغ کی سچائی وغیر ذلک من المصالح ولکن
انہ لا یلزم شیئ منہ لو اشترط علی الراہن قہستانی عن الذخیرۃ اور یہہ جان رکہہ کہ جو چیز مرتہن پر لازم ہو اوسمین سے کچہہ لازم نہوگا اگر
مرتہن راہن پر شرط کرے کذا فی القہستانی عن الذخیرہ ھم چنانچہ زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر لازم ہے بشرطیکہ مرتہن باعث زخم
لگا ہو تو شرط کرنے سے یہہ امور راہن پر لازم ہونگے کذا فی الطحطاوی عن القہستانی وا ما مؤنۃ ردہ کجعل آبق ورد جزء منہ کمداواۃ جرحہ اسے
یرد الی المرتہن فتنقسم علی المضمون والامانۃ فالمضمون علی المرتہن والامانۃ مضمونۃ علی الراہن لو قیمتہ اکثر من الدین اور مرتہن کو اپر
مرہون کے پہیرلانے کا خرچ چنانچہ غلام گریختہ کے لانیوالیکا اجر یا اوسکی کسی جزء کے پہیرلانے کی اجرت چنانچہ عضو زخمی کا معالجہ سو منقسم ہو مضمون اور امانت
پر سو جسقدر مضمون ہو اوسقدر کا خرچ مرتہن پر ہو اور امانت کا خرچ راہن پر ہے بشرطیکہ مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو ھم مثلا دین سو درم ہے اور
غلام مرہون کی قیمت دو سو درم ہو تو سو درم کا ضمان مرتہن پر ہے اور زیادہ دین سے امانت ہے سو اگر غلام گریختہ کے پہیرلانے مین دس درم صرف ہوئے
تو نصف مرتہن پر لازم ہونگے اور نصف راہن پر والا فعلی المرتہن اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہین یعنی قیمت دین کی برابر ہو یا کم ہو تو اوسکا
خرچ پہیرلانیکا مرتہن پر ہے نہ راہن پر وکذا معالجۃ امراضہ وقروحہ وفداء جنایتہ اور اسیطرح کا حکم ہے معالجہ امراض اور قروح اور فدیہ جنایت کا
وکل ما وجب علی احدہما فاداہ الاخر کان متبرعا الا ان یامرہ القاضی بہ ویجعلہ دینا علی الاخر فحینئذ یرجع ویجرد امر القاضی
بلا نص علی جعلہ دینا علیہ لا یرجع کما فی الملتقط اور جو چیز مرتہن یا راہن پر واجب ہو پہر دوسرا اوسکو ادا کرے تو وہ متبرع ہوگا اوسکا دعوی
نہین کرسکتا مگر یہہ کہ قاضی اوسکو اسکا حکم کرے اور اوسکو دین ٹہرادے دوسرے پر تو اسوقت مین وہ دوسرے سے اپنا خرچ پہیر لیگا اور بمجرد امر قاضی کے بدون اسکا
نص کے کہ اوسکو دوسرے پر دین ٹہرادے رجوع نہین کرسکتا چنانچہ یہہ ملتقط مین مصرح ہے وعن الامام لا یرجع لو صاحبہ حاضرا مطلقا خلافا للثانی
وہی مسئلۃ الحجر زیلعی اور امام سے ایک روایت یون ہے کہ خرچ کرنیوالا رجوع نکریگا اگر اوسکا ساتہی موجود ہے مطلقا رجوع نہین خواہ قاضی امر کرے یا نکرے
برخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک امر اور بدون امر ہر طرح رجوع ہے اور یہہ حجر کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ھم یعنی امام کے نزدیک مکلف حاضر پر قاضی حجر
نہین کرسکتا اور ابو یوسف کے نزدیک قاضی کو اسکا اختیار ہے فتاوی عالمگیری مین جواہر اخلاطی سے منقول ہے کہ قول اول پر فتوی ہے یعنی بامر قاضی ایک
دوسرے سے اپنا خرچ پہیر لیگا کذا فی الطحطاوی وقال الراہن المرہون غیر ہذا وقال المرتہن بل ہذا ہو الذی رہنتہ عندی فالقول للمرتہن لانہ
القابض راہن نے کہا کہ یہہ میرا مرہون نہین اور مرتہن نے کہا کہ یہہ وہی مرہون ہے جسکو تونے میرے پاس رہن رکہا تہا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اسلیے
کہ وہ قابض ہے اور قول معتبر نہین مگر قابض کا بخلاف ما لو ادعی المرتہن ردہ علی الراہن بعد قبضہ فان القول للراہن لانہ المنکر برخلاف
اس صورت کے کہ اگر مرتہن نے اوسکی پہیر دینے کا دعوی کیا اپنے قبضہ کرنیکے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے یعنی رد عارض
مرہون کا وہ منکر ہے فان برہنا فللراہن ایضا دیسقط الدین لاثباتہ الزیادۃ پہر اگر راہن اور مرتہن گواہ گذرانین تو بہی راہن ہی
کو مقبول ہونگے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرتہن کا ساقط ہوجاویگا ولو قبل قبضہ فالقول للمرتہن لانکارہ دخولہ فی ضمانہ اور اگر اختلاف
ہوا اوسکی مقبوض ہونے سے پہلے یعنی مرتہن کہتا ہو کہ مرہون تلف ہوگیا راہن کے پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن کہتا ہو بلکہ تیرے قبضہ کرنیکے بعد تلف
ہوا تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکی دخول فی الضمان کا منکر ہے کذا فی الطحطاوی عن البزازیہ وان برہنا فللراہن لاثباتہ الضمان بزازیہ
اور اگر دونون اپنے دعوی پر گواہ لادین تو راہن کے گواہ مقبول ہونگے بسبب اوسکی ثابت کرنے ضمان کے کذا فی البزازیہ یجوز للمستقرض ان یرہن

إذا كان الطريق آمنا كما في الوديعة وإن كان له حمل ومؤنة اور مرتہن کو جائز ہے مرہون کا سفر میں لیجانا جبکہ راہ بےخوف ہو جیسے ودیعت کو
سفر میں لیجانا بشرط امن طریق جائز ہے اگرچہ مرہون کے لیجانیکے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو وكذا الانتقال من البلد وكذا العدل الذي
الرهن في يده كما في العمادية معزيا للعدة على خلاف ما في فتاوى القاضيين ولعل ما في العدة قول الامام وما في الفتاوى قولهما كما يفيده
كلام القنية اور اسیطرح مرہون کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لیجانا درست ہے اگرچہ مدت سفر نہو اور اسیطرح اوس معتمد شخص کو سفر جائز ہے جسکے قبضہ میں
مرہون ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے عدہ سے منقول برخلاف دو قاضیوں کے فتاوی یعنی قاضیخان اور قاضی ظہیر الدین کے فتاوی کی اور شاید کہ جو روایت عدہ
میں ہے وہ امام کا قول ہے اور جو دونوں فتاوی میں ہے وہ صاحبین کا قول ہے چنانچہ یہہ مفہوم ہوتا ہے قنیہ کے کلام سے ھم شاید انہوں کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے
کہ فتاوی قاضی خان میں قول صاحبین کا صریحا مذکور ہے كذا في الطحطاوي **فائدة** في الحديث إذا عمي الرهن فهو بما فيه قالوا معناه إذا
اشتبهت قيمته بعد هلاكه بأن قال كل لا أدري كم كانت قيمته فهو بما فيه من الدين كما ذكره المصنف أول الباب **فائدہ** حدیث میں ہے
کہ جب رہن دکھائی نہ پڑے تو وہ بعوض اوس دین کے ہے جسمیں وہ مرہون ہے شراح حدیث نے کہا مطلب حدیث کا یہہ ہے کہ جب مرہون کی قیمت مشتبہ ہوا اوسکے
ہلاک ہو جانیکے بعد اسطرحپر کہ راہن اور مرتہن ہر ایک کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ اوسکی قیمت کتنی تھی تو مرتہن تاوان دیگا اوسقدر دین کا جسقدر میں وہ رہن تھا
یعنی دین راہن سے ساقط ہو جاویگا جبکہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہو جاے ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے شرح میں کتاب الرہن کے شروع میں ھم یہہ حدیث مسند اور
مرسل ہر دونوں طرح مروی ہے مسند کی تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہے اور مرسل کی ابو داؤد نے اپنی مراسیل میں روایت کی ہے میں کہتا ہوں مرسل
ابو داؤد صحیح ہے بقول حافظ ابن قطان كذا في العيني شرح الهداية

باب ما يجوز ارتهانه وما لا يجوز

یہہ باب اون مسائل میں ہے
کہ کون چیز کا رہن رکہنا جائز ہے اور کسکا جائز نہیں لا يصح رهن مشاع لعدم كونه مميزا كما مر صحیح نہیں رہن رکہنا مشاع یعنی غیر مقسوم کا اوسکے
ممتاز اور جدا نہونیکے سبب چنانچہ شروع میں گذر گیا مطلقا مقارنا او طارئا من شريكه او غيره يقسم او لا مشاع کا رہن مطلقا صحیح نہیں
خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہو گیا خواہ اپنے شریک سے اوسکو رہن رکہو یا اور اجنبی سے مشاع قسمت پذیر ہو یا نہو فهو الصحيح انتهى فاسد
يضمن بالقبض وجوزه الشافعي یہہ دریافت کرنا چاہیئے کہ مذہب صحیح یہہ ہے کہ رہن مشاع کا باطل نہیں فاسد ہے مرتہن پر اوسکا ضمان قبضہ کرنے سے لازم ہوگا
اور رہن مشاع کو امام شافعی نے جائز کہا ہے ھم انعقاد رہن کی شرط یہہ ہے کہ مال ہو اور اوسکے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرائط جواز کی پائی گئی تو رہن
صحیح منعقد ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہوتی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہان رہن مال نہو چنانچہ آزاد یا خمر ہو یا مقابل اوسکے مال مضمون نہو تو رہن اصلا
منعقد نہوگا اوسکا رہن باطل ہے وفي الاشباه ما قبل البيع قبل الرهن الا في اربعة المشاع والمشغول والمتصل بغيره والمعلق عتقه
بشرط قبل وجوده فعلى المدبر فيجوز بيعها لا رهنها اور اشباہ میں ہے کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہے وہ رہن بھی قبول کرتی ہے یعنی جس چیز کی بیع صحیح ہے
اوسکا رہن رکہنا بھی صحیح ہے سوای چار چیزون کے مشاع اور مشغول اور متصل بغیر اور وہ غلام جسکا عتق معلق ہوا ہے کسی شرط سے قبل اوسکے
وجود کے سوای غلام مدبر کے تو ان چارون کی بیع تو جائز ہے رہن رکہنا انکا جائز نہیں ھم مشغول کو مطلق کہا حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مشغول
بملک راہن مانع نہیں ہے اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہے اور عتق معلق کی صورت یہہ ہے کہ مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اگر اس گہر میں داخل ہوگا تو تو آزاد
ہے تو اوسکی بیع تو درست ہے مگر رہن درست نہیں ان مگر مدبر مطلق کی بیع بھی درست نہیں لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہے كذا في الطحطاوي وفيها
الحيلة في جواز رهن المشاع ان يبيعه النصف بالخيار ثم يرهنه النصف ثم يفسخ البيع قال المصنف وفيه نظر ولعله متفرع
على الضعيف في الشيوع الطارئ اور اشباہ میں جواز رہن مشاع کا حیلہ مذکور ہے کہ نصف مشاع کی بیع بشرط خیار کے کرے پہر مشتری کے
پاس نصف باقی کو رہن رکہے پہر بائع شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کر ڈالے مصنف نے شرح میں کہا کہ اسمین اعتراض ہے اور شاید کہ حیلہ متفرع ہے شیوع
طاری میں ضعیف قول پر ھم برہان میں ابو یوسف کا ضعیف قول یون مذکور ہے کہ شیوع طاری بقاء حکم رہن کا مانع نہیں كذا في الطحطاوي

قلت بل ولا علی الصحیح لانہ بالخیار لا یخلو اما ان یبقی فی ملکہ او یعود لملکہ وعلی کل یکون رھن المشاع ابتداءً کما بسطہ
فی تنویر البصائر قنیہ میں کہتا ہون بلکہ وہ بنا بر قول صحیح کے ضعیف قول پر بھی متفرع نہین ہوسکتا اسواسطے کہ شرط خیار سے دو حال سے خالی نہین
کہ یا تو باقی رہیگا اوسکی ملک مین یا اوسکی ملک کیطرف عود کریگا اور ہر حال مین مشاع کا رہن ابتدا سے ہوگا چنانچہ مشرح بیان کیا ہے اسکو تنویر البصائر مین تو خبردار
ہو ہنا ھم شرف الدین غزی کی تنویر البصائر حاشیہ اشباہ والنظائر مین مذکور ہے کہ یہہ حیلہ اسپر متفرع ہے کہ شیوع طاری مضر نہین بلکہ ظاہر امام
بھی متفرع نہین ہوسکتا اسواسطے کہ جب بائع نے بیع کی اس شرط پر کہ مجکو اختیار ہے تو مبیع بائع کی ملک سے باہر نگیا پھر جب اوسکی ملک سے باہر نگیا تو
اوسنے اپنے بعض ملک کو رہن رکہا تو رہن مشاع ابتدا سے ثابت ہوا اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبین کے قول پر بنا بر ہے اسواسطے کہ انکی
نزدیک ملک مشتری مین داخل ہوگیا تو رہن رکہنا مشاع کا اپنی شریک کے پاس لازم آیا اور وہ جائز نہین اور امام کے قول پر اگرچہ مدت خیار مین ملک
مشتری مین داخل نہین ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری کی ملک مین داخل ہوگا یا بائع کے ملک مین عود کریگا اور ہر حال مین رہن مشاع کا ابتدا سے
ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت والحیلۃ الصحیحۃ ما فی حیل منیۃ المفتی اراد رھن نصف دارہ مشاعا یبیع نصفہا من طالب الرھن
ویقبض منہ الثمن علی ان المشتری بالخیار ویقبض الدار ثم ینقض البیع بحکم الخیار فیبقی فی یدہ بمنزلۃ الرھن بالثمن واعتمدہ
ابن المصنف فی زواھر الجواھر مین کہتا ہون اور صحیح حیلہ جواز رہن مشاع کا وہی ہے جو منیۃ المفتی کے حیلون مین مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے گہر مین
نصف غیر مقسوم کے رہن رکہنے کا ارادہ کیا تو اوسکی نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اوس سے ثمن اوسکا اس شرط پر کہ مشتری کو اختیار ہے
اور مشتری گہر پر قبضہ کرے پھر بیع کو توڑ دے بحکم خیار کے تو نصف گہر مشتری کے قبضہ مین باقی رہیگا بمنزلہ رہن بعوض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ صالح
ابن مصنف نے زواہر الجواہر مین اعتماد کیا ہے ھم اور اسیطرح حموی نے حاشیہ اشباہ مین اس حیلہ کو ثابت رکہا منح الغفار مین ہے کہ اگر مشتری کے
پاس تلف ہوگا تو اوسکے برابر ثمن ساقط ہوگا اور اگر عیبدار ہوجاویگا تو اوسکے حساب کے موافق ثمن گہٹ جاویگا وفیہا الشیوع الثابت ضرورۃ
لا یضر لما فی الولوالجیۃ ولو جاء بثوبین وقال خذ احدھما رھنا والاخر بضاعۃ عندک فان نصف کل منھما یصیر رھنا بالدین
لان احدھما لیس باولی من الاخر فیشیع الرھن فیھما بالضرورۃ فلا یضر اور زواہر الجواہر مین ہے کہ جو شیوع ضرورت کے سبب سے ثابت ہو وہ
رہن کیواسطے مضر نہین اسواسطے کہ ولوالجیہ مین ہے کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ انمین سے ایک کپڑا رہن رکہہ اور دوسرا کپڑا بضاعت رکہہ
اپنے پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف رہن ٹہر جاویگا دین کی عوض اسواسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کیواسطے اولے اور مقدم نہین تو رہن شایع
ہوگا دونون کپڑون مین عدم ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہین کرتا ولا رھن ثمرۃ علی نخل دونہ ولا زرع
ارض او نخل او بناء بدونھا اور جائز نہین رہن رکہنا اوس پہل کا جو درخت پر ہے بدون درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت
کا بدون زمین کے وکذا عکسہا کرھن الشجر لا الثمر والارض لا النخل اور اسیطرح حکم ہے اوسکی عکس مین چنانچہ رہن رکہنا درخت
کا بدون پہل کے اور زمین کا رہن رکہنا بدون درخت کے ھم اور اگر اخراج شجر کی تصریح نکی تو درخت بھی رہن مین بالتبع داخل ہوگا والاصل
ان المرھون متی اتصل بغیر المرھون خلقۃ لا یجوز لامتناع قبض المرھون وحدہ در اور قاعدہ کلیہ ان مسائل مین یہہ ہے کہ جب
مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدایش کے تو رہن جائز نہین بسبب ممتنع ہونے قبض مرہون کے فقط کذا فی الدرر وعن الامام جواز
رھن الارض بلا الشجر اور امام سے ایک روایت یہہ ہے کہ زمین کا رہن بدون درخت کے جائز ہے ولو رھن الشجر بمواضعہا او الدار بما
فیہا جاز ملتقی لانہ متصل اتصال مجاورۃ اور اگر رہن کیا درختونکو اونکے مواضع کے ساتھہ یا گہر رہن کیا اوسکے ساتھہ جو اوسکے اندر ہو تو
جائز ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ متصل ہے باتصال مجاورت اور مقاربت کے وفی القنیۃ رھن دارا او الحیطان مشترکۃ بینہ وبین الجیران
صح فی الحیطان ولا یمنع اتصال المستعمل بالحیطان المشترکۃ لکونہ تبعا اور قنیہ مین ہے کہ ایک گہر رہن رکہا اور حالانکہ اوسکی دیوارین

مشترک ہین فیما بین راہنین اور پڑوسیون کے تو رہن صحیح ہے صحن اور انگنائی مین اور چھت کا متصل ہونا مشترک دیوارون سے مضر رہن کا نہین اسلیے
کہ وہ تابع ہے نہ اصل هم تتمہ مین یون ہی روایت یون ہے کہ رہن صحیح ہی صحن اور چھت اور راہن کی خاص دیوارون مین کذا فی الطحطاوی ولا رہن
الحر والمدبر والمکاتب وام الولد والوقف اور جائز نہین رہن رکہنا آزاد کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف
کا ثم لما ذکر ما لا یجوز رہنہ ذکر ما لا یجوز الرہن بہ فقال ولا بالامانات کودیعۃ وامانۃ پہر جبکہ مصنف نے وہ چیزین ذکر کین جنکا رہن کرنا
درست نہین اب اوسکا ذکر شروع کیا جسکے بدلے رہن رکہنا درست نہین تو مصنف نے یون کہا اور رہن جائز نہین بدلے اماناتون کے چنانچہ ودیعت
اور امانت هم اور اسیطرح عاریت اور مال مضاربت اور مال شرکت کے بدلے رہن رکہنا جائز نہین اسواسطے کہ رہن کا موجب استیفا ہے مرتہن کو واسطے تو
راہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضرور ہے تاکہ قبض مضمون واقع ہو اور استیفا دین اوس سے ہو سکے اور امانت کے قبض مین ضمان
نہین کہ رہن اوسکے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدرک خوف استحقاق المبیع فالرہن بہ باطل بخلاف الکفالۃ کما مر اور رہن
بالدرک جائز نہین استحقاق مبیع کے خوف سے تو رہن بالدرک باطل ہے بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح ہے چنانچہ گذر گیا هم رہن بالدرک اسواسطے صحیح نہین کہ
رہن تو استیفا ہے اور استیفا نہین ہوتا اور جب پہنچنے سے پہلے اسواسطے کہ معنی درک کے تاوان لینا ہے ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے تا ثمن پہیر دینے کا حکم ہو اور
رہن بالدرک کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اوسکا ثمن لے اور مشتری ڈرے کہ شاید یہہ مبیع بائع کے سوا کسی اور شخص کی ملوک نکلے اور ثمن
کے بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکہہ لے قبل از استحقاق کے تو یہہ رہن باطل ہے اور مرہون اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اوسکا
لازم نہ آویگا خواہ درک حاصل ہو یا نہو برخلاف کفالت کی اسواسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہے وجہ فرق یہہ ہے کہ رہن ہوتا ہے استیفا کیواسطے اور استیفا
نہین وجوب سے پہلے اور اضافت وجوب کی زمانہ مستقبل کیطرف جائز نہین اور کفالت تو عبارت ہے التزام مطالبہ سے اور التزام افعال کا اضافۃً مستقبل کیطرف صحیح
ہے ولا بالاعیان مضمونۃ بغیرہا ای بغیر مثل او قیمۃ مثل المبیع فی ید البائع فانہ مضمون بالثمن اذا ہلک ذہب بالثمن اور رہن جائز نہین
عین مضمون بغیرہا کے بدلے یعنی وہ چیز جسکا تاوان مثل یا قیمت سے نہین چنانچہ مبیع بائع کے پاس اسواسطے کہ اوسکا ضمان ثمن ہے جب اگر مبیع بائع کے
پاس تلف ہوگیا تو ثمن جاتا رہا هم بائع نے مشتری کے ہاتھ کوئی چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہے بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبیع کے
رہن رکہی تو یہہ رہن باطل ہے اسواسطے کہ رہن واجب ہوتا دین کے مقابلہ مین اور مبیع بائع کے پاس دین نہین بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے
ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق ہے اور اوسمین ضمان نہین کذا فی الدرر ولا بالکفالۃ بالنفس اور رہن جائز نہین بعوض نفس کے
بدلے یعنی کفیل کا اصیل پر مال واجب نہین جسکے بدلے رہن جائز ہوا اور اگر بالضمان ہوا اور اصیل اوسکے پاس مال کے بدلے کچہہ رہن رکہی تو یہہ رہن
درست ہے کذا فی المنح ولا بالقصاص مطلقا فی نفس وما دونہا اور رہن جائز نہین بدلے قصاص کے خواہ قصاص جان کا ہو یا قصاص
کا اسواسطے کہ استیفا قصاص رہن سے متعذر ہے اور یہہ رہن باطل ہے اسواسطے مرہون یعنی قصاص جب مال نہین تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو ما الاسکا مالی
ضائع ہوگا بخلاف الجنایۃ خطاء لامکان استیفاء الارش من الرہن برخلاف جنایت خطا کے کہ اوسکے بدلے رہن جائز ہے سبب
ممکن ہونے دیت کی مرہون سے یعنی یہان تو مال واجب ہے تو رہن بمقابلہ مال کے جائز ہوگا ولا بالشفعۃ اور رہن جائز نہین بدلے شفعہ کے یعنی رہن
لینا جائز نہین اوس مشتری سے جسپر تسلیم مبیع شفعہ کے سبب سے واجب ہے اسواسطے کہ مبیع کا مشتری پر ضمان نہین ولا باجرۃ النائحۃ والمغنیۃ
اور رہن جائز نہین نوحہ گر اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے اسواسطے کہ اوسکے مقابلہ مین کوئی چیز لازم الضمان نہین کذا فی الدرر ولا بالعبد
الجانی او المدیون ای المستدان یتولیٰ اور رہن جائز نہین غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اسواسطے کہ مالک پر اوسکا ضمان نہین واذا لم یصح
الرہن فی ہذہ الصور فللراہن اخذہ فلو ہلک عند المرتہن قبل الطلب ہلک مجانا اذ لا حکم للباطل فبقی القبض
باذن المالک صدر الشریعۃ وابن کمال اور جبکہ رہن صحیح نہوا ان سب صورتون مین تو راہن کو مرہون کا لینا مرتہن سے جائز ہے پہر اگر

مرہون تلف ہوگیا یا مرتہن کے پاس راہن کے طلب کرنے سے پہلے تو منفعت تلف ہوگیا اسواسطے کہ رہن باطل کیا اسواسطے کچھ حکم ضمان کا نہین تو باقی رہا قبض
مرتہن کا مالک کے اذن سے کذا ذکرہ صدر الشریعۃ وابن کمال ولا رہن خمر وارتہانہا من مسلم او ذمی للمسلم اسے لا یجوز للمسلم
ان یرہن خمرا او یرتہنہا من مسلم او ذمی اور جائز نہین مسلمان کو رہن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رہن لینا مسلمان یا ذمی سے یعنے
مسلمانکو یہ جائز نہین کہ خمر کو رہن دے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لے ھ اسواسطے کہ ایفا اور استیفا حق مسلم مین متعذر ہی اسواسطے کہ مسلم
ممنوع ہے تملک اور تملیک خمر سے ولا یضمن لہ اسے للمسلم مرتہنہا حال کونہ ذمیا اور مسلم راہن کو خمر کا مرتہن ذمی ہوکر تاوان
نہ دیگا یعنی اگر ذمی کے پاس مسلمان خمر کو رہن رکھے اور وہ تلف ہوجائے تو ذمی پر تاوان اوسکا لازم نہوگا اسواسطے کہ خمر مسلم کے حق مین مال ہی نہین
ہی اوسکا تاوان واجب ہو وفی عکسہ الضمان لتقومہا عندہم لا عندنا اور اسکے بالعکس مین ضمان ہے یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان
کے پاس رہن رکھے اور وہ تلف ہوجاوے تو مسلمان پر تاوان دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ خمر ذمیون کے نزدیک مال متقوم ہے نہ ہمارے نزدیک
وصح الرہن بعین مضمونۃ بنفسہا اے بالمثل او بالقیمۃ کالمغصوب وبدل الخلع والمہر وبدل الصلح عن دم عمدا اور صحیح
ہے رہن عین مضمون بنفسہا کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اوسکی مثل سے یا اوسکی قیمت سے لازم ہوتا ہو جیسے مغصوب کی چیز اور بدل خلع اور مہر اور
بدل صلح کا عمد خون سے ھ اسکی تفصیل کتاب الرہن کی شروع مین مذکور ہوچکی اعلم ان الاعیان ثلثۃ عین غیر مضمونۃ اصلا
کالامانات وعین غیر مضمونۃ ولکنہا تشبہ المضمونۃ کمبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسہا کالمغصوب ونحوہ وتمامہ فی الدرر
دریافت کرکہ اعیان یعنی اشیاء غیر دین تین قسم ہین ایک وہ عین ہے جو غیر مضمون ہے یعنی اصلا اوسکا ضمان نہین جیسے امانتین دوسری عین
غیر مضمون ہے لیکن وہ مضمون کے مشابہ ہی جیسے وہ مبیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہے تیسری وہ عین جو مضمون بنفسہا ہی جیسے مغصوب اور
مانند اوسکی اور اسکا پورا بیان درر مین ہی ھ تفصیل اسکی درر مین یون ہی کہ اعیان تین قسم ہین ایک عین تو اصلا مضمون نہین یعنی اوسکا
تاوان نہین جیسے امانات اسواسطے کہ ضمان عبارت ہی رد مثل ہالک سے یعنی جو چیز تلف ہوگئی اوسکی مانند چیز کو پھیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہے یا اوسکی
قیمت پھیر دینا اگر وہ قیمت والی چیز ہے تو امانت اگر تلف ہوجاوے بدون تعدی کے تو اوسکے مقابلہ مین کچھ ضمان نہین یا امانت قصدا کسی نے تلف کی تو وہ
امانت نرہی بلکہ غصب ہوگئی دوسری عین مضمون بنفسہا جیسے مغصوب اور مانند اوسکی اور فقہا اوسکو اعیان مضمونہ بنفسہا کہتے ہین اور علما یہ
کہتے ہین کہ ان اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا ہی اور وجہ اوسکی یہ ہے کہ ضمان عبارت ہی رد مثل ہالک سے یا اوسکی رد قیمت سے جیسے معلوم ہوچکا
اور شئی مثلی یا قیمی کی ہلاکت مین اوسکا مثل یا قیمت متعین ہوگی تو وہ مضمون فی حد ذاتہا ٹھہری قطع نظر عوارض سے تیسری وہ عین ہی جسکا
ضمان نہین لیکن وہ مشابہ مضمون ہی جیسے مبیع بائع کے قبض مین اسواسطے کہ اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اوسکی مثل یا قیمت کا تاوان
نہین لیکن ثمن ساقط ہوجاویگا ذمہ مشتری سے اور ثمن مثل اور قیمت کے مغائر ہی تو بمجرد اس اعتبار کے اوسکو عین مضمون بغیرہ کہا انتہی ما فی الدرر
وصح بالدین الموعود بان رہن لیقرضہ کذا کالف مثلا فلو دفع الیہ البعض وامتنع لا جبر اشباہ اور رہن صحیح ہے مقابلہ
دین موعود کے اسطرح کہ راہن نے کوئی چیز گرو رکھی تا مرتہن اوسکو قرض دے اسقدر جیسے مثلا ہزار درہم پھر اگر مرتہن اوسکو بعض دے یعنی مثلا نصف دے
اور باقی نہ دے تو اوسپر جبر نہین کذا فی الاشباہ ھ دین موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دیگا تو اسقدر
پر مرہون محبوس رہیگا اور دین موعود کا ایفا لازم نہین اسواسطے کہ وعدہ رہن کا حقیقت رہن سے قوی تر نہین حالانکہ عقد رہن کے بعد تسلیم مرہون پر
جبر نہین کذا فی الطحطاوی مختصرا فاذا ہلک ہذا الرہن فی ید المرتہن کان مضمونا علیہ بما وعد من الدین فیسلم الالف للراہن
جبرا اذا کان الدین مساویا للقیمۃ او اقل اما اذا کان اکثر فہو مضمون بالقیمۃ پھر جبکہ یہ رہن مذکور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو مرتہن پر
تاوان لازم ہوگا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ مین مرتہن ہزار درہم راہن کو دیگا زبردستی اوسوقت مین جبکہ دین قیمت مرہون کی برابر

ہوگا یا کمتر اور جبکہ قیمت سے زیادہ ہوگا تو وہ مضمون بقیمت ہے یعنی مرتہن پر قیمت مرہون کا تاوان لازم ہوگا نہ دین کا ھٰذا اذا سمّٰی کذا فی الدرر
فَاِنْ لَمْ یُسَمِّہٖ لَمْ یَکُنْ مَضْمُوْنًا فِی الْاَصَحِّ کَمَا مَرَّ فِی الْمَقْبُوْضِ عَلٰی سَوْمِ الرَّھْنِ بِاَنْ رَھَنَہٗ عَلٰی اَنْ یُعْطِیَہٗ شَیْئًا فَھَلَکَ فِیْ یَدِہٖ ھَلْ
یَضْمَنُ خِلَافٌ بَیْنَ الْاِمَامَیْنِ مَذْکُوْرٌ فِی الْبَزَّازِیَّۃِ وَغَیْرِھَا وَالْاَصَحُّ اَنَّہٗ غَیْرُ مَضْمُوْنٍ وَقَدْ تَقَدَّمَ اَنَّ الْمَقْبُوْضَ عَلٰی سَوْمِ الرَّھْنِ اِذَا لَمْ یُبَیَّنِ
الْمِقْدَارُ غَیْرُ مَضْمُوْنٍ فِی الْاَصَحِّ پہر یعنی دین موعود میں ہلاکی مرہون سے تاوان لازم ہونا اوسوقت ہے جبکہ راہن نے مقدار دین کو معین کردیا ہو
پہر اگر اوسنے معین نکیا ہو تو اوسکا ضمان لازم نہوگا قول اصح میں چنانچہ یہہ گذر گیا اوس مرہون کے بیان میں جسپر قبضہ ہوا طلب رہن پر اسطرح کہ
رہن رکہا اس شرط پر کہ راہن کو مرتہن کچہہ دیدے سو مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ضمان اسمین لازم ہوگا یا نہیں اسمین خلاف ہے دو اماموں میں
جو بزازیہ وغیرہا میں مذکور ہے اور قول صحیح تر یہہ ہے کہ اوسمین تاوان نہیں ہے اور مقرر متن میں مقدم مذکور ہو چکا کہ مقبوض بطلب رہن جبکہ دین کی
مقدار بیان نہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول میں وَصَحَّ بِرَأْسِ مَالِ السَّلَمِ وَثَمَنِ الصَّرْفِ وَالْمُسْلَمِ فِیْہِ اور صحیح ہے رہن سلم کے رأس المال
کے بدلے اور صرف کے ثمن اور مسلم فیہ کے بدلے ھم ہر چند صحت اس رہن کی مطلق دین کی صحت میں داخل تہی لیکن اسکو علیحدہ اسواسطے مصنف
نے ذکر کیا تا مسائل آیندہ اسپر مترتب ہون فَاِنْ ھَلَکَ الرَّھْنُ فِی الْمَجْلِسِ تَمَّ الصَّرْفُ وَالسَّلَمُ وَصَارَ الْمُرْتَھِنُ مُسْتَوْفِیًا حُکْمًا خِلَافًا
لِلثَّلٰثَۃِ پہر اگر مرہون تلف ہوگیا صرف اور سلم کی مجلس میں تو صرف اور سلم کا عقد تمام ہوگیا اور مرتہن پا جانیوالا ٹہر گیا حکما برخلاف ائمہ
ثلثہ کے ھم یعنی مرتہن نے گویا رأس المال اور ثمن صرف کا پا یا اگر مرہون رأس المال کی برابر تہا اور زیادہ تہا تو فاضل اوسکے پاس امانت ہے
اور اگر کم تہا تو بقدر اوسکے مستوفی ہوا اور باقی کو رب السلم سے لے وَاِنِ افْتَرَقَا قَبْلَ نَقْدٍ وَھَلَاکٍ بَطَلَا اَیِ السَّلَمُ وَالصَّرْفُ اور اگر
عاقدین مجلس عقد سے جدا ہوگئے نقد دینے رأس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک ہو جانے سے پہلے تو سلم اور صرف باطل ہوگئے ھم
وجہ بطلان یہہ ہے کہ رأس المال اور بدل صرف میں قبض شرط ہے سو یہان قبضہ حقیقی اور حکمی دونو فوت ہوگئے وَاَمَّا الْمُسْلَمُ فِیْہِ فَصَحِیْحٌ مُطْلَقًا
اور مسلم فیہ تو مطلقا صحیح ہے خواہ مرہون مجلس میں تلف ہوگیا یا بعد افتراق کے اسواسطے کہ مسلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس میں واجب نہیں فَاِنْ ھَلَکَ الرَّھْنُ
تَمَّ الْعَقْدُ وَصَارَ عِوَضًا لِلْمُسْلَمِ فِیْہِ پہر اگر مرہون ہلاک ہوگیا تو عقد سلم تمام ہوگیا اور عوض ہوگیا مسلم فیہ کا وَلَوْ لَمْ یَھْلَکْ وَلٰکِنْ تَفَاسَخَا السَّلَمَ وَبِالْمُسْلَمِ
فِیْہِ رَھْنٌ فَھُوَ رَھْنٌ بِرَأْسِ الْمَالِ اسْتِحْسَانًا لِاَنَّہٗ بَدَلُہٗ فَقَامَ مَقَامَہٗ اور اگر مرہون ہلاک نہوا لیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کردیا اور مسلم
فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ ازروے استحسان کے رأس المال کے بدلے رہن ہوگا اسواسطے کہ رأس المال بدل ہے مسلم فیہ کا تو رأس المال بجاے مسلم فیہ کے قائم
ہوگیا وَاِنْ ھَلَکَ الرَّھْنُ بَعْدَ الْفَسْخِ الْمَذْکُوْرِ ھَلَکَ بِہٖ اَیْ بِالْمُسْلَمِ فِیْہِ فَیَلْزَمُ رَبَّ السَّلَمِ دَفْعُ الْمُسْلَمِ فِیْہِ لِبَقَاءِ الرَّھْنِ حُکْمًا اِلٰی
اَنْ یَھْلِکَ اور اگر مرہون ہلاک ہوگیا فسخ مذکور کے بعد تو مسلم فیہ کے بدلے ہلاک ہوا تو رب السلم کو مسلم فیہ کا دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکما
اوسکے ہلاک ہونے تک ھم یعنی رب السلم پر مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور رأس المال کا لینا واجب ہے اسواسطے کہ رہن مضمون ہے اوسکے بدلے اور البتہ
رہن کا حکم اوسکی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکی سے مسلم فیہ کا مستوفی ہوگیا کذا فی المنح وَلِلْاَبِ اَنْ یَرْھَنَ بِدَیْنٍ عَلَیْہِ عَبْدًا
لِطِفْلِہٖ لِاَنَّ لَہٗ اِیْدَاعَہٗ فَھٰذَا اَوْلٰی لِاَنَّہٗ مَضْمُوْنٌ وَالْوَدِیْعَۃُ اَمَانَۃٌ اور باپکو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکہنا بدلے اوس دین
جو باپ پر ثابت ہے اسواسطے کہ باپ کو اوسکے غلام کا ودیعت رکہنا درست ہے تو رہن رکہنا بطریق اولی درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے رہن کے مرتہن پر تاوان
واجب ہوکر اور ہلاک ہونے ودیعت کے امانت ہوکر بلا تاوان وَالْوَصِیُّ کَذٰلِکَ اور وصی کو بہی اسطرح صغیر کے غلام کو اپنے دین کے بدلے رہن رکہنا جائز
ہے وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَزُفَرُ لَا یَمْلِکَانِ ذٰلِکَ اور ابو یوسف نے کہا کہ باپ اور وصی اسکے مالک نہین یعنی اوسکے غلام کے رہن رکہنے کو ثُمَّ اِذَا ھَلَکَ
ضَمِنَا قَدْرَ الدَّیْنِ لِلصَّغِیْرِ لَا الْفَضْلَ لِاَنَّہٗ اَمَانَۃٌ پہر جبکہ غلام مرہون ہلاک ہو جاوے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دیوینگے نہ زیادہ کا تاوان
اسواسطے کہ زیادہ امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں وَقَالَ الْمُتَمِّرْتَاشِیُّ یَضْمَنُ الْوَصِیُّ الْقِیْمَۃَ لِاَنَّ لِلْاَبِ اَنْ یَنْتَفِعَ بِمَالِ الصَّبِیِّ بِخِلَافِ

الوصی لکن جوزہ فی الذخیرۃ وغیرہا بالتسویۃ بینہما اور تمرتاشی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ باپکو صغیر کے مال سے نفع حاصل کرنا درست ہے برخلاف وصی کے کہ اوسکو درست نہین لیکن ذخیرہ وغیرہ مین باپ اور وصی کے برابر ہونیکا تصریح کیا ہی وللاب ان

یرھن مالہ عند ولدہ الصغیر یدا یدا الصغیر علیہ ای علی الاب اور باپکو جائز ہے اپنا مال رہن رکھنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بدلے اوس دین کے جو صغیر کا دین باپ پر ہے ھم فرزند صغیر کا دین جیسے اوسکی مان کا مہر جو باپ کے ذمہ ہو ویحبسہ لاجلہ ای لاجل الصغیر بخلاف الوصی فانہ لا یملک ذلک سراجیہ اور باپ اوس مرہون کو فرزند صغیر کیواسطے محبوس رکھے برخلاف وصی کے کہ وہ اسکا مالک نہین ہی کذا فی السراجیہ

وکذا عکسہ فللاب رھن متاع طفلہ من نفسہ لانہ لوفور شفقتہ جعل کشخصین وعبارتین کشرائہ مال طفلہ اور سیطرح اسکا حکم ہی اسکے بالعکس یعنی تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکھنا اپنی ذات سے درست ہی اسواسطے کہ باپ وفور شفقت کے سبب سے دو شخص عاقد کی مانند قرار دیا گیا اور اوسکی ایک عبارت بمنزلہ دو عبارت کے قرار دی گئی چنانچہ باپکو خرید کرنا اپنے طفل کا مال جائز ہے یعنی تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ بائع اور مشتری کے ہوگا بخلاف الوصی لانہ وکیل محض فلا یتولی طرفی العقد فی رھن ولا بیع وتمامہ فی الزیلعی برخلاف وصی کے اسواسطے کہ وہ تو وکیل محض ہے تو وہ مالک نہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن مین نہ بیع مین اور اسکا پورا بیان زیلعی مین ہی ھم اصل یہہ ہی کہ ایک شخص رہن اور بیع کے عقد مین ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا لیکن یہہ قاعدہ باپ مین اوسکی وفور شفقت کے سبب سے متروک ہوا اور وصی باپ کی مانند نہین کیونکہ اوسکی شفقت قاصر ہے تو حقیقت سے عدول نہوگا کذا فی الزیلعی ملخصا وصح بثمن عبد او خل او ذکیۃ ان ظہر العبد حرا والخل خمرا والذکیۃ میتۃ اور غلام اور سرکہ اور مذبوحہ کے ثمن کے بدلے رہن صحیح ہی اگرچہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع مین آزاد ہو اور سرکہ شراب اور مذبوحہ مردار ہے ھم فائدہ صحت رہن کا یہہ ہی کہ درصورت ہلاکی مرہون کے مرتہن پر ضمان واجب ہوگا اور اگر رہن باطل ہوتا تو ضایع ہوتا امانت ہوکر کذا فی الطحطاوی وصح ببدل صلح عن انکار ان اقر بعد ذلک ان لا دین علیہ والاصل ما مران وجوب الدین ظاہرا یکفی لصحۃ الرھن والکفیل اور رہن صحیح ہی اوس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اسکے کہ اوسپر دین نہ تھا واقع مین اور قاعدہ کلیہ ہی جو گذر گیا کہ واجب ہونا دین کا ظاہر مین صحت رہن اور کفیل ہونے کیواسطے کفایت کرتا ہی ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے صلح کی انکار سے یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض کوئی چیز رہن رکھدی پھر دونون نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع مین دین نہ تھا تو رہن کا ضمان لازم ہی اور اصل ان مسائل مین یہہ ہی کہ ظاہر مین وجوب دین صحت رہن کیواسطے کافی ہی حقیقۃ واجب ہونا شرط نہین کذا فی الدرر وصح رھن الحجرین والمکیل والموزون اور صحیح ہی رہن رکھنا چاندی اور سونے اور کیلی اور وزنی چیز کا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ محل استیفاء دین مین کذا فی الدرر فان رھن المذکور بخلاف جنسہ ھلک بقیمتہ وھو ظاہر پھر اگر چاندی یا سونا یا کیلی یا وزنی کو رہن رکھا اوسکی جنس کے مخالف سے چنانچہ بعوض کتب یا ثیاب کے اور مرہون ہلاک ہوگیا تو بمقابلہ کتب یا ثیاب کی قیمت کے تلف ہوا اور یہہ تو ظاہر ہے مانند سائر اموال کے وان بجنسہ وھلک ھلک بمثلہ وزنا او کیلا لا قیمۃ خلافا لہما من الدرر اور اگر اشیاء مذکورہ رہن ہوئی اپنی جنس کے ساتھ اور ہلاک ہوگئی تو ہلاک ہوئی بمقابلہ مثل دین کے وزن مین یا کیل مین نہ قیمت مین برخلاف صاحبین کے ھم درصورت اتحاد جنس دین اور مرہون کے امام کے نزدیک تاوان بالمثل ہے وزن یا کیل مین اور صاحبین کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہی نہ وزن یا کیل مثلا بقدر دس درہم کے وزن چاندی رہن رکھی دس درہم کے دین میں اور وہ تلف ہوگئی مرتہن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درہم تھی تو دین ساقط ہوگیا باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر قیمت دس درہم سے کمتر ہے تو امام کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبین کے نزدیک مرتہن پر اوسکی قیمت کا ضمان واجب ہی اسکے خلاف جنس سے کذا فی شرح ملا مسکین ولا عبرۃ بالجودۃ عند المقابلۃ بالجنس فان تساویا فظاہر وان الدین ازید فالزائد فی ذمۃ الراھن وان الرھن ازید فالزائد امانۃ درر وصدر الشریعۃ اور اعتبار نہین مرہون کے جید اور کھرے ہونیکا مقابلہ جنس کے نزدیک پھر اگر دین اور مرہون برابر ہین تو ظاہر ہے یعنی دین ساقط ہوگیا اور اگر دین زیادہ مرہون سے ہی تو زائد راہن کے ذمہ ہے اور اگر مرہون زائد ہی تو وہ امانت ہی یعنی وہ راہن کا ہی اور اگر تلف ہوگیا یعنی مرتہن پر اوسکا

نقصان نہین کذا فی الدرر و صدر الشریعۃ باع عبدًا علی ان یرہن المشتری بالثمن شیئًا بعینہ او یعطی کفیلًا کذلک بعینہ صح۔ غلام بیچا
اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھدے بدلے ثمن کے یا اسیطرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے ھ اگر متعین رہن نہین تو اگر مجلس بیع مین تعیین بائع
اور مشتری متفق ہوگئی تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نکیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہین تو فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی و لا یجبر المشتری
علی الوفاء لما مرّ انّہ غیر لازم اور مشتری پر جبر نہین وعدہ رہن پورا کرنے پر اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا
نہین اور وعدہ رہن کا رہن سے فوق نہین حالانکہ رہن خود لازم نہین تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہوگا و للبائع فسخہ لفوات الوصف
المرغوب فیہ اور بصورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہوجانے وصف مرغوب کے یعنی بائع راضی ہوا تہا شرط مذکور سے تو بدون اوسکے راضی نہوگا
پہر جب اوسکی رضا تمام نہوئی تو اوسکو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رہن پر راضی ہوجاے الا ان یدفع المشتری الثمن حالًا او یدفع قیمۃ الرہن المشروط
رہنًا لحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مرہون مشروط کی قیمت کو رہن رکھدے تو فسخ بیع کا اختیار نرہیگا
بسبب حاصل ہوجانے مقصود کے ھ یہہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہہ ہے کہ شرط مین تو رہن معین مذکور ہے اور قیمت اوسکے خلاف ہے حاصل جواب یہہ ہے کہ
استیفا تو معنی ثابت ہے یعنی قیمت پر اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اوسکی قیمت ہے نہ بعینہ صورت و ان قال المشتری للبائع وقد اعطاہ
شیئًا غیر مبیعہ امسک ہذا حتی اعطیک الثمن فہو رہن لتلفظہ بما ینبئ عن الرہن والعبرۃ للمعانی خلافًا للثانی والثلثۃ اور اگر مشتری نے
سوائے مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اوس سے کہا کہ اسکو رکھہ یہانتک کہ مین تجکو ثمن دون تو وہ رہن ہوگا بسبب بولنے مشتری کے وہ لفظ جو رہن کا فائدہ
دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا بر خلاف ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کے ھ فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ رہن کا لفظ اور اوسکا ادا شرط نہین ولو کان
ذلک الشیء الذی قال لہ المشتری امسکہ ہو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لو بعد قبضہ لانہ حینئذ یصلح ان یکون رہنًا بثمنہ
اگرچہ وہ چیز جسکو مشتری نے کہا کہ رکھہ وہی مبیع ہو جسکو اوسنے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہوگا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہہ کہا ہو اسواسطے کہ
اسوقت مین یعنی قبضہ کرنے کے بعد وہ اسکی صلاحیت رکہتا ہے کہ مرہون ہو بدلے اپنے ثمن کے ھ یعنی جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اوسکی ملکیت اوسمین
متعین ہوگئی یہانتک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہوگا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہوگا و لو قبلہ لا یکون رہنًا لانہ محبوس
بالثمن کما مرّ اور اگر مبیع کے قبضہ کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اسکو رکھہ تا ادای ثمن تو وہ رہن نہوگا اسواسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا
ھ تو اگر مبیع قبل قبض کے تلف ہوگا تو بیع فسخ ہوگی اور ثمن مشتری کے ذمہ پر سے ساقط ہوگا بقی لو کان المبیع مما یفسد کاللحم والثلج فابطأ المشتری
وخاف البائع تلفہ جاز بیعہ وشراؤہ ولو باعہ بازید تصدق بہ لان فیہ شبہۃ باقی رہی یہہ صورت کہ اگر مبیع غیر مقبوض جسکو مشتری نے
بائع کے پاس رہن رکہا اوس قسم کی چیز ہو جو زیادہ ٹہرنے سے بگڑ جاتی ہو چنانچہ گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادائے ثمن مین دیر لگائی اور بائع ڈرا اوس کے
تلف ہوجانے سے تو اوسکا بیچنا اور دوسرے شخص کو اوسکا خرید کرنا جائز ہے اور اگر اوسکو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کردے اسواسطے کہ اسمین شبہہ
ہے غیر کے مال ہونیکا یعنی مشتری کا ھ طحطاوی نے کہا یہہ بھی احتمال ہے کہ یہہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہوا ہو یا نہو رہن رجل عینًا عند رجلین
بدین لکل منہما صح وکلّہ رہن من کل منہما ولو غیر شریکین اور اگر ایکمرد نے کوئی چیز دو مردون کے پاس رہن رکہی بدلے اوس قرض کے جو
دونو کا ہے تو رہن صحیح ہے اور وہ چیز بالکل دونو شخصون کے پاس مرہون ہے اگرچہ دونو شریک نہون ھ یہہ نہین ہے کہ اوسکا نصف ایک شخص کے پاس رہن
ہوا اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے پاس اسواسطے کہ رہن مضاف ہے تمام عین کیطرف بصفقہ واحدہ اور اسمین شیوع نہین اور موجب اوسکا حبس بالدین ہے اور وہ
متجزی نہین تو وہ محبوس ہوا ہر شخص کا اور اسمین کچہہ منافات نہین برخلاف اسکے کہ اگر ہبہ کردے دو شخصونکو تو امام کے نزدیک درست نہین اسواسطے کہ اسمین
سے مقصود ایجاب ملک ہے اور عین واحد مین ہر شخص کی ملک کامل متصور نہین ہو سکتی کذا فی الدرر فان تہایئا فکل واحد منہما فی نوبتہ کالعدل فی حق
الآخر ہذا لو مما لا یتجزأ وان مما یتجزأ فعلی کل حبس النصف فلو دفع لہ کلہ ضمن عندہ خلافًا لہما واصلہ مسئلۃ الودیعۃ

پھر اگر دونو مرتہنون نے مرہون مذکور مین باری باندہ لی تو ہر مرتہن اپنی باری مین شخص عادل کی مانند ہی دوسرے مرتہن کے حق مین کیا وصورتین ہی جبکہ
مرہون اوس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہین کرتا چنانچہ گھوڑا یا غلام اور اگر قسمت پذیر ہو چنانچہ نمک یا گیہون تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم
ہے اگر ایکدوسرے کو بالکل مرہون دیگا تو امام کے نزدیک دوسرے کا تاوان لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے
کذا فی الزیلعی ھم دافع پر ضمان غصب لازم آویگا زیلعی مین ہے کہ جب شے قابل قسمت دو شخصون کے پاس ودیعت رکھی سو ایک مودع نے دوسرے کو بالکل دی
تو دافع پر ضمان لازم آویگا خلافا للصاحبین ولو هلك ضمن كل حصته لتجزی الاستیفاء اور اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنے
حصہ دین کے تاوان دیگا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا مستوفی ہوگیا اسواسطے کہ استیفا متجزی ہے
کذا فی الدرر فان قضی دین احدهما فكله رهن للآخر لما مر ان كل العين رهن في يد كل منهما بلا تفرق پھر اگر راہن نے ایک
مرتہن کا دین ادا کر دیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہیگا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھ مین رہن ہو بلا تفرق یعنی بلا
تجزی وان رهنا رجلا رهنا واحدا بدین علیهما صح بكل الدين وجميعه الى استيفاء كل الدين اذ لا شيوع اور اگر
دو شخصون نے ایک مرد کے پاس ایک چیز رہن رکھی عوض اوس دین کے جو دونو پر ہے تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرہون کو اپنے پاس
رکھیگا تمام دین کے حاصل ہونے تک اسواسطے کہ اسصورت مین شیوع نہین ہے ھم اسواسطے کہ قبض رہن تمام مرہون مین بلا شیوع حاصل ہی کذا فی الدرر
ولو رهن عبدين بالف لا يأخذ احدهما بقضاء حصته لحبس الكل بكل الدين كالمبيع في يد البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض
ہزار کے رہن رکھے تو راہن ایک غلام کو اوسکا حصہ ادا کر کے نہین لیگا بسبب محبوس ہونے دونو غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالا جیسے مبیع محبوس رہتا
ہے بائع کے پاس تا ادائے کل ثمن فان سمى لكل واحد منهما شيئا من الدين له ان يقبض احدهما اذا ادى ما سمى له بخلاف البيع
لتعدد العقد بتفصيل الثمن في الرهن لا البيع هو الاصح اور اگر راہن نے ہر غلام کیواسطے کچھ دین مقرر کر دیا یعنی مثلا یون کہا کہ یہہ غلام
بعوض ۴۰۰ درم کے رہن رکھتا ہون اور وہ غلام بعوض ۶۰۰ کے رکھتا ہون تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے جبکہ ادا کرے اوسقدر دین جو
اوسکو واسطے معین کر دیا تھا برخلاف بیع کے بسبب متعدد ہو جانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن مین نہ بیع مین یہی قول صحیح تر ہی ھم وجہ اسکی یہہ ہی کہ عقد
رہن کا قبول کرنا ایک غلام مین دوسرے عقد کے صحیح ہونے کیواسطے شرط نہین برخلاف بیع کے اسواسطے کہ بیع مین امام کے نزدیک تفصیل ثمن سے
تعدد عقد کا نہین ہوتا و لہذا اگر ایک مین بیع قبول کرے نہ دوسرے مین تو بیع باطل ہو جاویگی کل مین اسواسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہی تفریق صفقہ
سے کیونکہ عادت یہہ جاری ہی کہ ناقص کو عمدہ کے ساتھ ملا کر بیچتے ہین اور رہن مین ایسا نہین ہی اسواسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہین ہوتا اور یہی
روایت اصح ہے اور اصل کی روایت مین اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین کچھ فرق نہین کذا فی المنح طحطاوی نے کہا بہتر یہہ تھا کہ شارح بجای
تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اسواسطے کہ ثمن بیع مین ہوتا ہی نہ رہن مین وبطل بينة كل منهما اي من رجلين على رجل انه اي ان
كل واحد رهنه هذا الشئ كعبد مثلا عنده وقبضه لاستحالة كون كله رهنا لهذا وكله رهنا لذلك في آن واحد ولا يمكن تنصيفه
للزوم الشيوع فتهاترتا وحينئذ فيهلك امانة اذ الباطل لا حكم له اور دو مردون کے گواہ ایکدوسرے پر باطل ہین اسمقدمہ مین کہ اس
مرد نے اونکے پاس یہہ چیز چنانچہ مثلا غلام کو رہن رکھا اور اونسے اوسپر قبضہ کیا اسواسطے کہ تمام غلام کا اسکے پاس رہن ہونا اور سب غلام
کا اونکے پاس رہن ہونا ایک آن مین محال ہی اور اوسکا نصفا نصف رہن ہونا ممکن نہین بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونو گواہیان ساقط
ہوگئین اور اسوقت مین اگر مرہون ہلاک ہوگا تو امانت ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اسواسطے کہ رہن باطل کے لئے کچھ حکم نہین ہوتا ھم حق یون
ہے کہ انه کی ضمیر کا مرجع رجل ہی نہ کل واحد اور رهنه کی ضمیر مستتر کا مرجع رجل راہن ہی اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہی اسلئے کہ مرتہن دو
ہین اور راہن ایکمرد ہی کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے اسیکے موافق ترجمہ کیا نہ شارح کے موافق لان الحق احق بالاتباع هذا اذا لم

الرهن في صندوق فيه وقد وضع عليه قصعة ماء للشرب فانصب الماء على المصحف فهلك ضمن ضمان الرهن لا الزيادة ۔ ایک حمامی نے مرہون مصحف کو اپنے صندوق میں رکھا اور اوسپر پانی پینے کا کٹورا رکھدیا سو پانی ٹپک پڑا مصحف پر سو وہ بھیگ کر تلف ہوگیا تو حمامی رہن کا تاوان دیگا نہ زیادہ کا یعنی دین اوسکا ساقط ہوگا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اوسکا تاوان لازم نہوگا کیونکہ دین سے زیادہ امانت ہے اور امانت پر تاوان نہیں والمودع لا یضمن شیئا فتنبه اور امانتدار کچھ تاوان نہیں دیتا بدون تعدی کے کذا فی القنیۃ الاجل فی الرهن یفسده مدت مقرر رہن کی مفسد ہے اسواسطے کہ رہن کا حکم حبس دائمی ہے تا حصول دین تو در صورت ہلاک کے تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ رہن فاسد رہن صحیح کی مانند ہے لزوم ضمان میں بر خلاف رہن باطل کے کذا فی الطحطاوی مسئلہ بیعه وموت المرتهن ببیعه بلا تحضیر وارثه ۔ راہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کر دیا اور راہن مرگیا تو مرتہن کو اوسکی بیع کا اختیار ہے بدون حاضر ہونے راہن کے وارث کے ھ تو وارث نقض بیع نہیں کرسکتا اسلئے کہ حق مرتہن کا اوس سے متعلق ہوگیا ہے اور وہ باطل نہیں ہوسکتا راہن کے مرجانے سے کذا فی الطحطاوی غاب الراهن غیبة منقطعة فرفع المرتهن امره للقاضی لیبیعه بدینه ینبغی ان یجوز وان مات ولا یعلم له وارث فباع القاضی داره جاز کذا فی متفرقات بیوع النهر ۔ راہن غائب ہوگیا بطور غیبت منقطعہ کے سو مرتہن نے اوسکی نالش کی قاضی سے تا مرہون کو بیچدے اوسکے دین کے سبب سے تو لائق بقواعد فقہ یہ ہے کہ بیع جائز ہو اور اگر راہن مرگیا اور اوسکا کوئی وارث معلوم نہیں سو قاضی نے اوسکا گھر بیچڈالا تو جائز ہے ایسا مذکور ہے نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات میں و فی الذخیرة لیس للمرتهن بیع ثمرة الرهن وان خاف تلفها لان له ولایة الحبس لا البیع ویکون رفعها الى القاضی حتى لو کان فی موضع لا یمکنه الرفع الى القاضی او کان بحال یفسد قبل ان یرفع جاز له ان یبیعه ۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ مرتہن کو جائز نہیں مرہون کا پھل بیچنا اگرچہ اوسکے تلف ہوجانیکا خوف ہو اسواسطے کہ مرتہن کو حبس مرہون کا اختیار ہے نہ بیع کا اور ممکن ہے اسکا مرافعہ کرنا قاضی کیطرف تو اگر ایسے مکان میں کہ اسکو قاضی کیطرف مرافعہ کرنا ممکن نہو یا وہ پھل ایسا نازک ہو کہ سڑ جاتا ہو مرافعہ کرنے سے پہلے تو مرتہن کو اوسکا بیچنا جائز ہے واللہ اعلم ۔

باب الرهن یوضع على ید عدل

یہ باب ہے اوس رہن کے احکام میں جو رکھا جاوے عدل یعنی معتمد کے ہاتھ میں جب راہن اور مرتہن کے احکام مذکور ہوچکے تو اب اونکی نائب کے احکام شروع ہوئے یعنی عدل کے اور عدل سے یہاں وہ شخص مراد ہے جسکے پاس مرہون رکھنے پر راہن اور مرتہن دونوں راضی ہوگئے اور اوسکی بیع پر راضی ہوئے مدت کے آنے پر اور وہ راہن کا وکیل ہے مرہون کی بیع میں لیکن اور وکیل مفرد کے مخالف ہے چند مسائل میں چنانچہ بعض مسائل مذکور ہوچکے اور عنقریب مذکور ہونگے سمّی به لعدالته فی زعم الراهن والمرتهن نائب کا نام عدل اسواسطے رکھا گیا کہ اوسکی عدالت راہن اور مرتہن کے گمان میں ثابت ہے اذا وضعا الرهن على ید عدل صح ویتم بقبضه جسکہ راہن اور مرتہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتھ میں رکھدیا تو رہن صحیح ہے اور رہن تمام اور لازم ہوگا اوس شخص کے قبضہ کرنے سے ولا یأخذه احدهما منه اور نہ لیگا مرہون کو راہن یا مرتہن معتمد سے یعنی اسواسطے کہ دونوں کے حق مرہون سے متعلق ہیں راہن کا حق ہے حفظ اور امانت میں اور مرتہن کا حق ہے استیفاء دین میں تو ایک شخص دوسرے کے ابطال حق کا مالک نہوگا وضمن لو دفع الى احدهما لتعلق حقهما به اور معتمد تاوان دیگا اگر مرہون دیا راہن یا مرتہن کو دیگا اسلئے کہ دونوں کا حق اوس سے متعلق ہے یعنی اسواسطے کہ شخص معتمد راہن کا امانتدار ہے عین کے حق میں اور مرتہن کا امانتدار ہے مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے کا اجنبی ہے اور امانتدار پر تاوان لازم آتا ہے اجنبی کے دینے سے کذا فی الدرر فلو دفع فهلك ضمن لتعدیه واخذ منه قیمته وجعلاها عنده او عند غیره ولیس للعدل جعلها رهنا فی یده لانه لا یصیر قاضیا ومقتضیا پھر اگر معتمد نے مرہون ایک کو یعنی راہن یا مرتہن کو دیا سو وہ اوسکے پاس تلف ہوگیا تو معتمد تاوان دیگا اپنی تعدی کے سبب سے اور راہن اور مرتہن معتمد سے مرہون کی قیمت لینگے اور اوس قیمت کو رہن رکھدینگے اوس معتمد کے پاس یا اوسکے سوا اور شخص کے پاس اور

معتمد کو اوس قیمت کا رہن رکھ لینا اپنے پاس جائز نہین تاکہ معتمد ادا کرنے والا اور قیمت کا تقاضا کرنیوالا نہو جاے ھ اسواسطے کہ قیمت مرہون
کی معتمد پر واجب ہی تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکہے تو قیمت کا ادا کرنیوالا اور تقاضا کرنیوالا ٹھہر گیا اور حالانکہ وہ دونون مخالف ہین کذا فی المنح وھل
للعدل الرجوع مبسوط فی المطولات اور معتمد کو کیا رجوع کرنا جائز ہے جواب اسکا مفصل مذکور ہی بڑی کتابون مین ھ زیلعی مین ہی کہ جب مرہون
کی قیمت رہن ہو گئی معتمد اول کے پاس یا غیر کے پاس پہر راہن نے دین ادا کیا سو اگر معتمد نے قیمت کا تاوان دیا ہوا سو جسسے کہ اوسنے مرہون راہن کو دیدیا تہا
تو قیمت معتمد کیواسطے سالم رہی اوسکو لے جسکے پاس ہو اور اگر معتمد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہوا سو جسسے کہ اوسنے مرہون مرتہن کو دیا تہا تو راہن
قیمت کو لیگا جسکے پاس ہو پہر معتمد کو مرتہن سے قیمت پہیر لینا جائز ہی یا نہین جواب اوسکا یہ ہے کہ اگر معتمد نے مرتہن کو مرہون بطور عاریت یا ودیعت کے دیا
اور وہ تلف ہو گیا ہوا وسکے پاس تو مرتہن سے اوسکا رجوع درست نہین اور اگر مرتہن نے اوسکو خود تلف کر ڈالا ہو تو معتمد مرتہن سے پہیر لیگا اور اسیطرح
رجوع درست ہی اگر معتمد نے مرہون دینے کیوقت مرتہن سے یون کہا ہو کہ لے اسکو بدلے اپنے حق کے یا حبس کر اسکو بدلے اپنے دین کے کذا فی الطحطاوی مختصراً
واذا هلك يهلك من ضمان المرتهن اور جبکہ مرہون تلف ہو گا معتمد کے پاس تو مرتہن کے ضمان سے تلف ہو گا یعنی مرتہن پر تاوان اوسکا لازم ہو گا
فان وكل الراهن المرتهن او وكل العدل او غيرهما ببيعه عند حلول الاجل صح توكيله لو الوكيل اهلا لذلك اى البيع عند التوكيل
پہر اگر راہن نے مرتہن کو یا معتمد کو یا اونکے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہہ توکیل کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل
بیع کرنے کی لیاقت رکہتا ہو وکیل کرنیکے وقت یعنی عاقل بالغ ہو والا يكن اهلا لذلك عند التوكيل لا تصح الوكالة وحينئذ فلو وكل
ببيعه صبيا لا يعقل فباعه بعد بلوغه لم يصح خلافا لهما اور اگر وکیل اوسکی لیاقت نرکہتا ہو توکیل کیوقت تو وکالت صحیح نہو گی اور اسصورت
مین تو اگر راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر بے تمیز کو وکیل کیا اور اوسنے اپنے بالغ ہونیکے بعد بیع کی تو بیع صحیح نہو گی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین
کے اونکے نزدیک بیع صحیح ہے فان شرطت الوكالة في عقد الرهن لم ينعزل بعزله ولا بموت الراهن ولا المرتهن لانه صار وصفا
بلوازم العقد فهي تخالف الوكالة المفردة من وجوه احدها هذا پہر اگر وکالت مشروط ہوتی عقد رہن مین تو وکیل معزول نہو گا راہن
کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے بسبب لازم ہو جانے وکالت کے عقد رہن کے لوازم کے سبب سے تو یہی وکالت مخالف ہے
وکالت مفردہ سے چند وجہ اونمین سے ایک وجہ یہہ ہے کہ موکل کی موت سے وکیل معزول نہین ہوتا اور وکالت مفردہ مین معزول ہو جاتا ہے ھ شرط
وکالت کی یہہ صورت ہے کہ راہن کہے کہ مین نے اسکو رہن رکہا اس شرط پر کہ فلانا شخص مدت کے آنے پر وکیل ہو اسکی بیع کرنیکا کذا فی الحموی والثانی
ان الوكيل هنا يجبر على البيع عند الامتناع اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ وکیل پر یہان یعنی بیع رہن کی وکالت مین جبر کیا جائیگا بیع پر انکار
کے نزدیک ھ وجہ جبر یہہ ہے تا مرتہن کو ضرر نہو اور کیفیت جبر کی یہہ ہے کہ حاکم وکیل کو چندروز قید رکہے اگر اسپر بہی وہ اصرار کرے تو حاکم اسکو بیچڈالے
كذا في الدرر وكذا لو شرطت بعد الرهن في الاصح زيلعي على خلاف ظاهر الرواية وان صححها قاضيخان وغيره على ما نقله
القهستاني وغيره فتنبه بخلاف المفردة اور اسیطرح توکیل اور وکیل پر جبر صحیح ہے اگر وکالت مشروط ہو گئی ہو وہ بعد رہن کے صحیح تر قول مین
کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ قاضیخان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ کو صحیح کہا ہی چنانچہ قہستانی وغیرہ نے اسکو نقل کیا ہی تو خبردار رہو
برخلاف وکالت مفردہ کے ھ عالمگیریہ مین ہے کہ اگر مشتری بیع سے انکار کرے تو اگر توکیل بعد تمام رہن کے ہوئی ہو تو ابو یوسف سے روایت ہی اور اسی قول کو
بعض مشائخ نے لیا ہی کہ اوسپر جبر کیا جائیگا چنانچہ وجیز مین ہی اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی مین ہی والثالث انه يملك بيع الولد
والارش اور تیسری وجہ یہہ ہی کہ وکیل مذکور مرہون کے بچہ اور دیت کی بیع کا مالک ہی ھ بیع دیت کی یہہ صورت ہی کہ غلام مرہون کو کسی نے
قتل کیا خطا کی راہ سے پہر اوسکی دیت مین اجناس دی تو وکیل کو بیع اجناس کا اختیار ہی والرابع اذا باع بخلاف جنس الدين كان له
ان يصرفه الى جنسه اى الدين بخلاف الوكالة المفردة اور چوتہی وجہ یہہ ہی کہ جب وکیل نے مرہون کو بیچا جنس دین کے برخلاف تو اوسکو

جنسن دین کیطرح پہیرنا درست ہی برخلاف وکالت مفردہ کے کہ وہ تصرف کا مالک نہین والخامس اذا كان عبدا وقتله عبد خطأ فدفع بالجناية
كان له بيعه بخلاف المفردة متعلق بالجميع اور پانچوین وجہ یہ ہی کہ جب مرہون غلام ہوا اور اوسکو دوسرے غلام نے ازراہ خطا قتل کرڈالے سو
غلام قاتل مقتول کے بدلے دیاگیا تو وکیل کو اوسکی بیع کا اختیار ہی برخلاف وکالت مفردہ کے یہ مخالفت کا قول پانچون صورتون سے متعلق ہی وله بيعه
في غيبة ورثته اي ورثة الراهن كما كان له حال حياته البيع بغير حضرته اي حضرة الراهن اور وکیل مذکور کو مرہون کا بیچنا
راہن کے وارثون کے پیچھے درست ہی جیسے اوسکو اوسکی بیع کا اختیار تہا راہن کی زندگی مین بغیر موجود ہونے راہن کے وتبطل الوكالة بموت الوكيل
مطلقا اور وکالت باطل ہو جاتی ہے وکیل کی موت سی ہر طرح خواہ وکیل مرتہن ہو یا معتمد یا غیر اوسکا اسواسطے کہ وکالت مین میراث جاری نہین اور موکل
وکیل کی رای پر راضی ہوا تہا اوسکی غیر کی رای پر وعن الثاني ان وصيه يخلفه لكنه خلاف جواب الاصل اور ابو یوسف سی ایک روایت یہ ہی
کہ وکیل کا وصی وکیل کا خلیفہ ہی امور مذکورہ مین لیکن یہ روایت اصل یعنے امام محمد کے مبسوط کے جواب کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی ولو اوصى الى آخر ببيعه
لم يصح الا اذا كان مشروطا له ذلك في الوكالة اور وکیل مذکور نے اگر وصیت کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہین مگر جبکہ وکیل کا
وصیت کرنا وکالت مین مشروط ہوگیا ہو تو درست ہی ھ صورت اوسکی یہ ہی کہ راہن نے اصل وکالت مین یون کہا ہو کہ مین نے تجکو بیع مرہون کا وکیل کیا اور
ہو تو اوسمین کسی دوسرے کو تجکو اوسکی اجازت دی کذا فی الطحطاوی ولا يملك راهن ولا مرتهن بيعه بغير رضا الآخر اور مالک نہین راہن اور مرتہن
مرہون کی بیع کا بدون رضامندی دوسرے کے یعنی راہن بدون رضا مرتہن یا مرتہن بدون رضاء راہن بیع نہین کرسکتا اسواسطے کہ مرہون سے دونو
کا حق متعلق ہے تو ایک دوسرے کے حق کو بدون اوسکے اذن کے باطل نہین کرسکتا فان حل الاجل وغاب الراهن اجبر الوكيل على بيعه كما هو الحكم
في الوكيل بالخصومة اذا غاب موكله او اباهما فانه يجبر عليها بالحبس اباها للبيع فان لم يبع بعد ذلك باع القاضي فما للبيع پہر اگر دین
کی مدت آپہنچی اور راہن غائب ہے تو وکیل پر جبر کیا جائیگا اوسکی بیع کا چنانچہ یہی حکم ہے خصومت کے وکیل مین جبکہ اوسکا موکل غائب ہو یا وکیل خصومت
سے انکار کرتا ہو تو اوسپر خصومت یا بیع مرہون کیواسطے جبر کیا جائیگا اسطرح کہ قاضی اوسکو قید رکہے چند روز پہر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اوسکو
بیچ ڈالے یہ بیع ضرر کے واسطے ھ طحطاوی نے کہا کہ کیفیت اجبار کی درالمختار کے اکثر نسخون مین مذکور نہین وان باعه العدل فالثمن رهن كالمثمن
قبضه او لم يقبض اور اگر عادل نے مرہون بیچ ڈالا تو اوسکا ثمن رہن رہیگا مبیع کی مانند تو ثمن تلف ہوگا مبیع کے تلف ہونیکی مانند ھ یعنی مرتہن
کا مال تلف ہوگا لبقاء السبب باقی یعنے عقد رہن کے اسواسطے کہ ثمن قائم مقام ہے مبیع مرہون کے فان اوفى ثمنه بعد بيع المرتهن فاستحق الرهن
وضمن فان كان المبيع هالكا في يد المشتري ضمن المستحق الراهن قيمته لانه غاصب پہر اگر معتمد نے مرہون بیچا اور اوسکا ثمن بیع کے بعد مرتہن
کو دیا پہر مرہون غیر راہن کی ملک ٹہرا اور اوسکا تاوان دیاگیا سو اگر مبیع تلف ہوگیا مشتری کے پاس تو مالک مستحق کو اختیار ہے چاہے راہن سے تاوان لے اسواسطے کہ
وہ غاصب ہے جسنے پرایا مال رہن رکہا بلا اذن مالک کے وحينئذ صح البيع والقبض لتملكه بضمانه اور اسوقت مین بیع معتمد کی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر
معتمد کے ہاتھ سے صحیح ہوگیا بسبب مالک ہوجانے راہن کے اوسکو تاوان دینی سی او ضمن المستحق العدل لتعديه بالبيع ثم هو اي العدل يضمن الراهن
وصح القبض ايضا یا چاہے مالک شخص معتمد سے تاوان لے بسبب اوسکی تعدی کے بیچنے اور تسلیم ثمن کرنے سے پہر معتمد تاوان لیگا راہن سے مرہون کی قیمت کا اور
اسوقت مین بیع مرہون صحیح ہوگی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر بہی صحیح ٹہریگا او ضمن المرتهن ثمنه الذي اداه اليه یا معتمد چاہے مرتہن سے تاوان
لے اوس ثمن کا جو معتمد نے اوسکو ادا کیا یعنی اسواسطے کہ استحقاق سے ظاہر ہوگیا کہ مرتہن نے ناحق ثمن لیا کذا فی الدرر وهو اي الثمن له اي
للعدل لانه بدل ملكه اور وہ یعنی ثمن مذکور معتمد کا مملوک ہے اسواسطے کہ اوسکی ملک کا بدلا ہے ھ جب معتمد نے مرہون مبیع کا تاوان دیا تو مرہون اوسکی
ملک ہوگیا اور ثمن اوسکا بدلا ہے تو ثمن بہی معتمد کا مملوک ہوگیا کذا فی الدرر ويرجع المرتهن على راهنه بدينه ضرورة بطلان قبضه اور مرتہن راہن
سے اپنا دین پہیر لیگا بضرورت بطلان قبضہ ثمن یعنی جب معتمد نے مرتہن سے ثمن کا تاوان لیا تو مرتہن کا قبضہ ثمن پر باطل ہوگیا تو بالضرور مرتہن راہن سے اپنا

ولو باعه الراهن من رجل ثم باعه الراهن ايضا من رجل آخر قبل ان يجيز المرتهن البيع فالثاني موقوف ايضا على اجازته اذ الموقوف لا يمنع توقف الثاني اور اگر مرہون راہن نے ایکمرد کے ہاتھ بیچا پہر اوسکو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیع کیا اجازت دینے مرتہن سے پہلے تو دوسری بیع بھی مرتہن کی اجازت پر موقوف ہو اول بیع کی مانند اسلئے کہ بیع موقوف دوسری بیع کے توقف کی مانع نہین ہوتی فایہما اجاز لزم ذلک وبطل الآخر پہر دو مین سے جس بیع کی مرتہن اجازت دیگا وہ لازم ہو جاویگی اور دوسری بیع باطل ہوگی ولو باعه الراهن ثم آجره او رهنه او وهبه من غيره فاجاز المرتهن الاجارة او الرهن او الهبة جاز البيع الاول لحصول النفع بتحول حقه الى الثمن على ما تقرر وفي محل اخر دون غيره من هذه العقود المذكورة اذ لا منفعة للمرتهن فيها فكانت اجازته اسقاطا لحقه فزال المانع فينفذ البيع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا پہر اوسکو اجارہ مین دیا یا کہین رہن رکہا یا ہبہ کردیا غیر مشتری کو پہر مرتہن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز رکہا تو بیع اول جائز ہوگی نہ اجارہ وغیرہ بسبب حاصل ہونے نفع مشتری کے بیع مین بسبب پہر جانے حق مرتہن کے ثمن کیطرف بنا براوس وجہ کے جو ثابت اور اپنے مقام مین مرقوم ہے کہ بیع اول جائز ہی نہ اوسکے سوا عقود مذکورہ اسواسطے کہ مرتہن کیواسطے اجارہ وغیرہ مین فائدہ نہین تو اوسکی اجازت اسقاط ہو مرتہن کے حق کا پہر جب مانع نفاذ دور ہوگیا تو بیع نافذ ہوگئی ھم مسئلہ اولی مین بیع ثانی اجازت کی سبب سے جائز ہوتی اور اس مسئلہ مین بعد بیع کے اجارہ وغیرہ تصرف جائز نہوا سوا بیع اولی کے باوجود اجازت کی تو دونون مین فرق یہہ ہو کہ مرتہن کو بیع مین تو فائدہ ہی اسواسطے کہ اوسکا حق بدل مبیع یعنی ثمن سے متعلق ہوگیا برخلاف عقود مذکورہ کے اسواسطے کہ ہبہ اور رہن مین بدل نہین اور اجارہ مین منفعت بدل ہے نہ عین اور حق مرتہن کا عین کی مالیت مین ہے نہ منفعت مین تو اوسکی اجازت مین حق مرتہن کا اسقاط ہے سو جبکہ مانع نفاذ بیع کا زائل ہوگیا تو بیع نافذ ہوگئی کذا فی الدرر وفي الاشباه باع الراهن الرهن من زيد ثم باعه من المرتهن انفسخ الاول اور اشباہ مین ہے کہ راہن نے مرہون کو بیچا زید سے پہر اوسکو بیچا مرتہن سے تو بیع اول فسخ ہوگئی ھم یہہ گویا استدراک ہی مصنف کے اس قول پر کہ بیع ثانی بھی موقوف ہوتی ہے بیع اول کی مانند یعنی محل توقف ثانی اول کی مانند وہی جبکہ بیع ثانی غیر مرتہن سے ہو اور اگر مرتہن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہوگی بلکہ نافذ ہو جاویگی اور بیع اول باطل ہوگی کذا فی الحلبی وصح اعتاقه وتدبيره واستيلاده اي نفذ اعتاق الراهن هنا اور صحیح یعنی نافذ ہے راہن کا آزاد کرنا اور مدبر کرنا مرہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور استیلاد یعنی اگر بلا اجازت مرتہن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کردے یا اوسکو مدبر کرے تو یہہ تصرف نافذ ہوگا فان كان غنيا وكان دينه المرتهن حالا اخذ المرتهن دينه من الراهن سو اگر راہن مالدار ہو اور مرتہن کا دین بلا مدت ہو تو مرتہن اپنا دین راہن سے لے وان مؤجلا اخذ قيمته للرهن بدله الى زمان حلوله فاذا حل استوفى حقه لو من جنسه ورد الفضل اور اگر مرتہن کا دین مدت والا ہو تو مرتہن غلام آزاد کی قیمت راہن سے رہن بنانے کیواسطے عوض غلام کے دین کے مدت پونہچنے تک لے پہر جب مدت آپونہچے تو مرتہن اپنا حق یعنی اپنا دین لے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم جنس دین کے ہو اور زیادہ کو پہیر دے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پہیر دے اور اگر کم ہو تو راہن سے مطالبہ کرے وان كان الراهن معسرا ففي العتق سعى العبد في الاقل من قيمته ومن الدين اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے مین غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے مین یعنی اگر اوسکی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے محنت مزدوری کرکے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کو ادا کرے ثم رجع على سيده اذا غني اور جسقدر غلام ادا کرے اوتنا اپنے مالک سے پہیر لے جبکہ اوسکو مقدور ہو وفي التدبير والاستيلاد سعى في كل الدين بلا رجوع لان كسب المدبر وام الولد ملك المولى اور تدبیر اور استیلاد مین سعی کرے ہر واحد مدبر اور ام ولد سے تمام دین کے ادا کرنے مین بلا رجوع علی المولی اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد کی کمائی مولی کی مملوک ہے بخلاف غلام آزاد کے فاذا اتلف الراهن الرهن فحكمه حكم ما اذا اعتقه غنيا كما مر اور جبکہ راہن نے مرہون کو تلف کردیا تو اوسکا حکم مانند ہو اوس حکم کے جبکہ مالدار مالک غلام مرہون کو آزاد کردے چنانچہ مذکور ہو چکا ھم یعنی اتلاف راہن اعتاق کی مانند ہے تو اگر دین حال ہو تو مرتہن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین میعادی ہو تو اوسکی قیمت لے اور اپنے پاس رہن رکہے مدت کے آنے تک کذا فی الدرر والرهن ان اتلفه اجنبي اي غير الراهن فالمرتهن يضمنه اے

المتلف قيمته يوم هلك فتكون القيمة رهنا عنده كما هي اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنی غیر راہن نے تلف کیا تو مرتہن تلف کرنیوالے سے اوسکی قیمت کا تاوان لے وہ قیمت جو تلف ہونیکے دن اوسکی تھی سو قیمت اوسکی رہن رہیگی مرتہن کے پاس جیسا کچھ گذر گیا وامّا ضمانه على المرتهن فتعتبر قيمته يوم القبض لانه مضمون بالقبض السابق زيلعي اور اگر مرہون کو مرتہن نے تلف کیا تو مرتہن پر اوسکا تاوان بیوم القبض کی قیمت معتبر ہوگی اسلئے کہ مرہون کا ضمان مرتہن پر قبض سابق سے لازم آیا ہو کذا فی الزیلعی وباعارته اى المرتهن الرهن من راهنه يخرج من ضمانه تسميتها عارية مجاز اور عاریتہ دینا مرتہن کا راہن کو نکالتا ہے مرتہن کو اوسکے تاوان سے یعنی اگر مرتہن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے دیا تو مرتہن پر سے ضمان رہن ساقط ہوگیا اور اسکو عاریت کہنا مجاز ہے م یعنی لفظ اعارہ یہاں مجاز استعارہ ہو اسواسطے کہ حقیقت اعارہ تملیک منافع ہے اور تملیک نہیں ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتہن مرہون کا مالک نہیں تو تملیک اوس سے کیونکر ممکن ہوگی فلو هلك الرهن في يد الراهن هلك مجانا حتى لو كان اعطاه به كفيلا لم يلزم الكفيل شئ لخروجه من الرهن نعم لو كان الراهن اخذه بغير رضى المرتهن جاز ضمان الكفيل تاتارخانية سو اگر مرہون راہن کے ہاتھ میں تلف ہوگا تو مفت تلف ہوگا یعنی دین مرتہن کا قائم رہیگا کچھ ساقط نہوگا کیونکہ قبض موجب ضمان مرتفع ہوگیا یہانتک کہ اگر راہن نے مرتہن کو مرہون مستعار کے سبب سے ضامن دیا ہو تو ضامن پر تاوان لازم نہوگا بسبب خارج ہوجانے مرہون کے رہن سے ہاں اگر راہن نے مرہون کو لیا ہو بدون رضامندی مرتہن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التاتارخانیہ یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون مرتہن کو دلادے کذا فی الطحطاوی فان عاد قبضه عاد ضمانه سو اگر قبضہ مرتہن کا مرہون پر عود کریگا تو اوسکا ضمان بھی مرتہن پر ثابت ہوگا ف للمرتهن استرداده الى يده اور مرتہن کو جائز ہے پھیر لانا مرہون مستعار کا راہن کے پاس سے اپنے قبضے کیطرف فلو مات الراهن قبل ذلك اى قبل الاسترداد فالمرتهن احق به من سائر الغرماء لبقاء حكم الرهن پھر اگر راہن مرگیا استرداد مرہون سے پہلے تو مرتہن باقی قرضخواہوں سے زیادہ حقدار ہے مرہون کا بسبب باقی رہنے حکم رہن کے م رہن کا حکم اسواسطے باقی ہو کہ عاریت عقد لازم نہیں ولو اعاره او اودعه احدهما اجنبيا باذن الآخر سقط ضمانه اور اگر راہن یا مرتہن نے مرہون عاریت دیا اجنبی کو دوسری کی اجازت سے تو ضمان اوسکا ساقط ہوگیا اسواسطے کہ ضمان تہا قبض کے سبب سے سو باقی نرہا ولكل منهما ان يعيده رهنا كما كان اور راہن اور مرتہن میں سے ہر ایک کو اختیار ہو کہ پھر رہن کو قائم کردے جیسا کہ سابق رہن تہا اسواسطے کہ بقاء عقد کے سبب دونوں کا حق اوسمیں ثابت ہو بخلاف الاجارة والبيع والهبة والرهن من المرتهن او من اجنبي اذا باشرها احدهما باذن الآخر حيث يخرج عن الرهن ثم لا يعود الا بعقد مبتدأ لانها عقود لازمة بر خلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور رہن کے مرتہن سے یعنی جبکہ عقود مذکورہ صادر ہوئی راہن سے مرتہن کیواسطے یا اجنبی کیواسطے بشرطیکہ راہن یا مرتہن ان عقود کا مباشر ہوا ہو دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرہون نکلجاتا ہے رہن سے بسبب عقود مذکورہ کے پھر مرہون عود نہیں کرتا رہن کیطرف مگر بعقد جدید اسواسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں م یعنی اگر راہن نے مرتہن کو مرہون اجارہ دیا تو رہن باطل ہوگیا اسواسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے منعقد نہیں ہوتا مگر بعد انتقاض رہن کے اور اسیطرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتہن نے جائز رکھا یا مرتہن نے اجارہ دیا اجنبی کو اور راہن نے اوسکو جائز کہا تو رہن باطل ہوجاویگا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبہ کا طحطاوی نے کہا لیکن رہن بعد الرہن میں نظر ہے زیلعی نے اوسکو ذکر نہیں کیا بخلاف العارية وبخلاف بيع المرتهن من الراهن لعدم لزومها برخلاف عاریت مرہون کے اور برخلاف بیع مرتہن کے راہن سے اور اسکی عدم لزوم کے سبب سے یعنی عاریت اور بیع مرتہن سے جو لازم متعلق نہیں ہوا جو رہن باطل ہوجاوے تبقى لو مات الراهن قبل رهنه ثانيا فالمرتهن اسوة للغرماء باقی رہی یہ بات کہ اگر راہن مرگیا دوسری بار رہن رکھنے سے پہلے تو مرتہن برابر ہو باقی قرضخواہوں کے یعنی مرہون اجارہ دیا راہن نے مرتہن کو یا اجنبی کو اور نقض اجارہ کرکے دوسری بار اوسکو مرتہن کے پاس رہن نہیں رکھا اور راہن مرگیا تو مرتہن احق بالمرہون نہیں بلکہ اور قرضخواہوں کی برابر ہو اسواسطے کہ اجارہ وغیرہ سے رہن سابق باقی نرہا بالکل ولو اذن الراهن للمرتهن باستعماله او باعارته للعمل فهلك الرهن قبل ان يشرع في العمل او بعد الفراغ منه هلك بالدين

لبقاء عقد الرهن اور اگر راہن اذن دے مرتہن کو مرہون کے استعمال کا یا اوسکو عاریت دینے کا کسیکام کیواسطے پہر مرہون تلف ہو عمل کے شروع ہونے سے
پہلے یا بعد فارغ ہونیکے عمل سے تو تلف ہوگا دین کے عوض یعنی دین مرتہن کا ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے ھ مراد یہہ ہے کہ راہن مرتہن کو
استعمال کا اذن دے بدون طلب کرنے مرتہن کے یا کام کیواسطے مرتہن راہن سے عاریت مانگے اور وہ اوسکو عاریت دے تو اگر قبل استعمال یا بعد استعمال کے تلف
ہوگا تو مرتہن پر ضمان رہن لازم ہوگا کذا فی الدرر ولو هلك في حالة العمل والاستعمال هلك امانة لثبوت يد العارية حينئذ اور اگر مرہون
تلف ہوا عمل اور استعمال کیحالت مین تو امانت ہوکر تلف ہوا یعنی اب ضمان لازم نہوگا بسبب ثابت ہونے قبض عاریت کے اسوقت مین یعنی اور قبض عاریت مخالف ہے
قبض رہن کے تو ضمان ثابت نہوگا ولو اختلفا في وقته اي وقت هلاكه فقال المرتهن هلك في وقت العمل وقال الراهن في غيره فالقول
للمرتهن لانه منكر والبينة للراهن لانهما اتفقا على زوال يد الرهن فلا يصدق الراهن في عوده الا بحجة بزازيه اور اگر راہن اور مرتہن نے
اختلاف کیا مرہون کے تلف ہونے کیوقت مین سو مرتہن نے کہا کہ تلف ہوا عمل کیوقت مین اور راہن نے کہا کہ عمل کے سوا اور وقت تلف ہوا تو مرتہن کا قول مقبول
ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے وجوب ضمان کا اور شہادت راہن کی مقبول ہوگی اسواسطے کہ راہن اور مرتہن قبض رہن کے زوال پر متفق ہین تو راہن کی تصدیق قبض
رہن کے عود کرنے مین نہوگی بدون گواہی کے کذا فی البزازیہ وفيها اذن للمرتهن في لبس ثوب الرهن يوما فجاء به المرتهن متخرقا وقال تخرق
في لبس ذلك اليوم وقال الراهن ما لبسته فيه ولا تخرق فيه فالقول للراهن وان اقر الراهن باللبس فيه ولكن قال تخرق قبل لبسه
او بعد ما نزعه فالقول للمرتهن في قدر ما عاد من الضمان اور بزازیہ مین ہے کہ راہن نے مرتہن کو اذن دیا مرہون کپڑے کے پہننے کا ایکدن سو مرتہن وہ کپڑا لایا پہٹا
اور بولا کہ وہ پہٹ گیا تہا اوسیدن کے پہننے مین اور راہن نے کہا کہ تو نے اوسدن نہین پہنا اور نہ اوس دن پہٹا تو راہن کا قول معتبر ہے اور اگر راہن نے
اوس دن کے پہننے کا اقرار کیا ولیکن یہہ کہا کہ کپڑا پہٹ گیا تہا اوسکے پہننے سے پہلے یا بعد پہننے کے تو مرتہن کا قول مقبول ہے جو ضمان کی مقدار مین ھ
جب راہن نے پہننے کا اقرار کیا تو ضمان سے خارج ہوجانے پر دونوکا اتفاق ہوا تو درصورت تلف ہونے ثوب متخرق کے قیمت لزوم ضمان مین معتبر ہوگی کذا فی الطحطاوی

فروع مسائل لمحہ شارح کر رهن الاب من مال طفله شيئا بدين على نفسه جاز فلو الرهن قيمته اكثر من الدين فهلك ضمن الاب
قدر الدين دون الزيادة بخلاف الوصي فانه يضمن قيمته والفرق ان للاب ان ينتفع بمال الصغير عند الحاجة ولا كذلك الوصي
باپ نے اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز بدلے اوس دین کے جو باپ کی ذات پر ہے رہن رکہی تو جائز ہے تو اگر مرہون کی قیمت زیادہ تہی دین سے اور وہ تلف ہوا تو باپ
تاوان دیگا بقدر دین کے زیادہ کا تاوان نہ دیگا برخلاف وصی کے کہ وہ اوسکی پوری قیمت کا تاوان دیگا اور دونو مین فرق یہہ ہے کہ باپ کو جائز ہے نفع حاصل
کرنا صغیر کے مال سے حاجت کیوقت اور وصی ایسا نہین کہ اوسکو انتفاع صغیر کے مال سے درست ہو ولو ادرك الابن ومات الاب ليس للابن اخذه قبل
قضاء الدين ويرجع الابن في مال الاب ان كان رهنه لنفسه لانه مضطر كمعير الرهن اور اگر صغیر بالغ ہوگیا اور باپ مرگیا تو فرزند کو مرہون کا لینا
بدون ادا کرنے دین کے جائز نہین اور فرزند باپکے مال سے ادتا لیوے اگر اوسکے باپنے فرزند کا مال اپنی ذات کیواسطے رہن رکہا ہو رجوع اسواسطے درست ہے کہ فرزند مضطر
ہے مرہون کی عاریت دینے والیکی مانند ھ یعنی فرزند اپنے مال کے خلاص کرنے مین مضطر ہے تو وہ متبرع نہ ٹہریگا کہ رجوع نہ درست ہو جیسے معیر رہن کو راہن سے
رجوع کرنا درست ہے جبکہ وہ اپنے مال کی تخلیص کیواسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی الطحطاوی ولو رهن شيئا ثم اقر بالرهن لغيره لا يصدق في حق
المرتهن ويؤمر بقضاء الدين ورده الى المقر له اور اگر راہن نے کوئی چیز رہن رکہی پہر اقرار کیا کہ یہہ چیز تو غیر مرتہن کے پاس رہن تہی تو مرتہن کے
حق مین اوسکی تصدیق نہوگی اور راہن کو ادائے دین کا حکم کیا جاویگا اور اوس چیز کے پہیر دینے کا مقرلہ کیطرف امر ہوگا ولو رهن دار غيره فاجاز صاحبها
جاز اور اگر ایکنے دوسرے کا گہر رہن رکہہ لیا پہر اوسکے مالکنے رہن رکہنا جائز رکہا تو یہہ درست ہے وبينة الراهن على قيمة الرهن اولى
اور راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہین مرتہن کے گواہون سے یعنی مرہون کے تلف ہونیکے بعد اختلاف پڑا اوسکی قیمت مین راہن کہتا ہے کہ اوسکی قیمت سو
درم تہی مثلا اور مرتہن کہتا ہے کہ ۵۰ درم قیمت تہی اور دونون نے گواہ گذرانے تو راہن کی گواہ مقدم ٹہرینگے اسواسطے کہ وہ زیادت ضمان کی مثبت ہین

وَزَوَائِدُ الرَّهْنِ كَالْوَلَدِ وَالثَّمَرِ رَهْنٌ لَا غَلَّةُ دَارٍ وَأَرْضٍ وَعَبْدٍ فَلَا يَصِيرُ رَهْنًا اور زوائد رہن کی یعنی مرہون کی بڑہوتیان چنانچہ مرہون کا بچہ اور پہل رہن مین داخل ہے نہ کرایہ گہر اور زمین اور غلام کا تو وہ رہن مین داخل نہوگا م عالمگیری مین محیط سے منقول ہے کہ زوائد رہن کی دو قسم ہین ایک قسم تو رہن مین داخل نہین یعنی جو زیادت کہ متولد نہوا ور نہ بدلا ہو کسی جز کا اجزاء عین سے چنانچہ کسب اور ہبہ اور صدقہ اور مانند اسکی اور ایک قسم رہن میں داخل ہے یعنی جو مرہون سے متولد ہو چنانچہ بچہ اور پہل اور اون اور دودہ یا بدلا ہو کسی جزو کا چنانچہ عضو کا خونبہا اور رہن مین داخل ہونیکے یہہ معنی ہین کہ اصل کے ساتھہ زوائد بھی محبوس رہین گے مرتہن کے پاس لیکن یا دنکے تلف ہو جانے مین تاوان نہین تو اونکے تلف ہو جانے سے ناک رہن سے پہلے کچھہ دین ساقط نہوگا کذا فی الطحطاوی مستعیر والرَّهْنُ الْفَاسِدُ كَالصَّحِيحِ فِي ضَمَانِهِ رہن فاسد رہن صحیح کی مانند ہے اوسکی ضمان مین م صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا گہر نصف شائع رہن رکہا یا نصف غلام رہن رکہا ہزار درم قرض لیکر اور درمونکو خرچ کر ڈالا پہر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کیوجہ سے تو مرتہن کو حبس کا تا استیفاء دین درست ہے اور اگر مرہون تلف ہو گا مرتہن کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کی مانند مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح ملخصا وَصَحَّ اسْتِعَارَةُ شَيْءٍ لِيَرْهَنَهُ فَيَرْهَنُ بِمَا شَاءَ إِذَا أَطْلَقَ وَلَمْ يُقَيِّدْ بِشَيْءٍ اور صحیح ہے عاریت لینا کسی چیز کا تا مستعیر اوسکو رہن رکہے تو مستعیر رہن رکہے عاریت کی چیز جسقدر کو چاہے اور جس طرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو وَإِنْ قَيَّدَهُ بِقَدْرٍ أَوْ جِنْسٍ أَوْ مُرْتَهِنٍ أَوْ بَلَدٍ تَقَيَّدَ بِهِ وَحِينَئِذٍ فَإِنْ خَالَفَ مَا قَيَّدَهُ بِهِ الْمُعِيرُ ضَمِنَ الْمُعِيرُ الْمُسْتَعِيرَ أَوِ الْمُرْتَهِنَ لِتَعَدِّي كُلٍّ مِنْهُمَا اور اگر معیر نے رہن مین مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرتہن کی یا شہر کی قید لگائی یعنی یون کہا کہ اسقدر دین پر رہن رکہنا یا فلانی جنس کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر مین رہن رکہنا تو رہن اوسی قید کے ساتھہ مقید ہوگا اور اسوقت مین تو اگر مستعیر نے معیر کی قید لگانے سے خلاف کریگا تو معیر تاوان لیگا مستعیر سے یا اوسکے مرتہن سے دونوں کی تعدی اور زیادتی کے سبب سے م مستعیر کی تعدی تو صریح ہے مخالفت کرنے سے اور مرتہن کی تعدی یہہ ہے کہ اوسنے بیگانی چیز پر قبضہ کیا بدون اوسکی اذن کے تو مستعیر تو غاصب ہوا اور مرتہن غاصب سے غاصب ٹہرا إِلَّا إِذَا خَالَفَ إِلَى خَيْرٍ بِأَنْ عَيَّنَ لَهُ أَكْثَرَ مِنْ قِيمَتِهِ فَرَهَنَهُ بِأَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ لَمْ يَضْمَنْ لِمُخَالَفَتِهِ إِلَى خَيْرٍ مگر جبکہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیک امر مین اسطرح پر کہ معیر نے مستعیر کے لیے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کردیا سو مستعیر نے اوسکو اوس سے کمتر پر رہن رکہا تو مستعیر پر تاوان لازم نہوگا کیونکہ اوسنے بہتری مین مخالفت کی یعنی اس مخالفت مین مالک کا فائدہ ہے نہ نقصان جو تاوان لازم آوے فَإِنْ ضَمِنَ الْمُعِيرُ الْمُسْتَعِيرَ تَمَّ عَقْدُ الرَّهْنِ لِتَمَلُّكِهِ بِالضَّمَانِ پہر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو رہن کا عقد کامل ہو گیا بالکلیہ ہو جانے مستعیر کے مستعار کا تاوان دیکر وَإِنْ ضَمَّنَ الْمُرْتَهِنَ يَرْجِعُ بِمَا ضَمِنَ وَبِالدَّيْنِ عَلَى الرَّاهِنِ كَمَا فِي الِاسْتِحْقَاقِ اور اگر معیر نے تاوان لیا مرتہن سے تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان پہیر لے جسقدر کہ اوسنے تاوان دیا چنانچہ استحقاق مین یعنے جب مستحق کو مرتہن نے مرہون کے تلف ہونیکے بعد تاوان دیا ہو تو راہن سے دین اور تاوان پہیر لیگا چنانچہ مذکور ہو چکا فَإِنْ وَافَقَ وَهَلَكَ عِنْدَ الْمُرْتَهِنِ صَارَ الْمُرْتَهِنُ مُسْتَوْفِيًا لِدَيْنِهِ پہر اگر مستعیر معیر کے موافق چلا یعنی مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکہا اور مستعار تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو مرتہن اپنے دین کا پانیوالا ٹہر گیا بشرطیکہ قیمت اوسکی دین کی برابر ہو یا زیادہ اور اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لیگا کذا فی الطحطاوی وَوَجَبَ مِثْلُهُ أَيْ مِثْلُ الدَّيْنِ لِلْمُعِيرِ عَلَى الْمُسْتَعِيرِ وَهُوَ الرَّاهِنُ لِقَضَاءِ دَيْنِهِ بِهِ اور دین کی برابر معیر کیواسطے مستعیر یعنی راہن پر دینا واجب ہوگا بسبب ادا ہو جانے دین راہن کے مرہون کے سبب سے إِنْ كَانَ كُلُّهُ مَضْمُونًا وَإِلَّا يَكُنْ كُلُّهُ مَضْمُونًا ضَمِنَ قَدْرَ الْمَضْمُونِ وَالْبَاقِي أَمَانَةٌ وجوب بقدر دین اوس صورت مین ہے کہ اگر تمام دین مضمون ہو اور اگر تمام دین کا ضمان نہوا ہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون کے ضمان دیگا اور باقی امانت ہے وَكَذَا لَوْ تَعَيَّبَ فَيَذْهَبُ مِنَ الدَّيْنِ بِحِسَابِهِ وَيَجِبُ مِثْلُهُ لِلْمُعِيرِ اور اسیطرح اگر مستعار مرتہن کے پاس عیب دار ہو گیا تو بقدر حصہ عیب کے دین جاتا رہیگا اور اوسکی مانند معیر کیواسطے مستعیر پر واجب ہوگا وَلَوِ افْتَكَّهُ أَيِ الرَّهْنَ الْمُعِيرُ أُجْبِرَ الْمُرْتَهِنُ عَلَى الْقَبُولِ ثُمَّ يَرْجِعُ الْمُعِيرُ عَلَى الرَّاهِنِ لِأَنَّهُ غَيْرُ مُتَبَرِّعٍ لِتَخْلِيصِ مِلْكِهِ بِخِلَافِ الْأَجْنَبِيِّ بِمَا أَدَّى إِنْ سَاوَى الدَّيْنَ الْقِيمَةَ وَإِنِ الدَّيْنُ أَزْيَدَ فَالزَّائِدُ مُتَبَرِّعٌ

وان اقل فلا جبر در لکن استشکله الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف فلذا لم یصرح علیه فی متنه مع کمال متابعته للدرر
فتح تحبا اور اگر معیر نے فک رہن کا ارادہ کیا تو مرتہن پر اوسکے قبول کرنے پر جبر کیا جاویگا پہر مستعیر جو دین ادا کیا وہ راہن سے پہیر لیگا اسواسطے کہ معیر
متبرع نہین ہے کیونکہ وہ مضطر ہے اپنے ملک کی تخلیص کے سبب سے برخلاف اجنبی کے کہ وہ ادائے دین مین متبرع ہے رجوع معیر اوس شرط پر ہے کہ دین
برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہوگا اوسکی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہے یعنی تو اسقدر کا رجوع نہوگا اور اگر دین کم ہے قیمت سے تو
مرتہن پر جبر نہین تسلیم مرہون کا کذا فے الدرر لیکن ادائے زائد کے تبرع ہونے مین زیلعی وغیرہ نے اشکال کیا ہے اور مصنف نے اوس اشکال کو ثابت رکھا ہے اپنی شرح
مین تو اسی واسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تصریح نہین کی یعنی اپنے متن مین اوسکو ذکر نہین کیا باوجود کمال متابعت درر کے سو کو تامل کر یعنی باوجودیکہ مصنف اپنے متن مین
درر کی کمال متابعت کرتا ہے لیکن اشکال زیلعی وغیرہ کے سبب سے اونکو متن کے اندر داخل نہین کیا ہے تبرع زائد کا اشکال زیلعی نے یون بیان کیا ہے کہ یہ مشکل
ہے اسواسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہین ہوسکتی بعض دین کے ادا کرنے سے تو معیر مضطر ٹہہرا اور یہہ اسواسطے ہے کہ غرض معیر تخلیص سے یہہ ہے کہ اوس سے منتفع
ہو یہہ حاصل نہین ہوسکتا بدون ادا کرنے تمام دین کے اسواسطے کہ مرتہن کو اختیار ہے حبس مرہون کا تا ادائے کل دین کذا فے الحلبی الطحطاوی نے حموی
الاشباہ ح قد وری سے جواب اشکال مذکور کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مصنف پر اوسکی تصریح واجب تھی من شاء فلیرجع الیہ ولو هلك الرهن استعماله
مع الراهن قبل رهنه او بعد فكه لم يضمن وان استخدمه او ركبه ونحو ذلك من قبل لانه امين خالف ثم
عاد الى الوفاق فلا يضمن خلافا للشافعى اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہوگیا راہن کے پاس رہن رکہنے سے پہلے یا بعد فک رہن کے تو
راہن پر اوسکا تاوان نہین اگرچہ قبل اسکے مستعار سے اوسنے خدمت لی ہو یا اوسپر سواری کی ہو اور مانند اوسکی اور استعمال کیا ہو اسلیے کہ راہن امین ہے جسنے
مالک کی مخالفت کے بعد اوسکی پہر موافقت کی تو اس موافقت بعد المخالفۃ سے اوسپر ضمان لازم نہوگا برخلاف امام شافعی کے لکن فی الشرنبلالیۃ
عن العمادية المستأجر والمستعير اذا خالف ثم عاد الى الوفاق لا يبرأ عن الضمان على ما عليه الفتوى انتهى لیکن
شرنبلالیہ مین عمادیہ سے منقول ہے کہ مستاجر یا مستعیر جبکہ دونون مالک کی مخالفت کرین بعد اسکے پہر موافقت کرین تو ہر واحد تاوان سے بری الذمہ نہوگا
موجب اوس قول کے جسپر فتوی ہے انتہی ما فی الشرنبلالیۃ بقی لو اختلفا فالقول للراهن لانه ينكر الايفاء بماله باقی رہا یہہ مسئلہ کہ اگر معیر اور
مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہو جانے کے وقت مین تو مستعیر راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ اپنے ایفاء مال کا منکر ہے یعنی وجوب ضمان
کا منکر ہو اور صورت اختلاف یہہ ہے کہ معیر کہتا ہے کہ مرہون مستعار تلف ہوگیا مرتہن کے پاس اور مستعیر کہتا ہے بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد فک رہن تلف
ہوا کذا فی الطحطاوی تو مطلب معیر کا یہہ ہے کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا مدعا یہہ ہے کہ مجہپر ضمان واجب نہو ولو اختلفا فی قدر ما امره
بالرهن به فالقول للمعير هدايه اور اگر دونون نے اختلاف کیا اوس مقدار مین جسقدر پر رہن رکہنے کا معیر نے امر کیا تہا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا
فی الہدایۃ ھم یعنی مقدار دین مین اختلاف ہوا معیر اکثر دین کا مدعی ہے تا مستعیر پر تلف ہو جانے کیوقت ضمان زائد لازم آوے اور مستعیر اقل دین کا دعوی
کرتا ہو اختلفا فی الدين والقيمة بعد الهلاك فالقول للمرتهن فی قدر الدين وقيمة الرهن شرح تکملہ اور اگر راہن اور مرتہن نے
مقدار دین اور قیمت مرہون مین اختلاف کیا بعد ہلاک ہو جانے مرہون کے تو مرتہن کا قول مقدار دین اور قیمت مرہون مین معتبر ہے کذا فی شرح التکملۃ
ولو مات مستعيره مفلسا مديونا فالرهن باق على حاله فلا يباع الا برضى المعير لانه ملكه اور اگر رہن کا مستعیر مفلس مدیون ہو کر مر گیا
تو عقد رہن کا باقی ہے اپنی حالت سابقہ پر مرتہن کے پاس تو مرہون بیچا نجاویگا مگر معیر کی رضامندی سے اسواسطے کہ مرہون معیر کا مملوک ہے ولو اراد المعير
بيعه وابى المرتهن البيع بيع بغير رضاه ان كان به اى بالرهن وفاء والا لا يباع الا برضاه اور اگر معیر نے بیع مرہون کا ارادہ کیا اور
مرتہن نے بیع نہ مانا تو وہ بیچا جاویگا بدون اوسکی رضامندی کے اگر مرہون کی قیمت سے دین مرتہن کا ادا ہو جاویگا اور اگر دین ادا نہو تو اوسکی بیع نہوگی
بلا رضامندی مرتہن کے ولو مات المعير مفلسا وعليه ديون امر الراهن بقضاء دينه لفسه ويرد الرهن لتصل كل ذى حق حقه

اور اگر معیر مر گیا مفلس ہو کر اور اوسپر دین ہو تو راہن پر امر کیا جاے اپنی ذاتی دین کے ادا کرنیکا اور مرہون مستعار پہیر دیا جاے تاکہ ہر صاحب حق اپنے حق کو پہونچے
وان عجز لفقره فالرهن على حاله كما لو كان المعير حيّا اور اگر راہن مستعیر عاجز ہوا بوجہ دین کے ادا کرنے سے محتاجی کے سبب سے تو رہن باقی رہیگا اپنی حالت
پر چنانچہ اگر معیر زندہ ہوا اور مستعیر عاجز ہو تو رہن قائم رہیگا ولورثته اى ورثة المعير اخذه اى الرهن بعد قضاء دينه كمورثه اور معیر کے
وارثوں کو مرہون کا لینا درست ہی بعد ادا کرنے دین مرتہن کے مورث کی مانند یعنی اگر وارث معیر کے مرتہن کا دین ادا کریں تو مرہون پر قبضہ کرین فان
طلب غرماء المعير من ورثته بيعه فان به وفاء بيع والا فلا يباع الا برضى المرتهن كما مر لما مر پہر اگر معیر کے قرضخواہ معیر کے وارثوں سے
مرہون مستعار کی بیع طلب کریں تو اگر مرہون کی قیمت سے دین ادا ہو جاے تو وہ بیچا جاویگا اور اگر دین ادا نہو تو نہ بیچا جاے مگر مرتہن کی رضامندی سے
چنانچہ عنقریب گذر گیا بدلیل گذشتہ ھم منح الغفار میں ہے اور اگر دین مرتہن سے فاضل معیر کے قرضخواہوں کو کفایت نکرے تو بدون اونکی رضامندی کے
بیع درست نہیں اور اگر کفایت کرے تو بیع جائز ہی بدون اونکی رضامندی کے بسبب پونہچ جانے اونکے حق کے اور اسیطرح حکم ہے اگر معیر یا مستعیر مر جاے
کذا فی الطحطاوی واعلم ان جناية الراهن على الرهن كلا او بعضا مضمونة اور معلوم کر کہ جنایت راہن کی مرہون کے کل پر یا بعض پر
مضمون ہے یعنی تاوان اوسکا راہن پر واجب ہے ھم یعنی اگر راہن مرہون غلام کو قتل کرے یا کوئی عضو تلف کر ڈالے تو راہن پر ضمان واجب ہوگا
اسلئے کہ حق مرتہن کا لازم محترم ہے اور مالیت سو اوسکی ملک متعلق ہے لہذا مالک اجنبی ٹھہرایا گیا ضمان کے حق مین كجناية المرتهن عليه یعنی جنایت
مرتہن کی مرہون پر واجب الضمان ہو یعنی اگر مرتہن مرہون کو قتل کریگا تو اوسپر تاوان لازم ہوگا ويسقط من دينه اى دين المرتهن بقدرها
اى الجناية لانه اتلف ملك غيره فلزمه ضمانه واذا لزمه وقد حل الدين سقط بقدره ولزمه الباقى بالاتلاف لا بالرهن
اور مرتہن کا دین بقدر جنایت کے ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ مرتہن نے غیر کی ملک کو تلف کیا تو اوسپر ضمان لازم ہو گیا اور جبکہ ضمان لازم ہوا اور
دین موجل نہیں ہے تو دین ساقط ہوگا بقدر اوسکے اور باقی مرتہن پر لازم ہوگا مرہون کے تلف کر ڈالنے کے سبب سے نہ رہن کے سبب سے ھم مرتہن
کو باقی لازم ہوا اسواسطے کہ جو قیمت مرہون کی قدر دین سے زائد ہے وہ امانت ہی اور مرتہن پر اوسکا ضمان تلف کر ڈالنے سے لازم ہوا نہ عقد رہن کے سبب سے
تو وہ بمنزلہ ودیعت کے ہے جبکہ مودع اوسکو تلف کرے اور اوسپر ضمان لازم آوے کذا فی الدرر وهذا لو الدين من جنس الضمان والا لم يسقط
منه شيء والجناية على المرتهن او هيه یعنی سقوط دین بقدر جنایت اوسوقت ہے جبکہ دین ضمان کی جنس سے ہو یعنے دراہم اور دنانیر ہوا ور اگر اوسکی جنس
سے نہو چنانچہ گیہوں ہو تو دین سے کچہہ ساقط نہوگا اور جنایت مرتہن پر قایم رہیگی وللمرتهن ان يستوفي دينه اور مرتہن کو درست ہے کہ اپنا دین پورا لیوے
لكن لو اعور عبده يسقط نصف دينه قهستاني وبرجندى لیکن اگر مرتہن نے غلام مرہون کی ایک آنکہہ پہوڑ ڈالی تو مرتہن کا نصف دین
ساقط ہوگا کذا فی القہستانی والبرجندی ھم یہہ اوس صورت مین ہے جبکہ غلام کی قیمت دین کی برابر ہو اسواسطے کہ آنکہہ بمقدار نصف دیت ہے اور غلام کی
دیت اوسکی قیمت ہی اور اگر مرہون جانور ہو تو اوسکی آنکہہ پہوڑنے سے ربع دین ساقط ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو سقوط
نصف دین کی وجہ ظاہر نہیں ہوتی تو اس مسئلہ کی تحریر کرنا چاہیئے کذا فی الطحطاوی وجناية الرهن عليهما اى الراهن والمرتهن وعلى مالهما
هدر اى باطل اور جنایت مرہون راہن اور مرتہن پر اور ان دونون کے مال پر ہدر یعنی باطل ہے یعنی جنایت کے بدلے کوئی چیز واجب نہیں اذا
كانت الجناية غير موجبة للقصاص فى النفس دون الاطراف اذ لا قود بين طرفى عبد وحر جنایت غلام مرہون کی باطل ہے جبکہ
جنایت قصاص فی النفس کی موجب نہو سوا ہی اطراف کے اسواسطے کہ غلام اور آزاد کے ہاتہہ پانون وغیرہ اطراف مین قصاص نہیں ھم یعنی غلام کا قتل
باطل ہے اور اطراف مین تو قصاص ہی نہیں ہے وان كانت موجبة للقصاص فمعتبرة فيقتص منه ويبطل الدين خانية وعبارة القهستاني
وشرح المجمع يبطل الرهن اور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو معتبر ہے یعنی قتل عمد مین غلام سے قصاص لیا جاویگا اور دین باطل ہوگا کذا فی الخانیہ
اور قہستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہہ ہو کہ رہن باطل ہو جاویگا ھم بطلان دین کی وجہہ یہہ ہے کہ جبکہ غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفاء دین باقی نہ رہا

بطلان دین اور بطلان رہن میں کچھ خسارہ نہیں کذا فی التلویح کجنایته ای الراھن علی ابن الراھن او علی ابن المرتھن فانھا معتبرۃ فی الصحیح حتی یدفع بھا او یفدی وان کانت علی المال یباع کما لو جنی علی الاجنبی اذ ھو اجنبی لتباین الاملاک زیلعی یعنی جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرتہن کے فرزند پر اسواسطے کہ وہ معتبر ہے قول صحیح میں تو مرہون دیا جاویگا بسبب جنایت کے یا اوسکا فدیہ دیا جاوے اور اگر جنایت مرہون کی مال پر ہو تو وہ بیچا جاویگا اور صاحب مال کو دیا جاویگا چنانچہ شخص اجنبی پر اوسکی جنایت معتبر ہے فرزند راہن اور مرتہن پر جنایت اسواسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے تباین املاک کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو رھن عبدا یساوی الفا بالف مؤجل فرجعت قیمته الی مائة فقتله رجل وغرم مائة وحل الاجل فالمرتھن یقبضھا ای المائة قضاء لحقه ولا یرجع علی الراھن بشیء لکونه بلا قتل ولا اصل ان نقصان السعر لا یوجب سقوط الدین بخلاف نقصان العین فاذا کان الدین باقیا وید المرتھن ید الاستیفاء فیصیر مستوفیا الکل من الابتداء اور اگر وہ غلام جو ہزار درم کی برابر ہے ہزار درم مؤجل پر رہن رکھا پھر اوسکی قیمت پلٹ کر سو درم کی ہو گئی پھر اوسکو ایک مرد نے قتل کیا اور سو درم کا تاوان دیا اور دین مرتہن کی مدت آ پہنچی تو مرتہن سو درم پر قبضہ کرے اپنے ادائے حق کے سبب سے یعنی ادائے بعض حق سے اور راہن سے کچھ نہ لیگا جیسے غلام مرہون کی موت بلا قتل میں راہن پر کوئی چیز لازم نہیں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب نہیں برخلاف نقصان عین کے پھر جبکہ دین باقی رہا اور قبض مرتہن کا قبضہ استیفا ہی تو وہ تمام دین کا پانیوالا ٹھہر گیا ابتدا ہی رہن سے ولو باعه ای العبد المذکور بمائة بامر الراھن قبض المائة قضاء لحقه ورجع بتسعمائة لانه لما کان الدین باقیا وقد اذن ببیعه بمائة کان الباقی فی ذمته کانه استردہ وباعه بنفسه اور اگر مرتہن نے غلام مذکور بیچا سو درم سے راہن کے امر سے تو مرتہن قبضہ کریگا سو درم پر اپنے حق کے سبب سے اور نو سو درم راہن سے پھیر لیگا اسواسطے کہ جب دین باقی رہا اور البتہ راہن نے اوسکو سو درم کے ساتھ بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نو سو درم راہن کے ذمہ پر لازم رہے گویا اذن مذکور سے راہن نے مرہون پھیر لیا مرتہن سے اور اوسکو بذات خود بیچا ولو قتله عبد قیمته مائة فدفع به افتکه الراھن وجوبا بکل الدین وھو الالف لقیام الثانی مقام الاول لحما ودما وقال محمد ان شاء افتکه بکل دینه او ترکه علی المرتھن بدینه وھو المختار کما فی الشرنبلالیة عن المواھب لکن عامة المتون والشروح علی الاول اور اگر ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو اوس غلام نے قتل کیا جسکی قیمت سو درم ہے پھر قاتل غلام قتیل کے بدلے دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام مذکور کو تمام دین یعنی ہزار درم دیکر چھڑا لے اسیسے ٹھہرا دیکر بسبب قائم ہوجانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون میں یعنی آدمی ہونے میں دونوں برابر ہیں اور محمد نے کہا راہن اگر چاہے اوسکا رہن فک کرے مرتہن کا سب دین دیکر یا اوسکو مرتہن کے پاس چھوڑے اوسکے دین کے بدلے اور یہی قول محمد کا مختار ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے مواہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر فقہ کی متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہیں فان جنی ترک التفریع اولی ای ھو خطأ فداہ المرتھن لانه ملکه ولم یرجع علی الراھن بشیء پھر اگر غلام مرہون نے ازراہ خطا کسیکو قتل کیا تو مرتہن اوسکا فدیہ دے اسواسطے کہ مرہون اوسکی ملک ہے اور مرتہن فدیہ دیکر راہن سے کچھ نہ لیگا شارح نے کہا مصنف کو فاء تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ یہ مسئلہ مسئلہ سابقہ سے متفرع نہیں ہے تعلیل ملک مرتہن تغیر ظاہر ہے تو اگر شارح یوں کہتا لان الجنایة حصلت فی ضمانه تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرتہن کے ضمان میں اسواسطے کہ ضمان جنایت کا مرتہن پر ہے اور غلام مرہون بالکل اوسکی ضمان میں ہے اور اوسکا دین رتبہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدرر ولا یملک ان یدفعه الی ولی الجنایة لانه لا یملک التملیک اور مرتہن مالک نہیں غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنی مقتول کے مالک یا وارث کو اسواسطے کہ مرتہن تملیک مرہون کا مالک نہیں فان ابی المرتھن من الفداء دفعه الراھن ان شاء او فداہ وسقط الدین بکل منھما لو اقل من قیمة الدین او مساویا ولو اکثر یسقط قدر قیمة العبد فقط ولا یسقط الباقی پھر اگر مرتہن نے فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن دے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اوسکا فدیہ دے اور دین مرتہن دونوں صورتوں یعنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہوگا اگر دین کمتر ہو مرہون کی

قیمت سے یا برابر ہو اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہوگا ولو استھلک مالا یستغرق رقبتہ
فداہ المرتہن فان ابی باعہ الراہن او فداہ اور اگر مملوک مرہون تلف کرے اوس قدر کو جو اوسکی قیمت سے کمتر ہے تو مرتہن مرہون کا فدیہ دے پھر اگر
وہ فدیہ نہ دے تو راہن اوسکو بیچڈالے یا اوسکا فدیہ دے ثم ان فداہ المرتہن فدیہ دیگا تو رہن اور اوسکا دین بحال سابق باقی رہیگا اور در صورت انکار مرتہن اگر راہن اوسکو
بیچے تو جسکا مال تلف کیا ہے اوسکا دین ادا کرے اور اگر فدیہ دیگا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہوگا اور اسکی تفصیل جوہرہ اور عالمگیریہ میں ہے ولو قتل
ولد الرہن انسانا او استھلک مالا دفعہ الراہن وخرج عن الرہن او فداہ وبقی رہنا مع امہ اور اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے
کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن اوسکو دیڈالے اور وہ رہن سے خارج ہوگیا یا راہن اوسکا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہیگا اپنی ماں کے
ساتھ۔ واما جنایۃ الدابۃ فھدر ویصیر کانہ ھلک بآفۃ سماویۃ وتمامہ فی الخانیۃ اور جانور مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنی اگر
جانور جانور کو مار ڈالے یا مال تلف کرے تو اوسکا ضمان نہیں اور اوسکا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت آسمانی سے وہ تلف ہوگیا اور اسکا پورا بیان
فتاوی قاضیخان میں ہے مات الراہن باع وصیہ رہنہ باذن مرتہنہ وقضی دینہ لقیامہ مقامہ راہن مرگیا تو اوسکا وصی
اوسکے مرہون کو بیع کرے اوسکے مرتہن کے اذن سے اور اوسکا دین ادا کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم یکن لہ وصی نصب القاضی
لہ وصیا وامرہ ببیعہ لان نظرہ عام پھر اگر راہن میت کا کوئی وصی نہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اوسکو بیع مرہون اور ادائے دین راہن کا امر
کرے اسواسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصوب ہے اسواسطے کہ حقوق مسلمین پر ناظر رہے جبکہ وہ عاجز ہوں اپنے کام میں وھذا لو الورثۃ صغارا
فلو کبارا خلفوا المیت فی المال فکان علیہم تخلیصہ جوہرہ اور یہ یعنی بیع وصی کی اوسوقت ہے جبکہ وارث راہن کے صغیر نابالغ ہوں سو اگر وہ
بالغ جوان ہوں تو وہ میت کے خلیفہ ہیں مال میں تو اونپر چھڑانا مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوہرۃ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے رھن الوصی
بعض الترکۃ لدین علی المیت عند غریم من غرمائہ توقف علی رضا البقیۃ ولھم ردہ فان قضی دینہم قبل الرد نفذ ولو اتحد الغریم
جاز رہنہ فی دینہ وصی نے بعض متروکہ رہن رکھا اوس دین کے لئے جو میت پر ہے ایک قرضخواہ کے پاس منجملہ اور دین والوں کے تو رہن موقوف رہیگا
باقیونکی رضامندی پر اور اونکو رہن کا پھیرڈالنا درست ہے پھر اگر وصی نے باقی لوگونکا دین ادا کردیا رد کرنے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہوجاویگا اور اگر
صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون بیچا جاویگا ادا ہو دین کیواسطے وفی معین المفتی للمصنف لا یبطل الرہن بموت الراہن
ولا بموت المرتہن ولا بموتہما ویبقی الرہن رہنا عند الورثۃ اور مصنف کی کتاب معین المفتی میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہوجاتا راہن کی موت سے
اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونونکے مرجانے سے اور مرہون رہن رہتا ہے وارثوں کے پاس ھ اسواسطے کہ وارث راہن کے راہن کے قائم مقام
ہیں اور اگر وارث نہیں تو وصی کے پاس رہن قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل متفرقۃ

یہ فصل ہے کتاب الرہن کے مسائل
متفرقہ میں رہن عصیرا قیمتہ عشرۃ بعشرۃ فتخمر ثم تخلل وہو یساوی العشرۃ فہو رہن بعشرۃ کما کان انگور کا شیرہ جسکی قیمت دس
درم ہو رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور وہ سرکہ دس درم کی برابر ہے تو وہ دس درم پر مرہون ہے جیسا کہ خمر ہونے سے
پہلے رہن تھا ھ لائق یوں تھا کہ رہن باطل ہوجاتا اسواسطے کہ خمر ہوجانے سے مال متقوم نرہا لیکن باطل نہوا سرکہ ہوجانے کی صلاحیت سے لہذا اگر
شیرہ خرید کرے اور وہ خمر ہوجاوے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں سرکہ ہوجانیکے احتمال سے پھر جب سرکہ بنگیا تو عارضہ زائل ہوگیا ثابت ہوئی پہلی
تو گویا اوسکا وجود ہی نہ تھا کذا فی الدرر والحموی ثم المعتبر فیہ فی الزیادۃ والنقصان القدر لا القیمۃ علی ما افادہ ابن الکمال پھر اوس میں
یعنی اوس شیرہ میں جو خمر ہوگیا پھر سرکہ بنگیا اوسکی زیادت اور نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اوسکو بیان کیا ہے
ھ کمی بیشی میں مقدار کا اعتبار ہوا نہ قیمت کا اسواسطے کہ عصیر اور خمر مقدرات سے ہیں کیونکہ دونوں کیلی ہیں یا وزنی اور کیلی وزنی میں نسبت کا
نقصان کچھ بھی سقوط دین کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وعلیہ فان انتقص شیء من قدرہ سقط بقدرہ والا فلا دینا ہے

کمی بیشی مقدار کے اگر شیرہ کی مقدار سے کچھ کم ہوگا تو دین بقدر اوسکے ساقط ہوگا اور اگر کم نہوگا تو دین بھی ساقط نہوگا و لو رھن شاۃ قیمتہا عشرۃ
بعشرۃ وھذا قید لا بد منہ لانہ لو کانت قیمتہا اکثر من الدین یکون الجلد ایضا بعضہ امانۃ بحسابہ فتنبہ فماتت بلا ذبح فدبغ
جلدھا بما لا قیمۃ لہ فلو لہ قیمۃ ثبت للمرتہن حق حبسہ بما زاد دباغۃ وھل یبطل قولان وھو ای الجلد یساوی درھما
فھو رھن بہ اور اگر وہ بکری جسکی قیمت دس درم ہے دس درم پر رہن رکھی پہر وہ بدون ذبح کرنیکے مرگئی سو اوسکے کہال کی ایسی چیز سے جسکی قیمت نہیں یعنی مٹی یا
آفتاب کی دہوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کہال ایک درم کی ہے تو وہ ایک درم پر رہن ٹہہریگی شارح نے کہا کہ تنبیہ یعنی بکری کی قیمت دس درم ہونا شرط ہے
اسواسطے کہ اگر اوسکی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچھ کہال بھی مرتہن کے پاس امانت ٹہہریگی اوسکے حساب کے موافق سو خبردار رہنا طحطاوی نے کہا مثلاً اگر دین دس
درم ہے اور قیمت بکری کی ۲۰ درم ہے اور کہال ایک درم کی ہے تو کہال نصف درم پر رہن ہوگی اسکو سمجھ پہر اگر قیمت والی چیز سے دباغت ہوگی تو بقدر دباغت
سے اوسکی قیمت زیادہ ہو جاویگی اوسقدر کے حبس میں مرتہن کا اختیار ہے اور اس صورت میں رہن باطل ہوگا یا نہوگا اسمیں دو قول ہیں بعضوں کے نزدیک رہن
باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک صحیح ھم بلا ذبح کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکری ذبح ہوکر مریگی تو بالکل مضمون ہوگی کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا
ماتت الشاۃ المبیعۃ قبل القبض فدبغ جلدھا حیث لا یعود البیع بقدرہ علی المشہور والفرق ان الرھن یتقرر بالھلاک
والبیع قبل القبض ینفسخ بہ برخلاف اوس صورت کے کہ بکی بکری قبض مشتری سے پہلے مرگئی پہر اوسکی کہال کی دباغت ہوئی تو یہاں عود بیع نہوگا بقدر
کہال کے بنابر قول مشہور کے اور فرق رہن اور بیع میں یہ ہے کہ رہن ثابت ہو جاتا ہے ہلاک مرہون سے اور بیع قبل قبض کے فسخ ہو جاتی ہے مبیع کے تلف ہو جانے
سے ولو ابق عبد الرھن وجعل العبد بالدین ثم عاد یعود الدین والرھن خلافا لزفر اور اگر مرہون غلام بہاگ گیا مرتہن کے پاس اور غلام
مذکور دین کے بدلے ٹہہرایا گیا بعد اسکے غلام پہر آیا تو دین اور رہن پہر ثابت ہوگیا برخلاف زفر کے ونماء الرھن کالولد والثمر واللبن والصوف
والوبر والارباح ونحو ذلک للراھن لتولدہ من ملکہ اور مرہون کی بڑہوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے پیدا ہو جیسے بچہ اور پہل اور دودہ
اور اون اور روئیں اور خونبہا اور مانند اوسکی وہ راہن کی ملک ہے بسبب اسکے پیدا ہونیکے راہن کی مملوک چیز سے وھو رھن مع الاصل تبعا لہ اور وہ اصل
مرہون کے ساتھ رہن ہے اپنی اصل کے تابع ہوکر بخلاف ما ھو بدل عن المنفعۃ کالکسب والاجرۃ وکذا الھبۃ والصدقۃ فانھا غیر
داخلۃ فی الرھن وتکون للراھن والاصل ان کل ما یتولد من عین الرھن یسری الیہ حکم الرھن وما لا فلا بحر الفتاوی برخلاف
اوس بڑہوتی کے جو منفعت مرہون کا بدلا ہے چنانچہ کمائی اور مزدوری اور اسیطرح ہبہ اور صدقہ اسواسطے کہ وہ رہن میں داخل نہیں اور وہ راہن کا مملوک ہے
قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا ہو مرہون کی ذات سے تو اوسکی طرف رہن کا حکم سرایت کرتا ہے اور جو ذات مرہون سے پیدا نہو تو اوسکی طرف رہن کا حکم سرایت
نہیں کرتا واذا ھلک النماء المذکور ھلک مجانا لانہ لم یدخل تحت العقد مقصودا اور جبکہ زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہو جاوے مرتہن کے پاس تو
رائگان تلف ہوگی یعنی مرتہن پر اوسکا تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ وہ عقد رہن میں بالقصد داخل نہیں بلکہ بالتبع داخل ہے واذا بقی النماء ای ھالکا
حکما بان اکل بالاذن فانہ لا یسقط حصۃ ما اکل منہ فیرجع بہ علی الراھن کما اذا ھلک الاصل بعد الاکل فانہ یقسم
الدین علی قیمتہما قہستانی کذا ذکرہ بقولہ اور جبکہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقۃً باقی نہو بلکہ حکماً باقی رہے اسطرح پر کہ کہایا جاوے راہن کے
اذن سے تو اسواسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہیں ہوتا تو مرتہن اوسکو پہیر لیگا راہن سے چنانچہ جب اصل مرہون تلف ہو جاوے کہانیکے بعد تو
دین تقسیم کیا جاویگا دونوں یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی القہستانی چنانچہ مصنف نے اوسکو اپنے قول آیندہ میں ذکر کیا ہے ھم زیلعی میں ہے کہ
اگر راہن نے مرتہن کو دودہ بکری کے کہانیکا اذن دیا سو اوسنے کہایا تو اوسپر ضمان نہیں اور اوسکا دین کچھ ساقط نہوگا اور اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو دین
منقسم ہوگا زیادت ماکولہ اور اصل پر سو جسقدر اصل کو پہونچیگا وہ ساقط ہوگا اور جتنا زیادت ماکولہ کو پہونچیگا سو مرتہن راہن سے لیگا اسواسطے کہ اتلاف
زیادت کا ہوا مرتہن کے فعل سے راہن کی تسلیط کے سبب سے تو گویا راہن نے اوسکو لیا اور تلف کیا کذا فی الطحطاوی ملخصا بعد ھلاک الاصل

فکّ بحصّته من الدین لانه صار مقصودًا بالفکاک والتبع یقابله شیء اذا کان مقصودًا یعنی جبکہ زیادت متولدہ باقی رہے
بعد ہلاک ہوجانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکور خلاص کیجائیگی بقدر اوسکے حصے کے دین سے اسواسطے کہ زیادت مقصود ہوگئی خلاص کرنیکے سببسے اور
تابع کے مقابل چیز ہوجاتی ہے جبکہ تابع مقصود ہوجاوے وحینئذ یقسم الدین علی قیمته یوم الفکاک وقیمة الاصل یوم القبض و
یسقط من الدین حصة الاصل وفک النماء بحصته کما لو کان الدین عشرة وقیمة الاصل یوم القبض عشرة وقیمة النماء
یوم الفکاک خمسة فثلثا العشرة حصة الاصل فیسقط وثلث العشرة حصة النماء فیفک بہ اور اسوقت مین دین قسمت کیا جائیگا
زیادت متولدہ کی قیمت پر خلاص ہونیکے دن اور اصل کی قیمت پر قبض کے دن اور دین سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کیجائیگی بقدر اوسکے
حصے سے چنانچہ اگر دین دس درم ہو اور اصل مرہون کی قیمت قبض کے دن دس درم تھی اور زیادت متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درم تھی تو دس
کی دو تہائیان یعنی چہہ کسر زائد اصل کا حصہ ہے سو ساقط ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین کسر زائد حصہ ہے زیادت کا تو تین درم سے زیادت مذکور کا
فک رہن کیا جائیگا ولو اذن الراهن للمرتهن فی اکل الزوائد ای اکل زوائد الرهن بان قال له مهما زاد فکله فاکلها ظاهره یعمّ
اکل ثمنها وبه افتی المصنف قال الا ان یوجد نقل مخصص یخصص حقیقة الاکل فیتبع فلا ضمان علیه ای علی المرتهن لانه اتلفه باذن المالک
اور اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو زوائد مرہون کے کہانے مین اسطرح کہ راہن نے مرتہن سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنی درخت کا پہل یا حیوان کا دودہ تو اوسکو کہا
سو مرتہن نے اوسکو کہایا تو مرتہن پر اوسکا تاوان نہین اسواسطے کہ اوسنے مالک کے اذن سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بہی شامل
ہے یعنی خواہ پہل یا دودہ کہایا ہو یا اوسکو بیچکر اوسکا ثمن کہایا ہو اور اسیکا فتوی دیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین مصنف نے کہا مگر یہہ کہ کتب فقہ مین کوئی نقل
مخصص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کردے تو اوسکا اتباع کیا جاویگا یعنی تو درصورت وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہوگا والاطلاق یجوز
تعلیقه بالشرط والخطر بخلاف التملیک اور اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز ہے برخلاف تملیک کے ہم یعنی جب راہن نے مرتہن
کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہہ اباحت ہے تملیک نہین ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی تو راہن کا یہہ قول معلق کہ جو چیز مرہون کے
زیادہ پیدا ہو یعنی پہل یا دودہ اوسکو تو کہا درست اور جائز ہے ولا یسقط شیء من الدین اور ساقط نہوگا مرتہن کے دین سے کچھہ باحت اکل کے
قال فی الجواهر رجل رهن دارا واباح السکنی للمرتهن فوقع بسکناه خلل وخرب البعض لا یسقط شیء من الدین لانه لما اباح
له السکنی اخذ حکم العاریة حتی لو اراد منعه کان له ذلک جواہر اخلاطی مین کہا کہ ایک مرد نے گہر رہن رکہا اور مرتہن کو اوسکے اندر رہنا مباح کردیا سو
اوسکے رہنے سے خلل پڑگیا اور کچھہ مکان ویران ہوگیا تو مرتہن کا دین کچھہ ساقط نہوگا اسواسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کردیا تو مرہون نے
عاریت کا حکم لیا یہانتک کہ اگر راہن مرتہن کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اوسکا اختیار ہے ہم اسمین اختلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع
لینا باذن راہن درست ہے یا نہین سو بعضے فقہا اسکو مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ وہ سود اور بیاج ہے اور بعضے اسکو مباح کہتے ہین چنانچہ زیلعی اور جواہر
اور قنیہ اور خانیہ مین اباحت مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وفی المضمرات ولو رهن
شاة فقال له الراهن کل ولدها واشرب لبنها فلا ضمان علیه وکذا لو اذن له فی ثمرة البستان فصار اکله کاکل الراهن نعم
نقل عن التهذیب انه یکره للمرتهن ان ینتفع بالرهن وان اذن له الراهن قال المصنف وعلیه یحمل ما عن محمد بن اسلم من انه
لا یحل للمرتهن ذلک ولو بالاذن لانه ربوا قلت وتعلیله یفید انها تحریمیة فتامل اور مضمرات مین ہے اور اگر بکری گرو رکہی سو مرتہن سے راہن
نے کہا کہ اس بکری کا بچہ کہا اور اسکا دودہ پی تو مرتہن پر تاوان نہین اور اسیطرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پہلو مین اذن دیا تو مرتہن کا کہانا راہن کے کہانے
کی مانند ہوا ہاں صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگرچہ اوسکو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہو مصنف نے شرح مینا
کہا اور اسی کراہت پر محمول ہے جو محمد بن اسلم سے منقول ہے کہ مرتہن کو یہہ حلال نہین اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہہ بیاج ہے مین کہتا ہون اور تعلیل انکی

اسکے مفسد ہو کہ مقرر کراہت تحریمی ہے سوا سمین تامل کرو ان لم یقتلک الراهن الرهن بل بقی عند المرتهن علی حاله حتی هلک الرهن فی ید المرتهن قسم الدین علی قیمة النماء ای الزیادة التی اکلها المرتهن وعلی قیمة الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب الزیادة اخذه المرتهن من الراهن کما فی الهدایة والکافی والخانیه وغیرها اور اگر راہن نے مرہون نہ چھوڑا بلکہ مرہون بحال سابق مرتہن کے پاس باقی رہا یہانتک کہ مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے ہاتھ مین تو دین بانٹا جاویگا اوس زیادت کی قیمت پر جسکو مرتہن کہا گیا اور اصل مرہون کی قیمت پر سو جسقدر اصل مرہون کو پونہچیگا وہ ساقط ہوگا اور جسقدر دین زیادت کو پونہچیگا اوسکو مرتہن راہن سے لیگا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا مین مذکور ہے ہم اخذ مرتہن کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن کا شرب مثلا راہن کے اذن سے راہن کے شرب کی برابر ہے تو جیسے راہن کے استعمال سے سقوط دین نہین ہوتا ویسے ہی مرتہن کے استعمال سے سقوط نہو اکذا فی الخانیہ وفی الجواهر الاصل ان الاتلاف باذن الراهن کاتلاف الراهن بنفسه للتسلیط اور جواہر مین ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے راہن کے ذاتی تلف کرنیکی برابر ہے بسبب تسلیط کردینے راہن کے وفیها اباح للمرتهن نفعه هل للمرتهن ان یوجره قال لا قیل فلو اجره ومضت المدة فالاجرة لمن قال للراهن قیل له ان اجره بلا اذن وان باذنه فللمالک ویبطل الرهن اور اوسی کتاب مین ہے کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کر دیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہے یا نہین جواب دیا کہ درست نہین ہے پہر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ مین دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہوگئی تو اوسکی اجرت مرتہن کی ہے یا راہن کی جواب دیا کہ اجرت مرتہن کی ہے اگر اوسکو اجارہ دیا بدون اذن راہن کے اور اگر اوسکو اذن سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہے اور اسصورت مین رہن باطل ہوگا وفیها رهن کرما وسلمه المرتهن ثم دفعه للراهن لیسقیه ویقوم بمصالحه لا یبطل الرهن اور اوسی کتاب مین ہے کہ باغ رہن رکھا اور مرتہن کو تسلیم کیا پہر مرتہن نے راہن کو باغ دیا تا اوسکو سینچے اور اوسکی امور ضروریہ کی خبرگیری کیا کرے تو رہن باطل نہوگا رهن کرما واباح ثمره ثم باع الکرم فقبض المرتهن الثمن ان ثمرة حصل بعد البیع فللمشتری وان قبله فللراهن ان قضی دین المرتهن ولا یکون رهنا لجعل البیع رجوعا عن الاباحة فانها تقبل الرجوع کما مر باغ رہن رکہا اور اوسکا پہل مباح کردیا مرتہن کو پہر راہن نے باغ بیچڈالا اور مرتہن نے اوسکو ثمن پر قبضہ کیا اگر اوسکا پہل بیع کے بعد حاصل ہوا تو مشتری کا پہل ہے اور اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا تو راہن کا ہے بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کر دیا ہو اور اگر دین ادا نہین کیا تو پہل رہن رہیگا یعنی ثمن مقبوضہ کے ساتھہ اور بیع رجوع عن الاباحۃ ٹھہرائی جاویگی اسواسطے کہ اباحت قابل ہے رجوع کے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم برخلاف اوس صورت کے کہ مرتہن پہل کہا گیا اسواسطے کہ اوسنے مباح کو کہایا اور راہن رجوع کا مالک نہین کہا جانیکے بعد کذا فی اللقطات عن المنح وفیها زرع المرتهن ارض الرهن ان ابیح له الانتفاع لا یجب شیء وان لم یبح لزمه نقصان الارض وضمان الماء لو من قناة مملوکة فلیحفظ اور اوسی کتاب مین ہے کہ مرتہن نے رہن کی زمین مین زراعت کی اگر اوسکو واسطے انتفاع مباح ہو تو کوئی چیز واجب نہین اور اگر انتفاع مباح نہین تو مرتہن پر زمین کا نقصان اور پانی کا تاوان لازم ہوگا بشرطیکہ پانی مملوک کاریز کا ہو تو اسکو یاد رکہنا چاہئے زرعها الراهن او غرسها باذن المرتهن ینبغی ان تبقی رهنا ولا یبطل الرهن فتنبه زمین مرہون مین راہن نے زراعت کی یا درخت لگایا مرتہن کے اذن سے تو لائق یون ہے کہ وہ رہن بطور سابق کے باقی رہے اور رہن باطل نہوجاوے تو خبردار رہنا ہم رہن باطل نہین مگر درحکم ضمان باطل ہے یعنے اگر مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا کذا فی اللقطات عن شرح الوهبانیة استحق الرهن لیس للمرتهن طلب غیره مکانه مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہین کہ بجای اوسکی اور چیز کو طلب کر کے رہن رکھنے کیواسطے استحق بعضه ان شائعا یبطل الرهن فیما بقی وان مفرزا بقی فیما بقی ویحبس بکل الدین لکن هلکه بحصته بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر منقسم ہے تو باقی مین بہی رہن باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہے تو باقی مین رہن باقی رہیگا اور بعوض تمام دین کے وہ محبوس رہیگا لیکن اوسکا تلف ہوجانا بقدر اوسکے حصہ کے ہوگا اجرها او اعارها لغیره ثم رهنها منه صح وبطلت الاجارة اپنا گہر کسی شخص کو اجارہ دیا پہر اوسکو اوسی اجیر کے پاس رہن رکہا تو رہن صحیح ہوا اور اجارہ باطل ہوگا ولو ازتهن ثم اجرها من راهنه

فالاجارة باطلة اور اگر رہن کیا پہر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے اَبَقَ الرهنُ سقط الدينُ كهلاكه فان عاد سقط بحسابِ نقصه لان الاباق عيبٌ حَدَثَ فيه مرہون غلام بہاگ گیا پس مرتہن کا دین ساقط ہو گیا اوسکی ہلاک ہو جانیکی مانند پہر اگر غلام پہر آیا تو دین ساقط ہو گیا بقدر اوسکی نقصان کے اسلیے کہ بہاگنا عیب ہے جو اوسمین اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزيادة الضمنية ذكر الزيادة القصدية فقال پہر جبکہ مصنف زیادت ضمنی کے بیان سے فارغ ہوا تو اوسنے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزيادة في الرهن تصح اور زیادہ کر دینا مرہون مین صحیح ہے ھم مثلا دس درہم کا کپڑا دس درہم پر گرو رکہا پہر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونون کپڑے دس درہم پر رہن ہو گئے وتعتبر قيمتها يوم القبض ايضا اور زیادت کی بہی قیمت یوم القبض معتبر ہوگی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے وفي الدين لا تصح خلافا للثاني اور دین مین زیادہ کرنا صحیح نہیں بر خلاف ابو یوسف کے ھم زیادت دین کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلا دس درہم پر گرو رکہا پہر پانچ درہم مرتہن سے لیکر وہی کپڑا پندرہ درہم پر رہن کہدیا تو یہ صحیح نہین لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہے اسواسطے کہ استدانت بعد استدانت کے دین اول کے ادا کرنے سے پہلے بالاجماع جائز ہے کذا فی المحیط والاصل ان الالحاق باصل العقد انما يتصور اذا كانت الزيادة في معقود به او عليه والزيادة في الدين ليست منهما اور قاعدہ کلیہ زیادت کا یہ ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کر دینا اسیوقت متصور ہوتا ہے جبکہ زیادتی معقود بہ مین مثلا ثمن مین یا معقود علیہ مثلا مبیع مین ہو اور دین مین زیادہ کر دینا دونو قسم سے نہین ہے ھم دین کا معقود بہ نہونا تو ظاہر ہے اور اوسکا معقود علیہ نہونا اسوجہ سے کہ دین واجب تہا عقد رہن سے پہلے ولہذا دین باقی رہتا ہے بعد فسخ رہن کے بہی کذا فی المحیط فان ذكر في نسخ المتن والشرح بالفاء مع انه في شرحه على انه انما عطفها بالواو لا بالفاء ليفيد انها مسألة مستقلة لا فرع للاولى فتنبه عبدا بالف فدفع عبدا آخر رهنا مكان الاول وقيمة كل من العبدين الف فالاول رهن حتى يرده الى الراهن والمرتهن في الآخر امين حتى يجعله مكان الاول بان يرد الاول الى الراهن فحينئذ يصير الثاني مضمونا اور اگر ایک غلام ہزار پر رہن رکہا پہر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا بجاے اول غلام کے اور حالانکہ دونو غلامونکی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام رہن ہے جبتک مرتہن راہن کو دوسرا غلام سپرد ہوا اور مرتہن دوسرے غلام کے قبض مین امین ہے نہ ضمین یہانتک کہ دوسریکو بجاے اول کے کرے اسطرح پر کہ اول غلام راہن کو سپرد ہو تو اسوقت مین دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا شارح نے کہا کہ متن اور شرح کے نسخے متعدد لکہا ہین با وجودیکہ مصنف نے اپنی شرح مین آگاہ کر دیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسواسطے عطف بواو کیا نہ عطف بفا تاکہ ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل جدا گانہ ہے مسئلہ اولے پر متفرع نہین ہوا اگر دو ابرأ المرتهن الراهن عن الدين او وهبه منه ثم هلك الرهن في يد المرتهن هلك بغير شيء استحسانا لسقوط الدين لا اذا استعد من صاحب فيضمنها ضمانا عنه مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اوسکو دین ہبہ کر دیا پہر مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہو گیا تو مفت ہلاک ہوا اور وجہ استحسان کے بسبب ساقط ہو جانے دین کے مگر جبکہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو وہ ضامن ہو جائیگا اپورا گکئی کوئی شی اگر اسکے تلف ہوا تو مرتہن پر تمام قیمت لازم آوے گی ھم درصورت ابراء اور ہبہ کے اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ رہن مضمون ہوتا ہے دین کے سبب سے پہر جب دین باقی نرہا تو ضمان بہی ساقط ہو گیا ولو قبض المرتهن دينه كله او بعضه من راهنه او غيره بالتطوع او شرى المرتهن بالدين عينا او صالح عنه اى عن دينه على شيء لانه استيفاء او احال الراهن مرتهنه بدينه على آخر ثم هلك رهنه معه اى في يد المرتهن هلك بالدين اور اگر مرتہن نے اپنا تمام دین یا بعض دین راہن سے یا اوسکے غیر سے جنانچہ کسی احسان کرنیوالے سے قبض کیا یا مرتہن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خریدی یا راہن کے ساتھ کسی شی پر دین سے صلح کی اسواسطے کہ صلح مذکور استیفاء دین ہے نہ اسقاط یا راہن نے مرتہن کا حوالہ اپنے دیون پر کیا پہر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا ھم وجہ فرق ابراء اور استیفا مین یہ ہے کہ ابراء سے اصل دین ساقط ہو جاتا ہے اور استیفا سے نفس دین ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قضا دیون بامثالہا ہے لا بانفسہا پہر جب مرہون تلف ہو گیا تو استیفا اول یعنی استیفا بالقبض مرہون ثابت ہو گیا اور استیفار ثانی یعنی استیفاء حقیقی منتقض ہو گیا کذا فی الہدایہ والزیلعی والدرر ملخصا ورد كما قبض الى من ادى في صورة ايفاء راهن او فنا

مُتَطَوِّعٌ او اشتراعیا او صُلحا اور مرتہن پہیر دیوے وہ مال جو اوسنے لیا اوسکو جسنے ادا کیا راہن یا محسن کے دینکی صورت مین یا خرید یا صلح کی صورت مین یعنی اگر راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتہن اوسکو پہیر دے یا کسی محسن نے دیا ہو تو اوسکو پہیر دے اسیطرح خرید اور صلح مین پہیر دینا واجب ہے تاکہ استیفا مکرر نہو جاہو و تَبْطُلُ الحوالةُ وَ هَلَكَ بالدَّيْنِ لانّہ فی معنی الابراء بطریق الاداء هدایہ اور حوالہ باطل ہو گیا یعنی مرتہن اب محتال علیہ سے مطالبہ نہین کر سکتا اور با وجود بطلان حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف ہوا اسواسطے کہ عقد حوالہ در معنی ابرا بطریق ادا کے ہی کذا فی الہدایہ ھ یہہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ عقد حوالہ مین دین تو راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کیطرف منتقل ہو گیا تو اب کون وجہ ہے سے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اسواسطے کہ حوالہ بمعنی ابرا کے ہی تو لائق یون تہا کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہوتا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ حوالہ اگرچہ ابرا ہے لیکن بطریق ادا کے نہ بطریق اسقاط کے تو عقد حوالہ سے راہن نے گویا مرتہن کا دین خود ادا کر دیا کذا فی الطحطاوی والعینی ملتقطا و مُفادُہ عَدَمُ بطلانِ الصُّلحِ و اَنَّ الدّینَ لیسَ باکثرَ من قیمۃِ الرّهنِ و الّا فینبغی ان لا تَبْطُلَ الحوالةُ فی قدرِ الزیادۃِ قہستانی اور بطلان حوالہ کے قید لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہے اور یہہ کہ دین مرتہن کا قیمت مرہون سے زیادہ نہین ہے اور اگر دین مرہون کی قیمت سے زیادہ ہو تو لائق یون ہے کہ حوالہ باطل نہو زیادت کی مقدار مین کذا فی القہستانی و کذا ای کما یَهْلِکُ الرّهنُ بالدّینِ فی الصورۃِ المذکورۃِ یَهْلِکُ بہ ایضا لو تصادقا علی اَنْ لا دَیْنَ علیہ ثم هَلَكَ الرّهنُ بالدّینِ لتوهُّمِ وجوبِ الدّینِ بتصادُقهما علی قیامِہ فتکونُ المُطالبۃُ بہ باقیۃً بخلافِ الابراءِ فانّہ یُسْقِطُ الدّینَ اصلا اور اسیطرح یعنی جیسے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوتا ہے استیفا کی صورت مذکورہ مین اسیطرح مرہون تلف ہوتا ہے بمقابلہ دین اس صورت مین بھی کہ اگر راہن اور مرتہن نے اسپر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہین ہے پہر مرہون تلف ہو گیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور احتمال کے سبب سے بسبب اتفاق عاقدین کے قیام دین پر یعنی بعد اتفاق نفی دین جائز ہی کہ دونون یاد کرین اور قیام دین پر اتفاق کرین تو مطالبہ دین کا باقی رہیگا بر خلاف ابرا کے کہ وہ تو اصلا دین کو ساقط کر دیتا ہی یعنی اوسمین وجوب دین کا توہم بھی باقی نہین رہتا ھ تصادق نفی دین کی صورت مین توہم وجوب دین متصور ہی اور ضمان مرہون توہم وجوب سے ثابت ہوتا ہی بر خلاف ابرا کہ اوسمین توہم وجوب بھی متصور نہین کذا فی الہدایہ و شروحہا کُلُّ حُکْمٍ عُرِفَ فی الرّهنِ الصّحیحِ فهو الحُکمُ فی الرّهنِ الفاسدِ کما فی العمادیۃ جو حکم کہ رہن صحیح مین معروف اور معلوم ہے سو وہی حکم رہن فاسد مین ثابت ہی کذا فی العمادیہ قال وَ ذکرَ الکرخیُّ اَنَّ المقبوضَ بحُکمِ الرّهنِ الفاسدِ یتعلّقُ بہ الضّمانُ عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اوس سے تاوان متعلق ہے ھ طحطاوی نے شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ حق یہہ ہے کہ تاوان اوس سے اصلا متعلق نہین واللہ اعلم موفقا بینهما و فی کلِّ موضعٍ کانَ الرّهنُ مالا و المقابلُ بہ مضمونا الّا انّہ فُقِدَ بعضُ شرائطِ الجوازِ کرهنِ المشاعِ ینعقدُ الرّهنُ لوجودِ شرطِ الانعقادِ لکن بصفۃِ الفسادِ کالفاسدِ من البیوعِ اور یہہ بھی عمادیہ مین ہے اور جس مکان مین مرہون مال ہو اور اوسکا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہہ کہ شرائط جواز سے بعضی شرط مفقود ہو جیسے مشاع کا رہن تو عقد رہن کا منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صفت پر ہوگا بیع فاسد کی مانند و فی کلِّ موضعٍ لم یکنِ الرّهنُ کذلک ای لم یکن مالا و لم یکن المقابلُ بہ مضمونا لا ینعقدُ الرّهنُ اصلا اور جس مقام مین مرہون ایسا نہو یعنی مال نہو چنانچہ خون یا مردار یا آزاد ہو اور اوسکا مقابل بھی مال مضمون نہو چنانچہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہوگا ھ اسکو رہن باطل کہتے ہین وحینئذٍ فاذا هلَکَ هَلَکَ بغیرِ شیءٍ بخلافِ الفاسدِ فانّہ یَهْلِکُ بالاقلِّ من قیمتہ و من الدّینِ اور اسوقت مین یعنی جب رہن منعقد اصلا نہوا باطل ٹھہرا تو جب کہ مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوگا تو رایگان تلف ہوگا مرتہن پر تاوان لازم نہ آویگا بر خلاف رہن فاسد کے اسواسطے کہ رہن فاسد مین جبکہ مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس تو کمتر مال پر قیمت سے اور دین سے تلف ہوگا یعنی قیمت مرہون کی اگر کمتر ہے دین سے تو مرتہن پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین کمتر ہے قیمت سے تو دین لازم ہوگا و مَن ماتَ و لہ غُرَماءُ فالمرتهنُ احقُّ بہ کما فی الرّهنِ الصّحیحِ اور رہن فاسد کا جو راہن مرگیا اور اوسکے چند قرض دینے والے ہین تو مرتہن زیادہ تر حقدار ہے مرہون کا جیسے رہن صحیح مین مرتہن احق ہے ھ ش ۶ سنہ ۱۲ ملخصہ شارح کا مرتہن الرہن

بالمحل كما حررناه في العارية معزيا للوهبانية* ایک مرہون کا بلا فک رہن دوسری بار رہن رکھنا باطل ہے چنانچہ ہے اسکی کتاب العاریۃ میں تحریر کی ہے وہبانیہ سے منقول کرکے ۞ رہن کا رہن باطل ہے خواہ راہن رہن کرے خواہ مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھیگا تو باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی وفي معاياتها قال ۞ وأي رهين لا يرام انفكاكه * وتجنيه لوماتت بالموت يستطر اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں کہا ہے اور کون مرہون ہے جسکا انفکاک مطلوب نہیں یعنی اوسکا خلاص ہونا ممکن نہیں اور کون قاتل ہے جسکا مقتول اگر مرجائے تو موت سے اوسکی دیت نصف ہوجاتی ہے ۞ سوال اول کا جواب یہہ ہے کہ مرہون عدیم الانفکاک نفس ہے حق تعالی نے فرمایا * كل نفس بما كسبت رهينة یعنی ہر جان اپنے اعمال کے سبب سے مرہون ہے خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہہ ہے کہ مراد ختنہ کرنیوالا ہے جسنے صغیر کا حشفہ قطع کرڈالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مرگیا تو اوسپر نصف دیت واجب ہو اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب*

كتاب الجنايات

یہہ کتاب ہے جنایات کے مسائل میں مناسبته ان الرهن لصيانة المال وحكم الجناية لصيانة الانفس والمال وسيلة للنفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات کی کتاب الرہن سے یہہ ہے کہ رہن مشروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایات کا حکم یعنی قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث مشروع ہوا جانوں کے محفوظ رہنے کے لئے اور مال وسیلہ ہے جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہوا جنایات پر اسواسطے کہ وسیلہ مقدم ہے ذی الوسیلہ پر ۞ مشروعیت قصاص وغیرہ سے عموم رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہے تا نفوس محفوظ رہیں اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اوسکی خوبیاں وہ ہیں جو حدود کی خوبیاں ہیں اور سبب بھی اوسکا وہی ہے جو حدود کا سبب ہے اور جنایات کی شرط یہہ ہے کہ محل جاندار ہو کذا فی الطحطاوی ثم الجناية لغة اسم لما يكتسب من الشر پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ جنایت لغت عرب میں بری کام کرنیکا نام ہے ۞ جنایت مصدر ہے جمع اوسکی جنایات ہے حقیقۃ مصدر کی جمع نہیں آتی لیکن یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول ہے لہذا جمع لانا اوسکا درست ہوا وشرعا اسم لفعل محرم حل بمال او نفس وخص الفقهاء الغصب والسرقة بما حل بالمال والجناية بما حل بنفس واطراف اور شرع میں جنایت اوس فعل حرام کا نام ہے جو مال یا جان میں واقع ہو تو اس تعریف میں چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہیں لیکن فقیہوں نے اپنی اصطلاح میں غصب اور سرقہ خاص کرلیا ہے اوس فعل حرام کے ساتھہ جو مال میں واقع ہوا اور جنایت خاص کرلی ہے اوس فعل ممنوع کے ساتھہ جو جان اور اطراف یعنے ہاتھہ پاؤں ناک کان آنکھہ میں واقع ہو ۞ جنایت علی النفس کو قتل کہتے ہیں اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہیں قتل عبارت ہے اوس فعل سے جو عبد کیطرف مضاف ہو اور زندگی اوسکے سبب سے زائل ہوجائے اور زوال حیات بلا فعل عبد سے موت ہے کذا فی الزیلعی وشمنی القتل الذي يتعلق به الاحكام الاتية من قود ودية وكفارة واثم وحرمان ارث خمسة والا فانواعه كثيرة كرجم وصلب وقتل حربي وہ قتل جسسے احکام آیندہ یعنی قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ اور حرمان ارث متعلق ہیں پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے تو بہت ہیں چنانچہ سنگسار کرنا زانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا ۞ یعنی حصر قتل کا اقسام خمسہ میں باعتبار تعلق احکام آیندہ کے ہے تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں اقسام خمسہ یہہ ہیں قتل عمد شبہ عمد خطا جاری مجرای خطا قتل بالسبب الاول عمد وهو ان يتعمد ضربه اي ضرب الادمي في اي موضع من جسده بالة تفرق الاجزاء مثل سلاح ومثقل من حديد وصفر ونحاس ورصاص وذهب وفضة ونحوها او في مثقل برهان وليطة وقوله ونار عطف على محدد لانها تشق الجلد وتعمل عمل الذكوة حتى لو وضعت في المذبح فاحرقت العروق اكل يعني ان سال بها الدم والا لا كما في الكفاية قسم اول قتل عمد وہ یہہ ہے کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جاوے کسی مقام میں اوسکے بدن سے بوسطہ اوس ہتھیار کے جو اوسکے اجزا کو پہاڑ ڈالے چنانچہ آلات جنگ اور بھاری وزنی چیز لوہے کی کذا فی الجوہرہ یا قصد ضرب ہو بسبب نوکدار باڑھ والی چیز کے چنانچہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتھر اور سوئی محل قتل میں کذا فی البرہان اور چنانچہ بانس کا نرقل کا تیز چھلکا یا قصد قتل ہو آگ سے اسواسطے کہ آگ بھی کھال کو پہاڑ دیتی ہے اور ذبح کا عمل کرتی ہے تو اگر آگ کو محل ذبح میں رکھے سو وہ رگونکو جلا دے

تو زخم ہلکا ہوگا یعنی اگر آگ کی جلانے سے خون نکلے اور اگر خون نہ بہیگا تو کھانا اوسکا درست نہین کذا فی الکفایہ ھم خلاصہ تعریف قتل عمد یہ ہے کہ عمدًا وہ ہے جسمین بالقصد ضرب سلاح سے ہو یا جاری مجرای سلاح سے تفریق اجزا مین کذا فی اکثر المتون شرح طحطاوی مین کہا قتل عمد وہ ہے جسمین قصدًا قتل ہو لوہے سے چنانچہ چھری اور تلوار سے یا جو چیز لوہے کی مانند ہو خواہ اوسمین حدت ہو کہ پھاڑ دے یا حدت نہو لیکن کچلڈالے جیسے عمود آہنی اور ترازو کے آہنی باٹ یا قتل نیزے یا سوئی سے کو چکو ہو یشرطیکہ لوہے کا نام اوسپر واقع ہو خواہ غالبًا اوس سے ہلاکی ہو یا نہو اسواسطے کہ یہ آثار مین منصوص ہے چنانچہ لا قود الا بالسیف وفی روایۃ لا قود الا بالسلاح وفی روایۃ لا قود الا بالحدید اور منصوص علیہ علت معتبر ہے اسیطرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو چنانچہ پیتل اور تانبا اور چاندی اور سونا اور تانبا خواہ قتل چیر پھاڑ کے ہو خواہ کچل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہین تو اگر وہ لوہے کا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہین تو عمد نہین چنانچہ آگ سے جلانا عمد ہے اور اسیطرح جس چیز مین حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرکل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو چیر پھاڑ دے یا بدن مین گھسجاوے چنانچہ نوکدار لکڑی تو یہ چیزین تلوار کی مانند عمل کرتی ہین تو یہ قتل عمد ہے انتہی فتاوی قاضی خان مین ہے کہ لوہے مین اور جو لوہے کے مشابہ ہے ظاہر الروایۃ مین یہ ہے کہ قصاص واجب ہونے مین زخم ہونا شرط نہین اور طحطاوی کی روایت عن الامام یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہین انتہی تو موجب ظاہر الروایۃ کے بندوق کی گولی سے قتل کرنے مین بلاشک قصاص واجب ہے اسواسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحطاوی کی روایت پر بھی وجوب قصاص ثابت ہے کیونکہ گولی زخمی کر دیتی ہے اور سوئی کے قتل مین دو قول ہین ایک وجوب قصاص کا جو برہان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلا قصاص نہین اسلیے کہ عادت مین اوس سے قتل کرنا مقصود نہین ہوتا کذا ذکرہ ابو السعود کذا فی الطحطاوی مختصرا ھم فتاوی قاضی خان مین اسمین عدم قصاص مذکور ہے واللہ اعلم قلت وفی شرح الوھبانیۃ کل ما بہ الذکاۃ بہ القود والا فلا انتہی مین کہتا ہون اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ جس چیز سے ذبح کرنا حاصل ہو تو اوس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہین تو قصاص نہین انتہی وفی البرھان وفی حدید غیر محدد کالصنجۃ روایتان اظھرھما انہ عمد یعنی اور برہان مین ہے اور جو لوہے کی چیز نوکدار نہو جیسے ترازو کا باٹ اوسمین دو روایتین ہین دونون مین ظاہر تر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے وفی المجتبی بایحماء التنور یکفی للقود وان لم یکن فیہ نار یعنی اور مجتبی مین ہے کہ تنور کا گرم کرنا قصاص کیواسطے کفایت کرتا ہے اگرچہ اوسمین آگ موجود نہووے ھم منح الغفار مین ہے کہ ایک شخص نے تنور گرم کیا اور کسی انسان کو اوسمین گرا دیا یا ایسی جلتی آگمین ڈالدیا کہ اوسمین سے نکل نہین سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بغیر لیے سلاح کے خانیہ مین ہے خواہ وہ شخص اوسیدن مرجاوے یا صاحب فراش رہے مرتے دم تک اور اگر چلتا پھرتا رہیگا اور پھر مریگا تو قاتل پر قصاص نہین وفی معین المفتی للمصنف الابرۃ اذا اصابت المقتل ففیہ القود والا فلا فلیحفظ اور معین المفتی مصنف کی کتاب مین ہے کہ سوئی جب محل قتل مین لگجاوے تو اوسمین قصاص ہے اور نہین تو قصاص نہین ہے سوئی کے قتل سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وقالا والثلاثۃ ضربہ قصدا بما لا تطیقہ البنیۃ کخشب عظیم عمد اور صاحبین اور تینون اماموں نے کہا کہ مقتول کو قصدًا مارنا اوس چیز سے جسکے ضرب اوٹھانے کی بدن انسانی کو طاقت نہین چنانچہ بڑا لکڑا قتل عمد ہے ھم امام کے نزدیک یہ قتل عمد نہین بلکہ شبہ عمد ہے چنانچہ آگے معلوم ہوگا وموجبہ الاثم فان حرمتہ اشد من حرمۃ اجراء کلمۃ الکفر لجوازہ للمکرہ بخلاف القتل اور قتل عمد کا موجب گناہ ہے اسواسطے کہ اوسکا حرام ہونا سخت تر ہے کلمہ کفر کے بولنے سے اسواسطے کہ کلمہ کفر بولنا مکرہ کو درست ہے اور قتل کرنا مکرہ کو بھی درست نہین ھم حرمت قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ تعالی ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جھنم الآیہ یعنی فرمایا حق تعالی نے کہ جو شخص مسلمان کو قصدًا قتل کرے تو اوسکا بدلا دوزخ ہے فقط یہ آیت قتل ناحق مین نصیحت کیواسطے کافی ہے اور احادیث تو اسمین بہت ثابت ہین ازانجملہ ترمذی اور نسائی مین عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عند اللہ آسان تر ہے مرد مسلمان کے قتل سے اور ترمذی مین ابو سعید خدری اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل آسمان اور اہل زمین مومن کے خون مین شریک ہون تو اللہ تعالی انکو منہ کے بل آگمین ڈالدے اور نسائی مین مرفوع ہے کہ ہر گناہ مین مغفرت کی امید ہے مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے اور ابن ماجہ مین ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت

توڑنے کا البتہ آلہ ہے جو عصا وغیرہ سے اگر ہاتھ پاؤں تلف ہوگا تو اوسمین کفارہ اور دیت نہین بلکہ قصاص واجب ہو یعنی فاعل کا بھی ہاتھ
پاؤں توڑا جاویگا والثالث خطأ وهو نوعان لانه اما خطأ في ظن الفاعل كان يرمي شخصا ظنه صيدا او حربيا او مرتدا فاذا
هو مسلم اور تیسری قسم قتل خطا ہے اور اوسکی دو قسمین ہین اسواسطے کہ یا خطا اور چوک پڑگئی فاعل کے گمان مین چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایک
شخص کو شکار یا کافر حربی یا مرتد جانکر سو وہ تو ناگہان مسلمان نکلا او خطأ في نفس الفعل كان يرمي غرضا او صيدا فاصاب آدميا
او يرمي غرضا فاصابه ثم رجع عنه او تجاوز عنه ما وراءه فاصاب رجلا او قصد رجلا فاصاب غيره او اراد يد رجل فاصاب عنق
غيره ولو عنقه فعمد قطعا او اراد رجلا فاصاب حائطا ثم رجع السهم فاصاب الرجل فهو خطأ لانه اخطأ في اصابة
الحائط ورجوعه سبب آخر والحكم يضاف لآخر سببيه ابن كمال عن المحيط یا خطا واقع ہو نفس فعل مین چنانچہ تیر مارا نشانہ
یا شکار کو سو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اوسپر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے آگے بڑھ گیا سو کسی مرد کو جا لگا یا فاعل نے ایکمرد کے مارنیکا
قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایکمرد کے ہاتھ پر مارنے کا سو اوسکے سوا اور مرد کی گردن پر لگا اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگیگا تو وہ
قتل عمد ہے یقینا یا ارادہ کیا ایکمرد کا سو تیر دیوار مین لگا پھر تیر وہان سے پلٹا سو دوسرے مرد کو لگ گیا تو یہہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہے اسواسطے
کہ تیرانداز دیوار کے لگانے مین چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہہ دوسرا سبب ہے اور حکم مضاف اور منسوب ہوتا ہی پچھلے سبب کیطرف چنانچہ ابن کمال
نے اسکو نقل کیا ہے محیط سے قال وكذا لو سقط من يده خشبة او لبنة فقتل رجلا يتحقق الخطأ في الفعل ولا قصد فيه فكلام
صدر الشريعة فيه ما فيه ابن کمال نے کہا کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی سو اوسکے صدمہ سے کوئی مرد قتل ہو جاوے تو اسصورت
مین خطا فی الفعل ثابت ہی اور حالانکہ فاعل کا اسمین مطلقا قصد نہین ہے تو صدر الشریعۃ کے کلام مین وہ خلل ہے جو اوسمین ہے ھ صدر الشریعۃ نے
شرح وقایہ مین کہا کہ خطا فی الفعل یہہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا سوا اوس سے دوسرا فعل صادر ہو جاوے چنانچہ نشانہ کو مارے سو خطا کرکے اور شخص کے لگجاے
انتہی حاصل کلامہ اس کلام مین قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطا فی الفعل مین لازم نہین چنانچہ لکڑی اور اینٹ کی چھوٹ پڑنے کی صورت مذکورہ مین خطا
فی الفعل ثابت ہی اور اسمین مطلقا قصد نہین لیکن عنقریب آویگا کہ یہہ جاری مجرای خطا کی صورت ہی نہ خطا فی الفعل کی کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی
الوهبانية ؎ وقاصد شخص ان اصاب خلافه ؞ فذا الخطأ والقتل فيه معذرا اور وہبانیہ مین ہے اور قصد کرنیوالا ایک شخص کا اگر
اوسکا تیر خلاف اوسکے دوسرے شخص کو لگجاوے تو یہہ قتل خطا ہی اور اسمین قاتل کا قتل ازروی قصاص کے متعذر ہی ؎ وقاصد شخص حالة النوم ان
تبت ؞ فيقتص ان ابقى دما منه ينهر اور قصد کرنیوالا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم مین اگر وہ مرجاوے تو قاتل سے قصاص لیا جاوے اگر اوسکا
خون سائل باقی رہے یعنی اگر مقتول کا خون تا موت سائل رہے تو قاتل پر قصاص ہے کذا فی الطحطاوی عن القنية والرابع ما جرى مجراه مجرى الخطأ
كنائم انقلب على رجل فقتله لانه معذور كالمخطئ اور چوتھی قسم وہ قتل ہے جو جاری مجرای خطا کی ہے یعنی خطا نہین بمنزلہ خطا کے ہی جیسے
سونیوالا منقلب ہو جاوے کسی مرد پر سو اوسکو قتل کرے اسواسطے کہ سونیوالا معذور ہی خطا کرنیوالے کی برابر ھ صورت اوسکی یہہ ہو کہ کوئی شخص بلند
چھپر یا بلند تخت یا چھت کے کنارہ پر سوتا ہی سو کروٹ بدلنے مین اوپر سے گرپڑا اور نیچے کا آدمی مرگیا کچلکر تو نائم معذور ہے خاطی کی مانند تو یہہ
قتل خطا نہین بلکہ بمنزلہ خطا کے ہی طحطاوی مین عالمگیری عن المحیط سے منقول ہی جاری مجرای خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گرپڑا اور وہ مرگیا
یا اوسکے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی چھوٹ پڑی اور دوسرا آدمی اوسکے صدمہ سے مرگیا یا ایک شخص جانور پر سوار تہا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچلکر مار ڈالا
اور زیلعی مین ہے کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہوا اسواسطے کہ یہہ حقیقت مین خطا نہین اسواسطے کہ نائم کا کچھہ قصد ہی نہین کہ وہ اپنے مقصود کا مخطی ٹھہرے
تو بیشک قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرایا گیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب سے انتہی ما فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعۃ کیطرف صریح خطا ہے
وفي موجبه اي موجب هذا النوع من الفعل وهو الخطأ وما جرى مجراه الكفارة والدية على العاقلة ولا اثم دون اثم القتل اذ

شرع الکفارۃ یؤذن بالاثم لترکہ العزیمۃ اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور قتل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہونا اور دیت کا قاتل کی مددگاری اور گناہ کبیرہ گناہ قتل سے اسواسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے ھ اس صورت میں قتل کا گناہ نہیں بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے کیونکہ اسنے بے احتیاطی کی کہ دوسرا ہلاک ہوگیا اسواسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہیں مگر بشرط عدم ایذا یہ جب دوسرے کو اذیت ہوئی تو اسنے احتیاط ترک کی لہذا وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اسواسطے کہ کفارہ وہی پوشیدہ ہے اور پوشش نہیں بدون گناہ کے کذا فی الزیلعی و الخامس قتل بسبب کحافر بئر و واضع حجر فی غیر ملکہ بغیر اذن من السلطان ابن کمال اور پانچوین قسم قتل بالسبب ہے جیسے کنوان کہودنیوالا اور پتہر رکہنے والا غیر کے ملک میں بلا اذن حاکم کذا ذکرہ ابن کمال عن شرح الطحاوی ھ غیر ملک حفر اور وضع دونون کی قید چنانچہ درر میں ہے تو اگر اپنے ملک میں کنوان کہودے یا پتہر رکہیگا تو اوسکی طرف سے تعدی ثابت نہوگی تو دیت اور کفارہ بہی نہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا او اضع خشبۃ علی قارعۃ الطریق ونحو ذلک الا اذا مشی علی البئر ونحوہ بعد علمہ بالحفر فسقط درر اور اسیطرح قاتل بسبب ہے رکہنے والا لکڑی کا شارع عام میں اور مانند اسکی جو تلف ہوجانیکا سبب ہو چنانچہ اینٹ کا ڈہیر کردینا راہ میں مگر جبکہ کوئی شخص کوئین وغیرہ پر چلا کہودنا وغیرہ جان بوجہکر کذا فی الدرر ھ اسواسطے کہ جان بوجہ کر ناخود اپنی جان کو ہلاک کرنا ہے کذا فی الجوہرۃ وموجبہ الدیۃ علی العاقلۃ اور قتل بسبب کا موجب دیت ہے فاعل کے مددگار پر ھ کنوان کہودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور کہودنیوالا متعدی ہے اسمین تو بمنزلہ دافع اور ملقی کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی صیانت نفوس کیواسطے لا الکفارۃ ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکہ درر اس قتل کا موجب کفارہ نہیں اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک میں کنوان کہودنے اور پتہر وغیرہ رکہنے کا البتہ گناہ ثابت ہے کذا فی الدرر وکل ذلک یوجب حرمان الارث لو الجانی مکلفا ابن کمال اور قتل کی جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کی موجب ہین یعنی اگر کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کریگا تو اوسکی میراث قاتل نپاویگا بشرطیکہ قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال ھ یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا تو میراث سے محروم نہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح سراجیہ میں مصرح ہے الا ہذا ای القتل بسبب لعدم قتلہ جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کی موجب ہین سوا اس قسم کے یعنی قتل بسبب میں قاتل میراث مقتول سے محروم نہوگا اسکی عدم قتل کے سبب سے ھ یعنی قتل بسبب میں بوجہ مباشرت قتل نہین جو موجب حرمان ہو اسواسطے کہ مباشرت عبارت ہے اتصال فعل قاتل سے مقتول کے ساتہ سو یہان موجود نہین بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشر کے ساتہ خلاف اصل اوسکو اسواسطے ملحق کیا ہے تاکہ خون اکارت نجاوے کذا فی الحموی والحقہ الشافعی بالخطاء فی احکامہ اور امام شافعی نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتہ ملحق کیا ہے اوسکے جمیع احکام مین واللہ اعلم

فصل فیما یوجب القود وما لا یوجبہ

یہ فصل ہے اوس قتل کے بیان میں جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہیں یجب القود ای القصاص بقتل کل محقون الدم بالنظر لقاتلہ درر وسیتضح عند قولہ ولو قتل القاتل اجنبی التابید عمدا واجب ہے قود یعنے قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمدا قتل سے شارح نے کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ بنظر اوسکے قاتل کے خون اوسکا محفوظ ہو کذا فی الدرر اور اسکا مطلب اسی فصل میں ماتن کے اس قول کے پاس ولو قتل القاتل اجنبی واضح ہوگا ھ یعنی جو مقتول کہ نظر بقاتل دائما محفوظ الدم ہے یعنی اوسکی خونریزی قاتل کو کبہی مباح نہیں تو اوسکے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اوسکے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب ہے محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا جیسے زانی محصن اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستامن سے احتراز ہوا یعنی اوسکا خون تا قیام دار الاسلام محفوظ ہے نہ ہمیشہ قود یا قتل کیا قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس میں قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحطاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا کہ قصاص یہ ہے کہ فاعل کے ساتہ وہ فعل کیا جاوے جو اوسنے مفعول کے ساتہ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اسصورت میں تفسیر قود کی قصاص کے ساتہ تفسیر بالاعم ہے ھ المسلم والذمی اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنی دائمی محفوظ الدم مسلمان اور ذمی ہین سو جو اونکو عمدا قتل کریگا وہ اونکے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے کہ اگر مسلمان اپنے فرزند مسلمان کو عمدا قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہیں حالانکہ تعریف مذکور میں وہ داخل ہے جواب اوسکا یہ ہے کہ یہ عدم [illegible]

تو قواعد کے تحت مین داخل نہوگا اسواسطے کہ قصاص تو یہان واجب تہا اصل مین پہر منتقل بمال ہوگیا اسواسطے کہ ابوہ شبہہ ہو قصاص کے ٹل جانیکا اوراسیطرح عبد وقف کے قتل عمد مین قصاص واجب نہین بلکہ قصاص منتقل بدیت ہوگا مراعات نفع وقف کے عار فق سے کذا فی الطحطاوی سے
لا المُسْتَأمَنُ وَالحَرْبِيُّ نہ مستامن اور حربی یعنی انکے قتل عمد سے قصاص واجب نہین مستامن تو اسوجہ سے کہ اوسکا دم دائما محفوظ نہین اور حربی تو مطلقا مباح الدم ہے بِشَرْطِ اَنْ يَكُوْنَ الْقَاتِلُ مُكَلَّفًا لِمَا تَقَرَّرَ اَنَّهُ لَيْسَ لِصَبِيٍّ وَمَجْنُوْنٍ عَمْدًا مقتول مذکور کے قتل عمد مین قصاص واجب کر بشرطیکہ قاتل اوسکا عاقل اور بالغ ہو اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ صبی اور مجنون کیواسطے عمد نہین ۔ فِی الْبَزَّازِيَّةِ حُكِمَ عَلَيْهِ بِقَوَدٍ فَجُنَّ قَبْلَ دَفْعِهِ لِلْوَلِيِّ انْقَلَبَ دِيَةً بزازیہ مین ہے قاتل پر حکم حاکم ہوگیا قصاص کا پہروہ دیوانہ ہوگیا وارث مقتول کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت ہوجاویگا یعنی پہلے قاتل عاقل تہا پہر دیوانہ ہوگیا تو قصاص ساقط ہوگا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہوگا کذا فی المنح قَتَلَ مَنْ يُجَنُّ وَيُفِيْقُ قُتِلَ فِي اِفَاقَتِهِ قتل کیا اوس قاتل نے جو کبہی دیوانہ ہو جاتا ہی اور کبہی اوسکو افاقہ ہوتا ہی تو حالت افاقہ مین مارا جاویگا فَاِنْ جُنَّ بَعْدَهُ اِنْ مُطْبِقًا سَقَطَ وَاِنْ غَيْرَ مُطْبِقٍ قُتِلَ پہر اگر مجنون ہوگیا بعد اوسکے اگر جنون مطبق یعنی دائمی ہے تو قصاص ساقط ہوگیا لیکن بطریق استحسان دیت اوسکے مال مین واجب ہوگی کذا فی العالمگیریۃ اور اگر جنون دائمی نہین تو قتل ہوگا قُتِلَ عَبْدٌ مَوْلَاهُ لَا رِوَايَةَ فِيْهِ وَقَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ يُقْتَلُ غلام نے اپنے میان کو قتل کیا تو اسمین کچہہ روایت نہین امام اور صاحبین سے اور ابوجعفر حنفی فقیہہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاویگا قَتَلَ عَبْدَ الْوَقْفِ عَمْدًا لَا قَوَدَ فِيْهِ کسی نے وقف کے غلام کو قتل کیا تو اسمین قصاص نہین یعنی بمراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اوسکی قیمت لیجاوے اور دوسرا غلام وقف کیواسطے خرید کیا جاوے قَتَلَ خَتَنَهُ عَمْدًا وَبِنْتُهُ فِي نِكَاحِهِ سَقَطَ الْقَوَدُ قاتل نے اپنے داماد کو عمداً قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی بیٹی مقتول کے نکاح مین ہے تو قصاص ساقط ہوگا ھم اسواسطے کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص کی وارث ہوئی باپ پر خانیہ مین ہو کہ اگر مقتول کے وارث نہین قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہے دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی وَبِشَرْطِ انْتِفَاءِ الشُّبْهَةِ كَالْوِلَادِ وَالْمِلْكِ اَوْ اَعَمَّ كَقَوْلِهِ اقْتُلْنِيْ فَقَتَلَهُ بَيْنَهُمَا كَمَا سَيَجِيْءُ اور قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور مقتول مین قصاص کا شبہہ نہو چنانچہ ولادت یا ملک ہونا یا کوئی اور امر ولادت اور ملک سے عام تر چنانچہ مقتول کا یون کہنا قاتل سے کہ تو مجکو قتل کر سو قاتل نے اوسکو قتل کر ڈالا چنانچہ شبہہ مذکورہ کی تفصیل آگے آوے گی فَيُقْتَلُ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَبِالْعَبْدِ غَيْرِ الْوَقْفِ كَمَا مَرَّ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ تو قتل کیا جاتا ہو آزاد بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے سوای غلام وقف کے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ عبد وقف کے مقتول ہونے مین قصاص واجب نہین بلکہ اوسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہے برخلاف امام شافعی کے اسواسطے کہ اونکے اور امام مالک اور احمد کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے مقتول نہوگا بلکہ قاتل پر اوسکی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ھم امام شافعی کی دلیل یہہ ہے کہ قرآن مجید مین اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فرمایا ہو یعنی آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے تو یہہ مقابلہ اسکا مقتضی ہو کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاوے اسواسطے کہ بنا قصاص مساوات پر ہے اور حالانکہ غلام اور آزاد مین برابری نہین اسکا جواب شارح دیتے ہین وَلَنَا اِطْلَاقُ قَوْلِهِ تَعَالٰى اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ فَاِنَّهُ نَاسِخٌ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ الْاٰيَةَ كَمَا رَوَاهُ السُّيُوْطِيُّ فِي الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ عَنِ النَّحَّاسِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنی جان بدلے جان کے اسمین آزاد اور غلام کی قید نہین تو یہہ آیت الحر بالحر کی آیت کی ناسخ ہو چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در المنثور مین نسخ کو نحاس محشی ابن عباس نقل کیا ہو ھم منجملہ دلائل حنفیہ کے عموم ہی اس آیت کا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى یعنی مقتولین مین تمپر قصاص کرنا مفروض ہو مقتول عام ہی آزاد ہو یا غلام از انجملہ قولہ تعالی (وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا) لیکن اگر آزاد اپنے ذاتی غلام کو قتل کریگا تو قصاص ساقط ہی اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی عَلٰى اَنَّهُ تَخْصِيْصٌ بِالذِّكْرِ فَلَا يَنْفِيْ مَا عَدَاهُ كَيْفَ وَلَوْ دَلَّ لَوَجَبَ اَنْ لَا يُقْتَلَ الذَّكَرُ بِالْاُنْثٰى وَلَا قَائِلَ بِهٖ علاوہ نسخ سے یہہ ہو کہ الحر بالحر والعبد بالعبد جو مذکور ہوا سے تخصیص بالذکر ما سوا مذکور کے نفی نہین کرتی ہے یعنی اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہین ہوتی ہے کیونکر ہو حالانکہ اگر تخصیص

با عدا کی نفی پر دلالت کرتی تو یہہ واجب ہوتا کہ مرد بعوض عورت کے مارا نجاتا اور حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں ہے اور تخصیص بالذکر کا فائدہ ان لوگوں کا
رد قول منظور ہو جو مقتول کے بدلے غیر قاتل کے قتل کرنیکا ارادہ رکھتے تھے یہہ اسواسطے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ عرب کے دو گروہ میں اگر قتال ہو جاتا اور
ایک گروہ دوسرے گروہ پر دعویٰ فضیلت رکھتا تو مدعی فضیلت یوں کہتا کہ ہم راضی نہونگے تاکہ عورت کے بدلے اونکا مرد ماریں اور اپنے غلام کے بدلے
اونکا آزاد نماریں حق تعالیٰ نے اونکے رد میں یہہ آیت اوتاری کہ آزاد کے بدلے آزاد مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے
کذا فی العینی اور مساوات بین القاتل والمقتول کا جواب یہہ ہے کہ قصاص میں عصمت یعنی عدم اباحت دم کی مساوات لازم ہے اور عصمت متحقق ہوتی ہے دین اور
قیام دار الاسلام سے تو دین اور قیام دار الاسلام میں آزاد اور غلام دونو برابر ہیں قیل ولا الحر بالعبد ومرّ بذلك یا لا اولیٰ کہا گیا ہے مذہب
شافعی کی استشکال ہیں کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو یہہ واجب ہوتا کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاتا اور یہہ اشکال ہو گیا ہے اوسکو داخل ہو بسبب
بطریق اولیٰ کے ہے شارح کی اس عبارت میں کچھہ تحریر اور تحقیق نہیں شارح نے عبارت منح الغفار کے نقل کرنیکا ارادہ کیا سو اوسکا قلم ہو تو چل گیا یوں کہنا
حق تھا قیل ولا العبد بالحر اور یہہ عطف ہے لکن لا یقتل الذکر بالانثی کذا فی الطحطاوی مختصراً یعنی یہہ جو بعض شارحین نے امام شافعی کے مذہب پر اشکال کیا
ہے کہ اگر تخصیص بالذکر ما عدا کی نفی کرتی تو یہہ واجب تھا کہ غلام بدلے آزاد کے مارا نجاتا بدلیل قوله تعالیٰ والعبد بالعبد سو معترض کا کلام مندفع ہے اسوجہ
سے کہ جب غلام بدلے غلام کے مارا گیا تو آزاد اوسکے بدلے بطریق اولیٰ مقتول ہو گا اور مزید تفصیل اسکی منح الغفار کی عبارت میں ہے جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر منقول ہے
ولابی الفتح البستی نظماً — خذوا بدمی هذا الغزال فانه ۔ رمانی بسهمی مقلتيه على عمد ۔ ولا تقتلوه انني انا عبده ۔
ولم ار حرا قط يقتل بالعبد اور مناسب مقام ابو الفتح بستی شافعی مذہب نے بطور نظم کے کہا ہے کہ پکڑو میرے خون کے بدلے اس غزال کو کہ اوسنے اپنے دونوں
گوشہ چشم کے دو تیروں سے مجکو قتل کیا ہے ولیکن اوسکو قتل نکیجیو اسواسطے کہ میں اوسکا غلام ہوں اور میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آزاد مارا جاوے بدلے
غلام کے ہے طحطاوی نے کہا قوله خذوا بدمی اور لا تقتلوه میں منافات ہے اسواسطے کہ اخذ بالدم قتل کا مقتضی ہے اور دیت پر حمل کرنا صحیح نہیں ہوسکتا کہ
غلام کی دیت اوسکے مالک پر واجب نہیں فاجابه بعض الحنفية رداً عليه — خذوا بدمی من رام قتلی بلحظه ۔ ولم يخش بطش الله في
قاتل العمد ۔ وقودوا به جبراً وان كنت عبده ۔ ليعلم ان الحر يقتل بالعبد سو اس نظم کا کسی حنفی نے جواب دیا ہے بطریق رد کے کہ پکڑو میرے
خون کے بدلے اوسکو جسنے میرے قتل کا اپنی گوشہ چشم کی دید سے ارادہ کیا یعنی ارادہ کیا اور مار بھی ڈالا اور وہ شخص نہ ڈرا خدا کے پکڑنے سے جو ثابت ہے
قاتل عمد میں اور قصاص لو اوس سے بزبردستی اگرچہ میں اوسکا غلام ہوں تا معلوم ہو جاوے کہ آزاد مارا جاتا ہے بدلے غلام کے ہے طحطاوی نے کہا اس نظم میں خلل یہہ ہے
کہ آزاد اپنے غلام مملوک کے قتل سے مارا نہیں جاتا اھ اور اگر غیر قاتل کے غلام پر محمول کیجئے تو وان كنت عبده کہنا مناسب نہیں والمسلم بالذمی خلافاً له
اور قتل کیا جاتا ہے مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے عوض برخلاف شافعی کے ہے امام شافعی کی دلیل یہہ حدیث ہے کہ لا يقتل مؤمن بكافر
رواه البخاری اور یہی مضمون سنن ابو داؤد و نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے اور ہماری دلیل یہہ ہے جو سنن دار قطنی میں عبد الرحمن بن البیلمانی عن ابن عمر مروی
ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہد کے بدلے قتل کیا اور فرمایا کہ انا اكرم من وفى بذمته یعنی میں ذمہ کے پورا کرنیوالوں میں
زیادہ تر کریم ہوں اور دار قطنی نے ابن البیلمانی کو ضعیف کہا ہے لیکن ابن حبان نے اسکو ثقات میں ذکر کیا ہے اور یہہ حدیث مسند شافعی میں
بھی مذکور ہے اور حدیث لا يقتل مؤمن بكافر میں کافر سے کافر حربی مراد ہے تو دونوں حدیثوں میں توفیق ہو گئی کذا فی العینی زیلعی نے علی مرتضیٰ سے نقل کیا کہ ذمیوں نے جزیہ
اسواسطے دیا تاکہ اونکے خون ہمارے خون کی مانند ہوں اور مال اونکے ہمارے مال کی برابر ہو لا بمستامن بل هو بمثله قياسا للمساواة ولا استحسانا
لقيام المبيح هدايه ومجتبى وغیرہما اور قتل کیا جاتا مسلمان یا ذمی بدلے مستامن کے یعنی اسواسطے کہ مستامن کا خون على التابيد معصوم
نہیں بلکہ ایک مستامن بدلے دوسرے مستامن کے جو اوسکی برابر ہے قتل کیا جاتا ہے قیاس کی راہ سے بسبب مساوات کے نہ استحسان کی راہ سے بسبب قائم ہونے مبیح کے کذا فی
الہدایہ والمجتبی والدر وغیرہا ہے اباحت خون کی وجہ کفر ہے جو باعث ہے حرب کا اسواسطے کہ مستامن بھی رجوع دار الحرب کا قصد رکھتا ہے قال المصنف

يَنْبَغِيْ اَنْ يُعَوَّلَ عَلَى الاِسْتِحْسَانِ لِتَصْرِيْحِهِمْ بِالعَمَلِ بِهٖ اِلَّا فِيْ مَسَائِلَ مَضْبُوْطَةٍ لَيْسَتْ هٰذِهٖ مِنْهَا وَقَدِ اقْتَصَرَ مُنْلَا خُسْرُو فِيْ مَتْنِهٖ عَلَى
القِيَاسِ انْتَهٰى يعني فَتَبِعَهُ المصنف رحمه الله عَلٰى عَادَتِهٖ قُلْتُ وَيُعَضِّدُهٗ عَامَّةُ المُتُوْنِ حَتَّى المُلْتَقٰى مصنف نے شرح مین کہا اور
سزاوار یون ہی کہ استحسان پر اعتماد کیا جاوی بسبب تصریح کرنے علماکے استحسان پر عمل کرنیکا مگر چند مسائل مضبوطہ مین کہ یہ مسئلہ وتمین سی نہین ہے اور البتہ ملا خسرو نے
اپنی متن یعنی درر مین قیاس پر اقتصار کیا ہے انتہی کلام المصنف یعنی سو مصنف بھی درر کا تابع ہوگیا اپنی عادت کے موافق اور عمل قیاس کی تائید کرتے ہین اکثر
متون فقہ کی حتی الملتقی وَيُقْتَلُ العَاقِلُ بِالمَجْنُوْنِ وَالبَالِغُ بِالصَّبِيِّ وَالصَّحِيْحُ بِالاَعْمٰى وَالزَّمِنِ وَنَاقِصِ الاَطْرَافِ وَالرَّجُلُ بِالمَرْأَةِ بِالاِجْمَاعِ
اور قتل کیا جاتا ہوشیار بدلے دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھ والا بدلے اندھے اور طویل المرض اور ناقص الاطراف یعنی لولے لنگڑے کے بدلے اور مرد
بدلے عورت کے بالاتفاق هم تو اگر تندرست فرد اوس مرد کو قتل کرے جسکے دونون ہاتھ پانو اور دونون کان اور ذکر یعنی نارہ اور خوطے مقطوع ہین اور آنکھین اسکی
پھوٹی ہین تو قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدلیل عمومات اور اسواسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم مین مساوی ہین اور معتبر عصمت ہی کی مساوات ہے اور امور
کی نہین تو قصاص کا باب بند ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی وَالفَرْعُ بِاَصْلِهٖ وَاِنْ عَلَا لَا عَكْسُهٗ خِلَافًا لِمَالِكٍ فِيْمَا اِذَا ذَبَحَ ابْنَهٗ ذَبْحًا اور شاخ بدلے اپنی
جڑ کے مقتول ہوگی اگرچہ جڑ دور کی ہو نہ برعکس اسکے یعنی اصل بدلے فرع کے مقتول نہوگی برخلاف امام مالک کے اوس خاص صورت مین جبکہ باپ اپنی فرزند کو ذبح کرے
گلا کاٹکر هم یعنی اگر والد اپنے ولد کو قصداً قتل کرے تو امام مالک کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار یا چھوری پھینکمارے اور ارادہ قتل کا نکرے تو قصاص
نہین اور جواہر مالکیہ مین ہے کہ اشہب نے کہا کہ والد بدلے ولد کے کسی حال مین مقتول نہین ہوتا اس شبہہ سے کہ حدیث مین ثابت ہے اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ یعنی تو اور
تیرا مال تیرے باپ کا ہی کذا فی العینی تو ظاہراً قصاص والد کی روایت امام مالک کے مذہب مین معتمد نہین والاکتب مالکیہ مین نفی قصاص علی العموم مذکور
ہوتی واللہ اعلم ای لَا يُقْتَصُّ لِلاُصُوْلِ وَاِنْ عَلَوْا مُطْلَقًا وَلَوْ اُنَاثًا مِنْ قِبَلِ الاُمِّ فِيْ نَفْسٍ اَوْ اَطْرَافٍ بِفُرُوْعِهِمْ وَاِنْ سَفَلُوْا لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ
الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لَا يُقَادُ الوَالِدُ بِوَلَدِهٖ یعنی اصول کا قصاص لیا جاویگا بدلے اونکے فروع کے نہ جان مین نہ اطراف مین اگرچہ اصول دور کی ہون
مطلقاً اور اگرچہ اصول عورتین ہون ماکی جانب سے اور اگرچہ فروع بعید ہون بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ قصاص نہین لیا جاتا باپ کا اوسکے بیٹے کے
بدلے هم یعنی والد نانی نانہالی اصول کا قصاص نہین تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے کو یا پردادا پردادی پروتے کو یا ماں اپنی بیٹی کو یا نانی اپنے
ناتی کو یا پرنانی پرناتی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانی یا پرنانی کو قتل
عمداً کریگا تو اوسپر قصاص جاری ہوگا عینی نے کہا حدیث لا یقاد الوالد بولدہ ترمذی اور ابن ماجہ مین عمر فاروق رضہ سے مروی ہے وَهُوَ وَصْفٌ مُعَلَّلٌ
بِالجُزْئِيَّةِ فَيَتَعَدّٰى اِلٰى مَنْ عَلَا لِاَنَّهُمْ سَبَبُ اِحْيَائِهٖ فَلَا يَكُوْنُ سَبَبًا لِاِفْنَائِهِمْ اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہے جسکے جزئیت کی علت ثابت
ہوتی ہے یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہے تو یہ وصف تولید کا اصول عالیہ کو بھی متعدی ہے اسواسطے کہ اصول اسباب ہین فرع کے زندہ کرنے مین تو فرع او
کے فنا ہونیکا سبب نہوگا هم ولہذا ولد کو جائز نہین اپنے باپ کو قتل کرنا اگر اوسکو صف کفار مین پاوے یا اوسکو زانی محصن پاوے یا مرتد پاوے کذا فی الہدایۃ وَحِيْنَئِذٍ
فَتَجِبُ الدِّيَةُ فِيْ مَالِ الاَبِ فِيْ ثَلٰثِ سِنِيْنَ لِاَنَّ هٰذَا عَمْدٌ وَالعَاقِلَةُ لَا تَعْقِلُ العَمْدَ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ تَجِبُ حَالَّةً كَبَدَلِ الصُّلْحِ زَيْلَعِيْ وَجَوْهَرَةٌ
وَسَيَجِيْءُ فِي المَعَاقِلِ اور جبکہ اصول پر قصاص واجب نہوا تو باپ وغیرہ اصول کے مال مین دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہے
اور مدد گار دیت عمد کی نہین ہوتی امام شافعی نے کہا کہ اصول پر نقد دیت واجب ہے بدل صلح کی مانند چنانچہ زیلعی اور جوہرہ مین ہے اور اسکی تفصیل کتاب
کتاب المعاقل مین آویگی هم اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کرین تو دیت مددگار پر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی العالمگیریۃ وَفِي
المُلْتَقٰى وَلَا قِصَاصَ عَلٰى شَرِيْكِ الاَبِ اَوِ المَوْلٰى اَوِ المُخْطِئِ اَوِ الصَّبِيِّ اَوِ المَجْنُوْنِ وَكُلُّ مَنْ لَا يَجِبُ القِصَاصُ بِقَتْلِهٖ لِمَا تَقَرَّرَ مِنْ عَدَمِ
تَجَزِّي القِصَاصِ قُلْتُ فَلَا يُقْتَلُ العَامِدُ عِنْدَنَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ بُرْهَانٌ اور ملتقی مین ہے اور قصاص نہین باپ یا مالک یا مخطی یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل
پر اور جسکے قتل کرنے سے قصاص واجب نہین اوسکے شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہوا اوسکے فرزند کے قتل مین یا مالک کا شریک ہوا اوسکے غلام کے قتل

مین یا غلام یا فرزند شریک ہوا قاتل مخطی کا تو شریک پر بھی قصاص واجب نہین والداور مخطی کی مانند ہوا اسلیے کہ قصاص کی عدم قسمت پذیری بدلائل ثابت ہو چکی ہے
تو قاتل اللہ پر بھی مقتول ہوگا ہم حنفیون کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البیان ولا یستقید بعبدہٖ ای بعبد نفسه ومدبرہٖ ومکاتبه وعبد ولدہٖ
لھذا اداخل تحت قولہ ومن ملک قصاصًا علی ابیه سقط کا سیجی اور نہ قتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے مکاتب غلام اور اپنے
فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام کی صورت داخل ہے قصیدہ کے اس قول کی تحت مین اور جو فرزند قصاص کا مالک ہوا اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہو چنانچہ یہ مسئلہ
چند سطر کے بعد آویگا م مالک پر قصاص اسلیے واجب نہوا کہ غلام اوسکا مال ہے اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے مین کچھ واجب نہین ولیکن ینابیع مین ہے کہ حاکم
مالک کو تعزیر دیگا اور جوہرہ مین ہے کہ مولی پر کفارہ واجب ہے غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل مین کذا فی الطحطاوی ق ولا بعبد یملک بعضه
لان القصاص لا یتجزی اور نہ قتل ہوگا شریک عبد مشترک کے بدلے اسلیے کہ قصاص قسمت پذیر نہین م جب بعض قصاص ساقط ہوا ملک بعض کے سبب سے تو کل
قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے عینی نے کہا شرح ہدایہ مین تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اوسکے حصے کے قیمت ادا کرے ولا بعبد الراھن حتی
یجتمع العاقدان ت اور عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع عاقدین قصاص نہین م یعنی جبتک راہن اور مرتہن دونو موجود نہونگے تو غلام مرہون کے قاتل سے
قصاص نلیا جاویگا اسوجہ سے کہ مرتہن مالک نہین جو قصاص کا مالک ہوا اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق باطل ہوتا ہی لہذا وجوب قصاص مین اجتماع
عاقدین شرط ہی تا حق مرتہن اوسکی رضامندی سے ساقط ہوجاے وقال محمد رحمه الله لا قود وان اجتمعا جوھرہ وعلیه حمل ما فی الدرر معزیًا للکافی
فی المنح اور محمد رحمه اللہ نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہین اگرچہ راہن مرتہن دونو موجود ہون کذا فی الجوہرہ اور محمد کے قول پر محمول ہی وہ روایت
جو درر مین کافی سے منقول ہی کذا فی المنح م یعنی جو کافی سے درر مین مذکور ہی کہ باوجود اجتماع عاقدین کے عبد مرہون کا قصاص نہین سو محمد کا مذہب ہی نہ شیخین کا تو
بموجب اس مذہب کے جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول کیکہ مرتہن کے پاس رہن رہیگی کذا فی الطحطاوی لکن فی الشرنبلالیة عن الظهیریة انه اقرب
الی الفقه لیکن شرنبلالیہ مین ظہیریہ سے ہی کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے یعنی لو اختلفا فلهما القیمة تکون رهنًا مکانه اقی بہی یہ صورت کہ
اگر راہن اور مرتہن نے قصاص اور قیمت لینے مین اختلاف کیا تو دونون کیواسطے قیمت دلائی جائیگی اور وہ قیمت بجای عبد مرہون مقتول کے رہن رہیگی ولو قتل
عبد الاجارة فالقود للمؤجر اور اگر اجارہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے نہ مستاجر کا واما المبیع اذا قتل فی ید بائعه قبل
القبض فان اجاز المشتری البیع فالقود له وان رده فللبائع القود وقیل القیمة جوھرہ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جاوے قبض
مشتری سے پہلے تو اگر مشتری بیع کو جائز کردے تو قصاص لینا مشتری کا حق ہو اور اگر بیع کو مشتری رد کردے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول
ضعیف ابویوسف کا یہ ہے کہ بائع قصاص نلے اوسکی قیمت لے کذا فی الجوہرہ ق ولا بمکاتب وکذا ابنه وعبدہ شرنبلالیة قتل عمدًا عن الاحاجة
لقید العمد لانه شرط فی کل قود عن وفاء ووارث وسید وان اجتمعا لاختلاف الصحابة فی موته حرًا او رقیقًا فاشتبه
الولی فاذ نفع القود اور قصاص واجب نہین ہی اوس مکاتب کے جو عمدًا مقتول ہوا وفا ربدل کتابت اور وارث اور مولے کو چھوڑکر اگرچہ وارث اور
مولے ساتھہ ہی موجود ہون بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اوسکی موت مین آزاد ہوکر یا غلام ہوکر تو اوسکے ولی مین اس اختلاف کے سبب سے شبہہ
پڑا تو قصاص مرتفع ہوگیا ولی کے عدم تعیین سے اور اسیطرح قصاص نہین مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشرنبلالیہ شارح
نے کہا قتل عمد کے قید لگانے کی کچھ حاجت نہین ہوا سلیے کہ عمد تو ہر قصاص مین شرط ہی م علی مرتضی اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب
مذکور آزاد مرا اور زید بن ثابت کے نزدیک غلام مرا اگر آزاد مرا تو ولی قصاص کا مالک ہی اور اگر غلام مرا تو مولے ولی ہے تو جبکہ اس اختلاف سے
اشتباہ واقع ہوا ولی مین تو قصاص مرتفع ہوگیا فان لم یدع وارثًا غیر سیدہ سواء ترك وفاء او لا او ترك وارثًا ولا وفاء اقاد سیدہ
لتعین سیدہ پہر اگر مکاتب مقتول نے کوئی اپنا وارث نچھوڑا سوا اپنے مولے کے خواہ وفا ربدل کتابت کو اوسنے چھوڑا یا نچھوڑا یا وارث
کو چھوڑا اگر وفا ربدل کتابت موجود نہین تو اوسکا مولی قصاص لیگا بسبب متعین ہونے مولے کے ولی ہونے مین دفی اوّل الصّورة الاخیر

خلاف محمد کے اور مکاتب کی چار صورتوں مین سے پہلی صورت مین خلاف ہی محمد کا هم پہلی صورت یہہ ہی کہ مکاتب بدل کتابت ادا وارث اور موسے کو چھوڑ جاے
دوسری صورت یہہ ہی کہ مکاتب کا کوئی وارث موسے کے سوا نہین ہے اور بدل کتابت موجود ہی تیسری صورت یہہ ہی کہ سوای موسے کے کوئی وارث نہین اور بدل
کتابت موجود نہین چوتھی صورت یہہ ہے کہ مکاتب کا وارث تو ہی مگر بدل کتابت موجود نہین چلپی محشی نے کہا شارح کو یون کہنا صواب تہا او فی ثانیة الصور الاربع
خلافا لمحمد یعنے صور اربع مین سے دوسری صورتین خلاف ہی محمد کا چنانچہ ہدایہ مین ہے انتہی یعنی جب موسے کے سوا کوئی وارث نہو اور بدل کتابت موجود
ہو تو محمد کے نزدیک اسمین قصاص نہین ہے ویسقط قود قن ورثه علی ابیه ای اصله لان الفرع لا یستوجب العقوبة علی اصله
اور ساقط ہو جاتا ہی وہ قصاص جسکا بیٹا وارث ہوا ہو باپ پر یا باپ سے مراد اصل ہے وارث کی یعنی اگر اصول سے قتل عمد واقع ہوا اور مقتول کا وارث فرع اصل ہو
تو قصاص ساقط ہو جاوے اسواسطے کہ فرع اپنی اصل پر مستوجب عقوبت کی نہین ہوتی هم اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو ظاہر حدیث اسپر
دلالت کرتی ہے کہ بیٹا مملوک ہی باپ کا تو جیسی حقیقت ملک قصاص کی مانع ہے چنانچہ موسے جبکہ اپنے غلام کو قتل کرے اسیطرح شبہہ ملک کا باعتبار ظاہر کے
مانع ہے قصاص کا کذا فی العینی وصورة المسئلة فیما اذا قتل الاب ابا امرأته مثلا ولا وارث له غیرها ثم ماتت المرأة فان ابنها
… ورث القود الواجب علی ابیه فسقط لما ذکرنا واما تصویر صدر الشریعة فثبوته فیه للابن ابتداء لا ارثا عند ابی حنیفة وان اشکل الحکم
فیه … اور صورت مسئلہ مذکورہ کی یہہ ہو کہ جب باپ اپنی جورو کے باپ یعنی خسر کو قتل کیا اور مقتول کا کوئی وارث نہین سوا اوسکی بیٹی کے جو زوجہ ہی قاتل
کی پھر وہ عورت وارث ہو گئی تو عورت مذکورہ کا بیٹا جو قاتل کے اولاد سے ہے وارث ہوگا اوس قصاص کا جو واجب تہا اوسکے باپ پر تو قصاص ساقط ہو جاویگا
اوسیواسطے جسکو ہمنے بیان کیا اور وہ جو صدر الشریعہ نے شرح وقایہ مین مسئلہ مذکورہ کی صورت بیان کی ہے تو اوسمین قصاص کا ثبوت قاتل کے فرزند کے
واسطے ابتداء ہوتا ہی نہ باعتبار میراث کے امام اعظم کے نزدیک اگرچہ دونون صورتون مین سقوط قصاص کا حکم یکسان ہی چنانچہ یہہ امر ظاہر ہے پوشیدہ نہین
هم صدر الشریعة نے … قاتل کو مقتول قرار دیا ہی اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے وفی الجوهرة لو عفا المجروح او وارثه قبل موته صح استحسانا
لان انعقاد السبب … اور جوہرہ مین ہے کہ اگر شخص زخمی یا اوسکا وارث معاف کرے ہو صورت زخمی کی موت سے پہلے تو صحیح ہے باعتبار استحسان کے کیونکہ منعقد
ہو گیا سبب قصاص … زخمی اور اوسکے وارث دونون کیواسطے هم قیاس یہہ تہا کہ عفو مجروح صحیح نہو اسواسطے کہ قصاص یعنی بدلا لینا بعد اسکی وارثون کیواسطے
ثابت ہوتا ہی اسواسطے کہ اگر ابتداء اسکو ثابت ہوتا تو موت کے بعد بھی ثابت نہوتا تو مجروح نے غیر کا حق معاف کر دیا لیکن استحسان مین عفو مجروح صحیح ہے اسلئے کہ حق تو مجروح کا
ہے اور وارث قائم مقام اوسکا ہوتا ہے استیفاء قصاص مین کذا فی الطحطاوی عن النجم مختصرا ولا قود بقتل … مسلما ظنه مشرکا بین الصفین
لما مر انه من الخطاء وانما اعاده لیبین موجبه فقال بل علی القاتل الکفارة والدیة قصاص نہین مسلمان کے قتل کرنے سے جو دو صفون مین … مسلمان کو مشرک جانکر
مسلمین اور کافرین کی دو صفون کے اندر اسواسطے قصاص نہین کہ فصل اول مین مذکور ہو چکا کہ یہہ صورت قتل خطا کی ہے اور مصنف نے اسکو دوسری بار اسواسطے ذکر کیا تاکہ
اوسکا موجب بیان کرے اوس قول سے بلکہ قاتل مذکور پر کفارہ اور دیت ہی یعنی قاتل کے مددگاروں پر دیت ہی قالوا هذا اذا اختلطوا فان کان فی صف المشرکین
لا یجب شیء لسقوط عصمته قال علیه الصلوة والسلام من کثر سواد قوم فهو منهم قلت فاذا کان مکثر سوادهم منهم وان لم
یکن … فکیف من تزیی … قاله الزاهدی قال المصنف حتی لو تشکل جنی بما یباح قتله فینبغی الاقدام علی قتله ثم اذا تبین انه جنی
فلا شیء علی القاتل والله اعلم علما نے کہا کہ یہہ یعنی مسئلہ مذکورہ مین کفارہ اور دیت واجب ہونا اوسوقت ہی جبکہ مسلمان اور کفار لڑتے لڑتے رل مل گئے ہون
تو اگر مسلمان مشرکون کی صف مین تہا تو اسکے مقتول ہو جانے سے قاتل پر کچہہ واجب نہین یعنی نہ کفارہ نہ دیت تو بوجہ اوسکی عصمت کے سقوط کے سبب سے یعنی اوسکا
خون معصوم نہ تہا مباح ہو گیا رسول علیہ الصلوة والسلام نے فرمایا کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑہاوے وہ شخص اوس قوم مین داخل ہے مین کہتا ہون جبکہ جماعت کفار کا
بڑہانیوالا کافر نہین داخل ہوا اگرچہ اونکا ہم شکل اور ہم لباس نہو تو کون حال ہوگا اوس مسلمان کا جو کافرونکا سا لباس اختیار کرے اونکی وردی پہنے یہہ کہا
زاہدی نے مصنف نے شرح مین کہا تو اگر ایک جن اوس جانور کی شکل بنجاوے جسکا قتل کرنا مباح ہو چنانچہ اوسکے قتل کرنے پر پیش قدمی لائق ہی پہر جبکہ

ظاہر ہو کہ وہ سانپ حقیقت میں جن تھا تو شرعاً قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں واللہ اعلم ولا یقاد الا بالسیف وان قتلہ بغیرہ خلافا للشافعی
اور قصاص نہ لیا جاوے مگر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی ہتھیار سے قتل کیا ہو بخلاف امام شافعی کے یعنی انکے نزدیک
اوسی طرح قتل کا قصاص لیا جاوے جس طرح اوسنے مقتول کو مارا ہے بعد حدیث صدیق اکبر رضہ سے سنن ابن ماجہ میں اس لفظ سے مروی ہے کہ قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم لا قود الا بالسیف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی مرتضی رضہ سے حدیث مرفوع مروی ہے لا قود فی النفس الا بالحدیدۃ یعنی قتل نفس
وغیرہ میں قصاص نہیں مگر لوہے سے کذا فی العینی علی الہدایۃ وفی الدر عن الکافی المراد بالسیف السلاح قلت وبہ صرح فی جامع المضمرات
حیث قال والتخصیص باسم العدد لا یمنع الحاق غیرہ بہ الا تری انا الحقنا الرمح والخنجر بالسیف فی قولہ علیہ الصلوۃ و
السلام لا قود الا بالسیف فما فی السراجیۃ من لہ قود قاد بالسیف فلو القاہ فی بئر او قتلہ بحجر او بنوع اخر عزر وکان
مستوفیا فیحمل علی ان مرادہ بالسیف السلاح واللہ اعلم اور در میں کافی سے ہے کہ تلوار سے لوہے کا ہتھیار مراد ہے میں کہتا ہوں اسکی
تصریح کی ہے مضمرات کی کتاب الجنایات میں رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا قود الا بالسیف سو جو سراجیہ میں ہے کہ جو قصاص لینے کا مالک ہو
وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو کنویں میں ڈالیگا یا اوسکو پتھر سے قتل کریگا یا اور کسی طرح سے ہلاک کریگا تو وہ شخص تعزیر دیا جاویگا اور وہ
شخص اس قتل نامشروع سے قصاص لینے والا ہوگیا یہ کلام سراجیہ تو یہ محمول ہے اسپر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہے واللہ اعلم
ولاب المعتوہ القود تشفیا للصدر واذا ملکہ ملک الصلح بالاولی لا العفو مجانا بقطع یدہ ای ید المعتوہ وقتل قریبہ لانہ ابطال حقہ
ولا یملکہ اور فرزند ناقص العقل مدہوش کی قطع ید اور اوسکے قرابتدار کے قتل کے بدلے اوسکے باپکو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہے تشفی صدر
اور تسکین دل کیواسطے اور جبکہ اوسکا باپ قصاص کا مالک ہوا تو صلح کا بھی بطریق اولی مالک ہوگا نہ معاف کر دینے کا لیکن اوسکو قطع اور قتل میں مفت
معاف کر دینے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ مفت معاف کر دینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کر دینا ہے اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں معتوہ وہ ہو جو
بیوقوف ناقص العقل مدہوش ہو بدون دیوانگی کے جسکو اہل ہند بولا اور بھوندو بولتے ہیں اوسکے قرابتدار سے مراد اوسکا حقیقی بھائی اور اوسکی ماں
اور بیٹا ہے باپ کو قصاص کا اسواسطے اختیار ہوا کہ صاحب حق تو مدہوش ہے لہذا اوسکا باپ اوسکا قائم مقام ہوا اسلئے کہ مزید شفقت کے سبب اوسکی تشفی
خاطر فرزند کی تشفی قرار دیگئی کذا فی الطحطاوی وتقییدہ صلحہ بقدر الدیۃ او اکثر منہ وان وقع باقل منہ لم یصح الصلح وتجب الدیۃ کاملۃ
لانہ انظر للمعتوہ اور شرط لگائی ہے باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اوس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے کم پر صلح واقع ہوگی تو صلح صحیح نہ ہوگی [illegible]
اسکو بہی بہتر اور نافع تر ہے مدہوش کے حق میں والقاضی کالاب فی جمیع ما ذکرنا فی الاصح فلہ القود والصلح لا العفو لانہ ضرر
لا العفو لانہ ضرر للعامۃ اور قاضی باپ کی مانند ہے جمیع احکام مذکورہ کے اندر قول صحیح میں یعنی اگر کوئی شخص کہ مارا گیا اور اوسکا کوئی وارث نہیں تو
حاکم کو اوسکے قاتل سے قتل کرنیکا اور مال پر صلح کرنیکا اختیار ہے نہ مفت معاف کر دینے کا اسواسطے کہ مفت معاف [illegible]
والوصی کالاب یصالح عن القتل فقط بقدر الدیۃ ولہ القود فی الاطراف استحسانا لانہ یسلک بہا مسلک الاموال اور وصی
مدہوش کے حق میں اوسکے بھائی کی برابر ہے کہ فقط صلح کر سکتا ہے اوسکے قرابتدار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدہوش کی اطراف میں قصاص لینا
بدلیل استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ اطراف انسانی میں اموال کا طریقہ مسلوک ہے والصبی کالمعتوہ فیما ذکر اور طفل صغیر معتوہ کی مانند ہے جمیع
احکام مذکورہ میں ہے یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہو یا اوسکی قرابتدار کو قتل کرے تو صغیر کے باپ کو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہے معاف
کر دینے میں اختیار نہیں اور وصی صغیر کا بھائی قصاص نہیں کر سکتا اور نہ عفو کا اونکو اختیار ہے مگر فقط صلح میں انکو اختیار ہے وللکبار القود
قبل کبر الصغار خلافا لہما فالاصل انہ ... الا ان ثبت لکل علی الکمال [illegible]
کے عاقل بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہو صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے بخلاف صاحبین کے [illegible]

جوان ہوں اور عدم انتظار کا قاعدہ وکلیہ یہ ہو کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جبکہ اوسکا کامل سبب پایا جاوے تو وہ چیز ہر ایک کیواسطے علی وجہ الکمال ثابت ہوتی ہے
جیسے نکاح کردینے اور کافر کی پناہ دینے کی ولایت هم شی عدم قسمت پذیر چنانچہ قصاص اور نکاح اور امان کا جبکہ کامل سبب پایا جاوے جیسے قرابت سبب
کامل ہے قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہے کافر کی امان دینے مین تو ہر وارث کو استیفای قصاص مین اختیار ہوگا والهذا ابن ملجم بعوض علی مرتضی رضی کے
مارا گیا اور حضرت کی اولاد صغار بھی اونکے بالغ ہونیکا انتظار نہوا تھا اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہوگیا اور سبب کامل کی قید سے مسلم
صبی اور الحبہ نکل گیا اسواسطے کہ اوسکا امان دینا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا کان الکبیر اجنبیا عن الصغیر فلا یملک القود حتی یبلغ
الصغیر اجماعا زیلعی فلیحفظ مگر جبکہ مقتول کا ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الزیلعی
تو اسصورت خاص کو یاد رکھنا چاہیے هم ابوالسعود نے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہے طحطاوی نے کہا لیکن اسمین خلل
ہے کہ وہ کبیر مراد ہے یہان جو وارث ہو مقتول کا تو تمثیل اوسکی یون بہتر ہے کہ مقتول کی اولاد صغار ہون وجدا ولی سے زوجہ ثانیہ کے ساتھ
ولو قتل القاتل اجنبی وجب القصاص علیہ فی القتل العمد لانہ محقون الدم بالنظر لغیر القاتل کما مر اور اگر قاتل کو اوس شخص نے قتل کیا جو
اجنبی ہو مقتول سے یعنی اوسکا وارث نہیں ہے تو قاتل کے قاتل پر قتل عمد مین قصاص واجب ہے اسواسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہے بنظر اپنے قاتل کے چنانچہ اس
فصل کے اول مین گذر گیا یعنی ہر چند قاتل اول کا خون مباح ہے مقتول کے وارث کو لیکن باعتبار اجنبی شخص کے اوسکا خون مباح نہین لہذا اجنبی قاتل اوسکے
بدلے مارا جائیگا والدیۃ علی عاقلتہ ای القاتل فی الخطاء اور دیت قاتل اول کی قاتل ثانی کے مددگارونپر واجب ہے قتل خطا مین ولو قال
ولی القتیل بعد القتل ای بعد قتل الاجنبی کنت امرتہ بقتلہ ولا بینۃ لہ علی مقالتہ لا یصدق ویقتل الاجنبی جوہرہ اور اگر مقتول کے وارث نے
قتل اجنبی کے بعد کہا مین نے اوس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنیکا امر کیا تھا اور وارث کے اس قول پر گواہ نہین تو وارث کے کلام کی تصدیق نہوگی اور قاتل اجنبی قتل
کیا جاویگا هم بنا اسپر ہے کہ وارث مقتول کو قاتل کا قتل کرنا بذات خود یا غیر سے امر کرکے قتل کروانا جائز ہے استیفای قصاص بہر صورت ہوگا اور قاتل
اسوقت پر ضمان لازم نہوگا اسصورتمین جبکہ امر وارث کا ظاہر ہو سو اگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کرنیکا دعوی کیا اور وارث نے اوسکی تصدیق کی
تو امر ثابت نہوگا بدون شہادت کے اور بدون شہادت کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا بخلاف من حفر بئرا فی دار رجل فمات فیہا شخص فقال رب الدار
کنت امرتہ بالحفر صدق جوہرہ یعنی لانہ یملک استینافہ للحال فیصدق بخلاف الاول لفوات المحل بالقتل کما ہو القاعدۃ
برخلاف اوس شخص کے جسنے کنوان کہودا دوسرے مرد کے گہر مین سو آدمی اوسمین گرکے مرگیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ مین نے کہودنیکا اسکو امر کیا تھا تو صاحب خانہ
کی تصدیق ہوگی بدون شہادت کے اسواسطے کہ صاحب خانہ استیناف اور ابتدای حفر کا فی الحال مالک ہے یعنی بالفعل اپنے گہر مین کنوان کہدوا سکتا ہے وجود محل
سبب لہذا اوسکے کلام کی تصدیق ہوگی برخلاف اول صورت کے یعنی ولی مقتول کے اس کلام مین کہ مین نے قتل کا حکم دیا تھا اسواسطے کہ وہان ابتدای امر بالقتل
فی الحال ممکن نہین بسبب فوت ہو جانے محل کے قتل کے سبب سے چنانچہ یہی قاعدہ ہے تصدیق اور عدم تصدیق کا هم قاعدہ مذکور یہ ہے کہ جو شخص ایک چیز کی حکایت
کرے مثلا یون اظہار کرے کہ مین نے زوجہ مطلقہ سے رجعت کرلی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور ابتدای رجعت کا مالک ہو اسطرح کہ ہنوز عدت طلاق
کی باقی ہے تو اوسکی تصدیق بلا شہادت ہوگی اور اگر ابتداء رجعت کا فی الحال مالک نہین اسوجہ سے کہ رجعت کا دعوی کیا بعد عدت کے تو اب اوسکی تصدیق
بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی وظاہرہ ان حق الولی یسقط راسا کما لو مات القاتل حتف انفہ اور ظاہر متن یا ظاہر تعلیل فوت
محل سے یہ دلالت کرتا ہے کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہوگیا جیسے اس صورتمین ساقط ہوجاتا ہے جبکہ قاتل اپنے فرش پر اپنی موت مرجاوے بدون قتل کرنیکے
ولو استوفاہ بعض الاولیاء لم یضمن شیئا اور اگر ورثہ مقتول میں سے کسی وارث نے قصاص لیا تو اوسپر کچھ ضمان لازم نہوگا یعنی نہ قاتل کیواسطے
اور نہ باقی وارثون کیواسطے اگرچہ باقی وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی وفی الدرر والمجتبی دم بین اثنین فعفا احدہما وقتلہ الآخر ان علم ان عفو
بعضہم یسقط حقہ یقاد والا فلا والدیۃ فی مالہ بخلاف ممسک رجل لیقتل عمدا فقتل والقتیل الممسک فعلیہ القود لانہما لا یشکل

علی الناس اور درر اور مجتبے میں ہے کہ خون کے دو وارث ہیں سو ایک وارث نے قصاص عفو کر دیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل یہہ جانتا ہو کہ بعض ورثہ کا معاف کرنا حق قصاص یا حق وارث ثانی کو ساقط کر دیتا ہے تو وارث قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر اوسکو یہہ معلوم نہیں تو اوسپر قصاص نہیں اور اوسکے مال میں دیت واجب ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے مرد کو پکڑا کہ وہ عمداً قتل کیا جاتا ہے سو مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو قتل کیا تو وارث قاتل پر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ یہہ صورت اوس قسم کی نہیں ہے جسکا بوجہنا لوگوں پر مشکل ہو م برخلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ سے باقی وارثوں کا حق ساقط ہونا مشکل غیر صریح ہے لہذا اوسمیں در صورت علم سقوط قصاص ہے اور نہیں تو دیت ہے اور اسکی صورتیں فقط قصاص ہے نہ دیت

جَرَحَ انسانًا ومات المجروح فاقام اولیاء المقتول بینة انه مات بسبب الجرح واقام الضارب بینة انه برئ من الجراحة ثم مات بعد مدة فبینة ولی المقتول اولی کذا فی معین الحکام معزیا للحاوی ۔ ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو مقتول کے وارثوں نے گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور ضارب نے گواہوں سے ثابت کیا کہ وہ چنگا ہوگیا تھا زخم سے اور مدت کے بعد مرا تو وارث مقتول کے گواہ اولے بالقبول ہیں کذا فی معین الحکام عن الحاوی ۔ اقام اولیاء المقتول البینة علی انه جرحه زید وقتله واقام زید البینة علی ان المقتول قال ان زیدا لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینة زید اولی کذا فی المشتمل معزیا لمجمع الفتاوی ۔ ورثہ مقتول نے اسپر گواہ قائم کئے کہ مقتول کو زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہ قائم کئے اسپر کہ مقتول نے خود کہا تھا کہ زید نے مجکو زخمی نہیں کیا اور نہ مجکو مارا تو زید کے گواہ اولے بالقبول ہیں کذا فی المشتمل عن مجمع الفتاوی م اسواسطے کہ زید کے گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہیں نہ نفی پر ۔ قال المجروح لم یجرحنی فلان ثم مات المجروح لیس لورثته الدعوی علی الجارح بهذا السبب مطلقا وقیل ان الجرح معروفا عند القاضی او الناس قبلت فبینته ۔ مجروح نے کہا کہ مجکو فلانے شخص نے زخمی نہیں کیا پھر زخمی مرگیا تو اوسکے وارثوں کو زخم لگانیوالے پر اس سبب سے دعوی نہیں پہونچتا مطلقاً خواہ اگلا زخم معلوم ہو یا نہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اگر زخم قاضی یا لوگوں کے نزدیک معلوم ہو تو دعوی وارثوں کا مقبول ہوگا کذا فی القنیہ ۔ وفی الدرر عن المستصفی لو عفا المجروح او الاولیاء بعد الجرح قبل الموت جاز العفو استحسانا اور درر میں مستصفی سے منقول ہے کہ اگر مجروح یا اوسکے وارثوں نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استحسان کے معاف کرنا جائز ہے م یہہ مسئلہ اس فصل میں مکرر ہوگیا ۔ وفی الوهبانیة جریح قال قتلنی فلان ومات فبرهن وارثه علی الآخر انه قتله لم تسمع لانه حق المورث وقد اکذبهم اور وہبانیہ میں ہے کہ زخمی نے کہا کہ مجکو فلانے شخص نے قتل کیا اور وہ مرگیا سو اوسکے وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کئے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسموع نہونگے اسواسطے کہ یہہ حق ہے مورث کا اور مورث نے گواہوں یا وارثوں کو جھوٹا کر دیا ۔ ولو قال جرحنی فلان ومات فبرهن ابنه علی ابن آخر انه جرحه خطاء قبلت لقیامها علی حرمانه الارث ۔ اور اگر مجروح نے کہا کہ مجکو فلانے شخص نے زخمی کیا اور وہ مرگیا سو اوسکے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کئے کہ اوسنے اوسکو خطاء زخمی کیا تھا تو یہہ گواہی مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اوسکی میراث سے محروم ہونے پر ۔ سقاه سما حتی مات ان دفعه الیه حتی اکله ولم یعلم به فمات لا قصاص ولا دیة لکنه یحبس ویعزر ۔ ایکنے دوسرے کو زہر پلایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اگر اوسنے اوسکی طرف کر دیا یہانتک کہ اوسنے خود کہا لیا اور وہ زہر کو سمجہتا نتہا سو مرگیا تو زہر دینیوالے پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ محبوس ہوگا اور اوسکو تعزیر دیجاویگی ۔ ولو اوجره السم اکراها یجب الدیة علی عاقلته ۔ اور اگر زہر اوسکے حلق میں زبردستی ڈالدیا اور وہ مرگیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے مددگاروں پر ۔ وان دفعه فی شربة فشرب ومات منه فکالاول لانه شرب باختیاره الا ان الدفع خدعه فلا یلزمه الا التعزیر والاستغفار خانیه ۔ اور اگر اوسکو شربت کے اندر ملاکر دیا سو اوسنے پیا اور مرگیا اوسکے پینے سے سو اوسکا حکم اول صورت کی مانند ہے یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اسواسطے کہ اول اور ثالث دونو صورتوں میں مقتول نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا تہ جسسے مرگیا مگر یہہ کہ اسطرح دینا دغا اور فریب ہے تو کچہہ لازم نہیں مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیه ۔ وان قتله بمر بفتح المیم مایعمل به فی الطین یقتص ان اصابه بحد الحدید او بظهره وجرح اجماعا نقله المصنف عن المجتبی ۔ اور اگر مقتول کو قتل کیا پہاوڑے اور پہاوڑے سے تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر اوسکو دہار کی بار لگی یا اوسکی پیٹھ لگی اور اوسنے زخمی کر دیا تو بالاتفاق روایات کے قصاص لیا جاویگا

جیسا کہ مصنف نے مجتبیٰ سے نقل کیا ہے اور شارح نے کہا کہ مراد بقیہ سے وہ ہتھیار ہے جس سے مٹی کا کام کیا جاتا ہے یعنی پھاوڑہ وغیرہ ھ اور اگر پھاوڑے کے دستہ چوبی سے
قتل کیا تو قاتل پر دیت ہے نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کہ بمنزلہ شہتیر کے ہو تو تلوار کی مانند ہے صاحبین کے نزدیک اور کوڑی کی مانند ہے امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن
الاتقانی ولو لم یصبہ حدہ بل قتلہ بظہرہ ولم یجرحہ لا یقتص فی روایۃ الطحاوی وظاہر الروایۃ انہ یقتص بلا جرح فی حدید ونحاس
وذہب ونحوہا وعزاہ فی الدر الی قاضیخان لکن نقل المصنف عن الخلاصۃ ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لو نحو النحاس وعلیہ
جری ابن الکمال اور اگر پھاوڑہ مارا کہ دھار سے اوسکو نہیں لگا بلکہ اوسکو اوسکی پیٹھ کیطرف سے قتل کیا اور اوسکے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاوے گا
طحاوی کی روایت میں امام سے اور ظاہر الروایۃ امام سے یہ ہے کہ قصاص لیا جاتا ہے بدون زخم کے لوہے اور تانبے اور سونے اور مانند اونکی چیزوں سے کا حکم ہے اور
اور اسی قول کو در میں قاضیخان کیطرف نسبت کیا ہے لیکن مصنف نے شرح میں خلاصہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جراحت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہے امام کے نزدیک وجوب
قصاص کیواسطے اور اسی قول پر ابن کمال بھی چلا ہے ۔ وفی المجتبی ضرب بسیف فی غمدہ فخرق السیف الغمد وقتلہ فلا قود فیہ عند ابی حنیفۃ
اور مجتبیٰ میں ہے اوس تلوار سے مارا جو اپنی میان کے اندر ہے سو تلوار نے میان کو پھاڑا اور اوسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص نہیں قاتل پر امام کے نزدیک ھ لیکن
قاتل پر دیت ہے ... قصاص اسواسطے نہیں کہ قاتل نے زخم کرنیوالے ہتھیار سے اوسکو نہیں مارا کالخنق والتغریق حالکونہما قائماً
جیسے گلا گھونٹ کے مارنے اور ڈبو دینے میں قصاص نہیں ہے برخلاف صاحبین اور شافعی کے ھ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہو جس سے
غالباً نہیں مرتا اور نجات ممکن ہے تیر کر نکل جانے سے نہ نکلا اور وہ مر گیا تو یہ خطا عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو معلوم کہ نجات ممکن ہو تیرنے سے اسوجہ سے کہ
اوسکے ہاتھ پاؤں بستہ نہیں ہیں اور وہ خوب تیراک ہو تو یہ بھی خطا عمد ہے اور اگر معلوم ہے پانی بکثرت کہ نجات ممکن نہو تو امام کے قول پر یہ قتل خطا عمد ہے اور قصاص
نہیں اور صاحبین کے قول پر یہ عمد محض ہے اور قصاص واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط ولو ادخلہ بیتاً فمات فیہ جوعاً لم یضمن شیئاً وقالا یجب
الدیۃ اور ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں ... بھوک سے مر گیا تو قاتل پر کچھ تاوان لازم نہیں اور صاحبین نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضیخان میں محمد سے
منقول ہے کہ اوسپر عقاب بھی کرنا چاہیے ولو دفنہ حیاً فمات عن محمد یقاد بہ بخلاف قتلہ بالا تصال ... اور اگر ایک شخص کو
زندہ دفن کر دیا سو وہ مر گیا امام محمد سے روایت ہے کہ اوسپر قصاص لینا چاہیے برخلاف قتل کرنے مقتول کے بلا اتصال کوڑا مارنے سے چنانچہ یہ مسئلہ عنقریب آئیگا ظہیریہ
میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے کہ قاتل کے برادری پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ وفیہ لو اعتاد الخنق قتل سیاسۃ ولا تقبل توبتہ لو بعد مسکہ کالساحر مجتبیٰ میں
ہے کہ اگر گلا دبا کر مارنے کی کسیکو عادت ہو تو اوسکو قتل کرنا چاہیے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور اوسکی توبہ مقبول نہیں اگر گرفتاری کے بعد وہ توبہ کرے جیسے
جادوگر کی توبہ گرفتار ہونیکے بعد مقبول نہیں ہے ھ معلوم ہوا کہ ٹھگوں کا قتل کرنا حاکم کو از راہ سیاست کے درست ہے کیونکہ اونکو پھانسی سے مارنے کی عادت ہے یہی اونکا
پیشہ ہے وفیہ قمط رجلاً وطرحہ قدام اسد او سبع فقتلہ فلا قود فیہ ولا دیۃ ویعزر ویحبس الی ان یموت زاد فی البزازیۃ و
عن الامام علیہ الدیۃ اور مجتبیٰ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اوسکو شیر یا درندے جانور کے آگے ڈالدیا سو اوس نے اوسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص اور دیت
نہیں اور باندھنے والیکو تعزیر دیجاوے اور وہ یہانتک محبوس رہے کہ مر جاوے یعنی اوسکو دایم الحبس کرنا چاہیے اور بزازیہ میں اتنا زیادہ مذکور ہے اور امام سے ایک روایت
یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہے ھ اسیطرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے یا سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کر کے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو اوس نے قتل کیا
خواہ سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یہ ستم ہو گا تو عاقلہ پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ ولو قمط
صبیاً والقاہ فی الشمس او البرد حتی مات فعلی عاقلتہ الدیۃ اور اگر صغیر کے ہاتھ پاؤں باندھکر دھوپ یا سردی میں ڈالدیا یہانتک کہ وہ مر گیا
تو قاتل کے برادری پر دیت ہے ھ اور جوان مرد صغیر کی مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریۃ وفی الخانیۃ قمط رجلاً والقاہ فی البحر فرسب وغرق
کما القاہ فعلی عاقلتہ الدیۃ عند ابی حنیفۃ ولو سبح ساعۃ ثم غرق فلا دیۃ لانہ غرق بعجزہ ... ازخانیہ
میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اوسکو دریا میں ڈالدیا سو وہ تہ نشین ہو گیا اور ڈوب گیا بمجرد ڈالنے کے تو باندھنے والے اور گرانے والیکے برادری پر

دیت ہے امام کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تڑپا پھر ٹھنڈا ہو گیا تو دیت نہیں اسواسطے کہ وہ ڈوبا اپنی عاجزی سے اور ان صورتوں میں اوسکا باقی رہنا ذبیحہ ہوا ہے قطع عنقه وبقي من الحلقوم قليلا وفيه الروح فقتله آخر فلا قود فيه عليه لانه في حكم الميت ایکنے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرے میں سے کچھ باقی رہگیا اور اوسمیں روح ہے سو دوسرے آدمی نے اوسکو قتل کیا تو اسصورتمیں قاتل ثانی پر قصاص نہیں اسواسطے کہ وہ مقتول درحکم میت کے ہے ھ تو اگر مقتول مذکور کا بیٹا یا بیٹی ایسی حالت نیم جانی میں مرگیا تو مقتول کا پوتا اپنے باپ کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرة ولو قتله وهو في حالة النزع قتل به الا اذا كان يعلم انه لا يعيش منه كذا في الخانية اور اگر ایکنے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع میں تھا تو قاتل اوسکے بدلے قتل ہوگا مگر جبکہ یہہ معلوم ہو جاوے کہ وہ شخص زندہ نرہیگا اس حالت نزع سے تو قصاص نہیں قاتل پر کذا فی الخانیہ ھ خلاصہ میں ہے کہ اگر ایکنے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع میں ہے تو قاتل قتل کیا جاویگا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نرہیگا کذا فی العالمگیریہ تو معلوم ہوا کہ یہاں دو قول مختلف ہیں طحطاوی نے کہا کہ میں نے خانیہ کو دیکھا تو خلاصہ کے موافق پایا یعنی درصورت عدم توقع زندگی کے بھی قتل ہوگا لیکن مترجم نے جو خانیہ میں دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا واللہ اعلم غالب کہ اختلاف نسخ باعث ہے اس اختلاف کا وفي البزازية شق بطنه بيده وقطع آخر عنقه ان توهم بقاءه حيا بعد الشق قتل قاطع العنق والا قتل الشاق وعزر القاطع اور بزازیہ میں ہے کہ ایکنے دوسرے کا پیٹ لوہے سے پھاڑا اور دوسرے نے اوسکی گردن کاٹی اگر اوسکا زندہ باقی رہنا متوہم ہے پھاڑنیکے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جاوے اور اگر اوسکی زندگی خیال میں نہ آوے تو پیٹ پھاڑنیوالا قتل کیا جاوے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جاوے ھ قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمداً ہوا اور اگر خطا سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ پھاڑنیوالے پر ثلث دیت ہے اور اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہو گئی تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور پھاڑنیوالیکا قصاص بھی درصورت عمد کے ہے اور خطا میں دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریہ ومن جرح رجلا عمدا فصار ذا فراش ومات يقتص الا اذا وجد ما يقطعه كحز الرقبة والبرء منه اور جسنے ایک مرد کو عمداً زخمی کیا سو زخمی صاحب فراش ہو گیا یعنی بستر سے چپکا ہوکر نہ اوٹھا اور مرگیا تو زخم لگانیوالے سے قصاص لیا جاویگا مگر جبکہ وہ چیز پائی جاوے جو زخم کو قطع کردے جیسے زخمی کی گردن کا کاٹنا اور زخم سے چنگا ہو جانا یعنی اگر زخمی کی کسینے گردن کاٹ ڈالی تو اب جارح پر قصاص نہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی افاقہ پاکر چلنے پھرنے لگا اور مرگیا تو جارح پر قصاص نہوگا وقد منا انه لو عفا المجروح او الاولياء قبل موته صح استحسانا اور اس سے پہلے ہمنے بیہہ ذکر کیا ہے کہ مجروح نے یا اوسکے وارثوں نے مجروح کے مرنے سے پہلے عفو کردیا تو بعفو باعتبار استحسان کے صحیح ہے وان مات شخص بفعل نفسه وزيد واسد وحية ضمن زيد ثلث الدية في ماله ان كان القتل عمدا والا ففعل عاقلته اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دیگا تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر زید کا قتل عمداً ہوا اور اگر عمداً نہو تو اوسکے مددگار پر دیت ہے ھ صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بھی اوسکے سر میں زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے بھی اوسکو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیریہ عن الکافی لان فعل الاسد والحية جنس واحد لانه هدر في الدارين وفعل زيد معتبر في الدارين وفعل نفسه هدر في الدنيا لا العقبى حتى يأثم بالاجماع فصارت ثلثة اجناس پس ثلث دیت اسواسطے واجب ہوئی کہ شیر اور سانپ کا فعل ایک جنس ہے اسواسطے کہ وہ باطل ہے اسپر کوئی چیز واجب نہیں دنیا اور آخرت میں اور زید کا فعل دونوں جہان میں معتبر ہے اور اوسکی ذات کا فعل باطل ہے دنیا میں نہ آخرت میں یہانتک کہ وہ گنہگار ہوگا بالاتفاق تو جنایت تین جنس ہو گئی یعنی پھر جب تین فعل ہیں دو فعل غیر معتبر ہوئے تو ایک ہی فعل معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب ہوئی ومفاده ان يعتبر في المقتول التكليف ليصير فعله جنسا آخر غير فعل الاسد والحية وان لا يزيد على الثلث لو تعدد القاتل لان فعل الكل جنس واحد ابن کمال اور تثلیث اجناس کی تعلیل سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ مقتول میں تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہو تاکہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اسواسطے کہ اگر مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اوسکا بھی فعل باطل ٹھہریگا دارین میں شیر اور سانپ کی مانند تو اسصورتمیں زید پر نصف دیت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اور یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ اجناس ثلثہ پر زیادتی نہوگی اگر مقتول مذکور کے قاتل چند آدمی ہوں اسلئے کہ سب بنی آدم کا فعل جنس واحد ہے یعنی باطل نہیں دارین میں معتبر ہے کذا ذکرہ ابن کمال ويجب قتل من شهر سيفا على المسلمين يعني في الحال كما نص عليه ابن الكمال حيث عبر عبارة

الوقاية فقال ويجب دفع من شهر سيفا على المسلمين ولو بقتله ان لم يمكن دفعه ضرره الا به صرح به في الكفاية اى لانه من باب
دفع الضرر الى صرح به الشمني وغيره فيا أيها الذين اور جسنے تلوار مسلمانوں پر کہینچی تو اوسکا قتل واجب ہو یعنے في الحال بلا توقف اوسکا قتل واجب
ہے چنانچہ ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے کیونکہ اوسنے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدلڈالی ہے سو یوں کہا ہے کہ واجب ہے دفع کرنا اوس شخص کا جسنے تلوار نکالی مسلمین پر اگرچہ
دفع اوسکا اوسکے مارڈالنے سے ہو اگر اوسکا دفع ممکن نہو بدون قتل کے تصریح کی ہے اس قید کی کفایہ شرح ہدایہ میں یعنے اسواسطے کہ دفع شاہر دفع صائل کی قسم
سے ہے یعنی ... تیغ والیکی دفع کی مانند ہی تصریح کی ہے اسکی شمنی وغیرہ نے اور آگے آویگا وہ کلام جو اسکی تائید کریگا ھم ابن کمال کے کلام سے قتل نے الحال لطف
اشارہ ... ہو تسلیم اسکی نہیں اسواسطے کہ دفع میں توقف نہیں تو شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کما اشار الیہ ابن الکمال کذا فی الطحطاوی ولا شیء بقتله الجمل
الجمل الصائل اور تلوار نکالنے کے قتل میں کچھہ نہیں اور اسکے قاتل پر نہ قصاص نہ دیت نہ تعزیر برخلاف جمل صائل کے قتل کے یعنی اگر اونٹ آدمی پر حملہ کرے

اور وہ اوسکو مارڈالے تو ہرچند اوسکے قتل میں گناہ نہیں لیکن اوسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہوگا ولا يقتل من شهر سلاحا على رجل ليلا او
نهارا في مصر او غيره او شهر عليه عصا ليلا في مصر او نهارا في غيره فقتله المشهور عليه اور کچھہ نہیں اوسکے مارڈالنے سے جسنے
کسی کا ہتھیار نکالا اور اوٹھایا اوسپر رات میں یا دن میں خواہ شہر کے اندر ہو یا سوا اوسکے جنگل میں یا اوسپر لاٹھی اوٹھائی رات کو شہر میں یا لاٹھی اوٹھائی
دنکو شہر کے سوا جنگل وغیرہ میں سو اوسکو مارڈالا اوسنے جسپر ہتھیار یا لاٹھی اوٹھائی ھم یہہ مسئلہ عین مسئلہ سابق کے ہی اسواسطے کہ وہاں جماعت مسلمین پر تلوار
کہینچی اور یہاں ایکپر ہتھیار کہینچنے والیکے قتل میں کچھہ نہیں مطلقا خواہ رات ہو یا دن شہر ہو یا غیر شہر اسواسطے کہ ہتھیار بدن میں نہیں ٹہرتا اندر گہس جاتا ہے اور
لاٹھی اوٹھانے والیکے قتل میں رات کو شہر میں یا دنکو جنگل میں کچھہ نہیں اسواسطے کہ اگرچہ لاٹھی بدن میں گہس نہیں جاتی لیکن شہر میں رات کو اور جنگل میں دن کو
مظلوم کی فریاد رسی اور مدد نہیں ہوسکتی ہاں اگر دنکو شہر میں لاٹھی اوٹھانیوالیکو قتل کریگا تو اوسکے بدلے قاتل مارا جاویگا اسواسطے کہ لاٹھی بدن میں نہیں

گہستی اور شہر میں دنکو فریادرسی اور مددگاری منقطع نہیں کذا فی صدر الشریعة والطحطاوي ملتقطا وان شهر المجنون على غيره سلاحا فقتله المشهور
عليه عمدا تجب الدية في ماله اور اگر مجنون نے غیر شخص پر ہتھیار کہینچا سو اوس شخص نے مجنون کو عمدا مارڈالا تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہے یعنی اوسپر قصاص
نہیں ومثله الصبي والدابة الصائلة وقال الشافعي لا ضمان في الكل لانه لدفع الشر اور مجنون کی مانند صغیر اور جانور حملہ کرنے والا ہے اور شافعی
نے کہا کہ ضمان نہیں سب صورتوں میں یعنی مجنون شاہر اور صغیر شاہر اور حیوان صائل کے قتل میں اسواسطے کہ یہہ قتل دفع شر کیواسطے ہے ھم اور ہماری دلیل یہہ ہے کہ
مجنون اور صغیر اور حیوان کا فعل متصف بحرمت نہیں تو انکا وصف ثابت ہوتی تو اونکے خون کی عصمت ساقط نہو گی اختیار صحیح کے نہونیکے سبب سے ولہذا اگر مجنون یا صغیر
کسیکو قتل کریں تو قصاص نہیں یا جانور کسیکا کچھہ نقصان کرے تو اوسپر تاوان نہیں پہر جب ونکا خون معصوم ہوا مباح نہ ٹہرا تو قصاص واجب ہوتا لیکن قصاص واجب نہوا وجود

شبہہ کے سبب سے یعنی دفع شر نے اونکا خون مباح کردیا پہر جب قصاص بوجہ دفع شر کی علت سے ساقط ہوا تو خونبہا واجب ہوا کذا فی الزیلعی ولو ضربه الشاهر فانصرف
وكف عنه على وجه لا يريد ضربه ثانيا فقتل الاخر اى المشهور عليه او غيره كذا عممه ابن الكمال تبعا للكافي والكفاية قتل القاتل لا
بالانصراف عادت عصمته قلت فيه انه ما دام شاهرا السيف يضربه الا فلا فليحفظ اور اگر ایک شخص کو تلوار کہینچنے والے نے مارا پہر لوٹا اور
اور پہر سے بازرہا اسطرحپر کہ دوسری بار مارنیکا ارادہ نہیں رکہتا سو دوسرے نے اوسکو مارڈالا یعنی جسپر تلوار کہینچی تھی اوسنے مارا یا اوسکے سوا اور شخص نے قتل کیا اسیطرح
کی تعمیم کی ہے ابن کمال نے کافی اور کفایہ کا تابع ہوکر تو اوسکا قاتل قتل کیا جاویگا اسواسطے کہ تلوار کہینچنے والیکی خون کی عصمت پہر ثابت ہوگئی پلٹجانیکے سبب سے میں کہتا
ہوں کہ ... مشتبہ ہوگیا کہ جتک وہ برہنہ تلوار کہینچے رہیگا تو اوسکو اوسکا مارنا درست ہی اور نہیں تو مارنا درست نہیں تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے ھم طحطاوی نے
کہا کہ شارح کی تحریر اور تنقیح ظاہر نہیں اسواسطے کہ گاہی انسان برہنہ شمشیر پہیر بہاگتا جاتا ہے اور عود کا ارادہ نہیں رکہتا یعنی تو مطلقا جنگی شمشیر کی اباحت
قتل کی دلیل نہیں ہوسکتی ومن دخل عليه غيره ليلا فاخرج السرقة من بيته فاتبعه رب البيت فقتله فلا شيء عليه لقوله عليه الصلاة
والسلام قاتل دون مالك اور جو ایک شخص کے گہر میں غیر شخص راتکو داخل ہو سو چوری کا مال اوسکے گہر سے نکالے اور صاحب خانہ اوسکا پیچہا کرے اور اوسکو

مار ڈالے تو اوسپر کچھہ نہیں نہ قصاص نہ دیت نہ گناہ بدلیل حدیث رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ مقابلہ کرے اپنے مال کے آس پاس ہم نسائی مین مخارق سے روایت ہے کہ ایک مرد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اوسنے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے اور میرا مال چھین لیجاوے فرمایا کہ یاد دلا اوسکو اللہ کی یعنی خدا کے غضب
سے اوسکو ڈرا اوسنے کہا اگر وہ خوف نکرے فرمایا اپنے آس پاس کے مسلمانون سے مدد مانگ اوسنے کہا سو اگر میرے گرد کوئی مسلمان نہو فرمایا کہ حاکم سے مدد مانگ وہ بولا کہ
حاکم مجھسے دور ہو فرمایا قتال کر اپنے مال کے آس پاس مقابلہ کر یہانتک کہ تو شہداء آخرت سے ہو یا تو اپنا مال بچا لے کذا فی التیسیر وکذا لو قتلہ قبل الاخذ
اذا قصد اخذ مالہ ولم یتمکن من دفعہ الا بالقتل ہذا الشرح اور اسیطرحکا حکم ہے اگر اوسکو قتل کرے مال لینے سے پہلے جبکہ وہ اوسکے مال کے لینے
کا ارادہ رکھتا ہو اور اوسکے ہٹانے پر سوای مار ڈالنے کے قدرت نہو کذا فی صدر الشریعۃ و فی الصغری قصد مالہ ان عشرۃ او اکثر قتلہ وان اقل قاتلہ
ولا یقتلہ اور فتاوی صغرے مین ہے کہ اگر سارق مال لینے کا قصد کرے اگر مال دس درم یا زیادہ ہے تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اوس سے مقابلہ کرے لیکن
اوسکو قتل نکر ڈالے ھ لیکن نہر الفائق مین آخر باب قطع طریق مین یون ہے کہ انسان کو اپنے مال پر قتال کرنا درست ہے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہو اور اوسکو قتل کرے بدلیل
اس حدیث کے من قتل دون مالہ فہو شہید یعنی جو اپنے مال کے ورے مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وہل یقبل قولہ انہ کان سارقا
بلا بینۃ تحرر ولا فان المقتول معروفا بالسرقۃ والشر لم یقتص استحسانا والدیۃ فی مالہ لورثۃ المقتول بزازیہ اور قاتل کا یہہ قول کیا مقبول ہوگا کہ
اوسنے اوس سے مکابرہ کیا تہا یعنی پہر بہی چوری سے وہ باز نرہا اگر یہہ قول گواہی سے ثابت ہو تو ہان مقبول ہوگا اور اگر شہادت نہین تو اگر مقتول چوری اور بدکاری مین مشہور
ہے تو قاتل سے ازراہ استحسان قصاص نلیا جاویگا اور دیت قاتل کے مال مین مقتول کے وارثون کیواسطے لازم ہوگی کذا فی البزازیہ ہذا اذا لم یعلم انہ لو صاح علیہ
طرح مالہ وان علم ذلک فقتلہ مع ذلک وجب علیہ القصاص لقتلہ بغیر حق یہہ یعنی سارق مذکور کے قتل سے قصاص وغیرہ لازم نہونا اوس وقت ہے جبکہ
صاحب مال کو یہہ معلوم نہو کہ اگر وہ اوسپر شور کریگا اور للکاریگا تو سارق اوسکے مال کو ڈال دیگا اور اگر یہہ جانکر کہ للکارنے سے مال کو چھوڑ بہاگیگا پہر باوجود اوسکے اوسکو
قتل کریگا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اوسکے ناحق قتل کرنیکے سبب سے کالمغصوب منہ اذا قتل الغاصب فانہ یجب القود لقدرتہ علی دفعہ
بالاستغاثۃ بالمسلمین والقاضی مغصوب منہ کی مانند یعنی جسکا مال چھینا گیا جبکہ وہ غاصب کو قتل کریگا تو اوسپر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکے دفع
پر قادر ہے مسلمانون اور حاکم سے فریاد کرکے ھ اور اگر مسلمین اور قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہون چنانچہ اس زمانے مین ہے تو ظاہرا قتل غاصب جائز ہے عموم حدیث
مذکور کی دلیل سے کذا فی الطحطاوی ومباح الدم التجا الی الحرم لم یقتل فیہ خلافا للشافعی ولم یخرج عنہ للقتل لکن یمنع عنہ الطعام و
الشراب حتی یضطر فیخرج من الحرم فیقتل خارجہ مباح الدم یعنی جسکا خون مباح ہے چنانچہ زانی محصن اور مرتد اور قاتل نے پناہ پکڑی
حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل نکیا جائیگا اور نہ وہان سے گرفتار کرکے نکالا جاوے قتل کیواسطے لیکن اوسکا کہانا پینا روکا جاوے یہانتک کہ وہ گہبرا جاوے بہوک پیاس
کے مارے سو آپ نکلے حرم سے تب اوسکو حرم سے باہر قتل کیا جاوے برخلاف امام شافعی کے یعنی اونکے نزدیک حرم کے اندر قتل اوسکا جائز ہے واما فیما دون
النفس فیقتص منہ فی الحرم اجماعا اور جان کے سوا اطراف مین تو قصاص لیا جائیگا اوس سے حرم کے اندر بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ اطراف مین تو اموال
کا طریقہ مسلوک ہے ولو انشا القتل فی الحرم قتل فیہ اجماعا سراجیہ اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو ایجاد کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی
السراجیہ ولو قتل فی البیت لا یقتل فیہ ذکرہ المصنف فی الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اوسکے اندر قتل نکیا جاویگا مصنف نے یہہ کتاب الحج
کی شرح مین ذکر کیا ہے ولو قال اقتلنی فقتلہ بسیف فلا قصاص وتجب الدیۃ فی الصحیح لان الاباحۃ لا تجری فی النفس وسقط القود
لشبہۃ الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ مجکو قتل کر سو اوسنے اوسکو تلوار سے قتل کیا تو قصاص نہین اور دیت واجب ہے قاتل کے مال مین قول صحیح پر اسواسطے کہ
اباحت جان مین جاری نہین ہوتی اور قصاص ساقط ہوگیا اذن مقتول کے شبہہ سے ھ ہرچند حقیقت مین اذن مقتول کا صحیح نہین لیکن شبہہ اباحت کا پیدا ہوگیا
اور قصاص مین شبہہ حکم حقیقت کے ہے وکذا لو قال اقتل اخی او ابنی او ابی فقتلہ الدیۃ استحسانا کما فی البزازیہ عن الکفایہ اور اسیطرح
قصاص نہین اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بہائی یا فرزند یا باپ کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بدلیل استحسان کے چنانچہ بزازیہ مین ہے کفایہ سے ھ طحطاوی نے کہا

بشرطیکہ قاتل مقتولین کے خون کا وارث ہو وفیہا عن الواقعات لو ابنہ صغیر القتص اور بزازیہ میں ہے واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا
جاویگا ھ یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہے تو قاتل پر قصاص ہے حموی نے کہا اور یہی حکم ہے برادر صغیر کا منح الغفار میں ہے کہ
یہ محمول ہے قیاس کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے تو دیت ہے کذا فی الطحطاوی و فی الخانیۃ بعتک دمی بفلس او بالف فقتلہ یقتص اور خانیہ
میں ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسہ یا ہزار کو بیچا سو اوسنے اوسکو قتل کیا تو قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ یہہ باطل ہے
اور قتل کا اذن نہیں ہے تو یہہ قول اقتلنی کے قول کی مانند نہیں کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص و فی اقتل ابی علیہ دیتہ لابنہ اور اس قول میں کہ قتل کر میرے
باپ کو دیت واجب ہے قاتل پر مقتول کے فرزند کیواسطے و فی اقطع یدہ فقطع یدہ لا یقتص اور اس قول میں کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سو اوسنے اوسکا ہاتھ کاٹا قصاص
لیا جاویگا قاطع سے و فی شج ابنی فشجہ لا شیء علیہ فان مات فعلیہ الدیۃ اور اس قول میں کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اوسنے اوسکا سر
پھوڑا تو اوسپر کچھ نہیں پھر اگر وہ مر گیا اس سبب سے تو اوسپر خونبہا ہے وقیل لا تجب الدیۃ ایضا وصححہ رکن الاسلام کما فی العمادیۃ واستظہرہ
الطرسوسی لکن ردہ ابن وہبان اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اپنی ذات کے اذن قتل کی دیت بھی قصاص کی مانند واجب نہیں اور اسی قول کو رکن الاسلام نے
صحیح کہا ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے اور طرسوسی نے بھی اسکی تائید کی ہے لیکن ابن وہبان نے اسکو رد کیا ہے ھ شرح وہبانیہ میں ہے کہ اتفاق یہہ ہے کہ قول اول میں
سقوط قصاص اور وجوب دیت راجح ہے اسواسطے کہ عصمت دم موجود ہے اور قصاص تو ساقط ہو گیا ہے شبہہ اذن سے اور شبہہ وجوب مال کا مانع نہیں کما لو قال اقتل
عبدی او اقطع یدہ ففعل فلا ضمان علیہ اجماعا چنانچہ اگر مولی نے کہا کہ میرے غلام کو قتل کر یا اوسکا ہاتھ کاٹ سو اوسنے اوسکو قتل کیا اور اوسکا
ہاتھ کاٹا تو اوسپر تاوان نہیں بالاتفاق ھ اسواسطے کہ غلام مال میں داخل ہے اور مال میں اباحت اذن جاری ہے لیکن بس قتل اور قطع میں آمر اور مامور دونوں گنہگار
ہیں کذا فی الحموی کقولہ اقطع یدی او رجلی وان سری لنفسہ ومات لان الاطراف کالاموال فصح الامر چنانچہ اس قول میں ضمان نہیں کہ میرا
ہاتھ یا میرا پاؤں کاٹ ڈال اگرچہ قطع اوسکی جان تک پہنچ جاوے اور وہ مر جاوے اسواسطے کہ اطراف اموال کی مانند ہیں تو امر کرنا اونمیں صحیح ہوگا ھ سرایت الی النفس اور
موت نہ بزازیہ میں ہے نہ منح الغفار میں اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجئے تو بمنزلہ اقتلنی کے اوسمیں بھی خلاف مذکور جاری ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو قال قطعہ
علی ان تعطینی ہذا الثوب او ہذہ الدراہم فقطعہ یجب الارش فی الید لا القود وبطل الصلح من اذنہ اور اگر بولا کہ ہاتھ کاٹ اس شرط پر کہ تو مجکو یہہ
کپڑا یا یہہ دراہم دے سو اوسنے قطع کیا تو ہاتھ کا خونبہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطاء ثوب یا دراہم باطل ہوگی کذا فی البزازیۃ **فروع** مسائل
متفرقہ شارح کے ہبۃ القصاص لغیر القاتل لا یجوز لانہ لا یجری فیہ التملیک قصاص کا ہبہ کرنا اوس شخص کو سوا قاتل کے جائز نہیں اسواسطے کہ اوسمیں
تملیک جاری نہیں ھ اور اسیطرح قاتل کو بھی ہبہ قصاص بدلیل مذکور جائز نہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عفو الولی عن القاتل افضل من الصلح والصلح
افضل من القصاص یعنی وارث کا معاف کر دینا قاتل سے افضل اور بہتر ہے مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہے قصاص سے ھ عفو وارث سے قاتل کی برات ہو جاتی
ہے دنیا میں دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے برات نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ وحاشیۃ ابی السعود وکذا عفو المجروح
اور یہی حکم ہے عفو مجروح کا یعنی عفو بہتر ہے صلح سے اور صلح بہتر ہے بدلا لینے سے لا تصح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسہ للقود وہبانیہ صحیح نہیں توبہ
قاتل جبتک اپنے تئیں قصاص کیواسطے تسلیم نکر دے کذا فی الوہبانیۃ ھ یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دلمیں نادم ہونا کافی نہیں کرتا جبتک قصاص کیواسطے اپنی
جان حاضر نکرے اور یہہ بھی شرط صحت توبہ ہے کہ مقتول کے وارثوں سے خبر کر دے کہ یہہ قصور مجھی سے ہوا ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ وغیرہ الامام
شرط استیفاء القصاص کالحدود عند الاصولیین وفرق الفقہاء بینہما امام یعنی حاکم مسلمین شرط استیفاء قصاص ہے یعنی خون کے
بدلا لینے میں حدود کی مانند امام کا ہونا شرط ہے علماء اصول کے نزدیک اور فقہا نے قصاص اور حدود میں فرق کیا ہے کذا فی الاشباہ ھ یعنی فقہا کی نزدیک استیفاء حدود کے لئے امام شرط ہے
کیواسطے تحفہ میں ہے کہ اگر کوئی مقتول ہوا عمدا اور اوسکا ایک وارث ہے تو اوسکو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی راہ سے جائز ہے قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور
اوسکی گردن کاٹے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جاویگا اور اگر قتل ممنوع کریگا تو تعزیر دیجاویگی مگر اوسپر تاوان نہیں اور اسیطرح قتل کرے تو مستوفی قصاص ہوگا کذا

سے العالمگیریہ وفیھا فی قاعدۃ الحدود تندرأ بالشبہات القصاص کالحدود الا فی سبع یجوز القضاء بعلمہ فی القصاص
دون الحد قذف داور اشباہ مین الحدود تندرأ بالشبہات کے قاعدے مین ہے کہ حدود کی مانند قصاص ہے مگر سات صورتون
مین پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر قصاص مین درست ہے نہ حدود مین ۞ یہہ قول اسپر مبنی ہے کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سوای
حدود کے لیکن اب فتوی اسپر ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر یعنی بدون شہادت کے مطلقاً جائز نہین کذا فی الحموی شرح الاشباہ القصاص
یورث والحد لا ۲ قصاص مین میراث جاری ہو اور حد مین نہین ۞ دوسرا قول یہ ہے کہ قصاص بہی موروث نہین کذا فی الحموی یصح عفو القصاص
لا الحد ۳ قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا ۞ یعنی یہہ رافعہ کے محمول ہے اور قبل مرافعہ کے حد قذف مین بہی عفو کرنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ ابی السعود التقادم
لا یمنع الشہادۃ بالقتل بخلاف الحد سوی حد القذف ۴ مدت کا گذر جانا قتل مین شہادت کا مانع نہین برخلاف حد کے حد قذف کے سوا
یثبت باشارۃ الاخرس وکتابتہ بخلاف الحد ۵ اور قصاص ثابت ہوتا ہے گونگے کے اشارہ سے اور اوسکے لکہنے سے برخلاف حد کے ۞ صورت
اوسکی یہہ ہے کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اوسنے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کیطرف اشارہ کیا یعنی مین نے اوسکو تلوار سے مارا ہے تو اسطرح قصاص ثابت ہوگا اور حد
ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی تجوز الشفاعۃ فی القصاص لا الحد ۶ سفارش کرنا عفو قصاص مین جائز ہے نہ حد مین السابعۃ لا بد فی القصاص
من الدعوی بخلاف الحد سوی حد القذف انتہی ۷ ساتوین صورت یہہ ہے کہ قصاص مین دعوی ضرور ہے نہ حد مین مگر حد قذف مین البتہ دعوی ضرور ہے انتہی
مافی الاشباہ وفی القنیۃ نظر فی باب دار رجل ففقأ الرجل عینہ لا یضمن ان لم یمکنہ تنحیتہ من غیر فقئہا وان امکنہ ضمن اور قنیہ
مین ہے کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گہر مین جہانکا دروازے کے اندر سے سو اوس مرد نے اوسکی آنکہہ پہوڑ دی تو صاحب خانہ پر ضمان نہین اگر جہانکنے والیکا ہٹانا بدون
آنکہہ پہوڑنے کے ممکن نہو اور اگر بدون اسکے وہ ہٹ سکتا ہو تو تاوان اوسپر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یضمن فیہما اور امام شافعی نے کہا کہ آنکہہ پہوڑنے
والے پر دونو صورتون مین تاوان نہین ۞ ابوہریرہ کی حدیث دلیل ہے امام شافعی کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی جہانکے بدون اجازت
اون کے سو تو اوسکی آنکہہ پہوڑ دے ٹہیکری مارکر تو کچہہ گناہ نہین اور ہماری دلیل یہہ حدیث ہے کہ آنکہہ مین نصف دیت ہے اور یہہ عام ہے ناظر خانہ اور غیر ناظر کو اور اسلیے
کہ اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گہر مین گہس کے چہپ کے تو بہی مستوجب قطع نہین اور حدیث ابوہریرہ مبالغہ فی الزجر پر محمول ہے اور اگر حدیث مذکور کو اوس ناظر پر محمول
کیجیے کہ کسی طرح نظر سے باز نرہے بدون آنکہہ پہوڑنے کے تو منافات بالکل زائل ہو جائیگی لیکن مسئلہ آیندہ کے منافی ہے کہ وہ مطلق ہے اوسمین کچہہ تفصیل نہین واللہ اعلم
کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو ادخل رأسہ فرماہ بحجر ففقأہا لا یضمن اجماعاً انما الخلاف فیمن نظر من خارجہا اور اگر ایک شخص نے اپنا سر
اندر کر دیا سو صاحب خانہ نے اوسکو پتہر سے مارا سو اوسکی آنکہہ کو پہوڑ دیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن البغیہ معزی لکنز الرؤس باتفاق حنفی اور شافعی
اختلاف حنفی اور شافعی تو فقط اوسصورت مین ہے جبکہ گہر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم

باب القود فیما دون النفس

یہ باب ہے سوای جان کے قصاص مین یعنی الاعضاء انسانی کے بدلا لینے مین ۞ قصاص مادون النفس ثابت ہے کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالی والجروح قصاص وحدیث
مین ثابت ہے کہ ایک عورت نے جاریہ انصاریہ کا دانت توڑا تہا سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی وہو فی کل ما یمکن فیہ رعایۃ
حفظ المماثلۃ اور وہ یعنی قصاص ماورای النفس ہر ایک اوسمقام مین جاری ہے جہان حفظ مماثلت کی رعایت ممکن ہے یعنی جہان برابری اعضاء ظالم اور مظلوم
کے نقصان کی ہوسکے وہان بدلا لینا جاری ہے اور جہان حفظ مماثلت متصور نہین وہان قصاص نہین وہان دیت دیجاویگی چنانچہ معلوم ہوگا ۞ پہر جب رعایت مماثلت کی
بدلا لینے مین لازم ٹہری تو داہنا ہاتہہ بائین ہاتہہ کے بدلے نہ کاٹا جاویگا اور نہ بایان داہنے کے اور نہ تندرست ہاتہہ لنجے ہاتہہ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتہہ مرد کے
ہاتہہ کے بدلے اور نہ مرد کا ہاتہہ عورت کے ہاتہہ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتہہ غلام کے ہاتہہ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتہہ آزاد کے ہاتہہ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتہہ
دوسرے غلام کے ہاتہہ کے بدلے اسواسطے کہ غلام کے ہاتہہ مین نصف قیمت واجب ہے اور قیمت غلامون کی مختلف ہوتی ہے اور قصاص نہین بال مین اور سر کی کہال مین اور سینہ
اور پشت اور شکم اور ذقن کے گوشت مین قصاص نہین اور نہ طمانچہ وغیرہ مارنے مین اور قاطع کے اعضا کا قصاص نہوگا الا بالمثل تو انگوٹہا بدلے انگوٹہے کے قطع ہوگا

باب القطع فیما دون النفس

اور ہاتھ بدلے ہاتھ کے اور پانو بدلے پانو کے اور انگلی بدلے انگلی کے اور نصف بدلے نصف کے اور اسیطرح دانتوں میں برابری واجب ہے تو نیش توڑا جاوے بدلے نیش کے
اور داڑھ بدلے داڑھ کے وعلی ہذا القیاس مساوات اعضا واجب ہے اونکے منافع اور مراتب کے تفاوت کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملخصا وحینئذ فیقاد
قاطع الید عمدا من المفصل اور جبکہ رعایت مماثلت ضرور ہوئی تو قصاص لیا جاویگا ہاتھ کاٹنے والیکا عمدا جوڑ سے یعنی جسنے دوسرے کا ہاتھ
عمدا کاٹا گہٹی کے جوڑ سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہین سے کاٹا جاویگا فلو القطع من نصف ساعد او ساق او من قصبۃ انف لم یقد لامتناع
حفظ المماثلۃ وھی الاصل فی جریان القصاص اور اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کی آدہے بانسے سے ہو تو قصاص نہ لیا جاویگا
بسبب ممتنع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی برابری تو اصل ہے قصاص کے جاری کرنے مین ھم مبسوط مین ہے کہ جو قطع جوڑ سے ہو تو اوسمین قصاص ہے اوسی
موضع مین اور جو قطع کہ جوڑ سے نہو بلکہ ہڈی توڑ کے ہو تو اوسمین ہمارے نزدیک قصاص نہین انتہی یعنی اسواسطے کہ کاہی قاطع کی ہڈی زیادہ کٹجاوے یا اوسمین زیادہ
خلل ہوجاوے تو برابری نرہی کذا فی الطحطاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری سے وان کانت یدہ اکبر منھا لاتحاد المنفعۃ قصاص مین جوڑ سے
ہاتھ کاٹا جاویگا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے بسبب متحد ہونے منفعت کے یعنی قصاص مین چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہین جراحت راس کے
سوا کیونکہ دونون عضو منفعت مین یکسان ہین کذا فی الزیلعی وکذا الحکم فی الرجل والمارن والاذن اور اسیطرح کا حکم ہے پانو مین اور ناک
کے نتہنون اور کان مین ھم مارن جسم نرم غضروفی ہے ناک مین بانسے کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع مین قصاص ہے اور بعض کے قطع مین قصاص نہین
اسیطرح اگر پانون اور کان جوڑ سے قطع ہوا تو قصاص ہے اور نہین تو قصاص نہین عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ نوک بینی کے قطع مین حکومت
عدل ہے قول صحیح مین وکذا عین ضربت فزال ضوءھا وھی قائمۃ غیر منخسفۃ فیجعل علی وجھہ قطن رطب وتقابل عینہ بمرآۃ محماۃ
اور اسیطرح قصاص لیا جاوے اوس آنکھ کا جسپر چوٹ لگی سو اوسکی روشنی زائل ہوگئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے بیٹھ نہین گئی تو قصاص لینے کی صورت یہہ ہے کہ ضارب
کے منہ پر بھیگی روئی ڈالیجاوے اور اوسکی آنکھ کے مقابل مین گرم کیا آئینہ رکھا جاوے ھم یہہ حکم خلافت عثمانی مین علی مرتضی کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام ہوا عبد الرزاق
کی مصنف مین حکم بن عتیبہ سے روایت ہے کہ ایکمرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تہی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت
اوسکی معلوم نتہی تو علی رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا کہ اوسکی آنکھ پر روئی رکہی جاوے پہر آفتاب کے سامنا کیا گیا اور اوسکی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اوسکی بینائی
منقطع ہوگئی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی ولو قلعت لا قصاص لتعذر المماثلۃ اور اگر آنکھ خانہ چشم سے نکالیجاوے تو اوسکا قصاص نہین بسبب
متعذر ہونے مساوات کے وفی المجتبی فقأ الیمنی ویسری الفاقئ ذاھبۃ اقتص وترک اعمی در مجتبی مین ہے کہ داہنی آنکھ پہوڑی
اور پہوڑنے والیکی بائین آنکھ پہوٹی ہے موجود نہین تو اوس سے بدلا لیا جاویگا اور وہ اندہا چہوڑا جاویگا وعن الثانی لا قود فی فقء عین الحول
اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بہینگی کے پہوڑنے مین قصاص نہین ھم مجتبی مین ہے کہ اگر احول کی آنکھ مین حول مضر بصارت نہو تو قصاص ہے اور اگر مضر
ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقا قصاص نہین انتہی تو ظاہرا قول اول معتمد ہے اور قول ثانی ضعیف تو شارح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا مناسب
نتہا کذا فی الطحطاوی وکذا ھو ایضا فی کل شجۃ تراعی ویتحقق فیھا المماثلۃ کموضحۃ اور اسیطرح قصاص کا حکم ہے ہر ایک اوس زخم سر مین
بہی جسمین مماثلت اور مساوات کی مراعات ہوسکتی ہے جیسا کہ جراحت موضحہ مین ھم موضحہ وہ جراحت ہے جسمین سر یا چہرے کی کہال اور گوشت قطع ہوکر ہڈی
کہلجاوے جیسا کہ مزید تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ولا قود فی عظم الا السن وان تفاوتا طولا [illegible] اور قصاص نہین ہڈی توڑنے
مین سوا دانت کے یعنی دانت مین قصاص ہے اگرچہ کاسر اور مکسور کے دونون دانت طول اور جسامت مین متفاوت ہون بدلیل گذشتہ یعنی اتحاد منفعت ھم
اور یہ حدیث جو ہدایہ مین مذکور ہے کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہین غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ مین عبد اللہ بن عباس اور شعبی اور حسن بصری سے مروی
ہے کہ لیس فی العظام قصاص یعنی ہڈیون مین قصاص نہین اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثنا عظام سے کتاب مذکور مین مروی ہے کذا فی العینی
فتقلع ان قلعت وقیل تبرد الی اللحم موضع اصل السن ویسقط ما سواہ لتعذر المماثلۃ اذ ربما تفسد لھاتہ وبہ اخذ

صاحب الکافی قال المصنف رحمہ فی المجتبی و بہ یفتی تو غلام کا دانت اوکھاڑا جاوے اگر مظلوم کا دانت اوکھاڑ گیا ہو اور بعضون نے کہا کہ دانت ریتا
جاوے سوہان سے گوشت تک یعنی دانت کی جڑ کے مقام تک اور باوجو گوشت کے جسقدر دانت باقی رہے اوسکا قصاص بالقطع سے تعذر مماثلت کے سبب سے بلکہ
دانت کے اکھاڑنے مین کبھی یا اکثر کرکے فاسد ہو جاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف نے شرح مین اسکو کہا ہے اور مجتبی مین ہے کہ اسی قول اخیر پر فتوی ہے
ھم طحطاوی نے کہا کہ جو بات زیلعی نے ایسطرح تقسیم کہا تھا ہو اور مصنف اور شارح اوسکا تابع ہوگیا ہو اور حق یہہ ہے کہ تقسیم لثاتہ ہو یعنی بجائے بار ہور تار ببلثہ ہو لثات
جمع لثہ بکسر لام بمعنی مسوڑہ یعنی دانت اوکھاڑ ڈالنے کے قصاص مین اکھاڑنا نہ چاہئے بلکہ دانت کا ریتنا مسوڑہون سے چاہئے اسواسطے کہ اوکھاڑنے سے مسوڑہون
مین اکثر خلل واقع ہو جاتا ہے کما تقدم الی ان یتساویا ان کسرت جیسے دانت ریتا جاتا ہے یہانتک کہ کاسر اور مکسور دونون کے دانت برابر ہو جاوین اگر
مکسور کا دانت توڑا گیا ہو ھم ریتنا اوسوقت ہے جبکہ دانت برابر ٹوٹا ہو والا قصاص نہین خونبہا ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ و فی المجتبی و یؤجل
حولا فان لم ینبت یقتص وقیل یؤجل الصبی لا البالغ اور مجتبی مین ہے کہ قصاص کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاتی ہے پھر اگر دانت نہ جم آوے تو قصاص
لیا جاوے اور دوسرا قول یہہ ہے کہ صغیر کے دانت کیواسطے مدت مقرر کیجاتی ہے نہ بالغ کیواسطے ھم منتقی مین ہے جب دانت سے کچھہ توڑا گیا تو ایک سال تک انتظار
کرنا چاہئے پھر جب سال پورا ہو جاوے اور دانت پھر جاوے تو اوسپر قصاص ہے سوہان سے ریت کر اور ظہیریہ مین ہے کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے چنگے ہونے
تک انتظار چاہئے اور ایک سال کا انتظار ضرور نہین مگر مجرد کی روایت مین اور صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ بالغ کے دانت کا اگنا نادر ہے کذا فی الطحطاوی فلو مات
الصبی فی الحول یجب پھر اگر صغیر سال کی مدت مین مرگیا تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہوگیا وقال ابو یوسف فیہ حکومۃ عدل اور ابو یوسف
نے کہا کہ اوسمین حکومت عدل ہے وکذا الخلاف اذا اجل فی تحریکہ فلم یسقط فعند ابی یوسف تجب حکومۃ عدل للالم ای اجرۃ
القلاع والطبیب وسنحققہ اور اسیطرح دانت اوکھاڑنے کی مانند خلاف ہے جبکہ مدت مقرر کیجاوے دانت کی تحریک مین پھر مدت کے اندر متحرک دانت ساقط نہوا تو
ابو یوسف کے نزدیک درد کا خونبہا یعنے دانت اوکھاڑنے اور طبیب معالج کی اجرت دینا ضارب پر واجب ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے ھم محیط مین ہے کہ
جب ضرب سے دانت متحرک ہوگیا تو ایک سال انتظار کرنا چاہئے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر دانت ساقط نہوا تو ضارب پر کچھہ نہین اور اگر سال کے اندر اوسی
ضرب سے دانت گر گیا تو اگر ضرب عمداً تھی تو قصاص واجب ہے اور اگر خطا کی راہ سے تھی تو دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی اور اس مسئلہ مین ابو یوسف کا وہ قول ہے
جو شارح نے مذکور کیا و توخذ الثنیۃ بالثنیۃ والناب بالناب ولا یؤخذ الاعلی بالاسفل ولا الاسفل بالاعلی مجتبی والحاصل
انہ لا یؤخذ عضو الا بمثلہ اور قصاص لیا جاتا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور نیش کا نیش کے بدلے اور بدلا نہین لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے
اور نہ نیچے کا اوپر کے سے کذا فی المجتبی اور خلاصہ مقام یہہ ہے کہ عضو کا بدلا نہین لیا جاتا مگر اوسکی مثل اور مانند سے ولا قود عندنا فی طرف رجل و
امرأۃ و طرف حر وعبد وطرفی عبدین لتعذر المماثلۃ بدلیل اختلاف دیتہم وقیمتہم والاطراف کالاموال اور قصاص نہین ہم
حنفیون کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف مین اور آزاد اور غلام کے اطراف مین اور دو غلامون کے اطراف مین بسبب نہونے مساوات کے اونکی دیت
اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف مانند اموال کے ہین یعنی جب اطراف انسانی بمنزلہ مال کے ہوئے تو مساوات ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت
کی دیت مین اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلامون کی قیمت مین تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر ٹھہرا قلت ھذا ھو المشہور لکن فی الواقعات
لو قطعت امرأۃ ید رجل کان القود لان الناقص یستوفی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرق بین حر وعبد و لا بین عبدین
واقرہ القہستانی والبرجندی مین کہتا ہون یہہ مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلامون کے اطراف مین قصاص کا نہونا یہی مذہب
مشہور ہے لیکن واقعات مین ہے کہ اگر عورت مرد کا ہاتھہ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے اسواسطے کہ استیفا ناقص کا کامل کی عوض ہو سکتا ہے جبکہ صاحب حق
ناقص پر اکتفا کرے اور راضی ہو جاوے تو اسطرح کچھہ فرق نہین آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلامون کے اندر یعنی جبکہ آزاد غلام سے بدلا لینے پر اور عبد
اعلی کا مالک عبد ادنے سے بدلا لینے پر راضی ہو جاوے اور اس قول کو قہستانی اور برجندی نے ثابت رکہا ہے ھم شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول

مشہور مذہب ہے یہہ قول ہے وطرف المسلم والکافر سیان متساویۃ فی الارش اور اطراف مسلم اور کافر کی برابر ہیں خونبہا کی مساوات کے
سبب سے ہم کافر سے ذمی مراد ہے کافر حربی اور مستامن کذا فی الطحطاوی وقال الشافعی کل من یقتل بہ یقطع بہ ومن لا فلا اور امام شافعی نے کہا کہ جو
شخص قتل کیا جاتا ہے جسکے بدلے اوسکا عضو بھی قطع کیا جاتا ہے اوسکے بدلے اور جو قتل نہیں ہوتا اوسکا عضو بھی قطع نہیں ہوتا یعنی اونکے نزدیک مسلم کا قتل
نہیں ذمی کے بدلے تو اوسکے عضو کا بھی قطع نہیں اوسکے عضو کے بدلے ولا فی قطع ید من نصف ساعد لما مر اور قصاص نہیں ہے ہاتھ کے کاٹنے میں
نصف ساعد سے بدلیل گذشتہ یعنی رعایت مساوات نہیں ہو سکتی کمی بیشی کے احتمال سے حالانکہ قصاص عبارت ہے مماثلت اور مساوات سے ولا فی جائفۃ
برئت اور قصاص نہیں اوس جائفہ میں جو چنگا ہو گیا ہم جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ تک پہونچ گیا سینہ کیطرف سے یا پیٹھ یا پیٹ کیطرف سے تو گردن اور
حلق اور ہاتھ اور پانو میں جائفہ نہیں ہوتا لیکن فوطون اور مقعد میں جائفہ ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح القدوری فان لم تبرأ فان سرایۃ
یقتص والا ینتظر البرء او السرایۃ ابن کمال پھر اگر زخم جائفہ چنگا نہوا سو اگر ساری ہو گیا یعنی زخم کے صدمہ سے زخمی مرگیا تو جارح سے قصاص لیا جاویگا
اور اگر نہ مرا تو صحت یا موت کا انتظار کرنا چاہیے کذا صرح ابن کمال ولسان وذکر ولو من اصلہما بہ یفتی شرح وہبانیہ واقرہ المصنف لانہ
ینقبض وینبسط قلت لکن جزم قاضیخان بلزوم القصاص وجعلہ فی المحیط قول الامام ونصہ قال ابو حنیفۃ ان قطع ذکرہ من
اصلہ او من الحشفۃ اقتص منہ اذ لہ حد معلوم واقرہ فی الشرنبلالیۃ فلیحفظ اور قصاص نہیں زبان اور ذکر کے قطع میں اگرچہ دونو جڑ سے قطع
ہو گئے ہوں اس قول پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ اور اسیکو ثابت رکہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اسواسطے کہ ذکر سمٹتا اور پہیلتا ہے یعنی تو قطع میں کمی بیشی محتمل ہے
میں کہتا ہوں لیکن قاضی خان نے لزوم قصاص پر قطعی حکم کیا ہے اور محیط میں اسکو امام کا قول قرار دیا ہے اور محیط کی عبارت یہہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر
ذکر اوسکا جڑ سے قطع ہوا یا سپاری سے تو قاطع سے قصاص لیا جاوے اسواسطے کہ قطع کی حد معلوم اور معین ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکہا ہے تو اس اختلاف کو یاد
رکہنا چاہیے ہم فتاوی قاضیخان میں ہے کہ ذکر کے قطع میں عمداً جڑ سے قصاص ہے اور اگر اوسکو بیچ سے قطع کیا تو قصاص نہیں اور قطع زبان میں قصاص نہیں ہے انتہی
اور ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ قطع اصل ذکر سے قصاص واجب ہونا ابو یوسف کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضی خان میں ابو یوسف کا قول مذکور ہے نہ امام کا اور
عالمگیریہ میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ بعض ذکر کے قطع میں قصاص نہیں اور اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل یعنی امام محمد کی مبسوط میں ذکر یوں ہے کہ اوسمیں قصاص نہیں اور
ابو یوسف سے روایت یوں ہے کہ اوسمیں قصاص ہے مضمرات میں ہے کہ ظاہر الروایۃ صحیح ہے انتہی واللہ اعلم الا ان یقطع کل الحشفۃ فیقتص ولو بعضہا لا
مگر یہہ کہ بالکل سپاری قطع ہو جائے تو اوسکا قصاص لیا جاویگا اور اگر تمام نہیں بعض قطع ہوئی تو قصاص نہیں ہم اسواسطے کہ کل حشفہ کی حد قطع معلوم ہے نہ بعض کی
حاشیہ چلپی ما لو قطع بعض اللسان اور قطع بعض زبان کا حکم آگے مذکور ہوگا ویجب القصاص فی الشفۃ ان استقصاہا بالقطع لامکان
المماثلۃ ولو لا یستقصہا لا یقتص مجتبی وجوہرہ اور قصاص واجب ہے ہونٹھ میں اگر قاطع نے قطع کے سبب سے لب کو نہایت تک پہونچا دیا یعنی جڑ سے
کاٹا کچہ باقی نرکہا وجوب قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہہ سے ہے اور اگر لب کو جڑ سے نہیں کاٹا تو قصاص نہ لیا جاویگا کذا فی المجتبی والجوہرۃ یعنی قصاص نہونیکا
عدم مماثلت کے احتمال سے ہے وفی لسان اخرس وصبی لا یتکلم حکومۃ عدل اور گونگے اور صغیر غیر متکلم کی قطع زبان میں حکومت عدل ہے ہم حکومت
عدل کی تفسیر کتاب الدیات میں معلوم ہوگی کہ عیبدار اور بے عیب کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو جسقدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو وہ دیت مسمی بحکومت عدل ہے

وان کان القاطع اشل او ناقص الاطراف او کان راس الشاج اکبر من المشجوج خیر المجنی علیہ بین القود ولو الا ارش وعلی
ہذا فی السن وسائر الاطراف التی تقاد اذا کان طرف الضارب والقاطع معیبا یتخیر المجنی علیہ بین اخذ المعیب
والارش کاملا اور اگر قاطع لنجا یا ناقص الاطراف ہو یا سر کے زخمی کرنیوالیکا سر بڑا ہو اوسکے سر سے جسکے سر کو اوسنے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہوگا قصاص
لینے اور دیت کے لینے میں و علے ہذا القیاس دانت اور باقی اون اطراف میں جنکا قصاص لیا جاتا ہے جبکہ عضو ضارب اور قاطع کا عیبدار ہو تو مضروب اور مقطوع
عیبدار عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے میں مختار ہے ہم یہان عیبدار کو اوسکے بدلے لینا ہم اختیار اسواسطے دیا گیا کہ ان صورتوں میں ایفاے کمال حق متعذر

حموی نے نوادر المعلی سے نقل کیا کہ یہہ اسوقت ہے جبکہ قاطع قطع کیوقت شل ہو اور اگر قطع کیوقت اسکا ہاتھ صحیح سالم ہو اور بعد قطع کے شل ہو جاوے تو مقطوع
قصاص لے یا دیت لیا دیگا اسواسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھ میں ثابت تھا سو ساقط ہوگیا بقدر ہلاک ہوجانے محل کے کذا فی الظہیریہ قال برهان الدین هذا لو
الشلاء ینتفع بها فلو لم ینتفع بها لم تکن محلا للقود فله دیة کاملة بلا خیار وعلیه الفتوی مجتبی برہان الدین نے کہا یہہ حکم اس
امر کی شرط سے ہے کہ لنجے ہاتھ سے کچھ نفع حاصل ہوتا ہو تو اگر اس سے فائدہ حاصل نہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہیں تو مقطوع کیواسطے پوری دیت متعین ہے بلا اختیار
قصاص اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی وفیه لا تقطع الصحیحة بالشلاء اور مجتبی میں ہے کہ صحیح ہاتھ لنجے ہاتھ کے بدلے قطع نہو گا ویسقط
القود بموت القاتل لفوات المحل اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے سے کیونکہ محل قصاص باقی نرہا وبعفو الاولیاء اور
قصاص ساقط ہو جاتا ہے ورثہ مقتول کے معاف کردینے سے وبصلحهم علی مال ولو قلیلا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے وارثوں کے صلح کرنے سے
مال پر اگرچہ مال کم ہو هم اسواسطے کہ صلح اسقاط حق ہے بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہے اسمیں عوض کی کچھ تعیین نہیں کذا
فی الحموی یعنی جسقدر پر تراضی طرفین ہو دیت کی قدر ہو یا کم و بیش ویجب حالا عند الاطلاق اور صلح کا مال فی الحال دینا واجب ہوگا عدم تعیین
مدت کی صورتمیں ویصالح احدهم وعفوه لا ولکن بقی من الورثة حصته من الدیة فی ثلث سنین علی القاتل هو الصحیح وقیل علی
العاقلة ملتقی اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے اور معاف کردینے سے اور جو وارث باقی رہا یعنی جسنے صلح اور عفو کچھ نہیں کیا وہ اپنا حصہ
پا دیگا دیت سے تین سال کی مدت میں اور باقی دیت قاتل پر واجب ہے بقول صحیح اور بعضوں نے کہا کہ قاتل کے برادری پر دیت ہے کذا فی الملتقی امر الحر القاتل و
سید العبد القاتل رجلا بالصلح عن دمهما الذی اشترکا فیه علی الف ففعل المامور الصلح عن دمهما فالالف علی الحر
والسید کل منهما نصفان لانه مقابل بالقود وهو علیهما سویة فیبدل له کذلک آزاد قاتل اور غلام قاتل کے مولے نے ایکمرد کو ہزار
درم پر صلح کرنیکا اوس خون کے بدلے جسمیں آزاد اور غلام دونو شریک تھے امر کیا سو مرد مامور نے دونوں کے خون مشترک سے صلح کی سو ہزار درم دونوں
امر کرنیوالوں یعنی آزاد اور مولے پر آدھے آدھے ہیں یعنی پانچ سو آزاد پر اور پانچ سو مولی پر ہونگے اسلیے کہ ہزار درم قصاص کے عوض مقابل ہیں اور قصاص
دونو پر برابر ہے تو قصاص کا بدلا بھی اسیطرح دونوں پر برابر ہوگا ویقتل جمع بمفرد ان جرحه کل واحد جرحا مهلکا لان زهوق الروح یتحقق
بالمشارکة لانه غیر متجز بخلاف الاطراف کما سیجیء اور قتل کیجاویگی جماعت بدلے ایک مقتول کے اگر جماعت میں سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اسواسطے
کہ روح مقتول کا نکلنا ثابت ہوتا ہے مشارکت سے اسواسطے کہ خروج روح امر قسمت پذیر نہیں یعنی تو ایسی چیز کے اشتراک میں ہر واحد مستقل ہوا قاتل ٹھہریگا کذا فی
الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہیں چنانچہ عنقریب آتا ہے هم دلیل نقلی قتل جماعت کی موطا کی یہہ حدیث ہے سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ عمر فاروق رض
نے پانچ یا سات مردوں کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے اور فرمایا کہ اگر اہل صنعا اوسکے قتل پر اتفاق کرتے اور مدد کرتے تو میں اونکو قتل کرتا صنعا شہر ہے
یمن کا کذا فی العینی شرح الہدایہ قصاص جماعت کا محل وہ ہے جبکہ سب لوک ساتھہی ماریں اور اگر ضرب علی التعاقب ہوا اور مقتول مرجاوے اور معلوم نہو کہ کسکا زخم
کاری تھا اور کسکا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ زخم کاری اور غیر کاری میں واقف ہونا متعذر ہو اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہو جاوے اور
یہہ معلوم نہیں کہ موت کس سے ہوئی تو اوسپر قصاص واجب ہوگا جسکا زخم مہلک اور کاری ہوگا کذا فی الطحطاوی والا لا کما فی تصحیح العلامة قاسم
اور اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہو تو سب پر قصاص نہیں چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح میں ہے هم خواہ کسیکا زخم مہلک نہو یا بعض کا مہلک ہو نہ باقی
کا تو جسکا مہلک ہوگا اوسپر قصاص ہے اور باقی لوگوں پر تعزیر کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی انما یقتلون اذا وجد من کل جرح یصلح لزهوق
الروح فاما اذا کانوا نظارة او مغرین او معینین بامساك او احد فلا قود علیهم اور مجتبی میں ہے کہ جماعت کے لوگ تو اوس وقت سے
قتل ہونگے جبکہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جاوے جو روح نکالنے کی لیاقت اور صلاحیت رکھتا ہو سو جبکہ اہل جماعت تماشا بین ہوں یا قاتل کو ورغلانے
ہوں یا قاتل کے مددگار ہوں ایک شخص کو گرفتار کرکے تو اون لوگوں پر قصاص نہیں اور نہ اونپر خون بہا ہے کذا فی الطحطاوی ولا قود الا بالسیف

الجمع بلام العہد فانه لو قتل فرد جمعا احدهم ابوه او مجنون سقط القود قہستانی اور بہتر یہہ تہا کہ مصنف لفظ جمع کو معرف بلام تعریف
کے لاتا اسواسطے کہ اگر ایک شخص کو جماعت قتل کرے کہ ان میں سے ایک باپ ہے مقتول کا یا کوئی ان میں دیوانہ ہے تو قصاص ساقط ہوگا کذا فی القہستانی ھم یعنی
اگر لام عہد خارجی ہوتا تو غیر مراد خارج ہوجاتا بلا تکلف ویقتل فرد بجمع اکتفاء للباقین خلافا للشافعی ان حضروا لیھم اور قتل کیا جاتا
ہے ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب کفایت کرتے قصاص فرد کے باقیوں کیواسطے برخلاف شافعی کے ھم امام
شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول مقتول کیواسطے قتل ہوگا اور باقیوں کیواسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہو تو سب کے واسطے قتل ہوگا اور دیات
انکے فیما بین قسمت ہونگی اور ہمارے نزدیک ایک قصاص سبکی طرف سے کافی ہے اسواسطے کہ ہر وارث قاتل کا قاتل ہے بوصف کمال اور یہی قصاص کیواسطے
کہ قتل اخراج روح کیواسطے صالح ہے اور اخراج روح قسمت پذیر نہیں تو ہر وارث کیطرف منضاف ہوا علی وجہ الکمال کذا فی العینی فان حضر واحد قتل
له وسقط عندنا حق البقیة کموت القاتل حتف انفه لفوات المحل کامر پہر اگر ایک وارث حاضر ہوا تو قاتل اوسیکے واسطے قتل ہوگا
اور ہم حنفیوں کے نزدیک باقی وارثوں کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط ہوجاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے میں اپنی موت سے بسبب فوت ہونے محل قصاص کے
چنانچہ گذر گیا قطع رجلان فاکثر ید رجل او رجله او قلعا سنه ونحو ذلك مما دون النفس جوہرہ کا دو شخصوں یا زیادہ نے ایک مرد کا
ہاتھ یا پانو کاٹا یا دونوں نے اوسکا دانت اوکھاڑا اور مانند اسکی اور کوئی جنایت قتل نفس کے سوا کی کذا فی الجوہرہ بان اخذا سکینا فامراها علی یده
حتی انفصلت فلا قصاص عندنا علی واحد منهما او منهم لانعدام المماثلة ہاتھ یا پانو اسطرح کاٹا کہ دونوں شخصوں نے چہری کو پکڑا
سو اوسکو چلایا اوس مرد کے ہاتھ یا پانو پر یہانتک کہ بدن سے جدا ہوگیا تو ہمارے نزدیک قصاص نہیں کسی پر ان دو میں سے یا جماعت میں سے بسبب نہونے
مماثلت اور مساوات کے ھم اسلئے کہ ہر واحد قاطع ہے بعض کا کیونکہ قطع دونوں کی قوت اور اعتماد سے حاصل ہوا اور محل یعنی ہاتھ قسمت پذیر ہے تو ہر واحد
کیطرف بعض قطع منضاف ہوگا تو مساوات نہوئی دو ہاتھ کے قطع میں اور ایک ہاتھ کے قطع میں بخلاف قتل النفس بنفس واحد اسواسطے کہ قتل نفس ہر واحد
کیطرف علی وجہ الکمال منضاف ہے خروج روح کی عدم قسمت پذیری کے سبب سے کذا فی الهدایة وشروحها لان الشرط فی الاطراف المساواة
فی المنفعة والقیمة بخلاف النفس فان المشروط فیها المساواة فی العصمة فقط درر کسی پر قصاص نہیں انعدام مماثلت کے سبب سے
اسواسطے کہ اطراف کے قصاص میں مساوات شرط ہے منفعت اور قیمت میں یعنی وہ یہاں حاصل نہیں برخلاف قصاص نفس کے اسواسطے کہ نفس کے قصاص
میں فقط عصمت دم کی مساوات مشروط ہے کذا فی الدرر یعنی نفس واحد اور نفس عصمت دم میں برابر ہیں لہذا ایک جان کے بدلے بہت جانونکا قصاص
ہوتا ہے وضمنا او ضمنوا دیتها علی عددهم بالسویة اور دونوں قاطع یا سب قاطعین ہاتھ کی دیت کا تاوان دیں بقدر اپنی شمار کی برابر
وان قطع واحد یمینی رجلین فلهما قطع یمینه ودیة ید بینهما ان حضرا معا اور اگر ایک مرد دو مردوں کے ہاتھ کاٹے تو دونوں کو
اوسکا داہنا ہاتھ کاٹنا جائز ہے اور ایک ہاتھ کا جو نہا لینا آپس میں آدہوں آدہ بانٹ کر لینگے بشرطیکہ دونوں شخص ساتہی حاضر ہوں وان حضر احدهما
وقطع له فللآخر علیه ای علی القاطع نصف الدیة لما مر ان الاطراف لیست کالنفوس ھم اور اگر دونوں میں سے ایک مرد حاضر ہوا اور
اوسکے لئے اوسکا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کیواسطے قاطع پر نصف دیت ہے اسواسطے کہ ذکر ہوچکا کہ اطراف کا حکم نفوس کی مانند نہیں ہے ھم
دیت سے جان کی دیت مراد ہے یعنی ہزار دینار جسکا نصف پانسو دینار ہے کذا فی الطحطاوی ولو قضی بالقصاص بینهما ثم عفا احدهما قبل
استیفاء الدیة فللآخر القود وعند محمد له الارش اور اگر دونوں شخصوں کے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیا سو ایک شخص نے قصاص
معاف کردیا یا دیت حاصل نہونے پائی تو دوسرے شخص کو قصاص لینے کا اختیار ہے اور محمد کے نزدیک قصاص نہیں بلکہ دیت کا اختیار ہے ویقاد عبد اقر بقتل عمد خلافا لزفر اور قصاص
لیا جاویگا اوس غلام سے جسنے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے کہ اونکے نزدیک اقرار عمد غلام سے قصاص نہیں ھم وجوب قصاص کی وجہ یہہ ہے
کہ ایسی صورت میں غلام غیر متہم ہے اسواسطے کہ اس میں اوسیکا ضرر ہے ولو اقر بخطا او بمال لم ینفذ اقراره علی مولاه بل یکون فی

سقيته الى ان يعتق كما نقل المصنف عن الجوهرة اور اگر غلام نے قتل خطا یا مال کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار اوسکے مالک پر نافذ نہوگا
بلکہ اوسکی گردن پر رہیگا آزاد ہونے تک یعنی آزاد ہونیکے بعد اوسپر دیت دینا لازم ہوگا چنانچہ مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہے قال وظاهر كلام
الزيلعي بطلان اقراره بالخطاء اصلا يعني لا في حقه ولا في حق سيده ونحوه في احكام العبيد من الاشباه معللا بان
موجبه الدفع او الفداء انتهى فتامله مصنف نے کہا اور زیلعی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلا باطل ہے یعنی
نہ غلام کے حق میں صحیح ہے نہ اوسکے مالک کے حق میں اور ایسی مانند اشباہ کے احکام عبید میں مذکور ہے زیلعی نے ابطال اقرار ثابت کیا ہے یوں تعلیل
بیان کرکے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہے یا فدیہ دینا انتہی قول المصنف سو اسمیں تامل کرو شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہہ تعلیل زیلعی
کیجا ہے جیسے اشباہ کیطرف سے اسواسطے کہ اشباہ میں تعلیل ہی مذکور نہیں زیلعی کی پوری تقریر یوں ہے کہ اقرار غلام بقتل خطا باطل ہے اسواسطے کہ موجب
اوسکا یا دفع ہے یا فدیہ مالک پر اور غلام پر کچھ واجب نہیں تو اقرار مذکور صحیح نہوگا خواہ غلام محجور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اسواسطے کہ یہہ اقرار تجارت
سے نہیں تو باطل ہوگا كذا في الطحطاوي لكن علله القهستاني بانه اقرار بالدية على العاقلة انتهى فتدبره اذ قد اجمع العلماء على العمل
بمقتضى قوله عليه الصلوة والسلام لا تعقل العواقل عبدا ولا عمدا ولا صلحا ولا اعترافا حتى لو اقر الحر بالقتل خطأ لم يكن اقراره
اقرارا على العاقلة اى الا ان يصدقه قوله وكذا قرره القهستاني في المعاقل فتنبه لیکن قہستانی شارح نقایہ نے اوسکی تعلیل یوں بیان
کی ہے کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلہ کا اقرار ہے تم اسکلام میں تدبر اور غور کرکے منظور فیہ ہے اسلئے کہ علمانے اجماع کیا ہے اس حدیث کے مقتضا پر عمل کرنیکا کہ عواقل دیت
غلام کے متحمل نہیں ہوتے اور نہ صلح اور نہ اقرار کے یہانتک کہ اگر آزاد قتل خطا کا اقرار کرے تو یہہ اقرار عاقلہ یعنی مددگاروں پر نہوگا یعنی ایسے صورتمیں وکالۃ
پر دیت ہے جبکہ وہ اقرار کیکی تصدیق کریں اور اسی مضمون کی تقریر کی ہے قہستانی مذکور نے کتاب المعاقل میں تو خبردار رہیو ہم طحطاوی تحشی شارح کی اس عبارتکو
کا جوابدیا ہے جسکو اوسکی دریافت کا شوق ہو وہ عبارت طحطاوی کو جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہے ملاحظہ کرے شرح رجلا عمدا فنفذ السهم
الى اخر فمات يقتص للاول لانه عمد وللثاني الدية على عاقلته لانه خطأ ایک مرد نے عمدا تیر مارا اسواسطے بدن سے پار ہوکر دوسرے شخص کے
جا لگا سو وہ دونو مرگئے تو پہلے مرد کیواسطے قصاص لیا جاویگا اسلئے کہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے مرد کیواسطے دیت واجب ہوگی قاتل کے برادروں پر اسلئے
کہ وہ قتل خطا ہے ہم ہر چند یہہ فعل واحد ہے لیکن تعدد اثر سے متعدد ہوگیا كذا في الزيلعي وقعت حية على رجل فدفعها عن نفسه فسقطت على اخر
فدفعها عن نفسه فوقعت على ثالث فلسعته اى الثالث فهلك فعلى من الدية هكذا سئل ابو حنيفة رحمة الله عليه بحضرة
جماعة فقال لا يضمن الاول لان الحية لم تضر الثاني وكذلك لا يضمن الثاني والثالث او كذلك وأما الاخر فان لسعته مع
سقوطها فورا من غير مهلة فعلى الدافع الدية لورثة الهالك والا تلسعه فورا لا يضمن دافعوا عليه البيتا فاستحسنوه
جميعا وهذه من مناقبه رضي الله عنه ضمير القتاوى سانپ گرپڑا ایک شخص پر سو اوسنے اوسکو اپنے سے ہٹایا سو وہ دوسرے
شخص پر جا پڑا پھر دوسرے شخص نے اوسکو اپنے سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جا پڑا اسوقت تیسرے کو اوسنے ڈس لیا سو وہ مرگیا تو کون شخص پر خونبہا واجب ہوگا اسی
طرح سوال ہوا تھا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جماعت علماء مجتہدین کے روبرو سو امام نے فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ سانپ نے دوسرے
شخص کو ضرر نہیں پہنچایا اور اسیطرح دوسرا اور تیسرا شخص ضامن نہوگا اگر تین آدمیوں سے زیادہ لوگ ہوں رہا اخیر شخص سو اوسکا یہہ حال ہے کہ اگر اوسکو
سانپ نے گرنیکے ساتھہ ہی بلا توقف کاٹا تو سانپ کے ہٹانیوالے شخص پر خونبہا مرنیوالے کے وارثوں کو دینا واجب ہے اور اگر سانپ نے فورا نہیں کاٹا
بلکہ کچھ ٹھہرکے کاٹا تو ہٹانیوالے پر بھی ضمان دیت کا لازم نہیں آویگا پھر سب عالموں نے ٹھیک جواب ہی کا اقرار کیا اور یہہ بات بھی منجملہ مناقب امام
کے ہے رضی اللہ عنہ كذا في الصغرى فيه وجميع الفتاوى ہم فورا کا ٹنے سے دافع سبب ٹھہرا موت کا اسلئے اوسپر خونبہا واجب ہوا اور اگر دیر بعد کاٹا تو دافع
سبب نہ ہوا قال المصنف وبهذا التفصيل اجبت في حادثة الفتوى وهي ان كلبا عقورا وقع على اخر فالقاه على الثاني والثاني

على الثالث واللہ اعلم مصنف نے شرح مین کہا کہ بموجب اسی تفصیل کے مین نے جواب دیا تہا اور صورتین جو فتوی طلب ہوا تہا وہ یہہ ہے کہ سگ گزیدہ ایک شخص پر گر پڑا سو اوسنے دوسرے شخص پر ڈالا اور دوسرے نے تیسرے پر ڈالا واللہ اعلم یعنی واقع اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اوسکو فوراً کاٹہہ سو مر گیا اور اگر ٹہہر کے اوسنے کاٹا تو اوسپر بہی دیت نہین **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی **اَلقَی حَیَّةً اَو عَقرَباً فِی الطَّرِیقِ فَلَدَغَت رَجُلاً ضَمِنَ اِلَّا اِذَا تَحَوَّلَت ثُمَّ لَدَغَتهُ** ایک شخص نے سانپ یا بچہورا راہ مین ڈالا سو اوسنے ایک مرد کو کاٹا یعنی وہ مر گیا تو ڈالنیوالے پر دیت لازم ہوگی مگر جبکہ سانپ ڈالنی کی جگہہ سے ہٹ گیا پہر اوسنے کاٹا تو اوسپر کچہہ ضمان لازم نہو گا ط طحطاوی نے کہا کہ مسئلہ سابقہ کا مقتضا جواب امام یہہ ہے کہ اگر فوراً کاٹیگا تو ضمان ہے اور اگر ڈال دینے کے بعد ایکساعت ٹہہر کر کاٹیگا تو ضمان نہین **وَضَعَ سَیفاً فِی الطَّرِیقِ فَعَثَرَ بِهِ اِنسَانٌ وَمَاتَ وَکُسِرَ السَّیفُ فَدِیَتُهُ عَلَی رَبِّ السَّیفِ وَقِیمَتُهُ عَلَی العَاثِرِ** ایک شخص نے تلوار ڈالدی راہ مین سو ایک آدمی تلوار سے ٹہوکر کہا کے گر پڑا اور مر گیا اور تلوار ٹوٹ گئی اوس کے مرنے سے تو اوسکا خونبہا تلوار کے مالک پر ہے اور تلوار کی قیمت گرنیوالے پر ہے **فَوَّرٌ لَبِنِ ثَورٌ سَیَّرَهُ لِلمَرعَی فَنَطَحَ ثَوراً غَیرَهُ فَمَاتَ اِن اَشهَدَ عَلَیهِ ضَمِنَ وَاِلَّا لَا وَقَالَ فِی البَدَایِعِ لَا ضَمَانَ لِاَنَّ الاِشهَادَ اِنَّمَا یَکُونُ فِی الحَائِطِ لَا فِی الحَیَوَانِ تَاجِیَّة** ایک بیل چہوڑا چراگاہ مین سو اوسنے دوسرے کے بیل کے سینگ مارا سو وہ مر گیا اگر گاؤ مقتول کے مالک نے اوسپر اشہاد کیا ہو یعنی لوگون کو اوسکی شاخ زنی پر گواہ کر دیا ہو تو گاؤ قاتل کے مالک پر ضمان لازم ہوگا اور بدون اشہاد کے تاوان نہین اور بدائع مین کہا کہ مطلقاً تاوان نہین اسواسطے کہ اشہاد تو ہوتا ہی دیوار مائل مین جانور مین کذا فی التاجیة **وَاعلَم اَنَّهُ اِذَا اشتَرَکَ قَاتِلُ العَمدِ مَعَ مَن لَا یَجِبُ عَلَیهِ القَوَدُ کَاَجنَبِیٍّ شَارَکَ الاَبَ فِی قَتلِ ابنِهِ کَاَجنَبِیٍّ شَارَکَ الزَّوجَ فِی قَتلِ زَوجَتِهِ وَلَهُ مِنهَا وَلَدٌ وَکَعَامِدٍ مَعَ مُخطِیٍ وَعَاقِلٍ مَعَ مَجنُونٍ وَبَالِغٍ مَعَ صَبِیٍّ وَشَرِیکِ حَیَّةٍ وَسَبُعٍ کَمَا فِی الخَانِیَةِ فَلَا قَوَدَ عَلَی اَحَدِهِمَا** ای لا قصاص على واحد منهما انتہی کلام الشامی اور یہہ معلوم کر کہ جب شریک ہو قاتل عمداً اوس شخص کے ساتہہ جسپر قصاص واجب نہین چنانچہ اجنبی شریک ہوگیا باپ کا اوسکے فرزند کے قتل کرنے مین اور جیسے بیگانہ شریک ہوگیا زوج کا اوسکی اوس زوجہ کے قتل مین جسکا بیٹا سو زوج کا لڑکا موجود ہے اور جیسے قاتل عامد قاتل مخطی کے ساتہہ اور عاقل مجنون کے ساتہہ اور قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتہہ اور سانپ اور درندہ کا ساتہی تو دونون مین سے ایک پر قصاص نہین یعنی سب صورتون مذکورہ مین کسی پر قصاص نہین **ھم** پہلی صورتین جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اوسکے ساتہی سے بہی ساقط ہوگیا اور دوسری صورت مین زوج سے اسواسطے قصاص ساقط ہوا کہ زوجہ کا وارث فرزند ہے سو فرزند اپنی باپ سے قصاص نہین لے سکتا پہر جب اوسپر واجب نہوا تو اسیطرح اوسکے شریک پر بہی واجب نہوا طحطاوی نے کہا لیکن اجنبی کی شرکت مین باپ یا زوج کے ساتہہ دیت واجب ہوگی دونون کے خاص مالمین اسلیے کہ دونون قاتل عامد ہین اور عامد اور مخطی کی شرکت مین نصف دیت عامد پر ہے اور نصف باقی مخطی کے برادرون پر اسیطرح عاقل پر نصف دیت ہے اور باقی مجنون کے برادرون پر اور بالغ پر نصف دیت ہے اور باقی صغیر کے برادرون پر اور سانپ اور درندہ کے ساتہی پر نصف دیت ہے اور باقی دیت ساقط ہے **دَخَلَ بَیتَهُ فَرَاَی رَجُلاً مَعَ امرَاَتِهِ اَو جَارِیَتِهِ فَقَتَلَهُ حَلَّ لَهُ ذٰلِکَ وَلَا قِصَاصَ عَلَیهِ هٰذَا سَاقِطٌ مِن نُسَخِ المَتنِ ثَابِتٌ فِی نُسَخِ الشَّرحِ مَعزُوّاً لِلشَّرحِ الوَهبَانِیَّةِ وَقَد حَقَّقنَاهُ فِی بَابِ التَّعزِیرِ** داخل ہوا اپنے گہر مین سو ایک مرد کو دیکہا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتہہ سو اوسکو اوسنے مار ڈالا تو اوسکو یہہ قتل کرنا حلال ہے اور اوسپر قصاص نہین شارح نے کہا یہہ مسئلہ متن کے نسخون سے ساقط اور مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہے منسوب شرح وہبانیہ اور ہمنے اسکی تحقیق بیان کی ہے تعزیر کے باب مین **ھم** حلت قتل مین ظاہراً احصان شرط نہین اسواسطے کہ ابن وہبان نے علت یہہ بیان کی ہے کہ قتل بیان باب حدود سے نہین بلکہ نہی عن المنکر کے باب سے ہے اور اسی طرح بزازی نے مطلق رکہا ہے اور طرسوسی نے کہا کہ احصان کا شرط حلت قتل ہے چنانچہ قاضی خان نے اسکو صراحۃً بیان کیا ہے تو فتاوی صغری کا اطلاق لائق التفات کے نہین اسواسطے کہ زنا موجب قتل نہین بدون احصان کے انتہی اور حموی مین زاہدی سے منقول ہے کہ اصل یہہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکہے تو اوسکو قتل کرنا حلال ہے اور قتل اسیسے بازرہتا ہے آدمی اس خوف سے کہ اوسکو حاکم قید سے سزا دیگا اسمین کہ اوسنے زنا کرتے دیکہکر قتل کیا ہو انتہی اور منح الغفار مین خانیہ سے منقول ہے کہ حلت قتل اوسوقت ہے جبکہ شور کرنے سے زانی نہ بہاگے

اور زمانہ سے باز رہے کذا فی المحیط **فروع** سئل ابو جعفر رحمہ اللہ عن صبی مجنون قال له رجل شد فرسی فاتاه دستہا فرفسه فمات قال ضمانه
علی عاقلة الآمر یعنی صغیر یا دیوانہ سے ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھدے سو اوسنے اوسکے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اوسکو لاتون سے
کچلا سو وہ مرگیا تو اوسکا خونبہا امر کرنیوالے کے برادری پر ہے وکذا لو اعطی صبیا عصی او سلاحا او امرہ بحمل شیء او کسر حطب ونحو
ذلک بلا اذن ولیہ فمات اور اسیطرح اگر صغیر کو لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اوسکو کسی چیز کے اوٹھانیکا امر کیا یا لکڑی چیرنے کا اور مانند اسکے
اور کوئی امر کیا بلا اذن اوسکے ولی کے سو وہ لڑکا مرگیا تو دیت واجب ہوگی م یعنی لاٹھی یا ہتھیار دیا تھا سنے کیواسطے اور اوس سے کچھہ کہا سوا اسکے
سبب سے وہ مرگیا اسطرح کہ اوسکے ہاتھہ سے کسی عضو پر چوٹ پڑا اور یہہ مراد نہین کہ صغیر نے ہتھیار سے اپنی ذات کو ہلاک کیا اسواسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو
یا غیر کو ہلاک کریگا تو دافع پر ضمان نہین کذا فی المحیط او ہی عن التتارخانیہ والخلاصہ و لو اعطاه السلاح ولم یقل امسکه لی فعطب به اور اگر اوسکو
ہتھیار دیا اور یہہ نکہا کہ اسکو پکڑے رہ تو اسمین دو قول ہین یعنی وجوب دیت او عدم وجوب م قول مختار یہہ ہے کہ دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریہ عن
الخلاصہ صبی علی حائط صاح به رجل قع فوقع فمات ان صاح به فقال لا تقع فوقع لا یضمن ولو قال قع فوقع ضمن یعنی
وقیل لا یضمن مطلقا یعنی طفل صغیر ہے دیوار پر ایک مرد نے اوسپر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مرگیا اگر یون شور کرکے کہا اوس سے کہ خبردار نہ گرنا سو وہ گر پڑا
تو اوسپر خونبہا نہین اور اگر یون چلا کر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خونبہا لازم ہوگا اسی قول پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا کہ کسیطرح ضمان نہین کذا فی التاجیہ

فصل فی الفعلین یہہ فصل ہے دو فعل کے مسائل مین مثلا قطع ید اور قتل خواہ ایک شخص سے دونون فعل ہون یا دو شخصون سے قطع
یدہ رجل ثم قتله اخذ بالامرین بالقطع والقتل ولو کانا عمدین او کانا خطائین او کانا مختلفان ای احدہما عمدا
والآخر خطأ تخلل بینهما برء او لا ہاتھہ کاٹا ایک مرد کا پھر اوسکو مار ڈالا تو دونون امر یعنی قطع اور قتل جو دو فعل ہین پکڑا جاویگا یعنی دو فعل کا
بدلا اوس سے لیا جاویگا اگرچہ دونو فعل عمد ہون یا دونو خطا ہون یا دونون مختلف ہون یعنی ایک فعل عمد ہوا اور دوسرا خطا خواہ دونو فعل مین صحت واقع
ہوگئی ہو یا نہ واقع ہوئی ہو فیؤخذ بالامرین فی الکل بلا تداخل الا فی خطائین لم یتخلل بینهما برء فانهما یتداخلان فتجب فیهما دیة
واحدة وان تخلل برء لم یتداخلا کما علمت تو ظاہر ہوگا کہ سب صورتون مذکورہ مین بدون تداخل کے مگر ان دو خطا مین جنکے
درمیان صحت واقع نہین ہوتی اسواسطے کہ وہ دونو فعل خطا کے متداخل ہونگے یعنی ایک فعل دوسرے فعل مین داخل ہو جاویگا باعتبار اتحاد اجزا کے تو دونون
مین ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان مین صحت واقع ہوتی تو دونون متداخل نہونگے چنانچہ تو معلوم کر چکا ہے متن کے عموم سے فالحاصل ان القطع
اما عمد او خطأ والقتل کذلک صار اربعة ثم اما ان یکون بینهما برء او لا صار ثمانیة وقد علم حکم کل منها تو خلاصہ یہہ ہے کہ قطع یا
عمد ہے یا خطا ہو اور قتل بھی اسیطرح دو قسم عمد ہو یا خطا ہو تو یہہ چار قسمین ہوگئین پھر دونون کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہوئی تو آٹھہ قسمین ہوگئین
اور البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہوگیا م تو اگر قطع اور قتل دونو عمد ہون اور قطع کے بعد صحت ہوگئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جاویگا پھر قتل کا اور اگر
صحت مابین مین حاصل نہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو گویا قطع قتل کی جز
مین داخل ہوگئی اور اگر قطع اور قتل دونو خطا ہون تو اگر درمیان مین صحت ہوگئی ہو تو قطع اور قتل دونو کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت
قتل کی اور اگر درمیان مین صحت نہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد ہے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان مین صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھہ کاٹا
جاویگا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا کذا فی
شرح ابو المکارم ضرب رجلا مائة سوط فبرأ من تسعین ولم یبق اثرها ای اثر الجراحة ومات من عشرة ففیه دیة واحدة لان لما برأ
من تسعین لم تبق معتبرة الا فی حق التعزیر یعنی اور اوس شخص کے جسکو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے اور اونکی جراحت کا اثر کچھہ باقی نرہا اور
وہ مرگیا دس کوڑے کے صدمہ سے تو اسمین ایک ہی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ جب وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے تو اونکا اثر معتبر باقی نرہا مگر تعزیر کے حق مین البتہ

معتبر ہے ولما اکل جراحة اندملت ولم یبق لها اثر عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف فی مثله حکومة عدل وعن محمد یجب
اجرة الطبیب وثمن الادویة درر وصدر الشریعة وهدایة وغیرها اور اسیطرح غیر معتبر ہے ہر ایک وہ زخم جو بہر گیا ہو اور اوسکا نشان باقی نرہا
ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اسکی مانند مین حکومت عدل ہی اور محمد سے روایت ہی کہ طبیب کی اجرت اور دوائیونکا ثمن واجب ہوگا چنانچہ درر
اور صدر الشریعة اور ہدایہ وغیرہا مین ہے وتجب حکومة عدل مع دیة النفس فی مالو سقط بجرحته وبقی اثرها اجماعا لبقاء الاثر ووجوب
الاولین باعتبار الاثر هدایه وغیرها اور حکومت عدل دیت نفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہے ان سو کوڑونمین جنہون نے زخمی کر دیا اور اوسکا نشان باقی
رہگیا یہہ حکم اثر کے باقی رہنے کے سبب سے ہی اور عضو کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہی چنانچہ ہدایہ وغیرہا مین مصرح ہی ھم یعنی ۹۰ کوڑی کا
زخم چنگا ہوگیا لیکن اوسکا نشان باقی رہا پہر دس کوڑے کے مارنے سے وہ مرگیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ
دیت تاوان نفس کی واجب ہوتی ہے عیبناکی اور بدنمائی سے اور عیبناکی پیدا ہوتی ہے نشان کے باقی رہجانے سے وفی جواهر الفتاوی رجل جرح رجلا
فعجز المجروح عن الکسب یجب علی الجارح النفقة والمداواة اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ ایکمرد نے دوسرے مرد کو زخم لگایا تو زخمی کمائی سے
عاجز ہوگیا تو زخم لگانیوالے پر اوسکا نفقہ اور علاج کرنا واجب ہے یعنی تا بقاء زخم کذا فی الطحطاوی وفیها رجل جاء باعوان الی رجل فضربه الاعوان
فعجز عن الکسب فمداواة المضروب ونفقته علی الذی جاء بالاعوان انتهی قال المصنف والظاهر انه مفرع علی قول محمد
رحمه الله قلت وقدمنا معزوا للمجتبی عن ابی یوسف مثله وستحققه فی الشجاج اور اوسی جواہر الفتاوی مین ہی کہ ایک مرد حاکم کے
ظالم سپاہی کو لایا ایکمرد کے پاس سو اوس ظالم نے اوسکو مارا سو وہ عاجز ہوگیا اپنی کسب کاری سے تو مضروب کی دوا علاج اور اوسکا کہانا پینا اوسپر واجب ہے
جو ظالم کو لایا انتہی یعنی جواہر الفتاوی مصنف نے کہا اور ظاہر ایہہ قول محمد رحمہ اللہ کے قول پر متفرع ہے مین کہتا ہون اور مانند اسکی ہم مقدم ذکر کر چکے ابو یوسف
سے نسبت بہ مجتبی اور آگے شجاج کی فصل مین اسکو ہم تحقیق بیان کرینگے ھم باب القود فیما دون النفس کے شروع مین شارح نے مجتبی سے نقل کیا ہے کہ
ابو یوسف کے نزدیک ہر ایک دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہے ومن قطع ای عمدا او خطأ بدلیل ما یأتی وبه صرح فی البرهان
کما فی الشرنبلالیة لکن فی القهستانی عن شرح الطحاوی ان الدیة علی العاقلة فی الخطأ ومن ظن انها علی القاطع
فی الخطاء فقد اخطأ وکذا لو شج او جرح فعفا عن قطعه او شجته او جراحته فمات منه ضمن قاطعه الدیة فی
اور جسکا ہاتھ یا پانون کاٹا گیا سو وہ جسنے اوس قطع یا سر کہلنے یا جراحت کو معاف کر دیا پہر معاف کرنیوالا قطع وغیرہ کے صدمہ سے مرگیا تو اوسکا قطع کرنیوالا
اپنے مال مین سے اوسکی دیت کا ضامن ہے شارح نے کہا قطع مطلق مراد ہی خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اوس مسئلہ کی تفصیل کے جو اسکے بعد آویگا اور اسی اطلاق کی تصریح
کی ہی برہان مین چنانچہ شرنبلالیہ مین ہے لیکن قہستانی مین شرح طحاوی سے یون منقول ہی کہ قطع خطا مین قاطع کی برادری پر دیت ہی نہ قاطع پر اور جسنے یہہ گمان کیا
کہ قاطع پر دیت ہی خطا مین سو اوسنے سفر خطا کی اور اسیطرح حکم ہے اگر اوسکا سر کہلا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خلافا لهما قلنا انه عفا عن القطع وهو
غیر القتل برخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بہی ثابت ہوتا ہی ہم امام کیطرف سے جواب مین کہتے ہین کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہی
اور قطع قتل کا مغایر ہے تو قطع کے عفو سے قتل کا عفو ثابت نہین ہوسکتا ولو عفا عن الجنایة او عن القطع وما یحدث منه فهو عفو عن النفس
فلا یضمن شیئا اور اگر عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے اور اوس موت سے جو پیدا ہو قطع سے تو وہ معافی ہے نفس سے تو قاتل کچہ ضمان نہ دیگا ھم اسواسطے کہ
جنایت اسم جنس ہے شامل ہی قتل کو اور اوس زخم کو جو موت تک سرایت کرے یا نکرے اور اسیطرح قطع اور جو قطع کے بعد حادث ہو صریح ہی عفو نفس مین
تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی وحینئذ فالخطاء یعتبر من ثلث ماله فان خرج من الثلث فیها والا
فیسقط عن العاقلة ثلثا الدیة کما فی شرح الطحاوی اور اسوقت مین یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب سے ضمان لازم نہوا تو اگر جنایت از راہ خطا ہی تو مقتول
کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خونبہا اوسکے تہائی مال سے نکلا نہوا المقصود اور اگر اوسکی ثلث مال مین دیت کی گنجایش نہو تو عاقلہ یعنی قاتل

سکے برابر دونپر دیت کی دو تہائیان واجب ہونگی کذا فی شرح الطحاوی هم یعنی اگر جنایت خطا ہو اور اوسنے جنایت معفو کردی ہو تو یہہ دیت کی معافی تہائی
کے ثلث مال سے اسکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دیت مال ہے اور مقتول کے وارثونکا حق دیت سے متعلق ہے تو مقتول کا عفو کرنا وصیت ٹھہرا لہذا ثلث مال سے صحیح
ہوگی برخلاف قتل عمد کے اسواسطے کہ موجب اسکا قصاص ہے اور قصاص مال نہین ہے تو اوسسے وارثونکا حق متعلق نہین ہے تو عفو عن القصاص جمیع مال سے
صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ فمن ظن انها على القاطع فقد اخطأ قطعا سو جسنے یہہ گمان کیا ہے کہ دیت اوس مقتول کی قاطع پر ہے سو وہ بالیقین
چوک گیا ومفاده ان عفو الصحيح لا يعتبر من الثلث ذكره القهستاني اور اعتبار ثلث مال سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر ہوگا
ایسا ذکر کیا ہے قہستانی شارح نقایہ نے هم اسواسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض مین ہوتا ہے سو اگر وہ صحیح ہو اسطرح کہ ہاتھ اوسکا اترا اور خط
ہوگیا اور وہ بستر پر بیمار نہ پڑا صحیح سالم کی مانند چلتا پھرتا رہا اور اوسنے قطع کو عفو کردیا پھر وہ مرگیا اوسکے صدمہ سے دفعتا تو یہہ عفو کل مال مین نافذ ہوگا
نہ ثلث مین کذا فی الطحطاوی فتبصر والعمد من كله لتعلق حق الورثة بالدية لا بالقود لانه ليس بمال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے
معتبر ہوگا اسواسطے کہ مقتول کے وارثونکا حق دیت سے متعلق ہے نہ قصاص سے اسواسطے کہ قصاص مال نہین ہے والشجة مثله اى مثل القطع حكما خلافا
اور سر کا زخم قطع کی مانند ہے حکم مین امام اور صاحبین کے خلاف مین قطعت امرأة يد رجل عمدا اى او خطأ لما يأتي فلو اطلق كما سبق
وكالملتقى وغيره لكان اولى فتامل ایک عورت نے ایکمرد کا ہاتھ کاٹا عمدا یعنی یا اندراہ خطا ہاتھ کاٹا یعنی اطلاق اوس تفصیل کی دلیل سے جو بعد اسکے
مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکہتا عمد کی قید نہ لگاتا جیسے مسئلہ سابقہ مین قطع کو مطلق رکہا تہا اور جسطرح ملتقی وغیرہ مین مطلق مذکور ہے تو بہتر ہوتا سو اسکو
تامل کر یعنی اگر مطلق کہتا تو تفصیل آیندہ صحیح ہوتی کذا فی الطحطاوی فنكحها المقطوع يده على يده ثم مات فلو لم يمت من السراية
فمهرها الارش ولو عمدا اجماعا سو جس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اوسنے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کے دیت کے بدلے
نکاح کیا پھر وہ مرگیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرتا تو عورت کا مہر ہاتھ کا خونبہا ہوتا یعنی پانچہزار درم اگرچہ قطع عمدا ہو باتفاق امام اور صاحبین وان مات منه يجب
مهر مثلها والدية في مالها ان تعمدت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اوس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور ہاتھ کی دیت عورت کے مال مین واجب
ہو اگر اوسنے عمدا ہاتھ کاٹا هم چونکہ قصاص نفس الطرف پر نکاح ہوا تہا اور وہ مال نہ تہا تو مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکہتا تہا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہری تہی کیونکہ مرد
اور عورت کے اطراف مین قصاص نہین ہوتا پھر جبکہ مرد قطع کے صدمہ سے مرگیا تو ظاہر ہوگیا کہ ہاتھ کی دیت واجب نہ تھی لہذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت
لازم آئی نہ اوسکے مددگارونپر اسواسطے کہ عمد مین قاتل پر ضمان ہوتا ہے نہ اوسکے مددگارونپر وتقع المقاصة بين المهر والدية ان تساويا
ولا ترد الفضل اعد مہر اور دیت برابر سرابر ہوجاوینگی اگر دونون مساوی ہون اور اگر کم وبیش ہون تو عورت اور مرد زیادہ کو پہیردین هم یعنی
جب مرد پر مہر اور عورت پر اوسکی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر اور دیت مقدار مین برابر ہین تو باہم مجرا ہوگی جتنا دینا تہا اوتنا لینا معاملہ برابر سرابر ہوگیا اور اگر
مہر زیادہ ہو تو عورت مرد کے وارثون سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور اگر دیت زیادہ ہو تو مرد کے وارث عورت سے اوسکا مطالبہ کرین وعلى عاقلتها ان
اخطأت في قطع يده اور عورت کے مددگارونپر دیت واجب ہے اگر عورت نے اندراہ خطا اوسکا ہاتھ کاٹا ہو ولا يتقاصان لان الدية على العاقلة
في الخطأ بخلاف العمد فان الدية عليها والمهر على الزوج فيتقاصان اور خطا مین مہر اور دیت باہم مجرا نہونگی اسواسطے کہ
تو مددگارونپر واجب ہوتی ہے خطا مین برخلاف عمد کے اسواسطے کہ عمد مین عورت پر دیت واجب ہے اور شوہر پر مہر تو دونون باہم مجرا ہوکر برابر سرابر ہوجاوینگے
قلت وقال صاحب الدرر ينبغي ان تقع المقاصة في الخطأ ايضا لانها عليها دون العاقلة على القول المختار في الدية كالمهر
على الملاقاة بل في العمد ولعله اطلقه لاحالته على المحيط مین کہتا ہون اور صاحب درر نے کہا لائق یون ہے کہ خطا مین بہی مہر اور دیت برابر سرابر
ہوجاوین اسواسطے کہ دیت خطا مین عورت پر ہے نہ مددگارونپر بموجب اوس قول کے جو باب دیت مین مختار اور پسندیدہ ہے لیکن وہ قول مختار مطلق نہین ہے بلکہ عجم کے
گروہ مین منحصر ہے یعنی اسواسطے کہ عجم مین تناصر کا دستور نہین جو دیت مددگارونپر واجب ہو اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہے تو اوسکے محل پر حوالہ کیا ہے

یعنے اطلاق باعتبار حکم کے ہو عرب کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وان نکحہا علی الید وما یحدث منہا او علی الجنایۃ ثم مات منہ وجب لہا
فی العمد مہر المثل ولا شیء علیہا لرضاہا بالسقوط اور اگر دست برید ہ مرد نے عورت قاطعہ سے نکاح کیا قطع ید پر یا اوس قتل پر جو پیدا ہو قطع
ید سے یا نکاح کیا جنایت کے بدلے پہر وہ مرگیا اوسکے سبب سے تو عمد مین عورت کا مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچہہ واجب نہین مرد کیواسطے بسبب راضی ہوجانے
مرد کے سقوط قصاص سے یعنی جب اوسنے قصاص کو مہر قرار دیا اور وہ مہر ہونیکی لیاقت نہین رکہتا تو قصاص اصل سے ساقط ہوگیا ولو خطأ رفع عن العاقلۃ
مہر مثلہا والباقی وصیۃ لہم ای للعاقلۃ اور اگر قطع بطور خطا کے تہا تو عورت کے مددگارون سے اوسکا مہر مثل مرتفع ہوگیا اور باقی دیت وصیت ہے
مددگارون کیواسطے ہم جنایت خطا مین دیت پر نکاح ٹہرا اور دیت مین مہر ہونے کی لیاقت ہے سو اگر مہر مثل دیت کی برابر ہے اور مقتول کا کچہہ مال نہین سوا دیت
کے تو مددگارون پر کچہہ واجب نہین اسواسطے کہ نکاح کرنا حوائج اصلیہ سے ہے تو جمیع مال سے معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہے تو زیادت واجب نہین
اسواسطے کہ عورت تو مہر مثل سے کمتر پر راضی ہوگئی اور اگر مہر مثل دیت سے کمتر ہے تو زیادت وصیت ہے مددگارون کیواسطے اور یہہ وصیت صحیح ہے کیونکہ وہ لوگ
قاتل نہین کذا فی شرح الوقایہ فان خرج من الثلث سقط والا سقط ثلث المال فقط پہر اگر زائد از مہر تہائی مال سے نکلا تو مددگارون پر ساقط ہو
ورنہ فقط تہائی مال ساقط ہوگا ہم یعنی جو مہر مثل سے زیادہ ہے تو اسکو نظر کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہے یا نہین اگر نکل سکتا ہے تو بہی مددگارون پر سے ساقط ہوگیا
کیونکہ وہ وصیت ہے اونکے حق مین تو وصیت صحیح ہوگی اسواسطے کہ مددگار اجنبی ہین مقتول سے اور اگر تہائی سے نکل نہین سکتا تو بقدر تہائی کے مددگارون پر
ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثون کیواسطے مددگارون پر واجب ہوگا اسواسطے کہ وصیت سوا تہائی مال کے جاری نہین ہوتی کذا فی المنح
ولو قطعت یدہ فاقتص لہ فمات المقطوع الاول قبل الثانی قتل الثانی بہ لسرایتہ وعن ابی یوسف لا قود لانہ لما اقدم
علی القطع فقد ابرأہ عما وراءہ وظاہر اشکال ابن الکمال یفید تقویۃ قول ابی یوسف قال المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتہہ کاٹا گیا
سو اوسکا بدلا لیا گیا سو مقطوع اول مرگیا مقطوع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا جائیگا اوسکے بدلے بسبب سرایت قطع کے اور ابو یوسف سے روایت
یون ہے کہ قتل کا قصاص نہین اسواسطے کہ جب مقطوع اول نے قاطع کے قطع ید پر اقدام کیا تو اوسکو بری الذمہ کردیا ماوراء قطع سے اور ابن کمال کا ظاہر اشکال
تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ہم خلاصہ اشکال مذکور یہہ ہے کہ اگر قطع ید کو مقطوع عفو کردے پہر مرجاوے تو قاطع پر دیت ہے
اسوجہہ سے کہ صورت عفو کی سقوط قصاص مین کافی ہے کیونکہ وہ صورت شبہہ ہے تو وہان اوسکی برات معتبر کی اور یہان معتبر نکی طحطاوی نے کہا کہ یہہ اشکال متون اور
شروح کے معارض نہین ہوسکتا کیونکہ وہ بحث ہے یعنی روایت مذہب نہین ولو مات المقتص منہ فدیتہ علی عاقلۃ المقتص لہ خلافا لہما
قلت ہذا اذا استوفی بنفسہ بلا حکم حاکم واما الحاکم والحجام والختان والفصاد والبزاغ فلا یتقید فعلہم بشرط السلامۃ
کالاجیر وتمامہ فی الدرر اور اگر وہ شخص مرگیا جس سے قطع ید کا بدلا لیا گیا تو اوسکی دیت اوسکے مددگارون پر ہے جسکے واسطے بدلا لیا گیا برخلاف صاحبین
کے کہ اونکے نزدیک دیت نہین مین کہتا ہون یہہ یعنی دیت کا واجب ہونا اوسوقت ہے جبکہ مقطوع بذات خود استیفاء قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم
کے اور حاکم اور پچہنے لگانیوالا اور ختنہ کرنیوالا اور فصد کہولنیوالا اور نشتر زن سو اونکا فعل تو مقید بشرط سلامتی نہین ہے مزدور کی مانند اور اسکا پورا بیان درر
مین ہے والاصل ان الواجب لا یتقید بوصف السلامۃ والمباح یتقید بہ اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہہ ہے کہ فعل واجب مقید
بوصف سلامت نہین ہوتا اور فعل مباح سلامت منہی کے ساتہہ مقید ہوتا ہے ہم یعنی چونکہ حاکم پر قصاص لینا اور حجام اور ختان اور فصاد پر عقد اجارہ کے
سبب سے فعل کرنا واجب ہے تو در صورت ضرر کے اونپر کچہہ تاوان نہین بخلاف فعل مباح کہ اوسمین عدم ضرر شرط ہے ومنہ ضرب الاب ابنہ تادیبا
او الام او الوصی اور منجملہ فعل مباح کے باپ کا مارنا ہے اپنے فرزند کو ادب سکہانے کیواسطے یا مان کا یا وصی کا مارنا یتیم کو ومن الاول ضرب الاب
او الوصی او المعلم باذن الاب تعلیما فمات لا ضمان فضرب التادیب مقید لانہ مباح وضرب التعلیم لا لانہ واجب اور قسم اول
سے یعنی منجملہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دین کیواسطے پہر صغیر مرگیا تو ضمان نہین تو تادیب کیواسطے مارنا سلامت رہنے کے

ساتھ مشروط ہی اسواسطی کہ تادیب مباح ہی اور تعلیم کیواسطی مارنا باپ اور وصی اور معلم کا مشروط بسلامت نہیں ہی اسواسطی کہ تعلیم دین کی واجب ہی ومحلہ فی
الضرب المعتاد واما غیرہ فموجب للضمان فی الکل وتمامہ فی الاشباہ اور عدم ضمان کا محل ضرب عادت کے موافق اور عادت کے
سوای مارنا تو ضمان کا موجب ہی سب صورتوں میں اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہی ھم یعنی اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہے باعتبار کمیت اور کیفیت
اور محل کے سوا اوسمیں ضمان نہیں تو اگر منہ پر یا آلات تناسل پر ضرب واقع ہوا اور صغیر تلف ہو جاوی تو ضمان واجب ہے سب کے نزدیک بلا خلاف اگرچہ ایک ہی کوڑا یا چھڑی
ماری ہی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود عن تلخیص الکبری وان قطع ولی القتیل ید القاتل وبعد ذلک عفا عن القتل ضمن القاطع دیۃ الید لانہ
استوفی غیر حقہ لکن لا یقتص للشبہۃ وقالا لا شیٔ علیہ اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اسکے جنایت قتل کو معاف کر دیا تو قطع
کرنیوالا قاتل کے ہاتھ کا خونبہا دیگا اسواسطیکہ وارث نے اپنے حق کا غیر حاصل کر لیا یعنی اوسکا حق قاتل کا قتل تھا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلا نہ لیا جاویگا
شبہہ کے سبب سے اور صاحبین نے کہا کہ وارث پر کچھ لازم نہیں قصاص ہی نہ دیت وضمان الصبی اذا مات من ضرب ابیہ او وصیہ تادیبا ای
للتادیب علیہما ای علی الاب والوصی لان التادیب یحصل بالزجر والتعریک وقالا لا یضمن لو معتادا واما غیر المعتاد ففیہ
الضمان اتفاقا اور صغیر کا ضمان جبکہ وہ مر جاوی اپنی باپ یا وصی کے مارنے سے تادیب کیواسطی اونہیں دونو پر ہے یعنی باپ اور وصی پر اسواسطیکہ ادب سکھانا تو
جھڑکنی اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہی اور صاحبین نے کہا کہ ضمان نہیں ہی اگر ضرب عادت کے موافق ہو اور ضرب غیر معتاد میں تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہی کضرب
معلم صبیا وعبدا بغیر اذن ابیہ ومولاہ لف ونشر مرتب فالضمان علی المعلم اجماعا جیسے معلم کے مارنے میں صغیر اور غلام کو بدون اذن اوسکے
باپ اور مالک کے ضمان ہی تو معلم پر درصورت عدم اذن باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہی شارح نے کہا قولہ ابیہ ومولاہ میں لف ونشر مرتب ہی وان
الضرب باذنہما لا ضمان علی المعلم اجماعا قیل ہذا رجوع من ابی حنیفۃ الی قولہما اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہی تو معلم پر بالاتفاق
امام اور صاحبین کے ضمان نہیں بعضوں نے کہا کہ یہہ یعنی امام کا یہہ قول کہ معلم پر ضمان نہیں باپ کے اذن سے رجوع کرنا ہی امام ابوحنیفہ کا صاحبین کے قول
کیطرف ھم تمہ اور کفایہ المجیب میں مذکور ہی کہ اصح یہ ہے کہ امام نے صاحبین کے قول کیطرف رجوع کیا ہی لیکن اسمیں خلل یہ ہے کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب
تادیب میں ہی اور یہاں ذکر ہی ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب ہی مقید بسلامت نہیں اور اسمیں کچھ خلاف نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا یضمن زوج امرأتہ ضربہا
تادیبا لان تادیبہا للولی کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع للعینی قلت وھو فی الاشباہ وغیرہا کما قدمنا اور ایسیہی ضمان دیگا وہ شوہر جسنے
اپنی جورو کو مارا تادیب کیواسطی سو وہ مر گئی اسواسطیکہ اوسکی تادیب ولی کا حق ہی مصنف نے یہہ قول منسوب کیا ہی عینی کی شرح مجمع کیطرف میں کہتا ہون اور یہی قول اشباہ
وغیرہ میں بھی مذکور ہی چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں وفی دیات المجتبی الزوج والوصی کالاب تفصیلا وخلافا فعلیہما الدیۃ والکفارۃ
وقیل رجع الامام الی قولہما وتمامہ ثمہ اور مجتبی کی باب الدیات میں ہی کہ شوہر اور وصی باپ کی مانند ہی تفصیل اور خلاف امام اور صاحبین میں تو امام کے
نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہی اور بعضوں نے کہا ہی کہ امام نے رجوع کیا ہی صاحبین کے قول کیطرف اور اسکا پورا بیان مجتبی میں ہے
فروع مسائل ملحقہ شارح کی ضربت امرأۃ فافضاہا ان کانت تستمسک بولہا ففیہ ثلث الدیۃ والا فکل الدیۃ کسی نے ایک عورت کو مارا
اوسکے صدمہ سے مسلک بول اور حیض کا یا مسلک حیض اور غائط کا پھٹکر ایک ہو گیا تو اگر اوسکا پیشاب تھم سکتا ہو تو اوسمیں تہائی دیت ہی اور اگر نہ تھم سکتا ہو تو
اوسمیں پوری دیت ہی وان افتض بکرا بالزنا فافضاہا فان مطاوعۃ حدا ولا غرم وان مکرہۃ فعلیہ الحد وارش الافضاء
لا العقر حاوی القدسی اور اگر ایک مرد نے باکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے اور اوسکا مسلک بول اور غائط کا پھٹکر ایک ہو گیا تو اگر عورت کی رضامندی
سے جو اسکاری ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونو پر حد ماری جاوی اور مرد پر مہر نہیں ہی اور اگر عورت پر زبردستی کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہے اور خونبہا
چیرنے کا نہ مہر کذا فی الحاوی القدسی قطع الحجام لحما من عینہ وکان غیر حاذق فعمیت فعلیہ نصف الدیۃ اشباہ حجام نے ایک
شخص کی آنکھ سے گوشت کی گٹھلی کاٹی اور وہ ہوشیار تجربہ کار نہ تھا سو آنکھ اوسکی اندھی ہو گئی تو حجام پر آنکھ کی نصف دیت ہے کذا فی الاشباہ

وفی القنیۃ سُئل نجم الدین عن صبیۃ سقطت من سطح فانفتح رأسہا فقال کثیر من الجراحین ان شققتم رأسہا تموت وقال واحد منہم ان لم تشقوہ الیوم تموت وانا اشقہ وابرأہا فشقہ فماتت بعد یوم او یومین ہل یضمن فتأمل ملیاً ثم قال لا اذا کان الشق باذن وکان الشق معتاداً ولم یکن فاحشاً خارج الرسم قیل لہ فلو قال ان ماتت فانا ضامن ہل یضمن قال لا انتہی قلت انما لم یشترط الضمان لما تقرر ان شرطہ علی الامین باطل علی ما علیہ الفتوی انتہی اور قنیہ مین ہی کہ نجم الدین سی سوال ہوا اوس صغیرہ کے مسئلہ کا جو چھت پرسی گر پڑی سو اوسکا سر ورم کر گیا تو بہت جراحون نے کہا کہ اگر اوسکے سر کو چیروگے تو وہ مرجاویگی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اوسکو نہ چیروگے آج تو وہ مرجاویگی اور مین سر کو چیر دونگا اور اوسکو اچھا کر دونگا سو اوسنی اوسکو چیرا تو وہ مرگئی ایکدن یا دو دن کے بعد کیا اوسپر ضمان لازم ہوگا یا نہین سو نجم الدین نے دیر تک تامل کیا پہر کہا کہ اوسپر ضمان نہین جبکہ چیرنا اذن سی ہوا اور چیرنا عادت کے موافق ہوا اور فاحش یعنے رسم اور عادت سی خارج نہو پہر نجم الدین سی کہا گیا کہ اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر صغیرہ مرجاے تو مین ضامن ہون یعنی میرے اوپر اوسکا خونبہا ہے تو ضمان دیت کا اوسپر لازم ہوگا یا نہین جواب دیا کہ ضمان لازم نہوگا انتہی السوال والجواب من القنیۃ مین کہتا ہون شرط ضمان کی معتبر نہوئی اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی کہ امین پر ضمان کا شرط کرنا باطل ہے بموجب قول مفتی بہ کے انتہی کلام المصنف مع شرحہ کذا فی الطحطاوی

بابُ الشہادۃ فی القتل

واعتبار حالتہ ای حالۃ القتل یہہ باب ہی قتل کی گواہی اور حالت قتل کے معتبر ہونے مین القَوَدُ یثبتُ للورثۃ ابتداءً بطریق الخلافۃ من غیر سبق ملک المورث لان شرعیۃ القَوَد لتشفی الصدور ودرک الثار والمیت لیس باھلٍ لہ قصاص وارثون کیواسطے ثابت ہوتا ہی ابتداءً بسبیل طریق خلافت کے بدون سبقت ملک مورث کے اسواسطے کہ قصاص کا مشروع ہونا تشفی دل اور مطالبہ خون کے حاصل ہونیکے واسطے ہی اور میت اسکا اہل نہین یعنی تشفی قلب اور مطالبہ خون کا امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت وارثون کیواسطے ابتداءً ہوتا ہی بطریق خلافت کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونون مین یہہ ہے کہ وراثت سبقت ملک مورث کی مستدعی ہی پہر مورث سی وارث کیطرف ملک منتقل ہوتی ہی اور خلافت اسکی مستدعی نہین تو خلافت سی مراد یہان یہہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کے قائم مقام ہوا اوسکے فعل کے قائم کرنے مین تو قتل مین جب قاتل نے مقتول پر تعدی کی تو حق یہہ تہا کہ مقتول اوسیطرح قاتل پر تعدی کرتا لیکن مقتول تو قاتل کے قتل کرنے سی عاجز ہی تو اوسکے وارث اوسکے قائم مقام ہوگئی بدون اس امر کہ مقتول قصاص کا مالک ہوا پہر مالک نے اوس سے وارثون کیطرف انتقال کیا کذا فی شرح الوقایہ خلاصہ یہہ ہے کہ خلافت حقیقی یہان مراد نہین اسواسطے کہ اصل کا قائم ہونا مطلب قصاص کیواسطے عقلاً غیر متصور ہے بلکہ خلافت مجازی مراد ہی یعنی مقابل وراثت و قولہ تعالیٰ فقد جعلنا لولیہ سلطاناً نص فیہ اور حق تعالے کا یہہ قول فقد جعلنا لولیہ سلطانا صریح ہے اسمین یعنی ورثہ کیواسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہی نہ بطریق وراثت کے ہم ترجمہ آیت شریفہ کا یہہ ہے اور جو مظلوم مارا گیا تو مقرر ہینے اوسکے وارث کیواسطے مواخذہ یا قصاص کا تسلط ٹہرا دیا وقالا بطریق الارث کالدین فانہ ماٰلا اور صاحبین نے کہا کہ ثبوت قصاص کا وارثونکو بطریق ارث کے ہی جیسے اوس صورتین جبکہ قصاص منقلب بمال ہو جاے یعنی قتل خطا مین وثمرۃ الخلاف ما افادہ بقولہ فلا ینتصب احدھم ای احد الورثۃ خصماً عن البقیۃ فی استیفاء القصاص خلافاً لھما اور امام اور صاحبین کے خلاف کا ثمرہ وہ ہی جسکو مصنف نے بیان کیا اپنے آیندہ قول سے یعنی جب وارثونکو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہوا تو ایک وارث مخاصم نہ ٹہر جائیگا باقی وارثون کیطرف سی استیفاء قصاص مین برخلاف صاحبین کے والاصل ان کل ما یملکہ الورثۃ بطریق الوراثۃ فاحدھم خصم عن الباقین وقائم مقام الکل فی الخصومۃ وما یملکہ الورثۃ لا بطریق الوراثۃ لا یصیر احدھم خصماً عن الباقین اور قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ جس چیز کے وارث مالک ہین بطریق وراثت کے تو وہان ایک وارث مخاصم ہوتا ہی باقی وارثون کیطرف سی اور تمام وارثون کے قائم مقام ہو خصومت مین اور جس چیز کے وارث مالک نہین بطریق وراثت کے تو وہان ایک وارث مخاصم نہین ہوتا باقی وارثونکی جانب سے خصومت میں جنکو قائم مقام نہین ہوتا ہم جب یہہ قاعدہ معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے متروکہ سے کسی چیز کا دعوی کیا اور گواہ لایا تو سب وارثونکا حق ثابت ہوگیا تو باقی وارثونکو تجدید دعوی کے اور گواہ لانیکی حاجت نہین اور اسیطرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے متروکہ سے دعوی کیا اور گواہ لایا تو وہ دعوی سب وارثون پر ثابت ہوگیا ہر شخص پر دعوی کرنے کی مدعیکو حاجت نہین ثم فرع علیہ بقولہ فلو اقام

حجۃ بقتل ابیہ عمدًا مع غیبۃ اخیہ بینۃ القود لا یقید اجماعًا حتی یحضر الغائب لکنہ یحبس لانہ صار متھما پہر مصنف نے قاعدہ
مذکورہ پر تفریع کی بقول خود تو اگر ایک بہائی نے گواہ قائم کیے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بہائی کی غیبت مین قصاص لینے کیواسطے تو حاکم قصاص نہ لیگا یہانتک کہ
غائب بہائی حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس کیا جاویگا اسواسطے کہ وہ متہم ہوگیا ھ امام کے نزدیک اسواسطے قصاص نہوگا کہ ایک وارث باقی وارثون کا قائم مقام
نہین ہوسکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہین فان حضر الغائب یعیدہا ثانیا لیقتلا القاتل وقالا لا یعید پہر اگر
غائب بہائی حاضر ہو تو اعادہ حجت کرے دوسری بار تا دونون بہائی قاتل کو قتل کرین اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نکرے یعنی اسواسطے کہ اونکے نزدیک ملک وارث بطریق
میراث کے ہے نہ بطریق خلافت کے وفی القتل الخطاء والدین لا یحتاج الی اعادۃ البینۃ بالاجماع لما مر اور دعوی قتل خطا اور دین مین
اعادہ شہادت کی حاجت نہین ہے بالاتفاق بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مال ہے اور مال مین ثبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہے تو ایک وارث
باقی وارثون کے قائم مقام ہوگا فلو برہن القاتل علی عفو الغائب فالحاضر خصم لانقلابہ مالا وسقط القود تو اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب
کے عفو کر دینے پر تو وارث حاضر مخاصم ٹہریگا اسواسطے کہ قصاص منقلب بمال ہوگیا اور قصاص ساقط ہوگیا ھ حاضر اسواسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اوسپر حق کا دعوی
کیا یعنے درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص مین سے ساقط ہوگیا اور قصاص منقلب بمال ہوگیا اور یہہ ممکن نہین مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کیطرف
سے مخاصم ٹہرا پہر جب اوسپر حکم ہوگیا تو غائب پر تبعا حکم ہوگیا پہر اگر غائب آوے اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہون یا مرگئے ہون تو نصف دیت اوسکا
حق ہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو قتل عبدہما عمدًا او خطاً والحال ان السیدین احدہما غائب فہو علی التفصیل السابق اور
اسیطرح اگر دو مالکون کے ایک غلام کو عمدًا یا خطا قتل کیا اور حالانکہ دونون مالکون مین سے ایک غائب ہے تو اسکا حکم بموجب تفصیل سابق کے ہے ھ یعنی اگر مالک
حاضر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول نہوگی بدون اعادہ مالک غائب کے اور اگر قاتل گواہ لاویگا کہ مالک غائب نے عفو کردیا ہے تو مالک حاضر خصم ٹہریگا اور قصاص ساقط
ہوجاویگا ولو اخبر ولیا قود بعفو اخیہما ای الثالث فہو ای اخبارہما عفو للقصاص منہما عملا بزعمہما اور اگر قصاص کے دو وارثون نے
اپنے تیسرے بہائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو اونکا خبر دینا عفو قصاص ہوا نہین دونون کیطرف سے اونکے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے ھ اسواسطے کہ ایک وارث کے
بھی عفو کر دینے سے قصاص قائم نہین رہتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہین وہی ثم ان عینۃ فالاول ان صدقہما ای المخبرین القاتل والاخ الشریک
فلا شیء لہ ای للشریک عملا بتصدیقہ ولہما ثلثا الدیۃ اور اس مسئلہ کی چار صورتین ہین سو ایکصورت یہہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بہائی نے
دونو مخبر وارثون کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت مین سے کچھہ حصہ نہین اوسکی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دونو مخبر بہائیون کیواسطے دیت کی دو
تہائیان ہین ھ اسواسطے کہ دونکا حصہ مال ہوگیا اخبار عفو سے والثانی ان کذباہما فلا شیء للمخبرین وللاخ ثلث الدیۃ اور دوسری صورت یہہ ہے
کہ اگر قاتل اور تیسرے بہائی نے دونو کی تکذیب کی تو دونو مخبر بہائیونکا کچھہ حصہ نہین اور تیسرے بہائی کی تہائی دیت ہے والثالث ان صدقہما القاتل
وحدہ فلکل منہم ثلثہا اور تیسری صورت یہہ ہے کہ اگر مخبر دونون بہائیونکی فقط قاتل نے تصدیق کی یعنی اور تیسرے بہائی نے تکذیب کی تو تینون بہائیونکا
کیواسطے تہائی دیت ہے والرابع ان صدقہما الاخ فقط فلہ ثلثہا لان اقرارہ ارتد بتکذیب القاتل ایاہ فوجب لہ ثلث الدیۃ اور چوتہی
صورت یہہ ہے کہ اگر مخبر دونو بہائیونکی فقط تیسرے بہائی نے تصدیق کی یعنی اور قاتل نے اونکی تکذیب کی تو تیسرے بہائی کو تہائی دیت کی ہے اسواسطے کہ اقرار اوسکا مردود ہو
قاتل کی تکذیب سے یعنی جب قاتل نے تیسرے مصدق بہائی کی تکذیب کی تو اوسکا عفو کرنا ثابت نہوا لہذا ثلث دیت اوس کیواسطے واجب ہوئی ھ شارح نے یہہ جواب دیا ایک سوال
مقدر کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ جب تیسرے بہائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو اوسکا اقرار کیا کہ اوسکا حق قاتل پر تہا معاف کر دینے کے سبب سے پہر ثلث دیت
اسکیواسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اوسکا اقرار قاتل کی تکذیب سے ثابت نرہا اسواسطے مستحق ثلث کا ہوا ولکنہ یصرف ذلک الی المخبرین
استحسانا وہو الاصح زیلعی لانہ صار مقرا لہما بما اقر بہ القاتل لیکن ثلث مذکور مخبرین کی طرف پہیرا جاویگا استحسانا کیوجہ سے اور یہی قول اصح ہے
کذا فی الزیلعی اسواسطے کہ تیسرا بہائی دونون مخبر بہائیون کیواسطے اوس مال کا مقر ہوگیا جسکا قاتل نے اقرار کیا ھ یہہ بیان ہے وجہ استحسان کا یعنی جب تو

مخبرین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کیواسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اسواسطے کہ قاتل کے گمان مین جب قصاص ساقط ہوگیا مخبرین کے دعوی عفو سے تو تیسرے بھائی
کا حصہ منقلب بمال ہوگیا پھر جب تیسرے بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہہ گمان کیا کہ مخبرین کا حصہ منقلب بمال ہوگیا تو اوسکا مقر ٹھہرا جس کا
قاتل منکر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا نظیر اسکا وہ مسئلہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ میرے اوپر خالد کے سو درم ہین پھر خالد نے کہا کہ وہ درم میرے نہین
ہین بلکہ عمرو کے ہین تو یہہ مال عمرو کیواسطے ثابت ہوگا اسیطرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کیواسطے اقرار کیا وہ دونون مخبر بھائیونکا ٹھہریگا فان شهدا انه
ضربه بشيء جارح فلم يزل صاحب فراش حتى مات يقتص لان الثابت بالبينة كالثابت معاينة ولا يحتاج الشاهدان ان
يقولا انه مات من جراحته نهاية اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو زخمی کرنیوالی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہانتک
کہ مرگیا تو زخم لگانیوالے سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہے وہ ایسکی مانند ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہے اور اسکی حاجت نہین شاہد لوگ یون کہے
کہ مقتول مرگیا اوسکے زخم سے کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب ظاہر کیطرف نہ سبب متوہم کیطرف وان اختلف شاهدا قتل في
الزمان او في المكان او في الآلة او قال احدهما قتله بعصا وقال الآخر لم ادر بماذا قتله او شهد احدهما على معاينة القتل
والآخر على اقرار القاتل به بطلت لان القتل لا يتكرر اور اگر قتل کے دو شاہد اختلاف کرین زمان قتل یا مکان قتل مین یا قتل کے ہتھیار مین
مختلف ہون یا ایک شاہد کہے کہ اوسکو لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ مین نہین جانتا ہون کہ کس ہتھیار سے مارا یا ایک شاہد معاینہ قتل کی گواہی دے اور دوسرا شاہد
قتل قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہہ شہادت باطل ہے اسواسطے کہ قتل دو بار نہین ہوسکتا ھ تو ان صورتون مین قاتل پر دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ قتل عمد کی
دیت مددگار پر نہین ہوتی وكذا تبطل الشهادة لو كمل النصاب في كل واحد منهما لتيقن القاضي بكذب احد الفريقين ولا اولوية
اور اسیطرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب شقین کی ہر واحد مین پوری ہو اسواسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق
کیواسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہین کہ ایک قبول ہو اور دوسری مردود ولو كمل احد الفريقين دون الآخر قبل الكامل لعدم المعارض اور اگر
ایک فریق مین نصاب شہادت کی پوری ہوگئی نہ دوسری فریق مین تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب سے یعنی اگر مثلاً زمان قتل مین اختلاف ہوا اور ایکطرف
دو شاہد ہین اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہد کی گواہی مقبول ہوگی ولو شهدا بقتله وقالا جهلنا آلته تجب الدية في ماله في ثلاث سنين
شرنبلالیہ استحسانا حملا على الادنى وهو الدية وكانت في ماله لان الاصل في الفعل العمد اور اگر دو گواہون نے گواہی دی کہ اوسکے قتل کی اور انہون
نے کہا کہ ہمکو قتل کا ہتھیار معلوم نہین تو قاتل کے مال مین دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کذا فی الشرنبلالیہ بدلیل استحسان کمتر پر محمول کرنیکے سبب سے اور موجبات قتل
مین کمتر تو دیت ہے اور دیت قاتل کے مال مین واجب ہوگی اسواسطے کہ فعل مین فاعل کا عمدًا کرنا اصل ہے نہ خطا ھ قیاس یہان یہہ تہا کہ شہادت مقبول نہوتی
بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے مجہول ہونیسے لیکن بدلیل استحسان ادنا موجب قتل پر محمول کیا اور شاہدین کا اظہار جہالت غفلت پر محمول نہوا بلکہ اسپر محمول کیا باعتبار
حسن ظن کے کہ انہون نے عقوبت ٹلجانے پر جو شرعًا مستحب ہے کوشش کی وان اقر كل واحد منهما اي من الرجلين انه قتله وقال الولي قتلتماه جميعا
له قتلهما عملا باقرارهما اور اگر دو مردون مین سے ہر مرد نے یہہ اقرار کیا کہ مین نے اوسکو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونون
نے اوسکو قتل کیا ہے تو وارث کو دونونکا قتل کرنا جائز ہے اونکے اقرار پر عمل کرنیکے سبب سے ولو كان مكان الاقرار والمسئلة بحالها شهادة
لغت الشهادتان لان التكذيب تفسيق وفسق الشاهد يبطل شهادته اما فسق المقر لا يبطل الاقرار اور اگر مسئلہ سابقہ مین بجائے
اقرار کے شہادت ہو تو دونون گواہیان لغو ہوجاوینگی اسواسطے کہ باہم گواہونکی تکذیب فاسق کہنا ہے گواہونکا اور گواہ کا فاسق ہونا اوسکی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن
مقر کا فسق اوسکے اقرار کو باطل نہین کرتا یعنی اسواسطے مسئلہ سابقہ مین اقرار لغو نہ ٹھہرا ولو قال الولي في صورة الاقرار السابقة صدقتما ليس له
ان يقتل واحدا منهما لان تصديقه بانفراد كل بقتله وحده اقرار بان الآخر لم يقتله بخلاف قوله قتلتماه لانه دعوى القتل بلا تصديقه
فيقتلهما باقرارهما زيلعي اور اگر وارث مقتول نے اقرار کی صورت سابقہ مین کہا کہ تم دونون صادق ہو اقرار قتل مین تو وارث کو دونون مقرونمین سے ایک مقر کا

بھی قتل کرنا جائز نہیں اسواسطے کہ وارث کی تصدیق غیر معتبر ہے کہ تنہا قتل کرنیکی اقرار ہے اسلئے کہ دوسرے نے اوسکو قتل نہیں کیا یعنی تو درحقیقت دونوں کا تکذیب
ٹھہرا برخلاف اوس قول کے جو وارث نے کہا تہا کہ تم دونوں نے اوسکو قتل کیا ہے اسواسطے کہ وہ قول قتل کا دعویٰ ہے بدون تصدیق کے تو اوس صورت مین
وارث دونوں کو قتل کریگا اونکے اقرار کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو اقر رجل بانه قتله وقامت البینة علی آخر انه قتله وقال الولی
قتله کلاهما کان له للولی قتل المقر دون المشهود علیه لان فیه تکذیبا لبعض موجبه کامر اگر ایکمرد نے اقرار کیا کہ مین نے مقتول
کو مارا ہے اور گواہ قائم ہوئے اسپر کہ دوسرے شخص نے اوسکو قتل کیا ہے اور وارث نے کہا کہ مقر اور مشہود علیہ دونوں نے اوسکو قتل کیا ہے تو وارث کو مقر کا
قتل کرنا جائز ہے نہ مشہود علیہ کا اسواسطے کہ اسمین بعض موجب مشہود بہ کی تکذیب ہے چنانچہ عنقریب گذر گیا ہے موجب مشہود بہ انفراد ہے یعنی شہادت
اسپر قائم ہوئی ہے کہ غیر مقر دوسرے شخص نے اوسکو تنہا قتل کیا ہے اور وارث قتل بالاشتراک کا قائل ہے تو تکذیب شاہدونکی ہوئی انفراد مین اور
تکذیب تفسیق ہے شاہدونکی اور تفسیق مبطل شہادت ہے ولو قال الولی لاحد المقرین صدقت انت قتلته وحدک کان له قتله
لتصادقهما علی وجوب القتل علیه وحده اور اگر وارث نے دو اقرار کرنیوالونمین سے ایک اقرار کرنیوالے سے کہا کہ تو سچا ہے تو ہی نے اوسکو تنہا قتل
کیا ہے تو وارث کو اوس مقر کا قتل کرنا جائز ہے اسواسطے کہ فقط مقر مذکور کے قتل واجب ہونیپر وارث اور مقر دونوں نے اتفاق کیا ہے باہم کے تصادق سے
کما لو قال ذلک لاحد المشهود علیهما ما کان له قتله لعدم تکذیبه شهوده علیه وانما کذب الآخرین چنانچہ اگر ولی نے اسیطرح
دو مین سے ایک مشہود علیہ سے کہا تو وارث کو اوس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہے اسواسطے کہ اوسنے اوس مشہود علیہ کی گواہونکی تکذیب نہیں کی اوسنے تو اور گواہون
کی تکذیب کی وکذا الحکم الخطاء فی کل ما ذکرناه الی هنا اور اسیطرح یعنی قتل عمد کی مانند قتل خطا کا حکم ہے ہرایک امر مذکور مین ایسا ذکر کیا ہے
زیلعی نے لیکن عمد مین قتل واجب ہوا تہا اور خطا مین دیت واجب ہوگی شهدا علی رجل بقتله خطاء وحکم بالدیة علی العاقلة فجاء المشهود بقتله
حیا ضمن العاقلة الولی لقبضه الدیة بلا حق او الشهود ورجعوا ای الشهود علیه علی الولی لتملکهم المضمون الذی
فی ید الولی دو گواہون نے ایکمرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے مددگارونپر حکم ہوگیا پہر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دیگئی تہی
زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا تاوان لیں اسواسطے کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہون سے تاوان لیں اور گواہ وارث سے
پہر لیں اسواسطے کہ گواہ مالک ہوگئے دیت دیکر اوس مال مضمون کی جو وارث کے ہاتھ مین ہے والشهادة علی القتل العمد فی هذا الحکم کالخطاء
فاذا جاء حیا تخیر الورثة بین تضمین الولی الدیة او الشهود الا فی الرجوع فلا رجوع للشهود علی الولی لانهم اوجبوا له القود
وهو لیس بمال فلا یرجعون کالخطاء اور اس حکم مین قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کی مانند ہے پہر جبکہ مقتول مفروض زندہ آویگا تو قتل عمد کے مشہود
علیہ کے وارث مختار ہین اسمین کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لیں یا گواہون سے تاوان لیں مگر رجوع مین عمد اور خطا برابر نہیں تو مقتول مفروض
کے وارث سے گواہونکو دیت کا پہیر لینا جائز نہیں اسلئے کہ گواہون نے وارث مذکور کیلئے قصاص لینا واجب کر دیا تہا اور حالانکہ قصاص مال نہین اور صاحبین نے
کہا کہ گواہ وارث سے دیت پہیر لینگے قتل خطا کی مانند ہے مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا نہ قصاص اسواسطے کہ قصاص کا حکم سے شبہہ واقع
ہوگیا اور شبہہ قصاص کا مسقط ہے کذا فی الطحطاوی ولو شهدا علی اقراره ای اقرار القاتل بالخطاء والعمد فجاء حیا او شهدا علی شهادة
غیرهما فی الخطاء وقضی بالدیة علی العاقلة ثم جاء حیا لم یضمنا اذ لم یظهر کذبهما فی شهادتهما وضمن الولی الدیة فی
الصورتین للعاقلة اذ ظهر انه اخذها بغیر حق اور اگر دو گواہون نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پہر مقتول مفروض زندہ آیا
یا گواہون نے اور شاہدونکی شہادت پر گواہی دی قتل خطا مین اور قاتل کے مددگارونپر دیت دینیکا حاکم نے حکم دیا یعنی قتل خطا مین لو قصاص کا حکم دیا قتل
عمد مین کذا فی الطحطاوی پہر وہ شخص زندہ آیا تو گواہون پر تاوان نہیں اسواسطے کہ گواہی مین انکا جھوٹ ظاہر نہیں ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونون
صورتون مین قاتل کے مددگارونکو دیت کا ضمان دے اسواسطے کہ ظاہر ہوگیا اوسکے زندہ ہونے سے کہ اوسکے وارث نے مددگارونسے ناحق خونبہا لیا والمعتبر

حالۃ الرمی فی حق الحل والضمان لا الوصول اور حلال ہونے اور ضمان کے لازم ہونے مین تیراندازی کیحالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی حالت ھ
اسواسطیکہ لزوم ضمان فعل کے سبب سے ہوتا ہے یعنی تیر مارنا اسواسطے کہ تیر کا مارنا ہی تو انسان کے تحت قدرت مین ہے نہ تیر کا لگنا کیونکہ تیر چھوٹنے کے بعد آدمی کا
اختیار باقی نہین رہتا تو تیرانداز قاتل ٹھیریگا تیراندازی کیحالت سے فقط کذا فی الطحطاوی وحینئذ فتجب الدیۃ فی مالہ وتسقط القود للشبہۃ
بردۃ المرمی الیہ قبل الوصول وقالا لا شیٔ علیہ اور جبکہ تیراندازی کیحالت فقط معتبر ہوئی تو دیت واجب ہوگی تیرانداز کے مال مین اور قصاص
ساقط ہوگا بسبب شبہہ کے اوس شخص کے مرتد ہو جانے سے جو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہوگیا اور صاحبین نے کہا کہ تیرانداز پر دیت اور قصاص کچھ لازم نہین ھ
صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلا زید نے خالد کیطرف تیر پھینکا اور تیراندازی کیوقت خالد مسلمان تھا لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہوگیا تو امام کے نزدیک زید پر
دیت اوسکی واجب ہے اسواسطے کہ تیراندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیراندازی کے حال مین وہ مسلمان محفوظ الدم تھا اور صاحبین کی دلیل یہہ ہے
کہ تلف واقع ہوا اوس محل مین جہان عصمت نہین اور اتلاف غیر معصوم سے کچھ لازم نہین آتا ولا تجب دیۃ المرمی الیہ باسلامہ بالاجماع اور دیت
مرمی الیہ کی اوسکے مسلمان ہو جانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے واجب نہین ھ یعنی کافر کیطرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اوسکی دیت
واجب نہین اسواسطیکہ تیراندازی کیحالت کا اعتبار ہے اور اوسحالت مین اوسکا خون مباح تھا نہ معصوم وتجب القیمۃ بعتقہ بعد الرمی قبل الاصابۃ
اور قیمت واجب ہوگی غلام کے آزاد ہو جانے سے بعد تیر مارنے قبل از وصول کے ھ یعنی تیر مارنے کیوقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہوگیا تیر کے لگنے سے پہلے
تو تیرانداز پر غلام کی قیمت دینا واجب ہوگا نہ خونبہا آزاد کا اسواسطیکہ حالت تیراندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانیکا فیجب الجزاء علی محرم رمی صیدا
فحل فوصل لا علی حلال رماہ فاحرم فوصل اور بدلا واجب ہے اوس محرم پر جسنے حالت احرام مین شکار کیطرف تیر چھوڑا پھر اوسنے احرام ترک کیا
پھر اوسکے بعد تیر شکار کو لگا اور اوس غیر محرم پر بدلا واجب نہین جسنے شکار کو تیر مارا پھر اوسنے احرام باندہا پھر شکار کو تیر لگا ولا یضمن من رمی
مقضیا علیہ برجم فرجع شاہدہ فوصل اور اوس شخص پر ضمان لازم نہین جسنے اوس شخص کو تیر مارا جسکے سنگسار کرنے پر قاضی کا حکم ہوگیا ہے
اوسکی زناکاری کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اسکے بعد اوسکو تیر لگا ھ ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اسواسطے کہ چار گواہون مین سے ایک کا بھی
رجوع کرنا حد کو ٹالدیتا ہے کذا فی الطحطاوی وحل صید رماہ مسلم فتمجس فوصل اور حلال ہے وہ شکار جسکو مسلمان نے تیر سے مارا پھر مسلمان مجوسی ہوگیا
بعد اسکے تیر شکار کو لگا لا یحل ما رماہ مجوسی فاسلم فوصل لما عرفت ان المعتبر حالۃ الرمی حلال نہین وہ شکار جسکی طرف مجوسی نے تیر پھینکا
پھر مجوسی مسلمان ہوگیا بعد اسکے تیر شکار کو لگا اسواسطے کہ تو معلوم کرچکا ہے کہ تیراندازی کیحالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی ھ یہہ دلیل ہے جمیع مسائل سابقہ کی لغز
مسائل جیسے انگریزی مین بطور پہیلی کے ای جان لو مات مجنیہ فعلیہ نصف الدیۃ ولو عاش فالدیۃ فقل ختان قطع الحشفۃ باذن
ابیہ کون جنایت گر ہے کہ اگر جنایت کردہ مرگیا تو اوسپر نصف دیت ہے اور اگر زندہ ہے تو پوری دیت ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہے جسنے صغیر کی
سپاری قطع کرڈالی اوسکے باپکی اجازت سے یعنی باپ نے ختنہ کرنے کی اجازت دی سو اوسنے خطا سے سپاری قطع کرڈالی یہہ مسئلہ چند بار مذکور ہوچکا آگے
انسان یقطع اذنہ تجب نصف الدیۃ ویقطع رأسہ نصف عشرہا فقل جنین خرج رأسہ فقطعہ ففیہ الغرۃ کون آدمی ہے جسکے
کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اوسکے سر کاٹنے سے دیت کا بیسوان حصہ واجب ہے تو جواب یہ ہے کہ پیٹ کا بچہ جسکا فقط سر نکلا ہو اور اوسکو قطع کیا تو اوس مین
غرہ ہے یعنی پانسو دینار ھ دیت سے مراد دیت نفس ہے اور نصف دیت پانسو دینار ہے اور اوسکا بیسوان حصہ ۲۵ دینار ہے قطع گوش مین نصف دیت اوسوقت
ہے جبکہ بچہ قطع کے بعد مردہ نکلے نہ زندہ کذا فی الطحطاوی ای شیٔ یجب باتلافہ دیۃ وثلثۃ اخماسہا فقل دیۃ الاسنان اشیاء
کون چیز ہے جسکے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچوین حصے واجب ہین تو جواب یہ ہے کہ یہہ دانتون کی دیت ہے کذا فی الاشباہ ھ اسکا
بیان کتاب الدیات مین مفصل آویگا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الحلیم ٭

کتاب الدیات

کتاب الدیات یہہ کتاب ہے اقسام دیت کے مسائل مین الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی ہو بدل النفس

لا تسمية للمفعول بالمصدر لانه من المنقولات الشرعية دیت یعنی خونبہا اصطلاح شرع میں اوس مال کا نام ہے جو جان کا بدلا ہو اور یہ نہیں ہو کہ دیت مصدر ہے بمعنی مفعول اسواسطے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہے یعنی اطلاق دیت کا مال پر حقیقت عرفی ہے فقہا کے نزدیک هم لغت میں دیت مصدر ہے مانند عدت کی وزن اور تعلیل میں عینی نے کہا کہ آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت ہے اور مال کے عوض کا نام قیمت ہے والارش اسم للواجب فیما دون النفس اور ارش اوس مال کا نام ہے جو سوا جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو هم اور گاہ ہو دیت نفس کو بھی ارش بولتے ہیں لیکن استعمال اکثر یہی ہے جو شارح نے بیان کی دیة شبه العمد مائة من الابل ارباعا من بنت مخاض وبنت لبون وحقة وجذعة یا دخال الفاء

اور دیت شبہ عمد کی سو اونٹنیاں ہیں چار قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹنیاں اور ۲۵ پوری دو سالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چہار سالہ وهي الدية المغلظة لا غير اور یہی دیت مغلظہ ہے نہ سوا اسکے هم یعنی اسکے سوا چاندی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہیں شرنبلالیہ میں ہے کہ اگر اونٹوں کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی نرہتا والدية في الخطأ اخماسا منها ومن ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ میں پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے هم یعنی ۲۰ اونٹنیاں یکسالہ اور ۲۰ دو سالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چہار سالہ اور ۲۰ اونٹ نر پورے یکسالہ کے او الف دينار من الذهب او عشرة الاف درهم من الورق یا دیت قتل خطا کی ہزار دینار ہیں سونے کی یا دسہزار درہم ہیں چاندی کے هم قاتل کو اختیار ہے خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درہم لیکن شبہ عمد میں اختیار نہیں وقال الشافعي اثنا عشر الفا اور امام شافعی نے کہا کہ بارہ ہزار درہم دیت ہے وقالا منها ومن البقر مائتا بقرة ومن الغنم الفا شاة ومن الحلل مائتا حلة كل حلة ثوبان ازار ورداء هو المختار اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے ہے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہے اور بھیڑ بکری سے دو ہزار بکریاں اور اور رخت پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے میں دو کپڑے تہ بند اور چادر یہی قول مختار ہے جوڑ ہوئے انداز ہی میں اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے زمانے میں جوڑا قمیص اور سراویل ہے یعنی کرتا اور پاجامہ هم براں میں ہے کہ قیمت ہر گائے بیل کی ۵۰ درہم ہیں اور اسیقدر ہر جوڑے کی قیمت اور ہر بکری کی قیمت ۵ درہم ہے وكفارتهما اي الخطأ وشبه العمد عتق قن مؤمن فان عجز عنه صام شهرين ولاء ولا اطعام فيهما اذ لم يرد به النص والمقادير توقيفية اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پے درپے روزہ رکھے اور ان دونوں کے کفارہ میں ساٹھ مسکین کا کھانا دینا جائز نہیں اسواسطے کہ نص قرآنی اسمیں وارد نہیں ہے اور مقدار مذکورہ توقیفی ہیں یعنی شرع شارع اندازہ ثابت ہوتا ہے اسمیں قیاس کو مجتہد کے دخل نہیں وصح اعتاق رضيع احد ابويه مسلم لانه مسلم تبعا لا الجنين اور صحیح ہے آزاد کرنا اوس غلام شیرخوار کا جسکا باپ یا ماں مسلمان ہے اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے باپ یا ماں کا ساتھ دیکر بچہ شکم یعنی بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں ودية المرأة على النصف من دية الرجل في دية النفس وما دونها روي ذلك عن علي رضي الله عنه موقوفا ومرفوعا اور عورت کی دیت نصف نصف ہے مرد کی دیت سے جان کی دیت میں بھی اور جان کے سوا اعضا کی دیت میں بھی یہ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی هم روایت موقوف سنن بیہقی میں ہے عن ابراہیم النخعي عن علي ابن ابي طالب رضي الله تعالى عنه قال عقل المرأة على النصف من عقل الرجل في النفس وفيما دونها اور روایت مرفوع بھی بیہقی میں ہے عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دية المرأة على النصف من دية الرجل كذا في شرح الهداية للعيني والذمي والمستامن والمسلم في الدية سواء خلافا للشافعي وصحح في الجوهرة انه لا دية في المستامن واقره في الشرنبلالية لكن بالتسوية جزم في الاختيار وصححه الزيلعي اور کافر مطیع الاسلام اور مستامن یعنی جو کافر حربی دار الاسلام میں آوے پناہ لیکر اور مسلمان دیت میں برابر ہیں برخلاف شافعی کے اور جوہرہ میں اسکی تصحیح کی ہے کہ مستامن میں دیت نہیں ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے لیکن اختیار میں ذمی اور مستامن اور مسلم کے برابر ہونے پر یقین کیا ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے زیلعی نے وفي النفس خبر المبتدا وهو قوله الاتي الدية اور جان میں یعنی جان کے قتل خطا میں دیت ہے شارح نے کہا کہ في النفس اور اسیطرح اوسکے جمیع معطوفات خبر ہیں اگلی مبتدا کی یعنی دیت کی وفي الانف وما عطف ...

وقیل فی الارنبۃ حکومۃ عدل علی الصحیح اور ناک میں اور ناک کے نرم نتھنوں میں اور ناک کی نوک قطع کر ڈالنے میں پوری دیت ہے اور بعضوں نے کہا کہ
سرہنی کے قطع میں دیت نہیں حکومت عدل ہے بنابر قول صحیح کے والذکر والحشفۃ اور آلہ تناسل اور سر ذکر کے قطع کر ڈالنے میں پوری دیت واجب ہے ھ
قطع زبان اور قطع ہینی کی پوری دیت میں حدیث ثابت ہے اور باقی اعضا کا اونپر قیاس ہے مبسوط میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان کے اعضا میں سے اگر عضو
منفرد ہے تو اسمین کامل دیت ہے اور اگر دو عضو ہیں تو دونوں کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں نصف دیت ہے اور اگر چار عضو ہیں تو چاروں کے قطع
میں پوری دیت ہے اور ایک کے قطع میں چوتھائی دیت ہے اور اگر آدمی میں دس عضو ہیں چنانچہ ہاتھ کی دس انگلیاں تو سب کے قطع میں پوری دیت ہے اور ایک
کے قطع سے دسوان حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی العینی والعقل والشعر والذوق والسمع والبصر واللسان ان منع النطق فاذا ابی فی
لسان الاخرس حکومۃ عدل جوھرۃ وھذا ساقط من نسخ الشرح فتنبہ اور ازالہ عقل اور سونگھنے اور چکھنے اور سننے اور دیکھنے میں اور قطع
زبان میں دیت ہے بشرطیکہ قطع زبان بولنے کا مانع ہوگیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی شرط سے اشارہ کر دیا کہ گونگے کی زبان قطع کر ڈالنے میں دیت نہیں حکومت
عدل ہے کذا فی الجوہرۃ اور یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے تو آگاہ رہیو ھ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب اعضا کی جنس منفعت علی وجہ الکمال فوت ہوجائے
یا آدمی کا حسن جمال علی وجہ الکمال زائل ہو جاوے تو پوری دیت واجب ہوتی ہے منفعت اور جمال میں کمال کی قید اسواسطے لگائی کہ عضو ناقص کے فوت ہونے میں چنانچہ گونگے
کی قطع زبان میں پوری دیت واجب نہیں اسلئے کہ جنس منفعت اور جمال علی وجہ الکمال فوت نہیں ہوا اور اسیطرح خصی اور نامرد کے قطع آلہ تناسل میں اور شل ہاتھ اور لنگڑے
پاؤں کے قطع میں اور چشم کور اور دندان سیاہ میں قصاص واجب ہے عمد میں نہ خونبہا خطا میں بلکہ اوسمیں حکومت عدل ہے ابن ابی شیبہ کے مصنف میں روایت ہے کہ ایک مرد
نے دوسرے مرد کے سر میں پتھر مارا زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میں تو اوسکا سمع اور عقل اور زبان اور آلہ تناسل جاتا رہا تو وہ عورت کے ساتھ قربت نہیں کر سکتا
تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے چار دیتوں کا حکم کیا کذا فی العینی او منع اداء اکثر الحروف والا قسمت الدیۃ علی عدد حروف الھجاء الثمانیۃ
والعشرین او حروف اللسان الستۃ عشر تصحیحان فما اصاب الفائت یلزمہ وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ وغیرھا یا پوری دیت
قطع زبان میں اوسوقت ہے جبکہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنیکا مانع ہوا اور اگر حروف ادا ہوتے ہوں اور بعض نہ ادا ہوتے ہوں تو دیت کی قسمت ہوگی ابجد کے ۲۸ حروف
کی شمار پر یا فقط زبان کے سولہ حروف پر دیت مقسوم ہوگی اسمین دونوں قولوں کی تصحیح ثابت ہے سو جسقدر کہ دیت فوت ہوجانیوالی حروف کو پہونچیگی اوسقدر جانی کو لازم
ہوگی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ وغیرہ میں مذکور ہے ھ منع اکثر حروف پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہے قول اصح یہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو
تو نصف دیت واجب ہے اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہے تو ثلث یا ربع دیت واجب ہے اور اصل اسمین یہ ہے کہ علی مرتضی کے زمانہ میں ایک شخص نے دوسرے کی قدرے
زبان کاٹ ڈالی تھی سو اوس سے حروف پڑھائے گئے جو حروف اوس سے نہ نکلا بقدر اوسکی دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر اور زبان کے خاص سولہ حروف یہ ہیں ت
ث ج د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن ی کذا فی الطحطاوی واللحیۃ حلقت فلم تنبت اور اوس داڑھی میں جو مونڈی گئی پھر اوسکے بال
نہ جمے پوری دیت ہے ھ اسواسطے کہ ازالہ ریش سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہے اور عورت کی داڑھی مونڈنے میں کچھ دیت نہیں اور مونڈنے سے مطلق ازالہ مراد
ہے ویؤجل سنۃ فان مات فیھا ہدر اور وجوب دیت میں سال بھر کی مدت مقرر ہوتی ہے پھر اگر وہ شخص سال بھر میں مرگیا تو مونڈنیوالا داڑھی کا بری
الذمہ ہوگیا دیت سے وفی نصفھا نصف الدیۃ وفیما دونہ حکومۃ عدل کشارب ولحیۃ عبد فی الصحیح اور آدھی داڑھی مونڈنے میں
آدھی دیت ہے اور آدھی سے کم مونڈنے میں حکومت عدل ہے جیسے مونچھ میں اور غلام کی داڑھی مونڈنے میں حکومت عدل واجب ہے قول صحیح میں ولا شیء فی
لحیۃ کوسج علی ذقنہ شعرات معدودۃ ولو علی خدہ ایضا ولکنہ غیر متصل فحکومۃ عدل ولو متصلا فکل الدیۃ اور کچھ لازم نہیں اوس
کوسے کی داڑھی مونڈنے میں جسکی ٹھڈی پر گنتی کے چند بال ہیں اور اگر اوسکے رخسارہ پر بھی بال ہوں ولیکن متصل نہوں تو اوسمین حکومت عدل ہے اور اگر رخسارہ
اور ذقن کے بال متصل ہوں تو پوری دیت واجب ہے وشعر الراس کذلک ای اذا حلق ولم ینبت کذا روی عن علی رضی اللہ عنہ
وعند الشافعی فیھا حکومۃ عدل اور سر کے بالوں کا یہی حکم ہے یعنی جبکہ سر کے بال بردرہ زبردستی کوئی مونڈ ڈالے اور سال کے اندر نہ جمیں تو پوری

دیت واجب ہے جیسا کہ حکم مروی ہے علی مرتضے رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے نزدیک اوسمین حکومت عدل ہے وَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَا قِصَاصَ فِی الشَّعْرِ
مُطْلَقًا وَلَوْ مَاتَ قَبْلَ تَمَامِ السَّنَةِ وَلَمْ يَنْبُتْ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ كَشَعْرِ صَدْرٍ وَسَاعِدٍ وَسَاقٍ اور معلوم کر کہ بالون مین مطلقا قصاص نہین
اگرچہ جنایت عمدا ہو اور اگر وہ شخص مر گیا سال پوری ہونے سے پہلے اور بال نہ جمین تو جانی پر کچھ لازم نہین ہے سوا تعزیر کے کذا فی الطحطاوی جیسے صدر
اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے مین قصاص نہین وَالْعَيْنَيْنِ وَالشَّفَتَيْنِ وَالْحَاجِبَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ وَالْأُذُنَيْنِ وَالْأُنْثَيَيْنِ أَيِ الْخُصْيَتَيْنِ
وَثَدْيَيِ الْمَرْأَةِ وَحَلَمَتَيْهَا وَلَا لَيْتَيْنِ إِذَا اسْتَأْصَلَهُمَا وَإِلَّا فَحُكُومَةُ عَدْلٍ اور دونو آنکھون اور دونو اونٹھون اور دونو بھوون اور دونو پانون
اور دونو کانون اور دونو فوطون اور عورتکی دونو چھاتیون اور چھاتیون کی دونو گھنڈیون مین اور دونو چوتڑون مین پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ
چوتڑونکو بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اوسمین حکومت عدل واجب ہے وَكَذَا فَرْجُ الْمَرْأَةِ مِنَ الْجَانِبَيْنِ الدِّيَةُ وَفِي ثَدْيِ الرَّجُلِ
حُكُومَةُ عَدْلٍ اور اسیطرح عورتکی شرمگاہ دونون جانب سے قطع کرنے مین پوری دیت ہے اور مرد کی پستان کاٹنے مین دیت نہین حکومت عدل ہے ھم
قطع شرمگاہ عورت مین استیصال شرط ہے کہ ہڈی تک پونچے اور نہین تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحطاوی وَفِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ
الْمُزْدَوِجَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ اور ان دو دو چیزون مین سے ایک چیز کے قطع مین نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک اونٹھ یا ایک بھون یا ایک
پانون یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان یا ایک گھنڈی پستان کی یا ایک چوتڑ کے کاٹنے مین نصف دیت ہے وَفِي أَشْفَارِ الْعَيْنِ الْأَرْبَعَةِ
جمع شُفْرَةٍ بِضَمِّ الشِّينِ وَتُفْتَحُ لِلْجَفْنِ أَوِ الْهُدْبِ الدِّيَةُ إِذَا قَلَعَهَا وَلَمْ تَنْبُتْ اور آنکھ کے چارون پلکون یا پلکون کے بالون مین پوری دیت ہے
بشرطیکہ پلکون کے بال جڑ سے اکھڑین اور پھر نہ جمین شارح نے کہا اشفار جمع ہے شفرہ کی بضم شین اور فتحہ بھی اوسکا جائز ہے شفرہ عبارت ہے پلک سے یا پلک
کے بالون سے ھم اطلاق شفرہ کا پلک پر حقیقت ہے اور پلک کے بالون پر مجاز ہے اور دونون سے جو مراد لیجے مطلب صحیح ہے اسواسطے کہ پلکون اور اونکے
بالونمین پوری دیت ہے کیونکہ دونون آنکھ کی منفعت اور جمال علے الکمال ہے وَفِي أَحَدِهَا رُبُعُهَا اور ایک پلک مین چوتھائی دیت واجب ہے
ھم ہر آنکھ مین دو پلک ہین ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونو آنکھونمین چار پلک ہین وَلَوْ قَطَعَ جُفُونَ أَشْفَارِهَا فَدِيَةٌ وَاحِدَةٌ لِأَنَّهُمَا
كَشَيْءٍ وَاحِدٍ اور اگر قطع ہون پلک اونکے بالون کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہے اسواسطے کہ پلک اور اونکے بال ایک چیز کی مانند ہین ھم شارح
کولون کہنا وَاضِحٌ تَرَكَهَا الْجُفُونُ بِأَشْفَارِهَا كَذَا فِي الطَّحْطَاوِيِّ وَفِي جَفْنٍ لَا شَعْرَ عَلَيْهِ حُكُومَةُ عَدْلٍ لَكِنَّ الْمُعْتَمَدَ أَنَّ فِي كُلٍّ دِيَةً كَامِلَةً جَفْنًا
أَوْ شَعْرَةً اور اوس پلک مین جسپر بال نہین حکومت عدل ہے لیکن معتمد قول یہ ہے کہ ہر ایک مین پوری دیت ہے خواہ پلک ہو یا اوسکی بال ھم طحطاوی
نے کہا غایۃ البیان مین یون ہے کہ جس پلک مین بال نہین اوسمین حکومت عدل مجکو معلوم نہین کہ سوا ہے شارح کے قول معتمد مذکور کو کسنے بیان کیا ہے
اور ایک نسخہ مین بجاے شعرۃ کے شفرۃ بالفا ہے وَفِي كُلِّ إِصْبَعٍ مِنْ أَصَابِعِ الْيَدَيْنِ أَوِ الرِّجْلَيْنِ عُشْرُهَا اور دونون ہاتھون اور دونو
پانوونکی اونگلیون مین سے ہر اونگلی مین دیت کا دسوان حصہ واجب ہے یعنی سو دینار یا ہزار درہم یا دس اونٹ ھم ابو داؤد اور نسائی مین ابو
موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونگلیان برابر ہین ہر اونگلی مین دس اونٹ ہین کذا فی العینی وَمَا
فِيهَا مَفَاصِلُ فَفِي أَحَدِهَا ثُلُثُ دِيَةِ الْإِصْبَعِ وَنِصْفُهَا لَوْ فِيهَا مَفْصِلَانِ كَالْإِبْهَامِ اور جس اونگلی
مین مفاصل اور جوڑ بند ہین تو ایک مفصل کے قطع مین اونگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور اونگلی کی نصف دیت ہے اگر اونگلی مین دو جوڑ ہین جیسے انگوٹھے
مین وَفِي كُلِّ سِنٍّ يَعْنِي مِنَ الرَّجُلِ إِذْ دِيَةُ سِنِّ الْمَرْأَةِ نِصْفُ دِيَةِ الرَّجُلِ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ أَوْ خَمْسُونَ دِينَارًا أَوْ خَمْسُمِائَةِ
دِرْهَمٍ اور ہر دانت مین پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درہم دیت ہے شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد ہے اسواسطے کہ عورت کے
دانت کی دیت مرد کے دانت کی دیت سے آدھی ہے لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِي كُلِّ سِنٍّ خَمْسٌ مِنَ الْإِبِلِ يَعْنِي نِصْفَ عُشْرِ الدِّيَةِ لَوْ
حُرًّا وَنِصْفَ عُشْرِ قِيمَتِهٖ لَوْ عَبْدًا دیت مذکور ثابت ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت مین پانچ اونٹ ہین یعنی اگر آزاد ہے تو اوسکی دیت کے دسوین حصہ

کا نصف یعنی دیت کا بیسوان حصہ اور اگر غلام ہو تو اوسکی قیمت کا بیسوان حصہ ھم دیت اوسوقت ہی جبکہ جنایت خطا سی ہوا اور اگر عمد ہی تو اوسمین قصاص ہے
اور دیت مین سب دانت برابر ہین بدلیل اوس حدیث مرفوع کے جو بزازیہ مین ابن عباس سے روایت ہے کہ سب دانت برابر ہین کذا فی العینی فان قلت
تزید حینئذ دیۃ الاسنان کلھا علی دیۃ النفس بثلثۃ اخماسھا قلت نعم و لا بأس فیہ لانہ ثابت بالنص علی خلاف
القیاس کما فی الغایۃ وغیرھا و فی العنایۃ ولیس فی البدن ما یجب بتفویتہ اکثر من قدر الدیۃ سوی الاسنان پہر اگر تو کہے
کہ جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ٹھہری تو سب انتونکی دیت زیادہ ہوتی ہے جان کی دیت سی تین پنجم حصے دیت کی مین کہتا ہون کہ ہان زیادہ ہوتی
ہے اور اسمین کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ وہ ثابت ہو نص حدیث سی برخلاف قیاس کے چنانچہ غایۃ البیان وغیرہا مین مذکور ہی اور عنایہ مین ہی اور بدن مین
وہ عضو نہین ہی جسکے فوت کر ڈالنی سی دیت نفس سی زیادہ ہو سوای دانتون کے ھم آدمی کے ۳۲ دانت ہوتے ہین ۲۰ اضراس یعنی داڑہین اور چار
انیاب یعنی کیلیان اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار ضواحک یعنی جو دانت کہ ہنسنے کیوقت ظاہر ہو جاتے ہین پہر جب ایک دانت مین دیت کا
نصف عشر یعنی بیسوان حصہ واجب ہوا تو سب دانتونمین پوری دیت اور دیت کے تین خمس واجب ہوئے یعنی سولہ ہزار درہم کذا فی الطحطاوی یا ایک سو
ساٹھ اونٹ وقد توجد نواجذ اربعۃ فتکون اسنانہ ستا و ثلثین ذکرہ القہستانی قلت و حینئذ فاللکوسج دیۃ و خمسا
دیۃ و لغیرہ دیۃ و نصف و ثلثۃ اخماس او اربعۃ اخماس اور گاہی ہوتے ہین چار نواجذ یعنی دندان خرد جنکو بعض اہل ہند عقل داڑھ کہتے
ہین تو اس حساب سی ۳۶ دانت ہوتے ہین یہہ ذکر کیا ہی قہستانی نے مین کہتا ہون اور اسوقت میں کوسج کے دانتونمین ایک دیت واجب ہو اور دو خمس دیت
کے اور کوسج کے سوا یا ایک دیت اور نصف دیت ہو یا تین خمس یا چار خمس دیت کی واجب ہین ھم معرب مین ہی کوسج یعنی کوسا معرب ہی جسکی ذقن پر بال
ہون نہ رخسار و نیر اور اصمعی نے کہا کوسج وہ ہی جسکے دانت کم ہون اور یہی منقول ہی امام ابو حنیفہ سی قہستانی مین ہی کہ کوسج کے دانت ۲۸ ہوتے ہین
اور یہی شناخت ہی اوسکی تو کوسج کی دانتون کی دیت کا ایک دیت اور دو خمس دیت کی ہونا ظاہر ہے قہستانی مین ہی کہ اگر ۳۲ دانت اوکھاڑ ڈالے خطا سی
تو دیت اور تین خمس واجب ہین یعنی سولہ ہزار درہم اور اگر ۳۰ دانت اوکھاڑ ڈالے تو دیت اور نصف دیت ہی یعنی پندرہ ہزار درہم اور اگر ۳۶ دانت اوکھاڑ ڈالے
چار مین تو دیت اور چار خمس واجب ہین یعنی اٹھارہ ہزار درہم کذا فی الطحطاوی و علمت ان المرأۃ علی النصف فتبصر درچند بار تو معلوم کر چکا
ہے کہ عورت کی دیت مرد کے نصف پر ہے تو خبردار رہیو و تجب دیۃ کاملۃ فی کل عضو ذھب نفعہ بضرب ضارب کید شلت و عین
ذھب ضوءھا و صلب انقطع ماؤہ اور دیت کامل واجب ہے ہر ایک اوس عضو مین جسکی منفعت جاتی رہی کسی مارنیوالیکے مارنے سی چنانچہ ضرب سے
ہاتھ شل ہو گیا یعنی خشک اور بیکار ہو گیا اور آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور ضرب کے صدمہ سے پیٹھ کی منی منقطع ہو گئی و کذا لو سلس بولہ او خلا
و لو زال الحدب و نبت فلا شیء علیہ و لو بقی اثر الضرب فحکومۃ عدل اور اسیطرح پوری دیت واجب ہی اگر ضرب سے پیشاب اوسکا جاری ہو گیا
بند نہین ہوتا یا اوسکو کبڑا کر دیا اور اگر ضرب کے بعد کوبڑ زائل ہو گیا تو جانی پر کچھ نہین اور کوبڑ جانے کے بعد ضرب کا نشان باقی رہا تو اوسمین حکومت
عدل ہو و تجب حکومۃ عدل باتلاف عضو ذھب نفعہ ان لم یکن فیہ جمال کالید الشلاء اور حکومت عدل واجب ہی اوس عضو کے
تلف کر ڈالنے مین جسکی منفعت فوت ہو چکی تھی ضرب ضارب سے پہلے بشرطیکہ اوس عضو مین جمال اور خوشنمائی نہو چنانچہ لنجا ہاتھ یعنی نہ اوسمین منفعت ہے نہ
خوشنمائی تو اوسکے قطع مین دیت نہین حکومت عدل ہی اور شنہ کاملا ان کان فیہ جمال کالاذن الشاخصۃ ھو الطرش یا عضو
مذکور کی پوری دیت واجب ہی اگر عضو مفقود النفع کے ہوتے مین جمال اور خوشنمائی ہو چنانچہ گوش مرتفع یعنی اونچا کان قطع کرنے مین ھم طحطاوی نے
کہا کہ مرجع ضمیر کا شخوص ہے شاخصہ سی ماخوذ اور صاحب قاموس نے شخوص معنی طرش مذکور نہین کیا انتہی مین کہتا ہون و باللہ التوفیق کہ شاید شارح نے
یون کہا ہوگا و ھو الاطرش یعنی درحالیکہ اونچے کان والا بہرا ہی سماعت نہین رکھتا اطرش بروزن افعل بمعنی گران گوش لغت مین ثابت ہی عجب نہین
کہ سہو کاتب سی اطرش کا الف اور واو حالیہ کتابت مین رہ گیا ہو والا ہو الطرش کا محصل مفہوم نہین ہوتا کیونکہ طرش یعنی گرانی گوش مخصوص یعنی ارتفاع

کی تفسیر نہین کی ہے اور مشکی واللہ اعلم و مسیجی بالواصفۃ فالحکم فی اواخر ھذا الفصل یا اس فصل کے آخیر مین نصف شجاج کے آخیر مین دو مسئلہ آویگا کہ اگر
عضو کو جہکا یا پہر گوشت جم گیا **فصلٌ فی الشجاج** یہ فصل ہے شجاج کے مسائل مین شجاج جمع ہے شجہ کی وتختص الشجۃ بما یکون
بالوجہ والرأس لغۃً اور لغت مین شجہ مخصوص ہے اوس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر پر ہو ہم شجہ کا مکان سر اور چہرہ ہے ٹھوڑی تک اور تحت ذقن
موضع شجہ نہین اور داڑہی ہمارے نزدیک چہرہ مین داخل ہے کذا فی العالمگیریۃ حموی نے کہا حکم شجہ پر مرتب ہے اور جراحت یعنی مطلق جراحت ان کو شجہ
نہین کہتے اعضا کہ وجہ اور راس اکثر کشوف رہتے ہین تو انکے زخم مین نہایت عیب اور بدنمائی ہے وما یکون بغیرھما فجراحۃ ای تسمّی جراحۃ
وفیھا حکومۃ عدل مجتبی ومسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن مین ہوتا ہو وہ مسمی بجراحت ہے اور اوس مین دیت نہین حکومت عدل ہے کذا
فی المجتبے والمسکین وھی ای الشجاج عشرۃ اور شجاج دس ہین یعنی چہرہ اور سر کے زخمون کے دس نام ہین الحارصۃ بمھملات وھی التی تحرص
الجلد ای تخدشہ پہلے زخم کا نام حارصہ ہے بحاء مہملہ ورا مہملہ وصاد مہملہ اور حارصہ وہ زخم ہے جسمین کہال تخدش ہو جاوے یعنی چہلجاوے ہندی
مین اوسکو کہرونچنا کہتے ہین والدامعۃ بمھملات التی تظھر الدم کالدمع ولا تسیلہ اور دوسرا زخم دامعہ ہے بدال مہملہ وعین مہملہ دامعہ وہ
زخم ہے جسمین آنسو کی مانند خون ظاہر ہو جاوے اور خون کو نہ بہاوے والدامیۃ التی تسیلہ اور تیسرا زخم دامیہ ہے جو خون کو بہاوے والباضعۃ
التی تبضع الجلد ای تقطعہ اور باضعہ وہ زخم ہے جو کہال کو قطع کرے والمتلاحمۃ التی تاخذ فی اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہے جو
گوشت کو قطع کرے والسمحاق التی تصل الی السمحاق ای جلدۃ رقیقۃ بین اللحم وعظم الراس اور سمحاق وہ زخم ہے جو سمحاق تک
پونہچ جاوے سمحاق وہ باریک کہال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان ہے والموضحۃ التی توضح العظم ای تظھرہ اور موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو
ظاہر کرے یعنی جسمین کہال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کہلجاوے والہاشمۃ التی تھشم العظم ای تکسرہ اور ہاشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے
والمنقلۃ التی تنقلہ بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کرے اوسکے توڑنے کے بعد یعنی ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کیطرف کر دے
کذا فی المسکین والآمۃ التی تصل الی ام الدماغ وھی الجلدۃ التی فیھا الدماغ اور دسوان شجہ زخم آمہ ہے جو ام الدماغ تک پونہچ جاوے
ام الدماغ اوس کہال کا نام ہے جسکے اندر دماغ ہے یعنی بہیجا وبعدھا الدامغۃ بغین معجمۃ وھی التی تخرج الدماغ ولم یذکرھا محمد لانھا تقتل
عادۃ فتکون قتلا لا شجا فیلغو یا لاستقراء بحسب الآثار انھا لا تزید علی العشرۃ اور جراحت آمہ کے بعد گیارہوین جراحت دامغہ ہے
بغین معجمہ اور دامغہ وہ زخم ہے جو بہیجے کو نکالدے اور دامغہ کو محمد نے مذکور نہین کیا اسواسطے کہ اوسکے بعد تو موت ہے باعتبار غالب عادت کے تو وہ منہ قتل
ٹہیری نہ جراحت تو تفحص آثار سے یہہ معلوم ہو گیا کہ شجاج دس زخمون سے زیادہ نہین ہوتی ویجب فی الموضحۃ نصف عشر الدیۃ ای لو غیر اصلع
والا ففیھا حکومۃ عدل لان جلدہ انقص زینۃ من غیرہ قہستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضحہ مین دیت کا بیسوان حصہ یعنی پانچ اونٹ یا
پانسو درم واجب ہین بشرطیکہ مجروح اصلع نہو یعنی اوسکے سر کے بال بیری سے نہ جہڑ گئے ہون اور نہین تو اوسمین دیت نہین بلکہ حکومت عدل ہے اسواسطے کہ
اصلع کی کہال غیر اصلع سے کمتر ہے آرایش مین کذا فی القہستانی عن الذخیرہ وفی الھاشمۃ عشرھا وفی المنقلۃ عشر ونصف عشر
اور جراحت ہاشمہ مین دیت کا دسوان حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ مین دیت کا دسوان حصہ اور بیسوان حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب
ہین وفی الآمۃ والجائفۃ ثلثھا اور جراحت آمہ اور جراحت جائفہ مین تہائی دیت کی واجب ہے ہم جائفہ کی تفسیر مین اختلاف ہے زیلعی مین
ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ مین ہو اور قول ضعیف یہہ ہے کہ جائفہ نہین ہوتا حلق کے اوپر انتہی سراج وہاج مین ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو
پیٹ کے اندر تک پونہچے پیٹ کیطرف سے یا پیٹھ یا سینہ کیطرف سے یا گردن کیجانب سے اوس موضع تک پونہچ جہانتک پانی جانے سے روزہ ٹوٹجاتا ہے تو یہہ
سب جراحتین جائفہ ہین اور جراحت اوسکے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہین ہے اور جائفہ نہین ہوتا دونون ہاتہون اور دونون پاؤن اور ران اور منہ اور
سر مین اور اگر زخم فوطون اور آلہ تناسل کا پیٹ تک پونہچ جاوے تو وہ بہی جائفہ ہے کذا فی الطحطاوی فان نفذت الجائفۃ فثلثاھا لانھما جائفتان

نفذت فصارت جائفتین فیجب فی کل منہما ثلثہا پھر اگر جائفہ نافذ ہوگیا یعنے پیٹ کا زخم پشت کیطرف پھوٹ نکلا تو دیت کی دو تہائیان واجب
ہین اسواسطے کہ جب جائفہ وار پار ہوگیا تو دو جائفہ ہوگئے ایک پیٹ کیجانب سے دوسرا پشت کیطرف سے تو ہر جائفہ مین تہائی دیت کی واجب ہوگی وفی
الحارصۃ والدامعۃ والدامیۃ والباضعۃ والمتلاحمۃ والسمحاق حکومۃ عدل اذ لیس فیہا ارش مقدر من جہۃ السمع و
لا یمکن اہدارہا فوجب فیہا حکومۃ عدل اور حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق مین دیت نہین حکومت عدل
ہے اسواسطے کہ ان زخمون مین کچھ دیت مقرر نہین ہے من جہۃ السمع یعنی شارع کیجانب سے اور رایگان چھوڑنا بھی ممکن نہین ہے تو انمین حکومت عدل واجب ہوئی
ہم مصنف عبدالرزاق مین ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ما دون موضحہ مین حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی وہی ای حکومۃ العدل ان ینظر
کم مقدار ہذہ الشجۃ من الموضحۃ فیجب بقدر ذلک من نصف عشر الدیۃ قالہ الکرخی وصححہ شیخ الاسلام اور وہ یعنی
حکومت عدل یہ ہے کہ نظر اور تامل کیا جاے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضحہ سے تو بقدر اوسکی دیت کے بیسوین حصہ سے واجب ہوگا یہہ قول ہے کرخی کا
اور تصحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے ہم چونکہ موضحہ کی دیت شرعا اول ثابت ہے اور شجاج سے لہذا اوسی کو مقیس علیہ ٹھہرایا تخمینہ کی مقدار کی توضیح
یہ ہے کہ مثلا باضعہ کو تامل کیا کہ موضحہ سے کسقدر ہے تو اگر اوسکی مقدار ثلث ہے موضحہ سے تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہوگی اور اگر ربع ہے تو ربع
دیت واجب ہوگی وعلے ہذا القیاس وجہ تصحیح قول کرخی کی یہہ ہے کہ اسمین رجوع ہے منصوص علیہ کیطرف کذا فی العینی وقیل قائلہ الطحاوی یقوم المشجوج
عبدا بلا ہذا الاثر ثم معہ فقدر التفاوت بین القیمتین فی الحر من الدیۃ وفی العبد من القیمۃ فان نقص الحر عشر قیمتہ
اخذ عشر دیتہ وکذا فی النصف والثلث اور حکومت عدل کی تفسیر مین دوسرا قول طحاوی کا یہہ ہے کہ مجروح الراس کو غلام قرار دیکر بدون اس زخم
کے اوسکی قیمت مقرر کیجاے پھر اس زخم کے ساتھہ اوسکی قیمت معین کیجاے پھر جسقدر تفاوت ہو دونو قیمتون مین اوسیقدر آزاد مین اوسکی دیت سے لیا
جاے اور غلام مین قیمت سے تو اگر قیمت سے دسوان حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسوان حصہ لیا جاے اور اسیطرح نصف اور ثلث مین یعنی اگر زخم سے
نصف قیمت کم ہوگئی ہے تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہے ہو ای ہذا التفاوت ہی ای حکومۃ
العدل بہ یفتی کما فی الوقایۃ والنقایۃ والملتقی والدرر والخانیۃ وغیرہا وجزم بہ فی المجمع وہ یعنی تفاوت بین القیمتین ہی
حکومت عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتوی ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہا مین ہے اور مجمع مین اسی قول پر یقین کیا
ہے ہم اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اجتہاد سے کذا فی العینی وفی
الخلاصۃ انما یستقیم قول الکرخی لو الجنایۃ فی وجہہ وراسہ فحینئذ یفتی بہ ولو فی غیرہما او تعسر علی المفتی یفتی بقول
الطحاوی مطلقا لانہ ایسر انتہی ونحوہ فی الجوہرۃ بزیادۃ اور خلاصہ مین ہے کہ کرخی کا قول تو خاص اوسصورت مین مستقیم ہے جبکہ
جنایت چہرہ اور سر مین ہو تو اسوقت مین کرخی کے قول پر فتوی ہوگا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہہ زخم ہو یا مفتی پر مشکل پڑے موضحہ پر قیاس کرنا کرخی
کے قول پر تو اب طحاوی کے قول پر فتوی دیوے مطلقا اگرچہ جراحت چہرہ اور سر مین ہو اسواسطے کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے انتہی ما فی الخلاصۃ اور اسی
کی مانند جوہرہ مین ہے زیادت بیان کے ساتھہ وقیل تفسیر الحکومۃ ہو ما یحتاج الیہ من النفقۃ واجرۃ الطبیب والادویۃ الی
ان یبرء اور بعضون نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جسکی حاجت پڑے منجملہ خوراک اور اجرت جراح اور قیمت ادویہ کی زخمی کے صحیح ہوجانے
تک ہم طحاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ کو تو معلوم کر چکا یعنی تو یہہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہین ہے ولا قصاص فی جمیع الشجاج الا فی الموضحۃ
عمدا اور قصاص نہین جمیع شجاج مین مگر موضحہ عمدا مین ہم شجاج مافوق موضحہ یعنی ہاشمہ اور منقلہ اور آمہ مین بالاتفاق قصاص نہین اور ما دون موضحہ یعنی
حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق کے قصاص مین اختلاف ہے جو عنقریب مذکور ہوگا وما لا قود فیہ یستوی العمد
والخطا فیہ اور جن شجاج مین قصاص نہین اوسمین عمد اور خطا دونو برابر ہین یعنی تاوان عمد مین وہ واجب ہے جو خطا مین واجب ہے کذا

نے طحطاوی میں محیط سے لكن ظاهر المذهب وجوب القصاص فيما قبل الموضحة ايضا ذكره محمد في الاصل وهو الاصح درر
ومجتبى وابن الكمال وغيرها لامكان المساواة بان يسبر غورها بمسبار ثم تتخذ حديدة بقدره فيقطع لیکن ظاہر مذہب وجوب
قصاص ہے ان شجاج میں بھی جو موضحہ سے پہلے مذکور ہین یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق مین جیسا ذکر کیا ہے محمد
بن حسن نے اصل یعنی مبسوط مین اور یہی قول یعنی وجوب قصاص ما قبل موضحہ کا صحیح تر ہے کذا فی الدرر و المجتبی و ابن الکمال وغیرہا اسواسطے کہ شجاج مذکورہ
مین برابری کرنا ممکن ہے اسطرح کہ زخم کا عمق اور گہراؤ امتحان کیا جاوے آلہ امتحان سے مثلا سلائی وغیرہ سے پھر آہنی چیز لیجاوے بقدر اوسکے پھر اوتنا
قطع کیا جاوے هم کافی مین ہے کہ یہی قول صحیح ہے بدلیل ظاہر قرآن والجروح قصاص یعنے زخمون مین قصاص ہے اور اعتبار مساوات کا ممکن ہے کذا فی العینی
واستثنى في الشرنبلالية السمحاق فلا يقاد اجماعا كما لا قود فيما بعدها كالهاشمة والمنقلة بالاجماع وعزاه للجوهرة فليحفظ
اور شرنبلالیہ مین سمحاق کو مستثنی کیا ہے تو اوس مین بالاتفاق قصاص نہین جیسے مابعد موضحہ جیسا ہاشمہ اور منقلہ مین بالاجماع قصاص نہین اور شرنبلالی نے یہ قول
جوہرہ کیطرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم قال في المجتبى ولا قود في جلدة راس وبدن ولحم خد وبطن وظهر پھر زاہدی نے
مجتبی مین کہا اور قصاص نہین سر اور بدن کی کھال مین اور رخسار اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت مین هم شاید کہ یہ قول غیر ظاہر الروایہ ہے یا جلد راس سے فقط
سمحاق مراد ہے عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہے کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن مین واقع ہون اون مین حکومت عدل ہے جبکہ ہڈی کھلجاوے یا
ٹوٹ جاوے بشرط بقاء اثر اور اگر جراحت کا اثر باقی نہین رہا تو شیخین کے نزدیک اوس مین کچھ نہین اور محمد کے نزدیک تا حصول صحت قیمت مصارف کی لازم
ہے کذا فی الطحطاوی ولا في لطمة ووكزة ووجاءة ط اور نہ قصاص ہے طمانچہ مارنے اور مکی مارنے اور ضرب شدید مین هم عدم قصاص کو عدم تعزیر لازم
نہین وفي سلخ جلد الوجه كمال الدية اور چہرہ کی کھال اوکھاڑنے مین پوری دیت ہے وفي كل اصابع اليد الواحدة نصف دية ولو
مع الكف لانه تبع للاصابع اور ایک ہاتھ کی سب اونگلیون کے قطع مین نصف دیت ہے اگرچہ پانچون انگلیان ہتھیلی کے ساتھ کٹ گئی ہون اسواسطے کہ
ہتھیلی انگلیون کے تابع ہے هم نصف دیت ۵۰ اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچہزار درم ہے ومع نصف ساعد نصف دية للكف وحكومة عدل
لنصف الساعد وكذا الساق اور ایک ہاتھ کے قطع اصابع مین نصف ساعد کے ساتھ نصف دیت واجب ہے ہتھیلی کے سبب سے اور حکومت عدل آدھے
ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہے پنڈلی کا یعنی اگر پاؤن کی انگلیان آدھی پنڈلی کے ساتھ قطع ہون تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہے اور پنڈلی
کے سبب سے حکومت عدل ہے وفي قطع كف وفيها اصبع او اصبعان عشرها او خمسها لف ونشر مرتب اور اوس ہتھیلی کے قطع
مین جسمین ایک اونگلی یا دو انگلیان ہین دسوان حصہ دیت کا یا پانچوان دیت کا واجب ہے شارح نے کہا یہ لف نشر مرتب ہے یعنی ایک اونگلی مین دسوان
حصہ ہے اور دو اونگلیون مین پانچوان حصہ ولا شيء في الكف عند ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه كما لو كان في الكف ثلث اصابع
فانه لا شيء في الكف بالاجماع اذ للاكثر حكم الكل اور کچھ واجب نہین قطع کف مین امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جیسا کہ اگر کف مین
تین اونگلیان ہون تو قطع کف مین کچھ واجب نہین باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اکثر کیواسطے کل کا حکم ہے هم یعنی جسطرح کف مین کچھ واجب نہین
جبکہ پانچون اونگلیان قطع ہون تو اسیطرح تین اونگلیون کے قطع ہونے سے کف کا بدلا کچھ نہین ہے اور یہ مراد نہین کہ قطع اکثر اصابع سے ہاتھ کی پوری دیت
واجب ہے اسواسطے کہ متن مین مذکور ہو چکا کہ ہر اونگلی مین دسوان حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفي جواهر الفتاوى ضرب يد رجل فبرئ
الا انه لا تصل يده الى قفاه فبقدر النقصان يؤخذ من جملة الدية ان نقص الثلثان فثلثا الدية وهكذا وأقره المصنف
اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ کو مارا اور وہ چنگا ہو گیا مگر یہ کہ اوسکا ہاتھ گردن کے پیچھے نہین پہنچتا تو بقدر نقصان پوری
دیت سے لیا جائیگا اگر نقصان بقدر دو ثلث کی ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اسیطرح ثلث اور ربع اور نصف کو قیاس کیا چاہیے اور مصنف نے شرح
مین اس قول کو ثابت رکھا ہے رد نہین کیا ہے ولو قطع مفصلا من اصبع فشل الباقي او قطع الاصابع فشل الكف لزم دية

المقطوع فقط وسقط القصاص فافهمه وان خالف الدرر کذا ذکرہ الشرنبلالی وسیجی متنا اور اگر اونگلی کی ایک پور مفصل سے
کاٹی سو باقی اونگلی خشک ہوگئی یا اونگلیاں قطع کین سو ہتھیلی خشک ہوگئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو اسکو سمجھ لے اگرچہ یہہ قول درر کے
مخالف ہی ایسا بیان کیا ہی شرنبلالی نے اور آگے متن مین اویگا ھم نہایہ مین شرح طحاوی کے اجماعی مسئلہ یون مذکور ہی کہ جو عضو شل ہوگیا اوسکی دیت واجب ہے
اگر وہ اونگلی ہے تو اونگلی کی دیت ہو اور اگر کف ہے تو کف کی دیت ہی اور زیلعی مین ہے کہ جب تمام اونگلی بیکار ہوگئی تو تمام کی دیت واجب ہی اور اگر لائق
انتفاع ہے تو مقطوع کی دیت اور باقی مین حکومت عدل بالاجماع ہے اور یہ شارح اور ماتن کے مخالف ہی کذا فی الطحطاوی وفی الاصبع الزائدۃ وعین
الصبی وذکرہ ولسانہ ان لم یعلم صحتہ بنظر فی العین وحرکۃ فی الذکر وکلام فی اللسان حکومۃ عدل اور پانچ سے زیادہ اونگلی
مین اور صغیر کی آنکھہ اور آلہ تناسل اور اوسکی زبان مین حکومت عدل ہی اگر صحت وسلامتی اوسکی معلوم نہو آنکھہ مین تو نظر کرنے سے اور آلہ تناسل مین جنبش کرنے
سے اور زبان مین بولنے سے ھم زائد اونگلی مین خوشنمائی نہین جو دیت واجب ہو اور آنکھہ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہین پھر جب وجود منافع معلوم نہین تو
شک سے پوری دیت واجب نہوگی حکومت عدل واجب ہوگی فان علمت الصحۃ فکالبالغ فی خطأ وعمد اذا ثبت ببینۃ او باقرار الجانی
وان انکر او قال لا اعرف صحتہ فحکومۃ العدل جوہرۃ پھر اگر صغیر کی آنکھہ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو وہ جوان کی مانند ہے خطا یا عمد مین جبکہ
گواہی سے یا جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ منکر ہو یا کہے مین اوسکی صحت کو نہین جانتا ہون تو حکومت عدل واجب ہی کذا فی الجوہرہ ودخل ارش موضحۃ
اذھبت عقلہ او شعر رأسہ فی الدیۃ لدخول الجزء فی الکل کمن قطع اصبعا فشلت الید اور اوس موضحہ کی دیت جسکے صدمہ سے
عقل اوسکی یا اوسکے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت مین داخل ہو جاوے گی بسبب داخل ہونے جز کے کل مین مانند اوس شخص کی جسنے اونگلی دوسری کی قطع کی
سو اوسکا ہاتھہ خشک ہو گیا تو اونگلی کی دیت ہاتھہ کی دیت مین داخل ہو جاوے گی ھم عقل کے فوت ہو جانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہو جاتی ہی اسواسطے کہ
انتفاع بدون عقل کے متصور نہین تو گویا وہ مردہ ہو گیا کذا فی المنح وان ذھب سمعہ او بصرہ او نطقہ لا تدخل لانھا کاعضاء مختلفۃ
بخلاف العقل لعود نفعہ للکل اور اگر جراحت موضحہ سے اوسکی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضحہ کی دیت پوری دیت مین داخل نہوگی
اسواسطے کہ سماعت اور بصارت اور گویائی اعضاء مختلفہ کی مانند ہین برخلاف عقل کے اسواسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا کیطرف رجوع کرتا ہی ھم جب سمع اور بصر
اور گویائی کی منفعت خاص خاص علیحدہ علیحدہ ہوئی تو اعضاء مختلفہ کی مانند ہوگئی تو ایکدوسرے مین داخل نہوگا تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ کی جدا
واجب ہوگی ولا قود ان ذھبت عیناہ بل الدیۃ فیھما خلافا لھما اور قصاص نہین اگر موضحہ سے دونون آنکھین جاتی رہین بلکہ دونون
یعنی موضحہ اور آنکھون مین دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے ھم صاحبین کے نزدیک موضحہ مین قصاص اور آنکھون مین دیت ہی ولا بقطع اصبع شلل
جارتہ خلافا لھما اور قصاص نہین اوس اونگلی کی قطع سے جسکے پاس کی دوسری اونگلی خشک ہوگئی بلکہ دونون عضو کی دیت واجب ہوگی برخلاف
صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک اول مین قصاص ہی اور دوسرے مین دیت ہی کذا فی الطحطاوی ولا باصبع قطع مفصلہ الاعلی فشل ما بقی
من الاصبع بل دیۃ المفصل والحکومۃ فیما بقی اور قصاص واجب نہین اوس اونگلی مین جسکا مفصل علے کاٹا گیا سو باقی اونگلیان خشک ہوگئین
بلکہ مفصل کی دیت اور باقی مین حکومت عدل واجب ہے ھم یہہ مسئلہ وہی ہے جسکو شارح کہا تھا کہ متن مین آویگا ولا قود بکسر نصف سن اسود
او اصفر او احمر باقیھا بعد کسرھا بل کل دیۃ السن اذا فات منفعۃ المضغ والا بان لم تفت بل بقی حالۃ التکلم فالدیۃ ایضا
والا فحکومۃ عدل زیلعی فقول الدرر والا فلا شیء فیہ فیہ ما فیہ اور قصاص نہین نصف دانت توڑنے مین جسکا نصف باقی توڑنے کے بعد
سیاہ یا زرد یا سرخ ہوگیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جبکہ چبانے کی منفعت فوت ہو جاوے اور اگر چبانا فوت نہوگا تو اس صورت مین اگر ٹوٹا دانت
نظر آتا ہو بولنے کیوقت تو بھی دیت ہی اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہی کذا فی الزیلعی تو درر کے یون کہنے مین کہ اگر چبانا فوت نہین ہی تو اوسمین
کچھہ واجب نہین اعتراض اور خلل ہی ھم خلل یہہ ہی کہ اوسمین نفی مطلق مذکور ہی حالانکہ ایسا نہین ہی بلکہ باوجود عدم فوت منفعت اگر نظر آتا ہو تو دیت ہی

بدنمائی کے سبب سے اور نہیں تو حکومت عدل ہو کما صرح بہ الزیلعی ثم الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی محلین متباینین حقیقۃ فاثر فی احد هما لا یمنع قود الآخر ومتی وقعت علی محل واتلف شیئین فادرء احدهما یمنع القود پھر دریافت کرنا چاہئے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب جنایت واقع ہو دو مکان میں جو فی الحقیقہ جداگانہ ہیں جیسا کہ ہاتھ اور پاؤں تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہیں ہے اور جبکہ جنایت ایک مکان میں واقع ہو اور دو چیزوں کو تلف کر دے جیسا کہ جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جاوے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہے ھ زیلعی میں ہے کہ امام کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض میں تو قصاص ساقط ہوگا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہوں اور صاحبین کے نزدیک دو عضو میں باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہے اور اگر ایک عضو ہو تو قصاص واجب نہیں کذا فی الطحطاوی ویجب الارش علی من اقاد سنۃ بعد مضی حول ثم نبتت بعد ذلک لتبین الخطأ حینئذ وسقط القود للشبهۃ اور دیت واجب ہے اوس شخص پر جسنے اپنے دانت کا قصاص لیا سال گذرنے کے بعد پھر بعد اوسکے اوسکا دانت جم نکلا دیت واجب ہے بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے استیفاء قصاص میں اسوقت اور قصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہے شبہہ کے سبب سے یعنی شبہہ وجوب قصاص ہو دانت جمنے سے پہلے وفی الملتقی ویستأنی فی اقتصاص العین والموضحۃ حولا وکذا لو ضرب سنۃ فتحرکت لکن فی الخلاصۃ الکبیر الذی لا یرجی نباتہ لا یؤجل بہ یفتی قلت وقد یوفق بما نقلہ المصنف وغیرہ عن النہایۃ الصحیح تأجیل البالغ لیبرء لا ان یستہ لان نباتہ نادر اور ملتقی میں ہے کہ انتظار کرے آنکھ اور موضحہ کے قصاص لینے میں سال بھر اور اسیطرح انتظار کرنا چاہئے قصاص لینے میں اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سو وہ ہل گیا لیکن خلاصہ میں ہے کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہیں اوسمیں تاجیل اور انتظار نہیں اسی قول پر فتویٰ ہے اور گاہے توفیق بین القولین کی جاتی ہے اوس قول سے جسکو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ تاجیل بالغ کی اوسکے چنگے ہو جانیکے واسطے ہے نہ تاجیل ایک سال کی اسواسطے کہ دانت کا جمنا بالغ میں نادر الوقوع ہے ھ وجہ توفیق یہ ہے کہ عدم تاجیل سال خلاصہ کا کلام محمول ہے اور جو تاجیل کا قائل ہے تو مراد اوسکی تاجیل الی الصحۃ ہے لیکن تعبیر بلفظ صحیح اسکو مفید ہے کہ سال کی تاجیل میں خلاف ہے عالمگیریہ میں ہے کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہئے ایکسال انتظار کرنا چاہیے مگر مجرد کی روایت میں اور صحیح پہلا قول ہے انتہی اور ندرت نبات کی تعلیل اسکی مفید ہے کہ موضحہ میں اور متحرک دانت میں ایکسال کی مدت مسلم ہے کذا فی الطحطاوی او قلعہا فردت ای ردها صاحبها الی مکانہا ونبتت علیہا اللحم لعدم عود العروق کما کانت یا ایک دوسرے کا دانت اوکھاڑا اسو دانت والے نے دانت کی مکان پر پھر اوسکو رکھ دیا اور اوسپر گوشت جم گیا تو دانت کی دیت واجب ہے اسواسطے کہ رگیں عود نہیں کرتیں جسطرح پہلے تھیں وفی النہایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت الی حالتہا الاولی فی المنفعۃ والجمال لا شیء علیہ کما لو نبتت اور نہایہ میں ہے کہ شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے منفعت اور جمال میں تو جانی پر کچھ واجب نہیں جیسے اوسصورت میں کہ اگر دانت جڑ سے جم اوٹھے وکذا الاذن اذا الصقہا فالتحمت یجب الارش لانہا لا تعود الی ما کانت علیہ درر اور اسیطرح کان جبکہ اوسکو قطع کے بعد چپکا یا یعنی ٹانکے دیکر سو گوشت سے جھکیا دیت واجب ہے اسواسطے کہ پھر ویسا نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے تھا کذا فی الدرر الا ان قلعت السن فنبتت اخری فانہ یسقط الارش عندہ کسن الصغیر خلافا لہما مگر یہ کہ دانت اوکھاڑ گیا پھر دوسرا دانت جم اوٹھا تو امام کے نزدیک دیت ساقط ہو جاتی ہے جیسے صغیر کے دانت میں بالاتفاق دیت ساقط ہے برخلاف صاحبین ھ صاحبین کے نزدیک بالغ کے دانت اکھاڑنے اور پھر جمنے میں پوری دیت ہے اسواسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور دانت کا جمنا نعمت جدیدہ حق تعالی کی طرف سے ہے ولو نبتت ملتویۃ فحکومۃ عدل اور اگر دانت ٹیڑھا جما تو اوسمیں حکومت عدل ہے ولو نبتت الی النصف فعلیہ نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جما تو اوسپر نصف دیت واجب ہے ولا شیء فی ظفر نبت کما کان اور ناخن میں کچھ دیت نہیں جو جم اوٹھا جسطرح کہ پہلے تھا ھ اور اگر قطع کے بعد ناخن نکلا تو اوسمیں حکومت عدل ہے اسواسطے کہ شرع میں اسکی دیت معین ثابت نہیں کذا فی الطحطاوی عن الاختیار او التحم شجۃ او التحم جرح حاصل ذلک بضرب ولم یبق لہ اثر فانہ لا شیء فیہ یا سر کا زخم بھر گیا جسکا

ہوگیا یا بدن کا زخم جو حاصل ہوا تھا کوڑے وغیرہ کے ضرب سے چنگا ہوگیا اور اوسکا نشان باقی نرہا تو اوسمین کچھہ دیت نہین ہے اسواسطے کہ موجب دیت کا بدنمائی
اور زوال نفع ہے سو چنگے ہونے اور نشان مٹجانے سے زائل ہوگیا اور فقط درد کسی شے کا موجب نہین جیسے ضرب بے درد پاک غیر فاحش مین اور دشنام مین لہذا
کچھہ دیت نہین ہان تعزیر مین حاکم کو اختیار ہے وقال ابو يوسف عليه ارش الالم وهي حكومة عدل وقال محمد قدر ما انفقه من النفقة
الى ان يبرأ من اجرة الطبيب وثمن الادوية اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہے یعنی حکومت عدل ہے اور محمد نے کہا جسقدر زخمی کو
خرچ لاحق ہوا ہے صحت ہونے تک طبیب کی اجرت اور دوا کے ثمن سے وہ جارح پر لازم ہوگا وفي شرح الطحاوي فسر قول ابي يوسف ارش الالم
باجرة الطبيب والمداواة فعليه لا خلاف بينهما قاله المصنف وغيره قلت وقدمنا نحوه عن المجتبى ذكر هنا عنه روايتين
فتنبه اور طحاوی کی شرح مین ہے ابو یوسف کے قول یعنی خونبہاے درد کی تفسیر اجرت طبیب اور مداوات واقع ہوئی تو موجب اس تفسیر کے ابو یوسف اور محمد کے
قول مین مخالفت باقی نرہی ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور البتہ مانند اسکی ہم پہلے ذکر کر چکے ہین مجتبی سے صاحب مجتبی نے اس مسئلہ کی شرح مین
ابو یوسف سے دو روایتین مذکور کی ہین سو خبردار رہو ہے دو روایتون سے ایک روایت محمد کے موافق ہے اور دوسری روایت یہہ ہے کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کیجاے
پہر اوسکی قیمت اس درد کے ساتھہ کیجاے شارح نے بلفظ تنبیہ اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہوسکتی ہے کذا فی الطحطاوی
ولا يقاد جرح الا بعد برئه خلافا للشافعي اور قصاص نہین لیا جاتا زخم کا مگر اوسکے چنگے ہوجانیکے بعد برخلاف شافعی کے ہے مسند احمد
اور دارقطنی مین حدیث مروی ہے کہ آنحضرت علیه الصلوة والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جبتک زخمی چنگا ہوجاے اور دلیل عقلی یہہ ہے کہ جراحات مین انجام
اونکا معتبر ہے شاید کہ زخم کی شدت سے زخمی مرجاے تو اب جراحت قتل ہوگی تو زخم ہونا بدون صحت کے نہین معلوم ہوسکتا کذا فی المنح وعمد الصبي
والمجنون والمعتوه خطأ بخلاف السكران والمغمى عليه اور صغیر اور مجنون اور بدفہم اور بیہوش کا عمد خطا ہے برخلاف مست اور غش والے کے
کہ اونکا عمد خطا نہین وعلى عاقلته الدية ان بلغت نصف العشر فاكثر ولم يكن من العجم والا ففي ماله درر اور صغیر یا مجنون کے عمد
مین اوسکی مددگار برادری پر دیت ہے اگر دیت کے بیسوین حصہ تک پہونچی یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہو یعنی عربی ہو اور اگر بیسوین حصہ سے دیت کم ہو یا صغیر وغیرہ عجم
کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال مین دیت واجب ہوگی کذا فی الدرر ولا كفارة ولا حرمان ارث خلافا للشافعي اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد مین نہ
کفارہ ہے نہ میراث مقتول سے محروم ہونا برخلاف شافعی کے ہے کفارہ اسلئے نہین کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہین اور حرمان میراث عقوبت ہے اور صغیر اور
مجنون لائق عقوبت کے نہین ولو جن بعد القتل قتل وقيل لا وتمامه فيما علقته على الملتقى اور اگر قاتل دیوانہ ہوگیا بعد قتل کے تو وہ قصاص
مین قتل کیا جاویگا اور بعضون نے کہا کہ قتل نہوگا اور اسکا پورا بیان ہمارے ملتقی کی شرح مین ہے ضرب سن صبي فانتزعها ينتظر بلوغ الصبي
المضروب ان لم تنبت فعلى عاقلته الدية ولو من العجم ففي ماله درر وتحققه في المعاقل ایک صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر
مارا سو اوسکو اوکھاڑا تو انتظار کرنا چاہئے صغیر مضروب کے بالغ ہونے تک پہر اگر وہ بالغ ہوا اور دانت نہ نکلا تو اوسکے مددگار برادری پر دیت ہے اور اگر صغیر ضارب
عجم کا رہنے والا ہے تو خود اوسکے مال مین دیت ہے اور ہم عجمیون کے دیت کی تحقیق بیان کرینگے کتاب المعاقل مین ثم اعلم ان ... حكومة العدل لا تتحملها
العاقلة مطلقا على الصحيح كما في تنوير البصائر معزيا للتتارخانية حکومت عدل کو عاقلہ یعنی جانی کی مددگار برادری متحمل نہین ہوتی بنا بر قول صحیح کی طرح
یعنی خواہ حکومت عدل موضحہ کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ تنویر البصائر مین ہے منسوب بفتاوی تاتارخانیہ

فصل في الجنين

یہ فصل ہے بچہ شکمی کے مسائل مین جنین اوس بچہ کا نام ہے جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ مین ہے ضرب بطن امرأة حرة حامل خرج الامة والبهيمة
وسيجيء حكمها قلت بل الشرط حرية الجنين دون امه كامة علقت من سيدها او من المغرور ففيه الغرة على العاقلة درر عن الملتقى
فالعجب من المصنف كيف لم يذكره ايمر وفي حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا شارح نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور جانور کا حکم خارج ہوگیا
اور وہ دونکا حکم آگے آویگا مین کہتا ہون بلکہ بچہ شکمی کا آزاد ہونا شرط ہے نہ اوسکی ماں کا سو چنانچہ وہ لونڈی جو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی یا فریب خوردہ سے حاملہ ہوئی تو اوسکے بچہ مرجانے

مین غرہ یعنی دیت ہو قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدرر عن الزیلعی تو مصنف سے تعجب ہے کہ اوسنے حریت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجودیکہ مصنف صاحب
درر کی اکثر متابعت کرتا ہی یہان اوسکے مخالف بیان کیون کیا ھم ضرب شکم مثال ہے نہ قید تو یہی حکم ہے ضرب پشت کا شرح تنویر مین ہے کہ ضرب جنین کی شرط
ہے کذا فی الطحطاوی ولو کانت المرأۃ کتابیۃ او مجوسیۃ او زوجۃ فالقت جنینا میتا حرا وجب علی العاقلۃ غرۃ غرۃ الشہر
اولہ ہذہ اول مقادیر الدیات اگرچہ عورت مضروبۃ البطن اہل کتاب سے ہو یا مجوسی یا قاتل کی زوجہ ہو سو صدمہ ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ
سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر غرہ واجب ہو شارح نے کہا غرہ شہر عبارت ہو اول شہر سے اور یہہ دیت جسکا غرہ نام ہے اول مقادیر دیات سے ہو ھم شارح
نے یہہ وجہ تسمیہ بیان کی غُرّہ بضم غین معجمہ و تشدید را عبارت ہی عمدہ مال سے جیسا کہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط
مین ہے کہ بدل جنین کا غرہ نام رکھا اسواسطے کہ اسمین غلام کا دینا واجب ہے اور غلام کو غرہ کہتے ہین اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کی موافق مذکور ہے کذا فی
العینی نصف عشر الدیۃ ای دیۃ الرجل لو الجنین ذکرا وعشر دیۃ المرأۃ لو انثی وکل منہما خمسمائۃ درہم غرہ عبارت ہو دیت کے بیسوین
حصہ سے یعنی مرد کی دیت کا بیسوان حصہ اگر جنین مرد ہو اور عورت کی دیت کا دسوان حصہ اگر جنین عورت ہو اور دونون پانسو درم ہین ھم مرد کی دیت دسہزار درم
تو اوسکا بیسوان حصہ پانسو درم ہے اور عورت کی دیت پانچہزار درم ہی تو اوسکا بھی دسوان حصہ پانسو درم ہوا فی سنۃ وقال الشافعی فی ثلث سنین کالدیۃ
وقال مالک فی مالہ ولنا فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم جنین مردہ مین غرہ یعنی پانسو درم واجب ہین قاتل کے عاقلہ پر ایکسال کے اندر اور امام شافعی نے کہا
تین سال کے اندر دیت کی مانند واجب ہین اور امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال مین واجب ہے اور ہماری دلیل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھم بیہقی طبرانی مین حمل
طویل سے مروی ہو غرۃ عبد او امۃ او خمسمائۃ اور صحیحین مین ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی عورت کی جنین مین غرہ عبد یا امۃ کا
حکم کیا لیکن اوسمین سنہ کا ذکر نہین اور محمد بن حسن کے موطا مین سعید بن مسیب سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس جنین مین جو اپنی ماں کے پیٹ مین
مقتول ہوا غرہ عبد یا ولیدہ کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ مین جابر سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین مین عاقلہ قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی العینی
فان القتہ حیا فمات فدیۃ کاملۃ پھر اگر حاملہ نے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مرگیا تو پوری دیت واجب ہو ضارب پر وان القتہ میتا فماتت الام
فدیۃ فی الام وغرۃ فی الجنین لما تقرر ان الفعل یتعدد بتعدد اثرہ اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر ماں اوسکی مرگئی تو ماں مین دیت واجب
ہے اور بچہ مین غرہ اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ فعل متعدد ہو جاتا ہی اپنی اثر کے تعدد سے ھم چنانچہ ایک شخص کے تیر اسواسطے پار ہوکر دوسرے کو قتل کیا تو اوسپر
دو دیتین واجب ہین اگر دونون فعل از راہ خطا ہین اور اگر اول عمد سے تو قصاص اور دیت واجب ہو کذا فی الطحطاوی وصرح فی الذخیرۃ بتعدد الغرۃ
لو میتین فاکثر انتہی قلت وظاہرہ تعدد الدیۃ لو ادرکہ فلیراجع اور ذخیرہ مین تعدد غرہ کی تصریح کی ہے کہ اگر دو بچے مردہ ہوکر ساقط ہون یا
زیادہ انتہی کذا فی الذخیرہ مین کہتا ہون اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہی اور مین نے اوسکو مصرح نہین دیکھا تو کتب فقہ کیطرف رجوع کرنا چاہئے
ھم جوہرہ مین ہی کہ اگر حاملہ دو جنین گرادی تو دو غرہ واجب ہین اور اگر ایک تو مرکے نکلا اور دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہو ضارب پر اور اگر ماں مرگئی
پہر دو بچہ مردہ ہوئے تو فقط ماں کی دیت واجب ہو اور اگر ماں کے مرنیکے بعد دو جنین نکلے پہر مرگئے تو تین دیتین واجب ہین کذا فی الطحطاوی وان ماتت فالقتہ
میتا فدیۃ فقط وقال الشافعی غرۃ ودیۃ اور اگر ماں مرگئی اور اوسنے مردہ بچہ گرایا تو فقط ماں کی دیت ہو اور امام شافعی نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت ماں
کی واجب ہو ھم امام اعظم کی دلیل یہہ ہے کہ ظاہراً ماں کا مرنا موت جنین کا سبب ہے کیونکہ اوسکا جینا اوسکے جینے سے ہی اور اوسکا دم لینا اوسکے دم لینے سے تو جنین کی موت اوسکی
ماں کی موت سے ثابت ہوتی ہے اور یہہ احتمال بھی ہو کہ صدمہ ضرب سے جنین مرا ہو تو شک سے ضمان ثابت نہین ہوتا وان القتہ حیا بعد ما ماتت یجب علیہ
دیتان کما اذا القتہ حیا ومیتا اور اگر حاملہ عورت نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانیکے بعد تو ضارب پر دو دیتین واجب ہین جیسا کہ اوس صورت مین دو دیتین
واجب ہین جبکہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونون مرگئے وما یجب فیہ من غرۃ او دیۃ یورث عنہ فیما دونہ جنین مین جو چیز از
قسم غرہ یا دیت کے واجب ہے وہ موروثہ ہو یعنی جنین کے وارث اوسکو بطریق میراث کے پاوینگے اور اوسکی ماں اوسکی میراث پاویگی ولا یرث ضاربۃ منہا

اَخْرَجَ الوَلَدُ حَيًّا مَجْرُوحًا بِالسَّيْفِ وَالْآخَرُ مَيِّتًا وَبِهِ جِرَاحَةُ السَّيْفِ وَمَاتَتْ اَيْضًا يُقْتَصُّ لِاَجْلِ الزَّوْجَةِ لِاَنَّهُ عَمْدٌ وَعَلٰى عَاقِلَتِهِ دِيَةُ الْوَلَدِ الْحَيِّ اِذَا مَاتَ وَتَجِبُ غُرَّةُ الْوَلَدِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهُ لَمَّا ضَرَبَ وَلَمْ يَعْلَمْ بِالْوَلَدِ فِي بَطْنِهَا كَانَ لِلصَّبِيِّ خَطَاءً بزازیہ میں ہے ایکمرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری سو تلوار نے اوسکے پیٹ کو کاٹا اور اوسکے پیٹ سے دو بچے نکلے ایک بچہ زندہ تلوار سے زخمی ہوکر نکلا اور دوسرا مردہ گر پڑا اوسکو تلوار کا زخم تہا اور عورت بہی مرگئی تو مرد سے قصاص لیا جاویگا زوجہ کے سبب سے اسواسطے کہ یہہ قتل عمد ہے اور مرد کی عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہے جبکہ وہ مرگیا ہوا اور ولد میت کا بہی غرہ عاقلۂ قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ جب مرد نے تلوار ماری اور وہ اوسکے پیٹ کے دو بچوں کو نہجانتا تہا تو بچہ پر ابتداءً خطا کے ٹہہری اور خطا میں دیت عاقلہ پر ہوتی ہے نہ ضارب پر

باب ما یحدثہ الرجل فی الطریق وغیرہ

یہہ باب ہے اون مسائل میں کہ مرد راہ وغیرہ میں کچہہ احداث کرے اور بناوے کہ لَمَّا ذَكَرَ الْقَتْلَ مُبَاشَرَةً شَرَعَ فِيهِ تَسْبِيبًا فَقَالَ جبکہ مصنف قتل بطریق مباشرت کو ذکر کر چکا تو اب شروع کیا اوس قتل میں جو بطریق تسبیب کے ہو سو ارشاد کیا قول کہا ہم قتل بطریق مباشرت کی یہہ ہے کہ قاتل مقتول پر بلاواسطہ آلہ قتل کو استعمال کرے اور قتل بالسبب یہہ ہے کہ مثلاً دیوار بناوے اور اوسکے نیچے دبکر کوئی مرگیا اَخْرَجَ اِلَى الطَّرِيقِ الْعَامَّةِ كَنِيفًا هُوَ بَيْتُ الْخَلَاءِ اَوْ مِيزَابًا اَوْ جُرْصُنًا كَبُرْجٍ وَجِذْعٍ وَمَمَرٍّ عُلُوٍّ وَحَوْضِ طَاقَةٍ وَنَحْوِهَا عَيْنِي اَوْ دُكَّانًا جَازَ اِحْدَاثُهُ اِنْ لَمْ يَضُرَّ بِالْعَامَّةِ وَلَمْ يُمْنَعْ مِنْهُ فَاِنْ ضَرَّ لَمْ يَحِلَّ کسی نے شارع عام میں پاخانہ اور پرنالہ نکالا یا مجرصن بنایا چنانچہ برج اور چہجا اور چہتا اور پیش طاق کا حوض اور مانند اسکی اور چیز کذا فی العینی یا دوکان باہر نکالی تو اشیاء مذکورہ سے ہر چیز کا بنانا درست ہے اگر لوگوں کو اوس احداث سے ضرر نہو اور کوئی منع بہی نکرے پہر اگر ضرر ہوگا تو اشیاء مذکورہ کا بنانا حلال نہیں چنانچہ آگے آویگا ہم جرصن بضم جیم و صاد و سکون را مہملہ و تخفیف نون عربی لفظ نہیں لیکن مستعمل ہے اور اوسکی تفسیر میں اختلاف ہے بعضون نے کہا جرصن برج ہے اور بعضون نے کہا چہجا وغیر ذلک شارح نے اکثر اقوال کو جمع کرکے اشارہ کیا کہ سب اقوال کا ایک ہی حکم ہے خلاف نہیں مگر تفسیر میں کذا فی الطحطاوی وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ اَهْلِ الْخُصُومَةِ وَلَوْ ذِمِّيًّا مَنْعُهُ اِبْتِدَاءً وَمُطَالَبَتُهُ بِنَقْضِهِ وَرَفْعِهِ بَعْدَهُ اَيْ بَعْدَ الْبِنَاءِ سَوَاءٌ كَانَ فِيهِ ضَرَرٌ اَوْ لَا وَقِيلَ اِنَّمَا يَنْقُضُ بِخُصُومَتِهِ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ مِثْلُ ذَلِكَ وَاِلَّا كَانَ مُتَعَنِّتًا زَيْلَعِيٌّ اور اہل خصومت سے اگرچہ وہ ذمی ہو ہر شخص کو اوسکا روکدینا ابتداء سے اور اوسکی توڑ ڈالنے کا مطالبہ کرنا بنچکنے کے بعد جائز ہے خواہ اوسمین ضرر ہو یا نہو اور صفار کا قول ضعیف یہہ ہے کہ خصومت سے توڑنا بن چکنے کے بعد اوسوقت ہے جبکہ مانع نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہیں تو روکنا ناحق عناد ہے کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا کہ اس مسئلہ میں تین مواضع میں کلام ہے اول راہ کے احداث میں ثانی خصومت منع احداث میں اور رفع بعد الاحداث میں اور ثالث ضمان میں احداث کا حال تو یہہ ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ اگر راہ والوں کو ضرر نہوتا ہو کشادگی راہ کے سبب سے تو احداث جائز ہے جب تک کوئی منع نکرے اور خصومت کا حال یہہ ہے کہ امام کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے قبل از احداث روکنے کا اور بعد احداث کے توڑ ڈالنے کا اگرچہ کسیکو ضرر نہو بشرطیکہ اوسنے بلااذن سلطان کے بنایا ہو اور ابو یوسف نے کہا کہ ابتدا میں روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے کے بعد توڑنے کا اختیار نہیں اور محمد نے کہا کہ اگر ضرر نہوتا ہو تو نہ منع کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت ہر مسلمان عاقل بالغ آزاد اور ذمی ہے اسواسطے کہ شارع عام میں اونکو چلنے کا اور اپنے جانوروں کے چلانے کا اختیار ہے تو خصومت نقض کا بہی اختیار ہوگا برخلاف غلامون اور اطفال کے کہ وہ اہل خصومت کے نہیں کذا فی الطحطاوی هٰذَا كُلُّهُ اِذَا بَنٰى لِنَفْسِهِ بِغَيْرِ اِذْنِ الْاِمَامِ یہہ تمام مذکور اوسوقت ہے جبکہ شارع عام میں اپنی ذات کیواسطے بنایا ہو بدون حکم سلطان کے ہم سو اگر حکم سلطانی ہوگیا ہو تو اب کسیکو منازعت کرنا جائز نہیں لیکن سلطان کو مناسب نہیں حکم دینا اگر لوگوں کو ضرر ہوتا ہو تنگی راہ سے اور اگر باوجود اسکے سلطان کو مصلحت معلوم ہوا اور حکم دے تو جائز ہے چنانچہ حموی میں ہے مسکین و قہستانی میں یون ہے کہ بصورت ضرر کے احداث جائز نہیں بلاخلاف خواہ سلطان حکم کرے یا نکرے کذا فی الطحطاوی زَادَ الصَّفَّارُ وَلَمْ يَكُنْ لِلطَّالِبِ مِثْلُهُ صفار نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ مطالبہ کرنیوالیکا ویسا مکان نہو تب خصومت درست ہے ہم یہہ وہی قول ضعیف ہے جو مذکور ہوچکا تو اعادہ کی کچہہ حاجت نہ تہی کذا فی الطحطاوی وَاِنْ بَنٰى لِلْمُسْلِمِينَ كَمَسْجِدٍ وَنَحْوِهِ اَوْ بَنٰى بِاِذْنِ الْاِمَامِ لَا يُنْقَضُ اور جبکہ شارع عام میں نفع مسلمین کیواسطے مکان بنایا گیا چنانچہ مسجد اور مانند اوسکی یا بحکم امام بنایا گیا تو وہ توڑا نجائیگا ہم فقہا کے کلام سے صریحًا معلوم

ہوتا ہی کہ مسجد کا بنانا راہ مین درصورت عدم ضرر خلق اللہ کے جائز ہے اور عدم نقض کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر ہوتا ہو تو منع اور رفع اوسپر بھی وارد
ہو گا کما لا یخفی اور اسپر دلیل اگلا قول ہے کہ جو کسیکو ضرر کرے اوسکا احداث جائز نہین اور جو جائز نہین وہ قائم نرکہا جاویگا اگرچہ امام کے اذن سے ہو یا نفع مسلمین
کیواسطے بنا ہو کذا فی الطحطاوی وان کان یضر بالعامۃ لا یجوز احداثہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام اور
اگر اکثر خلق کو ضرر کرتا ہو تو اوسکا احداث اور اوسکا بنانا جائز نہین بدلیل حدیث نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام یعنی ضرر پونہچانا اور ضرر کا بدلا
دینا اسلام کا طریقہ نہین ہے ھ یہہ حدیث جابر سے طبرانی مین اور عبادہ بن صامت سے ابن ماجہ مین اور ابن عباس سے ابن ماجہ مین اور ابو سعید خدری سے مستدرک
حاکم مین اور ابو ہریرہ سے دارقطنی مین اور عائشہ صدیقہ سے دارقطنی مین مروی ہی باختلاف بعض الفاظ ابن اثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہ ہے
کہ آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پونہچائے یعنی اوسکی حق تلفی نکرے اور نہ ضرر کی جزا دے اوسکو ضرر پونہچاکر اور بعضون نے کہا کہ ضرر وہ ہے کہ دوسرے کو ضرر ہو اور تجکو اوسمین
نفع ہو اور ضرار وہ ہی کہ دوسرے کو تو مضرت پونہچاوے اور تجکو اوسمین کچہہ نفع نہین اور بعضون نے کہا کہ ضرر ایکطرف سے ہوتا اور ضرار دونون طرف سے ہے اور بعضون نے کہا ضرر
اور ضرار متحد المعنی ہین غرض تکرار سے تاکید ہی کذا فی العینی شرح الہدایہ عنایہ مین اکمل نے کہا ضرر ابتداء اور ولا ضرار جزاء یعنی بدلا لینے مین اپنے مقدار حق سے تعدی کرنا
چاہیئے اسواسطے کہ ضرار بمعنی مضارہ ہی یعنی تو اوسکو ضرر پونہچاوے جسنے تجکو ضرر پونہچایا واللہ اعلم والقعود فی الطریق لبیع وشراء یجوز ان لم یضر باحد
والا لا علی ھذا التفصیل السابق اور راہ مین بیٹھنا بیچنے اور خرید کرنے کیواسطے جائز ہی اگر کسیکو ضرر نہوتا ہو اور نہین تو جائز نہین بموجب اسی تفصیل
سابق کے ھ قہستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ مین درخت لگانیکا وھذا فی النافذ وفی غیر النافذ لا یجوز ان یتصرف باحداث مطلقا
اضر بھم او لا الا باذنھم لانہ کالملک الخاص بھم اور یہہ حکم مذکور اوس شارع عام نافذ کا تہا جو دوسری طرف سے بند نہین ہی اور کوچہ غیر نافذہ مین تو
کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقا جائز نہین خواہ اہل محلہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نکرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اسواسطے کہ کوچہ غیر نافذہ
اونکی ملک خاص کی مانند ہی ھ شارح اس تعبیر مین صاحب درر کا تابع ہو گیا اور ہدایہ مین مصرح ہی کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہی ثم الاصل فیما جھل حالہ
ان یجعل حدیثا لو فی طریق العامۃ وقدیما لو فی طریق الخاصۃ برجندی پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ قاعدہ کلیہ اوس احداث مین جسکا قدیم اور
جدید ہونا معلوم نہین یہہ ہی کہ اگر شارع عام مین ہے تو جدید ہوا اور اگر محلہ کی خاص راہ مین ہے تو قدیم ہے کذا فی البرجندی ھ تو اگر احداث جدید ہو تو امام
کو اوسکا توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسیکو توڑنا درست نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی فان مات احد من الناس بسقوطھا علیہ
فدیتہ علی عاقلتہ ای عاقلۃ المخرج لتسببہ پہر اگر کوئی آدمی اشیاء مذکورہ کے اوسپر ساقط ہونے سے مرگیا تو اوسکا خونبہا مکان نکالنیوالے کے
عاقلہ پر واجب ہی بسبب اوسکی سببیت کے یعنی سبب ہلاکت بانی مکان ہی لہذا اوسکے مددگارونپر دیت لازم ہوئی کما تدی العاقلۃ لو حفر بئرا فی طریق
او وضع حجرا او ترابا او طینا ملتقی فتلف بہ انسان لانہ مسبب جیسے عاقلہ پر دیت دینا لازم ہوتا ہی اگر کنوان کہودا راہ مین یا پتہر رکہا یا
خاک یا مٹی راہ مین ڈالدی کذا فی الملتقی سو اوسکی سببیت سے کوئی آدمی مرگیا اسواسطے کہ حافر اور واضع سبب ہے ہلاکت کا فان تلف بہ ای بواحد من
المذکورات بھیمۃ ضمن فی مالہ ان لم یاذن الامام پہر اگر ایک کسی چیز سے اشیاء مذکورہ مین سے یعنی بیت الخلا یا میزاب یا برج وغیرہ یا دکان یا راہ کے
کنوئین یا پتہر سے کوئی جانور تلف ہو گیا تو محدث کے مال مین اوسکا تاوان لازم ہوگا اگر امام نے اوسکا اذن نہ دیا ہو ھ وجہ تاوان تعدی ہی محدث کی اور عاقلہ
پر اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ عاقلہ پر نفس کا تاوان لازم ہوتا ہی نہ مال کا اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہوگا عدم
تعدی کے سبب سے اسواسطے کہ سلطان کا اختیار کامل ہے راہ مین کیونکہ وہ نائب ہی خلق اللہ کا تو اوسکا فعل ایسا ہی جیسے مالک کا فعل اپنے ملک مین چنانچہ قہستانی
مین ہی اور اذن سلطان کی مانند ارباب محلہ کا اذن ہی غیر نافذہ کوچہ مین تو عدم اذن امام راجع ہی اول کلام تک یعنی فان مات احد تک کذا فی الطحطاوی
فان اذن الامام فی ذلک او مات واقع فی بئر طریق جوعا او عطشا او غما لا ضمان بہ یعنی مطلقا کما مر پہر اگر سلطان نے
اوسمین یعنی کنیف وغیرہ کے احداث مین اذن دیا اور کوئی شخص مرگیا یا راہ کے کنوئین کا گرنے والا بہوک یا پیاس یا غم سے مرگیا تو تاوان نہین

اسی قول پر فتوی ہے بخلاف محمد کے کہ اونکے نزدیک سب صورتوں میں ضمان ہے ھ غم سے یہاں مراد وہ امر کہ گمان ہو کنوئیں کی ہوا سے آن اشیا میں ضمان اسواسطے نہوا کہ کنوئیں کا گڑھا سوا جوع یا عطش یا غم سے مرگیا نہ وقوع سے اور ضمان اوسوقت واجب ہوتا ہے جبکہ وقوع کے سبب سے مرجاے کذا فی الزیلعی —

ولو سقط المیزاب فاصاب ما کان فی الداخل رجلا فقتلہ فلا ضمان اصلا لکونہ فی ملکہ فلم یکن متعدیا ۔ اگر پرنالہ ساقط ہوا اسو پرنالہ کا وہ سرا جو دیوار میں داخل تھا کسی مرد کے لگا سو اوسکو قتل کیا تو اصلا ضمان نہیں اسواسطے کہ پرنالہ کیطرف داخلی تو صاحب خانہ کی ملک میں ہے تو مالک خانہ کی تعدی نہوئی جو اوسپر تاوان آتا وان اصابہ الخارج او وسطہ بزازیۃ فالضمان علی واضعہ لتعدیہ اور اگر پرنالہ کا باہر کا سرا یا اوسکا درمیان کسیکے لگا کذا فی البزازیۃ تو پرنالہ لگانے والے پر ضمان واجب ہے اوسکی تعدی کے سبب سے ھ تعدی یہ ہے کہ راہ کی ہوا میں اوسنے پرنالہ نصب کیا کذا منہ الزیلعی اور لمبا پرنالہ لگانے میں ضرورت بھی نہیں اسواسطے کہ دیوار میں حصی پرنالہ ہوسکتا ہے کذا فی الہدایہ طحطاوی نے کہا کہ ضمان اوسیصورت میں ہے جبکہ سلطان یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانیکا اذن نہ دیا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور تعدی کی تعلیل بھی اسپر دلالت کرتی ہے اور ضمان واجب ہے واضع کی عاقلہ پر اور اسیطرح مسائل آیندہ میں انتہے ولو مستاجرا او مستعیرا او غاصبا ضمان واضع پر ہے اگرچہ واضع مستاجر یا مستعیر یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع لبقاء فعلہ وھو الموجب للضمان بخلاف الحائط المائل کما بسطہ الزیلعی اور ضمان باطل نہیں ہو جاتا اوس مکان کی بیع سے بسبب باقی رہنے واضع کے فعل کے اور وہ یعنی فعل واضع ضمان کا موجب ہے برخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زیلعی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ھ خلاصہ زیلعی یہ ہے کہ بائع پر ضمان اسواسطے ہے کہ فعل اوسکا منسوخ نہیں ہو گیا اوسکی ملک زائل ہونیسے برخلاف دیوار مائل جبکہ اوسکو بیچا اشہاد کے بعد پھر ملک مشتری میں دیوار گر پڑی اور کوئی مرگیا تو نہ بائع پر ضمان ہے نہ مشتری پر اسلیے کہ مشتری پر اشہاد نہیں ہوا حالانکہ وہ شرط ہے اور بائع کے حق میں اشہاد اول باطل ہو گیا عدم ملک سے کذا فی الطحطاوی

ولو اصابہ الطرفان من المیزاب وعلم ذلک وجب علی واضعہ النصف وھدر النصف ولو لم یعلم ای طرف منہما اصابہ ضمن النصف استحسانا زیلعی اور اگر کسی مرد کو پرنالہ کی دونو طرفیں داخلی اور خارجی پڑیں اور وہ ہلاک ہو گیا اور یہ بات یعنی دونو طرفونکا اوسپر پڑنا معلوم ہوا تو پرنالہ لگانے والے پر نصف دیت واجب ہے اور نصف دیت باطل اور رائگان ہے اور اگر معلوم نہیں کہ دونو طرفوں سے کون طرف اوسپر گری تو واضع پر نصف دیت کا ضمان بدلیل استحسان کے واجب ہے کذا فی الزیلعی ھ قیاس یہ تھا کہ درصورت عدم علم کچھ واجب نہوتا کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان ہے اور اگر داخلی سے ہے تو ضمان نہیں شک سے وجہ استحسان یہ ہے کہ ایک حال میں پورا ضمان ہوسکتا ہے اور دوسرے حال میں کچھ بھی نہیں ہوتا تو نصف ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی و من نحی حجرا وضعہ آخر فعطب بہ رجل ضمن لان فعل الاول انتسخ بفعل الثانی اور جسنے کنارے پر کر دیا اوس پتھر کو جو دوسرے شخص نے راہ میں رکھا تھا پھر اوس پتھر سے کوئی مرد ٹھوکر کھا کے مرگیا تو کنارے پر کرنیوالا ضمان دیگا اسواسطے کہ اول شخص کا فعل یعنی راہ میں رکھنے والیکا منسوخ ہو گیا دوسرے شخص کے فعل سے یعنی تو سبب ہلاک شخص ثانی ٹھہرا نہ اول کمن حمل علی راسہ او ظہرہ شیئا فی الطریق فسقط منہ علی آخر او حمل بحصیرا او قندیلا او حصاۃ فی مسجد غیرہ ای جعل فیہ حصا او بواری ابن کمال او جلس فیہ لا للصلوۃ ولو لقراءۃ او تعلیم فعطب بہ احد کان عنہ ضمن خلافا لہما اوس شخص کی مانند جسنے اپنے سر یا پیٹھ پر کوئی چیز لادی راہ میں سو اوسمیں سے کچھ دوسرے شخص پر گر پڑا یا چٹائی یا قندیل یا پتھری غیر کی مسجد میں لیگیا یعنی مسجد میں پتھریوں یا چٹائیوں کا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا سوا ہی نماز اور فعل کیواسطے مسجد میں بیٹھا اگرچہ پڑھنے قرآن یا تعلیم کیواسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اوسکی سبب سے تلف ہو گیا جیسے اندھا چٹائی میں اولجھکر یا پتھریوں میں ٹھوکر کھا کر مرگیا تو حامل یا مذکورین یا جالس پر ضمان لازم ہوگا برخلاف صاحبین کے لا یضمن من سقط منہ رداء لبسہ علیہ ضمان لازم نہوگا اوس شخص پر جسپر سے وہ چادر گر پڑی جسکو وہ اوڑھے تھا اور اوسکی سبب سے کوئی تلف ہو گیا ھ حامل اور لابس میں فرق یہ ہے کہ حامل شی اوسکی محافظت کا قصد رکھتا ہے تو تقیید بالسلامۃ میں اوسپر کچھ حرج نہیں اور لابس ملبوس کی محافظت کا قصد نہیں رکھتا تو تقیید بالسلامۃ میں اوسپر حرج ہے کذا فی الطحطاوی و ادخل ہذہ الاشیاء المذکورات فی مسجد حیہ ای محلتہ لان تدبیر المسجد لاہلہ دون غیرہم ففعل الغیر مباح فتقید بالسلامۃ یا اشیاء مذکورہ

یعنے چٹائی یا قندیل یا تہپریان اپنے محلہ کی مسجد مین لیگیا اور کوئی شخص اوسکے سبب سے ہلاک ہوگیا تو اوسپر ضمان نہین اسواسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے نہ اونکے سوا اور لوگونپر تو غیر شخص کا فعل مباح ہے تو مقید بسلامت ہوگا ھ ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد واجب ہو حالانکہ ایسا نہین ہے بلکہ اہل محلہ اور غیر اہل دونونکا فعل مباح ہے لیکن اہل محلہ کا فعل مباح مطلق ہے بلا قید سلامت اور غیر کا فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحطاوی او جلس فیہ للصلوٰۃ الحاصل ان الجالس للصلوٰۃ فی مسجد حیہ او غیرہ لا یضمن ولغیر الصلوٰۃ یضمن مطلقا خلافا لہما واستظہر فی الشرنبلالیۃ معزیا للزیلعی وغیرہ قولہما وقد حققتہ فی شرح الملتقی یا بیٹھا مسجد مین نماز کے انتظار کیواسطے اور کوئی شخص اوسپر گرکے تلف ہوگیا تو جالس پر ضمان نہین خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کیواسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد مین بیٹھا تو اوسپر ضمان نہین اور نماز کے سوا اور فعل کیواسطے بیٹھا تو اوسپر ضمان ہے مطلقا خواہ اپنی مسجد مین ہو یا غیر محلہ کی مسجد مین برخلاف صاحبین کے یعنی اونکے نزدیک جالس مسجد پر ضمان نہین خواہ نماز کیواسطے جلوس ہو یا نہو اور شرنبلالیہ مین صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کیطرف نسبت کرکے اور ہمنے اسکو محقق بیان کیا ہے شرح ملتقی مین ھ زیلعی مین حلوانی سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اوسی قول پر فتوی ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول اظہر ہے اسلیے کہ جلوس نماز کی ضروریات سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی مین ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وفیہ و لو استأجرہ لیبنی او لیحفر لہ فی فناء حانوتہ او دارہ فتلف بہ شیٔ ان قبل فراغہ فعلی الاجیر وان بعدہ فعلی الآمر کما لو کان فی غیر فنائہ ولم یعلم بہ الاجیر فان علم فعلیہ کما لو امرہ بالبناء فی وسط الطریق لفساد الامر ا ھ ملتقی مین ہے کہ اگر مزدور لگایا تاکہ عمارت بناوے یا اوسکے واسطے کنوان کہودے اوسکی مکان یا گہر کے پیش دروازے مین سو اوسکے سبب سے کوئی چیز تلف ہوگئی اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اوسکا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی تو امر کرنیوالے پر جیسے اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش در ہوا اور مزدور اوسکو نجانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہے پہر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے جیسے اگر اوسنے تعمیر کیواسطے امر کیا درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنی راہ ملک مستاجر کی نہتی تو اوسکا امر کرنا باطل تہا پہر جب باوجود اسکے مزدور نے تعمیر پر جراءت کی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر و لو قال الآمر ھو فنائی ولیس لی حق الحفر فعلی الاجیر قیاسا لعلمہ بفساد الامر فما غرہ وعلی المستأجر استحسانا انتہی قلت وقد قدم ھو وغیرہ القیاس ھنا وظاہرہ ترجیحہ سیما علی دأب صاحب الملتقی من تقدیمہ الاقوی فتأمل اور اگر مستاجر نے کہا کہ یہ میرا پیش دروازہ ہے اور مجھکو کنوان کہودنے کا حق نہین ہے یعنی پہر باوجود اسکے مزدور نے وہان کہودا اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان مزدور پر ہے قیاس کی راہ سے یعنی اسواسطے کہ مزدور کو امر مستاجر کا فساد معلوم ہوگیا تو مستاجر نے اوسکو فریب نہین دیا اپنی حقیقت ظاہر کرکے اور مستاجر پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے انتہی کلام الملتقی مین کہتا ہون اور البتہ صاحب ملتقی وغیرہ نے یہان قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور ظاہر تقدیم اوسکی ترجیح پر دلالت کرتی ہے خصوصا صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قوی تر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سو اسکو تامل کر ھ وجہ استحسان یہ ہے کہ مستاجر نے کہودنیکا امر ظاہرا اپنی ملک مین کیا اسواسطے کہ پیش در مین آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیان رکہنا اور کہوٹا باندہنا وغیر ذلک من التصرفات درست ہین تو امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان مستاجر پر ہوگا نہ مزدور پر ومن حفر بالوعۃ فی طریق بامر السلطان او فی ملکہ او وضع خشبۃ فیہا ای الطریق او قنطرۃ بلا اذن الامام وکذا کل ما فعل فی طریق العامۃ فتعمد رجل المرور علیہا لم یضمن لان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب اور جسنے چاہ آب ریز کہودا راہ مین سلطان کے حکم سے یا اپنی ملک مین کہودا یا لکڑی رکہی راہ مین یا پل بنایا بدون اذن سلطان کے اور اسیطرحکا حکم ہے ہر ایک اس چیز مین جو شارع عام مین بنائی گئی پہر کسی مرد نے اوسپر عمدا گذر کیا اور وہ تلف ہوگیا تو حافر اور واضع اور بانی پر ضمان نہین اسواسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشر کیطرف اولی ہے متسبب کیطرف نسبت سے ھ یہ تعلیل سے پہلے دو مسئلونکی زیلعی نے کہا کہ چاہ آبریز باذن امام کہودنا یا اپنی ملک مین کہودنا تعدی نہین ہے اور وضع خشبہ اور قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اوسپر عمدا چلنا نسبت الی الواضع کا قاطع ہے اسواسطے کہ واضع متسبب ہے اور چلنیوالا مباشر ہے کذا فی الطحطاوی و بھذا تبین ان المتسبب انما یضمن فی حفر البئر ووضع الحجر اذا لم یتعمد الواقع المرور

کذا فی المجتبیٰ اور یہان کلام یعنی عدم ضمان تعدی سے ظاہر یہہ ہوگیا کہ متسبب پر اوسیصورت مین ضمان لازم ہوتا ہے کنوان کھودنے اور پتھر راہ مین رکھنے مین جبکہ اوسکا گرنا بالقصد اوسپر مرور نکرے کذا فی المجتبیٰ وفیہ حفر فی طریق مکۃ او غیرہا من الفیافی لم یضمن بخلاف الامصار قلت وبہذا عرف ان المراد بالطریق فی الکتب الطریق فی الامصار دون الفیافی والصحاری لانہ لا یمکن العدول عنہ فی الامصار غالبا دون الصحاری اور مجتبیٰ مین ہے کہ مکہ معظمہ یا اوسکے سوا میدانونکی راہ مین کنوان کھودا اور اوسمین گرکے کوئی تلف ہوگیا تو کھودنیوالے پر ضمان نہین بر خلاف شہرون کے مین کہتا ہون اور اس مسئلہ سے معلوم ہوگیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ مین شہر ونکی راہین ہین نہ بیابان اور جنگلونکی اسواسطے کہ شہرونمین راہ مین سے ہٹکر چلنا اکثر ممکن نہین ہوتا نہ میدانونکی راہ مین

ولو استأجر رجل اربعۃ لحفر بئر لہ فوقعت البئر علیہم جمیعا من حفرہم فمات احدہم فعلی کل واحد من الثلثۃ الباقیۃ ربع الدیۃ ویسقط ربعہا لان البئر وقع علیہم بفعلہم فقد مات من جنایتہ وجنایۃ اصحابہ فیسقط ما قابل فعل جانیۃ وغیرہا زاد فی الجوہرۃ وہذا اذا کانت البئر فی الطریق فلو فی ملک المستأجر فینبغی ان لا یجب شیٔ لان الفعل مباح فما یحدث غیر مضمون انتہی اور اگر کسی نے چار شخصونکو مزدوری پر لگایا اپنا کنوان کھودنے کو سو کنوان ان سب پر پھٹ کر گر پڑا اونکے کھودنیکے سبب سے سو اونمین سے ایک شخص مر گیا تو باقی تین شخصون سے ہر شخص پر چوتھائی دیت واجب ہے اور چوتھائی دیت ساقط ہوگی اسواسطے کہ کنوان اونپر گرا اونکے فعل کے سبب سے تو مرنیوالا مر گیا اپنی جنایت اور اپنے ساتھیونکی جنایت سے تو اوسقدر دیت ساقط ہوگی جو میت کے فعل کے مقابل واقع ہوگی کذا فی الخانیہ وغیرہا جوہرہ مین اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور یہہ حکم اوسی شرط پر ہے جبکہ کنوان راہ مین ہو سو اگر مستاجر کی ملک مین ہوگا تو لائق یون ہے کہ کچھ دیت واجب نہو اسواسطے کہ وہ فعل مباح ہے سو جو حادث ہوگا اوسکا ضمان نہین انتہی ما فی الجوہرہ قلت ویتخرج منہ جواب حادثۃ ہی ان رجلا لہ کرم وارض تارۃ تکون مملوکۃ وعلیہا الخراج کاراضی بیت المال وتارۃ تکون للوقف وتارۃ فی یدہ مدۃ طویلۃ یؤدی خراجہا ویملک الانتفاع بہا بغرس وغیرہ فیستأجر ہذا الرجل جماعۃ یحفرون لہ بئرا لغرس فیہا اشجار العنب وغیرہ فتسقط علی احدہم ہل لورثتہ مطالبتہ بدیتہ قال المصنف والحکم فیہا وشبہہا عدم وجوب شیٔ علی المستأجر وکذا علی الاجراء کما یفیدہ کلام الجوہرۃ ویحمل اطلاق الفتاوی علیہا وہو مقید لاتحاد الحکم والحادثۃ واللہ اعلم مین کہتا ہون اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استفتا کا معلوم ہوتا ہے وہ حادثہ یہہ ہے کہ ایک مرد کے درخت انگور ہین اور انگور کی زمین گاہے مملوک ہوتی ہے اور اوسپر خراج ہے جیسے بیت المال کی اراضی اور کبھی زمین وقف کی ہوتی ہے اور گاہے صاحب انگور کے قبضے مین مدت دراز رہتی ہے کہ وہ اوسکا خراج دیا کرتا ہے اور اوس زمین سے نفع لینے کا مالک ہوتا ہے درخت وغیرہ لگا کر سو اس مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنوان کھودنے کیواسطے تاکہ اوس مین انگور وغیرہ کے درخت جماوے سو کنوان پھٹ پڑا ایک مزدور پر تو اوسکے وارثون کو مستاجر سے دیت کا مطالبہ جائز ہے یا نہین مصنف نے شرح مین کہا اس حادثہ اور اسکی مانند مین عدم وجوب ضمان کا حکم ہے مستاجر پر اور اسیطرح اور مزدور پر کچھ واجب نہین چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے اور فتاوی کا اطلاق مقید پر محمول ہے یعنی جو کتب فتاوی مین مذکور ہے بلا قید کہ جو کہودنے مین تلف ہوا اوسکا ضمان ہے سو مراد حفر فی الطریق ہے نہ حفر فی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم ھ یہہ جو کہا کہ زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور گاہے تصرف مستاجر مین مدت طویل سو مراد اوس سے یہہ ہے کہ وہ زمین خالی نہین اشیاء مذکورہ سے اور یہہ مراد نہین کہ ایک زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور جواب استفتا مین یہہ خلل ہے کہ حادثہ انگور متفرع ہے صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز پر اور فقہا کی روایت سے منصوص نہین تو حکم متعدد نہین ہو سکتا اور حادثہ بھی مختلف ہے کیونکہ حفر فی الملک حفر فی الطریق کی مغایر ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **قو** مسائل متفرقہ شارح

کے لو استأجر رب الدار الفعلۃ لاخراج جناح او ظلۃ فوقع فقتل انسانا قبل فراغہم من عملہ فالضمان علیہم لانہ حینئذ لم یکن مسلما لرب الدار اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چھجا یا چھتا نکالنے کیواسطے سو چھجا یا چھتا گر پڑا اسواسطے کسی آدمی کو قتل کیا اونکو فراغت عمل سے پہلے تو ضمان کاریگرون پر ہے نہ صاحب خانہ پر اسواسطے کہ اسوقت مین یعنی قبل از فراغ صاحب خانہ کیواسطے وہ مسلم نہین ہوا ویضمن من صب الماء بحیث یزلق وہ اصحاب الطریق اور ضمان دیگا اگر پانی کثرت سے چھڑکا اسطرح پر کہ اوس سے آدمی رپٹ جاتا ہے اور چھڑکا وہ تمام راہ مین ہے ھ اور اگر چھڑکاؤ تھوڑا ہو یا

تمام راہ میں چیز کا وضع نہیں ہے تو ضمان نہیں ولو وضع فی فناء حانوت باذن صاحبه فالضمان على الامر استحسانا کذا فی تمامه فی الملتقی اور اگر
اپنی چیز اوس دکان کے سامنے بغیر اجازت دکاندار کے رکھی تو اوسی پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے والله اعلم اسکا بیان ملتقی میں ہے

فصل

فی الحائط المائل یہ فصل ہے دیوار مائل یعنی جھکی دیوار کے مسائل میں مال حائط الی طریق العامة فضمن ربه ای صاحبه ما تلف به
من نفس انسان او حیوان او مال جھک گئی دیوار شارع عام کیطرف تو دیوار کا مالک یعنی اوسکا صاحب ضمان دیگا اوس چیز کا جو تلف
ہو گئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ چیز مالک جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو ھ شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کر کے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک
مراد نہیں بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جسکو تصرف اور تفریغ کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اوسکا دادا یا راہن یا مکاتب چنانچہ شارح
بیان کریگا ان طالب ربه حقیقة او حکما کالواقف والقیم ولو حائط المسجد فضمن عاقلة الواقف ضمان تلف لازم ہوگا بشرطیکہ
دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃ مالک ہو یا حکما مالک ہو چنانچہ وقف کرنیوالا اور ناظر واقف کا اگرچہ دیوار مائل مسجد کی ہو تو عاقلہ واقف پر
ضمان لازم آویگا وکالقیم الولی والراهن والمکاتب والعبد التاجر اور ناظر وقف کی مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور سوداگر غلام ہے
ھ ولی سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسا اوسکا باپ اور دادا راہن کا ذکر اسواسطے کیا کہ مرتہن مالک مرہون کا نہیں کہ اوس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک راہن ہے
اور وہ قادر ہے ہدم دیوار پر بفک رہن کے بعد پھر دیوار بناکر مرتہن کے قبضہ میں کردے اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہوگی حال کتابت میں
تو اگر وہ چیز انسان ہے تو جو اوسکی قیمت اور دیت مقتول میں اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اوسکی ادائی قیمت میں سعی مکاتب پر
واجب ہوگی اور اگر عبد تاجر کی دیوار سے مال تلف ہوگا تو اوسکی گردن سے متعلق ہے اور اگر جان ہے تو اوسکے مالک کی عاقلہ پر دیت ہے کذا فی الطحطاوی
وکذا احد الشرکاء وکذا احد الورثة استحسانا اور اسیطرح ناظر وقف کی مانند شریکوں میں سے ایک شریک ہے اگرچہ اشخاص مذکورین نہوں اونکی وارث ہوں
باعتبار استحسان کے ھ وجہ استحسان یہ ہے کہ احد الشرکاء قادر ہے اسپر کہ باقی شریکوں سے مطالبہ کرے تاکہ وہ مجتمع ہو کر دیوار کو ڈھادیں تو ایک شریک
بقدر اپنے حصہ کے ضمان دیگا اور قیاس یہ ہے کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہو کیونکہ وہ ہر دیوار کا مالک نہیں نعم فی الظهیریة لو مات وترك
عن ابن فقط ودین مستغرق فصح الاشهاد علی الابن وان لم یملك الدار بحثه وغیره ہاں ظہیریہ میں ہے کہ اگر دیوار کا مالک مرگیا
فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق متروکہ چھوڑکر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہے اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہیں کذا فی البرجندی وغیرہ ھ تو اگر اشہاد کے بعد انسان تلف ہوگا
تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنح بنقضه مکلف مسلم او ذمی یعنی من اهل الطلب فیشترط فی الصبی والعبد
اذن ولیه ومولاه بالخصومة زیلعی حرا ومکاتبا ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اوسکی توڑنے اور ڈھانے کا مطالبہ کیا ہو مکلف مسلمان
ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح نے کہا مکلف سے مراد اہل سے طلب کا ہے یا نابالغ تو صغیر کی طلب میں اوسکے ولی کا اور غلام کی طلب میں اوسکے مالک کا اذن خصومت
کیواسطے شرط ہے کذا فی الزیلعی وان لم یشهد اذ وجوب ضمان میں طلب نقض شرط ہے اگرچہ اسپر اشہاد واقع نہوا ہو ھ تو وجوب ضمان میں طلب شرط ہے
نہ اشہاد اور یہ اشہاد جو کتب فقہ میں مذکور ہے تو اسواسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اوسکے مددگار طلب ہدم کا انکار کریں تو اوسکی اثبات پر قدرت حاصل
رہے تو اشہاد دیاب احتیاط سے ہے چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہے نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اوس ہر ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طلب نقض مفہوم
ہو چنانچہ یوں کہنا کہ تیری دیوار خطرناک ہے یا مائل ہے سو اوسکو گرادے تا ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف نکرے یا یوں کہے کہ دیوار کو گرادے کہ وہ جھکی ہوئی
ہے اور اشہاد کیصورت یہ ہے کہ طلب مذکور شاہدوں کے سامنے ہو یا یوں کہے کہ اس مرد کو دیوار ڈھانے کو کہہ چکے ہیں اور اگر مالک دیوار سے یوں کہے کہ تجھکو دیوار کا ڈھانا
مناسب ہے تو یہ طلب نہیں ہے اور نہ اشہاد بلکہ یہ مشورہ ہے کذا فی الزیلعی ولا یصح الطلب قبل المیل لعدم التعدی اور طلب نقض صحیح نہیں دیوار کے
جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے والحال انه لو نقضه وهو یملك نقضه فی مدة یقدر علی نقضه فیها صاحب دیوار مائل پر ضمان جب
ہو کہ طلب کے بعد اسقدر مہلت ہو کہ اوسنے دیوار کو نگرایا اور حالانکہ وہ اوسکے گرانے کا مالک ہے اوسقدر مدت میں جسمیں اوسکے ڈھانے پر قادر ہے ھ یعنی طلب کے

سبب نہ ہوا کیونکہ ضمان واجب نہیں ہو اگر طلب پر اشہاد نہوا اور نو آمدہ دیوار گر پڑی مالک نے اوسی درصورت بنائی کہ گرانی پر تھا درست ہوتا تو ضمان تلف اوس پر
لازم ہوتا کیونکہ تلف بعدم قدرت علی النقض لان دفع الضرر العام وجب علی صاحب دیوار پر اسواسطے ضمان تلف لازم ہے کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب
ہے ہم اگر ضمان واجب نہو تو تفریغ ممتنع ہو تو راہ بند ہوجاتی کہ گرنیکے خوف سے تو راہ بند ہو جانے سے خلق اللہ کا ضرر ہے اور ضرر عام کا دفع کرنا واجب
ہے اور یہہ امر اکثر ہے کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کیواسطے واجب ہوتا ہے چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسلمین کو سپر بنایا ہو اور چنانچہ
ہلاک جان سے محفوظ ہو اوس ہاتھ کا کاٹنا جو سڑتا جاتا ہو کذا فی الطحطاوی ثم ما تلف بہ من النفوس فعلی العاقلۃ وما من الاموال فعلیہ
لان العاقلۃ لا تعقل المال یہہ معلوم کرنا چاہیے کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگئی تو اوسکی دیت صاحب دیوار کے مددگاروں پر
ہے اور جو مال تلف ہو تو اوسکا ضمان صاحب دیوار پر ہے اسواسطے کہ مددگار تلف مال کا ضمان نہیں دیتے ولا ضمان الا بالاشہاد علی ثلثۃ
اشیاء علی التقدم الیہ وعلی الهلاک بالسقوط علیہ وعلی کون الجدار ملکا لہ من وقت الاشہاد الی وقت السقوط
ولذا قال اور ضمان نہیں مگر تین چیز پر گواہ لانے سے ایک اسپر کہ صاحب دیوار کیطرف طلب ہدم مقدم ہو چکی ہو دوسرے اسپر کہ ہلاکت ہوئی اوسپر گر پڑنے کے
سبب سے تیسرے اسپر کہ دیوار اوسکی ملک ہو یعنی اشہاد کیوقت سے سقوط کیوقت تک اوسکی ملک میں باقی ہے لہذا مصنف نے قول آیندہ کو ذکر کیا
ولو تقدم الی من لا یملک نقضہ ممن یسکنہا باجارۃ او اعارۃ او الی المرتهن او الی المودع لا یعتبر لعدم قدرتہم علی
التصرف اور اگر طلب ہدم اوس شخص سے متقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہیں اون لوگوں میں سے جو گھر میں رہتا ہو اجارہ یا عاریت کے سبب سے یا مرتہن یا
امانت دار کیطرف طلب ہوئی تو اوس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہیں انکی عدم قدرت کے سبب سے تصرف پر یعنی وہ لوگ ہدم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہیں
وحینئذ فلو سقط بعد التقدم لمن ذکر و اتلف شیئا فلا ضمان اصلا لا علی ساکن ولا علی مالک اور اسصورت میں اگر دیوار ساقط ہوئی
اشخاص مذکورین کی تقدم طلب کے بعد اور دیوار نے ساقط ہو کر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہیں نہ گھر کے رہنے والے پر نہ مالک پر ہم ساکن پر اسواسطے
ضمان نہیں کہ وہ مالک نہیں اور مالک پر اسواسطے نہیں کہ اوسپر اشہاد نہوا نہ طلب کما لو خرج الحائط عن ملکہ ببیع او غیرہ کہبۃ حاوی
القدسی وکذا لو جن مطبقا او ارتد ولحق وحکم بلحاقہ ثم عاد او افاق خانیہ چنانچہ اوسصورت میں ضمان نہیں کہ دیوار خارج ہوگئی
اسکی ملک سے بیع یا غیر بیع کے سبب سے چنانچہ ہبہ کرنیکے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی اور اسیطرح ضمان نہیں اگر مالک دیوار کا مجنون ہوگیا مجنون مطبق
یا مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں جا ملا اور اوسکی لحاق کا حکم ہوگیا پھر وہ دار الاسلام میں آگیا یا مجنون ہوشیار ہوگیا کذا فی الخانیہ ہم ظاہر اسمیں
میں تسلیم ضرور ہے بطلان اشہاد کیواسطے اسواسطے کہ ہبہ کا کچھ حکم نہیں قبل تسلیم کے تو یہہ جو شارح نے اگلے قول میں کہیگا لزوال ولایتہ بالبیع ونحوہ غیر ظاہر
ہے کذا فی الطحطاوی بعد الاشہاد ولو قبل القبض لزوال ولایتہ بالبیع ونحوہ وان عاد ملکہ بعدہ حاوی وخانیہ خروج
ملک بعد الاشہاد سے ضمان لازم نہیں آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہو جانے اوسکی ولایت کے بیع اور اوسکے مانند سے اگرچہ ملک
بائع کی پھر عود کر آئی بعد اوسکی کذا فی الحاوی والخانیہ ہم ضمان واجب ہوتا ہے ترک ہدم سے پھر جب بیع کی تو قادر نہ رہا ہدم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک
ہوگیا تو بھی ضمان لازم نہوگا مگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کے سبب سے بخلاف نحو الجناح لبقاء فعلہ کما مر بخلاف مانند جناح کے بسبب باقی
رہنے فعل اوسکے چنانچہ فصل سابق میں بیان اوسکا ہو چکا ہم اشراع جناح عبارت ہے اخراج جذوع دیوار سے یعنی دیوار سے دھنیاں راہ کیطرف
باہر نکالنا اور اوسپر عمارت بنانا کذا فی صدر الشریعۃ اہل ہند اوسکو چھجا اور برآمدہ کہتے ہیں اور جناح کی مانند کنیف اور میزاب ہے خلاصہ یہہ ہے کہ اگر راہ کیطرف
اخراج جناح کیا یا مانند اوسکی کچھہ بنایا پھر اوسکو بیچا پھر وہ ساقط ہو کر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہے نہ مشتری پر اسواسطے کہ نفس وضع جنایت
ہے تو زوال ملک اوس حال کو نہیں بدلتا اور دیوار بنانا خود جنایت نہیں بلکہ ترک ہدم دیوار مایل جنایت ہے سو بیچنے کے بعد ہدم پر قدرت نہیں وان
مال الی دار انسان من مال المحلۃ سکن باجارۃ او غیرہا فالاضافۃ لادنی ملابسۃ قہستانی فالطلب الیہ لان الحق لہ اور

اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کیطرف خواہ وہ مالک ہو یا بسنے والا ہو کرایہ وغیرہ کے سبب تو اسی آدمی کو طلب ہدم کا اختیار ہے اسواسطے کہ خاص حق اسیکا ہے قہستانی نے کہا وار نعمان کی ضمانت کو تعلق اور ارتباط کیوجہ سے ہے یعنی تو مالک اور کرایہ دار وغیرہ کو بھی مطالبہ جائز کہا صحیح تھہرا **فیصح تاجیلہ وابراؤہ منہا لانہ من الجنایۃ** تو صاحب خانہ کی تاجیل اور جنایت سے ابرا کرنا صحیح ہے یعنی اگر ایک شخص کے گھر کیطرف دیوار مائل ہے اور اوسنے مالک دیوار کو مہلت دی کہ اتنی مدت میں گرا کر بنا لینا یا کہا تجہپر ضمان تلف نہیں تو یہہ جائز ہے پھر اگر جو کچھہ اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم نہوگا کیونکہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی **وان مال الی الطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقض لا یبرأ لانہ حق العامۃ وتصرف القاضی فی حق العامۃ نافذ فیما ینفعہم لا فیما یضرہم ذخیرۃ بخلاف تاجیل من بالدار** اور اگر دیوار مائل ہوگئی راہ کیطرف سو اوسکو قاضی نے مہلت دی مدت معین تک یا اوسنے مہلت دی جسنے ہدم دیوار کی طلب کی تہی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہوگا ضمان تلف سے اسواسطیکہ شارع عام میں سبکا حق ہے اور قاضی کا تصرف حق عام میں نافذ ہے اوسمیں جو انکو نفع کرے نہ اوسمیں جو انکو ضرر کرے کذا فی الذخیرہ برخلاف تاجیل صاحب خانہ کے وہاں سیکا خاص حق ہے **ولو مال بعضہ للطریق وبعضہ للدار فای طلب صح الطلب لانہ اذا صح الاشہاد فی البعض صح فی الکل برجندی** اور اگر بعض دیوار راہ کیطرف مائل ہوئی اور بعض کسیکے گھر کیطرف تو جو شخص طلب ہدم کریگا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اسواسطے کہ جب بعض میں اشہاد صحیح ہوا تو کل میں صحیح ہوگا کذا فی البرجندی ہم چونکہ دیوار واحد ہے تو اہل خانہ کا اشہاد صحیح ہوگا اوسقدر دیوار میں جو اونکی مالک کیطرف مائل ہوا اور اوسقدر میں بھی جو راہ کیطرف مائل ہے اسواسطے کہ اہل خانہ بھی منجملہ عامہ کے ہیں اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ کا غیر ہی تو اوسقدر دیوار میں اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کیطرف مائل ہے اور جب بعض دیوار میں صحیح ہوا تو کل میں بھی صحیح ہوگا کذا فی الخانیۃ طحطاوی نے کہا تو اس سے معلوم ہوگیا جو شارح کے کلام میں ہے یعنی اجمال **مخل فان بنی مائلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی اشراع الجناح وغیرہ کمیزاب لتعدیہ بہ** پھر اگر دیوار مائل بنائی سیدہی نہ تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے میں چنانچہ میزاب میں ضمان لازم ہی بلا طلب بسبب اوسکی تعدی کے اول بنانے سے **حائط بین خمسۃ اشہد علی احدہم فسقط علی رجل ضمن عاقلتہ خمس الدیۃ ای خمس ما تلف بہ من مال او نفس لتمکنہ من اصلاحہ بمرافعتہ للحاکم** ایک دیوار مائل پانچ شریکوں میں مشترک ہی ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پہر وہ دیوار گر پڑی ایکمرد پر تو صاحب دیوار کے مددگار و نصیر پانچواں حصہ دیت کا لازم ہوگا یعنی جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اوسکی پانچویں حصہ کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہی اوسکی حاکم سے نالش کرکے ہم یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہیں تو اوسپر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہہ ہے کہ اگر چہ وہ ہدم پر قادر نہیں لیکن اوسکی اصلاح پر قادر ہے حاکم سے اطلاع کرکے اسواسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہی جس طرح کہ ہو ہدم سے ہو **ومثلہ فی دار بین ثلثۃ حفر احدہم فیہا بئرا او بنی حائطا فعطب بہ رجل ضمن ثلثی الدیۃ لتعدیہ فی الثلثین وقد حصل التلف بعلۃ واحدۃ فیعتبر بالحصۃ** ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہی ایک نے اوسمیں کنواں کہودا یا دیوار بنائی سو اوسکے صدمہ سے ایکمرد مر گیا تو کہا فراو ر باقی دیت کی وہ تہائی دیت کا ضامن ہوگا بسبب اوسکی تعدی کے دو تہائیوں میں یعنی دو شریکوں کے حصوں میں اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا ہم موت کی علت واحد ہے یعنی ثقل مہلک ہے تو اوسکی نسبت ہوگی مالکوں پر بقدر ملک کے کذا فی الہدایۃ وشرحہا للعینی **وقالا انصافا لان التلف قسمان معتبر وہدر** صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکوں اور تین شریکوں کی مسئلہ میں دیت نصفا نصف ہے اسلیے کہ تلف دو قسم ہی ایک قسم معتبر ہے اور دوسری رائگان ہم جس شریک پر اشہاد ہوا تو اوسکی حصہ میں تلف معتبر ہے اور جس شریک پر اشہاد نہیں ہوا تو اوسکی نصیب میں تلف باطل اور رائگان ہے اور کنواں کہودنے میں باعتبار اپنی ملک کے حافر متعدی نہیں ہے اور باعتبار ملک شریکین کے متعدی ہے تو دو قسمیں ہوگئیں تو انہما نصفا نصف انقسام ہوگیا کذا فی الزیلعی یعنی عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگان **لا اشہاد علی الحائط اشہاد علی النقض بالکسر ای ما ینقض من الجدار** دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار افتادہ منقوض پر اشہاد ہے یعنی ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہے دونوں کے ضمان تلف میں شارح نے کہا کہ

ٹھوکر کھا کر گرے یعنی گوبھا ہے اوس اینٹ اور مٹی سے جو دیوار سے ساقط ہو وحینئذ فلو وقع الحائط علی الطریق بعد الاشهاد فعثر
انسان بنقضه فمات ضمن لان النقض ملكه فتفریغه علیه اور اسوقت مین اگر دیوار گر پڑی راہ پر شہادت کے بعد سو کوئی آدمی اوسکی
ٹھوکر کھا کے گرا سو مر گیا تو مالک دیوار پر ضمان دیت لازم ہوگا اسواسطے کہ اینٹ اور مٹی منقوض مالک دیوار کی ملک ہے تو راہ کو اوس سے فارغ کرنا اور صاف
کرنا اوسی پر واجب ہے وان عثر رجل بقتیل مات بسقوطها ای الحائط لا یضمنه لان تفریغه للاولیاء لا الیه اور اگر ایک مرد نے
ٹھوکر کھائی اوس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مر گیا تھا تو مالک دیوار پر ٹھوکر کھانے والیکا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ راہ فارغ کرنا مقتول کی لاش
سے مقتول کے وارثون پر ہے نہ صاحب دیوار پر بخلاف الجناح حیث یضمن به القتیل الثانی ایضا لبقاء جنایته فیلزمه
تفریغ الطریق عن القتیل ایضا یؤیده انه لو باع الحائط او النقض بری ولو باع الجناح لا یبرا برخلاف برآمدہ گرنیکے
کہ وہان مالک اوسکا قتیل ثانی کا بھی ضمان دیگا بسبب باقی ہونے اوسکی جنایت اور تعدی کے تو اوسپر راہ کا فارغ کرنا مقتول سے بھی لازم ہوگا مؤید اسکا یہ مسئلہ
ہے کہ اگر دیوار یا منقوض کو مالک نے بیع کر ڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہوگیا اور اگر برآمدہ بیچا تو ضمان تلف سے بری الذمہ نہوگا کذا فی الزیلعی ولا یصح الاشهاد
قبل ان یهی الحائط لانعدام التعدی ابتداء وانتهاء اور صحیح نہین گواہ کرنا دیوار کے جھکنے اور پھٹنے سے پہلے بسبب نہونے تعدی کے باعتبار
ابتدا اور انتہا کے وتقبل فیه شهادة رجل وامرأتین لانه شهادة علی التقدم لا علی القتل اور اشہاد مین ایک مرد اور دو عورتونکی
گواہی مقبول ہے کیونکہ یہہ تقدم پر گواہی ہے نہ قتل پر **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے حائط بعضه صحیح وبعضه واه فاشهد علیه فسقط کله
وقتل انسانا ضمنه الا ان یکون الحائط طویلا فیضمن ما اصاب الواهی فقط لانه حینئذ کحائطین فالاشهاد یصح فی الواهی
لا فی الصحیح ایک دیوار ہے کہ کچھہ درست ہے اور کچھہ مائل ہے اور سست سو اوسپر اشہاد واقع ہوا مائل پر سو کل دیوار گر پڑی اور آدمی کو اوسنے تلف کیا تو مالک دیوار کا
ضمان اوسکا دیگا مگر یہہ کہ دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اصابت دیوار ضعیف کی ضمان دیگا اسواسطے کہ اسوقت مین طول کے سبب سے ایک دیوار بمنزلہ دو دیوار کے
ہے تو اشہاد ضعیف دیوار مین صحیح ہوگا نہ درست دیوار مین حائطان احدهما مائل والآخر صحیح فاشهد علی المائل فسقط الصحیح فاتلف شیئا کان
هدرا خانیه دو دیوارین ہین ایک مائل ہے اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اوسنے کچھہ تلف کر دیا تو وہ باطل اور رائیگان ہے
کچھہ اوسکا ضمان نہین کذا فی الخانیه مسجد مال حائطه فالاشهاد علی من بناه والدیة علی عاقلة من بناه ایک مسجد ہے جسکی دیوار مائل ہے تو گواہ
کرنا اوسکو بنانیوالے پر چاہیے اور اوسکی سقوط کا خونبہا اوسکی بنانیوالیکے مددگارون پر ہے وحائط الوقف علی المساکین علی عاقلة الواقف اور جو دیوار
کہ مساکین پر وقف ہو تو اوسکی سقوط کی دیت واقف کے مددگارون پر ہے یہہ اسوقت ہے جبکہ اشہاد متولی وقف پر ہوا ہو اور اگر مساکین پر اشہاد ہوگا تو ضمان نہین کذا فی
العالمگیریه وحائط العبد التاجر علی عاقلة مولاه ولو مستغرقا استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اوسکے مالک کے مددگارون پر ہے اگرچہ
مدیون غلام مستغرق ہو یہہ استحسان کی دلیل ہے قال ولی القتیل اذا جاء غد فقد عفوت عن القصاص لا یصح لانه تملیك دل علیه مسئلة الاصل جاریة
قتلت رجلا عمدا فزنی بها ولی القتیل قبل ان یقتص لا یحد لانها صارت مملوكة ولوالجیه مقتول کے وارث نے کہا کہ جب کل آویگی تو مین قصاص کو معاف
کر دونگا تو یہہ عفو صحیح نہین اسواسطے کہ یہہ تملیک ہے یعنی گویا اوسنے یون کہا کہ جب کل آویگی تو مین اوس خون کو جسکے بہانیکا شارع نے مجکو اختیار دیا تیری ملک
مین کر دونگا اور حالانکہ تملیک کی تعلیق صحیح نہین تملیک قصاص پر مسئلہ اصل کا یعنی مبسوط کا دلالت کرتا ہے اور وہ یہہ ہے کہ ایک لونڈی نے ایک مرد کو عمدا قتل
کیا سو مقتول کے وارث نے اوس سے زنا کیا قصاص لینے سے پہلے تو زانی پر حد زنا واقع نہوگی اسواسطے کہ وہ لونڈی زانی کی مملوکہ ہوگئی کذا فی ولوالجیه
یہہ قتل کا موجب جب قصاص ہے تو وارث مقتول کا جانی کے خون کا مالک ہوگیا قصاص کی راہ سے اور جو اپنی مملوکہ سے وطی کرے اوسپر حد نہین

باب جنایة البهیمة والجنایة علیها یہہ باب ہے جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنیکے بیان مین الاصل ان المرور فی طریق
المسلمین مباح بشرط السلامة فیما یمکن الاحتراز عنه قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ مسلمانون کی راہ مین چلنا مباح ہے بشرط سلامت رہنے کے

اوس ارزمین جس سے بچنا اور باز رہنا ممکن ہے ھ اور ممکن الاحتراز کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مسئلہ علی الاطلاق ذکر ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جاوے اور احتراز جانور کے
روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ وہ چلنے کی ضروریات سے نہیں ہے لہذا اوس مسئلہ مقید ہوا برخلاف دم ہلانے اور اوسکے کچھ ایسے کے کہ اوس سے احتراز ممکن
نہین جانور کے سوار کو تو وہ مستثنیٰ بھی نہین ضَمِنَ الرَّاكِبُ فِي طَرِيقِ الْعَامَّةِ مَا وَطِئَتْ دَابَّتُهُ وَمَا أَصَابَتْ بِيَدِهَا أَوْ رِجْلِهَا أَوْ رَأْسِهَا أَوْ
كَدَمَتْ بِفَمِهَا أَوْ خَبَطَتْ بِيَدِهَا أَوْ صَدَمَتْ ضامن ہے شارع عام مین سوار اوس چیز کا جسکو اوسکے جانور نے روندا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور
نے اپنے ہاتھ یا پانون یا سر سے یا کاٹا اپنے منہ سے یا مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فَلَوْ حَدَثَتِ الْمَذْكُورَاتُ فِي السَّيْرِ فِي مِلْكِهِ لَمْ يَضْمَنْ
رَبُّهَا إِلَّا فِي الْوَطْءِ وَهُوَ رَاكِبُهَا لِأَنَّهُ مُبَاشِرٌ لِلْقَتْلِ بِثِقَلِهِ فَيُحْرَمُ الْمِيرَاثَ تو اگر امور مذکورہ اپنی زمین مملوک کے چلنے مین حادث اور پیدا ہون
تو جانور کا مالک ضمان نہ دیگا مگر کچلنے مین ضمان لازم ہوگا جبکہ مالک اوسپر سوار ہو اسواسطے کہ کچلوانا قتل مقتول کی مباشرت ہے اپنے بوجھ کے سبب سے تو قاتل مقتول
کی میراث سے محروم ہوگا ھ ہرچند مقتول جانور کے بوجھ سے بھی تلف ہوتا ہے لیکن اوسکا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اوسکا چلنا سوار کیطرف منسوب و مضاف
ہے چنانچہ بولتے ہین کہ سوار فرسنگ بھر چلا اور حالانکہ وہ زین پر جالس ہے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم ہوگا اسواسطے کہ مباشرت
ملک اور غیر ملک مین برابر ہے کذا فی العینی وَلَوْ حَدَثَتْ فِي مِلْكِ غَيْرِهِ بِإِذْنِهِ فَهُوَ كَمِلْكِهِ فَلَا يَضْمَنُ كَمَا إِذَا لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهَا مَعَهَا قهستانی
اور اگر غیر کے ملک مین اوسکی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہون تو غیر کا ملک بمنزلہ اوسکی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہوگا یعنی مگر کچلنے مین البتہ ضمان لازم
ہوگا چنانچہ جبکہ جانور کا مالک اوسکے ساتھ نہو یعنی راہ مین اور جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہوگا کذا فی القہستانی وَلَا بِلَا إِذْنِهِ ضَمِنَ مَا أَتْلَفَ مُطْلَقًا لِلتَّعَدِّي اور اگر غیر کی ملک
مین جانور کا داخل ہونا مالک زمین کے اذن سے نہو تو مالک جانور پر ضمان لازم آویگا اوسکی تلف کرنیکا اوسکی تعدی کے سبب سے مطلقاً خواہ جانور کے ساتھ مالک ہو یا نہو خواہ تلف کچلنے سے ہو یا اور طرح زیلعی مین ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک مین
داخل ہوا اور جانور کا مالک اوسکے ساتھ نہین ہے تو کچھ ضمان نہین اور اگر جانور کے مالک نے اوسکو داخل کیا تو صورت مذکورہ مین ضمان اوسپر لازم ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الطحطاوی
لَا يَضْمَنُ الرَّاكِبُ مَا نَفَحَتْ بِرِجْلِهَا أَوْ ذَنَبِهَا سَائِرَةً خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ ضمان نہ دیگا سوار چلتی ہوئی جانور کے پانون یا دم کے مارنیکا برخلاف شافعی کے ھ
اسواسطے کہ چلنے کیحالت مین اس سے احتراز ممکن نہین تو اگر سوار جانور کو کھڑا کر لیگا راہ مین اور ضرر مذکور واقع ہوگی تو ضمان لازم آویگا اسلیے کہ ٹھہرانے سے احتراز ممکن ہے
اگرچہ ضرر سے احتراز ممتنع ہے کذا فی الدرر أَوْ عَطِبَ إِنْسَانٌ بِمَا رَاثَتْ أَوْ بَالَتْ فِي الطَّرِيقِ سَائِرَةً أَوْ وَاقِفَةً لِأَجْلِ ذَلِكَ لِأَنَّ بَعْضَ الدَّوَابِّ
لَا يَفْعَلُهُ إِلَّا وَاقِفًا یا کوئی آدمی تلف ہوگیا جانور کو لید کرنے یا پیشاب کرنیسے راہ مین تو ضمان نہین خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھہر گیا ہو لید پیشاب کیواسطے
اسلیے کہ بعضے جانور لید پیشاب نہین کرتے ہین بدون کھڑے ہوئے فَلَوْ أَوْقَفَهَا لِغَيْرِهِ فَبَالَتْ ضَمِنَ لِتَعَدِّيهِ بِإِيقَافِهِ پھر اگر اوسنے جانور کو لید پیشاب کے سوا
اور کام کیواسطے ٹھہرایا اور اوسنے پیشاب کیا یعنی اور اوس سے کچھ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آویگا اوسکے ٹھہرانیکے تعدی کے سبب سے یعنی راہ اسواسطے موضوع نہین کہ جانور
اوسمین آمد و رفت کیواسطے ٹھہرایا جاوے تو ٹھہرانا تعدی ٹھہرا إِلَّا فِي مَوْضِعٍ أَذِنَ الْإِمَامُ بِإِيقَافِهَا فَلَا يَضْمَنُ وَمِنْهُ سُوقُ الدَّوَابِّ وَأَمَّا بَابُ الْمَسْجِدِ
فَكَالطَّرِيقِ إِلَّا إِذَا اتَّخَذَ الْإِمَامُ لَهَا مَوْضِعًا مگر راہ کے اوس مکان مین کھڑے کرنے مین ضمان نہین جہان سلطان نے جانور کھڑے کرنیکا حکم دیا ہوا اور از انجملہ
نخاس ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان مین مگر جبکہ سلطان نے جانوروں کے کھڑے کرنے کیواسطے کوئی مکان وہان مقرر کر دیا ہو فَإِنْ
أَصَابَتْ بِيَدِهَا أَوْ رِجْلِهَا حَصَاةً أَوْ نَوَاةً أَوْ أَثَارَتْ غُبَارًا أَوْ حَجَرًا صَغِيرًا فَفَقَأَ عَيْنًا أَوْ أَفْسَدَ ثَوْبًا لَمْ يَضْمَنْ لِعَدَمِ إِمْكَانِ الِاحْتِرَازِ
عَنْهُ وَلَوْ الْحَجَرُ كَبِيرًا ضَمِنَ لِإِمْكَانِهِ پھر اگر جانور نے اپنا ہاتھ یا پانون مار کے کنکری یا کھجور کی گٹھلی اوچھالی یا چھوٹا پتھر یا غبار اوڑایا سو اوسنے آنکھ پھوڑ دی
یا کپڑا بگاڑا تو سوار پر ضمان نہین آسکتی کہ اس سے احتراز ممکن نہین اور اگر پتھر بڑا ہے تو ضمان دیگا بسبب امکان احتراز کے وَضَمِنَ السَّائِقُ وَالْقَائِدُ مَا ضَمِنَهُ الرَّاكِبُ
وَصَحَّحَ فِي الدُّرَرِ أَنَّهُ مُطَّرِدٌ وَمُنْعَكِسٌ اور ضمان دیتا ہے جانور کا کھینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا اوس چیز کا جسکا سوار تاوان دیتا ہے اور درر مین
تصحیح کی ہے کہ یہ قول مطرد اور منعکس ہے ھ اطراد عبارت ہے اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت ہے نفی کے تلازم سے خلاصہ یہہ ہے کہ جہان راکب پر ضمان
آتا ہے وہان کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر بھی ضمان آتا ہے اور جس موضع مین راکب پر ضمان نہین وہان انپر بھی ضمان نہین اور اس قول صحیح کے مقابل

مختصر قدوری کا قول ہے کہ سائق ضامن ہے جانور کے ہاتھ اور پاؤن کے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہے نہ پاؤن کے روندنے کا
والراکب علیہ الکفارۃ فی الوطی کما مر اور سوار پر کفارہ واجب ہے کچلنے میں چنانچہ گذر گیا ہم طحطاوی نے کہا کہ اسباب میں تو راکب کا کفارہ مذکور
نہین ہو چکا لا علیہما ای لا علی السائق و القائد لان دونون پر یعنی کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر کفارہ نہین ہم سائق اور قائد مسبب ہین اور راکب مباشر ہے اور
کفارہ مباشرت کا حکم ہے نہ تسبب کا اور اسیطرح کچلنے سے راکب کے حق مین حرمان میراث اور وصیت متعلق ہے نہ سائق اور قائد کے حق مین کذا فی المنح ولو کان
سائق و راکب لم یضمن السائق علی الصحیح خلافا لما جزم بہ القہستانی وغیرہ لان الاضافۃ الی المباشر اولی من المتسبب کما مر
ای اذا کان مسببا لا یعمل بانفرادہ الا فکما ہنا اما فی مسبب یعمل بانفرادہ فیشترکان کما یاتی فی مسئلۃ نخس الدابۃ باذن
راکبہا فلیحفظ اور اگر ایک جانور کا ایک کھینچنے والا ہو اور دوسرا اوسپر سوار ہو یعنی اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان نہ آویگا بلکہ سوار
پر ضمان لازم ہوگا بنا بر قول صحیح کے برخلاف اوس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے اوسپر یقین کیا ہے اسواسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کیطرف مقدم ہے متسبب کی اضافت
سے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اولویت مباشر کی تسبب سے اوسوقت ہے جبکہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے مین اکیلا عمل نکرتا ہو چنانچہ یہان ہے یعنی کھینچنے مین لیکن اوس
سبب مین جو تلف کر ڈالنے مین تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونون ضمان مین شریک ہونگے چنانچہ بیان اسکا جانور کے کونچنے کے مسئلہ مین آویگا اوسکے
راکب کی اذن سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم راکب نے کہا دوسرے کو کہ لکڑی سے اس جانور کو کونچ دے وہ کونچنے سے بھاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونون ضمان
پر ہم آویگا اسواسطے کہ فقط کونچنا تلف مین کفایت کرتا ہو وضمن عاقلۃ کل فارس او راجل دیۃ الآخر ان اصطدما وماتا منہ فوقعا علی القفا لو کانا
حرین لیسا من العجم ولا عامدین ولا وقعا علی وجہہما اور ضمان کے عاقلہ ہر سوار یا پیدل کے دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونون نے باہم ٹکر کھائی
اور مر گئے ہون اوس صدمہ سے سو دونون چت گر پڑے ہون بشرطیکہ دونون آزاد ہون عجمی نہون اور ٹکر لگانے کے قاصد نہون اور نہ دونون منہ کے بل پٹ
گر پڑے ہون ہم وجہ ضمان یہ ہے کہ ہر واحد کی موت دوسرے کیطرف مضاف ہے لیکن ضمان علی الاطلاق نہین بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہے اسواسطے کہ اختیار مین ہے کہ
اگر دونون نے سفر کیا جانور پر پھر دوسرا سوار پیچھے سے آیا اور اوسنے ٹکر کھائی سو پچھلا تلف ہو گیا تو اگلے سوار پر ضمان نہین اور اگر اگلا تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہے اور یہی
حکم ہے دو کشتیون کے ٹکر کھانیکا کذا فی الطحطاوی ولو کانا عامدین او وقعا علی الوجہ ابن کمال ہدر دمہما فی العمد و فی الخطاء
شرنبلالیۃ وغیرہا اور اگر دونون سوار یا پیدل غلام ہون یا ٹکر کھا کر پٹ گرین منہ کے بل کذا صرح ابن کمال تو انکا خون رایگان ہے عمد اور خطا مین کذا
فی شرنبلالیۃ وغیرہا ولو کانا من العجم فالدیۃ فی مالہما کما مر اور اگر دونون عجمی ہون یعنی عرب نہون تو دیت انکے مال مین ہوگی نہ عاقلہ پر چنانچہ
چند بار مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہین ولو کانا عامدین فعلی کل نصف الدیۃ اور اگر دونون نے عمدا ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہون تو ہر شخص پر نصف
دیت ہے ہم اسواسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنی فعل سے اور دوسرے کی فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کفایہ مین ہے کہ نصف دیت
عاقلہ پر واجب ہو اور خطا مین پوری دیت ہے کذا فی الدرر ولو وقع احدہما علی وجہہ ہدر دمہ فقط اگر ایک شخص منہ کے بل پٹ گرا تو فقط اوسکا
خون رایگان ہے یعنی اوسکا خون رایگان نہین جو چت گرا ولو احدہما حرا والآخر عبدا فعلی عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطاء ونصفہا فی
العمد اور اگر دونون مین سے ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہے خطا مین اور نصف قیمت ہے عمد مین ہم یہ مسئلہ
مشہور اور حدیث و اثر کے مخالف ہے کیونکہ عاقلہ پر عمد کی دیت اور غلام کی قیمت واجب نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی ولو تجاذب رجلان حبلا فانقطع
الحبل فسقطا او ماتا علی القفا ہدر دمہما لموت کل بقوۃ نفسہ چنانچہ اگر دو مرد دونون نے باہم ایک رسی کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی سو دونون
گر پڑے اور مر گئے چت گر کے تو انکا خون باطل اور رایگان ہے اسواسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان وقعا علی الوجہ وجب دیۃ
کل واحد منہما علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ ہے اگر دونون گرے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کی عاقلہ پر واجب ہوگی اسسبب سے کہ
ہر ایک اپنے ساتھی کی قوت سے مر گیا فان تعاکسا فوقع احدہما علی القفا والآخر علی الوجہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوتہ

صاحبه وهدر دم من وقع على القفا لموته بقوة نفسه پھر اگر دونوں مثلاً کسی گریں یعنی ایک شخص چت گرا اور دوسرا منہ کے بل تو منہ کے
بل گرنیوالے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اسکے کہ مرا ہے اپنے ساتھی کی قوت سے اور رائیگان ہوا اوسکا خون جو چت گرا بسبب مرنے اپنی قوت
کے زور سے ولو قطع انسان الحبل بينهما فوقع كل منهما على القفا فماتا فديتهما على عاقلة القاطع للتسبب بالقطع اور اگر ایک انسان
نے وہ رسی کاٹدی جسکو دو شخص تانے تھے سو دونوں شخص چت گرے اور دونوں مرگئے تو دونوں کی دیت کاٹنے والے کی عاقلہ پر ہے کیونکہ قاطع قطع کرنے سے دونوں کی موت
کا سبب ٹھہرا وعلى سائق دابة وقع اداتها اى آلتها كسرج ونحوه على رجل فمات وقائد قطار بالكسر قطار الابل وطئ بعير منه
رجلا الدية اور اوس جانور کے کھینچنے والے پر جسکا سامان جیسا کہ زین اور مانند اوسکی کوئی اور چیز گر پڑی ایک مرد پر سو وہ مرگیا دیت واجب ہے اور اونٹ کی قطار
قطار کے ہانکنے والے پر جسمیں سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کچلا اور وہ مرگیا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار بکسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے
ومع سائق ضمنا لاستوائهما في التسبب لكن ضمان النفس على العاقلة وضمان المال في ماله هذا لو السائق من جانب من الابل
فلو توسطها او اخذ بزمام واحد ضمن ما خلفه وضمنا ما قدامه وراكب وسطها يضمنه فقط لو يأخذ بزمام ما خلفه اور اگر اونٹ کی قطار
ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہوگا اور کوئی کچل کے مر جائیگا تو دونوں پر ضمان لازم آویگا اسواسطے کہ موت کے سبب انگیزی میں قائد اور سائق
دونوں برابر ہیں لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال کا ضمان تو وہ اوسکے مال میں ہے یہہ اوس صورت میں ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا اونٹوں کی ایکجانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے
والا قطار کے بیچ میں ہو اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑے ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہوگا یعنی اسواسطے کہ جب قطار سے زمام منقطع ہو چکی تو قائد بمقدم خلف سائق کا قائد ہے
اور سائق اور قائد ضمان دینگے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہو وہ فقط اوسی اونٹ کا ضمان دیگا جبتک کہ پچھلی قطار کی نکیل
نہ پکڑے ہو ھم زیلعی میں ہے کہ اگر ایکبار ایک اونٹ پر سوار ہو درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہانکتا نہو تو اگلے اونٹوں کی جنایت کا ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ وہ
اونکا ہانکنے والا نہیں ہے اور اسیطرح پچھلے اونٹوں کا ضمان اوسپر نہیں کیونکہ وہ اونکا کھینچنے والا نہیں لیکن اگر پچھلے اونٹوں کی نکیل پکڑے ہوگا تو ضمان اوسپر
لازم ہوگا ہاں جس اونٹ پر وہ سوار ہے اوسکی جنایت کا ضمان اوسپر لازم ہوگا اور کچلنے کے سوا اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن کچلنے کا ضمان خاص
سوار پر ہے اسواسطے کہ وہ مباشر ہے انتہی ملخصا وہی ہے جو کہا شارح کی عبارت اختصار سے موہم ہوگئی فان قتل بعير ربط على قطار سائر بلا علم قائده رجلا
مفعول قتل ضمن عاقلة القائد الدية ورجعوا بها على عاقلة الرابط لانه دية لا خسران كما في كلام صدر الشريعة اگر اوس اونٹ نے مرد کو قتل
کیا جو باندھا گیا تھا چلتی قطار پر اوسکو کھینچنے والے کے بدون علم کے تو کھینچنے والے کی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والے کی عاقلہ
سے دیت کو پھیر لیگی اسلئے کہ اسمیں دیت دینے میں نقصان نہیں جیسا کہ صدر الشریعۃ نے وہم کیا ہے ھم صدر الشریعۃ نے کہا لائق یوں ہے کہ باندھنے والے کے مال میں دیت
لازم ہو اسواسطے کہ اوسنے اونکو نقصان مال میں ڈالا عاقلہ قائد پر دیت اسواسطے لازم ہوئی کہ اوسکو ممکن تھا کہ قطار میں اونٹ باندھنے سے روکتا پھر جب اوسنے غفلت
کی تو متعدی ٹھہرا تقصیر سے اور سبب ہوا اور اونکی عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہ یہہ ہے کہ رابط نے اونکو اس بلا میں ڈالا فلو ربط والقطار
واقف ضمنها عاقلة القائد بلا رجوع لقوده بلا اذن پھر اگر اونٹ باندھا اور حالانکہ قطار کھڑی ہے تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دیگی بدون رجوع کی
یعنی عاقلہ رابط سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا اونکو جائز نہوگا بسبب کھینچنے قائد کے بدون اذن رابط کے ھم برخلاف چلتی قطار کے کہ اسمیں اذن کھینچنے کا
دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بهيمة او كلبا ملتقى وكان خلفها سائقا لها فاصابت في فورها ضمن لانه الحامل لها وان لو
يمش خلفها فما دامت في فورها فسائق حكما وان تراخى انقطع السوق فالمراد بالسوق المشي خلفها والمراد بالبهيمة
الكلب في ملتقى اور جسنے جانور یا کتا چھوڑا کذا فی الملتقی اور چھوڑنے والا اوسکے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور نے فی الفور کچھ تلف کیا تو اوسپر ضمان لازم ہوگا
اسلئے کہ وہی تو جانور کا حامل اور باعث ہے اور اگر جانور کے پیچھے نہ چلتا ہو تو جبتک کہ جانور اپنی فور میں ہے یعنی چھوڑنے کے بعد نہیں ٹھہرا تو وہ شخص سائق حکما ہے
اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہوگیا تو ہانکنے سے یہاں مراد جانور کے پیچھے ہونا ہے اور جانور سے مراد کتا ہے کذا فی الزیلعی ھم در المنتقی میں ابو یوسف سے روایت

ہو کہ جانور اور کہنی کا چھوڑنیوالا ضامن ہی ہر حالین یعنے اوسنے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتوی ہی چنانچہ قہستانی نے بیان کیا ہی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مشائخ نے ابو یوسف کا قول لیا ہی فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول مختار ہی اور اگر گدہا چھوڑا اسنے کسیکے کہیت مین گیا اور اوسکو فاسد کیا اگر اوسنے چھوڑا اوسکو اور ہانکا یا کہیت کیطرف اسطرحپر کہ وہ اوسکو پیچھے تھا تو اوسپر ضمان ہی اور اگر وہ اوسکے پیچھے نہین تہا لیکن گدہا فی الفور کہیت مین جا پڑا اور داہنے بائین نہین جہکا جسطرف اوسنے چھوڑا تہا اوسیطرف گیا سو کہیت کو اوسنے خراب کیا تو بہی ضمان اوسپر لازم ہوگا اور اگر داہنے بائین گیا پہر کہیت مین جا پڑا تو اگر وہان کوئی راہین ہون گی تو وہ ضامن نہین اور ایک ہی رہ ہی تو اوسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر اوسنے چھوڑا اسو وہ ساعت بہر ٹھہر گیا پہر کہیت کیطرف گیا اور خراب کیا تو چھوڑنیوالے پر ضمان نہین ہے انتہی اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہوگئی اور چونکہ حکم کتے پر خاص نہین تو اس قول کو کہ جانور سے کتا مراد ہی حذف کرنا مناسب تہا کذا فی الطحطاوی مختصراً وان ارسل طیرا ساقه او لا او دابة او کلبا ولم یکن سائقاله او انفلتت دابة بنفسها فاصابت مالا او آدمیا نهارا او لیلا لا ضمان فی الکل لقوله علیه الصلوٰة والسلام العجماء جبار ای المنفلتة هدر اور اگر پرند چہوڑا خواہ اوسکو ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو یا جانور چہوڑا یا کتا چہوڑا اور حالانکہ اوسکو نہین ہانکا یا جانور بذات خود چہوٹ بہاگا سو مال یا آدمی کو اوسنے تلف کیا رات مین یا دن مین تو ضمان نہین سب صور تو نمین بدلیل قول نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنی جانور گریختہ کا فعل رائگان ہی اوسپر ضمان نہین ہم ابو داؤد اور ابن ماجہ مین یہہ حدیث یون مروی ہی کہ العجماء جرحہا جبار یعنی جانور کا زخمی کرنا رائگان ہے اوسپر ضمان نہین امام محمد نے کہا کہ جانور سے مراد گریختہ جانور ہی تو اوسکا فعل باطل ہے نہ وہ جانور جو چہوڑ دیا گیا اسواسطے کہ افساد مرسلہ کا فوراً رسلان مین رائگان نہین اور امام شافعی اور مالک اور احمد اور اکثر فقہاء حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن مین ضمان نہین رات مین ضمان ہی کذا فی العینی کما لو جمحت الدابة به ای بالراکب ولو سکران ولم یقدر الراکب علی ردها فانه لا یضمن کالمنفلتة لانه حینئذ لیس بمسیر لها فلا یضاف سیرها الیه حتی لو اتلف انسانا فدمه هدر عمادیة چنانچہ اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سمیت اگرچہ وہ مست ہو اور سوار قادر نہو اوسکو پہیرنے پر تو ضمان لازم نہوگا خود بخود چہوٹے جانور کی مانند اسواسطے کہ اسوقت مین سوار اوسکا چلانیوالا نہین ہی تو جانور کا چلنا سرکشی کیحالت مین سوار کیطرف منسوب نہوگا تو اگر اس حالتمین جانور کسی انسان کو تلف کریگا تو اوسکا خون باطل ہی اوسکا کچہہ ضمان نہین کذا فی العمادیة ومن ضرب دابة علیها راکب او نخسها بعود بلا اذن الراکب فنفحت او ضربت بیدها شخصا آخر غیر الطاعن او نفرت فصدمته وقتلته ضمن هو ای الناخس لا الراکب اور جسنے اوس جانور کو مارا جسپر کوئی سوار ہی یا لکڑی سے جانور کو کونچا بدون اذن سوار کے سو جانور نے اپنے پانون یا ہاتھ سے کونچنے والیکے سوا اور شخص کو مارا یا جانور بہڑکا سو اوسنے اوسکو کچلا اور قتل کیا تو کونچنے والا ضامن ہیگا نہ سوار ہم راکب کی مانند سائق اور قائد ہی عدم ضمان مین کونچنے کو اسواسطے مخصوص کیا کہ اگر گہوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکہا اور جانور کسیکو تلف کرے تو ہاتھ رکہنے والے پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والمنیة وقال ابو یوسف یضمنان نصفین کما لو کان موقفا دابة علی الطریق لتعدیه فی الایقاف ایضا اور ابو یوسف نے کہا کہ کونچنے والا اور سوار دونون نصفا نصف دیت کا ضمان دین چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ مین کہڑا کیا ہوتا تو دونو پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ سوار کی بہی تعدی ثابت ہوا راہ مین کہڑا کرنے سے جیسے کونچنے والیکی تعدی سے ولو کان باذنه ولطمت احدا فی فورها فدمه علیهما اور جب اگر کونچا سوار کے اذن سے ہو اور جانور کسیکو کچلے کونچنے کے ساتھہی بلا توقف تو مقتول کا خون دونون شخصون سے ہم دونو پر خون اوس وقت ہوگا جبکہ جانور اپنی مقام سے ہٹا ہوا ور نہین تو انقطاع اثر طاعن پر ہوگا نہ راکب پر کذا فی الطحطاوی عن المنتقے ولو نفحت الناخس فدمه هدر اور اگر کونچنے والیکو جانور نے تلف کیا تو اوسکا خون رائگان ہو ولو القت الراکب فقتلته فدیته علی عاقلة الناخس ثم الناخس انما یضمن لو الوطی فور النخس والا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر النخس درر وبزازیه اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اوسکو قتل کیا تو اوسکا خون کونچنے والیکی عاقلہ پر ہی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کونچنے والے پر اوسصورت مین ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کونچنے کے فی الفور ہوا اور نہین تو سوار پر ضمان لازم ہوگا کونچنے کا انقطاع اثر کے سبب کذا فی الدرر والبزازیه وضمن فی فقئ عین دجاجة او شاة قصاب وغیرها ما نقصها لا نها للحم

اور مرغی کی آنکھہ یا قصاب کی بکری یا گائے کی آنکھہ پھوڑنے مین بقدر اوسکی نقصان کے ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ تو گوشت کیواسطے ہی ھم یعنی قصاب کی بکری سے گوشت مقصود ہوتا ہی تو بقدر نقصان گوشت کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنیکا یہہ طریقہ ہی کہ تندرست بکری کی قیمت کیجاوے اور بعد آنکھہ پھوٹنے کی قیمت مقرر کیجاوے تو جسقدر تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اوتنا ضمان لازم ہوگا اور یہی حکم ہے کبوتر اور کتے اور بلی کی آنکھہ پھوڑ ڈالنیکا کذا فی الطحطاوی وفی عینیہا تخیر ربہا ان شاء ترکہا علی الفاقی وضمنہ قیمتہا او امسکہا وضمنہ النقصان زیلعی اور مرغی اور قصاب کی بکری کی دونون آنکھہ پھوڑنے مین اوسکے مالک کو اختیار ہی چاہی اوسکو پھوڑنیوالے پر چھوڑ دے یعنی اوسکو دیدے اور اوسکی قیمت کا تاوان اوس سے لیلے یا اوسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لیلے کذا فی الزیلعی وفی عین بقرۃ جزار وجزورہ ای ابلہ فائدۃ الاضافۃ عدم اعتبار الاعداد للحم فی الحکم الآتی ابن کمال وحمار وبغل وفرس ربع القیمۃ اور اونٹ حلال کرنیوالے کی گائے بیل اور اوسکے اونٹ کی آنکھہ پھوڑنے مین اور گدھے اور خچر اور گھوڑی کی آنکھہ پھوڑنے مین چوتہائی قیمت کا ضمان ہی شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہہ ہے کہ گوشت لینے کا اعتبار نہین ہی وجوب ربع قیمت کے حکم مین کذا ذکرہ ابن کمال ھم سشتر کُش کی گائے بیل اور اونٹ مین اسواسطے یہہ مسئلہ موضوع ہوا تاکہ کوئی یہہ وہم نکرے کہ وہ دونون گوشت کیواسطے مقصود ہین تو انکا حکم بکری کی مانند ہی بلکہ خواہ گائے بیل اور اونٹ کھیتی کیواسطے ہون یا سواری کیواسطے اونمین چوتہائی قیمت ہی جسطرح غیر ماکول اللحم جیسے خچر اور گدہے مین چوتہائی قیمت ہی کذا فی المنح عن شروح الہدایۃ لان اقامۃ العمل بہا انما یکون باربع اعین عیناہا وعینا مستعملہا فصارت کانہا ذات اعین اربع وقال الشافعی رضی اللہ عنہ کالشاۃ والفرق ما قدمناہ کیونکہ اونٹ اور بیل اور گھوڑی کی آنکھہ مین چوتہائی قیمت اسواسطے واجب ہوئی کہ اونسے کام لینا تو چار آنکھون کیساتھہ ہوتا ہی دو آنکھین جانور کی اور دو آنکھین کام لینیوالے کی یعنی مزارع یا سوار کی تو گویا ان جانورونکی چار آنکھین ہوگئین اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انکا حکم بکری کی مانند یعنی بقدر نقصان ضمان لازم ہی اور فرق بکری اور ان جانورون مین وہ ہی جسکو ہم پہلے ذکر کر چکے یعنی بکری تو گوشت کیواسطے ہے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری کیواسطے ہین تو حکم مین کیونکر برابر ہونگے لکن یرد علیہ انہ لو فقاء عینی حمار مثلاً انہ یضمن نصف قیمتہ ولیس کذلک کما مر فالاولی التمسک بما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام قضی فی عین الدابۃ بربع القیمۃ لیکن چار آنکھون کی تعلیل پر یہہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ اگر مثلاً گدہے کی دونون آنکھین کوئی پھوڑے تو نصف قیمت کا ضمان دے اور حالانکہ ایسا حکم نہین چنانچہ زیلعی سے عنقریب مذکور ہوچکا کہ دونون آنکھین پھوڑنے مین مالک مختار ہی چاہے سب قیمت دلادے چاہے اوسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے تو استدلال کرنا اوس حدیث سے بہتر ہی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ جانور کی آنکھہ میں چوتہائی قیمت کا حکم فرمایا طلعم معجم طبرانی مین زید بن ثابت سے مروی ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھہ مین اوسکی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ مین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہی حکم مروی ہی کذا فی العینی شرح الہدایہ والتقیید بالعین لانہ لو قطع اذنہا او ذنبہا یضمن نقصانہا وکذا اللسان الثور والحمار وقیل تجب القیمۃ کما لو قطع احد قوائمہا فانہ یضمن قیمتہا وعلیہ الفتوی ای لو غیر ماکول وان ماکولاً خیر کما فی العینین لکن فی القہستانی انہ لا یضمنہ شیئاً عند ابی حنیفۃ وعلیہ الفتوی ور عرجہا کقطعہا اور آنکھہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹیگا تو اوسکے نقصان کا ضمان دیگا اوسیطرح بیل اور گدہے کی زبان کاٹنے مین ضمان نقصان کا اور قول ضعیف یہہ ہی کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا چنانچہ اگر ایک پانون کاٹے گا جانور کا تو اوسکی پوری قیمت کا ضمان دیگا اور اسی قول پر فتوی ہی یعنی اگر جانور ماکول اللحم نہوا اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک مختار ہی چنانچہ اسکی تفصیل دونون آنکھون کے پھوڑ ڈالنے مین مذکور ہوچکی لیکن قہستانی مین یون مذکور ہی کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم یا پانون کٹے جانور کو اپنے پاس رکھہ لیگا تو کاٹنے والا اوسکا کچھہ ضمان نہ دیگا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہی اور جانور لنگڑا ہوجانا پانون کٹ جانیکی مانند ہی یعنی ماکول اور غیر ماکول کے لنگڑا کر دینے مین کل قیمت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی فرع مسائل متفرقہ شارح کہ نقل المصنف عن الدرر انہ کلما کان عیب الکلب فاشہد علیہ فیہ فلم یحفظہ حتی اکل العنب لو یضمن وانما یضمن فیما اشہد

علیہ فیما یخاف تلف بنی ادم کالحائط المائل ونطح الثور وعقر کلب عقور فیضمن اذا لم یحفظہ انتہی قال المصنف ویمکن حمل المتلف فی قول الزیلعی وان اتلف الکلب فعلی صاحبہ الضمان ان کان تقدم الیہ قبل الاتلاف والا فلا کالحائط المائل علی الادمی انتہی فیحصل التوفیق مصنف نے شرح مین درر سے یہہ نقل کیا کہ ایک شخص کا کتا ہے کہ انگور کے درختون سے انگور کہا جاتا ہے سو باہم سکے مالک نے کتے کے مالک پر لوگونکو گواہ کیا اوسکے کہانے مین سوکتے کے مالک نے کتے کی حفاظت کی نہین تک کہ وہ اسکا دیکہنے بعد بہی انگور کہا گیا تو ہم نقصان لازم نہوگا ضمان تو اسیصورت خاص مین لازم ہوتا ہی جبکہ اشہاد ہوا ہوا اس امر مین جسمین بنی آدم کے تلف ہو جانیکا خوف ہر جیسا نجیہ دیوار مائل اور جیسے کہ کتے کے سینگ مارنے اور گزند کتے کے کاٹنے مین تو مالک ضمان دیگا جبکہ اوسکی محافظت نکریگا انتہی قول الدرر مصنف نے کہا اور ممکن ہی حمل کرنا تلف شدہ کا آدمی پر زیلعی کے اس قول مین اور اگر کتے تلف کرے تو اوسکی مالک پر ضمان ہی اگر آگے اوسپر گواہ کر چکا ہو تلف کرنے سے پہلے اور نہین تو ضمان نہین ہی دیوار مائل کی مانند تو اس حمل کرنے سے درر اور زیلعی دونون قولونمین اتفاق حاصل ہوگا ہم یعنی اطلاق زیلعی کا آدمی پر محمول ہی تو اب اختلاف باقی نرہا دونون قولون مین طحطاوی نے کہا قول علے الادمی متعلق ہے قولہ حمل المتلف سے قلت وقد وقع لا استفتاء عمن لہ نحل یضعہ فی بستانہ فیخرج فیاکل عنب الناس وفواکہہم ہل یضمن رب النحل ما اتلفہ النحل من العنب ونحوہ ام لا وہل یؤمر بتحویلہ عنہم الی مکان اٰخر ام لا والجواب ان لا یضمن ربہ شیئا مطلقا اشہد وا علیہ ام لا اخذا من مسئلۃ الکلب بل اولی وکذا ذکرہ المصنف فی معینہ لکن رأیت فی فتاویہ انہ افتی بالضمان فی مسئلۃ النحل فرجعہ عند الفتوی مین کہتا ہون اور البتہ واقع ہوا تہا استفتا اوس شخص کے حال سے جسکے تصرف مین شہد کی مکہیان ہین وہ اونکو اپنی باغ مین رکہتا ہو سو مکہیان وہان سے نکلتی ہین اور آدمیون کے انگور اور اونکی میوے کہا جاتی ہین کیا مکہیون کے مالک پر مکہیون کے انگور وغیرہ تلف کرنیکا ضمان لازم ہوگا یا نہین اور اونکی بابت دوسرے مکان کیطرف مکہیون کے اوٹہا لیجانیکا حکم ہوگا یا نہین اور جواب استفتا یہہ ہی کہ مکہیون کے مالک پر مطلقا کچہہ ضمان لازم نہوگا خواہ لوگون نے اوسپر اشہاد کیا ہو یا نکیا ہو یہہ جواب ماخوذ ہی کتے کے مسئلہ سے بلکہ یہہ جواب مسئلہ کلب کے جواب سے اولی ہے یعنی اس واسطے کہ کتے کی خوراک بند کرنے ممکن ہی اور مکہیون کی خوراک اسطرح ممکن نہین اور اسیطرحکا جواب مصنف نے معین المفتی مین ذکر کیا ہی لیکن مین نے مصنف کے فتاوی مین دیکہا ہی کہ اونہون نے مکہیون کے مسئلہ مین جو ضمان کا فتوی دیا ہی تو اسکی طرف مراجعت کیجیو فتوی دینے کے وقت ہم مطلب اسکا کلیہ ہی جو درر مین مذکور ہی وجود نص کے سبب سے کذا فی الطحطاوی واما تحویلہ من ملکہ فلا یؤمر بذلک علی ما ہو ظاہر المذہب اما جواب المستفتی فینبغی ان یؤمر بتحویلہ اذا کان الضرر بینا علی ما علیہ الفتوی اور مکہیون کا اوٹہانا اوسکو مالک سے سو مالک کو تو اوسکا حکم نہوگا یا عرفا ہی ہے اور مستفتی کا جواب تو یہہ ہی کہ لائق یون ہی کہ اوسکو اوٹہانیکا حکم کیا جاوے جبکہ لوگونکا صریح ضرر ہوتا ہو بنا بر قول مفتی بہ کے و فی الخیریۃ فیہ ما یا کل حنطۃ انسان فلم یمنعہ حتی اکل الصحیح ضمانہ اور خیریہ مین ہی کہ گدہا کسی آدمی کے گیہون کہاتا ہی سو دیکہنے والے نے اوسکو منع نکیا تو قول صحیح یہہ ہے کہ اوسپر ضمان ہی ادخل غنما او ثورا او فرسا او حمارا فی زرع او کرم ان سائقا ضمن ما اتلف والا لا یضمن دنما مہ فی الہدایۃ کسی آدمی نے بہیڑ یا بکری یا بیل یا گہوڑا یا گدہا داخل کر دیا کہیت یا انگورستان مین اگر اوسنے دانا کیا ہی یا نکیا سو اوسنے تلف کر دیا اوسکا ضمان دیگا اور اگر ہانکتا نہین ہو تو ضمان نہین اور قول ضعیف یہہ ہی کہ بہر صورت ضمان دیگا اور پورا اسکا بیان ہدایہ مین ہی قال اپنے باغ یا کہیت مین الکہرو کا جانور پایا اور اوسنے کہیت خراب کر دیا سو اوسکو باندہ رکہا باغ یا کہیت کے مالک نے سو وہ مر گیا تو اوسپر جانور کی قیمت دینا لازم ہوگا چنانچہ معراج مین ہی ایک شخص نے جانور کسیکے گہر مین کر دیا بدون اوسکے اذن کے سو صاحب خانہ نے اوسکو نکالدیا اور وہ تلف ہوگیا تو اوسپر تاوان نہین اور اگر کپڑا کسیکے گہر مین رکہہ دیا بدون اذن کے اور صاحب خانہ نے اوسکو پہینک دیا اور وہ تلف ہوگیا مالک کی غیبت مین تو قیمت ثوب کا اوسپر ضمان لازم ہوگا چنانچہ ذخیرہ مین ہی جسنے پنجرے کی کہڑکی کہولدی سو چڑیا اوڑگئی یا اصطبل کا دروازہ کہولدیا سو جانور نکل گیا اور گم ہوگیا اور کہولنے والے پر ضمان نہین اور محمد کے نزدیک ضمان ہی چنانچہ کافی مین ہی الکل من العالمگیریۃ

باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

سید باب مملوک یعنی لونڈی غلام کی جنایت میں اور مملوک پر جنایت کرنیکے احکام میں اعلموا ان جنایات المملوک لا توجب الا دفعا واحدا
لو محلا مسلوم کرکر مملوک کی جنایات موجب نہیں ہوتی مگر ایکبار دینا اسلئے کہ اگر مملوک دینی کا محل ہو ھم یعنی اگر ایک غلام کی جنایات کثیرہ ہون بچند اشخاص
ہین تو سب مقتولون کے وارثونکو وہ غلام دیا جائیگا دفعۃ واحدۃ تو سبکے وارث بقدر جنایات کے اوسمین اپنا اپنا حصہ کرلینگے بشرطیکہ غلام دینے کا
محل ہو یعنی جب کہ اوسکی دینے کی حریت کی اسباب منعقد نہوگئی ہون چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت کذا فی الطحطاوی ولا قیمۃ واحدۃ ط اور اگر مملوک
محل دفع نرہا ہو یعنی حریت کے اسباب مثلہ مذکورہ مین سے کوئی سبب منعقد ہوگیا تو ایک قیمت مولی کو دینا ہوگی تو سب وارث بقدر اپنے حصون کے اسکو بانٹ لینگے
ولو فدی القن فجنی فکالاول فرقہم اور اگر لونڈی غلام کا فدیہ دیا یعنی اوسکے قتل کرنیکے بدلے مال دیا پھر اوسنے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی
کسیکو قتل کیا تو وہ اول بار کی مانند ہے پھر تیسری جنایت پھر چوتھی جنایت مین الی غیر النہایۃ اسیطرحکا حکم ہے ھم یعنی جب فدیہ دینے کے بعد دوسری تیسری بار پھر
جنایت کریگا تو مولے اول بار کی مانند دفع اور فدیہ دینے مین مختار رہیگا اسواسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہوگیا فدیہ دینے سے تو گویا اوسنے جنایت ہی نہین کی اور
دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتداء جنایت ہے بخلاف المدبر والمکاتب فانہ لا تجب الا قیمۃ واحدۃ سیتضح ھم بر خلاف مدبر اور ام ولد اور
مکاتب کے کہ انکی جنایات مین سوا ایک قیمت کے کچھ واجب نہین اور اس اجمال کی تفصیل آگے واضح ہوگی جنی عبد خطأ التقیید بالخطأ ھنا
فی النفس لان بعمدہ یقتص واما فی ما دونہا فلا یختص لاستواء خطأہ وعمدہ فیما دونہا وانما یثبت الخطأ بالبینۃ
واقرار مولاہ وعلم القاضی لا باقرارہ الا ان یعتق ثم قلت لکن قولہ وعلم القاضی علی غیر المفتی بہ فانہ لا یعمل بعلم القاضی
فی زماننا اشر نبلالیۃ عن الاشباہ وتقدم دفعہ مولاہ ان شاء فیملکہ ولیہا او ان شاء فداہ باریشہا حالا ھم مملوک نے از
راہ خطا جنایت کی یعنی کسیکو قتل کیا تو اوسکا مالک اگر چاہے بدلہ جنایت قتل کے مملوک کو دے تو جنایت کا ولی یعنی مقتول کا وارث مالک ہو جاویگا مملوک کا اور اگر
مالک چاہے فی الحال فدیہ دے اوسکی دیت کا شارح کہتا ہے خطا کی قید یہان لگانا فقط جنایت نفس مین مفید ہے اسواسطے کہ مملوک کے قتل عمد مین قصاص لیا جاتا ہے اور
جان کے سوا اطراف کی جنایت مین تو خطا کی قید مفید نہین ہے اسلئے کہ ما دون النفس مین مملوک کی خطا اور عمد برابر ہین پھر خطا تو ثابت نہین ہوتی مگر گواہون سے اور
اوسکے مالک کی اقرار سے اور قاضی کی دانست سے نہ مملوک کی اقرار سے مگر کذا فی الب الفم مین کہتا ہون لیکن علم قاضی کا حجت ہونا یہہ قول مفتی بہ نہین ہے اسلئے کہ
قاضی کے علم پر ہمارے زمانے مین عمل جائز نہین چنانچہ شرنبلالیہ مین منقول ہے اشباہ سے اور یہہ تو پہلے مذکور ہوچکا ہے ھم فی الحال دینا دفع اور فدیہ دونون سے متعلق
ہے دفع مین تو وجہ یہہ ہے کہ اعیان مین تاجیل جائز نہین اور فدیہ کی وجہ یہہ ہے کہ وہ بدلا ہے عین یعنی مملوک کا تو اعیان کی مانند ہوا عدم تاجیل مین لکن
الواجب الاصلی ہو الدفع علی الصحیح ولذا سقط الواجب بموتہ بخلاف موت الحر کما ذکرہ المصنف وغیرہ لیکن جنایت مملوک
مین واجب اصلی دفع ہے نہ فدیہ بر قول صحیح ولہذا واجب ساقط ہوجاتا ہے مملوک کے مرجانیسے برخلاف آزاد قاتل کی موت کے کہ وہان واجب ساقط نہین چنانچہ
مصنف وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے ھم عبد قاتل کی موت سے واجب اسواسطے ساقط ہوجاتا ہے کہ محل باقی نرہا اور اگر آزاد قاتل مریگا یعنی قتل خطا مین تو واجب ساقط نہ
ہوگا اوسکی عاقلہ پر واجب ہوگا کذا فی الدرر لکن فی الشرنبلالیۃ عن السراج والجوہرۃ عن الذخیرۃ ان الصحیح ہو الفداء حتی لو استفداہ
ولم یقدر علیہ اداہ متی وجد ولا یبرأ بہلاک العبد لیکن شرنبلالیہ مین سراج سے اور جوہرہ مین ذخیرہ سے یون ہے کہ صحیح قول یہہ ہے کہ واجب
اصلی جنایت مملوک مین فدیہ ہے نہ دفع تو اگر مولے فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہو اوسکے ادا کرنے پر تو جب پاوے ادا اوسکو ادا کرے اور مولی بری الذمہ نہوگا
غلام قاتل کے مرجانے سے وعللہ الزیلعی وغیرہ بانہ اختار اصل حقہم فبطل حقہم فی العبد عند ابی حنیفۃ انتہی ومفادہ ان الاصل
عندہ الفداء لا الدفع اور زیلعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یون بیان کی ہے کہ مولی نے ورثہ مقتول کا اصلی حق اختیار کیا تو اب وارثون کا حق باطل
ہوگیا غلام مین ابو حنیفہ کے نزدیک انتہی الزیلعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کے نزدیک فدیہ اصل ہے نہ دفع وافاد شارح المجمع فی تعلیل
الامام ان الواجب احدہما وانہ متی اختار احدہما تعین اور شارح مجمع یعنی ابن ملک نے امام کی تعلیل مین بیان کیا ہے کہ جنایت عبد مین

صاحب دین لیگا اسواسطے کہ قیمت غلام کی مالیت ہی اور صاحب دین مقدم ہی مالیت مین وارث مقتول پر کذا فی الزیلعی فان ولدت مأذونة مديونة بيعت معها
ولدها في الدين ان كانت الولادة بعد لحوق الدين فلو ولدت ثم لحقها الدين لم يتعلق حق الغرماء بالولد بخلاف اكسابها
پہر اگر ماذون مدیون لونڈی جنی تو اپنے بچہ کے ساتھ بیچی جاویگی دین مین بشرطیکہ ولادت ہوئی ہو دین کے لاحق ہونیکے بعد سو اگر وہ جنی پہر دین اوسکو لاحق ہوا
تو دین والونکا حق لونڈی کے بچہ سے متعلق نہوگا بخلاف اوسکی کمائیون کے یعنی کمائی مین اونکا حق متعلق ہی نہ اوسکی ولد مین هم یہ مسئلہ اسبابین مقصود
بالذکر نہین ہے کیونکہ اسمین جنایت مذکور نہین بلکہ بالتبع مذکور ہوا ہی تاکہ اسمین اور مسئلہ آیندہ مین فرق ظاہر ہوجاوی فان جنت فولدت لم يدفع الولد الى
ولي الجناية لتعلقها بذمة المولى لا بذمتها بخلاف الدين پہر اگر ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پہر وہ جنی تو لڑکا جنایت کے وارث کو
ندیا جاویگا اسواسطے کہ موجب جنایت مولے کے ذمہ پر ہے نہ لونڈی کے ذمہ پر بخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہے نہ مولے پر عبد لرجل زعم
رجل ان سيده حرره فقتل العبد المعتق وليه اي ولي الزاعم خطأ فلا شيء له لانه لما زعم عتقه فقد اقر انه لا يستحق
العبد بل الدية لكنه لا يصدق على العاقلة الا بحجة ایک مرد کا ایسا غلام ہی جسکو دوسرا مرد کہتا ہی کہ اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کردیا ہی سو اوس غلام آزاد
نے آزادی ظاہر کرنیوالے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اوس غلام پر کچھہ لازم نہین تحریر زاعم کیونکہ اسواسطے کہ اوسکی آزادی کے کہنے سے اوسنے اسکا اقرار کیا کہ وہ
غلام کا مستحق نہین بلکہ دیت کا مستحق ہی الا اسکی تصدیق نہوگی عاقلہ پر مگر حجت شرعی سے هم عاقلہ سے یہان مراد غلام کا مولی ہے فان قال معتق رقه معروف لرجل
قتلت اخاك بخطاب لان الذي اعتقه خطأ قبل عتقي فقال الآخر الذي هو المولى لا بل بعده صدق الاول لانه منكر للضمان
پہر اگر اوس معتق نے جسکا مملوک ہونا ایکمرد کا مشہور ہی ایسے کہا اپنے اوس مولے سے جسنے اوسکو آزاد کیا ہی کہ مین نے تیری بہائی کو از راہ خطا قتل کیا تہا اپنے آزاد ہونیسے
پہلے سو مولی نے جو مقتول کا بہائی ہی کہا یون نہین ہے بلکہ تو نے آزاد ہونیکے بعد قتل کیا ہی تو اول شخص یعنے غلام مذکور کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ لزوم
ضمان کا منکر ہے هم ملحوظ رہی کہ ہمارے شارح مصنف اور محشی کا تابع ہوا ہی اس مسئلہ کی تصویر مین حالانکہ یہ صحیح نہین بلکہ تصویر غیر مولے صحیح ہی چنانچہ اور کتابون
مین مصرح ہے وان قال لها قطعت يدك وانت امتي وقالت هي لا بل قطعتها بعد العتق فالقول لها لانه اقر بسبب الضمان ثم ادعى
ما يبرئه فلا يكون القول له اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتہہ کاٹا تہا جبکہ تو میری لونڈی تہی اور اوسنے کہا نہین بلکہ تو نے ہاتہہ کاٹا تہا
آزاد کرنیکے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مولی نے ضمان کے سبب یعنی قطع کا اقرار کیا پہر اوس چیز کا دعوی کیا جو ضمان سے بری الذمہ اوسکو کردیتی تو اوسکا
قول معتبر نہوگا وكذا القول لها في كل ما اخذه المولى منها من المال لما ذكرنا استحسانا اور اسیطرح لونڈی کا قول معتبر ہے ہر ایک اوس چیز مین جو
مولے نے لونڈی سے مال لیا اوس دلیل سے جسکو ہمنے ذکر کیا بطریق استحسان کے الا الجماع والغلة فالقول له لاسناده الى حالة معهودة منافية
للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی مین لونڈی کا قول معتبر نہوگا تو اسمین میان کا قول مقبول ہوگا اسسبب کی منسوب ہونیکے اوس حالت مقرر کیطرف جو تاوان کے
مخالف ہی هم اسواسطے کہ اپنی لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ مدیون ہو مال کا موجب نہین اور اسیطرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہین اگرچہ
لونڈی قرضدار ہو کذا فی الزیلعی عبد محجور او صبي امر صبيا بقتل رجل فقتله فديته على عاقلة القاتل لان عمد الصبي خطأ غلام محجور یا
صغیر نے دوسرے صغیر کو ایکمرد کے قتل کرنیکا امر کیا سو اوسنے اوسکو مار ڈالا تو مقتول کا خونبہا قاتل کے مددگارون پر ہی اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کی برابر ہے
حکم مین ويرجعوا على العبد بعد عتقه وقيل لا على الصبي الآمر ابدا لقصور اهليته اور صغیر قاتل کے مددگار غلام آمر سے دیت پہیر لین آزاد ہونیکے
آزاد ہونیکے بعد اور قول ضعیف مین رجوع نہین غلام آزاد پر لیکن صغیر آمر پر بہی کبہی رجوع نہین یعنی بالغ ہونیکے بعد بہی قصور اہلیت کے سبب سے وان كان
المأمور العبد عبدا مثله دفع السيد القاتل او فداه في الخطأ اور اگر غلام کا مامور بہی غلام ہو آمر کی مانند تو مالک غلام قاتل کو وارثون مقتول کے
حوالے کرے یا فدا دے اگر قتل خطا ہی ولا رجوع له على الآمر في الحال ويرجع بعد عتق العبد بالاقل من الفداء وقيمة العبد لانه مضطر
في دفع الزيادة وهو لا مضطر اور قاتل مامور کے مالک کو آمر پر رجوع کرنا جائز نہین بالفعل اور غلام آزاد ہونیکے بعد فدیہ اور قیمت غلام مین جو کم ہو وہ لیگا

اسواسطے کہ مالک نے زیادت میں اختیار سے مجبور ہے یعنی غلام قاتل کے مالک کو اختیار تھا غلام کے دینے اور فدیہ دینے میں سو جبکہ اوسنے فدیہ زائد از قیمت اختیار کیا تو زائد کا ادا لازم ہوگا وكذا الحكم في العمد ان كان العبد القاتل صغيرا لان عمده خطاء اور یہی حکم قتل عمد کا ہے اگر قاتل غلام صغیر ہو اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد خطا کی مانند ہے حکم میں فان كبيرا اقتص منه اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اوس سے قصاص لیا جاوے فان عبد حفر بئرا فاعتقه مولاه ثم وقع فيها انسان او اكثر فهلك فلاشئ عليه لان جناية العبد لا توجب عليه شيئا غلام نے کنواں کھودا سو مالک نے اوسکو آزاد کیا پھر اوسمیں چند آدمی یا ایک آدمی گر پڑا سو مر گیا تو اوسپر کچھ لازم نہیں اسلئے کہ غلام کی جنایت اوسپر کچھ واجب نہیں کر دیتی اور عدم وجوب قتل میں بھی یہی حکم ہے ويجب على المولى قيمة واحدة ولو الواقع الف رجل اور کنواں کھودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا اگر چہ ہزار آدمی کنوئیں میں گر کے مر گئے ہوں کذا فی الزیلعی فان قتل عبد عمدا رجلين حرين لكل منهما وليان فعفا احد وليي كل منهما دفع السيد نصفه الى الحرين الذين لم يعفوا او فداه بدية كاملة لانه بذلك العفو سقط القود وانقلب مالا وهو دية لان قد سقط دية نصيب العافيين ويبقى دية نصيب الساكتين اويدفع نصفه لهما پھر اگر ایک غلام نے عمد دو آزاد مرد کو عمدا قتل کیا کہ ہر ایک مقتول کے دو دو وارث ہیں سو دونوں گروہوں میں سے ایک ایک وارث نے قصاص عفو کیا تو مالک نصف غلام اُن دو وارثوں کو دیدے جنہوں نے معاف نہیں کیا یا غلام کا فدیہ دے پوری دیت دیکر اسواسطے کہ اس معافی سے قصاص ساقط ہوکر منقلب بمال ہو گیا وہ مال تو پوری دو دیتیں ہیں اور حالانکہ معاف کرنیوالوں کے حصے کی دیت تو ساقط ہو گئی اور سکوت کرنیوالے دو وارثوں کے حصے کی دیت باقی رہگئی یا مالک چاہے نصف غلام اون دونوں وارثوں کو دیدے فان قتل العبد احدهما عمدا والاخر خطاء وعفا احد وليي العمد فدى بدية لولي الخطأ وبنصفها لاحد وليي العمد الذي لم يعف پھر اگر غلام نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا اور دوسرے کو خطاء قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثوں میں سے ایک وارث نے قصاص معاف کیا تو مالک پوری دیت کا فدیہ دے قتل خطا کے دو وارثوں کو اور نصف دیت فدیہ دے قتل عمد کے اوس ایک وارث کو جسنے عفو نہیں کیا او دفع اليهما وقسم اثلاثا عولا عنده وارباعا منازعة عندهما یا مالک غلام دے قتل خطا کے دو وارثوں کو اور تین تہائی بانٹ دے بطریق عول کے امام کے نزدیک اور چار حصے کر ڈالے بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک وجہ اسکی یہ ہے کہ خطا کے وارثوں کا حق پوری دیت دس ہزار درم ہیں اور عمد کے وارثوں کا حق قصاص میں ہے پھر جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہو گیا یعنی پانچہزار درم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دس ہزار خطا کے وارثوں کو دے اور پانچہزار عمد کے ایک وارث کو جسنے معاف نہیں کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہائی کر کے دو تہائیاں خطا کے وارثوں کو ہو اور ایک تہائی قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اسواسطے کہ انکا حق دیت میں اسی طرح ہے یہہ مذہب ہوا امام کا اور صاحبین کے نزدیک چار حصے ہونگے بطریق منازعت کے تین چوتھائیاں خطا کے وارثوں کو اور ایک چوتھائی اوسکو جسنے عفو نہیں کیا اسلئے کہ نصف غلام تو خطا کے وارثوں کیواسطے مسلم ہی بلا منازعت اور نصف باقی میں منازعت واقع ہوئی دونوں فریق کی تو اسکو نصفا نصف کر دیا کذا فی الزیلعی فان قتل عبدهما قريبهما وعفا احدهما بطل كله وقالا يدفع الذي عفا نصف نصيبه للاخر او يفديه بربع الدية وقيل محمد مع الامام ووجهه انه انقلب بالعفو مالا والمولى لا يستوجب على عبده دينا فلا تجب له فيه الوراثة پھر اگر دو شخصوں کے غلام نے مالکوں کے قرابت دار کو قتل کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام قصاص باطل ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدھا حصہ دوسرے مالک کو دے یا اوسکا فدیہ دے چوتھائی دیت دیکر اور بعضوں نے کہا کہ محمد امام کے ساتھ ہیں اس مسئلہ میں امام کی دلیل یہ ہے کہ قصاص عفو سے منتقل بمال ہو گیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہیں ہوتا تو اوسکی وارث اوسمیں اوسکی خلیفہ نہونگے مطحطاوی نے کہا مالک تو دونوں زندہ موجود ہیں نہ مورث اور وارث کا بیان کیا ذکر ہے فصل في الجناية على العبد یہہ فصل ہے اوس جنایت کے بیان میں جو عبد پر واقع ہو عبد سے مراد مملوک ہے تو غلام اور لونڈی دونوں کو شامل ہو دية العبد قيمته فان بلغت هي دية الحر و بلغت قيمة الامة دية الحرة نقص من كل من دية عبد و امة عشرة دراهم اظهارا لانحطاط رتبة الرقيق عن الحر وتعيين العشرة باثر ابن مسعود رضي الله عنه دیت مملوک کی اوسکی قیمت ہے سو اگر غلام کی قیمت آزاد مرد کی دیت کو پہنچ جاوے یعنی قیمت غلام کی دس ہزار

مدعی ہوا اور لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کی برابر پہنچی اور غلام اور لونڈی کی دیت سے دس درہم گہٹا دئے جاوینگے تاکہ مرتبہ مملوک کا کم ہونا ظاہر ہو آزاد سے
ظاہر ہوا اور دس درہم کا معین کرنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے وعنه من الا مئة خمسة اور امام سے دوسری روایت یہ ہے کہ غلام
کی دیت سے پانچ درہم کم کئے جاوینگے وتکون حینئذ علی العاقلة فی ثلث سنین خلافا لابی یوسف اور اسوقت میں دیت غلام کی قاتل
کے مددگاروں پر ادا کرنا ہوگی تین برس کے اندر ہے بر خلاف ابو یوسف کے یعنی امام کے نزدیک نقصان دس درہم کا معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الغصب
یجب القیمة بالغة ما بلغت بالاجماع اور مملوک کے غصب میں اوسکی قیمت غاصب پر واجب ہے بالاتفاق جہانتک اوسکی قیمت پہنچی یعنی اگرچہ آزاد کی دیت
سے زیادہ ہو وما قدر من دیة الحر قدر من قیمته وحینئذ ففی یده نصف قیمته بالغة ما بلغت فی الصحیح وقیل لا یزاد علی خمسة
آلاف الا خمسة وجزم به فی الملتقی اور جو مقرر ہے اعضاء حر کی دیت سے وہی مقرر ہے مملوک کی قیمت سے اور اسوقت میں تو مملوک کے ہاتھ میں اوسکی
نصف قیمت ہے قول صحیح میں جسقدر کہ اوسکی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف یہ ہے کہ پانچ درہم کم پانچ ہزار درہم سے زیادہ نہوگی اور اسی قول پر یقین کیا
ہے ملتقی الابحر میں یہی قول اختیار ہے اکثر کتب میں چنانچہ ہدایہ اور خلاصہ اور مجمع البحرین اور اختیار اور فتاوی ولوالجی اور منتقی اور مجتبی میں کذا فی
الطحطاوی وتجب حکومة عدل فی لحیته فی الصحیح وقیل کل قیمته اور حکومت عدل واجب ہے غلام کی داڑھی میں بقول صحیح اور قول ضعیف
میں تمام قیمت واجب ہے ہم یہہ اوس صورت میں حکم ہے جبکہ داڑھی ہوکر نہ نکلے بعد نہ جمی قطع ید عبد فحرره سیده فسری فمات منه
وله ورثة غیر المولی لا یقتص لاشتباه من له الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا پہر اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کر دیا تو زخم
سرایت کر گیا تو وہ اس زخم سے مرگیا اور اوس غلام آزاد کے وارث اور بہی ہیں مولے کے سوا تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا صاحب حق کے اشتباہ
کیوجہ سے ہم یعنی اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجئے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجئے تو فقط وارث مستحق ہیں یا مالک بہی تو جہالت
مستحق مانع قصاص ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہے یا مالک کی بہی کذا فی الطحطاوی والا یکن له غیر المولی اقتص منه خلافا لمحمد اور اگر اوسکا کوئی
وارث نہیں سوا ہی مولے کے تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا بر خلاف مذہب محمد قال لعبدیه احدکما حر فشجا فبین المولی العتق فی احدهما
بعد الشج فارشهما للسید لان البیان کالانشاء مالک نے اپنے دو غلاموں سے کہا کہ ایک غلام تم دونوں میں سے آزاد ہے پہر دونوں کے سر زخمی ہوئے پہر
مالک نے زخم سر کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کر دی یعنی یون کہا کہ میں نے اس غلام کو آزاد کیا تہا تو دونوں کی دیت مالک کی ہے اسواسطے کہ بیان کرنا
انشاء کی برابر ہے یعنی گویا زخم کے بعد اب اوسنے آزاد کیا ولو قتلا فدیة حر وقیمة عبد لو القاتل واحد معا وقیمتهما سواء اور اگر دونوں
غلام مذکور مقتول ہوئے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونوں کو ساتہہ قتل کیا ہو اور دونوں کی قیمت برابر ہو ہم وجہ
فرق یہہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان وہاں انشاء ٹہر گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہیں تو یہاں بیان انشاء نہوگا محض بیان اظہار
ٹہریگا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا وان قتل کلا واحد معا وعلی
التعاقب ولم یدر الاول فقیمة العبدین بالعی اور اگر دونوں غلاموں کو دو شخصوں نے ساتہہ یا آگے پیچہے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہیں
تو قاتلوں پر دونوں غلاموں کی قیمت واجب ہوگی کذا فی الزیلعی ہم فقط وان قتل کلا واحد معا مخالف مقصود ہے ترجمہ اوسکا یہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتہہ
قتل کیا اور یہہ پہلی صورت ہے جو مذکور ہو چکی طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا تہا وان قتلهما شخصان معا لہذا مترجم نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا
فلا فالعبارة الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اوسکے قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی
فقأ رجل عینی عبد خیر مولاه ان شاء دفع مولاه عبده المفقوء للفاقئ واخذ منه قیمته کاملة او امسکه ولا اخذ
منه النقصان وقالا له اخذ النقصان وقال الشافعی ضمنه القیمة وامسك الجثة العمیاء ایک مرد نے غلام کی دونوں آنکہیں
پہوڑ دیں تو اوسکو مالک کو اختیار ہوگا چاہے اپنا اندہا غلام آنکہ پہوڑنے والے کو دیدے اور اوس سے پوری قیمت لے یا چاہے اوسکو اپنے پاس رکہے

مجحورٍ مثله فمات في يده ضمن لان المحجور مؤاخذ بافعاله لا باقواله الا بعد عتقه غلام محجور نے دوسرے کے غلام محجور کو غصب کیا
سو وہ اسکے قبضہ میں مرگیا تو وہ تاوان دیگا اوسکی قیمت کا اسواسطے کہ غیر ماذون اپنے افعال میں ماخوذ ہوتا ہے نہ اپنے اقوال میں مگر آزاد ہونیکے بعد اقوال میں بھی ماخوذ
ہوگا قال ومدبر جنى عند غاصبه فرده فجنى عند سيده اخرى ضمن السيد قيمته لهما نصفان مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر غاصب نے
اوسکو پھیر دیا مالک کو پھر مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت کی تو مالک اوسکی قیمت کا تاوان دیگا دونوں مقتولوں کے وارثوں کو نصفانصف یعنی نصف قیمت مقتول اول کے
وارث کو دیگا اور نصف باقی دوسرے کے وارث کو ورجع المولى بنصف قيمته على الغاصب فدفعه اي دفع المولى نصف قيمته الى ولي الجناية
الاولى لان حقه لم يجب الا والمزاحم قائم اور مالک مدبر کی نصف قیمت پھیر لے غاصب سے اور مولی وہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دیدیگا اسلئے کہ
اوسکا حق واجب نہوا تھا مگر اس حالمیں کہ مزاحم موجود تھا ھ طحطاوی نے کہا حلبی نے زیلعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یون نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق
تمام قیمت میں تھا اسواسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی مزاحم اور منازع اوسکا نہ تھا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جبکہ غلام کا
بدلا مالک کے ہاتھ میں آیا فارغ از حق غیر تو وارث اول اوسکو لیگا تاکہ اوسکا حق پورا ہو جاوے انتہی تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں خلل ہے شارح کو یون کہنا
مناسب تھا لان حقه وجب حين لا مزاحم یعنی مقتول اول کے وارث کا حق اوس وقت واجب ہوا تھا جبکہ اوسکا کوئی مزاحم نہ تھا ثم رجع المولى به على الغاصب
لانه اخذ منه بسبب كان عند الغاصب پھر دوسری بار مالک نصف قیمت غاصب سے پھیر لے اسواسطے کہ مولے سے جو لیا گیا اوس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے
پاس ہوا وبعكسه بان جنى عند مولاه ثم عند غاصبه لا يرجع المولى على الغاصب به ثانيا لان الجناية الاولى كانت في يد المالك اور
مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنی مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی اپنے غاصب کے پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت نہ پھیر لیگا اسواسطے کہ پہلی جنایت
اوسکے مالک کے پاس واقع ہوئی ہے نہ غاصب کے پاس والقن في الفصلين كالمدبر غير ان المولى يدفع العين نفسه هنا وثمه اي في المدبر القيمة
کما مر اور غلام خالص دونوں صورتوں میں یعنی خواہ غاصب کے پاس جنایت واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کی مانند ہے سوا اس بات کے کہ مالک یہان خود غلام کو دیگا اور
وہاں یعنی جنایت مدبر میں قیمت دیگا چنانچہ مذکور ہو چکا مدبر جنى عند غاصبه فرده فغصبه ثانيا فجنى عنده كان على سيده قيمته لهما ورجع
بقيمته على الغاصب لكونهما عنده ودفع المولى نصفها اي القيمة الماخوذة ثانيا الى ولي الجناية الاولى ورجع المولى بذلك
النصف على الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اوسنے مالک کو پھیر دیا پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اوسنے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو
اوسکے مالک پر قیمت مدبر کی دونوں مقتولوں کے واسطے واجب ہوگی اور مالک قیمت پھیر لے غاصب سے اسلئے کہ دونوں جنایتیں غاصب کے پاس واقع ہوئیں اور مولے نے نصف قیمت
ماخوذہ جنایت اول کے وارث کو دوسری بار دی اور وہی نصف قیمت جو وارث اول کو دی غاصب سے پھیر لے وام الولد في كلها كالمدبر اور ام ولد ان سب صورتوں میں
مدبر کی مانند ہے غصب رجل صبيا حرا لا يعبر عن نفسه والمراد بغصبه الذهاب به بلا اذن وليه فمات هذا الحر في يده فجاة او بحمى
لم يضمن ایک مرد نے ایسے صغیر آزاد کو جو اپنا حال بیان نہیں کر سکتا غصب کیا پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ میں مرگیا ناگہان یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہیں ہے
غصب سے مراد صغیر کا لیجانا ہے بدون اجازت اوسکے ولی کے ھ یعنی غصب کے معنی مجازی یہان مراد ہیں اسلئے کہ آزاد میں غصب ثابت نہیں ہوتا ضمان اسواسطے ثابت
نہوا کہ موت ناگہانی اور تپ آنا ہر مقام میں ممکن ہے مختلف باختلاف اماکن نہیں ہے وان مات بصاعقة او نهش حية فديته على عاقلة الغاصب
استحسانا لان التسبيب بنقله لمكان الصواعق او الحيات حتى لو نقله لموضع يغلب فيه الحمى والامراض ضمن فتجب الدية على العاقلة ذكره
قهستاني معزيا للهداية وغيرها اور اگر صغیر مذکور مرگیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ کے کاٹنے سے تو اوسکی دیت غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اسواسطے کہ غاصب سبب ہے
بجلیوں یا سانپوں کے مکان کیطرف نقل کرنیکا تو اگر غاصب صغیر کو ایسے مکان میں لیگیا جہان اکثر تپ اور امراض لاحق ہوتے ہیں تو ضمان لازم ہوگا تو اوسمیں بھی عاقلہ
پر دیت واجب ہوگی قہستانی کا مرجع یہ ہے کذا في الهداية وغيرها قلت بقي لو نقل الحر الكبير هدره الاكمل تعديا ان مقيدا ولم يمكنه التحرز
عنه ضمن وان لم يمنعه من حفظ نفسه لا لانه بتقصيره فكصغير كبير مقيد میں کہتا ہوں باقی رہگئی ... آزاد بالغ کو کوئی

شخص ان مکانات کیطرف لیگیا زبردستی اگر مفسد کرسکے اسطرح لیگیا کہ اوسکو بچانا اوس سے ممکن نہین تو ناقل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اوسکو بانیع تھا اپنی
ذات کی حفاظت سے تو ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم کبیر کی مانند مقید بقید مذکور ہے کذا فی الغایۃ ولو غصب صبیًا
فغاب عن یدہ حُبِسَ الغاصبُ حتی یجیء بہ او یُعلَمَ موتہ خانیۃ کالو خدع امرأۃ رجلٍ حتی وقعت الفرقۃ بینہما فانہ یُحبس حتی یردّھا
او تموت خلاصہ اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہوگیا اوسکے پاس سے تو غاصب محبوس رہیگا یہانتک کہ اوسکو لے آوے یا اوسکی موت معلوم ہو جاوے کذا
فی الخانیہ چنانچہ اگر ایکمرد کی عورت کو فریب سے لیگیا یہانتک کہ زوجین مین جدائی پڑگئی اسطرح کہ زوج کو معلوم نہین کہ زوجہ کہان ہے تو وہ شخص محبوس رہیگا یہانتک کہ
اوسکو پہیر لاوے یا عورت مرجاوے یعنی اوسکی موت معلوم ہوجاوے کذا فی الخلاصہ امر ختانًا یختن صبیًا ففعل الختان ذلک فقطع حشفتہ ومات الصبی
من ذلک فعلی عاقلۃ الختان نصف دیتہ وان لم یمت فعلی عاقلتہ کلّھا وقد تقدمت فی باب ضمان الاجیر وفی معایاۃ الوھبانیۃ
ومن ذا الذی ان مات تجب نصفہا وعلیہ اذا ما عاش بالموت یشطر خنتہ کرنیوالیکو حکم کیا کہ صغیر کا ختنہ کرے سو اوسنے ختنہ کیا لیکن
سپاری کاٹ ڈالی اور لڑکا مرگیا اس سبب سے تو ختنہ کرنیوالیکی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر وہ نہ مرا تو اوسکی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ مسئلہ ضمان اجیر کے باب مین
سابق مذکور ہوچکا اور وہبانیہ کی چیستان مین یہ مسئلہ یون مذکور ہے کہ وہ کون جانی ہے کہ اگر اوسکا جنایت کیا ہوا مرے تو اوسپر وہ واجب ہے جو جنایت کیا ہوا نہ مرے نصف اوسکا جب
ہو موت سے یعنی اگر نہ مرے تو پوری دیت واجب ہو اور مرے تو نصف واجب ہو وہ کون جنایت کرنیوالا ہے جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہے کمن حمل صبیًا علی
دابۃ وقال امسکھا لی فسقط الصبی ومات منہ فدیتہ علی عاقلۃ من حملہ دیتہ ای دیۃ صبی کان الصبی ممن یرکب
مثلہ او لا یرکب وتمامہ فی الخانیہ مانند اوس شخص کی جسنے صغیر کو جانور پر چڑہایا اور کہا جانور کو تہامے رکھ میرے واسطے سو صغیر گر پڑا اوس
جانور کو تہامنا تہا پہر وہ مرگیا تو چڑہانیوالیکی عاقلہ پر صغیر کی دیت واجب ہے خواہ اتنی عمر کا لڑکا سوار ہوتا ہو یا سوار نہوتا ہو اور اسکا پورا بیان خانیہ
مین ہے کصبی اودع عبدًا فقتلہ ای قتل الصبی العبد المودع ضمن عاقلۃ الصبی قیمتہ مانند اوس صغیر کی جسکے پاس غلام ودیعت رکھا
گیا سو اوسنے اوسکو قتل کیا یعنی صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو صبی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا ضمان دیگا فان اودع طعامًا بلا اذن ولیہ ولیس ماذونًا لہ
فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لانہ سلطہ علیہ وقال ابو یوسف والشافعی یضمن پہر اگر صغیر کے پاس کہانا ودیعت رکھا گیا بدون اوسکے ولی کے
اذن کے اور صغیر ماذون فی التجارۃ بھی نہین ہے سو صغیر نے کہانا کہا لیا تو اوسپر ضمان نہین ہے اسلیے کہ صاحب طعام نے صغیر کو طعام پر مسلط کردیا اور ابو یوسف اور
شافعی نے کہا کہ ضمان دیگا وکذا لو اودع عبدٌ محجورٌ مالًا فاستھلکہ ضمنہ بعد عتقہ وعند ابی یوسف والشافعی فی الحال اور اسیطرح اگر غلام
محجور کے پاس مال ودیعت رکھا گیا سو اوسنے اوسکو تلف کیا تو اوسکا تاوان دیگا آزاد ہونیکے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال تاوان دیگا وکذا
الخلاف لو اعیرا او اقرضا اور اسیطرح اختلاف ہے اگر صغیر اور غلام محجور کو عاریت دیگئی یا قرض دیا گیا ھم یعنی صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا
بطور قرض کے پہر تلف کی تو صغیر غیر ماذون پر ضمان نہین بالغ ہونیکے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونیکے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال
ضمان ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان باذن او ماذونًا ضمن بالاجماع اور اگر عاریت یا قرض اذن سے ہو یا وہ ماذون فی التجارۃ ہو تو بالاتفاق ضمان
لازم ہوگا کما لو استھلک الصبی مال الغیر لا ودیعۃ ضمنہ فی الحال چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدون ودیعت کے تلف کیا تو اوسکا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا
فی الحال قلت وھذا کلہ لو الصبی عاقلًا والا فلا یضمن بالاجماع وتمامہ فی العنایۃ والشرنبلالیۃ عن الشلبی ومسکین علی خلاف ما
فی الملتقی والھدایۃ والزیلعی فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ تمام مذکور اوس صورت مین ہے جبکہ صغیر عاقل اور فہیدہ ہو اور اگر عاقل نہو تو اوسپر ضمان لازم
نہین ہے بالاتفاق اور اوسکی پوری تفصیل عنایہ اور شرنبلالیہ مین ہے شلبی اور مسکین سے منقول بر خلاف ملتقی اور ہدایہ اور زیلعی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم تو معلوم
ہوا کہ وجوب ضمان کیواسطے اشتراط عقل صغیر اور عدم اشتراط مین اہل مذہب کے دو طریقے ہین

باب القسامۃ

یہ باب ہے قسامہ کے مسائل مین ھم
قسامہ بالفتح مین اختلاف ہے اہل لغت کا بعضون نے کہا ہے کہ مصدر ہے مانند قسم کے اور بعضون نے کہا اسم ہے مصدر کا کذا فی الطحطاوی ھی لغۃ بمعنی القسم وھو الیمین مطلقًا

قسامہ لغت عرب مین بمعنی قسم کے ہے اور وہ یمین اور حلف ہے مطلقاً یعنی خواہ ایک آدمی قسم کہاوے یا زیادہ۔ وشرعاً الیمین باسمہ تعالی بسبب مخصوص
عدد مخصوص علی شخص مخصوص علی وجہ مخصوص سیاتی بیانہ اور قسامہ اصطلاح شرع مین قسم ہے اللہ تعالی کے نام کی بسبب مخصوص اور بعدد مخصوص
کی جہت سے مخصوص شخص پر بناپر وجہ مخصوص کے اور بیان اسکا عنقریب آتا ہے ھ قسامہ عبارت ان قسمون سے ہے جو پچاس آدمیون سے لیجاوین اور قسامہ کا سبب وجود مقتول کا پایا
جانا ہے محلہ یا دار یا متصل قریہ کے جسکا قاتل معلوم نہین ہے اور شرط قسامہ یہ ہے کہ مرد عاقل بالغ آزاد ہو تو عورت اور مجنون اور صغیر اور غلام پر قسامہ نہین اور یہہ بھی
شرط ہے کہ میت پر قتل کا اثر موجود ہو اور رکن اوسکا یہہ ہے کہ یون کہے کہ واللہ مین نے اوسکو نہین قتل کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون اور حکم قسامہ کا یہہ ہے
کہ دیت واجب ہوتی ہے تین برس کے اندر اور مشروع ہونا قسامہ کا ثابت ہے احادیث صحیحہ اور اجماع سے کذا فی المحیط اور یہی مختصراً عینی نے شرح ہدایہ مین کہا کہ قسامہ
کی خوبی اور اوسکی مشروعیت مین حکمت یہہ ہے کہ خون ریزی کو لوگ خفیف امر نہ سمجھین اور مفت ضائع ہونے سے خون کے بچین اور جسپر قتل کی تہمت لگی ہے وہ قصاص سے رہائی

پاوے میت حر ولو ذمیا او مجنونا سبہ بلا البدیۃ جرح او اثر ضرب او خنق او خروج دم من اذنہ او عینہ وجد فی محلۃ او
وجد بدنہ او اکثرہ من ای جانب کان او نصفہ مع راسہ۔ وہ مردہ جسمین زخم ہو یا مارنے یا گلا دبانے کا نشان ہو یا خون کا بہنا ہو اوسکے
کان یا آنکھ سے وہ ایک محلہ مین پایا گیا یا اوسکا بدن یا اکثر بدن کسیطرف سے یعنی سر کیطرف سے یا پاؤن کیجانب سے پایا گیا یا نصف جسم سر کے ساتھ ملا اگرچہ میت مذکور
ذمی یا مجنون ہو کذا فی الشرح نبلا الیہ ھ اگر محلہ مین خالص غیر ملک مولی مین مقتول پایا جاوے تو اوسمین قسامہ ثابت ہے اور قیمت اوسکی واجب ہے تین سالمین چنانچہ شرح نبلا الیہ
مین ہے تو اگر شمار حر آزاد کی دیت مین لگا تو بہتر ہے کذا فی المحیط۔ والنص وان ورد فی البدن لکن للاکثر حکم الکل حتی لو وجد اقل
من نصفہ ولو مع راسہ لا لئلا یؤدی الی تکرار القسامۃ فی قتیل واحد وہو غیر مشروع اور نص اگرچہ بدن مین وارد ہے لیکن اکثر بدن بمنزلہ
تمام بدن کے ہے تو اگر نصف بدن سے کمتر پایا جاوے اگرچہ نصف اوسکے ساتھ سر بھی ہو تو قسامہ ثابت نہوگا تاکہ دوبار قسامہ لازم نہو ایک مقتول مین اور تکرار قسامہ
شرع مین ثابت نہین یعنی اگر کمتر از نصف بدن مین قسامہ ہوتا تو ایک شخص مین دوبار قسم کہانیکی نوبت پہنچتی ایکبار اکثر بدن کے ملنے سے اور دوسری بار اقل بدن کے
ملنے سے اور یہہ شرع مین درست نہین۔ ولم یعلم قاتلہ اذ لو علم کان ہو الخصم وسقط القسامۃ اور میت مذکور کا قاتل معلوم نہو کیونکہ اگر قاتل معلوم
ہوگا تو وہ صاحب خصومت ہوگا اور قسامہ ساقط ہو جاویگا۔ وادعی ولیہ القتل علی اہلہا ای المحلۃ کلہم او ادعی علی بعضہم حلف خمسون
رجلا منہم اور وارث میت کا وارث قتل کا دعوی کرے تمام محلے والو پر یا دعوی کرے بعضو پر تو ان شرطون سے اونمین سے پچاس مرد قسم کہاوین یختارہم
الولی باللہ ما قتلناہ ولا علمنا لہ قاتلا بان یحلف کل منہم باللہ ما قتلت ولا علمت لہ قاتلا قسم کہواسطے اہل محلہ مین
سے پچاس مرد کو وارث مقتول کا اختیار کرے کہ خدا کی قسم ہمنے اوسکو قتل نہین کیا اور نہ ہم اوسکے قاتل کو جانتے ہین اسطرح کہ ہر مرد اونمین سے قسم کہاوے کہ واللہ مین نے
اوسکو قتل نہین کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون ھ ہر شخص بصیغہ واحد قسم کہاوے نہ بصیغہ جمع اس احتمال سے کہ فقط ایک ہی شخص نے اوسکو قتل کیا ہو تو بصیغہ
جمع مین وہ سچا ٹھہریگا یعنی سب لوگون نے اوسکو نہین مارا بلکہ ایک نے مارا اور اگر سب نے مارا ہوگا تو بھی بصیغہ واحد سب کے نزدیک قاتل ٹھہریگا لا یحلف الولی وقال
الشافعی ان کان ثمہ لوث استحلف الاولیاء خمسین یمینا ان اہل المحلۃ قتلہ ثم یقضی بالدیۃ علی المدعی علیہ وقضی مالک بالقود
لو الدعوی بالعمد نہ قسم کہاوے وارث اور امام شافعی نے کہا کہ اگر وہان لوث ہو یعنی لگاؤ اور اشتباہ ہو تو وارثون سے پچاس بار قسم لیجاوے کہ اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہے
پہر دیت کا حکم کیا جاوے مدعا علیہ پر اور امام مالک نے قصاص کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا دعوی ہو ھ لوث یہہ کہ قتل کی علامت ایک شخص پر پائی جاوے یا ظاہر حال مدعی کی
صداقت کا شاہد ہو یعنی اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت رکہتے ہون یا ایک شاہد عادل یا چند شہود غیر عدول گواہی دیتے ہون کہ محلہ والون نے اوسکو قتل کیا ہے
اور ہماری دلیل یہہ ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکہا کہ یہہ مقتول تمہارے اندر پایا گیا سو تمہاری کیا صورت ہے
سو یہودیون نے لکہا کہ ایسا حادثہ بنی اسرائیل مین واقع ہوا تہا سو خدا نے موسی علیہ السلام پر کچھ حکم اتارا تہا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اوس حکم کو دریافت کرو تو
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اونکو لکہا کہ خدا نے مجھکو بتایا کہ تم مین سے پچاس مرد کو اختیار کرون سو وہ خدا کی قسم کہا دین کہ ہمنے اوسکو قتل نہین کیا ہے اور

نہ ہم اوسکے قاتل کو جانتے ہیں پھر تم اوسکا خونبہا ادا کرو تو یہود نے کہا کہ تمنے پھر لوگوں میں اسوس یعنی وحی ربانی کا حکم کیا کذا فی الدرر عن الزیلعی عینی نے
شرح ہدایہ میں کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے ترمذی کی کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن قصۃ حدیث صحاح ستہ میں متفرق
موجود ہے صحیح مسلم میں تو یوں ہے ولکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی صحاح میں یوں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ
مدعا علیہ کا قسم ہے اور مدعی کا وظیفہ قسم نہیں ہے اس تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہوگئی انتہے ثم قضی علی اھلہا بالدیۃ لا مطلقا بل ان وقعت
الدعوی بقتل عمد وان وقعت الدعوی بخطأ فعلی ای فیقضی بالدیۃ علی عواقلہم کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرۃ والخانیۃ
ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان فی ظاہر الروایۃ القسامۃ علی اہل المحلۃ والدیۃ علی عواقلہم ای فی ثلث سنین وکذا قیمۃ
العبد تؤخذ فی ثلث سنین شرنبلالیہ پھر اہل محلہ کی قسم کے بعد اونپر دیت کا حکم کیا جاے لیکن نہ ہر طرحکے دعوی میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوی واقع ہوا ہو تو اونپر دیت کا
حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوی واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عواقل یعنی مددگار ونپر دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے
مبسوط سے نقل کیا ہے کہ ظاہر الروایۃ میں اہل محلہ پر قسامہ ہے اور اونکے مددگاروں پر دیت ہے یعنی تین سال کے اندر اور اسیطرح غلام مقتول کی قیمت تین سالمیں لیجاویگی کذا
فی الشرنبلالیۃ وان لم یتم العدد کرر الحلف علیہم لیتم خمسین یمینا اور اگر اہل محلہ میں ۵۰ مرد کا شمار پورا نہو تو مکرر قسم لیجاوے اونسے تاکہ پچاس
قسمیں پوری ہو جاویں وان تم العدد وأراد الولی تکرارہ لا اور اگر پچاس کا شمار پورا ہوگیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نلیجاویگی
ومن نکل منہم حبس حتی یحلف علی الوجہ المذکور ہنا ہذا فی دعوی القتل العمد اما فی الخطأ فیقضی بالدیۃ علی عاقلتہم ولا یحبسون
ابن کمال معزیا للخانیہ اور جو شخص ان میں سے قسم نکھاے تو قید کیا جاے یہانتک کہ قسم کہاے اسطرحپر جو یہاں مذکور ہوچکی یہ حکم ہے قتل عمد کے دعوی میں اور قتل
خطا میں تو اونکے مددگار ونپر دیت کا حکم ہوگا اور وہ محبوس نہونگے چنانچہ ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہے ولو اقر علی نفسہ او عبدہ قبل اقرارہ و
لو علی غیرہ فصدقہ الولی سقط التحلیف عن اہل المحلۃ اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اوسکا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر
شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اوسکی تصدیق کی تو اہل محلہ سے قسم لینا ساقط ہوگیا ولا قسامۃ علی صبی ومجنون وامرأۃ وعبد اور قسامہ
نہیں صغیر اور دیوانی اور عورت اور غلام پر ہے اسواسطے کہ صغیر اور مجنون قسم کے لائق نہیں اور عورت اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم ہوتی ہے مددگاروں پر ف
لا قسامۃ ولا دیۃ فی میت لا اثر بہ لانہ لیس بقتیل لان القتیل عرفا ہو فائت الحیوۃ بسبب مباشرۃ الحی وانہ مات حتف
انفہ والغرامۃ تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے نہ دیت اوس میت میں جسمیں قتل اور ضرب کا کچہ نشان نہیں اسلئے کہ وہ مقتول نہیں ہے کیونکہ مقتول عرف میں وہ ہے
جسکی زندگی فوت ہوگئی ہو زندہ کے کرتب سے اور وہ میت تو اپنی موت مرگیا ہے اور تاوان تابع ہوتا ہے عبد مکلف کے فعل سے او یسیل دم من فمہ او انفہ
او دبرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منہا عادۃ بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا ناک یا مقعد یا ذکر سے تو
قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ خون نکلتا ہے ان مکانوں سے عادت میں بدون فعل انسان کے برخلاف کان اور آنکھ کے او نصفہ ای ولا قسامۃ
فی نصف میت شق طولا او اقل منہ ای من نصفہ ولو مع الرأس لما مر یا اوسکی نصف میں یعنی قسامہ نہیں میت کے اوس نصف بدن میں جو
طول میں پھاڑا گیا یا نصف سے کمتر بدن میں قسامہ نہیں اگرچہ اقل بدن کے ساتھہ سر بھی ہو بدلیل گذشتہ ہم یعنی مذکور ہوچکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں او علی
رقبتہ ای المیت حیۃ ملتویۃ لان الظاہر انہ مات بہا بزازیہ یا میت کے گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہو تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ ظاہر
حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مرگیا ہے کذا فی البزازیۃ وما تم خلقہ ککبیر ای وجد سقط تام الخلقۃ بہ اثر الضرب وجبت القسامۃ والدیۃ
وفی الظہیریۃ ما یخالفہ اور جسکی پیدایش پوری ہوچکی وہ بڑے آدمی کی برابر ہے یعنی تندرست بچہ پیٹ سے گرا پایا گیا جسمیں ضرب کی نشانی موجود ہے تو
قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہیریہ میں اسکی مخالفت ہے یعنی اسمیں قسامہ اور دیت نہیں فان ادعی الولی علی واحد من غیرہم کان ابراء منہ
لاہل المحلۃ وسقطت القسامۃ عنہم پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ اوسکی طرف سے ابرا ہے محلہ والوں

وسطو اور قسامہ اونکے اوپر سے ساقط ہوگیا وان ادعی الولی علی معین منہم لا تسقط وقیل تسقط اور اگر وارث نے محلہ والون مین
سے ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو اونسے قسامہ ساقط نہین ہوتا اور قول ضعیف مین ساقط ہوجاتا ہے ھ قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے
مروی ہے کذا فی الطحطاوی قتیل علی دابۃ معہا سائق او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلتہ دون اہل المحلۃ لانہ فی یدہ فصار
کانہ فی دارہ ایک مقتول سے اوس جانور پر جسکے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا یا سوار ہے تو اوسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگارون پر ہے
نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ وہ مقتول اوسکے قبض اور تصرف مین ہے تو گویا اوسکے گھر مین ہے ولو اجتمع فیہا سائق وقائد وراکب فالدیۃ علیہم
جمیعا وان لم تکن ملکا لہم عملا بیدہم وقیل القسامۃ والدیۃ علی مالک الدابۃ کالدار وقیل لا یجب علی السائق الا اذا
کان یسوقہا مختفیا وبہ جزم فی الجوہرۃ اور اگر جانور مین سائق اور قائد اور راکب تینون مجتمع ہون تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ جانور انکا مملوک
نہو بنا بر اونکے قبض وتصرف کے اور بعضون نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب اور بعضون نے کہا کہ ہانکنے
والے پر واجب نہین مگر جبکہ وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جوہرہ مین وان لم تکن معہا احد فالدیۃ والقسامۃ علی اہل المحلۃ
التی فیہا القتیل علی الدابۃ اور اگر جانور کے ساتھ کوئی نہو تو دیت اور قسامہ ان محلے والون پر ہے جنکے محلہ مین مقتول جانور پر پایا گیا وان مرت
دابۃ علیہا قتیل بین قریتین او قبیلتین فعلی اقربہما لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی قتیل وجد بین قریتین بان
یذرع فوجد الی احدہما اقرب بشبر فقضی علیہم بالقسامۃ ولو استویا فعلیہما وقید الدابۃ اتفاقی قہستانی اور اگر ایک جانور گذرا
جسپر مقتول ہے دو گانون یا دو قوم کے درمیان تو جو اونمین نزدیکتر ہوگا اوسپر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
ہے کہ حضرت نے اوس مقتول مین جو دو گانون کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونونکی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک گانونکی طرف بالشت بھر نزدیک تھا
تو اونہین لوگونپر قسامہ کا حکم ہوا اور اگر دونو گانون برابر ہون بلا کم وکاست تو دونو پر قسامہ ہوگا اور جانور کی قید اتفاقی ہے شرط نہین ہے کذا فی القہستانی
ھ قرب کا اعتبار اوسوقت ہے جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ بزازیہ مین یون مصرح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گانو کی زمین مین
لیکن وہ متصل ہے دوسرے گانون کے گہر دان سے تو اگر زمین مالک ہے تو مالک پر قسامہ ہے اور نہین تو نزدیکتر پہ ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قرب کا تو قرب کا اون اعتبار
ہے جہان زمین کسیکی مملوک نہین کذا فی الطحطاوی عن النہر یشترط سماع الصوت منہم ہکذا عبارۃ الزیلعی وعبارۃ الدرر وغیرہا منہ و
عبارۃ البرجندی عن الکافی یسمعون صوتہ لانہ حینئذ یلحقہ الغوث فینسبون الی التقصیر فی النصرۃ نزدیکتر اہل قریہ پر قسامہ اور
دیت ہے بشرطیکہ اونکی آواز سن پڑتی ہو اسیطرح کی عبارت ہے زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یون ہے بشرطیکہ مقتول کی اہل قریہ کو سن پڑتی ہو اور برجندی
کی عبارت کافی سے یون منقول ہے کہ اہل قریہ اسکی آواز سنتے ہون اسواسطے کہ سماعت آواز کے وقت فریادرسی لاحق ہوسکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری مین منسوب بہ
تقصیر ہونگے ھ طحطاوی نے کہا کہ دونون عبارتون کا مآل ایک ہے جب اہل قریہ کی آواز مقتول کے پاس پہنچتی ہوگی تو غالبا مقتول کی آواز بھی گانون
تک پہنچیگی والا بان کان فی موضع لا یسمع منہ الصوت لا تلزمہم نصرتہ فلا ینسبون الی التقصیر فلا یجعلون قاتلین تقدیرا
اور نہین تو نہین یعنی اگر مقتول ایسے مکان مین کہ اوسکی آواز نہ سنی جاتی ہو تو اہل قریہ کو اوسکی مددگاری لازم نہین تو وہ منسوب بہ تقصیر نہونگے تو وہ تقدیرا
قاتل بھی نہ ٹھہرائے جاوینگے ھ یعنی قسامہ اور دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہے کہ جب مقتول کی اونہون نے مدد نکی تو گویا وہی اوسکے قاتل ٹھہرے لہذا اونپر
دیت لازم ہوتی ہے پھر جب وہ ایسی بعید مکان مین مقتول ہوا کہ اوسکی آواز گانون تک نہین پہنچ سکتی تو وہ عدم نصرت مین معذور ہین تو اونکی تقصیر ثابت نہوئی
تو خون بہا بھی اونپر لازم نہ آیا ویراعی حال المکان الذی وجد فیہ القتیل فان کان مملوکا تجب القسامۃ علی الملاک والدیۃ علی
عاقلتہم وکذا الوقف موقوفا علی ارباب معلومین لان العبرۃ للملک والولایۃ کما افادہ المصنف مستندا للولوالجیۃ والبزازیۃ
قلت وسیجیء التصریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرہا وحینئذ فلا عبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لا مالک فیہ لاحد ولا یدا

اور مراعات ہوگی اوس مکان کے حال کی جسمین مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامہ واجب ہوگا اوسکے مالکونپر اور دیت واجب ہوگی اونکے
مددگارونپر اور اسیطرح اگر وہ مکان معین لوگونپر وقف ہوگا تو مستحقونپر قسامہ ہے اور دیت اونکے مددگارون پر ہے اسلیئے کہ ملک اور ولایت یعنی تصرف کا
اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح مین ولوالجیہ اور بزازیہ سے نقل کیا ہے مین کہتا ہون اور عنقریب اسکی تصریح آویگی متن مین درر وغیرہ کی پیروی سے تو
اسوقت مین قرب مکان کا کچھ اعتبار نہین مگر جبکہ مقتول اوس مکان مباح مین پایا جاوے جسمین نہ کسیکی ملک ہو نہ قبضہ اور تصرف ھم محیط سرخسی مین ہے
کہ جب مقتول بیابان مین تو اگر وہ کسیکا مملوک ہو تو قسامہ اور دیت مالک اور اوسکی قوم پر ہو اور اگر کسیکی ملک نہین تو اگر مقتول کی آواز سنی جاتی ہو کسی
بستی سے تو وہانپر قسامہ ہے اور اگر آواز نہ سنی پڑتی ہو تو اگر اوس جنگل سے اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو لکڑی اور گہاس سے تو دیت اوسکی بیت المال سے دیجاوے
اور اگر اہل اسلام کو وہان سے کچھ فائدہ نہین ہوتا تو اوسکا خون رائگان ہے اور اسیطرح کا حکم ہے اگر بیابان مین مقتول پایا جاوے اور اوسکے قرب مین آبادی نہو
کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریہ ولانہ فعل فی الملک والید اور اگر مکان مملوک یا وقف ہو تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے
والمراد بالولایۃ والید الخصوص ولو لجماعۃ محصورین فلو لعامۃ المسلمین فلا قسامۃ ولا دیۃ علی احد بدائع اور ولایت اور قبضہ سے
جو اوپر مذکور ہوئے ہین ولایت اور قبضہ خاص مراد ہو اگرچہ قبضہ جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اوس مکان کے مقتول کا نہ کسی پر قسامہ ہے
نہ دیت کذا فی البدائع لکن سیجیئ وجوبہا فی بیت المال فتامل لیکن وجوب دیت کا بیت المال مین عنقریب آویگا سو تامل کر ھم طحطاوی نے کہا کہ اگر
بدائع کے نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہین والمراد بالید ایضا الید المحققۃ واما الاراضی التی لہا مالک
اخذہا والی ظلما فینبغی ان یکون القتیل فیہا ھدرا لانہ لیس علی الغاصب دیۃ قہستانی عن الکرمانی فلیحرر اور یہہ بھی ہے
کہ قبضہ اور تصرف سے حقدار کا تصرف مراد ہے اور جن زمینون کے مالک ہین پر حاکم نے زبردستی اونکو چہین لیا ہے تو لائق تھا فقہ کے بموجب کہ اوسکے
اندر مقتول کا خون رائگان ہو اسواسطے کہ غاصب پر دیت نہین ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیئے مذہب کی روایت سے
وان مباحا لکنہ فی ایدی المسلمین تجب الدیۃ فی بیت المال لما ذکرنا انہ اذا کان بحال یسمع منہ الصوت یجب علیہ الغوث
کذا فی الولوالجیہ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمانون کے قبضے مین ہو تو دیت واجب ہے بیت المال مین اوس وجہہ سے جو ہمنے ذکر کیا ہے کہ جب وہ اسطرح پر ہو کہ
وہان سے آواز سنی جاتی ہو تو فریادرسی واجب ہوگی کذا فی الولوالجیہ ھم محیط سرخسی سے نقل ہوچکی ہے کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہان آواز مسموع
نہوتی ہو تو شارح کی تعلیل بلا وجہہ ہے کذا فی الطحطاوی وفیہا ولو وجد قتیل فی ارض رجل الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض ای من
اہل القریۃ فہی علیہ ای علی رب الارض لا علی اہلہا ای القریۃ لان العبرۃ للملک والولایۃ انتہی قلت فہذا صریح فی ان القرب
انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوکۃ ولا موقوفۃ لان تدبیرہ لاربابہ وسیجیئ متنا فتنبہ اور ولوالجیہ مین ہے اور اگر مقتول پایا جاوے
ایکمرد کی اوس زمین مین جو ایک گانون کے متصل ہے اور مالک زمین اوس گانون کا رہنے والا نہین ہے تو دیت اوسکی مالک زمین پر ہے نہ اہل قریہ پر اسواسطے کہ
اعتبار ملک اور تصرف کا ہے انتہی کذا فی الولوالجیہ مین کہتا ہون تو یہہ روایت صریح ہے اسمین کہ قرب مکان اوسیصورت مین معتبر ہے جبکہ مقتول پایا جاوے زمین مباح
مین نہ مملوک و نہ موقوف مین اسواسطے کہ تدبیر ملک یا موقوفہ کی اوسکے لوگونپر ہے اور عنقریب یہہ مسئلہ متن مین آویگا تو آگاہ رہنا وان وجد فی دار انسان
فعلیہ القسامۃ ولو عاقلتہ حضورا دخلوا فی القسامۃ ایضا خلافا لابی یوسف ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا کسی آدمی کے گہر مین تو اوسپر قسامہ ہے اور
اگر اوسکے مددگار موجود ہون تو وہ بھی قسامہ مین داخل ہونگے برخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی والدیۃ علی عاقلتہ ان ثبت انہا لہ بالحجۃ کما
سیجیئ وکان لہ عاقلۃ والا فعلیہ اور دیت اوس آدمی کے مددگارونپر اگر ثابت ہو جاوے کہ وہ لوگ اوسکے مددگار ہین اور وہ شخص مددگار رکہتا ہو اور اگر
اوسکے مددگار نہین ہین تو اوسی آدمی پر دیت ہو ھم حجت سے مراد گواہ ہین یا مددگارونکا اقرار وہی الدیۃ والقسامۃ علی اہل الخطۃ الذین
خط لہم الامام اول الفتح ولو بقی منہم واحد اور وہی دیت اور قسامہ اہل خطہ پر ہے اہل خطہ وہ ہین جنکو امام نے خط کہینچکر ملکیت کا ابتدا

فتح اسلام مین اگرچہ اونمین سے ایک ہی شخص باقی رہا ہو ھم خطہ بالکسر عبارت ہے مکان مخطط سے اہل خطہ سے مراد املاک قدیمہ کے لوگ ہین جو مالک ہوئی زمین کے جبکہ
امام نے شہر فتح کیا اور اوسکو غازیون مین بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط لکھدیا تاکہ اونکے حصے جدا جدا ہو جاوین کذا فی العینی دون السکان و
المشترین وقال ابو یوسف کلھم مشترکون نہ وہانکے رہنے والے اور خریدارونپر اور ابو یوسف نے کہا کہ اصل مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور
قسامہ مین شریک ہین فان باع کلھم فعلی المشترین بالاجماع پھر اگر وہان کے سب لوگون نے مکانات بیچ ڈالے تو دیت اور قسامہ خریدارونپر واجب
ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے وان وجد فی دار بین قوم لبعض اکثر فھی علی عدد الرؤس کالشفعۃ اور اگر مقتول پایا گیا اوس گھر مین
جو مشترک ہے درمیان ایک قوم کے بعضونکا حصہ زیادہ ہے تو قسامہ اور دیت اونکی شمار پر ہے شفعہ کی مانند ھم مثلا ایک شخص کا حصہ آدھا ہے اور دوسرے کا
دسوان اور تیسرے کا باقی تو قسامہ اور دیت اونکی عاقلہ پر تین تہائی برابر ہے اسواسطے کہ قلیل اور کثیر کا مالک حفظ اور تدبیر مین برابر ہین کذا فی المحیط و
وان بیعت ولم تقبض حتی وجد فیھا قتیل فعلی عاقلۃ البائع اور اگر گھر بیع ہوگیا اور ہنوز مشتری کے قبضہ مین نہین آیا کہ اوسمین مقتول
پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہے وفی البیع بخیار علی عاقلۃ ذی الید خلافا لھما اور بیع بشرط خیار مین صاحب قبض کی عاقلہ
پر دیت اور قسامہ ہے برخلاف صاحبین کے ھم خواہ خیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونو کا ولا تعقل عاقلۃ حتی تشھد الشھود انھا ای الدار
التی فیھا قتیل لذی الید ولو ھو القتیل کما سیجیٔ اور عاقلہ یعنی مددگارونپر دیت دینا لازم نہوگا جبتک شاہد گواہی نہ دین اسکی کہ جس گھر مین مقتول ہے
وہ قابض اور متصرف شخص کا ہے اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا یعنی اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اوسکی عاقلہ پر دیت لازم نہوگی جبتک
گواہون سے ذی الید کی ملکیت ثابت ہوگی ولا یکفی مجرد الید حتی لو کان بلا بینۃ لم تدعاقلتہ ولا نفسہ اور عاقلہ پر وجوب دیت کیواسطے نرا قبضہ
اور تصرف بدون شہادت کے کفایت نکریگا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبض ہی سے ہوگا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت نہ دیگا اور نہ قابض
مقتول کی دیت دیگا کذا فی الدرر معللا بانہ لا یمکن لا یجاب علی الورثۃ للورثۃ بشیٔ صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہے
یہہ علت بیان کرکے کہ کچھہ دیت کا واجب کرنا وارثونپر وارثون کیواسطے ممکن نہین ہے ھم مقتول کا گھر ظہور قتل کیوقت وارثونکا ملک ہوگیا اور وارثون
کے مددگار اوسکے متحمل ہوتے ہین جو وارثونپر واجب ہوتا ہے تا وارثونپر تخفیف ہو تو اگر مددگارونپر دیت واجب ہو اور وارثون کی ہی تو گویا وارثون کا
ضرر ہوا وارثون کے نفع کیواسطے اور یہہ ممکن نہین صاحب درر نے یہہ تعلیل صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہے اور امام کا یہہ مذہب ہے کہ وارثونکی عاقلہ پر
دیت واجب ہے چنانچہ شارح امام کیطرف سے اس تعلیل کا جواب دیگا اور یہہ مسئلہ متن اور شرح مین آیندہ بھی مذکور ہوگا ثم الورثۃ یخلفونہ فیکون الایجاب
علی الورثۃ للمیت لا للورثۃ کذا قیل پھر معلوم کرنا چاہئے کہ وارث مقتول کے خلیفہ ہوتے ہین تو ایجاب دیت کا وارثونپر ہوتا ہے میت کی نفع کیواسطے
نہ وارثون کی نفع کیواسطے چنانچہ بعضونے یہہ بیان کیا ہے تعلیل مذکور کے جواب مین قلت وقد قال لما کان ھم لا یدی لنفسہ فغیرہ بالاولی
لقوۃ الشبھۃ فتامل مین کہتا ہون جبکہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہین دیتا ہے تو صاحب خانہ کے سواے اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہوگی
عدم وجوب کے شبہہ قوی ہونے سے سو اسکو تامل کر وان وجد فی الفلک فالقسامۃ والدیۃ علی من فیھا من الرکاب والملاحین
اتفاقا لانہ فی ایدیھم کالدابۃ اور اگر مقتول پایا گیا ناؤ مین تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگونپر ہے جو ناؤ کے اندر سوار ہین اور ملاحونپر بالاتفاق
اسواسطے کہ کشتی اونکے قبضہ مین جانور کی مانند ہے ھم وجوب دیت مین مالک اور غیر مالک اور ناؤ کے کھینچنے والے سب برابر ہین وکذا العجلۃ
حکمھا کالفلک اور اسیطرح گاڑی کا حکم کشتی کی مانند ہے یعنی اوسکے مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سوارونپر ہے وفی مسجد محلۃ و
شارعھا الخاص باھلھا کما افادہ ابن الکمال مستندا للبدائع وقد حققہ منلا خسرو واقرہ المصنف علی اھلھا اور اگر
مقتول پایا گیا محلہ کی مسجد مین اور محلہ کے کوچہ مین تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہے جسمین فقط اہل محلہ آتے جاتے
ہون چنانچہ ابن کمال نے بدائع سے اسکی سند بیان کی ہے اور ملا خسرو نے اسکی تحقیق درر مین مذکور کی ہے اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہے

کذلک

ھم ملا خسرو کا بیان ابن کمال کے موافق نہیں جیسا کہ شارح سمجہا ہی اسواسطے کہ ملا خسرو نے شارع یعنی راہ کی دو قسمیں بیان کی اسطرح کہ راہ دو قسم ہو
ایک تو شارع محلہ ہے جسمین اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہون اور گاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آتے جاتے ہون اور دوسرا شارع عام جسمین جمیع
الوالف برابر ہون جیسے بازار ونکی راہین اور خارج شہر کی راہین لیکن تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہیں قرار دیا ہی ابن کمال کی مانند طحطاوی نے
لکہا تو تحقیق یہہ ہے کہ متن مین شارع محلہ کہنا احتراز ہے شارع عام سے یعنی شارع محلہ مین اہل محلہ پر دیت ہی اور شارع عام مین بیت المال پر
دیت ہی مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہوگئی جسمین مسافر نماز پڑہتے ہون تو وہان قسامہ اور دیت مسجد کے بنانیوالے پر ہے اور اگر بانی معلوم
نہو تو متصل گہر کے مالک کی عاقلہ پر ہے کذا فی الطحطاوی وسوق مملوك على الملاك وعند ابي يوسف على السكان ملتقی اور اگر مقتول پایا
گیا مملوک بازار مین تو اوسکے مالکون پر قسامہ اور دیت ہی اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والون پر واجب ہی کذا فی الملتقی وفي غيره اى
غير المملوك والشارع الاعظم هو النافذ والسجن والجامع وكل مكان يكون التصرف فيه لعامة المسلمين لا لواحد
منهم ولا لجماعة يحصون لا قسامة ولا دية على احد ابن كمال وانما الدية في بيت المال لان الغرم بالغنم اور اگر مقتول
پایا گیا بازار غیر مملوک مین اور شارع اعظم یعنی شاہراہ کشادہ مین اور قید خانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اوس مکان مین جسمین تمام مسلمین کا تصرف برابر ہے
نہ ایک مسلمان کا نہ مخصوص جماعت کا تو ایسے مکانون مین قسامہ نہیں اور نہ کسی پر دیت ہی کذا صرح ابن کمال لہذا ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال
مین ہے اسواسطے کہ تاوان بمقابلہ منفعت کے ہے ھم یعنی چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور محبس اور شاہراہ سے منتفع ہوتے ہین تو تاوان بہی
اونپر ہوگا یعنی مقتول کی دیت دیجاویگی بیت المال سے جو سب مسلمانون کیواسطے موضوع ہے عینی نے کہا بیت المال یعنی خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال
ہی تو سب مسلمان اوسمین شریک ہین سو خدا کی لعنت اُن ظالمون پر جو بیت المال کو اپنا مال جانکر صرف کرتے ہین اور اوسکے مستحقونکو محروم رکہتے ہین ثم انما تجب
الدية فيما ذكر على بيت المال ان كان نائيا اى بعيدا عن المحلات والا يكن نائيا بل قريبا منها فعلى اقرب المحلات اليه الدية
والقسامة لانه محفوظ بحفظ اهل المحلة فتكون القسامة والدية على اهل المحلة پہر اسکو دریافت کرنا چاہیئے کہ مکانات مذکورہ مین مقتول
کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہے تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہے اور وہ شرط مذکور یہہ ہے کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ دور دراز
ہون محلون سے اور اگر دور نہون بلکہ قریب ہون انسے تو جو وہانسے قریب تر محلہ ہوگا اوسپر دیت اور قسامہ واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ مقام اہل محلہ
کی حفاظت سے محفوظ ہے تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا وكذا في السوق النائي اذا كان من يسكنها في الليالي اور اسیطرح کا حکم ہے
بازار بعید مین جبکہ لوگ اوسمین رات کو رہتے ہون یعنی ذکی سکونت کا اعتبار نہیں اذا كان لاحد فيها دار مملوكة تكون القسامة والدية
عليه لانه يلزمه صيانة ذلك الموضع فيوصف بالتقصير فيجب عليه موجب التقصير كما في العناية معزيا الى النهاية قلت وبه
افتى المرحوم ابو السعود مفتى الروم واعتمده المصنف وان خلا عنه المتون لانه مصرح به في غالب الفتاوى والشروح ملتقط
یا کسیکا اوس بازار بعید مین گہر ہو مملوک تو قسامہ اور دیت اوسی شخص پر ہے اسواسطے کہ اوسکو حفاظت اوس مکان کی لازم ہے تو وہ شخص موصوف بتقصیر
ہوگا تو اوسپر تقصیر کا موجب یعنی قسامہ اور دیت واجب ہوگا چنانچہ عنایہ مین ہی نہایہ سے منقول مین کہتا ہون اور اسیکا یعنی وجوب قسامہ اور دیت
کا اقرب محلات پر کذا فی الطحطاوی عن المصنف فتوی دیا ہی مرحوم ابو السعود مفتی روم نے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ہی اس متن مین اگرچہ متون
فقہ کے وجوب قرب محلات سے خالی ہین اسواسطے کہ یہہ شرط مفصل موجود ہی اکثر فتاوٰن اور شرحون مین تو اسکو یاد رکہنا چاہیئے وكذا لو وجد في
برية او في وسط الفرات اذا كان يمر به الماء لا محتبسا كما سيجئ اذ لا يد لاحد وقيل اذا كان موضع انتفاع مارئے
دار الاسلام تجب الدية في بيت المال لانه في ايدى المسلمين ابن كمال اور بلا وجوب دیت خون رایگان ہی اگر مقتول پایا
جنگل میں اور دریای فرات کے درمیان نہیں بشرطیکہ مقتول کو پانی بہا لیجاتا ہو اور اوسکی تفصیل ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا اسواسطے خون رایگان ہوا کہ

وہان کسیکا تصرف نہین اور قول ضعیف یہہ ہے کہ اگر دریا کے پانی نکلنے کا منبع دار الاسلام مین ہو تو دیت اوسکی بیت المال مین واجب ہوگی اسلئے کہ دار الاسلام مسلمانون کے قبضہ مین ہے کذا ذکرہ ابن کمال ھم فرات کا ذکر تخصیص کیواسطے نہین ہے بلکہ فرات سے مراد نہر عظیم ہے جسمین پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایہ وفی نہر صغیر ہو ما یستحق بہ الشفعۃ علی اہلہ لاختصاصہم بہ اور نہر صغیر جسکے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اوسکے مقتول مین اوس نہر کے مالکون پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا اونکی خصوصیت کیوجہ سے نہر کے ساتھ ھم استحقاق شفعہ اوس نہر صغیر مین ہوتا ہے جسمین چھوٹی کشتی جاری نہو اور بعضون نے کہا ہے کہ جسکو لوگ شمار نہین کرسکتے ہون کذا فی الطحطاوی ولو کانت البریۃ مملوکۃ او وقفا لاحد کان مروسیعی او کانت قریبۃ من القریۃ او الاخبیۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الصوت تجب علی المالک او ذی الید او علی اہل القریۃ او اقرب الاخبیۃ زیلعی اور اگر جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور آگے آویگا یا جنگل قریب ہوگا نون سے یا قریب ہو کسی کے خیمون کے یا اکثر ہو گر خیمون سے اسطرحپر کہ مقتول کی آواز وہان مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیمون کے رہنے والون پر کذا فی الزیلعی ھم عبارت مین لف نشر مرتب واقع ہے ولایت مین اہل سواشی اکثر خانہ بدوش رہتے ہین خیمون مین کبھی اس جنگل مین کبھی اوس جنگل مین جسپر سبزہ دیکھا مین کبھی قوم ونحو قتیلا بالشط او بالجزیرۃ او جرحہ الطا او ملقی علی الشط فعلی اقرب المواضع الیہ من القری والامصار وذا فی الخانیۃ والاراضی وافقہ المصنف اذا کان یسمع صوتہ اہل الارض والقری الیہ والا لا کما مر اور اگر مقتول ترک رہا ہو دریا کے کنارے پر یا پل کے کنارے پر یا وہان بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہان سے قریب تر مکان ہوگا دیہات یا شہرون کے وہان کے باشندون پر قسامہ اور دیت واجب ہے خانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والونکی وہان آواز پہنچتی ہو اور اگر آواز وہانتک نہ پہنچتی ہوگی تو قسامہ اور دیت واجب نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تفرقوا عن قتیل فعلی اہل المحلۃ لان حفظہا علیہم الا ان یدعی الولی علی اولئک او یدعی علی بعض معین منہم فلم یکن علی اہل المحلۃ شیء ولا علی اولئک حتی یبرھن لان بمجرد الدعوی لا یثبت الحق ویبری اہل المحلۃ لان قولہ حجۃ علیہ - اور اگر ایک قوم باہم بھڑ گئی تلوارین کھینچکے پھر ایک مقتول کو چھوڑکر متفرق ہوگئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی اونکے ذمہ ہے مگر یہہ کہ وارث مقتول کا اوس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا اونمین سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھہ واجب نہوگا اور نہ اوس قوم پر تاوقتیکہ وارث اپنا دعوی گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہین ہوتا بدون حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہوگئے اسواسطے کہ وارث مدعی کا قول اوسکی ذات پر حجت ہے اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے مین ونسخہ تحلف علی صیغۃ اسم المفعول فان قال قتلہ زید حلف باللہ ما قتلت ولا عرفت قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من یزعم انہ قتلہ اور جسپر قسم عائد ہے اہل قسامہ سے اوسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہ یون قسم کھاے کہ خدا کی قسم مین نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون سوا زید کے اور اوسکا قول مقبول نہوگا اوس شخص کے حق مین جسکو وہ قاتل گمان کرتا ہے شارح نے کہا تحلف بصیغہ مفعول ہے نہ اسم فاعل وبطل شہادۃ بعض اہل المحلۃ بقتل غیرہم مثلا کالعصا او بقتل واحد منہم بعینہ الا ھم مثلا بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے حق مین باطل ہے برخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دین تو باطل تہمت کے سبب سے ھم یعنی ایک شخص محلہ مین قتل ہوا اور وارث نے دعوی کیا کہ محلہ والون کے سوا اور قوم نے اوسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ مین سے ایک معین شخص نے اوسکو قتل کیا ہے اور اہل محلہ سے دو شخصون نے اسکی گواہی دی تو یہہ گواہی باطل ہے امام کے نزدیک تہمت کی علت سے اسواسطے کہ تہمت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہے اور قسامہ اور دیت سب پر واجب ہے اور شاہد چاہتے ہین کہ اپنا اوپر سے خصومت کو ٹال دیوین تو وہ متہم ہوے تو گواہی انکی مقبول نہوگی کذا فی الدرر ومن جرح فی حی فنقل منہ فبقی ذا فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی خلافا لابی یوسف اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری مین سے وہان سے زندہ اوٹھایا گیا اور بستر پر پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا تو دیت اور قسامہ اوسی قبیلہ پر ہے خلافا لابی یوسف

سے کہ قسامہ اور دیت نہیں اوسپر فلو مع جریح بہ رمق فحمله آخر الی اهله فمکث مدة فمات لم یضمن الحامل عند ابی یوسف و فی قیاس قول ابی حنیفۃ یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہے جسکی زندگی کی رمق باقی ہے سو اوسکو دوسرا شخص اپنے گھر اوٹھا لایا سو وہاں ایک مدت تک پڑا رہا پھر مر گیا تو اوٹھا نیوالا ضمان نہ دیگا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس میں ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنی اسواسطے کہ اوسکا قبضہ بمنزلہ محلہ کے ہے تو اوسکے پاس زخمی کا ہونا ایسا ہے جیسے محلہ میں موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر و فی رجلین بلا ثالث وجد احدهما قتیلا ضمن الآخر لان الظاهر ان الانسان لا یقتل نفسه دیته عند ابی حنیفۃ خلافا لمحمد بدون تیسرے شخص کے دو مردوں میں ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اوسکی دیت کا ضمان دیگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو آپ قتل نہیں کرتا برخلاف محمد کے یعنی اونکے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ شاید اوسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو و فی قتیل قریۃ امرأۃ کرر الحلف علیها و دیته علی عاقلتها و عند ابی یوسف القسامۃ علی العاقلۃ ایضا اور عورت کے گانوں کے مقتول میں عورت پر بار بار قسم وارد ہوگی یعنی بتکرار اور عورت کی مددگار دیت دینگی اور ابو یوسف کے نزدیک مددگار و نیز قسم بھی لازم ہوگی یعنی اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت اہل نصرت نہیں صغیر کی مانند اور طرفین کی یہہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہو سکتی ہے کذا فی الدرر قال المتاخرون و المرأۃ تدخل فی التحمل مع العاقلۃ فی هذه المسئلۃ کذا فی الملتقی و هو الاصح ذکره الزیلعی متاخرین فقہا نے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس مسئلہ کے اندر کذا فی الملتقی اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے ہم زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت میں اسلیے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک ہوگی نہایہ میں کہا اور اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسی صورت میں داخل نہیں سوا اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی و ان وجد قتیل فی دار نفسه فدیته علی عاقلته و رثته عند ابی حنیفۃ و عندهما و زفر لا شیء فیه ای فی القتیل المذکور و به یفتی کذا ذکره منلا خسرو و صدر الشریعۃ و تبعهما المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو اوسکے وارثوں کی عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین اور زفر کے نزدیک مقتول مذکور میں کچھہ نہیں ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے درر میں اوس قول کا تابع ہو کر جسکی صدر الشریعۃ نے ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو اور صدر الشریعۃ دونوں کا تابع ہوا ہے و خالفهم ابن الکمال فقال لهما ان الدار فی یده حین وجد القتیل فیجعل کانه قتل نفسه فیکون هدرا و له ان القسامۃ انما تجب بظهور القتل و حال ظهوره الدار للورثۃ فتجب علی عاقلتهم اور صدر الشریعۃ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو یوں کہا ہے کہ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبضہ اوسکے میں تھا جبکہ زخم حاصل ہوا تو گویا قرار دیا گیا کہ گویا اوسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اوسکا رائگان ہوگا اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے اور قتل ظاہر ہونے کیوقت گھر وارثوں کا ہو گیا تو دیت مقتول کی وارثوں کی عاقلہ پر ہوگی لا یقال العاقلۃ انما یتحملون لیجب علی الورثۃ تخفیفا لهم و لا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ لان الایجاب لیس للورثۃ بل للمقتول حتی تقضی منه دیونه و تنفذ وصایاه ثم یخلفه الوارث فیه و هو نظیر الصبی و المعتوه ان قتل اباه تجب الدیۃ علی عاقلته و تکون میراثا له فتدبر یوں نکہا جاویگا کہ عاقلہ تو اوسی حال کی متحمل ہوتی ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثوں پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثوں پر واجب کرنا وارثوں کے فائدہ کیواسطے کیونکہ اس سوال کا یہ جواب دیا جاویگا کہ یہاں ایجاب مال کا وارثوں کے لئے نہیں ہے بلکہ مقتول کیواسطے ہے تاکہ اوسی مال سے مقتول کے دین اداکئے جاوینگے اور اسکی وصیتیں اوسمیں نافذ ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اوس مال میں اور وہ تو صغیر اور مدہوش کی مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش اپنے باپ کو قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تو خبردار رہنا و لو وجد فی ارض موقوفۃ او دار کذلک یعنی موقوفۃ علی ارباب معلومۃ فالقسامۃ و الدیۃ علی اربابها لان تدبیره الیهم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسیطرح وقف کے گھر میں جو معین لوگوں پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگوں پر ہے اسواسطے کہ وقف کی تدبیر اونہیں لوگوں سے وہاں کی متعلق ہے

الارض او الدار موقوفة على المسجد فهو كما لو وجد فيه اي في المسجد زيلعي ودرر وسراجيه وغيرها و قد قدمناه
اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہی جیسے کہ مقتول مسجد کے اندر پایا جاے چنانچہ زیلعی اور درر اور سراجیہ وغیرہا مین ہے اور ہمنے وقف کا مسئلہ اول
ذکر کر دیا ہے ہم اگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اوسکا حکم مسجد محلہ کی مانند ہے اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اوسکا جامع مسجد کا حکم ہے قلت والتقييد
بكون الارباب الموقوف عليهم معلومين ليخرج غير المعلومين كما لو كان وقفا على الفقراء والمساكين فان الظاهر ان الدية تكون
في بيت المال لانه حينئذ تكون من جملة ما اعد لمصالح المسلمين فاشبه الجامع قاله المصنف بحثا مین کہتا ہون اور موقوف
علیہم لوگونمین معین ہونے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگون پر جو وقف ہو نکلجاے چنانچہ فقیرون اور غیر معین محتاجون پر وقف ہو تو ظاہر ایسا ہے حکم
ہے کہ وہان کے مقتول کی دیت بیت المال مین ہوگی اسلیے کہ وقف مذکور اسوقت مین ہوگا منجملہ ان اشیا کے جو مصالح مسلمین کیواسطے مہیا مین تو جامع مسجد
کے مشابہ ٹھہرا یعنی اور جامع مسجد کی دیت بیت المال مین ہوگی تو اسکی بھی بیت المال مین ہوگی ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین بحث کی راہ سے نہ روایت
کے طریق سے ولو وجد في معسكر في فلاة غير مملوكة ففي الخيمة والفسطاط على من يسكنها اور اگر مقتول پایا گیا اوس لشکرگاہ مین جو بیابان
غیر مملوک مین واقع ہے تو اگر خیمہ اور پال مین مقتول ہے تو اوسکے رہنے والون پر قسامہ اور دیت ہے وفي خارجهما اي الخيمة والفسطاط
ان كانوا اي ساكنوها قبائل فعلى قبيلة وجد القتيل فيها اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور پال کے باہر تو اگر خارج کے رہنے والے قوم قوم
ہون تو جس قوم مین مقتول پایا گیا اوسی قوم پر قسامہ اور دیت ہے ولو بين القبيلتين كان حكمه كما مر بين القريتين اور اگر دو قوم کے درمیان
پایا گیا تو اوسکا حکم ویسا ہی جیسا درمیان دو گانون کا حکم مذکور ہو چکا یعنی اگر جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اوسی قوم پر واجب ہے اور اگر دونون برابر
ہین تو دونون پر واجب ہے وان لم يكونوا قبائل فعلى كل العسكر اور اگر لشکری لوگ ملے جلے مختلف اترے ہین تو تمام لشکر پر واجب ہے ولو
كانوا قد قاتلوا عدوا فلا قسامة ولا دية ملتقى اور اگر اہل لشکر کفار سے لڑے ہون اور وہان مقتول پایا گیا تو قسامہ ہے نہ دیت کذا في الملتقى
ولو كانت الارض التي نزل فيها العسكر مملوكة فعلى المالك بالاجماع لانهم سكان ولا يزاحمون المالك في القسامة والدية درر لكن في
الملتقى خلافا لابي يوسف فتفقه اور اگر وہ زمین جسمین لشکر اترا مملوک ہو تو اوسکے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے بالاتفاق اسواسطے کہ اہل لشکر وہان ساکن ہین
مالک زمین کے مزاحم نہین قسامہ اور دیت مین کذا في الدرر لیکن ملتقی مین خلاف ابو یوسف کا مذکور ہے اور آگاہ رہنا یعنی صاحب درر کا متفق علیہ کہنا صحیح نہین
وفيها لو وجد في قرية لايتام لم يكن على الايتام قسامة وهي على عاقلتهم لانهم ليسوا من اهل اليمين اور ملتقی مین ہے کہ اگر مقتول
پایا گیا یتیمون کے گانو مین تو یتیمون پر قسامہ نہین اور دیت یعنی قسامہ ہوا انکی عاقلہ پر اسواسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہین وان كان فيهم
مدرك فعليه لانه من اهل اليمين ولوالجية اور اگر یتیمون مین کوئی بالغ ہو تو اوسپر قسامہ واجب ہے اسواسطے کہ وہ قسم کہانیکی لیاقت رکھتا ہے کذا في
الولوالجية **فروع** مسائل ملتقطہ شارح کے لو وجد في دار صبي او معتوه فعلى عاقلتهما اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر مین تو
اونکے مددگارون پر قسامہ اور دیت ہے ولو في دار ذمي حلف خمسين يمينا ودى من ماله ولو قتلا فعلى عاقلتهما اور اگر مقتول
پایا گیا ذمی کے گھر مین تو پچاس قسمین کہاے اور اپنے مال سے دیت دے اور اگر دو ذمیون کی عاقلہ ہوتی ہون تو دو لوگ یعنی یہود اور نصاری کی عاقلہ پر دیت
واجب ہوگی قسم یہودی یون قسم کہاے کہ اوس خدا کی قسم جسنے توریت اتاری ہے مین نے اوسکو نہین مارا اور نہ مین اوسکے قاتل کو جانتا ہون اور
نصرانی قسم خدا کی کہاے جسنے انجیل اتاری ہے کذا في الطحطاوي ولو مر رجل في محلة فاصابه سهم او حجر فلم يدر من اين ومات منه فعلى
اهل المحلة القسامة والدية سراجية اور اگر ایک مرد گذرا ایک محلہ مین سو اوسکو تیر لگا یا پتھر اور اوسکو معلوم نہین کہ کدہر سے آیا اور وہ اوسی صدمہ
سے مرگیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کذا في السراجيه وفي الخانية وجد بهيمة او دابة مقتولة فلا شيء فيها اور خانیہ مین ہے کہ چوپایا
یا جانور مقتول پایا تو اوسمین قسامہ اور دیت کچھ نہین وان وجد مكاتب او مدبر او ام ولد قتيلا في محلة فالقسامة والقيمة على

عواقلهم فی ثلث سنین اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پایا محلہ مین تو قسامہ اور ہر ایک کی قیمت اہل محلہ کے مددگارونپر واجب ہے
تین سال کے اندر ولو وجد العبد قتیلاً فی دار مولاہ فهدر الا مدیونا فقیمته علی مولاہ لغرمائه حالة والا مکاتبا فقیمته
علی مولاہ مؤجلة اور اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گہر مین تو خون اوسکا رائگان ہے مگر یہہ کہ غلام ماذون مدیون ہو تو اوسکی قیمت اوسکے
مالک پر واجب ہے بالفعل اوسکے قرضخواہونکو لیکن اور بجز مکاتب کے یعنی اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گہر مین تو اوسکی قیمت اوسکی مالک پر واجب ہے
تین سال کی مدت مین ہم مکاتب کی قیمت سے بدل کتابت ادا کیا جاویگا اور اوسکی آزادی کا حکم کیا جاتا ہے اور جو بدل کتابت دیکر باقی رہے وہ اوسکی وارثونکی
میراث ہے کذا فی العالمگیریة ولو وجد المولی قتیلاً فی دار ماذونه مدیونا او لا فعلی عاقلة المولی اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام
ماذون فی التجارۃ کے گہر مین خواہ غلام مدیون ہو یا نہین تو مالک کی عاقلہ پر دیت ہے یعنی قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتیلاً فی دار ابیه او امه
او المرأۃ فی دار زوجها فالقسامة والدیة علی العاقلة ولا یحرم من المیراث اور اگر آزاد مرد مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی مان کے گہر مین
یا عورت اپنے زوج کے گہر مین مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہین والله اعلم واستغفر الله الکریم

کتاب المعاقل

یہہ کتاب ہے احکام معاقل کے بیان مین ہے جمع معقلة بفتح فسکون وضم و یعنی معاقل جمع ہے معقلہ کی
بفتح میم سکون عین وضم قاف جیسے مکرمہ بضم را کے جمع مکارم ہے وهی الدیة وتسمی عقلا لانها تعقل الدماء من ان تسفك ای تمسك
منه العقل لانه یمنع القبائح اور وہ یعنی معقلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین وسکون قاف بھی کہتے ہین یعنی اسواسطے کہ عقل بمعنی منع ہے اور دیت
خونون کو باز رکہتی اور روکتی ہے خونریزی سے و باتمیمی دانش اور خردمندی کو عقل کہتے ہین اسواسطے کہ عقل انسان کو ارتکاب قبائح سے باز رکہتی ہے
ہم جبکہ معقلہ سے دیت مراد ہوئی اور حالانکہ کتاب الدیات مقدم مذکور ہو چکی اور اس کتاب مین دیت کا کچھہ ذکر نہین بلکہ انکا ذکر ہے جنپر دیت واجب
ہے جنکو عاقلہ کہتے ہین تو بجای کتاب المعاقل کے کتاب العواقل کہنا صواب ہے چنانچہ صاحب برہان نے کتاب العواقل کہا ہے بعضون نے اسکا یون جواب دیا
کہ کلام مین مضاف محذوف ہے یعنی کتاب اہل المعاقل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا والعاقلة اهل الدیوان وهم العسکر عند
الشافعی اهل العشیرة وهم العصبات اور عاقلہ یعنی جنپر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہین اور امام شافعی کے
نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنی عصبات ہین ہم دیوان عبارت ہے ان اوراق سے جنمین اہل لشکر کے نام اور انکا سالیانہ یا ماہواری یا روزینہ
لکہا جاتا ہے جسکو دفتر کہتے ہین عمر فاروق رضی الله عنہ نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت صحابہ کی کہارکے سامنے بلا انکار
چونکہ انسان کی جان محترم چیز ہے تو باطل اور رائگان نہین ہوسکتی اور قاتل مخطی پر وجوب دیت بلا وجہ ہے اسواسطے کہ وہ معذور ہے اور خطا آدمی کے
مرقوم سے اور اگر تمام دیت اوسپر واجب کیجیو تو وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے تو قاتل کی عاقلہ پر یعنی مددگارونپر ڈالی گئی اسواسطے کہ آدمی احتیاط اور احتراز مین اپنی
قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھہ پروا نہین کرتا اور یہہ زور آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالباً اپنے انصار اور حامیون کے بہروسے پر تو مددگار خطا کار ٹہرے
مددگاری مین کیونکہ وہی تو سبب ہین اوسکی بیباکی اور تعدی کے تو اونکی تقصیر ثابت ہے کہ مخطی کو اونہونے کیون محفوظ نرکہا نے احتیاطی سے تو انہین پر دیت
کا ڈالنا اولی اور انسب ہے اور عینی نے شرح ہدایہ مین کہا اگر کوئی کہے صحابہ کا اجماع مذکور رسول خدا صلے الله علیہ وسلم کے فعل کے مخالف ہے اسواسطے کہ آنحضرت
صلے الله علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اسکا ہم جواب دینگے کہ یہہ اجماع حکم رسول خدا صلے الله علیہ وسلم کے موافق ہے اسواسطے کہ آپنے اہل نسب پر
دیت مقرر کی باعتبار نصرت اور مددگاری کے ولهذا نسوان اور صبیان اہل نسب پر دیت نہین اسواسطے کہ وہ مددگاری کے لائق نہین پہر جب عمر
فاروق نے تدوین دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھہ ہو گئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹہر گئے تو یہہ نسخ نہین بلکہ معنی نصرت کی تقریر ہے یلق هو
منهم اہل لشکر عاقلہ ہین اوسکو جو انمین سے ہے یعنی سپاہی لشکری کے نہ ہر قاتل کے یعنی جس رسالہ اور جس پلٹن مین قاتل ہوگا انہین پر دیت واجب
ہوگی فیجب علیهم کل دیة وجبت بنفس القتل خرج ما انقلب مالا بصلح او بشبهة کقتل الاب ابنه عمدا فانه فی ماله کما مر فی الجنایات

سو اہل لشکر پر واجب ہوگی ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی ہے نفس قتل کی قید سے وہ قتل نکل گیا جو منقلب بمال ہو گیا صلح کے سبب سے یا شبہہ
کی وجہ سے جیسے باپ کا قتل کرنا عمداً اپنے بیٹے کو تو اس قتل کی دیت باپ کے مال میں ہے چنانچہ گذر گیا کتاب الجنایات میں ھ نفس قتل سے دیت واجب ہوتی
ہے قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں اور جاری مجرای خطا میں چنانچہ اسکی تصریح کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکی فتؤخذ من عطایاھم او من ارزاقھم
والفرق بین العطیة والرزق ان الرزق ما یفرض فی بیت المال بقدر الحاجة والکفایة مشاھرة او میاومة والعطاء ما یفرض
فی کل سنة لا بقدر الحاجة بل لصبرھم وعنائھم فی امر الدین سو دیت لیجاویگی اہل لشکر کی عطا سے یا اونکے رزق سے اور فرق عطا اور رزق میں یہہ
ہے کہ رزق وہ ہے جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت اور کفایت کے بطریق ماہواری یا روزینہ کے اور عطا وہ ہے جو بیت المال میں معین ہو بطریق حاجت
کے نہیں بلکہ اونکی شکیبائی اور مضبوطی اور محنت کشی کے سبب سے دین کے کام میں فی ثلث سنین من وقت القضاء وکذا ما یجب فی مال
القاتل عمدا بان قتل الاب ابنه یؤخذ فی ثلث سنین عندنا وعند الشافعی حالا لشکر کی وجہ معین سے دیت لیجاویگی تین سالمین یعنی
کے حکم کرنیکے وقت سے یعنی جبسے کہ قاضی نے وجوب دیت کا حکم کیا اوسوقت سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور ایسا ہی ہے دیت واجبہ قاتل عمد کے مال میں اس
طرح پر کہ باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سالمین دیت لیجاویگی اور امام شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی ھ قضا کے بعد سنین مستقبلہ کی عطا
سے دیت لیجاویگی اور اگر سنین ماضیہ کی عطا جمع ہو قبل قضا کے پھر لشکریونکو قضا کے بعد حاصل ہو تو اوس سے دیت نہ لیجاویگی اور اگر دس آدمیون
نے ایک آدمی کو قتل کیا بطریق خطا کے تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسواں حصہ تین سالمین واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی فان خرجت العطایا فی
اکثر من ثلث او اقل تؤخذ منه لحصول المقصود پھر اگر عطا یا تین سال سے زیادہ مدت میں یا کمتر مدت میں بیت المال سے نکلی تو اوسی سے دیت لیجاویگی
مطلب حاصل ہونیکے سبب سے ھ یعنی اگر تین سال آیندہ کی عطا ایک ہی سالمین ملے تو تمام دیت اوسی سے لیجاویگی کذا فی الزیلعی اور اگر تین سال کا رزق ایکسال
کے تین مہینو مین ملا تو اوس سے دیت نہ لیجاویگی اسلیے کہ رزق بقدر حاجت کے مقرر ہوتا ہے تو اگر اوس میں سے لیا جاوے تو اوسکو تکلیف اور حرج ہوگا بخلاف عطا کے
کذا فی المجتبی وان لم یکن القاتل من اھل الدیوان فعاقلته قبیلته واقاربه وکل من یتناصر به تنویر الابصار اور اگر قاتل لشکری نہیں ہے
تو اسکا عاقلہ اوسکا قبیلہ اور اوسکے قریب لوگ ہیں اور جن لوگون سے وہ قاتل مددگاری چاہتا ہو کذا فی تنویر الابصار ھ قبیلہ اور عشیرہ عبارت ہے نسبات سے
یعنی یک جدی لوگ فلاصہ یہ ہے کہ وجوب دیت میں تناصر اور مددگاری کا اعتبار ہے تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل قریہ یا برادری کے لوگ اسطرح ہون کہ جب
اونمیں سے کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اوسکی کفایت اور مددگاری کیواسطے مستعد ہو جاتے ہون تو وہی لوگ اوسکی عاقلہ ہیں اور اگر اوسکے
مددگار چند قسم کے لوگ ہیں لشکر والون سے اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکروالے لوگ مقدم اور اولے ہیں پھر اونکے بعد برادری کے لوگ پھر اہل محلہ پھر بازاری
لوگ اور اگر قاتل عجمی مرد ہو کہ نہ اوسکا دیوان ہے نہ برادری نہ کوئی مددگار تو اوسکی دو صورتیں ہیں یا اوسکی مقتول کی دیت بیت المال میں ہے یا خود اوسکی [illegible]
کذا فی الطحطاوی مختصراً بتصرف وتقسم الدیة علیھم فی ثلث سنین ای السنین بمعنی العطیات قہستانی فلیحفظ اور دیت تقسیم ہوگی عاقلہ
پر تین سال کے اندر پھر جاننا چاہیئے کہ سنین بمعنی عطیات کے ہیں کذا فی القہستانی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ طحطاوی نے کہا کہ تم السنین بمعنی العطیات کی حاجت
نہیں ہے اسواسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت العطایا میں یہہ مضمون مذکور ہوگیا لا یؤخذ فی کل سنة الا درھم او درھم وثلث ولو تم علی کل
واحد من کل الدیة فی ثلث سنین علی الاصح اور نہ لیجاوے دیت ہر سال میں مگر ایکدرہم یا ایکدرہم اور تہائی درہم کی اور زیادہ نہ لیا
جاویگا عاقلہ کے ہر شخص پر تین سال کی مدت میں چار درہم سے بنابر صحیح تر قول کے ھ اگر ہر شخص سے ایکدرہم لیا گیا تو ہوگی تین سال میں تین درہم ہوتے
اور اگر ایکدرہم اور تہائی درہم کی لیگئی تو چار درہم ہوئے طحطاوی نے کہا کہ یہہ قول صحیح تر محمد سے منصوص ہے اور غیر اصح تین درہم کی روایت ہے
ہر سال میں ہر شخص سے چار درہمون سے زیادہ نہ لیا جاوے فان لم تتسع القبیلة لذلک ضم الیه اقرب القبائل نسبا علی ترتیب العصبات
پھر اگر قاتل کا قبیلہ یعنی یکجدی برادری اسکی واسطے یعنی دیت پوری ہونیکے واسطے گنجایش نکرے تو جو قبیلہ اونکے ساتھ زیادہ تر قرابت رکھتا ہے نسب کی

راہ سے وہ بلایا جاتا ہے عصبات کی ترتیب پر ہم ترتیب عصبات یہ ہے کہ اول بھائی ہیں پھر اونکے فرزند پھر چچا پھر اونکے فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند
بیٹا ملاحت ہو بعضون کے نزدیک عاقلہ میں داخل ہیں اور بعضون کے نزدیک نہیں مجتبیٰ میں کہا ماحاصل استنصار اہل لشکر اظہر ہے تو اونکے ساتھ قرابت اور نسب اور
الولاء اور قرب سکنی وغیرہ کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر نہوگا اور بعد لشکر کے نسب کے مددگاری ہے تو بنا بریں اگر قاتل صیاد بن ہو تو اوسکی عاقلہ صیادین ہیں اور اونکی
اتباع نہ اوسکا قبیلہ اور وہ اہل محلہ اسواسطے کہ اہل حرفہ کی باہم مددگاری نہایت ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی والقاتل عندنا کاحدہم اور ہم حنفیون کے نزدیک
قاتل بھی عاقلہ میں سے ایک شخص کی مانند ہے ہم یعنی دیت وغیرہ میں وہ بھی شریک ہے عاقلہ کا اسواسطے کہ جنایت تو اوسی نے ظاہر کی ہے تو اوسکو خارج کرنا عاقلہ سے
بیوجہ ہے خلافا للشافعی ولو القاتل امرأۃ او صبیا او مجنونا فیشارکھم علی الصحیح زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون ہو اونمین سے ہر ایک عاقلہ
کا شریک ہوگا بنا بر قول صحیح کے کذا فی الزیلعی یعنی صغیر اور مجنون کا ولی اونکے مال سے حصہ رسد دیت دیگا وعاقلۃ المعتق قبیلۃ سیدہ اور غلام آزاد کا عاقلہ
اوسکے مالک کا قبیلہ ہے یعنی مالک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی عن البرہان وتعقل عن مولی الموالاۃ مولاہ وقبیلتہ مولاہ اور مولی موالات کیطرف سے اوسکا
مولے اور اوسکے مولے کا قبیلہ دیت دیگا واعلم انہ لا تعقل العاقلۃ جنایۃ عبد ولا عمد وان سقط قودہ بشبہۃ او قتل ابنہ عمدا کما مر
اور معلوم کر کہ عاقلہ دیت نہیں دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہوگیا ہو شبہہ سے یا باپ کے قتل کرنے سے اپنے فرزند کو عمدا چنانچہ
مذکور ہوگیا ولا مالزم بصلح او اعتراف ولا مادون نصف عشر الدیۃ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تعقل العواقل عمدا ولا عبدا و
لا صلحا ولا اعترافا ولا مادون ارش الموضحۃ بل الجانی اور عاقلہ نہیں دیتی وہ مال جو لازم ہوا قتل عمد یا قتل خطا کی صلح سے یا قاتل کے اقرار سے
اور نہ وہ مال جو دیت کی بیسوین حصہ سے کم ہے بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ عواقل دیت نہیں دیتے قتل عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اقرار
کی اور نہ موضحہ کی دیت سے کمتر مال کے بلکہ قاتل اوس دیت کو آپ ادا کرے ہم اس حدیث کو محمد بن حسن نے ابن عباس پر موقوف نقل کیا ہے اور حدیث مرفوع تو غریب ہے
لیکن موضحہ کی دیت حدیث میں نہیں بلکہ ابراہیم نخعی سے قول موقوفہ مروی ہے لانہ متہم فی اقرارہ او نقول حجۃ وانما قبلت البینۃ ہنا مع
الاقرار مع انہا لا تعتبر معہ لانہا تثبت ما لیس بثابت باقرار المدعی علیہ ہو الوجوب علی العاقلۃ مگر یہ کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق کریں
یا گواہی سے قتل ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور یہان گواہی اقرار کے ساتھ اسواسطے مقبول ہوئی باوجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہیں ہوتی اسواسطے کہ گواہی
اوسکو ثابت کرتی ہے جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہیں یعنی وجوب مال کا عاقلہ پر ولو تصادق القاتل واولیاء المقتول علی ان قاضی بلد کذا
قضی بالدیۃ علی عاقلتہ بالبینۃ وکذبہما العاقلۃ فلا شیء علیہا ای العاقلۃ لان تصادقہما لیس بحجۃ علیہم ولا علیہ فی مالہ الا حصتہ
لان تصادقہما حجۃ فی حقہما زیلعی اور اگر قاتل اور مقتول کے وارثون نے باہم تصدیق کی اسپر کہ فلانے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ پر گواہی کے
سبب سے اور عاقلہ نے ان دونوں کی تکذیب کی تو عاقلہ پر کچھ دینا واجب نہیں ہے اسواسطے کہ قاتل اور اولیاء مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہیں ہے اور نہ خود قاتل پر واجب
ہے اوسکے مال میں مگر بقدر اوسکے حصے کے اسلئے کہ قاتل اور وارثون کا تصادق اون ہی دونوں کے حق میں حجت ہے کذا فی الزیلعی ہم قاتل کے مال میں عاقلہ سا
حصہ رسد اقرار اوسکا حجت ہے بشرطیکہ اوسکو واسطے عطا میں ہو چنانچہ عالمگیری میں ہے کافی ہے اور ظاہرا عطا تو اہل لشکر میں ہوتی ہے نہ قبائل میں کذا فی الطحطاوی
واعلم ان الخصم فی ذلک ہو الجانی لان الحق علیہ ولو کان صبیا فالخصم ابوہ خانیۃ قلت یؤخذ من قولہ الخصم ہو الجانی لا العاقلۃ
جواب حادثۃ الفتوی وہی ان صبیا فقأ عین صبیۃ فماتت فاراد ولیہا تحلیف العاقلۃ علی نفی فعل الصبی والجواب انہ لا تحلف
لان ذلک فرع صحۃ الدعوی وہی غیر متوجہۃ علی العاقلۃ وبقی ہنا شیء وہو ان العاقلۃ لو اقروا بفعل الجانی
ہل یصح اقرارہم بالنسبۃ الیہم حتی یقضی علیہم بالدیۃ ام لا فان قلت نعم ینبغی ان یجری الخلاف فی حقہم لظہور فائدتہ قالہ
المصنف بحثا فلیحرر اور معلوم کر کہ یمین یعنی دعوی قتل میں خصم یعنی مدعا علیہ قاتل ہے اسواسطے کہ حق اوسپر ثابت ہے اور اگر قاتل صغیر ہو تو مدعا علیہ
اوسکا باپ ہے کذا فی الخانیۃ میں کہتا ہون کہ اوسکے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل ہے نہ عاقلہ ماخوذ ہوتا ہے حادثہ فتوی کا جواب وہ استفتا یہہ ہے کہ صغیر نے

صغیرہ کی آنکھ پھوڑ دی سو وہ مرگئی تو صغیرہ کے وارثون کو قسم دینا چاہا عاقلہ کا صغیر کی نفی فعل پر اور جواب اسکا یہ ہے کہ قسم دارد نہوگی اسواسطے کہ لزوم قسم متفرع صحیح ہونیکی فرع ہے اور حالانکہ دعوی عاقلہ پر متوجہ نہیں ہوا اور یہان گفتگو کچھ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو اونکا اقرار بہ نسبت اونکے صحیح ہوگا تا اینکہ اونپر وجوب دیت کا حکم ہو یا اقرار اونکا صحیح نہیں تو اگر یون جواب دو کہ ہان تو لائق یون ہے کہ قسم اونکے حق مین جاری ہو اور اسکے فائدہ ظاہر ہونیکے سبب سے فائدہ سے مراد لزوم دیت ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین بحث کی راہ سے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے م تحلیف عاقلہ قول سابق کے مخالف ہے کہ عاقلہ خصم نہیں تو اونپر قسم بھی نہیں اور اگر یون جواب دو تو سمجھو کہ یہہ غیر مدعا علیہ کا اقرار ہے تو اونپر قسم جاری نہوگی تو صریح ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی وان جنی حر علی نفس عبد خطأ فھی علی عاقلتہ یعنی اذا قتلہ لان العاقلۃ لا تتحمل اطراف العبد وقال الشافعی لا تتحمل النفس ایضا اور اگر آزاد نے جنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اوسکی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے مراد یہہ ہے کہ آزاد غلام کو قتل کرے اسواسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے متحمل نہیں اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت کے بھی متحمل نہیں ولا یدخل صبی و امرأۃ و مجنون فی العاقلۃ اذا لم یتناصروا یعنی لو القاتل غیرھم ولا قید حلوت علی الصحیح کما مر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ عاقلہ مین داخل نہیں جبکہ باہم وہ مددگاری نکرتے ہون یعنی اگر صغیر وغیرہ قاتل نہون تو عاقلہ مین داخل نہین اور اگر صغیر وغیرہ سے قتل ظاہر ہوا ہو تو عاقلہ مین داخل ہونگے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا م عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اون سے مددگاری کی درخواست ہوتی ہو تو عاقلہ مین داخل ہونگے وجوب دیت مین کذا فی الطحطاوی ولا یعقل کافر عن مسلم ولا بعکسہ لعدم التناصر اور کافر دیت نہین دینا مسلمان کی طرف سے اور نہ مسلمان کافر کیطرف سے تناصر کی وجہ سے والکفار یتعاقلون فیما بینھم وان اختلفت مللھم لان الکفر کلہ ملۃ واحدۃ یعنی ان تناصروا والا ففی مالہ فی ثلث سنین کالمسلم کما بسطہ فی المجتبی اور کافر فیمابین خود ایکدوسرے کے عاقلہ ہونگے اگرچہ اونکے دین مختلف ہون اسواسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہے یعنی بشرطیکہ آپس مین ایکدوسرے کی مددگاری کرتے ہون اور اگر تناصر اونمین رائج نہو تو فقط قاتل کے مال مین دیت مقتول کی واجب ہے تین سال کے اندر مسلمان کی مانند چنانچہ مجتبے مین اسکو مشرح بیان کیا ہے م مجتبی مین ہے کہ دو تاجر مسلمان دار الحرب مین وارد ہوئے سو ایک مسلمان نے دوسرے کو قتل کیا تو اوسکی دیت قاتل کے مال مین واجب ہے کذا فی الطحطاوی واذا لم یکن للقاتل عاقلۃ کاللقیط وحربی اسلم فالدیۃ فی بیت المال فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی درر وبزازیہ وجعل الزیلعی روایۃ وجوبہا فی مالہ روایۃ شاذۃ اور جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار نہو چنانچہ لقیط کا یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو اوسکے مقتول کی دیت بیت المال مین ہے ظاہر الروایۃ مین اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیۃ اور زیلعی نے مال قاتل مین وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ قرار دیا ہے یعنی جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہو تو اوسکے مال مین دیت واجب ہے اس روایت کو زیلعی نے غیر معتمد کہا ہے قلت وظاہر ما فی المجتبی عن خوارزم من ان تناصرھم قد انعدم وبیت المال قد انہدم یرجح وجوبہا فی مالہ فیؤدی فی کل سنۃ ثلثۃ دراہم او اربعۃ کما نقلہ فی المجتبی عن الناطفی قال وھذا حسن لا بد من حفظہ واقرہ المصنف فلیحفظ فقد وقع فی کتیر من المواضع انہا فی ثلث سنین فافھم مین کہتا ہون اور مجتبی کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہہ ہے کہ وہان کے لوگونکی باہم مددگاری نیست نابود ہوگئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہوگیا تو یہہ حال ترجیح دیتا ہے وجوب دیت کو قاتل کے مال مین تو قاتل ہر سال تین یا چار درہم ادا کرے چنانچہ اسکو مجتبی مین ناطفی سے نقل کیا ہے صاحب مجتبی نے کہا اور یہہ قول خوب ہے اسکا یاد رکھنا ضرور ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین اسکو ثابت رکھا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے سوا بستہ مجتبی یا غیر مجتبی کے اکثر مواضع مین واقع ہوا ہے کہ بالکل دیت کا ادا کرنا کذا فی الطحطاوی تین سالمین ہے تو اسکو سمجھ لے وھذا اذا کان القاتل مسلما فلو ذمیا ففی مالہ اجماعا بزازیہ اور یہہ یعنی جب عاقلہ نہو تو بیت المال پر دیت واجب ہے اوسوقت جبکہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اوسکے مال مین بالاتفاق دیت ہے کذا فی البزازیۃ ومن لہ وارث معروف مطلقا ولو بعیدا او محرم قریب او کفر لا یعقلہ بیت المال وھو الصحیح کما بسطہ فی الخانیۃ اور جس قاتل کا مشہور

واضح ہو کہ جسکا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث ہو غلام یا کافر ہونیکے سبب سے تو اوسکے مقتول کی دیت بیت المال نہ دیگا اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ اسکو خانیہ مین شرح بیان کیا ہے و لا عاقلة للعجم و به جزم فی الدرر قاله المصنف لعدم تناصرهم و عجمیون کا یعنی عربیکے سوا اور ملکونکے رہنے والونکا عاقلہ نہین ہے اسی پر یقین کیا ہے درر مین یہہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اونکے عدم تناصر کے سبب سے وقیل لهم عواقل لانهم یتناصرون کالاساکفة والصیادین والصرافین والسراجین فاهل محلة القاتل وصنعته عاقلته وکذلک طلبة العلم قلت وبه افتی الحلوانی وغیرہ خانیہ اور بعضون نے کہا کہ عجمیون کے واسطے بھی عاقلہ ثابت ہین اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہین چنانچہ کفش گر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اوسکے عاقلہ ہین اور اسیطرح طالب علم باہم عاقلہ ہین مین کہتا ہون اور اسیکا فتوی دیا ہے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیہ زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل فی هذا الباب ومعنی التناصر انه اذا حزبه امر قاموا معه فی کفایته وتمامه فیه مجتبی مین یہہ زیادہ کہا ہے اور خلاصہ یہہ ہے کہ اس باب یعنی اثبات عاقلہ مین تناصر اصل ہے اور تناصر سے مراد یہہ ہے کہ جب اوسکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اوسکے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں اور اوسکی کاربرآری مین اپنے اوسکو بچالین اوسکی تکلیف ٹالدین اور اسکا پورا بیان مجتبی مین ہے وفی تنویر البصائر معزیا للحافظیة بالحق ان التناصر فیهم بالحرف فهم عاقلته الح فلیحفظ واقره القهستانی اور تنویر البصائر مین حافظیہ سے منقول ہے اور حق یہہ ہے کہ عجمیون مین تناصر پیشون کیوجہ سے ہے تو اہل پیشہ ہی عاقلہ ہین ہم پیشے کے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے اور اسی کو قہستانی نے ثابت رکھا ہے لکن حرر شیخنا الحانوتی ان التناصر منتف الان لغلبة الحسد والبغض وتمنی کل واحد المکروہ لصاحبه فتنبه لیکن ہمارے استاد حانوتی نے اسکی تحریر اور تنقیح کی ہے کہ بالفعل تناصر موجود نہین حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہے تو آگاہ رہو ہم یہہ وہی قول ہے جو زاہدی صاحب مجتبی نے عرف خوارزم کا بیان کیا ہے قلت وحیث لا قبیلة ولا تناصر فالدیة فی ماله او بیت المال مین کہتا ہون اور جہان نہ قبیلہ اور برادری ہو اور نہ حمایت اور مددگاری تو وہان دیت قاتل کے مال مین ہے یا بیت المال مین ہم وجوب دیت کا بیت المال مین ظاہر الروایہ ہے اور وجوب مال قاتل کے مال مین روایت شاذہ ہے چنانچہ مذکور ہو چکا مین کہتا ہون مدار تناصر پر ہے چنانچہ فقہا نے اوسکی تصریح کی ہے تو جس قوم مین تناصر اور حمایت کرنا رائج ہے تو وہ لوگ اوسکے عاقلہ ہین اور اگر حمایت نہین کرتے تو عاقلہ نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم ۔

کتاب الوصایا

یہہ کتاب ہے وصایا کے احکام مین وصایا جمع ہے وصیت کی وصیت شرعاً عبارت ہے تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا مین انسان کا آخر حال موت ہے تو اس کتاب کا آخر کتاب مین لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنی مصدر اور موصی بہ کو یعنے جس چیز کی وصیت کیجاوے اسکو بھی وصیت کہتے ہین اور ایصا عبارت ہے غیر کو وصی کرنے سے تاکہ غیر اوسکی غیبت مین کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلا زید نے خالد سے کہا کہ یہہ باغ محمود کو دینا میری موت کے بعد تو زید تو موصی ہے اور خالد وصی ہے اور باغ موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ تبعہ الوصیة ولا یصاء یقال اوصی الی فلان ای جعله وصیا والاسم منه الوصایة وسیجیء فی باب مستقل واوصی لفلان بمعنی ملکه بطریق الوصیة وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایصا کو بولتے ہین اوصی الی فلان یعنی اوسکو وصی کیا اور وصایة اسم ہے ایصا سے اور وہی کے مسائل جدا باب مین آگے آوینگے اور بولتے ہین اوصی لفلان یعنی اوسکو مالک کیا بطریق وصیت کے ہم طحطاوی نے کہا لام اور الی کا تفرقہ کتب لغت سے معلوم نہین ہوتا تو اگر یہہ تفرقہ اصطلاحی ہے تو اصطلاح مین کچھہ نزاع کا مقام نہین اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب درر کے کلام سے اور شارح اس بیان مین تابع ہے صاحب درر کا فحینئذ هی تملیک مضاف الی ما بعد الموت عینا کان او دینا تو اسوقت مین یعنی بعد تفرقہ وصیت اور ایصا کے معلوم کرنا چاہیئے کہ وصیت تملیک ہے مضاف بعد موت کے خواہ تملیک کی شی عین ہو یا دین قلت یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین فانه نافذ من کل المال کما سیجیء مین کہتا ہون تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکلجاوے اسواسطے کہ

دین کا اقرار نافذ ہی تمام مال سے چنانچہ آگے آویگا یعنی بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہو **م** ہمنے جو کہا اقرار کا باب ہی جو اظہار حق لازم سے نہ تملیک بعد الموت ہی تو وہ تو فقط تملیک کے لفظ سے خارج ہوا اور وہ اُس کی کچھ حاجت نہیں وَلَا يُنَافِيهِ وُجُوبُهَا لِحَقِّهِ تَعَالَى فَإِنَّهُ اور تبرع کے منافی نہیں وصیت کا واجب ہونا حق تعالیٰ کے حق کے سبب سے سو اسکو تامل کر **م** یہہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر سوال یہہ ہی کہ جب وصیت کی یہہ تعریف ہوئی کہ وہ تملیک ہے بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوٰۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی میں وصیت واجب ہی پھر جب واجب ہوئی تو تبرع کہاں رہا اسلئے کہ تبرع عبارت ہی عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہہ وجوب منافی تبرع کے نہیں ہے اور یہہ لفظ تامل وقت جواب کی طرف اشارہ کیا یعنی وجوب حق اللہ جب موت سے ساقط ہوگیا تو تبرع کے مشابہ ہوگیا اور ہو یون عبادکی مانند ہو گذا فی الجلبی وَهِيَ عَلَى مَا فِي الْمُجْتَبَى أَرْبَعَةُ أَقْسَامٍ وَاجِبَةٌ بِالزَّكٰوةِ وَالْكَفَّارَاتِ وَفِدْيَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلٰوةِ الَّتِي فَرَّطَ فِيهَا وَمُبَاحَةٌ لِغَنِيٍّ وَمَكْرُوهَةٌ لِأَهْلِ الْفِسْقِ وَإِلَّا فَمُسْتَحَبَّةٌ اور بنابر اوس کلام کے جو مجتبی میں ہی وصیت چار قسم ہی واجب ہو وصیت زکوٰۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوٰۃ جسکے ادا کرنے میں مسلمان نے قصور کیا اور وصیت مباح ہو مالدار کیواسطے اور مکروہ ہے فاسق فاجر کے واسطے اور انکے سوا وصیت مستحب ہی **م** وجوب زکوٰۃ وغیرہ کی وصیت زیلعی میں مذکور ہے تو اسکو زیلعی کیطرف نسبت کرنا مناسب تھا اور مجتبی میں اسکو مستحب میں شمار کیا ہی عبارت مجتبی کا ترجمہ یہہ ہے کہ وصیت چار قسم ہی واجب ہی چنانچہ ردّ ودائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہے چنانچہ کفارات اور فدیہ صلوٰۃ اور صیام اور اسکی مانند کی وصیت اور مباح ہی جیسے اغنیا اور اجانب اور اقارب کیواسطے وصیت اور مکروہ ہے جیسے اہل فسوق اور معاصی کیواسطے وصیت کرنا انتہی کذا فی الطحاوی وَلَا تَجِبُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ لِأَنَّ آيَةَ الْبَقَرَةِ مَنْسُوخَةٌ بِآيَةِ النِّسَاءِ اور وصیت کرنا والدین اور اقربا کیواسطے واجب نہیں ہی اسلئے کہ سورۂ بقر کی آیت سورۂ نسا کی آیت سے منسوخ ہی **م** سورہ بقرہ کی یہہ آیت ہی كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ یعنی حق تعالیٰ فرمایا کہ مفروض ہوا تمپر جب حاضر ہو تم میں کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا ماں باپ اور قرابت والون کیواسطے اور سورۂ نسا کی آیت سے آیۃ المواریث مراد ہی جو ناسخ ہے سورہ بقرہ کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہی ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعی اور اکثر اہل تفسیر کا اور ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہی کہ سورۂ بقرہ کی آیت منسوخ ہی اوس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہی از انجملہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہی جو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں مروی ہی کہ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ أَعْطٰى كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَلَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ہر حقدار کا حق عطا کیا تو اب وصیت نہیں وارث کیواسطے ترمذی نے کہا یہہ حدیث حسن ہے اور اس حدیث مشہور کو اکثر علما نے قبول کیا اور ایسی حدیث مشہور سے نسخ کتاب جائز ہے ہمارے نزدیک اور یہہ بحث ہی امام شافعی پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے معتقد نہیں کذا فی العینی شرح الہدایہ وَسَبَبُهَا مَا هُوَ سَبَبُ التَّبَرُّعَاتِ وصیت کا سبب وہ ہے جو تبرعات یعنی عبادات غیر واجبہ کا سبب ہے **م** حموی نے کہا وصیت کا سبب ہی جو وصیت کے محاسن میں مذکور ہے یعنی جو اعمال فوت ہوگئے ہین اونکا تدارک کرنا مال کو صرف کر کے اوس حال میں کہ مال کی کچھ حاجت نہ رہی تاکہ انجام میں کام آوے مجتبی میں ہی کہ اہم وظائف دینیہ معارف یقینیہ کے بعد تلافی تقصیر اور اصلاح فساد کی معرفت ہی اور مظالم اور حقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض آمال کے وقت اسواسطے کہ ہر مخلوق زندہ کیواسطے موت ضروری ہی اور وہ امر وصیت ہی جسکو قرآن مجید میں تاکید فرمایا ہی آیۃ المواریث میں اسلام کہ مین بعد وصیۃ یوصی بہا او دین اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمر میں تمہارے اعمال زیادہ ہونے کیواسطے اور فرمایا کہ اوس مرد کو حلال نہیں جو خدا کا اور پچھلے دن کا ایمان رکھتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنیکا ارادہ رکھتا ہو یہہ کہ سوے مگر اوسکی وصیت اوسکے پاس ہو انتہی حموی نے قاضی خان سے نقل کیا کہ آدمی کے لائق تر ہی یہہ ہی کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اوسکی اولاد صغار ہین تو اسکا کہ مال کا چھوڑ جانا اپنی اولاد کیواسطے افضل ہے اور اگر اولاد کبار ہے اور مال تھوڑا ہو امام نے کہا کہ اوسکو وصیت کرنا لائق نہیں اور اگر مال زیادہ ہو اور وارث غنی ہین تو اسوقت واجبہ سے وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اوسپر کچھ واجب نہیں رہا تو اہل قرابت کیواسطے وصیت کرے اور اگر اقربا اغنیا ہین تو

پڑوسیون کیواسطے وصیت کرے کذا فی الطحطاوی وشرائطہا کون الموصی اہلاً للتملیک فلم تجز من صغیر ومجنون ومکاتب الا اذا اضافہ
لعتقہ کما سیجیء اور وصیت کی شرطین یہہ ہین ہونا ہی موصی کا لائق مالک کرنیکے تو وصیت جائز نہین ہے صغیر اور مجنون اور مکاتب سے مگر جبکہ مکاتب
وصیت کو اپنے آزاد ہوجانے کیطرف نسبت کرے تو جائز ہے چنانچہ آگے آویگا وعدم استغراقہ بالدین لتقدمہ علی الوصیۃ کما سیجیء اور عدم استغراق
مال کا دین کے ساتھہ شرط ہے بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر چنانچہ آگے آویگا وکون الموصی لہ حیا وقتہا تحقیقا او تقدیرا لیشمل الحمل
الموصی لہ فافہمہ فان بہ یسقط ایراد الشرنبلالیہ اور موصی لہ جسکے لئے وصیت کی گئی اوسکا زندہ ہونا وصیت کے وقت شرط ہے خواہ وہ تحقیقا زندہ ہو
یا تقدیرا تاکہ حمل موصی لہ کو حیات تقدیری شامل ہے سو اسکو یاد رکھو کہ اس تعمیم سے شرنبلالیہ کا اعتراض ساقط ہوتا ہے م صاحب درر نے کہا کہ موصی لہ کی
حیات وصیت کیوقت شرط ہے اسواسطے کہ اگر وہ میت ہو تو وصیت باطل ہے شرنبلالی نے اسپر اعتراض کیا کہ حمل کیواسطے وصیت کرنا صحیح ہے وہان حیات کہان ہے
شارح نے اسکا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کرکے وکونہ غیر وارث وقت الموت اور موصی لہ کا موت کیوقت وارث نہونا شرط ہے م یعنی
موصی لہ موصی کا وارث نہو موصی کی موت کیوقت اور اگر وصیت کیوقت وارث ہو اور موت کیوقت وارث نہو تو وصیت صحیح ہے زیلعی مین ہے کہ اگر ایک
شخص نے اپنے بھائی کیواسطے وصیت کی اور حالانکہ وہ وارث ہے پھر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق مین وصیت صحیح ہے یعنی اسواسطے کہ بیٹا ہونے سے بھائی
موصی کا وارث نرہا موت کیوقت اور اگر موصی کا بیٹا ہے اور اوسنے اپنے بھائی کیواسطے وصیت کی پھر بیٹا مر گیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہے
کیونکہ موصی لہ وارث ہے موت کیوقت اگرچہ وصیت کیوقت وارث نتہا ولا قاتلا اور موصی لہ کا قاتل نہونا موصی کا شرط ہے وصیت کی خواہ اوسنے وصیت
قبل از قتل کی ہو پھر اوسنے قتل کیا ہو یا بعد زخمی ہونیکے وصیت کی ہو ہر صورت وصیت باطل ہے کذا فی الزیلعی وہل یشترط کونہ معلوما قلت
نعم کما ذکرہ ابن سلطان وغیرہ فی الباب الآتی اور کیا شرط ہے ہونا موصی لہ کا معلوم یا نہین مین کہتا ہون ہان اوسکا معلوم ہونا
شرط ہے چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اوسکو ذکر کیا ہے باب آیندہ مین م موصی لہ کا علم بالوصف کافی ہے چنانچہ فقرا اور مساکین کذا فی الطحطاوی
وکون الموصی بہ قابلا للتملیک بعد موت الموصی بعقد من العقود مالا او نفعا موجودا للحال او معدوما اور شرط ہے وصیت کی
ہوئی چیز کا یعنی جس چیز کی وصیت ہوئی وہ بعد موت موصی کے قابل ہو تملیک کی اسواسطے کسی عقد کے عقود میں سے خواہ وہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہو یا
معدوم م معدوم ہو یعنی علی خطر الوجود ہو جیسے باغ کے پھلون کی وصیت کرنا فلانے شخص کیواسطے جبتک کہ وہ زندہ رہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ
موصی کا کچھ مال نہین پھر اوسنے مال پیدا کیا تو موصی لہ ثلث مال کا مستحق ہوگا اوسکی موت کیوقت اگر ثلث کی وصیت ہو کذا فی الطحطاوی مختصرا وان یکون
بمقدار الثلث اور یہہ شرط ہے کہ موصی بہ بمقدار ثلث مال کے ہو م طحطاوی نے کہا یہہ لزوم وصیت کی شرط ہے ورکنہا قولہ اوصیت بکذا لفلان
وما یجری مجراہ من الالفاظ المستعملۃ فیہا اور وصیت کا رکن موصی کا یہہ قول ہے کہ مین نے وصیت کی اس چیز کی فلانے شخص کیواسطے اور جو الفاظ
قائم مقام ہون ان الفاظ سے جو وصیت مین مستعمل ہوتے ہین م چنانچہ یون کہنا کہ مین نے اپنا تہائی مال اپنی موت کے بعد فلانے شخص کے لئے ٹھہرایا وفی البدائع
رکنہا الایجاب والقبول وقال زفر الایجاب فقط اور بدائع مین ہے کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور زفر نے کہا کہ فقط ایجاب رکن ہے
م غایۃ البیان مین ہے ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہے وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی مین ہو وہ باطل ہے اسواسطے کہ وصیت
تملیک متعلق بموت ہے تو موت سے پہلے قبول اور رد شمار کے لائق نہین اسواسطے کہ قبول ہوا ایجاب سے پہلے انتہی ملخصا قلت والمراد بالقبول ما یعم الصریح
والدلالۃ بان یموت الموصی لہ بعد موت الموصی بلا قبول کما سیجیء مین کہتا ہون اور قبول سے وہ مراد ہے جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اس
طرح کہ موصی لہ مر جاوے موصی کی موت کے بعد بدون قبول کرنیکے چنانچہ آگے آویگا م موصی لہ کا مرنا موصی کے بعد بھی قبول ہے تو وصیت کی چیز کا وارث
ہوگا موصی لہ کا وارث اور قبول بالفعل قبول بالقول کی برابر ہے چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اوسکے وارثون کیواسطے خریدنا یا اوسکا دینا
کذا فی العالمگیریۃ عن محیط السرخسی وحکمہا کون الموصی بہ ملکا جدیدا للموصی لہ کما فی الہبۃ فیلزمہ استبراء الجاریۃ الموصی بہا

اور حکم یعنی اثر مترتب وصیت کا یہ یا معنی ہے کہ مالک جدید موصیٰ لہ کی ملک ہو جیسے ہبہ مین ملک جدید حاصل ہوتی ہے موہوب لہ کی تو وصیت سے جو
کا استحباب لازم ہوگا وتجوز بالثلث للاجنبی عند عدم المانع وان لم یجز الوارث ذلک اور تہائی مال کی وصیت اجنبی یعنی غیر شخص کیواسطے جو
در صورت عدم مانع کے اگرچہ موصی کے وارث اسکو جائز نہ کرین ف مانع وصیت جیسے قتل یا مستغرق بدین ہونا وارث کی اجازت کی حاجت نہین لما روینا
کی دلیل سے یعنی حق تعالیٰ نے تمہارا تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمرین تاکہ تمہارے اعمال زیادہ ہون ولا الزیادة علیه الا ان یجیزها
ورثته بعد موته ولا تعتبر اجازتهم حال حیاته اصلا بل بعد وفاته وهم کبار اور نہین جائز ہے تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا اور وصیت
مین جائز ہے جبکہ موصی کے وارث بالغ اوسکی موت کے بعد اجازت دین اور وارثون کی اجازت موصی کی زندگی مین اصلا معتبر نہین بلکہ اوسکی وفات کے بعد معتبر ہے
ف حیات موصی مین وارثون کی اجازت اسواسطے معتبر نہوئی کہ ہنوز اونکا حق ثابت نہین ہے اسواسطے کہ میراث کا حق مورث کی موت سے ثابت ہوتا ہے اور اگر وارث
صغیر ہے تو وارث کبیر کی اجازت صغیر کے حق مین نافذ نہوگی اور نہ اوسکے ولی کی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہین سعد بن ابی وقاص کی حدیث سے جو صحاح
ستہ مین مروی ہے سعد نے کہا مینے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہے اور میری بیٹی فقط وارث ہے تو مین اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہون تو فرمایا کہ نہین پھر مینے
کہا کہ دو تہائی مال کی وصیت کرتا ہون فرمایا نہین کہا تو نصف مال کی وصیت کرون فرمایا نہین کہا تہائی مال کی وصیت کرون فرمایا تہائی مال کی وصیت کرو اور
تہائی بہت ہے یعنی وصیت کیواسطے یعنی ویعتبر کونه وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیة علی عکس اقرار المریض للوارث
یعنی وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کیوقت معتبر ہے نہ وصیت کیوقت برعکس اقرار کرنے مریض کے وارث کیواسطے ف مریض کے اقرار مین وارث ہونا یا غیر وارث
ہونا اقرار کیوقت معتبر ہے اسواسطے کہ اقرار تصرف ہے فی الحال کا برخلاف وصیت کے تو اگر مریض نے اقرار کیا ایک شخص کیواسطے اور حالانکہ وہ اوسکا وارث نہین تو اقرار
جائز ہے اگرچہ وہ شخص بعد اوسکے اوسکا وارث ہو جاوے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ وارث ہو حادث سبب کے جہت سے بعد اقرار کے جیسا کہ عورت اجنبی کیواسطے اقرار کیا پھر
اوس سے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قائم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہوگا چنانچہ اپنے اوس بھائی کیواسطے اقرار کیا جو محجوب تھا مقر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اسکے
فرزند مرگیا کذا فی الطحطاوی وندبت بما قل منه ولو عند غنی ورثته او استغنائهم بحصصهم اور مستحب ہے کمتر از ثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کمتر از
ثلث کی وارثون کی تونگری کے ساتھ ہو یا میراث کے حصون کے سبب سے اونکو استغنا حاصل ہوا ہو کترکها ای کما ندب ترکها بلا احدهما ای غنی او
استغناء لانه حینئذ صلة وصدقة جیسے وصیت کا ترک کرنا مستحب ہے بدون تونگری یا استغناء ورثہ کے یعنی جبکہ وارث نہ خود مالدار ہون نہ میراث کے
حصون سے اونکو استغنا حاصل ہو تو اس صورت مین ترک وصیت مطلقا مستحب ہے اسواسطے کہ ترک وصیت اسوقت مین صلہ رحمی بھی ہے اور صدقہ بھی ہے ف یعنی جب وارث
محتاج ہین اور مورث مال چھوڑ گیا تو اوسکو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملیگا اور خیرات کا بھی اور وصیت مین اجنبی پر فقط خیرات کرنیکا ثواب ہے حالانکہ قرابت دار پر خیرات
کرنا افضل ہے اجنبی کی خیرات سے چنانچہ مسند احمد مین ابو ایوب انصاری سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ افضل الصدقة علی ذی الرحم الکاشح کذا فی العینی یعنی
بہتر صدقہ اوس قرابت دار پر ہے جو عداوت مخفی رکھتا ہو تنبیہ طحطاوی مین قہستانی عن الظہیریہ سے منقول ہے کہ مقدار استغنا امام کے نزدیک یہ ہے کہ ہر وارث
چار ہزار درم کا وارث ہو اور فضلی سے روایت ہے کہ ہر واحد دس ہزار درم کی میراث پاوے وتؤخر عن الدین لتقدم حق العبد اور وصیت متاخر ہو دین سے
یعنی ادائی دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہے بسبب مقدم ہونے حق العبد کے ف حق العبد حق الشرع پر مقدم ہے اگرچہ حق شرع واجب ہو اسواسطے کہ شرع کا حق نماز اور
زکوٰۃ وغیرہ کا ساقط ہو جاتا ہے موت سے چنانچہ اپنے محل مین مذکور ہے تو وصیت تبرع کی مانند ہوئی کذا فی المنح وصحت بالکل عند عدم ورثته
ولو حکما کمستامن لعدم المزاحم اور وصیت صحیح ہے تمام مال کی عدم ورثہ کی حالت مین اگرچہ موصی کا حکما وارث ہو مانند مستامن کی بعدم مزاحم کے
سبب سے ف یعنی جبکہ مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اگرچہ اوسکے دار الحرب مین وارث ہون کذا ذکرہ ابو السعود و درمین جو تعلق حق وارث
مانع تھا صحت وصیت کا پھر جبکہ وارث منتفی ہوا تو وصیت صحیح ہوگئی ولمملوکه بثلث ماله اتفاقا وتکون وصیة بالعتق فان خرج من الثلث
فبها والا سعی فی بقیة قیمته وان فضل من الثلث شیء فهو له اور اپنے غلام کیواسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہے بالاتفاق اور یہ اوسکی آزادی کی

کی وصیت ہوگی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال سے فہو المراد ورنہ اپنی باقی قیمت کے ادا میں کوشش کرے اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اس غلام کا حصہ ہے
ھ اگر موصی کا مال درم اور دینار سے تو اگر تمام مال ۳۰۰ درم ہو اور غلام کی قیمت سو درم ہے تو غلام آزاد ہو گیا اور اگر اوسکی قیمت ۱۳۰ درم ہو تو ۳۰
درم کی کمائی کرکے ادا کرے تب آزاد ہوا اور اگر اوسکی قیمت ۸۰ درم ہے تو ۲۰ درم غلام پاویگا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں اسباب ہو تو اوسکی تفصیل بناء
عالمگیریہ میں مذکور ہے ودنانیر او دراھم مرسلۃ لا تصح کما لا تصح بعین من اعیان مالہ اور اگر اپنے غلام کیواسطے دنانیر یا دراہم
غیر متعینہ کی وصیت کی تو صحیح نہیں جیسے وصیت صحیح نہیں موصی کی اجناس مال سے ایک جنس کی ھ اور درر میں خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر غلام کیواسطے اپنے مال سے
کسی جنس کی وصیت کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی مطلقاً وصیت کی تو صحیح ہے اور یہ عتق کی وصیت ٹھہر جائیگی اور اگر دس درم یا دس دینار غیر معین کی
وصیت کی تو امام نسفی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ صحیح نہیں جیسے جنس کی وصیت صحیح نہیں انتہی طحطاوی نے کہا دینار اور درم میں عدم تعیین کی قید اسواسطے لگائی کہ اسکی صحت
متوہم تہی اور تعیین کیصورت میں تو جنس کی مانند وصیت صحیح نہیں وصحت لمکاتب نفسہ او لمدبرہ او لام ولدہ استحسانا لا لمکاتب وارثہ
اور وصیت صحیح ہے اپنے ذاتی مکاتب کیواسطے اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کیواسطے بطریق استحسان کے نہ اپنے وارث کے مکاتب کیواسطے وصحت للحمل
وبہ کقولہ اوصیت بحمل جاریتی او دابتی ھذہ لفلان اور وصیت صحیح ہے حمل کیواسطے اور حمل کی وصیت غیر کیواسطے درست ہے چنانچہ مالک
کا یوں کہنا کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنے اس جانور کے حمل کی فلانے شخص کیواسطے ھ اور حمل کیواسطے اسطرح وصیت ہے کہ مالک کہے کہ
میں نے فلانی لونڈی کے حمل کیواسطے اسقدر درم کی وصیت کی کذا فی الدرر ثم انما تصح ان ولد الحمل لاقل من ستۃ اشھر لو زوج الحامل
حیا ولو میتا وھی معتدۃ حین الوصیۃ فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت نسبہ اختیار وجوھرۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت کرنا
اوسکو صحیح ہوگی کہ بچہ پیدا ہوا ہو چھ مہینے کی مدت سے کمتر میں اگر حاملہ کا زوج زندہ ہو اور اگر شوہر اوسکا مردہ ہوا اور حالانکہ حاملہ عدت میں ہو وصیت
کیوقت تو دو سال سے کمتر مدت موت یا طلاق سے کذا فی الطحطاوی مشروط ہے بدلیل ثابت ہونے اوسکے نسب کے کذا فی الاختیار والجوہرۃ ولا فرق
بین الآدمی وغیرہ من الحیوانات اور کچہ فرق نہیں آدمی وغیرہ حیوانات میں یعنی حمل موصی لہ اور موصی بہ میں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلو
اوصی بما فی بطن دابۃ فلان لینفق علیہ صح تو اگر وصیت کی اوس بچہ کیواسطے جو فلانے کے جانور کے پیٹ میں ہے تا اوسپر صرف کیا جاوے تو صحیح ہے
ومدۃ الحمل للآدمی ستۃ اشھر وللفیل احدی عشرۃ سنۃ وللابل والخیل والحمار سنۃ وللبقر تسعۃ اشھر وللشاۃ خمسۃ
اشھر وللسنور شھران وللکلب اربعون یوما وللطیر احد وعشرون یوما قھستانی معزیا للاستیفاء اور مدت حمل یعنی
اقل مدت حمل کی آدمی کے لئے چھ مہینے ہیں اور ہاتھی کے لئے گیارہ برس ہیں اور اونٹنی اور گھوڑی اور گدھی کیواسطے ایک سال ہے اور گائے کیواسطے نو مہینے
اور بھیڑ بکری کیواسطے پانچ مہینے اور بلی کیواسطے دو مہینے اور کتے کے واسطے ۴۰ دن اور چڑیا کے لئے ۲۱ دن ہیں چنانچہ قہستانی میں بھی منسوب باستیفا
ہیں وقیل من وقت الوصیۃ وعلیہ المتون ھ وصیت کے وقت سے اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کے شامل ہیں ھ شارح
نے اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد ہے اور ایک قول ہے وفی النھایۃ من وقت موت الموصی اور نہایہ میں ہے کہ موت موصی کیوقت سے اقل مدت حمل کا
شمار ہے وفی الکافی ما یفید انہ من الاول ان کان لہ ومن الثانی ان کان بہ اور کافی میں وہ عبارت ہے جو اسکو مفید ہے کہ اگر حمل
موصی لہ ہو تو ابتداء مدت حمل وصیت کیوقت سے شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ ہے تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زاد فی الکنز ولا تصح الھبۃ
للحمل لعدم قبضہ ولا ولایۃ لاحد علیہ لیقبض عنہ زیلعی وغیرہ کنز میں اسقدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہیں ہبہ حمل کیواسطے
اوسکے عدم قبض کے سبب سے اور نہ اوسپر کسیکی ولایت ہے تاکہ ولی اوسکی طرف سے موہوب پر قبضہ کرے کذا فی الزیلعی وغیرہ فلو صالح ابو الحمل
عنہ بما اوصی لہ لم یجز لانہ لا ولایۃ للاب علی الجنین ولوالجیۃ تو اگر بچہ شکمی کا باپ اوسکی طرف سے مصالحہ کرے بعوض اوسکے جو بچہ کے
واسطے وصیت ہوا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ باپ کی ولایت ثابت نہیں بچہ شکمی کے اوپر کذا فی الولوالجیۃ قلت وبہ علم جواب حادثۃ الفتوی

وهي انه ليس للوصي ولو مختارا التصرف فيما وقف للحمل بل قالوا الحمل لا يلي ولا يولى عليه مین لکھا ہوا ہے اور بیان سابق
حادثہ فتوی کا جواب معلوم ہوگیا وہ یہہ ہے کہ وصی اگرچہ مختار ہو اوسکو تصرف کرنا جائز نہین اوسمین جو حمل کیواسطے وقف ہوا بلکہ فقہانے کہا ہے کہ حمل یعنی
بچہ شکم کی ولایت نہین کسی پر اور نہ کسیکی ولایت اوسپر ہے وصحت بالأمة الا حملها اور لونڈی کی وصیت بدون اوسکے حمل کے صحیح ہے یعنی اگر
یون کہے کہ مینے وصیت کی اس لونڈی کی فلانے شخص کے واسطے مگر اوسکے پیٹ کا بچہ وصیت مین داخل نہین تو یہہ صحیح ہے لما تقرر ان
كل ما صح افراده بالعقد صح استثناؤه منه والا فلا لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اسواسطے صحیح ہے کہ ثابت ہوچکا ہے اصول مین کہ
جسکا علیحدہ ذکر کرنا عقد مین صحیح ہے تو اوسکا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہے اور جو ایسا نہین اوسکا نکالنا بھی صحیح نہین یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد
وصیت مین درست ہے تو اوسکا استثنا بھی وصیت سے صحیح ہوگا ومن المسلم للذمي وبالعكس اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کیواسطے
اور اسکے بالعکس ذمی کی وصیت مسلمان کیواسطے درست ہے م دلیل صحت اول کلام الہی ہے (لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في
الدين ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم) یعنی نہین روکتا تمکو اللہ تعالی اُن کافرون کے احسان کرنے سے جو تمسے نہین لڑے دین مین اور
نہین نکالا تمکو تمہارے گھرون سے اور صحت ثانی کی دلیل یہہ ہے کہ عقد ذمہ سے ذمی مسلمان کے برابر ہوگیا معاملات مین تو احسان دونو طرف سے
درست ہوا حیات مین اسیطرح ممات مین بھی کذا فی الدرر لا حربي في داره اور وصیت جائز نہین مسلمان کو کافر حربی کیواسطے دار الحرب
مین اسواسطے کہ وصیت حسن سلوک اور احسان ہے اور ہم ممنوع ہین کفار مقاتلین کے احسان سے لقوله تعالى (انما ينهاكم الله عن الذين قاتلوكم
في الدين) حق تعالی نے فرمایا کہ یہی بات ہے کہ اللہ تعالی تمکو روکتا ہے اُن کافرون کے احسان سے جو تم سے دین مین لڑے ہین کذا فی
الدرر عن الجامع الصغير قيد بداره لان المستأمن كالذمي كما افاده الملا مصنف نے عدم جواز وصیت مین دار الحرب کی قید لگائی
اسواسطے کہ مستامن ذمی کی مانند ہے صحت وصیت مین چنانچہ یہہ فائدہ ملا خسرو نے درر مین بیان کیا ہے بحث کی راہ سے م ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر
مین عدم جواز وصیت حربی کیواسطے مذکور ہے اور سیر کبیر مین جواز مفہوم ہوتا ہے وجہ توفیق بین الکتابین یہہ ہے کہ عدم جواز مقید بدار الحرب ہے تو یہہ
احتراز ہے اُس حربی سے جو دار الحرب مین ہے نہین یعنی مستامن یہی مراد ہے سیر کبیر مین کہ حربی مستامن کیواسطے درست ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ افادہ
مذکورہ کے بیان کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مستامن کا مسئلہ صریح مذکور ہے کتب فقہ مین قلت وبه صرح الحدادي والزيلعي وغيرهما
وسيجيء متنا في وصايا الذمي مین کہتا ہون اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور زیلعی وغیرہ نے اور آگے متن مین آویگا ذمی
کی وصایا مین ولا لوارثه وقاتله مباشرة لا تسببا كما مر اور درست نہین ہے وصیت اپنے وارث اور اپنے قاتل کیواسطے جسنے موصی
کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ بطریق تسبب کے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ تسبب قتل حقیقی نہین م حدیث مرفوع مین وارد ہے لا وصية لقاتل قتل تسبب جیسے
وضع حجر غیر ملک مین کذا فی الدرر خواہ وصیت قبل از قتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل اطلاق حدیث کذا فی المنح الا باجازة ورثته لقوله عليه الصلوة
والسلام لا وصية لوارث الا ان يجيزها الورثة يعني عند وجود وارث آخر كما يفيده آخر الحديث وسنحققه وارث کیواسطے
وصیت درست نہین مگر موصی کے وارثون کی اجازت سے درست ہے بدلیل قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وصیت نہین وارث کیواسطے مگر یہہ کہ وصیت
کو وارث جائز رکہین یعنی جبکہ دوسرا وارث موجود ہو تب وارث کیواسطے وصیت درست نہین چنانچہ آخر حدیث اوسپر دلالت کرتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق ہم عنقریب
بیان کرینگے وهم كبار عقلاء فلم تجز اجازة صغير ومجنون اور حالانکہ اجازت دینے والے وارث بالغ عاقل ہون تو وارث صغیر اور مجنون کی
اجازت جائز نہوگی واجازة المريض كابتداء وصيته اور وارث مریض کی اجازت ابتداء وصیت کی مانند ہے م یعنی اگر وارث بالغ مریض نے
وصیت کی اجازت دی تو اگر اوسکو شفا ہوگئی تو وصیت صحیح ہوگئی اور اگر مریض مرگیا اوسی مرض سے تو اگر موصی له مریض کا بھی وارث ہے تو اجازت
مریض کی جائز نہوگی جبتک مریض کے اور وارث اوسکی موت کی بعد اجازت نہ دین اور اگر موصی له اجنبی ہے وارث نہین تو اجازت جائز ہے اور یہہ

ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی المنح ولو اجاز البعض ورد البعض جاز علی المجیز بقدر حصتہ اور اگر بعضے وارثون نے اجازت دی اور بعضون نے نہدی تو اجازت دینے والے پر بقدر اوسکے حصہ کے وصیت جائز ہوگی او یکون القاتل صبیا او مجنونا فیجوز بلا اجازۃ لانہما لیسا اہلا للعقوبۃ یا اگر قاتل صغیر یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہے بدون اجازت وارثون کے اسواسطے کہ دونون عقوبت کے لائق نہین او لم یکن لہ وارث سواہ کما فی الخانیۃ ا ے سوے الموصی لہ القاتل والوارث حتی لو اوصی لزوجتہ وہی لہ ولم یکن ثمۃ وارث اخر تصح الوصیۃ ابن الکمال یا موصی کا کوئی وارث نہو سواے اوسکے کذا فی الخانیہ یعنی سواے قاتل اور وارث سوے موصی لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی زوجہ کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنی زوج کو اور وہان کوئی وارث نہین تو وصیت صحیح ہوگی کذا ذکرہ ابن الکمال زاد فی المجتبیٰ فلو اوصت لزوجہا بالنصف کان لہ الکل مجتبیٰ مین اتنا زیادہ کہا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کیواسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اوسکا ہوگا یعنی جبکہ زوجہ کا کوئی وارث نہو سواے زوج کے تو نصف مال بطریق وصیت کے اوسکا ہوا اور نصف بطریق میراث کے قلت وانما قید کا بالزوجین لان غیرہما لا یحتاج الی الوصیۃ لانہ یرث الکل برد او رحم وقد قدمناہ فی الاقرار معزیا للشرنبلالیہ مین کہتا ہون اور فقیہون نے زوجین کی اسواسطے قید لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ وہ وارث ہوگا تمام مال کا رد میراث کی یا قرابت کیوجہ سے اور البتہ ہمنے اسکو مقدم ذکر کیا ہے مین کتاب الاقرار مین شرنبلالیہ کیطرف نسبت کرکے وفی فتاوی النوازل اوصی لرجل بکل مالہ ومات ولم یترک وارثا الا امرأتہ فان لم تجز فلہا السدس والباقی للموصی لہ لان لہ الثلث بلا اجازۃ فبقی الثلثان فلہا ربعہما وہو سدس الکل ولو کان مکانہا زوج فان لم یجز فلہ الثلث والباقی للموصی لہ اور فتاوی نوازل مین ہے کہ وصیت کی ایکمرد کیواسطے اپنے تمام مال کی اور موصی مرگیا اور کوئی وارث نچھوڑا سواے اپنی زوجہ کے تو اگر زوجہ نے وصیت کی اجازت ندی تو زوجہ کیواسطے ششم حصہ ہے اور باقی موصی لہ کا ہے اسلئے کہ موصی لہ کا ثلث مال تو بلا اجازت ہی تو باقی رہی دو تہائیان تو زوجہ کی میراث چہارم حصہ ہے اور وہ ششم حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوجہ کی بجائے زوج ہو وارث وصیت کرنیوالیکا سو اگر زوج نے وصیت کی اجازت ندی تو زوج کی میراث تہائی مال ہے اور باقی مال موصی لہ کا ہے ہم جب زوجہ نے وصیت کی اجازت ندی تو زوج کے مال کے چھ سہم ہونگے تہائی وصیت کی نکل کر چار سہم باقی رہے اوسمین چوتہائی زوجہ کی میراث ہے یعنی ایک سہم اور وہ ششم حصہ کل مال کا اسواسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہے باقی سے بعد اخراج وصیت کے اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز نرکھی تو اوسکی میراث تہائی ہے یعنی دو سہم اور وہ نصف ہے باقی کا یعنی چار سہم کا ولا من صبی غیر ممیز اصلا ولو فی وجوہ الخیر خلافا للشافعی اور وصیت مطلقا صحیح نہین اوس صغیر سے جسکو نیک بد کی تمیز نہو اگرچہ اوسنے امور نیک مین وصیت کی ہو برخلاف امام شافعی کے کہ نیک کامون مین اونکے نزدیک صحیح ہے وکذا لا تصح من ممیز الا فی تجہیزہ وامر دفنہ فیجوز استحسانا اور اسیطرح صغیر باتمیز سے وصیت صحیح نہین مگر اوسکی تجہیز اور دفن کے امر مین تو وصیت استحسانا جائز ہے ہم لیکن تجہیز اور تکفین مین مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ مین ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درم کے کفن کی تو متوسط کفن دیا جاویگا اور جو کپڑونکی وصیت کی کفن مین تو شرایط وصیت کی رعایت نہوگی اور اگر پانچ یا چھ کپڑونکی وصیت کی تو شرایط صحت کی رعایت ہوگی اور اگر وصیت کی کہ فلانے قبرستان مین فلانے زاہد کے پاس اوسکو دفن کرین تو شرایط کی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرف نہو کذا فی الطحطاوی وعلیہ یحمل اجازۃ عمر رضی اللہ عنہ لوصیۃ یافع یعنی المراہق اور اسی پر یعنی تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت قریب البلوغ صغیر کی وصیت کیواسطے محمول ہے ہم یعنی فاروق اعظم نے جو صغیر کی وصیت کو جائز کہا تہا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہو مطلقا یا مراہق سے بالغ مراد ہو کذا فی شرح الحموی وان وصیۃ مات بعد الادراک او اضافہا الیہ کان ادرکت فثلثی لفلان لم یجز لقصور ولایتہ فلا یملکہ تنجیزا وتعلیقا کما فی الطلاق بخلاف العبد کما افادہ بقولہ صغیر کی وصیت صحیح نہین اگرچہ وہ بلوغ کے بعد مرگیا ہو یا وصیت کو بلوغ کیطرف نسبت کیا ہو اسطرح کہ اگر مین جوان بالغ ہون تو میرا تہائی مال فلانے شخص کیواسطے ہے تو وصیت جائز

نہوگی صغیر کی قصور ولایت کے سبب سے تو اسکا مالک ہونا تنجیز کے طریق سے نہ تعلیق کے طریق سے چنانچہ طلاق میں اوسکو ملک نہیں برخلاف غلام کے چنانچہ مصنف نے اپنے
آئندہ قول میں اوسکو ذکر کیا ہے ولا من عبدہ ومکاتبہ وان ترک المکاتب وفاءً وقیل عندہما تصح فی صورۃ ترک الوفاء اور
اور وصیت صحیح نہیں غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے ادا بدل کتابت کیواسطے مال چھوڑا ہو اور بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک وصیت صحیح ہے در صورت
ترک کرنے ادای مال کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافہا کل منہما وعبارۃ الدرر اضافاہا الی العتق فتصح لزوال المانع وہو حق
المولی مگر جبکہ غلام یا مکاتب ہر ایک شخص نے وصیت کو عتق کیطرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مانع کے زوال کیوجہ سے اور وہ مانع وصیت حق ہے
مولے کا اور درر کی عبارت یون ہے اضافاہا یعنی غلام اور مکاتب دونوں نے وصیت کو عتق کیطرف مضاف کیا م یعنی غلام اور مکاتب کی
وصیت حق مولے کے سبب سے جائز نہ تھی پھر جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوئی تو اب مولے کا حق باقی نرہا تو وصیت صحیح ہوگئی ولا من معتقل
اللسان بالاشارۃ الا اذا امتدت عقلتہ حتی صار لہ اشارۃ معہودۃ فہو کالاخرس اور وصیت جائز نہیں بستہ زبان سے بطریق اشارہ
کے مگر جبکہ اوسکی بستگی زبان کی ممتد ہوگئی یہانتک کہ اوسکا اشارہ کرنا معلوم ہوگیا ہو تو اب بستہ زبان گونگے کی مانند ہے م معتقل اللسان وہ
ہے جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلف سے کذا فی الحموی و درر میں ہے کہ گونگے کا اشارہ اور لکہنا بیان کی مانند ہے برخلاف معتقل اللسان کے وصیت اور
نکاح اور طلاق اور خرید اور قصاص میں وجہ فرق یہ ہے کہ اشارہ قائم مقام عبارت کے ہوتا ہے جبکہ وہ معہود اور معلوم ہوگیا ہو سو گونگے میں تو معلوم ہے
نہ بستہ زبان میں وقدر الامتداد بسنۃ وقیل اذا امتدت الی موتہ جاز اقرارہ بالاشارۃ والاشہاد علیہ وکان کالاخرس قالوا
وعلیہ الفتوی درر وسیجیء فی مسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا اور بعضوں نے کہا جبکہ بستگی اوسکی موت تک ممتد ہوگئی
تو اوسکا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اوس پر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگے کی مانند ہوگیا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ
آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب میں وانما یصح قبولہا بعد موتہ لان اوان ثبوت حکمہا بعد الموت اور وصیت کا قبول کرنا صحیح نہیں مگر
موصی کی موت کے بعد اسواسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے م تو اگر موصی کی موت کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول نکی تو وصیت
موقوف رہیگی اوسکے قبول کرنے پر موصی لہ کی ملک میں داخل نہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی ملک سے بھی خارج ہے کذا فی الاتقانی فبطل
قبولہا وردہا قبلہ تو وصیت کا قبول کرنا اور رد کرنا موصی کی موت سے پہلے باطل ہے وانما تملک بالقبول الا اذا مات موصیہ
ثم ہو بلا قبول فہو ای المال الموصی بہ لورثتہ بلا قبول استحسانا کما مر اور وصیت کی چیز موصی لہ کی ملک بدون قبول کرنیکے نہیں ہوتی
مگر جبکہ اوسکا موصی مرے پھر موصی لہ مرے بدون قبول کرنیکے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول کے استحسان کی دلیل سے
چنانچہ گذر گیا م وجہ استحسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کیطرف سے اسطرح تمام ہوگئی کہ فسخ کی متحمل نہیں مگر موقوف تھی موصی لہ کے حق کے سبب سے
پہر جب موصی لہ مرگیا تو اوسکی ملک میں وصیت کا مال داخل ہوگیا چنانچہ اوس بیع میں جسمیں مشتری کا خیار شرط تہا پہر مشتری مرگیا اجازت سے پہلے
کذا فی شرح الدرر وکذا لو اوصی للجنین یدخل فی ملکہ بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیہ لیقبل عنہ کما مر اور اسیطرح اگر بچہ
شکمی کیواسطے وصیت کی تو وہ اوسکی ملک میں داخل ہوگا بدون قبول کے استحسان کیوجہ سے بسبب نہونے اوس شخص کے جسکی ولایت ہو اوسپر تاکہ وہ اوسکی
طرف سے قبول کرے چنانچہ مذکور ہوگیا ولہ ای للموصی الرجوع عنہا بقول صریح او فعل یقطع حق المالک عن الغصب بان یزیل اسمہ و
اعظم منافعہ کما عرف فی الغصب اور موصی کو جائز ہے پہر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کر دیتا ہو غصب سے
اسطرح کہ اوس چیز کا نام بدل ڈالے اور اوسکا بڑا فائدہ زائل کر دے چنانچہ کتاب الغصب میں معلوم ہو چکا م چنانچہ کپڑے کی وصیت کی پہر اوسکو قطع کیا اور
سیا تو اب اوسکا نام قبا اور قمیص ہوگیا او فعل یزید فی الموصی بہ ما یمنع تسلیمہ الا بہ کلت السویق الموصی بہ بسمن والبناء فی
الدار الموصی بہا بخلاف تجصیصہا وہدم بناءہا لانہ تصرف فی التابع یا ایسا فعل ہو جو موصی بہ میں اوسکو زیادہ کر دے جو موصی بہ

کی تسلیم کا مانع ہو یا دن اوسکی جیسے موصی بہ ستو کو گھی کے ساتھ لت کرنا اور جیسے عمارت بنانا موصی بہا گھر مین برخلاف اوس گھر کی چونہ کاری کے
اور اوسکی عمارت ڈھانے کے اسواسطے کہ وہ تصرف ہے تابع مین نہ اصل مین وتصرف عطف علی بقولہ صریح وعطفت ابن الکمال تبعا للدرر
یا او وعلیہ فھو اصل ثالث فی کون فعلہ یفید ما تعبر عنہ کما یفیدہ متن الدرر فقد بتزیل ملکہ فانہ رجوع عادلملک ثانیا ام لا کالبیع
والھبۃ اور موصی کو رجوع جائز ہے ایسے تصرف سے جو اوسکی ملک کو زائل کر دے جیسے بیع اور ہبہ بسبب تصرف رجوع ہے وصیت سے خواہ وہ چیز موصی
کی ملک مین دوسری بار آوے یا نہ آوے شارح نے کہا قولہ وتصرف عطف ہے بقول صریح پر اور ابن کمال نے درر کا تابع ہو کر اسکو بلفظ او عطف کیا ہے اور
اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہوا وسکے فعل کے افادہ رجوع ہونے مین چنانچہ درر کا متن اسکا مفید ہے سو اسکو غور کر لے وکذا اذا خلطہ بغیرہ
بحیث لا یمکن تمییزہ اور اسیطرح رجوع عن الوصیۃ ہے جبکہ موصی نے موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اسطرح کہ اوسکا جدا کرنا ممکن نہین لا یکون
رجوعا بغسل ثوب اوصی بہ لانہ تصرف فی التبع موصی وصیت سے راجع نہوگا اوس کپڑے کی دھوب دینے سے جسکی اوسنے وصیت کی اسلئے کہ
یہ تصرف ہے تابع مین نہ اصل مین واعلم ان التغییر بعد موت الموصی لا یضر اصلا اور یہہ معلوم کر کہ تغیر کرنا موصی کی موت کے بعد اصلا
ضرر نہین کرتا وصیت مین ولا بجحودھا درر وکنز ووقایہ وفی المجمع بہ یفتی ومثلہ فی العینی ثم نقل عن العیون ان الفتوی علی
انہ رجوع وفی السراجیۃ وعلیہ الفتوی واقرہ المصنف اور موصی راجع نہین ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے اسیطرح ہے درر اور کنز اور وقایہ
کی متن مین اور مجمع مین ہے کہ اسی قول کا فتوی ہے اور مانند اسکے عینی شرح مجمع مین ہے پھر عینی نے عیون سے نقل کیا کہ فتوی اسپر ہے کہ انکار رجوع
ہے وصیت سے اور سراجیہ مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح مین ہم معلوم ہو کہ یہان دونون قول پر فتوی ہے
ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ مین نسفی کی شرح جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنی مختصر مین اس مسئلہ کا خلاف نہین ذکر کیا اور نہ محمد نے
اپنی کتابون مین لیکن کتاب الوصایا مین انکار کو رجوع کہا اور جامع کبیر مین رجوع نہین کہا اسوجہ سے مشائخ مین اختلاف واقع ہوا بعضون نے کہا کہ
اس مسئلہ مین دو روایتین ہین اور بعضون نے کہا کہ جامع کا قول قیاس کا جواب ہے اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہے انتہی وکذا لا یکون
راجعا بقولہ کل وصیۃ اوصیت بھا فحرام او ربوا او اخرتھا اور اسیطرح موصی راجع نہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ مین نے کی وہ
حرام ہے یا ربا ہے یا اوس وصیت مین تاخیر ڈالی مین نے بخلاف قولہ ترکتھا برخلاف اس قول کے کہ مین نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہہ رجوع
ہے وصیت سے ہم تاخیر رجوع نہین اور ترک رجوع ہے اسواسطے کہ ترک شی اسقاط ہے اور تاخیر اسقاط نہین وبخلاف قولہ کل وصیۃ
اوصیتھا فھی باطلۃ او الذی اوصیت بہ لزید فھو لعمرو او لفلان وارثی فکل ذلک رجوع عن الاولی ویکون لوارثہ
بالاجازۃ کما مر اور برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت مین نے کی وہ باطل ہے یا جو وصیت کہ مین نے زید کیواسطے کی وہ عمرو کیواسطے ہے یا فلانے میرے
وارث کیواسطے ہے تو ہر ایک یہہ قول رجوع ہے اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ وارث
کے حق مین وصیت بدون اجازت اور وارثون کے درست نہین ولو کان فلان الاخر میتا وقتھا فالاولی من الوصیتین
بحالھا لبطلان الثانیۃ اور اگر دوسرا فلانا شخص مردہ ہو وصیت کیوقت تو دو وصیتون سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہے بسبب باطل ہونے
دوسری وصیت کے ولو حیا وقتھا فمات قبل الموصی بطلت الاولی بالرجوع والثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ
ہے وصیت کیوقت پھر مرگیا موصی سے پہلے تو پہلی وصیت تو باطل ہوگئی رجوع کرنیسے اور دوسری وصیت باطل ہوگئی موصی لہ کی موت سے وتبطل
ھبۃ المریض ووصیتہ لمن نکحھا بعدھما ای بعد الھبۃ والوصیۃ لما تقرر انہ یعتبر لجواز الوصیۃ کون الموصی لہ وارثا او غیر
وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا ہبہ اور اوسکی وصیت باطل ہے اوس عورت کیواسطے جس سے موصی نے نکاح کیا ہبہ اور وصیت
کے بعد اسلئے کہ ثابت ہو چکا ہے یہہ کہ جواز وصیت کیواسطے موصی لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا موت کیوقت معتبر ہے نہ وصیت کیوقت ہم وصیت تو اسوجہ

سے باطل ہے کہ عورت اگرچہ وصیت کیوقت وارث نہین مگر موت کیوقت وارث ہوگئی نکاح سے اور حالانکہ وارث کیواسطے وصیت جائز نہین اور ہبہ مریض کا اسواسطے درست نہوا کہ اگرچہ ہبہ منجز ہے صورتہ لیکن مرض کے سبب سے وہ حکماً مضاف ہے مابعد الموت ہی اسواسطے کہ ہبہ واقع ہو گیا بیچ وصایا کے موقع مین کیونکہ تبرع ہے تو اوسکا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف الاقرار لانہ یعتبر کون المقرلہ وارثا وغیر وارث یوم الاقرار فلو اقر لہا فنکحہا فمات جاز بر خلاف اقرار کے اسواسطے کہ مقرلہ کا وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے دن معتبر ہے تو اگر عورت کیواسطے اقرار کیا پھر اوس سے نکاح کیا پھر مرگیا تو اقرار جائز ہے ھم اقرار کیوقت عورت وارث نہ تھی پھر نکاح سے وارث ہوئی تو یہہ اقرار کیواسطے مضر نہین ویبطل اقرارہ ووصیتہ وہبتہ لابنہ کافرا او عبدا او مکاتبا ان اسلم او اعتق بعد ذلک لقیام البنوۃ وقت الاقرار فیورث تہمۃ الایثار اور باطل ہے اوسکا اقرار اور اوسکی وصیت اور اوسکا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لئے یا غلام یا مکاتب کیلئے اگر فرزند مسلمان ہوگیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد اقرار اور ہبہ اور وصیت کے بسبب قائم ہونے فرزند کے اقرار کیوقت تو یہہ تہمت ایثار کا مورث ہو ھم ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہو چکا کہ اونمین موت کا حال معتبر ہے اور اقرار اگرچہ ملزم بنفسہ ہے لیکن ارث کا سبب یعنی فرزندی اقرار کیوقت موجود ہے تو یہہ تہمت ایثار کی موہم ہے تو اقرار تہمت کے اعتبار سے ملحق بوصیت ہوگیا کذا فی الدرر وہبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول بہ علۃ السل وہو قرح فی الریۃ من کل مالہ ان طالت مدتہ ولم یخف موتہ منہ والا تطل وخیف موتہ فمن ثلثہ لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ اور مقعد اور مفلوج اور اشل اور مسلول کا ہبہ اوسکے تمام مال سے نافذ ہی اگر مرض کی مدت ایکسال تک دراز ہوگئی ہو اور اوس مرض سے موت کا خوف نہو اور اگر مرض کی مدت دراز نہوئی ہو یعنی ایک سال نگذرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اوسکا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اسواسطے کہ وہ امراض مزمنہ متطاولہ ہین قاتل اور مہلک نہین شارح نے کہا مسلول وہ ہے جسکو سل کی بیماری ہو اور وہ پھیپھڑہ کا قرحہ ہے ھم مقعد بضم میم وہ بیمار ہے جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو پانؤنکی بیماری سے اور مفلوج وہ جسکو فالج کی بیماری ہو یعنی آدہا دہڑ حس وحرکت سے رہ گیا ہو اور اشل وہ جسکے ہاتھ مین رعشہ ہو یعنی ہاتھ کانپتا ہو خلاصہ یہہ ہے کہ یہہ امراض مزمنہ جسکو عارض ہون اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کرے پھر مرجاے برس سے پہلے تو یہہ مرض الموت ہی تو اوسکا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہین اسواسطے کہ جب سال کی چار دن فصلوں مین جنمین مظنہ تہا ہلاک ہونیکا زندہ رہا بچ گیا تو اوسکا مرض بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہوگیا مریضون کے حکم مین نرہا یہانتک کہ علاج کیے بھی لائق نرہا کذا فی الدرر قیل مرض الموت ان لا یخرج لحوائج نفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید بزازیہ بعضون نے کہا کہ مرض الموت یہہ ہے کہ آدمی اپنی حاجتون کے واسطے نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہے تجرید مین کذا فی البزازیۃ والمختار انہ ما کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ اور قول مختار یہہ ہے کہ مرض الموت وہ ہے جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہو کذا فی القہستانی عن ہبۃ الذخیرہ وإذا اجتمع الوصایا قدم الفرض وان آخرہ الموصی وان تساوت قوۃ قدم ما قدم إذا ضاق الثلث عنہا اور اگر مجتمع ہون چند قسم کی وصیتین یعنی فرض اور واجب اور نفل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ اوسکو موصی نے موخر کیا ہو اور اگر وصایا برابر ہون فرض یا نفل ہونے مین تو وہ مقدم ہوگا جسکو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال تمام وصایا کی گنجایش نرکہتا ہو ھم قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیے اوس فرض سے جو حق العبد ہے پھر اوس فرض سے جو حق اللہ ہے پھر واجب پھر نفل ایسا مروی ہی فقہا سے کذا فی الطحطاوی قال الزیلعی کفارۃ قتل وظہار ویمین مقدمۃ علی الفطر لوجوبہا بالکتاب دون الفطرۃ والفطرۃ علی الاضحیۃ لوجوبہا اجماعا دون الاضحیۃ زیلعی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور قسم کا کفارہ مقدم ہے صدقہ فطر پر اسواسطے کہ کفارات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ صدقہ فطر کا اور صدقہ فطر مقدم ہے قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقہ فطر کے اجماع سے نہ قربانی یعنی قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہین وفی القہستانی عن الظہیریۃ عن الامام الطواویسی یبدأ بالکفارۃ قتل ثم یمین ثم ظہار ثم افطار ثم النذر ثم الفطرۃ ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الخراج اور قہستانی مین ظہیریہ سے امام طواویسی سے یون مروی ہی کہ ابتدا کیجاے کفارہ قتل سے پہر کفارہ یمین سے پہر کفارہ ظہار سے پہر کفارہ افطار سے پہر نذر سے پہر صدقہ فطر سے پہر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جاے خراج پر وفی الدر جتبی مذہب ابی حنیفۃ تقدیم

حج النفل افضل من الصدقة اور برجندی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کا پہلا مذہب یہہ ہے کہ حج نفل افضل ہے خیرات سے ہم اول یہہ مذہب تھا
کہ صدقہ افضل ہے حج سے پھر جب حج کی مشقت امام نے دیکھی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی الطحطاوی اوصى بحج اى بحجة الاسلام احج
عنه راكبا وصیت کی حج کی یعنی فرض حج کی تو اوسکا وارث یا وصی موصی کیطرف سے حج کراوے سوار کرکے موصی کے شہر سے ہم اسواسطے کہ موصی پر
حج فرض تھا اوس وطن سے سوار ہوکر نہ پیدل تو اوسیطرح سے اوسکے نائب پر فرض ہوگا فلو لم تبلغ النفقة من بلده فقال رجل انا احج عنه
بهذا المال ماشيا لا يجزيه قهستاني معزيا للتتمة سو اگر خرچ کفایت نکرے موصی کے شہر سے سوا کیم دنے کہا کہ مین حج کرونگا میت کیطرف سے
اسیقدر مال قلیل پر پیدل تو یہہ حج کفایت نکریگا میت کیطرف سے چنانچہ قہستانی میں تتمہ سے منقول ہے ان كفى نفقته ذلك والا فمن حيث
تكفي اگر خرچ کفایت کرے سوار ہوکر وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جس مکان سے کفایت کرے وہان سے سوار کرکے نائب کو حج کیواسطے روانہ کرے
وان مات حاج في طريقه واوصى بالحج عنه يحج من بلده راكبا وقالا من حيث مات استحسانا هدايه ومجتبى وملتقى قلت ومفاده
ان قوله قياس وعليه المتون فكان القياس هنا هو المعتمد فافهم اگر حج کا جانیوالا راہ میں مرگیا اور اوسنے وصیت کی اپنی عوض حج کروانے
کی تو حج کروانا چاہیئے میت کے شہر سے سوار کرکے اور صاحبین نے کہا جہان سے مرگیا وہان سے چاہیئے استحسان کیوجہ سے کذا فی الہدایہ والمجتبی والملتقی
مین کہتا ہون اور یہان سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کا قول قیاس ہے اور اوسی پر متون فقہ کی مشتمل ہین تو یہان قیاس ہی معتمد ہوا استحسان سے سو اسکو سمجھ رکھو
ہم جہان قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہین تو استحسان مقدم ہوتا ہے مگر یہان قیاس ہی مقدم ٹھہرا ان بلغ نفقته ذلك والا فمن حيث تبلغ اگر اسکا
خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جہان سے کفایت کرے وہین سے سوار کرکے حج کروانا چاہیئے بالاتفاق ومن لا وطن له فمن
حيث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہو تو جہان وہ مرگیا وہان سے حج کروانا چاہیئے باتفاق امام اور صاحبین کے اوصى بان يشترى بكل
ماله عبد فيعتق عنه عن الموصي ولم تجز الورثة بطلت وصیت کی کہ اوسکے مال سے غلام خرید کیا جاوے پھر آزاد کیا جاوے موصی کیطرف سے اور اوسکے
وارثون نے اسکو جائز نکہا تو وصیت باطل ہے كذا اذا اوصى بان يشترى له عبد بالف درهم وزاد الالف على الثلث وقالا يشترى
بكل الثلث في المسئلتين مجمع اسیطرح جبکہ وصیت کی یہہ کہ خرید کیا جاوے اوسکے واسطے غلام ہزار درم سے اور ہزار درم ثلث مال سے زیادہ ہین تو وصیت
باطل ہے اور صاحبین نے کہا کہ تمام ثلث سے دونو صورتون مین غلام خرید کیا جاوے کذا فی المجمع مريض اوصى بوصايا ثم برئ من مرضه ذلك
وعاش سنين ثم مرض فوصاياه باقية ان لم يقل ان مت من مرضي هذا فقد اوصيت بكذا كذا في الخانية بیمار نے چند وصیتین
کین پھر وہ چنگا ہوگیا یعنی اس بیماری سے اور چند سال زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اوسکی وصیتین باقی ہین اگر اوسنے یون نکہا ہو کہ اگر مین اپنی اس مرض سے
مرگیا تو مین نے یہہ وصیت کی کذا فی فتاوی قاضیخان اوصى بوصية ثم جن ان اطبق الجنون حتى بلغ ستة اشهر بطلت والا لا موصی نے
وصیت کی پھر وہ مجنون ہوگیا اگر وہ اوسکا جنون دیر تک ٹھہرا یہانتک کہ چھہ مہینے تک پہونچا تو وصیت باطل ورنہ باطل نہین وكذا لو اوصى ثم اخذ
فا لم يعد اليه فصار معتوها حتى مات بطلت خانيه اور اسیطرح اگر وصیت کی پھر موصی کو وسواس نے لیا سو وہ بیہوش اور غافل ہوگیا یہانتک کہ
مرگیا تو وصیت باطل ہے کذا فی الخلاصہ اوصى بان تعلف دابته من فلان او بان يسقى عنه الماء شهرا في الموسم او في سبيل الله فهو
باطل في قول ابي حنيفة رحمه الله سغناقی یہہ وصیت کی کہ موصی کا گھر عاریت دیا جاوے فلانے شخص کو یا کیہ کہ پانی پلایا جاوے موصی کیطرف سے مہینہ بھر
حج کے موسم میں یا خدا کی راہ میں تو وہ باطل ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں کذا فی الخانیه كما لو اوصى بهذا التبن لدواب فلان
فان الوصية باطلة ولو قال يعلف بها دواب فلان جاز چنانچہ اگر یون وصیت کی کہ یہہ بھوسا فلانے شخص کے جانورون کے لئے خاص
ہے تو وصیت باطل ہے اور اگر یون کہا کہ اس بھوسی سے فلانے کے جانورونکو چارا دیا جاوے تو وصیت جائز ہے ولو اوصى بان ينفق على فرس
فلان كل شهر كذا جاز وتبطل ببيعها اور اگر یہہ وصیت کی کہ فلانے کے گھوڑے پر ہر مہینے مین اسقدر خرچ کیا جاوے تو جائز ہے اور گھوڑے

کا بیچنا اور وصیت کو باطل کر دینا ہو **م** خانیہ مین ہی محمد نے کہا یہہ وصیت صاحب فرس کیواسطے ہی پہر اگر گہوڑا مر گیا یا اوسکو بیچا تو وصیت
باطل ہوگی انتہی ولو اوصٰی بسکنی دارہ لرجل ولا مال لہ سواھا جاز ولہ سکناھا مادام حیا ولیس للورثۃ بیع ثلثیہا وقال
ابویوسف لہ ذلک ولہ ان یقاسم الورثۃ ایضا ویفرز الثلث خانیہ اور اگر وصیت کی اپنے گہر کی سکونت کی ایکمرد کیواسطے اور موصی کا
کچہہ مال نہین سوا اوس گہر کے تو جائز ہے اور موصی لہ کو اوسمین رہنا یعنی تہائی گہر مین درست ہی جبتک وہ زندہ رہے اور موصی کے وارث کو اوسکے
گہر کی دو تہائیان بیچنا درست نہین اور ابویوسف نے کہا کہ وہ یعنی بیع ثلثین جائز ہے وارث کو اور یہہ بہی جائز ہے کہ وارث وہر ثون سی مقاسمہ
کرلے اور تہائی وصیت کی جدا کرد ہی کذا فی الخانیۃ ولو اوصٰی بقطنہ لرجل وبحبہ لاخر واوصٰی بلحم شاۃ معینۃ لرجل وبجلدھا لاخر و
اوصٰی بحنطۃ فی سنبلھا لرجل وبالتبن لاخر جازت الوصیۃ لھما وعلی الموصٰی لھما ان یدوسا ویسلخا الشاۃ اور اگر اپنی کپاس کی
وصیت کی ایکمرد کیواسطے اور اوسکے بنولونکی وصیت کی دوسرے شخص کے لئے اور اسمین بکری کے گوشت کی وصیت کی ایکمرد کیواسطے اور اوسکی کہال کی
وصیت کی دوسرے کیواسطے اور وصیت کی اوس گیہون کی جو بالیون کے اندر ہو ایکمرد کیواسطے اور بہوسی کی وصیت کی دوسرے کیواسطے تو یہہ وصیت دونون مردون
کیواسطے جائز ہے اور دونو پر لازم ہے گیہون کا ماندنا اور بکری کی کہال گوشت سی جدا کرنا **م** اور اسیطرح دونو پر لازم ہی کپاس کا اوٹنا یعنی تاکہ
ہرایک کا حصہ جدا ہو جاوے اوصٰی بثلث مالہ لبیت المقدس جاز ذلک وینفق فی عمارۃ بیت المقدس وفی سراجہ ونحوہ قالوا
ھذا یفید جواز النفقۃ من وقف المسجد علی قنادیلہ وسرجہ وان یشتری بذلک الزیت والنفط للقنادیل فی رمضان خانیہ وصیت
کی اپنی تہائی مال کی بیت المقدس کیواسطے تو یہہ جائز ہے اور وہ مال خرچ کیا جاوے بیت المقدس کی عمارت مین اور اوسکے چراغ مین اور مانند اوسکی علمانے
کہا کہ یہہ دلیل ہے اسکی کہ مسجد کے وقف سی خرچ کرنا مسجد کی قندیلون اور اوسکے چراغون پر جائز ہو اور یہہ جائز ہے کہ مسجد کے وقف سی تیل اور روغن
قندیلون کیواسطے رمضان مین خرید کیا جاوے کذا فی الخانیۃ وفی المجتبی اوصٰی بثلث مالہ للکعبۃ جاز ویصرف لفقراء الکعبۃ لاغیر وکذا
للمسجد والمقدس اور مجتبی مین ہی کہ اپنی تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریفہ کیواسطے تو جائز ہے اور وہ مال کعبہ معظمہ کے محتاجون کیواسطے خرچ کیا جاوے نہ اور
کام مین اور اسیطرح کا حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا **م** یہہ دوسرا قول ہے متن کے مخالف کذا فی الطحطاوی وفی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ
جاز لغیرھم اور فقراء کوفہ کی وصیت اونکے سوا اور محتاجون پر صرف کرنا جائز ہے **م** اور یہہ ہی حکم ہے فقراء حاج اور فقراء مکہ کا کذا فی العالمگیریۃ
وفی الخانیۃ اوصٰی بعبدہ بخدمۃ المسجد ویؤذن فیہ جاز ویکون کسبہ لوارث الموصی اور خانیہ مین ہے کہ وصیت کی اپنی غلام کی کہ مسجد
کی خدمت کرے اور اوسمین اذان دے تو وصیت جائز ہے اور کمائی اوس غلام کی موصی کے وارث کی ہے ولو اوصٰی بثلث مالہ لاعمال البر لا
یصرف ثلثہ لبناء السجن لان اصلاحہ علی السلطان اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کامون کیواسطے کی تو اوسکا تہائی مال قیدخانہ
بنانے مین صرف نکیا جائیگا اسواسطے کہ اوسکی اصلاح بادشاہ پر ہے اوصٰی بان یتخذ الطعام بعد موتہ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ
کما فی الخانیۃ عن ابی بکر البلخی یہہ وصیت کی کہ موصی کی موت کے بعد کہانا تیار کیا جاوے لوگون کے واسطے تین دن تو یہہ وصیت باطل ہے جیسا کہ
خانیہ مین ابوبکر بلخی سے مروی ہے وفیھا عن ابی جعفر اوصٰی باتخاذ الطعام بعد موتہ ویطعم الذین یحضرون التعزیۃ جاز من الثلث
ویحل لمن طال مقامہ ومسافتہ لا لمن لم یطل ولو فضل طعام ان کثیرا یضمن والا لا انتہی اور خانیہ مین ابوجعفر سی منقول ہے کہ وصیت کی کہانا
طیار کرنے کی اپنی موت کے بعد اور وہ کہلایا جاوے اونکو جو ماتم پرسی کیواسطے آوین تو جائز ہے تہائی مال سے اور وہ کہانا حلال ہی اوسکو جو ماتم
داری مین بہت ٹہرایا اوسکی مکانکی مسافت دراز ہو نہ اوسکو حلال ہے جسکی مسافت بعید نہین اور نہ زیادہ مقام ہے اور اگر کہانا بچ رہا تو اگر
کثیر ہو تو اوسکا تاوان وصی پر ہے اور اگر قلیل ہے تو تاوان نہین انتہی ما فی الخانیۃ قلت وحمل المصنف الاول علی طعام یجتمع لہ النائحات
بقیۃ ثلثۃ ایام فتکون وصیۃ لھن فبطلت والثانی علی ما کان لغیرھن مین کہتا ہون اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول کو یعنی ابوبکر بلخی

قولکو جو بطلان وصیت مین ہے محمول کیا ہے اوس کہانے پر جسکے واسطے نوحہ گر عورتین جمع ہوتی ہین باقی تین دن تو وصیت ہوئی نوحہ گرونکے واسطے تو باطل
ٹھہری اور قول ثانی یعنی ابوجعفر کے جواز وصیت کو اوس کہانے پر جو سوائے نوحہ گرا ور لوگون کیواسطے پکایا جاے ہم نوحہ گرونکے واسطے وصیت کا باطل
ہونا ظاہرا تین دن پر مخصوص نہین کیونکہ وہ تو گناہ ہے یعنے تین دن کے بعد بہی نوحہ گری گناہ ہے کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے
اَوْصٰی بِاَنْ یُصَلِّیَ عَلَیْہِ فُلَانٌ اَوْ یُحْمَلَ بَعْدَ مَوْتِہٖ اِلٰی بَلَدٍ اٰخَرَ اَوْ یُکَفَّنَ فِیْ ثَوْبِ کَذَا اَوْ یُطَیَّنَ قَبْرُہٗ اَوْ یُضْرَبَ عَلٰی قَبْرِہٖ قُبَّۃٌ اَوْ لِمَنْ
یَقْرَأُ عِنْدَ قَبْرِہٖ شَیْئًا مُعَیَّنًا فَہِیَ بَاطِلَۃٌ سراجیہ و منتقیٰ یعنے وصیت کی کہ نماز پڑہے اوسپر فلانا شخص یا موت کے بعد اوسکی لاش کو
اوٹہا لیجاوین دوسرے شہر کیطرف یا اُسکا کفن دیا جاے فلانے کپڑے مین یا اوسکی قبر پر کہگل کیجاے یا اوسکی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جاے یا جو اوسکی قبر کے
پاس قران پڑہے اوسکو کچہہ معین مال دیا جاے تو ہر ایک وصیت باطل ہے کذا فی السراجیہ اور ہم آگے اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ہم شارح نے وصیت
بالخدمتہ کے باب سے پہلے کہا ہے کہ مختار یہہ ہے کہ قبر کی کہگل کرنا نہین اور قران پڑہنا قبر پر اور قاری کو دینا لینا جائز ہے طحطاوی نے کہا دوسرے
شہر مین نعش لیجانے کی وصیت اسواسطے درست نہین کہ نقل کرنا مکروہ ہے اور قبر پر قبہ وغیرہ قائم کرنا مکروہ ہے لہذا اوسکی وصیت باطل ہے اَوْصٰی بِثُلُثِ
مَالِہٖ لِلّٰہِ تَعَالٰی فَہِیَ بَاطِلَۃٌ وَقَالَ مُحَمَّدٌ تُصْرَفُ لِوُجُوْہِ الْبِرِّ وصیت کی اپنی تہائی مال کی خدا تعالی کیواسطے تو یہہ باطل ہے امام کے نزدیک اور محمد
نے کہا وصیت مذکور صرف کیجاے نیک کامون مین ہم وجہ بطلان یہہ ہے کہ تمام اشیا حق تعالی کی ملک ہین تو لام تملیک کی کچہہ وجہ نہین بدون تاویل اور
توجیہہ کے وَالْعِبْرَۃُ لِلظَّاہِرِ کذا فی الطحطاوی قَالَ اَوْصَیْتُ لِفُلَانٍ بِاَلْفٍ وَہُوَ عُشْرُ مَالِیْ لَمْ یَکُنْ لَہٗ اِلَّا الْاَلْفُ کہا کہ مین نے وصیت کی ہزار درم کی فلانے
شخص کیواسطے اور حالانکہ ہزار درم سب تمام مال کا دسوان حصہ ہے تو موصی لہ کیواسطے سوا ہزار درم کے کچہہ نہین ہم جبکہ ہزار درم ثلث مال سے خارج
ہوسکین تو اوسکو ہزار درم ملینگی خواہ ہزار دسوین حصہ سے زیادہ ہون یا کم کذا فی الطحطاوی وَفِیْ اَوْصَیْتُ لَہٗ بِجَمِیْعِ مَا فِیْ ہٰذَا الْکِیْسِ وَہُوَ اَلْفٌ
فَاِذَا فِیْہِ اَلْفَانِ وَدَنَانِیْرُ وَجَوَاہِرُ فَکُلُّہٗ لَہٗ اِنْ خَرَجَ مِنَ الثُّلُثِ مجتبیٰ اور اس قول مین کہ مین نے فلانے کیواسطے وصیت کی اس تمام مال کی جو اس
تہیلی کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درم ہین پہر جو اوسمین دیکہا تو دو ہزار درم اور اشرفیان اور جواہر ہین تو وہ بالکل مال موصی لہ کا ہے بشرطیکہ وہ
ثلث مال سے خارج ہووے کذا فی المجتبیٰ قَالَ لِمَدْیُوْنِہٖ اِذَا مِتُّ فَاَنْتَ بَرِیٌٔ مِنْ دَیْنِیْ عَلَیْکَ صَحَّتْ وَصِیَّۃً وَلَوْ قَالَ اِنْ مِتُّ لَا یَبْرَأُ
لِلْمُخَاطَرَۃِ اپنے مدیون سے کہا کہ جب مین مرجاؤن تو تو بری الذمہ ہے اُس دین سے جو تجہپر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنی بعد موت کے وہ بری الذمہ ہوجاویگا
اور اگر یون کہا کہ اگر مین مرجاؤن تو تو بری الذمہ ہے میرے دین سے تو مدیون بری الذمہ نہوگا مخاطرہ کے سبب سے ہم مخاطرہ سے مراد اوسپر تعلیق ہے
جو ہنوز موجود نہین لیکن اوسکا ہونا متوقع ہے کذا فی الطحطاوی یَدْخُلُ الْمَجْنُوْنُ فِی الْوَصِیَّۃِ لِلْمَرْضٰی دیوانہ داخل ہے بیمارونکی وصیت مین یعنی جو مال
بیمارون کیواسطے وصیت مین ہوا تو مجنون پر بہی منتشر ہوگا اسلئے کہ جنون بہی بیماری ہے وَفِی الْوَصِیَّۃِ لِلْعُلَمَاءِ یَدْخُلُ الْمُتَکَلِّمُوْنَ وَبِلَادِ
خوارزم دون بلادنا اور جو مال عالمون کے واسطے وصیت ہوا وسمین ملک خوارزم کے متکلم داخل ہین نہ ہمارے ملک کے متکلم ہم متکلم وہ جو علم
عقائد مین گفتگو کرتا ہو طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے متکلم شبہات مخالفین کا اتباع نکرتے ہونگے بلکہ لوگونکو اعتقادات واجبہ کی تعلیم کرتے
ہونگے اور غیر ملکونکے متکلم شبہات فلاسفہ وغیرہ کو بیان کیا کرتے ہونگے بدون رد اور انکار کے تو وہ ضال اور مضل ٹہہرے انکو علم الہی سے کچہہ نصیب نہین وَلَوْ اَوْصٰی لِلْعُقَلَاءِ یُصْرَفُ
لِلْعُلَمَاءِ الزَّاہِدِیْنَ لِاَنَّہُمْ ہُمُ الْعُقَلَاءُ فِی الْحَقِیْقَۃِ قنیہ اور اگر وصیت کی عقلمندونکے واسطے تو اسکو صرف کرنا چاہیے تارک الدنیا عالمون پر اسلئے کہ فی الحقیقۃ عقلمند وہی ہین
کذا فی القنیہ ہم عاقل انجام بین کو کہتے ہین تو حقیقت مین تارک الدنیا عاقل ہے جسنے دنیاے ناپائدار کا انجام غور کرکے اُسکو چہوڑ دیا طحطاوی نے کہا در المختار کے نسخونمین بجاے لفظ قنیہ
کے قنقنیہ کا لفظ ہے اور صواب یہہ ہے کہ قنیہ ہے اسلئے کہ یہہ عبارت قنیہ کی ہے جیسا منح الغفار مین ہے اور اگر ایسا نہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹہہریگی اسلئے کہ آخر فروع مین سراج مذکور ہے
وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَاعْلَمْ اَنَّ الْوَصِیَّۃَ فِیْ یَدِ الْمُوْصِیْ وَوَرَثَتِہٖ بِمَنْزِلَۃِ الْوَدِیْعَۃِ سراجیہ جاننا چاہیے کہ مال وصیت موصی اور اوسکے وارثونکے قبضہ مین بجاے امانت کے ہے کذا فی السراجیہ یعنی اگر مال
مذکور تلف ہوجائیگا تو انکو ضمان دینا لازم نہوگا

باب الوصیۃ بثلث المال

یہہ باب ہے تہائی مال کی وصیت کے مسائل مین

اِذَا اَوْصٰی بِثُلُثِ مَالِهٖ لِزَیْدٍ وَلِاٰخَرَ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَمْ تُجِزْ فَثُلُثُه لَهُمَا نِصْفَیْنِ اتِّفَاقًا جبکہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے اور دوسرے شخص کیواسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت ندی تو تہائی مال دونوں شخصون مین نصفا نصف ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے ہم اسواسطے کہ ثلث مال دونون کے حق کی گنجایش نہین رکہتا کیونکہ عدم اجازت کیحالتمین تہائی مال سے وصیت زیادہ نہین ہوسکتی اور استحقاق کے سبب مین دونو برابر ہین اور محل شرکت کو قابل ہے لہذا ثلث مال دونون مین نصفا نصف ہوگا کذا فی الزیلعی وَاِنْ اَوْصٰی بِثُلُثِ مَالِهٖ لِزَیْدٍ وَلِاٰخَرَ بِسُدُسِ مَالِهٖ فَالثُّلُثُ بَیْنَهُمَا اَثْلَاثًا اتِّفَاقًا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کیواسطے اور دوسرے شخص کیواسطے اپنے مال کے چہٹے حصے کی وصیت کی تو تہائی دونون شخصون مین تین تہائی ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا وَاِنْ اَوْصٰی لِاَحَدِهِمَا بِجَمِیْعِ مَالِهٖ وَلِاٰخَرَ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَمْ تُجِزِ الْوَرَثَةُ ذٰلِكَ فَثُلُثُه بَیْنَهُمَا نِصْفَانِ لِاَنَّ الْوَصِیَّةَ بِاَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ اِذَا لَمْ تُجِزْ تَقَعُ بَاطِلَةً فَیُجْعَلُ کَاَنَّهٗ اَوْصٰی لِکُلٍّ بِالثُّلُثِ فَیُنَصَّفُ اور اگر وصیت کی ایک شخص کیواسطے اپنے تمام مال کی اور دوسرے کیواسطے تہائی مال کی اور وارثون نے اوسکو جائز نرکہا تو اوسکے مال کی تہائی دونون مین نصفا نصف ہوگی اسواسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت جب کہ اجازت نہوئی تو وہ باطل ٹہرگئی تو یہہ قرار دیا گیا کہ گویا اوسنے ہر شخص کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی تو وہ تہائی دونون مین نصفا نصف ہوگی یہہ مذہب ہے امام کا وَقَالَا اَرْبَاعًا لِاَنَّ الْبَاطِلَ مَا زَادَ عَلَی الثُّلُثِ فَاضْرِبِ الْکُلَّ فِی الثُّلُثِ یَحْصُلُ اَرْبَعٌ فَیُجْعَلُ ثُلُثُ الْمَالِ اور صاحبین نے کہا کہ ثلث مال کے چار حصے کئے جاوینگے اسواسطے کہ باطل وصیت وہ ہے جو تہائی پر زیادہ ہے تو کل کو ضرب دیکر ثلث مین چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال مین قرار دئے جاوینگے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنی اوسمین دقت ہے مطلب ظاہر نہین درر کی عبارت یون ہے کہ صاحبین کے نزدیک چار سہم کئے جاوینگے تین سہم اوسکو واسطے جسکے لئے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اوسکو لئے جسکے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اسواسطے کہ وصیت زائد ثلث پر باین معنی باطل ہے کہ موصی لہ اوسکا مستحق نہین ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر مین کہ موصی لہ اوسکے سبب سے ثلث مال سے لیگا بقدر حصہ اوس زائد کے اسلئے کہ اس مطلب کے ابطال کا کوئی موجب نہین تو ثلث کا مخرج تین ہے تو ثلث ایک ہوا اور کل تین تو چار سہم ہوگئے تو ثلث مال ان چار سہام پر تقسیم ہوگیا انتہی مختصرًا وَلَا یَضْرِبُ الْمُوْصٰی لَهٗ بِاَکْثَرَ مِنَ الثُّلُثِ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَةَ الْمُرَادُ بِالضَّرْبِ الْمُصْطَلَحِ بَیْنَ الْحُسَّابِ فَعِنْدَهٗ سِهَامُ الْوَصِیَّةِ اِثْنَانِ فَاضْرِبْ نِصْفَ کُلٍّ فِی الثُّلُثِ یَکُوْنُ سُدُسًا فَلِکُلٍّ سُدُسُ الْمَالِ وَعِنْدَهُمَا اَرْبَعَةٌ کَمَا قَدَّمْنَا اور امام کے نزدیک ضرب واقع نکریگا وہ موصی لہ جسکے لئے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب ہے جو اہل حساب مین مصطلح ہے تو امام کے نزدیک وصیت مذکورہ کے سہام دو ہین تو ضرب کر ہر ایک کے نصف کو ثلث مین تو سدس ہوگا ہر شخص کیواسطے مال کا چہٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت کے چار ہین چنانچہ ہمنے اونکو آگے بیان کر دیا ہم شارح کو یون کہنا اولے تہا فاضرب نصفهما او فاضرب نصیب کل ضرب مصطلح عبارت ہے اوس عدد کے حاصل کرنے سے جسکی نسبت احد المضروبین کے ساتھہ ویسی ہی ہو جیسی دوسرے کی نسبت ایک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی اِلَّا فِیْ ثَلٰثِ مَسَائِلَ وَهِیَ الْمُحَابَاةُ وَالسِّعَایَةُ وَالدَّرَاهِمُ الْمُرْسَلَةُ اَیِ الْمُطْلَقَةُ غَیْرُ الْمُقَیَّدَةِ بِثُلُثٍ اَوْ نِصْفٍ اَوْ نَحْوِهِمَا اگر ثلث کا موصی لہ ضرب نہین کرتا مگر تین مسئلون مین ضرب واقع ہوتی ہے اور وہ تین مسئلے یہہ ہین ایک محابات دوسری سعایت تیسری دراہم مرسلہ یعنی مطلق دراہم جنمین ثلث یا نصف کی یا انکی سوا اور کوئی قید مذکور نہین ہم محابات لغت عرب مین بمعنی مسامحہ اور ڈہیل کے ہے اور یہان محابات سے مراد وہ بیع ہے جو ثمن معتدل سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی وَمِنْ صُوَرِ ذٰلِكَ اَنْ یُّوْصِیَ لِرَجُلٍ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ مَثَلًا وَبِمُحَابَاةٍ فِیْ بَیْعٍ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ اَوْ یُوْصِیَ بِعِتْقِ عَبْدٍ قِیْمَتُهٗ اَلْفُ دِرْهَمٍ وَهِیَ ثُلُثَا مَالِهٖ وَلِاٰخَرَ بِثُلُثِ مَالِهٖ وَلَمْ تُجِزْ فَالثُّلُثُ بَیْنَهُمَا اَثْلَاثًا اِجْمَاعًا اور اوسکے منجملہ اشکال کی یہ مثال ہے کہ وصیت کی ایکشخص کیواسطے ہزار درم کی مثلا یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درم ثمن کی بطریق محابات کے یا وصیت کی اس غلام کی آزادی کی جسکی قیمت ہزار درم ہے اور حالانکہ ہزار درم اوسکے تمام مال کی دو تہائیان ہین اور دوسرے شخص کیواسطے تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت ندی تو تہائی مال اون دونون مین تین تہائی بالاجماع تقسیم ہوگا

ثلث ان کی وصیت کی اور وارثون نے یہہ وصیت جائز نرکہی تو کل مال کی تہائی دونون موصٰی لہ مین تین تہائی بالاتفاق ہوگی یعنی دو سہم ہزار درم کے موصٰی لہ کو اور ایک سہم تہائی کی موصٰی لہ کو ہے ماتن نے اپنی شرح مین کہا کہ محابات کیصورت یہہ ہے کہ ایک مرد کے دو غلام ہین ایک کی قیمت ۳۰ درہم ہے اور دوسرے کی ۶۰ درم سوا اوسنے وصیت کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درم پر بیع ہوا اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۳۰ درم پر بیع ہو اور موصی کا سوا ان دو غلامون کے کچھہ اور مال نہین ہے تو زید کے حق مین ۲۰ درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق مین ۳۰ درم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہ مین تین تہائی ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ ۲۰ درم پر بیچا جائیگا اور دس درم اسکے واسطے وصیت ٹھہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۴۰ درم پر اور ۲۰ درم اوسکی وصیت ہوئی تو زیادہ تر تہائی سے بقدر وصیت کے لیا اگرچہ ثلث وصیت یا دہ ہوگیا اور سعایت کیصورت یہہ ہے کہ موصی نے دو غلامونکو آزاد کیا جنکی قیمت ویسی ہے جو محابات مین مذکور ہوچکی اور اوسکا کچھہ مال غلامونکے سوای نہین تو اول کیواسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کیواسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سہام تین تہائی ہوان ہونگے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بہی اسیطرح ادہین مقسوم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہے اور دہ سعایت اور کوشش کریگا ۲۰ درم مین اور ثانی غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ ۲۰ درم ہی اور سعایت کریگا ۴۰ درم مین تو ہر ایک موصی لہ ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہی ثلث پر آور دراہم مرسلہ کی یہہ صورت ہی کہ زید کیواسطے وصیت کی ۳۰ درم کی اور دوسرے کیلئے وصیت کی ۶۰ درم کی اور اوسکا کل مال ۹۰ درم ہی اور وارثون نے اس وصیت کو جائز نرکہا تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے تو اول شخص ثلث کو ثلث مال میں ضرب کریگا اور ثانی مال کی ثلثین مین کذا فی الطحطاوی ملخصاً ۔ وبمثل نصیب ابنہ صحت لہ ابن اولا ۔ اور اپنے فرزند کے حصّہ کی مانند کی وصیت کی تو صحیح ہے خواہ اوسکا بیٹا ہو یا نہو وبنصیب ابنہ لا لو لہ ابن موجود اور اپنے فرزند کے حصّہ کی دوسری کیواسطے وصیت کی تو صحیح نہین اگر اوسکا بیٹا موجود ہو ہے اسواسطے کہ حصہ فرزند کا قرآن سے ثابت ہی پہر جب اوسکی وصیت اور شخص کیواسطے ہوئی تو اوسنے فرض الہی کو بدل ڈالا تو صحیح نہوگا کذا فی المنح برخلاف مسئلہ سابقہ کے اسواسطے کہ مثل شی مغائر شی سے وان لم یکن لہ ابن صحت عنایہ وجوہرہ زاد فی شرح التکملۃ وصار کما لو اوصٰی بنصیب ابن لو کان انتہٰی اور اگر موصی کا فرزند نہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی العنایۃ والجوہرۃ شرح تکملہ مین اتنا زیادہ کہا ہی اور یہہ ہوگیا مانند اسکے کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی اگر وہ ہوتا انتہیٰ ما شرح التکملۃ وفی المجتبیٰ ولو اوصٰی بمثل نصیب ابن لو کان فلہ النصف انتہیٰ اور مجتبیٰ مین ہی اور اگر وصیت کی نصیبہ فرزند کی اگر وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف مال ہے انتہیٰ ما فی المجتبیٰ ہم لیکن زیادہ علی الثلث اجازت ورثہ پر موقوف ہی ونقل المصنف عن الیاس انہ مخالف فتنبہ اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج سے وہ قول نقل کیا جو مجتبیٰ کے مخالف ہی ہم مجتبیٰ مین نصف مال مذکور ہوا اور سراج مین ثلث مسطور ہی کذا فی الطحطاوی ولہ فی الصورۃ الاولٰی ثلث ان اوصٰی مع ابنین اور موصی لہ کیواسطے پہلی صورت مین تہائی ہی اگر موصی دو فرزندون کے ساتھہ ہو یعنی دو فرزند ہین کہ ساتھہ موصی لہ کے لئے بمثل حصّہ فرزند وصیت کی تو اوسکو تہائی مال ملیگا تو گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا ونصف مع ابن یعنی ان کان واحداً اور موصی لہ کیواسطے ایک فرزند کے ساتھہ نصف ہے اگر فرزند جائز رکہے ومثلہم البنات اور بیٹیونکی مانند بیٹیونکا حکم ہی ہم یعنی اگر بمثل حصّہ دختر وصیت کی اور اسکی ایک بیٹی ہی تو موصی لہ کو نصف ہے اگر وہ اجازت دیوے ورنہ ثلث ہی اور دو بیٹیونکے ساتھہ ثلث ہی کذا فی المنح والاصل انہ متٰی اوصٰی بمثل نصیب بعض الورثۃ یزاد مثلہ علی سہام الورثۃ مجتبیٰ اور قاعدہ یہہ ہے کہ جب وصیت کرے کسی وارث کی حصہ کے برابر تو ورثہ کے سہام پر اوسی حصّہ کا مثل زیادہ کرلیا جائیگا کذا فی المجتبیٰ چنانچہ اوپر کی مثالونمین مفصل گذرا وبجزء او سہم من مالہ فالبیان الی الورثۃ یقال لہم اعطوہ ما شئتم ثم التسویۃ بین الجزء والسہم عرفنا واما اصل الروایۃ فبخلافہ اور وصیت کی اپنے مال سے ایک جزو یا ایک سہم کی تو اوسکا بیان وارثون کیطرف ہی تو وارثون سے کہا جاویگا کہ موصی لہ کو جسقدر تمہارا جی چاہے دو پہر یہہ دریافت کرنا چاہیے کہ برابری درمیان جزو اور سہم کے یہہ ہمارا متاخرین کا عرف ہی اور اصل روایت تو اسکے مخالف ہی ہم وارثونکو بیان اسواسطے مفوض ہوا کہ جزو اور سہم کا مدلول مجہول ہی قلیل اور کثیر کو شامل ہی اور وصیت جہالت سے ممتنع نہین اور وارث موصی کے اوسکے قائم مقام ہین بیان مراد مین شرح وقایہ مین ہی کہ سہم عبارت ہی سدس سے امام کے قول مین بنا پر عرف بعض زمانہ کے مثل اشعار مین ہی کہ لفظ نصیب اور شقص اور بعض اور حظ اور شی کا مفہوم اور جزو کی مانند ہی کذا

نے انطحاوی وان قال سدس مالی له ثم قال ثلثه له واجازوا له ثلث ای حصة الثلث فقط وان اجازوا لورثة لدخول
السدس فی الثلث مقدما کان او موخرا اخذا بالتیقن وبهذا اندفع سوال صدر الشریعة واشکال ابن الکمال
اور اگر بولا کہ سدس مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ فلانے شخص کیواسطے ہے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اوسکے واسطے ہے اور اوسکے وارثون نے اجازت دی تو موصی
لہ کیواسطے تہائی مال ہے یعنی اوسکا حق فقط ثلث ہے اگرچہ وارثون نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث مین خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ
موخر اعتبار یقین کے سبب سے اور اس تقریر سے صدر الشریعة کا سوال اور ابن کمال کا اشکال دفع ہوگیا ھ صدر الشریعة کا خلاصہ سوال یہہ ہے کہ ثلث اور
سدس کا قول اگر اخبار ہے تو کذب ہے اور اگر انشا ہے تو واجب ہے کہ موصی لہ کیواسطے نصف مال واجب ہو اسواسطے کہ ثلث اور سدس مل نصف ہوتا ہے خلاصہ
جواب یہہ ہے کہ وصیت مین احتمال ہے کہ سدس ثلث مین داخل ہوا اور یہہ بھی احتمال ہے کہ داخل نہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول
سدس کا ثلث مین بالیقین ہے لہذا یہی معتبر ہوا اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہین تو موصی کے کلام کا محمل صحیح یہہ
ہے کہ نصف کا ارادہ مراد نہو ق وفی سدس مالی مکررا له سدس لان المعرفة قد اعیدت معرفة اور اس وصیت مین کہ سدس مالی کا
لفظ مکرر کہا تو موصی لہ کیواسطے سدس ہے اسواسطے کہ معرفہ دوبارہ مکرر ہوا معرفہ ہوکر ھ یعنی موصی نے یون کہا کہ میرا سدس مال اوسکے واسطے ہے پھر بھی کہا
کہ میرا سدس مال اوسکا ہے خواہ اوسی مجلس مین تکرار کی یا دوسری مجلس مین تو سدس اوسکا حق ہے اسواسطے کہ اعادہ معرفہ مین ثانی عین ہوتا ہے اول کا
اور یہان معرفہ لفظ ہے سدس کا اسواسطے کہ وہ مضاف ہے مال کیطرف ق وبثلث دراهمه او غنمه او ثیابه متفاوتة فلو متحدة فکالدراهم
او عبیده ان هلك ثلثاه فله جمیع ما بقی فی الاولین ای الدراهم والغنم اور موصی کے دراہم یا اوسکی بھیڑ بکریون یا اوسکے مختلف
کپڑون کی یا اوسکے غلامون کے ثلث کی وصیت مین اگر دو ثلث تلف ہو جاوین تو موصی لہ کیواسطے وہ ہے جو سب باقی رہگیا اول دو مثالون یعنی درمون
مین اور بھیڑ بکریون مین شارح نے کہا اور اگر کپڑے متحد الجنس ہین تو وہ درمونکی مانند ہین ھ یعنی موصی نے کہا کہ میرے ثلث دراہم یا ثلث غنم
فلانے کیواسطے ہین پھر درم اور غنم کی دو تہائیان تلف ہوگئین تو موصی لہ کیواسطے تمام باقی ہے مثلا اگر نو درم مال تھا سو چھہ درم ضائع ہوگئے تو باقی تین درم
موصی لہ کا حق ہے ان خرج من ثلث باقی جمیع اصناف ماله اخی حلبی اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع باقی کو موصی لہ پاویگا
کذا ذکرہ اخی حلبی وثلث الباقی فی الاخیرین ای الثیاب والعبید وان خرج الباقی من ثلث کل المال اور پچھلی دو مثالون
مین یعنی کپڑون اور غلامون مین باقی کا ثلث ہے موصی لہ کیواسطے اگرچہ باقی تمام مال کی تہائی سے نکلے ھ یعنی اگر تین کپڑے ہم قیمت یا تین غلام ہم قیمت
ہین اور انمین سے دو کپڑے یا دو غلام ضائع ہوگئے باقی رہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنی ایک کپڑا یا ایک غلام موصی لہ کا ہے برخلاف درم اور غنم کے
کہ انمین جمیع باقی موصی لہ کا حق ہے وکالاول کل متحد الجنس ککیلی وموزون وثیاب متحدة وضابطه ما یقسم جبرا وکالثانی
کل مختلف الجنس وضابطه ما لا یقسم جبرا اور اول یعنی درم اور غنم کی مانند ہے ہر چیز متحد الجنس چنانچہ کیلی اور وزنی اور کپڑے ایک قسم
کے اور قاعدہ کلیہ اوسکا یہ ہے کہ اوس چیز کی قسمت زبردستی ہوسکتی ہو اور ثانی یعنی ثیاب اور عبید کی مانند ہے ہر چیز مختلف الجنس اور اوسکا
قاعدہ کلیہ یہہ ہے کہ وہ چیز قسمت پذیر نہوتی ہو زبردستی سے ھ اشیاء متحد الجنس اگر وارثون مین مشترک ہون اور بعض وارث قسمت کے طالب ہون اور بعضی
نہ چاہتے ہون تو قاضی انکو تقسیم کریگا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہین تو انمین تقسیم جبری نہوگی ق وبالف وله عین من جنس الالف ودین
فان خرج الالف من ثلث العین دفع الیه اور موصی نے ہزار درم کی وصیت کی اور حالانکہ اوسکا مال عین ہے لکو ہزار درم کی جنس سے
اور دین بھی ہے تو اگر ہزار درم عین کی تہائی سے نکلے تو اوسکو دیدیا جاوے ھ یعنی اگر اوسکا تین ہزار کا متروکہ نقد ہو تو اوسی نقد مین سے ایکہزار درم موصی لہ
کو دیے جاوینگے والا یخرج فثلث العین یدفع له وکلما خرج شیء من الدین یدفع الیه ثلثه حتی یستوفی حقه وهو الالف اور اگر
ہزار درم نہ نکلین نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اوسکو دیگا ہے اور جسقدر دین سے وصول ہوتا جاوے اوسکی تہائی اوسکو ملتی جاویگی یہانتک کہ اوسکا حق ہزار درم

پوری ہوجاوین ہم مثلاً اگر متروکہ ۵۰۰ درم ہے تو ایکسو درم موصی لہ کو دین اور جسقدر دین وصول ہوتا جاوے اوسکی تہائی دیتے رہین ہزار درم
کے پہنچنے تک۔ وبثلثه لزید وعمرو وهو ای عمرو میت لزید کله ای کل الثلث والاصل ان المیت او المعدوم لا یستحق شیئا
فلا یزاحم غیره وصار کما لو اوصی لزید وجدار اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمرو کیواسطے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کیواسطے پوری ہی تہائی
ملیگی اور اسکا قاعدہ یہہ ہے کہ میت یا معدوم چیز مستحق نہین ہوتی کسی چیز کی تو غیر کی مزاحم اور مانع نہو گی اور وہ قول اس قول کی مانند ہے کہ اگر وصیت
کی زید اور دیوار کیواسطے هذا اذا خرج المزاحم من الاصل اما اذا خرج المزاحم بعد صحة الایجاب یخرج بحصته ولا یسلم للاخر
کل الثلث لثبوت الشرکة یہہ یعنی استحقاق کل ثلث کا اوسوقت ہی جبکہ مزاحمت کرنیوالا نکلجاوے اصل وصیت سے لیکن جبکہ مزاحم نکلے صحت ایجاب کے
بعد تو اپنا حصہ لیکر نکلیگا اور دوسرے شخص کو تمام ثلث نہ دیا جاویگا ثبوت شرکت کیوجہ سے کما لو قال ثلث مالی لفلان وفلان ابن عبد اللہ ان
وهو فقیر فمات الموصی وفلان ابن عبد اللہ غنی کان لفلان نصف الثلث چنانچہ اگر موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال مثلاً زید اور خالد بن عبد اللہ
کیواسطے ہے اگر وہ محتاج ہو اور خالد محتاج ہو پھر موصی مرگیا اور حالانکہ خالد بن عبد اللہ مالدار ہے تو زید کیواسطے نصف ثلث ہوگا ہم اسواسطے کہ خالد
جو مالدار ہوگیا وصیت مین داخل تھا محتاجی کے سبب سے اور اب نکل گیا مالداری کیوجہ سے تو اسصورت مین زید پوری تہائی نپاویگا وکذا لو مات احدهما
قبل الموصی وفی وقعه کثیر اور اسیطرح اگر ایک موصی لہ مرگیا موصی کے پہلے تو دوسرا موصی لہ نصف ثلث پاویگا اور اس اصل کی شاخین
بہت ہین ہم ازانجملہ یہہ ہے کہ اگر یون کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہے اگر عبد اللہ اس گھر مین ہوا اور حالانکہ عبد اللہ گھر مین نہین تو زید کو نصف
ثلث ملیگا اسواسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے ازدیاد کا موجب نہین کذا فی الشرح واصله المعول علیه انه متی دخل فی
الوصیة ثم خرج لفقد شرط لا یوجب الزیادة فی حق الاخر ومتی لم یدخل فی الوصیة لفقد الاهلیة کان الکل للاخر ذکره
الزیلعی اور اوسکا قاعدہ معتمد علیہ یہہ ہے کہ جب موصی لہ وصیت مین داخل ہوا پھر وصیت سے نکل گیا فقدان شرط کے سبب سے تو یہہ دوسرے موصی لہ کے
حق مین زیادہ ہوجانیکا موجب نہین ہوتا اور جبکہ وصیت مین داخل ہی نہوا فقدان اہلیت کیوجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موصی لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہے
زیلعی نے وقیل العبرة لوقت موت الموصی والیه یشیر کلام الدرر تبعا للکافی حیث قال ولو لم یکن فمات ولذا قبل موت
الموصی الی اخره ا اور بعضون نے کہا موت موصی کیوقت کا اعتبار ہے اور اسیکی طرف درر کا کلام باتباع کافی کے مشیر ہے چنانچہ صاحب درر نے کہا ہے کہ
اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کیواسطے پھر بکر کا فرزند مرگیا موصی کی موت سے پہلے الی آخرہ ہم صاحب درر کا تمام کلام یہہ ہے یا وصیت کی زید کیواسطے اور
اوسکے محتاج فرزندون کیواسطے اور بشرط فوت ہوگئی موت موصی کے نزدیک تو تمام ثلث زید کا ہے ان صورتون مین اسواسطے کہ معدوم اور میت کسی چیز کا
مستحق نہین ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہوئی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت مین انتہی اور اسیکی مانند فتاوی عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہے کذا
فی الطحطاوی لکن قول الزیلعی فیما مر اما اذا خرج المزاحم بعد صحة الایجاب الخ صریح فی اعتبار حالة الایجاب وقیل فیه
روایتان لیکن زیلعی کا قول کلام گذشتہ مین یعنی جبکہ مزاحم خارج ہو جاوے بعد صحت ایجاب کے الی آخرہ صریح ہے حالت ایجاب کی اعتبار مین نہ موت
موصی کے اعتبار مین اور بعضون نے کہا کہ اسمین دو روایتین ہین ولو قال بین زید وعمرو وهو میت لزید نصفه لان کلمة بین توجب
التنصیف لو قال ثلثه بین زید وسکت فله نصفه ایضا اور اگر موصی بولا کہ میرا ثلث مال مابین زید اور عمرو کے ہے اور حالانکہ عمرو مردہ
ہے تو زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ لفظ بین کا تنصیف کا موجب ہی ہے یہانتک کہ اگر موصی بولا کہ ثلث مال مابین زید کے اور چپ ہوگیا دوسرے شخص کو
ذکر نکیا تو بھی زید کو نصف ہی ملیگا وبثلثه وهو ای الموصی فقیر وقت الوصیة له ثلث ماله عند موته سواء اکتسبه بعد الوصیة او
قبلها لما تقرر ان الوصیة ایجاب بعد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالانکہ وصیت کرنیوالا محتاج ہے وصیت کیوقت تو موصی لہ
کیواسطے اوسکا ثلث مال ہے یعنی اوس مال کا ثلث جو موصی کی موت کے وقت موجود ہو خواہ اوسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو یا قبل وصیت کے

اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ وصیت عبارت ہی ایجاب بعد الموت سی ہے مطلقاً وتی کہا بہتر یہ تھا کہ فقیر کی قید مذکور نہوتی تا اطلاق سیمم ہوتا اذا لم یکن
الموصی بہ عیناً او نوعاً معیناً مثل ال مذکور اسوقت ملیگا جبکہ وصیت کی چیز عین یا نوع معین نہو اما اذا اوصی بعین او نوع من مالہ
کثلث غنمہ فھلکت قبل موتہ بطلت لتعلقہا بالعین فتبطل بفواتہا وان اکتسب غیرہا لیکن جبکہ وصیت عین کی یا اپنے مال سے ایک
نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پھر وہ تلف ہوگئی موصی کے مرنے سے پہلے تو وصیت باطل ہوگئی بسبب متعلق ہونے وصیت کے عین سے تو وصیت
باطل ہوگی اوسکے فوت ہو جانے سے اگرچہ اوسنے سوا اوس غنم کے اور غنم کو حاصل کیا ہو ولو لم یکن لہ غنم عند الوصیۃ فاستفادہا ای الغنم
ثم مات صحت فی الصحیح لان تعلقہا بالنوع کتعلقہا بالمال اور اگر موصی کی غنم وصیت کیوقت نہوں پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر مرجائے تو وصیت صحیح
ہے قول صحیح میں اسلئے کہ تعلق وصیت کا نوع سے ویسا ہی جیسے وصیت کا تعلق مال سے یعنی وجود عند الموت کا اعتبار ہے ولو قال لہ شاۃ من مالی ولیس لہ
غنم یعطی قیمۃ الشاۃ اور اگر بولا کہ زید کیواسطے گوسپند ہی میرے مال سے اور حالانکہ اوسکی ملک میں بھیڑ بکری کا گلہ نہیں ہے تو اوسکو گوسپند کی قیمت دیجاوے
بخلاف قولہ لہ شاۃ من غنمی ولا غنم لہ یعنی لا شاۃ لہ فانہا تبطل برخلاف اس قول کے کہ اوسکے واسطے ایک گوسپند ہے میری غنم یعنی بھیڑ بکری میں
سے اور حالانکہ اوسکی ملک میں غنم نہیں ہے یعنی ایک گوسپند بھی نہیں تو وصیت باطل ہے ھ وجہ فرق بین المسئلتین یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب گوسپند کو مال
کیطرف مضاف کیا تو معلوم ہوگیا کہ مالیت گوسپند کی وصیت مراد ہے اور مالیت حاصل ہوتی ہے مطلق مال میں اور دوسری صورت میں جب گوسپند کو غنم کیطرف
مضاف کیا تو معلوم ہوگیا کہ عین گوسپند مراد ہے اسواسطے کہ موصی نے گوسپند کو غنم کا ایک فرد قرار دیا وکذا لو لم یضفہا الی مالہ ولا غنم لہ وقیل یصح اور
اسیطرح اگر گوسپند کو اپنے مال کیطرف مضاف نکیا اور حالانکہ اوسکی ملک میں غنم نہیں تو وصیت باطل ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وصیت صحیح ہو وکذا الحکم
فی کل نوع من انواع المال کالبقر والثوب ونحوہا ذیلعی اور اسیطرح گوسپند کی مانند حکم ہے ہر قسم میں اقسام مال سے چنانچہ گاؤ بیل اور کپڑا اور
مانند اوسکی کذا فی الزیلعی وبثلثہ لامہات اولادہ وہن ثلث وللفقراء والمساکین لہن ای امہات الاولاد ثلثۃ اسہم من خمسۃ
وسہم للفقراء وسہم للمساکین وعند محمد رح یقسم اسباعاً لان لفظ الفقراء والمساکین جمع واقلہ اثنان قلنا ال الجنسیۃ یبطل
الجمعیۃ اور اگر وصیت کی اپنی امہات اولاد کیواسطے اور فقیروں اور مسکینوں کیواسطے تہائی مال کی اور حالانکہ ام ولدیں تین ہیں تو اونکے واسطے تین سہم ہیں پانچ سہموں
سے اور فقیروں کیواسطے ایک سہم ہے اور مسکینوں کیواسطے ایک سہم امام کے نزدیک اور محمد کے نزدیک تقسیم ہوگی سات حصے ہوکر اسواسطے کہ فقرا و مساکین کا لفظ جمع ہے
اور اقل جمع دو ہیں ہم جواب میں کہتے ہیں امام کیطرف سے کہ فقرا و مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور الف لام جنسی جمعیت کو باطل کر دیتا ہی یعنی تو یہاں ظاہر میں تو
کل جنس ہی اور حقیقت میں مفرد ہے وبثلثہ لزید وللمساکین لزید نصفہ وبطل نصفہ وعند محمد اثلاثاً کما مر اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور
مساکین کیواسطے تو زید کے لئے نصف ہو ثلث کا اور مساکین کیواسطے نصف باقی ہو اور محمد کے نزدیک تین حصے ہونگے ایک حصہ زید کا اور دو حصے مساکین کے اسلئے کہ اقل
جمع دو ہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ولو اوصی بثلثہ لزید وللفقراء والمساکین قسم اثلاثاً عند الامام وانصافاً عند ابی یوسف واخماساً
عند محمد اختیار اور اگر وصیت کی اپنی تہائی مال کی زید اور فقیروں اور مسکینوں کیواسطے تو تہائی کی تقسیم ہوگی تین حصے ہوکر امام کے نزدیک اور دو حصے ہوکر
ابو یوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہوکر محمد کے نزدیک کذا فی الاختیار شرح المختار ولو اوصی للمساکین کان لہ صرفہ الی مسکین واحد
وقال محمد لاثنین علی ما مر فلا یجوز صرفہا للمساکین لاقل من اثنین عندہ والخلاف فیما اذا لم یشر للمساکین فلو اشار کما فی
وقال ثلث مالی لہؤلاء المساکین لم یجز صرفہ لواحد اتفاقاً اور اگر وصیت کی مسکینوں کیواسطے تو وصی کو جائز ہے اسکا صرف کرنا ایک مسکین پر
یعنی بطلان جمعیت کیوجہ سے اور محمد نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہی بدلیل گذشتہ یعنی اقل جمع دو ہیں تو جو مال کہ مساکین کیواسطے ہے اوسکا صرف کرنا دو
مسکینوں سے کمتر پر جائز نہیں محمد کے نزدیک اور یہ خلاف اوسصورت میں ہے جبکہ موصی نے مساکین کیطرف اشارہ کرکے معین نکیا ہو یا سو اگر اوسنے ایکیطرف
کیطرف اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینوں کے واسطے ہے تو اوسکا صرف کرنا ایک مسکین کیطرف باتفاق امام اور محمد کے جائز نہیں ولو اوصی

لفقراء بلخ فاعطى غيرهم جاز عند ابي يوسف وعليه الفتوى خلاصه وشرح نہایہ اور اگر وصیت کی بلخ کے فقیرون کے واسطے سو موصی نے اونکے سوا اور فقیرون کو دیا تو ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصۃ وشرح نہایۃ وبمائة لرجل وبمائة لآخر فقال لآخر اشركتك معهما فله ثلث كل مائة لتساوي نصيبهما فامكنت المساواة فلكل ثلث المائة اور اگر وصیت کی سو درم کی ایکمرد کیواسطے اور سو درم کی دوسرے کیواسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ مین نے تجھکو شریک کر دیا ان دونو مردونکے ساتھ تو تیسرے مرد کیواسطے ہر ایک کی تہائی سے ہے اسواسطے کہ پہلے دونو مردون کا حصہ برابر ہے تو ممکن ہوگئی تینونکی برابری تو ہر مرد کو ہر ایک کی دو تہائیان ملینگی ولو بمائة لرجل وبخمسين لآخر فقال لآخر اشركتك معهما فله نصف مال كل منهما لتفاوت نصيبهما فيساوي كلا منهما اور اگر مثلا ۱۰۰ درم کی وصیت کی ایک مرد کیواسطے اور دو سو درم کی وصیت کی دوسرے کیواسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ مین نے تجھکو دونون کے ساتھ شریک کر دیا تو تیسرے مرد کو ہر ایک کے حصہ سے نصف ملیگا بسبب متفاوت ہونے دونون کے حصون کے تو تیسرا مرد دونون کے برابر ہوگا ھ جب دونونکا حصہ متفاوت ہوا تو تینون شخصونکی برابری ممکن نہین تو شرکت کو حمل کیا ثالث کی مساوات پر دونون کے ساتھ تاکہ لفظ اشتراک کا مفہوم بقدر امکان صحیح ہووے وبثلث ماله لرجل ثم قال لآخر اشركتك او ادخلتك معه فالثلث بينهما لما ذكرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایکمرد کیواسطے پھر دوسرے سے کہا کہ مین نے تجھکو شریک کیا اوسکے ساتھ یا تجھکو داخل کر دیا اوسکے ساتھ تو تہائی مال دونون مین نصفا نصف ہے بدلیل مذکور یعنی شرکت مقتضی ہے مساوات کی اور یہان مساوات ممکن ہے وان قال لورثته لفلان علي دين فصدقوه فانه يصدق وجوبا الى الثلث استحسانا اور اگر اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اوسکی تم تصدیق کیجیو تو اوسکی تصدیق کیجاویگی باعتبار وجوب کے تہائی مال تک استحسانا کیونکہ یہی ھ وجہ استحسان یہ ہے کہ اصل حق دین ہے اور مقدار اوسکی بطریق وصیت کے ثابت ہو سکتی ہے اور قیاس یہہ ہو کہ تصدیق نہو اسواسطے کہ مدعی کی تصدیق نہین ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشریعۃ بخلاف قوله كل من ادعى علي شيئا فاعطوه لانه خلاف الشرع برخلاف اس قول کے کہ جو شخص مجھپر کسی چیز کا دعوی کرے تو اوسکو دیجیو تو اسمین تصدیق نہو گی اسلئے کہ یہہ خلاف شرع ہے ھ یعنی تصدیق مدعی کی بلا حجت خلاف شرع ہو الا ان يقول ان رأى الوصي ان يعطيه فيجوز من الثلث ويصير وصية مگر یہہ کہ قائل مذکور یون کہے کہ اگر وصی اوسکا دینا مناسب اور مصلحت دیکھے تو تہائی مال سے دینا جائز ہے اور یہہ قول وصیت ہو جاویگا ھ وصیت ہو جانیکی یہہ وجہ ہو کہ اوسنے وصی کو تفویض کیا کذا فی الطحطاوی ولو قال ما ادعى فلان من مالي فهو صادق فان سبق منه دعوى في شيء معلوم فهو له والا لا يجيبنه اور اگر بولا کہ فلانا شخص جو دعوی کرے مال سے تو وہ سچا ہے تو اگر اوس شخص سے کوئی دعوی شی معین مین سابق ہو چکا ہو تو وہ شی مدعی کی ہے اور اگر تقدیم دعوی نہین تو وہ چیز اوسکی نہین کذا فی المجتبی فان اوصى بوصايا مع ذلك اي مع قوله لورثته لفلان علي دين فصدقوه عزل الثلث لاصحاب الوصايا والثلثان للورثة پھر اگر موصی نے چند وصیتین کین اوسکے ساتھ یعنی اس قول کے ساتھ جو اوسنے اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہے تو اوسکی تصدیق کیجیو تو تہائی مال جدا کیا جاویگا وصیت والون کیواسطے اور دو تہائیان جدا ہونگی وارثون کیواسطے ھ یعنی ایک شخص نے اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر کچھ دین ہے تو اگر وہ دعوی کرے تو اوسکی تصدیق کرنا پھر اس قول کے بعد اوسنے چند اشخاص کیواسطے وصیتین کین تو اوسکے مال سے تہائی اہل وصایا کیلئے جدا کرنا چاہیے اور دو تہائیان وارثون کے لئے اسواسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہین اور دین مجہول ہے تو معلوم کا مزاحم نہوگا لہذا معلوم کی تقدیم ہوئی مجہول پر وقيل لكل من اصحاب الوصايا والورثة صدقوه فيما شئتم وما بقي من الثلث فللوصايا اور کہا جاویگا اہل وصایا اور وارثون کے ہر فریق سے کہ مدعی دین کی تصدیق کرو جسقدر کہ تم چاہو اور جو باقی رہی تہائی سے وہ اہل وصایا کا ہے ھ پھر جبکہ ہر فریق نے اقرار کیا تو معلوم ہوگیا کہ ترکہ مین دین ہے دونو جہتون مین تو ہر فریق کا اقرار اوسکے حصے مین نافذ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ والدين وان كان مقدما على الحقين الا انه

مجہول کی اور دین اگرچہ مقدم ہی وصیت اور میراث کے دونو حقون پر مگر وہ مجہول ہے معلوم نہین ہم یہہ جواب اوس سوال مقدر کا ہی کہ دین تو وصیت اور میراث پر مقدم ہے پہر اسکی کیا وجہ کہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیان جدا ہوئین بدون اعتبار دین کے خلاصہ جواب یہہ ہے کہ عدم تصدیق دین بہان اوسکی عدم تعیین کے سبب سے ہوئی وطریق تعیینہ ما ذکرہ اور دین مذکور کے مقرر اور معین ہوجانیکا طریقہ وہ ہی جو مذکور ہوگیا یعنی تصدیق فریقین کی قبول حذ الورثة بثلثی ما اقروا به والموصی لهم بثلث ما اقروا به وما بقی فلهم تو جسقدر دین کا وارثون نے اقرار کیا وہ اونکی دو تہائیون سے لیا جاویگا اور جو اہل وصایا نے اقرار کیا وہ اونکی تہائی سے لیا جاویگا اور جو باقی رہیگا یعنی دین کیطرف کے دیکر جو بچیگا یعنی جو دو تہائیون مین باقی رہیگا وہ وارثون کا ہی اور جو ایک تہائی سے باقی رہیگا وہ اہل وصایا کا ہی ویحلف کل علی العلم لو ادعی الزیادة اور ہر فریق قسم کہا ہی اپنی دانست پر اگر مدعی کچہہ زیادہ دعوے کرے یعنی ہر فریق یون قسم کہاوے کہ واللہ ہم اسقدر دین کو جانتے ہین قلت یبقی لو کانت الوصایا دون الثلث هل یعزل الثلث کله ام بقدر الوصایا المراد کہ باقی رہا یہہ احتمال کہ اگر وصیتین تہائی مال سے کم ہون تو کیا پوری تہائی نکال رکہی جاویگی یا بقدر وصیت کے ہین نے اسکی تصریح کتب فقہ مین نہین دیکہی ویبقی ایضا هل یلزمهم ان یصدقوه فی اکثر من الثلث فیراجع ابن الکمال به اور یہہ بہی احتمال باقی ہے کہ آیا اونکو لازم ہی یہہ کہ مقر لہ کی تصدیق کرین ثلث سے اکثر مین اسکے واسطے ابن کمال کیطرف رجوع کرنا چاہیے ہم یہہ اصل اعتراض ہی زیلعی کا سو ابن کمال نے فقط زیلعی کا اعتراض بدون جواب کے ذکر کیا ہی اور بعضون نے ضعیف جوابدیا ہی جس سے زیلعی کا اشکال ساقط نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی مختصرا ولاجنبی ووارثه او قاتله لنصف الوصیة وبطلت وصیته للوارث والقاتل لانهما من اهل الوصیة علی ما مر ولذا تصح باجازة الورثة اور اگر وصیت کی اجنبی شخص اور اپنی وارث یا اپنے قاتل کیواسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملیگی اور اوسکی وصیت وارث اور قاتل کے حق مین باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملیگا نہ کل اسواسطے کہ وارث اور قاتل وصیت کے مستحق ہین بنا بر اوس قول کے جو گذر گیا اور اسیواسطے وصیت وارث اور قاتل کیواسطے صحیح ہوجاتی ہی وارث کی اجازت سے ہم برخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کیواسطے وصیت کی تو سب کا مالک زندہ ہوگا اسواسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق نہین تو مزاحم بہی نہوگا بخلاف ما اذا اقر بعین او دین لوارثه ولاجنبی حیث لا یصح فی حق الاجنبی ایضا لانه اقر بعقد سابق بینهما فاذا الغا بعضه لغا باقیه ضرورة برخلاف اسکی جبکہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کیواسطے کیونکہ وصیت صحیح نہین اجنبی کے حق مین بہی اسلئے کہ یہہ اقرار ہے عقد سابق کا یعنی دونون کی شرکت کا زمانہ ماضی مین پہر جبکہ بعض لغو ہوگیا تو باقی بہی ضرور لغو ٹہرا ہم عدم صحت کی وجہ یہہ ہے کہ وصیت انشاء تصرف ہی یعنی وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہی اور اقرار اخبار ہے موجود سابق سے اور حالانکہ اوسنے خبر دی ہی وصف شرکت کی زمانہ ماضی مین تو اب اقرار کا اثبات بدون شرکت کے ممکن ہوسکتا کیونکہ اوسکی خبر کے مخالف ہی اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کے ساتھہ ممکن ہی اسواسطے کہ وارث اسمین شریک ہوجاتا ہی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا قیل هذا اذا تصادقا فان انکر احدهما شرکة الاخر صح اقراره فی حصة الاجنبی عند محمد وعندهما تبطل فی الکل لما قلنا زیلعی بعضون نے کہا یہہ یعنی عدم صحت اقرار اوسوقت ہی جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کرین پہر اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار اجنبی کے حصے مین صحیح ہوگا محمد کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سب کے حصے مین باطل ہی اوس وجہ سے جو ہمنے بیان کی کذا فی الزیلعی ولو اوصی بثیاب متفاوتة جید ووسط وردی لثلثة انفس لکل منهم ثوب فضاع منها ثوب ولم یدر ای هو والوارث یقول لکل منهم هلک حقک بطلت الوصیة لجهالة المستحق کوصیته لاحد الاجنبیین الرجلین اور اگر وصیت کی عمدہ اور متوسط اور ناقص متفاوت کپڑون کی تین شخصون کیواسطے ہر آدمی کے لئے ایک کپڑا پہر اون تینون کپڑون سے ایک کپڑا ضائع ہوگیا اور معلوم نہین کہ کونسا تلف ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہی ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگی مستحق کے معلوم نہونے سے جیسے ان دو مردون مین کسی

اقرار کیا اسلیے وصیت باطل ہے یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصون مین سے ایک شخص کیواسطے مین نے وصیت کی تو یہہ وصیت باطل جہالت کے
سبب سے یعنی معلوم نہین کہ کس شخص کیواسطے وصیت کی الا ان یسلمہا و یسلموا ما بقی منہا فتعود صحیحۃ لزوال المانع وہو الجہالۃ
مگر یہہ کہ موصی کے وارث مضایقہ نکرین اور باقی کپڑے ونکو تسلیم کرین تو وصیت صحیح ہو جاویگی مانع صحت کے زوال سے یعنی وارثونکا انکار مانع تہا صحت
کا سو تسلیم سے زائل ہوگیا فتقسم للذی الجید ثلثاہ و للذی الردی ثلثاہ و للذی الوسط ثلث کل واحد منہما لان التسویۃ
بقدر الامکان تو عمدہ کپڑے والیکے واسطے عمدہ کی دو تہائیان اور ناقص والیکے واسطے ناقص کی دو تہائیان اور متوسط کپڑے والیکو واسطے
دونو کپڑونمین سے ایک ایک تہائی تقسیم کیجاویگی اسواسطے کہ یہہ برابر کرنا ہی بقدر امکان کے ولو اوصی احد الشریکین ببیت معین
من دار مشترکۃ و قسم و وقع فی حظہ فہو للموصی لہ والا یقع فی حظہ فلہ مثل ذراعہ صرح صدر الشریعۃ وغیرہ بوجوب
القسمۃ فلو قال قسموہا و قع الی اخرہ لکان اولی اگر گہر کے دو شریکونمین سے ایک شریک نے مشترک گہر سے ایک معین کوٹہری کی وصیت
کی اور وہ گہر بانٹا گیا اور وہ کوٹہری موصی کے حصہ مین پڑی تو وہ موصی لہ کی ہے اور اگر موصی کے حصے مین واقع نہوئی تو موصی لہ کے
واسطے کوٹہری کی برابر گز ونسے زمین ناپ دیجاویگی صدر الشریعۃ وغیرہ مین وجوب قسمت کی تصریح کی ہے تو اگر ماتن یون کہتا قسمت کیجاوی پہر اگر
کوٹہری اوسکے حصہ مین آوی الی آخر الکلام تو بہتر ہوتا والاقرار ببیت معین من دار مشترکۃ مثلہا ای مثل الوصیۃ فی الحکم المذکور اور
اقرار کرنا معین کوٹہری کا مشترک گہر سے وصیت کی مانند ہی حکم مذکور مین ہے یعنی اگر احد الشریکین نے کہا کہ یہہ کوٹہری فلانے شخص کی ہے پہر
اوس گہر کی تقسیم ہوئی اور وہ کوٹہری مقر کے حصے مین واقع ہوئی تو اوسکا مالک مقر لہ ہوگا اور اگر اوسکے حصے مین نہ پڑی تو اوسکی برابر زمین ناپ
دیجاویگی تو یہان وصیت اور اقرار کا یکسان حکم ہے و بالف عین ای معین بان کانت ودیعۃ عند الموصی من مال اخر فاجاز رب
المال الوصیۃ بعد موت الموصی و دفعہ الیہ اور ہزار درم عین یعنی معین کی دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت
تہین وصیت کی پہر صاحب مال نے موصی کی موت کے بعد وصیت اوسکی جائز رکہی اور ہزار درم موصی لہ کو تسلیم کئے تو درست ہے و لہ المنع
بعد الاجازۃ لان اجازتہ تبرع فلہ ان یمتنع من التسلیم واما بعد الدفع فلا رجوع لشرح تکملہ اور صاحب مال کو بعد اجازت
وصیت کے ہزار درم کا ندینا جائز ہے اسواسطے کہ اوسکو اجازت دینا بطریق احسان کے تہا اوسپر واجب نتہا تو اوسکو جائز ہی کہ تسلیم سے باز رہے
اور تسلیم کرنیکے بعد تو اوسکو پہیر لینا جائز نہین کذا فی شرح التکملۃ بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او لقاتلہ او لوارثہ
فاجازہا الورثۃ حیث لا یکون لہم المنع بعد الاجازۃ بل یجبرون علی التسلیم لما تقرر ان المجاز لہ یتملکہ من قبل الموصی
عندنا و عند الشافعی من قبل المجیز برخلاف اوسکی جبکہ موصی نے تہائی سے زیادہ وصیت کی یا اپنے قاتل یا وارث کیواسطے وصیت کی پہر اوسکے
وارثون نے وصیت کو جائز رکہا اسواسطے کہ یہان وارثونکو اجازت کے بعد منع جائز نہین بلکہ اونپر زبردستی ہوگی تسلیم کرنے پر اسواسطے کہ یہہ
قاعدہ ثابت ہوچکا کہ مجاز لہ یعنی جسکی لئے اجازت واقع ہوئی موصی بہ کا مالک ہوتا ہی موصی کیجانب سے ہمارے حنفیونکے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک مالک ہوتا ہی اجازت دینے والے
کیطرف سے ہے اسواسطے کہ وصیت اپنے مخرج مین صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک مین واقع ہی اور امتناع تہا وارثون کے حق سے پہر جب وارثون
نے اجازت دیدی تو اونکا حق ساقط ہوگیا تو وصیت نافذ ہوگی موصی کیطرف سے کذا فی الدرر و لو اقر احد الابنین بعد القسمۃ بوصیۃ
ابیہ بالثلث صح اقرارہ فی ثلث نصیبہ لا نصفہ استحسانا لانہ اقر لہ بثلث شائع فی کل الترکۃ و ہی فی ایدیہما فیکون مقرا
بثلث ما معہ و بثلث ما مع اخیہ اور اگر دو فرزندونمین سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت ترکہ کے
تو اوسکا اقرار اوسکے حصے کی تہائی مین صحیح ہے نہ اوسکے نصف حصہ مین اسواسطے کہ فرزند نے موصی لہ کیواسطے تمام ترکہ مین ثلث شائع کا اقرار کیا ہے
اور ترکہ دونو فرزندونکے پاس ہے تو وہ مقر ٹہرا اوس مال کی تہائی کا جو اوسکے پاس ہے اور اوس مال کی تہائی کا جو اوسکے بہائی کے پاس ہے

یعنے تو اوسکا اقرار اوسکے حق مین مقبول ہے نہ اوسکے بہائی کے حق مین بخلاف ما لو اقر احدھما بدین علی ابیھما حیث یلزمہ کلہ لتقدم الدین علی المیراث بخلاف اوسکے اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنی باپ پر اسواسطے کہ اوسکو تمام دین دینا لازم ہوگا بسبب تقدیم دین کے میراث پر ہم تو مقرلہ مقر سے تمام ترکہ لیگا تا استیفا و دین اور اگر فاضل نہوگا تو مقر کو کچھہ نملیگا اور وصیت کا اقرار ایسا نہین ہی اسلئے کہ موصی لہ وار ثونکا شریک ہے تو موصی لہ کچھہ نپاویگا جبتک وارث کو دو نملے کذا فی المنح وبامۃ فولدت بعد موت الموصی ولدا وکلاھما یخرجان من الثلث فھما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانیکے بعد اور لونڈی اور اوسکا بیٹا موصی کی تہائی مال سے نکلتے ہین تو وہ دونو موصی لہ کے ہین والا یخرجا اخذ الثلث منہا ثم منہ لان التبع لا یزاحم الاصل وقالا یأخذ منہما علی السواء اور اگر دونون ثلث مال سے نہ نکلین تو موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پہر اوسکی ولد سے اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبین نے کہا کہ دونون سے برابر لیگا ہم صورت مسئلہ یہہ ہی کہ ایک شخص کے ۶۰۰ درم اور ایک لونڈی ہی ۳۰۰ درم کی قیمت کی سو اوسنے لونڈی کی وصیت کی پہر دیکہو اسطرح پہر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درم کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درم ہی تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملیگی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک سے دو تہائیان لیگا اسواسطے کہ لڑکا وصیت مین بالتبع داخل ہے اور خارج نہوگا وصیت سے بسبب انفصال کے اور امام کی دلیل یہہ ہی کہ مان اصل ہے اور لڑکا تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہین ہوتا تو اگر دونون وصیت نافذ ہو تو بعض اصل مین وصیت قائم نرہی اور یہہ جائز نہین ہی کذا فی الطحطاوی ھذا اذا ولدت قبل القسمۃ وقبول الموصی لہ فلو بعدھما فھو للموصی لہ لانہ نماء ملکہ وکذا لو بعد القبول وقبل القسمۃ علی ما ذکر القدوری یہہ حکم مذکور اوسوقت ہی جبکہ لونڈی قسمت ترکہ سے اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو اگر بعد قسمت اور بعد قبول کے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہی اسواسطے کہ اوسکی ملک کی بڑہوتی ہی اور اسیطرح لڑکا موصی لہ کا ہی اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہو بنا بر اوس قول کے جو قدوری نے ذکر کیا ہی ولو قبل موت الموصی فللورثۃ اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثون کا ہی یعنی اسواسطے کہ وہ وصیت کی تحت مین داخل نہوا وصیت کی ملک پر باقی رہا کذا فی العالمگیریۃ والکسب کالولد فیما ذکر اور لونڈی کی کمائی ولد کی مانند ہی حکم مذکور مین

باب العتق فی المرض

یہہ باب ہی بیمار کے آزاد کرنے مین ہم چونکہ اعتاق نے المرض یعنی وصیت ہی اسواسطے کہ وہ تبرع ہی اوسوقت مین جبکہ وارثون کا حق متعلق ہوگیا لہذا اوسکو کتاب الوصایا مین مذکور کیا لیکن اوسکو صریح وصیت سے متاخر کیا اسواسطے کہ صریح اصل ہے فتعتبر حال العقد فی تصرفات منجز ھو الذی اوجب حکمہ فی الحال حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہی تصرفات منجز مین منجز وہ ہی جو اپنے حکم کو ثابت الحال کرے ہم اور تصرف مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہے سو آگے مذکور ہوگا فان کان فی الصحۃ فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ سو اگر تصرف منجز صحت کی حالت مین ہو تو اوسکے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کی حالت مین ہو تو اوسکی تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد التصرف الذی ھو انشاء ویکون فیہ معنی التبرع حتی ان الاقرار بالدین فی المرض ینفذ من کل المال والنکاح فیہ ینفذ بقدر مہر المثل من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہی حالت مرض مین مراد اوس سے وہ تصرف ہی جو انشا ہی اور اوسمین تبرع کا معنی ہو تو مرض مین دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہی اور نکاح مرض مین بقدر مہر مثل کے نافذ ہی کل مال سے ہم اقرار احتراز ہے انشا سے اسواسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہی نہ انشائی اور نکاح احتراز ہے معنی تبرع سے اسواسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہے لیکن اوسمین تبرع نہین ہے والمضاف الی موتہ وھو ما اوجب حکمہ بعد موتہ کانت حر بعد موتی او ھذا لزید بعد موتی من الثلث وان کان فی الصحۃ اور جو تصرف کہ عاقد کی موت کیطرف مضاف ہو وہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہی اگرچہ وہ صحت مین واقع ہوا ہو تصرف مضاف الی الموت وہ ہی جو اپنی حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے جیسا کہ یون کہنا آپنے غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہی یا یہہ چیز زید کی ہی میری موت کے بعد ومرض صح منہ کالصحۃ اور جس بیماری سے عاقد چنگا ہو گیا وہ صحت کی مانند ہی ہم اسلئے کہ وارث اور غریم کا حق متعلق نہین ہوتا مریض کے مال سے مگر اوسکی مرض الموت مین اور چنگا ہو جانیسے ظاہر ہو گیا کہ اوسکا مرض

جو تہا مرض الموت تہا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح مجتبی ثم رمز تحدّ التطاول
بسنۃ فی المرض المعتبر المبیح لصلوتہ قاعدًا اور جاہندا اور مفلوج اور مسلول کا مرض جب تطاول اور مزمن ہو جاوی اور اوسکو بستر پر نہ
ڈالدے ہو تو وہ تندرست کی برابر ہے احکام شرعی مین کذا فی المجتبے پہر صاحب مجتبی نے تطاول مرض کی حد بر رمز بیان کی ہے کہ ایک سال ہے اور مرض
معتبر کی حد وہ ہی جو مباح کردی نماز کو بیٹہے ہم مرض معتبر یعنی جس مرض مین نفوذ تصرف انشائی کا ثلث مال سے معتبر ہے کذا فی الطحطاوی واعتاقہ
ومحاباتہ وہبتہ ووقفہ وضمانہ کل ذلک حکمہ کحکم وصیۃ مریض کا اعتاق اور محابات اور ہبہ اور اوسکا وقف اور ضامن ہونا اِن
ہرایک کا حکم وصیت کے حکم کی مانند ہی ہم عقود مذکورہ وصیت نہین ہین بلکہ وصیت کے مشابہ ہین اسواسطی کہ وصیت عبارت ہی ایجاب بعد الموت سی اور
یہ تصرفات منجز ہین فی الحال لیکن چونکہ مرض مین واقع ہوئی تو در حکم وصیت ہو گئی حق ورثہ کے تعلق کیوجہ سی محابات کیصورت یہ ہے کہ تنسو درم کی چیز
درم کو بیچی یا ۵۰ درم کی چیز سو درم کو خرید کی تو قیمت مثل سے زائد خریدی مین اور قیمت مثل سے اقص بیع مین اسیکا نام محابات ہی کذا فی الطحطاوی
فیعتبر من الثلث کما قدمنا فی الوقف ان وقف المریض المدیون بمحیط باطل فلیحفظ ولیس ساجیکہ تصرفات مذکورہ وصیت کی مانند
ہوئی تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ ہمنے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف مین یہہ کہ مریض مدیون بدین محیط کا وقف باطل ہے تو اسکو یاد رکہنا چاہیے
اور تحریر اور تفہیم کرنا چاہیے ویضرب اصحاب الوصایا فی الثلث اور اہل وصایا سی مزاحمت واقع ہوگی ضرب حصص مین یعنی عبد معتق اور محابی
اور موہوب لہ او رمقیم اور مضمون لہ ضرب حصص کرینگے اصحاب وصایا کے ساتھہ تو اگر ثلث مال سبکے واسطے کفایت ہو گیا تو فہو المراد ورنہ حصہ رسد لینگے اور
قسمت مین ہر ایک کا حصہ معتبر ہوگا مزاحمت کا مطلب یہی مجہیر کہلاسے کذا فی الطحطاوی ولو یستسع العبد ان اجیز عتقہ لان المنع لحقہم فیسقط
بالاجازۃ اور غلام سعی نکریگا اپنی استخلاص مین اگر اوسکی عتق کی اجازت ہو گئی وارثون کیطرف سی اسواسطی کہ منع عتق تہا وارثون کے حق کے سبب سے
تو وہ ساقط ہو جاویگا اونکی اجازت سے فان حابا فحرر وضاق الثلث عنہما فہی ای المحاباۃ احق پہر اگر مریض نے محابات کی پہر غلام کو آزاد
کیا اور اوسکا ثلث مال محابات اور اعتاق سی تنگی کرتا ہے یعنی تہائی مین دونون تصرف کی گنجایش نہین ہی تو وہ یعنی محابات مقدم ہی اعتاق پر
ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ ۲۰۰ درم کی قیمت کا غلام ایکسو درم کو بیچا پہر اوس غلام کو جسکی قیمت سو درم ہے آزاد کیا اور مریض کا کچہہ مال نہین سوا
ان دو غلامون کے تو ثلث مال یعنی سو درم محابات مین صرف ہونگے کذا فی الدرر وبعکسہ بان حرر فحابی استویا اور اول صورت کے بالعکس یعنی
اول اعتاق کیا پہر محابات کی تو دونو برابر ہین ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ جس غلام کی قیمت سو درم ہے آزاد کیا پہر وہ غلام جسکی قیمت دو سو درم ہے سو
درم کو بیچا تو ثلث مال یعنی سو درم کی تقسیم دونون میں نصفا نصف ہوگی تو عبد معتق نصف مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت مین سعی کریگا اور صاحب محابات
دوسری غلام کو ۵۰ درم دیکر خرید کریگا کذا فی الدرر وقالا عتقہ اولی فیہما اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونو صورتون مین مقدم ہی
ووصیتہ بان یعتق عنہ بہذہ المائۃ عبد لا تنفذ الوصیۃ بما بقی ان ہلک درہم لان القربۃ تتفاوت بتفاوت قیمۃ العبد
اور مریض کی وصیت اسطور پر کہ اوسکی طرف سی غلام آزاد کیا جاوی ان سو درمون سی خرید کرکے تو وصیت نافذ نہوگی باقی درمون سی اگر ایکدرم بہی ضایع
درمون میں سے تلف ہووی اسواسطی کہ تقرب الی اللہ متفاوت ہوجاتا ہی قیمت عبد کے تفاوت سی بخلاف الحج برخلاف حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت
کی کہ اسقدر درمون کو میری طرف سی حج کیا جاوی پہر ان درمون سی ایکدرم یا زیادہ تلف ہو گئے تو وصیت قائم ہے باطل نہین وقالا ہما سواء
اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونو وصیتین صحیح ہین کوئی باطل نہین وتبطل الوصیۃ بعتق عبدہ بان اوصی بان یعتق الورثۃ عبدہ بعد
موتہ ان جنی بعد موتہ فدفع بالجنایۃ کما لو بیع بعد موتہ بالدین اور باطل ہوتی ہی وصیت اپنے غلام کی آزادی کی یعنی یون وصیت کی کہ وارث
اوسکی غلام کو اوسکی مرنیکے بعد آزاد کرین تو وصیت باطل ہوگی اگر غلام سے بعد موت موصی کے جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت مین دیا گیا چنانچہ
اسیصورت مین وصیت باطل ہوتی ہی اگر وہ بیچا گیا موت کے بعد موصی کے دین مین ہم وجہ بطلان یہہ ہے کہ ولی جنایت کا حق مقدم ہی موصی اور موصی لہم

کے حق پر اور اسیطرح دائن کا حق مقدم ہو وان فدی الورثة العبد لا تبطل وکان الفداء فی اموالهم بالتزامهم اور اگر وارثون نے غلام کا
فدیہ دیا تو وصیت باطل نہوگی اور یہہ فدیہ دینا وارثون کے ذاتی مال مین ہوگا اونکے التزام کے سبب سے یعنی انہون نے اپنے اوپر خود لازم کرلیا تو وہ متبرع
ٹھہرے ولو اوصی بثلثہ ای ثلث مالہ لبکر وترک عبدا فاقر کل من الوارث وبکر ان المیت اعتق ہذا العبد فادعی
بکر عتقہ فی الصحة لینفذ من کل المال وادعی الوارث عتقہ فی المرض لینفذ من الثلث ویقدم علی بکر فالقول للوارث
مع الیمین لانہ ینکر استحقاق بکر اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کیواسطے اور موصی نے ایک غلام چھوڑا سو اقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک
شخص نے کہ میت نے اس غلام کو آزاد کیا ہے پھر بکر نے دعوی کیا اوسکی آزادی کا موصی کی صحت مین تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہو اور وارث نے
اوسکی آزادی کا دعوی کیا مرض موصی مین تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنی اسواسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہے مگر ثلث مال کی وصیت
پر مقدم ہو کذا فی الدرر تو وارث کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہے اسلئے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہے اور قول معتبر ہوتا ہے منکر کا قسم کے ساتھہ ولا شیء
لزید کذا فی نسخ المتن والشرح قلت صوابہ لبکر لانہ المذکور اولا غایة الامر ان القوم مثلوا بزید فغیرہ المصنف اولا
ونسیہ ثانیا واللہ اعلم اور زید کیواسطے کچھہ نہین اسیطرح متن اور شرح کے نسخہ مین لاشیء لزید مرقوم ہے مین کہتا ہون یون کہنا ٹھیک ہے ولا شیء لبکر
یعنے بکر کیواسطے کچھہ نہین اسواسطے کہ اس مسئلہ مین لفظ بکر کا اول مذکور ہے غایة الامر یہہ ہے کہ قوم نے یعنی فقیہون نے اس مسئلہ مین زید کی تمثیل دی ہے
سو مصنف نے اولا تمثیل کو بدلا اور آخر مین تغیر کو بھولگیا واللہ اعلم الا ان یفضل من ثلثہ شیء من قیمة العبد مگر یہہ کہ موصی کی ثلث
مال سے کچھہ فاضل بچے غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو بکر لیگا ھ مثلا ثلث مال سو درم ہے اور غلام کی قیمت ۸۰ درم تو ۲۰ درم بکر کو ملینگے
او تقوم حجة علی دعواہ فان الموصی لہ خصم لانہ یثبت حقہ وکذا العبد یا گواہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوی پر کہ اعتاق صحت
مین تہا اسواسطے کہ بکر موصی لہ مدعی ہے کیونکہ وہ اپنے حق کا مثبت ہے اور اسیطرح غلام بھی مدعی ہے ولو ادعی رجل دینا علی المیت وادعی العبد
عتقا فی الصحة ولا مال لہ غیرہ فصدقہما الوارث یسعی فی قیمتہ ویدفع الی الغریم وقالا یعتق ولا یسعی فی شیء
اور اگر دعوی کیا ایکمرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعوی کیا صحت مین اور حالانکہ میت کا کچھہ مال نہین ہے سواے اس غلام کے
سو وارث نے دونون مدعیونکی تصدیق کی تو غلام سعی کریگا اپنی قیمت کی اداکرنے مین اور وہ قیمت صاحب دین کو دیجاویگی اور صاحبین نے کہا
کہ غلام آزاد ہو جاویگا اور کچھہ کوشش قیمت مین نکریگا ھ صاحبین کی دلیل یہہ ہے کہ دین اور عتق ساتھہ ہی ظاہر ہوئے وارث کی تصدیق سے ایکہی کلام
مین تو گویا ساتھہ ہی واقع ہوئے اور صحت کا عتق موجب سعایت کا نہین امام کی دلیل یہہ ہے کہ دین کا اقرار قوی تر ہے عتق سے واسطے کہ اوسکا جمیع احوال
کل مال سے معتبر ہے اسلئے اقوی مدفوع نہین ادنی سے اور اسکا مقتضی یہہ ہے کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد الوقوع انتقاض کا محتمل نہین تو
اوسکو بالمعنی منتقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدرر ملخصا وعلی ہذا الخلاف لو ترک ابنا والف درہم فادعاہا رجل دینا واخر
ودیعة وصدقہما الابن فالالف بینہما نصفان عندہ وقالا الودیعة اقوی اور بنا بر خلاف مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور
ہزار درم چھوڑے ہون سو ان درہمون کے دین ہونیکا ایکمرد نے دعوی کیا اور دوسرے نے اونکی ودیعت ہونیکا دعوی کیا اور میت کے فرزند نے
دونونکی تصدیق کی تو ہزار درم دونو مدعیونمین نصفا نصف ہین امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ودیعت قویتر ہے دین سے ھ اس مسئلہ مین
اولیت مین خلاف ہے برخلاف مسئلہ سابقہ کے تو نکلے ہذا الخلاف کہنا شارح کا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وعکس فی الہدایہ فقال بعتقہ
الودیعة اقوی وعندہما سواء والاصح ما ذکرنا کما فی الکافی وتمامہ فی الشرنبلالیہ فلیحفظ مین کہتا ہون اور ہدایہ مین
اوسکے بالعکس کہا ہے سو یون کہا ہے کہ امام کے نزدیک ودیعت قویتر ہے اور صاحبین کے نزدیک دین اور ودیعت برابر ہے اور صحیح تر وہ قول ہے
جو ہمنے ذکر کیا جیسا کچھ کافی مین ہے اور اسکا پورا بیان شرنبلالیہ مین ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ شرنبلالیہ مین لکہا ہے کہ

پہلے بزرگون نے خلاف امام اور صاحبین کا بالعکس نقل کیا ہو کذا فی الطحطاوی **باب الوصیۃ للاقارب وغیرھم**
یہہ باب ہو وصیت اقارب وغیرہم کے بیانمین جارہٗ من لصق بہ وقالا من یسکن فی محلۃ ویجمعھم مسجد المحلۃ وھو استحسان وقال
الشافعی الجار الی اربعین دارا من کل جانب آدمی کا ہمسایہ اور پڑوسی وہ ہو جو اوسکے گہر مین ملاصق اور متصل ہوا ور صاحبین نے کہا
کہ جو ایک محلہ مین رہتا ہو اور محلہ کی مسجد اونکی جامع ہو یعنی اوسی مسجد مین سب اہل محلہ نماز پڑہتے ہون اور یہہ قول صاحبین کا استحسان ہو اور امام شافعی
نے کہا کہ پڑوسی چالیس گہر تک ہوتا ہی ہر طرف سی ہم محمد نے املا مین کہا جب وصیت کی اپنی ہمسایون کیواسطی تو یہہ وصیت اونکو گہر کے ملاصقین کے
واسطی ہو خواہ اونکے دروازے قریب ہون یا بعید امام کے نزدیک کذا فی العینی وصھرہ کل ذی رحم محرم من عرسہ کابیھا واعمامھا
واخوالھا واخواتھا وغیرھم بشرط موتہ وھی منکوحتہ او معتدۃ من رجعی اور آدمی کا صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہین جو
مرد کی جورو کے محرم قرابت دار ہین چنانچہ عورت کا باپ دادا اور اوسکی چچا اور اوسکی ماموں اور اوسکی بہنین اور انکے سوا اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد
مرگیا ہو اور وہ عورت اوسکی نکاح مین یا طلاق رجعی کی عدت مین ہو فلو من بائن لا یستحقھا وان ورثت منہ سو اگر عورت طلاق بائن
کی عدت مین ہو تو صہر مستحق وصیت کا نہوگا اگرچہ عورت زوج کی وارث ہوگی قال الحلوانی ھذا فی عرفھم واما فی عرفنا فیختص بابویھا عنایہ
وغیرھا واقرہ القہستانی قلت لکن جزم فی البرھان وغیرہ بالاول واقرہ فی الشرنبلالیۃ حلوانی نے کہا کہ یہہ صہر کی تعریف
متقدمین کے عرف مین تھی اور ہماری عرف مین تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کو مخصوص ہے یعنی خسر اور خوشدامن کذا فی العنایہ وغیرہا اور
قہستانی نے اسکو ثابت رکہا ہی مین کہتا ہون لیکن برہان وغیرہ مین اول قول پر یقین کیا ہی اور شرنبلالیہ مین اوسیکو ثابت رکہا ہی ثم نقل
عن العینی ان قول الھدایۃ وغیرھا انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ صوابہ جویریۃ بنت الحارث قلت فلیحفظ ھذہ
الفائدۃ پہر شرنبلالیہ مین عینی شارح ہدایہ سے یہہ نقل کیا کہ ہدایہ وغیرہ کا یہہ قول کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جبکہ حضرت صفیہ سی
نکاح کیا حق اور ٹہیک یہہ ہے کہ حضرت جویریہ بنت حارث سی نکاح کیا مین کہتا ہون تو اس فائدہ کو یاد رکہنا چاہیئے ہم عینی نے سنن ابوداود وغیرہ سے
نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصہ مین واقع ہوئین اونہون نے اونکو مکاتب کیا ادای بدل کتابت کیواسطی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے
پاس آئین حضرت نے اونسے نکاح کیا جب صحابہ نے یہہ سنا تو جولوگ حضرت جویریہ کی برادری کے صحابہ کے حصے مین آئے تھے انہون نے اونکو آزاد کردیا حضرت
کے اکرام کیواسطے اور کہا کہ یہہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصہار ہین اور وہ سو خاندان تھے انتہی مختصرا وختنہ زوج کل ذی رحم کذا
فی المنح قلت الموافق لعامۃ الکتب ذات رحم محرم منہ کازواج بناتہ وعماتہ اور انسان کا ختن اوسکی ہر محرم عورت کا شوہر ہے چنانچہ
اوسکی بیٹیون اور پھوپھیون کے شوہر شارح نے کہا متن کے نسخہ مین اسیطرح کل ذی رحم واقع ہے اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہے وکذا کل
ذی رحم من ازواجھن قیل ھذا فی عرفھم وفی عرفنا الصہر ابو المرأۃ وامھا والختن زوج المحرم فقط زیلعی وغیرہ زاد القہستانی
وینبغی فی دیارنا ان یختص الصہر بابی الزوجۃ والختن بزوج البنت لانہ المشہور اور اسیطرح ختن عبارت ہے بنات اور عمات کے شوہرون
کے ہر قرابتدار سی بعضون نے کہا یہہ تعریف صہر اور ختن کی متقدمین فقہا کے عرف کے موافق ہے اور ہماری عرف مین صہر خسر اور خوشدامن ہے اور
ختن فقط محرم کا شوہر ہے کذا فی الزیلعی وغیرہ قہستانی نے اتنا زیادہ ذکر کیا ہی اور ہماری ملک مین یون لائق ہے کہ صہر خسر پر خاص کیجیے اور ختن بیٹی
کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجیے اسواسطیکہ اب یہی مشہور ہے ہم یہہ اشارہ اسطرف ہی کہ دیار موصی کا رواج اور عرف معتبر ہے اور ایک ملک کا
عرف دوسری ملک پر جاری نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی واھلہ زوجتہ وقالا کل من فی عیالہ ونفقتہ غیر ممالیکہ وقولھما استحسان
شرح تکملہ قال ابن الکمال وھو مؤید بالنص قال اللہ تعالی فنجیناہ واھلہ الا امرأتہ انتھی قلت وجوابہ فی المطول لانت
اور اہل عبارت ہی اوسکی زوجہ سی اور صاحبین نے کہا کہ جو اوسکی عیال اور نفقہ مین داخل ہو سوا اوسکی لونڈی غلام کی وہ اوسکی اہل مین اور قول

الوصیۃ للاقارب

صاحبین کا استحسان ہو یعنی تو یہی قول راجح ہے کذا فی شرح التکملۃ ابن کمال نے کہا اور وہ یعنی صاحبین کا قول مؤید بنص قرآنی ہے اللہ تعالی
نے فرمایا کہ ہمنے نجات دی لوط اور اوسکے اہل کو سوائے اوسکی عورت کے انتہی قولہ مین کہتا ہون اور جواب اس استدلال کا امام کیطرف سے بڑی کتابون
مین مذکور ہے م استدلال مذکور کا جواب یہہ ہو کہ قرینہ عموم کا وہان موجود ہے یعنی استثنا اور امام کی دلیل یہہ ہے کہ لفظ اہل کا حقیقت میں زوجہ
کیواسطے بدلیل نصوص و عرف قال تعالی وسار باہلہ وقال لاہلہ امکثوا ومنہ قولہم تأہل ببلدۃ کذا اور مطلق منصرف ہوتا ہے حقیقت مستعملہ کیطرف
کذا فی الطحطاوی مختصرا وآلہ اہل بیتہ وقبیلتہ التی ینسب الیہا وحینئذ یدخل فیہ کل من ینسب الیہ من قبل آبائہ الی
اقصی اب لہ فی الاسلام سوی الاب الاقصی لانہ مضاف الیہ قہستانی عن الکرمانی اور آدمی کی آل عبارت ہے اوسکے اہل
بیت اور اوسکی اوس قبیلہ سے جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہو اور اسوقت مین یعنی جبکہ آل سے اہل بیت اور قبیلہ مراد ہو تو آل مین داخل ہے ہر ایک
وہ شخص جو موصی کیطرف منسوب ہے اوسکے باپ دادا کیجانب سے اسلام مین اوسکے پہلے سرے کے باپ تک پدر اقصی کے سوا اسواسطے کہ پدر اقصی مضاف
الیہ ہے یعنی اور وصیت نہین مگر مضاف کیواسطے کذا فی القہستانی عن الکرمانی م پدر اقصی اسلام مین مثلا علی یا عباس رضی اللہ عنہما تو اگر علوی نے
وصیت کی اپنی آل کیواسطے تو اوسمین داخل ہے جو علی مرتضی کیطرف منسوب ہے نسب آبائی کیجانب سے نہ وہ شخص جسکی ننھیال ہو سادات مین لا اقرب
ولا ابعد والذکر والانثی والمسلم والکافر والصغیر والکبیر فیہ سواء قریب تر اور بعید تر اور مرد اور عورت اور مسلمان اور کافر
اور صغیر اور کبیر آل مین سب برابر ہین ویدخل فیہ الغنی والفقیر ان کانوا لا یحصون کما فی الاختیار اور آل مین غنی اور فقیر داخل
ہین اگر وہ منحصر نہون کذا فی الاختیار م عبارت اختیار کی یہی ہو ان کانوا لا یحصون کذا فی الطحطاوی عن الکی یعنی آل مین غنی اور فقیر سب
داخل ہین اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہون اور یہی حق ہے سہو کاتب سے واو ساقط ہوگیا ہے ویدخل فیہ ابوہ وجدہ وابنہ وزوجتہ کما فی
شرح التکملۃ یعنی اذا کانوا لا یرثونہ اور آل مین داخل ہے موصی کا باپ اور دادا اور اوسکا بیٹا اور اوسکی زوجہ کذا فی
شرح التکملۃ یعنی جبکہ وہ اوسکے وارث نہون م عدم میراث کی قید اسواسطے لگائی کہ وصیت نافذ ہوتی ہے غیر وارث کے حق مین ولا یدخل
فیہ اولاد البنات واولاد الاخوات ولا احد من قرابۃ امہ لان الولد ینسب لابیہ لا لامہ اور موصی کی آل مین داخل
نہین اوسکی بیٹیونکی اولاد اور نہ اوسکی بہنونکی اولاد اور نہ کوئی وہ شخص جو اوسکی مان کا قرابت دار ہو اسواسطے کہ بیٹا باپکے نسب مین داخل ہوتا ہے
نہ مان کے نسب مین وجنسہ اہل بیت ابیہ لان الانسان یتجنس بابیہ لا بامہ اور موصی کی جنس اوسکے باپکے اہل بیت ہین اسواسطے کہ
انسان متجانس ہوتا ہے اپنے باپ کا نہ اپنی مان کا م غایۃ البیان مین ہو کہ جنس عبارت ہے نسب سے اور نسب معتبر ہے باپ کیطرف سے وکذا
اہل بیتہ واہل نسبہ کآلہ وجنسہ فی الحکم اور اسیطرح موصی کے اہل بیت اور اوسکے اہل نسب اوسکی آل اور اوسکی جنس کی مانند ہین
تو اہل بیت اور اہل نسب کا حکم آل اور جنس کی مانند ہے ولو اوصت المرأۃ لجنسہا او لاہل بیتہا لا یدخل ولدہا الا ولد المرأۃ
ینسب الی ابیہ لا الیہا اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اپنے اہل بیت کیواسطے وصیت کی تو اوس عورت کا بیٹا وصیت مین داخل نہین اسواسطے کہ
بیٹا اپنے باپ کیطرف منسوب ہوتا ہے نہ مان کیطرف الا ان یکون ابوہ ای الولد من قوم ابیہا فحینئذ یدخل لانہ من جنسہا درر
وکافی وغیرہما قلت ومفادہ ان الشرف من الام فقط غیر معتبر کما فی آواخر فتاوی ابن نجیم وبہ افتی شیخنا الرملی
لعدم المزیۃ فی الحکم مگر یہہ کہ باپ اوس فرزند کا اوس عورت موصیہ کے باپ کی قوم سے ہو تو اسوقت مین اوس عورت کا بیٹا بھی وصیت مین داخل
ہوگا اسواسطے کہ وہ اوسکا ہم جنس اور ہم نسب ہے کذا فی الدرر والکافی وغیرہما مین کہتا ہون تو اس تقریر سے یہہ مستفاد ہوا کہ شرف یعنی سیادت فقط
مان کیطرف سے غیر معتبر ہے چنانچہ فتاوی ابن نجیم کے آواخر مین مذکور ہے اور اسیکا فتوی دیا ہے ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے کہ ان سے پوچھا گیا ہے
کہ سیدہ کے فرزند کو فی الجملہ شرافت اور بزرگی ہے اوس پسر جسکی مان سیدہ نہین لاتصالہ بالبضعۃ الطاہرۃ کذا فی الطحطاوی م فتاوی عالمگیری

مین بدائع سے منقول ہو کہ جب اوس نسب مخصوص ہے پدر سے ۔ بادر تو جبکہ ماں سید ہو اور باپ سید نہو تو اوسکو زکوۃ کا مال لینا حرام نہیں اور وہ
ہاشمیہ کا کفو اور ہمسر نہیں اور اوسپر وہ مال حلال نہیں جو ساوات پر وقف ہو الا بعض موقعہ اور یہہ حدیث ہو کہ کل نسب و سبب ینقطع یوم القیامۃ
الا ما کان من فاطمۃ فانی ابو ہما تو اسمین اگرچہ عورت کا نسب معتبر ہوا تو یہہ خصوصیات سے ہے چنانچہ لفظ حدیث مفید ہو اسکا انتہی کذا فی الطحطاوی و ان

اوصی لاقاربہ او لذوی قرابتہ کذا النسخ قلت صوابہ لذوی و لارحامہ او لانسابہ فھی للاقرب فالاقرب من کل ذی
رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کے واسطے یا اپنے قرابت والون کے واسطے یا اپنے ذوی الارحام یا اپنے اہل انساب کے واسطے تو یہہ وصیت
سے قریب تر کیواسطے پھر اوسکے بعد جو اور قریب تر ہے موصی کے ہر قرابت دار محرم کو شارح نے کہا متن کے نسخون مین اسیطرح لذوی قرابتہ
مرقوم ہے مین کہتا ہون لذوی قرابتہ بصیغہ جمع ٹھیک ہو ہم لذی قرابتہ مفرد ہے اور یہہ مسئلہ مفروض بصیغہ جمع ہی لہذا شارح محقق نے جمع
صواب کہا اور مترجم نے اسیوجہ سے صیغہ جمع کا ترجمہ کیا و لا یدخل الوالدان قیل من قال للوالد قریبا فھو عاق و الولد و لو من عز
بکفر او رق کا یفیدہ عموم قولہ و الوارث اور اقارب کی وصیت مذکورہ مین ماں باپ اور بیٹا اور وارث موصی کا داخل نہیں اگرچہ الدین
اور فرزند ممنوع المیراث ہون بسبب کفر یا مملوکیت کے چنانچہ عموم وارث سے یہہ ثابت ہوتا ہی بعضون نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ فرزند
ہے ہم وجہ نافرمانی کی یہہ ہے کہ اہل لغت کے عرف مین قریب وسکو کہتے ہین جو غیر سے تقرب کرے اور شخص کیواسطے سے اور تقرب والد کا ولد سے
بنفسہ ہے لا بغیرہ کذا فی الزیلعی و اما الجد و ولد الولد فیدخل فی ظاہر الروایۃ و قیل لا و اختارہ فی الاختیار اور دادا
اور پوتا تو اقارب کی وصیت مین داخل ہین ظاہر الروایۃ مین اور بعضون نے کہا داخل نہین اور اسیکو پسند کیا ہو اختیار شرح مختار مین ہم فتاوی
عالمگیریہ مین بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہے و یکون للاثنین فصاعدا یعنی اقل الجمع فی الوصیۃ اثنان کما فی
المیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصون اور زیادہ کیواسطے ہوگی یعنی اسلیے کہ وصیت مین میراث کی مانند اقل جمع دو ہین ہم امام نے
اس وصیت مین چار شرطونکو اعتبار کیا ہو اول یہہ کہ مستحق دو شخص ہین یا زیادہ دوسرے یہہ کہ موصی کا قرابت دار ہو تیسرے یہہ کہ اقرب فالاقرب
معتبر ہے اور ابعد محجوب ہے اقرب کے وجود سے مانند میراث کی چوتھے یہہ کہ موصی کا وارث نہو اور عورت اور مرد اسمین برابر ہین کذا فی العالمگیریۃ فان کان
لہ للموصی عمان و خالان فھی لعمیہ کالارث و قالا اربا عا تو اگر وصیت اقارب مین موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہون تو
وصیت اوسکی دونون چچاؤن کیواسطے میراث کی مانند اور صاحبین نے کہا چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤن کیواسطے اور دو حصے ماموؤن کیواسطے
ہم شارح نے تمثیل میراث سے اسکا اشارہ کیا کہ تساوی وسائط کے وقت جہت اقوی معتبر ہے تو چچا مقدم ہونگے ماموں پر کذا فی الطحطاوی
و لو لہ عم و خالان کان لہ النصف و لہما النصف و قالا اثلاثا اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہون تو چچا کے واسطے
نصف مال ہے وصیت کا اور دونون ماموؤن کیواسطے نصف باقی ہو اور صاحبین نے کہا تین تہائی مال ہوگا یعنی ہر ایک کو تہائی ملیگا برابر و لو عم
واحد لا غیر فلہ نصفہا و یرد النصف الاخر الی الورثۃ لعدم من یستحقہ اور اگر موصی کا ایک چچا ہو اور کوئی نہو تو اوسکے
واسطے نصف وصیت ہو اور نصف ثانی اور اوسکے وارثون کو دیا جاویگا کیونکہ اوسکا کوئی مستحق نہیں و لو عم و عمۃ استویا لاستواء
قرابتہما اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک پھوپھی ہو تو دونو برابر ہین اسواسطے کہ دونونکی قرابت یکسان برابر ہو و لو انعدم المحرم بطلت
خلافا لہما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہو تو اقارب کی وصیت باطل ہوگئی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہونگے تو غیر
محرم کیطرف وصیت صرف ہوگی اسلیے کہ اونکے نزدیک اقارب مین داد ہال اور نانہال کے سب رشتہ دار داخل ہین کذا فی الطحطاوی و لو قال لولد
فلان فھی للذکر و الانثی سواء لان اسم الولد یعم الکل حتی الحمل اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے ولد کیواسطے تو یہہ وصیت
مرد اور عورت کیواسطے برابر ہے اسواسطے کہ ولد کا اسم مرد اور عورت دونونکو شامل ہے یہانتک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہے

بدون لکھنے اور حساب کرنیکے اور محمد نے کہا جبکہ ۱۰۰ سے زیادہ ہوں اور بعضوں نے کہا کہ یہ حاکم کی رای پر مفوض ہے اور محمد کا قول آسان تر ہے
كذا في فتاوى قاضيخان ولا يفتقر انهم يعطي الوصي من شاء منهم شرح التكملة لتعذر التمليك حينئذ فيراد به القربة اور اگر یتیم
وغیرہ غیر منحصر ہوں تو وصیت کا مال اونکے محتاجونکو دیا جاے وصی کو اختیار ہوا اونمیں سے جسکو چاہے دے کذا فی شرح التکملہ بسبب متعذر ہونے تملیک کے
اسوقت میں تو اوس سے قربت مراد ہوگی ھم درر میں ہی اسواسطے کہ وصیت سے مقصود قربت ہوا اور قربت ہوتی ہے دفع احتیاج اور گرسنگی میں اور یتیم اور
نابینا اور لنگڑے کے اسما محتاجی پر دلالت کرتے ہیں تو محتاجوں پر حمل کرنا جائز ہوا کذا فی الطحطاوی و في بني فلان يختص بذكورهم ولو اغنياء
اور اگر وصیت کی بنی فلان میں یعنی فلانے کے فرزندوں میں تو یہ اونکے مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ مرد مالدار ہوں الا اذا كان فلان عبارة
عن اسم قبيلة او اسم فخذ فيتناول الاناث لان المراد حينئذ مجرد الانتساب كما في بني آدم مگر جبکہ فلان عبارت
ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتوں کو بھی شامل ہوگا اسواسطے کہ اسوقت میں فقط انتساب مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ میں
عورتیں بھی داخل ہیں ھم جبکہ بنی فلان کیواسطے وصیت کی تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ فلان باپ ہو قبیلہ کا یعنی جماعت کثیرہ کا چنانچہ تمیم بنی تمیم کا
اور اسد بنی اسد کا یا یہ کہ فلان پدر خاص ہے جماعت کثیرہ کا پدر نہیں تو معلوم کرنا چاہیے کہ عشائر کی اسامی یہ ہیں جو باہم ہیں شعب بفتح شین ہے پھر قبیلہ پھر
عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ تو مضر قریش کا شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی العالمگیریہ مختصرا
وظاهر انه يدخل فيه ايضا مولى العتاقة ومولى الموالاة وحلفاؤهم يعني وهو مجموع والا فالوصية باطلة اور اسیواسطے یعنی جبکہ فلان
عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو اوسمیں سوا عتاقت اور مولا ہو موالات اور اون حلیفوں کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان میں داخل ہو جاتے ہیں یعنی جبکہ وہ
لوگ منحصر ہوں اور اگر غیر منحصر ہوں تو وصیت باطل ہے والاصل ان الوصية متى وقعت باسم ينبئ عن الحاجة كالايتام بني فلان تصح و
ان لم يحصوا على انها لقربها لله تعالى وهو معلوم وان كان لا ينبئ عن الحاجة فان احصوا صحت ويجعل تمليكا والا بطلت وتمامه
في الاختيار اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو مخبر ہو حاجت سے چنانچہ بنی فلان کے یتیم تو وصیت صحیح ہے اگرچہ
وہ لوگ غیر منحصر ہوں بنا بر تقریر گذشتہ یعنی یتامیٰ محتاج اور مسکین مراد ہونگے بسبب قائم ہونے وصیت کے خدا تعالیٰ کیواسطے اور وہ معلوم ہے اور اگر لفظ وصیت کا
احتیاج پر دلالت نہیں کرتا تو اگر موصی لہم منحصر ہیں تو وصیت صحیح ہے اور اب وصیت تملیک قرار دیجاویگی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہیں تو وصیت باطل ہے اور اسکا
پورا بیان اختیار شرح مختار میں ہے اوصى لمن له معتقون ومعتقون لمواليه بطلت لان اللفظ مشترك ولا عموم له عندنا
ولا قرينة تدل على احدهما جسکو آزاد کر دیا ہے اور آزاد کردہ دونوں موجود ہیں اوسنے وصیت کی اپنے موالی کیواسطے تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ موالے
کا لفظ مشترک ہے اور مشترک کیواسطے عموم ثابت نہیں ہم حنفیوں کے نزدیک اور کوئی قرینہ قائم نہیں جو ایک معنی پر دلالت کرے ھم موالے کا لفظ آزاد کنندہ اور
آزاد کردہ دونوں کو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا اور مشترک کے سب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہیں اور کوئی قرینہ نہیں کہ موالی سے
آزاد کنندہ مراد ہیں یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ باطل ٹھہری ولا فرق في ذلك عند عامة اصحابنا بين النفي والاثبات اور ہمارے کل
اصحاب کے نزدیک اسمیں کچھ فرق نہیں ہے درمیان نفی اور اثبات یعنی خواہ کلام منفی ہو یا مثبت مشترک کا لفظ عموم کا مفید نہیں ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک و
اختار شمس الائمة وصاحب الهداية انه يعم اذا وقع في حيز النفي اور شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ نے یہہ اختیار کیا ہے کہ مشترک عام
ہوتا ہے جبکہ نفی کے تحت میں واقع ہو ھم صاحب بحر نے صاحب ہدایہ کے قول کو پسند کیا ہے اس دلیل سے کہ نفی مشترک میں تنافی نہیں اور باقی علما نے اسکا
جواب دیا ہے چنانچہ قول آئندہ میں معلوم ہوگا وحينئذ فقولهم لو حلف لا يكلم موالي فلان يتناول الاعلى والاسفل لا لوقوعه في النفي بل
لان الحامل على اليمين بغضه وهو غير مختلف عنا به واقره المصنف اور اسوقت میں یعنی جبکہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کچھ فرق
نہیں ہے بین نفی اور اثبات کے عدم جواز عموم مشترک میں تو فقہا کا یہ قول کہ اگر قسم کہائی کہ کلام نہ کریگا فلانے شخص کے موالی سے تو لفظ موالے کا

عام ہے مولا ہی اعلے یعنی آزاد کنندہ اور مولا اسفل یعنی آزاد کردہ کو نہ اسوجہ سے کہ عموم حاصل ہوا ہے مشترک کے واقع ہونے نفی میں بلکہ اسوجہ سے کہ
قسم کھانے پر فلانے شخص کا بغض باعث ہوا ہے اور بغض غیر مختلف ہے ما بین الاعلے والاسفل کذا فی العنایۃ اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہو اپنی شرح میں ہم شمس الائمہ
اور صاحب ہدایہ کے نزدیک قسم مذکور میں عموم مشترک [illegible] نفی ہے اور علماء کے نزدیک علت عموم بغض ہے نفی الا اذا عینہ ای الاعلی او الاسفل
قبل موتہ فحینئذ یصح لزوال المانع مگر جبکہ موالی کی وصیت میں موصی تعیین کردے مولا اعلی کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت
باطل نہ ٹھیرے گی صحیح ہوجاوے گی زوال مانع کے سبب سے یعنی مانع صحت عدم تعیین تھی سو اب زائل ہوگئی اوسکو بیان ہو ویدخل فیہ ای فی الموالی من
اعتقہ فی صحتہ ومرضہ اور موالی میں داخل ہے وہ غلام جسکو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری میں لا یدخل فیہ مدبروہ وامہات
اولادہ وعن ابی یوسف یدخلون اور موالی میں داخل نہیں موصی کے غلام مدبر اور امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ وہ بھی داخل ہیں ہم عدم دخول کی علت یہ ہے کہ مدبر اور ام ولد آزاد ہوتے
ہیں مالک کی موت کے بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہو موت کی حالت کیطرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور ہے کذا فی الدرر اوصی بثلث مالہ الی الفقہاء
دخل فیہا من یدقق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیۃ اپنے تہائی مال کی وصیت کی فقیہوں
کیواسطے تو فقیہوں میں وہ شخص داخل ہوگا جو نظر دقیق اور فکر عمیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ میں اگرچہ تین ہی مسئلوں کو اونکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیۃ یعنی بدون علم
دلائل کے فقیہ نہیں قال حتی قیل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیہ نے کہا یہانتک کہ بعض فقیہوں نے کہا کہ جو شخص ہزار دو
مسئلے یاد رکھتا ہو یعنی بدون دلائل کے وہ فقہا کے تحت وصیت میں داخل نہوگا ہم فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ وہ ہے جو فقہ دانی میں اقصی مرتبہ کو
پہنچ گیا ہو اور متفقہ یعنی جو مسائل جانتا ہو بدون دلائل کے وہ فقیہ نہیں ہے اور اوسکو وصیت مذکورہ میں حصہ نہیں کذا فی الطحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس
زمانے کے عالموں پر فقیہ کا اطلاق کیا ہے الا ما شاء اللہ تو علما و مسائل دان متفقہ ہیں فقیہ نہیں اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فہی باطلۃ کما فی
الخانیۃ وغیرہا وقدمناہ عن السراجیۃ وغیرہا یعنی وصیت کی کہ مٹی لگائی جاوے اوسکی قبر پر یا اوسکی قبر پر قبہ اور گنبد بنایا جاوے تو وصیت باطل ہے چنانچہ فتاوی
قاضی خان وغیرہ میں ہے اور پہلے ہم سراجیہ وغیرہ سے آگے مذکور کرچکے ہیں لکن قدمناہا فی الکراہیۃ انہ لا یکرہ تطیین القبور فی المختار فینبغی ان
یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہیۃ لانہا حینئذ وصیۃ بالمکروہ قال المصنف لیکن ہم سراجیہ سے کتاب الکراہیۃ
میں مذکور کرچکے ہیں کہ قبروں پر مٹی لگانا قول مختار میں مکروہ نہیں ہے تو لائق یہ ہے کہ مٹی لگانے کی وصیت کا باطل ہونا کراہت کے قول پر مبنی ہو اسواسطے کہ اسوقت
وصیت ہی مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہیں ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم یہ سب قدر اکثر فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانیکا تعرض نہیں کیا تو وہ بالاتفاق
مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وکذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ لمن یقرء عند قبرہ بناء علی القول بکراہۃ القراءۃ علی القبور
او بعدم جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جوازہما فینبغی جوازہما مطلقا وتمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف
میں کہتا ہوں اور اسیطرح یہ لائق ہے کہ بطلان وصیت کا قول اوس شخص کیواسطے جو قرآن شریف پڑھے موصی کی قبر کے پاس بنا بر قول کراہت قراءۃ کے قبور پر یا اسوجہ
سے کہ طاعات پر اجارہ جائز نہیں لیکن بنا بر قول مفتی بہ کے کہ قراءۃ علی القبور اور اجارہ وہ دونوں جائز ہیں تو دونوں کا جائز ہونا سزاوار اور لائق بدلیل ہو مطلقا یعنی
خواہ عدم جواز کی علت قراءۃ علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسکا پورا بیان حواشی اشباہ میں ہے کتاب الوقف سے وحرر فی تنویر البصائر ان
تعیین المکان الذی عینہ الواقف لقراءۃ القرآن او للتدریس لو لم یباشر فیہ لا یستحق المعلوم لما شرح المنظومۃ یجب اتباع شرط
الواقف وبالمباشرۃ فی غیر المکان الذی عینہ الواقف یفوت غرضہ من احیاء تلک البقعۃ قال وتحقیقہ فی الدرۃ السنیۃ فی
مسئلۃ استحقاق الجامکیۃ اور تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں یہ تحریر اور تنقیح کی ہے کہ جس مکانکو واقف کرنیوالا متعین کردے قرآن پڑھنے یا تدریس کیلئے تو وہ متعین ہوتا ہے تو اگر اوس
مکان میں قراءۃ یا تدریس واقع نہو تو قاری یا مدرس مستحق نہوگا اوس مال کا جو اوسکی اوسکی مشروط ہوا اسواسطے کہ شرح منظومہ میں ہے کہ واجب ہے اتباع کرنا شرط واقف کا اور
جس مکانکو واقف نے معین کردیا ہے اوسکے غیر میں پڑھنے یا درس کرنے سے واقف کے غرض فوت ہو جاتی ہے یعنی اوس مکانکو متبرک کرنا حاصل نہیں ہوتا صاحب تنویر البصائر

نے کہا اور تحقیق اس مسئلہ کی اوس رسالہ میں ہے جسکا نام الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق الجاکیر ہے

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ یہہ باب ہے خدمت اور سکونت اور پھل کی وصیت کے احکام میں ہے بسبب مستحق وصایا اعیان سے فراغت پانیکے تو اب وصایا منافع کو شروع کیا

صحت الوصیۃ بخدمۃ عبدہ وسکنی دارہ مدۃ معلومۃ وابدا صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا معین مدت تک اور ہمیشہ کو ہے اسواسطے کہ تملیک منافع کی بحالت حیات میں صحیح ہے بعوض اور بلا عوض سو اسیطرح ممات کے بعد بھی صحیح ہے جیسے اعیان کی تملیک صحیح ہے ویکونان محبوسا علی ملک المیت فی حق المنفعۃ کما فی الوقف کما بسطا فی الذخیرۃ اور غلام وغیرہ محبوس رہیگا میت کی ملک پر منفعت کے حق میں جیسے وقف میں موقوف محبوس رہتا ہے واقف کی ملک پر امام کے نزدیک چنانچہ ذخیرہ میں مفصل مذکور ہے اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوس ہے علی ملک اللہ تعالی وتعطیٰ لہ

اور غلام اور گھر کے غلہ یعنی اونکے حاصلات اور کرایہ کی وصیت صحیح ہے فان خرجت الرقبۃ من الثلث سلمت الیہ ای الی الموصی لہ لاجل الوصیۃ سو اگر غلام یا گھر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گھر موصی لہ کو سپرد کیا جاویگا وصیت کی وجہ سے والا تخرج من الثلث تقسم الدار اثلاثا ای فی مسئلۃ الوصیۃ بالسکنی اور اگر رقبہ تہائی مال سے باہر نہو تو گھر تین تہائی تقسیم کیا جاویگا وصیت بالسکنی کے مسئلہ میں یعنی تہائی گھر میں موصی لہ رہے اور دو تہائی میں وارثون کا اختیار ہے اما فی الوصیۃ بالغلۃ فلا تقسم علی الظاہر اور گھر کی حاصلات کی وصیت میں تو گھر تقسیم نہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے ہے نقایہ اور اوسکی شرح قہستانی میں ہے کہ اگر ثلث مال گنجائش نرکہتا ہو تو گھر یا غلہ اثلاثا تقسیم کیا جاویگا اسطرحپر کہ موصی لہ تہائی گھر میں رہے اور وارث باقی میں اور موصی لہ گھر کا کرایہ ایکدن لے اور وارث دو دن تا انقضا مدت وصیت کذا فی الطحطاوی وتھایآ العبد فیخدمھم اثلاثا اور موصی لہ اور وارث باری مقرر کرلین غلام میں تو وہ اونکی خدمت کرے تین تہائی یعنی ایکدن موصی لہ کی خدمت کرے اور دو دن وارثون کی ہے چونکہ اجزا غلام کی قسمت ممکن نہین لہذا اسمین باری معین ہوئی بخلاف گھر کے کہ اوسکی اجزا کی تقسیم ممکن ہے ہذا اذا لم یکن لہ مال غیر العبد والدار والا فخدمۃ العبد وقسمۃ الدار بقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعۃ یہہ مذکور اوسوقت ہے جبکہ موصی کا کچھہ اور مال نہو سوای غلام اور گھر کے اور اگر اور مال بھی ہو تو غلام کی خدمت اور گھر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی چنانچہ صدر الشریعۃ نے اسکو بیان کیا ہے تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ اوسمین سے غلام کے دو ثلث یا تین ربع خارج ہوتے ہین تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کرے اور ایکدن وارثون کی خدمت کرے کذا فی الطحطاوی

ولیس للورثۃ بیع ما فی ایدیھم من ثلثیھا علی الظاہر لثبوت حقہ فی سکنی کلھا بظہور مال آخر او بخراب ما فی یدہ فحینئذ یزاحمھم فی باقیھا والبیع ینافیہ فمنعوا عنہ وعن ابی یوسف لھم ذلک اور وارثونکو جائز نہین بیچنا گھر کی دو تہائی کا جو اونکے قبضہ میں بنا برظاہر مذہب کے بسبب ثابت ہونیکے حق موصی لہ کے تمام گھر کی سکونت میں اور مال کے ظاہر ہونیکے کی وجہ سے یا ویران ہوجانیکے اوس تہائی گھر سے جو موصی لہ کے قبضے میں ہے تو اوسوقت میں موصی لہ وارثون سے مزاحمت کریگا باقی گھر میں اور بیچنا وارثون کا اس مزاحمت کے مخالف ہے تو اسواسطے وارث باز رکھے گئے بیع سے اور ابو یوسف سے یہہ روایت ہے کہ وارثونکو یہہ بیع کرنا جائز ہے

ولیس للموصی لہ بالخدمۃ والسکنی ان یؤجر العبد او الدار لان المنفعۃ لیست بمال علی اصلنا فاذا ملکھا بعوض کان مملکا اکثر مما ملکہ یعنی وھو لا یجوز اور جسکو واسطے خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اوسکو غلام کا یا گھر کا اجارہ دینا جائز نہین اسواسطے کہ منفعت مال نہین ہے ہمارے قاعدہ کے بموجب جب موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک مین دیا عوض لیکر تو موصی لہ جسقدر کا مالک ہوا تھا اوس سے زیادہ قدر کا مالک کر دینے والا ٹھہرا حالانکہ یہہ جائز نہین کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ غیر کو مالک کرسکے

ولا للموصی لہ بالغلۃ استخدامہ ای العبد او سکناھا ای الدار فی الاصح ومثلہ الدار الموقوفۃ علیہ وعلیہ الفتوی شرح الوھبانیۃ لان حقھم فی المنفعۃ لا العین وقد تعلقت لغرضہا اور جسکو واسطے غلہ یعنی حاصلات کی وصیت ہوئی اوسکو جائز نہین خدمت مین لانا غلام کا یا سکونت کرنا گھر کا قول اصح مین اور اسیکی مانند ہے وقف کا گھر یعنی اگر گھر کسیکا اوسپر وقف ہو تو اوسکو بھی سکونت جائز نہین اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوھبانیۃ اسواسطے کہ موصی لہ وغیرہ کا حق منفعت مین ہے [illegible] اور [illegible] دونون کے درمیان فرق معلوم ہوچکا ہے [illegible] عبارت ہے اور [illegible]

الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ

سے موجود کا تو معدوم کو شامل نہوگا مگر بدلالت زائدہ چنانچہ ہمیشگی کی تصریح اور غلہ موجود اور آیندہ کے حاصل ہونیوالے کو بھی شامل ہے تو
موجود اور معدوم دونوں اسمین داخل ہین بلا توقف دلالت لفظ دیگر کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وان لم یکن فیہ انتہی البستان والمسئلۃ
بحالہا ثمرۃ حین الوصیۃ فہی کالوصیۃ بالغلۃ فی تناولہا الثمرۃ المعدومۃ ما عاش الموصی لہ ذیلعی اور مسئلہ سابقہ مین اگر
باغ مین پھل موجود نہو وصیت کیوقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کی مانند ہی ثمرہ معدومہ کے شمول مین جبتک کہ موصی لہ زندہ رہے ھم
یعنی اگر وصیت کیوقت پھل باغ مین نہین ہین اور اوسنے پھلونکی وصیت ایک شخص کیواسطے کی تو اوسکی مدۃ العمر مین جسقدر پھل سال بسال پیدا ہوتے
جاوینگے وہ اوسکو ملتا رہیگا وفی العنایۃ السقی والخراج وما فیہ اصلاح البستان علی صاحب الغلۃ لانہ ہو المنتفع بہ
فصار کالنفقۃ فی فصل الخدمۃ اور عنایہ مین ہے کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز مین باغ کا قیام اور درستی ہو صاحب غلہ
پر ہے اسواسطے کہ فائدہ لینیوالا تو وہی ہے تو یہ خدمت کے غلام کی نفقہ کی مانند ہوگیا تنبیہ الغلۃ کل ما یحصل من ریع الارض
وکرائہا واجرۃ الغلام ونحو ذلک کذا فی جامع اللغۃ غلہ عبارت ہی ہر ایک اوس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور اوسکی کرایہ
سے اور غلام کی اجرت سے اور مانند اسکی کذا فی جامع اللغۃ ھم قاموس مین بھی غلہ اسیطرح مذکور ہی قلت وظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی
الغلۃ فلیحرر ش مین کہتا ہون اور ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اسکی غلہ مین داخل ہی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہئے
ھم یعنی ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہو کہ جب اُس باغکا اخروٹ بیچا جاوے جس باغ کے غلہ کی کسیکے واسطے وصیت ہوئی تو اوسکا ثمن موصی لہ کا ہے
مین کہتا ہون کہ اخروٹ اوسکا حق ہے اور وہی اوسکی بیع کا مالک ہی اصالۃً یا وکالۃً اور غیر شخص کی بیع اوسکی اجازت پر موقوف ہی بعد تقریر ہو اُس
نسخہ کے موجب جسمین جوز کا لفظ بجیم وزاء منقوطہ مرقوم ہو اور جس نسخہ مین بحاء مہملہ وراء مہملہ مرقوم ہی تو وہ عبارت ہی درخت کے ثمرہ سے تو اوسکو
دیکھنا چاہیئے کہ آیا وہ مثل حطب کے ہی فتاوی عالمگیری مین محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر وصیت کی غلہ باغ انگور کی کسی آدمی کیواسطے تو اوسمین توام یعنی
تہونیان اور اوراق اور حطب اور ثمرہ سب داخل ہے انتہی کذا فی الطحطاوی وبصوف غنمہ وولدہا ولبنہا لہ ما یبقی فی وقت موتہ
سواء قال ابدًا او لا لان المعدوم منہا لا یستحق بشیء من العقود فکذا بالوصیۃ بخلاف الثمرۃ بدلیل صحۃ المساقاۃ اور اگر اپنی
بھیڑون کے صوف کی اور اونکے بچون کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا وہ صوف اور بچہ اور دودھ ہے جو باقی رہا یعنی جو پایا گیا موصی کے مرنے
کیوقت خواہ اوسنے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین سے جو موجود نہین وہ کسی عقد سے مستحق نہین ہوتی تو اسیطرح وصیت سے بھی بخلاف
پھل کے کہ اوسمین وصیت غیر موجود کی صحیح ہے بصحت مساقاۃ کی دلیل سے اوصی بجعل دارہ مسجدًا ولم تخرج من الثلث واجازوا تجعل مسجدًا
لزوال المانع بالاجازۃ انتہی اپنی گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر ثلث مال سے باہر نہین ہوتا اور اوسکو وارثون نے اجازت
دی تو وہ گھر مسجد بنایا جاویگا زوال مانع کیوجہ سے وارثون کی اجازت سے یعنی مانع تھا حق ورثہ کا سو اجازت سے زایل ہوگیا وان لم یجیزوا
تجعل ثلثہا مسجدًا رعایۃ لجانب الوارث والوصیۃ اور اگر وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاویگا وارث اور وصیت
دونون جانب کی رعایت کرنے سے یعنی اسصورت مین وارث بھی محروم نرہے اور مسجد بھی بنی ویظہر مرکبہ فی سبیل اللہ بطلت لان وقف
المنقول باطل عندہ فکذا الوصیۃ وعندہما یجوز اپنی دراہم اور اپنی سواری کی پیٹھ کی وصیت کی خدا کی راہ مین تو وصیت باطل ہو اسواسطے کہ
مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے امام کے نزدیک تو اسیطرح منقول کی وصیت بھی باطل ہی اور صاحبین کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونو
جایز ہین کذا فی الدرر وقال المصنف وفیہ نظر لان الوصیۃ تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کالوصیۃ بالغلۃ والصوف
ونحو ذلک ح مصنف نے کہا کہ اس تعلیل مین اعتراض ہے یعنی قیاس وصیت کا وقف پر صحیح نہین اسواسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہی جہان وقف صحیح
نہین ہوتا بہت سے مواضع مین جیسے غلہ اور صوف کی وصیت مین اور مانند اسکی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا اوصی بشیء للمسجد لم تجز الوصیۃ

لانه لا يملك وجوزها محمد قال المصنف وبقول محمد افتى مولانا صاحب البحر وصيت كى كسى چيز كى مسجد كيواسطے تو وصيت جائز نهين
اسواسطے كه مسجد لائق تمليك كے نهين هے اور محمد نے اسكو جائز كها هے مصنف نے كها اور محمد كے قول كا فتوى ديا هے همارے استاد بحر الرائق كے مصنف نے
هم محمد نے وصيت مذكوره كو مصالح مسجد كے امر پر محمول كيا هے تا كه الامكان موصى كا كلام صحيح هو الا ان يقول الموصى ينفق عليه
فيجوز اتفاقا مسجد كے واسطے وصيت صحيح نهين مگر يهه كه موصى كهے كه خرچ كيا جاوے مسجد پر تو اب وصيت جائز هے باتفاق امام اور محمد كے قال
اوصيت بثلثي لفلان او فلان بطلت عند ابى حنيفة لجهالة الموصى له وعند ابى يوسف لهما ان يصطلحا على اخذ الثلث
وعند محمد يخير الورثة فايهما شاؤا اعطوا موصى نے كها كه مين نے اپنى تهائى مال كى وصيت كى فلانے شخص يا فلانے شخص كيواسطے تو
وصيت باطل هے امام ابو حنيفه كے نزديك بسبب مجهول هونے موصى له كے اور ابو يوسف كے نزديك دونون شخصون كو اختيار هے كه آپسمين صلح كرلين
تهائى مال كے لينے مين خواه نصف نصف پر مصالحه كرين يا كم وبيش اور محمد كے نزديك موصى كے وارثونكو اختيار هے اونمين سے جس شخص كو چاهين دين
والله تعالى اعلم

فصل فى وصايا الذمى وغيره

يهه فصل هے ذمى وغيره كى وصايا مين يعنى چنانچه مستامن اور حربى
هو اور مرتده كى وصايا مين ذمى جعل داره بيعة او كنيسة او بيت نار فى صحته فمات فهى ميراث لانه كوقف لم يسجل
كافر ذمى نے اپنا گهر بيعه يا كنيسه يا آتشخانه بنايا اپنى صحت كيحالت مين پهر وه مر گيا تو وه اوسكے وارثونكى ميراث هے اسواسطے كه وه وقف غير مسجل كى
مانند هے هم بيعه عبادت خانه يهود اور كنيسه عبادتخانه نصارى كا اور آتش خانه معبد مجوس كا ان عبادت خانون كا بنانا ذميون كو ديهاتمين
جائز هے نه دار الاسلام كے شهرون اور قصبات مين واما عندهما فلانه معصية اور صاحبين كے نزديك تو يهه صحيح نهين كه انكا بنانا
معصيت هے وليس هو كالمسجد لانهم يسكنون ويدفنون فيه موتاهم حتى لو كان المسجد كذلك يورث قطعا قاله المصنف
وغيره لانه حينئذ لم يصر محررا خالصا لله تعالى اور بيعه اور كنيسه مسجد كى مانند نهين هے اسواسطے كه يهود اور نصارى اوسمين رهتے هين اور
اپنے مردے اوسمين دفن كرتے هين تو اگر مسجد بهى اسيطرح هو يعنى اوسمين سكونت اور دفن هوتا هو تو وه بهى موروث هوگى يقينا ايسا كها هے مصنف وغيره
نے اسواسطے كه اسوقت مين محرر خالص الله تعالى كيواسطے نهوئى هم يهه صاحبين كے كلام كا تتمه نهين بلكه امام كے قول كا تتمه هے اور جواب هے اس سوال مقدر كا
كه بيعه اور كنيسه يهود اور نصارى كے حق مين ايسا هے جيسے مسجد همارے حق مين جسمين بيع اور ميراث جارى نهين وان اوصى الذمى ان يبنى
داره بيعة او كنيسة لمعينين فهو جائز من الثلث يجعل تمليكا اور اگر ذمى نے يهه وصيت كى كه اوسكا گهر بيعه يا كنيسه بنايا جاوے معينين
لوگون كيواسطے تو وه جائز هے تهائى مال سے اور يهه تمليك ٹهريگى اونكے واسطے وان اوصى بداره ان تبنى كنيسة او بيعة فى القرى فلو فى المصر
لا يجوز اتفاقا لقوم غير مسمين صحت عنده لا عندهما لما مر انه معصية وله انهم يتركون وما يدينون فتصح اور اگر ذمى نے اپنے گهر كى
يهه وصيت كى كه وه كنيسه يا بيعه ديهاتمين بنايا جاوے قوم غير معين كيواسطے تو يهه وصيت امام كے نزديك صحيح هے نه صاحبين كے نزديك اسواسطے كه صاحبين
كى دليل مذكور هو چكى كه وه معصيت هے اور معصيت كى وصيت جائز نهين اور امام كى دليل يهه هے كه اهل ذمه چهوڑے گئے هين اپنے دين پر تو وصيت صحيح
هوگى ديهات كى قيد اسواسطے لگائى كه اگر شهر مين كنيسه يا بيعه بنانے كى وصيت كى تو باتفاق امام اور صاحبين كے جائز نهين كوصية مستامن
لا وارث له هنا بكل ماله لمسلم او ذمى كذا فى الوقاية ولا عبرة بمن ثمه لانهم اموات فى حقنا جيسى وصيت جائز هے اوس
حربى مستامن كى جسكا كوئى وارث نهين دار الاسلام مين اوسكے تمام مال كى وصيت مسلمان يا ذمى كيواسطے كذا فى الوقايه اور كچهه اعتبار نهين هے اون وارثون
جو دار الحرب مين هين اسواسطے كه وه در حكم اموات كے هين همارے حق مين ولو اوصى بنصفه مثلا نفذ ورد باقيه لورثته لا الى بيت المال لانه
لا مستحق له فى دارنا اور اگر حربى مستامن نے اپنے نصف مال كى مثلا وصيت كى تو وصيت نافذ هوگى اور باقى مال اوسكے وارثون پر رد كيا جائيگا
ميراث كى راه سے نهين بلكه اسواسطے كه اوسكا كوئى مستحق نهين همارے ملك مين وكذا لو اوصى لمستامن مثله اور اسيطرح جواز وصيت كا حكم

ہی اگر وہ ایسی مانند دوسری ستامن کیواسطے وصیت کرے ولو اعتق عبدہ عند الموت او دبرہ نفذ من الکل لما قلنا اور اگر ستامن نے
اپنا غلام آزاد کیا موت کیوقت یا غلام کو مدبر کیا تو اعتاق اور تدبیر نافذ ہوگی اوسکو تمام مال سے اوس دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنی اسواسطے کہ
اوسکے وارثونکا حق واجب الرعایۃ نہیں کیونکہ وہ اموات کی مانند ہیں کذا فی الزیلعی ولو اوصی لہ مسلم او ذمی جاز علی الاظہر زیلعی اور اگر
ستامن کیواسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنا بر قول اظہر کے جائز ہے کذا فی الزیلعی وصاحب الھوی اذا کان لا یکفر فھو بمنزلۃ المسلم
فی الوصیۃ لانا امرنا ببناء الاحکام علے ظاہر الاسلام اور اہل ہوی یعنی مبتدع چنانچہ خارجی یا رافضی جبکہ اوسکی بدعت سبب
بکفر نہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہو وصیت امرمین اسواسطے کہ ہم مامور بنا احکام کے ہین ظاہر اسلام پر وان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد فتکون موقوفۃ
عندہ ونافذۃ عندھما شرح المجمع اور اگر اہل بدعت منسوب بکفر ہو تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہی تو اوسکی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہی اور صاحبین
کے نزدیک نافذ ہی کذا فی شرح المجمع ھ اہل بدعت یعنی جو اپنی ہوائے نفس کا تابع ہوا بدعت کیطرف مائل ہو کر اگر اوسکے کفر کا حکم ہوا چنانچہ ایک گروہ ایسے
کہتے ہین کہ علی رضی اللہ عنہ خدا ہوا اکبر ہے تو وہ مرتد کی مانند ہی کذا فی الدرر والمرتدۃ فی الوصیۃ کذمیۃ فی الاصح لانھا لا تقتل اور عورت
مرتدہ وصیت مین ذمی عورت کی مانند ہو قول صحیح ترین اسواسطے کہ مرتدہ مقتول نہین ہوتی یعنی تو اوسکی وصیت صحیح ہے بخلاف مرتد کے الوصیۃ
المطلقۃ کقولہ ھذا القدر من مالی او ثلث مالی وصیۃ لا یحل للغنی لانھا صدقۃ وھی علی الغنی حرام وان عممت کقولہ یاکل
منھا الغنی والفقیر لان اکل الغنی منھا انما یصح بطریق التملیک والتملیک انما یصح لمعین والغنی لا یعین ولا یحصی اور وصیت
مطلقہ یعنی غیر مخصوص چنانچہ یون کہنا کہ اسقدر میرا مال یا تہائی میرا مال وصیت ہے الدار کو حلال نہین اسواسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور صدقہ غنی پر حرام
ہے اگرچہ موصی نے وصیت کو عام کر دیا ہو چنانچہ یون کہنا کہ اوسمین کہا ہی غنی اور فقیر اسواسطے کہ غنی کا کہانا اوسمین صحیح نہین مگر بطریق تملیک کے
اور حالانکہ تملیک صحیح نہین ہوتی مگر معین شخص کیواسطے اور غنی معین اور محصور نہین ھ وصیت مطلقہ وہ ہی جسمین غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ ہے
جسمین غنی اور فقیر دونو مذکور ہون ولو خصت الوصیۃ بہ ای بالغنی کقولہ ھذا القدر من مالی وصیۃ لزید وھو غنی او لقوم اغنیاء
محصورین حلت لھم لصحۃ تملیکھم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص ہوتی چنانچہ موصی کا یون کہنا کہ میرا اتنا مال زید کیواسطے وصیت ہے
اور حالانکہ زید غنی ہے یا مالداران معین اور منحصر قوم کے واسطے وصیت مخصوص ہوتی تو اونکو حلال ہے تملیک صحیح ہونے کیوجہ سے وکذا الحکم فی
الوقف کما حررہ المنلا خسرو اور اسیطرح وصیت کی مانند وقف مین حکم ہے چنانچہ ملا خسرو نے درر مین اسکی تحریر اور تنقیح کی ہے ھ یعنی وقف
مطلق مخصوص بفقرا ہے غنی کو حلال نہین اگرچہ واقف نے اوسکو غنی اور فقیر کے واسطے عام کر دیا اور جبکہ وقف کو غنی معین کیواسطے یا قوم اغنیاء محصورین کیواسطے
خاص کر دیا تو اونکو حلال ہے اور وہ اوسکے منافع کے مالک ہونگے نہ اوسکے عین کے چونکہ یہ مسئلہ فقرہ کلام سابق سے مفہوم ہوتی ہی ضمنا اور واجب
الحفظ ہے اور اکثر لوگ اوس سے غافل ہے لہذا اوسکو ہمنے اصالۃ ذکر کیا کذا فی الدرر وفی جامع الفصولین المتولی علی الوقف کالوصی اور
جامع الفصولین مین ہی کہ وقف کا متولی وصی کی مانند ہی ھ مصنف نے کہا اس مسئلہ کا ذکر کرنا باب الوصی مین بہتر تہا فروع مسائل ملحقہ شارح کی
اوصی بثلث مالہ للصلوات جاز للوصی صرفہ للورثۃ لو محتاجین یعنی لغیر قرابۃ الولاد ممن یجوز صرف الکفارۃ الیھم فلا
یعطی الوصیۃ للمساکین فانما تجوز لکل ورثۃ ولا احد منھم یعنی لو محتاجین حاضرین بالغین راضین فلو منھم صغیر او غائب او حاضر
غیر راض لم یجز نمازون کے کفارہ کیواسطے موصی نے اپنی تہائی مال کی وصیت کی تو وصی کو اوسکا صرف کرنا موصی کے وارثون پر صحیح ہی بشرطیکہ وہ
محتاج ہون یعنی بغیر قرابت ولادت کے اُن لوگون میں سے جنپر صرف کفارہ جائز ہے یعنی مسلمان محتاج ہون برخلاف مطلق وصیت کے جو محتاجون کیواسطے
ہو کیونکہ اوسکا صرف کرنا موصی کے تمام وارثونپر اور ایک وارث پر جائز ہی یعنی اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہون خیرات لینی پر ہو اگر اونمین سے کوئی
صغیر یا غائب ہو یا موجود ہو راضی نہو تو جائز نہین ھ غیر قرابت ولادت کی قید ہملنے لگائی ہی کہ اوسکے واسطے صرف کفارہ جائز نہین اگرچہ موصی نے اوسکو

معین کر دیا ہو ہشام نے محمد سے روایت کی کہ ثلث مال کے مساکین کیواسطے وصیت کی سو موصی کے وارث محتاج ہوگئے اور وہ بالغ حاضر ہین تو اگر انہون نے
اتفاق کیا کہ انکو بواسطے وصیت کا مال دیا جاوے ایک وارث محتاج ہوگیا سو سب وارثون نے اجماع کیا کہ اوسکو دیا جاوے تو جائز ہے اور اگر وارثون مین صغیر یا
غائب یا حاضر غیر راضی ہو تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی اوصٰی بکفارۃ صلوتہ لرجل معین لم یجز لغیرہ بمفتی لفساد الزمان وصیت کی اپنی
نماز کے کفارہ دینے کی ایک معین مرد کیواسطے تو اوسکو غیر کو دینا جائز نہین اسی قول پر فتویٰ ہے فساد زمانہ کی علت سے ہم قضات وغیرہ مین طمع غالب ہے
لہذا تغیر وصیت جائز نہین اوصی لصلوتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکہا الوصی لھم عن الفدیۃ لم یجز ولا بد من
القبض ثم للتصدق علیھم اپنے مال کی وصیت کی اپنی نمازون کے کفارہ کیواسطے اور حالانکہ اوسکا ثلث مال محتاجون پر دین ہے سو وصی نے
اوس مال کو انپر چھوڑا فدیہ ادا ہونے کیوجہ سے تو یہہ فدیہ کفایت نکریگا اور ضرور ہے اوس مال کا اول قبض کرنا پھر انکو صدقہ دینا یعنی بدون قبض ادا
کفارہ صحیح نہین ولو امر ان یتصدق بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثہا مثلا واستھلکہ فترکہ صدقۃ علیہ وھو معسر یجزیہ
لحصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من القنیۃ اور اگر موصی نے یہہ امر کیا وصی کو کہ تہائی مال صدقہ دے پھر موصی مرگیا سو کسی غاصب نے
تہائی مال مثلا غصب کیا اور اوسکو ضائع کیا سو وصی نے اوسکو چھوڑ دیا صدقہ دینا سمجھکر اور حالانکہ محتاج ہے تو کفایت کریگا تصدق مین بسبب حاصل ہونے
قبضہ غاصب کے بعد مرجانے موصی کے برخلاف دین کے کہ اوسپر مدیون کا قبضہ حیات موصی مین ہوا تھا تو وہ کفایت نکریگا یہہ سب مسائل قنیہ سے مذکور ہین
وفی الجواھر اوصی لرجل بعقار ومات فقسمت الترکۃ والموصی لہ فی البلد وقد علم بالقسمۃ ولم یطلب بعد سنین ادعی تسمع
ولا یبطل بالتاخیر ان لم یکن رد الوصیۃ اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ عمارت والی زمین کی وصیت کی ایک شخص کیواسطے اور موصی مرگیا سو ترکہ تقسیم ہوا
اور موصی لہ اوسی شہر مین ہے اور حالانکہ اوسکو قسمت ترکہ معلوم ہے اور اوسنے طلب نکیا پھر چند سال کے بعد دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور تاخیر سے دعویٰ باطل
نہوگا بشرطیکہ اوسنے وصیت کو رد نکر دیا ہو ہم عقار عبارت ہے عرصہ مبنیہ سے اور ضیعہ عبارت ہے فقط عرصہ سے کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین
اوصی لہ بدار فباعہا بعد موتہ قبل القبض صح لجواز التصرف فی الموصی قبل قبضہ ایک شخص کیواسطے وصیت کی ایک گھر کی سو اوسنے گھر
کو بیچا بعد مرجانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ وصیت کی چیز مین تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہے وقفت
ضیعتہ علی ولدہا وجعلت عم الولد متولیا وللولد اب فالمتولی اولی من الاب ایک عورت نے زمین کو وقف کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے
کے چچا کو اوسپر متولی کیا اور بیٹے کا باپ بھی زندہ ہے تو متولی مقدم ہے باپ سے شرح دار اوصی بھا لرجل فاخذھا الشفیع من ید الموصی لہ
یوخذ الثمن ولو استحق الدار لا یرجع الموصی لہ علی الورثۃ بشیء لانہ ظہر انہ اوصی بمال الغیر گھر خرید کیا اور اوسکی وصیت
کی ایک مرد کیواسطے سو اوس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ سے تو ثمن لیا جاویگا اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کے وارثون
سے کچھہ نپاویگا اسواسطے کہ استحقاق ملک غیر سے ظاہر ہوا کہ اوسنے غیر کے مال کی وصیت کی تہی اور حالانکہ وہ جائز نہین ہم جب گھر شفیع لیگا حق
شفعہ کی علت سے تو موصی لہ اوسقدر ثمن مشتری موصی کے ترکہ سے لیگا اور وارث مشتری کے شفیع سے ثمن پھر لینگے کذا فی المنح۔

باب الوصی وھو الموصی الیہ

یہہ باب ہے وصی کے احکام مین وصی وہ ہے جسکی طرف وصیت کیجاوے ہم عرب بولتے ہین اوصی الی فلان
یعنی اوسکو اپنے مال مین تصرف کرنیکے بعد موت کی وصیت کی اور اوسکو مفوض الیہ اور وصی بھی بولتے ہین اور وصایت بالکسر والفتح اسم ہے اور [illegible]
وصی کو لائق نہین کہ وصایت قبول کرے اسواسطے کہ اوسمین خطر ہے ابو یوسف سے روایت ہے اول بار وصی ہونا غلط ہے اور دوسری بار خیانت ہے اور تیسری
بار چوری ہے حسن سے روایت ہے کہ وصی قادر نہین عدل پر اگرچہ امیر المومنین عمر فاروق ہو ابو مطیع نے کہا کہ مین نے ۲۰ برس اپنی قضا کی مدت مین وہ
شخص نہین دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال مین عدل کرتا کذا فی الطحطاوی عن القہستانی اوصی الی زید ای جعلہ وصیا وقبل عندہ صح
فان رد عندہ ای بعلمہ یرتد زید کیطرف وصیت کی یعنی ایک شخص نے اوسکو وصی کیا اور اوسنے وصایت کو قبول کیا موصی کے نزدیک تو

وصی ہونا صحیح ہوگیا پہر اگر رد کیا یعنی قبول نکیا انکار کے وصی ہونے سے اسکے نزدیک یعنی موصی کی زندگی مین تو وصایت پہر گئی ثابت نہوئی ھ اسواسطے کہ وہ اسمین متبرع ہے اوسپر قبول کرنا واجب نہیں چاہئے اوسپر دوام اختیار کرے چاہے رجوع کرے موصی کو اختیار نہیں کہ غیر پر تصرف لازم کرے اور رجوع مین فریب دینا نہیں ہے کیونکہ موصی کو اختیار ہے کہ دوسرے شخص کو وصی ٹہراوے اور اگر بعد رد کے قبول کریگا تو قبول صحیح نہوگا ہان اگر اوسکے سامنے دوسری بار قبول کریگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ بزازیہ مین ہے کہ کسیکو وصی کیا سو اوسنے اوسکے سامنے کہا کہ مین قبول نہین کرتا تو نہیں رد ہوا اور وہ وصی نہ ٹہرا پہر اگر موصی نے اوس سے کہا کہ مسے یہہ توقع نہ تہی کہ تم قبول نکروگے سواوسنے کہا مین نے قبول کیا تو وصی ہوگیا کذا فی الطحطاوی وَاِلَّا لَا يَصِحُّ الرَّدُّ بِغَيْبَتِهِ لِئَلَّا يَصِيْرَ مَغْرُوْرًا مِنْ جِهَتِهِ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد نکیا تو اوسکا رد کرنا اوسکے پیچھے یعنی اوسکی عدم موجودگی مین صحیح نہیں ہے تاکہ وہ فریب خوردہ نہو وصی کی جہت سے وَيَصِحُّ اِخْرَاجُهُ عَنْهَا وَلَوْ فِيْ غَيْبَتِهِ عِنْدَ الْاِمَامِ خِلَافًا لِلثَّانِيْ بَزَّازِيَّه اور صحیح ہے خارج کرنا وصی کا وصایت سے اگرچہ وصی کی غیبت مین اخراج واقع ہوا ہو امام کے نزدیک برخلاف ابو یوسف کے یعنی اونکے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہیں فَاِنْ سَكَتَ الْمُوْصٰى اِلَيْهِ فَمَاتَ مُوْصِيْهِ فَلَهُ الرَّدُّ وَالْقَبُوْلُ پہر اگر وصی نے سکوت کیا پہر اوسکا وصیت کرنیوالا مرگیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہے ھ وصی تصرف للغیر مین متبرع ہے تو بدون قبول کرنیکے اوسپر وصایت لازم نہیں باعتبار وکالت کی اور یہان فریب دینا بھی نہیں ہے اسواسطے کہ موصی نے خود فریب کہایا اسلئے کہ اوسنے حال دریافت کرلیا کہ اوسنے وصایت قبول کی یا نہیں وَلَزِمَ عَقْدُ الْوَصِيَّةِ بِبَيْعِ شَيْءٍ مِنَ التَّرِكَةِ وَاِنْ جَهِلَ بِهِ اَيْ بِكَوْنِهِ وَصِيًّا فَاِنَّ عِلْمَ الْوَصِيِّ بِالْوِصَايَةِ لَيْسَ بِشَرْطٍ فِيْ صِحَّةِ تَصَرُّفِهِ اور عقد وصیت لازم ہوجاتی ہے وصی کی کوئی چیز بیع کرنیسے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنے وصی ہونیکو نجانتا ہو اسواسطے کہ وصی کو وصایت کا علم شرط نہیں ہے اوسکے تصرف کے صحیح ہونے مین بِخِلَافِ الْوَكِيْلِ فَاِنَّ عِلْمَهُ بِالْوَكَالَةِ شَرْطٌ برخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کو وکالت کا معلوم ہونا شرط ہے وکالت کی فَاِنْ سَكَتَ ثُمَّ رَدَّ بَعْدَ مَوْتِهِ ثُمَّ قَبِلَ صَحَّ اِلَّا اِذَا نَفَّذَ قَاضٍ رَدَّهُ فَلَا يَصِحُّ قَبُوْلُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ پہر اگر وصی نے قبول وصایت سے سکوت کیا پہر رد کیا موصی کی موت کے بعد پہر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جبکہ قاضی نے اوسکے رد کرنیکو نافذ کردیا تو اب اسکے بعد قبول کرنا وصایت کا صحیح نہیں وَلَوْ اَوْصٰى اِلَى الصَّبِيِّ وَعَبْدِ غَيْرِهِ وَكَافِرٍ وَفَاسِقٍ بَدَّلَهُ اَيْ بَدَّلَهُمُ الْقَاضِيْ بِغَيْرِهِمْ اِتْمَامًا لِلنَّظَرِ وَلَفْظُ بَدَّلَ يُفِيْدُ صِحَّةَ الْوَصِيَّةِ فَلَوْ تَصَرَّفُوْا قَبْلَ الْاِخْرَاجِ جَازَ سِرَاجِيَّه اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل ڈالا جاویگا یعنی قاضی اونکے سوا اور شخص کو وصی مقرر کریگا اتمام نظر کیواسطے اور تبدیل کرنیکا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہے تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور فاسق کچہہ تصرف کرین قبل اخراج کے تو تصرف جائز ہے کذا فی السراجیہ فَلَوْ بَلَغَ الصَّبِيُّ وَعَتَقَ الْعَبْدُ وَاَسْلَمَ الْكَافِرُ وَالْمُرْتَدُّ وَتَابَ الْفَاسِقُ مُجْتَبٰى وَفِيْهِ فُوِّضَ وِلَايَةُ الْوَقْفِ لِصَبِيٍّ صَحَّ اسْتِحْسَانًا لَمْ يُخْرِجْهُ الْقَاضِيْ عَنْهَا اَيْ عَنِ الْوِصَايَةِ لِزَوَالِ الْمُوْجِبِ لِلْعَزْلِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ غَيْرَ كَافٍ اِخْتِيَارٌ اسواگر صغیر بالغ ہوگیا اور غلام آزاد ہوگیا اور کافر اور مرتد مسلمان ہوگیا اور فاسق نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی اونکو وصایا سے خارج نکریگا بسبب زائل ہوجانے اوس مانع کے جو موجب تہا معزول کرنیکا مگر یہہ کہ وصی خائن ہوا امانت دار نہو تو عزل درست ہے کذا فی الاختیار اور مجتبی مین ہے کہ ولایت وقف کی صغیر کو مفوض ہوئی تو استحسان کی راہ سے صحیح ہے وَاِلَى عَبْدِهِ وَالْحَالُ اَنَّ وَرَثَتَهُ صِغَارٌ صَحَّ كَاِيْصَائِهِ اِلَى مُكَاتَبِهِ اَوْ مُكَاتَبِ غَيْرِهِ ثُمَّ اِنْ عَجَزَ فِي الرِّقِّ فَكَالْعَبْدِ اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حال آنکہ موصی کے وارث صغیر ہین تو صحیح ہے جیسے اپنے مکاتب کا وصی کرنا اپنے مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو درست ہے پہر اگر مکاتب عدم ادا بدل کتابت سے مملوکیت کیطرف پہیر آگیا تو اوسکا حکم غلام کی مانند ہے یعنی اگر وارث صغیر ہین تو درست ہے اور نہین تو درست نہین وَاِلَّا لَا وَقَالَا لَا يَصِحُّ مُطْلَقًا اور اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہین تو غلام کا وصی کرنا صحیح نہیں اور صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقا درست نہیں خواہ وارث صغیر ہون خواہ بالغ کذا فی الدرر وَمَنْ عَجَزَ عَنِ الْقِيَامِ بِهَا حَقِيْقَةً لَا بِمُجَرَّدِ اِخْبَارِهِ ضَمَّ الْقَاضِيْ اِلَيْهِ غَيْرَهُ رِعَايَةً لِحَقِّ الْمُوْصِيْ وَالْوَرَثَةِ اور جو وصی کہ عاجز ہوا وصایت کے قیام سے فی الحقیقۃ نہ فقط وصی کے اظہار سے تو قاضی اوسکے ساتھہ اور وصی کو ملادے موصی اور وارثون کے حق رعایت کرنے کیواسطے ھ وصی کا یون ظاہر کرنا کہ مجہسے وصایت نہیں ہوسکتی

اسواسطے معتبر نہوگا کہ شکایت کرنیوالا گاہے کاذب ہوتا ہی اپنی جان کے بچانے کیواسطے کذا فی المنح ولو ظہر للقاضی عجزہ اصلا استبدل
غیرہ اور اگر قاضی کو وصی کی عاجزی اصلاً ظاہر ہو تو اوس شخص کو بدل کے دوسرا وصی مقرر کرے ولو عزل الوصی المختار القاضی مع اہلیتہ
لہا نفذ عزلہ وان جار القاضی واثم اور اگر قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا تھا
تو اوسکا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے ظلم کیا اور گنہگار ہوا فی الاشباہ اختلفوا فی صحۃ عزلہ والاکثر علی الصحۃ کما فی شرح
الوہبانیۃ لکن یجب الافتاء بعدم الصحۃ کما فی الفصولین واما عزل الخائن فواجب انتہی قلت وعبارۃ جامع
الفصولین من الفصل السابع والعشرین الوصی من المیت لو عدلا کافیا لا ینبغی للقاضی ان یعزلہ فلو عزلہ
قیل ینعزل اقول الصحیح عندی انہ لا ینعزل لان الموصی اشفق بنفسہ من القاضی فکیف یعزلہ وینبغی ان یفتی بہ
لفساد قضاۃ الزمان انتہی قال المصنف قال شیخنا فقد ترجح عدم صحۃ العزل للوصی فکیف بالوظائف بالاوقاف
اشباہ میں ہے فقہا نے اختلاف کیا ہی وصی اہل کی صحت عزل میں اور اکثر فقیہ صحت عزل پر ہیں چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے لیکن عدم صحت کا فتوی
دینا واجب ہے چنانچہ فصولین میں ہے اور وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہے انتہی مافی الاشباہ میں کہتا ہوں اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسویں
فصل سے یہ ہے کہ میت کا وصی اگر متقی اور کافی ہو تو قاضی کو اوسکا معزول کرنا لائق نہیں ہے سو اگر باوجود اسکے معزول کریگا تو قول ضعیف یہ ہے
کہ وہ معزول ہو جاویگا میں کہتا ہوں میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ وہ معزول نہوگا اسواسطے کہ موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہے قاضی سے یعنی اوسنے بہتر جانکر
اوسکو وصی مقرر کیا تو قاضی اوسکو کیونکر معزول کریگا اور لائق یوں ہے کہ عدم عزل کا فتوی دیا جاوے قضات زمانہ کے فساد اور بدنیتی کیوجہ سے
انتہی مافی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے اوستاد صاحب بحر الرائق نے کہا سو البتہ عزل وصی کی عدم صحت راجح ہو گئی تو وظائف اوقاف کی
معزولی کیونکر صحیح ہو گی ھ م نیز واضح ہو کہ وظائف کے تولیت ہو فتاوی خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول ہے کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اوسکی
شرط یہ ہے کہ اوس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسعاف اور جامع الفصولین میں ہے تو معلوم ہوا کہ غیر کو متولی کرنا بدون خیانت کے حرام ہے اور اگر کریگا صحیح نہوگا
اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو بھی معزول کرنا صحیح نہیں ہے چنانچہ بزازیہ میں بھی اسکو تاسیق کیا ہے کذا فی الطحطاوی
وبطل فعل احد الوصیین کالمتولیین فانہما فی الحکم کالوصیین اشباہ و وقف القنیۃ اور دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہے
جیسے دو متولیوں وقف میں سے ایک متولی کا فعل باطل ہے اسواسطے کہ دو متولی دو وصی کی مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ و وقف القنیۃ وفی
مفادہ انہ لو آجر احدہما ارض الوقف لم یجز بلا رای الآخر وقد صارت واقعۃ الفتوی اور قول سابق سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک
متولی وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کی بدون رائے اھ البتہ یہ صورت فتوی طلب کی ہو گئی ھ م [illegible]
بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کر دے تو جائز ہے مفتی ابو السعود نے اسکو نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولو وصیہ کان
یجب ان یکون لکل منہما علی الانفراد وقیل ینفرد قال ابو اللیث وہو الاصح وبہ ناخذ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے وصی کے
باطل ہے اگرچہ میت کا وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہے ابو اللیث نے کہا ہے وہ
یعنی ہر وصی کا انفراد اور استقلال صحیح تر ہے اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لکن الاول صحح فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر وفی القہستانی انہ
اقرب الی الصواب لیکن اول یعنی بطلان فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہے مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہے درر میں اور قہستانی میں ہی کہ یہی بطلان کا
قول قریب تر ہی صواب کی طرف ھ م یہاں دو قول ہیں فتوی اور قضا درست ہے چنانچہ رسم مفتی میں مذکور ہی کذا فی الطحطاوی قلت وہذا اذا کانا
وصیین او متولیین من جہۃ المیت او الواقف او قاض واحد اما لو کانا من جہۃ قاضیین من بلدتین فینفرد احدہما
بالتصرف لان کلا من القاضیین لو تصرف جاز تصرفہ فکذا نائبہ ولو اراد کل من القاضیین عزل منصوب القاضی الآخر

جاز ان رأی فیه المصلحة والا لا وتمامه فی وکالة تنویر الابصار معزیا للملتقطات وغیرہا قلت یحفظ میں کہتا ہوں اور یہ یعنے
بطلان فعل احد الوصیین اسوقت ہے جبکہ دونو وصی یا دونو متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کیطرف سے ہوں اور اگر دونو وصی یا متولی دو شہروں کے
دو قاضیوں کیطرف سے ہوں تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے میں مستقل ہوگا اسواسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اوسکا تصرف جائز ہے تو اسیطرح اسکے نائب کا
تصرف جائز ہے اور اگر دونو قاضیوں میں سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منصوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہے اگر اوسمیں مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے تو
معزول کرنا جائز نہیں اور اسکا پورا بیان تنویر الابصار کی کتاب الوکالہ میں ملتقطات وغیرہا سے منقول ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی وصایا السراجیہ
لو لم یعلم القاضی ان للمیت وصیا فنصب له وصیا ثم حضر الوصی فاراد الدخول فی الوصیة فله ذلک و ینعزل الثانی الا ان یخرج
الاول اور سراجیہ کی کتاب الوصایا میں ہے کہ اگر قاضی نے نہ جانا ہو کہ میت کا وصی ہے سو قاضی نے میت کیواسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی
آیا سو اوسنے وصیت میں داخل ہونیکا ارادہ کیا تو اوسکو یہ درست ہے اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہوگا الا بشراء
کفنه وتجهیزه والخصومة فی حقوقه وشراء حاجة الطفل والاتهاب له واعتاق عبد معین ورد ودیعة وتنفیذ وصیة
معینتین دونو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہے مگر موصی کے کفن کی خرید میں اور اوسکی تجہیز میں اور اوسکے حقوق کی خصومت کرنے میں اور حاجات
طفل کی خرید میں اور طفل کیواسطے ہبہ قبول کرنے میں اور غلام معین کے آزاد کرنے میں اور ودیعت معینہ کے پھیر دینے میں اور وصیت معینہ کے جاری
کرنے میں ایک وصی کا فعل بھی اکیلے سے باطل نہیں نہ اور فی شرح الوہبانیة عشرة اخری منها رد مغصوب ومشتری شراء فاسد وقسمة
کیلی او وزنی وطلب دین وقضاء دین بجنس حقه شرح وہبانیہ میں اور دس سوائے اونکے جو متن میں مذکور ہیں زیادہ ذکر کی ہیں ازانجملہ
مغصوب کا پھیر دینا اور شراء فاسد کی خریدی چیز کا پھیر دینا اور کیلی یا وزنی چیز کا قسمت کر دینا اور دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اسکی حق
کے ہم جنس سے ہو [illegible] ہیں اور کو شارح نے ذکر کیا ازانجملہ عیب کیوجہ سے ثمن مبیع کا پھیر دینا اور اجارہ نفس یتیم اور میت کیطرف سے خیرات
کی وصیت کو جاری کرنا معین فقیر یا مسکین کیواسطے وبیع ما یخاف تلفه وجمع اموال ضائعة اور اوس چیز کے بیچنے میں جسکو تلف ہو جانیکا ڈر ہے
اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے میں احد الوصیین کا فعل باطل نہیں وقال ابو یوسف ینفرد کل بالتصرف فی جمیع الامور ولو نص علی الانفراد
او الاجتماع اتبع اتفاقا شرح وہبانیہ اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہو تصرف کرنے میں جمیع امور میں اور اگر موصی نے انفراد یا اجتماع کی تصریح
کر دی تو اوسکی تصریح کی پیروی کرنا لازم ہوگا باتفاق امام اور ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہبانیہ وان مات احدهما فان اوصی الی الحی
او الی آخر فله التصرف فی الترکة وحده ولا یحتاج الی نصب القاضی وصیا اور اگر ایک وصی مر گیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی
کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اوسیکو ترکہ میں تصرف کرنا جائز ہے اور اسکی حاجت نہیں کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے ہم جلبی نے کہا وصی زندہ
کا تنہا تصرف کرنا ترکہ میں اسوقت جائز ہوگا جبکہ وصی مردہ نے اوسکو وصی کر دیا ہو اور اگر اور شخص کو وصی کیا ہوگا تو دونوں کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا
[illegible] والا یوص ضم القاضی الیه غیره اور اگر وصی مردہ نے وصیت نہ کی کسیکو تو وصی زندہ کے ساتھ قاضی دوسرا وصی ملا دے کذا فی الدرر
اسواسطے کہ میت کا قصد یہ تھا کہ اسکے ترکہ میں دو شخصوں کی رائے سے انتظام ہو تاکہ خلل واقع نہو سو یہ امر قاضی کے نصب کئے سے ممکن ہے کذا فی الزیلعی وفی الاشباہ
مات احدهما اقام القاضی الآخر مقامه او ضم البحر اور اشباہ میں ہے کہ ایک وصی مر گیا تو قاضی دوسرے شخص کو اوسکے قائم مقام قائم
کرے یا اوسکے ساتھ دوسرا ملا دے ولا تبطل الوصیة الا اذا اوصی لهما ان یتصدقا بثلثه حیث شاءا فتبطل وتمامه فی شرح الوہبانیہ اور
وصیت باطل نہیں ہو جاتی مگر جبکہ موصی نے یوں وصیت کی دونو وصیوں سے کہ اوسکے ثلث مال کو دونوں خیرات کریں جہاں دونو چاہیں کذا فی الاشباہ
اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے ہم شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر وصیت مذکورہ میں ایک وصی نے کہا کہ فلانے شخص کو میں دونگا اور دوسرے
نے کہا دوسرے محتاج کو دونگا تو کسیکو دینا جائز نہوگا اسلیے کہ ایک موضع میں دونوں کا اتفاق نہوا اور اگر وصی مر گیا قبل خیرات کرنے کے تو وصیت باطل

ہوگئی کذا فی الطحطاوی ملخصا وھل فیہ خلاف ابی یوسف قولان اور کیا اسمین ابو یوسف کا خلاف ہی اسمین دو قول ہین یعنی بعضون نے کہا خلاف ہی اور
بعضون نے کہا خلاف نہین وعنہ ان المشرف ینفرد دون الوصی کما قدمتہ فیما علقتہ علی الملتقی ویلتقی اور ابو یوسف یا امام سے ایک روایت
یہہ ہے کہ مشرف منفرد اور مستقل ہے تصرف مین نہ وصی چنانچہ ہمنے اسکو ثابت کیا ہی ملتقی کی شرح مین اور اسکا ذکر آگے آویگا ہم شارح کی شرح ملتقی مین
مجتبی سے منقول ہی کہ موصی نے وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نکریگا بدون مشرف کے اور دوسرا قول ضعیف یہہ ہی کہ مشرف کو تصرف جائز ہی اور
اس عبارت سے تصرف مین تفرد مشرف کا ثابت نہین ہوتا تو شارح کا کلام کا مبنی نہین ہے فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہی کہ ایک مرد نے
دوسرے کو وصی کیا اور ایک شخص کو اسپر مشرف کیا تو وصی مال رکھنے مین اولی ہے اور مشرف وصی نہین ہو جاتا اور مشرف ہونیکا اثر یہہ ہی کہ وصی کا تصرف
بلا علم مشرف کے جائز نہین اس عبارت سے بھی تفرد مشرف کا نہین نکلتا کذا فی الطحطاوی مختصرا ووصی الوصی سواء اوصی الیہ فی مالہ او
فی مال موصیہ وقایہ وصی فی الترکتین خلافا للشافعی وصی کا وصی دونو ترکونمین وصی ہے برخلاف شافعی کے خواہ وصی نے اوسکو اپنے
مال مین وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی کیا ہو بہر صورت دونو ترکون مین وہ وصی ہے کذا فی الوقایہ وتصح قسمتہ ای الوصی حال کونہ
نائبا عن ورثۃ کبار غیب او صغار مع الموصی لہ بالثلث درست ہے تقسیم وصی کی بالغ غائب وارثون کا نائب ہوکر یا صغیر وارثون کا نائب ہوکر
موصی لہ کے ساتھہ یعنی جسکے واسطے تہائی مال کی وصیت ہوئی یعنی اگر وارث موجود نہون تو وصی کو جائز ہے کہ موصی لہ کو میت کے ترکہ سے تہائی مال
دیدے ولا رجوع للورثۃ علیہ ای الموصی لہ ان ضاع قسطھم معہ ای الوصی لصحۃ قسمتہ حینئذ اور وارثونکو موصی لہ پر رجوع
کرنا جائز نہین اگر وارثون کا حصہ تلف ہوگیا ہو وصی کے پاس بسبب صحیح ہو جانے قسمت کے اسوقتمین واما قسمتہ عن الموصی لہ الغائب او الحاضر بلا اذنہ
معھم ای الورثۃ ولو صغارا زیلعی فلا تصح اور وصی کا قسمت کرنا موصی لہ کیجانب سے نائب ہوکر خواہ موصی لہ غائب ہو یا حاضر ہو بدون اوسکی اذن
کے وارثون کے ساتھہ تو وہ قسمت صحیح نہین اگرچہ وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی وحینئذ فیرجع الموصی لہ بثلث ما بقی من المال اذا ضاع قسطہ
لانہ کالشریک معہ ای مع الموصی فلا یضمن الوصی لانہ امین اور اسوقت مین یعنی جبکہ قسمت مذکورہ صحیح نہوئی تو باقی مال کی تہائی موصی لہ پھر
جبکہ موصی لہ کا حصہ ضائع ہوگیا ہو وصی کے پاس اسواسطے کہ موصی لہ شریک کی مانند ہی تو وصی سے ضمان نہ لیگا اسواسطے کہ وہ امین ہی اور اگر وارثون ہی کے پاس
مال ضائع ہوگیا تو جسقدر اونہون نے مال پایا تہا اوسکی تہائی چاہی وارثون سے لے چاہی وصی سے یہہ اوسوقت ہی جبکہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور
اگر بحکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہے تو اب رجوع نہوگا کذا فی الطحطاوی وصح قسمۃ القاضی واخذہ قسط الموصی لہ ان غاب الموصی لہ فلا
شئی لہ ان ھلک فی ید القاضی او امینہ اور قاضی کی قسمت اور اوسکو موصی لہ کا حصہ لے رکہنا صحیح ہے اگر موصی لہ غائب ہو تو موصی لہ کیواسطے
کچہہ نہین اگر اوسکا حصہ قاضی کے ہاتھہ مین یا اوسکے امین کے ہاتھہ مین تلف ہوگیا ہو ہم وصی اور قاضی مین وجہ فرق یہہ ہی کہ قاضی کو غائب پر ولایت
ثابت ہی اور نافع ہین ولہذا جسکے تلف ہونیکا خوف ہو اوسکی بیع کا قاضی کو اختیار ہی برخلاف وصی کے وھذا فی المکیل والموزون لانہ افراز و
فی غیرھما لا یجوز لانہ مبادلۃ کالبیع وبیع مال الغیر لا یجوز فکذا القسمۃ اور یہہ یعنی صحت قسمت قاضی کیلی اور وزنی چیز مین ہی اسواسطے کہ
قسمت کیلی اور وزنی مین عبارت ہی افراز اور جدا کر دینے سے اور کیلی وزنی کے سوا اور مال مین قاضی کے بھی قسمت صحیح نہین اسلئے کہ وہ تو یہان عبارت
مبادلہ سے بیع کی مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہین تو اسیطرح قسمت بھی جائز نہین وان قاسم الوصی الورثۃ بحج عن المیت بثلث
ما بقی ان ھلک المال فی یدہ او فی ید من دفع الیہ لیحج خلافا لھما وقد تقرر فی المناسک اور اگر وارثونکو قسمت کردی حج کی وصیت مین میت
کیطرف سے حج کیا جاویگا باقی مال کی تہائی سے اگر حج کرنیکا مال تلف ہوگیا ہو وصی کے ہاتھہ یا اوسکے ہاتھہ سے جسکو وصی نے مال دیا تہا حج کرنے کو برخلاف صاحبین کے
اور البتہ یہہ مسئلہ ثابت ہی مناسک حج کی کتابون مین ولو افرز المیت شیئا من مالہ للحج فضاع بعد موتہ لا یحج عنہ بثلث باقی لانہ تعینہ
فلذا ھلک بطل اور اگر میت نے حج کیواسطے اپنا کچہہ مال جدا کر دیا پہر وہ ضائع ہوگیا اوسکے مر جانے کے بعد تو میت کیطرف سے حج نکیا جاویگا باقی مال کی

تہائی سے اسلئے کہ اوسنے توجہ کیو اسطے مال کو معین کر دیا تہا پہر جب وہ تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگئی وصح بیع الوصی عبدا من الترکۃ بغیبۃ
الغرماء للغرماء لتعلق حقہم بالمالیۃ اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والونکی غیبت مین دین والونکے واسطے اسلئے کہ ان کا حق مالیت سے
متعلق ہے نہ عین متروکہ سے وضمن وصی باع ما اوصی ببیعہ وتصدق بثمنہ فاستحق العبد بعد ہلاک ثمنہ اے ضیاعہ عندہ لانہ العاقد
فالعہدۃ علیہ اور ضمان دیگا وہ وصی جسنے بیچا اوس غلام کو جسکے بیچنے کی اوسکو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اوسکا ثمن صدقہ کرنیکے سبب سے تصدق کر دیا پہر وہ غلام
کسی غیر کا مملوک ٹھہرا ثمن خرچ ہو جانیکے بعد وصی کے پاس ضمان کیونکہ یہ کہ وصی ہی تو عاقد ہے بیع کا تو عہدہ عقد کا اوسیکے ذمہ پر ہوگا ویرجع الوصی
فی الترکۃ کلہا وقال محمد فی الثلث قلنا انہ مغرور فکان دینا حتی لو ہلک الترکۃ او لم تف فلا رجوع و فی المنتقی انہ یرجع
علی من تصدق علیہ لان غنمہ لہم فغرمہ علیہم اور وصی رجوع کرے تمام ترکہ مین یعنی جسقدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے لے اور محمد نے کہا
کہ ثلث متروکہ سے لے ہم جواب دیتے ہین امام کیطرف سے کہ وصی نے فریب کہایا اسکے سبب سے تو تاوان دین ٹھہرا میت پر یعنی اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے
نہ ثلث سے تو اگر متروکہ تلف ہوگیا یا کفایت نہین کرتا تو اب رجوع نہوگا اور منتقی مین یون مذکور ہے کہ وصی تاوان لے پہر ان فقیرون سے جنپر ثمن کو اوسنے خیرات
دیا اسلئے کہ فائدہ تصدق کا اونکو اسلئے ہے تو اوسکا نقصان بھی انہین پر پڑیگا کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ ای الطفل
من الترکۃ وہلک ثمنہ معہ فاستحق المال المبیع والطفل یرجع علی الورثۃ بحصتہ لانتقاض القسمۃ باستحقاق ما اصابہ
جیسے رجوع کرتا ہے صغیر کے مال مین وہ وصی جسنے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ میت سے پونہچا اور اوسکا ثمن تلف ہوگیا وصی کے پاس پہر مال مبیع غیر کا
مستحق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی وارثون سے پہر لیگا اسلئے کہ قسمت ٹوٹ گئی اوس مال کے استحقاق سے جو صغیر کو پونہچا تہا وصح احتیالہ
بمال الیتیم لو خیرا بان یکون الثانی املا ولو مثلہ لم یجز منیۃ اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق مین بہتر ہو اسطرح کہ
دوسرا محتال علیہ زیادہ تر مالدار ہو پہلے مدیون سے اور اگر دوسرا پہلے کی مانند ہو مقدور مین تو حوالہ قبول کرنا جائز نہین کذا فی المنیۃ وصح بیعہ وشراؤہ
من اجنبی بما یتغابن الناس لا بما لا یتغابن وہو الفاحش لان الولایۃ نظریۃ فلو باعہ کان فاسدا حتی یملک
المشتری بالقبض قہستانی اور صحیح ہے بیع اور خرید وصی کی اجنبی سے بقدر تغابن مردم نہ بقدر عدم تغابن اور وہ عبارت ہے غبن فاحش سے
یعنی اگر وصی کو غبن فاحش ہوا تو وہ بیع صحیح نہین اسلئے کہ وصی کی ولایت نظری ہے یعنی جسمین یتیم کیواسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاحش سے بیع کی تو
بیع فاسد ہوگی تو مشتری مبیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے کذا فی القہستانی وہذا اذا تبایع الوصی للصغیر مع الاجنبی وان باع الوصی او
اشتری مال الیتیم من نفسہ فان کان وصی القاضی لا یجوز ذلک مطلقا لانہ وکیلہ اور یہہ یعنی صحت بیع بشرط عدم غبن فاحش اوسوقت
ہے جبکہ وصی نے خرید فروخت کی ہو صغیر کیواسطے غیر شخص کے ساتھہ اور اگر وصی نے مال یتیم کی خرید و فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کیطرف سے وصی
ہے تو یہہ جائز نہین مطلقا خواہ غبن ہو یا نہو اسواسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا یعنی اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل کے ہے اور موکل کا فعل حاکم کرنا
ہے حاکم کرنا اپنی ذات کے واسطے درست نہین کذا فی الطحطاوی وان کان وصی الاب جاز بشرط منفعۃ ظاہرۃ للصغیر وہو قدر النصف
زیادۃ او نقصا اور اگر وصی باپ کیطرف سے ہو تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کیواسطے ظاہر منفعت ہو اور وہ یہہ ہے کہ بقدر نصف کے
زیادتی یا کمی ہین حکم زیلعی مین منفعت ظاہرہ کی تفسیر یون مذکور ہے کہ اپنا پندرہ درم کا مال صغیر سے دس درم کو بیع کرے یا دس درم کا مال صغیر کا
پندرہ درم کو اپنے خرید کرے وقالا لا یجوز مطلقا اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہین مطلقا خواہ منفعت ظاہرہ ہو یا نہو وبیع
الاب مال صغیر من نفسہ جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ وہو الیسیر والا لا اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جائز ہے
قیمت کی برابر اور جسقدر مین کہ غبن واقع ہوتا ہے یعنی غبن قلیل اور اگر یہہ نہین تو جائز نہین وہذا کلہ فی المنقول اما فی العقار فسیجیٔ اور یہہ
تفصیل مسائل مذکورہ کی مال منقول مین ہے اور غیر منقول جیسے اراضی اور مکانات کی خرید و فروخت کے احکام آگے مذکور ہونگے ولو نذا الوصی

علی کفن مثله فی العدد ضمن الزیادة اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار مین تو وصی تاوان دیگا بقدر زیادتی کے ھ مثلاً میت کے
ہمسرونکا کفن تین کپڑے کا ہوتا تھا سو وصی نے چار کپڑے خرید کئے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا و فی القیمة وقع الشراء له
حینئذ ضمن ما دفعه من مال الیتیم ولوالجیہ اور اگر وصی نے کفن کی قیمت مین زیادتی کی تو یہہ خرید وصی کیواسطے واقع ہوگی تو اسوقت مین وصی تاوان دیگا
اسکا جو اوسنے ثمن دیا ہو یتیم کے مال سے کذا فی الولوالجیة و فیہا لو دفع المال الی الیتیم قبل ظهور رشده بعد الادراک فضاع ضمن لانه
دفعه الی من لیس له ان یدفعه الیه اور ولوالجیہ مین ہے کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اوسکی ہوشیاری ظاہر ہونیسے پہلے بعد اوسکے بالغ ہونیکے پھر وہ مال
ضائع ہوگیا تو وصی تاوان دیگا اسواسطے کہ اوسنے اوسکو دیا جسکا دینا اوسکو جائز نہ تھا ھ یہ صاحبین کا قول ہے تعلیل کی دلیل سے اور امام کے نزدیک وصی
پر تاوان نہین اگر یتیم کو ۲۵ برس کے بعد دیا اسواسطے کہ جب یتیم ۲۵ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہے غیر عقار مین کذا فی الطحطاوی و جاز بیعه ای الوصی
علی الکبیر الغائب فی غیر العقار الا لدین او خوف هلاکه ذکره عزمی زاده معزیا للخانیة قلت و فی الزیلعی و القهستانی الا انه
لانه نادر اور وصی کو بیچنا وارث بالغ غائب پر جائز ہے مال منقول مین مگر ادائے دین کیواسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہے یا اوسکے تلف ہونیکے خوف سے ایسا
ذکر کیا ہے عزمی زادہ نے خانیہ کیطرف نسبت کرکے مین کہتا ہون اور زیلعی اور قہستانی مین مذکور ہے کہ صحیح تر قول ہے کہ غیر منقول کی بیع جائز نہین ہے اسواسطے کہ اوسکا
تلف ہو جانا کمتر ہے ھ اگر میت پر دین مستغرق ہے تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہے اور اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہین تو صاحبین کے
نزدیک بمقدار دین غیر منقول کی بیع جائز ہے اور امام کے نزدیک کل کی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی و جاز بیعه عقار صغیر من اجنبی لا من نفسه
بضعف قیمته او لنفقة الصغیر او دین المیت او وصیة مرسلة لا نفاذ لها الا منه او یکون غلاته لا تزید علی مؤنته او خوف
خرابه او نقصانه او کونه فی ید متغلب درر و اشباه ملخصا اور صغیر کے عقار یعنی مال غیر منقول کی بیع وصی کو جائز ہے غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے دونی
قیمت پر یا صغیر کے خرچ کیواسطے یا دین میت کے ادا کرنیکے واسطے یا وصیت مرسلہ کے جاری ہونیکے لئے جسکا نفاذ اور جاری ہونا کہین سے متصور نہین سوائے
عقار کے یا اسواسطے کہ عقار کی حاصلات زیادہ نہین ہوتی اوسکے مصارف سے یا اوسکے ویران ہوجانے یا ناقص ہوجانے کے خوف سے یا اسوجہ سے کہ عقار ظالم سرکش کے قبضہ
مین ہے کذا فی الدرر و الاشباه ملخصا ھ وصیت مرسلہ سے مراد وصیت مطلقہ ہے اسطرح کہ موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال یا چوتھائی مال وصیت ہے تو اب عقار
کی بیع جائز ہے کذا فی الدرر قلت و هذا لو البائع وصیا لا من قبل ام او اخ فانهما لا یملکان بیع العقار مطلقا مین کہتا ہون
یہہ یعنی جواز بیع عقار صغیر باشیاء ثمانیہ مذکورہ مین اس شرط سے ہے کہ بائع مان یا بہائی کیطرف سے وصی نہو اسواسطے کہ مان اور بہائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا
مالک نہین ہر طرح یعنی ان اشیاء ثمانیہ مین اور انکے غیر مین و لا شراء غیر طعام و کسوة اور مان اور بہائی کا وصی کسی چیز کی خرید کا مالک نہین سوا طعام اور لباس
صغیر کے و لو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سو اگر وہ لوگون کے نزدیک اچھا
اور پسندیدہ ہو یا اوسکی خوبی اور بدی کچھ ظاہر نہو تو بیع جائز ہے کذا صرح به ابن کمال و لا یتجر الوصی فی ماله ای الیتیم لنفسه فان فعل تصدق
بالربح اور وصی سوداگری نکرے یتیم کے مال مین اپنی ذات کے فائدہ کیواسطے سو اگر اوسنے اپنے واسطے اوس مال مین تجارت کی تو منفعت کو خیرات کردے
و جاز لو اتجر من مال الیتیم للیتیم تمامه فی الدرر اور سوداگری جائز ہے اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال مین یتیم کیواسطے اور اسکا پورا
بیان درر مین ہے ھ درر مین خانیہ سے مذکور ہے کہ وصی کو یتیم کے مال اور میت کے مال مین تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہین اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو
راس المال کا ضمان دیگا اور نفع خیرات کردے طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک نفع وصی کو حلال ہے خیرات نکرے انتہی قلت و فی الاشباه لا یملک
الوصی بیع شیء باقل من ثمن المثل الا فی مسئلة الوصیة ببیع عبده من فلان مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہے کہ وصی کسی چیز کی
بیع کا مالک نہین ثمن مثل سے کمتر مین مگر ایک مسئلہ وصیت مین اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہے یعنی جبکہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت کی فلانے شخص
سے ھ اور فلانا شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہوا تو اب وصی کو ثمن مثل سے کم کرنا درست ہے لیکن ثلث قیمت سے کم کرنا تو بھی درست نہین کذا فی الطحطاوی

وفیہا ذکر الکلام فی اجر المثل للمتولی اجر مثل عملہ فلو لم یعمل لا اجر لہ واما وصی المیت فلا اجر لہ علی الصحیح وہٰذا اذا لم یعین القاضی للمتولی اجرا فان لم یعین وسعی فیہ سنۃ فلا شیٔ لہ وعزاہ للقنیۃ ثم ذکر ما یخالفہ فافہم وقد مر فی الوقف واما وصی القاضی فان نصبہ باجر مثلہ جاز انتہی اور اشباہ میں ہی اجرت مثل کے بیان میں کہ متولی کو اوسکے عمل کی برابر اجرت جائز ہے سو اگر اوسنے عمل نکیا تو اوسکو اجرت نہیں ہی اور میت کے وصی کو بنا بر قول صحیح کے اجرت نہیں ہے اور یہہ یعنی متولی کیواسطے اجرت مثل کا ثبوت اسوقت ہے جبکہ قاضی متولی کے لئے اجرت معین کر دی ہو اگر اوسنے اجرت معین نکی اور متولی نے ایک سال میں کوشش کی تو اوسکے واسطے کچہہ اجرت نہیں اور صاحب اشباہ نے اسی قول کو قنیہ کیطرف نسبت کیا پہر صاحب قنیہ نے وہ قول ذکر کیا جو اسکے مخالف ہی یعنی یون کہا کہ متولی مستحق اجرت ہے اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی ہو سو اسکو سمجہہ لے اور البتہ یہہ مسئلہ کتاب الوقف میں گذر گیا اور قاضی کے وصی کا تو یہہ حکم ہی کہ اگر قاضی نے اوسکو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہی انتہیٰ ما فی الاشباہ وفی القہستانی معزیا للذخیرۃ ولو کانوا صغارا وکبارا باع حصۃ الصغار کما مر وکذا الکبار علی ما مر من التفصیل اور قہستانی میں ذخیرہ سے منقول ہی کہ اگر وارث چہوٹے اور بڑے ہون تو وصی چہوٹون کے حصہ کو بیچڈالے چنانچہ صغیر کے مسائل مستثناۃ میں مذکور ہوچکا اور اسیطرح بالغ وارثون کے حصے کو بیچ کر بنا بر تفصیل گذشتہ کے ؎ تفصیل مذکور یہہ ہے کہ ادای دین اور خوف ہلاکت میں بیع جائز نہ اسکے سوا میں کذا فی الطحطاوی ونقل عن العمادیۃ ان فی بیع العقار وفاء اختلاف المشائخ وجوزہ صاحب الہدایۃ لان فیہ استبقاء ملکہ مع دفع الحاجۃ وان لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیہ الفتوی وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا ہی کہ وصی کو عقار بیچنے میں بطریق بیع الوفا کے مشائخ کا اختلاف ہی اور صاحب ہدایہ نے اوسکو جائز کہا ہی اسواسطے کہ اسمین ملک صغیر کا باقی رکہنا ہی باوجود دفع حاجت کے اور اسواسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظالم سرکش کے خوف سی جائز ہی اور اسی قول پر فتوی ہے اور اسکا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح میں مذکور ہے ولا یجوز اقرارہ بدین علی المیت اور وصی کا اقرار جائز نہیں میت پر دین کا ؎ اسواسطے کہ اقرار مقر کے غیر پر حجت نہیں تو مقر لہ کو اوسکا لینا بدون گواہی کے درست نہیں اور اگر وصی دیگا تو اوسپر ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی ولا بشیٔ من ترکتہ انہ لفلان الا ان یکون المقر وارثا فیصح فی حصتہ اور نہ وصی کا اقرار کرنا کسی چیز کا میت کے ترکہ سے جائز ہے اسطرح کہ یہہ چیز فلانے شخص کی ہی مگر یہہ کہ اقرار کرنیوالا وارث ہو میت کا تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقر کے حصہ میں نہ باقی ورثہ کے حصوں میں ولو اقر الوصی بعین لاخر ثم ادعی انہ للصغیر لم تسمع دعواہ اور اگر وصی نے کسی چیز معین کا اقرار کیا دوسرے شخص کیواسطے پہر دعوی کیا کہ وہی چیز صغیر کی ہی تو اوسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الدرر یعنی نافذ کیوجہہ سے ووصی اب الطفل احق بمالہ من جدہ وان لم یکن وصیہ فالجد کما نقرر فی الحجر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ تر حقدار ہے صغیر کے مال میں تصرف کرنیکا صغیر کے دادا سے اور اگر اوسکا وصی نہو تو دادا احق ہے چنانچہ کتاب الحجر میں ثابت ہوچکا ہی وفی المنیۃ لیس للجد بیع العقار والعروض لقضاء الدین وتنفیذ الوصایا بخلاف الوصی فان لہ ذلک اور منیہ میں ہے کہ دادا کو عقار کے اور اسباب کی بیع ادای دین کیواسطے اور وصیتون کے جاری کرنیکے واسطے جائز نہیں برخلاف وصی کے کہ اوسکو یہہ جائز ہے

فصل فی شہادۃ الاوصیاء

یہہ فصل ہے وصیون کی گواہی کے مسائل میں ؎ اس فصل میں شہادت اوصیاء کے سوا اور مسائل بہی بہت مذکور ہیں تو یون کہنا بہتر تہا فصل فی شہادۃ الاوصیاء وغیر ذلک وبطلت شہادۃ الوصیین لوارث صغیر بمال مطلقا او کبیر بمال المیت اور باطل ہے گواہی دو وصیون کی وارث صغیر کے مال کی ہرطرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا ہبہ وغیرہ سے یا وارث بالغ کے حق میں وصیون کی گواہی میت کے مال کی باطل ہے ؎ اسواسطے کہ صغیر کے ہر مال میں وصی کا تصرف جاری ہی اور بالغ کے مال میت میں وصی کو حفاظت کی ولایت ہی وارث کی غیبت میں تو اس تہمت سے اونکی گواہی باطل ٹہری وصحت شہادتہما بغیرہ ای بغیر مال المیت لانقطاع ولایتہما عنہ فلا تہمۃ حینئذ اور صحیح ہے گواہی ان دونون کی بغیر مال میت کے بسبب منقطع ہونے

دونون وصیون کے ولایت کے اوس مال سے تو اب تہمت کا مقام نہین کشہادۃ رجلین لآخرین بدین الف علی میت وشہادۃ
الآخرین للاولین بمثلہ جیسے صحیح ہے گواہی دو مردونکی اور دو شخصونکے واسطے ہزار درہم دین ہونیکی میت پر اور صحیح ہے گواہی نہین دونون
شخصونکی پہلے دونو گواہونکے واسطے مانند اسی ہزار درہم دین کی یعنی فریق اول نے فریق ثانی کے دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین ہونے کی
گواہی دی تو دونو گواہیان صحیح ہین بخلاف شہادۃ کل فریق بوصیۃ الف برخلاف شہادت ہر فریق کے ہزار درہم کی وصیت مین
یعنی ہر فریق نے دوسرے فریق کیواسطے گواہی دی کہ میت نے انکو ہزار درہم کی وصیت کی ہو سو یہہ گواہی باطل ہے وقال ابو یوسف لا تقبل
فی الدین ایضا وقد تقدم فی الشہادات اور ابو یوسف نے کہا کہ دین مین بھی گواہی مقبول نہین مانند وصیت کی اور البتہ یہہ مسئلہ
کتاب الشہادات مین پہلے مذکور ہو چکا ہے او شہادۃ الاولین بعبد والآخرین بثلث مالہ او الدراہم المرسلۃ لاثباتہا الشرکۃ
فتبطل یا پہلون کی گواہی غلام کی وصیت کی اور پچھلونکی گواہی ثلث مال کی یا غیر معین دراہم کی وصیت کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے
شرکت غلام کو تو باطل ہوگی ھم کل مال میت مین غلام بھی داخل ہے تو ثلث مال کی وصیت مین تہائی غلام مین شرکت ثابت ہوگئی اور شرکت قبول
شہادت کی مانع ہے وتصح لو شہد رجلان لرجلین بالوصیۃ بعین کالعبد ویشہد المشہود لہما للشاہدین بالوصیۃ بعین
اخر لانہ لا شرکۃ فلا تہمۃ زیلعی اور گواہی صحیح ہے اگر دو مردون نے اور دو مردون کیواسطے کسی چیز مثلا غلام کی وصیت کی گواہی
دی اور مشہود لہما نے شاہدون کیواسطے دوسری چیز مثلا باغ کی وصیت کی گواہی دی اسواسطے کہ یہان دونو فریق مین شرکت ثابت نہین تو
تہمت بھی نہین جو گواہی نہ مقبول ہو کذا فی الزیلعی شہد الوصیان ان المیت اوصی لزید معہما لغت لاثباتہما لانفسہما معینا و
حینئذ فیضم القاضی بہما ثالثا وجوبا لاقرارہما بآخر فیمتنع تصرفہما بدونہ کالقرم دو وصیون نے یہہ گواہی دی کہ میت نے زید کو بھی ان
دونو کے ساتھہ وصی کیا ہو تو یہہ گواہی لغو ہے بسبب ثابت کرنے دونو وصیون کے اپنی ذاتون کیواسطے مددگار اور اسصورت مین قاضی ان دونو کی ساتھ
تیسرا وصی ملا دینا بر وجوب کے کیونکہ انہون نے اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونو وصیونکا تصرف کرنا بغیر اس تیسرے وصی کے جائز نہین جیسا کہ
ثابت ہو چکا الا ان یدعی زید ذلک ای یدعی انہ وصی معہما فحینئذ تقبل شہادتہما استحسانا لانہا اسقطا مؤنۃ التعیین عنہ
مگر یہہ کہ زید اسکا دعوی کرے یعنی زید یون دعوی کرے کہ وہ بھی وصی ہے ان دونو کے ساتھہ تو اب دونو وصیون کی گواہی بطریق استحسان کے مقبول ہوگی اسلئے
کہ دونو وصیون نے تیسرے وصی کے ٹھہرانے کی مشقت قاضی پر سے ساقط کردی کذا فی الطحطاوی وکذا ابنا المیت اذا شہدا ان اباہما
اوصی الی رجل لجرہما نفعا بنصب حافظ للترکۃ اور اسیطرح میت کی دو بیٹون نے جب یہہ گواہی دی کہ اونکے باپ نے ایکمرد کو وصی کیا ہے تو
گواہی لغو ہے اسواسطے کہ دونون نے اپنی واسطے منفعت کو کھینچا بسبب قائم کرنے ایک نگہبان کے ترکہ کیواسطے وھذا لو ھو منکر ولو یدعی تقبل
استحسانا اور یہہ یعنی گواہی کا لغو ہونا اس شرط سے ہے کہ وہ شخص وصی ہونیکا منکر ہو اور اگر وہ وصی ہونیکا دعوی کرے تو شہادت مذکورہ مقبول ہوگی بطور
استحسان کے بخلاف شہادتہما بان اباہما وکل زیدا بقبض دیونہ بالکوفۃ حیث لا تقبل مطلقا ادعی زید الوکالۃ ام لا لان
القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الحی بطلبہما ذلک بخلاف الوصیۃ برخلاف اس گواہی کے کہ دو بیٹون نے یہہ گواہی دی کہ
اونکے باپ نے زید کو اپنی قبض دیون کا جو اہل کوفہ پر ہے وکیل کیا ہے کیونکہ یہہ گواہی کسیطرح مقبول نہین خواہ زید وکالت کا دعوی کرے یا نکرے
اسواسطے کہ قاضی زندہ آدمی کی جانب سے وکیل کے قائم کرنیکا بیٹون کی طلب سے مالک نہین برخلاف وصیت کے وشہادۃ الوصی تصح علی المیت
لا لہ ولو بعد العزل وان لم یخاصم ملتقی اور وصی کی گواہی میت کی ضرر پر صحیح ہے نہ میت کے نفع پر اگرچہ گواہی بعد معزولی کے واقع ہوئی ہو
گو کہ اسنے خصومت کی ہو کذا فی الملتقی وصی انفذ الوصیۃ من مال نفسہ رجع مطلقا وعلیہ الفتوی در وصی نے میت کی وصیت کو
جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو اوسقدر مال ترکہ میت سے بہر طرح اور اسی اطلاق پر فتوی ہے کذا فی الدرر ھم وصی رجوع کرے بہر طرح

خواہ وہ میت کا وارث ہو یا نہو خواہ وصیت للہ ہو یا للعباد کذا فی الطحطاوی مختصراً کوکیل اذی الثمن من مالہ فان لہ ان یرجع جیسا کہ وہ وکیل جسنے ثمن ادا کیا اپنے مال سے سو اوسکو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہے وکذا الوصی اذا اشتری کسوۃ للصغیر او اشتری ما ینفق علیہ من مال نفسہ فانہ یرجع اذا اشھد علی ذلک اور اسیطرح وصی جبکہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال سے یا وہ چیز خریدی جسکو صغیر پر خرچ کرتا ہو تو وصی صغیر کے مال سے بھر لے جبکہ اسپر اوسنے گواہ کر لیا ہو یعنی اسپر شاہد مقرر کیا ہو کہ مین اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہون یا صغیر کے مال سے بھر لونگا فی البزازیۃ وانما شرط الاشہاد لان قول الوصی فی حق الانفاق یقبل لا فی حق الرجوع بلا اشھاد انتھی فلیحفظ قلت لکن فی القنیۃ والخلاصۃ والخانیۃ لہ ان یرجع بالثمن وان لم یشھد بخلاف الابوین وسیجیٔ ما یفیدہ فتنبہ بزازیہ مین کہ گواہ کرنا تو اسیواسطے شرط ہوا کہ وصی کا قول حق انفاق مین تو مقبول ہے نہ حق رجوع مین بدون گواہ کرنیکے تو اسکو یاد رکھنا چاہئے مین کہتا ہون لیکن قنیہ اور خلاصہ اور خانیہ مین ہے کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہے اگرچہ اوسنے گواہ نکر لیا ہو برخلاف ماباپ کے اور ذکور رجوع بلا شہادت جائز نہین اور آگے وہ آویگا جو اسکا مفید ہے تو خبردار رہنا ھ شرنبلالیہ مین ہے کہ ہمارے علما کا کلام رجوع مطلق یا رجوع بشہادت مین مضطرب ہے اور مین سمجھتا ہون کہ طعام اور لباس کیطرف راجع ہے اسواسطے کہ والدین کی عادت مین طعام اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی او قضی دین المیت الثابت شرعاً او کفنہ او ادی خراج الیتیم او عشرہ من مال نفسہ یا وصی وہ دین میت کا جو شرعاً اوسپر ثابت ہے ادا کیا یا اوسکو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے ادا کیا او اشتری الوارث الکبیر طعاماً او کسوۃ للصغیر او کفن الوارث المیت او قضی دینہ من مال نفسہ فانہ یرجع ولا یکون متطوعاً یا وارث بالغ نے صغیر کیواسطے طعام اور لباس خرید کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو کفن دیا یا اوسکا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے ترکہ سے بھر لیگا اور متبرع نہوگا یعنی اوسکا مال بلاعوض نہ ٹھیریگا ولو کفن الوصی المیت من مال نفسہ قبل قولہ فیہ قیل ھو مستدرک بقولہ آنفاً اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اوسکا قول اسمین مقبول ہوگا شارح نے کہا کہ بعضون نے کہا کہ یہ ماتن کا قول زائد اور مکرر ہے بقول ماتن او کفنہ ھ حلبی درالمختار کے محشی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ قیل کو حذف کرتا یعنی اسواسطے کہ اس قول کا مکرر ذکر ہونا صریح ہے طحطاوی محشی نے کہا اوسکا جواب یون ممکن ہے کہ ماتن کی مراد یہ ہے کہ دونون یعنی وارث اور وصی کفن کے مہیا دینے مین ترکہ سے متفق ہین لیکن وہ مقدار قیمت مین مختلف ہین تو اب وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہ قول ماتن کے قول سابق سے مغائر ٹھہرا فتامل ا نتہی ولو باع الوصی شیئاً من مال الیتیم ثم طلب منہ باکثر مما باعہ رجع القاضی فیہ الی اھل البصیرۃ والا مانۃ ان اخبرہ اثنان منھم انہ باعہ بقیمتہ وان قیمتہ ذلک لا یلتفت القاضی الی من یزید اور اگر وصی نے یتیم کا کچھ مال بیچا پھر وصی سے اوس مال مبیع کی طلب ہوئی اوسکی بیچے سے زیادہ ثمن کو تو قاضی اسمین اہل البصیرت اور اہل امانت کیطرف رجوع کرے اگر متدین واقفکار نہین سے دو شخص اسکو خبر دین کہ وصی نے مال یتیم کو اوسکی قیمت کے موافق بیع کیا اور اوس مال کی یہی قیمت ہے تو قاضی التفات نکرے اوس شخص کیطرف جو زیادہ ثمن دیتا ہے وان کان فی المزایدۃ یشتری باکثر وفی السوق باقل لا ینقض القاضی البیع لذلک ای لاجل تلک الزیادۃ بل یرجع الی اھل البصیرۃ فان اجتمع رجلان منھم علی شیٔ یوخذ بقولھما عند محمد وکفی قول واحد فی ذلک عندھما کما فی التنویر اور اگر مزایدہ مین یعنی جہان بیع من یزید ہوتی ہے جسکو بالفعل کے عرف مین نیلام گھر بولتے ہین وہ مال خرید ہوتا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار مین کمتر سے تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب سے بلکہ رجوع کرے واقفکار لوگون کیطرف پھر اگر لوگون مین سے دو مرد متفق ہون ایک چیز پر تو انہین دونون کا قول لیا جاتا ہے محمد کے نزدیک اور ایک مرد کا قول کفایت کرتا ہے امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود مین کافی ہے وعلی ھذا قیم الوقف اذا آجر مستغل الوقف ثم جاء آخر یزید فی الاجر الکل فی الدر مستعیناً للخانیۃ وعلی ہذا القیاس متولی وقف نے جبکہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا شخص آیا زیادہ کرایہ دینے کو تو نقض اجارہ نہوگا بدون قول اہل بصیرت کے یہہ مسائل درر مین مذکور ہین فتاوی قاضی خان سے منقول فسب و ع

مسائل لحقہ شارح یقبل قول الوصی فیما یدعیہ من الانفاق بلا بینۃ الا فی ثنتی عشرۃ مسئلۃ علی ما فی الاشباہ وصی کا قول خرچ کرنیکے
دعوے مین بدون گواہون کے مقبول ہے مگر بارہ مسئلون مین مقبول نہین جیسا کہ اشباہ مین مذکور ہین ف مسائل مذکورہ کو شارح اب ذکر کرتا ہو ادعی قضاء
دین المیت پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ وصی نے دین میت کے اداکرنیکا دعوی کیا ف صورت اوسکی یہہ ہو کہ وصی نے دعوی کیا کہ مین نے مرضی کا دین
اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اوسکی تکذیب کرتا ہو اور اوسکے اداکرنے پر گواہ نہین ہین تو قول وصی کا مقبول نہوگا او ادعی قضاءہ من مالہ بعد
بیع الترکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا ادای دین میت کا اپنے مال سے بعد ترکہ بیچنے اور اوسکے ثمن قبض کرنیسے پہلے
او ان الیتیم استہلک مال آخر فدفع ضمانہ تیسرا مسئلہ یہہ ہو یا دعوی کیا کہ یتیم نے دوسریکا مال ضائع کیا سو وصی نے اوسکا تاوان دیا
ف صورت اوسکی یہہ ہے کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی مین اتنا تلف کیا تہا اور مین نے تیریطرف سے ادا کیا تہا سو یتیم نے اوسکی تکذیب
کی تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہے سبکے نزدیک کذا فی الطحطاوی او اذن لہ بالتجارۃ فرکبتہ دیون فقضاہا عنہ چوتہا مسئلہ یہہ
ہے یا دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگون کے دین ثابت ہوگئے سو وصی نے اونکو ادا کیا یتیم کیطرف سے او ادی خراج
ارضہ فی وقت لا تصلح للزراعۃ پانچوان مسئلہ یہہ ہو یا دعوی کیا کہ اوسنے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت مین کہ زمین زراعت کے لائق نہ تہی
ف تو اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصومت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھہ مقبول ہوگا بشرطیکہ وصی اور یتیم متفق ہون موت مورث کے وقت
پر کذا فی الطحطاوی او جعل عبدہ الآبق چھٹا مسئلہ یہہ ہے یا دعوی کیا یتیم کے غلام گریختہ کے پکڑ لانیوالیکے انعام دینیکا ف یہہ محمد کا قول
ہے اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا
قول مقبول ہے کذا فی الحموی والطحطاوی او فدی عبدہ الجانی ساتوان مسئلہ یہہ ہو یا دعوی کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا او
الانفاق علی محرم لہ آٹھوان مسئلہ یہہ ہو یا دعوی کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنیکا ف صورت اوسکی یہہ ہو کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے
تیرے اندہے بھائی کیواسطے اتنا ماہیانہ تیرے مال سے مقرر کیا اور مین نے اوسکو ... برس تک ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ میرے اوپر کسی قاضی نے یہہ حکم
نہین کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہو سبکے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او ادعی رقیقا الذین ماتوا نوان مسئلہ یہہ ہے
یا دعوی کیا خرچ کرنیکا یتیم کے اون غلامون پر جو مرگئے ف یہہ قول محمد کا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہے اور اگر غلام زندہ ہون تو بالاتفاق
وصی کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی والانفاق علیہما فی ذمتہ یا وصی نے دعوی کیا یتیم پر اوس مال کے خرچ کرنیکا جو وصی پر واجب الادا
تہا ف یہہ مسئلہ اشباہ مین مذکور نہین اور اگر اسکو شمار کیجئے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہین وجہ اس مسئلہ کی یہہ ہو کہ وصی چاہتا ہے کہ مین اداء دین
فارغ الذمہ ہو جاؤن تو اوسکی تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی وکذا من مال نفسہ حال غیبۃ مالہ وارادہ الرجوع دسوان
مسئلہ یہہ ہے اسیطرح وصی نے دعوی کیا خرچ کرنیکا یتیم پر اپنے مال سے جبکہ یتیم کا مال حاضر نہ تہا اور اوسنے پہیر لینیکا ارادہ کیا ف بشرطیکہ وصی
نے اسپر گواہ کیا ہو کہ مین اپنا مال خرچ کرتا ہون پہیر لینیکو واسطے اور اگر اوسنے اسپر گواہ کرلیا ہو تو رجوع جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او
انہ زوج الیتیم امرأۃ ودفع مہرہا من مالہ وہی میتۃ گیارہوان مسئلہ ہے یا دعوی کیا کہ اوسنے یتیم کا نکاح کردیا ایک عورت سے اور اوسکا
مہر ادا کیا اپنے مال سے اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہین ہے الثانیۃ عشر اتجر وربح ثم ادعی انہ کان مضاربا بارہوان مسئلہ یہہ ہے کہ
وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل کیا پہر دعوی کیا کہ اوسنے بطور مضاربت کے تجارت کی ف یہان بہی اشہاد شرط ہے اور اگر دعوی مضاربت
پر گواہ کرلیا ہو تو نفع مین شریک ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل شیء کان مسلطا علیہ فانہ یصدق فیہ وما لا فلا قاعدہ
کلیہ مسائل مذکورہ مین یہہ ہے کہ جس چیز پر وصی مسلط ہو تو اوسمین اوسکی تصدیق کیجاویگی اور جسپر وہ مسلط اور متعین نہین تو اوسمین اوسکی بلا شہادت
تصدیق نہوگی ف تصدیق ہوگی قسم کے ساتھہ جبکہ ظاہر حال اوسکا مکذب نہو کذا فی الحموی تمت الفاظ وصایا فی سبعۃ مواضع من مسائل الاشباہ

قاضی میت کیطرفسے وصی کو مقرر کرے اُن مقامونمین جو اشباہ مین مفصل مذکور ہین ھ نصب وصی کا طریقہ یہہ ہی کہ قاضی کے روبرو گواہ گواہی دین کہ
فلان شخص مرگیا اور اوسنے کوئی وصی قائم نہین کیا سو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا پہر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہوگا قاضی کا وصی
اور نصب وصی کا اختیار فقط اوس قاضی القضاۃ کو ہے جسکو سلطان کیطرفسے اسکی اجازت ہو کذا فی الاشباہ ومنہا اذا کان لہ دین او علیہ او
لتنفیذ وصیتہ منجملہ مواضع سبعہ کے یہہ تین مقام ہین جبکہ میت کا دین ہو کسی شخص پر یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کیواسطے وزاد فی
الذخائر موضعین آخرین اشتری الاب من طفلہ شیأ فوجدہ معیبا ینصب القاضی وصیا لیردہ علیہ اور زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ مین
دو مقام اور زیادہ مذکور کئے ہین ایک یہہ کہ باپنے اپنے طفل سے کوئی چیز خرید کی پہر اوسمین عیب پایا تو قاضی وصی کو مقرر کریگا تاکہ باپ وہ چیز عیبناک اوسکو پہیر دے
واذا احتیج لاثبات حق صغیر ابوہ غائب غیبۃ منقطعۃ ینصب والا فلا وعن اہما المجمع الفتاوی اور جبکہ اوس صغیر کے اثبات حق کی حاجت
ہو جسکا باپ غائب ہو بطریق غیبت منقطعہ کے تو قاضی وصی کو قائم کرے اور اگر غیبت منقطعہ نہو تو وصی مقرر نکرے اور صاحب واہر نے ان دونو مسئلون کو
مجمع الفتاوی کیطرف نسبت کیا ہی ھ غیبت منقطعہ وہ ہی کہ ایسے مکان مین ہو جہان قافلہ آتا جاتا نہو یہہ مستفاد ہوتا ہی شرح حموی سے اور فقہانے غیبت منقطعہ
کی تفسیر کا اختلاف کتاب النکاح مین مذکور کیا ہے بعضون نے کہا کہ غیبت منقطعہ وہ ہے کہ ایسی مکان مین ہو جہان قافلہ نجاتا ہو مگر سال مین ایکبار یہہ قول قدوری
کا مختار ہی اور بعضون نے کہا کہ ایک مہینا یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضون نے کہا کہ وہ شخص ایک شہر مین نہ ٹہرتا ہو چلا پہرا کرتا ہو یا مفقود الخبر ہو اور بعضون
نے کہا ۵ منزل ہو اور بعضون نے کہا ۳ منزل اور بعضون نے کہا کہ ایک شہر مشرق مین ہو اور دوسرا مغرب مین کذا فی الطحطاوی ووصی القاضی کوصی المیت
الا فی ثمان لیس لوصی القاضی الشراء لنفسہ ولا ان یبیع ممن لا تقبل شہادتہ لہ قاضی کا وصی میت کے وصی کی برابر ہی مگر آٹھہ جگہہ مین
اوسکی برابر نہین ہی ایک یہہ ہی کہ وصی قاضی کو خرید کرنا اپنی ذات کیواسطے ترکہ سے جائز نہین ہی دوسری صورت یہہ ہے بیچنا اوس شخص سے جسکے حق مین وصی
کی گواہی مقبول نہین درست نہین ولا ان یقبض الا باذن مبتدأ من القاضی تیسری صورت یہہ ہی اور جائز نہین اوسکو قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے
اذن سے ھ یعنی اگر قاضی نے خصومت کیواسطے صغیر کیطرف سے وصی کیا تو بعد فیصلہ کے وصی اوس چیز پر قبضہ نکرے تاوقتیکہ قاضی قبض کا اذن جدید ندے
برخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصومت اور قبض دونوکا اذن دیا ہے تو اذن جدید کی حاجت نہین ولا ان یوجر الصغیر لعمل ما
چوتہی صورت یہہ ہی اور جائز نہین کہ وصی قاضی صغیر سے کسی کام کی چاکری کرواوے ولا ان یجعل وصیا عند موتہ پانچوین صورت یہہ ہی اور وصی قاضی کو
جائز نہین یہہ کہ اپنی موت کیوقت دوسرے کو وصی کرے ولو خصصہ القاضی تخصص چہٹی صورت یہہ ہے اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کر دیا ہے
ایک نوع مین وصی کیا تو وہ مخصوص ہو جائیگا یعنی جمیع انواع مین وصی نہوگا برخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہے باپ کے کذا فی الطحطاوی ولو نہاہ
عن بعض التصرفات صح نہیہ ساتوین صورت یہہ ہے اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے منع کرے تو اوسکا روکنا صحیح ہے برخلاف نہی میت کے
کذا فی الاشباہ عن البزازیہ ولہ عزلہ ولو عدلا آٹھوین صورت یہہ ہی اور قاضی کو جائز ہے معزول کرنا اوسکا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ
مضمونہ خلافا للبیت بخلاف وصی المیت فی ذلک کلہ برخلاف وصی میت کے ان سب آٹھون مسئلون مین وفی الخزانۃ وصی وصی القاضی
کوصیہ لو الوصیۃ عامۃ انتہی وبہ یحصل التوفیق اور خزانہ مین ہے قاضی کے وصی کا وصی قاضی کے وصی کی برابر ہے اگر قاضی کی وصیت عام
ہو انتہی کذا فی الاشباہ اور اسی سے سب اختلاف دونو قولونکا رفع ہوگیا ھ یعنی بقیہ اور خزانہ کا اختلاف رفع ہوگیا اشباہ مین پانچوین صورت
یہہ ہے منقول ہی کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کیوقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہین اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہے بشرط وصیت عامہ کے تو
اختلاف رفع ہوگیا یعنی عدم جواز ہو وصیت خاصہ مین اور جواز ہے وصیت عامہ مین وفی الفتاوی الصغری تبرعہ فی مرضہ انما ینفذ من
الثلث عند عدم الاجازۃ لا فی تبرعہ فی المنافع فینفذ من الکل بان آجر باقل من اجرۃ المثل لانہا تبطل بموتہ فلا اضرار علی الورثۃ
وفی حیاتہ لا ملک لہم لکن فی العمادیۃ انہا من الثلث فلعلہ روایتان اور فتاوی صغری مین ہی کہ مریض کا تبرع اور

احسان کرنا اوسکے مرض مین نافذ نہین ہوتا گر ثلث متروکہ مین در حال عدم اجازت وارثون کے گرا وسکے منافع کے تبرع مین سو کل متروکہ سے نافذ ہوگا اسطرح پر کہ اوسنے گھر وغیرہ اجرت مثل سے کمتر اجرت پر اجارہ دیا یعنی اوسکی اجرت مثلا سو درم تھی سو اوسنے دہ درم کو اجارہ دیا تو یہہ جائز اور نافذ ہے اسلیئے کہ اجارہ مذکور مریض کی موت سے باطل ہوگا تو وارثون پر ضرر رسانی نہین ہے اور اوسکی حیات مین تو وارثونکی کچھہ ملکیت نہین لیکن علاوہ بین ہے کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے نافذ ہو تو شاید کہ اسمین دو روایتین ہین باع مالَ الیتیمِ وَضَیْعَتَہ والمشتری مُفلِسٌ یُؤجّلُ ثلثۃ ایام فانْ نَقَدَ والّا فَسَخَ وصی نے یتیم کا مال منقول یا غیر منقول بیچا اور خریدار مفلس ہے تو وصی تین دن کی مدت ٹھہراوے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن حاضر کرے تو بہتر ہے ورنہ بیع کو فسخ کرے فانْ انکرَ الشراءَ وقد قبضَ یرفعُ الوصیُّ الامرَ للحاکمِ فیقولُ انْ کانَ بینکما بیعٌ فقد فسختُہ پھر اگر مفلس خریدار خرید کا منکر ہوا حالانکہ وہ مبیع پر قبضہ کر چکا ہے تو وصی اس امر کو حاکم کے پاس نالش کرے تو حاکم یون کہے کہ اگر تم دونو مین بیع واقع ہوئی ہو تو البتہ مین نے اوس بیع کو فسخ کر دیا ف اس قول کا فائدہ یہہ ہے کہ اگر مشتری بعد فسخ کے خریداری کا دعوی کرے اور گواہ لاوے تو اوسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی قَبِلَ الوصایۃَ ثمّ اَرادَ عزلَ نفسہ لم یجز الّا عندَ الحاکمِ وصی نے وصی ہونا قبول کیا پھر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو بجز حاکم کے نزدیک ف حاکم کو لازم ہے کہ اگر وصی کو امانت دار اور ہوشیار جانے تو معزول نکرے اور اگر اوسکو عاجز یا کثیر الاشغال جانے تو اوسکو خارج کرے اور حیلہ اخراج کا دو طرح ہے ایک یہہ کہ موصی اسکو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ جب وصی چاہے آپکو معزول کرے دوسری صورت یہہ ہے کہ وصی میت پر دین کا دعوی کرے اور حاکم اوسکو متہم کرکے معزول کردے اور یہہ ابو یوسف کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی دَفَعَ الیتیمَ مالَہ بعدَ بلوغہ واَشْہَدَ الیتیمُ علیٰ نفسہ انّہ لم یبقَ من ترکۃِ والدہ لا قلیلٌ ولا کثیرٌ ثمّ ادّعیٰ شیئاً فی یدِ الوصیِّ انّہ من ترکۃِ ابیہ وبرہن تُسمع وصی نے یتیم کو اوسکا مال اوسکے بالغ ہونیکے بعد حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اوسکے باپ کے متروکہ سے کچھہ باقی نہین رہا وصی کے پاس نہ کم نہ زیادہ پھر یتیم نے وصی کے پاس کسی چیز کا دعوی کیا کہ وہ چیز میری باپ کے متروکہ سے ہے اور گواہ سے اسکو ثابت کیا تو اوسکا دعوی مسموع ہوویگا ف یہہ شہادت ابراء معلوم نہین نہ شخص معلوم ہے نہ مجہول ہے تو یہہ فقط اقرار ہے جو ابراء کا مستلزم نہین تو یہہ اوسکی دعوی کا مانع نہین بخلاف اوس ابراء کے جو مجہول سے ہو معلوم کیواسطے یعنی شخص معین سے چیز غیر معین کا ابراء کرے اسطرح کہ مثلا زید عمر سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہو اوسکو مجھے حلال اور معاف کر دے سو عمر نے اسیطرح کہا تو زید بری الذمہ ہوگیا اور یہہ ابراء صحیح ہے چیز معلوم اور غیر معلوم سے اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیۃ مختصرا للوصیِّ الاکلُ والرکوبُ بقدرِ الحاجۃِ قال تعالیٰ وَمَنْ کانَ فقیراً فلیأکُلْ بالمعروفِ وصی کو یتیم کے مال سے کہانا اور اوسکی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہے حق تعالی نے فرمایا اور جو محتاج ہو تو چاہیئے دستور کے موافق کہاوے ف کہانا اور سوار ہونا مقید بمدت سعی کے ہے یعنی جسقدر مدت حاجات یتیم مین کوشش کرتا ہے اوسیقدر مدت تک کہانا اور سوار ہونا درست ہے نہ ہر وقت کذا فی العالمگیریۃ ولہ ان ینفقَ فی تعلیمِ القرآنِ والادبِ انْ تاہّلَ لذلکَ اور وصی کو جائز ہے کہ تعلیم قران اور ادب مین خرچ کرے اگر یتیم اسکا اہل ہووے ف شاید کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہین کہ انہین کی تعلیم ہوتی ہے اور علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور بلاغت کا ہے یعنی اگر یتیم خاندان علم سے ہے تو وصی خرچ کرکے اوسکو تمام قران اور علوم مذکورہ پڑہا دے والّا فلینفقْ علیہ بقدرِ ما یتعلّمُ القراءۃَ الواجبۃَ فی الصلوۃِ یعنی اور اگر یتیم اہل علم سے نہو تو وصی کو چاہیئے کہ اوسپر اسقدر خرچ کرے کہ قرأت واجبہ نماز کی سیکہہ جاوے یعنی جسقدر نماز مین قران پڑہنا واجب ہے اوسقدر اوسکو کہلاوے کذا فی المجتبی وفیہ جُعِلَ للوصیِّ مُشرفٌ لم یتصرّفْ بدونہ وقیل للمشرفِ ان یتصرّفَ اور مجتبی مین ہے کہ وصی کیواسطے مشرف مقرر ہوا تو وصی بدون اوسکے تصرف متروکہ مین نکرے اور بعضون نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنی بدون وصی کے درست ہے ف اس مسئلہ کا بیان باب الوصی مین مفصل مذکور ہو چکا وفیہ للابِ اعارۃُ طفلہ اتفاقاً لا مالِہ علی الاکثر اور مجتبی مین ہے کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہے بالاتفاق نہ اوسکے مال کو عاریت دینا بنابر اکثر روایات کے وفیہ یملکُ الابُ لا الجدُّ عندَ عدمِ الوصیِّ ما یملکُہ الوصیُّ اور مجتبی مین ہے وصی

ہونے کیونکہ باپ مالک ہوا اوس چیز کا جسکا وصی مالک ہوتا ہی اور دادا مالک نہیں ہوتا وصی کی برابر ولا یملک الاب قسمة مال مشترک بینہ وبین الصغیر بخلاف الوصی باپ مالک نہیں اوس مال کی قسمت کرنیکا جو مشترک ہو باپ اور نابالغ صغیر کے برخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک مال کی قسمت کا مالک ہے قنیہ میں مذکور ہی کہ جو مال وصی اور صغیر میں مشترک ہو اوسکی قسمت وصی کو جائز ہے امام کے نزدیک بشرطیکہ اوسمین صغیر کا نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ یہان عدم جواز قسمت وصی عدم ظہور منفعت پر محمول ہی کذا فی الطحطاوی یملک الاب والجد بیع مال احد طفلیہ للاخر بخلاف الوصی باپ اور دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہی برخلاف وصی کے کہ وہ بیع مذکور کا مالک نہین ہے یعنی اگر ایک شخص دو یتیموں کا وصی ہو تو اوسکو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچنا جائز نہیں اسواسطے کہ وہ دونو یتیموں کی خیرخواہی کا مامور ہے سو یہان ایک یتیم کی خیرخواہی دوسرے کے حق مین قصور کرتی ہے اور اسطرح اگر دو وصی ہوں دو یتیموں کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیع کرنا درست نہین ہے لو باع الاب او الجد مال الصغیر من الاجنبی بمثل قیمتہ جاز ان لم یکن فاسد الرای ولو فاسدہ فان باع عقارہ لم یجز وفی المنقول روایتان اور اگر باپ اور دادا نے صغیر کا مال اجنبی شخص سے بیچا بقدر اوسکی مالیت اور قیمت کے تو جائز ہے اگر وہ احمق فاسد الرای نہو اور اگر بد عقل ہو تو اگر اوسنے صغیر کا مال غیر منقول بیچا تو جائز نہیں ہے اور مال منقول کے بیچنے میں دو روایتین ہیں ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتری لطفلہ ثوبا او طعاما واشہد انہ یرجع بہ علیہ یرجع لو لہ مال والا لا لوجوبہما علیہ حینئذ اور اگر باپ نے اپنی لڑکی کیواسطے کپڑا یا کھانا خرید کیا اور گواہ کر لیا اسپر کہ میں اسقدر قیمت لڑکے کے مال سے پھیر لونگا تو اوتنا پھیر لے اگر صغیر کا مال ہو اور اگر مال نہو تو رجوع جائز نہیں بسبب واجب ہونے کھانے اور کپڑے کے باپ پر اوسوقت مین یعنی جب صغیر محتاج ہے تو اوسکا نفقہ باپ پر واجب ہے اور واجب میں رجوع جائز نہیں وبمثلہ لو اشتری لہ دارا او عبدا یرجع سواء کان لہ مال او لا وان لم یشہد لا یرجع کذا عن ابی یوسف وہو حسن یجب حفظہ اور مانند لباس و طعام کے اگر باپ نے صغیر کیواسطے گھر یا غلام خرید کیا تو رجوع کرے خواہ اوسکا مال ہو یا نہو اور اگر باپ نے رجوع کر لینے پر گواہ نہیں کیا ہی تو رجوع نکرے چنانچہ ابو یوسف سے منقول ہے اور یہ تفصیل خوب ہے اسکا یاد رکھنا واجب ہے واللہ اعلم تنبیہ تلخیص قنیہ مین لکھا ہے کہ وارث نے تجہیز میت مین کچھ خرچ کیا بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثوں کے تو وہ میت کے مال سے محسوب ہوگا اور وہ متبرع نہوگا اور اگر ماتم اور ختم وغیرہ کی خرید میں بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثوں کے صرف کیا تو اوسکے حصہ میں محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے صرف کیا تو وہ متبرع ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم ؁

كتاب الخنثى

اس کتاب مین خنثے کے احکام مذکور ہین ہم خنثی مشتق ہے خنث سے بفتح خاء معجمہ و سکون نون سے اور خنث لغت مین عبارت ہے نرمی اور تکسر سے اور اسی سے مخنث ہے معلوم کرنا چاہیئے کہ حق تعالی نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرمائے اور اوسکا حکم مذکور نہیں کیا جو مرد بھی ہو اور عورت بھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونو وصف متنافی ہین ایک شخص مین جمع نہیں ہوتے اور دونون علامت امتیاز کی آلۂ تذکیر اور تانیث ہے پھر گاہے اشتباہ واقع ہوتا ہے اسطرح کہ کوئی انسان ایسا ہوتا ہے جسمین تمیز نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی لما ذکر من غلب وجودہ ذکر نادر الوجود جبکہ مصنف نے غالب الوجود کے ذکر سے فراغت پائی یعنی مرد اور عورت کے احکام سے تو نادر الوجود یعنی خنثی کا ذکر شروع کیا ہو ذو فرج وذکر او من عری عن الاثنین جمیعا خنثے وہ ہی جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہی جو تذکیر اور تانیث دونو علامتوں سے معرا ہو فان بال من الذکر فغلام وان بال من الفرج فانثی تو اگر وہ پیشاب کرے ذکر سے تو مرد ہے اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو عورت ہے ہم جب اوسنے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بدن کا شکاف ہے اور اگر اوسنے فرج سے پیشاب کیا تو دوسری علامت قول یعنی سر کی مانند ہے کذا فی القہستانی وان بال منہما فالحکم للاسبق اور اگر دونو سے پیشاب کرے تو جو سبقت کرے اوسی کا حکم ہے یعنی جس شی سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اوسکا اعتبار ہے اسواسطے کہ اقدمیت اوسکی دلیل ہے کہ وہی عضو اصلی ہے وان استویا فمشکل اور اگر دونو برابر ہون اسطرح کہ دونو سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثی مشکل ہے ہم مشکل اسواسطے کہا کہ احد الامرین سے کوئی متعین نہیں ولا تعتبر الکثرة خلافا لہما اور کثرت پیشاب کی معتبر نہیں امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ کثرت سے فرج اصلی ہونے پر دلیل ہے ولاکثر حکم الکل اور امام کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج کشادگی مخرج پر دلیل ہے نہ اصالت پر اور امام سے مروی ہے کہ اونہوں نے ابو یوسف

ہے فرمایا کہ میں نے ایسا قاضی نہیں دیکھا جو پیشاب کے اندازہ کرنے کا پیمانہ ہو کذا فی الطحطاوی هذا قبل البلوغ فان بلغ وخرجت لحیته او وصل الی امرأة او احتلم کما یحتلم الرجل فرجل یہہ تفصیل مذکور قبل از بلوغ کے ہے پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اوسکی داڑھی نکلی یا وہ کسی عورت تک پہنچا یعنی جماع کیا یا اوسکو احتلام ہوا جیسے مرد کو احتلام ہوتا ہے تو وہ مرد ہے وان ظهر له ثدی او لبن او حاض او حبل او امکن وطیہ فامرأة اور اگر اوسکے پستان ظاہر ہوئی یا دودھ نکلا یا اوسکو حیض آیا یا اوسکو حمل رہا یا جماع اوسکا ممکن ہے تو وہ عورت ہے م ظہور لبن سے مراد یہہ ہے کہ دودھ پستانوں سے عورتوں کی مانند دودھ نکلے اسواسطے کہ مرد کی بھی چھاتیوں سے کبھی دودھ نکلتا ہے ایسا مستفاد ہوتا ہے شرح وہبانیہ سے اور جوہرہ میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہے تو دودھ کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی اوسکا جواب یہہ ہے کہ گاہے دودھ نکلتا ہے اور پستان ظاہر نہیں ہوتی یا ایسی ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے متمیز نہیں پھر جب دودھ اوترا تو تمیز واقع ہوگئی اور امکان حمل کی یہہ صورت ہے کہ خنثیٰ نے منی روتی میں لیکر اپنی فرج میں داخل کی اور امکان وطی کی یہہ صورت ہے کہ عورتوں نے اوسکو دیکھا اور کہا کہ اس سے وطی ممکن ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وان لم تظهر له علامة اصلا او تعارضت العلامات فمشکل لعدم المرجح اور اگر اوسکو کوئی بھی علامت مذکورہ ظاہر نہوئی یا علامات میں تعارض واقع ہوا تو وہ خنثیٰ مشکل ہے بعدم مرجح کیوجہ سے م تعارض علامات کی مثلا یہہ صورت ہے کہ پستان ابھری اور داڑھی نکلی ایک ساتھہ یا ذکر سے منی نکلی اور فرج سے ساتھہ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھہ ہی کذا فی القہستانی وعن الحسن انه تعد اضلاعه فان ضلع المرأة یزید علی ضلع الرجل بواحد ذکرہ الزیلعی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ خنثیٰ کی پسلیاں شمار کیجاویں اسواسطے کہ عورت کی ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیوں سے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے م اسمیں اختلاف ہے کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہے مشہور یہہ ہے کہ بائیں طرف کی ہوتی ہے اور اسمیں اختلاف ہے کہ مرد کی پسلیاں اور عورت کی پسلیاں مرد کی سترہ ہیں اور عورت کی اٹھارہ بعضوں نے کہا کہ مشاہدہ اسکے مخالف ہے اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونوں کی پسلیاں برابر ہیں اور بنا بر قول تفاوت اضلاع کے وجہ اوسکی یوں مذکور ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئیں تو سب مرد ابو البشر علیہ السلام کے منوال پر جاری ہیں واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصرا وحینئذ فیؤخذ فی امرہ بما هو الاحوط فی کل الاحکام اور اسوقت میں یعنی درصورت اشکال اور عدم ترجیح کے وقت تو عمل کیا جاویگا خنثیٰ مشکل کے امر میں اوس چیز کے ساتھہ جسمیں زیادہ تر احتیاط ہو تمام احکام میں قلت لکن قدمنا انه لا یجب بالادخال بالایلاج فیه وانه لا یتعلق التحریم بلمسه فتنبه میں کہتا ہوں لیکن ہمنے اول کتاب میں ذکر کیا کہ خنثیٰ مشکل میں ادخال سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اوسکو وہ سے تحریم متعلق نہیں تو آگاہ رہنا یعنی ان دونو صورتوں میں عمل باحتیاط نہیں ہے م یہاں اعتراض وارد ہوتا ہے کہ غنقریب گذرا کہ امکان وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہے تو وہ خنثیٰ مشکل نرہا اوسکا جواب یہہ ہے کہ بعد تحقق انوثت کے دوسری علامت معارض ہوئی چنانچہ داڑھی نمود ہوگئی تو اشکال ثابت ہوگیا اور اسیطرح دودھ میں کلام ہے کذا فی الطحطاوی فیقف بین صف الرجال والنساء سو بنا بر عمل باحتیاط کے خنثیٰ مشکل کھڑا ہو مردوں اور عورتوں کی صف کے مابین میں م یعنی نہ مردونکی صف میں کھڑا ہو نہ عورتوں کی صف میں اسواسطے کہ اگر خنثیٰ مشکل فی الواقع مرد ہے تو عورتوں کی صف میں کھڑی ہونے سے اوسکی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہے تو مردونکی صف میں کھڑی ہونے سے اوسکے محاذی شخص کی نماز فاسد ہوگی نیز اوسکی داہنی اور بائیں اور پیچھے کا شخص بنا مذہب والا احتیاطا نماز کا اعادہ کرے پھر اگر خنثیٰ بالغ ہے اور عورتونکی صف میں کھڑا ہوا تو اوسپر اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر قریب البلوغ ہے تو اعادہ مستحب ہے اور اگر چند خنثیٰ ہوں تو اسطرح کھڑے ہوں کہ باہم متصل نہوں بلکہ درمیان میں کشادگی چھوڑیں کذا فی الطحطاوی واذا بلغ حد الشهوة تبتاع له امة تختنه من ماله فتکون امته اور جبکہ خنثیٰ حد شہوت کو پہنچے تو اوسکے مال سے ایسی لونڈی خریدکیجاوے جو اوسکی ختنہ کرے سو خرید سے اوسکی وہ لونڈی ٹھہریگی یا اوسکی مانند عورت ہوگی م یعنی اگر واقع میں خنثیٰ مرد ہے تو وہ اوسکی لونڈی ہوئی تو اوسکو نظر کرنا شرمگاہ کا مطلقا جائز ہے اور اگر عورت ہے تو عورت کا نظر کرنا عورت کیطرف بضرورت جائز ہے کذا فی الطحطاوی ولکن ان ختنه رجل او امرأة احتیاطا او لا ضرورة لان الختان عندنا سنة اور یہہ مکروہ ہے کہ خنثیٰ کی ختنہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے اور کچھ ضرورت نہیں اسواسطے کہ ختنہ کرنا ہم حنفیوں کے نزدیک

سنت ہی نہ فرض ھم یہہ مذکور ہے خنثی بالغ کا اور صغیر کا ختنہ تو مرد اور عورت دونو کو درست ہے کذا فی العالمگیریۃ وان لم یکن لہ مال فمن بیت المال
نو مترجم اور اگر خنثے کا مال نہو تو ختنہ کرنیوالی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کیجاوے پھر ختنہ کے بعد بیچ ڈالی جاوے اور ثمن اوسکا بیت المال
مین داخل کیا جاوے اسواسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کیواسطے مقرر ہے کذا فی الحموی او یزوج امراۃ فتختنہ لانہ ان کان ذکرا صح النکاح
وان انثی فنظر الجنس اخف ثم تطلقہا وتعتد ان خلا بہا احتیاطا یا خنثے نکاح کرے ختنہ کرنیوالی عورت سے تاکہ وہ اوسکا ختنہ کردے اسلئے
کہ اگر خنثے مرد ہے تو نکاح صحیح ہے اور اگر عورت ہے تو ہم جنس یعنی عورت کا دیکھنا عورت کیطرف سہل تر ہے مرد کی نظر سے پھر خنثے ختنہ کیے بعد اوسکو طلاق
دیدے اور ختنہ کرنیوالی عدت مین بیٹھے بنابر احتیاط کے اگر خنثے نے اوسکے ساتھ خلوت کی ہو ھم یہہ قول طحاوی نے اپنے اوستادون سے نقل کیا ہے اور بیت المال
کا قول علماء مذہب سے منقول ہے اسواسطے کہ اگر اوسنے نکاح کیا تو نکاح مشکوک ہے اور اگر صحیح ہے تو عورت معلقہ ہوگی اوس سے خلاص نہین ہوسکتی اور وجوب
مہر کا عقد سے یقین نہین ہوسکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثے مشکل مرگیا اور یہہ معلوم نہین ہوسکتا کہ اوسپر نفقہ واجب ہے یا نہین رازی نے یون کہا ہے اور
علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلیص ان اشکالات سے اسطرح ممکن ہے کہ نکاح کرے اس شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہے سو وہ ختنہ کے بعد طلاق لے اختیار
بشرط کیوجہ سے اور بیت المال سے وصول ہونا اس زمانے مین ایسے کام کیواسطے از قسم محال ہے تو نکاح کرلینا سہل ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی عن
الحموی ویکرہ لہ لبس الحریر والحلی اور خنثے مشکل کو ریشمی کپڑا اور زیور پہننا مکروہ ہے ولا یخلو بہ غیر محرم لہ اور خنثی مشکل سے خلوت اور تنہائی
نکرے سوا اوسکے محرم کے وان قبلہ رجل تثبت حرمۃ المصاہرۃ اور اگر خنثے مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہوگی ھم
تو جائز نہوگا خنثے کی ماں کو اس بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اوسکی بیٹی کو ولا یسافر بغیر محرم لاحتمال انہ امراۃ اور خنثے مشکل
سفر نکرے بدون محرم کے اس احتمال کیوجہ سے کہ وہ عورت ہے ھم محرم سے مراد محرم مرد ہے اسواسطے کہ محرم عورت کے ساتھہ اوسکو سفر درست نہین وان
قال انا رجل او امراۃ لا عبرۃ بہ فی الصحیح لانہ دعوی بلا دلیل اور اگر خنثے مشکل کہے کہ مین مرد ہون یا عورت ہون تو اوسکا کہنا اعتبار
نہین صحیح قول مین اسواسطے کہ یہہ دعوی ہے بدون دلیل کے وقیل یعتبر لانہ لا یقف علیہ غیرہ اور بعضون نے کہا کہ اوسکا قول معتبر ہے اسواسطے کہ
اوسپر سوا اوسکے کوئی واقف نہین لکن فی الملتقی بعد تقرر اشکالہ لا یقبل وقبلہ یقبل قلت وبہ یحصل التوفیق لیکن ملتقی مین ہے کہ بعد
ثابت ہوجانے اوسکی اشکال کے قول اوسکا مقبول نہین اور قبل از ثبوت اشکال قول اوسکا مقبول ہے مین کہتا ہون اور اس تفصیل سے توفیق بین القولین
المذکورین حاصل ہوگئی ھم یعنی عدم قبول کا قول اوسصورت مین ہے جبکہ خنثی کا مشکل ہونا ثابت ہوچکا اور قبول اوسصورت مین ہے جبکہ ہنوز اشکال ثابت نہین
اسیطرح کی تفصیل عالمگیری مین مذکور ہے محیط سے وتضعف ما نقلہ القہستانی عن شرح الفرائض للسید وغیرہ الا ان یحمل علی ہذا التفصیل
اور منسوب بضعف ہے وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہہ کہ اس تفصیل مذکور پر اوسکو محمول کیجیے تو قول صحیح ہوگا ضعف دفع ہوجاویگا
مترجم کہتا ہے ھم قہستانی مین فرائض شریفی سے یون ہے کہ اگر خنثے نے حیض یا منی کی یا مرد یا عورت کیطرف مائل ہونے کی خبر دی تو قول اوسکا مقبول ہوگا
اور پیچھے اوسکا مقبول نہوگا جبتک کذب اوسکا ظاہر نہو یقینا چنانچہ اوسنے اپنے مرد ہونے کی خبر دی پھر اوسکے پیٹ سے بچہ پیدا ہوا انتہی طحطاوی نے کہا کہ قول
مذکور پر محمول کرنا متعین ہے بدلیل النص واللہ اعلم ولو مات قبل ظہور حالہ لم یغسل ویتیمم بالصعید لتعذر الغسل اور اگر خنثے مرگیا قبل ظاہر
ہونے حال اوسکے کے تو غسل نہ دیا جاوے اور اوسکو تیمم کروایا جاوے خاک پاک سے بسبب دشوار ہونے غسل کے ھم چونکہ اوسکا مرد یا عورت ہونا ثابت نہین ہوا اوسکو مرد
یا عورت غسل دے تو تیمم متعین ہوا سو اگر تیمم کرنیوالا اجنبی ہے تو اپنے ہاتھ مین کپڑا لپیٹ کے تیمم کرادے اور اگر محرم ہے تو بدون کپڑے کی مانند اوس مرد کی جسکو عورتون
مین مرگیا کذا فی الحموی ولا یحضر مراہقا غسل میت ذکرا او انثی اور خنثے مشکل قریب البلوغ ہونے کیوجہ لیکن کسی مردہ کے غسل مین حاضر
نہو خواہ مردہ مرد ہو یا عورت وندب تسجیۃ قبرہ اور مستحب ہے خنثے مشکل کی قبر پر دفن کیوقت پردہ کرلینا عورت کی مانند ویوضع الرجل
بقرب الامام ثم ہو ثم المراۃ اذا صلی علیہم دفعۃ لتحقق الترتیب اور امام کے قریب رکھا جاوے مردہ مرد پھر خنثے مشکل پھر عورت جبکہ ایک ہی جنازہ

کی نماز پڑھی جاوے حق ترتیب کی رعایت کرنیکے واسطے ھ خنثے کا جنازہ مرد کے بعد رکھا جاوے کہ شاید وہ عورت ہو اور اگر خنثے مرد کے ساتھ ایک قبر میں
دفن ہو تو مرد کے پیچھے کیا جاوے اور دونوں کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جاوے تاکہ بمنزلہ دو قبروں کے ہو جاوے اور یہی حکم ہے مردوں کے دفن کا جبکہ ایک قبر
میں دفن ہوں اور اگر عورت اور خنثی ساتھ مدفون ہوں تو خنثی کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ مرد ہو اور خنثی کا کفن ۵ کپڑے چاہیے جو عورت کی مانند ہوں اور اسکو قبر میں محرم قرابت والا رکھے انوثت کے
احتمال کے سبب سے کذا فی المنح وتمام فروعه فی احکامه من الاشباه بل عندی فیه تالیف مجلد کبیر ھ اور خنثی کے تمام احکام کے مسائل اشباہ میں
مذکور ہیں بلکہ میرے نزدیک اسمیں ایک تالیف مجلد کلاں ہے ھ منجملہ مسائل خنثے مشکل کے یہ ہے کہ اوسکی امامت صحیح نہیں مگر عورتوں کیواسطے اور اوسکی نماز
عورت کی مانند ہے شکل میں اور اخفا میں اور وہ نکاح نکرے نہ عورت سے نہ مرد سے اور اگر اوسنے مرد سے نکاح کیا اور مرد نے اوسکے ساتھ جماع کیا تو نکاح جائز ہوگیا
یا عورت سے نکاح کیا اور وہ جماع پر قادر ہوا تو نکاح اب صحیح ہوگیا اور اگر اوسنے اپنی مانند دوسرے خنثے مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہیں کذا فی الطوطی مختصرا
وله فی المیراث اقل النصیبین یعنی اسوأ الحالین به یفتی کما سنحققه اور خنثی مشکل کو میراث میں اقل النصیبین یعنی اسوأ الحالین ہے اسی قول پر
فتوی ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے ھ اقل النصیبین یعنی مرد اور عورت کے دو حصوں میں سے جو حصہ کمتر ہوگا وہ اوسکو دیا جائیگا یہ مذہب ہے
امام کا یعنی خنثے مشکل کے حصہ کو نظر کرینگے کہ اوسکو مرد فرض کرنے میں کسقدر ملتا ہے اور عورت فرض کرنے میں کتنا پہونچتا ہے تو ان دو حصوں میں جو کمتر ہوگا وہ
خنثے کو ملیگا اور اگر احد التقدیرین میں خنثے محروم ٹھہریگا تو اوسکو کچھ نملیگا لہذا شارح نے اقل النصیبین کی تفسیر اسوأ الحالین مذکور کی یعنی جو دو حالتوں میں
بدتر حالت ہوگی خواہ کمتر حصہ یا محرومی وہی حالت اوسکی نصیب میں ہے تو اسوأ الحالین قلت اور حرمان دونوں کو شامل ہے کذا فی الحلبی تبصیر وقالا نصف
النصیبین اور صاحبین نے کہا کہ دونوں حصوں میں سے نصف نصف اوسکو ملیگا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف حصہ عورت کا فلو مات ابوه وترک معه ابنا
واحدا له سهمان وللخنثی سهم تو اگر خنثے مشکل کا باپ مرگیا اور خنثے کے ساتھ ایک بیٹا اوسنے چھوڑا تو بیٹے کے دو سہم ہیں اور خنثے کا ایک سہم ھ
خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک خنثے عورت کے حکم میں ہے میراث میں تاوقتیکہ اوسکا مرد ہونا بلا تعارض ثابت نہو وعند ابی یوسف له ثلثة من سبعة
وعند محمد خمسة من اثنی عشر اور ابو یوسف کے نزدیک صورت مذکورہ میں خنثے کے تین سہم ہیں سات سہموں سے اور محمد کے نزدیک پانچ سہم ہیں بارہ سہموں سے ھ
صاحبین کی دلیل مطولات میں مذکور ہے وعند ابی حنیفة له سهم من ثلثة لانه الاقل وهو متیقن به فیقتصر علیه لان المال لا یجب بالشك
اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک خنثے کا ایک سہم ہے تین سہموں میں سے اسواسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اوسی پر اقتصار ہوگا کیونکہ مال شک سے واجب نہیں
ہوتا ھ توضیح اوسکی یہ ہے کہ یہاں اثبات مال کی ابتدا ہے حاجت ہوئی اسواسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکورت کے سبب سے ہے یا انوثت کے
سبب سے اور خنثی مشکل میں دونوں سببوں سے کوئی معلوم نہیں اور اثبات مال کا ابتدا بغیر سبب متحقق کے شرعا جائز نہیں تو متیقن پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو
میراث ہے عورت کی وہ یقینی ہے اور زیادہ میں شک ہے تو متیقن ہی واجب ہوگیا اوسی پر اقتصار کرینگے کذا فی العینی شرح الهدایة حتی لو کان الاقل علی تقدیره
ذکرا قدرناه کزوج وام وشقیقة هی خنثی فله السدس علی انه عصبة لانه الاقل تو اگر اقل ہوا اوس تقدیر پر کہ خنثی کو مرد فرض کیجئے تو اسکو
ہم مرد ہی ٹھہراوینگے چنانچہ یہ صورتیں کہ ایک عورت مرگئی شوہر اور ماں اور سگی بہن چھوڑکر جو خنثے ہے تو اسکو چھٹا حصہ ملیگا بنا بر اسکے کہ وہ عصبہ ہے اسواسطے کہ
سدس اقل ہے نصف سے ھ تو صورت مذکورہ میں شوہر کا نصف حصہ ہے اور ماں کا تہائی اور خنثی کا باقی مال یعنی سدس ولو قدرناه انثی کان النصف
وعالت الی ثمانیة اور اگر صورت مذکورہ میں خنثے کو عورت فرض کیجئے تو اوسکا نصف حصہ ہے اور مسئلہ چھ سہم کا آٹھ سہم کیطرف عول کریگا ھ یہ مسئلہ
دونوں تقدیر میں چھ سہموں سے ہے بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت میں عول کی حاجت نہیں اور دوسری صورت میں عول کی حاجت ہے خلاصہ یہ ہے کہ
جبکہ خنثے کی میراث اقل النصیبین ٹھہری تو اس مسئلہ میں اوسکو عورت نہ ٹھہرایا کیونکہ اوسکا حصہ نصف ہوتا اور نصف زیادہ ہے ثلث سے بلکہ اوسکو مرد قرار دیا تاکہ اوسکا
حصہ سدس ہو اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو کان محروما علی احد التقدیرین فلا شیء له کزوج وام وولدیها وشقیقة خنثی فلا شیء
له لانه عصبة ولو قدرناه انثی کان له النصف وعالت الی تسعة اور اگر خنثے محروم ٹھہرے دو تقدیروں میں سے ایک تقدیر پر تو اوسکے واسطے کچھ نہیں

چنانچہ اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مرگئی شوہر اور ماں اور دو اخیافی بھائی اور ایک سگا بھائی خنثے چھوڑا گر تو خنثے کو مرد فرض کرنے میں کچھ حصہ نہیں کیونکہ وہ عصبہ ہی اور اگر خنثے کو عورت فرض کیجیے تو اسکا حصہ نصف ہی کیونکہ وہ صاحب فرض ہوا اور اسوقت مین نہیں مسئلہ نو سہم کیطرف عول کریگا هم اس مسئلہ مین زوج کا حصہ نصف ہی اور ماں کا چھٹا اور دونوں اخیافی بھائیونکا تہائی اور سگا بھائی جو خنثے ہے وہ محروم ہی کیونکہ وہ عصبہ ہو اور عصبہ اسوقت میراث پاتا ہی جب اہل فروض سے کچھ باقی رہے سو یہاں کچھ باقی نرہا اور اگر خنثے کو عورت فرض کیجیے تو اہل فرض ہوگا تو اسکا حصہ نصف ہی تو یہاں اسوہ محالیون کے اسکو مرد ہی فرض کیا تا محروم رہے نہ عورت تاکہ نصف پاوے مرد لو مات عن عمہ وولد اخیہ خنثی فلیا انثی وکان المال کلہ للعم اور اگر ایک شخص مرگیا اپنا ایک چچا اور بھائی کا ایک ولد چھوڑ کر جو خنثے ہے تو خنثی کو یہاں عورت فرض کرینگے اور سارا مال چچا کا ہوگا هم خنثی کو عورت اسواسطے فرض کیا کہ بھتیجی چچا کے روبرو وارث نہیں ہوتی اور اگر اسکو مرد فرض کرتے تو وہ بھتیجا ٹھہرتا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اسلئے کہ ہر چند دونو عصبہ ہیں لیکن بھتیجا چچا پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

مسائل شتی

جمع شتیت بمعنی متفرق وھو من داب المصنفین لتدارک مالا یذکر فیما کان ینبغی ذکرہ فیہ قلت وقد الحقت غالبہا عما الیہا وللہ الحمد

بعد ذکر ہے مسائل شتے مین شتے جمع ہے شتیت کی بمعنی متفرقہ اور یہ وہ عادت ہی اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب مین مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر کرتے ہین واسطے تدارک اُن مسائل کے جو وہاں ذکر نہین ہوئی جہاں اونکا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تھا شارح نے کہا مین کہتا ہون اور البتہ مین نے اکثر مسائل ملادی اونکی مواقع مناسبہ مین اور خدا کو حمد ہی جسنے الحاق فروع کی توفیق دی عرق مدمن الخمر خارج نجس ہذہ مقدمۃ صغری فی تسلیمہا کلام فقد وعدنا بہ فی اول نواقض الوضوء پسینہ شرابی دائم الخمر کا خارج ناپاک ہی یہ مقدمہ صغری ہی جسکی تسلیم مین وہ کلام ہی جسکا بیان تجھ سے وعدہ کیا تھا اول نواقض وضو مین هم اور ماں کی قید ظاہرا اسپر دلالت کرتی ہے کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہین اور علت یعنی پسینہ کا تولد ہونا نجس سے یعنی علت اور شراب سے عدم تقیید کا مقتضی ہے اور قید خمر کی اتفاقی ہے تو ہر مسکر نجس خمر کی مانند ہی کذا فی الطحطاوی وکل خارج نجس ینقض الوضوء ہذہ مقدمۃ کبری وھی مسلمۃ عندنا فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض الوضوء اور جو خارج نجس ہے وہ وضو کو توڑتا ہی یہ مقدمہ کبری ہے شکل اول بدیہی الانتاج کا اور وہ یعنی کبری مسلم ہی ہمارے نزدیک تو دونو مقدمون سے ملکر یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہی کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہی لکنہ یحتاج لاثبات الصغری وحاصلہ ما فی الذخائر الاشرفیۃ لابن الشحنۃ معزیا للمجتبی عرق الدجاجۃ الجلالۃ نجس قال وعلیہ فعرق مدمن الخمر نجس لیکن اس شکل مین صغری کے ثابت کرنیکی حاجت ہی اور جو ابن شحنہ کے ذخائر اشرفیہ مین نسبت بہ مجتبی مذکور ہی اوسکا حاصل کلام یہ ہے کہ اُس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست کھاتی ہی ناپاک ہی اور بنا بر اس قول کے مدمن خمر کا بھی پسینہ ناپاک ہی بلکہ اولی بالنجاسۃ ہی هم وجہ اولویت کی یہ ہی کہ شئی رقیق جیسا کہ خمر کی تاثیر عرق نکالنے مین غیر رقیق چنانچہ مرغی کے چارہ سے زیادہ ہی کذا فی الطحطاوی ثم قال وما اشبہ من کان عرقہ کعرق الکلب والخنزیر یہ مجتبی کے مصنف نے کہا اور کتنا تشبیہ اوسمین ہی وہ شخص جسکا پسینہ کتے اور سوّر کی مانند ہی هم یہ تقبیح اور مذمت ہی مدمن خمر کی اعاذنا اللہ منہ قال ابن العز فعینئذ ینقض الوضوء وھو فرع غریب وتخریجہ ظاہر قال المصنف ولظاہرہ لم نعول علیہ ابن العز نے کہا تو اسوقت مین یعنی جبکہ مدمن خمر کا عرق نجس ہوا تو وہ وضو کو توڑیگا اور یہ مسئلہ عجیب اور غریب ہی اور اسکی تخریج ظاہر ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اسکی تخریج کے ظاہر ہونیکی وجہ سے ہمنے اوسپر اعتماد کیا یعنی اور متن مین اوسکو داخل کیا قلت قال شیخنا الرملی حفظہ اللہ تعالی کیف یعول علیہ وھو مع غرابتہ لا یشہد لہ روایۃ ولا درایۃ اما الاولی فظاہر اذ لم یرو عن احد ممن یعتمد علیہ واما الثانیۃ فلعدم تسلیم المقدمۃ الاولی شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی رضی اللہ تعالی اونکو آفات سے محفوظ رکھے کہا ہی کیونکر اسپر اعتماد کیا جاسکتا اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے نہ اوس پر روایت اہل مذہب کی گواہی دیتی ہی نہ استدلال عقلی عدم روایت تو خود ظاہر ہے اسواسطے کہ یہ مسئلہ معتمد عالمون سے ایک عالم سے بھی مروی نہین اور استدلال عقلی تو عدم تسلیم مقدمہ اولی سے ثابت نہین هم مقدمہ اولی یہ مسئلہ ہی کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہی ویشہد ببطلانہا مسئلۃ الجلالۃ اذا اعتلفت بلبن الخنزیر فانہ لا تؤکل کما بصیر نتنہا کا

کپڑا اونچا رہنے سے نہ ٹپکتا ہو تو بھی متعین ہو گیا کہ برخلاف تصحیح حلوانی کے فتوی دیا جاوے کذا فی الطحطاوی لمضمرات چونکہ ضمیر کا مرجع قریب ثوب طاہر تھا لیکن چونکہ حلوانی کا
قول مفتی بہ کے مخالف تھا لہذا مترجم نے ثوب نجس کو مرجع قرار دیا واللہ اعلم کما لو نشر الثوب المبلول علی حبل نجس یابس او غسل رجلہ ومشی علی
ارض نجسۃ او نام علی فراش نجس فعرق ولم یظہر اثرہ لا یتنجس فانیہ چنانچہ اگر تر کپڑا پھیلایا ناپاک خشک رسی پر یا پانو دھویا اور ناپاک زمین پر چلا یا
ناپاک فرش پر سویا اور اسکا پسینہ نکلا اور اثر نجاست کا کپڑے یا پانو یا بدن پر ظاہر نہوا تو ناپاک نہو گا کذا فی الخانیۃ مم مفتی نے لکھا یا پاک زمین پر تر پانو سے
اسطرح چلا کہ زمین تر ہو گئی اور سیاہ لیکن اثر نجاست کا پانو میں ظاہر نہوا اور اگر ناپاک تر زمین پر چلا خشک پانو سے تو ناپاک ہو گا اور معراج میں ہی اور اگر خشک
قدم پاک رکھا یا فرش تر پر سویا اگر شبہ ہو گیا نجاست سے تو نجس ہوا اور نہیں تو نجس نہیں اور فقط مداومت اور تراوت کا کچھ اعتبار نہیں بنا بر قول مختار کے لیئے
بدون جرم کے کذا فی الطحطاوی نوی الزکوۃ الا انہ سماہ قرضا جاز فی الاصح لان العبرۃ للقلب لا للسان ادا ہو زکوۃ کی نیت کی مگر اوسکا
قرض نام رکھا یعنی محتاج کو قرض کہکر دیا تو درست ہی صحیح تر قولین سے اسواسطے کہ نیت دل کا اعتبار ہی نہ زبان کا مم صحیح تر روایت بھی ہو کہ نیت دافع کا اعتبار ہی لیکن
والیکا علم ضرور نہیں لو ابو جعفر کے قول پر کذا فی الطحطاوی من لہ حظ فی بیت المال کالعلماء ظفر بما ہو وجہ لبیت المال فلہ اخذہ دیانۃ
قدمناہ قبیل باب المصرف جسکا حصہ بیت المال میں چنانچہ علماء دین ہو اوسنے بیت المال کا مال پایا تو اوسکو لینا اوسکا باعتبار دیانت کے جائز ہی یہی اسکو
باب المصرف کے پہلے مذکور کیا ہی مم بیت المال یعنے خزانہ سلطانی کے مصرف علماء اور عمال اور مقاتلین اور انکی اولاد اور طالب العلم اور واعظ دین میں تراز ہ
میں ہے کہ امام حلوانی نے کہا کہ جب ایک شخص کے پاس امانت ہو اور وہ مر جاوے اور اوسکا کوئی وارث نہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکور سے ہو تو اپنی ذات پر
خرچ کر لے ہمارے اس زمانہ میں اسواسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کریگا تو مال ضائع ہو گا اسواسطے کہ حکام اوسکو مصارف شرعی میں صرف نکرینگے اور اگر وہ شخص
بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی افطر فی رمضان فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم آخر
فعلیہ کفارۃ واحدۃ ولو فی رمضانین علی الصحیح وقدمناہ فی الصوم روزہ توڑا رمضان کے ایکدن میں اور کفارہ ادا نہیں کیا یہانتک کہ
دوسرے دن کا روزہ توڑا تو اوسپر ایک ہی کفارہ ہی اگرچہ اوسنے دو رمضانوں کے چند روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہی بنا بر قول صحیح کے
اور ہمنے اسکو کتاب الصوم میں مذکور کیا ہی ولو نوی قضاء رمضان ولم یعین الیوم صح اور اگر قضاء رمضان کی نیت کی اور دن کی تعیین نکی یعنی یوں
نکہا کہ تیسری یا ساتویں کی قضا کرتا ہوں یا پانچویں کی تو صحیح ہی مم اسلیئے کہ جنس واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں ولو عن رمضانین کقضاء الصلوۃ
صح ایضا وان لم ینو فی الصلوۃ اول صلوۃ علیہ او آخر صلوۃ علیہ کذا فی الاکثر تعیین یوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت کرے
جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہی اگرچہ یوں نیت نکرے نماز میں کہ وہ پہلی نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب الادا ہی یا پچھلی وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب ہی اسیطرح کنز میں ہے
مم مسکین کی شرح کنز میں ہی دو رمضان کی قضا سے مراد یہ ہی کہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلے پچھلے یا تاریخوں کی تعیین ضرور نہیں اور یہ مراد
نہیں کہ دونوں رمضان کو نیت میں جمع کرے اسواسطے کہ صوم میں دو فرضوں کا نیت کرنا لا استقلال ہوتا ہی یعنی فرض ادا نہیں ہوتا روزہ اوسکا نفل ہو جاتا ہی قال
المصنف قال الزیلعی والاصح اشتراط التعیین فی الصلوۃ وفی رمضانین الخ قلت وہکذا افدتہ فی باب قضاء الفوائت تبعا للدرر وغیرہا
اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زیلعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں شرط ہونا صحیح تر قول ہی میں کہتا ہوں اور اسیطرح اشتراط تعیین کو ہمنے ذکر کیا ہی باب
قضاء الفوائت میں درر وغیرہ کا تابع ہو کر مم طحطاوی نے کہا اور تصحیح کی ہے ولوالجیہ میں اس قول کی کہ قضاء رمضان بلا تعیین صحیح ہی اگرچہ دو رمضانوں کی
قضا ہو مگر تعیین احوط ہی اور دو رمضانوں میں تعیین کی یہ صورت ہی کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانے برس کے رمضان کی قضا کرتا ہوں اور قضاء صلوۃ میں نماز
اور اوسکے دن کی تعیین کرے اسطرح کہ میں فلانے دن کے ظہر کی قضا کرتا ہوں اور اگر اول ظہر علیہ یا آخر ظہر علیہ کی نیت کی تو شرط تعیین کے قول پر بھی جائز
اسواسطے کہ نماز متعین ہو گئی اوسکی متعین کرنے سے اور اسیطرح وقت بھی متعین ہو گیا اول یا آخر کہنے سے اسواسطے کہ جو نماز اول قضا کی تو اب اوسکے بعد کی نماز اول ہو گئی
اور جو اوسکی پہلی ہی وہ پچھلی نماز ہو گئی مصنف نے کہا اور یہ لیعنی اول ظہر علیہ یا آخر ظہر کہنا مخلص ہی اوس شخص کو جسپر بہت سے وقتوں کی نمازیں قضا ہوئی ہوں اور وقت اوسپر مشتبہ ہو گئے

یا اوسنے اپنی ذات پر آسانی کا ارادہ کیا انتہی ثم رأيته في البحر قبيل باب اللعان ما نصه ونية التعيين لم تشترط باعتبار ان الواجب مختلف
متعدد بل باعتبار ان مراعاة الترتيب واجبة عليه ولا يمكنه مراعاته الا بنية التعيين حتى لو سقط الترتيب بكثرة الفوائت يكفيه نية الظهر
لا غير كذا في المحيط وهو تفصيل حسن في الصلوة ينبغي حفظه انتهى بلفظه پہر مین نے بحر الرائق مین باب اللعان کے پہلے وہ دیکہا جسکی عبارت یہہ
ہے اور تعیین کی نیت مشروط نہین ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب مختلف اور کثیر ہے بلکہ اس اعتبار سے نیت تعیین کی مشروط ہے کہ مراعات ترتیب کی اوسپر واجب ہے
اور اوسکو مراعات ترتیب کی ممکن نہین ہے مگر تعیین کی نیت سے تو اگر ترتیب ساقط ہوگئی کثرت فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی مثلا کفایت کرتی ہے اوسکو سوا اور نیت کی حاجت نہین یہہ
مذکور ہے محیط مین اور یہہ تفصیل خوب ہے نماز مین اسکا یاد رکہنا لائق ہے انتہی بلفظہ ثم رأيته نقله عنه في الاشباه في بحث تعيين المنوي ثم قال وهذا
مشكل وما ذكره اصحابنا كقاضي خان وغيره خلافه وهو المعتمد كذا في التبيين انتهى بحر وقد فليتنبه لذلك پہر دیکہا مین نے صاحب بحر الرائق کو
کہ اوسنے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی اشباہ مین تعیین منوی کی بحث مین پہر کہا اور یہہ یعنی عدم تعیین کثرت فوائت مین مشکل ہے اور جو ہمارے علما نے ذکر کیا
ہے چنانچہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اسکے خلاف ہے یعنی تعیین مشروط ہے اونکے کلام مین اگرچہ بلفظ اول ظہر یا آخر ظہر ہوا اور وہی یعنی اشتراط تعیین معتمد ہے چنانچہ
تبیین مین ہے انتہی بحر وفي الاشباه تو اوس سے آگاہ رہنا ھ وجہ اشکال یہہ ہے کہ عدم اشتراط تعیین فوائت اوس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہے جسپر فقہا کا اتفاق ہے
وہ قاعدہ یہہ ہے کہ تعیین ہوتی ہے اجناس کی تمیز کیواسطے اور سب نمازین من قبیل مختلف الجنس کے ہین اسواسطے کہ اونکے اسباب یعنی اوقات مختلف ہین کذا في الحموي
حاشية الاشباه طحطاوی نے ہو المعتمد کے حاشیہ مین کہا کہ عدم تعیین قول بھی تو اجیہ مین مصحح ہے اگرچہ تعیین احوط ہے رأس شاة متلطخ بدم احرق وزال
عنه الدم فاتخذ منه مرقة جاز استعمالها والحرق كالغسل وقد منا ان من المطهرات پہر بکری کا سر خون مین لتہڑا آگ سے جلایا گیا اور خون
اوس سے دور ہوگیا پہر اوسکا شوربا بنایا گیا تو اوسکا استعمال کرنا جائز ہے اور جلانا دہونے کی برابر ہے پاک کرنے مین اور ہمنے کتاب الطہارۃ مین پہلے ذکر کردیا
کہ جلانا بھی مطہرات مین داخل ہے ھ آگ نجاست کو فنا کردیتی ہے بیان اسکا کہ شئی ناپاک مین ناپاکی کا کچہہ اثر نہین رہا جلاکر راکھ کردیتی ہے بطریق استحالہ کے لہذا
اگر گوبر جلاکر راکھ ہوجاوے تو پاک ہوجاتا ہے جیسے شراب جبکہ سرکہ بنجاے یا کہ سور نمک سار مین گرکے نمک بنجاے کذا في الطحطاوي سلطان جعل الخراج لرب
الارض جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کیواسطے مقرر کردیا تو جائز ہے ھ یہہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر فتوی ہے اور امام اور محمد کے
نزدیک خراج زمیندار کو دینا جائز نہین عشر کی مانند مفتاح مین ہے کہ محل خلاف اوسوقت ہے جبکہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اوسکا نہین ہے تو بالاتفاق
جائز نہین کذا في الطحطاوي وان جعل له العشر لا لانه زكوة قلت وقد قدمنه في الجهاد وقدمته في الزكوة ايضا اور اگر بادشاہ نے زمیندار
واسطے عشر عطا کیا تو جائز نہین اسواسطے کہ عشر زکوۃ ہے مین کہتا ہون کہ مین نے اسکو باب الجہاد مین ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوۃ مین بھی مذکور کردیا ہے ھ
زکوۃ ٹہہرا تو وہ فقیر کا حق ہے لیکن اگر زمیندار فقیر ہے تو اوسکو بھی دینا درست ہے کذا في الطحطاوي عن الفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعة الارض و
اداء الخراج ودفع الامام الاراضي الى غيرهم بالاجرة ليعطوا الخراج من اجرتها المستحقة جاز اہل خراج عاجز ہوگئے زمین
کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اور شخصونکو دی بطریق اجارہ کے تاکہ وہ خراج ادا کرین اوسکی اجرت مستحقہ سے تو یہہ جائز ہے
فان فضل شيء من اجرتها دفع لملاكها لانه حقهم پہر اگر کچہہ فاضل بچے اوسکی اجرت سے کچہہ تو زمین کے مالک کو دے دو دونون حقون کی رعایت کیواسطے
یعنی اگر زمین مثلا سو روپیہ کو اجارہ دی اور خراج اوسکا اسی روپیہ ہین تو اسی روپیہ بادشاہ نے اور بیس روپیہ زمیندار کو دے فان لم يجد الامام من
يستاجرها باعها لقادر واخذ الخراج الماضي من الثمن لو عليهم خراج ورد الفضل لهم زيلعي پہر اگر بادشاہ اوسکو اجارہ پر لینے والا
نہ پاوے تو اوسکو بیچ ڈالے صاحب قدرت پر اور خراج گذشتہ اوسکی ثمن سے لے اگر مالکو پر خراج باقی رہا ہو اور زائد کو اوسکے مالکو پر پہیر دے کذا في الزيلعي قلت قد
قدمنا في الجهاد ترجيح سقوطه بالتداخل فيحمل على المرجوح او على ان مراده اخذ خراج السنة الماضية فقط مین کہتا ہون اور ہمنے کتاب
الجہاد مین مذکور کیا ہے راجح ہونا سقوط خراج کا تداخل سے تو زیلعی کا قول مذکور قول مرجوح پر محمول ہے یا اسپر کہ زیلعی کی مراد یہہ ہے کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا

جاتا ہے ھم سقوط بالبتہ داخل کا محل اوس وقت ہے جبکہ مالک عاجز ہوگیا زراعت سے اور اگر عاجز نہیں ہوا تو سب کے نزدیک خراج لیا جاویگا اور یہہ محمل خوب ہے فتاوی
قاضی خان میں ہے کہ جب خراج مجتمع ہوا اور اوسنے نہ دیا تو امام کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاویگا اور پہلی سال کا خراج نہ لیا جاویگا اور بعضے کہتے ہیں کہ اوس پر سے ساقط ہوگا اور
یہہ صحیح ہے سال ماضی کے سقوط خراج میں کذا فی الطحطاوی غلب مذبوحۃ ومیتۃ فان کانت المذبوحۃ اکثر تحرے واکل والا بان کانت المیتۃ
اکثر او استویا لا یتحرے لو فی حالۃ الاختیار بان یجد ذکیۃ والا تحرے واکل مطلقا اور جب چند بھیڑ بکریاں مذبوح اور مردار ہیں سو اگر مذبوح زیادہ
ہوں تو اٹکل کرے اور کھاوے اور اگر مردار زیادہ تر ہوں یا حلال اور مردار دونو برابر ہوں تو اٹکل نکرے اگر اختیار کی حالت میں ہو بطور کہ ذبح کی بکری پاوے
اور نہیں تو اٹکل کرے اور کھاوے ہر طرح سے خواہ برابر ہوں یا کم و زیادہ اور یہہ گذر گیا ھم کثرت کا اعتبار اسواسطے کیا کہ غلبہ قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہے افادہ
اباحت میں کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ بازار خالی نہیں ہوتی ہے محرم اور مسروق اور مغصوب سے اور باوجود اسکے تناول مباح ہے ظاہر پر اعتماد کرکے اسواسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہیں
تو اوسکا اعتبار ساقط ہوا اور نہ حرج کیواسطے جیسے قلیل نجاست بدن اور کپڑے میں ساقط الاعتبار ہے برخلاف کثرت یا مساوات مردار کے کہ وہاں ضرورت نہیں تو اوس
سے احتراز ممکن ہے اکثر نسخوں در المختار میں یوں ہے وہ مر فی گویا کہ شارح کو وہ موضع یاد نہ رہا جہاں اس مسئلہ کو مذکور کر چکا اور بعضے نسخوں میں یوں ہے کما مر فی آثار الحاد
کذا فی الطحطاوی سے اور عربی کی لکھی ایک نسخہ صحیحہ میں فقط ذکر ہے میں نے اسپر اعتماد کیا واللہ اعلم طحطاوی میں ہے کہ صحیح تر قول یہہ ہے کہ مذبوحہ کی علامت یہہ ہے کہ
اوسکی گردن کی شہ رگیں خون سے خالی ہوتی ہیں اور مردار کے خون سے بھری ہوتی ہیں ایماء الاخرس وکتابتہ کالبیان باللسان گونگے کا اشارہ اور
لکھنا بیان کی مانند ہے یعنی زبان سے بولنے کی برابر ہے ھم یعنی گونگا آدمی اگر پلک یا ہاتھ وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی تقریر کی مانند ہے ثبوت احکام میں بشرطیکہ
حاکم اوسکا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اوسکا کوئی اشارہ فہم منتقی سمجھا دے اور پیدایشی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم اور تعلم کے مستبعد ہے لیکن اگر بطریق خرق عادت
کے واقع ہو تو بمنزلہ بیان زبانی کے ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی بخلاف معتقل اللسان برخلاف معتقل اللسان کے ھم معتقل اللسان بفتح قاف وہ ہے
جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلیف سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وقال الشافعی ھما سواء اور امام شافعی نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونو برابر ہیں فی
وصیۃ ونکاح وطلاق وبیع وشراء وقود وغیرھا من الاحکام ای ایماء الاخرس فیما ذکر معتبر ومثلہ معتقل اللسان ان علمت اشارتہ
وامتدت عقلتہ الی موتہ بہ یفتی قلت ومر فی الوصایا اشارہ گونگے کا زبانی بیان کی مانند ہے وصیت میں اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شرا اور قصاص
وغیرہا من الاحکام میں یعنے گونگے کا اشارہ اشیاء مذکورہ میں معتبر ہے اور گونگے کی مانند معتقل اللسان ہے بشرطیکہ اوسکا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اوسکا عدم تکلم اوسکی موت
تک ممتد اور متصل ہو اسی قول پر فتوی ہے میں کہتا ہوں اور یہہ قول کتاب الوصایا میں مذکور ہو گیا وذکرہ ھنا الاکمل وابن الکمال والزیلعی وغیرھم ثم
مفاد کلامھم انہ لو اقر بالاشارۃ او طلق مثلا توقف فان مات علی عقلتہ نفذ مستندا والا لا اور معتقل اللسان کو یہاں اکمل اور ابن کمال اور زیلعی
وغیرہم نے ذکر کیا ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اونکے کلام سے یہہ مستفاد ہوتا ہے کہ اگر معتقل اللسان اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا مثلا طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا
حکم موقوف رہیگا سو اگر وہ مرگیا اوسی حالت عدم تکلم پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہوگا بطریق استناد کے اور اگر عدم تکلم تا موت ممتد نہیں تو طلاق وغیرہ
نافذ نہوگا ھم جب طلاق نافذ ہوا تو اوسکی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہے اگر اوسکی عدت گذر گئی ہو اشارہ یا کتابت کیوقت سے وعلیہ فلو تزوج بالاشارۃ
لا یحل وطئھا لعدم نفاذہ ولکنہ اذا مات یحل لکان لھا المھر من ترکتہ قالہ المصنف اور بنا بر قول مذکور کے اگر معتقل اللسان نے اشارہ سے
نکاح کیا تو اوسکو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہیں نکاح کے نافذ نہونے کیوجہ سے لیکن جب وہ مرجاویگا زوجہ کا مہر اوسکی متروکہ سے لازم ہوگا ایسا کہا ہے مصنف نے
اپنی شرح میں ولکن ذکر ابنہ فی الزواھر عند ذکرہ الاشباہ الاحکام الاربعۃ لیکن مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر میں ذکر کیا ہے اشباہ کے احکام اربعہ
کے ذکر کے نزدیک ھم یہہ مستند اک ہے علاوہ مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ یہہ ہیں اقتصار انقلاب استناد تبیین اقتصار چنانچہ انشاء طلاق و
عتاق اور انقلاب یہہ کہ جو چیز علت نہیں وہ علت ہوجاوے چنانچہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاویگی مثلا دخول دار تو جو طلاق کی علت نہیں وہ
علت ہو گئی اور استناد یہہ کہ حکم سے ابحال ثابت ہو پھر مستند ہو یعنی منسوب ہوا اوس سبب کیطرف جسکا وجود مقدم تھا جیسے نصاب سے زکوۃ واجب ہوتی ہے سال

پوشیدہ ہونے سے مستند الی وجود النصاب یعنی جبتک کہ نصاب کا وجود ہوا اور تبیین یہہ کرنے کے بعد کہ حکم ثابت تہا پہلے سے چنانچہ آج یون کہا کہ اگر زید گہر مین ہو تو زوجہ مطلقہ ہے اور عدہ دن ظاہر ہوا کہ زید گہر مین تہا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے عدت شروع ہوگی اور استناد اور تبیین مین فرق یہہ ہے کہ تبیین مین اطلاع عباد ممکن ہے اور استناد مین ممکن نہین کذا فی الاشباہ ملخصاً انتہی قولہم والضابط للمقتصر والمستند انہ ما صح تعلیقہ بالشرط یقع مقتصرا وما لا یصح تعلیقہ یقع مستندا کما فی البحر من باب التعلیق یخالفہ ذلک اذ مقتضاہ وقوع الطلاق والعتاق ونحوہما مما یصح تعلیقہ بالشرط مقتصرا انتہی صاحب زاہر نے کہا کہ متقدمین علما کا یہہ قول اور قاعدہ کلیہ مقتصر اور مستند کیواسطے یہہ کہ جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہو وہ بطریق اقتصار کے واقع ہوتا ہو اور جسکی تعلیق صحیح نہین وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہو چنانچہ بحر الرائق مین ہے باب التعلیق سے مخالف ہو اوسکو جو مصنف اکمل اور ابن کمال اور زیلعی کیطرف منسوب کیا ہو اسواسطے کہ مقتضا قاعدہ مذکورہ یہہ ہو کہ طلاق اور عتاق اور اونکی مانند جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہو نہ بطریق استناد کے تو آگاہ اور خبردار رہنا کہ اکمل وغیرہ کا مفاد کلام قاعدہ کلیہ کے مخالف ہو لا تکون اشارۃ وکتابۃ کالبیان فی حدٍّ لانہا تندرئ بالشبہات لکونہا حق اللہ تعالیٰ ولا فی شہادۃ مما مر نہوگا گونگے کا اشارہ اور لکہنا اوسکا بیان کی مانند کسی حد مین یعنی وہ سے اسواسطے کہ حد شبہات سے ٹالی جاتی ہین اسلئے کہ وہ حق اللہ ہین اور نہ کسی گواہی مین بیان کی برابر ہے اوسکا اشارہ اور کتابت کذا فی الشبہ وہل یصح اسلامہ بالاشارۃ ظاہر کلامہم نعم ولم اَرَہ صریحاً اشباہ اور کیا صحیح ہے مسلمان ہو جانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام ایسے دلالت کرتا ہی کہ ہان مسلمان اوسکا صحیح ہے اور مین نے اسکو صریح نہین دیکہا کذا فی الاشباہ ابتلع الصائم بصاق محبوبہ یقضی ویکفر والا یکن محبوبہ لا یکفر ومر فی الصوم روزہ دار اپنی معشوق کی رال پیگیا تو روزہ کی قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اوسکا معشوق نہین تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم مین یہہ مذکور ہو گیا ہم اسواسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے گہنتا ہے اور نہایت مکروہ جانتا ہی تو خمیر وغیرہ کی مانند ہوئی اور اگر رال محبوب کی ہی تو اوسکو مکروہ نہین جانتا تو وہ روٹی وغیرہ کی مانند ہو گئی کذا فی الطحطاوی قتل بعض الحجاج عذرٌ فی ترک الحج مر فی الحج مقتول ہو جانا بعضی حاجیون کا عذر ہی حج کے ترک کرنے مین اور یہہ مذکور ہو چکا کتاب الحج مین منعہا زوجہا من الدخول علیہا وہو یسکن معہا فی بیتہا نشوزٌ کما حررناہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنی زوج کو اپنی پاس کے آنے سے اور حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہی زوجہ کے گہر مین نافرمانی ہی جیسا چاہیئے اس مسئلہ کے باب النفقہ مین تحریر اور تحقیق بیان کی ہے ہم نافرمانی اسواسطے کہ اوسنے اوسکو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب نہوگا ولکنہ تک ولوکان المنزل یسکنہا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب السکنیٰ علیہ اور اگر زوجہ کا روکنا اسواسطے ہو کہ زوج زوجہ کو اپنے گہر لیجاوے تو اب زوجہ نافرمان نہین اسلئے جب ہو سکنی کے زوج پر اوکان یسکن فی بیت الغصب فامتنعت منہ لا تکون ناشزۃ لانہا محقۃ اذ السکنیٰ فیہ حرام بخلاف لوکان فیہ شبہۃ یا کہ زوج غصب کے گہر مین رہتا ہو سو زوجہ زوج سے علیحدہ ہے تو وہ نافرمان نہوگی اسواسطے کہ حق پر زوجہ ہی اسلئے کہ غصب کے مکان مین رہنا حرام ہی برخلاف اوس صورت کی کہ مکان مین شبہہ ہو ہم شبہہ کیصورت یہہ ہے کہ زوج نے مثلا مکان خریدا کیا مجہول مال سے کذا فی الطحطاوی مال مجہول وہ ہے جسکی حلت اور حرمت معلوم نہین قالت لا اسکن مع اَمَتِک وارید بیتاً علیحدۃ لیس لہا ذلک لانہا ام ولدہ وکذا مر فی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مین تیری لونڈی کے ساتھ نہ رہونگی اور مین علیحدہ گہر چاہتی ہون تو زوجہ کو اسکا اختیار نہین اور اسیطرح زوجہ کے ام ولد کے ساتھ نہ رہنے کا اوسکو اختیار نہین اور یہہ سب باب النفقہ مین مذکور ہو گیا قال لعبدہ یا مالکی او قال لامتہ انا عبدک لا یعتق لانہ لیس بصریح ولا بکنایۃ مالک اپنے غلام سے کہا اے میرے مالک یا اپنی لونڈی سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون تو لونڈی یا غلام آزاد نہوگا اسواسطے کہ یہہ لفظ آزاد کرنے مین نہ صریح ہے نہ کنایہ بخلاف قولہ لعبدہ یا مولای لانہ کنایۃ علیٰ ما مر فی محلہ برخلاف اس قول کے کہ اوسنے اپنے غلام سے کہا اے مولیٰ میرے اسواسطے کہ یہہ کنایہ ہی بنا بر اوس تقریر کے جو اپنی محل مین گذر گئی یعنی کتاب الاعتاق مین ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہراً مولیٰ کا لفظ مالک اور غلام مین مشترک ہی اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منح الغفار مین یون تعلیل مذکور ہے کہ مولیٰ کے حقیقی معنی ثبوت ولا ہے اوپر العبد پر دلالت کرتے ہین اور یہہ نہین مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام مین

اشتراط نیت پر دلالت کرتا ہی واللہ اعلم العقار المتنازع فیہ لا یخرج من ید ذی الید ما لم یبرھن المدعی علی وفق دعواہ بخلاف
المنقول یعنی عقار مستغنا زعے فیہ نہ نکالا جاوی قابض کے ہاتھہ سے جبتک مدعی اپنی دعوی کے موافق یعنی کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھہ میں ہے کذا فی الحموی گواہ
نگذرانے بوخلاف منقول کے ھم یعنی حاکم عقار کو ذی الید کے ہاتھہ سے نہ نکالے قابض کے یون اقرار کرنے سے کہ ہان یہ زمین یا مکان میرے قبضہ مین
ہے مواضعت یعنی دونون کے گٹھہ جانے کے احتمال کیوجہ سے یعنی شاید مدعی اور مدعا علیہ نے اسپر اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنی قابض ہونے کا اقرار کرے
تاکہ حاکم اوسکا حکم دی پھر جب اوسنے حکم کیا تو اب اوسکو توڑنے کی کوئی صورت نہین یہانتک کہ اگر اوس عقار کا کوئی اور مدعی دعوی کرے تو اوسکا دعوی
مسموع نہوگا تو ذی الید کے قبض پر گواہی گذرنے سے مواضعت کی تہمت دفع ہو جاویگی تو اوسپر حکم کرنا ممکن ہوگا اور اوسکی قبضہ سے خارج کرنیکا سبب ثابت
ہو جاویگا اوسکے قبض کے کذا فی الطحطاوی او یعلم بہ القاضی یا قاضی جانتا ہو مدعا علیہ کے قبضے کو تو اب گواہی کی حاجت نہین ولا یکفی تصدیق
المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الصحیح لاحتمال المواضعۃ اور کفایت نہین کرتی مدعا علیہ کی یہہ تصدیق کہ وہ عقار اوسکی یعنی میرے قبضہ مین ہے قول
صحیح مین مواضعت کے احتمال سے یعنی باہم گٹھہ جانے کے احتمال سے قلت قدمنا غیر مرۃ آخرھا فی باب جنایۃ المملوک ان المفتی بہ فی
زماننا انہ لا یعمل بعلم القاضی فتامل مین کہتا ہون ہمنے چندبار آگے مذکور کیا پچھلا مرتبہ ذکر کا باب جنایۃ المملوک ہے کہ قول مفتی بہ ہمارے زمانہ مین
یہہ ہے کہ قاضی کی دانست پر عمل نہوگا سو اسکو غور کرے وھذا اذا ادعاہ ملکا مطلقا اور یہہ اوسوقت ہے جبکہ مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا
یعنی قبل شرط اقامت بینہ کا اسپر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھہ مین ہی ملک مطلق کے دعوی مین ہے اما اذا ادعی الشراء من ذی الید و اقر ذو الید
بانہ فی یدہ فانکر الشراء وافر بکونہ فی یدہ لم یحتج لبرھان علی کونہ فی یدہ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ
ایضا کما یستفاد فی البزازیۃ اور جبکہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعوی کیا اور ذی الید کے اس اقرار کا دعوی کیا کہ عقار اوسکے قبضے مین ہے سو قابض
ذی الید نے اوسکی خرید کا انکار اور اپنی قابض ہونیکا اقرار کیا تو اب ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نرہی اسواسطے کہ دعوی فعل کا چنانچہ
خرید کا دعوی جیسا ذی الید پر صحیح ہو لیا ہی غیر ذی الید پر بھی صحیح ہی چنانچہ بزازیہ مین شرح مذکور ہے عقار لا فی ولایۃ القاضی یصح قضاؤہ فیہ
کمنقول ھو الصحیح وتقدم فی القضاء ان المصر لیس بشرط فیہ بہ یفتی و یکتب بالحکم لقاضی تلک التاخیر لیامرہ بالتسلیم ایک عقار قاضی کی
ولایت اور حکومت مین نہین تو اوس قاضی کا حکم اوس عقار مین صحیح ہی جیسے مال منقول مین صحیح ہو یہی قول صحیح ہی اور کتاب العقار مین آگے مذکور ہو چکا کہ وہی
شہر ہونا صحت قضا مین شرط نہین یہی قول مفتی بہ ہی اور وہان کا قاضی حکم لکھہ بھیجے اوسطرف کے قاضی کو جہان وہ زمین ہی تاکہ وہ اوس زمین کے دلانیکا
حکم کرے وقیل لا یصح ومشی علیہ فی الکنز والملتقی اور بعضونے کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین مین صحیح نہین ہی اور اسی قول پر صاحب کنز
اور ملتقی چلا ہی ھم مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہمنے کنز الدقائق کے قول سے اسواسطے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ مین مذکور ہی کہ صحیح قول یہہ ہی کہ قاضی کا
حکم صحیح در مین صحیح ہی اگرچہ عقار محدود اوسکی قاضی کی حکومت مین نہو کذا فی الطحطاوی قضی القاضی ببینۃ فی حادثۃ ثم قال رجعت عن قضائی او
بدا لی غیر ذلک او وقعت فی تلبیس الشھود او ابطلت حکمی ونحو ذلک لا یعتبر قول القاضی فی کل ذلک لتعلق حق الغیر بہ وھو
المدعی قاضی نے گواہ سنکر ایک حادثہ مین حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ مین اپنی حکم سے پھرا یا اسوا ہی اسکے مجکو کچہہ اور ظاہر ہوا یعنی مین نے ناحق حکم کیا یا کہ مین
گواہون کے فریب مین پڑگیا یا کہ مین نے اپنی حکم کو باطل کردیا یا مانند اسکی اور کچہہ کہا ابطال حکم مین تو ان سب باتونمین قاضی کا قول معتبر نہوگا بسبب متعلق
ہو جانے حق غیر کے یعنی مدعی کے حق تلفی کیوجہ سے ھم اور دوسری وجہہ یہہ ہی کہ رای اول راجح ہوگئی حکم دینے سے تو رای ثانی سے جدا اوسکی برابر ہی منقوض
نہوگی کذا فی الطحطاوی والقضاء قاضی الامکان بعد دعوی صحیحۃ و شھادۃ مستقیمۃ اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہی اگر صحیح دعوی اور شہادت
مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو ھم صحیح دعوی وہ ہی جسکے دعوی کے احکام متعلق ہون تو اوسمین مدعی اور مدعا علیہ کا حاضر ہونا دار القضا مین اور مطالبہ
جواب کا اور گواہون سے ثابت کرنا مثلا ضرور ہوگا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہی شہادت عدول اور ثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہی تو نافذ دعوی

اور شہادت غیر مستقیمہ میں اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہونگے اور حکم قاضی کا باطل ہو جاویگا اور فاسد دعوی کی صورت یہہ ہی کہ محدود کا دعوی کرے اور اوسکی
بیان نکرے کہ وہ بالغ ہے یا نابالغ زمین ہی اور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کی یہہ ہی کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پھر اپنی علم کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا
حکم جاری رکھنا لائق نہیں کذا فی البحر اور حموی لکھا ہے بعض الا فی ثلث مرّت فی القضاء لو بعلمہا و بخلاف مذہبہ او ظہر خطأہ قاضی
کا حکم دعوی صحیح اور شہادت مستقیمہ کے بعد نافذ ہی مگر تین صورتون میں نافذ نہیں جو کتاب القضا میں مذکور ہو گئیں یعنی اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون
گواہون کے حکم کیا یا اپنے مذہب کے خلاف حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی اذا قال الشہود قضیت وانکر القاضی فالقول لہ بہ یفتی قالہ ابن
الغرس فی الفواکہ البدریۃ زاد فی البزازیۃ خلافاً لمحمد زاد فی البحر ولم ینفذہ قاضی آخر فحینئذ لا یکون القول لہ فی انہ
لم ینقض لوجود قضاء الثانی بہ قال المصنف وہو قید حسن لم اقف علیہ لغیر صاحب البحر جبکہ گواہون نے قاضی سے کہا کہ تو نے
حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہے تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہی ایسا کہا ہی ابن الغرس نے فواکہ بدریہ میں بزازیہ میں اتنا زیادہ کیا ہے
کہ یہہ قول محمد کے خلاف ہی بحر الرائق میں یہہ قید زیادہ کی ہے کہ جبتک کہ قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی نے نافذ نکر دیا ہو تو اب قاضی کا قول عدم
قضا میں مقبول نہوگا بسبب وجود ہونے دوسرے قاضی کے حکم کے مصنف نے کہا اور یہہ قید خوب ہی میں واقف نہوا اس قید پر سواے صاحب بحر کے اور کسی کتاب میں شرط
نفاذ القضاء فی المجتہدات من حقوق العباد ان یصیر الحکم فی حادثۃ بان یتقدمہ دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر منازع شرعی
شرط نافذ ہونے قضا کی مسائل اجتہادیہ میں حقوق عباد سے یہہ ہے کہ حکم حادثہ میں اسطرح کہ نفاذ قضا پر دعوی صحیح مقدم ہو چکا ہو ایک مخاصم سے دوسرے
مخاصم پر جو منازع شرعی ہی صورت اوسکی یہہ ہے کہ مثلاً قاضی مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اوسکو جاری کر دے تو بلا حضور خصمین کے
حنفی کو اوسکا نافذ کرنا جائز نہیں طحطاوی نے کہا حقوق عباد کی قید اسواسطے لگائی کہ اللہ تعالی کے حقوق میں جیسا کہ حدود اور عتق اور طلاق میں حادثہ ہونا
شرط نہیں اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہوگیا اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی جیسا کہ فضولی اور مودع او مستعیر نکل گئے اسواسطے کہ انکا
نزاع معتبر نہیں انتہی فلو برہن مدع علی آخر عند قاض فقضی بہ ببرہان بدون منازعۃ و مخاصمۃ شرعیۃ وتداع بینہما لم ینفذ قضاؤہ
لفقد شرطہ وہو التداعی بخصومۃ شرعیۃ وکان افتاء فیحکم بمذہبہ لا بغیرہ قدمناہ فی القضاء وافادہ بقولہ تو اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے
شخص پر قاضی کے روبرو گواہون سے ظاہر کیا سو دوسرے قاضی نے گواہ سنکر اوسکا حکم کر دیا بدون منازعت اور مخاصمت شرعی کے اور بدون اوسکے کہ تخاصم
میں تداعی دونو باہم حاضر ہو دار القضا میں واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہوگا بسبب نہونے شرط نفاذ کے یعنی تداعی بخصومت شرعیہ تو اب یہہ
قضا نہ ٹھہری فتوی دینا ٹھہرا تو قاضی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق چنانچہ ہمنے اسکو کتاب القضا میں ذکر کر دیا اور مصنف نے اپنے قول سے
میں اسکو بیان کیا فلو رفع الیہ ای الی الحنفی قضاء مالکی بلا دعوی لم یلتفت الیہ وعمل الحنفی بمقتضی مذہبہ لعدم تقدم ما یمنعہ من ذلک
لخروج قضاء المالکی مخرج الفتوی لعدم تقدم الخصومۃ الشرعیۃ التی ہی شرط انعقاد القضاء فی حق العباد تو اگر مرافعہ ہو قاضی حنفی کیطرف
مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعوی کے تو اوسکی طرف التفات نکیا جاوے اور قاضی حنفی بمقتضاے اپنے مذہب کے عمل کرے بسبب عدم تقدیم اوس شرط کے
جو اوسکو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو بعلت خروج قضاء مالکی مخرج فتوی یعنی انعدام شرط سے قضا بمنزلہ فتوی کے ہوگئی بسبب عدم تقدیم خصومت شرعیہ
کے جو شرط تھی انعقاد قضا کی حق العباد میں اذا ارتاب القاضی فی حکم القاضی الاول لہ طلب شہود الاصل فی القضاء قیدنا بارتیاب سے
حکم الاول فافاد انہ اذا لم یرتب فیہ لا یتعرض لہ جب تردد میں پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم میں تو اوسکو جائز ہے اصل کے گواہونکو طلب کرنا کیونکہ
سب یہ مذکور ہو گیا کتاب القضا میں مصنف نے قاضی اول کے حکم میں تردد کی قید لگائی تو یہہ فائدہ ظاہر کر دیا کہ جب اسمین اوسکو تردد نہو تو طلب شہود کا متعرض
نہو قال فی الفواکہ البدریۃ قالوا قضاء العدل العالم لا ینقض ویحمل علی السداد بخلاف قضاء غیرہ یعنی اذا تبین فسادہ بطریقہ
فللثانی نقضہ فواکہ بدریہ میں کہا کہ فقہا نے کہا ہی کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہیں جاتا اور درستی اور دیستی پر محمول ہوتا ہی بخلاف قضا دوسرے قاضی کے کہ

مفتی نہین یا جاہل ہو کر اب نقض قضا جائز ہے یعنی اُس شرط سے جبکہ فساد قضا کی وجہ خفا ظاہر ہوگئی ہو اوسکا طریقہ مخصوص ہے تو دوسرے قاضی کو اوسکا توڑنا
جائز ہے ۱۲ قاضی اول کی قضا مین ارتیاب کیوقت یہہ ہو کہ وہ مفتی نہین ہو جاہل ہو اوسکا حکم کر دیا ہو اور طرز وجہ فساد کی یہہ صورت ہو کہ ثبوت مجدود کا حکم
کیا اور حالانکہ بیان اوسمین نہین کہ وہ بالغ ہے یا صاف زبین یا کہ قاضی نے رشوت لیکر حکم کیا تو اس صورتین قضا باطل ہے کذا فی الطحطاوی ۔ وَإِذَا تَرَتَّبَ
بَيْعُ التَّعَاطِي عَلَى بَيْعٍ بَاطِلٍ أَوْ فَاسِدٍ لَا يَنْعَقِدُ كَمَا مَرَّ فِي أَوَّلِ الْبَيْعِ عَنِ الْخُلَاصَةِ وَالْبَزَّازِيَّةِ وَالْبَحْرِ جبکہ بیع التعاطی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد
پر تو منعقد نہو گی جیسے مسئلہ مذکور ہوگیا اول کتاب البیع مین خلاصہ اور بزازیہ اور بحر الرائق سے ۱۲ بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی اور بیع فاسد وہ ہے جسمین شرط
ہو جو مقتضائی بیع نہین اور ترتب کے لفظ سے اسپر اشارہ کیا کہ متعاقدین مین متارکہ واقع نہین ہوا اور اگر متارکہ ہوگا تو بیع فاسد تعاطی سے صحیح ہو جاویگی کذا
فی الطحطاوی ۔ قَالَ قَوْمٌ سَأَلَ رَجُلًا عَنْ شَيْءٍ فَأَقَرَّ بِهِ وَهُمْ يَرَوْنَهُ وَيَسْمَعُونَ كَلَامَهُ وَهُوَ لَا يَرَاهُمْ جَازَتْ شَهَادَتُهُمْ عَلَيْهِ بِذَلِكَ الْإِقْرَارِ
ایک شخص نے سیاہ کہا قوم کو بیہہ کہ ایک مرد سے پوچھا سوال اوسنے اُس شئی کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اوسکو دیکھتے ہین اور اوسکا کلام سنتے ہین اور وہ یعنی مقر اون لوگونکو
نہین دیکھتا ہو تو ادنکی گواہی اوس شخص کے اِس اقرار پر جائز ہے ۔ وَإِنْ سَمِعُوا كَلَامَهُ وَلَمْ يَرَوْهُ لَا تَجُوزُ شَهَادَتُهُمْ عَلَيْهِ لِأَنَّ النَّغْمَةَ تَشْتَبِهُ فَقَطْ
إِلَّا إِذَا عَلِمُوا أَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ غَيْرُهُ بِأَنْ دَخَلُوا الْبَيْتَ ثُمَّ خَرَجُوا وَجَلَسُوا عَلَى بَابِهِ وَلَا مَسْلَكَ لِغَيْرِهِ ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ فَسَمِعُوا إِقْرَارَهُ وَلَمْ يَرَوْهُ وَقْتَهُ
اور اگر لوگون نے کلام اوسکا سنا اور اوسکو نہ دیکھا تو اونکی گواہی اوسپر جائز نہین اسواسطے کہ آواز مشابہ ہوتی ہے دوسری آواز کے تو شبہہ واقع ہوگا
مگر جبکہ لوگون نے معلوم کیا کہ اوس مکان مین سوائے اقرار کرنیوالے کے دوسرا نہین ہے اسطرح پر کہ وہ لوگ خالی کوٹھری مین داخل ہوئے پھر باہر نکلے اور اوسکی دروازہ پر
بیٹھے اور اوس کوٹھری کا سوائے اُس دروازے کے کوئی اور راہ نہین پھر ایک مرد اوس کوٹھری مین داخل ہوا سو اُن لوگون نے اوسکا اقرار سنا اور اقرار کیوقت اوسکو
نہین دیکھا تو ابشہادت جائز ہے یعنی عدم اشتباہ کیوجہ سے ۔ بَاعَ عَقَارًا أَوْ حَيَوَانًا أَوْ ثَوْبًا وَابْنُهُ أَوِ امْرَأَتُهُ أَوْ غَيْرُهُمَا مِنْ أَقَارِبِهِ حَاضِرٌ يَعْلَمُ بِهِ
ثُمَّ ادَّعَى الِابْنُ مَثَلًا أَنَّهُ مِلْكُهُ لَا تُسْمَعُ دَعْوَاهُ كَذَا أَطْلَقَ فِي الْكَنْزِ وَالْمُلْتَقَى وَجَعَلَ سُكُوتَهُ كَالْإِفْصَاحِ قَطْعًا لِلتَّزْوِيرِ وَالْحِيَلِ بیچا عقار یا
جانور یا کپڑا اور حالانکہ بائع کا بیٹا یا اوسکی عورت یا اونکے سوا کوئی اور قرابتدار حاضر ہو اور بیع کو جانتا ہو پھر مثلاً بائع کے بیٹے نے یہہ دعوی کیا کہ مبیع میری
ملک ہے نہ بائع کی تو اوسکا یہہ دعوی مسموع نہوگا اسیطرح مطلق بلا قید تصرف کے بیان کیا ہی کنز اور ملتقی مین اور اوسکا ساکت رہنا بیان کی مانند ٹھہرایا قطع تزویر
اور قطع حیل فاسدہ کیواسطے ۱۲ یعنی حضور اور علم اور عدم منازعت فرزند کو اسکا اقرار ٹھہرایا کہ مبیع بائع کی ملک ہے اور زیلعی نے فتاوی ابو اللیث سے نقل
کر کے یہین تصرف مشتری کی قید لگائی ہے یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کیوقت سکوت کرے تو اب دعوے اوسکا مسموع نہوگا مصنف نے اپنی شرح
مین کہا کہ اوس قید سے تو قریب اور ہمسایہ برابر ہوا جاتا ہے اور حالانکہ ہمسایہ قریب کے برابر نہین چنانچہ یہہ مخفی نہین اوسپر جو فقہا کے کلام کو تامل کرے کذا فی الطحطاوی
مختصراً ۔ وَقَالُوا فِيمَنْ زَوَّجَ بِنْتَهُ بِلَا جِهَازٍ إِنَّ سُكُوتَهُ عَنْ طَلَبِ الْجِهَازِ عِنْدَ الزِّفَافِ رِضًى فَلَا يَمْلِكُ طَلَبَ الْجِهَازِ بَعْدَ سُكُوتِهِ كَمَا مَرَّ فِي بَابِ الْمَهْرِ
اور فقیہون نے اُس مرد کے حق مین جسکا نکاح بیٹی ... بدون جہیز کے کر دیا کہا ہے کہ اوس مرد کا ساکت رہنا طلب جہیز سے زفاف کیوقت رضامندی ہے عدم جہیز
تو اب طلب جہیز کا مالک نہوگا بعد ساکت ہونیکے جہیز کے چنانچہ باب المہر مین گذر گیا ۔ بِخِلَافِ الْأَجْنَبِيِّ فَإِنَّ سُكُوتَهُ وَلَوْ جَارًا لَا يَكُونُ رِضًى برخلاف اجنبی
شخص کے اسواسطے کہ اوسکا سکوت اگرچہ وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہوگا ۔ إِلَّا إِذَا سَكَتَ وَقْتَ الْبَيْعِ وَالتَّسْلِيمِ وَتَصَرُّفِ الْمُشْتَرِي فِيهِ زَرْعًا
وَبِنَاءً فَحِينَئِذٍ لَا تُسْمَعُ دَعْوَاهُ عَلَى مَا عَلَيْهِ الْفَتْوَى قَطْعًا لِلْأَطْمَاعِ الْفَاسِدَةِ مگر جبکہ اجنبی شخص نے سکوت کیا بیع اور تسلیم مبیع کیوقت اور مشتری
نے اوسمین تصرف کیا زراعت کرنے اور مکان بنانے سے تو اب اوسکا دعوی مسموع نہوگا بنا بر اوس قول کے جسپر فتوی ہوگیا ہے تا کہ فاسد لالچ قطع ہو جاوے
۔ بِخِلَافِ مَا إِذَا بَاعَ الْفُضُولِيُّ مِلْكَ رَجُلٍ وَالْمَالِكُ سَاكِتٌ حَيْثُ لَا يَكُونُ سُكُوتُهُ رِضًى عِنْدَنَا خِلَافًا لِابْنِ أَبِي لَيْلَى بَزَّازِيَّةٌ مِنْ آخِرِ الْفَصْلِ
الْخَامِسِ وَغَيْرِهِ اور برخلاف اس صورت کے کہ فضولی نے ایک مرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہے کیونکہ اوسکا چپ رہنا رضامندی نہین ہے ہم حنفیون کے نزدیک
برخلاف مذہب ابن ابی لیلی کے چنانچہ بزازیہ کی پانچوین فصل کے اخیر مین مذکور ہے اور اوسکے سوا اور کتابون مین بھی ۱۲ سکوت یہ مالک اسواسطے رضا نہوا

کہ یہاں سکوت رضا اور عدم رضا دونوں کا محتمل ہے کذا فی الحموی باع ضیعۃ ثم ادعی انہا وقف علیہ او علی مسجد کذا او کنت وقفتہا واراد تحلیف

المدعی علیہ لیس لہ ذلک اتفاقا للتناقض وان اقام بینۃ تقبل علی الاصح لا لصحۃ الدعوی بل لقبول البینۃ فی الوقف بلا دعوی خلافا لما سوی الزیلعی وقد حققناہ فی الوقف وباب الاستحقاق ایک شخص نے زمین بیچی پھر دعوی کیا کہ وہ زمین تو مجھ پر وقف ہے یا فلانی مسجد پر وقف ہے یا میں نے اوسکو وقف کیا تھا اور بایع مدعا علیہ کی تحلیف چاہی تو یہہ اوسکو جائز نہیں بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بایع نے اوس پر گواہ قائم کئے تو گواہی مقبول ہوگی بنابر صحیح تر قول کے یہہ سبب کہ دعوی بائع کا صحیح ہے بلکہ اسوجہ سے کہ وقف میں بدون دعوی کے بھی گواہی مقبول ہو جاتی ہے برخلاف اوس قول کے جسکی زیلعی نے تصویب کی ہے یعنی عدم قبول شہادت کو صواب کہا ہے اور ہمنے اس مسئلہ کو کتاب الوقف اور باب الاستحقاق میں محقق بیان کیا ہے وہبت مہرہا لزوجہا فماتت وطالبت ورثتہا

بمہرہا وقالوا کانت الہبۃ فی مرض موتہا وقال بل فی الصحۃ فالقول للورثۃ ہذا ما اعتمدہ فی الخانیۃ متابعا لروایۃ الجامع الصغیر بعد نقلہ لما فی فتاوی النسفی ان القول للزوج فقال والاعتماد علی تلک الروایۃ لانہم تصادقوا علی وجوب المہر واختلفوا فی السقوط فالقول لمنکرہ الخ زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مر گئی اور زوجہ کے وارثوں نے اوسکا مہر زوج سے طلب کیا اور بولے کہ ہبہ مہر اوسکے مرض الموت میں واقع ہوا اور زوج نے کہا بلکہ اوسنے صحت میں ہبہ کیا تو وارثوں کا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہے فتاوی قاضیخان میں جامع صغیر کی روایت کی پیروی کر کے بعد نقل کرنے اس قول کے جو فتاوی نسفی میں ہے یہہ کہ زوج کا قول مقبول ہے سو قاضیخان نے کہا کہ اوسی روایت سابقہ پر اعتماد ہے اسواسطے کہ اون سبنے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط مہر میں اختلاف تو منکر سقوط کا قول معتبر ہوگا الخ ھم باقی کلام قاضی خان کا یہہ ہے کہ ہبہ امر حادث ہے اور حوادث میں اصل یہہ ہے کہ اقرب اوقات کیطرف مضاف ہوں قلت واقرہ فی تنویر البصائر واعتمدہ شیخنا علی خلاف ما جزم بہ فی الملتقی کالکنز من ان القول للزوج وان جزم بہ شراح الکنز کالزیلعی وابن سلطان بانہ الاستحسان فتنبہ اور ورثہ کے قول معتبر ہونے کو ثابت رکھا ہے تنویر البصائر میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے ہمارے استاد نے برخلاف اس قول کے جسکا ملتقی الابحر میں کنز الدقائق کی مانند یقین کیا ہے وہ یہہ قول ہے کہ زوج کا قول معتبر ہے اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحوں نے اسکا یقین کیا ہے کہ زوج کا قول معتبر ہونا استحسان ہے یعنی اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہے تو اس اختلاف سے خبردار رہنا قلت واستظہرہ ابن الہمام فی آخر المہر فقال وجہ الظاہر ان الورثۃ لم یکن لہم حق بل لہا وہم یدعونہ لانفسہم والزوج منکر فالقول لہ میں کہتا ہوں اور قول زوج کے معتبر ہونے کی تقویت کی ہے کمال الدین ابن الہمام نے آخر باب مہر میں سو یوں کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہہ ہے کہ وارثوں کا حق مہر میں نہیں بلکہ زوجہ کا حق ہے اور وارث اوسکا دعوی کرتے ہیں اپنے فائدہ کیواسطے اور زوج منکر ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثوں کا لان القول قول المنکر واللہ اعلم وکلہا بطلاقہا لا یملک عزلہا لانہ یمین من جہتہ زوج نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول نہیں کر سکتا اسواسطے کہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہے زوج کی جہت سے قسم یعنی وکیل کرنے میں معنی یمین ہے یعنی طلاق زوجہ کی تعلیق ہے زوجہ کے فعل پر اور یمین میں رجوع کا اختیار نہیں لیکن یہہ وکیل مجلس سے بندھا ہے اسواسطے کہ فتاوی صغری میں مذکور ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجکو وکیل کیا اسکا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے تو یہہ وکالت اوسی مجلس پر منحصر ہے اور برخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہیں اور اوس میں زوج کو رجوع کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وکلتک بکذا علی انی متی عزلتک

فانت وکیلی فطریقہ ان یقول فی عزلہ عزلتک ثم عزلتک لان متی لعموم الاوقات واما کلما فلعموم الافعال ایک نے دوسرے کو ایک کام کا کہا کہ تجکو اسکام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ میں جب تجکو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اوسکے معزول کرنیکا طریقہ یہہ ہے کہ یوں کہے کہ میں نے تجکو معزول کیا پھر تجکو میں نے معزول کیا اسواسطے کہ لفظ متی کا عموم اوقات کیواسطے موضوع ہے اور کلما کا لفظ تو عموم افعال کیواسطے موضوع ہے فلو قال کلما عزلتک

فانت وکیلی یقول فی عزلہ رجعت عن الوکالۃ المعلقۃ وعزلتک عن الوکالۃ المنجزۃ لما صلۃ بین لفظ کلما [illegible] تو اگر یوں کہا کہ ہر بار میں تجکو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اوسکی معزول کرنے میں یوں کہے کہ میں نے پھیرا وکالت معلقہ سے اور میں نے تجکو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو حاصل ہوئی کلما کے لفظ سے جسکا ترجمہ ہر بار ہے تو اب معزول ہو جاویگا فیض بدل الخلع شرط ان کان [illegible]

او عن شیء اشتری فی الذمۃ قبض کرنا بدل صلح کا شرط ہے اگر صلح واقع ہوئی ہو ایک دین کی رقم سے ٹھہرونیسے اس طرح پر کہ درمون پر صلح کی دینار ٹھہرے یا اور کسی
چیز سے جو ثابت ہو ذمہ میں ولا یکن دینا بدین لا یشترط قبضہ لان الصلح اذا وقع علی عین تتعین لا یبقی دینا فی الذمۃ فجاز الافتراق عنہ
اور اگر صلح دین کی دین سے نہو تو بدل صلح کا قبض کرنا شرط نہیں اسلئے کہ جب صلح واقع ہوئی عین پر تو وہ متعین ہوگئی ذمہ پر دین باقی نہ رہی تو اسکے قبض سے افتراق جائز ہے
یعنی برخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان افتراق صحیح نہیں کیونکہ وہان صلح معاوضہ صرفی ہوگئی اور صرف مین افتراق جائز نہیں قال المدعی لا بینۃ لی فبرھن
ولو بعد مجلس خصومۃ جواہر الفتاوی وکذا لو قال عند طلبہ لیمینہ اذا حلفت فانت بری من المال الذی علیک وحلف ثم برھن علی الحق
قبل وقضی لہ بالمال خانیہ مدعی نے کہا کہ میرے دعوی پر گواہ نہیں پہر وہ گواہ لایا اگرچہ مدعا علیہ کے قسم کہانیکے بعد گواہی ثابت کی ہو کذا فی جواہر الفتاوی
اور اسیطرح اگر مدعی نے مدعا علیہ کی قسم کی طلب کرنیکے وقت یون کہا کہ جب تو قسم کہائیگا تو بری الذمہ ہوجائیگا میرے اوس مال سے جو تجہہ پر ہے اور اوسنے قسم کہائی
پہر مدعی نے گواہی ثابت کی اپنے حق پر تو گواہی مقبول ہوگی اور اوسکو مال دلایا جائیگا کذا فی الخانیہ ھ طحطاوی نے مناسب مقام ایک نفیس مسئلہ امام محمد کے کلام سے
نقل کیا وہ یہہ ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجہہ پر ہزار درہم ہین سو دوسرے شخص نے کہا کہ اگر تو قسم کہائے کہ ہزار درہم مجھپر ہین تو مین اونکو ادا کرونگا سو اوسنے قسم
کہائی تو مدعا علیہ نے درہم ادا کئے سو اگر اوسنے شرط مذکور پر ادا کئے تو یہہ باطل ہے اور اگر دینے والیکو پہیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ یہہ شرط باطل مطابق شرع کے
نہین اسواسطے کہ قسم شرع شریف مین منکر پر ہے نہ مدعی پر انتہے او قال الشاہد لا شہادۃ لی فشہد تقبل لامکان التوفیق بالنسیان ثم التذکر
یا گواہ نے کہا کہ میری گواہی نہین پہر اوسنے گواہی دی تو گواہی مقبول ہوگی بسبب امکان توفیق کے بہول جانے سے پہر یاد کرنے سے یعنی یہہ امر ممکن ہے کہ اول گواہی یاد
نہین تہی پہر یاد آئی تو ظاہر کی ایسا اختلاف قول مانع قبول کا نہین کما لو قال لیس لی عند فلان شہادۃ ثم جاء بہ فشہد او قال
لا حجۃ لی علی فلان ثم اتی بہا بالحجۃ فانہا تقبل لما قلنا بخلاف ما اذا قال لیس لی حق ثم ادعی حقا لم تسمع للتناقض چنانچہ اگر ایک شخص
کہا کہ فلانے شخص کے نزدیک میرے حق کی گواہی نہین پہر اوسی شخص کو لایا سو اوسنے گواہی دی یا یون بولا کہ میرے حق کی فلانے شخص پر کچھ حجت شرعی نہین پہر وہ
حجت شرعی کو لایا یعنی گواہی سے دعوی ثابت کیا تو وہ مقبول ہے اس دلیل سے جو ہمنے ذکر کی یعنی بدلیل امکان توفیق بالنسیان ثم التذکیر برخلاف اوسکے جبکہ بولا کہ
میرا حق نہین پہر اوسنے حق کا دعوی کیا تو دعوی مسموع نہوگا تناقض کے سبب سے ھ اگر کوئی کہے کہ یہان بہی نسیان اور تذکیر سے توفیق مذکور ممکن ہے اوسکا
جواب یون ممکن ہے کہ اس مسئلہ مین برائت ذمہ مدعا علیہ قول اول سے ثابت ہو چکی پہر قول ثانی سے عدم برائت ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی للامام الذی ولاہ
الخلیفۃ ان یقطع من الاقطاع انسانا من طریق الجادۃ ان لم یضر بالمارۃ لان للامام ولایۃ ذلک فکذا نائبہ جس حاکم کو بادشاہ نے
حکومت دی ہے اوسکو اختیار ہے کہ قطعہ زمین کا معین کردے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے بشرطیکہ اوسقدر زمین دینے سے چلنے پہرنے والونکو ضرر نہو اسلئے کہ بادشاہ
کو اسکا اختیار ہے تو اسیطرح اوسکے نائب کو بہی اختیار ہے شارح نے کہا یقطع کا لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہے مجرد نہین صادرہ السلطان ولم یعین
بیع مالہ فلو عینہ فمکرہ الا ان یاخذ الثمن طوعا فباع مالہ بسبب المصادرۃ صح بیعہ لانہ غیر مکرہ کما مر فی الاکراہ ایک شخص سے بادشاہ نے مال
طلب کیا اور اوسکے مال کا بیچنا مقرر نہین کیا یعنی یون نہین کہا کہ یہہ مال بیچکر مال دے سو اوسنے اپنا مال بیچا مصادرہ سلطانی کے سبب سے تو بیع اوسکی صحیح ہے اسواسطے کہ بائع مکرہ
نہین یعنی بیع پر بالخصوص جبر نہین ہوا چنانچہ کتاب الاکراہ مین یہہ مسئلہ گذر گیا شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اوسکے مال کی بیع مقرر کردی تو وہ مکرہ ہے یعنی جس سے
اوسکی بیع اب صحیح نہین مگر یہہ کہ وہ شخص ثمن اوسکا اپنی خوشی سے لے تو مکرہ نہوگا بیع اوسکی صحیح ہوگی کالدائن اذا حبس بالدین فباع مالہ لقضائہ
صح اجماعا جیسے کہ دائن نے مدیون کو محبوس کیا دین کے سبب سے سو اوسنے اپنا مال بیچا ادائے دین کیواسطے تو بیع اوسکی بالاتفاق صحیح ہے خوفہا زوجہا
او غیرہ بالضرب حتی وھبت مہرہا لم یصح ان قدر علی الضرب لانہا مکرھۃ علیہ عورت کو اوسکے خاوند نے یا اور شخص نے ڈرایا مارنے سے یہانتک کہ
اوسنے اپنا مہر بخشدیا تو یہہ ہبہ صحیح نہین اگر وہ شخص عورت کے مارنے پر قادر ہو اسواسطے کہ اوسپر جبر ہوا مال کی بخشش پر ھ ضرب سے ضرب شدید مراد ہے اسواسطے کہ
ضرب غیر شدید سے اکراہ ثابت نہین ہوتا وان اکرھہا علی الخلع وقع الطلاق ولا یسقط المال لان طلاق المکرہ واقع ولا یلزم المال بہ لما قلنا

اور اگر عورت پر اکراہ کیا خلع کرنے پر سو اوسنے خلع کیا بعوض اپنی مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہو گی اور مال ساقط نہو گا اسواسطے کہ مکرہ کی طلاق واقع ہو جاتی ہی اور اکراہ سے مال لازم نہین ہوتا اوس دلیل سی جو ہمنے مسئلہ سابقہ مین مذکور کی ہم اسمین فقط سے اسواسطے کہ زوجہ مکرہ نہین طلاق مین کذا فی الطحطاوی عن المصنف ولو احالت إنسانا على الزوج ثم وهبت المهر للزوج لم يصح قالوا وهي الحيلة قلت انما تتم بقبوله فيعلم حيلتها الا ان يقال انه يتمكن المحال من مطالبته برفعه الى من لا يشترط قبوله اور اگر زوجہ نے ایک انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنی زوج پر پھر اپنا مہر زوج کو بخشدیا تو وہ صحیح نہو گا فقیہون نے کہا ہی اور یہی حیلہ ہی مین کہتا ہون کہ حیلہ مذکورہ تمام نہو گا مگر زوج کے قبول سے سو زوج اوسکی حیلہ کو معلوم کر جاویگا یعنی تو کیونکر قبول کریگا اور حالانکہ اوسکا قبول کرنا شرط ہے مگر یہہ کہ یون جوابدیا جاوی کہ محتال یعنی صاحب دین جسکے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اوسکی نالش کرکے اوس قاضی کے پاس جو محتال علیہ کے قبول کو شرط نہین کرتا اتخذ بئرا في ملكه او بالوعة فنز منها حائط جاره وطلب جاره تحويله لم يجبر عليه ومفاده انه يؤمر بالرفق دفعا للاذى ایک شخص نے اپنی ملک مین کنوان یا نجاست کا چہ بچہ بنایا سو اوس سے اوسکی ہمسایہ کی دیوار تر ہو گئی اور اوسکے ہمسایہ نے اوسکی تحویل چاہی تو اوسپر حاکم جبر نکریگا اور عدم جبر سے یہہ مستفاد ہوتا ہی کہ اوسکو نرمی سے امر ہوگا دفع تکلیف اور مشقت کیواسطے ہم عدم جبر کی وجہہ یہہ ہے کہ ہر شخص اپنی ملک مین مختار ہے وان سقط الحائط منه لم يضمن لعدم تعديه اذ حفره في ملكه فكان تسبيبا اور اگر دیوار گر گئی پانی کی تراوش سے تو کھودنیوالے پر ضمان لازم نہوگا اوسکی عدم تعدی سے اسواسطے کہ اوسنے اپنی ملک مین کنوان کھودا تو یہہ تسبیب ہوا یعنی انہدام کا سبب انگیز ہوا نہ فاعل اوسکا اور ضامن فاعل ہوتا ہی نہ متسبب وصرح في آخر الاجارة انه لو سقى ارضه سقيا لا تحتمله فتعدى لجاره ضمن اور کتاب الاجارہ آخر مین گذر گیا یہہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اوسمین نہ ٹھہرا سو اوسکے ہمسایہ تک پہنچا یعنی اوسکا نقصان ہوا تو تاوان دیگا عمر دار زوجته بماله باذنها فالعمارة لها والنفقة دين عليها لصحة امرها زوج نے اپنی زوجہ کے گھر مین عمارت بنائی اپنے مال سے زوجہ کی اجازت سے تو وہ عمارت زوجہ کی ملک ہی اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہے بسبب صحیح ہونے اوسکی اجازت کے یعنی تعمیر کا امر التزام سے نفقہ کا باعتبار دلالت کے جیسے دین سکے ادا کر دینے کا امر ولو عمر لنفسه بلا اذنها فالعمارة له ويكون غاصبا للعرصة فيؤمر بالتفريغ بطلبها اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت بنائی بدون اذن زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوج ہی اور وہ غاصب ہوگا زمین کا تو اوسکو حکم ہوگا زمین کے خالی کر دینے کا عورت کی طلب پر یعنی اگر زوجہ اسکی طالب ہو گی تو حکم ہوگا ولها بلا اذنها فالعمارة لها وهو متطوع في البناء فلا رجوع له اور اگر عمارت زوجہ کیواسطے بنائی بدون اوسکی اذن کے تو عمارت زوجہ کی ہی اور زوج عمارت بنانے مین احسان کرنیوالا ٹھہریگا تو خرچ کا لینا اوسکا جائز نہوگا ولو اختلفا في الاذن وعدمه ولا بينة فالقول للمنكر بيمينه اور اگر زوجین نے اذن اور عدم اذن مین اختلاف کیا اور کسی کی گواہ نہین تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا وفي ان العمارة لها او له فالقول له لانه هو المتملك كما افاده شيخنا وتقدم في الغصب اور اگر دونون نے اختلاف کیا کہ عمارت زوجہ کی ہے یا زوج کی تو یہان زوج کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہی تو متملک ہی چنانچہ ہمارے استاد نے اسکو بیان کیا ہی اور کتاب الغصب مین یہہ مسئلہ مذکور ہو چکا قال هذه رضيعتي ثم اعترف بالخطاء وصدقته في خطاه فله ان يتزوجها اذ الحرمة تثبت عليه بالخ قال فاده انه لا يثبت الا بالقول كقوله هو حق او صدق او كما قلت او اشهد عليه بذلك شهودا او في معنى ذلك من الثبات اللفظي الدال على الثبات النفسي ایکمرد نے کہا کہ یہہ عورت میری شیرخوار ہی یعنی میری زوجہ کا اسکو دودھ پلایا ہی پھر اوسنے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے اوسکی چوک جانی کی تصدیق کی تو اوس مرد کو اوس عورت سے نکاح کرنا جائز ہی اسلئے کہ شیرخوارگی کے قول پر ثابت نرہا ہو اسطرح کہنے سے کہ وہ قول شیرخوارگی کا حق یا درست ہی یا جیسا مین نے کہا ویسا ہی ہی یا اوس قول پر لوگون کو گواہ کیا ہو یا جو یا معنی ہو ثبات لفظی سے جو ثبات نفسی پر دلالت کرنیوالا ہی شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالین دیکر فائدہ ظاہر کیا کہ ثبات مذکور ثابت نہوگا مگر قول ہی سے ہم مصنف نے عدم ثبات قول کو شرط ٹھہرایا اگر یون کہتا کہ اوسکی شیرخوارگی حق یا درست ہی یا جیسا مین نے کہا ویسا ہی ہے یا اسپر گواہ کرے پھر بعد اس ثبات قولی کے اپنی خطا کا اعتراف کیا تو قول اوسکا مقبول نہوگا اگرچہ عورت بھی اوسکی خطا کی تصدیق کرے تو دونو مین تفریق ہو گا کذا فی الطحطاوی وقال يكون تكرارا قراره بذلك ثباتا خلاف مسعود والمبسوط

حاصله ان التکرار لا یثبت الا قوله اور شیر خوارگی کے اقرار کو مکرر کہنا ثابت ہی یا نہیں اسمین خلاف ہی عالمونکا جو مبسوط مین شرح مذکور ہی اور حاصل مبسوط
یہ ہے کہ تکرار سے اقرار ثابت نہیں ہوتا هم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجائی حاصله کے راجحه کہتا تو واضح تر ہوتا و لو اخذ غریم غریمًا له فنزعه انسان من یده
لم یضمن لانه تسبب اور اگر ایک قرضخواہ نے اپنی مدیون کو پکڑا سو ایک آدمی نے اوسکو اوسکے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اوس آدمی پر تاوان لازم نہوگا اسواسطے کہ کھینچ لینا
سبب ہی بہاگنے کی هم وائن کی حق تلفی ہوتی مدیون کے بہاگجانے سے تو لازم کیطرف حق تلفی مضاف ہوگی جو اوسپر ضمان لازم آوے و کذا اذا دل السارق
علی مال غیره او امسك هاربًا من عدوه حتی قتله عدوه لما قلنا اور اسیطرح جبکہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنی سو اوسنے چرا لیا
یا ایک شخص اپنے دشمن سے بہاگا تہا اوسکو پکڑ رکہا یہانتک کہ اوسکے دشمن نے اوسکو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا قصاص دال اور ممسک پر لازم نہ آویگا اوسوجہ
سے جو ہمنے مذکور کی یعنی تسبب ہے هم یعنی سرقہ ہوا سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ ممسک کے فعل سے فی یده مال لانسان
فقال له سلطان ادفع الی هذا المال والا اقطع یدك او اضربك خمسین فدفع لم یضمن الدافع لانه مکره ایک شخص کے ہاتھ مین
دوسرے آدمی کا مال ہے سو بادشاہ نے اوس سے کہا کہ یہہ مال مجکو دیدے اور اگر مجکو ندیگا تو تیرا ہاتھ کاٹونگا یا تجکو پچاس بار ماردونگا سو اوسنے اوسکو مال دیا تو دینے
والے پر تاوان دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ اوسپر اکراہ اور جبر ہوا قال ترکت دعوای علی فلان و فوضت امری الی الآخرة لا تسمع دعواه بعده
ای بعد هذا القول ذکره فی القنیة ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنا دعوی جو فلانے شخص پر تہا چہوڑا اور اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اوسکا دعوی مسموع
نہوگا قنیہ مین اسکو ذکر کیا ہی الاجازة تلحق الافعال علی الصحیح فلو غصب عینا لانسان فاجاز المالك غصبه صح اجازته وحینئذ فیبرأ
الغاصب عن الضمان اجازت یعنی جائز کر دینا فعلونکو بہی لاحق ہوتا ہے بنا بر قول صحیح کے تو اگر ایکنے دوسرے آدمی کی چیز غصب کی سو مالکنے اسکا غصب جائز
رکہا تو اوسکی اجازت صحیح ہوگی اور اسوقت مین تو بری الذمہ ہوجاویگا غاصب تاوان سے هم اجازت افعال کی قید اسواسطے لگائی کہ اجازت اقوال مین خبث نا
نہیں ہی جیسا کہ فضولی کے تصرفات مین ولو انتفع به فامره بالحفظ لا یبرأ عن الضمان ما لم یحفظ و تمامه فی العمادیة اور اگر غاصبنے مغصوب سے
نفع لیا پہر مالکنے اوسکی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہوگا جبتک اوسکی بخوبی حفاظت نکریگا اور اسکا پورا بیان عمادیہ مین ہے هم
انتفاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نکریگا اور وہ اسکو حفاظت کا امر ہوگا تو مجرد امر بالحفظ کے غصب سے خارج ہوجاویگا کذا فی الطحطاوی وضع
منجلا فی الصحراء فصید به حمار وحش و سمی علیه فجاء فی الیوم الثانی قید اتفاقی اذ لو وجده میتا من ساعته لم یحل زیلعی و وجد
الحمار مجروحا میتا لم یؤکل لان الشرط ان یذبحه انسان او یجرحه ولا فعل للمنجل ایک شخص نے بچہایا جال جنگل مین تاکہ اوس سے گورخر کا شکار کرے اور
بسم الله کو ذکر کیا پہر شکاری دوسرے دن وہان آیا اور گورخر کو زخمی مردہ پایا تو وہ کہایا جاویگا اسواسطے کہ حلت کی شرط یہہ ہے کہ اوسکو آدمی ذبح کرے یا زخمی کرے
اور نہیں قواعص جانور کی مانند ہی جو دوسرے جانور کے سینگ کے زخم سے مرگیا شارح نے کہا دوسرے دن کی قید اتفاقی ہے نہ احترازی اسواسطے کہ اگر اوسکو
اوسی ساعت مین مردہ پاویگا تو حلال نہوگا کذا فی الزیلعی کره تحریمًا وقیل تنزیهًا والاول اوجه من الشاة سبع الحیاء والخصیة والغدة
والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذکر للاثر الوارد فی کراهة ذلك مکروہ تحریمی ہین بہیڑ بکری سے سات چیزین فرج اور خصیہ اور غدود
اور پہوکنا اور پتہ اور جاری خون اور نارا بدلیل اوس اثر اور خبر کے جو اسکی کراہت مین وارد ہی شارح نے کہا اور بعضون نے ان چیزونکو مکروہ تنزیہی
کہا ہی اور پہلا قول یعنی کراہت تحریمی ان چیزونکی اقرب بدلیل ہے وجمعها بعضهم فی بیت واحد فقال ه فقل ذکر والانثیان مثانة + کذاك
دم ثم المرارة والغدد + اور بعضے فقیہون نے سب اور مکروہہ کو ایک بیت مین جمع کر دیا سو یون کہا ہی سو تو کہہ کہ مکروہ نارا ہی اور دونون فوطے
اور پہوکنا اسیطرح خون ہی پہر پتا اور غدود هم اس بیت مین چہ چیزین ہین ساتوین ذال غیره ه اذا ما ذکیت شاة فکلها + سوی سبع
ففیهن الوبال + فحاء ثم خاء ثم غین + ودال ثم میمان وذال اور غیر ناظم سابق نے یون نظم کیا ہی کہ جب بہیڑ بکری ذبح کیجاوی تو اوسکو کہا
سوا سات چیزون کے کہ اونکے کہانے مین وبال ہی سو وہ حا مہملہ ہی پہر خا معجمہ پہر غین معجمہ اور دال مہملہ پہر دو میم اور ذال معجمہ هم حا مہملہ سی

ابو حنیفہ سے پوچھا کہ کیا کہتے ہو اوس شخص کے حق میں جو کہتا ہی کہ میں بہشت کی امید نہیں رکھتا اور نہ دوزخ سے ڈرتا ہون اور مردار اور خون کہاتا ہون
اور بدون دیکھے گواہی دیتا ہون اور خدا سے نہیں ڈرتا اور بدون رکوع اور سجود کے نماز پڑھتا ہون اور حق سے بغض رکھتا ہون اور فتنہ کو دوست رکھتا ہون
سو امام نے اپنے اصحاب سے پوچھا سو انہون نے کہا کہ وہ قائل کافر ہے سو امام نے تبسم کیا اور فرمایا کہ وہ مومن ہی بہشت اور دوزخ سے مالک سے ڈرتا ہی
نہ بہشت اور دوزخ سے اور مچھلی اور ٹڈی کہاتا ہے اور کلمہ شہادتین کی گواہی دیتا ہے اور حالانکہ اوسنے خدا کو اور اوسکے رسول کو نہیں دیکھا اور خدا کے ظلم سے نہیں
ڈرتا اسواسطے کہ وہ ظلم سے پاک ہی اور جنازے کی نماز پڑھتا ہے اور موت کو مبغوض کہتا ہی اور مال کو جو فتنہ ہی دوست رکھتا ہے ظہیر الدین نے کہا کہ اس عبارت
مین ایک طرحکا استبعاد ہی تو اسطرح استعمال کرنا جائز نہیں اور مین تو اس حکایت کی صحت کو امام کیطرف نہیں مانتا اگرچہ ایسے کلام کے قائل کو کافر نہین کہتا مگر
ایسے کلام کو بہرا ہم کہتا ہون اور اوسکی تاویل اور توجیہ کو نہیں مانتا خصوصا اس زمانے مین جسمین بدعات اور اقوال خلاف شرع ذات اور صفات حق تعالی مین
پھیل پڑے ہین انتہی مین شرح الوہبانیہ کذا فی الطحطاوی ہم سبحان اللہ علماء دین ایسے قول پر اسقدر انکار کرتے ہین اگر ہمارے زمانہ کے مبتدعین اور بیباکون کا
کلام سنتے تو واللہ اعلم کیا فرماتے اعوذ باللہ من سخر الادب وفضول الکلام ثم ابث شیئا قال قد قضی بنقله علی نفسه بالانکار فانه ما کان ینبغی
ان یدونه وباللہ التوفیق پہر مینے اپنے استاد کو دیکھا فرماتے تھے کہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے نقل کلام وہبانیہ سے اپنی ذات پر تعریض کی یعنی مین نے ایسے
کلام موحش کو ناحق نقل کیا اور مصنف وہبانیہ کو اسکا مدون کرنا اور کتاب مین داخل کرنا لائق تہا اور خدا سے توفیق درستی کلام کی ہم مانگتے ہین ہم طحطاوی نے کہا ابن
شحنہ کا عذر ظاہر ہے کہ وہ نظم وہبانیہ کا شارح ہی اور اوس نظم مین یہہ بیت بہی داخل ہے صبی حشفته ظاهرة بحیث لو رآه انسان ظنه مختونا ولا تقطع
جلدة ذکره الا بتشدید الوترک علی حاله ایک لڑکا ہی جسکی سپاری اسطرح نمود ہی کہ اگر آدمی اوسکو دیکہے تو گمان کرے کہ اسکا ختنہ ہو چکا ہی اور اوسکے
ذکر کی کہال قطع نہیں ہوسکتی مگر سخت درد رسانی سے تو وہ اوسی حالت پر چہوڑا جای ہم ختنہ سے غرض انکشاف حشفہ ہی پہر جبکہ وہ خود نمودار ہو تو قطع
کرنے کی حاجت نہی کشیخ اسلم و قال اهل النظرة لا یطیق الختان ترک ایضا مانند اوس بوڑہے کی جو مسلمان ہوگیا اور واقفکار لوگ کہا کہ یہہ ختنے کی طاقت
نہین رکہتا تو اسکا بہی ختنہ کرنا ترک کیا جاے ولو ختن ولم تقطع الجلدة کلها ینظر فان قطع الاکثر من النصف کان ختانا وان قطع النصف فما
دونه لا یکون ختانا یعتد به لعدم الختان حقیقة وحکما اور اگر ختنہ کیا اور سب کہال نہ کٹی تو دیکہنا چاہیے سو اگر نصف کہال سے زیادہ کٹ گئی تو
ختنہ ثابت ہوگیا اور اگر نصف کہال یا کم نصف سے کٹی تو ختنہ لائق شمار کے نہوا اسلیے کہ نہ حقیقی ختنہ ہے نہ حکمی ہم ختنہ حقیقی وہ ہی جسمین سب کہال کٹے اور حکمی ختنہ
وہ ہی جسمین نصف سے اکثر کٹے لان للاکثر حکم الکل والاصل ان الختان سنة کما جاء فی الخبر وهو من شعائر الاسلام وخصائصه فلو اجتمع اهل بلدة
علی ترکه حاربهم الامام فلا یترک الا لعذر وعذر شیخ لا یطیق ظاهر اصل یہہ ہی کہ ختنہ کرنا مردون کے حق مین سنت ہی چنانچہ حدیث مین وارد ہی اور وہ
علامات اسلام اور اوسکی خصوصیات سے ہی تو اگر ایک شہر کے لوگ ترک ختنہ پر اتفاق کرین تو مسلمانون کا حاکم اونسے قتال اور جدال کرے تو ختنہ کسیطرح ترک نہین
ہوسکتا مگر عذر شرعی سے اور جو بوڑہا کہ مسلمان ہوا اور اوسکی طاقت نہین رکہتا ہو تو اوسکا عذر ظاہر ہے ووقته غیر معلوم وقیل سبع سنین کذا فی
الملتقی اور ختنہ کرنیکا وقت غیر معلوم ہی یعنی کسی عمر مین ختنہ کرنا چاہیے نص قطعی سے ثابت نہین اور بعضون نے کہا ختنہ کا وقت سات برس ہین کذا فی
الملتقی ہم وجہ اوسکی یہہ ہی کہ سات برس کی لڑکے کو نماز کا حکم ہے تو اوسی عمر مین اوسکا ختنہ کرنا چاہیے تاکہ خوب طہارت حاصل ہو یہہ قول کافی مین مذکور ہوا اور
اختیار الکافی مین اختیار یا وہ کہا ہی کہ اگر اس سے کم عمر ہو تو بہتر ہے اور اس سے ہو تو زیادہ ہو تو کچہہ مضائقہ نہین اور بعضون نے کہا جب بالغ ہو ختنہ کرے
اسواسطے کہ ختنہ طہارت کیواسطے ہو اور قبل بلوغ کے اوسپر طہارت واجب نہین کذا فی الطحطاوی وقیل عشرا اور بعضون نے کہا کہ دس برس مین ختنہ کا وقت ہی
ہم وجہ اوسکی یہہ ہی کہ دس برس کے لڑکے کو نماز کیواسطے مارنے کا حکم ہے تاکہ اوسکو عادت پڑے نماز کی وقیل اقصاه اثنا عشر سنة وقیل الی احدی
عشر سنة ... اور بعضون نے کہا اعتبار مدت ختنہ بارہ برس ہین اور بعضون نے کہا طاقت طفل کا اعتبار ہی اور یہی قول مناسب ترتیب لیل کے
قال ابو حنیفة لا علم لی بوقته ولم یرد عنهما فیه شیء فلذا اختلف المشائخ فیه اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ مجکو علم نہین ختنہ کرنیکے وقت کا اور

الاوجہ

صاحبین سے بھی اسمین کوئی روایت وارد نہیں تو اسیواسطے علماء کا اسمین اختلاف واقع ہوا وختان المرأة ليس سنة بل مكرمة للرجال اور عورت کا ختنہ
سنت نہیں ہے بلکہ عورتوں کا مردوں کے واسطے کرم ہے ھم یعنی حق تعالی نے مشروعیت ختان نساء سے مردوں کا اکرام کیا اسواسطے کہ وہ آدمی جماع میں
كذا في الطحطاوي وقيل سنة. اور قول ضعیف یہہ ہے کہ عورتوں کا ختنہ سنت ہے وقد جمع السيوطي من ولد مختونا من الانبياء عليهم الصلوة والسلام
فقال شعر وفي الرسل مختون لعمرك خلقة + ثمان وتسع طيبون اكارم + وهم زكريا شيث ادريس يوسف + وحنظلة عيسى وموسى وآدم
ونوح شعيب سام لوط وصالح + سليمان يحيى هود يس خاتم اور البتہ جلال الدین سیوطی نے نظم میں جمع کر دیا ہے ان انبیا علیہم الصلوة والسلام کو
جو ختنہ کیے ہوئے پیدا ہوئے تھے سو یون کہا کہ رسولوں میں تیری عمر کی قسم پیدایشی مختون ہیں سترہ رسول پاک نہایت بزرگی والے اور وہ یہہ ہیں حضرت زکریا اور حضرت
شیث اور حضرت ادریس اور حضرت یوسف اور حضرت حنظلہ اور حضرت عیسی اور حضرت موسی اور حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت شعیب اور حضرت سام
اور حضرت لوط اور حضرت صالح اور حضرت سلیمان اور حضرت یحیی اور حضرت ہود اور ہمارے حضرت خاتم الانبیا جنکا لقب مبارک یس ہے علیہم الصلوة والسلام
ھم طحطاوی نے کہا اس نظم سے صریح معلوم ہوا کہ سام اور حنظلہ علیہما السلام بھی نبی مرسل ہیں ويجوز كي الصغير وبط قرحته وغيره من المداواة للمصلحة
اور جائز ہے طفل صغیر کا داغنا اور اوسکی قرحہ کو چیرنا پھاڑنا اور اوسکے سوا ہی اور علاج کرنا مصلحت کے سبب سے ھم اور اسیطرح لڑکیون کے کان چھیدنا زینت کی منفعت کے
واسطے درست ہے كذا في الطحطاوي ويجوز فصد البهائم وكيها وكل علاج فيه منفعة لها اور جانورونکی فصد کھولنا اور انکو داغنا اور جس علاج میں کہ انکی
واسطے فائدہ ہو درست ہے وجاز قتل ما يضر منها ككلب عقور وهرة تضر ويذبحها اي الهرة ذبحا ولا يضربها لانه لا يفيد ولا يحرقها اور
جانوروں میں اس جانور کا مار ڈالنا جائز ہے جو موذی ضرر رسان ہو چنانچہ کتا کاٹنے والا اور بلی ضرر پہونچانیوالی اور بلی موذی کو ذبح کر دے اور اوسکو نہ مارے
اسلیے کہ مارنا اوسکو فائدہ نہیں کرتی اور نہ اوسکو آگ سے جلا دے وفي المبتغى يكره احراق جراد وقملة وعقرب ولا بأس باحراق حطب فيها نمل وا
القاء القملة ليس بادب اور مبتغی میں ہے کہ مکروہ ہے آگ سے جلانا ٹڈی ہو اور جون اور بچھو کا اور کچھ مضائقہ نہیں ان لکڑیوں کے جلانیکا جنمیں چیونٹیان ہیں
اور جون کا پھینکنا زمین پر ادب نہیں ہے ھم اسواسطے کہ جون دوسرے شخص پر چڑھیگی اور تکلیف دیگی اور صورت نسیان ہے اور گر سنگی سے اوسکا ناحق تعذیب ہو
تو اوسکا مارنا ہی بہتر ہے گرانے سے كذا في الطحطاوي بتصرف وتجوز المسابقة بالفرس والابل والارجل والرمي للرياض للجهاد اور مسابقت
باہم سبقت کرنا اور آگے نکلجانا گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہوکر اور پیدل چلکر اور تیر اندازی کرکے جائز ہے جہاد کی ریاضت کیواسطے ھم مسابقت کی شرط یہہ ہے
کہ دوڑنے کی حد اتنی مقرر ہو کہ گھوڑا وہانتک دوڑ سکتا ہو اور ہر گھوڑے میں سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہہ معلوم ہو کہ ایک گھوڑا سبقت نکریگا بالضرور تو جائز
نہیں اسلیے کہ مسابقت خلاف قیاس جائز ہوئی احتیاج ریاضت کیوجہہ سے اور اس صورتمین تو غیر کو ناحق اپنا مال دینا ہوا اور ایسی شرط ہے جسمین منفعت نہیں تو لغو کرنا جائز
ہوگا كذا في المنح ریاضت جہاد کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے لہو ولعب منظور ہو اور دل بہلانا تو یہ مسابقت مکروہ ہے كذا في الطحطاوي وحرم شرط
الجعل من الجانبين اور حرام ہے مسابقت میں مال کا شرط کرنا دونوں جانب سے ھم صورت اوسکی یہہ ہے کہ زید اور خالد نے گھوڑے دوڑائے اسی شرط سے
کہ اگر زید کا گھوڑا نکلجاے تو مال مشروط خالد دے اور اگر خالد کا گھوڑا آگے بڑھجاے تو زید مال دے یہہ اسواسطے حرام ہوا کہ صریح قمار ہے الا اذا ادخلا ثالثا
بينهما كافيا في الخيل مگر دونوں جانب سے مال کی شرط اسوقت حرام نہیں ہے جبکہ دونوں شخص تیسرے شخص محلل کو داخل کرلیں اسکی شرط کا بیان اوپر
چنانچہ کتاب الحظر میں مذکور ہو چکا ھم صورت ادخال محلل کی یہہ ہے کہ مثلا زید اور خالد تیسرے شخص مثلا محمود سے کہیں کہ اگر تو ہم دونوں سے سبقت کرجاے تو ہم دونوں کے
دو مال مشروط تو پاویگا اور اگر ہم تجھ سے سبقت کرجاوین تو ہم تجھ سے کچھہ نہ لینگے ولیکن جو زید اور خالد میں مال ٹھہرا ہوا تھا وہ بحال خود باقی ہے جو دونوں میں سے بڑھجاوے دوسرے
سے مال مشروط کو لے لے یعنی اگر زید نے سبقت کی تو خالد سے لے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونوں محمود سے سبقت کر گئے تو انکو کچھہ
نہیں لیکن محلل کی شرط یہہ ہے کہ اوسکا گھوڑا زید اور خالد کے گھوڑوں کی برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکھتا ہو اور اگر دونوں سے دوڑ میں زیادہ ہو پیشتر
یا دونوں سے کمتر ہو پیچھا تو جائز نہیں باعتبار دلالت حدیث کے كذا في الطحطاوي لا يجوز من احد الجانبين یعنی اگر مال مشروط دونوں کی جانب سے

استحسان کی دلیل سے ہم صورت اوسکی یہہ ہی کہ مثلاً خالد کہے زید سے کہ اگر مین سبقت کر جاؤن تجہپر تو سو اشرفی تجہہ سے لونگا اور اگر تو بڑہجاوی تو مین
کچہہ تجہکو نہ دونگا یہہ اسواسطے جائز ہوا کہ یہہ قمار نہین اسواسطے کہ قمار عبارت ہی دونو طرف کی ہار جیت کے احتمال سے سو یہان دونو طرف اسکا احتمال نہیں
بلکہ ایکطرف ہارنا ہی اور دوسریطرف جیتنا تو قمار کی مانند ہوا نہیں وجہہ ہی استحسان کی انتہی خلاصۃ المنح اور اگر ایک شخص نے سوارونکی جماعت سے کہا
کہ جو تم مین سے آگے بڑہجاویگا وہ مجہسے اسقدر مال لیے یا اوسنے تیراندازون سے کہا کہ جسکا تیر نشان پر لگے وہ اتنا پاوے تو یہہ جائز ہی اور مسابقت کی مانند فقہا
مین اگر کسی مسئلہ مین تنازع واقع ہوا ہو تو اس سبب کے واسطے مال مقرر ہوا ایکجانب سے یا دونو جانب سے بشرطا وخال ثالث محلل کے اسلئے کہ حلت کیوجہ سبکو
شامل ہی کیونکہ دونون بابونمین سیکہنا اور مشق کرنا تقویت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کیطرف راجع ہی کذا فی الطحطاوی ولا یجوز الا ستباق فی
غیر ہذہ الاربعۃ کالبغل بالجعل واما بلا جعل فیجوز فی کل شیئ وتمامہ فی الزیلعی اور ان چار کے سوا یعنی گہوڑے اور اونٹ اور پیدل اور
تیراندازی کے سوا اور چیزمین جیسا کہ خچر پر سوار ہوکر مسابقت کرنا مال شرط کرکے جائز نہین اور بدون مال کے تو ہر شی مین مسابقت جائز ہے اور سکا
پورا بیان زیلعی مین ہی ہم یہہ سب مسائل مذکورہ مسابقت کی فتاوی عالمگیری مین زیلعی سے منقول ہین اور یہہ بہی مذکور ہی کہ باب مسابقت مین
جواز مذکور سے مراد حلت ہی نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال مشروط کو نہ دے تو حاکم جبر سے اوسکو نہ دلاویگا اور حکم قضا کو اوسپر نافذ نکریگا ولا یصلی
علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکۃ الا بطریق التبع اور لفظ صلوۃ کا سوا حضرت انبیا اور سوا حضرات ملائکہ کے اور وںپر نبولا جاوے مگر
بطریق پیروی کے ہم یعنی یون کہنا سچا ہی بالاستقلال کہ اللہم صل علی آل محمد وصل علی اصحاب محمد بلکہ بطریق تبعیت کے یون کہنا درست ہی کہ
اللہم صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ طحطاوی نے کہا بعضون نے غیر انبیا علیہم الصلوۃ والتسلیم پر صلوۃ کا لفظ بالاستقلال جائز کہا اسواسطے کہ
حدیث صحیح مین وارد ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم صل علی آل ابی اوفی وقولہ تعالی (ہو الذی یصلی علیکم) (اولئک علیہم
صلوات) لیکن جمہور علما اسکی مانع ہین اسواسطے کہ حضرات انبیا کے ذکر کی یہہ خاص علامت ہی تو غیر انبیا اونکے ساتہہ شریک نہونگے اور جو آیت اور
حدیث مذکور ہی وہ دعا پر محمول ہی اور اسمین اختلاف ہی کہ آیا یہہ مکروہ تحریمی ہی یا تنزیہی یا ترک اولی الیسا ذکر کیا ہی نووی نے اذکار مین اور کہا ہی کہ
صحیح قول یہہ ہی کہ کراہت تنزیہی ہی اور حضرات انبیا کیواسطے دعا کرنا بلفظ صلوۃ اسواسطے مشروع ہوا کہ اسمین تعظیم اور تکریم ہی ابو العالیہ نے کہا کہ معنی صلوۃ
اللہ علی نبیہ کی ثنا کرنا ہی حق تعالی کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور صلوۃ ملائکہ سے دعا مراد ہی فتح الباری شرح بخاری مین کہا ہی کہ یہہ بہترین اقوال ہی اور اسطرح
صلوۃ غیر ملائکہ سے دعا مراد ہی اور خدا سے ثنا کرنے کی طلبگاری ہی رسول مقبول پر صلی اللہ علیہ وسلم کذا فی الطحطاوی وہل یجوز الترحم علی النبی قولان زیلعی
قلت وفی الذخیرۃ انہ یکرہ اور کیا جائز ہی لفظ ترحم کا نبی پر اسمین دو قول ہین جواز اور عدم جواز کذا فی الزیلعی مین کہتا ہون اور ذخیرہ مین ہی کہ ترحم
کا لفظ بہی پر بولنا مکروہ ہی یعنی یون کہنا اللہم ترحم علی محمد جائز نہین ہم بعضون نے کہا کہ لفظ ترحم کا جائز نہین اسلئے کہ صلوۃ کی مانند تعظیم پر دلالت نہین
کرتا ہی دیہنا غیر انبیا اور ملائکہ کو بہی لفظ سے دعا کرتے ہین اور تحصیل حاصل بہی ہی اسواسطے کہ انبیا مرحوم ہین یقینا اور بعضون نے کہا کہ اللہم ترحم علی محمد کہنا
جائز ہی اسواسطے کہ سب عباد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشتاق ہین رحمت الہی کے خزانہ اکمل مین ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اسماع
مین سے واجب ہی تو فقیر غریب مسکین فرید طرید کہنا جائز نہین اور عرب کی تعظیم واجب خصوصا اہل حرمین کی حضرت کے سبب سے خصوصا مہاجرین اور
انصار کی اولاد کی اور مقدم تعظیم اولاد علی اور ابی بکر اور عمر اور عثمان کے بین رضی اللہ عنہم انتہی کذا فی الطحطاوی ویجوز کالسلام علی غیرہم تبعا لا استقلالا
فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق اور سیوطی نے اوسکو جائز کہا تبعا لا استقلالا تو دونو قولون کا اختلاف رفع ہوگیا اور خدا سے ہم توفیق خیر کی مانگتے
ہین ویستحب الترضی للصحابۃ اور مستحب ہی صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا ہم اسواسطے کہ صحابہ کرام طلب رضاء الہی مین نہایت سرگرم تھے اور خوشنودی حق
کیواسطے جانبازی کرتے تھے تو رضی اللہ عنہم کہنے کے وہی زیادہ تر سزاوار ہین ... اور لوگ اگرچہ قطب الاقطاب ہون او نکے ادنی مرتبہ والیکی برابر نہین ہوسکتے
جسکو نہین تردد ہو وہ احادیث صحیحہ کو دیکہے وکذا من اختلف فی نبوتہ کذی القرنین ولقمان اور اسیطرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہی اون

لوگون کو جنکی نبوت مین اختلاف ہے جیسا کہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ
للکرمانی اور بعضون نے کہا جنکی نبوت مین اختلاف ہے اُنکی نام لینے کیوقت یون کہے صلے اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم جیسا کہ قرمانی کی شرح مقدمہ مین مذکور ہے
والترحم للتابعین ومن بعدھم من العلماء والعباد وسائر الاخیار اور ترحم کا لفظ تابعین کیواسطے ہوا اور جو اونکی بعد ہین اونمین علماء اور عُبّاد اور
باقی نیک لوگ ہم تابعین وہ لوگ ہین جنہون نے حضرت کو نہین دیکھا مگر صحابہ کرام کو دیکھا جیسا کہ امام زین العابدین اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ ای الترحم
للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدھم علی الراجح ذکرہ الکرمانی اور اسیطرح عکس اوسکا جائز ہے یعنی ترحم صحابہ کیواسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور
اُنکے بعد کے صالحین کیواسطے بنا بر قول راجح کے ایسا ذکر کیا ہے قرمانی نے ہم ولہذا کتب فقہ مین اماموں کے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ دونون لفظ مذکور
ہین وقال الزیلعی الاولی ان یدعو للصحابۃ بالترضی وللتابعین بالرحمۃ ولمن بعدھم بالمغفرۃ والتجاوز اور زیلعی نے کہا بہتر یہ ہے کہ صحابہ کیواسطے
رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے اور تابعین کیواسطے رحمۃ اللہ علیہم اور اونکے بعد اور لوگون کیواسطے غفر اللہ لھم اور تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے ہم
اور تجاوز کی اسلئے دعا ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دینیہ کے اہتمام مین قلت ہو گئی کذا فی الطحطاوی عن الحموی والاعطاء باسم النیروز
والمھرجان لایجوز ای الھدایا باسم ھذین الیومین حرام اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہین یعنی تحفہ بھیجنا ان دونون دنون کے نام
سے حرام ہے ہم نوروز عبارت ہے آفتاب کے آنے سے برج حمل مین وہ پہلی تاریخ ہے فروردی ماہ کی اور مہرجان سولھوین تاریخ ہے مہر ماہ کی آتش پرست دونون دنون
مین عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت کفار کی حرام ہوئی اسیطرح ہولی اور دیوالی مسلمانونکو حرام ہے کہ مشابہت ہے ہنود کی وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون
یکفر قال ابو حفص الکبیر لو ان رجلا عبد اللہ خمسین سنۃ ثم اھدی لمشرک یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم ذلک الیوم فقد کفر وحبط عملہ اور اگر اون دنون کی
تعظیم اور تکریم مقصود ہو جسطرح مشرک اُسکی تعظیم کرتے ہین تو تعظیم کرنیوالا کافر ہو جاویگا ابو حفص کبیر نے کہا اگر ایک مرد نے حق تعالی کی عبادت کی پچاس برس پھر مشرک کو
بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بیشک وہ کافر ہو گیا اور اوسکا عمل حبط ہو گیا یعنی ساری عبادت اکارت ہو گئی انتہی کلامہ ولو اھدی لمسلم
ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علی عادۃ الناس لا یکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور اوس دن کی تعظیم کا ارادہ نکیا بلکہ تحفہ بھیجنا لوگون کی
عادت پر چلا تو کافر نہوگا وینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ نفیا للشبھۃ اور لائق یہ ہے کہ نوروز سے پہلے یا بعد اوسکے تحفہ بھیجے تاکہ شبہ نہ رہے کیونکہ
نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہو لیکن مشابہت کفار کی بلاشک ہے تو اسکے بچنا چاہئے ولو اشتری فیہ ما لم یشترہ قبل ان اراد تعظیمہ
کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعم لا یکفر زیلعی اور اگر نوروز کے دن وہ چیز خرید کی جو اوسکی قبل خرید نکی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اوس خرید کا
ہے تو کافر ہو گیا اور اگر کھانے پینے اور لذت ستانی کا قصد کیا تو کافر نہوگا کذا فی الزیلعی ولا باس بلبس القلانس غیر حریر اور کچھ ڈر نہین ہے ٹوپی پہننے میں
اربع اصابع ہے اسبابہ اور کچھ مضائقہ نہین قلانس کے پہننے مین سوا ریشمی کے اور سوا اوس کپڑے کے جسپر ریشم ہو چار انگلیون سے زیادہ کذا فی الدر المختار
ہم قلانس جمع ہے قلنسوہ کی اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہے کہ اہل عجم اوسکو سر پر رکھتے ہین کذا فی الجوہرۃ مصنف جمع کا لفظ اسواسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اقسام
کو شامل ہو ذخیرہ مین ہے کہ قلنسو گوشہ دار ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وصح انہ علیہ السلام لبسھا اور ریشمی قلنسو اور جسپر تین انگل سے زیادہ ریشم ہو اوسکے پہننے کی
حرمت صحیح قول سے ثابت ہے یعنی برخلاف اوس قول کے جو شرح مسکین مین قلنسوہ حریری کی حلت مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وندب لبس السواد وارسال
ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط ظہرہ وقیل لموضع الجلوس وقیل شبر اور مستحب ہے لباس سیاہ اور عمامہ کا شملہ لٹکانا درمیان دونو مونڈھون کے آدھی
پیٹھ تک اور بعضون نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضون نے کہا ایک بالشت ویکرہ ای للرجال کما مر فی باب الکراھیۃ لبس المعصفر والمزعفر لقول
ابن عمر رضی اللہ عنہما نھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال ایاکم والاحمر فانہ زی الشیطان اور مردونکو مکروہ ہے جیسا کہ
باب الکراہیۃ مین گذر اپہننا کسم کا اور زعفران کے رنگین کپڑیکا بدلیل قول عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ ہمکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لباس معصفر سے منع فرمایا
اور فرمایا کہ بچو سرخ سے کہ وہ ہیئت اور لباس ہے شیطان کا ویستحب التجمل وابا اللہ الزینۃ بقولہ تعالی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ الآیۃ

للقرمانی

اور مستحب ہے تجمل یعنی آرائش اور حق تعالیٰ نے زینت کو مباح کیا ہے بدلیل قول حق تعالیٰ کے تو کہہ کسنے حرام کیا اُس زینت کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون کیواسطے نکالی
الی آخر الآیۃ ھ‍ اور یہ بھی مستحب ہے کہ احسن لباس پہنے اور امام اعظم اپنے اصحاب کو اسکی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جسکی قیمت ۴۰۰ دینار تھی بدلیل
آیۃ کریمہ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الآیۃ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ بندہ کو نعمت دیتا ہے تو یہہ پسند کرتا ہے کہ اوسکی نعمت کا اثر اوس
نمودار ہو اور ایکبار رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم باہر نکلے ردا ر مبارک پہنے جسکی ہزار درم قیمت تھی اور ایکبار نماز پڑہتے تھے اور بدن مبارک پر رِدا تھی جسکی قیمت
چار ہزار درم تھی چنانچہ زیلعی نے ذکر کیا ہے امام اعظم سے کسی نے پوچھا کیا ایسا نہ تھا کہ امیر المومنین عمر ایسا قمیص پہنتے تھے جسپر پیوند تھے تو امام نے جواب دیا
کہ وہ امیر المومنین تھے حکمت کے سبب ایسا کرتے تھے سو اگر وہ نفیس کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کہانے کہاتے تو اونکے عامل بھی اُنکی پیروی کرتے اور اگر
عمال کو کبھی عمدہ لباس اور طعام ملتا تو ظلم سے حاصل کرتے یہ مصلحت سو وہ وضع اختیار کی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن ابی السعود و الشَّابُّ الْعَالِمُ
اَنْ يَتَقَدَّمَ عَلَى الشَّيْخِ الْجَاهِلِ وَلَوْ قُرَشِيًّا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ فَالرَّافِعُ هُوَ اللّٰهُ فَمَنْ يَضَعْهُ يَضَعْهُ اللّٰهُ فِيْ جَهَنَّمَ وَهُمْ اَوْلُوْا
عَلَى الْاُمَمِ وَوَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ بِلَا خِلَافٍ اور جوان عالم کو تقدم کرنا پیر جاہل پر جائز ہے اگرچہ جاہل قریش کی قوم سے ہو حق تعالیٰ نے فرمایا اور جنکو علم عطا
ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہیں تو عالم کا درجہ بلند کرنیوالا اللہ تعالیٰ ہے سو جو اوسکو ذلیل اور خوار جانیگا اللہ تعالیٰ اوسکو دوزخ میں ڈالیگا اور اولو الامر جنکی
اطاعت کا قرآن مجید میں امر ہے علماء دین مراد ہیں بنا بر صحیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہیں انبیا کے بالاتفاق اسمیں خلاف نہیں ھ‍ پوری آیت یون ہے
وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ یعنی جب کہا جاوے کہ اٹھو تو تم اٹھ کھڑے
ہوا کرو بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ درجات اونکے جو ایمان لائے تم میں سے اور اونکے جنکو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُسکا عالم اور دانا ہے تفسیر بیضاوی میں
ہے کہ حق تعالیٰ نے عالموں کے بالخصوص درجات بلند کئے کیونکہ وہ علم اور عمل کے جامع ہیں اسواسطے کہ علم اپنی بلندی قدر کے ساتھ اُس عمل کا مقتضی ہے جو مقرون
بہ ریاضت ہوا اسلئے کہ جیسے عالم کے افعال کی پیروی کیجاتی ہے غیر عالم کے افعال کی حدیث میں وارد ہے فضیلت عالم کی عابد پر جیسے چودہوین رات کے
چاند کی فضیلت باقی ستارون پر انتہی طحطاوی نے کہا رازی کے احکام قرآن میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور لوگون سے اہل علم کو مجلس میں رفعت
اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگونکو معلوم ہو کہ حضرت کے نزدیک کسقدر اُنکی فضیلت اور منزلت ثابت ہے اسیطرح حضرت کے بعد بھی علما کی تعظیم کرنا چاہیے ابن عباس نے
کہا کہ علما کے درجات اور مومنین کے اوپر سات سو درجے ہیں ہر درجہ ۵۰۰ برس کی راہ ہے زندویسی نے کہا کہ عالم کا حق جاہل پر اور استاد کا حق شاگرد
پر یکسان ہے برابر ہے یہہ کہ عالم اور استاد سے پہلے افتتاح کلام نکرے اور اگر وہ کہین گیا ہو تو اوسکی مقام پر نہ بیٹھے اور اوسکی کلام کو نہ اوسے رد نکرے
اور چلنے میں اوسکے آگے نہ بڑہے لہذا زوجہ کا حق زوجہ پر اس سے بھی زیادہ ہے وہ یہہ ہے کہ اوسکی اطاعت کرے جس مباح کام کو وہ امر کرے منقول
ہے کہ زلزلہ سخت واقع ہوا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ طالب العلم دعا کرین لوگون نے کہا اسکی کیا وجہ ہے فرمایا کہ اُنہیں جو نیک ہیں وہ اور نیکون سے بہتر ہیں
اور جو انمیں بد ہیں وہ اور بد دن سے بہتر ہین کذا فی الطحطاوی مستطرف میں امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا علم کو اسیقدر شرف
کفایت کرتا ہے کہ جاہل کو عالم کہیے تو وہ خوش ہو جاتا ہے اور جہل کو اتنی ذلت کافی ہے کہ جاہل بھی جہالت سے بیزار ہے اور اگر جاہل کو جاہل کہئے تو خفت
ہو جاتا ہے اِخْتَضَبَ لِاَجْلِ التَّزَيُّنِ لِلنِّسَاءِ وَالْجَوَارِيْ جَازَ فِي الْاَصَحِّ وَيُكْرَهُ بِالسَّوَادِ وَقِيْلَ لَا دُرٌّ فِي الْحَظْرِ ایک شخص نے خضاب کیا
آرائش کیواسطے اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیون کے لئے تو جائز ہے صحیح تر قول میں اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ مکروہ نہیں اور یہہ
مسئلہ گذر گیا کتاب الحظر میں ھ‍ ابو یوسف سے مروی ہے کہ جیسے مجکو یہہ پسند آتا ہے کہ میری عورت میرے لئے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہے اوسکو میرا آرائش
کرنا اسمین اختلاف ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہیں قول اصح یہہ ہے کہ نہیں دکن الجتبیٰ میں ہے کہ ضفیر کو مہندی وغیرہ ہاتھ پانو میں لگانا لائق
نہیں کہ یہہ آرائش ہے اور وہ عورتونکو مباح ہے اکمل کی شرح مشارق میں ہے کہ خضاب میں دو مقام پر اختلاف علما ہے ایک یہہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
خضاب کیا یا نہیں انس رض نے کہا کہ مجکو آپکا خضاب کرنا معلوم نہیں اور بعضون نے کہا کہ خضاب کیا تھا انکی حجت ام سلمہ اور ابن عمر کی حدیث ہے کہ انہوں نے حضرت

کا زرد خضاب دیکھا اور قول مختار یہہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے گاہی خضاب کیا اور اکثر اوقات مین ترک کیا سو جو جسنے دیکھا وہ بیان کیا دوسرا مقام یہہ ہے کہ خضاب بنا افضل ہی یا ترک کرنا اُسکا بعضون نے کہا کہ ترک افضل ہی اسلیئے کہ تغیر پیری سے نہی وارد ہی اور علمانے کہا کہ خضاب افضل ہی اسواسطے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے خضاب کیا ہے صدیق اکبر حنا کا خضاب کرتے تھے اور بعضے زعفران سے خضاب کرتے تھے چنانچہ سید علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بعضے سیاہ خضاب کرتے تھے چنانچہ یہہ حضرات عثمان اور حسن اور حسین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور ہم حنفیہ کا مذہب یہہ ہے کہ حنا اور وسمہ کا رنگ خوب ہی چنانچہ فتاوی قاضیخان مین مذکور ہی نووی شافعی مذہب نے کہا ہمارا مذہب استحباب خضاب کا ہے مرد اور عورت کو زرد ہی یا سرخی کا اور اصح قول مین خضاب سیاہ حرام ہے اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ پیری کو تغیر کرو اور سیاہی سے بچو انتہے قول الاکمل سیاہ خضاب کی حرمت غیر مجاہدین کے حق مین ہے اور مجاہدین کو حرام نہین کافرون پر رعب ڈالنے کیواسطے اور اصحاب کبار نے جو سیاہ خضاب کیا شاید اُسکا یہی محمل ہے قال الحموی کذا فی الطحطاوی م مین نے اپنے استاد میرزا حسن محدث سے سُنا وہ اپنے استاد سے نقل کرتے تھے کہ ممنوع یہہ سیاہ خضاب ہی جو وسمہ سے ہو اور جو ملا کر سے ہو اسواسطے کہ صحیح بخاری مین ثابت ہو کہ جب امام حسین شہید ہوئے تو ریش مبارک مخضوب بوسمہ تھی واللہ اعلم کیا یہہ درست ہے کہ کوئی کھانا بیٹھے کھائے یا کھڑے ہو کر کھائے جواب ہان اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے کہانا کہایا تکیہ لگا کر کہانا ایسا نہ ہو فی مجمع الفتاوی آخذ لہ الرسالۃ فی بیتہ فقر الی الفضاء لایکرہ بل یستحب لفعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الحائط المائل ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گھر مین سو وہ بھاگا میدان کیطرف تو یہہ مکروہ نہین بلکہ بھاگنا مستحب ہو بدلیل فرار کرنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جھکی دیوار سے واذا خرج من بلدۃ بہا طاعون فان علم ان کل شیئ بقدر اللہ تعالی فلا باس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجا ولو دخل ابتلی بہ کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لاعتقادہ وعلیہ حمل النہی فی الحدیث الشریف مجمع الفتاوی اور جبکہ انسان نکلا اُس شہر سے جسمین وبا ہی سواگر وہ یہہ جانتا ہو کہ ہر شی حق تعالی کی تقدیر سے ہے تو کچھ مضائقہ نہین اوسکی نکلنے مین وبا کے شہر سے اور وہان جانے مین جہان وبا نہین ہے اور اگر اوسکے نزدیک یہہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر وبا کے شہر مین گیا تو اوسمین مبتلا ہوگا تو اوسکو یہہ مکروہ ہے تو وہان نجاوے اور نہ وہان سے نکلے تاکہ اُسکا اعتقاد محفوظ رہے اور اسی تفصیل پر نہی وارد ہونا نکلنے کی نہی حدیث شریف مین محمول ہے کذا فی مجمع الفتاوی فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ لیس لہ ان یغزو لما فیہ من ضیاع ایک فقیہ عالم مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر مین ہے کہ وہان اُس سے زیادہ تر کوئی عالم نہین اوسنے جہاد کا ارادہ کیا تو اوسکو یہہ جائز نہین ہی چنانچہ خزانۃ الروایات وغیرہا مین ہے م یہہ قول محمول ہے اُس جہاد پر جو فرض عین نہین ہوگیا اسواسطے کہ ایسے عالم کا مسلمانونکو زیادہ تر ثواب مین آسودہ رکھنے کے ثواب سے جو فرض عین نہوا بلکہ فرض بالکفایہ ہے قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول او مات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ لا یاخذ من المرابحۃ التی جرت بینہما الا بقدر ما مضی من الایام وھو جواب المتاخرین قنیۃ وبہ افتی المرحوم ابو السعود آفندی مفتی الثقلین وعللہ بالرفق للجانبین وقد قدمناہ قبیل فصل القرض مدیون نے دین موجل کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا یا مدیون مرگیا سو اوسکے مرنے سے دین حال ہوگیا یعنی موجل نرہا نے الحال واجب الادا ہوگیا سو میت مدیون کے ترکہ سے لیا گیا تو نفع لے اُس منفعت سے جو دائن اور مدیون میں ٹھہری تھی مگر ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہی علماء متاخرین کا چنانچہ قنیہ مین مذکور ہے اور اسیکا فتوی دیا ہے مرحوم ابو سعود آفندی مفتی بلاد روم نے اور رعایت جانبین کو اسکی وجہ مذکور کی ہے اور مقرر مین نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہی م صورت اوسکی یہہ ہے کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خرید کی اور دوسرے کے ہاتھہ ۳۰ درم کو بیع کی دس مہینے کے وعدہ پر پھر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے بعد وہ مرگیا تو صاحب دین کو چاہئی پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی فصل ع مسئلہ محقق شارح کا قول آخر الکنز ینبغی لحافظ القرآن فی کل اربعین یوما ان یختم مرۃ آخر کنز الدقائق مین ہے کہ حافظ قران کو لائق یہہ ہو کہ ہر چالیس دن مین ایکبار قران مجید کو ختم کرے م

اسواسطے کہ مقصود فہم معانی ہے نہ مجرد تلاوت قال تعالیٰ افلا یتدبرون القرآن **خاتمہ** قرآن خوان پر سلام کرنا نچاہیے اور قاری کو سلام کا جواب دینا یا نہ دینا دونون درست ہی قول صحیح مین اور جب قاری اذان سنے تو افضل یہہ ہی کہ چپ رہے اور اذان سنے اور جب نبی کا نام قرآن مین آوے تو اوسپر صلوۃ واجب نہین امام حسن روایت ہی کہ جسنے قرآن کو سال مین دوبار ختم کیا تو اوسنے قرآن کا حق ادا کیا اور قاری قیام نکرے مگر باپ یا معلم یا عالم کیواسطے قنیہ مین ہی بہتر یہہ ہے کہ ہر ہفتے مین ایکبار ختم کرے اور مستحب ہی اوسکو واسطے تطہیر اور تحسین لباس اور خوشبو لگانا اور حروف ادا کرنا اور اوس مکان کو قندیل اور شموع سے روشن کرنا اور اہل و عیال کو ختم کیوقت جمع کرنا اور انکو واسطے برکت اور مغفرت کی دعا کرنا اور ختم کے بعد پہر قرآن کا شروع کرنا اور قرآن کو مصحف سے پڑہنا اور مستحب یہہ ہے کہ تین دن سے کم مدت مین ختم نکرے اور مستحب ہی کہ ہر سال ایکبار اوسکو قرآن سنادے جو اوس سے زیادہ ترجانتا ہی اور بہترین اوقات قرآن کیواسطے مبارک رمضان ہی اور بازار مین اور سوال کیواسطے اور ناپاک مکانمین قرآن پڑہنا مکروہ ہے اور مصحف پر کوئی چیز رکہے اور مصحف کو رکہہ چہوڑ دے پڑہا کرے تاکہ وہ مہجور اور متروک نٹہرے اور اگر آدمی مصحف کو اپنے گہر مین رکہے برکت کی نیت سے تو مکروہ نہین اور تفسیر قرآن کی اپنی عقل سے اور عکس ترتیب جائز نہین اور اگر مصحف ایسا کہنہ ہوگیا ہو کہ اسمین پڑہنا ممکن نہو تو پاک کپڑے مین لپیٹ کر بغلی قبر کی مانند کہودکر دفن کردے یا اوسکو دہو ڈالے یا ایسی پاک جگہہ مین رکہدے جہان نجاست اور ملحدون کے ہاتہہ نپہنچین اور مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ اور کتب مصحف کیطرف پاؤن پہیلانا نوم یا غیر نوم مین مکروہ ہے اور جو قرآن غلط پڑہتا ہو تو بتانا افضل ہے جیسے راہ بہولے کو راہ بتانا حدیث مین وارد ہی کہ میری امت کے گناہ سب میرے سامنے آئے تو مین نے اوس سے زیادہ ترکوئی گناہ ندیکہا کہ مرد آیت یا سورت سیکہہ کر بہولگیا نسیان سے مراد یہہ ہی کہ اوسکو مصحف سے پڑہنا ممکن نہو اور لیٹ کر قرآن پڑہنے مین کچہہ مضائقہ نہین لیکن پڑہنے کیوقت اپنے دونون پاؤن سمیٹ لے اگر لڑکا گہر مین قرآن پڑہتا ہو اور گہر والے کام مین مشغول ہون تو ترک استماع مین معذور ہین اگر انہون نے کام شروع کیا ہو پڑہنے سے پہلے اور اگر قرآن پڑہنا شروع ہوگیا تو معذور نہین اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہی قرآن خوانی کے نزدیک کذا فی الطحطاوی ملتقطاً واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم ؛

کتاب الفرائض

یہہ کتاب ہی فرائض کے مسائل مین **هم** فرائض جمع ہے فریضہ کی اور وہ مشتق ہی فرض سے اور فرض لغت مین بمعنی تقدیر اور قطع اور بیان کو ہی اور اصطلاح شرع مین فرض وہ ہی جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اسواسطے نام رکہا کہ سہام مقدر مقطوع مبین ہین جو دلیل قطعی سے ثابت ہین تو اسمین لغوی معنی اور شرعی دونون جمع ہوگئے کذا فی العالمگیریہ عن الاختیار شرح المختار هی علم باصول من فقہ وحساب تعرف بہا حق کل من الترکۃ فرائض علم ہی فقہ اور حساب کے اون قواعد کا جنسے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہوجاتا ہی **هم** اور موضوع علم فرائض کا ترکات ہین اور غایت اس علم کی ایصال حقوق ہی اہل استحقاق کو اور ارکان اوسکے تین ہین وارث اور مورث اور موروث اور شروط اسکی تین ہین مورث کی موت اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری جیسے حمل اور علم وجہ ارث کا اور اسباب اور موانع اسکے آگے مذکور ہونگے اور اس علم کے استخراج کی تین اصول ہین کتاب اللہ اور حدیث چنانچہ نانی کی ارث مغیرہ اور ابن مسلمہ کی شہادت سے ثابت ہی اور اصل ثالث اجماع امت ہی چنانچہ دادی کی وراثت عمر فاروق رض کے اجتہاد سے ثابت ہی اور اوسپر اجماع اصحاب کرام کا ہوگیا اور قیاس کو فرائض مین کچہہ دخل نہین کذا فی الطحطاوی مختصراً الحقوق ههنا خمسة بالاستقراء اور حقوق یہان پانچ ہین باعتبار تلاش اور تفحص کے یعنی حقوق کا منحصر ہونا پانچ مین حصر استقرائی ہی نہ حصر عقلی لان الحق اما للمیت او علیہ او لا ولا اسواسطے کہ حق متعلق ترکہ میت یا میت کا ہی یا میت پر ہی یا نہ یہہ ہے نہ وہ الاول التجهیز والثانی اما ان یتعلق بالذمة وهو الدین المطلق او لا وهو المتعلق بالعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہے یعنی میت کا سامان مرنے کیوقت سے دفن کرنے تک اور دوسرا یا متعلق بذمہ میت ہی وہ دین مطلق ہے یا متعلق بذمہ نہین اور وہ متعلق بعین ہی والثالث اما اختیاری وهو الوصیة او اضطراری وهو المیراث اور تیسرا یا اختیاری ہی وہ وصیت ہی یا اضطراری ہی جسمین اختیار کو کچہہ دخل نہین وہ میراث ہی کہ شرع کی جہت سے ثابت ہی وسمی فرائض لان اللہ تعالی قسمه بنفسه واوضحه وضوح النهار بشمسه اور میراث کا فرائض نام کہا گیا اسواسطے کہ حق تعالی نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اسکو ظاہر روشن کیا جیسے دن کو روشن کیا اپنے آفتاب سے **هم** میراث کو قسمت کیا یعنی ہر وارث کا حصہ آپ ٹہرادیا اور اوسکی تقدیر تک کسی ملک مقرب اور نبی مرسل پر

منصوص نہین کی اور ہر ایک کا حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سے خود بکلام مقدس بیان کردیا بخلاف باقی احکام کے صلوۃ اور زکوۃ اور صوم اور حج وغیرہا
سے کہ ان مین نصوص مجمل ہین سنت نبویہ مین اوسکا بیان واقع ہوا کذا فی المنح قلت ولہذا سماہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف العلم لثبوتہ بالنص لا غیر
واما غیرہ فبالنص تارۃ وبالقیاس اخری ہے مین کہتا ہون اور اسیواسطے یعنی بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا
نام نصف العلم رکہا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نص سے نہ غیر نص سے اور غیر فرائض کو کبھی نص سے ثابت ہوا اور گاہی قیاس سے ہے بیان اسکا یہہ ہے کہ علم
یا فقط نص سے ثابت ہو یا نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہو تو جو علم کہ فقط نص سے ثابت ہو وہ فرائض ہوا اور جو نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہو وہ فرائض
کے سوا اور علوم دینی ہین اور نص سے مراد وہ ہے جو اجماع کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت سے ثابت ہین وقیل لتعلقہ بالموت
وغیرہ بالحیوۃ اور بعضون نے کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے حیات سے ہے یعنی فرائض نصف علم اسواسطے ہوا کہ انسان کی
دو حال ہین موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہے اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہے مجموع دو حال کا لہذا حدیث شریف مین فرائض کو نصف علم
فرمایا او بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا کہ فرائض سبب ضروری سے ثابت ہو اور غیر فرائض سبب اختیاری سے ثابت ہے یعنی جس سے ملک ثابت ہوتی ہے وہ دو قسم ہے اختیاری اور ضروری
اختیاری جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری جیسا کہ ارث تو اسواسطے فرائض کو نصف علم فرمایا وہل ارث الحی من الحی ام الحی من المیت
المعتمد الثانی شرح الوہبانیۃ اور کیا ارث زندہ کی زندہ سے ہوتی یا مردہ سے معتمد قول دوسرا ہے یعنی زندہ وارث ہوتا ہے مردہ کا کذا فی شرح الوہبانیہ
ہے شرح وہبانیہ مین ہے کہ ارث کیوقت مین علما کا اختلاف ہے مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزء اجزاء حیات مورث سے وقت ہے میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک
وقت ارث بعد مرجانے مورث کے ہے اسواسطے کہ جبتک وہ زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہے ہر طرح سے تو اگر اوسکا وارث اسحالت مین مالک ہو تو لازم
آتا ہے کہ ایک چیز دو شخصون کی مملوک ہو علی وجہ الکمال اور اس امر کو عقول تسلیم نہین کرتی ہین کذا فی الطحطاوی مختصراً یبدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق
حق الغیر بعینہا کالرہن والعبد الجانی والماذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستاجرۃ ابتدا کیجاوے میت کے اس ترکہ سے جو
خالی ہو تعلق حق غیر سے عین ترکہ کے ساتھہ جیسا کہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس ثمن ہو اور اجارہ کا گھر ہے ترکہ لغت مین
چھوڑی شے متروک ہوا اور اصطلاح مین ترکہ وہ مال ہے جسکی عین سے غیر کا حق متعلق نہوگیا ہو تو مال کی قید سے اہل عیال ترکہ سے خارج ہوگئی تعلق حق غیر کا عین ترکہ سے جیسا کہ رہن غیرہ
رہن کی صورت یہہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلا باغ گرو رکھا پھر راہن مرگیا اور باغ مرتہن کے پاس ہے اور راہن نے سواے باغ کے کوئی مال نہین چھوڑا تو مرتہن
کا دین مقدم ہے راہن کی تجہیز و تکفین پر کیونکہ غیر کا حق عین باغ سے متعلق ہوگیا سو اگر دام دین کے بعد کچھہ باقی رہیگا تو تجہیز مین صرف ہوگا اور عبد جانی کی
صورت یہہ ہے کہ غلام نے اپنے مولے کی حیات مین کسیکو قتل کیا اور مولے کا کچھہ مال نہین سواے غلام کے اور مولی مرگیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ تر
حقدار ہے مولی سے ہان اگر دیت دیکر کچھہ باقی رہے تو اس سے مولے کی تجہیز تکفین ہوگی اور عبد ماذون مدیون کی یہہ صورت ہے کہ اوسپر لوگون کے دین ہین مالک کی
زندگی مین پھر مالک مرگیا اور اوسکا کچھہ مال نہین سواے اوسکے تو ارباب دیون مقدم ہین تجہیز پر اور مبیع محبوس کیصورت یہہ ہے کہ مثلا غلام بیچا زید کے ہاتھہ ثمن
معین پر اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہین کیا اور بائع نے غلام کو روک رکھا اپنے پاس اور مشتری کا کچھہ مال نہین سواے اوس غلام کے تو بائع احق ہے اس غلام
محبوس کا تجہیز مشتری سے اور دار مستاجرہ کی یہہ صورت ہے کہ صاحب خانہ نے گہر زید کو کرایہ دیا اور زید نے اوسکی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مرگیا سو اجارہ
فسخ ہوگیا اور زید مستاجر کی کچھہ اجرت باقی رہی اور صاحب خانہ نے سواے اس گہر کے کچھہ اور ترکہ نہین چھوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحب خانہ کی تجہیز پر کذا فی
الطحطاوی وانما قدمت علی التکفین لتعلقہا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم ہین تجہیز تکفین پر بسبب متعلق ہوجانے حقوق کے
مال کیساتھہ مال کے ترکہ ہوجانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہے سو یہہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق بمال ہوگئی تھی بتجہیزہ یعنی التکفین
من غیر تقتیر ولا تبذیر ککفن السنۃ او قدر ما کان یلبسہ فی حیاتہ ترکہ میت سے ابتدا کیجاوے میت کی تجہیز بدون تنگی اور فضول خرچی کے جیسا کہ
کفن مسنون یا بقدر اوسکے جو میت اپنی زندگی مین پہنتا تہا شارح نے کہا تجہیز تکفین کو بھی شامل ہے ہے عمدۃ السراج ... تنگی اور اسراف ...

شمار کی راہ سے اور قیمت کی راہ سے سو شمار کے اعتبار سے مرد کے کفن میں تین کپڑے ہیں اور عورت کے کفن میں پانچ ہیں تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ
تو یہہ اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو یہہ تنگی ہے اور اگر عورت کا کفن پانچ کپڑوں سے زیادہ کیا تو یہہ اسراف ہوا اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہہ تنگی ہوئی اور قیمت کے
اعتبار سے اگر مردہ زندگی میں جس قسم کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہو تو اگر اسکا کفن اس سے زیادہ کیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے انتہی اور شارح
کی عبارت میں لفظ انتہی یعنی وارث کے ہے تو عدد اور قیمت میں حال متوسط معتبر ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا کفن مسنون اسوقت دیا جائیگا جبکہ اوسکے ترکہ میں قصور نہوا ہو
کفن کے بعد اور اگر کفن ... ہوا ہو ادا ہی دین میں تو کفن کفایت دیا جاویگا کفن کفایت مرد کے دو کپڑے ہیں جدید ہوں یا مغسول اور عورت کے
اسیطرح تین کپڑے ہیں کذا فی الطحطاوی ولو هلك كفنه فلو قبل تفسخه كفن مرة بعد أخرى اور اگر میت کا کفن تلف ہو گیا تو اگر میت کے پھوٹنے اور پھٹنے
سے پہلے کفن تلف ہوا تو اوسکو کفن دیا جاویگا تلف ہونیکے بعد ہر بار هم توضیح اوسکی یہہ ہے کہ جب قبر کھودکر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون ہے
قبر میں تو دوبارہ اوسکو کفن دینا دوسری بار واجب نہیں اور اگر میت قبر کے باہر ہے تو اول بار کیطرح اوسکو کفن دینا چاہیئے اگر میت کا بدن درست
ہو اور اگر درست نہو تو اوسکی ترکہ سے ایک کپڑے میں دفن کرنا چاہیئے اور اسیطرح کرنا چاہیئے اگر چند بار کفن چورا یا گیا ہو ادا ہی دین اور قسمت سے پہلے اور اگر
وارثوں میں ترکہ قسمت ہو گیا اور قضاء دیون اور نفاذ وصیت ہو چکی تو وارثوں سے کفن کیواسطے استرداد ہوگا بقدر انکی میراث کے اور انسے کفن دیا جاویگا اسیطرح
ہر بار ہوگا تا بقاء مال میراث کذا فی الطحطاوی و کل من کل مالہ اور ہر بار کا کفن میت کے تمام مال سے لیا جاویگا نہ ثلث مال سے ثم تقدم دیونه التی لها
مطالب من جهة العباد پھر میت کی تجہیز کے بعد ان دیون کا ادا کرنا مقدم ہوگا ترکہ سے جنکا مطالبہ ثابت ہے عباد کی جہت سے هم جہت عباد کی قید سے
وہ دین خارج ہو گیا جسکا مطالبہ حق تعالی کیطرف سے ہے چنانچہ زکوۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ويقدم دين الصحة على دين المرض ان جهل سببه اور
صحت کا دین مقدم ہے مرض کے دین پر اگر مرض کے دین کا سبب معلوم نہو هم صحت کا دین وہ ہے جو گواہوں سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت میں اوسکا
اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہوا مرض کی حالت میں یا جو مرض کی مانند ہے چنانچہ قتال کیواسطے نکلنا یا رجم اور قصاص کیواسطے
والا فيستويان كالثابت المسبب اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو صحت اور مرض دونوں حالتوں کا دین برابر ہے چنانچہ سید شریف نے اوسکو شرح
بیان کیا ہے هم معلوم ہونا سبب کا اسطرح ہے کہ مدیون نے اپنے مرض میں اس دین کا اقرار کیا جسکا ثبوت بطریق معاینہ کے معلوم ہوا چنانچہ اوسنے کچھہ خرید کیا
تھا یا کسیکا مال تلف کیا تھا تو یہہ دین فی الحقیقت صحت کا دین ہے اسواسطے کہ اوسکا وجوب اوسکے اقرار کے سوا ہے اور طرح بھی معلوم ہوا لہذا وہ دین صحت کی
برابر ہو گیا حکم میں تمت کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تین قسم ہیں قوی و متوسط و ضعیف - قوی وہ ہے جو تجہیز اور تکفین پر مقدم ہے چنانچہ
حقوق متعلقہ بعین ترکہ کا اور متوسط وہ ہے جو گواہوں سے یا صحت کے اقرار سے یا مرض میں معاینہ سے ثابت ہوا اور ضعیف وہ ہے جو مرض کے اقرار سے ثابت
ہوا اور معلوم کرنا چاہیئے کہ ترکہ قبل قضاء دیون کے مرہون کی مانند ہے تو اوسمیں وارثوں کے تصرفات نافذ نہونگے بشرطیکہ ترکہ دین سے کم ہو یا برابر ہو اور
اگر ترکہ زیادہ ہو تو نفوذ تصرفات میں دو وجہیں ہیں ایک وجہ یہہ ہے کہ تا بقاء قدر دین تصرف نافذ ہے اور دوسری وجہ ظاہر تر یہہ ہے کہ تصرف نافذ نہیں علی
قیاس المرہون شرح ملتقی میں ہے کہ ترکہ مستغرق قرض کی بیع کرنیکا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثوں کو اسواسطے کہ وارث اوسصورت میں مالک اوسکا نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا
وأما دين الله فإن أوصى به وجب تنفيذه من ثلث الباقي وإلا لا اور دین حق تعالی کا چنانچہ زکوۃ سو اگر میت نے اوسکے ادا کرنے کی وصیت
کی تو اوسکا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو واجب نہیں هم دین خدا چنانچہ زکوۃ اور حج اور صیام اور نذر اور کفارات تو اگر
میت نے مثلا اسقاط نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت نہیں کی اور وارث نے تبرع کیا یعنی اپنی طرف سے مال دیکر اسقاط کیا تو بعضوں کے
نزدیک نماز میت سے ساقط نہیں ہوتی ہیں اسواسطے کہ اختیار بالکل معدوم ہے اور اسواسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہے تو عدم جواز کا حکم ہوگا تا کہ انحطاط
مرتبہ ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کی مانند اسواسطے کہ جواز کی دلیل یہاں تو گنجایش رحمت الہی اور اوسکی کمال کرم اور فضل تہا
پسندیدہ ہے اور یہہ تو وصیت اور تبرع دونوں کو شامل ہے ابن کمال نے کہا دین کی حقیقت اہل شرع کے عرف میں یہہ ہے کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے

بدلے ہے تو خراج دین ہے اسواسطے کہ منافع حفظ کا بدل ہے برخلاف زکوۃ کے اسواسطے کہ اوسمین تملیک مال واجب ہے بغیر اسکے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی
ثم تقدم وصیتہ ولو مطلقۃ علی الصحیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین کے بعد میت کی وصیت مقدم کیجاتی ہے اگرچہ وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول
صحیح کے برخلاف اُس قول کے جسکو اختیار شرح مختار مین مختار کہا ہے ھ وصیت مطلقہ عبارت ہے ربع مال یا ثلث مال کی وصیت سے اور وصیت مقیدہ وہ ہے
جو شے معین سے متعلق ہو چنانچہ گھر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضون نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہو وہ یہ ہے کہ بقید ثلث مال کی
وصیت کرے اسطرح کہ مثلاً تین درم یا دینار یا ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین اختیار کی مانند تاتارخانیہ سے منقول ہے
یعنی وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہین تو موصی لہ وارثون کا شریک ہوگا مقدم مین ثلث ما بقی بعد تجہیزہ ودیونہ وصیت جاری ہو اوس مال کی تہائی سے
جو باقی رہگیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد ھ وصیت جاری ہوگی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرطیکہ تو تجہیز اور ادای دیون کے بالترتیب وجود
ایک کو جبکہ دوسرا امر نہ پایا جاے اور اگر تجہیز اور دیون دونون نہ پائی گئے اسطرح پر کہ ایکشخص ڈوب گیا یا جل گیا یا درندہ نے اوسکو کہا لیا اور وہ کسیکا مدیون
نہین تو تمام مال کی تہائی سے وصیت جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہین یا وارث ہے مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکہتا ہے تو بھی کل مال
ثلث سے وصیت جاری ہوگی اور تنفیذ وصایا کا ثلث سے مطلب یہہ ہے کہ جسقدر مال وصیت کے واسطے کفایت کرتا ہو اوتنا مال بغیر قیمت سے ساقط کیا جاے نہ اسقدر
جدا کرنا مال باقی سے اور موصی لہ کو تسلیم کر دینا کذا فی الطحطاوی عن ابن کمال وانما قدمت فی الایۃ اھتماما لکونہا مشبہۃ بالتبرع اور وصیت آیۃ قرآنی
مین مقدم نہین کی گئی دین پر مگر اہتمام کیواسطے بسبب اسکے کہ وصیت مشبہ تبرع کا ہے یہہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہہ ہے کہ یہان وصیت کا رتبہ دین کے بعد
ہے اور کلام مجید مین وصیت دین پر مقدم ہے شارح نے جواب دیا کہ وصیت کا اہتمام منظور ہوا مشابہ تبرع کے اسواسطے کہ وصیت کا لزوم دین کی مثل نہین
اسواسطے کہ وصیت غربا اور مساکین کا حق ہو اور دین حق ہے ارباب دیون کا جو حاکم سے نالش کرکے لے سکتے ہین تو ادا سے انکار نہین احتمال ہے کہ
کا بخلاف دین کے کہ وہ ثنا اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہین لہذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم ہوا اور وصیت کی ترغیب کیواسطے تقدیم ہوئی
ثم خامسا یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ پھر چوتھے مرتبے بلکہ پانچوین مرتبے مین باقی مال بعد امور مذکور قسمت کیا جاے میت کے وارثون
ھ صرف ترکہ مین پہلے تجہیز اور تکفین کا مرتبہ ہے پھر دوسرا مرتبہ ادای دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتھا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور اگر ان حقوق کو
اعتبار کیجیے جو عین ترکہ سے متعلق ہین چنانچہ رہن اور عبد جانی تو تقسیم میراث کا پانچوان مرتبہ ٹھہریگا معلوم کرنا چاہیے کہ تاخیر قسمت کا محل وہان ہے جہان
حقوق متقدمہ پائے جا دین اور اگر حقوق مذکورہ نہون تو قسمت ہی سے ابتدا ہوگی اور قسمت کا محل وہان ہے جہان وارث متعدد ہون اور اگر ایک ہی وارث
ہے تو تمام مال اوسیکا ہے سوای زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہین پاتے روح الشروح مین ہے کہ ورثہ جمع ہے وارث کی اور علمار فرائض کے عرف مین وارث
وہ ہے جو باقی رہے بعد فنا ہو جانے اُس شخص کے جسکے سبب باقی کا نسب یا سبب ثابت ہے وہ باعتبار معنی حق تعالی نے فرمایا انا نحن الوارثون یعنی ہم باقی رہنے
والے ہین بعد فنا رخلائق کے ولیکن نسب اور سبب کی قید خالق حق سبحانہ کے حق مین ماخوذ نہین ہے اسواسطے کہ وہ پاک نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہے
کذا فی الطحطاوی ملخصا ای الذین ثبت ارثھم بالکتاب مراد وارثون سے وہ لوگ ہین جنکی ارث کلام مجید سے ثابت ہے ھ کتاب اللہ مین باپ اور ماں
اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹون اور بہائی اور بہنون کی میراث ثابت ہے او السنۃ کقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اطعموا الجدات
السدس یا جنکی ارث سنت سے ثابت ہے چنانچہ یہہ حدیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی کہ جدات کو سدس کا طعام کرو یعنی چھٹا حصہ اونکو دو ھ جدہ
کی ارث سنت سے ثابت ہے اسیطرح پسکی بہنونکی بیٹیون کے ساتھ سنت وہ ہے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے قولا یا فعلا مروی ہو اور حدیث کا لفظ
قول کو مخصوص ہے اور کشف المنار مین ہے کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصاص کا مقتضی نہین اسواسطے کہ اہل شرع کے عرف مین مطلق لفظ سنت
سے دین کا طریقہ مراد ہے خواہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحطاوی او الاجماع کجعل
الجد کالاب وابن الابن کالابن یا جنکی ارث اجماع امت سے ثابت ہو چنانچہ دادا کو باپ کی مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کی مانند ٹھہرانا

ھم اجماع امت سے مراد اتفاق رای مجتہدین امت محمدی ہے حکم شرعی پر جس زمانے مین کہ واقع ہوا اور مراد اوسمین اہل حل و عقد ہین اسواسطے کہ غیر اہل حل و عقد
کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہین اور اسیطرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہین کذا فی الطحطاوی وکذا المستحق لا ارث فی قول المصحف به یفتی و
قیل لا یورث وانما هو المقادی من ولد به صبی فیه باحد ثلثة برحم ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا و ولاء اور
وارث مستحق میراث کا ہوتا ہے منجملہ تین جہات کے ایک جہت سے قرابت سے یا نکاح صحیح سے اور ولا سے خواہ ولاء عتق کی ہو خواہ ولاء موالاۃ کی استحقاق ارث ہر چند
مین اگرچہ مذکور صحت ہو اسی قول کا فتوی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مصحف مین میراث جاری نہین بصحت توبیت کے دو فرزندون مین سے قاری فرزند
کا ہے کذا فی والتصنیف فیہ جب نکاح صحیح کی قید ہوئی میراث مین تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہین ھم نکاح فاسد وہ جسمین شروط صحت نکاح سے کوئی شرط نہو
اور نکاح باطل جیسے متعہ اور نکاح موقت کذا مر فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیئے کہ وارثون کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی اعیان دونون سے متعلق ہے مانند حق موصی
لہ کے تو ایک وارث کو نہین پہنچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلاً کتاب یا باغ آپ لے اور اوسکی قیمت باقی وارثونکو دے مگر اونکی رضامندی سے یہ جائز ہے اور تکفین اور قضاء
دین مالیت ترکہ سے متعلق ہے نہ عین ترکہ سے اسواسطے وارثونکو جائز ہے کہ اپنے مال سے دین ادا کرین اور اشیاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کر لین کذا فی الطحطاوی والمستحقون
للترکۃ عشرۃ اصناف مرتبۃ کما افادہ بقولہ اور مستحق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہین علی الترتیب چنانچہ مصنف نے آئندہ قول مین اوسکو بیان کیا ہے
فیبدأ بذوی الفروض ای السہام المقدرۃ تو ترکہ کی تقسیم شروع کیجاے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سہام مقدرہ ہین ھم سہام مقدرہ یعنے
جو حصے کہ معین اور مصرح ہین کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور اجماع امت سے سو سہام مذکورہ چھہ ہین نصف اور ربع اور ثمن اور ثلثین اور ثلث
اور سدس یعنی آدہا اور چوتھائی اور آٹھوان اور دو تہائیان اور تہائی اور چھٹا حصہ وھم اثنا عشر ثمانیۃ من النسب ثلثۃ من الرجال وسبعۃ من
النساء واثنان من السبب وھما الزوجان اور تمام اہل فروض بارہ ہین نسب کی راہ سے جنمین تین مرد ہین اور سات عورتین اور دو سبب کی راہ سے ہین وہ جورو اور خاوند ہین
ھم تین مردون سے مراد ایک باپ دوسرا دادا تیسرا اخیافی بھائی اور سات عورتون سے مراد بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور مان اور دادی
یہ وارث نسبی ہین اور زوجین وارث سببی ہین ثم بالعصبات النسبیۃ ای الجنس فیستوی فیہ الواحد والجمع وجمعہ للازدواج النسبیۃ لانہا اقوی
پھر اہل فروض کے بعد عصبات نسبیہ کو ارث ملیگی اسواسطے کہ عصبات نسبی قوی تر ہین عصبات سببی سے شارح کہتا ہے العصبات کا الف لام جنس کا ہے تو واحد اور
جمیع برابر ہے اور عصبات کو جمع لانا اہل فروض کے مناسبت کیواسطے ہے ھم عصبہ نسبی کو عصبہ سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ قوی تر ہے اسواسطے کہ وہ قرابت حقیقی کیوجہ
سے ہوا اور عصبہ سببی قرابت حکمی کیوجہ سے ثم بالمعتق ولو انثی وھو العصبۃ السببیۃ پھر عصبہ نسبی کے بعد ارث شروع کیجاے آزاد کرنیوالے سے اگرچہ وہ عورت
ہو اور آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہے ثم عصبتہ الذکور لانہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن پھر آزاد کرنیوالے کے بعد ارث شروع کیجاے آزاد کرنیوالے کی
عصبات ذکور سے اسواسطے کہ عورتون کو ولا سے کچھ حق نہین سوا اوسکی ولا کے جسکو اونہون نے خود آزاد کیا ہے یعنی اگر عورت نے خود آزاد کیا تو اوسکی میراث پاویگی
اور اگر اوسکے باپ یا بھائی نے آزاد کیا تو اوسکی میراث عورت کو نہ ملیگی طحطاوی مین ہے کہ اگر آزاد مرگیا اور اوسنے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اوسکی میراث
فقط بیٹا پاویگا اور اگر مالک کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو انکا کچھہ حق نہین انتہی ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیۃ بقدر حقوقہم پھر اگر عصبات مذکورین سے کوئی
نہین ہے تو باقی مال پھیرا جاویگا اہل فروض نسبی پر بقدر اونکے حقوق کے یعنی بقدر نسبت اونکے حقوق کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاویگا اور صاحب
ربع کو ربع کذا قالہ ابن الکمال ھم اہل فروض نسبی کی قید سے اہل فروض سببی چنانچہ زوجین خارج ہوگئے اسواسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ دیا جاویگا عمر فاروق
اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک اونکو بھی دوبارہ دیا جاویگا ابو الفناء؟ نے کہا کہ اس زمانے مین رد علی الزوجین
پر فتوی ہے بیت المال کے فساد کیوجہ سے اور ذخیرہ مین ہے کہ جو مال فاضل ہو زوجین سے وہ بیت المال مین نہ رکھا جاے بلکہ اونہین کو یعنی زوجین کو پھیر دیا جاے
کیونکہ وہ اقرب ہین میت کیطرف من جہۃ السبب بنسبت اور شخصون کے اور اسیطرح بیٹا اور بیٹی رضاعی انتہی کذا فی رد المحتار اور حاشیہ مجمع زادہ مین قنیہ
سے ہے کہ بنات معتق کو اور اوسکو ذوی الارحام وارث ہوتے ہین ہمارے زمانہ مین جسکے معتق کا کوئی وارث نسبی نہو اور اسیطرح ہمارے زمانے مین

زمین پر رکھو میراث ہوگا اور اوسکے بعض اصحاب سے نقل کیا کہ اب اسی قول پر فتوی ہی اسکے پھر مجھم زادہ نے کہا کیونکر اسپر فتوی ہے نہو کہ ہمارے زمانے مین بیت المال
نہین ہین بیت المال تو صحابہ و تابعین کے زمانے مین تھا اور اگر سلطان ثالث کو مال مذکور دیا جاوے تو وہ بیت المال کے مصارف مین صرف نہین کرتے اور فرائض
شہید مین بھی اسیطرح رد علی الزوجین بتعلیل مذکور مسطور ہی اور درر و غرر مین قنیہ سے مذکور ہے کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑکر مری سو زوج نے نصف باقی عالم
مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ معذور ہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی ملخصا ثُمَّ ذَوِي الْاَرْحَامِ ہ پھر ذوی الارحام ہم یعنی جب اہل فروض نسبیہ اور عصبات
مذکورہ نہون تو ترکہ مین ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فروض نسبیہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مسئلہ مین احد الزوجین ہوگا تو اوسکا فرض حصہ دیکر جو باقی رہیگا
وہ ذوی الارحام کو دیا جاویگا اسواسطے کہ زوجین اہل رد بھی نہین ہین تو جیسے اہل فرض کے نہونے سے ذوی الارحام مین تقسیم ہوتی ہے اسیطرح اہل فرض کے
باقی رہے مال سے اونکو دیا جاتا ہی قالہ الاکمل ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہین جنکا نہ حصہ مقرر ہے اور نہ وہ عصبہ ہین خواہ میت کی ماں کیطرف
سے قرابت دار ہون یا اوسکو باپ کیطرف سے اور لغت مین ذو رحم قریب ہین جہۃ الام کو کہتے ہین کذا فی الطحطاوی ثُمَّ بَعْدَهُمْ مَوْلَى الْمُوَالَاةِ كَمَا مَرَّ فِي
كِتَابِ الْوَلَاءِ ہ پھر بعد اصناف مذکورین کے مولی موالاۃ ہے چنانچہ بیان اسکا کتاب الولاء مین گذر گیا ہم یعنی جبکہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام
سے کوئی نہو تو مولی موالات میراث پاویگا موالاۃ لغت مین بمعنی دوستی کے ہے اور اصطلاح شرع مین یہہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولے یعنی دوست
ہے میرے مال کا تو وارث ہوگا جبکہ مین مرون اور میری طرف سے دیت دیگا اگر مین کسیکو قتل کردون اور دوسرے نے کہا کہ مین نے یہہ قبول کیا تو اب عقد ولاء کی صحیح ہو گئی
اور قائل اس کلام کا اوسکا مولے ہوا اوسکا وارث ہوگا جب وہ مریگا اور دیت دیگا اوسکی طرف سے جب وہ جنایت کریگا ہم حنفیون کے نزدیک خلافاً للشافعی اور
اگر دونو طرف سے شرط واقع ہوئی تو بھی درست ہے ابن کمال نے کہا شرائط ولاء کیہہ ہین کہ وہ شخص آزاد ہوا ہو اور عجمی ہو عربی نہو اور نہ اوسکے موالی ہون اور عقد ولاء کی
وقت اوسکا کوئی وارث نسبی نہو اور نہ اوسکی طرف سے بیت المال یا مولی موالاۃ نے خون بہا ادا کیا ہو اور اوسکے مجہول النسب ہونے کی شرط مین اختلاف ہے
اور اسیطرح اسلام کی شرط مین اختلاف ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصا وَلَهُ الْبَاقِي بَعْدَ فَرْضِ اَحَدِ الزَّوْجَيْنِ ذكره البيانيه ہ اور بعد فرض احد الزوجین
کے باقی مال مولی موالاۃ کا ہے سید شریف نے اسکو ذکر کیا ہے ہم وارث ہونا مولی موالاۃ مروی ہے حضرات عمر فاروق اور علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن
عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اور اسی پر ابراہیم نخعی اور ہمارے علما نے عمل کیا ہے اور اوسپر دلیل ہے قولہ تعالی وَالَّذِينَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ
نَصِيبَهُمْ یعنے میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے عقد موالاۃ کا ہے اور امر ہے وجوب کیواسطے اور نصیب کی اضافت اونکی طرف اختصاص پر
دلالت کرتی ہے اور وہ استحقاق کی دلیل ہے اور اگر امر بسبیل احسان اور معونت کے ہوتا تو ارشاد ہوتا فآتوہم نصیباً اور اس بیان سے دفع ہوگیا وہ قول
کہ آیہ کریمہ مین قسم مراد ہی اسواسطے کہ اسوقت مین فآتوہم نصیبہم اوس سے مرتبط نہین ہوتا بلکہ مراد حقیقۃ یا ایمان ہے بنابر عادت کے اسطرح کہ ہر واحد متعاقدین
سے دوسرے کا ہاتھ پکڑتا ہے معاقدہ کیوقت اور احادیث اسمین بہت ہین ازانجملہ تمیم داری کی حدیث ہے کہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا
کہ کوئی مرد میرے پاس آتا ہے اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہے تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور مولی ہے تو زیادہ ترحقدار ہے اوسکی زندگی اور موت مین انتہی
یعنی زندگی مین اوسکی طرف سے دیت جنایت کی دے اور موت کے بعد اوسکی میراث لے کذا فی الطحطاوی ملخصاً عن ضوء السراج وشرح الاکمل ثُمَّ الْمُقَرُّ لَهُ
بِنَسَبٍ عَلَى غَيْرِهِ لَمْ يَثْبُتْ پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص میراث پاویگا جسکے واسطے غیر مقر پر نسب کا اقرار ہوا اسطرح کہ اوس غیر کے اقرار سے مقر لہ کا نسب
ثابت نہین ہوا ہم صورت مسئلہ کی یہہ ہے کہ زید نے خالد کو کہا کہ یہہ میرا بھائی ہے تو زید مقر ہے اور خالد مقر لہ اور غیر زید کا باپ ہے وہ مقر علیہ ہے یعنی جب لڑکے کو بھائی
کیا تو زید کا باپ اوسکا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی وارث نہین اور اوسنے ایک مجہول النسب کو بھائی کہا تو وہ اوسکا مال بطریق میراث کے پاویگا لیکن میت کے
باپ سے اوسکا نسب ثابت نہوگا اور نہ اوسکی میراث پاویگا اسواسطے کہ آدمی کا اقرار اوسکی ذات پر حجت ہے نہ غیر پر فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ مقر لہ
بالنسب علی الغیر اسطرح کہ اوسکا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہین جبکہ مقر مر جاوے اپنے اقرار کے اصرار پر چنانچہ یون اقرار کرنا کہ یہہ میرا بھائی ہے یا بھیا اور
مانند اسکی انتہے فَلَوْ ثَبَتَ بِاَنْ صَدَّقَهُ الْمُقَرُّ عَلَيْهِ اَوْ اَقَرَّ بِمِثْلِ اِقْرَارِهِ اَوْ شَهِدَ رَجُلٌ آخَرُ ثَبَتَ نَسَبُهُ حَقِيقَةً وَزَاحَمَ الْوَرَثَةَ وَاِنْ رَجَعَ الْمُقِرُّ

تو اگر مقرلہ کا نسب ثابت ہوگیا اسطرح کہ مقر علیہ نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا مانند اقرار مقر کے یا دوسرے اگر دونے مقر کے اقرار کے ساتھ گواہی دی تو اسکا نسب حقیقۃً ثابت ہوجاویگا اور مقرلہ مثل اور وارثون سے مزاحمت کریگا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہوجاوے ھم مقرلہ کی تصدیق اسطرح کہ مثلاً زید کا باپ کہے کہ ہان خالد میرا بیٹا ہے اور تیرا بھائی ہے اور اسیطرح مقر کے وارثون کی تصدیق منتج ہے بشرطیکہ وہ اقرار کیے اہل ہون مثلاً زید کی اولاد یون کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اسطرح کہ وہ کہے بدون دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے ہرچند رجوع اقرار سے منع ارث مین معتبر ہے لیکن مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہوگا اور مانع ارث نہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقہ المقر لہ قبل رجوعہ وتمامہ فی شروح السراجیۃ سیما روح الشروح وقد لخصتہ فیما علقتہ علیھا اور اسطرح نسب مقرلہ کا ثابت ہوگا اگر مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اسکا پورا بیان فرائض سراجیہ کی شرحون مین مذکور ہے خصوصاً روح الشروح مین اور البتہ مین نے اوسکا خلاصہ بیان کیا ہے سراجیہ کی شرح مین ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح اسمین یعنے تصدیق مقرلہ سے اثبات نسب ہونے مین مصنف کی شرح کا تابع ہوگیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ کیطرف منسوب کیا ہے اور حالانکہ یہہ قول بلا وجہ ہے اسواسطے کہ مقرلہ کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہین ہوتا اور شرح مصنف کی اخیر عبارت اسمین صریح ہے کہ تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقرلہ کی انتہے ملخصاً ثم بعدہ الموصی لہ بما زاد علی الثلث ولو بالکل پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص ترکہ میت کا لیگا جسکے واسطے تہائی مال سے زیادہ میت نے وصیت کی اگرچہ تمام مال کی وصیت کی ہو ھم اسواسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کیطرف صرف بلا اضرار شخص معین کیا تو یہہ جائز ہے برخلاف اسکے کہ اگر اوسکا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز نہوگا کہ اسمین اوسکی حق تلفی ہے اور سید شریف نے اسکی وجہ یون بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثون کے سبب سے ممنوع تھی پھر جبکہ ایک بھی وارث نپایا گیا تو جسکے واسطے موصی معین کردیگا وہ پورا اوسکا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحطاوی وانما قدم علیہ المقرلہ لانہ نوع قرابۃ بخلاف الموصی لہ اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہین کیا گیا مقرلہ مگر اسیوجہ سے کہ مقرلہ مین ایک طرحکی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ کے کہ اوسمین قرابت کا کچھہ احتمال نہین ھم یعنی حال مقرلہ کا قوی تر ہے اس احتمال سے کہ شاید مقر صادق ہو اپنے اقرار مین بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اسی اقرار پر مصر مرگیا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر ثم یوضع فی بیت المال لا ارثاً بل فیئاً للمسلمین پھر مراتب تسعہ کے بعد میت کا ترکہ بیت المال مین رکھا جاویگا ارث کی راہ سے نہین بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کیواسطے لاوارثی مال بیت المال مین رکھا جاتا ہے ھم روح الشروح مین ہے کہ علی مرتضیٰ سے مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام مین بخوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہوکر پڑھا تو اوسکا حق بیت المال مین ہر سال دو سو درم ہے اور ایک روایت مین دو سو دینار ہے اگر وہ دنیا مین نپاویگا تو آخرت مین لیگا اور شرح مختصر طحطاوی مین ہے کہ مصارف بیت المال علاج ہے بیمارون کا اور کفن ہے موتیٰ اور نفقہ لقیط اور جو عاجز ہو کسب اور پیشے سے کذا فی الطحطاوی مختصراً ولنعد الیٰ ما کنا بصدد اور موانع ارث کے بنا بر استفادہ کے چار ہین ھم جب اسباب ارث کے مذکور ہوچکے تو اب موانع ارث کا بیان شروع ہوا اسواسطے کہ ہر چیز کی تحقیق مین فقط سبب کا وجود کافی نہین بلکہ اوسکے ساتھہ ارتفاع موانع بھی ضرور ہے تاکہ وہ چیز جسکے موجب سے مقتضا ہے ثابت ہو اور خلافت عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی کی صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال مین یا اوسکے اس حق مین جو خلافت کا قابل ہے یا میت کے صاحب نکاح یا صاحب ولاء کی خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولاء حقیقی ہو یا حکمی اور خلافت کیسے ہے کہ شخص باقی شخص فانی کی مانند ہوجاوے میت حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مفقود بعد حکم جانے اوسکی موت کے داخل ہوجاوے اور اسیطرح مرتد جبکہ دار الحرب مین لاحق ہوگیا اور نسب اور نکاح اور ولاء مین حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ وہ داخل ہو وے نسب اور نکاح اور ولاء جو فقط میت کے اقرار سے ثابت ہوا کذا فی الطحطاوی ملخصاً الرق ولو ناقصاً کالمکاتب وکذا المبعض عند ابی حنیفۃ والمالکی رحمھما اللہ موانع ارث سے پہلا مانع رق ہے یعنی مملوک ہونا اگرچہ ملک ناقص ہو چنانچہ غلام مکاتب اور اسیطرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہو کل آزاد نہین امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک میراث سے محروم ہے وقالا ھو حر فیرث ویحجب وقال الشافعی لا یرث بل یورث وقال احمد یرث ویورث ویحجب بقدر ما فیہ الحریۃ اور صاحبین نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہوچکا وہ بمنزلہ آزاد کے ہے تو وارث ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعی نے کہا کہ وہ وارث نہوگا لیکن اوسکا مال اوسکے وارث کو ملیگا اور امام احمد نے کہا کہ وہ وارث اور مورث اور حاجب ہوگا بقدر اوسکی حریت کے جو اوسمین ثابت ہو وقد ذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث

فیما اذا تبین معرفۃ کلہ صورتہا مستامن جنیٰ علیہ فلحق بدار الحرب فاسترق ومات رقیقًا بسرایۃ تلک الجنایۃ فدیۃ لورثتہ ولعادۃ لا لمنتہا فیحرر ۔ اور البتہ علماء شافعیہ نے ایک وہ مسئلہ ذکر کیا ہے جسمین رقیق کا مال موروث ہوتا ہے باوجودیکہ وہ غلام تھا یعنی آزاد نہیں ہوا صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ حربی مستامن پر دار الاسلام میں جنایت واقع ہوئی یعنی کسی نے اوسکو زخمی کیا پھر وہ دار الحرب میں لاحق ہوا پھر وہان گرفتار ہوکر غلام ہوا اور اوسی غلامی کی حالت میں اوسی زخم کی سرایت سے مرگیا تو اسکا خون بہا اوسکے وارثوں کا ہے لیکن یہ مسئلہ ہمنے اپنے مذہب کے اماموں کے کلام میں نہیں دیکھا تو اسکی تنقیح اور تحقیق کرنا چاہیے ۔ القتل الموجب للقود او الکفارۃ وان سقط بحرمۃ الابوۃ علی ما مر ۔ اور دوسرا مانع ارث کا وہ قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہے اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب حرمت پدری کے ساقط ہوجاوے چنانچہ کتاب الجنایات میں مذکور ہوچکا ہے قصاص کا موجب قتل عمد ہے اور کفارہ کا موجب شبہ عمد اور خطا اور قائم مقام خطا ہے تو معلوم ہوا کہ جس قتل سے قصاص اور کفارہ متعلق نہیں وہ مانع میراث کا نہیں چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک میں کنوان کھودا یا پتھر رکھا اور اوسکا مورث اوسمین گر کے مرگیا تو کنوان کھودنیوالا اور پتھر رکھنے والا اوسکی میراث سے محروم نہوگا وعند الشافعی لا یرث القاتل مطلقًا اور امام شافعی کے نزدیک قاتل مطلقًا وارث نہین ہوتا خواہ اوسکا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہو یا نہو ولو مات القاتل قبل المقتول ورثہ المقتول اجماعًا اور اگر قاتل مرگیا مقتول سے پہلے تو مقتول قاتل کا وارث ہوگا بالاتفاق ۔ قاتل محروم ہے قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سے محروم رہے ۔ واختلاف الملتین اسلامًا وکفرًا اور تیسرا مانع میراث کا اختلاف ہے دو دین کا باعتبار اسلام اور کفر کے یعنی اگر وارث مسلمان ہو اور مورث کافر یا عکس اسکے تو ایک دوسرے کا وارث نہوگا اور اگر اسلام اور کفر کا اختلاف نہین چنانچہ ایک یہودی ہو اور دوسرا نصرانی تو یہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہین ہے وقال احمد ان اسلم الکافر قبل قسمۃ الترکۃ ورث ۔ اور امام احمد نے کہا کہ اگر کافر مسلمان ہوگیا ترکہ مسلم کے قسمت ہونے سے پہلے تو وارث ہوگا واما المرتد فیورث عندنا خلافًا للشافعی رحمہ اللہ اور مرتد کے مال مین تو میراث جاری ہے ہمارے نزدیک برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے ۔ میراث جاری ہے مرتد کے اوس مال مین جو اوسنے زمان اسلام مین کسب کیا اسواسطے کہ میراث مسلم کی مرتد سے مستند ہے حالت اسلام کیطرف کیونکہ ارتداد سے وہ ہالک ٹھہر گیا کہ مقصود زندگی سے ایمان تھا سو اوس سے فوت ہوگیا اور جسکا مقصود فوت ہوا وہ معدوم کی مانند ہے بدلیل قولہ تعالے اومن کان میتا فاحییناہ یعنی جو کافر تھا اوسکو ہمنے ہدایت کیا لیکن اسپر بھی مرتد سے ہونا بسبب اعتبار اور تدبر اور جبر علی الاسلام کے مقصود کی امید ہے تو موت کا حکم ظاہر نہوگا جبتک قطع امید نہوجاوے اور اوسکی قتل یا موت یا قضاء باللحاق سے پھر جب قطع امید ہوگی اسیوجہ مذکور سے تو وہ میت ٹھہریگا ارتداد کیوقت سے تو اوسکا مسلم وارث اوسکی میراث پاویگا اور جو اوسنے ارتداد کیحالت مین مال حاصل کیا وہ غنیمت ہے مسلمین کی اور صاحبین کے نزدیک اسلام اور ارتداد کا مال وارث مسلم کا ہے اور اگر عورت مرتد ہوگئی تو امام اور صاحبین کے نزدیک دونو حالتون کے مال وارث مسلم کے ہین اور امام شافعی کے نزدیک مرتد کے دونون مال بیت المال مین رکھا جاویگا کذا فی الطحطاوی علی الحصا قلت وذکر الشافعیۃ مسئلۃ یورث فیہا الکافر المسلم وہی ان یموت کافر عن زوجۃ حاملا وقف المیراث للحمل فاسلمت ثم ولدت ورث الولد ولو کان صار مسلما تبعا ۔ مین کہتا ہون اور علماء شافعیہ نے ایک مسئلہ ذکر کیا ہے جسمین کافر کے مال کا مسلمان وارث ہوتا ہے صورت اوسکی یہہ ہے کہ ایک کافر مرگیا اپنی زوجہ حاملہ چھوڑکر اور بسبب حمل کی میراث اوٹھا رکھی سو اوسکی زوجہ مسلمان ہوئی پھر اسلام کے بعد لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث ہوگا اپنی باپ کا اور مین نے یہہ مسئلہ اپنے علماء کے کلام مین صریحا نہین دیکھا ۔ اسلام مین لڑکا اپنی مان کا تابع ہے والاشبہ اختلاف الدارین فیما بین الکفار عندنا خلافًا للشافعی اور چوتھا مانع ارث کا اختلاف دارین ہے یعنی دو ملکون کا اختلاف فیمابین کفار کے ہمارے نزدیک برخلاف شافعی کے ۔ اختلاف دار ہوتا ہے لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اسواسطے کہ فیمابینہم عصمت منقطع ہوجاتی ہے یعنی حفاظت جان اور مال کی باقی نہین رہتی کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دارین چند قسم ہے اول یہہ کہ حقیقۃ اور حکمًا دونو طرح اختلاف ہو جیسے کافر حربی دار الحرب مین اور کافر ذمی دار الاسلام مین اور ثانی یہہ کہ فقط حکمی اختلاف ہو چنانچہ وہ حربی مستامن جو اپنے ملک کے جانیکے پر طیار ہے ساتھ اوس ذمی کے جو دار الاسلام مین ہے یا وہ کافر حربی دو ملکون کے دار الاسلام مین مستامن ہین یا مستامن مسلم حربی کے ساتھ دار الحرب مین اور تیسرا یہہ کہ فقط حقیقی اختلاف ہو چنانچہ حربی مستامن دار الاسلام مین ساتھ اوس حربی کے جو دار الحرب مین ہے اور وہ دونون ایک ہی ملک کے ہین اور ما نحن فیہ ہمارے نزدیک پہلی دو قسمین ہین نہ تیسری قسم تو مانع اختلاف حکمی ہے خواہ

ساتھ اختلاف حقیقی ہو یا نہو اور امام شافعی کے نزدیک بحکم بالعکس ہے تو ذمی اور مستامن میں انکے نزدیک توارث ہے اور قسم ثالث میں توارث نہیں انتہی کذا فی الطحطاوی حقیقۃ کحربی وذمی یا اختلاف دار کا حقیقۃ ہو جیسا کہ حربی اور ذمی میں ہم یعنی حربی مر گیا دار الحرب میں اور اوسکا باپ یا بیٹا ذمی ہے دار الاسلام میں تو ذمی اوس حربی کا وارث نہوگا اور اسیطرح اگر ذمی دار الاسلام میں مر گیا اور اوسکا باپ یا بیٹا دار الحرب میں ہے تو یہ حربی اس ذمی کا وارث نہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی او حکما کمستامن وذمی وکحربیین من دارین مختلفین کذلک وهذا لانقطاع العصمۃ فیما بینہم یا اختلاف دار کا حکما ہو جیسا کہ مستامن اور ذمی دار الاسلام میں یا جیسا کہ دو حربی دو ملکوں مختلف کے جیسا کہ ترکی اور ہندی تو انمیں توارث نہیں بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان انکے ہم قولہ کحربیین کو اگر بصیغہ مجہول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف ملکوں میں ہیں تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ من قبیل اختلاف دارین کے ہے حقیقۃ تو اختلاف حقیقی کی مثال میں اسکو ذکر کرنا تہا اور اگر اسپر حمل کیجیے کہ دو حربی دو ملک مختلف کے دار الاسلام میں بطریق استیمان کے ہیں تو وہ ایک ملک میں ہیں حقیقۃ اور دو ملک مختلف میں ہیں حکما تو بہتر یہ تہا کہ شارح بجای کحربیین کے کمستامنین کہتا انقطاع عصمت اختلاف دار سے اس طرح ہے کہ ہر ملک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو حلال جانتا ہے اور مار ڈالتا ہے جب اوسکو پاتا ہے تو اسمیں اس کلام کیطرف اشارہ ہے کہ جب دو ملکوں کے بادشاہوں میں عہد و پیمان ہو باہم مددگاری کا تو دونوں دار مختلف نہیں ہیں یعنی بمنزلہ ایک ملک کے ہیں کذا فی الطحطاوی بخلاف المسلمین برخلاف مسلمین کے ہم یعنی فیما بین مسلمین کے اختلاف دار مانع میراث کا نہیں ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف لشکر اور سلطنت کے کفار کے حق میں متحقق ہوتا ہے مسلمین کے حق میں اسواسطے کہ اہل بغی اور اہل عدل باہم وارث ہوتے ہیں اگرچہ باغیوں کا لشکر اور سلطنت علحدہ ہو اور اہل عدل کا علحدہ اسواسطے کہ دار الاسلام دار الاحکام ہے تو اسلام کا حکم ان سبکو شامل ہے تو انمیں تباین نہیں لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دار الحرب تو دار الاحکام نہیں بلکہ دار قہر ہے تو وہاں اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق ہوتا ہے انتہی اور درر و شرح میں کہا کہ مسلمین میں اختلاف معتبر نہیں اسواسطے کہ بلاد اسلام باوجود وسعت اور تباعد اوسکے اطراف کے اور قائم ہونے محاربہ کے اہالی بلاد اسلام میں وہ ایک ہی دار ہے شارع کی نظر میں جیسا کہ کافروں کا دین باوجودیکہ نفس الامر میں کثرت سے ہیں ایک دین ہے شارع کی نظر میں کذا فی الطحطاوی

قلت ویبقی من الموانع جہالۃ تاریخ الموتی کالغرقی والحرقی والہدمی والقتلی کما سیجیٔ میں کہتا ہوں اور منجملہ موانع ارث کے باقی رہی متن میں مجہول ہونا تاریخ موتی کا جیسا کہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کچلنے والے اور مقتول لوگ جیسا کہ اسکا بیان آگے آویگا ہم یعنی اگر چند لوگ غرق یا حرق ہو کر مر گئے تو انمیں توارث نہیں کیونکہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا اور کون بعد طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ جہالت تاریخ مانع نہیں اسواسطے کہ اصطلاح میں مانع ارث وہ ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوای اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع میں داخل نہیں تو جسنے استبہام تاریخ موت کو مانع کہا اوسنے خطا کی انتہی مختصرا ومنہا جہالۃ الوارث وذلک فی خمس مسائل او اکثر مبسوطۃ فی المجتبی منہا ارضعت صبیا مع ولدہا وماتت وجہل ولدہا فلا توارث اور منجملہ موانع ارث کے مجہول ہونا ہے وارث کا اور یہ جہالت پانچ مسئلوں میں یا زیادہ مفصل مذکور ہے مجتبی میں از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دایہ نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا اپنے لڑکے کے ساتھ اور وہ دایہ مر گئی اور معلوم نہیں کہ دونوں لڑکوں میں سے اوسکا لڑکا کون ہے تو دونوں لڑکوں میں سے دایہ کا کوئی وارث نہوگا وکذا لو اشتبہ ولد مسلم من ولد نصرانی عند الظئر وکبرا فہما مسلمان ولا یرثان من ابویہما زاد فی المنیۃ الا ان یصطلحا فلہما ان یاخذا المیراث بینہما اور اسیطرح اگر مشتبہ ہو جاوے مسلمان کا لڑکا نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور دونوں لڑکے بالغ ہوں تو وہ دونوں مسلمان ہیں اور میراث نہ پاوینگے اپنے باپوں کی منیہ میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے مگر یہ کہ دونوں لڑکے آپسمیں صلح کر لیں تو انکو میراث لینا جائز ہے آپسمیں نصفا نصف یا جسقدر پر صلح ہوئی ہم دونوں کا مسلمان ہونا تو اسوجہ سے ہے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی صلح اسواسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انہیں کی ہے لیکن استحقاق معین نہیں مگر عدم تعیین مانع ہے پھر جب صلح ہو گئی تو جسقدر وارث کو پہنچا وہ تو اوسکا حق ہے اور جو دوسرے کو پہنچا وہ ہبہ ہوگا مستحق کیجانب سے ثم یبدأ بذوی الفروض المقدمۃ المستحقین بجہۃ لانہا اصل الولاد انہما اتی لہا الاولاد پھر مصنف نے بعد موانع ارث کے ذوی الفروض کا بیان کیا تو زوجہ کو حسب مقدور کر کے اسواسطے کہ زوجہ اصل ولاد ہے کہ اسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہیں فقال فیفرض للزوجۃ فصاعدا الثمن مع

ولد او ولد ابن وارث سفل سو کہا مصنف نے تو معروف ہے اور مین نے ایک زوجہ اور چند زوجات کیا اسلئے آٹھواں حصہ ولد کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ
اگرچہ نیچا فل ہو یعنی پوتا یا پڑپوتا یا سڑپوتا ہے ولد اور ولد الابن خواہ ذکر ہو خواہ انثے اسی زوجہ سے ہو یا اور عورت سے بہرصورت زوجہ کا حق ثمن ہے اولاد کے ساتھ
خواہ ایک زوجہ ہو یا چار تو اگر چار زوجہ ہون تو آٹھواں حصہ آپس مین برابر بانٹ لین گی بعدم اولویت کیونکہ یہی کذا فی الطحاوی والربع لہا عند عدمہما
فللزوجات حالتان الربع بلا ولد والثمن مع الولد اور چوتھائی حصہ زوجہ کا ہے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوجات کے دو حال ہین یعنی ربع بلا
ولد اور ثمن مع الولد والربع للزوج فالکل کما لو ادعی رجلان فالتزکیۃ بینتہ وبرہنا ولم تکن فی بیت واحد منہم ولا دخل بہا فانہم
یقتسمون میراث زوج لعدم الاولویۃ مع احدہما ای الولد او ولد الابن اور زوجہ کا حصہ چوتھائی ہے ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ خواہ آپ
زوجہ ہو یا زیادہ چنانچہ دو مردون نے یا زیادہ نے دعوی کیا عورت مردہ کے نکاح کا اور گواہ لائے اپنے نکاح پر اور وہ عورت ان مدعیون کیساتھ کے گھر مین نہ تھی
اور نہ کسی مدعی نے اس سے قربت کی تھی تو میراث زوجہ کو مدعی آپس مین بانٹ لین گی برابر بعدم اولویت کیونکہ یہی ہے اور اگر زوجہ زندہ ہے نکاح کا چند مرد دعوی کرین
اور گواہون سے ثابت کرین تو گواہیان ساقط الاعتبار ہونگی اور عورت اس مدعی کی ہوگی جسکی وہ تصدیق کرے بشرطیکہ اوسکے پاس نہو جسکی اوسنے تکذیب کی اور اوسنے
قربت بھی کی ہو اور اگر دعوی مین تاریخ کا پس وپیش ہے تو تاریخ سابق کا مدعی احق ہے کذا فی الطحاوی والنصف لہ عند عدمہما فللزوج حالتان النصف
والربع اور زوج کا حصہ نصف ہے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوج کے دو حال ہین نصف بلا ولد اور ربع مع الولد وللاب والجد ثلث احوال الفرض
المطلق وھو السدس وذلک مع ولد او ولد ابن اور باپ اور دادا کے تین حال ہین فرض مطلق یعنی خالی تعصیب سے اور وہ چھٹا حصہ ہے ولد کے ساتھ یا
ولد الابن کے ساتھ والتعصیب المطلق عند عدمہما اور دوسرا حال تعصیب مطلق ہے یعنی خالی فرض سے دونون کے نہونے کے وقت یعنی جبکہ ولد اور ولد الابن
نہو تو بعد ذوی الفروض کے باقی مال کو باپ یا دادا لیگا بطریق عصوبت والفرض والتعصیب مع البنت او بنت الابن اور فرض اور تعصیب بیٹی
یا پوتی کے ساتھ ہے باپ یا دادا اول اپنا حصہ فرض یعنی سدس لیگا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ فرض یعنی نصف لیگی اور جو باقی رہا اوسکو باپ یا دادا بطریق
عصوبت کے لیگا قلت وفی الاشباہ الجد کالاب الا فی ثلث عشرۃ مسئلۃ خمس فی الفرائض باتفاق وغیرہا مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہے کہ دادا
باپ کی مانند ہے مگر تیرہ مسئلون مین دادا باپ کی مانند نہین پانچ مسئلے تو فرائض مین ہین اور باقی آٹھ مسئلے غیر فرائض مین ہین ہم فرائض کے پانچ مسئلے
بیان کرتے ہین پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ دادی باپ کے ساتھ وارث نہین ہوتی اور دادا کے ساتھ وارث ہوتی ہے ۲ یہہ کہ میت نے جبکہ والدین اور احد الزوجین کو
چھوڑا تو بعد حصہ احد الزوجین کے ماں کو باقی کا ثلث پاویگی اور اگر بجائے باپ کے دادا ہو تو ماں اوسکی تمام مال کا ثلث پاویگی طرفین کے نزدیک ۳ یہہ کہ بنی
اعیان اور بنی علات سب ساقط ہو جاتے ہین باپ کے ساتھ بالاتفاق اور دادا کے ساتھ فقط امام کے نزدیک ساقط ہوتے ہین نہ صاحبین کے نزدیک ۴ یہہ
کہ آزاد کرنیوالے کا باپ اوسکے فرزند کے ساتھ سدس ولا کا لیتا ہے ابو یوسف کے نزدیک اور دادا کو یہہ نہین ہے بلکہ تمام ولا بیٹا لیگا دادا کو کچھ بھی
نملیگا باقی امامون کے نزدیک ۵ یہہ کہ اگر غلام آزاد نے اپنے آزاد کرنیوالے کا دادا اور بھائی چھوڑا امام نے کہا کہ ولا دادا کیواسطے مخصوص ہے اور صاحبین
نے کہا کہ دونون مشترک ہین اور اگر دادا کی بجائے باپ ہوتا تو تمام میراث وہی پاتا بالاتفاق اور باقی آٹھ مسئلون کی یہہ تفصیل ہے پہلا مسئلہ یہہ ہے کہ اگر کسی نے وصیت
کی اقرباء زید کیواسطے مثلا تو زید کا باپ وصیت مین داخل نہوگا اور دادا اوسکا داخل ہوگا ظاہر الروایۃ مین ۲ یہہ کہ صغیر کا صدقہ فطر مالدار باپ پر واجب
ہوتا ہے نہ دادا پر ۳ یہہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنے ولد کی ولا کو اپنے موالی کیطرف کھینچیگا نہ دادا اسکے موالی کیطرف ۴ یہہ کہ صغیر مسلمان ہو جاتا ہے اپنے
باپ کے اسلام سے نہ دادا کے اسلام سے ۵ یہہ کہ اگر زید مر گیا اولاد صغار اور مال چھوڑکر تو اوسکی ولایت زید کے باپ کو ہے نہ زید کے دادا کو ۶ یہہ کہ اگر
صغار کا بھائی اور دادا ہے تو ابو یوسف کے نزدیک نکاح کی ولایت مین دونون شریک ہین اور امام کے نزدیک دادا کو ولایت مخصوص ہے اور اگر بجائے
دادا کے باپ ہوتا تو اوسیکو ولایت مخصوص ہوتی بالاتفاق ۷ یہہ کہ جب صغیر کا باپ مر گیا تو وہ یتیم ہو گیا دادا کے ہونے سے اوسکی یتیمی زائل نہین ہوتی ۸ یہہ کہ
اگر میت مر گیا اور وارث اوسکی اولاد صغار ہے اور مال نہین ہے اور میت کی ایک ماں ہے اور دادا تو نفقہ صغار کا ماں اور دادا پر ہے اسطرح کہ تہائی نفقہ

بان پڑھے اور دو تہائیان واواپر اور اگر دادا کی جگہ باپ ہوتا تو تمام نفقہ اوسی پر واجب ہوتا کذا فی الاشباہ وزاد ابن المصنف فی زواہرہ
اخراجاً من الفصولین ضمن الاب مھر صبیته فادی یرجع لو شرط والا لا ولو ولیاً غیرہ او وصیاً یرجع مطلقاً انتہیٰ فقولہ او ولیاً غیرہ
یدخل الجد فیرجع کالوصی بخلاف الاب اور شیخ صالح ابن مصنف نے اپنی حاشیہ اشباہ مین جسکا نام زواہر الجواہر ہے اشباہ کے تیرہ مسئلون پر ایک اور
مسئلہ زیادہ کیا ہے فصولین سے نقل کر کے وہ مسئلہ یہہ ہے کہ باپ نے اپنی طفل صغیر کے مہر کی ضامنی کی پھر مہر اوسکا ادا کیا اپنے مال سے تو صغیر کے مال سے پھیر لے
اگر اوسنے ادا کیوقت رجوع کرنا شرط کر لیا ہو اور اگر شرط نکیا ہو تو رجوع جائز نہین اور اگر باپ کے سوا اور کسی صغیر کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضامنی کر کے
مہر ادا کیا ہو تو رجوع کرے مطلقاً انتہے یعنی شرط اور بلا شرط ہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا تو ولی غیر اب کا لفظ دادا کو بھی شامل ہے تو دادا بھی
وصی کی مانند مطلقاً رجوع کریگا برخلاف باپ کے وللام ثلثة احوال السدس مع احدھما او مع اثنین من الاخوة او من الاخوات فصاعداً
من ای جهة کانا ولو مختلطین اور مان کے تین حالات ہین چھٹا حصہ ہے بیٹی یا پوتے کے ساتھہ یا دو بھائی یا دو بہنون کے ساتھہ بھائی بہن دو
ہون یا زیادہ کسی جہت سے ہون اگرچہ ملے جلے ہون ھ اگر ایک شخص مرگیا مان اور فرزند چھوڑ کر خواہ فرزند بیٹا ہو یا بیٹی پوتا ہو یا پوتی تو اوسکی مان کا حصہ
سدس ہے قال اللہ تعالیٰ (ولابویه لکل واحد منهما السدس مما ترک ان کان له ولد) اسواسطے کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت دونونکو شامل ہے اور
ولد الابن کو بھی عام ہے اور اسپر اجماع ہے امت کا کہ ولد الابن قائم مقام ولد صلبی کے ہے توریث ام مین اور اسیطرح مان کا حصہ میت کے دو بھائیون کے ساتھہ
یا زیادہ یا دو بہنون کے ساتھہ یا زیادہ سدس ہے خواہ بھائی بہن سگے ہون یا سوتیلے یا مادری یا مختلط ہون یعنی ایک بھائی سگا ہو اور دوسرا سوتیلا اور
تیسرا مادری والثلث عند عدمهم اور مان کا حصہ تمام ترکہ کی تہائی ہے جبکہ اشخاص مذکورین نہون یعنی بیٹا اور پوتا اور دو بھائی اور دو بہن وثلث
الباقی مع الاب واحد الزوجین اور مان کیواسطے باقی مال کی تہائی ہے باپ اور احد الزوجین کے ساتھہ ھ یہان دو صورتین ہین پہلی صورت یہہ ہے
کہ ایکعورت زوج کو اور مان باپ کو چھوڑ کر مرگئی تو تقسیم چھہ سہم سے صحیح ہوگی نصف یعنی تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تہائی یعنی ایک سہم ماں کا اور باقی دو
سہم باپ کے دوسری صورت یہہ ہے کہ ایک شخص مرگیا مان باپ اور زوجہ کو چھوڑ کر تو اسکی تقسیم بارہ سہم سے صحیح ہوگی زوجہ کی چوتھائی اور باقی مال کی تہائی
مان کی یعنی تین سہم اور باقی چھہ سہم باپ کے ہر چند ماتن نے ان دونو حالتونکو آگے ذکر کیا ہے مگر شارح نے یہان ذکر کر کے اشارہ کیا کہ مان کے تینون حالات ایکجگہ
متصل ذکر کرنا بہتر تھا متفرق بیان سے کذا فی الطحطاوی اور اگر صورت مذکورہ مین بجای باپ کے دادا ہو تو عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ مان کو جمیع مال کا ثلث ملیگا
انتہے والسدس للجدة مطلقاً کام ام او ام اب اور سدس حصہ ہے جدہ کا مطلقاً خواہ جدہ مان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو یعنی نانی اور دادی دونو
جدہ صحیحہ مین اپنے ناتی اور پوتے کے ترکہ سے چھٹا حصہ پاوینگی فصاعداً یشترکن فیہ اذا کن ثابتات ای صحیحات کالمذکورتین فان الفاسدة
من ذوی الارحام کما سیجئ متحاذیات فی الدرجة لان القربی تحجب البعدی مطلقاً کما سیجئ ایک جدہ ہو یا دو تین چار یا زیادہ سب شریک ہونگی
سدس مین جبکہ جدات ثابتات یعنی جبکہ جدات صحیحہ ہون چنانچہ دو جدہ مذکور ہو چکین اسواسطے کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام مین سے ہے نہ ذوی الفروض مین
چنانچہ اوسکا ذکر ذوی الارحام مین آویگا اور دوسری شرط میراث جدات مین یہہ ہے کہ جمیع جدات درجہ مین متساوی اور برابر ہون اسواسطے کہ جدہ قریبہ جدہ
بعیدہ کی حاجب ہوتی ہے مطلقاً خواہ جدہ قریبہ حاجبہ مان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو اور اسیطرح جدہ بعیدہ محجوبہ خواہ مان کی مان ہو یا باپ کی مان ہو چنانچہ
اسکا بیان باب الحجب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ھ اکمل نے شرح سراجیہ مین کہا کہ ہر شخص کی دو جدہ ہوتی ہین ایک اوسکی مان کی مان اور دوسری باپ کی مان اسیطرح
اوسکے والدین کی اور جمیع اصول کی تا آدم و حوا علیہما السلام اور جدہ کی دو قسم ہین صحیحہ اور فاسدہ جدہ صحیحہ وہ ہے جسکی نسبت الی المیت مین ایک نانا
دو ماؤن مین نہ داخل ہو اور جدہ فاسدہ وہ ہے کہ دو ماؤن کے مابین مین باپ داخل ہو اسواسطے کہ جو باپ کہ میت کے ساتھہ نانا رکھتا ہے بواسطہ عورت کے
وہ جد فاسد ہے انتہی چنانچہ نانا یعنی مان کا باپ تو نانا کی مان جدہ فاسدہ ہے اسواسطے کہ دو ماؤن مین یعنی میت کے مابین اور نانا کے مابین نانا واسطہ واقع ہوا
معلوم کرنا چاہیئے کہ جدہ کا سدس حدیث سے ثابت ہوا اور جدات کے سدس کی دلیل یہہ روایت ہے کہ ایک شخص کی نانی یعنی مان کی مان صدیق اکبر کے پاس آئی اور

بولی کہ میرے نانی کا حصہ مجھکو دیجیے صدیق نے جواب دیا کہ مین تیرا حصہ کتاب اللہ مین منصوص نہین پاتا ہون اور تیری میراث مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے
کچھہ نہین سُنا ولیکن مین اصحاب سے مشورہ کرتا ہون پھر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو سدس دیا ہے
پھر اُس میت کی جدہ دوسری یعنی باپ کی ماں آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجھکو دیجیے تو صدیق نے کہا کہ مین کتاب اللہ اور حدیث مین تیرے واسطے کچھہ حصہ نہین
پاتا ہون لیکن مجھکو یہہ معلوم ہوا ہیکہ وہی سدس ہے تم دونوں مین مشترک ہے اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اوسیکا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاکمل ملخصا والسُّدُسُ لِبِنْتِ الابْنِ
فاکثر مع البنت الواحدۃ تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیون کا ایک بیٹی کے ساتھہ دو تہائیون کے پورا کرنیکے واسطے ہم جب کہ
مصنف نے سدس کو ذکر کیا تو ان لوگون کو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہین خواہ ہمیشہ چنانچہ جدہ یا بعضی صورتین جیسی پوتیان اور پوتیون کے چھہ حالات ہین تین حال تو
بیٹیون کی مانند ہین یعنی ایک پوتی کو نصف اور دو پوتیون کو یا زیادہ کو دو تہائیان اور اگر پوتیون کے ساتھہ اونکا بھائی بھی ہے تو بھائی اونکو عصبہ کر دیگا
للذکر مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیون کو مخصوص ہین ازانجملہ ایک تو وہی جسکو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس ایک بیٹی کے ساتھہ ملیگا دوسرا حال یہہ کہ دو یا زیادہ
بیٹیون کے ساتھہ وہ ساقط ہونگی لیکن اگر اونکے ساتھہ بھائی ہوگا درجہ مین برابر یا اسفل تر او نکو عصبہ کر دیگا بشرطیکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہوا نہین سکے
تیسرا حال یہہ ہے کہ فرزند صلبی سے پوتیان ساقط ہو جاتی ہین اور یہہ جو کہا کہ سدس ملیگا دو تہائیون کے پورا کرنیکے واسطے سو اسواسطے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ بنات کا حق ثلثین پر زیادہ نہین ہوتا اور بنات کا لفظ بنات الابن کو بھی شامل ہے پھر جبکہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنی نصف لیا تو بنت الابن کو
سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنی ثلثین پورا ہو جاوے کذا فی الطحطاوی والسُّدُسُ لِلْاُخْتِ لِاَبٍ فاکثر مع الاخت الواحدۃ لِاَبَوَیْنِ تکملۃ
للثلثین اور چھٹا حصہ ہے ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنون کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھہ دو تہائیون کے پورا کرنے کے واسطے ہم یعنی اگر سوتیلی بہن
سگی بہن کے ساتھہ ہے تو نصف ترکہ سگی بہن لیگی اور سدس سوتیلی کو ملیگا تاکہ دو تہائیان پوری ہو جاوین معلوم کرنا چاہیے کہ سگی بہنون کے پانچ احوال
ہین اور بھی پانچوں احوال سوتیلی بہنون کے بھی ہین پہلا حال یہہ ہے کہ ایک سگی بہن نصف پاوے گی دوسرا حال یہہ کہ دو سگی بہنین ثلثین پاوینگی تیسرا یہہ کہ اگر انکے
ساتھہ بھائی سگا ہوگا تو اونکو عصبہ کر دیگا چوتھا یہہ کہ بہنین بیٹیون کے ساتھہ عصبہ ہو جاتی ہین لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اجعلوا الاخوات مع البنات
عصبات پانچوان یہہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بہنین ساقط ہو جاتی ہین بالاتفاق اور امام اعظم کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہو
جاتی ہین اور سوتیلی بہنون کے دو حال اور بھی زیادہ ہین تو سوتیلیون کے سات احوال ٹھہرے پانچ احوال تو مذکور ہو چکے اور چھٹا حال یہہ ہے کہ سوتیلی بہن سگی
بہن کے ساتھہ سدس پاتی ہے چنانچہ ماتن نے اسکو بیان کیا اور ساتوان حال یہہ ہے کہ اگر سگی دو بہنین یا زیادہ ہون تو سوتیلی بہنین ساقط ہو جاتی ہین مگر
یہہ کہ اونکے ساتھہ بھائی ہو تو وہ انکو عصبہ کر دیگا اور جبکہ سگی بہن بیٹی کے ساتھہ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بہنین ساقط ہونگی کذا فی الطحطاوی والسُّدُسُ
لِلْوَاحِدِ مِنْ وَلَدِ الْاُمِّ وَالثُّلُثُ لِاثْنَیْنِ فَصَاعِدًا مِنْ وَلَدِ الْاُمِّ ذَکَرُھُمْ کَاُنْثٰھُمْ اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے ماں کی اولاد سے اور تہائی دو کی
اور زیادہ کی ہے ماں کی اولاد سے مرد انکی عورتونکی برابر ہین ہم اخیافی اور مادری بھائی بہن وہ ہین جنکی ماں ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکرہ نے
زید سے نکاح کیا اوس سے حامد پیدا ہوا پھر زید کے بعد خالد سے شاکرہ نے نکاح کیا اُس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئی تو محمود اور صابرہ حامد کے اخیافی
اور مادری بھائی بہن ہین طحطاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنون کے تین حال ہین ایک حال یہہ ہے کہ اگر اکیلا ہے تو سدس پاویگا اور اگر دو یا زیادہ ہین تو ثلث
پاوینگے تیسرا حال یہہ ہے کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ اور دادا کے ہونیسے وہ ساقط ہونگے بالاتفاق اسواسطے کہ اونکی میراث ضعیف ہے قرابت ضعیفہ
کی وجہ سے لہٰتی ہے والثلث للام عند عدم من لھا معہ السدس ممن کا مرّ اور تہائی ماں کیواسطے ہے جبکہ وہ لوگ نہون جنکے ساتھہ ماں کو سدس ملتا ہے
چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بہنین یا زیادہ ایسے نہونگی تب ماں کو تہائی ملیگی ولھا ثلث الباقی بعد فرض احد
الزوجین کما قد مقتضا اور ماں کے واسطے باقی مال کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین شرح مین وذلک
فی زوج وابوین وامرأۃ وابوین فلھا حینئذٍ الثلث الباقی اور یہہ یعنی تہائی ماں کی زوجہ اور والدین تین تو اسصورت مین درحقیقت ان کیواسطے جو تہائی ہم

امّ کا لفظ یہان زیادہ کرنا ادب ہے اگلے مسئلہ مین بھول چوک ہی شارح کی اسواسطے کہ ام تو ابوین مین داخل ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی لہذا مترجم نے لفظ ام کا ترجمہ
نہین کیا ثلث ما بقی ربع ہے کل ترکہ کا چنانچہ ترجمہ مین گذر گیا کہ اگر زوجہ مرگیا اور زوجہ اور اپنے والدین کو چھوڑا تو اوسکی قسمت بارہ سہم سے صحیح ہوگی کل مال کی چوتہائی
یعنی تین سہم زوجہ کے ہین اور باقی مال یعنی نو سہم کی تہائی مان کی ہی سو تین سہم ہوئے تو تین سہم کل ترکہ کے یعنی بارہ سہم کی چوتہائی ہین اور باقی چھ واسطے ابو کے
اُمّ فلها حينئذٍ السدس یا تہائی باقی کی مان کو ہے زوج اور والدین مین تو اسوقت مین درحقیقت مان کیواسطے سدس ہے یہ صورت بھی ترجمہ مین گذر
چکی کہ اگر زوجہ مرگئی زوج اور والدین کو چھوڑ کر تو قسمت اسکی چھ سہم سے صحیح ہے نصف زوج کا یعنی تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنی تین سہم کی ایک سہم
تو ایک سہم کل مال کا سدس ہی یہان اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرا تو مصنف نے اوسکو ثلث کیون کہا شارح نے اسکا جواب قول
آئندہ مین دیا وسمّی ثلثا تأدّبا مع قوله تعالى وورثه أبواه فلأمه الثلث اور مصنف نے ان کے فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالی کے اس
قول کے ساتھ (وورثه أبواه فلأمه الثلث) یعنی اگر میت کا ولد نہوا اور اوسکے والدین اوسکے وارث ہون تو اوسکی مان کیواسطے تہائی ہی باپ کا حصہ اسواسطے نہ
ذکر کیا کہ جب فقط والدین وارث مفروض ہو چکے اور مان کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہوگیا کہ باقی مال باپ کا ہی یہ مطلب نہ ان کی یون ہی کہ مان کا حصہ جب کہ
والدین کے ساتھ احد الزوجین ہون ثلث ما بقی ہو چنانچہ جمہور کا قول ہے نہ ثلث مال چنانچہ ابن عباس کا قول ہے کہ اسمین تفضیل انثی کی اوس ذکر پر لازم آتی ہے جو
اوسکے برابر ہے جہت اور قرب مین اور یہہ موضوع شرعی کے مخالف ہی کذا فی تفسیر البیضاوی ملخصا والثلثان لكل اثنين فصاعدا ممن فرضه النصف
وهم خمسة البنت وبنت الابن والاخت لابوين والاخت لاب الا الزوج لانه لا يتعدد اور ثلثین یعنی دو تہائیان ان دو شخصون یا زیادہ
لوگون کی ہین جنکا فرض حصہ نصف ہی وہ پانچ ہین بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور زوج مگر زوج کیواسطے ثلثین نہین اسواسطے کہ اوسمین تعداد اور کثرت نہین
ہے یعنی زوج کے حق مین دو تہائیون کا تحقق نہین ہوتا اسواسطے کہ ثلثین کے وارث نہین مگر متعدد اشخاص جو کہ انفرادی حالت مین نصف کے وارث ہوتے ہین فائدہ جلیلہ
معلوم کرنا چاہیئے کہ فرض مقدرہ کلام مجید مین چھ ہین نصف ربع ثمن ثلثین ثلث سدس سو نصف تو پانچ اصناف کا فرض ہی زوج کا فرض ہی جبکہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی نہو اور بنت صلبی کا
فرض ہی اور بنت الابن کا فرض ہی جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی بہن کا فرض ہی اور سوتیلی بہن کا فرض ہی جبکہ سگی بہن نہو اور ربع دو صنف کا فرض ہی زوج کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن
ہو اور ایک زوجہ اور چند زوجات کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہی یعنی ایک یا چند زوجہ کا جبکہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار اصناف کا فرض ہے
دو صلبی بیٹیون کا یا زیادہ کا فرض ہی اور دو پوتیون یا زیادہ کا فرض ہے جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی دو بہنون یا زیادہ کا فرض ہی اور سوتیلی دو بہنون یا زیادہ کا فرض ہی جبکہ سگی بہن نہو اور
ثلث دو صنف کا فرض ہی مان کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور دو بھائی بہن نہ دو بہنین اور اولاد مادری کا فرض ہی دو ہون یا زیادہ ذکور ہون یا اناث اور سدس
سات اصناف کا فرض ہی باپ کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور جد صحیح کا اسی طرح فرض ہی جبکہ میت کا باپ نہو اور مان کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو یا دو بھائی ہون یا
دو بہنین اور جدہ صحیحہ کا فرض ہی خواہ ایک جدہ ہو یا زیادہ ایکوقت اور بنت الابن کا فرض ہے بنت صلبی کے ساتھ تکملة للثلثین اور سوتیلی بہن کا فرض ہی سگی بہن کے ساتھ
تکملة للثلثین اور ایک شخص کا فرض ہے اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذا فی العالمگیریة عن خزانة المفتین

فصل في العصبات

یہہ فصل ہے عصبات کے مسائل مین عصبات جمع ہی عصبہ کی اور عصبہ مطلقا لغت مین عبارت ہی محیط بالشی سے اور معنی احاطہ عصبہ شرعی مین موجود ہین کیونکہ
عصبات میت کو ہر طرح سے گھیرے ہین کذا فی الطحطاوی ملخصا اور اصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی العصبات النسبية ثلثة عصبة بنفسه
وعصبة بغيره وعصبة مع غيره عصبات نسبی تین قسم ہین عصبہ بنفسہ اور عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ ثم شارح اور ماتن نے عصبہ نسبی کو عصبہ
سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہو چکا کہ نسبی قوی تر ہے سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم ہین اسواسطے منحصر ہوئی کہ اگر ثبوت عصوبت مین غیر کے
ملنے کی حاجت نہین تو وہ عصبہ بنفسہ ہے یعنی بذاتہ خود بلا حاجت انضمام شخص اخر عصبہ ہے اور اگر عصبہ ہونا غیر کا محتاج ہی تو اگر عصوبت مین یہہ غیر بھی اوسکا
شریک ہو تو وہ عصبہ بغیرہ ہی اور اگر غیر اوسکے ساتھ شریک نہین ہے تو وہ عصبہ مع غیرہ ہی فیجوز العصبة بنفسه وهو كل ذكر فالانثى لا تكون
عصبة بنفسها بل بغيرها او مع غيرها لم يدخل في نسبته الى الميت انثى فان دخلت لم يكن عصبة كولد الام فانه ذو فرض وكاب الام فا

ابن البنت فإن هما من ذوي الأرحام عصبہ بنفسہ وہ مرد ہے جسکے رشتہ مین میت کیطرف عورت نہ داخل ہو شارح نے لفظ مرد کی قید سے عورت نکل گئی
کہ وہ عصبہ بنفسہا نہین ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوتی ہے پھر اگر نسبت الی المیت مین عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہوگا چنانچہ مادری بھائی کہ وہ صاحب
فرض ہے نہ عصبہ اور جیسا نچہ ماں کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنی نواسا اور نانی اسواسطے کہ وہ دونون ذوی الارحام سے ہین نہ صاحب فرض ہین نہ عصبہ ما أبقتہ
الفرائض أي جنسہا عصبہ بنفسہ شخص ہے جو اُس مال کو جو جنس فرائض سے باقی رہگیا یعنی جو اہل فروض کو دیکر مال باقی رہا اُس باقی سب مال کو عصبہ بنفسہ لیگا خواہ
اہل فرض متعدد ہون یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تھا شارح نے اوسکی تفسیر بلفظ جنس کرکے اشارہ کیا کہ الف لام جنس ہے جمعیت باطل ہوگئی وعند
الانفراد یحوز جمیع المال بجہۃ واحدۃ اور عصبہ بنفسہ انفراد اور تنہائی کیحالت مین تمام مال کو لیتا ہی ایک جہت سے ھم یعنی اگر اہل فروض نہون فقط عصبہ
بنفسہ ہو تو وہ سب مال لیگا فقط ایک عصوبت کی جہت سے پس قید انفراد مین سے جہت واحدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ یہہ اعتراض وارد نہو کہ صاحب فرض بہی سب
مال لیتا ہی جبکہ اوسکے ساتھہ عصبہ نہو اسلئے کہ اہل فرض کو استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے اور باقی مال کا بسبب رد کرنیکے تو ایک جہت سے
اوسنے سب مال نہ پایا بلکہ دو جہت سے برخلاف عصبہ بنفسہ کے کہ وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہی ثم العصبات بأنفسہا أربعة أصناف جزء
المیت ثم أصلہ ثم جزء أبیہ ثم جزء جدہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عصبہ بنفسہ کی جماعت چار قسم ہین میت کا جز پھر میت کی اصل پھر میت کے باپ
کا جز پھر میت کے دادا کا جز ھم میت کا جز جیسا نچہ بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل جیسا نچہ باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جز جیسا نچہ بھائی اور بھتیجا اور
میت کے دادا کا جز جیسا نچہ چچا اور اوسکی اولاد ویقدم الأقرب فالأقرب منہم بہذا الترتیب اور عصبات مین زیادہ تر قرابت وار کی تقدیم
ہوگی پھر اوسکے بعد اوسکی جو قریب ہے وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکور کے فیقدم جزء المیت کالابن ثم ابنہ وإن سفل نوبت
کا جز مقدم ہوگا میت کی اصل پر جیسا نچہ میت کا بیٹا پھر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنی پرپوتا اور پوتے کا پوتا ھم اکمل نے کہا تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنی میراث
مین نقلاً اور عقلاً ثابت ہی دلیل نقلی تو قرآن مجید مین موجود ہے یعنی باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہین کیا تاکہ وہ باقی مال بطریق عصوبت
کے پاوے اور دلیل عقلی یہہ ہے کہ انسان ولد کو اپنے والدین پر مقدم جانتا ہی صرف مال مین اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہے فرزند کیواسطے تو مقتضا
اسکا یہہ ہے کہ اوسکا مال فرزند سے تجاوز کرکے اوسکے باپ کو نہ پہونچے لیکن نص قرآنی سے بقدر حصہ پدری کے اوسکے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال
مین اوسکی خواہش دلی کو باقی رکہا کذا فی الطحطاوی ملخصا ثم أصلہ الأب پھر فرع کے بعد اصل میت یعنی باپ مقدم ہوگا یعنی اگر میت کا بیٹا
یا پوتا یا پڑوتا کوئی باقی نہین ہے تو میت کا باپ عصبہ ہوکر ترکہ لیگا ویکون مع البنت فالکل عصبۃ وذا سہم کما مر اور باپ ایک
بیٹی یا زیادہ کے ساتھہ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح مین مذکور ہو چکا اہل فروض کے بیان مین ھم طحطاوی نے کہا بہتر یون تہا
مصنف اس مسئلہ کو اہل فروض مین فرض پدری کے ساتھہ ذکر کرتا شارح کی مانند ثم الجد الصحیح وہو أب الأب وإن علا پھر باپ کے
بعد جد صحیح مقدم ہے یعنی باپ کا باپ جسکو دادا کہتے ہین اگرچہ جد اونچا ہو یعنی پردادا اسردادا اسکے بعد وغیر ذلک وأما أب الأم فمن أصناف
ذوی الأرحام اور ماں کا باپ تو جد صحیح نہین بلکہ جد فاسد ہی ذوی الارحام مین داخل ہے نہ عصبات مین ثم جزء أبیہ الأخ لأبوین
ثم لأب پھر جد صحیح کے بعد میت کے باپ کا جز یعنی سگا بھائی میت کا مقدم ہی پھر اوسکے بعد سوتیلا بھائی مقدم ہو بھتیجون پر ثم ابنہ لأبوین ثم
لأب وإن سفل پھر بھائی کے بعد سگے بھائی کا بیٹا مقدم ہے پھر اوسکے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہے اگرچہ ابن الاخ سافل ہو یعنی بھتیجے کا
بیٹا یا پوتا تأخیر الأخوۃ عن الجد وإن علا قول أبی حنیفۃ وہو المختار للفتوی خلافا لہما وللشافعی قیل علیہ الفتوی تاخیر بھائیون کی دادا سے
اگرچہ دادا عالی ہو قول ہے امام ابو حنیفہ رح کا اور یہی قول مختار ہے فتوی کیواسطے برخلاف صاحبین اور شافعی کے بعضون نے کہا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے
یعنی بھائی مقدم ہین دادا پر طحطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتمد ہی ثم جزء جدہ العم لأبوین ثم لأب پھر بھائیون کے بعد دادا کی اولاد یعنی سگا چچا
مقدم ہی پھر اوسکے بعد سوتیلا چچا ثم ابنہ لأبوین ثم لأب وإن سفل پھر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہی پھر اوسکے بعد سوتیلے چچا کا بیٹا اگرچہ

پھر سے بھائی سافل ہون اعمام پدری سے مقدم ہین ثم عم الاب پھر بنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اوسکا سوتیلا چچا ہے ثم
ابنہ پھر اعمام پدری کے بعد باپکے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اوسکے بعد باپکے سوتیلے چچا کا بیٹا جد کے اعمام پر مقدم ہے ثم عم الجد
پھر بیٹے اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر اوسکے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثم ابنہ کذلک وان سفلا پھر جد کے اعمام کے بعد انکا بیٹا اسیطرح
مقدم ہے یعنی سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عم پدری کے فرزند اور عم جدی کے فرزند سافل ہون کذا فی العالمگیریۃ عن المبسوط ھ اور اگر ایک درجے کے عصبات
کی جماعت مجتمع ہو تو مال متروکہ انپر باعتبار اونکے ابدان کے قسمت ہوگا نہ باعتبار اونکے اصول کے مثلا میت کا ایک بھتیجا ہے اور دوسرے بھتیجے اور ہین یا ایک
بھتیجا بھائی سے اور دس بھتیجے بھائی اور ہین تو مال کے گیارہ حصے ہونگے ہر شخص کو ایک حصہ ملیگا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فاقربہم بنوہا
او بعض بنوہ ثم ابوہ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق سے معلوم ہوگیا کہ عصوبت کے چار سبب ہین بیٹا ہونا پھر باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا وبعد ترجیحہم
بقرب الدرجۃ یرجحون عند التفاوت بابوین واب کما مر بقوۃ القرابۃ فمن کان لابوین من العصبات ولو انثی کالشقیقۃ مع البنت
تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب اور قرب درجہ کے بعد عصبات کو جبکہ اونمین تفاوت ہو سگے سوتیلے کا چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا
ترجیح ویگانگی سے قرابت کے قوی ہونے کیوجہ سے عصبات مین سے جو عصبہ میت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہو اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے
سگی بہن بیٹی کے ساتھ مقدم ہے سوتیلی بھائی پر ھ درجہ سے مراد قرابت کی جہت ہے یعنی تقدیم مین اول جہت معتبر ہے تو جزء میت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر
مقدم ہے پھر جبکہ جہت متحد ہوا اور دو عصبون مین سے ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جزئیت مین بیٹا اور پوتا یکسان ہے لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب
ہے تو اب تقدیم قرب کیوجہ سے معتبر ہوگی پھر جبکہ قرب مین بھی عصبات برابر ہون تو اب تقدیم مین قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہان بیان کیا ہے
اور قرابت کی قوت پائی نہین جاتی مگر بھائیون مین اور بھتیجون اور چچون مین اور چچیرے بھائیون مین اور فروع اور اصول مین قوت قرابت کی یعنی سگا اور سوتیلا کا
اعتبار نہین ہوسکتا اور چونکہ یہہ مقام ہے عصبات بنفسہ کے اصناف کا اور اونکے ترجیح کی جہات کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھ بیمحل ہے
کیونکہ اخت مذکورہ عصبہ بنفسہ نہین بلکہ عصبہ مع غیرہ ہے لیکن یہہ جواب ہوسکتا ہے کہ اسکا بھائی عصبہ بنفسہ ہے تو اسکی ذیل مین بہن کی بھی قوت قرابت کو مذکور کردیا
کذا فی الطحطاوی ملخصا لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل یہہ حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی ماں کے فرزند باہم وارث ہوتے ہین نہ سوتیلی ماؤن کے فرزند ھ یہہ حدیث ترمذی مین علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تتمہ حدیث
مذکور کا یہہ ہے الرجل یرث اخاہ لابیہ وامہ دون اخیہ لابیہ کذا فی التیسیر یعنی مرد وارث ہوتا ہے سگے بھائیکا نہ سوتیلے بھائیکا والحاصل انہ عند الاستواء فی
الدرجۃ یقدم ذو القرابتین وعند التفاوت فیہا یقدم الاعلی اور خلاصہ کلام یہہ ہے کہ درجہ برابر ہونیکے نزدیک دو قرابت والیکی تقدیم ہوتی
ہے اور درجہ مین تفاوت ہونے سے اعلی یعنی اقرب مقدم ہوتا ہے ھ برابری درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا سوتیلا تو سگا مقدم ہوگا کہ دو
طرف سے قرابت رکھتا ہے باپکی طرف سے بھی اور ماں کیطرف سے بھی اور سوتیلا فقط ایک قرابت رکھتا ہے باپ کیطرف سے نہ ماں کیطرف سے اور تفاوت درجہ کی مثال
چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگی بھائی کا بیٹا تو سوتیلا بھائی سگے بھتیجے پر مقدم ہوگا قریب تر ہونے سے ثم شرع فی العصبۃ بغیرہ فقال والعصبۃ بغیرہا
البنات بالابن وبنات الابن بابن الابن وان سفلوا پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصوبت بغیرہ مین شروع کیا سو یون کہا اور عصبہ بغیرہ ہوجاتی
ہین بیٹیان بیٹون کے ہونے سے اور پوتیان عصبہ بغیرہ ہوجاتی ہین پوتونکے ہونے سے اگرچہ درجات مین سافل ہون ھ بنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونیکی کلام مجید
دلیل ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی اللہ تعالی تمہاری اولاد مین وصیت کرتا ہے مرد کیواسطے دو عورتون کے حصہ کے برابر یعنی
اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو تین سہم سے قسمت ہوگی دو سہم بیٹا لیگا اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیان ہین تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم ہر ایک
بیٹی لیگی اور دو سہم بیٹا لیگا علی ہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پاویگا جسقدر کہ بیٹیان اور بیٹے ہون اسیطرح بنین اور بنات ابن کو سمجھنا چاہئیے والاخوات
لابوین او لاب باخوتہن اور سگی سوتیلی بہنین عصبہ بغیرہ ہوجاتی ہین اپنی بھائی کے ہونے سے ھ اور بہنون کا عصبہ ہونا اپنی بھائیون کے ہونے سے

حق تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے وَاِنۡ کَانُوۡۤا اِخۡوَۃً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ ﴿ھم﴾ ای ہن ذوات النصف والثلثین یصرن عصبۃ
باخواتہن تو عصبہ بغیرہ جاننا چاہیے یعنی بیٹیان نصف اور ثلثین کے حصے والیان وہ عصبہ ہو جاتی ہین اپنے بھائیون کے ہونے سے ﴿ھم﴾ اور جس عورت کا حصہ فرض نہین اور
اوسکا بھائی عصبہ ہے تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہین ہوتی چنانچہ عم اور عمہ خواہ سگی ہون یا سوتیلی تو سب مال کو چچا لیگا عمہ کو کچھ نملیگا اور یہی حال ہے
ابن العم کا بنت العم کے ساتھ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو حکمًا کابن ابن ای یتعصّب مَن مِثلہٗ او فوقہٗ اگرچہ بہنو کا
بھائی حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ میت کے بیٹے کا بیٹا یعنی پوتا عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر کی درجہ والی بہن کو یا اوس بہن کو جو اوس سے اونچی درجہ والی ہو ﴿ھم﴾
عصبہ بغیرہ مین بھائی سے مراد وہ ہے جو برادر حقیقی اور حکمی دونونکو عام ہو سو حقیقی برادر تین مین ہوتا ہے بنت صلبی اپنی بھائی کے ساتھ اور اوسکی بہن اپنا
بھائی کے ساتھ اور سوتیلی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور برادر حکمی بنات الابن مین ہوتا ہے تو پوتا اپنی بہنونکو عصبہ کر دیتا ہے اور چچیری بہنونکو جو درجے
مین برابر ہین اور بنات الابن کو وہ برادر حکمی بھی عصبہ کر دیتا ہے جو اون سے اسفل ہے درجہ مین تو انمین سے اوس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہے جسکا کچھ حصہ نہین
چنانچہ مسئلہ تشبیب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ثم شرع فی العصبۃ مع غیرہ فقال ومع غیرہ الاخوات مع البنات او بنات الابن لقول
الفرضیین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ والمراد من الجمعین ھنا الجنس ﴿ھم﴾ مصنف نے عصبہ مع غیرہ مین شروع کیا سو یون کہا اور عصبہ مع
غیرہ بہنین ہین بیٹیون کے ساتھ یا پوتیون کے ساتھ بدلیل قول اہل فرائض کے کہ بہنون کو بیٹیون کے ساتھ عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات
کی دونون جمعون سے جنس مراد ہے ﴿ھم﴾ سراجیہ اور اوسکی شروح مین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کو حدیث کہا ہے واللہ اعلم چونکہ ایک بہن ایک
بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی ہے اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اسکی خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے اوسکا جواب دیا کہ جمع پر الف لام
کا ہی تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے وعصبۃ ولد الزنا وولد الملاعنۃ مولی الام اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ اونکی ماں کا
مولی ہے ﴿ھم﴾ ولد الملاعنہ یہ ہے کہ ایکعورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اوسکی زوج نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہین ہے پھر باہم لعنت کرکے زوجین مین فراق ہو گیا
تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ ہے طحطاوی نے منح الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ولد الملاعنہ کو اوسکی ماں کے ساتھ ملایا تو وہ اوس
شخص کی مانند ہو گیا جسکو باپ کیطرف سے کچھ قرابت نہین تو اسیلیے واجب ہوا کہ اوسکی ماں کے سوائی اوسکے وارث ہون اور وہ انکا وارث ہو تو اگر
ولد الملاعنہ مر گیا اور اوسنے ایک بیٹی اور ماں اور ملاعن کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور ماں کو سدس اور باقی مال پھر بیٹی اور ماں کو دیا جاویگا بطریق فرض
اور رد کے گویا کہ اوسکا باپ ہی نتہا انتہی اور ولد مشترک کا نسب شریک لونڈی سے ثابت ہوگا تو وہ ہر مولی سے ابن کامل کی میراث پاویگا اور دونون
مولے ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پاوینگے اور ہر مولے کے قرابت دار اوسکی میراث مین باہم شریک ہونگے گویا کہ ایک باپ کی قرابتدار
ہین اور اگر مولے مر گیا تو دوسرا باقی مولے ولد مشترک کے مال متروکہ سے پدر کامل کی میراث لیگا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی المراد بالمولی
ما یعم المعتق والعصبۃ لیعم ما لو کانت الام حرۃ الاصل کما بسطہ العلامۃ قاسم لانہ لا اب لہما اور متن مین مولی سے مراد وہ ہے جو
آزاد کرنیوالے اور عصبہ دونونکو شامل ہو تاکہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی ماں حرہ اصلی ہو تو اوسکو بھی شامل رہے چنانچہ علامہ قاسم نے اسکو شرح
بیان کیا ہے ماں کا مولے اسواسطے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہین ہے یعنی شرعًا اونکا کوئی باپ نہین جس سے اونکا نسب
ثابت ہو اور وہ اوسکے وارث ہون اگرچہ واقع مین ولد بدون والد کے نہین ہوتا مگر بطریق خرق عادت ﴿ھم﴾ ویفترقان فی مسئلۃ واحدۃ
ھی ان ولد الزنا یرث من توأمہ میراث اخ لام وولد الملاعنۃ یرث من توأمہ میراث اخ لاب وام اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ
ایک مسئلہ مین جدائی رکھتے ہین وہ مسئلہ یہ ہے کہ ولد الزنا اپنی توام سے ماں کی بھائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملاعنہ اپنی توام سے سگی بھائی
کی میراث پاتا ہے ﴿ھم﴾ ثم ختم العصبات بالعصبۃ السببیۃ ای المعتق پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی کرتی ہین یعنی سو عصبہ سببی مولی سے
غلام کا آزاد کرنیوالا ﴿ھم﴾ مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنیوالا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیرہ عصبات

میں واقع ہوا تو اونمیں اور باقی عصبات میں کوئی اور جبکہ وارث نہیں تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور ردّ علی ذوی الفروض پر بھی مقدم ہی اور یہی قول ہو علی
مرتضی اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ موخر ہے ذوی الارحام سی اور مذہب جمہور کا قول ہے اور فریقین کی دلائل
مطولات میں مذکور ہیں ثم عصبته بنفسه علی الترتیب المقدم لقوله صلی اللہ علیه وسلم الولاء لحمة کلحمة النسب پہر ہوتے السابقہ کے بعد اوسکا عصبہ
بنفسہ ہی بنابر ترتیب مقدم کے اس حدیث کی دلیل سی کہ ولا قرابت ہی نسب کی قرابت کے مانند ھم عصبۃ بنفسہ کی قید اسواسطے لگائی ہی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ
مقدم ہی اوسکے عصبہ سببی پر یعنی آزاد کرنیوالیکا آزاد کرنیوالا موخر ہی عصبہ نسبی سی اور بموجب ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہی پہر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پہر باپ
معتق کا پہر اوسکا دادا اگرچہ عالی ہووے الی آخر التفصیل پہر معتق کا معتق علی الترتیب المذکور پہر اوسکے عصبات معلوم کرنا چاہیئے کہ آزاد کرنیوالے کی میراث غلام
آزاد کو نہیں پاتا جمہور کے نزدیک خلافا لاسحق بن راہویہ والحسن بن زیاد اور اس حدیث میں الولاء لحمة کلحمة النسب ولا سی مراد ولاء عتاقہ ہی نہ ولاء میراث یعنی ولاء
عتاقہ قرابت حاصلہ ہے عتق کے سبب سے مانند قرابت حقیقی نسبی کے کذا فی الطحطاوی ملتقطا واذا ترک المعتق اب مولاه وابن مولاه فالکل للابن
وقال ابو یوسف للاب السدس اور جبکہ غلام آزاد مرگیا اپنے مولے کا باپ اور بیٹا چھوڑکر تو سب مال مولے کے فرزند کا ہے اور ابو یوسف نے کہا باپ کو
واسطے چھٹا حصہ ہے او ترک جده ای جد المولی واخاه فهو للجد علی الترتیب المتقدم وقالا بینهما کالمیراث یا غلام آزاد نے اپنے مولے کا دادا اور
اوسکا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہے بنابر اس ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ میں مذکور ہو چکی ہی اور صاحبین نے کہا کہ دونوں کے مابین مال مقسوم ہوگا میراث کی
مانند ولیس ههنا عصبة بغیره ولا مع غیره لقوله علیه الصلوة والسلام لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن[له] الی الحدیث اور یہاں یعنی ولاء عتاقت میں
عصبہ بغیرہ نہیں اور نہ عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ عورتونکو ولاء میں کچھ حصہ نہیں مگر اوس غلام کا ولاء جسکو عورتوں نے آپ آزاد
کیا الی آخر الحدیث ھم عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ چونکہ عورتیں ہوتی ہیں لہذا وہ ولاء عتاقت میں بموجب حدیث کے بیدخل ہیں اور یہہ حدیث ٹکڑا ہی اوس
حدیث طویل کا جو سراجیہ میں مذکور ہے وهو وان کان فیه شذوذ لکنه تاکد بکلام کبار الصحابة فصار بمنزلة المشهور کما تبطه السید واقره
المصنف اور یہ حدیث میں اگرچہ شذوذ ہے لیکن وہ متاکد ہوگئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی چنانچہ
سید شریف نے فرائض شریفی میں اوسکو مشروح بیان کیا ہی اور مصنف نے اوسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہی ھم شاذ وہ حدیث ہی جسکو ثقہ راوی اور راویوں کے
مخالف روایت کرے تو جسکی روایت میں راوی منفرد ہوا تو اوسکو نظر کرنا چاہیئے اگر اوسکی روایت اوس راوی کے مخالف ہو جو اوس سے زیادہ تر حافظ اور ضابط ہے
تو اوسکی روایت شاذ مردود ہی یعنی قبول کرنے کے لائق نہیں ہی اور اگر اوسکی روایت ثقات کے مخالف نہیں ہی تو اگر اوس راوی کی حفظ اور اتقان پر اعتماد ہی تو
وہ مقبول ہی اور اوسکا انفراد صحت حدیث میں قادح نہیں اور اگر اوسکی حفظ اور اتقان پر اعتماد نہیں تو اوسکی حدیث خارج ہی حدیث صحیح سی اور حدیث مشہور وہ ہے
جو قرن اول میں آحاد ہو پہر قرن ثانی اور بعد اوسکی متواتر ہوگئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہیں تو انکی گواہی بمنزلہ متواتر کے ثابت ہی
خلاصہ یہ ہے کہ مشہور متواتر کی دوسری قسم ہی حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتونکو ولاء میں کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی

ثم شرع فی الحجب فقال ولا یحجب ستة من الورثة بحال البتة الاب والام والابن والبنت ای الابوان والولدان والزوجان
پہر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد حجب کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ چھ وارث کسی حالت میں محروم میراث سی نہیں ہوتے البتہ یعنی یقینا باپ اور
ماں اور بیٹا اور بیٹی یعنی والدین اور ولدین اور زوج اور زوجہ ھم باپ کیواسطی یا سدس ہی یا عصوبت ہمیشہ اور ماں کا سدس ہی یا ثلث کل ہی یا ثلث باقی
ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ ہی اور بیٹی تین حال سے خالی نہیں اوسکا یا نصف ہی یا ثلثین یا عصوبت للذکر مثل حظ الانثیین اور زوج کا یا نصف ہی یا ربع ہے
ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہی یا ثمن ہمیشہ وفریق یرثون بحال ویحجبون حجب الحرمان بحال اخری وهم غیر هولاء الستة سواء کانوا عصبات
او ذوی فروض اور ایک فریق وہ ہیں جو ایک حال میں تو وارث ہوتے ہیں اور دوسری حال میں بالکل محجوب ہوتے ہیں اور وہ فریق سوا
ان اشخاص ستہ مذکورین کے ہیں خواہ وہ عصبات ہوں یا ذوی الفروض ھم عصبات تو جیسے بھائی اور بھتیجے اور ذوی الفروض جیسے سگی اور سوتیلی بہنیں

[له] پوری حدیث سراجیہ میں یوں ہی لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقهن او معتق معتقهن ۱۲

وهو مبني علي اصلين اور حجب کی بنا دو اصلون پر ہے یعنی محجوب ہونا پایا جاتا ہے دو قاعدون کے ہونے سے یا ایک یہ ہے کہ جس قریب ہون دونون اصلین یا
ایک اصل پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہوگی والا وارث ہوگی احدهما يحجب الاقرب من سواه لا ابعد لما مرّ انه يقدم الاقرب فالاقرب
اتحاد في السبب ام لا ایک اصل یہ ہے کہ اونکے سوا جو کبھی محروم نہین ہوتے اور وارثون مین سے قریب تر بعید تر کو محجوب کر دیتا ہی اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ اقرب
فالاقرب مقدم ہوتا ہی خواہ دونون قرابت والے سبب ارث مین متحد ہون یا نہون هـ یعنی حجب حاصل ہوتا ہی اقرب اور ابعد کے پائے جانیسے تو اقرب ابعد کا حاجب
ہوتا ہی چنانچہ عصبات مین مذکور ہوچکا کہ میت کا جز میت کے اصل کا حاجب ہوتا ہی اور اصل میت اپنی فرع ذاتی کی حاجب ہی اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب
ہے وعلی ہذا القیاس ذوی الفروض مین اقرب ابعد کا حاجب ہے اتحاد سبب کی مثال چنانچہ جدات مع الام اور بنات الابن مع الصلبیتین اور سوتیلی بہنین سگی بہنون کے
ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی مثال باپ اور بھائی ہے والثاني ان من اكل بشخص لا يرث معه كابن الابن لا يرث مع الابن اور حجب کی دوسری اصل
یہ ہے کہ جسکی قرابت لگی ہو بواسطہ ایک شخص کے تو وہ وارث نہوگا اوس شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہین ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنی پوتے کی قرابت دادا
سے بواسطہ باپ کے ہی تو پوتا دادا کے مال کا وارث نہوگا باپ کے ہوتے الا اولاد الام فيرثون معها لعدم استغراقها التركة یعنی واللہ اعلم مگر مادری بھائی سو مان کے
ساتھ وارث ہوتا ہی اسواسطے کہ مان تمام متروکہ کو نہین پاتی ایک جہت سے هـ یعنی ہرچند میت کی قرابت مادری بھائی سے بواسطہ مان کے ہی تو مقتضا اصل ثانی یہہ تھا
کہ مادری بھائی ان کے ساتھ وارث نہوتا مگر اوسکی وراثت اسوجہ سے ہوئی کہ مان سب متروکہ کی مستغرق نہین ہوتی فقط ایک فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض
اور عصبات مین سے کوئی باقی نہین سوا مان کے تو اب وہ تمام متروکہ پاویگی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضاً وردّاً والمحروم كالابن الكافر والقاتل لا يحجب
ما تک تا اصلا اور محروم المیراث چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلا حاجب نہین ہوتا نہ حجب حرمان نہ حجب نقصان هـ حجب محروم مین مطلقا حیثیت میراث کی
نہین تو وہ استحقاق ارث مین میت کی مانند ہوگیا تو اسیطرح حق حجب مین وہ بمنزلہ میت کے ہی ونواة الميت کی وجہ سے وقد يحجب اتفاقا كالام الاخوة
بالاب وتحجب الام الى الاثر اور محجوب حاجب ہوتا ہی باتفاق حنفیہ اور ابن مسعود رضی کے کذا فی شرح السراجیۃ چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہی باپ کے ہوتے
لیکن محجوب کرتی ہے نانی کی مان کو وکالاخوة والاخوات فانهم يحجبون بالاب حجب حرمان ويحجبون الام من الثلث الى السدس حجب
نقصان اور جیسے بھائی اور بہنین کہ وہ محجوب ہوتی ہین باپ کے ہونیسے حجب حرمان کر یعنی بالکل محجوب ہوجاتی ہین اور بھائی بہنین مان کی حاجب ہوتی ہین
ثلث سے سدس تک حجب نقصان کر یعنی بالکل حاجب نہین ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہین کہ مان کا تہائی حصہ کم ہوکر چھٹا حصہ ہوتا ہی پہلی مثال حجب حرمان کی ہی
اور دوسری حجب نقصان کی وتختص حجب النقصان بخمسة بالام وبنت الابن والاخت لاب والزوجين اور حجب نقصان پانچ شخصون کو خاص
ہوتا ہی مان اور پوتی اور سوتیلی بہن اور شوہر اور زوجہ کو هـ مان تو محجوب ہوتی ہی ثلث سے سدس تک لیکن ولد الابن کے ہونیسے یا دو بھائی یا دو بہنون کے ہونیسے اور پوتی محجوب ہوتی ہی بنت صلبی کی ہونیسے نصف
سے سدس اور سوتیلی بہن محجوب ہوتی ہی سگی بہن کے ہونیسے نصف سے سدس تک اور زوجہ محجوب ہوتا ہی نصف سے ربع تک اور زوجہ محجوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے
کذا في الطحطاوي ويسقط بنو الاعيان وهم الاخوة والاخوات لاب وام بثلثة بالابن وابنه وان سفل وبالاب اتفاقا وبالجد عند
ابي حنيفة رحمه الله تعالى اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بہنین ساقط ہوجاتی ہین تین شخصون کی ہونیسے ایک بیٹا اور پوتا ہی اگرچہ سافل ہو اور تیسرا
باپ ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور چوتھا شخص دادا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک هـ برادران عینی کا ذکر کرنا حجب کے مناسبت سے ہی اور بعضی مصنفین
نے مصنف کی مانند دونوں کو اوراونکی مستحقونکو ذکر کیا اور بعض وارثون کے سقوط کا حال حجب مین بیان کیا اسی مناسبت کیوجہ سے اور بعضون نے چنانچہ صاحب
سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات اوسکی ذکر کیوقت بیان کر دیئے تو باب الحجب مین حالت سقوط کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے
حالت سقوط بھی مقدم مذکور ہوچکی کذا في الطحطاوي وقال لا يقاسمهم علي اصول زيد ويقتسم بالاولى وهو السقوط كما هو مذهب ابي حنيفة و
اصول زيد مبسوطة في المطولات اور صاحبین نے کہا کہ جد سگے بھائیون سے مقاسمہ کرتا ہی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصول پر اور فتوی دیا گیا ہی
اول قول کا یعنی جد کے ساقط ہونیکا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہی اور اصول زید کے مطولات فقہیہ مین شرح مذکور ہین هـ شرح الضعفا مین اصول زید یون

مذکور ہین کہ جب جد بنی اعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی کی برابر حصہ لیگا برابر مقاسمہ کرلیگا جبتک مقاسمہ سے جد کا حصہ ثلث سے کم نہو اور اگر
ثلث سے کم ہوگا تو اوسکے لئے ثلث مفروض ہوگا اور باقی دو تہائیان بھائیون بہنون میں للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوگی چنانچہ اگر ایک بھائی اور جد چھوڑے تو متروکہ
انہین نصفا نصف ہوگا اسواسطے کہ مقاسمہ جد کے واسطے بہتر ہے اور اگر جد اور دو بھائی ہین تو ہر ایک کو ثلث مال ملیگا اور اگر جد اور تین بھائی ہین تو تہائی
مال جد کا فرض ہے اور باقی مال بھائیون مین مقسوم ہوگا اسواسطے کہ اسصورت مین مقاسمہ سے جو تہائی مال جد کو ملتا ہے اور وہ تہائی سے کم ہے اور اگر جد
اور بھائیون کیساتھ کوئی صاحب فرض ہے تو اوسکو فرض دیا جاویگا پھر دیکھا جاویگا کہ جد کیلئے تین حالات سے کون حال بہتر ہے مقاسمہ یا ثلث مابقی یا سدس
تو جو انمین سے اوسکے حق مین بہتر ہوگا وہ اوسکو دیا جاویگا اور باقی مال بنی اعیان مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الوہبانیۃ ۵
ما اسقطا اولاد حیی وعلۃ • وقد اسقط النعمان ہو المحرر ۱ اور وہبانیہ مین ہی اور صاحبین نے سگے بھائیون اور سوتیلی بھائیونکو دادا کے ساتھ ساقط
نہین کیا ہی اور البتہ نعمان بن ثابت یعنی امام اعظم نے اونکو ساقط کیا ہی اور یہی قول امام کا محرر اور معتمد ہی ھ قولہ وعلۃ کا واو بمعنی او ہی یعنی اسواسطے کہ یعنی
کیے بہ علاتی وارث ہوتا ہی نہ اوسکے ساتھ وعلیہا الفتوی کما فی الملتقی والسراجیۃ وان قال مصنفہا فی شرحہا وعلی قولہما الفتوی اور سقوط بنی
اعیان مین امام کے قول پر فتوی ہے چنانچہ ملتقی اور سراجیہ مین مذکور ہی اگرچہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کی شرح مین کہا ہی کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے
ویسقط بنو العلات وہم الاخوۃ والاخوات لاب بہم ای ببنی الاعیان ایضا وبہولاء ای بالابن وابنہ وبالاب والجد وکذا
بالاخت لابوین اذا صارت عصبۃ کما علمتہ اور بنو العلات یعنے سوتیلی بھائی اور سوتیلی بہنین ساقط ہو جاتی ہین سگے بھائیون سے بھی اور ان شخصون سے
یعنی ولد اور ولد الابن اور باپ اور دادا سے اور اسیطرح ساقط ہوتی ہین سگی بہن سے جبکہ وہ عصبہ ہو جاے بنت کے ساتھ چنانچہ تو اوسکو معلوم کر چکا ہی ھ چونکہ بنی
اعیان قرابت مین اقوی ہین بنی علات سے لہذا اونکی وجہ سے وہ ساقط ہو جاتی ہین اور جبکہ سگی بہن بنت کے ساتھ ملی تو وہ عصبہ مع غیرہ ہو گئی تو اگر میت نے
بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چھوڑے تو بیٹی نصف لیگی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لیگی باعتبار عصوبت کے اور سوتیلے بھائی ساقط ہو جاونگے
کذا فی الطحطاوی ویسقط بنو الاخیاف وہم الاخوۃ والاخوات لام بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاجماع لانہم
من قبیل الکلالۃ کما بسط فی البیان اور بنی اخیاف یعنی مادری بھائی اور مادری بہنین ساقط ہو جاتی ہین ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہو اور باپ
اور دادا سے باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ مادری اولاد من قبیل کلالہ ہین یعنی ضعیف القرابت ہین چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اسکو مشرح
بیان کیا ہی ھ بالاجماع جد سے قید سے یعنی بخلاف بنی اعیان اور بنی علات کے کہ وہ فقط امام کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہین نہ صاحبین کے قول پر
وتسقط الجدات مطلقا ابویات او امیات بالام اور ماں کے ہونے سے ساقط ہوتی ہین جدات مطلقا خواہ پدری جدہ ہون یا مادری یعنی دادیان اور
نانیان ان سے ساقط ہو جاتی ہین والابویات بالاب ایضا اور جدات پدری یعنی دادیان باپ سے بھی ساقط ہو جاتی ہین وکذا بالجد الا ام الاب وان علت فانہا ترث معہ
لانہا لیست من قبلہ بل ہی زوجتہ اور اسیطرح سے جدات ساقط ہو جاتی ہین دادا ہونیسے مگر باپ کی ماں اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپ کی نانی ساقط نہین ہوتی اسلئے کہ
وہ وارث ہوتی ہے جد کے ساتھ اسواسطے کہ باپ کی ماں کی قرابت دادا کی جہت سے نہین بلکہ وہ جد کی زوجہ ہی جد کی تو وہ دونون باپ کی مانند ہوئی اصلی قرابت یعنی
یعنی ہوئیں جیسے والدین وارث ہوتے ہین ویسی ہی جد اور جدہ وارث ہونگے ویحجب القربی من ای جہۃ کانت البعدی کذلک وارثۃ کانت القربی او
محجوبۃ کما قدمناہ اور جدہ قریبہ کسی جہت سے ہو یعنی خواہ ماں کی جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ کو اسیطرح ہر جہت والیکو محجوب کرتی ہے
خواہ قریبہ وارثہ ہو یا وارثہ نہو چنانچہ ہمنے اسکو مقدم بیان کیا ہی محجوب کی شرح مین ھ تو چار صورتوں مین حجب حاصل ہوتا ہے ایک یہ ہی کہ جدہ قریبہ
مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہی دوسرے یہ کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہی تیسرے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ پدری کو
محجوب کرتی ہی چوتھے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہے واذا اجتمعتا وکانت احدہما ذات قرابۃ واحدۃ کام ام الاب
کذا فی نسخ المتن والشرح والصواب الموافق للسراجیۃ وغیرہا کام ام الاب وقد تقدم ان القربی تحجب البعدی مطلقا فہم والاخری

ذات قرابتین او اکثر کام ام الام وهی ایضاً ام ام الاب بهذه الصورة

اب
ام
ام ... اب ... ام
ام
جدہ ذات قرابتین
ام
جدہ ذات قرابۃ واحدہ

اور جبکہ میت کی دو جدہ جمع ہون اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو چنانچہ باپکی ماں یعنی باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت یا زیادہ قرابت والی ہو چنانچہ ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہے صورت اسکی یہہ ہے

محمود بن شاکر
اب ... ام
ام ... اب حامد ... ام صابرہ
ام کلثوم ایک قرابت والی ... زینب دو قرابت والی

شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخون مین اسیطرح کام الاب مذکور ہی اور درست مثال سراجیہ وغیرہا کی موافق کام ام الاب ہی اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کو محجوب کرتی ہی مطلقاً تو بوجہ اس خطاء مصنف کو ہم شارح نے ہی کلام سے اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح جانئے تو ایک قرابت والی بسبب اقرب ہونیکے دو قرابت والی کی حاجب ہوا سکے بعید ہونے کیوجہ سے یعنی متن مین دو خلل ہین ایک یہہ ہی کہ سراجیہ اور عالمگیری وغیرہا کے مخالف ہی دوسرا خلل یہہ ہی کہ لازم آتا ہی بموجب قاعدہ گذشتہ کے کہ قریبہ بعیدہ کی حاجب ہو اور حالانکہ یہان دو صورت مفروض ہی کہ دونون جدہ وارث ہین چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا لہذا مترجم نے متن کے سوافق ام الاب کا ترجمہ نکیا بلکہ ام ام الاب کا ترجمہ کیا و توضیحہا ان امرأة ذوجت ابن ابنها بنت بنتها فولد بینهما ولد فهذه المرأة جدته لام ولاب اور جدہ ذات القرابتین کی توضیح یہہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے ابن الابن یعنی پوتی کا نکاح کیا اپنی نواسی سے تو اوسسے ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہہ عورت اُس لڑکی کی والدین کی جدہ ہے یعنی اوسکے باپ کی دادی اور ماں کی نانی ہے اور یہان ایک اور دوسری عورت ہی جسنے اپنی بنت کا پہلی عورت کے ابن سے نکاح کیا سو اوسکی بنت سے پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو باپ ہی میت کا تو یہہ دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے تو جبکہ یہہ دونون جدہ مجتمع ہونگی تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی کذا فی الفرائض الشریفی اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہہ ہی کہ مثلاً دو عورتین ہین زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنی شاکر بن حامد بن زینب کا اپنی نواسی یعنی راضیہ بنت صابرہ بنت زینب سے نکاح کر دیا ان سے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہی یعنی اوسکے باپ کی دادی ہے اور اوسکی ماں کی نانی اور ہماۃ کلثوم نے اپنی بیٹی یعنی حلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زینب سے نکاح کر دیا اس سے شاکر زینب کا پوتا پیدا ہوا تو کلثوم محمود سے فقط ایک قرابت رکھتی ہے کہ اوسکے باپ کی یعنی شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہہ ہی کہ زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہی جسکا نام سلیمہ ہی سو زینب نے سلیمہ کی نواسی یعنی عظیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا محمود مذکور سے نکاح کر دیا ان سے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی نانی ہی یعنی کریمہ کی نانی ہو گئی اور قاسم کے دادا کی یعنی حامد کی دادی ہو گئی اور قاسم کی دادی یعنی راضیہ کی نانی ہو گئی تو زینب قاسم کی جدہ ٹھہری تین طرحکی قرابت سے اور کلثوم مسطورہ فقط ایک قرابت رکھتی ہی یعنی قاسم کے دادا یعنی شاکر کی نانی ہے فقسم محمد السدس بینهما اثلاثاً باعتبار الجهات محمد بن حسن نے سدس کو دونون جدہ کے مابین تین تہائی کرکے تقسیم کیا ہی باعتبار جہات قرابت کے ہم یعنی ایک قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی دی اور دو قرابت والی جدہ کو دو تہائیان سدس کی دین اسوجہ سے کہ میراث کا استحقاق ہوتا ہی جہات قرابت کے اعتبار سے

توجسمین ایک قرابت کی جہت ہو تو اوسکو ایک حصہ ملیگا اور جسمین دو جہتین قرابت کی متفق اور مجتمع ہوئین تو صورت مین وہ ایک ہی اور حقیقت مین متعدد ہے تو
اوسکو دو حصے ملینگے کیونکہ وہ مستحق میراث کی ہے دو جہت سے سا نہی وھما ای ابو حنیفۃ وابو یوسف انما قسما باعتبار الابدان وبہ قال مالک و
الشافعی وبہ جزم فی الکنز فقال وذات جہتین کذات جہۃ اور امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف نے نصا نصف قسمت کی ہی باعتبار ابدان کے اور یہی قول ہی
امام مالک اور امام شافعی کا اور اسی قول پر یقین کیا ہی کنز مین سو کنز مین یون کہا ہی کہ دو جہت والی جدہ ایک جہت والی کی برابر ہی ھ مقول شیخین کیوجہ یہہ ہے
کہ اگر جہت کے تعدد کے ساتھہ نام کا بھی تعدد ہو تو البتہ استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور نام متعدد نہین تو جہت کا تعدد وجہت واحدہ کی مانند ہی اور یہان
اسیطرح ہے کہ دو قرابت والیکو بھی جدہ بولتی ہین ایک قرابت والیکی مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ مجتمع ہو گی ایک قرابت والیکے ساتھہ تو شیخین کے
نزدیک اونمین بھی سدس نصا نصف تقسیم ہوگا اور محمد کے نزدیک سدس کے چار حصے ہونگے ایک حصہ ایک قرابت والیکو اور تین حصے تین قرابت والیکو ملین گے
طحطاوی نے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہے سراجیہ مین ابو یوسف کے ساتھہ امام ابو حنیفہ کو ذکر نہین کیا ہے اور اوسکی شرح فرائض شریفی مین ہے کہ
سرخسی نے کہا کہ امام سے تعدد قرابت احدی الجدتین مین کچھہ روایت نہین ہی لیکن حسن بن عبد الرحمن بن عبد الرزاق شاشی شافعی المذہب کے فرائض
مین یون مذکور ہی کہ ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی کا قول ابو یوسف کی قول کی مانند ہی انتہے واذا استکمل البنات والاخوات لابوین فرضھن وھو
الثلثان سقط بنات الابن وسقط الاخوات لاب ایضا الا بتعصیب ابن ابن فی الصورۃ الاولی واخ فی الثانیۃ موازای مساو
او نازل ای سافل فحینئذ یعصبھن ویکون الباقی للذکر کالانثیین قالہ المصنف فی شرحہ اور جبکہ بیٹیان اور سگی بہنین اپنا فرض حصہ یعنی
دو تہائیان پورا بہر لین تو پوتیان ساقط ہو جاوینگی اور سوتیلی بہنین بھی ساقط ہونگی مگر ابن الابن کے عصبہ کر دینے سے پہلی صورتمین اور بھائی کے عصبہ کر دینے سے
دوسری صورتمین بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کی برابر ہو درجہ مین یا نازل یعنی نیچے درجہ والا ہو تو اسوقت مین ابن الابن بنات کو اور سوتیلا
بھائی اپنی بہنونکو عصبہ کر دیگا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ھ بنات کا حق کامل
ثلثین اسواسطے ہوا کہ حدیث سے ثابت ہی کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہین ہوتا اور اخوات کا حق تو اخیر سورہ نسا مین مذکور ہے [illegible] وفی الطحطاوی [illegible]
ظاہر کلامھم ان ابن الاخ لا یعصب اختہ کالعم لا یعصب اختہ وابن العم لا یعصب اختہ وابن المعتق لا یعصب اختہ بل المال للذکر دونہا
لانھا من ذوی الارحام قال فی الرحبیۃ ولیس ابن الاخ بالمعصب من مثلہ او فوقہ فی النسب شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ مصنف
مطلق بولنے مین ظاہرا اعتراض ہے علما کی اس تصریح کی دلیل سے کہ ابن الاخ یعنی بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہین کر دیتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا اور چچا کا بیٹا
اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا اور آزاد کرنے والیکا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا بلکہ تمام مال ان صورتونمین مرد کا ہوتا ہے نہ عورت کا اسواسطے کہ عورتین ان چارون
صورتونمین ذوی الارحام سے ہے رحبیہ مین کہا ہی کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہین ہی اپنی برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والیکو نسب مین یعنی پھوپھی کو ھ
جواب مذکورہ مین عدم تعصیب کی وجہ یہہ ہے کہ وہ عورت عصبہ ہو جاتی ہے اپنے بھائی کے ساتھہ جو صاحب فرض ہو تنہائی کی حالت مین اور جو عورت کہ صاحب
فرض نہو جیسا کہ امثلہ مذکورہ مین تو اوسکا بھائی اوسکو عصبہ نہین کرتا اور شارح کے اعتراض کا یون جواب ممکن ہے کہ مصنف کی عبارت مین موازی یا
نازل فقط ابن الابن کی صفت ہی نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد ہو اور قولہ او اخ مضاف پر معطوف ہی تو اب موازی یا نازل اوسکی صفت نہین ہو سکتا
اسوجہ سے کہ تقدیم صفت کی قبیل از معطوف النسب تھی کذا فی الطحطاوی ملخصا فقط بخلاف ابن الابن وان سفل فانہ یعصب من مثلہ او فوقہ
ممن لم تکن ذات سہم ویسقط من دونہ بخلاف ابن الابن کے یعنی پوتا اگرچہ سافل درجہ کا ہو اسواسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہی اپنی برابر والی
کو یعنی بہن کو یا اوپر والیکو یعنی عمہ کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہو اور وہ ساقط کر دیتا ہی ان عورتونکو جو اس سے نیچے درجے والیان ہین ھ یعنی اگر
عمہ صاحب فرض ہے تو اپنا فرض حصہ پاویگی اوسکا بھتیجا اوسکو عصبہ نہین کریگا اور جو بنات کہ ابن الابن سے درجے مین نیچے ہونگی وہ ساقط ہوجاوینگی
چنانچہ اگلی مثال سے واضح ہوگا فلو ترک ثلث بنات ابن بعضھن اسفل من بعض وثلث بنات ابن ابن اخر کذلک وثلث بنات ابن ابن ابن کذلک بھذہ الصورۃ

هو ابنہ لا لام المشرکین من الفرض شارح نے کہا ہیں اور بیشتر مصنف کے نسخون میں اسیطرح روایۃ ابن عم مرقوم ہے اور رشید وغیرہ کی عبارت یا خذ احد
السبیین ہی یعنی دو چچیرے بھائیون میں جو اخیافی بھائی ہے میت کا وہ چھٹا حصہ لیگا فرضیت کی راہ سے ہم صورت اوسکی یہہ ہے کہ دو بھائی ہین ہر ایک نے
ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا مثلا حامد پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دی یا کہ وہ مرگیا اور
دوسرے بھائی باقی نے اُس عورت سے نکاح کیا اُس سے دوسرا بیٹا اوسکا حمید نام پیدا ہوا پھر حامد یا محمود اپنا پہلا چچیرا بھائی اور دوسرا چچیرا بھائی
جو اوسکا اخیافی بھائی ہے چھوڑکر مرگیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے سدس حصہ بطریق فرضیت کے لیگا کذا فی الطحطاوی شرح شریفیہ ولکن الولکان
الآخر زوجا فلہ النصف اور اسیطرح اگر دوسرا چچیرا بھائی زوج ہو چچیری بہن کا تو اوسکو نصف حصہ ملیگا فرضیت کے اعتبار سے ویقتسمان الباقی
بینہما نصفین بالعصوبۃ حیث لا مانع من ارثہ بہما بجہتی فرض وتعصیب اور دونو چچیرے بھائی باقی مالکو اپسمین نصفا نصف بانٹ لینگے عصوبت کی
راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہین ہے اُسکی میراث سے فرض اور عصوبت کی دونو جہتون سے تو اخیافی بھائی وارث ہوگا فرض اور عصوبت کی دونو جہتون سے ہم پہلی صورت مین باقی مال پانچ سدس ہین اور
اور دوسری صورت مین نصف اور اگر زوجہ کا مثلا بیٹا ہو تو وہ ابن العم کا حاجب ہوگا ابن العم ہونے کیوجہ سے نہ زوجیت کیوجہ سے اور اخیافیت کیوجہ سے بھی بیٹا حاجب ہوگا کذا فی
الطحطاوی واما بفرض وتعصیب معا بجہۃ واحدۃ فلیس الا الاب والجد اور فرض اور تعصیب کا ساتھ ہونا ایک ہی جہت سے یہہ تو پایا نہین
جاتا کسی وارث مین سوای باپ اور دادا کے ہم جہت واحد یہان ابوّت ہے یعنی باپ ہونا یا دادا ہونا قلت وقد یجتمع جہتا تعصیب کابن ہو
ابن ابن عمہا بان نکح ابن عمہا فتلد ابنا مین کہتا ہون اور کاہے عصوبت کی دو جہتین جمع ہوجاتی ہین چنانچہ بیٹا وہی چچا کا پوتا ہو اسطرح سے کہ عورت
نے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پھر وہ بیٹا جنی ہم تو وہ بیٹا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے اور چچا کا پوتا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے لیکن
اس مثال مین خلل یہ ہے کہ یہان میراث وہ لیگا فقط فرزندی کی جہت سے نہ چچا کا پوتا ہونے کیوجہ سے اسواسطے کہ فرزندی کی جہت مقدم ہے مگر اسکا یون
جواب دیا جاتا ہے کہ اجتماع جہتین یہان مراد ہے قطع نظر میراث سے کذا فی الطحطاوی وکابن ہو معتق اور چنانچہ بیٹا وہی آزاد کرنیوالا ہو ہم صورت
اوسکی یہہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہوگیا بمجرد خریداری کے تو بیٹا عصبہ ہے فرزندی کی جہت سے بھی اور اعتاق کی جہت سے بھی وقد
یجتمع جہتا فرض وانما یتصور فی المجوس لنکاحہم المحارم ویتوارثون بہما جمیعا عندنا وعند الشافعی باقوی الجہتین وتمامہ فی کتب
الفرائض وتاتی الاشارۃ الیہ فی الفرق اور کبھی جمع ہوجاتی ہین فرض کی دو جہتین اور یہہ نہین متصور ہے مگر مجوسیون مین اسواسطے کہ وہ ملعون اپنی محرم عورتون
سے نکاح کرلیتے ہین اور باہم وارث ہونگے دونو جہت سے ساتھہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہونگے اور اسکا پورا بیان علم
فرائض کی کتابون مین مذکور ہے اور اسکی طرف اشارہ فرقون کی فصل مین آویگا مثلا مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہہ لڑکا فرزند ہے اسعورت
کا اور بھائی بھی ہے پھر اگر وہ مرگیا تو اوسنے اپنی ماں اور بہن کو چھوڑا تو وہ اوسکی وارث ہوگی دونون جہت سے یعنی ماں ہونیکی جہت سے بھی اور بہن ہونیکی
جہت سے بھی ولو ترکت زوجا وامّا او جدۃ واخوۃ لام واخا لاب وام فللزوج النصف وللام او الجدۃ السدس وللاخوۃ لام
الثلث ولا شیء للاخ لاب وام لانہ عصبۃ ولم یبق لہم شیء اور اگر ایک عورت نے زوج اور ماں یا دادی کو اور اخیافی بھائیون اور سگے بھائیون کو چھوڑا
تو زوج نصف ترکہ لیگا اور ماں یا دادی چھٹا حصہ اور اخیافی بھائی تہائی لینگے اور سگے بھائیون کیواسطے کچھہ نہین اسواسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہین اور انکی
واسطے کچھہ باقی نہین رہا یعنی عصبات وارث ہوتے ہین اُس مال کے جو اصحاب الفروض سے باقی رہے سو یہان اہل فروض سے کچھہ باقی نہین رہا وعند مالک والشافعی
یشترک بین الصنفین باعتبار ان الکل اولاد ام اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک پہلی دونو قسمون مین یعنی اخیافی اور سگے بھائیون مین اشتراک کا حکم
ہوگا گویا کہ وہ سب اخیافی بھائی ہین ہم اس مسئلہ کا نام مشترکہ بفتح را مہملہ ہے چنانچہ ابن صلاح اور نووی نے اسکو ضبط کیا ہے اور بعضون نے اسکو بکسر را مہملہ
بھی کہا ہے اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حماریہ اور حجریہ اور یمیہ بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وکذلک بقول مالک والشافعی الاخت لاب وام او لاب
النصف وللجد السدس عندہما ثم تعول الی تسعۃ اور اسیطرح امام مالک اور امام شافعی کے بھی ہین یا سوتیلی بہن کیواسطے نصف کو فرض کہتے ہین اور دادا

کیواسطے چوتھا حصہ زوج اور ماں کے ساتھ تو یہ مسئلہ عول کریگا نو سہم کیطرف ھ اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں تو نیچے اسکی یہ ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سگی بہن یا
سوتیلی بہن کو دادا کے ساتھ صاحب فرض نہیں کہتے بلکہ اسکو دادا کے ساتھ عصبہ کہتے ہیں مگر مسئلہ اکدریہ میں اسکو دادا کے ساتھ صاحب فرض کہتے
ہیں صورت اکدریہ کی یہ ہے کہ زوج ہے اور ماں اور دادا اور سگی بہن یا سوتیلی بہن تو زوج کیواسطے نصف ہے اور ماں کیواسطے ثلث اور دادا کیواسطے سدس اور بہن
کیواسطے نصف پھر دادا اور بہن کا حصہ ملاکر بانٹا جاتا ہے للذکر مثل حظ الانثیین اسواسطے کہ مقاسمہ دادا کیواسطے بہتر ہے سدس اور ثلث باقی سے اور اس مسئلہ کی اصل
چھ سہم سے ہے لیکن عول کرتا ہے نو سہم کیطرف تو یہ نو سہم ہے تین سہم زوج کے اور ماں کے دو سہم اور دادا کا ایک سہم تو بہن کیواسطے کچھ نرہا تو اصل مسئلہ پر
تین سہم کو زیادہ کیا تو نو سہم ہو گئے دادا کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموعہ دونوں حصوں کا چار سہم ہوئے تو انکو دادا اور بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم
کیا چونکہ تقسیم چار سہم کی تین حصوں پر مستقیم نہیں لہذا تین کو نو سے ضرب کیا تو حاصل ہوئے ۲۷ اسمیں سے زوج کو ۹ سہم اور ماں کے ۶ سہم اور دادا کے
تین سہم اور بہن کے نو سہم پھر دادا کا حصہ بہن کے حصہ کے ساتھ ملایا تو بارہ سہم ہوئے سو انکو دونوں للذکر مثل حظ الانثیین قسمت کیا تو دادا کو آٹھ
سہم ملے اور بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ نے بہن کو ابتدا میں صاحب فرض قرار دیا تاکہ وہ میراث سے محروم نرہے اور انتہا میں اسکو عصبہ کر دیا تاکہ اسکا حصہ دادا
کے حصہ سے زیادہ نہو جاوے اور اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہیں اسواسطے کہ بنی اکدر کی ایک عورت کا یہ واقعہ ہے یعنی بنی اکدر کی قوم کی ایکعورت مرگئی زوج اور ماں اور دادا
اور سگی یا سوتیلی بہن چھوڑکر تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر اسکا مذہب اس مسئلہ میں مشتبہ اور مکدر ہو گیا کذا فی السراجیہ و شرحہا الشریفی ملتقطا وعند ابی حنیفۃ واحمد
تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ میں امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہن ساقط ہو جاتی ہے ھ تو امام کے نزدیک اصل مسئلہ چھ سہم سے ہے
تین سہم زوج کے اور دو سہم ماں کے اور ایک سہم یعنی سدس دادا کا اور بہن محروم ہے دادا کے حاجب ہونے سے باپ کی مانند قلت وحاصلہ انہ لیس عند الحنفیۃ
مسئلۃ المشترکۃ اتفاقا ولا مسئلۃ الاکدریۃ علی المفتی بہ کما مر میں کہتا ہوں اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک مشرکہ کا مسئلہ بالاتفاق امام
اور صاحبین کے ثابت نہیں اور نہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت ہے امام کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اسی باب میں عند قولہ وتسقط بنو الاعیان بالابن وابن الابن وبالجد
ھ امام کے نزدیک دادا باپ کی برابر ہے تو بہن کا حاجب ہوگا باپ کی مانند اور صاحبین کے نزدیک دادا باپ کی برابر نہیں ہر حالمیں تو صاحبین کے قول پر
مسئلہ اکدریہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب العول

یہ باب ہے عول کے مسائل میں ھ عول بفتح اول و سکون ثانی لغت میں
بمعنی جور و غلبہ و رفع و زیادت کے مستعمل ہے لیکن معنی اخیر مناسب تر ہیں معنی اصطلاحی سے اسواسطے کہ جب مسئلہ تنگ ہو گیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی
طرف مرتفع اور زیادہ کر دیا اسکے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض میں نقصان داخل ہو جاوے جیسا کہ الدر کا منتقی اور عول کے مخالف رد ہے چنانچہ
اسکا بیان آگے آویگا ھ اسواسطے کہ عول ایسا ہے کہ ذوی الفروض کے سہام گھٹ جاتے ہیں اور اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہے اور رد سے سہام بڑھ جاتے ہیں اور اصل
مسئلہ گھٹ جاتا ہے یا یوں تقریر سمجھئے کہ عول میں سہام زائد ہو جاتے ہیں مخرج پر اور رد میں مخرج زائد ہو جاتا ہے سہام پر کذا فی الطحطاوی ھو زیادۃ
السہام اذا کثرت الفروض علی مخرج الفریضۃ لیدخل النقص علی کل منہم بقدر فرضہ کنقص ارباب الدیون بالمحاصۃ عول اصطلاح میں
عبارت ہے سہام ورثہ کے زیادہ کرنے سے جبکہ فروض زیادہ ہو جاویں فریضہ کے مخرج پر تاکہ نقصان ہر کسی پر داخل ہو ہر وارث پر بقدر اسکی فرض کے
جیسے نقصان داخل ہوتا ہے ارباب دیون پر بسبب محاصہ کے یعنی ہر دائن اپنا حصہ ناقص پاتا ہے بقدر حصہ متروکہ کی تنگی کے سبب سے یعنی
مدیون کے ترکہ میں ارباب دیون حصہ رسد اور دوامانسا ہی پاتے ہیں ھ الحاصل کہ عول ایسی عبارت ہے کہ جب مخرج ان فروض سے تنگی کرے تو مخرج پر بحسب
اسکے اجزا کے زیادہ کیا جاوے جیسے سدس یا ثلث و غیر ذلک من الکسور الواجبۃ و فیہ خلاصہ یہ ہے کہ جب مخرج تنگی کرے وفا سے فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو
اس عدد کیطرف مرفوع کرنا چاہئے جو کہ اس مخرج سے اکثر ہے پھر قسمت کرنا چاہئے تاکہ نقصان داخل ہو جمیع وارثوں کے حصوں میں ایک نسبت سے یعنی یکساں
کمی ہو بقدر حصوں کے کذا فی الشریفی طحطاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہے اسکا اندازہ معلوم ہوتا ہے کسر زائد کے نسبت کرنے سے
عدد اکثر کیطرف مثلا اگر زوج اور دو سگی بہنیں وارث ہوں تو نصف اور ثلثین جمع ہوئے تو مسئلہ چھ سے ہے اور عول کریگا سات کیطرف تو زوج پر نقصان

داخل ہوگا ہر سہم مین سبع یعنی ساتوین حصے کا تو وہ چھ مین سے دو سہم اور چار سبع پاویگا اور بہنون پر چار سبع کا نقصان داخل ہوگا تو وہ تین سہم اور تین سبع پاوینگی انتہی خلاصہ یہ ہے کہ ایک چھٹے کا سدس تھا جب چھ پر ایک زیادہ کیا تو سات ہوگئے تو ایک کو سات کے ساتھ جو نسبت ہے تو بقدر ایک سبع کے ہر وارث کے ہر سہم مین کمی ہوگئی و اوّل من حکم بالعول عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پہلے جسنے عول کا حکم کیا وہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہین ہم فاروق اعظم کے زمانے مین ایک صورت واقع ہوئی جسکا مخرج اوسکے اداے فروض سے تنگ تہا تو اصحاب کبار سے آپنے مشورہ کیا تو عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے عول کیطرف اشارہ کیا سو سب صحابہ کرام نے اسپر اتفاق کیا اور کسی نے اسپر انکار نکیا مگر ابن عباس نے اونکی موت کے بعد کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہے عول کا پہلا مسئلہ جو اسلام مین واقع ہوا بعہد خلافت فاروقی مین وہ یہہ تہا کہ زوج اور ماں اور سگی بہن وارث ٹھہری تو نصف اور ثلث اور نصف یکجا ہوئے اصل مسئلہ چھ سے ہوا اور اوسنے عول کیا آٹھ کیطرف شرح ۱۴۴ فتوکلٰی ربہم سیعتہ پہر دریافت کرنا چاہیے کہ مخرج حصون کے سات ہین ہم وجہہ اسکی یہہ ہے کہ کتاب اللہ مین چھ فرض مذکور ہین نصف ربع ثمن ثلثان ثلث سدس اور مخارج انکے پانچ ہین اسواسطے کہ ثلثین اور ثلث کا ایک ہی مخرج ہے تو اگر نوع اول یعنی نصف ربع ثمن مجتمع ہون تو کثیر کسور کا مخرج معتبر ہوگا اور اسی سے مسئلہ ہوگا تو اگر نصف اور ربع جمع ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہون تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہون تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور یہہ مخرج مخارج خمسہ مذکورہ سے باہر نہین اور جبکہ نوع اول مین نصف نوع ثانی یعنے ثلثین ثلث سدس سبکے ساتھ مختلط ہو یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ چھ سے ہوگا تو یہہ مخرج بھی مخارج خمسہ مذکورہ مین داخل ہوا اور جبکہ ربع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ ہوگا بارہ سے اور جبکہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سے تو مخارج خمسہ ان دو مخرج سے ملکر سات مخرج ہوگئے یعنی دو تین چار آٹھ چھ بارہ چوبیس اربعۃ لا تعول الاثنان والثلثۃ والاربعۃ والثمانیۃ مخارج سبعہ مین سے چار مخرج تو عول نہین کرتے یعنی دو اور تین اور چار اور آٹھ ہم یہہ حصر باعتبار استقرا کے ہے اسواسطے کہ ان مخارج سے فروض مجتمعہ کے واسطے مال ترکہ کا پورا پڑتا ہے یا کچھ زیادہ باقی رہتا ہے تو بہر صورت عول کی حاجت نہین ہوتی مثلاً دو کا مسئلہ اوس وقت ہوگا جو نصف جمع ہون چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی چنانچہ زوج اور سگا بھائی وعلے ہذا القیاس فی البواقی کذا فی السراجیۃ وثلثۃ قد تعول یا لاختلاط کا بیان آگے فی باب المخارج اور تین مخارج مین کبھی عول ہوتا ہے اختلاط نوعین کی وجہ سے چنانچہ اسکا ذکر باب مخارج مین آویگا ہم شارح نے قد سے اشارہ کیا کہ مخارج ثلثہ مین عول لازم نہین ہے فستۃ تعول اربع عولات الی عشرۃ وترًا وشفعًا تو چھ مین چار عول واقع ہوتے ہین دس تک طاق اور جفت دونو کے اعتبار سے یعنی چھ عول کرتا ہے سات کیطرف اور آٹھ کیطرف اور نو کی طرف اور دس کیطرف فتعول الی سبعۃ کزوج واختین لاب وام تو چھ کا عول ہوتا ہے سات کیطرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنون کے وارث ہونے مین ہم تو اسصورت مین سدس کے ساتھ عول ہوا یعنی چھ پر ایک زیادہ کر کے سات ہوگیا اور بقدر نقصان ہر سہم کی اول باب کے ترجمہ مین طحطاوی سے مذکور ہوگئی والی ثمانیۃ کہم وام اور چھ کا عول ہوتا ہے آٹھ کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور ماں یعنی زوج اور دو سگی بہنون اور ماں مین ہم تو اسصورت مین ثلث کے ساتھ عول ہوا یعنی چھ کی تہائی دو ہے یہی اسکو چھ پر زیادہ کیا تو آٹھ ہوگئے تو ہر سہم مین ربع کا نقصان ہوگا اسواسطے کہ دو ربع ہے آٹھ کا والی تسعۃ کہم واخ لام اور چھ کا عول ہوتا ہے نو کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیافی بہن یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور اخیافی بھائی مین ہم تو اسصورت مین نصف کے ساتھ عول ہوا یعنی تین نصف ہے چھ کا جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو نو ہوگئے تو یہان سہام ورثہ مین تہائی کا نقصان ہوا اسواسطے کہ تین تہائی ہے نو کی طحطاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہین اسواسطے کہ یہہ صورت اولی زمانہ بنی امیہ مین واقع ہوئی اور زوج مروانی تہا تو اسنے چاہا کہ مین نصف مال لون تو علماء حجاز سے اسکا سوال ہوا تو انہون نے فرمایا کہ ثلث مال اوسکا حصہ ہے والی عشرۃ کہم واخ اخر لام اور چھ کا عول ہوتا ہے دس کیطرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دوسرے بھائی اخیافی مین یعنی زوج اور دو سگی بہن اور ماں اور دو اخیافی بھائی مین ہم تو اسصورت مین ثلثین کے ساتھ عول ہوا یعنی چار ثلثین ہین چھ کے جب انکو چھ پر زیادہ کیا تو دس ہوگئی طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہین اسواسطے کہ اسمین قاضی شریح نے زوج کو اسطرح تین سہم کا حکم کیا دس سہم سے تو زوج شہرون

اکہو بتا پہرتا تہا اور لوگون سے سوال کرتا تہا کہ ایک عورت مرگئی خاوند چہوڑکر اور اوسنے کوئی بیٹا یا پوتا نہین چہوڑا تو اوسنے درہم کا حصہ کیا ہی تو لوگ کہتے نصف سے
تو وہ کہتا تہا کہ شریح قاضی نے نہ مجکو نصف دیا نہ ثلث یہہ خبر قاضی کو پہنچی تو اوسکو طلب کیا یون کہکر کہ پہر ہو لٹو باقی سے ہمارے پاس پہر جب وہ آیا
تو اوسکو تعزیر دی اور کہا کہ تو قاضی پر طعن کرتا ہی اور وہ اچہی حکم کو ظلم کیطرف نسبت کرتا ہی اور ایسے حکم کی جسمین سے پہلے تو امام عادل متقی نے سبقت کی ہی
یعنی عول کا حکم امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیا ہی انتہی مختصرا بالجملہ وہ شخص جاہل تہا عول کی حقیقت نہ سمجہا تہا لہذا اس حکم کو خوب نہ جانتا تہا
فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے جبکہ چہہ دس یا نو یا آٹہہ کیطرف عول کرے تو میت بالیقین عورت ہی اور اگر سات کیطرف عول کرے تو احتمال ہے
کہ میت عورت ہو یا مرد انتہی و اثنا عشر تعول ثلثا الی سبعۃ عشر وترا لا شفعا فتعول لثلثۃ عشر کزوجۃ وشقیقتین وام ولخمسۃ عشر کہو
و اخ لام ولسبعۃ عشر کہی وتم آخر کلام اور بارہ عول کرتا ہی تین بار سترہ تک طاق عدد مین نہ جفت مین تو بارہ عول کرتا ہی تیرہ کیطرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور مان مین اور پندرہ
کیطرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور مان اور اخیافی بہائی مین اور سترہ کیطرف عول کرتا ہی چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور مان اور دو اخیافی بہائی مین ہم
جب بارہ کا عول سترہ کیطرف کیا تو میت مرد ہی اور تیرہ اور پندرہ کے عول مین عورت اور مرد دونوکا احتمال ہی کذا فی العالمگیریۃ و اربعۃ وعشرون تعول
الی سبعۃ وعشرین فقط کامرأۃ وبنتین وابوین وتسمی المنبریۃ اور چوبیس کا عول ہوتا ہی فقط ستائیس کیطرف چنانچہ عورت یعنی زوجہ اور دو
بیٹیون اور مان اور باپکے وارث ہونے مین اور اس مسئلہ کو منبریۃ کہتے ہین ہم اس مسئلہ کو منبریہ اسواسطے کہتے ہین کہ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ
سے اسکا سوال ہوا اور آپ کوفے کی مسجد مین منبر پر خطبہ پڑہتے تہے سو آپنے فی البدیہہ جواب دیا سائل نے کہا کہ زوجہ کا ثمن کیا فرض نہین ہے تو فرمایا کہ
صار ثمنها تسعا یعنی اوسکا آٹہوان حصہ نوان ہوگیا اور خطبہ خوانی مین مشغول رہے سو لوگون نے تعجب کیا آپکی فطانت اور ذکاوت کا اور منصوری نے شرح
ترتیب مین بیان کیا کہ ایک طالب علم یمنی نے اپنے استاذ سے نقل کیا کہ جس خطبہ مین آپ سے سوال ہوا وہ خطبہ یہہ تہا الحمد للہ الذی یحکم بالحق قطعا و
یجزی کل نفس بما تسعی والیہ المآب والرجعی اسکے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جواب دیا صار ثمنها تسعا انتہی خواہرزادہ کی شرح مین ہی کہ علی مرتضی
کمال حاذق و ماہر تہے علم حساب مین حکایت ہی کہ ایک نصرانی نے آپ سے سوال کیا کہ اصحاب کہف کے قصے مین تم اپنی کتاب یعنی قرآن مین پڑہتے ہو ولبثوا فی کہفہم ثلث مائۃ سنین
وازدادوا تسعا اور ہماری کتاب مین ثلثمائۃ سنین مذکور ہے اور یہہ مستقیم نہین تو ہماری کتاب تمہاری کتاب کے مخالف ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمہاری
کتاب مین جو تین سو مذکور ہین تو یونانکے حساب کے موافق ہے یعنی شمسی حساب پر ہے اور ہماری کتاب مین عرب کے حساب پر ہے یعنی قمری حساب کے موافق ہی
اور تین سو شمسی یونانی عرب کے قمری حساب پر تین سو نو ہوتے ہین تو نصرانی حیران ہوگیا فی البدیہہ جواب پر اور مسلمان ہوگیا ولہذا کہا گیا ہی کہ
علی مرتضی معجزہ تہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اسواسطے کہ باوجود استقدر تبحر کے علوم مین اور نہایت شجاعت کے حروب مین منقاد
اور مطیع تہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور معترف تہے آپکی نبوت کے اور یہہ ایسا کلام ہے جیسا بعضے علما نے کہا کہ امام ابو حنیفہ معجزہ تہے معجزات
نبوی سے کذا فی الطحطاوی والدر والرد صلاۃ کما مر اور ردکی تعریف اور عول کا جاننا اول باب مین گذر گیا ہم مسائل فرائض کے تین قسم ہین فریضہ عادلہ اور
فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ فریضہ عادلہ وہ ہی کہ اصحاب فرائض کے سہام مال کے سہام کے ساتہ برابر پڑین اسطرح کہ میت نے دو سگی بہنین اور دو
ماں شریکی بہنین چہوڑین تو سوتیلی بہنو کا فرض حصہ ثلث ہی اور سگی بہنون کا دو ثلث اور اسیطرح اگر اصحاب فرائض کے سہام کم ہون مال متروکہ کے سہام
سے اور وہان عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہیگا اوسکو عصبہ لیگا تو یہہ فریضہ عادلہ ہے یعنی ایسا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہے کہ
اصحاب فرائض کے سہام مال متروکہ کے سہام سے کمتر ہون اور وہان عصبہ نہو اسطرح پر کہ میت نے دو سگی بہنون اور مان کو چہوڑا تو بہنون کے دو ثلث ہین
اور مان کا سدس ہی اور یہان کوئی عصبہ نہین جو باقی سدس کو لے تو آئین حکم سے رد کا یعنی سدس باقی انہین پر انکو پہیر دیا جائیگا اور فریضہ عائلہ وہ
ہے کہ اصحاب فرائض کے سہام اکثر ہون مال کے سہام سے چنانچہ اوسکی مثالین عول کے مسائل مین مذکور ہوچکین کذا فی العالمگیریۃ وحینئذ فان
فضل عنها ای عن الفروض المال ولا عصبۃ ثمۃ یرد ذلک الفاضل علیهم بقدر سهامهم اجماعا لفساد بیت المال اور اسوقت

ہین یعنی جبکہ رد عول کا فسد ہو تو ثابت ہوا کہ مخرج اونکا سنتیس سے مفروض ہو تو اس اعتبار سے مصنف کی یہہ تعریف صحیح ہوتی ہو اگر مخرج ٹھہر رہا فرد مین ہی اور چار ایکہ
وارثان کوئی عصبہ نہین ہے تو وہ فاضل رد کیا جائیگا اصحاب فروض پر بقدر اونکے سہام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانیکے سبب سے ہم فاضل مال کورد
کرنا ذوی الفروض پر علی مرتضےٰ اور اونکے متابعین چنانچہ حنفیہ وغیرہم کا قول ہی اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہوگا بلکہ وہ بیت المال
کا ہے اور اسی قول کو مالک اور شافعی نے لیا ہے اور شافعی محقق کہتے ہین کہ اگر بیت المال فاسد ہوگیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیے اور حسیم
حنفیہ کی بہت دلائل ہین ازانجملہ یہہ آیت قرانی ہے (وَاُولُو الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ) یعنی بعض اہل قرابت اولی بمیراث ہین
بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع میراث کا بوجہ صلہ رحمی کے ثابت ہوا اور آیت مواریث نے مال سکہ جزو معین کا استحقاق واجب کر دیا
ہر وارث کیواسطے تو دونو آیتون پر عمل کرنا واجب ہوا اسطرحپر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاوے مواریث کی آیت کے حکم سے پھر باقی مال انھین وارثونکو پھیر دیا جاوے بوجہ صلہ رحمی کی اس آیت کے حکم کے
اور یہہ جو شارح نے رد فاضل کی علت فساد بیت المال کو بیان کیا سو ظاہراً صحیح نہین اسواسطے کہ رد فاضل ہمارے مذہب مین بیت المال پر مقدم ہی اگرچہ بیت المال
منتظم ہو بلکہ اس قول لعلیلہ الاعمال زوجین اور بنات معتق اور ان کے قرابت دار ہین یعنی اگر مراتب مستحقین میں سے کوئی نہو سوا بیت المال کے تو یہہ لوگ مقدم ہین
بیت المال پر علت مذکورہ کیوجہ سے اور اگر فساد بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجیے تو بھی ظاہرا درست نہین اسواسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول
ہے اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہے کہ فاضل مال بیت المال کا ہی اگرچہ وہ منتظم نہو کذا فی الطحطاوی الا علی الزوجین فلا یرد علیہما فاضل مال
جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہوگا ہم زوجین پر اسواسطے رد نہوگا کہ انمین قرابت ثابت نہین اور علت رد کی قرابت ہی چنانچہ آیت
مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہون تو انپر قرابت کیوجہ سے رد ہوگا نہ زوجیت کیوجہ سے واللہ اعلم وقال عثمان رضی اللہ تعالی عنہ یرد
علیہما ایضاً قال المصنف وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار بان هذا وهم من الراوی فراجعہ اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا کہ
زوجین پر بھی رد کیا جاوے ایسا کہا ہی مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور اختیار شرح مختار مین اسپر یقین کیا ہو کہ یہہ یعنی عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کیطرف اس قول کا
نسبت کرنا راوی کا وہم اور خطا ہی تو اوسکی طرف مراجعت کرو ہم طحطاوی نے کہا کہ نقل قول عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہی اور شارحین کنز بھی اسکو
نقل کرتے ہین اور درر مرح الشروح مین اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہی اور اوسکا جواب بھی انتہیٰ واللہ اعلم وفی الاشباہ انہ یرد علیہما فی زماننا
لفساد بیت المال وقد منا فی الولاء اور اشباہ مین ہی کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جاوے بسبب فاسد ہو جانے بیت المال کے اور ہم اسکو متقدم ذکر کر چکے
ہین کتاب الولاء مین ہم کہتے ہین کہ کتاب الفرائض کے مراتب ورثہ کے ذکر مین حاشیہ طحطاوی سے بتصریح تمام مذکور ہو چکا ثم مسائل الرد اربعۃ اقسام لان
المردود علیہ اما صنف او اکثر وعلی کل فاما ان یکون من لا یرد علیہ او لا یکون پہر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم ہین اسواسطے
کہ جن لوگونپر رد فاضل ہوتا ہی وہ ایک قسم کے ہین یا چند قسم ہین اور ہر تقدیر پر یا اونکے ساتھ وہ لوگ ہین جنپر رد نہین ہوتا ہی یا وہ لوگ نہین ہین
فالاول ان اتحد الجنس المردود علیہم کبنتین او اختین او جدتین قسمت المسئلۃ من عدد رؤسہم ابتداء قطعا للتطویل سو اول قسم
یعنے اگر وہ بارہ پانیوالونکی جنس متحد ہو چنانچہ دو بیٹیان یا دو بہنین یا دو دادیان ہون تو پہر سے تقسیم ہوگا مسئلہ وارثون کی شمار سے تاکہ تطویل
قطع ہو جاوے ہم یعنی چونکہ جمیع ترکہ انہین وارثون کا ہے فرض اور رد کی راہ سے اور ذواتین اونکی یکسان برابر ہین ایک کو دوسرے پر زیادتی نہین تو ہر وارث
کو برابر بانٹ دیا جاوے اسواسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر اوسکے فرض کے دیا جاوے پہر دوسری بار باقی مال اونکو بقدر اونکے سہام کے دیا جاوے تو دو بار تقسیم
کرنا ہوگا تو سب متروکہ ابتدا سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہو والثانی ان کان المردود علیہ جنسین او ثلثۃ لا اکثر بالاستقراء فمن
عدد سہامہم اور قسم ثانی اگر رد پانیوالی دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہون تو اونکے سہام کی شمار سے قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسون سے
زیادہ نہین ہوتی بسبب استقرا کے یعنی جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسون سے زیادہ چوتھی جنس مردود علیہم کی پائی نہین گئی فمن اثنین
لو سدسان وثلثۃ لو ثلث وسدس واربعۃ لو نصف وسدس وخمسۃ کثلثین وسدس فتصیر المسئلۃ تو دو سے تقسیم ہوگی اگر دو سدس

ہوں تو تین سہمی قسمت ہوگی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سہمی قسمت ہوگی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہوگی اگر دو ثلث اور ایک سدس
ہو سا فت گھٹانے کیواسطے قصہ اختیار کیا ہم دو سدس ہونے کی یہہ صورت ہو کہ جدہ اور اخیافی بہن وارث ہیں تو مسئلہ چہ سہمی ہوا اور دو سہم اونکی دو سہم
ہیں فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دو سہمی قرار دیا اور متروکہ دونوں پر قسمت کر دیا نصفا نصف تو ہر ایک کو نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا
تو تین بار قسمت کرنے کی حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہہ صورت ہو کہ دو اخیافی بہائی اور ماں وارث ہو تو اس تقدیر میں بھی مسئلہ
چہ سے ہے اور وارثوں کے سب سہام تین تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور بقدر سہام کے تین تہائی کرکے بانٹ دیا تو دو اخیافی بہائیونکو دو ثلث
مال کی اور ماں کو ایک ثلث دیا اور نصف اور سدس کی صورت یہہ ہو کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہو یا ایک بیٹی اور ماں وارث ہو تو یہاں بھی مسئلہ چہ سے ہو
اور مجموع سہام چار ہیں تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی یا ماں کا ہے تو دونوں مسئلے چار سہمی قرار دئے اور متروکہ چار حصے کرکے بانٹ دیا اسطرح کہ
تین ربع اوسکی بیٹی کے اور ایک ربع ماں کا یا پوتی کا اور ثلثین اور سدس کی یہہ صورت ہے کہ دو بیٹیاں اور ماں وارث ہو یا کہ نصف اور سدس جمع ہو چنانچہ
بیٹی اور پوتی اور ماں وارث ہو یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک سگی بہن اور دو اخیافی بہنیں خواہ ایک سگی بہن اور ماں وارث ہو تو ان تینوں
صورتوں میں بھی مسئلہ چہ سہمی سے ہے اور سہام ماخوذہ پانچ ہیں تو پہلی صورت میں دو بیٹیوں کے چار سہم ہیں اور ماں کا ایک سہم ہے تو متروکہ کو پانچ
حصوں کیا اونمیں سے چار خمس بیٹیونکو اور ایک خمس ماں کا اور دوسری صورت میں تین جنس وارثونکی جمع ہوتی ہیں اور منجملہ چہ کے سہام ماخوذہ بھی پانچ ہیں
اونمیں سے تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم ماں کا تو اونپر متروکہ پانچ حصے کرکے بانٹ دیا بقدر اونکی سہام کے تو بیٹی کے تین خمس اور
پوتی کا ایک خمس اور ماں کا دوسرا خمس اور تیسری صورت میں بھی چہ سہمی پانچ سہم اخوذ ہیں سگی بہن کے تین سہم اور دو اخیافی بہنوں کے دو سہم
اور اسیطرح ماں کی سگی بہن کے ساتھہ دو سہم ہیں تو مسئلہ پانچ سہمی قرار دیا جاویگا اور متروکہ پانچ حصے کرکے قسمت ہوگا قصر مسافت کیواسطے یعنے دو
قسمتونکو ایک قسمت قرار دینگے کذا فی الطحطاوی والثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لا یرد علیہ وھو الزوجان اعطی
من لا یرد علیہ فرضہ من اقل مخارجہ وقسم الباقی علی رؤس من یرد علیہ کزوج وثلث بنات فھی من اربعۃ للزوج واحد یبقی
ثلثۃ وھی تستقیم علیھن فلا حاجۃ الی الضرب اور تیسری قسم اگر اول قسم یعنی متحد الجنس کے ساتھہ وہ شخص ہو جسپر رد نہیں ہوتا یعنی زوج یا زوجہ تو
جسپر رد نہیں ہوتا اوسکو اوسکا فرض دیا جاوے اوسکی کمتر مخارج سے اور باقی رد کیا جاوے اونکی ذاتوں پر جنپر رد کیا جاتا ہے چنانچہ زوج اور تین بیٹیاں وارث
ہوں تو مسئلہ چار سہمی ہوگا زوج کا ایک ہے باقی رہے تین اور وہ تینوں بیٹیوں پر مستقیم ہیں تو ضرب کرنے کی کچھہ حاجت نہیں ہے زوج کا فرض اولاد
کے ساتھہ چوتھائی ہے تو اوسکا کمتر مخرج چار ہے پھر جب زوج کو چار میں سے ایک دیا تو باقی تین تینوں بیٹیوں پر بلا کسر قسمت ہوگئی ضرب کی کچھہ حاجت
نہوئی وان لم تستقم فان وافق رؤسھم ای رؤس من یرد علیھم کزوج وست بنات ضرب وفقھا وھو ھنا اثنان فی مخرج
فرض من لا یرد علیہ وھو ھنا اربعۃ تبلغ ثمانیۃ فللزوج اثنان وللبنات ستۃ اور اگر بعد فرض زوج کے باقی مستقیم ہو تو اگر باقی
میں اور اونکی ذاتوں میں جنپر رد کیا جاتا ہے توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چہہ بیٹیاں ہیں تو اونکا وفق جو کہ یہاں دو ہے اوسکے مخرج میں
ضرب کیا جاوے جسپر رد نہیں کیا جاتا اور وہ مخرج یہاں چار ہے تو حاصل ضرب آٹھہ ہوگا تو زوج کی دو اور بیٹیوں کے چہہ اول فرض
زوج چار سے پھر جب زوج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چہہ بیٹیوں پر منقسم نہیں ہوتے لیکن تین اور چہہ میں توافق بالثلث ہے
تو رؤس بنات کا وفق کہ جو یہاں دو ہے چار میں ضرب کیا آٹھہ حاصل ہوتے اب قسمت صحیح ہوگئی ولا یوافق بل تباین ضرب کل عدد
رؤسھم فیہ ای المخرج المذکور کزوج وخمس بنات فالمخرج ھنا اربعۃ للزوج واحد یبقی ثلثۃ تباین الخمس فاضرب الاربعۃ فی الخمسۃ
تبلغ عشرین کان للزوج واحد ضربۃ فی المضروب یکن خمسۃ فھی لہ والباقی ثلثۃ اضربھا فی المضروب تبلغ خمسۃ عشر فلکل بنت ثلثۃ
اور اگر باقی اور عدد رؤس میں توافق کی نسبت نہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وارثوں کے تمام عدد رؤس کو ضرب دیا جاویگا مخرج مذکور میں چنانچہ زوج

اور پانچ بیٹیان تو مخرج یہان چار ہے انمین زوج کا فرض ایک ہو باقی رہے تین وہ پانچ سے مباین ہین تو چار کو پانچ مین ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض
ایک تھا اوسکو ضرب کر مضروب مین یعنی پانچ مین تو پانچ ہی حاصل ہونگے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیونکا تین ہے اوسکو بھی مضروب مین
یعنے پانچ مین ضرب کر کے حاصل ہونگے پندرہ تو ہر بیٹی کو تین سہم ملینگے ھم یہہ صورت بھی صورتہاے سابقین کی مانند ہے اصل اسکی بارہ سے اجتماع ربع
اور ثلثین کیوجہ سے لیکن اسکو چار کیطرف پھیرا کہ وہ کمتر مخرج ہے فرض زوج کا پھر جب اوسمین سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیون پر
مستقیم نہین بلکہ تین مین اور پانچ مین تباین کی نسبت ہے تو عدد رؤس بنات کو مخرج مین یعنی پانچ کو چار مین ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہوگیا
کذا فی الفرائض الشریفی والرابع لو کان مع الثانی ای الجنسین فقط لا اکثر منهما لحکم الاستقراء اذ لا یزید مع اربع طوائف اصلا بالاستقراء
اور چوتھی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھ یعنی فقط دو جنسون کے ساتھ دو جنسون سے زیادہ یعنی قسم رابع نہین ہوسکتا بحکم استقرا کے اسواسطے کہ زیادہ نہین ہوتا چار
جنسون کا اصلا نہین ہوتا استقرا یعنی تتبع جزئیات کی دلیل سے ھم یعنی اگرچہ قسم ثانی مین اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ مین اوسکی مثال مذکور
ہوچکی لیکن قسم رابع مین تین جنس کا اجتماع واقع نہین ہوتا اسواسطے کہ اگر تین جنسون کے ساتھ من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین کو فرض کیجیے تو چار جنسین
ہوجاتی ہین اور حالانکہ ہو کر چار جنسون کے ساتھ ہرگز نہین ہوتا استقرائی دلیل سے ولعل هذا نکتة اقتصاره فیما مر مثالا علی الجنسین اور شاید
کہ یہی نکتہ ہے مصنف کے اقتصار کرنیکا دو جنسون پر قسم ثانی کے بیان مین جو متن کے اندر گذر گیا ھم یعنی مصنف نے جو قسم ثانی مین باوجود امکان اجتماع اجناس
ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسیواسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع مین اسکا ثمرہ ظاہر ہو کیونکہ قسم رابع مین دو جنسون کے سوا تیسری جنس نہین ہوتی ھم
اور اقتصار سے یہہ مراد نہین کہ تیسری جنس نہین ہوتی والا فیراد بالثانی بعضه لا کله فتامله اور اگر اقتصار علے الجنسین کا یہہ نکتہ نہو بلکہ اتفاقی ہو تو
مصنف کی کلام مین یہان ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہوگا نہ تمام اوسکا سو اسکو تامل کر ھم یعنی قسم ثانی کی بعض صورت یعنی جنسین دو جنسین مجتمع ہون
مراد ہو نہ اوسکی سب صورتین اسواسطے کہ رابع مین اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہین ہوتا فاقسم الباقی من مخرج فرض من لا یرد علیه
علی مسئلة من یرد علیه ان استقام کزوجة واربع جدات وست اخوات لام یعنے اگر دو جنسون کے ساتھ من لا یرد علیہ یعنی احد الزوجین
ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اوسکو قسمت کر ان وارثون کے مسئلے پر جنپر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ قسمت مستقیم ہوجاے چنانچہ زوجہ
اور چار دادیان اور چھہ اخیافی بہنین وارث ہون ھم استقامت باقی کی نہین ہوتی مگر فقط اسی مسئلے مین جو متن مین مذکور ہوا یعنی احد الزوجین کا ربع ہو
اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بھی تین ہین تو اب قسمت مسئلے پر مستقیم ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا
فمخرج من لا یرد علیه اربعة للزوجة واحد یبقی ثلثة تستقیم علی سهم الجدات وسهمی الاخوات لکنه منکسر علی آحاد کل فریق کما سیجیء
تو مسئلہ مذکورہ مین من لا یرد علیہ کا مخرج چار ہے اوسمین سے زوجہ کا ایک ہے باقی رہے تین وہ دادیون کے ایک سہم اور بہنون کے دو سہمون پر مستقیم ہین لیکن
ہر فریق کے فرد فرد پر چنانچہ اوسکی استقامت کا بیان اخیر باب مین آویگا ھم چار دادیون کا حصہ ایک تھا وہ اون پر قسمت نہین ہوتا اور
اسیطرح بہنون کا حصہ دو ہو وہ اون پر ٹھیک نہین ہوسکتا وان لم یستقم فاضرب جمیع مسئلة من یرد علیه فی مخرج من لا یرد علیه فالمبلغ الحاصل
مخرج فروض الفریقین اور اگر باقی مستقیم نہو تو فرد وعلیہم کے تمام مسئلے کو احد الزوجین کے مخرج مین ضرب کر تو جو مبلغ کہ حاصل
ہوگا اوسی ضرب سے وہ دونو فریقون کے حصون کا مخرج ہوگا یعنی فریق من یرد علیہ اور فریق من لا یرد علیہ کے حصے حاصل ضرب سے نکل آوینگے کاربع زوجات وتسع
بنات وست جدات فمخرج من لا یرد علیه ثمانیة للزوجات الثمن واحد یبقی سبعة لا تستقیم علی مسئلة من یرد علیه وهی خمسة
لان الفرضین ثلثان وسدس فاضرب الخمسة فی الثمانیة تبلغ اربعین فهو مخرج فروض الفریقین چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیان اور چھہ دادیان وارث ہون تو
مخرج من لا یرد علیہ کا آٹھ ہے زوجات کا حصہ آٹھوان یعنی ایک ہے باقی رہے سات وہ مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہین اور مسئلہ مذکورہ یہان پانچ ہے اسلیے کہ بیٹیون اور دادیون کے دو فرض
ثلثان اور ایک سدس ہے تو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ کو آٹھ مین جو مخرج ہے من لا یرد علیہ کا ضرب کر حاصل چالیس ہونگے تو یہی چالیس مخرج ہوا دونو فریقون کے فرض کا ھم من یرد علیہ

ہے مسئلہ کو پانچ اسواسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہین اور جدات سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھہ ہے تو اوسکی دو ثلث چار ہوئی اور ایک سدس ایک ہوا تو مجموعہ فرضین پانچ ہوئے سبب پانچ کو آٹھہ مین ضرب کیا تو ۴۰ ہوئے یہہ مخرج ہے فروض کا اب آگے مصنف ہر ایک کا حصہ ۴۰ مین سے بیان کرتا ہے

ثم اضرب سہام من لا یرد علیہ وھو سہم للزوجات فی خمسۃ مسئلۃ من یرد علیہ بل خمسۃ فھی حق الزوجات الاربع من الاربعین یعنی من لا یرد علیہ کے سہام کو یعنی زوجات کے ایک سہم کو مسئلہ من یرد علیہ یعنی پانچ مین ضرب کر تو پانچ ہی حاصل ہونگے سو یہی پانچ زوجات اربعہ کا حق ہی ۴۰ مین سے واضرب سہام کل فریق من یرد علیہ وھی اربعۃ للبنات وسہم للجدات فیما بقی ای فی السبعۃ الباقیۃ من مخرج فرض من لا یرد علیہ یکن للبنات ثمانیۃ وعشرون وللجدات سبعۃ فاستقام فرض کل فریق لکنہ منکسر علی آحاد کل فریق فصحیحہا بالاصول السبعۃ الماتیۃ فی باب المخارج تصح من الف واربعمائۃ واربعین اور سہام ہر فریق من یرد علیہ کو اور وہ سہام پانچ ہین چار بیٹیون کے اور ایک سہم دادیون کا ضرب کر اُن سات مین جو فرض من لا یرد علیہ کے مخرج سے باقی رہے حاصل ضرب ۳۵ ہوئے انمین سے بیٹیون کے ۲۸ سہم ہین اور دادیون کے سات سہم تو اب ہر فریق کا فرض حصہ راست ہوگیا لیکن ہر فریق کے فرد فرد پر راست نہین ہوتا ٹوٹتا ہے تو اوسکی تصحیح کر لی اُن سات قاعدون سے جنکا بیان آویگا باب المخارج مین تو تصحیح ہوگا ہر فرد کا حصہ ایکہزار اور چار سو اور ۴۰ سہم سے ہم بالجملہ بموجب قواعد مذکورہ کے ۱۴۴۰ سے زوجات اربعہ کا نصیب ۱۸۰ ہی اور ہر زوجہ کا حصہ ۴۵ ہے اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ہی اور انمین سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہے اور دادیون کا نصیب ۲۵۲ ہی اور ہر دادی کا حصہ ۴۲ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا وتصح الاولی من ثمانیۃ واربعین ولولا خشیۃ الاطالۃ لاوسعت الکلام ھنا اور پہلا مسئلہ یعنی ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیافی بہنون کا مسئلہ صحیح ہوجاتا ہی ۴۸ سہم سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہوتا تو البتہ مین اس مقام مین وسیع کلام کرتا ہم ۴۸ مین سے زوجہ کا حصہ بارہ ہی اور جدات کا نصیب بھی بارہ ہی اور ہر جدہ کا حصہ تین ہے اور بہنون کا نصیب ۲۴ ہی اور ہر ایک کا حصہ چار ہی کذا فی الطحطاوی

باب توریث ذوی الارحام

یہہ باب ہی توریث ذوی الارحام کے مسائل مین ہم منتزب مین ہی کہ رحم اصل مین منبت ہی ولد کا اور اوسکا ظرف پہر قرابت اور وصلت من جہۃ الولاد سے رحم ہوگئی اسواسطے کہ رحم قرابت کا سبب ہے طحطاوی نے کہا لغت مین ذورحم عبارت ہی صاحب قرابت سی مطلقاً خواہ قرابت من جہۃ الولاد ہو یا نہو ھو کل قریب لیس بذی سہم ولا عصبۃ فھو قسم ثالث حینئذ ذو رحم ہر ایک وہ قرابت والا ہے جو صاحب فرض اور عصبہ نہو تو ذورحم وارثون کی تیسری قسم ٹہرا اسوقت مین ہم یہہ اصطلاح شرعی کا بیان ہی اکثر صحابہ کرام مانند حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو درداء اور ابن عباس بروایت مشہورہ رضی اللہ عنہم توریث ذوی الارحام کے قائل ہین اور یہی قول ہی امام اور صاحبین اور اونکے تابعین کا اور زید بن ثابت اور ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت شاذہ مین میراث ذوی الارحام کے قائل نہین اونکے نزدیک جب اصحاب فرائض اور عصبات نہون تو متروکہ بیت المال مین رکھا جاتا ہی اور یہی مذہب ہی امام مالک اور امام شافعی کا نفی کرنے والونکی دلیل یہہ ہے کہ حق تعالی نے آیت مواریث مین ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کیواسطے کچہہ مذکور نہین کیا اگر اونکا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنیوالونکی دلیل یہہ آیت ہی (واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ) چنانچہ استدلال اسکا مذکور ہوچکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا وتمامہ فیہ ولا یرث مع ذی سہم ولا عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیہما اور ذورحم وارث نہین ہوتا ساتھ صاحب فرض اور نہ عصبہ کے سوا زوجین کے یعنی زوجین اگرچہ صاحب فرض ہین مگر ذورحم اونکے ساتھ وارث ہوتا ہی اسواسطے کہ اونپر رد کرنا فرض کا نہین فیاخذ المنفرد جمیع المال بالقرابۃ تو اکیلا ذورحم تمام مال کو لیگا قرابت کیوجہ سے ہم جمیع مال کے لینے مین اشارہ ہے کہ ارث ذوی الارحام کی عصبات کی مانند ہی اوسمین اقرب فالاقرب کا اعتبار ہی اور قرب کا ہو ہوتا ہی قرب درجہ سے اور کبھی قوت قرابت سے تو جیسے تعصیب مین بیٹا مقدم ہی باپ پر اسیطرح ذوی الارحام مین جزئیت کا مقدم ہی اصل پر کذا فی الطحطاوی ویحجب اقربھم الابعد کترتیب العصبات اور ذوی الارحام کا قریب تر بعید تر کا حاجب ہوتا ہی عصبات کی ترتیب کی مانند یعنی جسطرح عصبات مین اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہی اسیطرح ذوی الارحام مین

اقرب کے ہوتے ابعد وارث نہین ہوتا فهم اربعة اصناف جزء المیت ثم اصله ثم جزء ابویه ثم جزء جدیه او جدتیه تو کل ذوی الارحام چار قسم ہین
قسم اول میت کا جز یعنی میت کی اولاد دختری جیسے ناتی اور ناتن پہر قسم ثانی میت کی اصل یعنی نانا اور نانیان پہر قسم ثالث میت کی والدین کا جز یعنی بہانجا اور
بہانجی پہر قسم رابع جدین کا جز یعنی دادا اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جز یعنی دادی اور نانی کی اولاد چنانچہ تفصیل اسکی آگے آویگی تین اور مختصر مین وجیز ہے
یقدم جزء المیت وهم اولاد البنات و اولاد بنات الابن وان سفلوا اور اسوقت مین یعنی جبکہ یہہ قاعدہ ٹہرا کہ ذوی الارحام مین جو میت سے قریب تر
ہے وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جز مقدم ہوگا میراث مین ذوی الارحام کی اقسام مین اور جز میت کا عبارت ہے بیٹیونکی اولاد سے اور پوتیون کی اولاد
سے خواہ مرد ہون یا عورت اگرچہ وہ کچھ درجہ سافل اور نازل ہون ھم تو اگر میت کی ناتن یا پرناتن ہو اور نانا یا نانی ہو تو ناتن یا پرناتن میراث لیگی نانا اور نانی
کو کچھہ نملیگا اسواسطے کہ جز مقدم ہے اصل پر عصبات کی مانند ثم اصله وهم الجد الفاسد والجدات الفاسدات وان علوا پہر اولاد میت کے بعد اصل
میت کی مقدم ہے اور میت کے اصول جد فاسد اور جدات فاسدات ہین اگرچہ کچھ درجہ عالی اور اونچے ہون ھم جد فاسد وہ ہے جو قرابت رکھے
بواسطہ عورت کے چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسدہ وہ ہے جسکی نسبت میت کیطرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی مان یا نانا کی
نانی خلاصہ یہہ ہے کہ اس قسم مین بھی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کی مانند مطلقا خواہ اقرب باپ کی جہت سے ہو خواہ مان کی جہت سے کذا فی الطحطاوی
مختصرا ثم جزء ابویه وهم اولاد الاخوات لابوین اولاب واولاد الاخوة والاخوات لام وبنات الاخوة لابوین اولاب وان
نزلوا پہر والدین میت کا جز مقدم ہے یعنی سگی بہنون یا سوتیلی بہنون کی اولاد اور اخیافی بہائی اور بہنون کی اولاد اور سگی بہائیون یا سوتیلی بہائیونکی
بیٹیان اگرچہ سافل اور نازل ہون ھم یہہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنون کی اولاد عام ہے خواہ مرد ہون یا عورت یعنی بہانجے اور
بہانجیان ذوی الارحام سے ہین اور سگے یا سوتیلے بہائیونکی بنات کی اسواسطے تخصیص کی کہ بھتیجیان ذوی الارحام مین داخل ہین اور بھتیجے عصبات
مین سے ہین چنانچہ عصبات مین مذکور ہو گیا اور اخیافی بہائی اور بہنون کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہین الحاصل اس قسم مین اولے
بالمیراث اقرب الی المیت ہے تو بہانجی مقدم ہے بہائی کی ابن البنت پر سے اور اگر درجہ مین برابر ہون تو ولد عصبہ مقدم ہے ولد ذوی الرحم پر جیسے بہائی کی پوتی اور بہن کا ناتی تمام
مال کو بہائی کی پوتی لیگی نہ بہن کا ناتی اسواسطے کہ پوتی ولد عصبہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ویقدم الجد علیهم خلافا لهما اور مقدم ہے نانا اونپر یعنی اخوات کی اولاد اور
بنات اخوة پر برخلاف صاحبین کے ھم امام سے دو روایتین ہین ایک روایت یہہ ہے کہ نانا مقدم ہے ناتی اور ناتن پر لیکن یہہ روایت مشہور نہین اور نہ اسپر
فتوی ہے اور دوسری مشہور روایت یہہ ہے کہ ناتی اور ناتن نانا پر مقدم ہے اور نانا مقدم ہے بہانجے اور بہانجیون اور بھتیجیون پر اور اسی روایت پر فتوی ہے اور صاحبین
کے نزدیک بہانجے اور بہانجیان اور بھتیجیان نانا پر مقدم ہین اور امام کا مذہب ذوی الارحام مین عصبات کی قیاس پر ہے اسواسطے کہ عصبات مین دادا مقدم ہے میت کے
بہائیون پر کذا فی الطحطاوی ثم جزء جدیه او جدتیه پہر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے ھم یہہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم ہے اسلئے اخر الذکورات جدین
سے باپ کا باپ یعنی دادا اور مان کا باپ یعنی نانا مراد ہے اور جدتین سے باپ کی مان یعنی دادی اور مان کی مان یعنی نانی مراد ہے وهم الاخوال والخالات اور وہ
ماموون اور خالہ ہین ھم یہہ لوگ مان کے رشتہ دار ہین ماموں تو بہائی ہین میت کی مان کے اور خالہ بہنین ہین اسکی تو اگر مان کے سگے بہائی بہن ہین تو میت کے نانا
کیطرف منسوب ہین اور اگر مان کی اخیافی بہائی بہن ہین تو میت کی مان کیطرف منسوب ہین کذا فی الطحطاوی والشریفی والاعمام لام اور اخیافی چچا ہین یعنی میت کے
باپ کے اخیافی یعنی مادری بہائی ہین اعمام مین مادری کی قید اسواسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلا چچا عصبات مین داخل ہین نہ ذوی الارحام مین والعمات
اور پہوپہیان بہی ذوی الارحام ہین مطلقا سگی ہون یا سوتیلی یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی بہنین ہین باپ کی تو میت کے دادا کیطرف منسوب ہین جانب پدری سے
اور اگر میت کے باپ کی اخیافی بہنین ہین تو وہ منسوب ہین اسکی جدہ پدری کیطرف قسم رابع مین خلاصہ یہہ ہے کہ اخوال اور خالات اور عمات اور اعمام مادری در
میان مین یہان کوئی اقرب اور ابعد نہین اور ان مین حکم یہہ ہے کہ انمین سے جو منفرد ہوگا جمیع مال کا مستحق ہوگا اور اگر چند لوگ ہین تو دیکہنا چاہیے کہ قرابت انکی متحد
ہے یا نہین اگر متحد ہے معلوم کہ سگی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مادری سے تو اقرب اولی ہے بالاجماع یعنی سگا اولی ہے سوتیلے سے اور سوتیلا اولی ہے اخیافی

سے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت ہو اور اگر اقوی میں بھی تعدد ہو مع اتحاد القرابۃ فللذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت مختلف ہو اسطرح کہ بعض کی قرابت باپ کی
جہت سے ہے اور بعض کی ماں کی جہت سے ہو تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیاں ہیں اور قرابت مادری کیواسطے ایک تہائی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا
وبنات الاعمام واولاد ھؤلاء اور منجملہ قسم رابع چچون کی بیٹیاں ہیں اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی یعنی اخوال اور خالات اور اعمام اخیافی اور
عمات اور بنات اعمام کی اولاد بھی ذوی الارحام کی قسم رابع میں داخل ہین ثم عمات الآباء والامھات واخوالھم وخالاتھم واعمام الآباء
لام واعمام الامھات کلھم واولاد ھؤلاء وان بعدوا ابا العلو والسفل پھر اشخاص مذکورین کے بعد میت کے باپون اور ماؤن کی پھوپھیاں اور
اونکے ماموں اور خالائیں اور باپون کے اخیافی چچا اور ماؤن کے چچا بالکل خواہ سگے ہوں یا سوتیلے یا اخیافی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہون
اور نیچے اور نیچے ہو کر ھ یعنی جبکہ میت کے عمات اور خالات اور اخوال اور انکی اولاد موجود نہون تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات
اور اخوال اور اوسکی ماں کے چچا اور ماموں اور عمہ اور خالہ کیطرف تو اگر ان میں سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال لیگا عدم مزاحم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص
مجتمع ہونگے اور قرابت انکی متحد ہوگی تو ان میں سے قوی تر مقدم ہے خواہ مرد ہو یا عورت اور اگر قرابت انکی برابر ہے تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر
قرابت انکی مختلف ہے تو باپ کی قرابت والونکو دو تہائیاں ہیں اور ماں کی قرابت والونکو ایک تہائی اسلئے اخر ما قرر اور اگر یہہ لوگ بھی نہون تو انکی اولاد کا
حکم قسم رابع کا حکم ہے پھر اگر انکی اولاد بھی نہو تو حکم منتقل ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات وغیرہن کیطرف پھر انکے بعد انکی اولاد
کیطرف اسیطرح الی غیر النہایۃ کذا فی الطحطاوی والشریفی ویتقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہوگا میت کا قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم میں ھ
قسم رابع میں یہہ حکم ظاہر نہیں اسواسطے کہ ان میں کوئی اقرب نہیں ہان انکی اولاد میں البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہے تو یہہ اطلاق اوسی پر محمول ہو کذا فے
الطحطاوی واذا استووا فی الدرجۃ واتحدت الجہۃ قدم ولد الوارث اور جبکہ ذوی الارحام درجہ میں برابر ہون اور قرابت کی جہت بھی
متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث کی اولاد پر ھ ولد وارث سے مراد صنف اول میں صاحب فرض کی اولاد ہے اور صنف ثالث میں عصبہ
کی اولاد مراد ہے اور صنف ثانی اور رابع میں یہہ نہیں ہوتا ہان انکی اولاد میں تقدیم اقرب کی ہوتی ہے پھر قوی تر کی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے
وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفت فلقرابۃ الاب الثلثان ولقرابۃ الام الثلث اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والون کے
واسطے دو تہائیاں ہیں متروکہ میت کی اور ماں کی قرابت والون کیواسطے ایک تہائی ہے ھ طحطاوی نے کہا ہے یہہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع میں اور
انکی اولاد میں ہوتی ہے نہ اول اور ثالث میں وعند الاستواء فان اتفقت صفۃ الاصول فی الذکورۃ والانوثۃ اعتبرنا ابدان الفروع
اتفاقا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کیوقت اگر ونکے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے میں یکسان اور متفق ہو تو فروع کے ابدان
کا اعتبار ہوگا باتفاق ابو یوسف اور محمد کے ھ بصورت اتفاق اصول اگر فروع فقط ذکور ہون یا فقط اناث ہون تو سب کا حصہ برابر ہے اور اگر
مختلط ہون تو للذکر مثل حظ الانثیین تو ناتی دو ثلث پاویگا اور ناتن ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت وابن بنت
بنت اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علی اول بطن اختلف بالذکورۃ والانوثۃ وھو ھھنا البطن الثانی وھو ابن بنت وبنت بنت
فیجعل عند محمد الاصول فی البطن الثانی فی مسئلتنا فیقسم علیہم اثلاثا واعطی کلا من الفروع نصیب اصلہ فیعطی بکون ثلثاہ للبنت
ابن البنت نصیب ابیہا وثلثہ لابن بنت البنت لانہ نصیب امہ وتمامہ فی السراجیۃ وشروحہا اور جبکہ اختلاف ہو فروع اور اصول کی صفت
میں چنانچہ ناتی کی بیٹی اور ناتن کا بیٹا تو اسمیں محمد نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو قسمت کیا ہے اوس اول بطن پر جسمین اختلاف ہوا ذکورت اور
انوثت کا اور وہ اختلاف اس مقام کی مثال میں بطن ثانی میں پڑا ہے یعنی ناتی اور ناتن میں تو محمد نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہے بطن ثانی میں
ہمارے مفروض مسئلہ میں تو اونپر مال کو تین حصے کرکے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اوسکی اصل کا حصہ دیا ہے تو اب مال کی دو تہائیاں ناتی کی بیٹی کی
ہونگی جو اوسکے باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی ناتن کا بیٹا پاویگا اسواسطے کہ تہائی اوسکی ماں کا حصہ ہے اور اسکا پورا مفصل بیان سراجیہ اور اوسکی

فقیر مترجم کہتا ہے یعنی یہاں نہایت مختصر مذکور ہوا ہے جبکہ اصول میں اختلاف ہو ذکورت اور انوثت کا تو ابو یوسف نے یہاں بھی ابدان فروع کا اعتبار کیا ہے اور صفات
اصول کا کچھ اعتبار نہیں کیا اور محمد نے اعلا بطون مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہے اور ہر اصل کا حصہ اوسکی فرع کیواسطے مقرر کیا ہے تو متن کی صورت مذکورہ میں ابو یوسف
کے نزدیک مال کی تین تہائیاں ہو کر دو تہائیاں نانی کا بیٹا پاویگا اور ایک تہائی نانی کی بیٹی پاویگی برعکس قول محمد کے اور تعدد و اختلاف بطون کی تفصیل محمد کے مذہب
کے موافق اور ذوی الارحام کے اصناف اربعہ کے احکام جداگانہ طحطاوی اور شروح سراجیہ میں مذکور ہیں خوف تطویل کے سبب مترجم اوسکے ترجمہ کرنے سے معذور ہے قلت
ثم الاستفصار فلیرجع الیہا **وھما اعتبرا الفروع فقط** اور ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہے تو اصول کا ھم یعنی ضمیر کا مرجع مقدم مذکور
نہیں ہوا بلکہ مرجع ضمیر کا سراج الدین کے کلام میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی **لکن قول محمد اشہر الروایتین عن ابی حنیفۃ فی جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتوی**
کذا فی شرح السراجیۃ لمصنفہا لیکن محمد کا قول مشہور تر ان دو روایتوں میں سے ہے جو امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہیں تمام ذوی الارحام میں اور اوسی قول پر فتوی ہے
ایسا ہی مذکور ہے سراجیہ کے مصنف کی شرح میں ہے ھ **وھکذا فی الکافی** اور یہی عالمگیری میں ہے کہ امام اسبیجابی کی مبسوط میں مذکور ہے کہ ابو یوسف کا قول
صحیح تر ہے کیونکہ وہ آسان تر ہے اور صاحب محیط نے کہا کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف کا قول لیا ہے اس قسم کے مسائل میں اور طحطاوی میں ہے کہ مشائخ بخارا
اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے **وفی الملتقی ویقول محمد یفتی سئلت عمن ترک بنت شقیقۃ وابن وبنت شقیقۃ کیف تقسم**
فاجبت بانہم قد شرطوا عدد الفروع فی الاصول فحینئذ تصیر الشقیقۃ کشقیقتین فیقسم المال بینہما نصفین ثم یقسم نصف الشقیقۃ بین اولادھا
اثلاثا اھ یعنی ہے کہ محمد کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے مجھسے سوال ہوا اس میت کا مسئلہ جس نے اپنے سگے بھائی کی بیٹی اور سگی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اوسکا ترکہ
کیونکر تقسیم ہوگا تو میں نے جواب دیا اسطرح کہ فقہا نے شمار فروع کا اصول میں شرط کیا ہے یعنی اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دینگے تو اسوقت میں
سگی بہن دو سگی بہنوں کی مانند ہو جاویگی یعنی اسواسطے کہ اوسکی دو فرع ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی تو مال متروکہ میت کے سگے بھائی اور سگی بہن جو بمنزلہ دو بہنوں
کے ہو گئی نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر سگی بہن کا نصف اوسکی اولاد میں تین تہائیاں ہو کر منقسم ہوگا ھ یہہ جواب مبنی ہے محمد کے قول پر اونکا مذہب یہہ ہے
کہ اگر فروع میں تعدد نہیں ہے تو فروع میں اصول کی ذکورت اور انوثت کا اعتبار کرتے ہیں اور اگر فروع میں تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکر ہوں اور دوسری
اصل کی دو فرع مونث ہوں اور تیسری اصل کی ایک ہی فرع ہو تو یہاں اصل کی صفت اور فرع میں جمع کرینگے تو اصل کو متعدد قرار دینگے فرع کے تعدد کے سبب
سے لیکن فرع کا وصف یعنی ذکورت اور انوثت کا اصل میں اعتبار کرینگے تو بنا بر اس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ میں سگی بہن کی دو فرع ہیں لہذا سگی بہن کو بمنزلہ دو
بہنوں کے قرار دیا اور ترکہ نصف سگی بھائی کو ملا اور نصف سگی بہن کو پھر سگی بہن کے نصف کی تین تہائیاں کرکے اوسکی اولاد میں تقسیم کی دو تہائیاں بیٹا لیگا اور ایک
تہائی بیٹی کذا فی الطحطاوی ملتقطا من الموضعین

فصل فی الغرقی والحرقی وغیرہم یہہ فصل ہے ڈوبنے والوں اور جلنے والوں وغیرہم کے احکام
میں ھ غرقی جمع ہے غریق کی اور حرقی جمع ہے حریق کی جیسے قتلی جمع ہے قتیل کی مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو مر گئے اور یہہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا چنانچہ ایک کشتی کے
لوگ ساتھ ہی ڈوب گئے یا ایک گھر کے لوگ ساتھ ہی آگ سے جل گئے یا اونپر دیوار یا چھت گر پڑی یا معرکے میں مقتول ہوئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہیں تو یہ تصور
کیا جاویگا کہ گویا وہ ساتھ ہی ایک ہی آن میں مر گئے **ولا توارث بین الغرقی والحرقی الا اذا علم ترتیب الموتی فیرث المتاخر** اور ڈوبنے اور جلنے والوں میں
باہم وارث نہونگے یعنی ایک غریق دوسرے غریق کا وارث نہوگا مگر جبکہ تقدم اور تاخر مردوں کا معلوم ہو جائے اسطرح پر کہ تعیین کے بعد شبہہ واقع نہو تو اب پچھلا
مردہ وارث ہوگا پہلے مردے کا ھم مترجم نے ان کے امثال کی پانچ صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ انمیں سے میت سابق بالیقین معلوم ہو اسکا حکم
یہہ ہے کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری صورت یہہ ہے کہ میت سابق علی التعیین پہلے تو معلوم تھا پھر اوسمیں شبہہ پڑ گیا اوسکا حکم یہہ ہے کہ اوس کی
میراث موقوف رہیگی تاوقتیکہ شبہہ زائل ہو کر یقین حاصل ہو یا وارث باہم صلح کرلیں اسواسطے کہ یاد آجانیکی نومیدی نہیں ہے تیسری صورت یہہ ہے کہ میت سابق
بلا تعیین معلوم ہو چوتھی صورت یہہ ہے کہ سبکی موت ساتھ ہی ہو پانچویں صورت یہہ ہے کہ سبقت اور معیت کچھ معلوم نہو تو ان پچھلی تین صورتوں میں ایک دوسرے کا
وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بھم زاد محشی الشریفی **فلو جہل عینہ** اور اگر میت سابق کی ذات معلوم نہو مجہول ہو جاوے یعنی اوسکی تعیین کے بعد التباس

اور اشتباہ واقع ہوا اوسکی ذات میں اور یہہ دو سری صورت ہے منجملہ پانچ صورتون کے جو مذکور ہو چکین کذا فی الطحطاوی واعطی کل بالیقین ووقف المشکوک فیہ حتی یتبین او یصطلحوا کذا فی شرح المجمع تو دیا جاوی ہر ایک کو یقین کے ساتھہ اور جسمین شک پڑے وہ موقوف رہی یہانتک کہ صاف ظاہر ہو جاوے یا ورثہ جاے اشتباہ کے بعد یا کہ ورثہ باہم صلح کرلین کذا فی شرح المجمع قلت واقرہ المصنف لکن نقل شیخنا عن ضوء السراج معزیا للمجتبی انہ لو مات اخوان ولم یدر ایہما مات اولا فحکمہ کانہما ماتا معا لتحقق التعارض بینہما وہو مخالف لما مر فتدبر مین کہتا ہون اور شرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکھا ہو لیکن ہمارے استاد نے ضوء سراج سے منسوب بمجتبی اس قول کو نقل کیا ہی کہ دو شخصون مین سی ایک شخص اول مرگیا اور یہہ معلوم نہین کہ دو شخصون مین سے کون شخص پہلے مرا تو یہہ ٹھہرایا جاویگا کہ گویا دونون ساتھہ ہی مرگئے ثبوت تعارض کیوجہ سی دونون مین اور یہہ روایت مخالف ہی مجمع کے قول کے جو گذر گیا تو اسکو سوچ لے ھم ضوء سراج مین صورت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو شرح مجمع سے مذکور ہوا وہ صورت ثانیہ ہے تو تنافی اور تخالف دفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی یعنی صورت ثالثہ مین میت سابق کا علم بلا تعیین ہی اور صورت ثانیہ مین علم علی التعیین کے بعد اشتباہ واقع ہوا تو اب تخالف قولین باقی نرہا واذا لم یعلم ترتیبہم فتقسم مال کل منہم علی ورثتہ الاحیاء اذ لا توارث بالشک اور جبکہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہو تو ہر ایک میت کا مال اُن لوگون مین سی اوسکی زندہ وارثون پر تقسیم کیا جاوی اسواسطی کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہین شک کے سبب سی ھم یعنی استحقاق میراث کے سبب مین یہان شک واقع ہی کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہی دوسری کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہین اور جبتک سبب متیقن نہین استحقاق میراث کا متحقق نہین اسواسطی کہ ثبوت سبب کا شک سی متصور نہین کذا فی الطحطاوی فرائض شریفی مین ہی کہ صدیق اکبر نے اہل یمامہ کے مقتولین مین اسیطرح کا حکم کیا یعنی زندہ ونکو مردونکی میراث دلائی اور ایک میت کو دوسری میت کی میراث نہین دی اور جبکہ عمواس مین وبا سی لوگ مرگئی تو عمر فاروق نے اسیطرح حکم کیا اور علی مرتضی نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین میں بھی حکم جاری فرمایا انتہی والکافر یرث بالنسب والسبب کالمسلم اور کافر وارث ہوتا ہی نسب کی جہت اور سبب کی جہت سی مسلمان کی مانند یعنی کافر پر میراث مسلمین کے احکام جاری ہونگے فرض اور عصوبت اور رحم کی طرف سے جبکہ کفار احکام مسلمین کیطرف مرافعہ کرین اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحطاوی ولو اجتمع لہ قرابتان لو تفرقتا فی شخصین حجب احدہما الاخر فانہ یرث بالحاجب اور اگر کافر مین دو ایسی قرابتین جمع ہون کہ اگر وہ قرابتین دو شخصون مین جدا جدا ہوتین تو ایک شخص دوسرے کا حاجب ہوتا تو وہ وارث ہوگا حاجب قرابت کی جہت سی ھم چنانچہ مجوسی نے اپنی مان سی نکاح کیا اوس سی ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہہ بیٹی اوس مجوسی کی اخیافی بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب ہوتی ہی تو وہ مجوسی کی وارث ہوگی بیٹی ہونے کی جہت سی اور محجوب نہوگی اخیافی بہن ہونے کی راہ سے وان لم یحجب احدہما الاخر یرث بالقرابتین جمیعا کما قدمناہ اور اگر ایک شخص دوسرے شخص کا حاجب نہو تو کافر وارث ہوگا دونون قرابتون کی جہت سی ہم خنثیون کے نزدیک چنانچہ جیسے اسکو اوپر ذکر کر دیا ہی باب عول سے پہلے ھم صورت اوسکی یہہ ہی کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور اوس سے فرزند پیدا ہوا تو یہہ عورت اوسکی مان بھی اور سوتیلی بہن بھی ہے تو وہ دونو جہت سی فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو مان ہونے کی راہ سی تہائی پاویگی اور بہن ہونے کی جہت سی نصف ترکہ لیگی ولا یرث بانکحۃ مستحلۃ عندہم اے یستحلونہا کتزوج محرمۃ لانہ لا یکون الا فی النکاح الصحیح وتلک الانکحۃ فاسدۃ لا یوجب التوارث بین المسلمین فلا توجبہ بین المجوس کذا فی الجوہرۃ قال وکل نکاح لو اسلما لا یقران علیہ لا یتوارثان فیہ والا فلا انتہی ط کذا فی الطحطاوی اور کفار وارث نہین ہوتے بسبب ایسے نکاحون کی جو انکی جہت سی حلال ہی یعنی جن نکاحونکو وہ حلال جانتے ہین جیسے مجوسی کا نکاح کرنا اپنی مان بہن سی اسواسطی کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہین تو اسیطرح مجوس مین بھی باہم میراث کا موجب نہوگا کذا فی الجوہرۃ اور اوسکے مصنف نے کہا کہ کافر مین جو نکاح ایسا ہی کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہون تو اوسی نکاح پر ثابت رکھی جاوین تو باہم وارث ہونگے اور جسمین نکاح بعد اسلام کے ثابت نرکھی جاوین تو باہم وارث نہونگی انتہی ما فی الجوہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہی ظہیریہ مین ویرث ولد الزنا واللعان بجہۃ الام فقط لما قدمناہ فی العصبات انہ لا اب لہما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی مان کی جہت سی وارث ہوگا اسواسطیکہ ہم عصبات کے

بیان مین ذکر کردیا ہی کہ اُن دونو کا باپ نہین یعنی احکام شرعی مین نہ واقع مین ف تو اگر ولد الزنا کا اخیافی بہائی ہو نکاح سے یا زنا سے تو یہہ بہائی اسکا عصبہ نہوگا بلکہ بالفرض بہائی کی میراث لیگا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی ارث اوسکی ماں لیگی فرضا وردا اور اگر ماں نہو تو ماں کے ذوی الارحام وارث اوسکو ہونگے کذا فی الطحطاوی ویوقف للحمل حظ ابن واحد او بنت واحدۃ ایہما کان اکثر وعلیہ الفتوی لانہ الغالب ویکفل احتیاطا اور اٹہا رکہا جاوی حمل کیواسطی ابن واحد یا بنت واحدہ کا حصہ اونمین سے جسکا حصہ زیادہ محتمل ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہی اسواسطی کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور وارثون سے اوسقدر حصے کا ضامن لیا جاوی احتیاط کی راہ سے یعنی قاضی ضامنی لے تاکہ اگر زیادہ ہو تو اوسکو پہیر لین۔
ف امام اعظم کے نزدیک حمل کے واسطی چار بیٹون کا حصہ یا چار بیٹیو نکا حصہ اور محمد کے نزدیک تین بیٹون کا حصہ اٹہا رکہا جاوی اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول اصح اور مفتی بہ ہے اسواسطی کہ غالب عادت یہی ہی کہ بطن واحد مین ایک ہی ہوتا مگر ایک تو اکثر پر تنبیہ ہوگا جب اسکا خلاف ظاہر نہو کذا فی السراجیۃ وشرحہا للسید کما لو ترک ابوین وبنتا وزوجۃ حبلی فان المسئلۃ من اربعۃ وعشرین ان فرض الحمل ذکرا وتعول الی سبعۃ وعشرین ان فرض انثی لان للبنتین الثلثان چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حاملہ کو چہوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے اگر پیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجیے اور چوبیس عول کرینگے ۲۷ کیطرف اگر اوسکو عورت فرض کیجیے اسواسطی کہ دو بیٹیون کیواسطے دو تہائیان فرض ہین ف ۲۴ سے اسواسطی مسئلہ ٹہہرا کہ ثمن زوجہ کا والدین کے سدسین کے ساتہہ مختلط ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم ہین ۲۴ سے اور والدین کا حصہ سہم ہین آٹہ ماں کیو چار باپ کے باقی رہی تیرہ وہ بہائی بہن کے ہین للذکر مثل حظ الانثیین اور سہم ہوگا ۱۳ اور اگر بچہ عورت ہو تو دو بیٹیونکو ۱۶ ملنی چاہئین اسلئی مسئلہ عول کریگا ۲۷ طرف قلت ہذا علی کون الحمل من المیت والامثلۃ کثیرۃ مین کہتا ہون یہہ مثال اوس تقدیر پر ہے جبکہ حمل میت سے ہوا اور اگر حمل غیر میت سے ہو تو اوسکی مثالین بہت کثرت سے ہین ف مثل نیند ۔۔۔ مثلثہ جہم ہے مثال کی شارح کی عبارت اسکی مفہوم ہے کہ جس تقدیر پر حمل میت سے تو اسکی یہی مثال خاص ہے اسکو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہین ہے کذا فی الطحطاوی کما لو ترکت زوجا واما حبلی والمسئلۃ للزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس لانہ عصبۃ وان قدر انثی فرض لہا النصف وعالت الی الثمانیۃ کما ہو ظاہر چنانچہ اگر عورت نے اپنا زوج اور اپنی ماں حاملہ کو چہوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہی اور ماں کا حصہ تہائی ہے اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس حصہ ہے اسواسطی کہ وہ عصبہ ہی باقی مال پاویگا اور حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ وہ بہن ہو اور اوسکو واسطی نصف مقرر کہ مقرر ہوا وہ عول کریگا یہہ مسئلہ آٹہ کیطرف چنانچہ مخفی نہین ہے ف یہہ مسئلہ بہہ جہت نصف اور ثلث کے جمع ہو جانے سے اور عول کریگا آٹہہ کیطرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی قلت ولم ادما لو کان علی احد التقدیرین یرث وعلی الآخر لا کمن ترکت زوجا وامًا واخوین لام فان قدر ذکرا لم یبق لہ شیء فینبغی ان یقدر انثی ونقول لتستحق مگر مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکہا اوس مسئلہ کا حکم کہ اگر حمل کا بچہ ایک تقدیر پر ہو وارث ہوتا ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بہائی یعنی ایک عورت مرگئی زوج اور حاملہ ماں اور دو اخیافی بہائیونکو چہوڑ کر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجیے تو اوسکو واسطی کچہہ باقی نرہیگا تو لائق بقواعد یہہ ہی کہ اوسکو عورت فرض کیجیے احتیاط کی راہ سے اور عول کریگا مسئلہ نو کی طرف ف یہہ مسئلہ وہبانیہ کے اس بیت کا ہی جو بعد اسکے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے مین اسواسطی حمل کیواسطی کچہہ باقی نرہیگا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہی اور ماں کا سدس ہے اور اخیافی بہائیون کا ثلث ہے پہر جبکہ ترکہ مستغرق بفروض ہوگیا تو بہائی جو عصبہ ہی ساقط ہوگیا اور اگر حمل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ نو سے بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور عول کریگا نو کیطرف نصف زوج کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس ماں کا اور ثلث اخیافی بہائیون کا تو حمل کیواسطی تین سہم اوٹہا رکہنے چاہین نو مین سے کذا فی الطحطاوی بتصرف وفی الوہبانیۃ قال وحاملۃ قالت یا بن فلم یرث وان ولدت بنتا لہا الثلث یقدر اور وہبانیہ مین کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث نہوا اور اگر لڑکی جنی تو اوسکی واسطی تہائی مقرر ہے ف یہہ وہ مسئلہ ہی جسکو شارح نے نہین دیکہا کیا ثلث نصف کا عائل ہی اسواسطی کہ تین نوان حصہ ہوگی کذا فی الطحطاوی

فصل فی المناسخات

فصل ہے مناسخات مین ف مناسخہ لغت مین عبارت ہی ازالہ اور تغیر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فرائض مین

مناسخہ یہہ ہے کہ بعض یا کل وارثون کے سہام اونکی پہلون کیطرف منتقل ہو جاوین بوجہ استحقاق یعنی ورثہ کے وارث ہو جاوین کذا فی الطحطاوی
یعنی ترکہ ہنوز تقسیم نہوا تہا کہ وارث مرگیا تو اوسکے حصہ کو اوسکے وارث کیطرف نقل کرنا اسکا نام مناسخہ ہے مَاتَ بَعْضُ الْوَرَثَۃِ قَبْلَ الْقِسْمَۃِ
فَلَدَیْکَ صَحِّحِ الْمَسْئَلَۃَ الْاُوْلٰی وَاَعْطِ سِہَامَ کُلِّ وَارِثٍ یعنی وارث مرگیا ترکہ تقسیم ہونیسے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کیجائیگی اور ہر وارث
کے سہام دیئے جاوینگے ھم تصحیح مسئلہ اس سے عبارت ہے کہ سہام ایسے جاوین کہ عدد وسے اسطرح کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو کذا فی الشریفی اور تصحیح مسئلہ
کے ساتھ ما بعد ہین آگے معلوم ہونگے ثُمَّ الثَّانِیَۃَ پہر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کیجائیگی پہلے مسئلہ کے بعد ھم اور تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے
مافی الید مین نظر کرینگے تو یہہ نظر تین حال سے خالی نہین یا دونون مافی الید مین مماثلت ہوگی یا موافقت یا مباینت انکی مثالین آگے معلوم ہونگی
اِلَّا اِذَا اتَّحَدَ کَاَنْ مَاتَ عَنْ عَشَرَۃِ بَنِیْنَ ثُمَّ مَاتَ اَحَدُھُمْ مگر جبکہ دونون مسئلونکی تصحیح متحد ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچہہ حاجت
نہین چنانچہ ایک شخص مرگیا دس بیٹے چہوڑکر پہر اوسکے بعد اونمین سے ایک بیٹا مرگیا نو بہائی چہوڑکر ھم دس بہائی سگے ہون یا سوتیلے تمام متروکہ نو بہائیون پر
تقسیم ہوگا ایک ہی بار گویا کہ میت ثانی موجود ہی نتہا اسواسطے کہ اگر اول دس حصے کیجئے پہر ایک کا حصہ نو کو دیجئے تو تطویل بلاطائل ہے فَاِنِ اسْتَقَامَ
نَصِیْبُ الْمَیِّتِ الثَّانِیْ عَلٰی تَرِکَتِہٖ فَبِہَا وَنِعْمَتْ پہر مسئلہ ثانیہ مین اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم ہوگیا اوسکے ترکہ پر یعنی اوسکے وارثون پر بلا کسر منقسم ہوگیا
تو بہت خوب اور بہتر ہوا ھم اور ہم ایک مثال ذکر کرتے ہین جسمین احوال ثلثہ یعنی استقامت اور توافق اور تباین مجتمع ہو وہ یہہ ہے کہ ایکعورت زوج اور بیٹی اور
مان کو چہوڑکر مرگئی پہر زوج قبل از قسمت متروکہ ایک زوجہ اور والدین کو چہوڑکر مرگیا پہر بیٹی دو ابن اور ایک بنت اور دس جدہ کو چہوڑکر مرگئی جو میت اول
کی مان ہے پہر وہ جدہ یعنی نانی زوج اور دو بہائیونکو چہوڑکر مرگئی تو میت ثانی استقامت کی مثال ہے اور میت ثالث موافقت کی مثال ہوا اور میت رابع
مباینت کی مثال ہے پہر جب ہمنے عمل مذکور کا ارادہ کیا تو پہلے میت اول کا مسئلہ صحیح کیا اور ہر وارث کو اوسکے سہام دیئے پہر ثانی مسئلہ کی تصحیح کی اور میت
ثانی اور اوسکی تصحیح مین تامل کیا تو مسئلہ اولی کی تصحیح بارہ سے ہوئی نصف اور ربع اور سدس سے کیونکہ ... ہے اور اسی مسئلہ مین دو فرض کرنا ہوگا زوج کے
تین سہم اور بنت کے چہہ اور مان کے دو ایک سہم باقی رہا اوسکو بیٹی اور مان پر بقدر اونکے سہام کے رد کیا تو اب اس عمل کی حاجت پڑی جو رد کے
بیان سابق مذکور ہوچکا سو اس مسئلہ مین من یرد علیہ کی دو جنس کے ساتھہ من لا یرد علیہ جمع ہوا یعنی بنت اور ام کے ساتھہ زوج مجتمع ہے تو زوج کا حصہ
اقل مخارج سے یعنی چار سے دیا اور مسئلہ من یرد علیہ بھی چار سے ہے اسواسطے کہ اگر ربع سے قطع نظر کیجئے تو مسئلہ چہہ سے ہے نصف اسکا تین سو بنت
کا فرض ہے اور سدس اوسکا ایک ہے سو ام کا حصہ ہے تو من یرد علیہ کا مسئلہ چار ہوا اور بعد اعطاء نصیب زوج کے جو تین باقی رہے وہ من یرد علیہ کے
مسئلہ پر مستقیم نہین تو من یرد علیہ کے مسئلہ کو یعنی چار کو ضرب کرنے کی حاجت پڑی من لا یرد علیہ کے فرض کے مخرج مین اور وہ مخرج بھی چار ہے تو
چار کو چار مین ضرب کرنے سے سولہ حاصل ہوئے تو زوج کا حصہ ایک تہا چار سے جب اسکو مسئلہ من یرد علیہ مین یعنی چار مین ضرب کیا تو چار ہی ہوئے اور
من یرد علیہ کا حصہ مخرج فرض کی باقی مین ضرب کیا گیا تو مان کا حصہ ایک تہا چار سے جب اوسکو تین مین جو باقی ہے مخرج سے ضرب کیا تو تین ہی حاصل
ہوئے اور بیٹی کا حصہ تین تہا جب اسکو تین مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو اس تقسیم سے زوج کو چار سہم حاصل ہوئے اور مان کو تین اور بیٹی کو نو پہر نصیب میت
ثانی کے مسئلے کی تصحیح کی یعنی زوج کی تو چار سہم سے اوسکی تصحیح پائی اسواسطے کہ اوسکی زوجہ کا ربع ہے اور اوسکی مان کا ثلث باقی مال کا یعنی
ہے اور اوسکے باپ کا حصہ دو تہائیان پہر جب ہمنے زوج کی مافی الید سہام مین نظر کی تو چار سہام پائے سو اوسکے وارثون پر بلا کسر مستقیم ہوئے
زوجہ کا ایک سہم اور مان کا ثلث باقی یعنی ایک سہم اور باپ کے دو ثلث یعنی دو سہم تو اس تصحیح مین ضرب کرنیکی حاجت نہ پڑی اور پہلا مسئلہ ۱۲ اور دوسرا سولہ
سے صحیح ہوگیا کذا فی الطحطاوی والشریفی وَاِنْ لَمْ یَسْتَقِمْ فَاِنْ کَانَ بَیْنَ سِہَامِہٖ وَمَسْئَلَتِہٖ مُوَافَقَۃٌ ضُرِبَ وَفْقُ تَصْحِیْحِہٖ فِیْ کُلِّ التَّصْحِیْحِ الْاَوَّلِ
اور اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم نہوا اوسکے وارثون پر سو اگر میت ثانی کے سہام مین اور اوسکے مسئلہ مین موافقت ہو تو تصحیح کے وفق کو تصحیح اول کے تمام سہام مین
تو ضرب کرینگے ھم مثال اسکی وہ بنت ہی صورت مذکورہ مین جو کہ دو ابن اور ایک بنت اور ایک جدہ چہوڑکر مرگئی تو یہہ مسئلہ چہہ سے صحیح ہوا جدہ کا ایک

مسئلہ تصحیح ہو اور ضرب کرے تو اسکے حصے کو ثانی سے میت ثانی کی مافی الید میں اگر مباینت ہو یا اوسکی وفق میں اگر موافقت ہو ھ پہلی صورت کی مثال یہہ
کہ ایک شخص مرگیا ایک بیٹا چھوڑ کے ایک عورت سے اور تین بیٹیاں چھوڑ کے دوسری عورت سے پھر ایک بیٹی مرگئی دو سگی بہنیں اور ایک سوتیلا بھائی چھوڑ کر تو پہلا
مسئلہ پانچ سے ہے اور دوسرا تین سے اور میت ثانی کے ہاتھ میں ایک ہے اور ایک میں اور تین میں مباینت ہے تو تین کو پانچ میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہو
پھر اس کا اول سے ایک سہم ہے اوسکو مسئلہ ثانیہ میں ضرب کیا یعنی تین میں تو تین ہی حاصل ہوتے اور دو سگی بہنوں کے دو سہم تھے اونکو ایک میں ضرب کیا
دو ہی حاصل ہوئے اور بھائی کا ایک سہم تھا اوسکو ایک میں ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہہ مثال ہے کہ ایک شخص مرگیا زوجہ اور بیٹی
اور باپ کو چھوڑ کر پھر بیٹی مرگئی اپنی ماں اور دادا چھوڑ کر اور اسکی ماں اور دادا میت اول کے بھی وارث ہیں تو میت اول کی تصحیح ۲۴ سے ہے اسواسطے کہ ثمن ملا ہے سدس
سے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا عصبہ ہونے کی وجہ سے تو بیٹی کے بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پھر جبکہ
بیٹی مرگئی اپنی ماں اور دادا کو چھوڑ کر تو اوسکا مسئلہ ہوگا تین سے اور اوسکے ہاتھ میں بارہ سہم ہیں اور بارہ اور تین میں موافقت بالثلث ہے تو ایک کو جو
تصحیح کا وفق ہے ۲۴ میں ضرب کیا تو ۲۴ ہی حاصل ہونگے تو جسکا حصہ مسئلہ اولے میں ہے وہ اپنا حصہ لیگا ایک میں ضرب کر کے جو تصحیح کا وفق ہوا اور جسکا حصہ
مسئلہ ثانیہ میں ہے وہ اپنا حصہ لیگا چار میں ضرب کر کے اسواسطے کہ چار وفق ہے میت ثانی کی مافی الید کا یعنی بارہ کا تو مسئلہ اولے میں زوجہ کے تین تھے اونکو
ایک میں ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تھے اون کو بھی ایک میں ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ میں ماں
کا ایک سہم تھا منجملہ تین سہم کے اوس کو چار میں ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے تین میں سے انکو چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل
ہوئے تو یہہ اوسکا حصہ ٹھہرا کذا فی الطحطاوی ولو مات ثالث قبل القسمۃ جعل المبلغ الثانی مقام الاولی وجعل الثالثۃ مقام الثانیۃ ولعمل
وھکذا کلما مات واحد بقیتہ مقام الثانیۃ والمبلغ الذی قبلہ مقام الاولی الی مالا یتناہی اور اگر وارثوں میں سے تیسرا میت مرگیا قسمت سے پہلے تو
مبلغ ثانی مسئلہ اولے کے مقام پر ٹھہرایا جاتا ہے اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جاتا عمل کرنے میں اور اسیطرح جبکہ ایک وارث مرے تو اوسکو مسئلہ
ثانیہ کے مقام پر قائم کرا اور جو مبلغ کہ اوسکے پہلے حاصل ہو چکا ہے اوسکو مسئلہ اولی کے مقام پر قائم کرتا جا مراتب غیر متناہی تک ھ یعنی ثالث کی موت قبل
القسمۃ سے جو مبلغ کہ تصحیح مسئلہ اولے اور ثانیہ سے حاصل ہوا وہ بجای تصحیح مسئلہ اولے کے ہوگا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے متعلق ہے وہ بجای تصحیح مسئلہ ثانیہ
کے ہوگا عمل میں گویا کہ میت اول اور ثانی ایک ہی میت ہوگئی تو میت ثالث میت ثانی ٹھہر گیا پھر اسیطرح میت رابع اور خامس میں الی غیر النہایۃ عمل کرتا جاے
اسواسطے کہ جب میت اول اور ثانی اور ثالث کی ایک ہی تصحیح ہوگئی تینوں مردے ایک ہوگئے تو میت رابع میت ثالث ٹھہر گیا اور اسیطرح جب اموات ما بعد کی تصحیح ایک
ہوگئی چاروں مردے میت واحد ٹھہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹھہرا وعلی ہذا القیاس اسیطرح لا الی نہایت پھر معلوم کرنا چاہیے کہ تعدد مناسخات کا میراث کے مرتبہ
واحد ہی میں ہو یا مراتب متعددہ میں ہو عمل میں کچھ فرق نہیں بہر صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہے جو مذکور ہو چکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا وھذا اعلم العمل
فلا تغفل اور یہہ جو مذکور ہوا علم ہے عمل کرنیکا سو اوس میں غفلت نکیجیو ھ شارح نے اسکلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہیں ہے اسمیں ہوشیاری و بیداری
لازم ہے اسواسطے کہ یہہ دقیق ہے اور تامل اور فکر کی اسمیں بہت حاجت ہے کذا فی الطحطاوی

باب المخارج

یہہ باب ہے مخارج میں ھ
مخارج جمع ہے مخرج کی یعنی جائے خروج فروض ستہ اب ان قاعدوں کا بیان شروع ہوا جنکی قسمت فروض میں حاجت ہے اور چونکہ سب کسر دو قسم کسور میں اور انکی
مخارج بھی کسور کے مخارج ہیں اور مخرج ہر کسر منفرد کا وہ اقل عدد ہے جس سے یہہ کسر صحیح ہو جیسا کہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک فرد صحیح سے تصحیح کر
تصحیح حصص پر مقدم کیا اسواسطے کہ تصحیح مخارج پر موقوف ہے مصنف نے اس باب میں اول مخارج کو ذکر کیا پہر تصحیح کو پہر تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین بین
العددین کو پہر معرفت حصہ ہر فریق کو پہر تقسیم ترکہ کو بین الورثۃ والغرما الفروض المذکورۃ فی القرآن نوعان الاول النصف ونصفہ ونصف نصفہ وکل کسر
سمیہ کالربع من اربعۃ الا النصف فانہ من اثنین فرض ستہ جو قرآن مجید میں مذکور ہیں دو قسم ہیں قسم اول نصف ہے اور مخرج ہر کسر کا اس
کا ہمنام ہے چنانچہ ربع نکلا ہے اربعہ سے سوا نصف کے کہ اوسکا مخرج اوسکا ہمنام نہیں کیونکہ نصف نکلتا ہے اثنین سے یعنی دو سے ھ ہمنام سے مراد

ہو کہ مخرج اور کسر حروف میں شریک ہیں اور اصطلاح میں ہندی زبان میں کسر اور مخرج ہمنام ہین چنانچہ تہائی تین سے اور چوتھائی چار سے ہوا ور آٹھویں کے کہ ہمنام ہین کیونکہ اوسکا مخرج وہی ہو اور معلوم کرنا چاہیئے کہ جب مخرج کمتر ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا فرض کمتر ہوگا اسواسطے کہ نصف اکثر ہے ربع سے اور مخرج اوسکا اقل ہو ربع کے مخرج سے وَالرُّبُعُ مِنْ اَرْبَعَةٍ وَالثُّمُنُ مِنْ ثَمَانِيَةٍ وَالثَّانِي اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثَانِ كِلَاهُمَا مِنْ ثَلٰثَةٍ وَالسُّدُسُ مِنْ سِتَّةٍ اور منجملہ قسم اول ربع ہے چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور دوسری قسم فروض کی ثلث اور ثلثین ہین یہ دونوں نکلتی ہین ثلثہ سے اور سدس ستہ سے ہی ہم سدس کا ہمنام ستہ کا ہونا اصل کے اعتبار سے ہی اسواسطے کہ ستہ کی اصل سدسۃ ہے دوسرا سین تے کے ساتھ بدلگیا اور اصطلاح دال تے ہوگئی اور پہلی تے دوسری تے مین مدغم ہوگئی تو ستہ ہوگیا عَلَى التَّضْعِيْفِ وَالتَّنْصِيْفِ فَتَقُوْلُ مَثَلًا الثُّمُنُ وَضِعْفُهٗ وَضِعْفُ ضِعْفِهٖ وَنِصْفُهٗ وَنِصْفُ نِصْفِهٖ فروض مذکورہ کا دو نوع ہونا باعتبار تنصیف اور تضعیف کے ہی تو مثلا تو یون کہی کہ ثمن اور اوسکا دونا اور اوسکے دونے کا دونا یا تو یون کہو کہ نصف اور اوسکا آدہا اور آدہے کا آدہا ہم اسکلام سے مراد یہہ ہی کہ ثمن کو جب دونا کیجیے تو ربع حاصل ہوتا ہی اور ربع کو جو دونا کیجیے تو نصف حاصل ہوتا ہی اسیطرح سدس کو اگر دونا کیجیے تو ثلث ہوتا ہی اور ثلث کو جو دونا کیجیے تو ثلثین ہوتا ہی اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع ہوتا ہی اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن ہوتا ہی اور یہی حال ثلثین اور ثلث کی تنصیف مین ہے اور اہل فرائض نے جو فروض ستہ کو دو قسم کیا ہی اوسکا سبب یہہ ہے کہ انہون نے ان فروض مین سے اوس فرض کو تلاش کیا جو مقدار مین کمتر ہو تو ثمن کو پایا جسکا مخرج ثمانیہ ہی اور ربع اور نصف کو دیکہا کہ ثمانیہ سے دونون بلا کسر نکلتی ہین تو انہون نے ان تینون فروض کو ایک قسم ٹہرایا پہر ثمن کے بعد اقل فرض کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جسکا مخرج ستہ ہی اور ثلث اور ثلثین کو دیکہا کہ اوسمین سے بلا کسر نکلتی ہین تو ان تینونکو دوسری قسم قرار دیا کذا فی الشریفی قُلْتُ وَاَخْصَرُ الْكُلِّ اَنْ تَقُوْلَ الرُّبُعُ وَالثُّلُثُ وَنِصْفُ كُلٍّ وَضِعْفُهٗ مین کہتا ہون اور جمیع فروض مین سب عبارتون سے مختصر یہہ عبارت ہی کہ تو یون کہے کہ ربع اور ثلث اور ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دوچند ہم تو اس عبارت مین فروض ستہ جمع ہوگئے نہایت اختصار کے ساتھ اسواسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہے اور ربع کا دوچند نصف ہی اور ثلث کا نصف سدس ہی اور ثلث کا دوچند ثلثین ہے فَاِذَا جَاءَ فِي الْمَسَائِلِ مِنْ هٰذِهِ الْفُرُوْضِ اٰحَادٌ فَمَخْرَجُ كُلِّ فَرْدٍ مُنْفَرِدٍ سَمِيُّهٗ اِلَّا النِّصْفَ كَمَا مَرَّ پہر جبکہ مسئلہ ذوالفروض مین ان چہہ فرضون سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرد فرض کا مخرج اوسکا ہمنام ہے سوا نصف کے چنانچہ اسکا بیان گذر گیا یعنی اگر کسی مسئلے مین فقط ربع ہو یا فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اوسکا مخرج فقط اربعہ ہے یا فقط ثمانیہ یا فقط ثلثہ ہی یا فقط ستہ وَاِذَا جَاءَ مَثْنٰى اَوْ ثُلَاثَ وَهُمَا مِنْ نَوْعٍ وَاحِدٍ فَكُلُّ عَدَدٍ يَكُوْنُ مَخْرَجًا لِجُزْءٍ فَذٰلِكَ الْعَدَدُ اَيْضًا يَكُوْنُ مَخْرَجًا لِضِعْفِهٖ وَاَضْعَافِهٖ كَالسِّتَّةِ هِيَ مَخْرَجٌ لِلسُّدُسِ وَلِضِعْفِهٖ وَلِضِعْفِ ضِعْفِهٖ اور جبکہ کسی مسئلے مین فروض مذکورہ سے دو دو یا تین تین فرض آوین اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہین تو جو عدد کہ جزکا مخرج ہے تو وہی عدد اوسکے دوچند اور سہ چند فرض کا مخرج ہی چنانچہ ستہ یعنی چہہ سدس کا اور اوسکے دوچند یعنی ثلث کا اور سہ چند کے دوچند کا یعنی ثلثین کا مخرج ہے ہم یعنی اقل فرض کا مخرج وہی اکثر فرض کا مخرج ہی بشرطیکہ فروض مجتمعہ ایک نوع سے ہون چنانچہ ستہ سدس کا مخرج ہے سو وہی ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج ہی اور ثمن کا مخرج ثمانیہ ہی سو وہی ثمانیہ ربع اور نصف کا بھی مخرج ہے اور سبب اسکا یہہ ہی کہ اکثر کا مخرج اقل مین موجود ہی بلا کسر تو اقل کے مخرج مین استغناء ہی اکثر کے مخرج سے مثلا ثلث اور ثلثین کا مخرج ثلثہ ہے سو یہہ سدس کی مخرج مین یعنی ستہ مین موجود ہے اور اسیطرح ربع اور نصف کا مخرج ثمن کے مخرج مین داخل ہے فَاِذَا اخْتَلَطَ النِّصْفُ مِنَ النَّوْعِ الْاَوَّلِ بِكُلِّ النَّوْعِ الثَّانِيْ اَيِ الثَّلٰثَةِ الْاُخَرِ اَوْ بِبَعْضِهٖ فَاِذَا كَانَ فِي الْمَسْئَلَةِ نِصْفٌ وَثُلُثَانِ وَثُلُثٌ وَسُدُسٌ كَزَوْجٍ وَشَقِيْقَتَيْنِ وَاُخْتَيْنِ لِاُمٍّ وَاُمٍّ فَمِنْ سِتَّةٍ لِتَرَكُّبِهَا مِنْ اِثْنَيْنِ وَثَلٰثَةٍ پہر جب فروض کی نوع اول کا نصف مختلط ہو نوع ثانی کے بالکل فروض سے یعنی تینون فرضون سے یا بعض سے مختلط ہو تو جسوقت کہ مسئلے مین نصف اور ثلثین اور ثلث اور سدس ہو چنانچہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہو تو اسکا مخرج ستہ ہے اسواسطے کہ چہہ کا مرکب ہونا دو کے ضرب کرنے سے تین مین حاصل ہوا ہی ہم یہہ مثال ہے اختلاط نصف کی بکل نوع ثانی سے اور شارح نے نوع ثانی کی بعض کی اختلاط کی مثال نہین مذکور کی سو فرائض شریفی مین اوسکا یون بیان ہے کہ اختلاط نصف کا فقط ثلث سے اسطرح ہے کہ عورت نے زوج اور دو اخیافی بہنونکو وارث چہوڑا اور اختلاط نصف کا

ہین اور اعتراض ثانی کا یہہ جواب ہے کہ وہ نادر امر ہے اور نادر پر حکم نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی ولا یجتمع من اصحابہا اکثر من خمسۃ طوائف
اور اصحاب فرائض مین سے پانچ گروہون سے زیادہ اجتماع نہین ہوتا ولا ینکسر علی اکثر من اربع فرق اور سہام مین چار فرقون سے زیادہ پر کسر
واقع نہین ہوتی ہے ہم یہانتک مخارج کسور کا بیان ہو چکا اب آگے تصحیح مسائل کے قاعدے مذکور ہوتے ہین فرائض شریفی مین ہے کہ تصحیح مسائل فرائض
سے چاہتے ہین کہ کمتر عدد ممکن سے اسطرح سہام لئے جاوین کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو یعنی سب وارثون کے سہام پورے ہون کسیکا سہم تہائی
چوتھائی نہو اور تصحیح مسائل کیواسطے سات قاعدون کی حاجت ہے اور تین سے تین قاعدے تو ابین سہام مخارج اور روس ورثہ کے ہین اور چار قاعدے
ابین روس اور روس کے ہین سو تین کا پہلا قاعدہ مسمی باستقامت ہے وہ یہہ ہے کہ سہام ہر فریق کے وارثون پر منقسم ہو جاوین بدون کسر پڑنیکے
تو یہان ضرب کی کچھ حاجت نہین چنانچہ والدین اور دو بیٹیان وارث ہون اسواسطے کہ یہان مسئلہ چھہ سے ہے والدین مین سے ہر ایک کا حصہ سدس یعنی ایک
ایک اور بیٹیون کے دو ثلث ہین یعنی چار ہر بیٹی کے دو دو سہم تو سہام مستقیم ہو گئی روس ورثہ پر بلا انکسار دوسرا قاعدہ موافقت کا وہ یہہ ہے کہ ایک گروہ
کا حصہ ٹوٹتا ہو لیکن اونکے سہام اور روس مین موافقت ہو تو یہان عدد روس کے وفق کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے اگر عول نہوا ہو اور اگر عول ہوگا
تو اصل اور عول مین ضرب کرینگے چنانچہ والدین اور دس بیٹیان یا زوج اور والدین اور چھہ بیٹیان اور تیسرا قاعدہ مباینت کا وہ یہہ ہے کہ ایک ہی گروہ کے
سہام مین کسر پڑتی ہو لیکن اونکے سہام اور روس مین موافقت نہین بلکہ مباینت ہے تو یہان تمام عدد روس کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور
جدہ اور تین اخیافی بہنین اور اگر عول ہوا ہے تو اصل مسئلے اور عول مین ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین اور باقی چار قاعدے جو ابین
روس کے ہین سو ایک تماثل ہے اور دوسرا تداخل اور تیسرا توافق اور چوتھا تباین سو مصنف ان اصول سبعہ مین سے چھہ قاعدون کو ذکر کریگا اور استقامت
کو اونہون نے حذف کیا ہے اسواسطے کہ وہ ظاہر ہے وقت طلب نہین اور یہہ پچھلے چارون قاعدے نہین ہوتے مگر وہان جن مسائل مین دو گروہ ورثہ پر یا زیادہ
پر کسر واقع ہو کذا فی الطحطاوی والشریفی مختلطا واذا انکسر سہام کل فریق علیہم ضربت عددہم فی اصل المسئلۃ وعولہا ان کانت عائلۃ
کامراۃ واخوین للمراۃ الربع یبقی لہما ثلثۃ لا تستقیم ولا توافق فاضرب اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ اور جبکہ سہام ہر فریق کے وارثون پر
ٹوٹ پھوٹ جاوین تو اونکے عدد روس کو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اوسکے عول دونون مین ضرب کر چنانچہ ایک عورت یعنی زوجہ
اور دو بھائی وارث ہون تو عورت کا حصہ ربع ہے باقی رہے تین وہ دو بھائیون پر مستقیم نہین اور یہان دو اور تین مین توافق کی بھی نسبت نہین تو دو
کو یعنی عدد روس کو چار مین یعنی اصل مسئلے مین ضرب کیا تو مسئلہ آٹھہ سے صحیح ہوگا ہم یہہ مثال ہے مسئلہ غیر عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یون مثال ہے کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی
بہنین وارث ہین اصل مسئلہ چھہ ہے اوسکا نصف یعنی تین زوج کا حصہ ہے اور اوسکی ثلثین یعنی چار بہنون کا حصہ ہے تو مسئلے نے عول کیا سات کیطرف اور
یہان فقط بہنون کے سہام اونپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور روس یعنی چار اور پانچ مین مباینت ہے تو ہمنے عدد روس یعنی پانچ کو اصل مسئلے اور
اوسکے عول یعنی سات مین ضرب کیا تو ۳۵ حاصل ہوئی سو اسی حاصل سے مسئلہ صحیح ہو گیا اسطرح کہ زوج کے تین سہم تھے اونکو مضروب یعنی پانچ مین
ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنون کے چار سہم تھے اونکو بھی پانچ مین ضرب کیا تو ۲۰ ہوئے تو ہر بہن کے چار سہم ہوئے یہہ تیسرا قاعدہ ہے ہم مسئلہ تین
قاعدون کے بیان وان وافق سہامہم عددہم ضربت وفق عددہم فی اصل المسئلۃ وعولہا کامراۃ وست اخوۃ فلہم ثلثۃ توافقہم
بالثلث فاضرب اثنین فی اربعۃ فتصح من ثمانیۃ اور اگر وارثون کے سہام مین اور اونکے عدد روس مین توافق ہو تو اونکے عدد روس کے
وفق کو اصل مسئلے مین تو ضرب کر اگر عائلہ نہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اوسکے عول مین ضرب کر چنانچہ زوجہ اور چھہ بھائی وارث ہون تو بھائیون
کے تین سہم ہین تو تین اور بھائیون کے عدد روس یعنی چھہ مین توافق ہے تو دو کو چار مین ضرب کر تو یہہ مسئلہ بھی آٹھہ سے صحیح ہوگا ہم یہہ مثال
مسئلہ غیر عائلہ کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہہ مثال ہے کہ زوج اور والدین اور چھہ بیٹیان وارث ہین تو اصل مسئلہ بارہ سے ہے بسبب اجتماع ربع اور سدسین
اور ثلثین کے تو زوج کا حصہ ربع ہے یعنی تین سہم اور والدین کے دو سدس یعنی چار سہم اور چھہ بیٹیون کے دو ثلث یعنی آٹھہ سہم تو مسئلے نے عول کیا

تو ابھی بارہ کو اصل مسئلے مین کہ وہ بھی بارہ ہی ضرب کیا ۱۴۴ حاصل ہوئے اب تقسیم بلا کسر صحیح ہوگئی یہ جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق مین دو فریق
کی مانند عمل کیجیو فریقین مین تو فقط مماثلت مذکور ہے اور توافق اور تباین جو سابق مین مذکور ہو چکے سو اونکا موضوع تو فریق واحد کا انکسار ہے نہ فریقین کا کذا فی
الطحطاوی وان وافق بعضها بعضا کاربع زوجات وخمس عشرة جدة وثمان عشرة بنتا وستة اعمام ضربت وفق احدهما ای احد الاعداد
فی جمیع الآخر والحاصل فی وفق الثالث ان وافق والا فجمیعه ثم الی الرابع کذلک ثم المجتمع وهو جزء السهم وهو فی مسئلتنا مائة وثمانون
فی اصل المسئلة وهو هنا اربعة وعشرون فیحصل اربعة آلاف وثلثمائة وعشرون ومنها تصح اور اگر بعض اعداد رؤس کو بعض اعداد سے توافق
کی نسبت ہو جیسا کہ چار زوجہ اور پندرہ دادیان اور اٹھارہ بیٹیان اور چھ چچا تو اعداد الاعداد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام مین تو ضرب کرے
اور جو ضرب سے حاصل اور خارج ہوا اوسکو تیسرے اعداد کے وفق مین ضرب کرے اگر تیسرے مین توافق ہو اور اگر توافق نہو بلکہ تباین ہو تو اوسکے تمام مین ضرب کرے پھر
چوتھی مین اسیطرح ضرب کرے یعنی اگر توافق ہو تو اوسکے وفق مین والا کل مین ضرب کرے پھر مجتمع کو جو کہ جزء سہم ہے اور وہ ہمارے اس مسئلے مین ۱۸۰ ہے
اصل مسئلے مین جو یہان ۲۴ ہے ضرب کرے تو ۴۳۲۰ ہوئے ان اعداد سے تقسیم بلا کسر صحیح ہوگئی ھ اصل مسئلہ ۲۴ ہے چار زوجہ کا ثمن ہے یعنی تین وہ
اونپر منقسم نہین اور عدد سہام اور عدد رؤس مین تباین ہے تو تمام عدد رؤس کو جو کہ چار ہے یاد رکھا اور اٹھارہ بیٹیونکی دو تہائیان ہین یعنی سولہ اور وہ
اونپر مستقیم نہین اور اونکے سہام اور رؤس مین توافق بالنصف ہے تو نصف عدد رؤس کو لیا یعنی نو کو اور پندرہ دادیون کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ
اونپر مستقیم نہین اور اونکو سہام اور رؤس مین تباین ہے تو اونکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا اور چھ چچون کا حصہ باقی ہے یعنی ایک وہ اونپر مستقیم نہین اور
ان مین اور اونکے عدد رؤس مین تباین ہے تو اونکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا تو ہمکو حاصل ہوئی عدد رؤس محفوظہ سے چار اور چھ اور نو اور پندرہ پھر ان
اعداد مین توافق کو طلب کیا تو چار اور چھ مین موافقت بالنصف پائی سو ان دونون مین سے ایک کو اوسکے نصف کیطرف پھیرا اور اوسکو دوسرے مین ضرب کیا
تو بارہ حاصل ہوئے اور بارہ اور نو مین توافق بالثلث ہے تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام مین ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنی مبلغ ثانی اور
پندرہ مین بھی موافقت بالثلث ہے تو پندرہ کی تہائی یعنی پانچ کو ۳۶ مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے پھر اس مبلغ ثالث کو اصل مسئلے مین یعنی ۲۴ مین
ضرب کیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے انسے مسئلہ صحیح ہوگیا اسواسطے کہ زوجات کا حصہ اصل مسئلے مین تین تھا اوسکو مضروب مین یعنی ۱۸۰ مین ضرب کیا
۵۴۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۱۳۵ پہونچے اور اٹھارہ بیٹیونکا حصہ سولہ تھا اوسکو مضروب مذکور مین ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ
۱۶۰ سہم کا ہوا اور پندرہ دادیون کا حصہ چار تھا اوسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۷۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۴۸ سہم ملے اور چچون کا حصہ
ایک تھا اوسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے کذا فی الشریفی وان تباینت اعداد رؤس من انکسر علیهم سهامهم
کاربع زوجات وست جدات وعشر بنات وسبعة اعمام ضربت احدهما ای احد الاعداد فی جمیع الثانی والحاصل فی جمیع الثالث والحاصل فی جمیع الرابع ثم بلغ
جزء السهم وهو هنا مائتان وعشرة لتوافق رؤس البنات والجدات السهام بالنصف فاضربها فی اصل المسئلة وهو هنا اربعة وعشرون یحصل خمسة آلاف واربعون
ومنها تستقیم اور اگر اعداد رؤس متباین ہون اور انکے حصے انکے سہام منکسر مین جیسا کہ چار زوجہ اور چھ دادیان اور دس بیٹیان اور سات چچا تو ضرب کرے تو اعداد الاعداد
کو تمام ثانی مین اور حاصل کو ضرب کرے جمیع ثالث مین اور اوسکے حاصل کو جمیع اعداد رابع مین حاصل ہوگا جزء سہم یعنی مضروب اور وہ یہان ۲۱۰ ہے
بسبب توافق بالنصف کے رؤس بنات اور جدات کے اونکے سہام سے تو ۲۱۰ کو ضرب کرا اصل مسئلے مین اور وہ یہان ۲۴ ہے حاصل ہونگے پانچ ہزار اور چالیس
اور انہین سے مسئلہ مستقیم ہوگا ھ اصل مسئلہ ۲۴ سے ہے زوجہ کا حصہ ثمن ہے یعنی تین وہ اونپر مستقیم نہین اور اونکے رؤس مین اور سہام مین تباین
ہے تو ہمنے اونکے عدد رؤس کو یعنی دو کو یاد رکھا اور چھ دادیون کا حصہ سدس ہے یعنی چار وہ اونپر مستقیم نہین اور اونکے عدد رؤس اور
عدد سہام مین موافقت بالنصف ہے تو ہمنے اونکے عدد رؤس کے نصف کو یعنی تین کو یاد رکھا اور دس بیٹیونکا حصہ دو ثلث ہے یعنی سولہ وہ اونپر مستقیم
نہین اور اونکے رؤس اور سہام مین موافقت بالنصف ہے تو ہمنے اونکی نصف عدد رؤس کو یعنی پانچ کو لیا اور سات چچون کا حصہ باقی ہے یعنی ایک وہ اون پر

تقسیم نہین ہوتا ایک مین اور انمہات مین مباینت ہی تو ہمنے اونکے تمام عدد رؤس کو لینی ستات کو لیا تو ہماری تابش اعداد ماخوذہ رؤس سی دو ادر تین اور پانچ اور سات حاصل ہوئے اور یہہ سب عدد متباین ہین تو ہمنے دو کو تین مین ضرب کیا چھہ حاصل ہوئے پھر اس حاصل کو پانچ مین ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے پھر ۳۰ کو ۷ مین ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے اسی عدد اخیر کا نام جزء سہم اور مضروب ہے پھر ہمنے اس مبلغ کو اصل مسئلے یعنی ۲۴ مین ضرب کیا تو مجموعہ ۵۰۴۰ ہوئے انہین سے مسئلہ صحیح ہوگیا سب فریقون پر اسواسطی کہ دو جدّہ کا حصہ اصل مسئلہ سی تین سہم تھے اوسکو مضروب مین یعنی ۲۱۰ مین ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوئے پھر ہر جدّہ کو اون مین سے ۳۱۵ سہم ملے اور چھہ دادیون کا حصہ چار سہم کا تھا اوسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک دادی کو ۱۴۰ سہم ملے اور دس بیٹیون کے سہم سولہ تھے اوسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ سہم ملے اور سات چچون کا حصہ ایک تھا اوسکو بھی اوسی مضروب مین ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے تو ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے اور مجموعہ ان حصون کا ۵۰۴۰ ہے کذا فی الشریفی والطحطاوی نے کہا جزء سہم یہان عبارت ہی مبلغ ثالث سی کیونکہ عدد اول اور ثانی کی ضرب سی ایک مبلغ حاصل ہوا اور اوس مبلغ کے ضرب کرنے سی عدد ثالث مین مبلغ ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سی عدد رابع مین مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ ثالث جزء سہم ہے اور سہام بنات اور جدات کا توافق بمثال سابق سی ظاہر ہوگیا شارح نے یہہ تطویل اسواسطی مذکور کی کہ اگرچہ موافقت نہوتی تو عدد مذکور سے تصحیح زیادہ ہو جاتی اب مصنف معرفت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کا قاعدہ مذکور کرتا ہے وَاِذَا اَرَدْتَ مَعْرِفَةَ التَّمَاثُلِ وَالتَّوَافُقِ وَالتَّدَاخُلِ وَالتَّبَايُنِ بَيْنَ الْعَدَدَيْنِ هٰذِهٖ مُقَدِّمَةٌ يُحْتَاجُ اِلَيْهَا فِي تَقْسِيمِ التَّرِكَةِ اور جبکہ تو چاہے شناخت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کو کوئی سی دو عدد و مین شارح نے کہا اس مقدمہ کیطرف حاجت پڑتی ہے ترکہ کی تقسیم مین یعنی اعداد مستحقین پر قسمت کرنا بلاکسر بدون یا درکھنے اسمقدمہ کے نہین ہوسکتا فَتَمَاثُلُ الْعَدَدَيْنِ كَوْنُ اَحَدِهِمَا مُسَاوِيًا لِلْاٰخَرِ كَثَلٰثَةٍ وَثَلٰثَةٍ سو دو عدد کا تماثل ہونا ایک عدد کا برابر دوسرے عدد کے چنانچہ تین اور تین ہم اور ایسے دونو عددونکو متماثلین کہتے ہین اور یہان اسکا اعتبار کرنا ضرور ہے کہ دونون عدد دو محل مین واقع ہون چنانچہ رؤس اور سہام مین اور اگر محل کا اعتبار نکیجیے تو تین مطلق مین قصد نہین تو متصف بمساوات نہونگے قطعاً کذا فی الشریفی والطحطاوی وَتَدَاخُلُ الْعَدَدَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ بِاَحَدِ اَمْرَيْنِ عَلٰى هٰذَا اِمَّا اَنْ يَعُدَّ اَقَلُّهُمَا الْاَكْثَرَ اَيْ يُفْنِيَهٗ اَوْ يَكُوْنَ الْاَكْثَرُ الْعَدَدَيْنِ مُنْقَسِمًا عَلَى الْاَقَلِّ قِسْمَةً صَحِيْحَةً بِلَا كَسْرٍ كَقِسْمَةِ السِّتَّةِ عَلَى الثَّلٰثَةِ وَالِاثْنَيْنِ اور عددین مختلفین کا تداخل بنابر اس مقام کے متحقق ہوتا ہی احد الامرین سے یا اسطرح پر کہ عدد اقل عدد اکثر کو فنا کردیوے اور مٹادیوے یا اکثر عدد کمتر عدد پر منقسم ہو جاوے قسمت صحیحہ بدون کسر کے جیسے قسمت ہونا چھہ کا تین یا دو پر ہم اقل اکثر کو فنا کردے یعنی اگر اقل کو اکثر سے دو بار یا زیادہ گرائین تو اکثر سے کچھہ باقی نرہے چنانچہ تین اور چھہ تو اگر تین کو چھہ سی دو بار گرائیے تو چھہ بالکل فانی ہو جاوے اور اسیطرح اگر نو سی تین کو تین بار گرائیے تو کچھہ باقی نرہیگا تو ایسے عددونکو اصطلاح مین متداخلین کہتے ہین برخلاف آٹھہ کے کہ وہ تین کے گرانے سی فانی نہین ہوتا صورت راجعہ مین تداخل کی تعریف مین دو امر اور زیادہ مذکور کئے ہین ایک یہہ ہے کہ تداخل وہ ہے کہ اگر مثل اقل کو یا امثال اقل کو زیادہ کیجیے تو اکثر کے برابر ہو جاوے دوسری یہہ ہے کہ اقل جزء ہو اکثر کا سید شریف نے کہا کہ یہہ مذکور من قبیل اختلاف فی العبارۃ کے ہے وَتَوَافُقُ الْعَدَدَيْنِ اَنْ لَا يَعُدَّ اَيْ لَا يُفْنِيَ اَقَلُّهُمَا الْاَكْثَرَ وَلٰكِنْ يَعُدُّهُمَا عَدَدٌ ثَالِثٌ كَالثَّمَانِيَةِ مَعَ الْعِشْرِيْنَ يَعُدُّهُمَا اَرْبَعَةٌ فَهُمَا مُتَوَافِقَانِ بِالرُّبُعِ اور توافق عددین کا یہہ ہے کہ کمتر عدد اکثر عدد کو فنا نکرے لیکن اقل اور اکثر دونونکو تیسرا عدد فنا کردے چنانچہ آٹھہ بیس کے ساتھہ کہ اُن دونونکو چار فنا کردیتا ہے تو آٹھہ اور چار مین توافق بالربع ہے ہم توافق عددین یعنی دو عدد کا موافقت کرنا ایک جزء مین یعنی نصف یا ثلث یا ربع وغیرہا مین معلوم کرنا چاہیے کہ قول اصح مین واحد عدد مین داخل نہین اسواسطی کہ عدد عبارت ہے کمیت متالفہ عن الوحدات سی اور واحد ایسا نہین ہے تو مصنف کی تعریف توافق کی صحیح ہے اور اگر عدد کی تعریف یون کیجیے کہ جو اتب عدد مین واقع ہو یا کم ہو تو جواب مین پڑے تو اسمین واحد بھی داخل ہے تو یہان یون کہنے کی احتیاج ہوگی کہ توافق العددین وہ ہے کہ اقل اکثر کو فنا نکرے ولیکن اونکو عدد ثالث جو واحد کے سوا ہے فنا کرے اسواسطی کہ واحد تو جمیع اعداد کو فنا کرتا ہے اور اصطلاح مین باہین واحد اور کسی شے کے تداخل نہین بلکہ تباین ہے کذا فی الشریفی والطحطاوی وَتَبَايُنُ الْعَدَدَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ اَنْ لَا يَعُدَّهُمَا مَعًا عَدَدٌ ثَالِثٌ اَصْلًا كَالتِّسْعَةِ مَعَ الْعَشَرَةِ اور دو عددونکا تباین اسطرح ہوتا ہے کہ

عددین مختلفین کو ساتھ ہی تیسرے عدد اتصال فنا نہین کر دیتا چنانچہ نو دس کے ساتھ ہم یعنی نو اور دس کو ساتھ ہی کوئی اور عدد سوای ایک کے نہین
فنا دیتا او توڑا خود ستے الا صح عدد نہین ہے اور چونکہ تماثل اور تداخل کی معرفت مین پوشیدگی نہین بلکہ توافق اور تباین کی معرفت مین البتہ پوشیدگی
تھی لہذا مصنف نے اوسکی توضیح قول آئندہ سے شروع کی واذا اردت معرفۃ التوافق والتباین بین العددین المختلفین اسقط الاقل من الاکثر من
الجانبین مرارا حتی اذا اتفقا فی درجۃ واحدۃ فلا اور جبکہ تو ارادہ کرے باہمی عددین مختلفین کے توافق اور تباین کی شناخت کا تو اقل کو اکثر عدد سے چند بار
ساقط اور کم کر یہانتک کہ دونون عدد ایک درجہ مین متفق ہوجاوین ہم مثلا جبکہ دس سے سات کو گرایا باقی رہے تین اور جبکہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی رہا
ایک اور جبکہ ایک کو دو بار تین سے گرایا تو بھی ایک ہی باقی رہا تو دس اور سات بسبب اسقاط اقل کے جانبین سے چند بار متفق ہوگئے واحد مین یعنی ایک ہی باقی
رہا دونو عدد ونہین سے اسقاط کے درجات مین فان توافقا فی واحد فلا متباینان ولا وفق سو اگر بعد اسقاط مذکور کے دونون عدد متفق ہوجاوین واحد
مین تو وہ دونو عدد متباین ہین اور ان دونون وفق نہین وان توافقا فی اثنین فبالنصف اور اگر عددین مختلفین باہم توافق کرین دو مین تو
وہ دونو عدد متوافقین بالنصف ہین ہم مثلا اگر اٹھارہ سے آٹھ کو دو بار ساقط کیجئے تو دو باقی رہینگے اور جبکہ دو کو تین بار آٹھ سے گرائیے تو بھی دو
ہی باقی رہینگے تو یہ دونو عدد یعنی اٹھارہ اور آٹھ متوافقین بالنصف ہین کذا فی الشریفی طحطاوی نے کہا توافق بالنصف یا توافق بالثلث ونظائرہا
کا مطلب یہ ہے کہ مخرج نصف یا ثلث یا ربع کا ان دونو عدد دونکو فنا کر دیتا ہے او فی ثلثۃ فبالثلث ھکذا الی العشرۃ وتسمی الکسور المنطقۃ یا عددین
تین مین باہم متفق ہون تو وہ متوافقین بالثلث ہین اسیطرح دس تک اور انکو کسور منطقہ کہتے ہین ہم یعنی اگر عددین دو مین توافق کرین چنانچہ چار اور دس
تو وہ متوافقین بالنصف ہین اور اگر تین مین توافق کرین چنانچہ نو اور بارہ ہین تو وہ متوافقین بالثلث ہین اور اگر چار مین توافق کرین چنانچہ آٹھ اور بارہ تو
متوافقین بالربع ہین اور پانچ کے توافق مین متوافقین بالخمس ہین چنانچہ دس اور پندرہ اور چھ مین بالسدس چنانچہ بارہ اور اٹھارہ اور سات مین
بالسبع چنانچہ چودہ اور اکیس اور آٹھ مین بالثمن چنانچہ سولہ اور چوبیس اور نو مین بالتسع چنانچہ اٹھارہ اور ستائیس اور دس کے اتفاق مین
متوافقین بالعشر ہین چنانچہ ۲۰ اور ۳۰ اور انکو کسور منطقہ کہتے ہین یعنی تعبیر کسر کی بدون اضافت کرنے کے اوسکے مخرج کیطرف ممکن چنانچہ یون
کہنا کہ نصف اور ثلث اور ربع اسلیے انکو کسور منطقہ کہا ہے وان کسر آخر کہ انکی تعبیر بدون اضافت اوسکی مخرج کے ممکن نہین چنانچہ یون کہنا جزء من
احد عشر یعنے گیارہ کا ایک جزء اسکو اصم یعنی گونگا کہا ہے اسواسطے کہ کسر کا بولنا ممکن نہین کذا فی الطحطاوی او احد عشر
فبجزء من احد عشر ھکذا وتسمی الاصم یا عددین نے توافق کیا گیارہ مین تو وہ دونو عدد گیارہ کے ایک جزء مین متوافق ہین اور اسیطرح
بارہ یا تیرہ کا ایک جزء اور یہ سب باہم ہے چنانچہ ۲۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہے اور گیارہ گیارہوین جزء کا مخرج ہے تو دونون عدد
گیارہوین جزء مین متوافق ہین اور اسیطرح توافق ہونا بارہوین جزء مین چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ مین اور تیرہوین جزء مین چنانچہ ۲۶ اور ۳۹ مین اور اسیطرح
اسکے سوا جزء مین توافق چنانچہ ۳۴ اور ۵۱ مین کذا فی الطحطاوی ملخصا تتمہ خلاصہ مقام یہ ہے کہ واحد کے سوا جو دو عدد ہون اگر دونو
برابر ہین تو عددین متماثلین ہین والا اگر اقل اکثر کو فنا کر دے تو وہ متداخلین ہین والا اگر دونونکو تیسرا عدد فنا کر دے تو وہ متوافقین ہین اور
جس کسر کا عدد ثالث مخرج ہے یعنی جس کسر سے اون دونون عدد کا وفق ہے اور اگر عدد ثالث انکو فنا نکرے تو وہ متباینین ہین اور تماثل تو
ظاہر ہے اور باقی یعنی تداخل اور توافق اور تباین پہچانے جاتے ہین عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر اور اگر قسمت سے کچھ باقی نرہے تو وہ متداخلین
ہین اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی پر قسمت کیا جاوے اسیطرح چند بار کیا جاے یہانتک کہ کچھ باقی نرہے تو وہ عددین متوافقین ہین اور پچھلا
مقسوم علیہ وہی دونونکا فنا کرنے والا ہے یا باقی رہے ایک تو وہ متباینین ہین کذا فی خلاصۃ الحساب واذا اردت معرفۃ نصیب کل فریق
من الورثۃ والجدات والاعمام وغیرہم من التصحیح الذی ستقف علی الکل فاضرب ما کان لہ ای لکل فریق من اصل المسئلۃ فیما ای فی وفق
الذی ضربتہ فی اصل المسئلۃ یخرج نصیبہ ای نصیب ذلک الفریق اور جبکہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات

بسبب مقدم ہونے ارباب فروض کے موارث کی قسمت ہو چنانچہ سید کی شرح سراجیہ میں یہہ مطلب بصراحت مذکور ہے ھم وجہ اسکی یہہ ہے کہ جب ترکہ پورا پڑا ہو تو سہام
دونون مین اور کچھہ باقی رہا تو ارباب فروض کے ساتھ ان میں اب قسمت کرنے کی کچھہ حاجت نہ رہی وارثون میں بالنسبۃ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ ادا ہی ذوی الفروض مین کافی نہو تو دارالحق
کے لیے کچھہ باقی نرہا تو ان میں ورثہ کے قسمت بھی نہوگی حاشیہ عجم زادہ مین ہے بین الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہہ ہے کہ ہر گروہ کے افراد مین بالاختصاص قسمت
ہوگی نہ بالاشتراک بین الطائفتین کذا فی الطحطاوی فان کان بین الترکۃ والتصحیح مماثلۃ فظاہر سو اگر ترکہ اور تصحیح مین تماثل ہو اور برابر ہی ہی تو ظاہر ہے ھم
چنانچہ اگر میت نے ماں اور باپ اور چار بیٹیاں چھوڑا اور ترکہ چھہ دینار ہے تو ہر ایک کو ایک ایک دینار ملیگا اسواسطے کہ ثلث یعنی دو دینار والدین کا حق ہے
اور ثلثین یعنی چار بنات کا حق ہے تو ترکہ بلا دقت تقسیم ہوگیا او موافقۃ ضربت سہام کل وارث من التصحیح فی جمیع الترکۃ کذا فی نسخ المتن
والشرح والموافق للسراجیۃ وغیرہا فی وفق الترکۃ وانما یضرب فی جمیع الترکۃ عند المباینۃ یا ترکہ اور تصحیح مین موافقت ہو تو ضرب کرے تو ہر
وارث کے سہام کو تصحیح سے تمام ترکہ مین شارح نے کہا یہی عبارت ہے متن اور شرح مصنف کے نسخون مین اور سراجیہ وغیرہ کے موافق یون ہے کہ سہام کو وفق ترکہ
مین ضرب کرے اور تمام ترکہ مین تو ضرب کیجاتی ہے فقط مباینت کیوقت ھم سراجیہ وغیرہا کا مطلب چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفیہ مین واضح کرکے چند جگہ
مین مذکور کیا ہے یہ ہے کہ مباینت کا حکم موافقت اور مداخلت مین بھی جاری ہوتا ہے تو ضرب کئے جاتے مین ہر وارث کے سہام تصحیح سے جمیع ترکہ مین اور موافقت
کا دوسرا طریقہ وہ ہے جسکو شارح نے مذکور کیا وہ یہہ ہے کہ سہام ہر وارث کے ضرب کئے جاوین ترکہ کے وفق مین پھر حاصل ضرب کو وفق تصحیح پر قسمت ہو تو خارج قسمت
نصیب ہوگا اوسی وارث کا اور مداخلت شریک ہے موافقت کے اس طریقہ مین تو تجکو اختیار ہے اگر تو چاہے موافقت اور مداخلت مین تباین کا طریقہ اختیار
کرے اور چاہے ضرب نصف الوفق کا طریقہ پسند کرے دونون کا مآل ایک ہے اور مباینت کیصورت کا یہہ بیان ہے کہ ایک عورت اپنا زوج اور ماں اور دو سگی
بہنین چھوڑ کر مرگئی اور ترکہ ۲۵ اشرفیان مین تو اصل مسئلہ چھہ سے ہے اور عول کرکے آٹھہ کیطرف تو زوج کا تین سہم تین ہے اور ماں کا ایک اور ہر بہن کے دو سہم
اور ترکہ اور تصحیح یعنی آٹھہ مین تباین ہے پھر تونے جب چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرے ترکہ سے تو جو نصیب زوج کا ہے تصحیح سے یعنی تین کو تمام ترکہ مین ضرب
دیجئے حاصل ہونگے ۷۵ پھر اس مبلغ کو تصحیح یعنی آٹھہ پر قسمت کر تو نو اشرفیان اور ایک اشرفی کے تین ثمن خارج ہونگے تو یہہ حصہ ہے زوج کا اس ترکہ سے اور ماں کے
نصیب کو تصحیح سے یعنی ایک کو بھی جمیع ترکہ مین ضرب کر ۲۵ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھہ پر قسمت کیا تین اشرفیان اور ایک اشرفی کا ثمن خارج قسمت ہوا تو
یہہ حصہ ہے ماں کا ترکہ سے اور ہر بہن کے نصیب یعنی دو کو تمام ترکہ مین ضرب کر ۵۰ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھہ پر قسمت کیا چھہ اشرفیان اور ربع اشرفی خارج
ہوئی سو یہہ حصہ ہے ہر بہن کا ترکہ مذکورہ سے اور اگر اسی مسئلہ مین ترکہ ۵۰ اشرفیان فرض کیجیئے تو ترکہ اور تصحیح مین توافق بالنصف ہے اور جبکہ ترکہ ۲۴ اشرفیان
فرض کیجیئے تو تصحیح اور ترکہ مین تداخل ہے اور ان دونون صورتون مین تجکو اختیار ہے چاہے مباینت کی بابت عمل کرے اور چاہے ہر وارث کے نصیب کو وفق ترکہ
مین ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحیح پر قسمت کرے خارج قسمت ہوگا ہر وارث کا اور اگر ترکہ مین کسر ہو تو اوسمین ترکہ بسط کرنیکی حاجت ہوگی تاکہ ترکہ ایک
جنس ہوجاوے اور بسط کا طریقہ یہہ ہے کہ صحیح کو مخرج کسر مین ضرب کرے اور حاصل پر کسر مذکور کو زیادہ کرے پھر اوس عدد کو بھی جس سے مسئلہ صحیح ہوگیا ہے مخرج
کسر مین ضرب کرے پھر دونون حاصل مین ضرب اور قسمت کا وہ عمل کرے جو مذکور ہوچکا تو خارج قسمت اوس وارث واحد کا حصہ ہوگا جبکہ یہی مسئلہ مذکورہ
مین ۲۵ اشرفیون اور ثلث اشرفی کا ترکہ فرض کیا تو ۲۵ کو ثلث کے مخرج یعنی تین مین ضرب کیا حاصل ہوئے ۷۵ اسپر تہائی کو زیادہ کیا تو ۷۶ تہائیان ہوئیں پھر
تصحیح یعنی آٹھہ کو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھہ سے ۷۶ مین ضرب کیا اور حاصل کو ۲۴ پر قسمت کیا تو خارج قسمت حصہ
ہوگا اوس وارث کا گویا کہ ترکہ ۷۶ کا ہے اور گویا تصحیح ۲۴ کی ہے کذا فی الطحطاوی عن الشریفی وھذا لمعرفۃ نصیب کل فرد اور یہہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت
کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہے وتعمل کذلک فی معرفۃ نصیب کل فریق ھم اور اسیطرح تو عمل کرے وارثون کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے مین
یعنی نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ مین ضرب کرے تینون صورتون تباین اور توافق اور تداخل مین اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا وہ حصہ ہوگا
ہر فریق کا چنانچہ حصہ دو بہنون کا مسئلہ سابقہ مین تجکو معلوم ہوچکا اور تجکو اختیار ہے کہ توافق اور تداخل مین وہ دوسرا طریقہ کرے جو عنقریب مذکور ہوچکا مصنف نے

حصہ ہر وارث کے بیان کو مقدم مذکور کیا ہر فریق کے حصے کے بیان پر اور حالانکہ ترتیب طبعی بالعکس ہے اسواسطے کہ ہر واحد کا حصہ دریافت کرنا مقصود اہم تھا
وَإِنْ قَضَاءَ اللّٰهِ يُوجِبُ فَاذْكُرْ فِيهَا اور ادائے دیون کا توجیہ تفصیل ہو کہ اگر مال متروک پورا ہو ادا کرنے میں تو بہتر اور کیا خوب ہے وَإِنْ لَمْ يَفِ وَتَعَدَّدَ الْغُرَمَاءُ
اور اگر نہ پورا پڑا ادا اصحاب دیون کے چند لوگ ہیں یعنی اگر تعدد نہیں بلکہ صاحب دین ایک شخص ہے تو بعد تجہیز اور تکفین باقی مال کو وہی لیگا فَيُجْعَلُ مَجْمُوعُ الدُّيُونِ
كَالتَّصْحِيحِ لِلْمَسْئَلَةِ وَيُجْعَلُ كُلُّ دَيْنٍ غَرِيمٍ كَسِهَامِ وَارِثٍ وَيُعْمَلُ كَمَا مَرَّ درصورت عدم الوفا اور تعدد ارباب دیون کے او نارتی تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلے کے
اور ہر دائن کے دین کو بمنزلہ سہام وارث کے قرار دو اور وہ عمل کر جو قسمت بین الورثہ میں عمل کر چکا ضرب اور قسمت سے صورت اوسکی یہہ ہو کہ ایک شخص مرگیا
نو اشرفیوں کا متروکہ چھوڑکر اور اوسپر دس اشرفیان ایک شخص کی ادہار ہیں اور پانچ اشرفیان دوسرے شخص کی ہیں تو دونوں پندرہ دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلہ
کے قرار دو اور پانچ دیون اور ترکہ کے جو نو اشرفیان ہیں نظر کر سو اگر دونوں میں توافق ہو چنانچہ یہی صورت ہے کہ دونوں میں توافق بالثلث ہے سو دس اشرفی
والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۳۰ پھر اس حاصل کو تصحیح کے وفق یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج قسمت چھ ہوئے سو یہہ دس کا حصہ ہوا
نو اشرفیوں سے اور جبکہ پانچ اشرفیوں والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے پھر جب پندرہ کو وفق تصحیح یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج
ہوئے تین یہہ پانچ اشرفیوں والیکا حصہ ہے اور اگر ایسی صورتیں ہوں کہ اشرفیان ہوں تو تیرہ اور مجموع دیون یعنی پندرہ میں جو بمنزلہ تصحیح کے ہے تباین ہو تو
ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام میں ضرب کر اور حاصل کو جمیع ترکہ پر قسمت کر سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جبکہ دس اشرفیوں والے دین کو تیرہ
میں ضرب کیا ایکسو تیس حاصل ہوئے پھر جبکہ اوسکو پندرہ پر قسمت کیا تو اٹھارہ اشرفیان اور ایک اشرفی کی دو تہائیان خارج ہوئیں یہہ دس اشرفیوں والے
دائن کا حصہ ہوا اور پانچ اشرفیوں والے دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ میں ضرب کیا ۶۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیان
اور ایک اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہہ حصہ ہوا پانچ اشرفیوں والی دائن کا اور اگر ایسی صورتیں پانچ اشرفیوں کا ترکہ فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق
بالخمس ہوگا باوجودیکہ پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہیں تو دس اشرفیوں والیکے دین کو خمس ترکہ میں یعنی ایک میں ضرب کر دس حاصل ہونگے اور اس حاصل
کو خمس تصحیح پر یعنی تین پر قسمت کر خارج ہونگی تین اشرفیان اور ایک اشرفی کی ایک تہائی یہہ حصہ ہے دس اشرفیوں والیکا اور پانچ اشرفیوں والی کے دین کو
بھی وفق ترکہ میں ضرب کر اور حاصل کو وفق تصحیح یعنی تین پر قسمت کر خارج ہوگا ایک اور دو تہائیاں ایک کی یہہ حصہ ہے پانچ اشرفیوں والیکا اور یہہ بھی اعتبار
ہے کہ تباین اور تداخل اور توافق میں تمام ترکہ میں ضرب کرے اور یہہ بھی توافق اور تداخل کی دونوں صورتوں میں وفق کا اونہیں اعتبار کرے کذا فی الطحطاوی
والشریفی تتمہ شروع مسئلۃ التخارج پھر مصنف نے یہاں سے مسئلہ تخارج کا بیان شروع کیا تخارج اصطلاح فرائض میں اس سے عبارت ہے کہ ورثہ باہم
صلح کرلیں بعضے وارث کے اخراج پر میراث سے بعوض اوس مال کے جو اوسکے حصے سے کمتر ہے اور یہہ شرع میں درست ہے محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلح
میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکو ذکر کیا ہے اور عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی چار زوجات میں سے ایک زوجہ
اپنی مرض موت میں طلاق دی پھر وہ عدت میں مرگئے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے زوجہ مذکورہ کو اور تین زوجات کے ساتھ میراث دینے کا حکم کیا اور ان زوجات
نے اس عورت سے صلح کرلی اوسکی تراسی ہزار دینار یعنی آٹھویں حصے کی چوتھائی سے اوسکے نصف پر یعنی ۸۳ ہزار دینار پر اور یہہ دلیل ہے تخارج کے جائز ہونے پر زلزلہ
الکمل الدین اور حالانکہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار بار اپنا تمام مال اپنی زندگی میں نصف نصف اللہ تقسیم کردیا تھا اور نصف باقی رکھا تھا اور یہہ دلیل
ہے اسپر کہ مال حلال کے جمع کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں یعنی بشرطیکہ ادائے حقوق واجبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ
یعنی نیک مال نیک مرد کے واسطے کیا خوب ہے کذا فی الطحطاوی فَقَالَ وَمَنْ صَالَحَ مِنَ الْوَرَثَةِ وَالْغُرَمَاءِ عَلَى شَيْءٍ مَعْلُومٍ مِنْهَا طَرَحَ سِهَامَهُ مِنَ التَّصْحِيحِ
وَجَعَلَ كَأَنَّهُ اسْتَوْفَى نَصِيبَهُ سو مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثوں اور ارباب دیون میں سے صلح کرے کسی چیز معین پر ترکہ میں سے تو اس وارث کے سہام یا
اس دائن کا دین تصحیح سے گرا دیا جاویگا اور یہہ قرار دیا جاویگا کہ گویا اوسنے اپنا حصہ پورا پایا یعنی یہہ وجہ مصالح بین الورثہ اور اسلئے کی تصحیح کرنا چاہیے پھر
اوسکے سہام کو تصحیح سے گرانا چاہیے کذا فی الشریفی والطحطاوی کہا شئے معلوم کی قید اسواسطے لگائی تاکہ مجہول نکل جاوے اسلئے کہ شئے مجہول پر صلح صحیح نہیں اگرچہ

قطعہ تاریخ اردو طبع زاد شاعر با جوش و خروش مولوی نواب نیاز احمد خان صاحب متخلص بہ ہوش بریلوی

چھپا درمختار کا ترجمہ | جو صیقلی مطبع میں اس طور کا
کہ مثل اسکا عالم میں دیکھا نہیں | وہ چھپ کر گویا ہوا معجزہ
پسند آئی ہر اک کو جب وہ کتاب | تو ہاتف نے مرغوبۂ دل کہا

قطعہ تاریخ فارسی طبع زاد سید قاسم علی متخلص بہ خواہان بریلوی

چو درسلک طبع آمد این دُرِّ مکنون | کہ مثلش ندیدہ کسی دیدۂ خلق
یکا یک سروشی پئے سال طبعش | بگفتا کتاب پسندیدۂ خلق

ایضاً در فارسے

چو طبع این کتاب درمختار | رسید از دست یکتا عان بہ آخر
پئے تاریخ سالش گفت خواہان | شدہ بیمثل مطبوع درِ نادر

ایضاً در فارسے

شدہ مطبوع عالم درمختار | بہر جانب ز طبعش رفت شہرت
اگر پرسی زمن از روی ایمان | بگوییم سال او [illegible] شریعت

ایضاً در اردو

جناب [illegible] صاحب کرم | سلامت انکو رکھے رب اکبر
نہایت مستند اسکی مسائل | ملی جس سے ہمیں راہ پیمبر
انہوں نے طبع فرمائی بتصحیح | کتاب درمختار ایسی برادر
کہو خواہان سے خواہان اسکی تاریخ | لو چھاپی یہہ کتاب فقہ بہتر

قطعہ تاریخ از شیرین مقال منشی مٹھو لال کاتب نسخہ ہذا

ہزار شکر کہ شد طبع این کتاب عجیب | کمال بہجت و فرحت بہ اہل ایمان افزود
زجوش طبع پئی سال گفتم این مصراع | ہزار و دو صد و ہشتاد و ہشت ہجری بود

ایضاً در اردو

چھپ گیا جب یہہ نسخہ نادر | فکر تاریخ تب ہوئی پیدا
سر دین سے جو پایا سال طبع | دُرِ نایاب ہے شریعت کا
۱۲۸۸ھ